بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ
حسبنا اللہ و نعم الوکیل ط
تحفۂ دوستاں
اردو شرح
بوستان
تصنیف
شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ
ترجمہ
مولانا قاضی سجاد حسین میرٹھیؒ (فاضل دیوبند)
شرح
مولانا محمد ابوبکر قاسمی (فاضل قاسم العلوم ملتان)
ناشر
کتب خانہ مجیدیہ ملتان

حسبنا اللہ ونعم الوکیل

تحفۂ دوستاں

(ارشد)

اردو شرح

بوستاں

تصنیف: شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ

ترجمہ: مولانا قاضی سجاد حسین میرٹھیؒ (فاضل دیوبند)

شرح: مولانا محمد ابوبکر قاسمی (فاضل قاسم العلوم، ملتان)

ناشر:

کتب خانہ مجیدیہ ملتان

نام کتاب ـــــ تحفۂ دوستان اردو شرح بوستان

شارح ـــــ مولانا محمد ابوبکر قاسمی

ناشر ـــــ کتب خانہ مجیدیہ ملتان

مطبع ـــــ حسینیہ پرنٹنگ پریس ملتان

صفحات ـــــ 462

تاریخ اشاعت ـــــ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

تعداد ـــــ ایک ہزار

کتابت محمد یعقوب ارشد

ملنے کے پتے

اسلامی کتب خانہ ـــــ بنوری ٹاؤن، کراچی

مکتبہ قاسمیہ ـــــ بنوری ٹاؤن، کراچی

مکتبہ زکریا ـــــ بنوری ٹاؤن، کراچی

کتب خانہ رشیدیہ ـــــ راجہ بازار، راولپنڈی

مکتبہ رحمانیہ ـــــ اردو بازار، لاہور

مکتبہ سید احمد شہید ـــــ اردو بازار، لاہور

عرضِ شارح

فارسی زبان تقریباً سات سو سال تک برصغیر پاک و ہند میں سرکاری اور ادبی زبان کی حیثیت سے رواج پذیر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں صدیوں پر محیط اسلامی حکومت میں بالخصوص مسلمانوں کی سیاسی، مذہبی، تہذیبی، تمدنی، معاشرتی اور ثقافتی غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں بُنیادی اور نمایاں عنصر کی حیثیت سے یہ زبان کارفرما رہی ہے۔ اسلامی ثقافت و معاشرت پر مبنی بیش بہا علمی ذخیرہ فارسی زبان میں وافر مقدار میں موجود ہے۔

اس ناقابل تردید حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا صحیح ہو گا کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں شعراء نے فارسی کو اپنے قلبی جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ برصغیر پاک و ہند میں فارسی زبان کے عروج سے ایرانی تہذیب و ثقافت کے مؤثر کردار کا پتہ چلتا ہے۔ شیخ مصلح الدین سعدیؒ شیرازی کا تعلق بھی ایران کے شہر شیراز سے ہے۔ چنانچہ ایرانی تہذیب و ثقافت کے ادبی اثاثے میں سے شیخ سعدیؒ کی گرانقدر کتب اپنی مثال آپ ہیں۔ پاکستان کے دینی مدارس میں خاص طور پر شیخ سعدیؒ کی نثری ادب پر مبنی شہ پارہ گلستان اور شعری ادب پر مشتمل ادبی اثاثہ بوستان کو پڑھایا جاتا ہے۔ گلستان و بوستان جہاں طلباء کی ذہنی ارتقاء کا باعث ہیں وہاں بشمول ایرانی تہذیب کے اسلامی تمدن کے حوالے سے مؤثر انداز میں تربیتی کردار بھی ادا کر رہی ہیں۔ ناشرین نے اُردو زبان میں ہر دو کتب کا ترجمہ و تشریح بڑے اہتمام سے کرایا جو بڑی کامیابی سے اسلامی حلقوں میں اپنا اثر چھوڑ چکی ہیں۔ راقم کو بھی بوستان کی اُردو شرح لکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم کا شاہکار ہے۔ اس سے شیخ سعدیؒ کی مقبولیت اور بوستان کی فارسی ادب میں سلاست و طلاقت لسانی کا منہ بولتا ثبوت واضح ہوتا ہے۔

والسلام مع الاشفاق والاحترام

محمد ابوبکر قاسمی

فاضل جامعہ قاسم العلوم، ملتان و
وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۲۶۹/۸، ٹبی شیر خان عقب کچہری روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیمؕ

مصنف کے حالات زندگی

الحمد للہ وحدہ و الصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علی الہ و صحبہ کرام بدرۃ امابعد ________

دنیا میں ان گنت آدمی وجود میں آئے اور پھر معدوم ہو گئے۔ مٹ جانے کے بعد کتنے لوگ ہیں جن کو دنیا نے یاد رکھا اور وہ تاریخ کے صفحات اور زندہ انسانوں کے دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق میں گنتی کے چند آدمیوں کے نام ملتے ہیں اور یہ وہی خوش نصیب انسان ہیں جن پر مبدائے فیض نے کمال نہیں بلکہ کمالات کا در فیض وا کر دیا ہے۔ جس کی بدولت نہ صرف حیات دنیوی میں باقی آدمیوں سے ممتاز رہے اور ایسے کارنامے کر گزرے۔ جنہیں دنیا فراموش نہ کر سکی، بلکہ انہیں کمالاتِ موہوبہ کی بدولت حیاتِ جاودانی سے بھی شاد کام و بامُراد ہو جاتے ہیں لیکن ایسے خوش قسمت لوگ بہت کم ہیں جنکے یادگار کارنامے دنیا کو ہمیشہ فیض پہنچاتے رہے ہیں۔ شیخ سعدیؒ انہیں خوش نصیب اور بافیض افراد میں سے ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں ایسے کارہائے خیر انجام دیئے ہیں جن سے رہتی دنیا تک خلق خدا فیض یاب ہوتی رہیگی۔ حضرت شیخؒ کے انتقال کو صدیاں گزر گئیں۔ مگر آج بھی ویسے ہی زندہ ہیں جیسے اپنی حیات میں زندہ تھے بلکہ مرور دوران (زمانہ) کے ساتھ ساتھ ان کی حیات بعد الموت، حیات قبل الموت کی بنسبت زیادہ اشہر، زیادہ محبوب اور مقبول اور ممتد ہوتی جاتی ہے اِس شہرت، مقبولیت اور محبوبیت میں دنیا کے بہت قلیل اہلِ قلم اور باکمال لوگ شیخ سعدیؒ کے شریک کہے جا سکتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ شیخ سعدیؒ جیسا موصوف باہمہ وصف، باکمال اہلِ قلم ملنا بہت ہی مشکل ہے۔ نام شرفُ الدّین، لقب مصلح الدّین اور تخلص سعدی، شیراز کو وطن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ وہ شیراز جو صدیوں تک ایران کا دارالحکومت اور پایۂ تخت ہونیکے علاوہ علوم وفنون کا مرکز رہ چکا ہے۔

پیدائش

آپ کی پیدائش ۵۸۹ھ (۱۳۳۳ء) کے لگ بھگ ہوئی اور وفات ۶۹۱ھ میں ہوئی، اس طرح شیخ نے ایک صدی سے زائد عمر پائی۔ بعض تذکرہ نویسوں نے تو ایک سو بیس سال عمر لکھی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ کے سعدی تخلص اختیار کرنیکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ شیخ کے والد جناب عبداللہ شیرازیؒ بادشاہ اتابک سعد زنگی کا ملازم تھا اور چونکہ شیخ کو بچپن ہی سے ادب اور شعر گوئی کا ذوق تھا۔ اسلئے بچپن ہی میں حاکم وقت سعد بن زنگی کے نام کی مناسبت سے اپنا تخلص سعدی تجویز کر لیا۔

بچپن

شیخ کے والد بزرگوار جناب عبداللہ شیرازیؒ ایک خدا رسیدہ اور دیندار آدمی تھے، اسی لئے شیخ کو بچپن ہی میں نماز روزہ، تلاوتِ کلام اللہ، عبادت و ریاضت وغیرہ کی نہ صرف مشق کرائی جا چکی تھی، بلکہ شیخ کی طبیعت میں

ان چیزوں کا خاص ذوق اور داعیہ پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ شیخ نے بوستان میں لکھا ہے کہ والد ماجد کی تربیت اور انکی تادیبانہ سرزنش اور مربیانہ نگرانی نے نیک صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے میں بڑا کام کیا ہے۔ گویا بزرگوں کی تادیبانہ زجرو توبیخ سونے پر سوہاگے کا کام دیتی ہے شیخ خود لکھتے ہیں۔

بخردی بخور دراز بزرگان قفا　　　　خدا دادش اندر بزرگی صفا

شیخ اپنے والد بزرگوار کی تادیبانہ سرزنش کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ بچپن میں مجھے عبادت و ریاضت کا بڑا شوق تھا اور میں تہجد گزاری اور قرآن خوانی کا بڑا حریص تھا چنانچہ ایک دفعہ رات کے وقت اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور تمام شب' شب بیداری اور قرآن پڑھنے میں گزاری یعنی تمام رات نہ سویا اور درویشوں کی ایک جماعت ہمارے گرد سورہی تھی۔ میں نے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ ان میں سے کوئی بھی اٹھکر دو رکعت تہجد ادا کرنے کی توفیق نہیں رکھتا۔ ایسے غفلت میں پڑے ہیں جیسے مُردے ہوں اس پر والد نے شیخ کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور سرزنش فرمائی۔ ''گفت اے جانِ پدر اگر تو نیز بخفتی ازاں بہ کہ در پوستین خلق افتی''۔ کہ تو بھی سوجاتا تو اس عیب جوئی سے بہتر ہوتا یعنی درویش کو اپنی عبادت پر گھمنڈ کر کے دوسروں کو حقیر و کمتر نہ سمجھنا چاہیئے۔

گرت چشم خدا بینی بہ بخشند　　　　نہ بینی ہیچکس عاجز تراز خویش

لیکن افسوس کہ والد گرامی قدر کا مشفقانہ و مربیانہ سایہ شیخ کے سر پر تادیر قائم نہ رہ سکا۔ اور وہ بچپن ہی میں شیخ کو داغ فرقت دے گئے اور شیخ کو ضعیفہ والدہ ماجدہ کے زیر سایہ یتیمی کے ایام گزارنے پڑے۔ گلستان باب چھ کی ایک حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی والدہ انکی جوانی تک زندہ رہیں جیسا کہ فرماتے ہیں کہ ''وقتے بہ جہل جوانی بانگ بر مادر زدم دل آزردہ بہ کنجے بنشست الخ۔ ایک مرتبہ جوانی کی جہالت میں ماں پر چیخ پڑا والدہ رنجیدہ دل ہو کر ایک گوشے میں بیٹھ گئیں اور روتے ہوئے فرمارہی تھی۔ شاید تو اپنا بچپن بھول گیا کہ سختی سے پیش آرہا ہے۔ باپ کے سایہ عطوفت سے تو محروم ہو گئے تھے لیکن قضاؤ قدر نے فطرتِ سلیمہ سے نوازا تھا۔ اس فطرت نیک بختی اور موہوب من اللہ سعادت نیز دیندار گھرانے میں باخدا متقی ماں باپ کی تربیت نے شیخ کو دینداری اور پرہیزگاری کی طرف راغب کر دیا چنانچہ شیخ کی زندگی پر عبادت و تصوف' زہد و تقویٰ کا رنگ غالب رہا۔

تعلیم و تعلم

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمرِ عزیز میں چار نا قابلِ فراموش کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اولاً زندگی کا ایک معتدبہ حصہ یعنی تقریباً تیس برس تعلیم حاصل کرنے میں صرف کئے ہیں اور تیس سال سیر و سیاحت میں گزار دیئے۔ جبکہ تیس سال کتب نویسی یعنی تصانیف میں صرف کئے اور تقریباً تیس برس بقیہ زندگی عزلت و گوشہ نشینی میں وصل حق کی نذر کر دی جو عارفوں کی زندگی کا مطمح نظر ہوتا ہے۔ کیونکہ مخلوق سے عزلت و علیحدگی کے بغیر وصل حق ممکن نہیں ہے۔

شیخ شیراز جیسے مرکز علوم و فنون اور گہوارہ علم میں پیدا ہوئے اور جب آنکھ کھولی تو شیراز میں ہر جانب علماء' فضلاء' بلغاء' ادباء' خطباء' فصحا' حکما' مشائخ کے مجمعے اور مجلسیں دکھائی دیں ایسے ماحول میں سعدیؒ میں تحصیلِ علم کا ولولہ پیدا ہو جانا ایک قدرتی امر تھا۔ علم و عرفان کے حصول کے لئے تگ و دو ایک طبعی چیز ہو گئی مگر اسوقت ملک ابتری اور طوائف الملوکی کا شکار ہو چکا تھا اور پرسکون ماحول سے محروم تھا جنگوں کا ایک لامتناہی اور ختم نہ ہونے والا سلسلہ جاری تھا اور خود شیراز پر بھی

تباہیاں ٹوٹ رہی تھیں اس فضا میں شیخ کا ولولہ علم پورا نہیں ہو سکتا تھا اس لئے شیخ نے ترک وطن کی ٹھانی اور تمام اسلامی ممالک کو چھوڑ کر مدرسہ نظامیہ بغداد کا رخ کیا۔ یوں بھی اہل شیراز کو بغداد کے اس عظیم الشان مدرسہ سے شغف تھا۔ کیونکہ ابو اسحاق شیرازی مدرسہ نظامیہ بغداد کے سب سے پہلے متولی اور مہتمم رہے تھے۔ اس وجہ سے شیخ کا مدرسہ نظامیہ کی جانب سے کچھ وظیفہ بھی مقرر ہو گیا تھا۔ جو شیخ کی ضروریات میں کافی حد تک ممد ثابت ہوا۔ بغداد ابھی تک فتنہ تاتار سے محفوظ تھا اور بدستور دارالخلافہ تھا اور علم وعلماء کا مرکز شہرہ آفاق دارالعلوم نظامیہ علمی دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا یہ دارالعلوم حضرت نظام الملک طوسی نے ۴۵۹ھ میں قائم فرمایا تھا اور اسکی شہرت پوری اسلامی دنیا میں گونج رہی تھی شیخ کو نظامیہ کی کشش بغداد میں کھینچ لائی۔ اور نظامیہ میں داخل ہو گئے۔ بغداد میں شیخ نے جن علماء اور اہل فضل سے علم حاصل کیا ان میں ایک بزرگ ایسے بھی ہیں جنکی کفش برداری اور علم وفن پر ہر اہل علم کو فخر ہونا چاہیے۔ یہ علامہ ابو الفرج عبدالرحمن بن جوزی ہیں جو اپنے وقت کے عظیم محدث اور امام علم وفن مانے جاتے تھے امام ابن جوزی کی بے شمار عظیم الشان مفید وعلمی کتابیں دنیا کے کئی کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں ان کی کئی مفید کتابوں کے اردو میں ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں جیسے تلبیس ابلیس وغیرہ، ابن جوزی نے ہزاروں سے زائد حد تک غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام فرمایا۔ حضرت شیخ نے امام ابن جوزی سے اپنی طبعی افتاد کے مطابق سالہا سال نظامیہ میں رہ کر علوم وفنون کی تحصیل فرمائی۔ بعض سوانح نگاروں کا خیال ہے کہ شیخ سعدیؒ نے فلسفہ اور دوسرے معقولات کی بنسبت نقلی علوم کی تحصیل پر زیادہ توجہ دی اور عقلی علوم کم حاصل کئے لیکن یہ خیال ٹھیک نہیں ہے بلکہ منقولات کی طرح معقولات میں بھی شیخ کو ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ وہ علم تفسیر وحدیث اور ادب و وعظ، تصوف وسلوک کی طرح فلسفہ وحکمت کے بھی عالم لاثانی تھے۔ البتہ شیخ کی طبیعت پر تصوف درویشی کا زیادہ غلبہ تھا۔ چنانچہ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے تھے کہ میں طبعی مائلان کی بناء پر وجد وسماع کی محفلوں میں شریک ہوتا تھا۔ مجھے میرے استاد مکرم حضرت علامہ ابن جوزی اس سے روکا کرتے تھے لیکن میں باز نہیں آتا تھا۔ قصہ کوتاہ ایک روز مجھے ایک بدآواز اور کریہہ المنظر گویا (قوال) سے پالا پڑ گیا اور تمام شب اس مکروہ مجلس میں بسر ہو گئی جب صبح ہوئی اور اس منحوس مجلس سے خلاصی ہوئی تو اپنے سر سے عمامہ اتارا اور جیب سے ایک دینار نکالا پھر یہ دونوں چیزیں قوال صاحب کی خدمت میں تحفۃً پیش کر دیا اور سماع سننے سے تائب ہو گئے شیخ کے اس عمل پر یار واحباب نے تعجب کیا تو شیخ نے ظریفانہ انداز میں جواباً فرمایا کہ قوال صاحبِ کرامت بزرگ ہے اسلئے میں نے انکی نذر کی اور فرمایا کہ استاد کی نصیحت نے وہ اثر نہیں کیا جو اس کے لحنِ داؤدی'' بھدی اور کریہہ آواز نے کیا ہے اور اب میں سماع سے تائب ہوتا ہوں۔ حضرت شیخ بچپن ہی سے خوش بیانی اور حسنِ تقریر کا مالک تھا مدرسہ نظامیہ میں کچھ طالب علم اور ہم درس رفقا اس پر حسد کرنے لگے ایک مرتبہ شیخ نے اپنے استاد مکرم علامہ ابن جوزی سے حاسدوں کی شکایت کی تو استاد نے فرمایا وہ بھی اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں اور تم بھی۔ وہ رشک وحسد سے اور تم بدگوئی وغیبت سے''۔

تصوف اور شیخ

شیخ بچپن ہی سے تصوف پسند اور درویشی دوست قانع طبیعت کے واقع ہوئے تھے اور ابتداء

ہی سے حضرت والد بزرگوار کی تربیت کی بدولت زہد و اتقاء کا طبیعت پر غلبہ تھا۔ تصوف میں شیخ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کو اپنا رہبر و رہنما منتخب فرمایا۔ راہ سلوک کے منازل و مراحل طے کرنے کے لئے شیخ سہروردیؒ کا سہارا کافی سمجھا اور ان کی رفاقت و معیّت میں مقاماتِ تصوف طے کرتے رہے۔ چنانچہ حضرت شیخ ؒ کو کئی بار اپنے پیر و مرشد شیخ سہروردیؒ کے ہمراہ بحری اور برّی سفر بھی پیش آئے۔ چنانچہ شیخ نے اپنی زندگی کا ایک معتدبہ حصہ تصوف و سلوک میں گزار دیا۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ تیس سال سے زائد عرصہ گوشہ نشینی، تزکیہ نفس، خلوت و عزلت میں مصروف و مشغول رہ کر مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ اور شیخ کی کتابوں میں اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بلکہ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو زیر نظر کتاب کا بیشتر حصہ اور گلستان بتمامہ اصلاحِ احوال و اخلاق پر ہی مبنی ہے حاصل کلام یہ کہ شیخ جس طرح اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور فلسفی و حکیم تھے اسی طرح اپنے وقت کے شیخ کامل بھی تھے۔ کہ مولیٰ حقیقی کی خوشنودی و رضا کیلئے ہر قسم کے مصائب جھیلنے کے باوجود زمانہ کی سختی کا کبھی شکوہ نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ گلستان میں لکھا ہے کہ میں نے زمانے کی سختیوں کا کبھی شکوہ نہیں کیا تھا، مگر ایک موقعہ پر دامن استقلال ہاتھ سے چھوٹ گیا اور بے صبری کے کلمے منہ سے نکل گئے۔ یہ وہ موقعہ تھا کہ جب نہ میرے پاؤں میں جوتی تھی اور نہ جوتی خریدنے کی قدرت رکھتا تھا اس پریشانی اور مغمومیت کی حالت میں غمگین و شکستہ دل کوفہ کی جامع مسجد میں جا پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص پڑا ہوا ہے۔ جس کے سرے سے پاؤں ہی نہیں تھے۔ اِس پاشکستہ کو دیکھ کر مجھے اپنے پابرہنہ ہونیکا گلہ نہ رہا۔ اس پر میں نے خدا کی جناب میں سجدہ شکر ادا کیا اور اپنے ننگے پاؤں کو غنیمت سمجھا۔

صبر و قناعت

حضرت شیخ سعدیؒ کی زندگی پر قناعت کا رنگ سب سے نمایاں اور غالب نظر آتا ہے مگر شیخ ؒ کے ہاں قناعت کا وہ مفہوم نہیں ہے جو ان کے ہمعصر علماء و درویشوں کے نزدیک تھا۔ اس زمانہ کے علماء و صوفیاء کے نزدیک قناعت یہ تھی کہ سلاطین و امراء کے وظائف سے تو بچا جائے۔ لیکن غریب لوگوں کی کمائی پر "دُزدانہ" حملہ کر کے لوٹ لیا جائے۔ اور غریبوں کے خون پسینہ کی کمائی پر خوب گل چھرّے اڑائے جائیں۔ فر من المطر قام تحت المیزاب" کا مصداق بن گئے۔ اس غلط روش اور کجروی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس زمانہ کے اکثر و بیشتر علماء و مشائخ شاہی درباروں اور چاپلوسیوں سے تو دور رہے لیکن پبلک اور عوام الناس کو اپنا رزاق سمجھ کر انکی خوشامد و چاپلوسی میں لگ گئے۔ انکو خوش رکھنے کی غرض سے ان کی پسندیدہ بدعات کو نہ صرف سراہنے لگے بلکہ قولاً عملاً مہر تصدیق ثبت کرنے کے منحوس دھندے میں مشغول ہو گئے ان کی بیہودگیوں کے مدح خواں بن گئے نتیجۃً ہوا یہ کہ لوگ شتر بے مہار ہو کر خواہشاتِ نفسانی پر چلنے لگے دین و شریعت سے دور ہٹ گئے اور اپنی خرافات و بدعات ہی کو دین حق اور صراط مستقیم سمجھ بیٹھے ان خرافات و بدعات کے خاتمہ کیلئے بعد میں آنیوالے مصلحین نے ان تھک کوششیں کیں۔ اگر چہ وہ عنداللہ مشکور و ماجور ہوں گے لیکن ظاہری طور پر متوقع نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا۔

حضرت سعدیؒ کی قناعت اس سے مختلف تھی۔ اس زمانے میں خوشحالی و تونگری ذلت نفس، خوشامد، ریاکاری، زمانہ سازی جیسی ننگ انسانیت خصلتوں میں پختہ کار ہوئے بغیر ممکن نہ تھی، مگر حضرت شیخ نے ذلت نفس اور تصنع بازی کو کبھی پسند نہیں کیا

حضرت مولانا شبلی نعمانی شعرالعجم میں شیخ کے بعض اشعار کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "تم قناعت اختیار کرو گے تو تم کو بادشاہ وگدا یکساں نظر آئیں گے تو بادشاہ کے آگے کیوں سر جھکاتے ہو طمع چھوڑ دو تم خود بادشاہ ہو' جو شخص طمع چھوڑ دے گا وہ اپنے آپ کو غلام اور خانہ زاد نہیں لکھ سکتا' نفس امارہ انسان کو ذلیل کرتا ہے۔ اگر تم کو عقل ہے تو نفس کی عزت کرو' تم کو زمین پر پڑ کر سو رہنا چاہئے لیکن قالین کیلئے کسی کے آگے زمین نہیں چومنی چاہئے شیخ کو زندگی میں کچھ آزمائش کے مقامات سے بھی گزرنا پڑا ان میں سب سے بڑی آزمائش اور ابتلا یہ تھا کہ شیخ کو گاہ بگاہ امراء و سلاطین کے درباروں میں بھی جانا پڑتا مگر شیخ اس آزمائش میں پورے اترے اور کبھی پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی اس نے بادشاہوں کے مدحیہ قصیدے تو لکھے لیکن دوسرے شعراء کی طرح زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملائے دوسرے شاعروں کی طرح خوشامد' تملق و چاپلوسی اور جھوٹ سے اپنے دامن عفت و عظمت کو آلودہ نہ ہونے دیا۔ شیخ خود بوستان میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

دلیر آمدی سعدیا در سخن	چو تیغت بدست است فتح بکن
بگو آنچہ دانی کہ حق گفتہ بہ	نہ رشوت ستانی و نہ رشوہ دہ
طمع بندو دفتر زحکمت بشوئے	طمع بگسل و ہرچہ خواہی بگوئے

یہ ٹھیک ہے کہ زندگی میں کئی ایسے مقام بھی شیخ کو پیش آئے کہ شاہان وقت کے آگے شیخ جھک جائے یا ان کی تعریف و مدح خوانی میں رطب اللسان ہو اور زمین و آسمان کے قلابے ملا دے اگر شیخ کے سوا کوئی اور ہوتا تو یقیناً ایسا کر گزرتا مگر شیخ" کا جواب ہمیشہ ایک ہی ہوتا" کہ آزاد گردن بھی کسی کے آگے جھک سکتی ہے؟"

علی بن احمد (جو شیخ" کی کلیات کے جامع بھی ہیں) نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے علماء و مشائخ' ایک سبزی فروش اور قصاب کو بھی ایسی نصیحت نہیں کر سکتے جیسا کہ شیخ کا سلاطین اور امراء وقت کو بادشاہان وقت کو دو بدو اور آمنے سامنے نصیحت کرنا اور حق بات کہہ دینا شیخ کی جرات مندی اور حق گوئی و بیباکی اور اعلائے کلمۃ الحق کا بین ثبوت ہے خود شیخ نے گلستان میں لکھا ہے کہ بادشاہوں کو نصیحت وہی شخص کر سکتا ہے جسے نہ اپنے سر کا خوف ہو اور نہ زر کی امید۔

صبر و قناعت کے پیکر ہونیکے ساتھ ساتھ شیخ عزت نفس کی دولت سے بھی مالا مال تھے جیسا کہ سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ شیخ ایک مرتبہ اسکندریہ (مصر) میں مقیم تھے کہ قحط سالی واقع ہو گئی فقراء اور درویشوں پر اس کا برا اثر پڑا اسی زمانہ میں اسکندریہ میں ایک مال دار خنثی یعنی ہیجڑا رہتا تھا جس کے ہاں سے غریبوں' درویشوں اور پردیسیوں کو کھانا یا نقدی ملتی تھی شیخ پر بھی فاقے پر فاقے گزر رہے تھے شیخ کی اس حالت کو دیکھ کر بعض رفقاء درویشوں نے مشورہ دیا کہ آپ کو بھی ہیجڑے کی دعوت پر جانا چاہئے اس پر شیخ نے نہایت خوددارانہ جواب دیا" شیر بھوکا تو مر سکتا ہے لیکن کتے کا جھوٹا نہیں کھا سکتا" اس سے معلوم ہوا کہ شیخ" صبر و قناعت اور تسلیم و رضاء کے پیکر تھے' مصائب و آلام کو وہ انعام خداوندی سمجھ کر اس پر بارگاہ رب العالمین میں شکر بجا لاتے اور اس سلسلہ میں اپنی عزت نفس' خودداری' غیرت اور حمیت دینی کو کسی صورت قربان کرنے کیلئے آمادگی کا تصور بھی ان کے ہاں دشوار تھا۔

سیر و سیاحت

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ شیخ نے تیس برس طالب علمی کی تحصیل علم کی مدت کچھ ہو بہر حال شیخ جب تحصیل علم سے فارغ ہو گئے تو دفتر کائنات کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا اور سیاحت پر کمر بستہ ہو گئے شیخ کی سیاحت بھی تقریباً تیس برس جاری رہی بعض لوگوں نے اس مدت سیاحت میں قیل وقال کیا ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ شیخ بہت بڑا سیاح تھا بعض مغربی سوانح نویسوں نے لکھا ہے کہ شیخ سعدی ابن بطوطہ کے بعد سب سے بڑا مشرقی سیاح گزرا ہے شیخ پیدائشی و فطری شاعر بھی تھا اس لئے قدرتی طور پر اس کے حواس بیدار تھے اور ادراک حسن میں از حد حساس، لیکن فطری شعرا کی طرح شیخ کا دامن بھی زاہد و اتقاء سے مملو اور بھرا ہوا تھا کامل زہد و تقوی کیساتھ حسن سے کما حقہ متاثر ہوتا اور اپنی کوثر و تسنیم سے دھلی زبان سے حسن کے بیان و شرح میں ڈوب جایا کرتا، تو آدمی جب فطری شاعر بھی ہو اور کھلی آنکھوں سے دنیا کی سیر و سیاحت بھی کرلے تو ظاہر ہے کہ بے ارادہ بھی دوسرے آدمیوں سے الگ اور ممتاز بن جائے گا شیخ کی سیاحت بھی ایسی نہ تھی کہ آنکھیں بند کئے زمین ناپ کر واپس آجائیں بلکہ دنیا کا گہرا معائنہ اور ٹھوس مطالعہ تھا۔ فطری شاعری اور دیدہ عبرت سے دنیا پیمائی نے شیخ کو نہ صرف منفرد انسان بنا دیا بلکہ شیخ کی دنیا سب آدمیوں سے الگ تھلگ خود اپنی بنائی ہوئی دنیا تھی وہ اپنی اس خود ساختہ دنیا کا شہنشاہ تھا اور بے خوف و خطر سلطانی کرتا رہا لیکن ہر بڑے آدمی کی طرح شیخ کو بھی حاسدین و معترضین کی نکتہ چینیوں کے تیر کھانے پڑے کسی نے الحاد زندقہ کا بہتان تراشا تو کسی نے حسن پرستی وحب کودکاں کا الزام گھڑ لیا نہ معلوم کتنی تہمتیں تراشی گئیں لیکن شیخ کا مقام کہیں اعلیٰ وارفع تھا یہ دنیا دار شیخ کی دنیا کی بلندی تک پہنچ ہی نہ سکے اس کی دنیا تقویٰ و طہارت، محاسبہ نفس و اصلاح خلق کی دنیا تھی اور اس دنیا پر سلطانی کرنے والا شیخ بھلا کیونکر غوغائے اعداء سے مرعوب یا متاثر ہو سکتا تھا وہ اپنے محبوب مشغلہ تصنیف و تالیف میں برابر مصروف رہا۔ شیخ نے صحیفہ کتب کے بعد صحیفہ کائنات کا مطالعہ اس وقت شروع فرمایا جبکہ فتنہ چنگیز نے بغداد کے نہ صرف تقدس کو پامال کر دیا بلکہ بغداد کے درو دیوار بھی اپنے اندر بسنے والوں کی یاد کہنہ کے نشانات کے طور پر باقی رہ گئے تھے یوں تو سوانح نگاروں نے حضرت شیخ کی سیر و سیاحت کے بارے میں عجیب و غریب واقعات سپرد قلم کئے ہیں لیکن خود شیخ کی تصانیف سے اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے مشرق میں خراساں اور تاتار تک سیر فرمائی اور بلخ کاشغر میں تو قیام بھی فرمایا ہے اور جنوب میں سومنات تک پہنچے سومنات میں کچھ عرصہ قیام فرمایا اس کے متولیوں اور پنڈتوں کے سارے کرتوت دیکھتا رہا بعدہٗ ایک دن نہایت ہی ہوشیاری اور زیرکی سے کام لیتے ہوئے اس کو توڑا اور اس کے نگراں پنڈت کو قتل کیا پھر وہاں سے بھاگ نکلے۔

ہندوستان کی سیاحت کے بعد بحری رستہ سے عرب ممالک کا رخ کیا اور شمال و مغرب میں شیخ نے عراق، آذربائیجان عرب، شام، فلسطین اور ایشیاء کوچک سے بارہا گزر فرمایا، اصفہان، تبریز، بصرہ، کوفہ واسط، رائی، بیت المقدس، دمشق طرابلس المشرق، دیار بکر اور اقصائے روم کے شہروں اور قصبات و دیہاتوں میں ایک مدت تک آنا جانا رہا ہے۔ عرب اور افریقہ کے سفر تو کئی بار پیش آئے ایک دفعہ شیخ صنعا یمن میں بھی تشریف لے گئے اسکندریہ مصر کے بعد متعدد واقعات شیخ کی

کتابوں میں ملتے ہیں سمندری سفروں میں بحر عمان' بحر ہند خلیج فارس۔ بحر عرب۔ بحر قلزم اور بحر روم میں بار ہا آمد و رفت رہی ہے شیخ نے حج کیلئے کئی بار سفر کئے ہیں'
شیخ بوستان میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحرائے فید میں نیند کے غلبہ سے راستہ ہی پر سو گیا ایک شتر سوار نے مجھے اونٹ کی نکیل مار کر اٹھایا اور کہا کہ مرنے کی تمنا میں اسقدر غفلت سے سو رہے ہو تمہیں گھنٹی کی آواز بھی نہیں آتی شیخ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے سروساماں متوکل درویشوں کی طرح سفر کرتا اور ہر قسم کی تکلیفیں جھیل جاتا تھا مگر اف تک نہ کرتا تھا ایک مرتبہ دمشق میں قیام تھا مگر اہل دمشق سے کئی وجود کی بنا پر ناراض ہو کر فلسطین کے صحراؤں اور بیابانوں میں جا بیٹھے یہ صلیبی جنگوں کا زمانہ تھا وہاں عیسائیوں نے حضرت شیخ کو گرفتار کر لیا اور طرابلس المشرق کے کسی علاقہ میں شہر کے حفاظتی انتظامات کے سلسلہ میں خندق کی کھدائی کا کام ہو رہا تھا شیخ کو دوسرے قیدیوں کے ہمراہ خندق کھودنے پر مامور کر دیا' شیخ صبر و شکر کیساتھ ایک مدت تک یہ محنت برداشت کرتے رہے اور کوئی ناشکری کا کلمہ منہ سے نہ نکالا ایک عرصہ بعد اس طرف سے حلب کے رئیس کا گزر ہوا جو شیخ سے خوب شناسا تھا اس نے شیخ کو خندق کھودتے دیکھ کر پوچھا' تو شیخ نے فرمایا کہ انقلاب زمانہ کا کرشمہ ہے کہ جو شخص اپنوں سے پناہ مانگتا تھا' آج غیروں کے پنجہ استبداد کا شکار ہے چنانچہ اس رئیس نے جناب شیخ کو عیسائی ظالموں سے دس دینار دیکر آزاد کرا لیا' قید فرنگ سے آزاد کرانے کے بعد وہ حلبی شیخ کو اپنے گھر لے آئے اور یکصد دینار مہر کے عوض اپنی لڑکی سے نکاح کر دیا بیوی بہت سخت مزاج تھی جس نے شیخ کا آرام و سکون تلخ کر دیا اور ایک مرتبہ طعنہ دیا کہ تو وہی تو ہے جسے میرے والد دس دینار کے عوض خرید کر لایا تھا شیخ نے بڑا ظرافت آمیز اور برجستہ جواب دیا کہ ہاں دس دینار کے عوض خریدا تھا اور سو دینار کے عوض آپ کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ سعدی مدت دراز تک بیت المقدس اور شام کے شہروں میں سقائی (پانی پلانے) کی خدمت فرماتے رہے غالباً یہ اسی دور اسیری کی سختیوں کا ذکر ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ غرض شیخ کو سیاحت کے اثناء میں اس قسم کی بیشمار تکلیفوں اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے مگر شیخ نے ایک طالب صادق کی طرح تمام صعوبتیں خندہ پیشانی اور طلق روئی سے جھیلی ہیں سفر کے عالم میں ایک مرتبہ شام یا عراق کے ایک شہر میں شیخ کو یہ دلچسپ و عجیب واقعہ پیش آیا علماء و فضلاء کی مجلس جمی ہوئی تھی اور قاضی شہر کرسی صدارت پر جلوہ افروز تھے شیخ بھی وہاں پہنچ گئے مگر بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑے سر سے پاؤں تک گرد و غبار میں اٹے ہوئے سعدی کو دیہاتی اجڈ سمجھ کر خدام نے مجلس سے اٹھا دیا مگر شیخ بڑی مشکل سے مجلس کے کسی کونے میں چھپ چھپا کر بیٹھ ہی رہے۔ مجلس میں کسی اہم علمی مسئلے پر گرما گرم بحث ہو رہی تھی جب شیخ نے دیکھا کہ مسئلہ الجھا ہی جا رہا ہے اور بڑے بڑے فاضل اور یگانہ روزگار اہل علم گتھیوں کو سلجھانے کی بجائے الجھانے کا کام کر رہے ہیں تو دور سے با آواز بلند گفتگو کی اجازت چاہی شاندار اور زرق و برق لباس میں ملبوس علماء اس خرقہ پوش درویش کو دیکھ کر متعجب ہوئے مگر شیخ نے مسئلے کو نہایت خوبی کیساتھ موثر انداز میں عالمانہ طور پر واضح فرما دیا اس پر چاروں طرف سے تحسین کی صدائیں بلند ہوئیں اور شیخ کی خدمت میں ہر فرد مجلس کی طرف سے ہدیہ تبریک پیش کیا گیا اور قاضی نے شیخ کو اپنی مسند پر بیٹھنے کی

دعوت دی اور دستار سر سے اتار کر شیخ کے سامنے رکھ دی، مگر شیخ نے یہ سارے اعزازات نہایت حقارت سے ٹھکرا دیئے اور فرمایا کہ غرور و تکبر کا یہ اوزار مجھ سے دور ہی رہنے دو (بوستان)

شیخ کا وطن کو واپس ہونا

شیراز سے نکلے ہوئے شیخ کو عرصہ ہو چکا تھا طالب علمی کے زمانہ میں جب مدرسہ نظامیہ بغداد میں داخلہ کا شوق دامن گیر ہوا تھا اور شیراز کو خیر باد کہا تھا اس وقت سے اب تک تقریباً ساٹھ ستر برس کا عرصہ ہو چلا تھا کہ شیخ مسافرت کی زندگی بسر فرما رہے تھے اور وطن واپس نہیں لوٹے، سعد زنگی کے بعد ۶۵۸ھ میں ان کا لڑکا قتلغ خان ابوبکر مسند آرائے سلطنت ہوا تو اس نے چند ہی دنوں میں پورے ملک کا نقشہ بدل دیا خوشحالی کا دور دورا تھا، مساجد اور مدارس آباد نظر آنے لگے، شاہزادے کے عدل و انصاف کا شہرہ دور دور تک پہنچا تو حضرت سعدی کو اپنے وطن مالوف سرزمین شیراز کی واپسی کا خیال انگڑائیاں سیال لینے لگا۔ شیخ شام سے عراق پھر اصفہان سے ہوتے ہوئے شیراز پہنچے۔ شہزادے میں تمام خوبیوں کے باوصف ایک کوتاہی اور عیب بھی تھا وہ یہ کہ وہ ضرورت سے زائد اہل علم سے کہیں زیادہ جہل درویشوں سے عقیدت مند تھا اور ان جہل صوفیوں کی ہربات کو اپنے لئے واجب الاتباع اور ضروری سمجھتا تھا۔ بادشاہ کا یہ رویہ دیکھ کر بہت سے زر پرست علما اور دنیا کے پرستار ہوائے نفس کے پجاری درویشوں نے درویشانہ وضع وقطع کو کاروبار کے طور پر اختیار کر لیا تھا ان پیشہ ور کاروباری درویشوں کا بھانڈا پھوڑنے کے لئے حضرت شیخ نے علم وفضیلت کا لباس اتار کر درویشانہ زندگی اختیار فرمائی اور اصلاحی مشن کا آغاز فرمایا اور حقیقت یہی ہے کہ شیخ نے یہ بہت اچھا کیا جیسا کہ واقعات شاہد ہیں۔ درویش کے روپ میں اسے موقع مل گیا کہ اپنا اصلاحی مشن پوری کامیابی سے چلائے اور اس نے بڑی خوبی اور بہادری سے اسے چلایا اور کافی حد تک شیخ کو اپنے اصلاحی مشن میں کامیابی ہوئی چنانچہ گلستان اور بوستان میں جگہ جگہ ایسی حکایتیں ملتی ہیں جن سے شیخ نے اصلاحی کام لینا چاہا ہے لیکن وہ ظاہر وار اور ہوس پرست درویشوں کی مذمت وقمت بیان کرتے ہیں اور کہیں نعاقبت اندیش اور بدکرار سلاطین کو پند ونصیحت فرماتے ہیں اپنی کتابوں میں متعدد مقامات پر پہلے تھوڑی سی مدح فرمانے کے بعد وعظ و تذکیر پند ونصیحت کا دفتر کھول دیتے ہیں اسطرح درویشانہ روپ میں شیخ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔

شیخ نے جس طرح سلاطین و امرا کو ان کی کوتاہیوں پر کھلے کھلے الفاظ میں جرات مندی سے متنبہ فرمایا اور روکا ہے ہمارے زمانے کے اہل علم کو عام آدمی کو بھی اس طرح نصیحت کرتے نہیں دیکھا گیا۔ شیخ نے خود فرمایا ہے کہ بادشاہوں کو نصیحت وہی شخص کر سکتا ہے جسے نہ اپنے سر کا خوف ہو اور نہ زر کی امید۔

زندگی میں عالمگیر شہرت

شیخ کی لطافت وفصاحت زبان زور بیان حسن تقریر قوت گویائی ادیبانہ طرز تکلم فطری طور پر مذاق شعر وسخن پر زمانہ تعلیم و تعلم ہی سے لوگوں کی نظریں اٹھ رہی تھیں چنانچہ جب شیخ نے تالیف وتصنیف کے میدان میں قدم رکھا، اور ایک مصنف و موئف کی زندگی

اختیار فرمائی تو اس انشاء پردازی نظم سرائی زور بیان سلاست عبارت حسن تعبیر ادب دشتگی تحقیق و برجستگی قادر الکلام شاعر متبا حر اور نکتہ داں عالم جادو بیان مقرر اور فصاحت و بلاغت کے میدان کے شہسوار کی حیثیت سے دور دراز تک چرچا و شہرہ شیخ کی زندگی ہی میں پہنچ چکا تھا اور ان کی زندگی ہی میں ان کتابوں کو مقبول عام حاصل ہو چکا تھا چنانچہ ایک مرتبہ شیخ چینی ترکستان کے صدر مقام کاشغر پہنچے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ چنگیز خان نے چند دنوں کے لئے سلطان محمد خوارزم سے صلح کر لی تھی شیخ جامع مسجد میں پہنچے تو ایک طالبعلم ہاتھ میں مقدمہ زمخشری لئے ضَرَبَ زَیدٌ عمرواً کارٹا لگا رہا تھا شیخ نے طالبعلم سے فرمایا کیوں صاحبزادے خوارزم وخطا میں تو صلح ہو گئی ہے لیکن زید و عمرو کی مار پٹائی بدستور قائم ہے ان میں صلح نہیں ہوئی؟ طالبعلم اس ظرافت آمیز مقولہ پر ہنس پڑا اور پوچھا کہ جناب کا وطن کون سا ہے شیخ نے خاک پاک شیراز کا نام لیا شیراز کا نام سنتے ہی لڑکا چونک پڑا اور فوراً ہی سعدی کے کلام سننے کی فرمائش کی شیخ نے برجستہ دو عربی شعر سنائے طالبعلم نے فارسی کلام سننے کی خواہش ظاہر کی شیخ نے فی البدیہہ یہ شعر سنا دیا۔

اے دل عشاق بدام تو صید ما بتو مشغول و تو با عمرو زید

یہ شعر سنتے ہی طالب علم ورطہ حیرت میں ڈوب گیا بعدہٗ جب کسی نے اسکو بتایا کہ یہی شیخ سعدی تھے تو اس نے کافی حد تک جستجو کی لیکن شیخ اس وقت کاشغر سے روانہ ہو چکا تھا ظرافت سے صرف نظر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ شیراز اور کاشغر کے درمیان ڈیڑھ ہزار میل سے زیادہ مسافت ہے لیکن شیخ کی جادو بیانی اور سحر گفتاری کا شہرہ وہاں اس درجہ تھا کہ کم عمر بچے اور طالب علم بھی اس سے ناآشنا نہیں تھے اسی طرح دنیا کے اکثر ممالک میں شیخ کی فصاحت و بلاغت کا چرچا ہو رہا تھا اس زمانے کی بات ہے کہ جب ابلاغ عامہ کے موجودہ تمام ذرائع نہ صرف مفقود تھے بلکہ معدوم محض تھے شیخ اپنی اس خوش نصیبی پر خود حیرت زدہ تھا جیسا کہ گلستان کے دیباچہ میں لکھتے ہیں ''ذکر جمیل سعدی کہ درافواہ عوام افتادہ وصیت سخنش کہ در بسیط زمین رفتہ وقصب الحبیب حدیثش کہ ہمچو شکر می خورند ورقعہ منشآتش کہ ہمچو کاغذ زر میبرند'' کہ سعدی کا ذکر خیر جو عوام کی زبانوں پر اور اس کے کلام کا شہرہ جو روئے زمین پر ہے اور اس کی بات کے گنے جس کو لوگ شکر کی طرح کھاتے ہیں اور اس کی انشاء پردازی کے کاغذ جس کو سونے کے پتر کی طرح لے جاتے ہیں الخ' یہ عالمگیر شہرہ ہی تھا کہ دور دراز کے ممالک کے سلاطین نے شیخ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی چنانچہ خان شہید سلطان محمد قآن نے دوبارہ شیخ کو ملتان آنے کی دعوت دی مگر شیخ نے بڑھاپے کے سبب ان کے ہاں تشریف لانے سے معذرت فرما دی اور تشریف نہ لا سکے۔

اس طرح ایک مرتبہ شیخ سعدی سے تبریز کے حمام میں ''ہمام تبریزی'' نام کے مشہور شاعر الجھ پڑے اور دیر تک بحث مباحثہ جاری رہا پھر جب اسے معلوم ہوا کہ یہی شیخ سعدی ہیں تو معذرت کرنے لگا اور ایسے متعدد واقعات ہیں کہ جن کا ذکر کرنا اگرچہ فائدہ سے خالی نہیں مگر طوالت کے خوف سے ترک کئے جاتے ہیں۔

شیخ کی تصانیف

شیخ کی تصانیف میں گلستان اور بوستان کا ایسی کتابیں ہیں کہ فارسی زبان میں کوئی کتاب ان سے زیادہ مقبول اور مطبوع خاص و عام نہیں ہوئی اکثر ممالک اسلامیہ مثلاً

پاک و ہند' ترکستان' افغانستان ایران وعراق وغیرہ میں ان کتابوں کی تعلیم و تدریس صدیوں سے برابر جاری ہے طالب علم جس طیب خاطری سے گلستان اور بوستان کو پڑھتے ہیں فارسی کی کسی دوسری کتاب کو یہ مرتبہ نصیب نہیں ہے گلستان و بوستان کو جس شغف سے بچے پڑھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ عظمت و محبت سے بوڑھے ان کا مطالبہ کرتے ہیں شیخ کی ان کتابوں میں علماء مشائخ سلاطین و امراء ادیب و شاعر درویش و فقیر سب ہی کے لئے اپنے اپنے مذاق کا پورا پورا مواد موجود ہے یہی وجہ ہے کہ لاکھوں اساتذہ نے انہیں پڑھایا اور کروڑوں تلامذہ نے انہیں پڑھایا اور کروڑوں تلامذہ نے انہیں پڑھا' کروڑوں مرتبہ چھپی ہیں اور بے شمار قلمی نسخے لکھے گئے' بے حساب ایڈیشن شائع ہوئے اور صرف مشرق ہی نہیں بلکہ مغرب نے بھی ان کی عظمت وعزت کے سامنے سر جھکا دیئے۔

مشرق و مغرب کی بے شمار زبانوں میں ان کے ترجے ہوئے' علما و مشائخ نے ان کی تعظیم کی بادشاہوں نے ان کو سلطنت کا دستور العمل بنایا۔ انشاء پردازوں اور شاعروں نے ان کی فصاحت و بلاغت کے آگے سر جھکا دیا ان کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ شیخ کی کتابوں کو جس قدر دوسری زبانوں میں منتقل کیا گیا ہے اتنا فارسی کی کسی دوسری کتاب کو نہیں کیا گیا' تقریبا دنیا کے ہر ملک میں شیخ کا نام احترام سے لیا جاتا ہے۔

گلستان میں نہ غزل عاشقانہ ہے' نہ قول عارفانہ' نہ بہادروں کے کارنامے' نہ فوق العادت قصے' نہ حقائق و معارف نہ اسرار شریعت نہ نکات طریقت' بلکہ اس کی بنیاد محض اخلاق و پند اور وعظ و نصیحت پر رکھی گئی جس سے زیادہ خشک دبے نمک مضمون اور کوئی نہیں ہوسکتا' اس کے باوجود اس قدر مقبول ہوئی جس کی نظیر نہیں ملتی اور محض اس لئے مقبول ہوئے کہ فصاحت و بلاغت حسن بیان' لطافت زبان اور حسن ادا کے لحاظ سے تمام فارسی ادب میں بے مثل اور لاجواب ہے اس لئے دنیا کی ہر زندہ قوم نے گلستان کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور گلستان زندہ جاوید بن چکی ہے۔

گلستان کی طرح بوستان بھی شیخ سعدی کی دوسری اہم تصنیف ہے اور جس طرح نثر میں گلستان کو شرف اور امتیاز حاصل ہے بوستان کو نظم میں وہی درجہ میسر ہے' اور گلستان کی طرح بوستان نے بھی رہتی دنیا تک دوام دخلود کا مرتبہ حاصل کر لیا دنیا کی وہ کون متمدن زبان ہے۔ جس میں بوستان کا ترجمہ نہیں ہوا اور دنیا کا وہ کون سا مہذب خطہ ہے جو گلستان کی طرح بوستان پر حیرت و استعجاب سے سر نہیں دھن رہا ہے شیخ کے کمالات اس کی معجزانہ جادو بیانی اس کی بلند و برتر شاعری' غزل گوئی' اخلاقی تعلیم' حکیمانہ موشگافیوں میں اس کے فن پر گفتگو کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے' مولانا سعید انصاری صاحب فرماتے ہیں' فارسی ادبیات میں تین شعراء اپنی اپنی صنف میں امام مانے جاتے ہیں'

درشعر سہ کس پیمبر اند ہر چند کہ لانبی بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را فردوسی و انوری و سعدی

لیکن سچ پوچھئے تو سعدی نہ صرف غزل کے پیمبر بلکہ مثنوی اور قصیدے کے بھی امام ہیں فارسی ادب میں جس طرح یہ

تین شاعر تین بڑی بڑی اصناف سخن کے مالک ہیں۔اور سعدی ان تینوں کے امام ہیں اسی طرح فارسی نظم میں تین کتابیں بہت بلند پایہ سمجھی جاتی ہیں (۱) شاہنامہ فردوسی (۲) مثنوی مولانا روم (۳) دیوان حافظ' لیکن ان میں سے ہر ایک اپنی ایک خصوصیت کیوجہ سے مشہور ہے اگر وہ خصوصیت الگ کر لی جائے تو کتاب کی کوئی قیمت نہیں رہتی' مثلاً شاہنامہ۔رزمیہ قصوں کی وجہ سے مثنوی معنوی۔شرعی احکامات اور تصوف کی زبان میں ہونے کی وجہ سے دیوان حافظ اپنے تغزلی رنگ کیوجہ سے لیکن بوستان کا حسن اور خوشبو و طراوت کسی خارجی وصف کا نتیجہ ہرگز نہیں بلکہ اس کی خوبیاں ذاتی اور حقیقی ہیں اس باب میں اگر اس کا کسی کتاب سے مقابلہ و موازنہ ہو سکتا ہے تو وہ مولانا نظامی گنجوی کا سکندر نامہ ہے لیکن پھر بھی بعض وجوہ کی بناء پر بوستان گوئے سبقت لے گئی ہے کسی چیز کی مقبولیت کی ایک بڑی دلیل یہ سمجھی جاتی ہے کہ اسی طرز پر دوسرے بھی اس کی اتباع اور تقلید کی کوشش کریں چنانچہ بوستان کی تقلید میں ہندوستان کے ایک نامی گرامی شاعر شیخ علی حزیں نے ''خرابات'' کے نام سے ایک مثنوی لکھی ہے لیکن یہاں بھی امام اور مقتدی کا فرق رہا ہے' مولانا حالی'' نے فرمایا کہ شاعری کی بنیاد چار چیزوں پر ہے

(۱) حقیقت پسندی (۲) ندرت یعنی اچھوتا پن (۳) خیالات کا اچھے لباس میں اظہار (۴) جوش و ولولہ۔

اب اس اعتبار سے ''بوستان'' پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ جہاں تک حقیقت پسندی کے وصف کا تعلق ہے ''بوستان'' کی تقریباً تمام حکایات شاعر کی اپنی آپ بیتی۔سرگزشت اور اپنے تجربات و مشاہدات پر مبنی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ان تجربات اور واقعات سے جو اخلاقی نتائج اور پند و مواعظ اخذ کئے ہیں ان کا اثر پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں پر گہرا پڑتا ہے۔اور اثر ہونے کے ساتھ ساتھ دیرپا بھی ہوتا ہے۔مثلاً ''بوستان'' کی حکایت پڑھئے جو یوں شروع ہوتی ہے۔

بہ صنعادرم طفلے اندر گزشت | چہ گویم کزآنم چہ برسر گزشت

قضا نقش یوسف جمالے نکرد | کہ ماہی گورش چو یونس نخورد

اور اسکے آخر میں اس سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ کس قدر اثر انگیز اور سبق آموز ہے' دوسری خوبی کلام میں اچھوتا پن اور ندرت کی بتائی گئی ہے یہ بھی سعدی کے کلام میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے عام خیال یہ ہے اگلے زمانہ میں ابدال واقطاب لوگوں کے ہاتھ میں پتھر بھی چاندی ہو جاتا تھا۔اسی چاندی اور پتھر کی یکسانیت کو سعدی نے اپنے اچھوتے انداز میں ایک نظم کے اندر ابدالیت نہیں بلکہ قناعت پر محمول کیا ہے ''بوستان کی یہ حکایت شروع سے آخر تک پڑھ جایئے اور ندرت کلام کا لطف اٹھایئے۔

شنیدم کہ درروز گار قدیم | شدے سنگ' در دست ابدال سیم

نہ پنداری ایں قول معقول نیست | چو قانع شدی سیم و سنگت یکے دست الخ

تیسرا وصف یہ بیان فرمایا ہے کہ خیالات اور واقعات خواہ معمولی ہوں لیکن ان کا انداز بیان اور انہیں معنی کا لباس ایسا پہنایا گیا ہو کہ اس میں شاعری کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہوں اسمیں بھی سعدی کا ہم پایہ ملنا مشکل ہوگا بوستان میں ایک طویل نظم ہے۔جس میں زبان کان' ناک' آنکھ کا بیان ہے اور انہیں خدا تعالیٰ کی عظیم الشان برکات بتایا ہے۔جن پر ہم سب کو شکر ادا کرنا چاہئے۔

گر از حق نہ توفیق خیرے رسد | کے از بندہ خیرے بہ غیرے رسد
زبان راچہ بینی کہ اقرار داد | بہ بین تازباں راکہ گفتار داد
در معرفت دیدۂ آدمی است | کہ بکشادہ برآسمان و زمی است

اور اس طرح آخر تک یہ نظم چلی جاتی ہے، چوتھا وصف یہ بتایا ہے کہ شاعر نے جس مضمون یا خیال کا اظہر کیا ہو شاعر اس کا پورا پورا جوش اور ولولہ رکھتا ہو ورنہ کلام میں زور نہیں پیدا ہوتا۔ مظاہر فطرت کا ذکر اور ان سے اخلاقی اصول کا استنباط اگر شاعر کے دل میں عقیدہ کی پختگی اور اظہار میں جوش و ولولہ نہ ہو تو مطلوبہ اثر پیدا نہیں ہوسکتا ''بوستان'' کی ایک نظم میں دیکھئے اسی بات کو کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

شب از بہر آسائش تست وروز | مہ روشن و مہر گیتی فروز
صبا از برائے تو فراش دار | ہمی گستر اند بساط بہار
اگر باد و برف ست و باران ومیغ | وگر رعد چوگان زند برق تیغ
ہمہ کارواران فرماں برند | کہ تخم تو درخاک می پرورند

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سعدی کی شہرت اور گلستان و بوستان کی مقبولیت کا بڑا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اخلاق جیسے مضمون کو اپنی نثر و نظم کا موضوع بنایا ہے اور اسی لئے انہیں اس قدر شہرت تامہ اور مقبولیت عامہ حاصل ہے لیکن فارسی ادب پر نظر رکھنے والے اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اخلاق و موعظمت پر اس زبان میں بیسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے بعض تو درس نظامی کے نصاب میں بھی داخل ہیں لیکن ان کتابوں کے نام بھی زبانوں پر مشکل سے چڑھتے ہیں قاری و سامع پر ان کے مضامین کا اثر و جذب ہونا تو درکنار اس کے برعکس سعدی کی گلستان و بوستان نے صدیوں تک لوگوں کے اخلاق و سیرت پر جو اثر ڈالا ہے وہ عدیم النظیر ہے۔ یہ سعدی کے حسن بیان اور شیرینی کلام اور خلوص وللہیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست | تانہ بخشد خدائے بخشندہ

سبحان ربك رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین
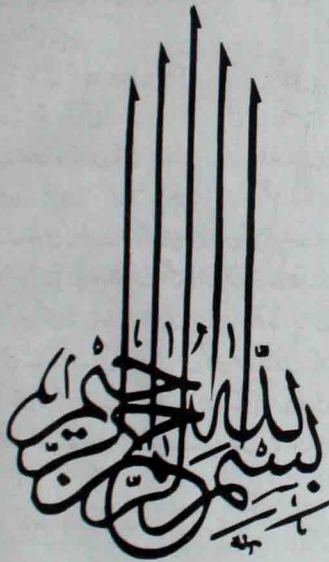
بسم الله الرحمن الرحيم

بنامِ جہاں دارِ جاں آفریں	۱	حکیمے سخن بر زباں آفریں
خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو جہاں کو باقی رکھنے والا جان کو پیدا کرنے والا		جو ایسا دانا ہے کہ زبان میں قوت گویائی پیدا کرنیوالا ہے
خداوندِ بخشندہ و دستگیر	۲	کریم خطا بخش و پوزش پذیر
جو مالک، بخشنے والا، مددگار ہے		جو سخی، خطا معاف کرنیوالا، عذر قبول کرنیوالا ہے
عزیزے کہ ہر کز درش سر بتافت	۳	بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت
ایسا باعزت ہے کہ جس نے اس کے در سے منہ موڑا		(پھر) جس در پر گیا بے کچھ عزت نہ پائی

حلِ لغات

۱. بنام: بہ حرف ربط معنی ساتھ نام کے۔ جہاں دار مرکب ہے، جہاں اور دار سے جہاں دنیا دار داشتن کا امر معنی رکھ۔ یہ اسم اور امر سے مل کر بنا ہوا اسم فاعل سماعی ہے جس کا معنی جہان کو قائم رکھنے والا ہے جاں آفریں جان کو پیدا کرنیوالا۔ آفریں آفریدن مصدر سے امر کا صیغہ ہے یہ بھی اسم اور امر سے مل کر بنا ہوا اسم فاعل سماعی ہے۔ حکیمے: حکیم حکمت والا، دانا اس کی یا اس کسرہ کے اشباع سے پیدا ہوئی ہے جو حکیم کی میم کے نیچے بطور علامت موصوف تھا۔ سخن: بات۔ بر: پر۔ آفریں آفریدن کا امر یہ سخن کے ساتھ لگتا ہے کیونکہ اصل میں یہ کلام اس طرح ہے حکیمے بر زبان سخن آفریں بات پیدا کرنیوالا (۲) خداوند مالک خدا اور وند کا مرکب خدا خود آ سے مرکب ہے یعنی خود آنے والا مراد اللہ تعالیٰ جو کہ واجب الوجود ہے۔ وند ایک حرف ہے جو کسی اسم میں مشابہت کے معنی پیدا کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جیسے خویشاوند: اپنوں جیسا اور خداوند: خدا جیسا، مراد مالک ہے۔ بخشندہ بخشنے والا اسم فاعل قیاسی و حرفِ عطف معنی اور دستگیر، ہاتھ پکڑنیوالا مددگار یہ بھی اسم فاعل سماعی ہے۔ کریم: سخی شریف خطا بخش: غلطی معاف کرنے والا خطا: غلطی بخش بخشیدن سے امر اسم فاعل سماعی۔ و: اور۔ پوزش بر وزن سوزش حاصل مصدر معنی عذر پذیر: امر پذیرفتن سے مرکب ہے معنی عذر قبول کرنے والا اسم فاعل سماعی ہے۔ (۳) عزیزے کہ: ایسا عزت والا یہ اسم موصوف ہے اور کہ لگا کر بنایا ہوا۔ ہر گز: ہر کہ از کا مرکب ہر کہ اسم موصول معنی جو شخص کہ از معنی اس بتافت: پھیرا ماضی مطلق از تافتن۔ بر: پر۔ در: دروازہ۔ کہ: اسم موصول کی علامت۔ شد: ہوا، گیا۔ ہیچ: کچھ۔ نیافت: نہ پائی۔

تشریح: (۱) و (۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی نیابت کر رہے ہیں چنانچہ پہلے اور دوسرے شعر کا مقصد ہے کہ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو دنیا (جہان) کو قائم رکھنے والا اور جان پیدا کرنے والا ہے۔ زبان کو بولنے کی قوت دینے والا حکمت والا اور مددگار اور بخشش کرنے والا مالک ہے۔ توبہ کو شرف قبولیت بخشنے اور گناہوں کو معاف کرنے والا فیاض ہے۔ واضح رہے کہ بنام کے بعد لفظ خدا حذف کیا گیا ہے۔ جو مذکرہ تمام صفات سے متصف ہے (۳) وہ ذات ایسی معزز ہے کہ جس نے بھی اس کی دی ہوئی عزت کی ناقدری کرتے ہوئے دوسروں کے در پہ گیا تو عزت اسے وہاں بھی نہ مل سکے گی کیونکہ ناقدری کی وجہ سے اس سے عزت چھن چکی ہوتی ہے جیسا کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کی عزت کی ناقدری کر کے درگاہِ الٰہی کو چھوڑ دیا اور اپنی عزت گنوا بیٹھا اب وہ دنیا بھر میں ذلت و خواری اٹھاتا پھر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غصب شدہ عزت اسے کہیں سے نہیں مل سکے گی۔ معلوم ہوا کہ عزت کی چابی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات کے پاس ہے۔

مصرع اول		مصرع دوم
سر پادشاہانِ گردن فراز	۱	بدرگاہِ او بر زمینِ نیاز
متکبر بادشاہوں کے سر		اُس کی بارگاہ میں عاجزی کی زمین پر ہیں
نہ گردن کشاں را بگیرد بفور	۲	نہ عذر آوراں را براند بجور
متکبروں کی فوری پکڑ نہیں کرتا ہے		نہ معذرت کرنیوالوں کو ظلم سے بھگاتا ہے
وگر خشم گیرد بکردارِ زشت	۳	چوں باز آمدی ماجرا در نوشت
اگر بُرے کام سے ناراض ہوتا ہے		جب تو باز آجائے تو گذشتہ کو معاف کردیتا ہے
اگر با پدر جنگ جوید کسے	۴	پدر بیگماں خشم گیرد بسے
اگر کوئی باپ کے ساتھ لڑائی دنگا کرے		تو یقیناً باپ بہت ناراض ہو
وگر خویش راضی نہ باشد ز خویش	۵	چو بیگانگانش براند ز پیش
اگر اپنا اپنے سے ناراض ہو		تو اس کو غیروں کی طرح سامنے سے بھگائے
وگر بندہ چابک نیاید بکار	۶	عزیزش ندارد خداوندگار
اگر ہنرمند نوکر کام نہ آئے		تو آقا اُس کو پیارا نہ رکھے
وگر بر رفیقاں نباشد شفیق	۷	بفرسنگ بگریزد از وے رفیق
اور اگر دوستوں پر مہربان نہ ہو		تو دوست اُس سے تین میل بھاگے

(۱) پادشاہاں، پادشاہ کی جمع یعنی بادشاہ۔ گردن فراز: گردن اسم فراز فراختن کا امر دونوں مل کر اسم فاعل سماعی بلند گردن والے۔ بدر: میں درگاہ، دربار۔ او: وہ۔ بر: پر۔ نیاز: عاجزی (۲) نہ: حرف نفی معنی کے لحاظ سے یہ بگیرد کے اوپر لگتا ہے۔ گردن کشاں: گردن کھینچنے والے بگیرد: پکڑتا ہے۔ بہ: سے۔ فور: جلدی، فوراً۔ عذر آوراں: عذر لانے والے۔ عذر اسم آوراں آوردن سے امر کی جمع ملکر اسم فاعل سماعی۔ را: کو۔ براند: ہانکتا ہے۔ بہ: سے۔ جور: ظلم (۳) دگر: اور اگر۔ خشم: غصہ۔ گیرد: پکڑے۔ بہ: برائے سبب وجہ سے کردار: عمل۔ زشت: بُرا۔ چوں: جب باز: واپس۔ آمدی: آیا تو۔ ماجرا: قصہ۔ در: زائد۔ نوشت: لپیٹ دیوے۔ (۴) با: ساتھ۔ پدر: باپ۔ جوید: ڈھونڈے۔ کسے: کوئی شخص۔ بے گماں: بیشک۔ خشم: غصہ۔ گیرد: غصہ۔ (۵) وگر: اور اگر۔ خویش: اپنا یعنی رشتہ دار۔ نہ باشد: نہ ہووے۔ ز: سے۔ چوں: مثل بیگانگانش میں ش ضمیر غائب مفعول۔ بیگانگاں بیگانہ کی جمع، پرایا۔ براند: ہانک دیوے۔ ز پیش: سامنے سے۔ (۶) وگر: اور اگر۔ بندہ: غلام۔ چابک: چالاک۔ نیاید: نہ آوے۔ بکار: کام میں۔ عزیز: پیارا، ش ضمیر مفعول، اُس کو۔ ندارد: نہ رکھے۔ خداوندگار: مالک۔ گار: زائد برائے تاکید۔ (۷) بر: پر۔ رفیقاں جمع رفیق: دوست، ساتھی۔ نباشد: نہ ہووے۔ شفیق: مہربان۔ بہ: تک۔ فرسنگ: تین میل۔ بگریزد: بھاگ جاوے۔ از: سے۔ وے: اُس۔ رفیق: ساتھی۔

تشریح: (۱) مغرور اور باغی قسم کے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات احکم الحاکمین ہے جبکہ انسان اس کی مخلوق ہے۔ چنانچہ تکبر پسند اور معاند شخص سرکشی کی آخری حد تک پہنچ جائے پھر بھی احکم الحاکمین جیسی لامحدود ذات کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ (۲) اللہ تعالیٰ بُردبار اور حلیم ہے۔ مخلوق پر رحم و کرم کرنا اُسکی شایان شان ہے۔ وہ ایسا متحمل ہے کہ خطاکاروں کو موقع بموقع توبہ کے لیے مہلت بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مہلت دینے کا قانون یہ ہے کہ وہ بعض لوگوں کو فوراً پکڑ لیتا ہے اور بعض لوگوں کی رسّی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ یہ نافرمانی کی حدوں کو کہاں تک چھوتا ہے اور بعض لوگوں کو دُنیا میں نہیں پکڑتا بلکہ اُن کی گرفت آخرت میں ہوگی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی صفت صبور ہی کی کرشمہ سازی ہے کہ بڑے بڑے سرکش اُس کی گرفت میں فی الوقت نہیں آتے۔ بالآخر اُس کی سخت پکڑ باغیوں کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی چکی دیر سے چلتی ہے جب چلتی ہے تو بڑا باریک کرکے پیستی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ؏: نہ جا اُس کے تحمل پہ کہ بے ڈھب ہے گرفت اُس کی۔ ڈر اُس کی دیرگیری سے کہ سخت ہے انتقام اُس کا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی بلند حوصلگی کا عالم یہ ہے کہ بڑے سے بڑا نافرمان جب معذرت خواہانہ روش اختیار کرتا ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ) مغفرت کا پروانہ عنایت فرما دیتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان بارگاہِ الٰہی سے دھتکارا گیا! اس موقع پر شیطان نے کہا کہ اے اللہ مجھے اتنی طاقت دے کہ میں ابن آدم پر ہمیشہ غالب رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم کا ایک بیٹا پیدا ہوگا اور تیرے دس بیٹے پیدا ہوں گے شیطان نے اکثریت کے غلبہ پر اطمینان حاصل نہ کیا تو کہنے لگا اے اللہ مجھے اتنی قوت دے کہ میں ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح سرایت کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے یہ قوت بھی دے دی! اس پر حضرت آدمؑ اپنی اولاد کی گمراہی پر متفکر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدمؑ! تیری اولاد میں سے جب بھی کوئی خلوص دل سے توبہ کی درخواست کرے گا تو اُس کی معذرت خواہی کا ایک لمحہ شیطان کی برسوں کی محنت کو ضائع کردے گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی صفت صبور کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ جسے شیخ سعدیؒ نے مجموعۂ شعر میں ذکر کیا ہے۔

شعر ۳ تا ۸ ملاحظہ فرمائیں، ان آٹھ اشعار میں مخلوق کی پست ذہنی و ستم ظریفی اور بے حوصلگی کی مثالیں دی گئی ہیں۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی صفت حلم و صبور کا مظاہرہ اور دوسری طرف انسان کی شقاوت و قساوت کا ذکر کرکے شیخ سعدیؒ نے اک طرح کا موازنہ کیا ہے تاکہ انسان کی باغیانہ روش سامنے آجائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت حلیت و صبوریت کو مدنظر رکھتے ہوئے نادم ہو کر ربّ ذوالجلال کے سامنے اپنا سر جُھکالے۔ ان پانچوں اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ باپ بیٹے اور رشتہ داروں کے باہم جھگڑے دھتکارے جانے کے متقاضی ہوتے ہیں دوست احباب کی محبت باہمی احساس و شفقت تک محدود ہے۔ بصورت دیگر دوست بھی فرار ہوجاتے ہیں۔ ملازم و سپاہی کی فرضِ منصبی میں کوتاہی مالک بادشاہ کے نزدیک بے زاری کا سبب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی وسیع الظرفی رزق کے تسلسل میں پنہاں ہے۔

مصرع اول		مصرع دوم
وگر ترکِ خدمت کند لشکری	۱	شود شاہ لشکرکش از وے بری
اور اگر سپاہی خدمت نہ کرے		تو سپہ سالار بادشاہ اُس سے بری ہو جائے
ولیکن خداوندِ بالا و پست	۲	بعصیاں درِ رزق بر کس نہ بست
لیکن نشیب و فراز کے مالک نے		نافرمانی کی وجہ سے کسی پر روزی کا دروازہ بند نہیں کیا
دو کونش یکے قطرہ در بحرِ علم	۳	گنہ بیند و پردہ پوشد بحلم
دونوں جہان اُسکے علم کے سمندر کا ایک قطرہ ہیں		وہ گناہ دیکھتا ہے اور بُردباری سے پردہ پوشی کرتا ہے
ادیمِ زمین سفرۂ عامِ اوست	۴	چہ دشمن بریں خوانِ یغما چہ دوست
اس کی زمین اُس کا عام دسترخوان ہے		اس عام دسترخوان پر دشمن اور دوست یکساں ہیں
اگر بر جفا پیشہ بشتافتے	۵	کہ از دستِ قہرش اماں یافتے
اگر ظالم پر وہ دوڑ لاتا!		تو اس کے غصے کے ہاتھ سے کون پناہ پاتا
بری ذاتش از تہمتِ ضدّ و جنس	۶	غنی ملکش از طاعتِ جنّ و انس
اُسکی ذات بالمقابل اور ہم جنس کی تہمت سے بری ہے		اس کا ملک جن اور انس کی تابعداری سے بے نیاز ہے

(۱) ترک: چھوڑ دینا۔ کند: کرے۔ لشکری: سپاہی۔ شود: ہو جائے۔ شاہ: بادشاہ۔ لشکرکش: لشکر کھینچنے والا یعنی سپہ سالار۔ از وے: اُس سے۔ بری: بیزار (۲) و: اور۔ خداوند: مالک۔ بالا: بلندی۔ و: اور۔ پست: پستی۔ بہ: سبب۔ عصیاں: نافرمانی۔ در: دروازہ۔ رزق: روزی۔ بر: پر۔ کس: شخص۔ نہ: نہیں۔ بست: باندھا (۳) دو کونش: ش ضمیر اس۔ دو کون: دونوں جہان۔ یکے: ایک۔ در: میں۔ بحر: سمندر۔ علم: جاننا۔ بیند: دیکھتا ہے۔ و: اور۔ پوشد: ڈھانپ دیتا ہے۔ بہ: سے۔ حلم: بُردباری (۴) ادیم: چمڑا، سطح۔ سفرہ: دسترخوان۔ او: وہ۔ ست: ہے۔ چہ: کیا۔ بریں: اصل۔ بر ایں: اس پر۔ خوان: دسترخوان۔ یغما: لوٹ اور غنیمت۔ (۵) بر: پر۔ جفا پیشہ: ظالم۔ بشتافتے: دوڑ لگاتا۔ کہ: کون۔ از: سے۔ دست: ہاتھ۔ قہر: غصہ۔ ش: اُس کے۔ اماں: امن۔ یافتے: پاتا۔ (۶) بری: پاک۔ ذاتش: اُسکی ذات۔ از: سے۔ تہمت: ایسی بُرائی کا الزام جو کسی میں نہ ہو۔ ضد: مدِ مقابل۔ جنس: شریک اور اپنے جیسا۔ غنی: بے نیاز۔ طاعت: فرمانبرداری۔ جن: ایک مخلوق جو آگ سے پیدا ہوئی ہے اور انسانی نظروں سے اوجھل ہے۔ انس: انسان۔

تشریح: (۲) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اللہ تعالیٰ کی بلند حوصلگی اور وسیع الظرفی کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات زمینوں اور آسمانوں کے مالک ہونے کی بنا پر چاہے تو وہ فرعون و ہامان اور قارون و شداد جیسے بڑے بڑے باغیوں کو نیست و نابود کر دے لیکن وہ ذات اتنی وسیع الظرف ہے کہ سرکشوں کی باغیانہ روش کتنے ہی عروج تک پہنچ جائے لیکن وہ (اللہ تعالیٰ) کسی باغی کا رزق بند نہیں کرتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو روزی دینے کا وعدہ کیا ہے اس لیے وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (۳) اس شعر میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی بڑی ہے کہ اس کے سامنے دونوں جہانوں کی وقعت و حیثیت ایسی ہے جیسے سمندر میں ایک قطرے کی حیثیت ہوتی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ اتنے اختیارات کے مالک ہیں کہ وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ اگر وہ کسی سرکش کو دُنیا میں سزا نہیں دیتے یا بروقت کسی باغی کی گرفت نہیں کرتے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی سرکش کی باغیانہ کارروائی اُسے معلوم نہیں۔ فرمانِ ربانی ہے کہ: وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں۔ لہٰذا کسی نافرمان کی بروقت گرفت نہ کرنا اُس کی لاعلمی کی وجہ سے نہیں بلکہ اُس کی ستاری کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ سَتَّارُ الْعُیُوْبِ یعنی عیبوں کو چھپانے والا ہے۔ (۴) روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اسقدر ہیں کہ اپنا و پرایا، دوست اور دشمن سبھی یکساں طور پر وہ نعمتیں استعمال کر رہے ہیں۔ عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ دُنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ اپنے حامیوں اور وفاداروں کو ہر قسم کی سہولتیں مہیا کرتے ہیں جبکہ اپنے مخالفین کا نہ صرف جینا دوبھر کر دیتے ہیں بلکہ انہیں باغی قرار دے کر سزائے موت کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہ اپنے ماننے اور نہ ماننے والوں کو بلاامتیاز رزق مہیا کر رہی ہے۔ چونکہ ایمان والوں کا اصل حق آخرت میں اجر و ثواب کی صورت میں دیا جائیگا اس لیے دُنیا میں بظاہر مومنین پریشان حال رہتے ہیں تاکہ بلندیٔ درجات کا باعث ہو جبکہ منکرین اور کافروں کو دُنیا میں اتنا رزق عطا کرتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کیونکہ آخرت میں انہیں (کافروں کو) کچھ نہ ملے گا۔ (۵) اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبُ الْمُنْقَطِعِ وَالنِّسْیَانُ ترجمہ: انسان ٹوٹ پھوٹ اور بھول لینے سے ترکیب پایا ہے کے بمصداق دُنیا میں انسان سے کوئی نہ کوئی خطا سرزد ہو جاتی ہے ہر انسان اپنی قوت کے مطابق مقدور بھر کسی نہ کسی طرح ظلم و جبر کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر ظالم و جابر سے انتقامی کارروائی کر سکتا تھا۔ اگر وہ ہر شخص سے انتقام لینے کی ٹھان لے تو پھر دُنیا میں کوئی شخص ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصہ کی بقدر ایک قدم اٹھانے کے قابل نہ رہتا اور کوئی بھی گناہگار وقت کے کسی بھی لمحے میں اُس کے قہر و غضب سے نہ بچ سکتا۔ (۶) وہ تمام جہان اور کائنات کی ہر وہ چیز جس کا علم انسان کو ہے یا نہیں ان کا خالق اور مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ کائنات کی کسی چیز کے بنانے یا مخلوق کی پیدائش میں اس کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں تھا۔ یہ سب کچھ اُس نے تن تنہا بنایا اور پیدا کیا ہے۔ اس لیے اُس کی عبادت و طاعت میں بھی اُس کا کوئی شریک یا مدِ مقابل نہیں ــــ لہٰذا اُسی کی مخلوق میں سے کسی ایک کو اللہ تعالیٰ کے مدِ مقابل لانا یا شریک ٹھہرانا یہ مدعا ظاہر کرتا ہے کہ گویا کہ کائنات کو وجود بخشتے وقت وہ (جسے شریک قرار دیا گیا ہے) بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کار تھا۔ یہ مدعا جہاں سراسر ظلم ہے وہاں اللہ تعالیٰ پر بہتان بھی ہے۔ اگر تمام جن اور انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگ جائیں تو اُسے کوئی فکر نہیں۔

	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	پرستارِ امرش ہمہ چیز و کس	بنی آدم و مُرغ و مور و مگس
	ہر چیز اور ہر شخص اُس کے حکم کا فرمانبردار ہے	آدم کی اولاد، پرند، چیونٹی اور مکھی
۲	چُناں پہن خوانِ کرم گُسترد	کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد
	بخشش کا ایسا چوڑا دسترخوان بچھایا ہے	کہ سیمرغ کوہ قاف میں روزی کھاتا ہے
۳	لطیف کرم گسترِ کارساز	کہ دارائے خلقست و دانائے راز
	ایسا مہربان، کرم فرمانے والا، کام بنانیوالا	کہ مخلوق کا نگہبان، راز جاننے والا ہے
۴	مَرا اُورا رسد کبریا و منی	کہ ملکش قدیمست و ذاتش غنی
	اُس ہی کو بڑائی اور خودی کا حق پہنچتا ہے	کیونکہ اُس کا ملک قدیم ہے اور اُس کی ذات بے نیاز ہے
۵	یکے را بسر برنہد تاج بخت	یکے را بخاک اندر آرد ز تخت
	کسی کے سر پر نصیبے کا تاج پہناتا ہے	کسی کو تخت (شاہی) سے اتار کر خاک میں ملادیتا ہے

(۱) پرستار: پوجنے والا، مُراد فرمانبردار ہے۔ اَمر: حکم۔ ہمہ: تمام۔ کس: شخص۔ بنی آدم: آدم کی اولاد۔ مرغ: پرندہ۔ مور: چیونٹی۔ مگس: مکھی۔ (۲) چناں: ایسا۔ پہن: چوڑا۔ خوان: دسترخوان۔ کرم: سخاوت۔ گسترد: اُس نے بچھایا۔ سیمرغ: ایک فرضی پرندہ جس کے پر تیس رنگ کے ہوتے ہیں۔ در: میں۔ قاف: ایک فرضی پہاڑ جس کے متعلق کہتے ہیں کہ دُنیا کے اردگرد محیط ہے۔ (۳) لطیف: مہربان باریک بین۔ کرم گستر: بخشش پھیلانیوالا۔ کارساز: کام بنانے والا۔ دارائے خلق: مخلوق کا رکھوالا۔ (۴) مر: کلمہ تخصیص۔ اُورا: اُس کو۔ رسد: پہنچتا ہے۔ کبریا: بڑائی۔ منی: خودی۔ ملکش: اُس کا ملک۔ قدیم: ہمیشہ سے۔ غنی: بے پرواہ۔ (۵) یکے: ایک۔ را: کو۔ بسر: سر پر۔ نہد: رکھتا ہے۔ بخت: نصیب۔ تہ: میں۔ خاک: مٹی۔ آرد: لاتا ہے۔ ز: سے۔

تشریح: (۱) امورِ تشریعیہ (ظاہر علومِ شریعت جن پر عمل کرنا فرض ہے) ہوں یا امورِ تکوینیہ (باطنی علوم یا اللہ تعالیٰ کی خفیہ کارروائیاں جو ہمیشہ انسانی تدبیروں پر غالب آکر عقلوں کو حیران کردیتی ہیں) درند، چرند، پرند، جن و انس اور کیڑے مکوڑے وغیرہ سب کے سب اُس کے اطاعت گزار ہیں۔ البتہ انسان اور جن کو حق و باطل کی پہچان دے کر ان پر عمل پیرا ہونے کا اختیار دیا ہے۔ اب جن و انس کی مرضی کہ حق کی راہ اختیار کرے یا باطل پر عمل پیرا ہو۔ اس کا اصل فیصلہ روزِ قیامت میں ہوگا۔ (۲) کائنات میں موجود ہر وہ مخلوق جس کا ادراک انسان کو ہے یا نہیں، اپنے جسم کی بقا کے لیے غذا کا محتاج ہے اگر مطلوبہ مخلوق کی موافقہ خوراک بر وقت میسّر نہ ہو تو وہ زندہ نہ رہ سکے گی اس لیے خالقِ کائنات نے اپنی مخلوق کی بقا کے لیے خوراک کا اتنا لمبا چوڑا اہتمام کیا ہے جو کہ اس کی ربوبیت کے شایانِ شان ہے وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ رَب ایسی صفت کو کہتے ہیں جو موقع و محل کے مطابق بر وقت مطلوبہ چیز مہیا کرکے مخلوق کی حاجت براری کرے مثال کے طور پر پرندوں کو اُڑنے کے لیے پروں کی شکل میں حاجت براری کی۔ انسان کی جسمانی و رُوحانی ضروریات میسّر کرکے انسان کی حاجت براری کی۔ چونکہ غذا و خوراک ہر مخلوق کی اہم ضرورت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف نعمتوں کی شکل میں وسیع و عریض دسترخوان لگا دیا۔ ؎: موسیٰ کو روزی دیتا ہے فرعون کی گود میں۔ کیڑے کو روزی دیتا ہے دریا کی رود میں (۳) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات کا ذکر کیا ہے (۱) لطیف (۲) کرم گستر (۳) کارساز (۴) دارائے خلق (۵) دانائے راز۔ لطیف وہ صفت ہے جس میں ہر قسم کا لطف و کرم پوشیدہ ہے۔ کرم گستر وہ صفت ہے جو کہ تمام مہربانیوں پر محیط ہے۔ کارساز اس صفت کو کہتے ہیں جس میں تمام بگڑے ہوئے کام بننے کی نوید مخفی ہے۔ دارائے خلق ایسی صفت ہے جو کہ مخلوق کی نگہبانی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا پیغام دیتی ہے۔ دانائے راز، اس صفت میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تمام جہانوں اور کائنات کی کوئی چیز مخفی نہیں۔ ایسی صفات کی حامل واحد ذات اللہ تعالیٰ کی ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ صرف اُسی کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو ساجھی نہ بنائیں۔ چنانچہ شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات کا تذکرہ کرکے اس کی عبادت کرنے کا پیغام دیا ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مُتکبّر (بڑائی کرنے والا) بھی ہے۔ جو اس کی کبریائی پر دلالت کرتی ہے جب انسان تکبّر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ترجمہ و مفہوم: زمین پر اکڑ کے نہ چل کیونکہ زمین کو چیر کر تحت الثریٰ تک پہنچنے اور پہاڑ کی بلندی کی چوٹیوں تک پہنچنے کی قوت تجھ میں نہیں اس لیے اترا کر چلنا تجھے زیب نہیں دیتا فرمانِ رسول ہے کہ جو لوگ غرور کرتے ہیں قیامت کے دن وہ لوگ چیونٹی کی طرح چل رہے ہوں گے۔ کبریائی اللہ تعالیٰ کی چادر ہے مغرور شخص اللہ تعالیٰ کی چادر پر ہاتھ ڈالتا ہے جب مغرور شخص قبر میں جاتا ہے تو قبر اسے کہتی ہے کہ تو زمین پر اترا کے چلتا تھا اس لیے میری نظروں میں سب سے بُرا تو ہی تھا۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اللہ تعالیٰ کو کبریائی کا حقدار قرار دیکر یہ دلیل دی ہے کہ پورا ملک اس کی ملکیت ہے کسی سے لیا ہوا نہیں ہے۔ اس کی ذات غنی ہے کبریائی اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان ہے تکبّر کرنا مخلوق کے لیے روا نہیں۔ اس لیے کہ کائنات میں اس کا اپنا کچھ بھی نہیں۔

(۵) دنیا و مافیہا میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں۔ انسان اللہ تعالیٰ کی کائنات سے باہر نہیں جا سکتا خواہ حکمران ہو یا رعایا کا کوئی فرد۔ چونکہ دنیا میں صاحبِ اختیار طبقہ بادشاہوں کا طبقہ ہے اور اکثر و بیشتر حکمران ظالم و جابر ہو کر گزرے ہیں۔ متذکرہ شعر میں اسی صاحبِ اختیار طبقے کا آخری انجام اور اس کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ کارروائیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ظالم طبقہ جس قدر چاہے اللہ تعالیٰ کی زمین کو فساد و ستم سے بھر دے لیکن اللہ تعالیٰ کی دسترس سے نہیں بچ سکتا۔ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ ایک نئی شان میں اپنے وجود کا احساس دلاتا ہے۔ جو بادشاہوں کو مٹی میں ملا دیتا ہے اور مظلوموں میں سے کسی ایک کو تختِ شاہی پہ بٹھا دیتا ہے۔

؎ تغیراتِ زمانہ موعظتِ رب ہے سن لے ہر تغیر سے آتی ہے صدا فَافْہَمُوْا فَافْہَمُوْا

شعر	نمبر	شعر
کلاہِ سعادت یکے بر سرش	۱	گلیمِ شقاوت یکے در برش
کسی کے سر پر نیک بختی کی ٹوپی اوڑھاتا ہے		کسی کے بدن پر بدبختی کی کملی پہناتا ہے
گلستاں کند آتشے بر خلیل	۲	گروہے با آتش برد ز آبِ نیل
(ابراہیمؑ) خلیل اللہ پر آگ کو گلزار بنا دیتا ہے		ایک گروہ کو نیل کے پانی سے دوزخ میں پہنچا دیتا ہے
گر آنست منشورِ احسان اوست	۳	ور اینست توقیعِ فرمانِ اوست
اگر وہ (حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ) ہے تو اسکے احسان کا فرمان ہے		اگر یہ (فرعون کا واقعہ) ہے تو اسکے غصّے کا فرمان ہے
پسِ پردہ بیند عملہائے بد	۴	ہمو پردہ پوشد بآلائے خود
پردہ کے پیچھے بُرے کام کو دیکھتا ہے		وہی اپنی عنایتوں سے پردہ پوشی کرتا ہے
بتہدید اگر بر کشد تیغِ حکم	۵	بمانند کرّوبیاں صُمٌّ و بُکمٌ
دھمکانے کے لیئے اگر حکم کی تلوار سونتے		تو مقرب فرشتے بہرے گونگے بنے رہیں

(۱) کُلاہ: ٹوپی۔ سعادت: نیک بختی۔ گلیم: گودڑی۔ شقاوت: بدبختی۔ یکے: ایک۔ در: میں۔ بر: بغل۔
(۲) گلستان: باغ۔ کند: کرتا ہے۔ آتشے: آگ اس میں یا عظمت کی ہے۔ بر: پر۔ خلیل: حضرت ابراہیمؑ کا لقب۔ گروہے: ایک گروہ مُراد فرعون کی فوج۔ آتش: آگ۔ برد: لے جاتا ہے۔ آب: پانی۔ نیل: مصر کا دریا۔ (۳) آنست: وہ ہے۔ منشور: فرمان۔ احسان: نیکی۔ ور: اور اگر۔ اینست: یہ ہے۔ توقیع: سزا نامہ کی مہر۔ فرمان: حکم۔ اوست: وہ ہے۔ (۴) پس: پیچھے۔ بیند: دیکھتا ہے۔ عملہا: عمل کی جمع۔ بد: برا۔ ہمو: وہی۔ پوشد: ڈھانپ دیتا ہے۔ بہ: ساتھ۔ آلاء: جمع الاء نعمتیں۔ خود کو خُد پڑھنا ہے۔
(۵) بہ: ساتھ لیئے۔ برکشد: کھینچے، سونتے۔ تیغ: تلوار۔ بمانند: رہ جائیں۔ کروبیاں: وہ مقرب فرشتے جو ہمہ وقت بارگاہِ الٰہی کے حاضر باش ہیں۔ صُمّ: بہرے۔ بُکم: گونگے۔

تشریح: (۱) یہ دُنیا رنگ برنگی ہے۔ اس میں ہر قسم کا انسان رہتا ہے۔ کوئی مغرور ہے تو کوئی عاجز۔ کوئی حاکم ہے تو کوئی محکوم۔ کوئی غربت کی زمین میں خاک آلودہ ہے اور کوئی امیری کی فلک بوس عمارت کی چھت پر رقصاں ہے۔ دُنیا کے مختلف رنگ ہیں انہیں رنگوں میں سے ایک رنگ اس شعر میں پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر کی عکس بندی کی گئی ہے۔
(۲) شعر کے پہلے مصرعے میں حضرت ابراہیمؑ کا معجزانہ انداز۔ اور دوسرے مصرعہ میں حضرت موسیٰؑ کا معجزاتی پہلو بیان کیا گیا ہے لطف کی بات یہ ہے کہ دونوں معجزوں میں واقعات کا ماحول میل نہیں کھاتا کیونکہ آگ کا کام ہے جلا دینا جبکہ پانی کا عمل انسان کو ٹھنڈک پہنچانا لیکن اس شعر کے پہلے مصرے میں بتایا گیا ہے کہ نمرود کی آگ حضرت ابراہیمؑ پر گلزار بن گئی۔ آگ کا گلزار ہونا بھڑکتی ہوئی آگ کے ماحول سے میل نہیں کھاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تناظر میں کوئی بعید نہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ۝ ہم نے کہا اے آگ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی و سلامتی والی (گلزار) ہو جا۔ قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ کے قرآنی الفاظ قابل غور ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگ کی جلانے کی فطرت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔ فرعون بہت ہی سرکش تھا موسیٰؑ کے مقابلے میں نہ صرف سخت تھا بلکہ خود رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا دعویدار تھا حضرت موسیٰؑ نے بحکم الٰہی فرعون کو سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہ مانا۔ اگر پانی حد سے زیادہ بڑھ جائے تو اس کی زد میں ہر آنے والی چیز غرق ہو جاتی ہے لیکن دریائے نیل نے موسیٰؑ کو گذرنے کا راستہ دیدیا۔ بنی اسرائیل کے کسی فرد کو چھوا تک نہیں چونکہ فرعون اور اس کی فوج کا انجام جہنم کی آگ تھا اس لیئے وہ دریائے نیل کی موجوں میں ڈوب کر جہنم کی آگ میں کود گیا۔ اس شعر کے مصرع میں یہی تمثیل و تشبیہ دی گئی ہے۔ اس شعر کے دونوں مصرعے گذشتہ شعروں میں بیان کردہ قدرتِ الٰہیہ کے مظاہر پر مبنی استدلال کا درجہ رکھتے ہیں۔ (۳) اس شعر کے پہلے مصرعے میں حضرت ابراہیمؑ کی نیکیوں کا صلہ (آگ کا گلزار ہونا) بیان کیا گیا ہے اور دوسرے مصرعے میں فرعون سمیت اس کے تابعداروں کی بُرائیوں کی سزا دریائے نیل (کی موجوں کے راستے سے جہنم رسید ہونا) کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کی دُنیا و آخرت میں کامیابی ہوتی ہے خواہ دنیا میں بظاہر مسکینی کی زندگی کیوں نہ ہو۔ اور نافرمان لوگ دنیا و آخرت میں ناکام رہتے ہیں چاہے بظاہر دنیا میں کوئی تخت شاہی پر متمکن کیوں نہ ہو۔ کامیابی کا اصل راز احکاماتِ الٰہیہ کی بندی میں پوشیدہ ہے اور ناکامی کا بھید اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں پنہاں ہے۔ فرعون جیسی زندگی گذارنے والا شخص موسیٰؑ جیسا انجام پائے یہ ناممکن ہے۔ چنانچہ متذکرہ شعر کے دونوں مصرعوں سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ علیم و بصیر ہے یعنی وہ مخلوق کی ہر نوعیت کی نقل و حرکت کو جانتا ہے خواہ وہ نقل و حرکت خفیہ ہو یا علانیہ اسے سب معلوم ہے۔ اسی طرح کائنات کی ہر پوشیدہ و ظاہری چیزیں اس کی نگاہ میں رہتی ہیں۔ وہ انسان و جن کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔ پسِ پردہ کی گئی بُرائیوں کو انسان دُنیا سے اوجھل رکھ سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے ان بُرائیوں کا چھپنا ناممکن ہے کیونکہ وہ بصیر ہے۔ انسان بھی دیکھتا ہے۔ دیکھنے کیلئے روشنی و نگاہ اور قرب کا محتاج ہے کیونکہ کوئی بھی چیز جتنی زیادہ دُور ہوگی وہ نظر نہیں آئے گی۔ اندھیرے میں خود اپنا ہاتھ بھی انسان کو دکھائی نہیں دیتا اور نابینا سرے سے دیکھ نہیں سکتا بہر کیف انسان دیکھنے کیلئے ان تینوں (قرب، روشنی، دید) چیزوں کا محتاج ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو ان تینوں چیزوں میں سے کسی ایک کی بھی ضرورت نہیں۔ باوجودیکہ وہ ہر چیز دیکھتا ہے۔ پردے کے پیچھے ہونے والی بدکاریاں بھی دیکھتا ہے لیکن وہ ستار العیوب کی صفت رکھتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی پردہ پوشی اس کی صفت ستاریت کا خاصہ ہی نہیں بلکہ اس کی مہربانیوں کا تقاضہ بھی ہے۔ اس شعر کے دونوں مصرعوں میں اللہ تعالیٰ کی صفت ستاریت کا ذکر کیا گیا ہے۔
(۵) اس شعر میں اللہ تعالیٰ کے دبدبے اور عظمت کو بیان کیا گیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے وہاں وہ قہار و جبار بھی ہے۔ جب وہ غضبناک ہو کر کوئی حکم دیتا ہے تو اس کے قریبی فرشتے بولنے اور سُننے کی سکت چھوڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کے فرشتے بڑی طاقتور مخلوق ہیں۔ زمین و آسمان کی درمیانی مسافت پانچ سو سال کے برابر ہے جبکہ زمین و آسمان کی اتنی لمبی مسافت طے کرنا فرشتوں کے نزدیک چشم زدن کا کام ہے جو کہ پل بھر میں یہ مسافت طے کر لیتے ہیں۔ فرمان نبویؐ ہے کہ فرشتے کا ایک قدم زمین پر ہوتا ہے تو دوسرا قدم آسمان پر ہوتا ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بڑی لطیف مخلوق ہیں کسی بھی چیز میں جتنی زیادہ لطافت ہوگی وہ اتنی ہی زیادہ طاقتور ہوگی۔ جس ذات کی نورانی مخلوق (فرشتے) اتنی طاقتور ہے ہر کام پل جھپکنے میں کر لے وہ ذات خود کتنی بڑی قوت کی مالک ہوگی۔ اس شعر میں فرشتوں جیسی طاقتور مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے دبدبے اور رعب کا تذکرہ کر کے انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ بھی حق تعالیٰ کی عظمت کے گن گاتے ہوئے اسکے احکامات سے سرتابی نہ کرے۔

۱	وگر در دہد یک صلائے کرم	عزازیل گوید نصیبے برم
	اور اگر بخشش کا ایک اعلان کر دے	تو شیطان بول اٹھے کہ میں بھی حصہ حاصل کرونگا
۲	بدرگاہِ لطف و بزرگیش بر	بزرگاں نہادہ بزرگی زسر
	اس کی مہربانی اور بزرگی کی درگاہ میں	بزرگوں نے اپنے سر سے بزرگی اتار پھینکی
۳	فرو ماندگاں را برحمت قریب	تضرع کناں را بدعوت مجیب
	عاجزوں کیلئے اپنی رحمت کے اعتبار سے قریب ہے	عاجزی کرنے والوں کی دُعا قبول کرنیوالا ہے
۴	بر احوالِ نابودہ علمش بصیر	باسرار ناگفتہ لطفش خبیر
	غیر موجود احوال کو اس کا علم دیکھنے والا ہے	نہ کہے ہوئے رازوں پر اسکی باریک بینی خبردار ہے
۵	بقدرت نگہدارِ بالا و شیب	خداوندِ دیوانِ روزِ حسیب
	قدرت کے ذریعے آسمان و زمین کا نگہبان ہے	حساب کے دن کی کچہری کا مالک ہے
۶	نہ مستغنی از طاعتش پشت کس	نہ بر حرف او جائے انگشت کس
	کسی کی کمر اس کی بندگی سے بے نیاز نہیں	اسکے کسی حرف پر کسی کو انگلی دھرنے کا موقع نہیں

(۱) وگر: اور اگر۔ در: زائد۔ دہد: دیوے۔ یک: ایک۔ صلا: آواز لگانا۔ کرم: بخشش۔ عزازیل: شیطان۔ گوید: کہے۔ نصیبے: ایک حصہ یا دھتہ کی ہے۔ برم: میں لیجاؤنگا۔ (۲) بہ: میں۔ درگاہ: بارگاہ۔ لطف: مہربانی۔ ش: ضمیر غائب اسکی۔ بر: زائد۔ بزرگاں: جمع بزرگ۔ نہادہ: رکھے ہوئے۔ ز سر: سر سے۔ (۳) فروماندگاں: جمع فرو ماندہ۔ تھکا ماندہ۔ را: کو۔ برحمت: رحمت کے ساتھ۔ تضرع: زاری عاجزی۔ کناں: کرنیوالے۔ بدعوت: دُعا کو۔ مجیب: قبول کرنے والا۔

(۴) بر: پر۔ احوال: جمع حال۔ نابودہ: نہ ہوئے ہُوے۔ علمش: اس کا علم۔ بصیر: دیکھنے والا۔ بہ: کو۔ اسرار: جمع سِر: راز۔ ناگفتہ: نہ کہے ہوئے۔ لطف: باریک بینی۔ خبیر: خبردار۔

(۵) بہ: ساتھ۔ نگہدار: نگاہ رکھنے والا۔ بالا: بلندی۔ و: اور۔ شیب: پستی۔ خداوند: مالک۔ دیوان: دفتر۔ روز: دن۔ حسیب: حساب اس کے الف میں امالہ سے یا بن گئی۔ (۶) مستغنی: بے نیاز۔ از: طاعت: بندگی۔ پشت: کمر۔ کس: شخص۔ بر: پر۔ حرف: بات۔ او: اسکی۔ جائے: جگہ۔ انگشت: انگلی۔ کس: شخص۔

تشریح: (۱) اس شعر میں اللہ تعالیٰ کے بے پناہ رحم کا تذکرہ ہے۔ اگر وہ جوشِ رحمت کا مظاہرہ کرے تو شیطان جیسے ملعون بھی بخشش کی اُمید کرنے لگیں۔ اس سے پہلے شعر میں اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تذکرہ کر کے شیخ سعدیؒ نے غضب و رحمت سے پیدا ہونے والی کیفیت کا موازنہ کیا ہے۔ ان دونوں شعروں کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے کی مشابہت و نسبت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں سے ہے جبکہ اہل کفر و شرک کی مناسبت شیطان کے ساتھ ہے جس طرح فرشتے اللہ تعالیٰ کے دبدبے سے متاثر ہو کر اس کے سامنے گونگے و بہرے غلام کی طرح ہوتے ہیں اسی طرح اس کی عظمت کے پیش نظر نیکوکار و پرہیزگار بندوں کی قلبی و ذہنی کیفیت مقرب فرشتوں جیسی ہوتی ہو جبکہ اس کی رحمت کے جوش کو دیکھ کر شیاطین مردود مغفرت کی آس لگا بیٹھے ہوں بعینہٖ کافر و مشرک کی ذہنی و قلبی حالت بھی اسی نوعیت کی ہو۔ (۲) انسان کی فطرت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ اپنے قول و فعل کے ذریعے خود کو بڑا کہلوائے۔ بالخصوص ایسا شخص جو صاحبِ اختیار ہو۔ اگر کوئی شخص نیکیوں کی کثرت کی وجہ سے بزرگی کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اس کی طبیعت میں عاجزی و انکساری سرایت کر جاتی ہے۔ یہ قدرت کا خاص انعام ہوتا ہے۔ جس قدر طبیعت میں عجز و انکسار پایا جائے گا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی قدر صاحبِ رتبہ ہوگا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ترجمہ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں وہی شخص عزت والا ہے جو زیادہ سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ پرہیزگاری ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام و مرتبہ کیلئے مشروط ہے۔ اس شعر میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی یہ ہے کہ اس کے دربار میں ہر بڑے سے بڑا بزرگ اس کے سامنے پیش ہوتے وقت اپنی بزرگی کی چادر اُتار دیتا ہے۔ اس کے سامنے ایک حقیر بندے کی حیثیت سے پیش ہوتا ہے۔ مذکورہ آیت کی ترجمانی بھی اسی شعر میں ہو سکتی ہے۔ (۳) عاجزی ایک ایسا انمول خزانہ ہے جس کی بدولت انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہو جاتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے لیکن اولیاء و صالحین عبادت و ریاضت کے ذریعے اس کا قرب حاصل کر لیتے ہیں جبکہ عوام الناس کیلئے نزولِ قربِ رحمت کا وسیلہ اعمالِ صالحہ کو اختیار کرنا ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا قرب حاصل کرنے کیلئے کچھ نہ کچھ خیر و بھلائی کے کام کرتے رہنا ہی دراصل اس کے قرب سے مالا مال ہونے کیلئے کافی ہے۔ جو لوگ اس کے سامنے گڑگڑاتے ہیں وہ نہ صرف اس کا قرب حاصل کر لیتے ہیں بلکہ قبولیتِ دُعا کے شرف سے بھی مالا مال ہو جاتے ہیں۔ مذکورہ شعر کے دونوں مصرعوں میں یہی بات سمجھائی گئی ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس عالم الغیب ہے اس لئے کون و مکاں اور لامکاں سے بھی بہت آگے تک کا علم ہے۔ کائنات میں آئندہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ اسے اسطرح جانتا ہے جیسا کہ یہ اُس کے سامنے کا واقعہ ہو۔ اسباب و ذرائع سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ عطائی علم کہلاتا ہے اور اسباب و ذرائع کے بغیر جو علم حاصل ہوتا ہے اُسے علمِ غیب کہتے ہیں جبکہ مخلوق حصولِ علم کیلئے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب و ذرائع کی محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ کسی واقعہ یا بات کو جاننے کیلئے اسباب و ذرائع کی احتیاج نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے علمِ غیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ علمِ غیب ہی کی وجہ سے تمام چھپے ہوئے بھیدوں سے ایسے ہی واقف ہے جیسے یہ سب اس کے سامنے کی بات ہے۔ مذکورہ شعر کا مفہوم یہی ہے۔ (۵) انسان کیلئے آسمان سے بلند کوئی چیز نہیں اور زمین تحت الثریٰ سے زیادہ پست کچھ نہیں۔ آسمان کی تمام تر بلندیوں اور زمین کی تمام تر پستیوں کا نگران صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام بلندیوں اور پستیوں کو اپنی نگاہ میں رکھتے ہوئے انہیں سنبھالنا اسکی قدرت کا مظہر ہے۔ آسمانوں کو کسی ستون کے بغیر سنبھالنا اور زمین کو کسی سہارے کے بغیر بچھانا یہ اسکی قدرتِ کاملہ نہیں تو اور کیا ہے۔ مذکورہ شعر میں شیخ سعدیؒ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت تمام بلندیوں اور پستیوں پر حاوی ہے۔ اسی طرح یوم حساب کا پورا دفتر اسی کی ملکیت ہے جو کہ بلندیوں اور پستیوں کی نگہبانی کی طرح اُس کی نگرانی میں ہے۔ (۶) کائنات میں اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہے خواہ امور تکوینیہ کے حوالے سے ہو یا امور شرعیہ کے حوالے سے ہو حضرت خضرؑ امور تکوینیہ میں اور حضرت موسیٰؑ امور شرعیہ میں باکمال تھے امور تکوینیہ انہیں کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات سے اوجھل ہوتے ہیں جبکہ امور شرعیہ ظاہری افعال کا نام ہے۔ اس شعر کے پہلے مصرعے میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کائنات میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو تکوینی یا تشریعی طور پر اسکی عبادت نہ کرتا ہو اور شعر کے دوسرے مصرعے میں اللہ تعالیٰ کے معجزانہ کلام کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اسقدر فصیح و بلیغ ہے کہ بڑے سے بڑا زبان دان یا ماہر لسانیات کلام اللہ کی فصاحت و بلاغت اور بدائع و صنائع پر کوئی حرف نہیں اٹھا سکتا جبکہ قرآن کی مثل چھوٹی سی سورۃ بنانے کا چیلنج بھی موجود ہے دنیائے کفر نے کلام اللہ کو زیر کرنے کے لیے ہر حربہ اختیار کیا لیکن اس کی مثل آیت نہ لا سکے۔

قدیمے نکوکار نیکی پسند	۱	بکلک قضا در رحم نقشبند
قدیم ہے، نیک کام کرنیوالا، نیکی پسند کرنیوالا ہے		حکم کے قلم سے رحم میں (بچے کے) نقوش پیدا کرنیوالا ہے
ز مشرق بمغرب مہ و آفتاب	۲	رواں کرد و گسترد گیتی بر آب
مشرق سے مغرب کو چاند اور سورج کو		جاری کیا اور دنیا پانی پر بچھائی
زمیں از تپ لرزہ آمد ستوہ	۳	فرو کوفت بر دامنش میخ کوہ
جب زمین تپ و لرزہ سے عاجز آئی		اس کے دامن پر پہاڑ کی کیل ٹھونک دی
دہد نطفہ را صورتے چوں پری	۴	کہ کردست بر آب صورت گری
نطفہ کو پری جیسی صورت عنایت کرتا ہے		(خدا کے علاوہ) کس نے پانی پر نقاشی کی ہے
نہد لعل و فیروزہ در صلبِ سنگ	۵	گل لعل در شاخ پیروزہ رنگ
پتھر کی کمر میں لعل اور فیروزہ پیدا فرماتا ہے		سُرخ پھول سبز رنگ کی شاخ میں لگاتا ہے
ز ابر افگند قطرۂ سوئے یم	۶	ز اصلب آورد نطفہ در شکم
ابر سے ایک قطرہ سمندر میں ڈالتا ہے		ریڑھ کی ہڈی سے نطفہ شکم (مادر) میں ڈالتا ہے

(۱) قدیم: جو ہمیشہ سے ہو۔ یا، توصیف کی ہے۔ نکوکار: نیکی کرنیوالا، نیکی پسند: نیکی پسند کرنیوالا۔ بکلک: قلم۔ قضا: القدیر۔ در: میں۔ رحم: بچہ دانی۔ نقشبند: نقش بنانے والا۔ (۲) مشرق: سورج نکلنے کی طرف۔ مغرب: سورج ڈوبنے کی طرف۔ مہ: چاند۔ آفتاب: سورج۔ رواں: جاری کردیا گیا۔ گسترد: پھیلائی۔ گیتی: زمین۔ بر: اوپر۔ آب: پانی۔ (۳) از: سے۔ تپ لرزہ: ہڈی کا بخار۔ ستوہ: عاجز۔ فرو: زائد۔ کوفت: کوٹ دی۔ کوہ: پہاڑ۔ (۴) دہد: دیتا ہے۔ نطفہ: منی یعنی انسان کا مادۂ حیات۔ چوں: مثل۔ پری: جن قوم کی مادہ۔ کہ: کون۔ کردا ست: کی ہے۔ بر آب: پانی پر۔ صورت گری: تصویر کشی، نقاشی۔

(۵) نہد: رکھتا ہے۔ لعل: سُرخ رنگ کا قیمتی پتھر۔ فیروزہ: سبز رنگ کا قیمتی پتھر۔ در: میں۔ صُلب: پُشت سخت۔ سنگ: پتھر۔ گل: پھول۔ پیروزہ: فیروزہ۔

(۶) ابر: بادل۔ افگند: ڈالتا ہے۔ قطرہ: ایک قطرہ۔ سوئے: طرف۔ یم: دریا، سمندر۔ صُلب: پشت۔ آورد: دلاتا ہے۔ نطفہ: مادۂ حیات۔ در: میں۔ شکم: پیٹ۔

تشریح: (۱) اس شعر کے پہلے مصرعے میں اللہ تعالیٰ کی خاصیت بیان کی گئی ہے۔ وہ ازل سے بھلائی کے کاموں میں مصروف ہے اور بھلائی کو ہی پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ بُرائی کو نیکی سے مٹاتا ہے اس لیئے ہر مکلف و غیر مکلف انسان کو بھی یہی تلقین کی گئی ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ وہ اللہ کے اخلاق اپنائے۔ شعر کے دوسرے مصرعے میں انسان کی تخلیق کے حوالے سے کہا گیا ہے کائنات میں ہر چیز کی تخم ریزی کا عمل الگ الگ ہے۔ نباتات کے تخم سے صرف نباتات کی تخلیق ہو سکتی ہے یعنی آم کے بیج سے صرف آم کا درخت ہی پیدا ہوگا اس سے بیر یا امرود کا درخت پیدا نہیں ہوگا اسی طرح انسان کے مادہ تولید سے صرف انسان ہی تخلیق پائے گا اس سے اور کوئی مخلوق پیدا نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے اسی تقدیری عمل کو شعر ہٰذا کے دوسرے مصرعہ میں شیخ سعدیؒ نے پیش کر کے اُس کی کمالِ قدرت کو بیان کیا ہے۔ (۲) اس شعر کے پہلے مصرعے میں مشرق سے طلوع اور مغرب میں غروب ہونے کی صورت میں سورج اور چاند کی گردش کا تذکرہ کیا گیا ہے اگر سورج اپنے مقام سے ایک انچ ادھر اُدھر ہو جائے تو کائنات کا پورا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ سورج اور چاند کی عجیب و غریب تخلیق اور ان کا حیرت انگیز نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہے۔ دوسرے مصرعے میں زمین کو پانی پر بچھا کر اسے (زمین کو) گھومنے کے باوجود پانی سے ایسے چپکایا ہے کہ ایک انچ زمین یا پانی اپنے اپنے مقام سے نہیں ہٹتے۔ سائنسدانوں کی تحقیق ہے کہ زمین پچیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتی ہے لیکن اس کو اپنی جگہ پر برقرار رکھنے کیلئے اسی من فی کس کے حساب سے زمین پر ہوا کا دباؤ ڈالا گیا ہے اور پہاڑوں کو زمین میں گاڑ کر اُس کا توازن درست کیا گیا ہے۔ (۳) اس شعر میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب زمین کو پانی سے چپکایا گیا تو وہ لرزنے لگی جب وہ مسلسل لرزتے ہوئے عاجز ہو گئی تو اس کی کپکپی کو ختم کرنے کے لیئے پہاڑوں کو کیل بنا کر زمین میں ٹھونک دیا اور زمین کی لرزہ براندامی ختم ہو گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نظام کائنات بھی اور اس کی عجیب و غریب قدرت بھی۔ اگر انسان اپنی عقل سے سوچے تو زمین، پانی اور پہاڑ ان تینوں کی بناوٹ اور مزاج یکساں نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے مربوط نظام کے پیش نظر ان تینوں کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کیا ہوا ہے کہ یہ تینوں باہم لازم و ملزوم ہیں۔ (۴) قرآن مجید میں مذکور ہے۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ وہ رحم مادر میں جیسے چاہتا ہے شکلیں بناتا ہے انسان کا مادۂ حیات ایک لیسدار پانی کا قطرہ ہے۔ چنانچہ اس قطرے پر اپنی کاریگری کا مظاہرہ کر کے صفت مصوّر کو ظاہر کیا۔ آج تک دنیا میں کوئی ایسی ذات پیدا نہیں ہوئی جس نے پانی کے گندے قطرے سے خوبصورت اور پری پیکر انسان تخلیق کر کے اپنی قدرت کا لوہا منوایا ہو۔ وہ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو پانی کے غلیظ قطرے سے انسان جیسی اشرف المخلوقات مخلوق کو پیدا کر دیا۔ (۵) پتھر ایک بے جان مگر ٹھوس چیز ہے۔ اگر پتھر کے بارے میں معلوم کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے پتھروں کے مجموعہ پہاڑوں کو صرف زمین کی کپکپی کو دور کرنے اور اُس کا توازن برقرار رکھنے کیلئے بنایا ہے لیکن اس پتھر کے اندر جو معدنی خزانے اور قیمتی پتھروں کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔ وہ نہ صرف قدرتِ الٰہیہ کا کمال ہے بلکہ انسانی ضروریات کے حوالے سے بیش قیمت انعام بھی ہے۔ شعر کے دوسرے مصرعے میں اللہ تعالیٰ کے نباتاتی کمالات کو سامنے رکھتے ہوئے اسے خراج تحسین پیش کیا گیا ہے یعنی کہ سبز شاخ پر سُرخ پھول اگانا حیران کن امر ہے کیونکہ شاخ اور پھول کی رنگت مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا مزاج (یعنی شاخ سخت اور پھول نازک ہے) بھی الگ الگ ہے لیکن شاخ پھول کے بغیر خوبصورت نہیں لگتی اور پھول کے کھلنے کا مقام شاخ کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ یہ قدرت کی کرشمہ سازی ہے۔ (۶) اس شعر میں پہلا مصرع اس بات کی دلالت کر رہا ہے کہ جب بادل سے ایک قطرہ پانی کا سمندر کی ایک معدنی چیز سیپ میں گرتا ہے تو پانی کا وہ قطرہ ایک خوبصورت موتی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ شعر کا دوسرا مصرعہ یہ بتاتا ہے کہ انسان کی پیٹھ سے نکلا ہوا پانی ماں کے پیٹ میں جا کر ایک خوبصورت انسان کی شکل میں کائنات کا حسن ہی نہیں بلکہ سبب کائنات کے مقصد تخلیق کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	ازاں قطرہ لولوئے لالا کند	وزیں صورتے سرو بالا کند
	اس قطرے سے چمکدار موتی پیدا فرماتا ہے	اور اس (نطفہ) سے سرو قد صورت بناتا ہے
۲	برو علم یک ذرہ پوشیدہ نیست	کہ پیدا و پنہاں بہ نزدش یکیست
	اس پر ایک ذرہ کا علم بھی چھپا ہوا نہیں ہے	اس لئے کہ اس کے لیے کھلا ڈھکا ایک ہے
۳	مہیا کن روزئے مار و مور	وگر چند بیدست و پایند و زور
	سانپ اور چیونٹی کی روزی مہیا کرنیوالا ہے	اگرچہ وہ بے دست و پا اور کمزور ہیں
۴	بامرش وجود از عدم نقش بست	کہ داند جز او کردن از نیست ہست
	اسی کے حکم سے عدم سے وجود پیدا ہوا	اس کے علاوہ کون نیست کو ہست کرنا جانتا ہے
۵	دگر رہ بکتم عدم در برد	وز آنجا بصحرائے محشر برد
	پھر عدم کے پردے میں لے جاتا ہے	اور وہاں سے قیامت کے میدان میں لے جائیگا
۶	جہاں متفق بر الٰہیتش	فرو ماند در کنہ ماہیتش
	اس کی خدائی پر تمام جہان متفق ہے	اس کی ماہیت کی حقیقت میں عاجز ہے

(۱) ازآں: اس سے۔ لولو: موتی۔ لالا: چمکدار۔ کند: کرتا ہے۔ وزیں: وازایں، اور اس سے۔ سرو: مخروطی شکل کے ایک درخت کا نام۔ بالا: بلند۔ (۲) پیدا: ظاہر۔ پنہاں: چھپا ہوا۔ بہ نزدش: اس کے نزدیک یکیست: ایک جیسی ہے۔

(۳) مہیا: حاصل۔ مہیا کن: مہیا کرنیوالا۔ مار: سانپ۔ مور: چیونٹی۔ وگر: اگرچہ۔ چند: کتنا۔ دست: ہاتھ۔ پا: پاؤں۔ اند: ہیں۔ (۴) بہ: ساتھ۔ امر: حکم۔ عدم: نہ ہونا۔ نقش بست: باندھا۔ کہ: کون۔ داند: جانتا ہے۔ جز: سوائے۔ او: وہ۔ کردن: کرنا۔ نیست: نہیں ہے۔ ہست: ہے

(۵) دگر رہ: دوبارہ۔ کتم: پردہ۔ در: زائد۔ برد: لے جائے گا۔ وزآں: اور اس سے۔ جا: جگہ۔ صحرا: جنگل۔ محشر: دوبارہ جی اٹھنے کا دن۔

(۶) بر: پر۔ الٰہیت: معبود ہونا، اس میں یت نسبت کی لگی ہے ش ضمیر غائب کی۔ فرو ماند: عاجز رہ گیا۔ در: میں۔ کنہ: اصلیت۔ ماہیت: حقیقت۔

تشریح: یہ شعر پہلے شعر ۶ کا تکملہ ہے کیونکہ دونوں شعروں کا مفہوم و مقصد ایک ہی ہے اس لیے متذکرہ شعر ۱ پہلے شعر ۶ کی تکمیل کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ شعر ۶ میں بادل کے قطرے کو سیپ اور مادۂ تولید ایسے پانی کے قطرے سے تخلیق انسان کی ابتدائی جزئیات کا تذکرہ ہے جبکہ شعر ۱ میں انتہائی جزئیات کو ملایا گیا ہے تاکہ دونوں شعر اپنے مفہوم و معانی صحیح طور پر دے سکیں۔
(۲) اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم غیب کو بیان کر کے یہ باور کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف گذشتہ اشعار میں اس کے عجیب و غریب صفات کے تناظر میں کرایا گیا تھا متذکرہ شعر میں اس کے علمی کمالات کا تذکرہ کر کے انسان کے ذہن کو جھنجھوڑا گیا ہے اور یہ پیغام دیا گیا ہے۔ کہ اے انسان بے جان پتھروں میں معدنی خزینوں اور قیمتی پتھروں کو پیدا کرنے والی ذات تیرے کسی بھی عمل سے غافل نہیں شاخ سے پھول اگانے والی ذات تیری ہر نقل و حرکت پر بذات خود نظر رکھے ہوئے ہے۔ لہٰذا دنیا میں اٹھنے والا تیرا ہر قدم جنت کی طرف ہو جہنم کی طرف نہ ہو۔ ورنہ اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ (۳) کائنات میں جتنے بھی جاندار موجود ہیں ان سب کی غذا و خوراک کا انتظام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ چونکہ وہ خود خالق و مالک ہے۔ یہ خالق ہی کا کام ہے جو اپنی مخلوق کی تمام ضروریات مہیا کرنے کی ذمہ داری خاطر خواہ بہر صورت نبھاتا ہے مخلوق بالخصوص انسان کی جملہ ضروریات کی بدرجہ اتم ترسیل کو ہی رزق کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے کہ مَآ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنَ: ترجمہ: میں (اللہ تعالیٰ) ان سے رزق نہیں چاہتا اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ. یقیناً اللہ تعالیٰ جملہ ضروریات کی ترسیل کا ذمہ دار یعنی رزاق ہے۔ ورنہ وہ جانور بھوک سے مر جاتے جو لے دست و پا یا انتہائی کمزور ہیں۔
(۴) اللہ تعالیٰ کی ذات خود ازل (ہمیشہ پہلے سے) سے ہے۔ اس کی مخلوق میں سے بعض ابدی ہیں بعض عارضی ہیں جو صرف ضرورت کی حد تک وجود رکھتی ہیں۔ جیسے حلال جانور، یہ اس وقت تک اپنا وجود رکھتے ہیں جب تک انسانی ضروریات بہم پہنچاتے ہیں جبکہ انسان ابدی مخلوق ہے۔ ایک بار پیدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے صرف اس کا جہان بدل جاتا ہے مثلاً آدم کی پیٹھ سے اپنے باپ کی پشت میں پھر ماں کے پیٹ میں پھر دنیا میں، پھر برزخ میں، پھر محشر میں، پھر جنت یا جہنم میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ کائنات کا وجود اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔ وجود (کسی کے ہونے کو) عدم (نہ ہونے کو) یا اس کے برعکس میں تبدیل ہو کر اللہ تعالیٰ کی قوت و قدرت میں مقید ہے۔ قرآن میں ہے۔ کَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ. اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو تم عدم تھے تمہیں وجود بخشا پھر تمہیں عدم (موت) کر دیگا۔ پھر تم زندہ ہو گے۔ (وجود ہوگا) پھر تم اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ مذکورہ شعر کا یہی مفہوم ہے۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر ۴ کی تکمیل کے لیے ہے۔ اس لیے کہ پہلے شعر ۴ میں عدم کو وجود میں (حکم الٰہی) تبدیل کرنے کا تذکرہ تھا جبکہ اس شعر ۵ میں وجود سے عدم میں اور پھر عدم سے وجود میں تبدیل کر کے اللہ تعالیٰ کے تمام انسان و جنات کو روز محشر میں جمع کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ انسان غفلت سے بیدار ہو کر فکر آخرت کا احساس کرنے لگے اور انسان ہو یا جن اپنے مقصد حیات کا ادراک کرتے ہوئے رب تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دے۔ کیونکہ دنیا کی تمام اشیائے خورد و نوش کا حصول ہو یا ہوس اقتدار کی تکمیل یہ سب عارضی اور بالآخر عدم ہیں جبکہ انسان ابدی اور مستقل وجود رکھتا ہے۔ کسی ابدی مخلوق کا عارضی مقصد یا مستقل وجود کا غیر مستقل مقصد زندگی حکمت الٰہی کے خلاف ہے۔ کیونکہ جن و انس نے دنیا سے عالم برزخ اور برزخ سے محشر کی طرف منتقل ہو کر بھی جانا ہے۔ لہٰذا اسے برزخ و محشر کے لیے بھی کچھ کرنا چاہیے اور اپنے وجود و ہستی کی لاج بھی رکھنی چاہیے۔ (۶) دنیا کے اندر مختلف عقائد و نظریات کے حامل افراد اپنی فطرت و جبلت کی بنا پر عبدیت پرستش کے جذبات رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کوئی سورج کا پجاری ہے تو کوئی آگ کا پرستار کوئی پتھروں کی پوجا پاٹ کرتا ہے تو کوئی اپنے بزرگوں کی شبیہ کے سامنے جھکتا ہے لیکن نفس عبادت کا تصور اس کے رگ و ریشے میں پیوست ہے مگر اس کے باوجود کوئی بھی اس ذات کی اصل حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ مذکورہ شعر اسی تصور کی غمازی کرتا ہے۔

بشر ماورائے جلالش نیافت	۱	بصر منتہائے جمالش نیافت
انسان نے اس کے جلال سے آگے کچھ نہ پایا		نگاہ اس کے جمال کی انتہا کو نہ حاصل کر سکی
نہ بر اوجِ ذاتش پرد مرغِ وہم	۲	نہ در ذیلِ وصفش رسد دستِ فہم
اس کی ذات کی بلندی پر وہم کی چڑیا نہیں اڑ سکتی		نہ اس کی صفت کے دامن تک سمجھ کی دست رسی ہے
دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار	۳	کہ پیدا نشد تختہ بر کنار
اس بھنور (معرفت ذات الٰہی) میں ہزاروں کشتیاں غرق ہو گئیں		کہ ایک تختہ بھی کنارے پر نمودار نہ ہوا
چہ شبہا نشستم دریں سیر گم	۴	کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم
اس سیر میں میں بہت سی راتیں گم ہوا بیٹھا رہا		اچانک دہشت نے میری آستین پکڑ لی کہ کھڑا ہو جا
محیط ست علمِ ملک بر بسیط	۵	قیاسِ تو بروے نہ گردد محیط
اللہ کا علم کائنات پر احاطہ کئے ہوئے ہے		تیرا اندازہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا ہے
نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد	۶	نہ فکرت بغورِ صفاتش رسد
علم اس کی ذات کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے		نہ غور و فکر اس کی صفات کی گہرائی تک پہنچ سکتا ہے
تواں در بلاغت بسحباں رسید	۷	نہ در کنہ بے چونِ سبحاں رسید
فصاحت میں سحبان کے مرتبہ تک پہنچا جا سکتا ہے		سبحان بے مثل کی حقیقت تک نہیں پہنچا جا سکتا

(۱) بَشر: آدمی۔ ماوَرا: علاوہ۔ جلال: بزرگی۔ نیافت: نہ پایا۔ بَصر: آنکھ۔ منتہا: حد۔ جمال: حسن۔ (۲) اوج: بلندی۔ پرد: اڑتا ہے۔ مُرغ: پرندہ۔ وہم: خیال۔ در: میں۔ ذیل: دامن۔ وصف: تعریف۔ رسد: پہنچتا ہے۔ دست: ہاتھ۔ فہم: سمجھ۔ (۳) دریں: اس میں۔ ورطہ: بھنور۔ فرو شد: ڈوب گئیں۔ پیدا: ظاہر۔ نشد: نہ ہوئیں۔ تختہ: کوئی تختہ۔ کنار: کنارہ (۴) چہ: کتنی۔ شبہا: راتیں۔ نشستم: میں بیٹھا۔ دریں سیر: اس سیر میں۔ گُم: بے سُدھ۔ دہشت: حیرت۔ گرفت: پکڑی۔ آستین: بازو۔ قم: اٹھ۔

(۵) محیط: حاوی۔ ملک: بادشاہ مُراد اللہ تعالیٰ۔ بسیط: جہان کائنات: اصل میں غیر مرکب کو کہتے ہیں۔ قیاس: اندازہ۔ بروئے: اس پر۔ نگردد: نہیں ہو سکتا۔

(۶) ادراک: عقل، علم۔ کنہ: حقیقت۔ رسد: پہنچ سکتی ہے۔ فکرت: سوچ بچار۔ غور: گہرائی۔

(۷) تواں: طاقت، یہ لفظ فعل میں امکانی پیدا کرنے کے لیے ماضی مطلق پر لگاتے ہیں۔ یہاں رسید پر لگتا ہے معنی پہنچ سکتا ہے۔ بلاغت: موقع محل کے مطابق دُرست کلام کرنا۔ سحبان: ایک فصیح و بلیغ شخص کا نام۔ کنہ: حقیقت۔ بیچوں: بے مثل۔ سبحان: اللہ کا نام یعنی پاک۔

تشریح: (۱) اُس ذات کی جلالی شان ہو یا جمالی، انسان کی معرفت کی حد یہیں تک ہے۔ جلال و جمال ایسی کیفیت یا اس سے آگے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی حدود کیا ہیں، یہ جاننا نہ صرف انسان کی تمام جسمانی و رُوحانی قوتوں کی دسترس سے باہر ہے بلکہ اس کے محدود علم کی رسائی بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی بلند و بالا ہے کہ وہ خود ہی جان سکتا ہے کہ وہ خود کیا ہے ورنہ انسان کا محدود علم اس ذات کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا۔ (۲) یہ شعر پہلے شعر ۱ کا تکملہ ہے جیسا کہ پہلے شعر میں بتایا گیا ہے کہ اس کی ذات تک انسان کی عقلی و قلبی، جسمانی و روحانی قوتیں پہنچنے سے قاصر ہیں جبکہ مذکورہ شعر میں یہ باور کیا گیا ہے کہ اس کی ذات اتنی بلند و برتر ہے کہ ہماری خیالی و فراستی قوتیں بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ انسان کے اندر خیالی قوت اس قدر مضبوط و آزاد ہے کہ شاید کوئی دوسری اتنی آزاد ہو۔ کیونکہ انسان خیالات کی دُنیا میں ہر ممکن چیز تک رسائی حاصل کر سکتا ہے ایک مفلس خیالوں کی دُنیا کا بہت بڑا بادشاہ تصور کر سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کو نہیں سمجھ سکتا۔ (۳) یہ شعر بھی پہلے دو شعروں ۱، ۲ کی تکمیل کر رہا ہے۔ چونکہ پہلے دو شعروں ۱، ۲ میں انسانی قوتوں کی رسائی اس کی ذات تک ناممکن ہونا بتایا گیا ہے لیکن اس شعر میں ایسے شخص کی ناکامی کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی حقیقت کے حوالے سے اپنی تحقیقات کا دائرہ جتنا بھی وسیع کیا ہے اتنا ہی وہ اپنی ہی محققانہ کاوشوں کے بھنور میں ایسا پھنسا کہ پھر نہ نکل سکا۔ ناکامی و نامرادی کی ذلت اس کا مقدر بن گئی۔ (۴) اس شعر میں شیخ سعدیؒ اپنی تجرباتی داستان بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ میں نے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالے سے اس کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن مجھے اپنی سفاہت کا احساس ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت تک پہنچنے کے حوالے سے متکلمین کے گروہ نے بھی اپنی عقلی توانائیاں صَرف کیں لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ ایمانیات کا تقاضیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے کیسی ہے، کیا ہے، یہ جاننا ضروری نہیں اور نہ ہی کسی کو اس گہرے سمندر میں غوطہ زن ہونا چاہیے۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر ۴ کو بطور انجام تمام کر رہا ہے کیونکہ پہلے شعر ۴ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کیسی ہے کیا ہے کے تصوراتی بنیاد پر بحرِ عمیق میں غوطہ زنی کی تو سوائے حیرت و لاحاصل کے کچھ نہ ملا۔ اس شعر میں ایمان بالغیب کی قدروں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کے حیطۂ بے کنار علم کو تسلیم کرنے کی طرف نہ صرف اشارہ کیا گیا ہے بلکہ یہ بھی باور کیا گیا ہے کہ انسانی تصورات بھی اس کے محیط علم تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کی کیفیت و کمیت تک رسائی حاصل کرنا کیسے ممکن ہے۔ (۶) انسان کی عقلی صلاحیت ہو یا فکری قوت بہر حال محدود ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات لامحدود ہیں۔ ایک محدود شئی کا کسی لامحدود ذات کی کیفیت کو تلاش کرنا ایسا ہی محال ہے جیسے فرعون کا رب ہونا جیسے فرعون محدود ہو کر لامحدود نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح انسان کی محدود عقل و فکر بھی اس (اللہ تعالیٰ) کا احصار نہیں کر سکتی۔ بلکہ یہ تو خود اس ذات کے حیطۂ کار میں ہے محدود کا لامحدود کو عقلی و فکری دائرے میں لانا حیران کن ہے۔ (۷) سحبان بن وائل فصاحت و بلاغت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا کیونکہ اس کے ہمعصر شعرا و ادبا نظم و نثر پر مشتمل کلام میں اس کے سامنے ہیچ تھے چنانچہ اس شعر میں اُسکے علمی کمالات کے پیش نظر یہ کہا گیا ہے کہ سحبان بن وائل علم کے گہرے سمندر کی آخری تہ تک پہنچ جائے یا فصاحت و بلاغت کے بلند و بالا پہاڑوں کو سر کر لے لیکن اس کی عقلی و فکری سطح محدود ہی رہے گی۔ لہٰذا اس کی فصاحت و بلاغت تک رسائی ممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے محیط علم تک پہنچنا دشوار ہے کیونکہ تمام قوتوں کی انتہا کے بعد جو طاقت شروع ہوتی ہے اُسے سُبحان کہتے ہیں۔ فصاحت و بلاغت کا شہنشاہ سحبان ہی رہے گا، سُبحان ہرگز نہیں ہو سکتا۔

۱	کہ خاصاں دریں رہ فرس راندہ اند	بلا اُحصی از تگ فرو ماندہ اند
	کیونکہ خاصانِ خدا نے اس راستے میں گھوڑے دوڑائے ہیں	لا اُحصی کے مطابق دوڑ سے عاجز رہے ہیں
۲	نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن
	ہر جگہ گھوڑا نہیں دوڑایا جا سکتا ہے	بلکہ بہت سے مواقع پر ڈھال پھینک دینی پڑتی ہے
۳	دگر سالکے محرمِ راز گشت	بہ بندند بروے درِ بازگشت
	اگر کوئی سالک بھید سے خبردار ہوا	تو اس کی واپسی کا دروازہ بند کر دیتے ہیں
۴	کسے را دریں بزم ساغر دہند	کہ داروئے بیہوشیش در دہند
	اس محفل میں اس کو جام دیتے ہیں	جس کو بیہوشی کی دوا اس میں ملا کر دیتے ہیں
۵	یکے باز را دیدہ بر دوختہ ست	یکے دیدہ ہا باز و پر سوختہ ست
	کسی باز کی آنکھیں سِلی ہوئی ہیں	کسی کی آنکھیں کھلی ہیں پر جلے ہوئے ہیں
۶	کسے رہ سوئے گنجِ قاروں نبرد	دگر بُرد رہ باز بیروں نبرد
	قارون کے خزانے کا کسی کو راستہ نہ ملا	اگر راستہ ملا تو پھر واپس نہ لوٹا

(۱) خاصاں: خاص لوگ، انبیاء و اولیاء۔ رہ: رستہ۔ فرس: گھوڑا۔ راندہ اند: دوڑائے ہیں۔ بلا اُحصی: بسبب لا احصی میں شمار نہیں کر سکتا صرف رسول تک دوڑ۔ فرو ماندہ: عاجز رہ گئے (۲) جائے: جگہ۔ مرکب: سواری۔ تواں تاختن: دوڑا سکتے ہیں۔ کہ: بلکہ۔ جاہا: جگہیں۔ سپر: ڈھال۔ باید انداختن: ڈال دینی چاہیئے۔ (۳) دگر: اور اگر۔ سالک: راہِ سلوک کا مسافر: محرم: واقف کار۔ گشت: ہو گیا۔ بہ: زائد۔ بندند: بند کر دیتے ہیں۔ بروئے: اس پر۔ در: دروازہ۔ بازگشت: واپسی (۴) کسے را: اگلے مصرع کے شروع میں جو کہ ہے وہ اس کے ساتھ لگتا ہے، معنی جس کسی کو کہ۔ بزم: محفل۔ ساغر: جام۔ دارو: دوا۔ در دہند: دیتے ہیں (۵) یکے: ایک۔ باز: ایک شکاری پرندہ۔ دیدہ: آنکھ۔ بر: زائد۔ دوختہ: سلی ہوئی۔ است: ہے۔ دیدہ ہا: آنکھیں۔ باز: کھلی ہوئی۔ سوختہ است: جلے ہوئے ہیں۔ (۶) کسے: کوئی شخص۔ رہ: راستہ۔ سوئے: طرف۔ گنج: خزانہ۔ قارون: موسیٰؑ کے زمانہ کا ایک کافر اور بخیل مالدار۔ نبرد: نہ لے گیا۔ برد: لے گیا۔ باز: واپس۔ بیروں: باہر۔

تشریح: (۱) انبیاء و اولیاء اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے کے باوجود یہ معرفت حاصل نہ ہو سکی کہ وہ ذات کس کیفیت کی مالک ہے حتیٰ کہ خود امام الانبیاء بھی یہی کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ ہم اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بعد امام الانبیاء کا ہی مقام و مرتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کیفیت ان کے بیان سے بھی باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاصانِ خاص یہی کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہم اس کی ذات کی حد یا ماہیت کا شمار نہیں کر سکتے۔ (۲) اس شعر کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثال ہے بڑے سے بڑے دانشور کی سوچ یہاں آ کر ٹھہر جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے جو کچھ خود اپنے بارے میں فرمایا ہے وہیں تک عقل و شعور کی حدود کا آخری کنارہ محسوس ہوتا ہے۔ اسی کے علم کی روشنی میں ہم اس کی تعریف کرنے کے روادار ہیں۔ اس سے آگے ہمارے عقل و شعور کی طنابیں کس دی گئی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کیسا ہے یہ جاننا دشوار ہے۔ وہ کیا ہے یہ جاننے کے لیے اس ذات کا عطا کردہ علم ہی حاجت براری کر سکتا ہے۔ (۳) انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کی حیثیت سے آیا ہے اور اس کا مقصد ذاتِ حق کی معرفت حاصل کرنا ہے معرفتِ حق کی صلاحیت ذاتِ الٰہی نے صرف انسان کو ودیعت کی ہے۔ جب انسان ریاضت و عبادت میں مشقتیں اٹھا کر ذاتِ حق تک جا پہنچتا ہے تو پھر اس کے اندر نورانیت سرایت کر جاتی ہے۔ جو دنیا سے بے رغبتی اور مجذوبیت کی صورت اختیار کر لیتی ہے تاکہ ذاتِ حق سے ودیعت ملنے والے راز سربستہ نہ ہوں اور ذاتِ الٰہی میں جاذبیت ہی ایسی ہے جس کی چاشنی کے سامنے دنیوی عیش و طرب ہیچ ہیں۔ اس شعر میں معرفتِ حق سے پیدا ہونے والی اسی کیفیت کا تذکرہ ہے۔ (۴) پہلا شعر ۳ اس شعر ۴ کا ابتدائیہ تھا چنانچہ اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اول تو ہمارے کسی بھی طلبگار کیلئے ہم تک پہنچنا اور عارفانہ شفا کا ملنا دشوار ہے۔ اگر کسی کو نورانی انجکشنوں کے ذریعے اس کے اعضا میں عارفانہ مزاج پیدا ہو جائے تو پھر اس کے تمام حسی قوتوں کو ختم کر کے جذبِ الٰہی کی وجہ سے حاصل ہونے والے تمام بھیدوں کو چھپانے کی خاطر راہِ سلوک کے مسافر پر مدہوشی طاری کر دی جاتی ہے۔ لوگ اسے دیوانہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ دیوانگی نہیں ہوتی (۵) اس شعر کے پہلے مصرع میں حصولِ معرفتِ حق کے بعد کی ابتدائی کیفیت کا ذکر ہے کہ راہ معرفتِ حق کی پہچان حاصل ہونے کے باوجود ابھی وہ ربّ ذوالجلال کا صحیح معنوں میں عارف نہیں ہوتا اس لیے وہ اگرچہ دنیوی الجھنوں سے کٹ چکا ہوتا ہے لیکن جذبِ الٰہیہ کی عارفانہ مستی پوری طرح چھائی ہوئی نہیں ہوتی اس لیے حق تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے اس کے پاس روحانی پر تو ہوتے ہیں لیکن اس کی آنکھوں کی خیرگی آنکھیں بند ہونے کا باعث ہوتی ہیں۔ دوسرے مصرع میں عارفانہ مراحل طے کرنے کے بعد پیدا ہونے والی آخری کیفیت بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی طلبگار کثرتِ ذکر و عبادت اور ریاضت کے ذریعے حق تعالیٰ کی معرفت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو پھر اسے دنیوی جھنجھٹوں میں الجھنے سے باز رکھنے کیلئے اس کے پر کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ (۶) انسانی فطرت ہے کہ وہ اعلیٰ شے کو ادنیٰ چیز پر ترجیح دیتا ہے۔ انسان کے اسی فطری تاثر کی ترجمانی کرتے ہوئے شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں خزینۂ قارون کو معرفتِ حق سے تشبیہ دی ہے۔ قارون حضرت موسیٰؑ کا قریبی رشتہ دار ہونے کے باوجود وہ کافر اور بخیل تھا لیکن اس کے پاس بہت دولت تھی اس کے خزانے کی چابی بردار اونٹوں کی تعداد بھی ان گنت تھی۔ آجکل بھی یہ بات زبان زد عام ہے کہ خوشی کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ کیا بات ہے قارون کا خزانہ تو نہیں مل گیا۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے یہ تاثر پیش کیا ہے کہ جسے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے تو دنیاوی جاہ و جلال اسے مرعوب نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱	بمردم دریں موجِ دریائے خوں	کز و کس نبردہ ست کشتی بروں
	میں اس خون کے دریا کی موج میں فنا ہو گیا	اس لیے کہ اس سے کوئی اپنی کشتی نکال کر نہ لیجاسکا
۲	اگر طالبی کیں زمیں طے کنی	نخست اسپ باز آمدن پے کنی
	اگر تو اس کا طالب ہے کہ اس راستے کو طے کرے	تو پہلے واپسی کے گھوڑے کے ہاتھ پیر کاٹ ڈال
۳	تامّل در آئینۂ دل کنی	صفائی بتدریج حاصل کنی
	دل کے آئینے میں غور و فکر کر	آہستہ آہستہ صفائی حاصل کر
۴	مگر بوئے از عشق مستت کند	طلبگارِ عہدِ الستت کند
	شاید عشق کی خوشبو تجھے مست کر دے	الست کے اقرار کا تجھے طلب گار بنادے
۵	نہ پائے طلب رہ بدینجا بری	وزینجا ببالِ محبت پری
	طلب کے پاؤں سے تو یہاں تک راستہ طے کریگا	اور اس جگہ تو محبت کے پروں سے اڑیگا
۶	بدرّد یقیں پردہ ہائے خیال	نماند سراپردہ الّا جلال
	خیال کے پردوں کو یقین چاک کر دیگا	جلال کے علاوہ خیمہ گاہ کا کوئی پردہ نہ رہے گا

(۱) بمردم: مرگیا ہوں میں۔ دریں: اس میں۔ موجِ دریائے خون: خون کے دریا کی موج۔ کز و: کیونکہ اس سے۔ نبردہ ست: نہیں لے گیا ہے۔ بروں: باہر۔ (۲) طالبی: تو طالب ہے۔ کیں: کہ اس کو یہ۔ طے: قطع۔ کنی: کرے تو۔ نخست: پہلے۔ اسپ: گھوڑا۔ باز آمدن: واپس آنا۔ پے کنی: کاٹے تو۔ پہلا کنی کاٹے کی پیش کے ساتھ دوسرا زبر کے ساتھ۔ (۳) تامّل: غور و فکر۔ آئینہ: شیشہ۔ کنی: کرے تو۔ صفائی: پاکیزگی۔ بتدریج: درجہ بدرجہ، آہستہ آہستہ۔ (۴) مگر: شاید۔ بوئے: خوشبو۔ از عشق: عشق کی نسبت تجھ کو۔ مست کند: مست کرے۔ طلبگار: طلب کرنے والا۔ عہد: وعدہ۔ الست: نہیں ہوں میں۔ عہدِ الست: وہ معاہدہ جو تمام بنی نوع انسان نے روزِ ازل اللہ کے سامنے کیا تھا۔ (۵) پا: پاؤں۔ طلب: تلاش و جستجو۔ رہ: راستہ۔ بدیں جا: اس جگہ تک۔ بریں: لے جائے گا تو۔ وزیں: اصل و ازایں: اور اس جگہ سے۔ بال: پر۔ پری: اڑیگا تو (۶) بدرّد: پھاڑ دیگا۔ پردہ ہا: پردے۔ نماند: نہیں رہے گا۔ سراپردہ: گھر کا پردہ۔ الّا: سوائے۔ جلال: بزرگی۔

تشریح: (۱) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے بحرِ معرفتِ حق میں اپنی تجرباتی غوطہ زنی کو بیان کیا ہے کہ جب میں نے معرفتِ حق کے سمندر میں غوطہ زنی کی تو فنا فی اللہ کی تہ تک پہنچ گیا۔ پھر کیا تھا۔ بحرِ معرفت کی تہ سے بقا کے تمام پوشیدہ راز حاصل ہو گئے۔ اور جس پر بقا کا بھید کھل جاتا ہے تو اسے دنیوی عظمت کے تمام عجوبے فنا ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ آخر دُنیا فانی ہے۔ فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا۔ (۲) اس شعر میں شیخ سعدیؒ معرفتِ حق کے ہر طلبگار کو نصیحت آموز سبق دے رہے ہیں کہ کوئی اہلِ نظر اگر راہِ سلوک کا مسافر ہونا پسند کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ دنیوی مال و منال کو (تیرنے کیلئے) کشتی کے پانی کی طرح حسبِ ضرورت استعمال کرے۔ قوتِ لایموت کا وطیرہ اپنائے اور بس اس سے زیادہ کی طلب نہ کرے اور دنیا و مافیہا سے یوں کنارہ کش ہو جائے کہ یہ دنیا کا نہ دنیا اس کی۔ اگر ہے تو صرف ذاتِ حق ہے۔ جب معرفتِ حق کا طلبگار اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کر لے گا تو منزلِ مقصود ضرور ملے گی۔ (۳) جب عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو جمع کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو اپنا جلوہ دکھایا تھا! اسی وقت سے معرفتِ حق کی قوت و صلاحیت انسان کے اندر پائی جاتی ہے۔ اس لیے انسان مسلمان ہو یا کافر اس میں معرفتِ حق یا قبولِ حق کی شناسائی موجود ہے۔ اگر کوئی انسان کافر ہے تو ایمان کی روشنی قبول کر کے اپنے دل کو تمام آلائشوں سے پاکیزہ کرے۔ اگر کوئی انسان مسلمان ہے تو اپنے دل کو گناہوں کی غلاظت سے صاف شفاف کرتے ہوئے خانۂ دل میں توحید کو بسالے۔ ہو سکتا ہے کہ اُسکے دل پر حق تعالیٰ کی تجلی کا ظہور ہو جائے اور الستُ بربکم کے جواب "بلیٰ" کہنے کو واقعی صحیح طور پر ثابت کرنے کیلئے اعمالِ صالح و تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کی سچی تفسیر بن جانے کی تڑپ پیدا کر لے۔ جب آئینۂ دل کی جلا سے خوفِ الٰہی و فکرِ آخرت کا چمکتا ہوا جوہر حاصل ہو گا تو پھر دُنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ بن کر رہنے کو ترجیح دے گا اور اسی زندگی سے مسرور ہو گا۔

(۴) یہ شعر پہلے شعر ۳ کا تتمہ ہے۔ اہلِ سلوک کے نزدیک مراقبہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اہلِ سلوک حلقۂ ذکر کی محفلیں سجاتے ہوئے دل پر اللہ اللہ کی ضرب لگا کر دل کو صیقل کرتے ہیں اور مراقبہ میں تصورات کے ذریعے رحمتِ الٰہی اور نورِ معرفت کی بارش کا تصور باندھ کر دل پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا انتظار کرتے ہیں جس سے نہ صرف دل کو روحانی غذا میسر ہوتی ہے بلکہ نورانیت کا مٹھاس اپنی لذتوں کا احساس دلاتا ہے۔ اس شعر میں شیخ سعدی نے اہلِ سلوک کے اسی طریقۂ کار کی تلقین ہی نہیں کی بلکہ عہدِ الست کے ایفائے عہد ایسے نتائج کی برآمدگی کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ (۵) پہلے شعر ۳ میں شیخ سعدیؒ نے آئینۂ دل کو صاف کرنے کیلئے اہلِ سلوک کے طریقۂ کار اپنانے اور اس سے برآمد ہونیوالے نتائج کی طرف اشارہ کیا تھا! اب اس شعر میں صفائیٔ قلب حاصل ہونے والے مقام کی رفتار کا تذکرہ کیا ہے یعنی کثرتِ ذکر و عبادت سے صفاتِ قلب (دل کی صفائی) کا مقام حاصل ہونے تک راہِ سلوک کے مُسافر کی رفتار ایسے ہوتی ہے جیسے وہ پیدل سفر کر رہا ہو لیکن جب اسے صفائیٔ قلب کے بعد دل پر تجلیٔ حق کا پَرتو محسوس ہوتا ہے تو پھر دل میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت جاگزیں ہو جاتی ہے۔ اب وہ پیدل نہیں بلکہ محبت کے پَروں سے پرواز کرنے لگ جاتا ہے پھر وہ شوق و محبت کے شہپروں پر اتنی اونچی اڑان اڑتا ہے کہ جمالِ حق تک پہنچنے میں لمحہ بھر کی تاخیر نہیں ہوتی۔ (۶) اہلِ سلوک پہلے پہل حلقۂ ذکر اور مراقبہ کے ذریعے تصورات کی دُنیا میں معرفتِ حق کے حصول کیلئے نتائج برآمد کرنے میں سرگرداں رہتے ہیں۔ دل پر اللہ اللہ کی ضربیں بلکہ جسم کے ہر عضو پر اللہ اللہ کی ضربیں لگاتے ہیں۔ نفس کُشی کی تلوار سے اپنے جذبوں کا خون کر کے نفس کے ساتھ جہادِ اکبر کا فریضہ ادا کرتے ہیں جب نفس کی سرکشی ٹوٹ جاتی ہے تو پھر خواہشات کے گھوڑے پر سوار ہو کر تصورات کے تمام پردے چاک کر دیتے ہیں۔ یوں نفس اور خواہش دونوں غلام بن جاتے ہیں کسی بادشاہ نے فقیر سے کہا کہ تمہیں کسی چیز کی حاجت ہو تو مجھے بتاؤ میں پوری کر دونگا! اس فقیر نے جواب دیا کہ میں اپنے غلاموں کے غلام سے حاجت براری کیسے کرا سکتا ہوں فقیر کے جواب پر بادشاہ متعجب ہوا فقیر نے کہا کہ تو نفس اور خواہش کا غلام ہے جبکہ نفس اور خواہش میرے غلام ہیں۔ اس مقام کے بعد تصورات و خیالات کی دُنیا ہوتی ہے۔ بلکہ طریقت و حقیقت کی حد شروع ہو جاتی ہے کیونکہ اس مقامِ محبت و شوق پر راہِ سلوک کا مسافر بر ملا ذاتِ حق کے سامنے ہوتا ہے رسول علیہ السلام کے ارشاد کا مفہوم بھی یہی ہے کہ عبادت ایسے کرو گویا کہ حق تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو"۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اسی مقامِ سلوک کو بیان کیا ہے

#	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۱	دگر مرکب عقل را پویہ نیست	عنانش بگیرد تحیر کہ ایست
	پھر عقل کی سواری کیلئے کوئی رفتار نہیں ہے	حیرت اس کی باگ پکڑے گی کہ کھڑی رہ
۲	دریں بحر جز مردِ داعی نرفت	گم آں شد کہ دنبالِ راعی نرفت
	اس سمندر میں ہدایت کرنیوالے کے سوا کوئی نہیں گیا	وہ گم ہوا جو چرواہے کے پیچھے نہ چلا
۳	کسانے کہ زیں راہ برگشتہ اند	برفتند بسیار و سرگشتہ اند
	جو لوگ اس راستے سے منحرف ہوئے ہیں	وہ چلے ہیں اور بہت پریشان ہوئے ہیں
۴	خلافِ پیمبر کسے رہ گزید	کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
	جس نے پیغمبر کے خلاف راستہ اختیار کیا	وہ ہرگز منزل کو نہ پہنچے گا،
۵	مپندار سعدی کہ راہِ صفا	تواں رفت جز بر پئے مصطفٰےؐ
	اے سعدی یہ نہ خیال کر کہ نجات کا راستہ	آنحضورؐ کے نشانِ قدم کے خلاف بھی چلا جاسکتا ہے

(۱) دگر: پھر۔ مرکب: سواری۔ را: کو۔ پویہ: دوڑ، رفتار۔ نیست: نہیں ہے۔ عناں: باگ۔ بگیرد: پکڑے گی۔ تحیر: حیرت۔ ایست: ٹھہر حقیقت بے نقاب ہوتی ہے۔ (۲) دریں: اس میں۔ بحر: سمندر۔ جز: سوائے مردِ داعی: دعوت دینے والا مرد، مراد حضرت محمدؐ ہیں۔ نرفت: نہیں گیا۔ آں: وہ۔ شد: ہو گیا۔ دنبال: پیچھے۔ راعی: نگران چرواہا (۳) کسانیکہ: جو لوگ کہ۔ زیں: اس سے۔ برگشتہ اند: پھر گئے ہیں برفتند: چلے ہیں۔ بسیار: بہت۔ سرگشتہ: حیران ہوئے ہیں۔ (۴) خلاف: برخلاف۔ پیمبر: اصل پیام بر، رسولؐ کہتے: کہ، جس کسی نے کہ۔ راہ: راستہ۔ گزید: اختیار کیا۔ کہ: کسے کے ساتھ لگ کر اسم موصول۔ بمنزل: منزل تک۔ نخواہد رسید: نہیں پہنچ سکے گا۔ (۵) مپندار: مت خیال کر۔ سعدی: حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا تخلص۔ راہِ صفا: پاکیزگی مراد راہِ معرفت۔ تواں رفت: چل سکتے ہیں۔ جز: بغیر۔ برپئے: قدموں پر مراد متابعت۔ مصطفٰےؐ: حضرت محمدؐ کا صفاتی نام۔

تشریح: (۱) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے راہِ سلوک کے مُسافر کی پرواز کا آخری مقامِ سلوک کی طرف اشارہ کیا ہے جب بندے کے دل میں محبت و شوق کے تمام پردے ہٹ جاتے ہیں تو تجہ وہ دل تجلیاتِ ربانی کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور پھر تجلیات و انوار کی موسلا دھار بارش عقل کے تمام پردوں کو کاٹ کر راہِ سلوک کے مسافر کو حیران کر دیتی ہے کیونکہ سلوک کا یہ مقام ایسا مقام ہوتا ہے جس کی سرحدیں براہ راست حق تعالیٰ کی معرفت کے سمندر سے جا ملتی ہیں۔ یہ بندہ رہتا دنیا میں ہے لیکن اس کی پرواز ساتوں آسمانوں سے بھی اوپر ہوتی ہے۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ۔ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ ترجمہ: جو اللہ کا ہو گیا، اللہ اُس کا ہو گیا۔ کا صحیح مصداق ہوتا ہے۔ (۲) معرفتِ حق کا آخری مقام یہ ہے کہ بندہ اور ذاتِ حق بالکل آمنے سامنے ہوں اس مقام کو پہنچنے والی ہستی صرف محمد مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات ہے معراج کے موقع پر بالمشافہ اور انتہائی قرب کے حصول کا شرف انہی کے نصیبے میں تھا قرب کی انتہا کا ذکر قرآن مجید میں فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے الفاظ میں بھی کیا گیا یعنی کمان کے سِروں کے درمیانی فاصلے سے بھی کم فاصلہ تھا جبکہ موسیٰؑ نے تجلیات و انوارات کی بے پناہ بارش دیکھ کر دُنیا میں ہی تجلی ربانی کی فرمائش کر دی۔ کوہِ طور سُرمہ ہو گیا اور خود موسیٰؑ بیہوش ہو گئے۔ موسیٰؑ کی قوم کے چالیس سرداروں نے بھی حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً۔ یہانتک کہ ہم کھلی آنکھوں سے اللہ کو دیکھ لیں، کی ضد کر لی بجلی کی کڑک اور آواز برداشت نہ کر سکے، وہیں ختم ہو گئے موسیٰؑ کی دُعا سے پھر زندہ ہو گئے۔ ان تمام قرآنی مشاہدات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا وہ مقام نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کو بالمشافہ دیکھا جا سکے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کون و مکاں کے تمام مراحل طے کرتے ہوئے معجزۂ معراج کی صورت میں بلند ترین پرواز کر کے لامکاں مقام تک رسائی حاصل کی تب کہیں جا کر لامکاں ذات کا بالمشافہ قرب حاصل کیا اور لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (اسے کوئی آنکھ ادراک نہیں کر سکتی)، کی حقیقت کے تناظر میں شیخ سعدیؒ کے متذکرہ شعروں میں واضح طور پر اجاگر ہوئی ہے۔ (۳) چونکہ رسُول علیہ السلام نے معرفتِ حق کے سمندر کا براہ راست سفر کیا ہے اور بالمشافہ ذاتِ حق کا مشاہدہ کیا ہے اس لئے راہِ سلوک کے مسافر کیلئے ضروری ہے کہ وہ رسُول علیہ السلام کے نقش قدم پر چل کر سلوک و احسان اور معرفت کے مراحل و منازل طے کرے۔ جو شخص بھی پیغمبرِ حق کے طریقہ کار سے ہٹ کر یہ راہ چلی وہ گمراہی کی دلدل میں پھنس گیا۔ کیونکہ یہ سمندر ایسا ظلمت کدہ ہے کہ رسول علیہ السلام کی رہبری کی روشنی کے بغیر اس میں چلنا ناممکن ہے شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں یہی بھید کھولا ہے۔ (۴) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ایک طے شدہ فیصلہ کرتے ہوئے راہ معرفت کے مُسافر کی توجہ اس طرف مبذول کی ہے کہ پیغبر علیہ السلام کی تعلیمات سے ہٹ کر کوئی کام بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پیغبر علیہ السلام کی نسبت و تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم و دائم ہوتی ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام کی تربیت خود حق تعالیٰ کی ذات ہی براہ راست کرتی ہے۔ ہر عام و خاص انسان کو معلوم نہیں ہوتا کہ اطاعت کا کونسا ایسا طریقہ ہے جس کو اپنا کر انسان ذاتِ حق کی رضا جوئی حاصل کر سکے۔ یہ بات پیغبرِ خدا کی تعلیم و تربیت سے حاصل ہوتی ہے پیغبر کی تربیت سے خالی (انسان کی) زندگی جنگل کے درخت جیسی ہے جو دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث ٹیڑھا ہوتا ہے اسکی شاخیں بے ڈھنگی ہوتی ہیں۔ پیغبر کی تعلیم و تربیت انسانی زندگی کی تراش خراش کر کے رضائے الٰہی کے قابل بنا دیتی ہے۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے مخاطب کرتے ہوئے انتباہ کیا ہے کہ رسول علیہ السلام کی اتباع کے بغیر ذاتِ حق کی معرفت ناممکن ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (جس نے رسول علیہ السلام کی تابعداری کی تو اللہ تعالیٰ کی ذات خود اس (متبع) سے محبت کرتے ہیں۔ طالب کے لیے مطلوب کا وصال ہی معرفت و معراج کہلاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغبر کی اتباع کو معرفت و معراج کی شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں یہی کہا ہے کہ اے سعدی اپنے دل سے یہ خیال ہی نکال دو کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر معرفت و معراج کا مقام اور محبوب (ذاتِ حق) کا وصال نصیب ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ سعدیؒ کے نزدیک یہ ناممکن ہے۔

در نعت سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات

سرورِ کائنات کی تعریف میں۔ ان پر بہترین درود نازل ہوں

کریم السجایا جمیل الشیم	۲	نبیُّ البرایا شفیعُ الاُمم
شریف عادتوں والے، حسین خصلتوں والے		خلائق کے پیغمبر امتوں کے شفاعت کرنیوالے
امامِ رسل پیشوائے سبیل	۳	امینِ خدا مہبطِ جبرئیل
رسولوں کے امام راستے کے پیشوا		خدا کے امین جبرائیل ؑ کے اترنے کی جگہ
شفیعُ الوریٰ خواجۂ بعث و نشر	۴	امامُ الہدیٰ صدرِ دیوانِ حشر
مخلوق کے شفیع، قیامت کے سردار		ہدایت کے امام قیامت کی کچہری کے صدر
کلیمے کہ چرخِ فلک طورِ اوست	۵	ہمہ نورہا پرتوِ نورِ اوست
ایسے کلام کرنے والے کہ چرخِ فلک آپ کا طور ہے		تمام نور ان ہی کے نور کا سایہ ہیں

(۱) نعت: وہ منظوم کلام جس میں حضرت نبی کریم ؐ کی تعریف ہو۔ سرور: سردار، کائنات: خدا کے سوا ہر چیز۔ علیہ: انکے اوپر۔ افضل: بہترین۔ صلوات: جمع صلوٰۃ، درود۔ (۲) کریم: شریف۔ السجایا: جمع سجیۃ، عادت۔ جمیل: خوبصورت۔ الشیم: جمع شیمۃ، عادت۔ نبی: خدائی خبریں دینے والا۔ البرایا: جمع بریۃ، مخلوق۔ شفیع: سفارشی۔ اُمم: جمع اُمت، اُمتیں۔ (۳) امام: پیشوا، پیشوا: آگے چلنے والا۔ سبیل: راستہ۔ امین: امانتدار۔ خدا: اللہ تعالیٰ۔ مہبط: اترنے کی جگہ۔ جبرئیل: مقرب فرشتہ جو نبیوں پر وحی لیکر آتا ہے۔ (۴) وریٰ: مخلوق۔ خواجہ: سردار۔ بعث: اٹھانا یعنی قبروں سے۔ نشر: پھیلانا یعنی محشر میں، مراد روزِ قیامت۔ ہدیٰ: جمع ہدایت۔ صدر: بالانشین۔ دیوان: کچہری۔ حشر: محشر۔ (۵) کلیم: خدا سے کلام کرنیوالا موسیٰ ؑ کا لقب۔ چرخ: گھومنے والا، مراد آسمان۔ فلک: آسمان۔ طور: فلسطین کا وہ پہاڑ جس پر موسیٰ ؑ کو نبوت ملی تھی۔ ہمہ نورہا: تمام نور۔ پرتو: سایہ۔

تشریح: (۱) یہ اگرچہ شعر نہیں لیکن رسول علیہ السلام کی نعت کے عنوان سے ایک نیا باب شروع ہو رہا ہے۔ حمد، نعت اور مدح ان تینوں کا معنی تعریف کرنا ہے۔ حمد ایسی تعریف کو کہتے ہیں جس میں احسان کا ہونا یا نہ ہونا لازمی نہیں چونکہ حمد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اسلئے اگر کسی پر اس کا احسان نہ بھی ہو تاب بھی اللہ تعالیٰ کی ذات حمد و ثنا کے لائق ہے۔ عرفِ عام میں رسول علیہ السلام کی تعریف کیلئے نعت کا لفظ خاص طور پر شہرت پا چکا ہے اسلئے شیخ سعدیؒ نے بھی نعت سرورِ کائنات کا عنوان دیا ہے۔ رسول علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو جنت کا راستہ دکھایا ہے۔ یہ ایک ایسا احسان ہے جس کا بدلہ چکانا ناممکن ہے چونکہ نعت کیلئے احسان کا ہونا ضروری ہے۔ اُمتِ محمدیہ پر رسول علیہ السلام کے بہت سے احسانات ہیں لہٰذا رسول علیہ السلام کی تعریف کیلئے نعت کا لفظ مخصوص ہے۔ مدح عام ہے ہر شخص کی پسند و نظر کے مطابق ہر چیز کی مدح کی جا سکتی ہے۔ (۲) شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں رسول علیہ السلام کی خصلتوں کا تذکرہ کیا ہے وہ صداقت کا پیکر، امانت و دیانت کا خوگر، ہنگامہ آرائیوں اور شور و شغب سے دور، مناظرِ فطرت کا مطالعہ کرنا رسول علیہ السلام کی خصوصیات میں شامل تھا۔ دوسرے مصرع میں شیخ سعدیؒ نے رسول علیہ السلام کی نبوتِ عامہ اور ختمِ نبوت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس میں رسول علیہ السلام کی تعریف کا انوکھا انداز بیان کیا گیا ہے کہ آپ صرف انسانوں کے ہی نہیں بلکہ جنات کے بھی پیغمبر ہیں۔ آپکی رسالت کی گواہی زمین و آسمان، جبال و پہاڑ و بیابان، آفتاب و مہتاب اور کائنات کی ہر چیز نے دی ہے۔ آپ کسی خاص قبیلے یا خاندان، شہر یا علاقے کیلئے نبی بنکر نہیں آئے بلکہ کل عالم کے پیغمبر ہیں۔ روزِ محشر میں آپ کی شفاعت عام ہوگی سوائے آپکے اور کوئی پیغمبر بھی شفاعت کیلئے تیار نہ ہوگا۔ (۳) شبِ معراج میں رسول علیہ السلام نے مسجدِ اقصیٰ میں تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز کی امامت کرائی تھی چنانچہ آپ امام الانبیاء قرار پائے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کر کے آپ کی نبوت و رسالت کے اقراری ہوئے اور وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الخ کی عملی تصدیق کر دی۔ اس شعر کے پہلے مصرع میں اسی طرف اشارہ ہے جبکہ دوسرے مصرع میں شیخ سعدیؒ نے رسول علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا امین قرار دیا ہے اسلئے کہ قرآن مجید کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے جو امانت سونپی تھی اسکو پوری پوری دیانت کے ساتھ اشرف المخلوقات (انسان) تک پہنچا دیا تھا وحیِ الٰہی پہنچانے کا کام حضرت جبریل ؑ کے سپرد تھا اسلئے آپ جبریل ؑ کی منزلِ مقصود قرار پائے۔ اس شعر کے دوسرے مصرع میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (۴) شیخ سعدیؒ نے اس شعر کے پہلے مصرع میں رسول علیہ السلام کو شفیع الوریٰ کے لقب سے یاد کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوقات کی سفارش کا اعزاز حضرت رسول علیہ السلام کو حاصل ہوگا۔ روزِ محشر میں مخلوق کے حساب کتاب کا آغاز آپ کی سفارش پر ہوگا۔ چونکہ رسول علیہ السلام مقصودِ کائنات ہیں اس لیے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کو بہت بڑے اعزاز سے نوازے گا یعنی روزِ محشر بھی آپ سرداری کے مقام پر فائز ہوں گے۔ شعر کے دوسرے مصرع میں شیخ سعدیؒ نے دربارِ الٰہیہ میں سربراہی کا منصب بھی آپ ہی کے سپرد ہونے کا اشارہ کیا ہے اور آپکے امام الانبیاء ہونے کے باعث ہدایت سے وابستہ تمام افراد کی سربراہی بھی آپ کے سپرد تھی۔ ان اشعار میں شیخ سعدیؒ نے رسول علیہ السلام کی تعریف و نعت کا حق ادا کر دیا ہے۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے حضرت موسیٰ ؑ کی تمثیل میں تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی کا موازنہ رسول علیہ السلام کے ساتھ واقعہ معراج کے موقع پر بالمشافہ کلام کرنے کی صورت میں کیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ۔ اللہ تعالیٰ کسی انسان سے ہمکلام نہیں ہوتا مگر وحی کی حالت میں پردے کے پیچھے یا فرشتے کے ذریعے پس وہ جس سے چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے جب حضرت موسیٰ ؑ اپنی قوم کے چالیس سرداروں کو کوہِ طور پر لیکر گئے تھے تو اس وقت پردے کی اوٹ میں ہمکلامی ہوئی تھی جب مدین سے مصر کی طرف اپنی اہلیہ کیساتھ جا رہے تھے تو درخت سے آگ نظر آئی چنانچہ آپ آگ لینے کیلئے گئے تو آواز آئی: اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ترجمہ: اپنے جوتے اتار دو میں تیرا پروردگار ہوں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ ؑ کو ہمکلامی کا شرف تو حاصل ہوا ہے لیکن پردے کے پیچھے مگر رسول علیہ السلام نے کون و مکاں عبور کر کے لامکاں میں فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی انتہائی قرب کی آخری حد چھو کر بالمشافہ ہمکلامی کا شرف حاصل کر لیا لہٰذا موسیٰ ؑ و دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رسول علیہ السلام کا موازنہ کرنا تعجب خیز ہے۔ اس شعر کے دوسرے مصرع میں تخلیقِ کائنات سے قبل رسول علیہ السلام نے نور کی تخلیق کا ذکر کیا ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ترجمہ: وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن ہے۔ یہ مقام صرف ذاتِ باری تعالیٰ کو حاصل ہے رسول علیہ السلام کا مقام کل کائنات سے بلند تر سہی لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کے بالمقابل نہیں لایا جا سکتا بہرحال بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ رسول علیہ السلام کے نور کا اور دیگر مخلوقات رسول اللہ ؐ کے نور کا پرتو بایں معنی ہو سکتے ہیں کہ آپ ایمان و توحید اور قرآن و ہدایت کا سرچشمہ ہیں یہ تمام اشیاء نور ہیں جو کہ آپ کا پرتو ہیں جیسا کہ اَلْعِلْمُ نُوْرٌ وَالْمَعْصِیَةُ ظُلْمَةٌ ترجمہ: علم نور ہے اور گناہ تاریکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے علم وہ ہے جس سے اللہ کی معرفت اور فکرِ آخرت حاصل ہو اور معصیت وہ ہے جس سے یہ دونوں چیزیں حاصل نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول علیہ السلام کو علم دیا اسی سرچشمہ علم سے تمام انبیاء و اولیاء سیراب ہوئے۔ علم ایک خاص نور ہے جو دل پر ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام آفاقی علوم و معارف کا منبع رسول علیہ السلام کو بنایا تھا جو کہ تخلیق کے اعتبار سے سب سے اول ہے۔ اس شعر میں تمام انوار کا پرتو رسول علیہ السلام کے نور کو قرار دینے سے یہی مقصود ہے۔

نہ کہ مجسم نور۔ کیونکہ نور کا جسم نہیں ہوتا اور نہ ہی سمت ہوتی ہے۔

(۱) یتیمے کہ: ایسا یتیم کہ۔ ناکردہ درست: درست نہ کیے ہوئے۔ چند: کتنے۔ ملت: مذہب۔ بشست: دھو ڈالے۔ قرآن: مسلمانوں کی آسمانی کتاب۔ (۲) چو: جب۔ عزم: پختہ ارادہ۔ برآہیخت: کھینچی۔ شمشیر: تلوار۔ بیم: خوف مراد غضب۔ بہ: برائے۔ معجز: معجزہ نبی کا ایسا فعل جس کا مقابلہ کرنے سے ساری دنیا عاجز ہو۔ میان: کمر۔ زد: کردی۔ دو نیم: دو حصے۔ (۳) صیت: شہرت۔ افواہ: جمع فوہ منہ مراد زبان۔ فتاد: پڑی۔ تزلزل: ہل جانا مراد زلزلہ۔ ایوان: محل۔ کسریٰ: ایرانی بادشاہوں کا لقب خصوصاً نوشیروان کا۔ (۴) بہ: ساتھ۔ لا: کلمہ طیبہ کا پہلا حرف۔ قامت: قد مجسمہ۔ لات: بت جو بنی ثقیف کا معبود تھا۔ بشکست: توڑ ڈالا۔ خرد: چھوٹا۔ اعزاز: عزت دینا۔ آب: پانی، رونق۔ عزیٰ: بت جسے بنو غطفان پوجتے تھے۔ ببرد: لے گیا۔ (۵) برآورد گرد: گرد نکالی۔ توراۃ: آسمانی کتاب جو موسیٰؑ پر اتری تھی۔ انجیل: وہ کتاب جو عیسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔ منسوخ کرد: منسوخ کردیا یعنی قرآن کو نافذ کرکے انکے احکام کا نفاذ ممنوع کردیا۔ (۶) شبے: ایک رات۔ برنشست: سوار ہوئے۔ فلک: آسمان۔ برگزشت: گزر گئے۔ تمکین: عزت۔ جاہ: مرتبہ۔ ملک: فرشتہ۔ درگزشت: گزر گئے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست	۱	کتب خانۂ چند ملت بشست
ایسے یتیم کہ (مکتب میں) قرآن پڑھے بدون		کتنے مذہبوں کے کتب خانے دھوڈالے
چو عزمش برآہیخت شمشیرِ بیم	۲	بمعجز میانِ قمر زد دو نیم
جب ان کے ارادے نے قوت کی تلوار سونتی		معجزہ کے ذریعے چاند کی کمر کے دو ٹکڑے کردیئے
چو صیتش در افواہِ دنیا فتاد	۳	تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد
جب آپ کا شہرہ دنیا کے منہ میں پڑا		کسریٰ کے محل میں زلزلہ آگیا
بلا قامتِ لات بشکست خرد	۴	باعزازِ دیں آبِ عزیٰ ببرد
لا کے ذریعہ لات کا قد چورا کر دیا		دین کی عزت کے ذریعہ عزیٰ کی آبرو ختم کردی
نہ از لات و عزیٰ برآورد گرد	۵	کہ توریت و انجیل منسوخ کرد
نہ صرف لات اور عزیٰ کی دھول اڑائی		بلکہ توریت اور انجیل کو منسوخ کردیا
شبے برنشست از فلک برگزشت	۶	بتمکین و جاہ از ملک درگزشت
ایک شب کو سوار ہوئے تو آسمان سے گذر گئے		عزت اور مرتبے میں فرشتے سے آگے نکل گئے

تشریح: (۱) یہ شعر پہلے شعر ۵ کی تائید کر رہا ہے کیونکہ پہلے شعر میں کہا گیا تھا رسول علیہ السلام کا نور تمام انوار کا پرتو ہے۔ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ نُوْرِيْ۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا کو بطور دلیل پیش کیا اس شعر میں علوم و معارف کا منبع قرآن کو پڑھنے اور اسے سمجھنے کے حوالے سے بات کی ہے جبکہ آپ اُمّی تھے۔ دنیا کے کسی روایتی سکول و مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ اس کے باوجود قرآن مجید ایسی کتاب جس نے تورات و انجیل اور زبور کو منسوخ کر کے اپنے وقت کے بڑے بڑے ماہرین علوم و معارف کو ان پڑھ ہونے کے باوجود مات دے دی۔ اس شعر میں رسول علیہ السلام کی ذات کے حوالے سے خاص طور پر لفظ یتیم کا تذکرہ کیا۔ وہ اس لیے کہ والدین اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے کوشاں رہتے ہیں جبکہ یتیم صحیح دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث تعلیم کے زیور سے محروم رہتا ہے۔ لیکن رسول علیہ السلام ایسے یتیم ہیں کہ وہ ان پڑھ (اُمّی) ہونے کے باوجود ان کے سامنے علوم و معارف کا بڑے سے بڑا ماہر بھی نہیں ٹھہر سکا چنانچہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ رسول علیہ السلام کے مناظرے شاہد ہیں (۲) انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے عزم و ارادے کی ایسی قوت رکھی ہے کہ ارادوں میں پختگی رکھنے والا شخص پوری دنیا سے ٹکرا جاتا ہے لیکن اپنے ارادوں کو نہیں بدلتا۔ مقام نبوت سے قطع نظر دنیا میں بہت سے لوگ ایسے آئے جنہوں نے اپنے ارادوں کی تکمیل کے لیے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ مثال کے طور پر سومنات کی زبوں حالی اور ہندوستان پر سترہ حملے سلطان محمود غزنوی کے پختہ عزم کی دلیل ہے۔ بے سروسامانی کے باوجود طاغوتی طاقتوں کے سامنے مجاہدین اسلام کا سینہ سپر ہونا مضبوط ارادوں کا بیّن ثبوت ہے۔ رسول علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد تمام صحابہ کرامؓ کا ثابت قدم رہنا ارادوں کی تکمیل کے حوالے سے بہت بڑا کارنامہ ہے۔ مقام نبوت پر فائز ہستی کے ارادوں کی مضبوطی کا کیا کہنا کہ انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا (۳) اس شعر میں رسول علیہ السلام کے شہرۂ آفاق واقعہ ولادت کے حوالے سے بڑے بڑے ایوانوں کے لرز اٹھنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب رسول علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو عین اس وقت کسرائے ایران کے محلوں میں زلزلہ آگیا تھا۔ اور قیصر روم کے کنگرے گر گئے چونکہ اُس وقت روم و ایران بڑی طاقتیں تھیں رسول علیہ السلام جب کسی سردار قریش کو اسلام کی دعوت دیتے تھے تو قیصر و کسریٰ کی فتح پر مشتمل بشارت بھی ساتھ دیتے تھے۔ سراقہ جب رسول علیہ السلام پر حملہ آور ہوا تھا آپ نے فرمایا کہ اے سراقہ میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس اسلوب نبوت سے یہ پیغام دینا مقصود تھا کہ جو بھی رسول اللہ ﷺ کے موقف پر عملدرآمد کرے گا ساری دنیا کی طاغوتی قوتیں اس کی ٹھوکروں میں ہونگی۔ (۴) رسول علیہ السلام کی تعلیم کا پہلا درس توحید ہے۔ اس نے دنیائے کفر و شرک میں کہرام مچا دیا تھا۔ پیغام توحید سے بڑے بڑے ایوانوں میں ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ اس سے لَآ اِلٰهَ کی ایسی تلوار چلی کہ بادشاہوں کی حکومتیں اور سرکشوں کی گردنیں کٹ گئیں۔ پجاریوں کے تمام معبودانِ باطلہ اوندھے منہ گر پڑے لَآ اِلٰهَ کی اسی تاثیر کو شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں بیان کیا ہے اور لات و عزیٰ کے پاش پاش ہونے کی مثال دیکر تمام بتانِ آذر کی بیخ کنی کر دی ہے (۵) اس شعر کے پہلے مصرع میں شیخ سعدیؒ نے لات و عزیٰ کی تباہی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ اشارہ کیا ہے کہ رسول علیہ السلام نے لَآ اِلٰهَ کی تلوار سے لات و عزیٰ کی بربادی کے پس منظر میں درحقیقت لوگوں کے دل و دماغ سے ذہنی و نظریاتی غلاظت کو دھو دیا ہے اور اس شعر کے دوسرے مصرع میں یہ اشارہ کیا ہے کہ دل و دماغ کی پاکیزگی کیلئے علمی و عملی امراض کا علاج بھی ضروری ہے چنانچہ تحریف شدہ تورات و انجیل کو منسوخ کر کے علمی و عملی بیماریوں کا شافی علاج کر کے اُس کا رُخ قرآن کی طرف موڑ دیا جو کہ ان کی ناسخ کتاب ہے۔ (۶) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے واقعہ معراج کی طرف اشارہ کر کے یہ باور کیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ رسول ﷺ نے دنیا کے بڑے سے بڑے تخت و تاج کو تاراج کیا ہے بلکہ براق پر سوار ہو کر سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے لامکان تک ایسے پہنچے کہ تمام نورانی مخلوق کے بلند مرتبہ ملائکہ کے مقام کو عبور کر کے اتنے آگے چلے گئے کہ آپکے اور ذاتِ حق کے درمیان صرف کمان کے سروں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا حالانکہ جن و انس اور ملائکہ میں سے کوئی بھی اس مقام قرب تک نہ پہنچ سکا۔

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
چناں گرم در تیہ قربت براند	۱	کہ در سدرہ جبریل زو باز ماند
نزدیکی کے میدان میں ایسا تیز دوڑایا		کہ سدرۃ المنتہیٰ پر جبرئیل آپ سے پیچھے رہ گئے
بدو گفت سالار بیت الحرام	۲	کہ اے حامل وحی برتر خرام
کعبہ کے سردار نے اس سے کہا		کہ اے وحی کے حامل آگے بڑھو
چو در دوستی مخلصم یافتی	۳	عنانم ز صحبت چرا یافتی
جب دوستی میں آپ نے مجھے مخلص پایا ہے		تو میری صحبت سے کیوں باگ موڑی ہے
بگفتا فراتر مجالم نماند	۴	بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اس نے کہا آگے جانے کی مجھ میں طاقت نہیں رہی		میں عاجز ہوں اسلئے کہ میرے بازو میں طاقت نہیں رہی ہے
اگر یکسر موئے برتر پرم	۵	فروغ تجلّی بسوزد پرم
اگر ایک بال برابر بھی آگے اڑوں		تو تجلی کی روشنی میرے پر جلا دے
نماند بعصیاں کسے در گرو	۶	کہ دارد چنیں سیّد پیش رو
گناہ کی بدولت کوئی شخص گرفتار نہ رہیگا		جو ایسا سردار پیش رو رکھے گا

(۱) چناں: ایسا۔ گرم: تیز۔ تیہ: وہ میدان جس میں بنی اسرائیل چالیس سال سرگرداں رہے۔ قربت: نزدیکی۔ براند: چلائی۔ سدرہ: بیری کا وہ درخت جو آسمان ہفتم اور عرش اعظم کے درمیان حد فاصل ہے۔ جبریل: مقرب فرشتہ۔ باز ماند: پیچھے رہ گیا (۲) بدو: اس سے۔ گفت: کہا۔ سالار: سردار۔ بیت الحرام: بیت اللہ شریف۔ حامل وحی: وحی کا اٹھانیوالا۔ برتر: اوپر۔ خرام: چل (۳) چو: جب۔ مخلص: بےخلوص۔ اس کے ساتھ جو میم ہے وہ مفعول کی ہے یعنی مجھ کو۔ یافتی: تونے پایا۔ عناں: باگ۔ اسکی میم صحبت کیساتھ مضاف الیہ کے طور پر لگتی ہے۔ چرا: کیوں (۴) بگفتا: اس نے کہا۔ فراتر: اوپر۔ مجال: طاقت۔ نماند: نہیں رہی۔ بماندم: میں تھک گیا ہوں۔ نیروئے: طاقت۔ بال: بازو۔ پرم: میرے۔ (۵) یکسر موئے: ایک بال برابر۔ برتر: اوپر۔ پرم: اڑوں میں۔ فروغ: روشنی۔ تجلّی: جلوۂ الٰہی۔ بسوزد: جلادے۔ پرم: میرے پر۔ پہلا پرم فعل ہے دوسرا اسم میم کی طرف مضاف۔ (۶) نماند: نہ رہے۔ عصیاں: گناہ۔ کسے: کوئی شخص۔ در: میں۔ گرو: قید۔ دارد: رکھتا ہو۔ چنیں: ایسا۔ سیّد: سردار۔ پیشرو: آگے چلنے والا۔

تشریح: (۱) واقعہ معراج کے موقع پر حضرت جبریلؑ براق لیکر رسول علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ آپ کو رب ذوالجلال کے پاس لامکاں پر جانا ہے رسول علیہ السلام شوق و محبت اور مقام قرب میں اسقدر آگے نکل گئے کہ تمام فرشتوں کا سردار حضرت جبریلؑ سدرۃ المنتہیٰ تک آپکے ساتھ رہے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ جاسکے سدرۃ المنتہیٰ بیری کا ایک درخت اس کے بیر مشکوں سے بھی بڑے ہیں یہ حضرت جبریلؑ کی آخری آماجگاہ ہے جسے رسول علیہ السلام عبور کرکے بہت آگے چلے گئے۔ (۲) جب حضرت جبریلؑ سدرۃ المنتہیٰ پر رکے تو فرمایا کہ آپ تو مجھ پر وحی لاتے ہیں۔ براہ راست کلام ربانی کو سننے سے مشرف ہوتے ہیں اسلئے آپ کو میرے ساتھ اس سے آگے بھی چلنا چاہیئے چونکہ جبریلؑ میں آگے جانے کی سکت نہیں تھی اسلئے وہیں رک گئے۔ (۳) اس شعر میں مسجد الحرام سے بیت المقدس تک اور پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں کی رفاقت سے جو انسیت پیدا ہو گئی تھی اس کا اظہار کرتے ہوئے رسول اللہ نے اپنی وفاؤں کا ذکر کرکے مفارقت سے پیدا ہونے والی کوفت کا اظہار کیا گیا ہے شعر کے دوسرے مصرع میں داغ مفارقت دینے کی وجہ دریافت کی گئی ہے لطف عشق سے خالی لوگ کیا جانیں کہ جدائی کے زہریلے گھونٹ لمحات کو کتنا کڑوا کر دیتے ہیں۔ (۴) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول علیہ السلام کو اتنا بلند مقام عطا فرمایا ہے کہ اس مقام تک حضرت جبریلؑ جیسا مقرب فرشتہ بھی نہ پہنچ سکا یہاں جبریل امینؑ کی تھکان اور بازوؤں میں قوت کا سلب ہونا درحقیقت پیغمبر کی ذات میں نورانیت و روحانیت کے گہرے سمندروں کے موجزن ہونے کا اظہار کیا گیا ہے دریں اثنا یہ باور کیا گیا ہے کہ تخم نبوت سے ظہور نبوت تک پیغمبر علیہ السلام میں نورانی و روحانی اجزا اسقدر سرایت کر چکے ہوتے ہیں کہ اس پیغمبر کے تمام قویٰ اتنے مضبوط ہو جاتے ہیں کہ وہ جبریلؑ جیسے فرشتے کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اس شعر میں یہ بھید کھولنا مقصود ہے بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کراکے امام الانبیاءؑ کا منصب پانے کے ساتھ ساتھ ختم نبوت کا پرچم لہرایا اور سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتوں کے سردار حضرت جبریلؑ کی قوت کا جواب دینا یہ باور کرتا ہے کہ آپ تمام امتوں و انبیاء علیہم السلام اور تمام ملائکہ کے نبی و رسول ہیں۔ ہر پیغمبر نے اپنی اپنی امت کی نمائندگی کرکے رسول علیہ السلام کی اقتدار میں نماز ادا کرکے آپ کی نبوت کا اقرار کیا اور سدرۃ المنتہیٰ پر تمام فرشتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کے سردار جبریلؑ کے قوی جواب دینے کی صورت میں آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ یوں رسول علیہ السلام اپنی امت سمیت تمام سابقہ امتوں کے تمام فرشتوں کے رسول کی حیثیت سے رب ذوالجلال کے حضور انتہائی قرب کے عالم میں حاضری دی۔ اور اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ ہمکلامی کرکے عالم دنیا اور عالم ملکوت کیلئے فخر و ناز کا سامان مہیا کیا۔ بالمشافہ ملاقات کے وقت تمام مخلوقات کی نمائندہ ہستی رسول علیہ السلام کی ذات تھی یا پھر خود اللہ تعالیٰ کی ذات تھی تمام عالمین کے دو بڑے (اللہ و رسولؐ) باہم محو گفتگو تھے۔ ان اشعار میں کچھ ایسی کیفیت کی نشاندہی کی گئی ہے۔ (۵) اس شعر میں حضرت جبریل علیہ السلام کا وہ قول پیش کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے اللہ تعالیٰ کے انوار موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں لہذا یہاں میری نورانی قوت بھی کارگر ثابت نہ ہوگی اگر میں نے آپ کی معیت میں اپنی قوت استعمال کرنے کی کوشش کی تو جل جاؤں گا چنانچہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے آپ کی نورانی قوت کارگر ہو سکتی ہے اس لیئے کہ آپ مقصود کائنات، محبوب رب کائنات ہیں۔ (۶) انسانی فطرت کا تقاضیٰ ہے کہ جب وہ کسی طاقتور یا اثر و رسوخ کے اعتبار سے بڑی شخصیت کا دامن گیر ہو جاتا ہے تو پھر اپنی عملی زندگی کا ہر لمحہ اُسی سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اس شعر میں اسی وابستگی کے تناظر میں شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ جس اُمت کو اتنا عظیم پیغمبر مل جائے (جس کی عظمت کو جبریل امین بھی سلام کرتے ہیں) تو وہ اُمت نافرمانی میں گذشتہ اُمتوں کی طرح اسقدر آگے نہیں بڑھ سکتی کہ اُسے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں گرفتار کیا جائے۔

۱	چه نعت پسندیده گویم ترا	علیکؑ السلام اے نبیؐ الورا
	میں آپ کی پسندیدہ تعریف کیا کروں	اے مخلوق کے نبی آپ پر سلام ہو
۲	درودِ ملک بر روانِ تو باد	بر اصحاب و بر پیروانِ تو باد
	خدا کا درود آپ کی روح پر نازل ہو	آپ کے ساتھیوں اور پیروؤں پر نازل ہو
۳	نخستین ابوبکرؓ پیرِ مُرید	عمرؓ پنجہ بر پیچ دیوِ مُرید
	سب سے پہلے بوڑھے ابوبکرؓ مرید ہیں	عمرؓ سرکش دیو کے پنجہ پھیرنے والے ہیں
۴	خِردمند عثمانؓ شب زنده دار	چهارم علیؓ شاهِ دُلدُل سوار
	عُثمانؓ عقل مند، شب بیدار	چوتھے علیؓ ہیں جو دُلدُل کے سوار بادشاہ ہیں
۵	خُدایا بحق بنی فاطمہؓ	که بر قولِ ایماں کنم خاتمه
	اے خُدا فاطمہؓ کی اولاد کے طفیل	ایمان کے قول پر میرا خاتمہ کر
۶	اگر دعوتم رد کنی ور قبول	من و دستؔ و دامانِ آلِ رسُول
	خواہ تو میری دعا رد کرے یا قبول فرمائے	میں ہوں اور میرا ہاتھ اور آلِ رسُول کا دامن

(۱) چہ: کیا۔ نعت، تعریف۔ پسندیدہ: دل پسند۔ گویم: کہوں میں۔ ترا: تیری۔ علیک: تجھ پر۔ سلام: سلامتی۔ نبی: پیغمبر، خبر دینے والا۔ ورٰی: مخلوق۔ (۲) درود: یہ جب خدا کی طرف منسوب ہو تو اس سے رحمت مُراد ہوتی ہے۔ ملک: بادشاہ، خدا۔ پیروان: پیروی کرنیوالے اُمتی۔ روان: جان۔ باد: ہووے۔ اصحاب: جمع صاحب۔ (۳) نخستین: پہلا۔ ابوبکرؓ: مقرب ترین صحابی اور خلیفۂ رسُولؐ۔ پیر: مُرشد۔ مُرید: ارادتمند۔ عمرؓ: دوسرے مقرب صحابی جو ابوبکرؓ کے بعد دوسرے خلیفہ ہوئے۔ پنجہ برپیچ: پنجہ پھیر دینے والے۔ دیو: شیطان۔ مَرید: سرکش۔ (۴) خردمند: عقلمند۔ عثمانؓ: تیسرے مقرب صحابی جو حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ ہوئے۔ شب: رات۔ زندہ دار: زندہ رکھنے والا۔ چہارم: چوتھا۔ علیؓ: چوتھے مقرب صحابی جو حضرت عثمانؓ کے بعد خلیفہ ہوئے۔ دُلدُل: گھوڑا۔ (۵) خدایا: خدا کے ساتھ الف ندا کا لگا ہوا ہے۔ بحق: حق سے یعنی اُس کے طفیل۔ بنی: بیٹے۔ فاطمہؓ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر، حضرت علیؓ کی زوجہ۔ کہ: برائے بیان۔ قول: بات مُراد لاالٰہ الا اللہ۔ کنم: کر دیجیے میرا۔ م مفعول۔ (۶) دعوتم: میری دُعا۔ رد کنی: رَد کر دے تو۔ ور: اور اگر۔ من: میں۔ دست: ہاتھ۔ داماں: دامن۔ آلِ رسُولؐ کے اہل بیت اور آلؓ اولاد۔

تشریح: (۱) پہلے شعر میں رسُول علیہ السلام کی عظمت کے ضمن میں اُمت محمدیہ کی شان کا تذکرہ (بایں الفاظ) رسُولؐ جیسے باعظمت پیغمبر کی اُمت بھی عظیم الشان ہے کہ اسے گذشتہ اُمتوں کی نافرمانیوں کے سبب ایسا عذاب نہیں دیا جائے گا جس سے اُمت محمدیہ ملیا میٹ ہو جائے کیا گیا۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے رسُول علیہ السلام کے حضور عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے ایسی تعریف کا اظہار کیا ہے جو اس (رسولؐ) کی شایانِ شان ہے یعنی اے نبی آپ پر درود و سلام کی بارش ہو۔ رسول علیہ السلام کو خراج عقیدت پیش کرنیکا اسلوب خود اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الخ ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتے رسول علیہ السلام پر درود و سلام نازل کرتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی درود و سلام بھیجو۔ اس سے بڑھکر رسول علیہ السلام کی اور کیا تعریف ہوگی۔ (۲) فارسی اور اُردو زبان میں درود اور عربی زبان میں صلوٰۃ کہتے ہیں۔ رسول و نبی کے حوالے سے اگر صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد رحمت ہوتی ہے اسی طرح جب درود کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس کا معنی بھی رحمت ہوگا۔ یعنی رسولؐ پر اللہ تعالیٰ کا سلام و رحمت نازل ہو۔ اگر درود یا صلوٰۃ کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ استغفار ہوگا یعنی تمام فرشتے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ کے پیش نظر طلب مغفرت کرتے ہیں چونکہ بلندی درجات کی وجہ سے جب پیغمبر علیہ السلام ارتقائی منازل طے کرتا ہے تو اسے پہلا درجہ ادنیٰ محسوس ہوتا ہے اسلیئے وہ طلب مغفرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پیغمبر کی ذات معصوم ہوتی ہے۔ (۳) اس شعر میں تمام اصحاب رسولؐ کے سردار سیدنا صدیق اکبرؓ کو پیر اور مُرید دو متضاد القاب سے یاد کیا گیا ہے لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بیک وقت پیر اور مُرید ہونا تعجب خیز نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بوجہ خلیفہ رسُولؐ کے پوری اُمت مسلمہ کے پیر ہیں جبکہ خود رسُول اکرمؐ کے مُرید ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کا ایک مقام رسول علیہ السلام کے نزدیک مُرید ہونے کا بیان کیا گیا اور دوسرا اُمت محمدیہ کی نظر میں جو تھا پیر ہونے کا اسے بیان کیا گیا ہے۔ اس شعر کے دوسرے مصرع میں سیدنا صدیق اکبرؓ کے بعد خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروقؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے انکی ایک خصوصیت کو بیان کیا ہے یعنی سیدنا فاروق اعظمؓ کی یہ خصوصیت بھی کہ شیطان ان سے دور بھاگتا تھا۔ جس راہ پر فاروق اعظمؓ ہوتے شیطان وہ راستہ چھوڑ کر کسی دوسرے پر چلتا تھا۔ ایک مقام پر ارشاد ہے کہ شیطان سیدنا فاروق اعظمؓ سے چالیس گز دور رہتا تھا۔ چونکہ حضرت عمرؓ جلالی شان کے مالک تھے اسلیئے اُن کے سامنے شیطان کی پیش نہ چلتی تھی۔ (۴) اس شعر کے پہلے مصرع میں حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں انکی دو خصوصیتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ۱۔ حضرت عثمانؓ بہت سمجھدار تھے۔ انکی عقل و فہم کا اندازہ یہیں سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا لیکن مدینۃ الرسُول کو خانہ جنگی کی بھینٹ نہ چڑھنے دیا۔ اسی سے دشمنانِ اسلام کے ناپاک عزائم خاک میں مل گئے۔ ۲۔ دوسری خصوصیت یہ بھی کہ آپ راتوں کو جاگتے تھے۔ ایک ہی رات میں دو رکعتوں میں پورا قرآن مجید پڑھ لیتے تھے۔ اور شعر کے دوسرے مصرع میں خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰؓ کا ایک ایسی دُلدُل کا بطور خصوصیت تذکرہ کیا ہے جسے شاہ مصر نے رسُولؐ کو بطور ہدیہ پیش کی تھی جبکہ رسولؐ نے وہی دُلدُل سیدنا علی المرتضیٰؓ کو عنایت فرما دی۔ فرمان ہوا ہے کہ ہدیہ دو اور ہدیہ لو اس سے محبت بڑھتی ہے رسُولؐ کا حضرت علیؓ کو دُلدُل کا ہدیہ دینا اُن سے محبت کی علامت ہے۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے حضرت علیؓ کی اس اولاد کو وسیلہ بنا کر خاتمہ ایمان پر موت طلب کی ہے جو سیدہ فاطمہؓ کے شکم سے پیدا ہوئی تھی اس میں سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ سرفہرست ہیں چونکہ یہ دونوں حضرات رسولؐ کے بہت زیادہ منظور نظر تھے اس لیئے اس شعر میں انہی دونوں کا توسل ہی مُراد ہو سکتا ہے اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے تمام اصحابِ رسُولؐ اور خلفائے راشدین کے بعد اہل بیت عظام سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے (۶) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اہل بیت کے ساتھ عقیدت و محبت کی انتہا کر دی ہے پہلے شعر میں اہل بیت کو وسیلہ بنا کر خاتمہ ایمان پر مرنے کی دُعا کی تھی لیکن اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے عبد و معبود کے درمیان خصوصی تعلق کی بنا پر سرگوشیانہ انداز میں بطور ناز اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر یہ کہہ دیا کہ اے اللہ! تو میری دُعا قبول کرے یا نہ کرے وہ تیری مرضی مگر اہل بیت سے میری وابستگی ختم نہ ہوگی۔ رسول علیہ السلام کا محبوب اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ حضرت حسینؓ بھی رسولؐ کے محبوب ہونیکے باعث اللہ تعالیٰ کے بھی محبوب ہیں لہٰذا اہل بیت کا وسیلہ رد ہونا ممکن نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے وہ بندے کی مغفرت کے بہانے تلاش کرتا ہے۔

مصرعۂ اول		مصرعۂ دوم
چہ کم گردد اے صدر فرخندہ پے	۱	ز قدر رفیعت بدرگاہ حے
اے مبارک قدم صدر کیا کم ہوگا		آپ کا بلند مرتبہ حی (قیوم) کی بارگاہ میں
کہ باشند مشتے گدایان خیل	۲	بمہمان دار السلامت طفیل
کہ مٹھی بھر فرماں بردار فقراء		بہشت کی مہمانی میں آپ کے طفیلی بن جائیں
خدایت ثنا گفت و تبجیل کرد	۳	زمیں بوس قدر تو جبریل کرد
آپ کی خدا نے تعریف اور تعظیم فرمائی ہے		جبریلؑ کو آپ کے مرتبہ کی زمین کا بوسہ دینے والا بنایا ہے
بلند آسماں پیش قدرت خجل	۴	تو مخلوق و آدم ہنوز آب و گل
آپ کے رتبہ کے سامنے بلند آسمان شرمندہ ہے		آپ پیدا ہو چکے تھے اور آدم ابھی مٹی اور پانی میں تھے
تو اصل وجود آمدی از نخست	۵	دگر ہرچہ موجود شد فرع تست
آپ شروع ہی سے وجود کی اصل ہیں		دوسری چیز جو بھی موجود ہوئی وہ آپ کی فرع ہے
ندانم کدامیں سخن گویمت	۶	کہ والاتری زانچہ من گویمت
میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کی تعریف میں کیا کہوں		اس لیے کہ میں جو کچھ بھی کہوں آپ اس سے بالاتر ہیں
ترا عز لولاک تمکیں بس ست	۷	ثنائے تو طٰہٰ و یٰسٓ بس ست
آپ کو لولاک کی عزت کافی ہے		آپ کی تعریف طٰہٰ اور یٰسین کافی ہے

(۱) چہ: کیا۔ گردد: ہو جائیگا۔ صدر: سردار۔ فرخندہ: مبارک۔ پے: قدم۔ قدر: مرتبہ۔ رفیع: بلند۔ ت: تیرا۔ درگاہ۔ حی: زندہ، اللہ تعالیٰ کا نام (۲) کہ: بیانیہ۔ باشند: ہو جاویں۔ مشتے: مٹھی بھر۔ گدایان: جمع گدا فقیر، مراد امت محمدی۔ خیل: جماعت۔ بمہمان: ب زائد۔ دار السلام: سلامتی کا گھر۔ ت: طفیل کی مضاف الیہ یعنی تیرے طفیل (۳) خدایت: اس کی ت ثنا کے ساتھ لگ کر معنی دیگی یعنی تیری تعریف۔ گفت: کہی۔ تبجیل: بزرگی دنیا۔ زمین بوس: زمین کو چومنے والا۔ قدر: مرتبہ۔ جبریل: مقرب ترین فرشتہ۔ کرد: کیا (۴) پیش: سامنے۔ قدرت: تیرا مرتبہ۔ خجل: شرمندہ۔ مخلوق: پیدا شدہ۔ آدم: سب سے پہلے انسان اور پہلے پیغمبر۔ ہنوز: واؤ حالیہ، ابھی۔ آب: پانی۔ گل: کیچڑ۔ (۵) اصل: جڑ۔ وجود: ہستی۔ آمدی: تو آیا۔ نخست: شروع سے۔ دگر: اور پھر۔ ہرچہ: جو کچھ کہ۔ شد: ہو گیا۔ فرع: شاخ۔ تست: تو ہے۔ (۶) ندانم: میں نہیں جانتا۔ کدامیں: کونسی۔ سخن: بات۔ گویمت: آپ کو کہوں میں، ت مفعول کی۔ کہ: کیونکہ۔ والاتری: آپ زیادہ بلند ہیں۔ زانچہ: اس سے جو کچھ کہ۔ من گویمت: میں آپکو کہوں (۷) ترا: تجھ کو۔ عز: عزت۔ لولاک: اگر آپ نہ ہوتے۔ تمکیں: مرتبہ۔ بس: کافی۔ است: ہے۔ ثنا: تعریف۔ تو: تیری۔ طٰہٰ و یٰسین: قرآن کی دو سورتوں کے نام۔

تشریح: (۱) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے شافع محشر سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ تیرے قدم ایسے مبارک ہیں جو عرش معلیٰ سے آگے لامکاں تک پہنچ چکے ہیں جب آپ کے قدم اتنے مبارک ہیں تو پھر آپ کی زبان سے نکلنے والے سفارشی الفاظ کا کیا کہنا۔ لہٰذا آپ ہماری شفاعت ضرور کریں۔ چنانچہ یہ کہاوت بھی مشہور ہے کہ آپ کی زبان ہلے گی اور ہمارا کام ہو جائے گا۔ (۲) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ایک انوکھے انداز میں رسول علیہ السلام کی شفاعت کے حوالے سے تذکرہ کیا ہے۔ اس شعر میں سب سے پہلے آپ کے بلند مرتبہ کا اعتراف کر کے جنت میں داخل ہونے کی ایسی عاجزانہ خواہش کو ظاہر کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ ہماری سفارش کر دیں تو آپ کی بلند و بالا شان میں کوئی فرق نہیں پڑیگا۔ امت مسلمہ و مرحومہ آپ کی شفاعت کی مستحق ہے۔ جنت میں جانے کی عاجزانہ خواہش اسی استحقاق کا مظہر ہے۔ اسی استحقاق کے پیش نظر شیخ سعدیؒ نے کہا ہے کہ اگر ہم جیسے چند فقیر جنت میں چلے گئے تو آپ کی برتر شان میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ (۳) آپ اتنے برتر اور بلند شان کے مالک ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کی نہ صرف تعریف کی ہے بلکہ آپ کی شایان شان بزرگی بھی بیان کی ہے۔ جب سے آپ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے لامکاں تک گئے تب سے حضرت جبریل امین بھی آپ کے عظیم ہونے کی معرفت حاصل کر چکے ہیں آپ کی شان اتنی بڑی ہے کہ حضرت جبریلؑ بھی آپ کے مدح و ثنا خواں ہیں۔ باقی سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کا تھوڑا سا حصہ رسول علیہ السلام کو عطا کیا ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کا نعت گو ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۴) روئے کائنات میں جتنی چیزیں ہیں خواہ وہ ہمیں نظر آتی ہیں یا نہیں چاہے ان کا علم ہے یا نہیں بہرکیف وہ سب کے سب آسمان کے نیچے ہیں جبکہ آسمان کی بلندی تک انکی رسائی ناممکن ہے اسی طرح رسولؐ کی شان اتنی بلند ہے کہ آسمان کا پہنچنا دشوار ہے۔ آپ کے علو مرتبت کے سامنے آسمان کی بلندی شرمسار ہے۔ اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں رسولؐ کی باعتبار اسم (نام) اور روح کی پیدائش تخلیق آدمؑ سے قبل ہو چکی تھی جبکہ آپ جسمانی ولادت کے اعتبار سے ۹ ربیع الاول چھ اگست ۵۷۱ء بروز پیر کو پیدا ہوئے لہٰذا روحانی و جسمانی اعتبار سے آپ کا مقام سب سے بلند تر ہے۔ (۵) جہاں آپ مقصود کائنات ہیں وہاں آپ تمام موجودات کیلئے اصل اور بنیاد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنیادی طور پر قیام کائنات کیلئے پیدا کیا تھا اور باقی تمام روئے کائنات کو آپ کے وسیلے سے تخلیق کیا تھا۔ اسکی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص کھانا پکاتا ہے تو کھانا تیار کرنے کیلئے اسکے تمام لوازمات مہیا کر کے اسے پکایا جاتا ہے لیکن اس تمام کارروائی میں مقصود صرف بھوک مٹا کر سکون حاصل کرنا ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات کے تمام لوازمات کو جمع کر کے انہیں اپنے اپنے مقام پر وضع کر دیا لیکن اس سب کچھ کا مقصد سرور کائناتؐ کی ذات مقدس تھی اس سے یہ معلوم ہوا کہ رسولؐ مقصود کائنات ہیں سبب کائنات نہیں۔ (۶) اس شعر میں بھی شیخ سعدیؒ نے رسولؐ کی بڑے انوکھے انداز میں تعریف کرتے ہوئے آپ کو گلہائے عقیدت پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ کی صفات ایسی بلند و بالا ہیں کہ انکی مثال کہیں بھی نہیں ملتی لہٰذا میرے (شیخ سعدیؒ) خیال میں آپ کی تعریف کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ تمام فصیح و بلیغ شعرا و ادبا آپ کی تعریف کرنے سے قاصر ہیں اوج ثریا کا یہ مقام صرف آپ ہی کو زیب دیتا ہے۔ (۷) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شایان شان تعریف خود رب ذوالجلال نے کی ہے۔ آپ کے جاہ و جلال کیلئے یہی سب کچھ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طٰہٰ یٰسین کے وہ القاب عطا کیے ہیں جن کی معنویت کی معرفت کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ آپ کے نام (طٰہٰ و یٰسین) کے الفاظ و معانی اور مفاہیم و معارف کا علم کسی کے پاس نہیں سوائے اللہ عزوجل کے۔ صلوٰۃ علیہ و آلہٖ۔

چہ وصفت کند سعدیؔ ناتمام	۱	علیک الصلوٰۃ اے نبیؐ والسلام
ناقص سعدی آپ کی کیا تعریف کرے		اے نبیؐ آپ پر درود اور سلام ہو

سبب نظم کتاب

کتاب کے نظم کرنے کا سبب

در اقصائے عالم بگشتم بسے	۳	بسر بردم ایام باہر کسے
میں عالم کے اطراف میں بہت گھوما		ہر طرح کے آدمی کے ساتھ میں نے زمانہ گذارا
تمتع زہر گوشۂ یافتم	۴	زہر خرمنے خوشۂ یافتم
میں نے ہر گوشہ سے فائدہ اٹھایا		میں نے ہر انبار سے خوشہ چنا
چو پاکان شیراز خاکی نہاد	۵	ندیدم کہ رحمت براں خاک باد
شیراز کے منکسر مزاج پاک طینتوں جیسے		میں نے نہ دیکھے اس سرزمین پر خدا کی رحمت ہو
تولائے مردان ایں پاک بوم	۶	برانگیختم خاطر از شام و رُوم
اس پاک سرزمین کے بزرگوں کی دوستی نے		شام اور روم سے میری طبیعت اچاٹ کر دی
دریغ آمدم زاں ہمہ بوستاں	۷	تہیدست رفتن سوئے دوستاں
مجھے بُرا معلوم ہوا ان باغوں سے		دوستوں کی طرف خالی ہاتھ جانا!

(۱) چہ: کیا۔ وصفت: تیری تعریف۔ کند: کرے۔ سعدی: حضرت مصنف۔ ناتمام: ناقص۔ علیک: آپ پر۔ الصلوٰۃ: درود۔ والسلام: سلامتی ہو۔ (۲) سبب: وجہ۔ نظم: الفاظ کو وزن اور قافیہ کی رعایت سے ترتیب دینا۔ کتاب: لکھی ہوئی چیز۔ (۳) در: میں۔ اقصا: نہایت دُور یا اطراف۔ عالم: جہان۔ بگشتم: گھوما ہوں۔ بسے: بہت۔ بسر: سر تک۔ بردم: لے گیا ہوں میں۔ ایام: جمع یوم۔ با: ساتھ۔ کسے: شخص۔ (۴) تمتع: فائدہ اٹھانا۔ گوشہ: کونہ۔ یافتم: میں نے پایا۔ خرمن: کھلواڑا یا وحدت کی۔ خوشہ: سٹہ۔ (۵) چوں: جب۔ پاکان: جمع پاک۔ شیراز: ایران کا وہ خوش نصیب شہر جسے حافظ سعدیؒ کے مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ خاکی نہاد: مٹی جیسی طبیعت والے یعنی متواضع۔ ندیدم: نہیں دیکھے میں نے۔ براں: اس پر۔ خاک: مٹی۔ باد: ہووے۔ (۶) تولائے: دوستی۔ مرداں: جمع مرد لوگ۔ ایں: یہ۔ بوم: زمین۔ برانگیختم: اکھاڑ دیا۔ م مفعول کی ہے جو خاطر کے ساتھ لگتی ہے۔ خاطرم: میرا دل۔ شام و روم: دو ملکوں کے نام۔ (۷) دریغ: افسوس۔ آمدم: مجھ کو آیا۔ زاں ہمہ: ان تمام سے۔ تہیدست: خالی ہاتھ۔ رفتن: جانا۔ سوئے: طرف۔ دوستاں: جمع دوست۔

تشریح: (۱) جب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے تعریفی کلمات (طٰہٰ ویٰسین) کے الفاظ و معانی اور مفاہیم معارف سوائے اللہ کی ذات کے اور کسی کے بس میں نہیں تو پھر سعدیؒ کی ناقص عقل یا ناتمام شعر گوئی اس قابل کہاں کہ وہ آپؐ کی طٰہٰ ویٰسین جیسی تعریف کر سکے۔ سعدیؒ تو صرف آپؐ پر درود و سلام بھیج کر دعائیہ کلمات ہی ادا کر سکتا ہے اور بس۔ درود و صلوات بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲) سبب نظم کتاب۔ یہاں تین لفظ بیان کئے گئے ہیں۔ ۱۔ سبب۔ ۲۔ نظم۔ ۳۔ کتاب۔ کائنات میں موجود اشیاء بلا مقصد اپنا وجود نہیں رکھتیں ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے قطع نظر اس سے کہ ان کا سبب ہمیں معلوم نہ ہو۔ چنانچہ بوستان بھی شیخ سعدیؒ کے اعلیٰ دماغ سے نکلا ہوا فارسی ادب کا ایک شہ پارہ ہے جو کہ ملک شام اور رُوم کی سیر تفریح کے بعد شیراز کی واپسی پر اپنے اہل وطن کو بطور تحفہ پیش کرنیکا ایک سبب ہے۔ نظم: کسی چیز کی باقاعدہ اندرونی اصلاح وصحت کو نظم کہتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ جو کام منظم طریقے سے کیا جائے تو اس میں کامیابی ہوتی ہے۔ نظم بھی شعر کی ایک صنف ہے۔ چونکہ شاعرانہ کلام میں الفاظ کو وزن و قافیہ اور ردیف و بحر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا جاتا ہے جو کہ اشعار کی اندرونی اصلاح وصحت پر مشتمل ہے اسلئے اس کو نظم کہتے ہیں۔ کتاب: لکھی ہوئی چیز کو کتاب کہتے ہیں جو الفاظ و معانی کا مرکب ہوتی ہے اصل کتاب تو قرآن ہے باقی تمام کتابیں اسی سے ماخوذ و متعلق ہیں یہی وجہ ہے کہ لفظ کتاب صیغہ واحد کے ساتھ زبانِ دعوام ہے جو کہ لوگوں کی ذہنی و عقلی آبادگی کیطرف اشارہ ہے کیونکہ مسلمان ہو یا کافر سب کے دل میں قدرت نے خیر کی طرف مائل ہونے کا مادہ رکھا ہوا ہے اور قرآن خیر ہی خیر ہے جو لفظ کتاب کا منشاء ہے۔ (۳) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اپنی سیاحانہ زندگی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چونکہ دنیا میں ہر مزاج اور ہر رنگ کا آدمی رہتا ہے۔ ہر قسم کے آدمی سے ملنا اور مختلف مواقع پر لوگوں سے واسطہ پڑنا سیر وسیاحت کا اہم جز ہے۔ اس سے خطے کے ماحول آب و ہوا اور لوگوں کی ذہنی کیفیت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں انہی مراحل کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴) چونکہ شیخ سعدیؒ نے شام اور رُوم کے علاقوں کی سیاحت کی تھی اس میں اپنی طبعی لطف اندوزی اور ذہنی لذت، ذاتی فوائد اور علمی مفادات کی صورت میں اپنے سفر کو منافع بخش قرار دیا ہے۔ ہر ذہین و فطین اور پڑھا لکھا آدمی ذہنی و علمی پیاس بجھانے کیلئے علاقے کی ہر چیز کا بغور مطالعہ کرتا ہے جسے وہ تجربات و مشاہدات کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے بھی اپنے طویل ترین سفر کی یہی کیفیت بیان کی ہے۔ (۵) جب شیخ سعدیؒ کو شام و روم کے باشندوں سے پالا پڑا تو اپنے وطن شیراز کے باسیوں کی تواضع یاد آگئی چنانچہ شیخ سعدیؒ نے اہل شام و رُوم اور اہل شیراز کا مزاجی موازنہ کیا تو انکساری میں اہل شیراز کے لوگوں کو بہتر پایا۔ اس شعر میں یہی اشارہ ہے۔ (۶) انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے واقف کار لوگوں کی آؤ بھگت کرتا ہے جبکہ اجنبیوں سے دُور بھاگتا ہے۔ چونکہ شام اور روم میں شیخ سعدیؒ اجنبی تھے اسلئے وہاں کے باشندوں نے خاطر خواہ توجہ نہ کی جس کی وجہ سے شیخ سعدیؒ کا دل وحشت زدہ رہا اور اپنے آبائی شہر شیراز کی یاد ستاتی رہی۔ (۷) سلیم الفطرت انسان کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ جب وہ کہیں سے آئے تو اپنے دوستوں اور قریبی لوگوں کے لیے علاقے کی سوغات لے کر جائے۔ عموماً دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ علاقے میں جو مشہور سوغات ہوتی ہے اسے بطور خاص تحفے کے طور پر لاتا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدیؒ بھی ملک شام و رُوم سے واپس آتے وقت اپنے احباب کے لیے تحفہ لیکر آئے تھے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
بدل گفتم از مصر قند آورند میں نے دل میں سوچا لوگ مصر سے قند لاتے ہیں	۱	بر دوستاں ارمغانے برند دوستوں کے پاس بطور تحفہ لے جاتے ہیں
مرا گر تہی بود ازاں قند دست اگرچہ اس قند سے میرا ہاتھ خالی ہے	۲	سخنہائے شیریں تر از قند ہست لیکن باتیں تو قند سے بھی شیریں موجود ہیں
نہ قندے کہ مردم بصورت خورند نہ ایسی قند جو لوگ بظاہر کھائیں	۳	کہ ارباب معنیٰ بکاغذ برند بلکہ اصحاب باطن کاغذ میں لے جائیں
چو ایں کاخ دولت بپرداختم جب دولت کے اس محل میں میں مصروف ہوا	۴	بر ودہ در از تربیت ساختم تو اس میں تربیت کے دس دروازے قائم کئے
یکے باب عدلست و تدبیر و رائے ایک باب انصاف اور تدبیر و رائے کا ہے	۵	نگہبانیے خلق و ترس خدائے مخلوق کی نگہبانی اور خدا کے خوف کا ہے
دوم باب احساں نہادم اساس دوسرے باب میں میں نے احسان کی بنیاد رکھی	۶	کہ محسن کند فضل حق را سپاس تاکہ مالدار خدا کے احسان کی شکر گزاری کرے
سوم باب عشقست و مستی و شور تیسرا عشق، مستی اور شور کا باب ہے	۷	نہ عشقے کہ بندند بر خود بزور ایسا عشق نہیں جو اپنے اوپر خواہ مخواہ طاری کریں

(۱) بدل: دل میں۔ گفتم: میں نے کہا۔ مصر: فلسطین کے مغرب میں ایک عرب ملک۔ قند: مصری۔ آورند: لاتے ہیں۔ بر: پر۔ ارمغان: تحفہ۔ برند: لے جاتے ہیں (۲) مرا: میرا۔ تہی: خالی۔ بود: تھا۔ زآں: اس سے قند: مصری۔ دست: ہاتھ۔ سخنہا: جمع سخن بات۔ شیریں تر: زیادہ میٹھی۔ ہست: ہے۔ (۳) مردم: لوگ۔ بصورت: ظاہر میں۔ خورند: کھاتے ہیں۔ ارباب: جمع رب۔ معنیٰ: والے۔ مراد یعنی باطن کے شیدائی۔ برند: لے جاتے ہیں (۴) چوں: جب۔ ایں: یہ کاخ: محل۔ بپرداختم: میں مشغول ہوا۔ اس کی ب ایں کے اوپر لگتی ہے۔ برد: اس پر۔ دہ: دس۔ در: دروازہ۔ تربیت: پرورش کرنا۔ ساختم: میں نے بنائے۔ (۵) یکے: ایک۔ باب: دروازہ کتاب میں ایک قسم کے مضامین کا حصہ۔ عدل: انصاف۔ تدبیر: ترکیب۔ رائے: مشورہ۔ نگہبانی: حفاظت۔ خلق: مخلوق۔ ترس: خوف۔ خدا: اللہ تعالیٰ۔ (۶) دوم: دوسرا۔ باب: دروازہ۔ احسان: کسی سے نیکی کرنا۔ نہادم: میں نے رکھی۔ اساس: بنیاد۔ کہ: تاکہ۔ محسن: احسان کرنے والا۔ کند: کرے۔ فضل حق: اللہ کا فضل۔ را: کو۔ سپاس: شکریہ۔ (۷) سوم: تیسرا۔ عشق: کسی کی ایسی محبت جو دل میں سوزش پیدا کردے۔ مستی: نشہ۔ شور: شورش۔ عشقے: کہ جو عشق کہ۔ برخود: اپنے اوپر۔ بندد: باندھتے ہیں۔ بزور: زور کے ساتھ۔

تشریح: (۱) قدیم دور میں ملک مصر کی مشہور سوغات قند (چینی) ہوا کرتی تھی پہلے پہل یہ قند مصر کے نام سے مشہور تھی۔ بعدازاں یہ مصری کے نام سے پہچانی جانے لگی۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ مصری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لوگ سیر و تفریح سے واپس ہوتے وقت مصری لیکر جاتے ہیں لہٰذا میں شام و روم کی سیر و سیاحت سے واپسی پر ایسی سوغات لیکر جاؤں جو مصری سے بھی زیادہ قیمتی اور اچھی ہو۔ (۲) عموماً اہل علم تنگدست ہوتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے اہل علم کے تنگدست ہونے کی وجہ معلوم کی تو آپؓ نے فرمایا کہ علم و عقل بھی رزق ہے جبکہ ہجرت و افلاس ہی حصول علم کا ذریعہ ہے جو کہ تنگدستی کے سوا ناممکن ہے شیخ سعدیؒ کی حالت بھی ایسی ہی تھی جسے انہوں نے اس شعر میں ذکر کیا ہے کہ اگر تنگدستی کی وجہ سے مصری کا تحفہ نہیں لاسکتے تو کیا ہوا۔ شیریں کلام کی اصل مٹھاس (علم) تو تمہارے پاس موجود ہے جو مصری سے کئی درجے بہتر ہے۔ میٹھے بول کی اہمیت صرف صاحب عقل ہی جان سکتا ہے۔ (۳) مصری کا ذائقہ تو صرف زبان تک رہتا ہے جو حلق سے اترنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے جبکہ شیریں کلام کی لذت سے دل لطف اندوز ہوتے ہیں یعنی مصری کا ذائقہ عارضی ہے اور دل کا لطف مستقل ہوتا ہے۔ لہٰذا اتنے طویل سفر کی سیاحت سے واپسی پر صرف عارضی مزہ لانے والی مصری لے جانا مناسب نہیں بلکہ ایسا تحفہ لیکر جانا چاہیئے جو دل کی دنیا کو لطف اندوز کرنے کے ساتھ ساتھ مستقل بھی ہو۔ (۴) انسان کی تعلیم و تربیت ایک ایسی دولت ہے جس کے حاصل ہونے سے دنیا و آخرت کے مفادات حاصل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص دولت اسلام سے محروم ہے لیکن وقت و ماحول کے مطابق اچھی تربیت دنیوی مفادات کیلئے کسی انمول خزانے سے کم نہیں جبکہ مسلمان کی تربیت دنیا و آخرت کیلئے بیش قیمت سرمایہ ہے اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے انسان کیلئے تربیت ایسی دولت کے حوالے سے دس مفادات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۵) باب دراصل دروازے کو کہتے ہیں جب یہ لفظ کتاب کے حوالے سے استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد کتاب کے مضامین کا خاص حصہ مراد لیا جاتا ہے جو یکساں مضامین پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس شعر میں بوستان کے دس ابواب میں سے پہلے باب کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے جو انصاف و تدبیر اور مشورے پر مشتمل ہے معاشرے میں امن و امان کی بحالی کیلئے انصاف کا وجود لازمی ہوتا ہے۔ جبکہ انصاف کا قیام صاحب تدبیر اصحاب حل و عقد کے مناسب مشورں سے عمل میں آتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا مظہر اور خوف الٰہی کا ثمر ہے۔ (۶) اس کتاب بوستان میں دوسرا باب احسان پر مشتمل ہے۔ مشاہدہ گواہ ہے ہر نیکی کی بنیاد احسان پر قائم ہے۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے احسان کا تعلق مالدار کی شکر گذاری سے قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کو مال کی دولت سے نوازا ہے انہیں چاہیئے کہ وہ اپنا مال و دولت اللہ کی راہ میں خرچ کر کے نہ صرف لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مفاد پہنچائیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندوں میں بھی شامل ہو جائیں۔ (۷) اس شعر کا مقصد بوستان کا تیسرا باب بیان کرنا مقصود ہے جو عشق پر مبنی ہے اگر لفظ عشق کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ع: عبدیت۔ ش: شوق۔ ق: قدرت۔ یعنی قدرت نے جس شخص کے اندر مزاج عبدیت کی وجہ سے اپنی رضا و بندگی کا شوق پیدا کردیا ہو اُسے عشق کہتے ہیں۔ یہی عشق حقیقی ہے۔ کیونکہ عشق مجازی دنیا کے ماحولیاتی اثرات کا ایک تاثر ہوتا ہے قدرت کا عطیہ نہیں ہوتا جبکہ عشق حقیقی انبیاء کی تربیت کا پھل ہوتا ہے۔ عشق حقیقی کی مستی اللہ تعالیٰ کے وصال کے لیئے دل میں سوزش پیدا کرتی ہے۔

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	چہارم تواضع رضا پنجمیں	ششم ذکر مردِ قناعت گزیں
	چوتھا تواضع، پانچواں رضا کا	چھٹا قناعت اختیار کرنیوالے انسان کے ذکر کا
۲	ہفتم دراز عالم تربیت	ہشتم دراز شکر بر عافیت
	ساتواں باب عالم تربیت کا ہے	آٹھواں عافیت پر شکر کا ہے
۳	نہم راہِ توبہ است وراہِ صواب	دہم در مناجات وختمِ کتاب
	نواں صواب اور توبہ کے راستے کا ہے	دسواں دُعا اور کتاب کے خاتمہ کا ہے
۴	بروز ہمایون وسالِ سعید	بتاریخ فرخ میانِ دو عید
	مبارک دن اور نیک سال میں	بابرکت تاریخ میں دو عیدوں کے درمیان
۵	زشش صد فزوں بود پنجاہ وپنج	کہ پُر دُر شد ایں نام بردار گنج
	چھٹی صدی پر پچپن کا اضافہ تھا	کہ یہ مشہور خزانہ موتیوں سے پُر ہوا

(۱) چہارم: چوتھا۔ تواضع: عاجزی۔ رضا: اللہ کی خوشنودی۔ پنجمیں: پانچواں۔ ششم: چھٹا۔ قناعت: تھوڑے پر صبر کرنا۔ قناعت گزیں: قناعت اختیار کرنیوالا۔ (۲) ہفتم: ساتواں۔ دَر: زائد۔ عالَم: جہان۔ تربیت: اخلاق کی پرورش کرنا۔ ہشتم: آٹھواں۔ شکر: شکریہ۔ عافیت: صحت وسلامتی۔
(۳) نہم: نواں۔ راہ: راستہ۔ توبہ: خدا تعالیٰ سے گزشتہ گناہ کی معافی کی طلب اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد۔ صواب: درست۔ دہم: دسواں۔ مناجات: سرگوشی کے پیرائے میں دُعا۔ ختم کتاب: کتاب کا خاتمہ۔ (۴) بروز: دن۔ ہمایوں: مبارک۔ سعید: نیک بخت۔ فرخ: مبارک۔ میان: درمیان۔ (۵) شش: چھ۔ صد: سو۔ فزوں: زیادہ۔ بود: تھا۔ پنجاہ وپنج: پچپن کُہ: جب۔ پُر دُر: موتیوں سے پُر۔ شد: ہوا۔ ایں: یہ۔ نام بردار: نام رکھنے والا یعنی مشہور۔ گنج: خزانہ۔

تشریح: (۱) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے بوستان کے تین ابواب کا تذکرہ یکجا بیان کیا ہے۔ چوتھا باب تواضع میں ہے جس سے دُکھی انسانیت کی خدمت کا بے لوث جذبہ پیدا ہوتا ہے جبکہ تواضع کثرت ذکر وعبادت سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ پانچواں باب رضا پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا دوسرا نام رضا ہے۔ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ اپنے سے بڑے کو خوش کرنے کیلئے اس کے اشاروں پر چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اس لیے شیخ سعدیؒ نے یہ باب قائم کر کے انسان کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اگر راضی کرنا ہے تو اس ذات کو راضی کرو جو تمام کائنات کا مالک و خالق ہے اور سب سے بڑا ہے۔ چھٹے باب میں ایسے شخص کا ذکر ہے جو قناعت پسند ہے۔ عشق و تواضع اور رضا کی اصل بنیاد قناعت ہے یعنی رزق کی قلت وکثرت سے بے نیاز ہو کر توکل پر گذر بسر کرنا قناعت کہلاتا ہے۔ اسی قناعت سے تواضع، رضا اور عشق کے جذبات پیدا ہوتے ہیں کیونکہ زندگی کے ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا توجہ الی اللہ کا سبب ہوتا ہے۔ اور توجہ الی اللہ کی بدولت عشق و تواضع اور تسلیم ورضا کی دولت حاصل ہوتی ہے جس کی جڑیں قناعت کی سرزمین میں پیوست ہوتی ہیں۔ (۲) ساتویں باب میں عالم کی تربیت کا تذکرہ ہے۔ جس طرح اچھا انسان بننے کے لیے بہتر تربیت کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ بغیر تربیت کے اصلاح احوال ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہان کی اعلیٰ تربیت کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ آٹھویں باب میں عافیت پر اظہار تشکر کا بیان ہے۔ چونکہ دُنیا میں خوشی وغمی اور مصیبت وراحت سے ہر انسان دوچار ہوتا ہے۔ جب کبھی انسان کو دُکھ درد کے بعد سکون مل جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کیونکہ تکلیف وآرام دونوں اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ جب حسن تربیت سے بہتر معاشرہ وماحول برآمد ہوگا تو مصیبتوں سے عافیت حاصل ہوگی اس لیے شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں جہان کی تربیت کے فوراً بعد عافیت پر شکر گزار بندہ ہونے کی تلقین کی ہے تاکہ تربیت و عافیت کا قریبی تعلق معلوم ہو جائے۔ (۳) نواں باب صراط مستقیم و توبہ کا ذکر ہے جبکہ دسواں باب دُعا اور خاتمۂ کتاب پر مشتمل ہے۔ کوئی بھی انسان کفر وشرک یا فسق وفجور سے توبہ کرتا ہے تو وہ راہ راست پر آجاتا ہے صدق دل سے توبہ کرنے والے کو نہ صرف اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل ہوتی ہے بلکہ صراط مستقیم کی معرفت سے بھی ضرور مالا مال کیا جاتا ہے۔ جب کوئی مسلمان نیک عمل کرتا ہے تو اس کے آخر میں ربّ ذوالجلال کے حضور دست بدعا بھی ہوتا ہے شیخ سعدیؒ نے بوستان کے پہلے باب سے لیکر دسویں باب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا ہے جو کہ ایک عمل صالح اور تبلیغی فریضہ ہونے کے باعث عبادت کے مترادف ہے۔ لہٰذا شیخ سعدیؒ نے آخر میں دُعائیہ کلمات ادا کئے ہیں تاکہ مزدور کو آخر میں قبولیت دُعا کی شکل میں مزدوری مل جائے۔ ہر چیز کا خاتمہ ہوتا ہے اس لئے کتاب کے آخر میں شیخ سعدیؒ نے خاتمۂ کتاب کا اہتمام کیا ہے۔ (۴) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے بوستان لکھنے کی تاریخ وبروز جمعہ، ذیقعدہ ۶۵۵ھ کو بابرکت دن اور اچھے سال سے تشبیہ دی ہے کیونکہ ہر عقلمند کے لئے علمی خزانہ بیش قیمت ہوتا ہے اس لیے شیخ سعدیؒ کے اعلیٰ دماغ نے بوستان کی صورت میں علم وعرفان کا قیمتی خزینہ صادر فرمایا ہے اس لئے بوستان کے صدور پر مبنی لمحہ انتہائی بیش قیمت ہے۔ وہ دن اور سال بھی انتہائی قیمتی واقع ہوا ہے۔ ماہ ذیقعدہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان میں ہے۔ اس لئے بھی وہ دن بابرکت ہے۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے سن ہجری ۶۵۵ھ کا تذکرہ کر کے بوستان کے مکمل ہونے کا مژدہ سنایا ہے تاکہ ہر پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ شیخ سعدیؒ نے بوستان لکھتے وقت نہ صرف حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا ہے بلکہ بوستان کے اختتامی سال کو بھی مناسب شعر میں ڈھال کر پیش کیا ہے تاکہ شعری ضرورت بھی پوری ہو جائے اور قاری کو بوستان کا سن تالیف بھی معلوم ہو۔

مصرعِ اوّل		مصرعِ ثانی
الا اے خردمند و فرخندہ خوی	۱	ہُنرمند نشنیدہ ام عیب جوی
اے مبارک عادت عقل مند		میں نے کسی ہنر مند کو عیب جو نہیں سنا
قبا گر حریر است وگر پرنیاں	۲	بناچار حشوش بود درمیاں
قبا خواہ حریر کی ہو یا پرنیان کی ہو		لامحالہ اس میں بھراؤ ہو گا
تو گر پرنیانی بایذا مکوش	۳	کرم کار فرما و حشوم بپوش
اگر پرنیان پہننے والا ہے تو بھی ایذا رسانی کی کوشش نہ کر		کرم کر اور میرا بھراؤ ہی پہن لے
ننازم بسرمایۂ فضل خویش	۴	بدریوزہ آوردہ ام دست پیش
اپنی بزرگی کے سرمایہ پر مجھے ناز نہیں ہے		بھیک کا ہاتھ میں نے آگے بڑھایا ہے
شنیدم کہ در روزِ امید و بیم	۵	بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم
میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن		اللہ تعالیٰ نیکوں کے ساتھ بدوں کو بھی بخشے گا
تو نیز ار بدے بینیم در سخن	۶	بخلق جہاں آفریں کار کُن
تو بھی اگر میرے کلام میں خرابی دیکھے		تو جہان کے پیدا کرنے والے کے اخلاق سے کام لے
چو بیتے پسند آیدت از ہزار	۷	بمردی کہ دست از تعنّت بدار
جب ہزار میں سے ایک شعر بھی تجھے پسند آجائے		تجھے آدمیت کی قسم ہاتھ عیب جوئی سے اٹھالے

(۱) الا: خبردار۔ خردمند: عقلمند۔ فرخندہ: مبارک۔ خو: عادت۔ ہنرمند: ہنر والا۔ نشنیدہ ام: نہیں سنا ہے میں نے۔ عیب جو: عیب ڈھونڈنے والا (۲) قبا: اچکن۔ حریر: ریشم۔ پرنیاں: پھولدار ریشمی کپڑا۔ بناچار: مجبوراً۔ حشو: بھرتی۔ ش۔ اس کے، یہ درمیان کے ساتھ لگتی ہے۔ بود: ہووے۔ (۳) پرنیاں: پھولدار باریک ریشم۔ ایذا: تکلیف دینا۔ مکوش: مت کوشش کر۔ کرم: بخشش کار فرما: عمل کر۔ حشو: بھرتی۔ م: میری۔ بپوش: چھپالے۔ (۴) ننازم: میں ناز نہیں کرتا۔ سرمایہ: پونجی۔ فضل: علم، بزرگی خویش: اپنی۔ دریوزہ: بھیک۔ آوردہ ام: لایا ہوں میں۔ دست: ہاتھ۔ (۵) شنیدم: میں نے سنا ہے۔ بیم: خوف، مراد روزِ قیامت جس میں ہر کسی کو خوف بھی ہوگا اور امید بھی۔ بداں: جمع بد، بُرے۔ بہ: سبب۔ نیکاں: جمع نیک۔ بخشد: بخش دے گا۔ کریم: سخی یعنی اللہ تعالیٰ۔ (۶) نیز: بھی۔ بدے: کوئی بُرائی۔ بینیم: مجھ کو دیکھے تو، یہ میم بدلے کے ساتھ لگتی ہے یعنی میری بُرائی۔ سخن: بات۔ خلق: اخلاق۔ جہان آفریں: جہان کا پیدا کرنے والا۔ کارکن: کام کرنیوالا۔ (۷) چوں: جب بیتے: ایک بیت، کوئی شعر۔ آیدت: تجھ کو آئے۔ بہ: قسمیہ مردی: بہادری، آدمیت۔ دست: ہاتھ۔ تعنت: عیب جوئی۔ بدار: اٹھالے۔

تشریح: (۱) ہر اچھے مصنف کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی تصنیف مکمل کرنے کے بعد اسے اپنا ذاتی کمال سمجھتے ہوئے ناقد کی کسی تنقید کو سن کر اصلاحِ احوال سے خود کو مبرا نہیں سمجھا بلکہ اسے محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھ کر ناقد کی تنقید سے آگاہ ہو کر تنقید شدہ مقامات کی اصلاح بھی کرتا ہے! ور ناقد کا شکریہ بھی ادا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی طریقے کے تناظر میں شیخ سعدیؒ بوستان کے ہر قاری سے اپنی عیب جوئی سے منع کر کے اقرار کیا ہے کہ بتقاضائے بشریت بوستان میں غلطی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس سے صرفِ نظر کرنے اور اپنے تمام عیوب سے چشم پوشی کی درخواست کی ہے۔ (۲) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے عقل مند قاری کو ایک تمثیل سے سمجھایا ہے کہ ریشمی قبا کتنی ہی خوبصورت اور اعلیٰ قسم کی ہو۔ کوئی نہ کوئی عیب اس میں بھی رہ جاتا ہے کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے اس لیے اس سے کسی بھی معاملے میں خطا کا سرزد ہونا لازمی امر ہے۔ چنانچہ بوستان میں کسی قسم کے سہو و خطا کو انسانی کمزوری سمجھ کر سترپوشی کرنا اخلاقی فریضہ ہے۔ (۳) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اعلیٰ قسم کی قیمتی اچکن میں پائی جانے والی خطا و سہو کو ریشم کے چھپانے سے تشبیہ دیکر یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ بوستان میں میرے سہو و نسیان پر نظر رکھنے سے بہتر ہے کہ عیب جوئی سے قطع نظر کر کے مجھے تکلیف دہ لمحات سے محفوظ رکھا جائے۔ (۴) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے بوستان کو اپنا فضل و کمال قرار نہیں دیا بلکہ عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے خود کو ایک منگتا کی حیثیت دیکر بوستان کے قارئین کا نہ صرف دل جیتا ہے بلکہ اکابرینِ امت کا وہ وطیرہ اختیار کیا ہے جو ایسے مواقع پر کرتے تھے۔ (۵) فرمانِ رسول ہے کہ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔ ترجمہ: ایمان امید اور خوف کی درمیانی کیفیت کو کہا جاتا ہے چونکہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے وہ بخشش کا امیدوار بھی ہوتا ہے۔ متذکرہ شعر میں شیخ سعدیؒ نے قیامت کے دن ایمان والوں کی صفت (امید و خوف) کا ذکر کر کے ربِّ ذوالجلال کے سلوک کا تذکرہ ہی نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کے سبب نیک لوگوں کے وسیلے سے بدکرداروں کی بخشش کے تناظر میں اپنی مغفرت کی امید کا اظہار کیا ہے۔ (۶) چونکہ انسان خطاکار ہے کسی کام میں کوئی نہ کوئی لغزش ہو سکتی ہے۔ انسان کے فطری تقاضے کے پیشِ نظر شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں کہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات انسان کی کوتاہیوں کو عموماً نظر انداز کرتی رہتی ہے اسی طرح بوستان پڑھنے والے کو بھی چاہیے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپناؤ، کا مظاہرہ کرتے ہوئے بوستان میں میری کجروی کو بھی نظر انداز کر دے۔ (۷) جس طرح انسان میں اچھی بُری عادتیں ہوتی ہیں اسی طرح اس کے کلام میں بھی اچھی یا بُری باتیں ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح بوستان بھی ایک انسان کا کلام ہے اس میں بھی بُری بھلی باتیں ہو سکتی ہیں۔ اس میں اگر ایک بیت یا شعر بھی پسند آجائے تو جوانمردوں کی طرح بوستان کے تمام ابیات و اشعار کو من و عن قبول کر لینا چاہیے کیونکہ بہادروں کا شیوہ یہی ہے کہ بہادر لوگ صرف بہادری کے جوہر کو دیکھ کر کسی جوانمرد کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح بوستان کا قاری بھی اپنے پسندیدہ شعر کے جوہر دیکھ کر بوستان کو قدر کی نگاہ سے دیکھے۔

ہمانا کہ در پارس انشاء من	۱	چو مشک ست بے قیمت اندر ختن
یقیناً فارس میں میری انشاء پردازی		اسی طرح بے قدر و قیمت ہے جیسے ملک ختن میں مشک
چو بانگِ دُہل ہولم از دور بود	۲	بعیبہ درم عیب مستور بود
ڈھول کی آواز کی طرح میرا شہرہ دُور سے تھا		گٹھڑی میں میرا عیب چھپا ہوا تھا
گل آورد سعدی سوئے بوستاں	۳	بشوخی و فلفل بہندوستاں
سعدی باغ کی جانب پھول لیکر چلا ہے		شوخ چشمی سے اور مرچ ہندوستان کیطرف
چو خرما بشیرینی اندودہ پوست	۴	چو بازش کنی استخوانے دردست
چھوارے کی طرح چھلکا شیرینی سے بھرا ہے		جب تو اسے چھیلے تو اس میں گٹھلی ہے

ذکر محامد اتابک ابوبکر[۵] بن سعد زنگی طاب ثراہ

سعد زنگی کے بیٹے اتابک ابوبکر کی تعریفوں کا ذکر۔ خدا سعد کی قبر پاکیزہ کرے

مرا طبع زیں نوع خواہاں نبود	۶	سر مدحت پادشاہان نبود
میری طبیعت اس طرح کی خواہشمند نہ تھی		بادشاہوں کی تعریف کرنیکا خیال نہ تھا
ولے نظم کردم بنام فلاں	۷	مگر باز گویند صاحب دلاں
لیکن فلانے کے نام سے میں نے نظم لکھی ہے		شاید صاحب دل لوگ میرے بعد کہیں

(۱) ہمانا: بیشک۔ پارس: ایران۔ انشاء: تحریر۔ متن: میری۔ چوں: مثل۔ است: ہے۔ مشک: کستوری۔ ختن: خراسان کا وہ علاقہ جہاں بہترین کستوری پیدا ہوتی ہے (۲) بانگ: آواز۔ دُہل: ڈھول۔ ہول: دہشت۔ بود: تھی۔ عیبہ: گٹھڑی۔ درم: کی۔ زائد: ہے م عیبہ کے ساتھ لگتی ہے یعنی میری گٹھڑی۔ مستور: چھپے ہوئے۔ (۳) گل: پھول۔ آورد: لایا۔ سعدی: حضرت مصنف۔ سوئے: طرف۔ بوستان: باغ۔ شوخی: گستاخی۔ فلفل: مرچ سُرخ۔ ہندوستان: ہندوؤں کے رہنے کی جگہ مراد بھارت۔ (۴) خرما: چھوارہ۔ شیرینی: مٹھاس۔ اندودہ: چھپا ہوا۔ چو: جب۔ بازش کنی: تو اس کو باز کرے یعنی کھولے۔ استخوانی: ہڈی گٹھلی دردست: اس میں ہے۔ (۵) ذکر: یاد۔ محامد: جمع محمدہ خوبی اتابک: اتالیق سکھانے والا۔ بن: بیٹا۔ زنگی: حبشی۔ طاب: اچھی ہو جائے۔ ثراہ: اس کی مٹی مُراد قبر ہے۔ (۶) مرا: میری۔ طبع: طبیعت۔ زیں: ازیں اس سے۔ نوع: قسم۔ خواہاں: چاہنے والی نبود: نہ تھی۔ سر: خیال۔ مدحت: تعریف۔ پادشاہ: جمع بادشاہ (۷) ولے: ولیکن۔ نظم: الفاظ کو وزن اور قافیہ کی رعایت سے پرو دینا۔ کردم: میں نے کی۔ مگر: شاید۔ باز: پھر۔ گویند: کہیں۔ صاحبدل: دل والے۔ الف نون جمع کا ہے۔

تشریح: (۱) شیخ سعدیؒ سرزمین ایران میں واقع علاقہ شیراز کے باشندے تھے جبکہ ایران کے علاقے ختن میں اعلیٰ قسم کی کستوری دستیاب ہوتی تھی۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اپنے کلام کو ختن کی کستوری کی طرح بے حیثیت قرار دیا ہے کیونکہ جو چیز جس علاقے میں بکثرت موجود ہو تو اس علاقے میں اس چیز کی قدر نہیں ہوتی۔ اب اگر کوئی کتنی ہی قیمتی کستوری ختن کے علاقے میں لیجائے تو اس کی قدر نہ ہوگی کیونکہ وہ پہلے سے ہی کثیر مقدار میں وہاں موجود ہے۔ ایران میں اعلیٰ پائے کے بہت سے شعراء و ادباء موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں بوستان کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔ (۲) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنی شہرت کو ڈھول کے پول کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ فلاں معاملے میں ڈھول کا پول کھل گیا یعنی اس کی کوئی اصل نہیں۔ اسی طرح شیخ سعدیؒ نے بھی اپنی شہرت کو ڈھول کا پول قرار دیتے ہوئے اس کی اصل سے انکار کیا ہے۔ یہ شیخ سعدیؒ کی کسر نفسی تو ہو سکتی ہے لیکن حقیقت سے اس کا تعلق نہیں۔ کیونکہ شیخ سعدیؒ کی شخصیت میں قدرت نے جو گوہر پوشیدہ رکھے تھے ان کا تقاضی یہی تھا کہ شیخ سعدیؒ اس قابل تھے کہ ان کی شہرت کا ڈنکا دُور بہت دُور تک بجتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۳) جس طرح چمن میں پھولوں کی بہار ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص باغ میں پھول لیکر جائے تو ان پھولوں کی حیثیت نہیں ہوتی۔ اسی طرح شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں اس تمثیل سے باور کیا ہے کہ ایران تو خود شعراء و ادباء کا شہر ہونے کے باعث ایک ایسا باغ ہے جس میں بوستان جیسے پھول کافی مقدار میں پہلے سے ہی موجود ہیں۔ لہٰذا یہ گستاخی ایسی ہی ہے جیسے کوئی پھول کو باغ کی طرف اور مرچوں کو ہندوستان کی طرف لیجائے۔ تو اُس کی یہ کوشش گستاخی کے مترادف ہی ہوگی۔ (۴) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے بوستان کے حوالے سے کی گئی کوشش کو چھوہارے سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح چھوہارا اوپر سے لذیذ اور میٹھا ہوتا ہے لیکن اندر سے نکلنے والی گٹھلی بے لذت ہوتی ہے اسی طرح شیخ کی شخصیت اور بوستان کی صورت میں کاوش کو بھی کھجور کی گٹھلی کیطرح بے مزہ کہا ہے۔ اس شعر میں بھی شیخ سعدیؒ نے کسر نفسی کا مظاہرہ کیا ہے کیونکہ پھلدار ٹہنی ہمیشہ جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ ان اشعار میں بھی شیخ سعدیؒ پھلدار ٹہنی کیطرح جھکے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ (۵) عنوان: ذکر محامد اتابک ابوبکر بن سعد زنگی طاب ثراہُ۔ بوستان نصیحتوں سے لبریز ہے جبکہ تخت شاہی پر متمکن افراد نصیحتوں کے سب سے زیادہ محتاج ہوتے ہیں جس طرح دل اعضائے انسانی میں بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اسی طرح روئے زمین پر صاحب اقتدار افراد بھی مخلوق کا دل ہوتے ہیں اگر دل اچھا ہے تو اعضائے انسانی سے نکلنے والے افعال بھی اصلاح شدہ ہونگے اسی طرح بادشاہوں کے اعمال اپنی رعایا پر گہرے اثرات چھوڑتے ہیں شیخ سعدیؒ نے اپنی کتاب بوستان کی ابتداء ایک ایسے خاندان کے ذکر سے کی ہے جو شہزادوں کی تعلیم و تربیت کے فرائض سرانجام دیتے تھے اس دور میں شاہی خاندان کے سپوتوں کی پرورش کرنیوالے اساتذہ کو اتابک کہا جاتا تھا شہزادہ ابوبکر کے آباؤ اجداد اسی خدمت پر مامور رہتے تھے اس لئے انکے خاندان کا نام ہی اتابک پڑگیا چونکہ ایک استاد اپنے شاگرد کی ذہنی و فکری دینی و دنیوی اور اخروی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے تربیت کے فرائض سرانجام دیتا ہے اسلئے معاشرے میں استاد کا بہت بڑا مقام ہوتا ہے استاد کا منصب انبیاء علیہم السلام و پیغمبرانہ منصب ہے اسلئے استاد پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے لہٰذا شیخ سعدیؒ نے وقت کے بادشاہوں سے زیادہ استاد کے منصب کو ترجیح دی ہے اسلئے اپنی کتاب کا آغاز استاد کے ذکر سے کیا ہے۔ اس وقت خاندان سلجوق کے شہزادوں کے استاد اتابک ابوبکر بن سعد زنگی حبشی الاصل تھے اسلئے انہی کے ذکر سے بوستان کی ابتداء کا شرف بخشا۔

(۶) بادشاہوں کی بیجا تعریف کرنا چاپلوسی ہوتی ہے اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اپنا پہلو خوشامدانہ وصف سے بچاتے ہوئے اپنے طبعی مزاج کا تذکرہ کرکے لوگوں کے ذہنوں کو [illegible] کیا ہے۔ بلکہ ابوبکر بن سعد کی تعریف کو بیجا تعریف کے بجائے مبنی برحقیقت تعریف کیطرف اشارہ کیا ہے۔ (۷) بادشاہوں کو نصیحت کرنے کیلئے پہلے تمہید اور تعریف کرکے اسے ذہنی طور پر نصیحت کیلئے تیار کیا جاتا ہے اسلئے اسی اصول کے پیش نظر پہلے بادشاہ کی تعریف کرکے اُسکی شان میں نظم لکھی گئی ہے [illegible] شیخ سعدیؒ کے بقول یہ نظم بادشاہ سے انعام و اکرام حاصل کرنے کی غرض سے نہیں لکھی [illegible] بادشاہ اس لائق تھا کہ اُس کی تعریف کی جائے۔

نمبر	مصرع اوّل	مصرع ثانی
۱	کہ سعدی کہ گوئے بلاغت ربود کہ سعدی جو بلاغت کی گیند (جیت) لے گیا	در ایّامِ بوبکر بن سعد بود ابو بکر ابن سعد کے زمانے میں تھا
۲	سزد گر بدورش بنازم چناں مناسب ہے اگر میں اسکے زمانے پر ناز کروں	کہ سیّد بدورانِ نوشیرواں جیسے آنحضرت نے نوشیرواں کے زمانے پر (فخر کیا ہے)
۳	جہاں دارِ دیں پرورِ دادگر دنیا کا نگہبان، دیندار، منصف	نیامد چو بوبکرؓ بعد از عمرؓ (حضرت) عمرؓ کے بعد ابو بکرؓ کیطرح کوئی نہ پیدا ہوا
۴	سرِ سرفرازان و تاجِ مہاں جو سر بلندوں کا سردار اور بڑوں کا تاج ہے	بدورانِ عدلش بنازاے جہاں اے دنیا تو اس کے زمانہ پر ناز کر
۵	گراز فتنہ آید کسے در پناہ اگر کوئی فتنہ سے پناہ چاہے	ندارد جزایں کشور آرامگاہ تو اس ملک کے سوا اس کو آرام کی جگہ نہ ملے
۶	فطوبیٰ لِباب کبیت العتیق خوشخبری ہے اس دروازے کیلئے جو خانہ کعبہ کی طرح ہے	حوالیہ من کلِّ فجٍّ عمیق اس کے گرد دُور دراز راستے سے (لوگ آتے ہیں)
۷	ندیدم چنیں گنج و ملک و سریر میں نے ایسا خزانہ ملک اور تخت نہ دیکھا تھا	کہ وقفست بر طفل و درویش و پیر جو بچے اور فقیر اور بوڑھے پر وقف ہو
۸	نیامد برش دردناکِ غمے اس کے پاس کوئی غم کا مارا نہ آیا	کہ ننہاد بر خاطرش مرہمے کہ اس نے اس کی طبیعت پر مرہم نہ رکھا ہو

(۱) سعدی: مُصنف کا نام۔ گوئے: گیند۔ بلاغت: موقع اور محل کے مطابق کلام کرنا۔ ربُود: لے گیا۔ در: میں۔ ایّام: جمع یوم دن۔ بوبکر بن سعد: سعدیؒ کے دَور کا بادشاہ اسی کی نسبت سے آپ کا تخلص سعدیؒ ہے۔ (۲) سزد: سجتا ہے۔ بدورش: اسکے زمانہ پر۔ بنازم: میں ناز کروں۔ چناں کہ: جیساکہ۔ سیّد: سردار مُراد آنحضرتؐ۔ دوراں: زمانہ۔ نوشیرواں: ایران کا وہ بادشاہ جس کے زمانہ میں آنحضرتؐ پیدا ہوئے۔ (۳) جہاندار: جہان کو رکھنے والا بادشاہ۔ دیں پرور: دین پالنے والا۔ دادگر: انصاف کرنیوالا۔ نیامد: نہیں آیا۔ چو: مثل۔ ابوبکر: شاہ ممدوح۔ عمر: سے مُراد عمر بن عبدالعزیز۔

(۴) سر: سردار۔ سرفرازاں: جمع اونچے سر والے۔ مہاں: جمع مہ بڑا بزرگ۔ عدل: انصاف۔ بناز: ناز کر۔ (۵) فتنہ: آزمائش، بدامنی۔ کسے: کوئی شخص۔ ندارد: نہ رکھے۔ جز: سوائے۔ ایں: یہ۔ کشور: ملک۔ آرامگاہ: آرام کی جگہ۔ (۶) ف: پس۔ طوبیٰ: خوشخبری۔ لِ: لئے۔ باب: دروازہ۔ کَ: مثل۔ بیت: گھر۔ العتیق: پرانا مراد بیتُ اللہ۔ حوالیہ: اردگرد۔ ہٖ: اس کی۔ من: سے۔ کل: سب۔ فج: کشادہ راستہ۔ عمیق: گہرا مراد دُور کا۔ (۷) ندیدم: میں نے نہیں دیکھا۔ چنیں: ایسا۔ گنج: خزانہ۔ سریر: تخت۔ وقف: وہ چیز جو فقیروں، محتاجوں کیلئے خاص کردیجائے۔ بر: پر۔ طفل: بچہ۔ برنا: جوان۔ پیر: بوڑھا۔ (۸) نیامد: نہیں آیا۔ برش: اسکے پاس۔ دردناک: درد والا۔ غمے: کوئی غم۔ ننہاد: نہ رکھا ہو۔ خاطر: دل۔ ش: اس کا۔

تشریح: (۱) ابوبکر بن سعد کی تعریف کرکے انعام واکرام وصُول کرنا مقصود نہ تھا بلکہ لوگوں کو یہ بتلانا مقصود تھا کہ شیخ سعدیؒ ابوبکر بن سعد کے دَور کا انسان تھا۔ جبکہ ابوبکر بن سعد ایسے خانوادے سے تعلق رکھتا تھا جو شاہانِ سلجوق کے شہزادوں کی تربیت پر مبنی خدمات سرانجام دیتے تھے اس لئے اتابک برادری سے تعلق رکھنے والے شیخ سعدیؒ کیلئے اتابک خاندان کے فرد ابوبکر بن سعد کی تعریف کرنا معیوب نہیں۔ بادشاہ ہو یا رعایا کا کوئی فرد کسی کی سچی تعریف کرنا اس کا حق ہے نہ کہ عیب جوئی۔ (۲) ابوبکر بن سعد کی شان میں نظم یا قصیدہ گوئی کرکے شیخ سعدیؒ نے جہاں اپنے دَور کے بادشاہ پر فخر کیا ہے وہاں نوشیرواں کی تعریف کے حوالے سے رسُول علیہ السلام کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اصل تعریف شاہی منصب کی نہیں فرد کے کردار کی ہوتی ہے۔ (۳) انسان کا اصل کردار دین پر عمل پیرا ہونے یا تبلیغ وجہاد کے ذریعے دین کو ترقی دینے میں پوشیدہ ہے۔ ابوبکر بن سعد نے بھی دین کو ایسے ہی ترقی دی تھی جیساکہ خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے دین کو مستحکم بنیادوں پر ترقی دی تھی۔ (۴) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کے دور کی خصوصیات بیان کی ہیں کہ جہاں وہ اپنے دائرہ تخت کے سرداروں کا قدردان تھا وہاں بزرگوں کا احترام بھی ملحوظ خاطر رکھتا تھا۔ یہ نہیں کہ اقتدار کے نشے میں ہر بڑے چھوٹے کو کیڑے مکوڑوں کی طرح مسل دیتا تھا اس کے دَور میں عدل وانصاف کو اسقدر پذیرائی حاصل تھی کہ لوگ اس کے دور پر فاخر و نازاں تھے (۵) شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کے دور کی یہ خوبی بیان کی ہے کہ اس کا دَور انسانیت کی قدردانی اور انصاف کی فراوانی کی برکت سے تمام فتنوں سے محفوظ تھا۔ فتنوں سے نجات پانے کیلئے ابوبکر بن سعد کے دَور کا ملک آس پاس کے لوگوں کیلئے پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ (۶) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کے دربار کو حج بیت اللہ سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح حج بیت اللہ کے لئے دُور دراز سے لوگ سفر کرکے بیت اللہ کے انوار وبرکات سے مالا مال ہوتے ہیں اسی طرح ابوبکر بن سعد کے دربار سے غرباء وفقراء اور محتاج لوگ بھی اس کے انعام واکرام سے مستفید ہوتے ہیں غرباء وفقراء بھی اُسکے دربار کا ایسے ہی طواف کرتے تھے جیسے حج بیت اللہ کا۔ (۷) شیخ سعدیؒ ایک جہاندیدہ اور متین شخصیت کے مالک تھے انہوں نے اپنے تمام مشاہدات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس شعر میں فیصلہ کن بات کی ہے کہ میں نے ابوبکر بن سعد کا خزانہ غریبوں، فقیروں اور حاجتمندوں پر ایسے کھلا ہوا دیکھا ہے جیساکہ وہ انہی کیلئے وقف ہو۔ چونکہ صفت سخاوت اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت ہے جس سے ہر نوعیت کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں یہی صفت ابوبکر بن سعد میں بھی پائی جاتی تھی۔ بزرگوں کا قول ہے کہ عابد بخیل سے گناہ گار سخی اچھا ہوتا ہے۔ گناہ گار سخی سے شیطان ڈرتا ہے کہ مبادا اسکی مغفرت نہ ہوجائے۔ (۸) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کی رحمدلی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ایسا رحمدل بادشاہ ہے کہ کسی کا دکھ برداشت نہیں کرسکتا۔ جو دُکھی اس کے پاس اپنا درد لے کر آیا ابوبکر بن سعد نے اُس کے درد کا مداوا کرنے میں تاخیر کی نہ مایوس کیا۔ وہ ہمدرد و غمگسار تھا۔

طلب گارِ خیرست و اُمیدوار	۱	خدایا امیدیکہ دارد برآر
بھلائی کا طلب گار اور امید وار ہے		اے خدا اس کی جو امید ہے پوری فرمادے
کلہ گوشہ بر آسمانِ بریں	۲	ہنوز از تواضع سرش بر زمیں
اس کی ٹوپی کا کنارہ بلند آسمان پر ہے		پھر بھی تواضع سے اس کا سر زمین پر ہے
زگردن فرازاں تواضع نکوست	۳	گدا گر تواضع کند خوئے اوست
بڑوں کی جانب سے انکساری خوب ہے		فقیر اگر تواضع کرے تو یہ اس کی عادت ہے
اگر زیر دستے بیفتد چہ خاست	۴	زبردست افتادہ مردِ خداست
اگر کمزور عاجزی کرے تو کیا ہوا		زبردست انکساری کرنے والا مردِ خدا ہے
نہ ذکرِ جمیلش نہاں می رود	۵	کہ صیتِ کرم در جہاں می رود
اس کا ذکرِ خیر پوشیدہ نہیں رہتا		بلکہ اس کی شرافت کا شہرہ زمانہ میں پہنچتا ہے
چنوئے خردمند فرخ نہاد	۶	ندارد جہاں تا جہانست یاد
ایسا عقل مند، مبارک سرشت		زمانے کو یاد نہیں جب سے بھی زمانہ ہے
نہ بینی در ایّام او رنجۂ	۷	کہ نالد ز بیدادِ سرپنجۂ
اس کے زمانہ میں تو کسی ایسے رنجیدہ کو نہ دیکھے گا		جو کسی ظالم کے ظلم سے نالاں ہو

(۱) طلبگار: چاہنے والا۔ خدایا: اے خدا! الف ندائیہ۔ امیدیکہ: جو اُمید کہ۔ دارد: رکھتا ہے۔ برآر: پوری فرما۔ (۲) کلہ: ٹوپی۔ گوشہ: کنارہ۔ آسمانِ بریں: بلند آسمان۔ ہنوز: ابھی۔ تواضع: عاجزی۔ سرش: اس کا سر۔ (۳) گردن فراز: بلند گردن والا۔ نکو: اچھی۔ گدا گر: فقیر۔ کند: کرتا ہے۔ خوئے: عادت۔ او: وہ۔ است: ہے۔ (۴) زیر دست: عاجز، ماتحت۔ بیفتد: گر پڑے۔ چہ: کیا۔ خاست: کھڑا ہوا۔ زبردست: حاکم۔ افتادہ: گرا ہوا۔ مردِ خدا: اللہ والا۔ (۵) ذکر: تذکرہ۔ جمیل: اچھا۔ ش: اس کا۔ نہاں: پوشیدہ۔ می رود: چلتا ہے۔ کہ: بلکہ۔ صیت: شہرت۔ کرم: بخشش۔ (۶) چنوئے: ایسا۔ خردمند: عقل مند۔ فرخ: مبارک۔ نہاد: طبیعت۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ تا: جب تک۔ باد: رہے۔ یہ فعلِ دُعا ہے۔ تا جہاں ست: اس کی طرف مقدم ہے۔ (۷) نہ بینی: نہ دیکھے گا تو۔ ایام: جمع یوم دن۔ او: وہ۔ رنجہ: رنج والا۔ کہ: جو۔ نالد: روتا ہو۔ بیداد: ظلم۔ سرپنجہ: ظالم۔

تشریح: (۱) شیخ سعدیؒ نے اس شعر کے پہلے مصرع میں ابوبکر بن سعد کی قلبی کیفیت بیان کرکے فرمایا ہے کہ اس کے دل میں ہمیشہ خیر کی خواہش رہی ہے۔ بُرائی کی تمنا سے وہ کوسوں دُور ہے۔ دوسرے مصرع میں دُعائیہ الفاظ میں خیر سے متعلق اس کی آس پوری ہونے کا ذکر کیا۔ خیر و بھلائی کے طلبگار ہمیشہ دُعاؤں کے مستحق ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بھلائی چاہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ اس لیئے لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیتے ہیں اور وہ بھلائی کے ہر خوگر کیلئے دست بدعا ہو جاتے ہیں۔ (۲) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کے تخت شاہی کی وسعت کا تذکرہ کرکے اس کی تواضع و انکساری کو بیان کیا ہے۔ انسان دنیا میں عبادت و خلافت کیلئے آیا ہے۔ کثرت ذکر و عبادت سے انسان کے قلب و دماغ میں عجز و انکساری کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں جو اقتدار کے نشے کو کافور کر دیتے ہیں۔ ذاکر و عابد شخص تخت شاہی کے جتنے آسمان کی بلندیں کو چھولے تو وہ پھر بھی مخلوق سے عاجزانہ اور اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود حالت میں رہتا ہے۔ ابوبکر بن سعد کے اقتدار کا عروج ہونے کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کا نیکوکار آدمی تھا۔ (۳) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ایک منطقی نکتہ بیان کیا ہے کہ امیر کے پاس مال و دولت کی کثرت اور جاہ و جلال ہوتا ہے اس لیئے اس کے رگ و ریشے میں تکبر کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو ظلم و تشدد کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں جبکہ فقیر حاجتمند ہونے کے باعث عجز و انکساری اُسکی عادت ہے۔ کثیر مال و دولت اور اقتدار کے ہوتے ہوئے امیر آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و انکساری کرے تو یہ اس کا کمال ہے۔ اس شعر میں ابوبکر بن سعد کے اسی کمال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (۴) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کیونکہ جو بات خصوصی کمال پہلے شعر میں بیان کیا ہے اسے اس شعر میں دوسرا انداز اختیار کرکے پیش کیا گیا ہے اگر کوئی بادشاہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و انکساری کرکے اس کے سامنے جھک جائے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف جذب کر چکا ہے۔ اگر کوئی حاجتمند اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ شخص اپنی کسی ضرورت و حاجت کی بنا پر جھک رہا ہے۔ جبکہ امیر کبیر کا جھکنا خوفِ الٰہی کی وجہ سے ہوگا۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کی تعریف کے حوالے سے کہا ہے کہ اس کی اچھی عادتوں کے پیش نظر نہ صرف یہ کہ اس کے حاشیہ نشین تعریف کرتے ہیں جو حرص و ہوس کی تاک میں لگے رہتے ہیں بلکہ دُور دراز کے لوگ بھی بغیر کسی حرص و لالچ کے اس کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ (۶) اس شعر کے پہلے مصرع میں ابوبکر بن سعد کی عقل مندی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے کہ ابوبکر بن سعد عقل و شعور کے حوالے سے لاکھوں میں ایک ہے جو چراغ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ کیونکہ جو شخص اطاعت الٰہی اور اتباع سُنّت کے ساتھ ساتھ سخاوت ایسی صفات سے متصف ہو در حقیقت وہی شخص باشعور ہوتا ہے جبکہ یہی تینوں باتیں ابوبکر بن سعد میں بھی موجود ہیں۔ لہٰذا اپنے معاصرین میں اس جیسا صاحب عقل و شعور اور کوئی نہیں۔ دوسرے مصرع میں شیخ سعدیؒ نے قیامت تک درازیٔ عمر کی دُعا کی ہے کیونکہ ایسے سپوت مائیں صدیوں بعد جنم دیتی ہیں جن کا وجود دنیا میں باعثِ رحمت ہوتا ہے۔ (۷) انسان دنیا میں خلیفۃ اللہ بن کر آیا ہے اور خلیفۃ اللہ دنیوی زندگی میں دو اہم کام سرانجام دیتا ہے۔ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِاللّٰہِ ترجمہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرنا یعنی کمزوروں اور مظلوموں کی دادرسی کرتے ہوئے ظالم و جابر کو اس طرح مغلوب کرنا کہ پھر اسے جبر و تشدد کرنے کی جرأت نہ ہو۔ چنانچہ ابوبکر بن سعد بھی خلیفۃ اللہ کی ان دونوں صفات کا حامل تھا۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ابوبکر بن سعد کے دَور میں کوئی مظلوم روتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ اس لیئے کہ اس نے ظالموں کو ایسا سبق سکھایا ہے گویا کہ اذیت پسند افراد کے ہاتھ توڑ دیئے گئے ہوں۔

	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۱	کس ایں رسم وترتیب وآئیں ندید یہ رسم اور آراستگی اور ترتیب کسی نے نہ دیکھی	فریدوں بآن وشکوہ ایں ندید باوجود اس دبدبہ کے فریدوں نے بھی نہ دیکھی
۲	ازاں پیش حق پایگاہش قویست حضرت حق کے سامنے اسی وجہ سے اسکا مرتبہ بلند ہے	کہ دستِ ضعیفاں بجاہش قویست کہ اس کے مرتبہ کی وجہ سے کمزوروں کا ہاتھ مضبوط ہے
۳	چناں سایہ گسترد برعالمے وہ دُنیا پر اس طرح سایہ کیے ہوئے ہے	کہ زالے نیندیشد از رستمے کہ کوئی بڑھیا بھی کسی رستم سے نہیں ڈرتی ہے
۴	ہمہ وقت مردم زجورِ زماں ہمیشہ انسان زمانے کے ظلم سے	بنالند واز گردش آسماں نالاں رہے اور آسمان کی گردش سے
۵	در ایامِ عدل تو اے شہریار اے بادشاہ تیرے انصاف کے زمانہ میں	ندارد شکایت کس از روزگار کسی کو زمانہ کی شکایت نہ رہی
۶	بعہدِ تو می بینم آرامِ خلق تیرے زمانہ میں تو دنیا آرام سے ہے	پس از تو ندانم سرانجام خلق مجھے تیرے بعد مخلوق کا انجام معلوم نہیں
۷	ہم از بختِ فرخندہ فرجام تست تیرے مبارک انجام نصیبہ کی ہی وجہ ہے	کہ تاریخ سعدی در ایام تست کہ سعدی کا زمانہ تیرے دور میں ہے

(۱) کس: شخص۔ رسم: رواج۔ آئین: قانون۔ ندید: نہیں دیکھا۔ فریدوں: ایران کا عظیم بادشاہ جو ضحاک کو قتل کر کے تاج وتخت کا وارث ہوا۔ بہ: ساتھ۔ آں: وہ۔ شوکت: دبدبہ۔ ایں: یہ (۲) ازآں: اس وجہ سے۔ پیش: سامنے۔ حق: اللہ تعالیٰ۔ پایگاہ: مرتبہ۔ قوی: مضبوط۔ دست: ہاتھ۔ ضعیفاں: جمع ضعیف کمزور۔ بہ: بسبب۔ جاہ: مرتبہ۔ ش: اس کا۔ (۳) چناں: ایسا۔ گسترد: پھیلا دیا اس نے۔ عالمے: ایک جہان۔ زال: بڑھیا رستم کے باپ کا نام بھی زال ہے۔ نیندیشد: نہیں ڈرتی۔ رستمے: ایک رستم۔ (۴) ہمہ وقت: ہمیشہ۔ مردم: لوگ۔ جور: ظلم۔ زماں: وقت بنالند: روتے ہیں۔ گردش: چکر۔ (۵) ایام: جمع یوم، دن۔ عدل: انصاف۔ شہریار: بادشاہ۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ کس: کوئی شخص روزگار: زمانہ۔ (۶) عہد: زمانہ۔ تو: تیرا۔ مے بینم: میں دیکھتا ہوں خلق: مخلوق۔ پس: پیچھے۔ از تو: تیرے۔ ندانم: نہیں جانتا۔ سرانجام: آخر۔

(۷) ہم: بھی۔ بخت: نصیب۔ فرخندہ: مبارک۔ فرجام: انجام۔ تست: تیرا ہے۔ تاریخ: وقت۔ ایام: جمع یوم، دن۔

تشریح: (۱) جو بادشاہ منصف مزاج ہوتے ہیں وہ منصفانہ طرز ترتیب پر مبنی قانون کی بالادستی کو نہ صرف رواج دیتے ہیں بلکہ حق وانصاف کے دائرے میں رہ کر آئین کی پاسداری کرتے ہیں۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابو بکر بن سعد کی انصاف پسندی اور آئین پرستی کی طرف اشارہ کیا ہے اور ضحاک کے قاتل ایران کے پرشکوہ بادشاہ فریدون کی شان وشوکت کو ابو بکر بن سعد کی انصاف پسندی نے جو مات دی تھی اس کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ فریدون جیسا بادشاہ بھی ابو بکر بن سعد کی سطوت تک نہ پہنچ سکا۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے طاقتور لوگوں کو ضعیفوں کی حفاظت کے لیے قوت دی ہے۔ دُنیا میں سب سے بڑا طاقتور شخص وقت کا حکمران ہوتا ہے کیونکہ فوج، پولیس، عدلیہ، آئین وغیرہ ایسی تمام قوتیں بادشاہ کے پاس ہوتی ہیں اگر کوئی حکمران اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ضعیفوں کی حفاظت کرتا ہے اور ظالموں کو اُن کے ظلم سے باز رکھنے کیلئے انہیں مغلوب رکھتا ہے تو وہ حکمران اللہ تعالیٰ کے دربار میں بلند مرتبہ رکھتا ہے عند اللہ بلند درجات غرباء وضعفاء کی دُعاؤں کا ثمر ہوتا ہے اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابو بکر بن سعد کی اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بلند مرتبہ کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳) جس ملک کا بادشاہ عادل ہو اور اُسکے عادلانہ طرزِ حکومت کا ڈنکا بج رہا ہو تو پھر کسی بڑے سے بڑے طاقتور اور متشدد شخص کو جرأت نہیں ہوتی کہ وہ کسی کمزور پر تشدد کرنا تو درکنار اُسے ڈرانے دھمکانے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ چونکہ ایران میں زال بن سام کا بیٹا رستم پہلوان اپنی طاقت کے حوالے سے اتنی شہرت رکھتا تھا کہ وہ طاقت کی پہچان اور ضرب المثل بن گیا تھا۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے رستم کا تذکرہ کر کے بڑے سے بڑے طاقتور کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ ابو بکر بن سعد کا عادلانہ دَور اتنا اطمینان بخش تھا کہ کوئی بوڑھی عورت بھی کسی رستم سے خائف نہ تھی۔ (۴) جب عادل بادشاہ کا انصاف اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ قطعۂ زمین پر حکمرانی کر رہا ہو تو وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکت کی بارش ہوتی ہے ایسی صورت میں کوئی شخص بھی خواہ وہ غریب ہو یا ضعیف، ناتواں ہو یا نادار، بے کس ہو یا لاچار وہ زمانے کی گردش سے اس طرح محفوظ ہو جاتا ہے کہ وہ گردشِ زمانہ کا رونا روتا ہے نہ شکایت کرتا ہے۔ ابو بکر بن سعد کے عہدِ حکمرانی میں بھی یہی حالت تھی کہ کوئی نادار ولاچار بھی تقدیر کی ستم ظریفی یا اپنی بدقسمتی کا گلہ شکوہ نہیں کرتا تھا۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ ابو بکر بن سعد کو شہریار وعوام دوست کا لقب دیتے ہوئے مخاطب کر رہے ہیں کہ اے ملک وقوم کے مددگار تیرے عہدِ حکومت میں ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا گیا جو اپنی قسمت کو کوسنے دے رہا ہو یا تقدیر سے شکوہ کر رہا ہو کیونکہ ابو بکر بن سعد کے عہدِ حکومت نے خطے کو عدل وانصاف اور امن وآشتی سے اس طرح بھر دیا تھا کہ زمانے کو کوسنے کی عام رسم بھی ختم ہو گئی۔ (۶) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابو بکر بن سعد کے دور کا تذکرہ کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ جہاں تک ابو بکر بن سعد کی حکومت کی سرحد ہے وہاں تک کسی آدمی کو بے آرام نہیں دیکھا بلکہ سکون وراحت کی زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا ہے اسلئے جب تک اے ابو بکر بن سعد تو زندہ ہے تب تک تیری رعایا خوش ہے لیکن تیرے مرنے کے بعد اُن کو کون سنبھالے گا اُن کا انجام کیا ہو گا اس سے ڈرتا ہوں۔ (۷) قدیم دور میں شعراء کو بہت بڑا مقام حاصل تھا وہ جسے چاہتے اپنے کلام کے ذریعے رُسوا کر دیتے اور جسے چاہتے عزت کے اوجِ ثریا تک پہنچا دیتے تھے۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے شعراء وادباء کے اس مقام کے تناظر میں ابو بکر بن سعد کی خوش بختی کا تذکرہ کیا ہے کہ تیرے عہدِ حکومت میں سعدیؒ جیسا بہترین شاعر وادیب موجود ہے جس کے زندہ جاوید کلام وتصانیف کی وجہ سے ابو بکر بن سعد کی شخصیت بھی تعریف وتوصیف کے حوالے سے زندہ جاوید رہے گی۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	کہ تا بر فلک ماہ و خورشید ہست	دریں دفترت ذکرِ جاوید ہست
	اسلئے کہ جب تک بھی آسمان پر چاند اور سورج ہے	اس کتاب میں تیرا ہمیشہ قائم رہنے والا تذکرہ ہے
۲	ملوک ار نکونامی اندوختند	ز پیشینگاں سیرت آموختند
	بادشاہوں نے نیک نامی جمع کی	اگلوں سے طور طریقے سیکھے
۳	تو در سیرتِ پادشاہی خویش	سبق بردی از پادشاہانِ پیش
	تو اپنی بادشاہی کے طور و طریق میں	اگلے بادشاہوں سے بازی لے گیا
۴	سکندر بدیوارِ روئین و سنگ	بکرد از جہاں راہِ یاجوج تنگ
	سکندر نے کانسی اور پتھر کی دیوار کی وجہ سے	دنیا میں یاجوج کا راستہ تنگ کر دیا
۵	ترا سدِّ یاجوج کفر از زر است	نہ روئیں چو دیوار اسکندر است
	کفر کے یاجوج کے لئے تیری سونے کی دیوار ہے	سکندر کے دیوار کی طرح کانسی کی دیوار نہیں ہے
۶	زباں آورے کاندریں امن و داد	سپاست نگوید زبانش مباد
	جو زباندان اس امن و انصاف کے زمانہ میں	تیرا شکریہ ادا نہ کرے اس کی زبان نہ رہے
۷	زہے بحرِ بخشایش و کانِ جود	کہ مستظہرند از وجودت وجود
	کیا ہی خوب عطا کا سمندر اور بخشش کی کان	کہ تیرے وجود کی وجہ سے وجود (انسانی) کی کمر مضبوط ہے
۸	بروں بینم اوصافِ شہ از حساب	نگنجد دریں تنگ میدان کتاب
	بادشاہ کے اوصاف حساب سے زیادہ ہیں	کتاب کے اس تنگ میدان میں نہیں سما سکتے

(۱) کہ: کیونکہ۔ تا: جب تک۔ فلک: آسمان۔ ماہ: چاند۔ خورشید: سورج۔ ہست: ہے۔ دریں: اس میں۔ دفترت: کتاب۔ ت: ذکر کے ساتھ لگتی ہے کہ تیرا ذکر۔ جاوید: ہمیشہ۔ (۲) ملوک: جمع ملک، بادشاہ۔ ار: اگر۔ نکونامی: نیک نامی۔ اندوختند: جمع کی ہے۔ پیشینگاں: پہلے لوگ۔ سیرت: طریقہ۔ آموختند: انہوں نے سیکھے ہیں۔ (۳) سیرت: طریقہ، حالات زندگی۔ خویش: اپنا۔ سبق: سبقت بازی۔ بردی: لے گیا۔ پادشاہاں: جمع پادشاہ۔ پیش: پہلے۔ (۴) سکندر: ذوالقرنین بادشاہ جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ روئین: دھات۔ سنگ: پتھر۔ بکرد: کر دیا اس نے۔ راہ: راستہ۔ یاجوج: یافث بن نوح کی اولاد جو بڑے لڑاکا اور خونریز انسان تھے۔ تنگ: بند۔ (۵) ترا: تیری۔ سد: دیوار۔ یاجوج: نام قوم۔ کفر: انکارِ خدا۔ زر: سونا۔ روئیں: دھات۔ چوں: مثل۔ اسکندر: بادشاہ جو ذوالقرنین کے لقب سے مشہور ہے۔ (۶) زباں آور: زبان لانے والا مراد ادیب ہے۔ اندریں: اس میں۔ داد: انصاف۔ سپاس: شکریہ۔ ت: تیرا۔ مباد: نہ رہے، بددعا کا جملہ ہے (۷) زہے: کلمہ تحسین معنی کیا ہی اچھا۔ بحر: سمندر۔ کانِ جود: سخاوت کی کان۔ مستظہر: قوت پانے والا۔ اند: ہیں۔ وجودت: تیرا وجود، وجود سے مراد عام انسانوں کا وجود (۸) بروں: باہر۔ بینم: میں دیکھتا ہوں۔ اوصاف: جمع وصف۔ شہ: بادشاہ۔ نگنجد: نہیں سماتے۔ دریں: اس میں۔ تند: تنگ۔

تشریح: (۱) جس طرح آسمان پر چاند سورج کا وجود قیام دنیا کی دلیل ہے اسی طرح شیخ سعدیؒ کی تصانیف و کلام کا وجود بھی ابوبکر بن سعد کی توصیف و تحسین برداشت کر رہی ہے اور جب چاند سورج بے نور ہو جائیں گے تو ساری دنیا برباد ہو جائے گی۔ اسی طرح شیخ سعدیؒ کی ناصحانہ جھلک کے پس منظر میں اس کے کلام و تصانیف کا خاتمہ ہو جائیگا تو اے ابوبکر بن سعد تیرے وقار کا سورج بھی بے نور ہو جائیگا یعنی تا قیامِ قیامت شیخ سعدیؒ کی تصانیف اور ابوبکر بن سعد کی توقیر لازم و ملزوم رہیں گی۔ (۲) دنیا کا ہر حکمران اپنے پیش روؤں کے نقش قدم پر چل کر نیک نامی حاصل کرتا ہے اس سے نہ صرف وہ اپنے آباؤ اجداد کے وقار کا باعث بنتا ہے بلکہ اپنی ممدوحات کا سبب بھی ہوتا ہے لیکن ابوبکر بن سعد ایسی خوبیوں کا مالک تھا کہ اس نے اپنی نیک نامی کا سامان اپنے پیش روؤں کی بجائے خود اپنے عملی کردار اور احسن صلاحیتوں کی بنا پر مہیا کیا ہے۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کی اسی ذاتی خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۳) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کی احسن صلاحیتوں کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ ابوبکر بن سعد نہ صرف اپنے سے پہلے بادشاہوں سے حکمرانی کے طور طریقے سیکھنے سے بے نیازی اختیار کر کے اپنے سیرت و کردار کی روشنی میں اپنے عہد حکومت کو روشن کیا ہے بلکہ عدل گستری اور حق پرستی کے میدان میں اپنے تمام پیش روؤں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ (۴) یاجوج ماجوج کی قوم فسادی اور شر پسند تھی۔ اس کی دہشت گردی سے ارد گرد کی تمام قومیں تنگ آ چکی تھیں وہ کسی مسیحا اور نجات دہندہ کی منتظر تھیں چنانچہ قدرت نے سکندر اعظم کی صورت میں انہیں ایک ایسا نجات دہندہ عطا کیا کہ جس نے ان تمام مہذب اقوام اور یاجوج و ماجوج جیسی غیر مہذب قوم کے درمیان دھات کی ایسی دیوار کھڑی کر دی کہ کئی صدیاں گذر گئیں لیکن سدِ سکندری آج تک اپنی جگہ پر قائم ہے یوں سکندر اعظم تمام مہذب قوموں کی نجات کا ذریعہ بن گیا آج اقوام عالم اس کے تحفظ کا جتنا شکریہ ادا کرے کم ہے۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے سدِ سکندری کے ذریعے یاجوج ماجوج ایسی کافر قوم سے تمام اقوام عالم کو نجات دلانے کا سبب سکندر اعظم کو قرار دیتے ہوئے ابوبکر بن سعد کی روپے پیسے خرچ کرنے اور سونا چاندی لٹا دینے سے چنگیزی کافروں کے جبر و تشدد سے پوری قوم کو چھٹکارا دلا دیا۔ اگر سکندر اعظم کی دھات اور ابوبکر بن سعد کی سخاوت کے حوالے سے ان دونوں دیواروں کا موازنہ کیا جائے تو ابوبکر بن سعد کی دیوار مساوی ہو گی۔ (۶) اس شعر میں شیخ سعدیؒ ابوبکر بن سعد کے دور کو امن و امان کا دور قرار دیتے ہوئے اپنے وقت کے ادباء و شعراء کی توجہ اس طرف مبذول کرا رہے ہیں کہ وہ بھی میری (شیخ سعدیؒ کی) طرح ابوبکر بن سعد کی شان میں بھی قصیدہ گوئی کریں بصورت دیگر یہ ناشکری ہو گی اور ناشکرا اس قابل نہیں کہ وہ حقیقت پسند ادیب و شاعر کہلا سکے۔ (۷) اس شعر میں شیخ سعدیؒ ابوبکر بن سعد کی بے انتہا سخاوت کا تذکرہ کر کے یہ باور کرا رہے ہیں کہ ابوبکر بن سعد نہ صرف بخشش و معافیت کا بحر بیکراں ہے بلکہ وہ سخاوت و عنایت کی ایسی کان ہے جس سے ہر طبقے کا ہر فرد فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ (۸) اس شعر میں شیخ سعدیؒ یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ابوبکر بن سعد کے اندر قدرت نے اتنے اوصاف ودیعت کیئے ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کے ہزاروں سلسلے کروڑوں سیلوں میں پھیلائے ہوئے ہیں بالکل اسی طرح کائنات کے نمونوں کے ساتھ ساتھ اپنی صفات کے بہت سے نمونے بھی انسان کے اندر رکھے ہوئے ہیں جن کا انسان کے وجود سے وقتاً فوقتاً ظہور ہوتا رہتا ہے ابوبکر بن سعد کا وجود بھی انہی بے شمار اوصاف کا مظہر تھا۔

مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ دوم
گر آں جملہ را سعدی املا کند	۱	مگر دفترے دیگر انشا کند
اگر سعدی ان سب کو لکھائے		تو اس کو ایک دوسرا ہی دفتر لکھانا پڑتا
فرو ماندم از شکرِ چندیں کرم	۲	ہماں بہ کہ دستِ دُعا گسترم
اس قدر کرم سے شکر سے میں عاجز ہوں		بس یہی بہتر ہے کہ دُعا کا ہاتھ اٹھاؤں
جہانت بکام و فلک یار باد	۳	جہاں آفرینت نگہدار باد
تیرا زمانہ مقصد کے مطابق اور آسمان یار رہے		خُدا تیرا نگہبان رہے
بلند اخترت عالمِ افروختہ	۴	زوالِ اخترِ دشمنت سوختہ
تیرے بلند ستارے نے عالم کو روشن کردیا		ستارے کے زوال نے تیرے دشمن کو جلا دیا
غم از گردشِ روزگارت مباد	۵	وز اندیشہ بر دل غبارت مباد
خدا کرے زمانہ کی گردش کا تجھے فکر نہ ہو		اور کسی فکر کا تیرے دل پر غبار نہ رہے
کہ بر خاطرِ پادشاہاں ہمے	۶	پریشاں کند خاطرِ عالمے
اس لئے کہ بادشاہوں کی طبیعت کا ایک غم		ایک جہان کے دل کو پریشان کردیتا ہے
دل و کشورت جمع و معمور باد	۷	ز مملکت پراگندگی دُور باد
تیرا دل اور ملک، جمع اور آباد ہو		تیرے ملک سے پراگندگی دُور رہے
تنت باد پیوستہ چوں دیں درست	۸	بداندیش را دل چو تدبیر سست
تیرا جسم دین کی طرح ہمیشہ درست رہے		تیرا بُرا چاہنے والے کا دل اسکی تدبیر کی طرح سُست رہے

(۱) جُملہ: تمام۔ املا: لکھانا۔ کند: کرے۔ مگر: شاید۔ دفتر: کتاب۔ دیگر: دوسرا۔ انشا: لکھانا۔ (۲) فرو ماندم: میں عاجز آگیا ہوں۔ چندیں: اتنا۔ کرم: بخشش۔ ہماں: وہی۔ بہ: بہتر۔ گسترم: میں پھیلاؤں۔ (۳) جہانت: اس کی ت کام کے ساتھ لگی ہے۔ فلک: آسمان۔ یار: مددگار۔ باد: ہووے۔ جہاں آفریں: جہان کا پیدا کرنے والا۔ ت: تیرا۔ نگہدار: نگہبان۔ (۴) اخترت: تیرا ستارہ۔ عالم: جہان۔ افروختہ: روشن کیا ہوا۔ زوال: گھٹنا۔ سوختہ: جلا دیا۔

(۵) گردش روزگار: زمانے کی گردش، حالات کی خرابی۔ ت: تجھ کو۔ مباد: مت ہووے۔ اندیشہ: فکر۔ ت: تیرے۔

(۶) خاطر: دل۔ ہم: فکر۔ ے: تحقیر کی۔ کند: کرتا ہے۔ عالمے: ایک جہان۔

(۷) کشور: ملک۔ ت: تیرا۔ معمور: آباد۔ باد: ہووے۔ پراگندگی: ابتری۔

(۸) تنت: تیرا تن۔ باد: ہووے۔ پیوستہ: ہمیشہ۔ چوں: مثل۔ بداندیش: بُرا سوچنے والا۔ چو: مثل۔

تشریح: (۱) کائنات کے نمونے ہوں یا صفاتِ الٰہیہ کی جھلکیاں ابوبکر بن سعد کے جود کا مشاہدہ کر کے ایک مستقل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ ترجمہ: عنقریب ہم اپنی بڑی بڑی نشانیاں ان (انسان) کے باہر سے اور ان کی جانوں میں سے دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ حق ظاہر ہو جائے! اس آیت کے پیشِ نظر شیخ سعدیؒ کا یہ دعوی درست ہے کہ واقعی اس پر ایک پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ (۲) کمینہ آدمی ہمیشہ احسان فراموشی کرتا ہے جبکہ شریف کا شیوہ ہے کہ وہ اپنے محسن کے احسان کا بدلہ ضرور چکاتا ہے شیخ سعدیؒ نے اپنے شریفانہ روش کے پیشِ نظر احسان کا بدلہ چکانے کی صورت میں دعائے خیر کیلئے ہاتھ پھیلانے کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳) اس شعر میں شیخ سعدیؒ ابوبکر بن سعد کو دعائیہ کلمات کے ذریعے اس کے احسانات کا بدلہ ادا کر رہے ہیں۔ اور ابوبکر بن سعد کیلئے دُعاگو ہیں کہ جس طرح تو نے اپنی رعایا کی خبرگیری کی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تیری خبرگیری کرتا رہے جس طرح تو (ابوبکر بن سعد) نے اپنی رعایا کی نگہبانی کر کے اسے دنیا و مافیہا کے خوف سے بے نیاز کر دیا ہے اسی طرح رب العٰلمین تیری نگرانی کر کے تمام دنیوی و اخروی آفات سے محفوظ رکھے۔ (۴) اس شعر میں شیخ سعدیؒ دعائیہ انداز میں اپنے وقت کے بادشاہ ابوبکر بن سعد سے مخاطب ہو کر ابوبکر بن سعد کے عہدِ حکومت کی خاص شان بیان کر رہے ہیں یعنی جب سے تو (ابوبکر بن سعد) تختِ نشین ہوا ہے تب سے تیرے عمدہ اوصاف کی روشنی سے خطے کا دائرہ نکتہ نور ہی نہیں بن گیا بلکہ تشدد پسند دشمن کی بربادی کا سامان بھی بن گیا۔ (۵) ملک کا بادشاہ پوری قوم کیلئے وہی حیثیت رکھتا ہے جو انسانی بدن میں دل کی حیثیت ہوتی ہے۔ اگر دل غمگین ہو تو پورے جسم پر مُردنی چھا جانے کے ساتھ ساتھ دنیا کی بہاریں خزاں جیسی لگتی ہیں۔ اسی طرح اگر ملک کا بادشاہ غموں کے محاصرے میں ہو تو پوری قوم اندوہناک سمندر میں غرق ہو جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ تجھے فکر و غم سے محفوظ رکھے۔ (۶) اگر بادشاہ اپنی نازک مزاجی کے باعث اپنے دل پر معمولی سا غم بھی لے بیٹھے تو رعایا کی خبرگیری کی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔ یوں رعیت بدامنی کا شکار ہو کر لاقانونیت کی راہ پر چل پڑتی ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ بادشاہ سلامت (ابوبکر بن سعد) کو ہر غم سے دور رکھے تاکہ رعایا کا احوال صحیح سمت رہے بصورتِ دیگر رعیت فکری دشوری اور اخلاقی تباہی کا نشان بن جائیگی۔ (۷) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ملکی حالات بہتر رکھنے کے حوالے سے ایک عجیب راز سے پردہ اٹھایا ہے کہ اگر بادشاہ ذہنی طور پر پرسکون اور قلبی طور پر دلجمعی کا مظہر ہو تو ملک کے حالات بدتر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (۸) انسانی بدن کا تعلق دِل سے اور دل کا تعلق تصورات سے ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے تصورات کو دین کہتے ہیں۔ اگر دینی تصورات کے حوالے سے انسان کے خیالات اچھے ہوں تو انسان کے جسم سے نکلنے والے اعمال و جوارح بھی صحیح ہوں گے۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کے دین و اعمال کے حوالے سے ملکی حالات کے درست ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور بدخواہوں کے دل کمزور ہونے کی دُعا کی ہے تاکہ کسی بدخواہ کی بُری تدبیر سے ملک کے داخلی و خارجی معاملات میں کجی واقع نہ ہو۔

۱	درونت بتائیدِ حق شاد باد	دل و دین اقلیمت آباد باد
	تیرا باطن اللہ کی تائید سے خوش رہے	تیرا دل اور دین اور ملک ہمیشہ آباد رہے
۲	جہاں آفریں بر تو رحمت کناد	دگر ہر چہ گویم فسانست و باد
	جہاں کا پیدا کرنیوالا تیرے اوپر رحمت نازل کرے	اسکے علاوہ میں جو کچھ کہوں وہ ایک قصہ کہانی ہے
۳	ہمینت بس از کردگارِ مجید	کہ توفیق خیرت بود بر مزید
	خدائے بزرگ کی جانب سے تیرے لیے یہی کافی ہے	کہ تیری خیر کی توفیق زیادہ ہوتی ہے
۴	نرفت از جہاں سعدِ زنگی بدرد	کہ چوں تو خلف نام بردار کرد
	سعد زنگی دنیا سے غم لے کر نہ گیا	جب کہ تجھ جیسا نام آور خلیفہ بنا کر گیا
۵	عجب نیست ایں فرع زاں اصلِ پاک	کہ جانش باوج است و جسمش بخاک
	کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ یہ شاخ اس پاک اصل کی ہے	جس کی روح بلندی پر ہے اور جسم خاک میں ہے
۶	خدایا بر آں تربتِ نامدار	بفضلت کہ بارانِ رحمت ببار
	اے خدا اس مشہور قبر پر	تجھے اپنی بزرگی کی قسم تو رحمت کی بارش برسا
۷	گر از سعد زنگی مثل ماند یاد	فلک یاورِ سعد بوبکر باد
	اگر سعد زنگی کی ایک مثال اور یاد باقی ہے	تو خدا کرے آسمان ابو بکر کے بیٹے سعد کا مددگار رہے

(۱) درونت: تیرا دل۔ شاد باد: خوش رہے۔ اقلیم: ملک ت: تیرا۔ (۲) جہاں آفریں: جہان کا پیدا کرنے والا بر تو: تجھ پر۔ کناد: کرے۔ دگر: دوسرا۔ چہ: جو کچھ۔ گویم: کہوں میں۔ فسانہ: قصہ کہانی۔ است: ہے۔ باد: ہوا، یعنی بے فائدہ۔ (۳) ہمیں: یہی۔ ت: تجھ کو۔ بس: کافی کردگار: اللہ تعالیٰ۔ مجید: بزرگ۔ توفیق: اسباب مہیا کرنا۔ بود: ہووے۔ بر: مزید: زیادتی پر۔ (۴) نرفت: نہیں گیا سعد زنگی: ابو بکر ممدوح کے والد۔ بدرد: درد کے ساتھ۔ کہ: جب کہ۔ چوں: مثل۔ خلف: پیچھے رہنے والا۔ نام بردار: نام رکھنے والا۔ کرد: کیا۔ (۵) عجب: تعجب نیست: نہیں ہے۔ ایں: یہ۔ فرع: شاخ۔ زاں: اس نے اصل: جڑ۔ اوج: بلندی۔ ست: ہے۔ بخاک: مٹی میں۔ (۶) خدایا: اے خدا۔ بر آں: اس پر۔ تربت: قبر نامدار: نام رکھنے والا یعنی مشہور۔ بفضلت: ب قسمیہ فضل: مہربانی، بزرگی۔ ت: تیری۔ باراں: بارش۔ ببار: برسا۔ (۷) سعد زنگی: والدِ ممدوح۔ مثل: مثال۔ ماند: رہ گئی۔ یاد: یادگار یعنی خود ابو بکر۔ فلک: آسمان۔ یاور: مددگار۔ (۸) مدح: تعریف۔ شاہزادہ: بادشاہ کا لڑکا۔ سعد: ابو بکر ممدوح کا بیٹا ابو بکر ممدوح خود۔ بن: بیٹا۔ سعد: ممدوح کا باپ۔ گوید: کہتا ہے، یعنی شاعر۔

در مدح شاہزادۂ اسلام سعد بن ابی بکر بن سعد گوید

شاہزادۂ اسلام سعد بن ابی بکر بن سعد کی تعریف میں کہتا ہے

تشریح: (۱) چونکہ بادشاہ اپنی مملکت میں آزاد اور صاحب اختیار ہوتا ہے اگر بادشاہ کے جسم کی طرح بادشاہ کا دل بھی کشادہ ہو تو رعایا کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ اس شعر کے پہلے مصرع میں شیخ سعدیؒ نے ابو بکر بن سعد کی کشادہ دلی کو مزید کھلا ہونے کی دعا کی ہے جبکہ دوسرے مصرع میں دل کی بہتری کے ساتھ ساتھ دین کی درستی اور ملکی خوشحالی کے حوالے سے دعائیہ کلمات کا اظہار کیا ہے۔ (۲) انسان سہو و نسیان سے مرکب ہے چنانچہ اگر مجھ (شیخ سعدیؒ) سے سہواً کوئی غلط بات نکل جائے وہ محض بے بنیاد ہوگی میں تو بس یہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت تجھ پر اپنی رحمتوں کی بارش کرتا رہے بصورت دیگر میری باتیں صرف افسانہ ہونگی۔ (۳) مال و دولت اور جاہ و جلال کیلئے کثرت و بہتات ضروری نہیں بلکہ ان میں اصل خیر و برکت ہوتی ہے جس مال میں خیر و برکت نہ ہو بلکہ جائز و ناجائز ذرائع سے ہٹ کر صرف کثرت ہی کثرت ہو وہ مال بہتر نہیں جس اقتدار میں ظلم و تشدد کی کثرت کی وجہ سے فتوحات میں اضافہ ہو تو وہ بھی صحیح نہیں اس لیے شیخ سعدیؒ دعا گو ہیں کہ مال و اقتدار میں کثرت کے بجائے صرف خیر میں اضافہ کی توفیق ہو۔ (۴) بقول کسے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے جبکہ نیک اولاد اپنے باپ کیلئے صدقہ جاریہ کا باعث ہوتی ہے اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اسی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے ابو بکر بن سعد کے عادات و خصائل کی روشنی میں کہا کہ سعد زنگی (ابو بکر بن سعد کا باپ) جب اس دنیا سے گیا تو وہ مطمئن تھا اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ میرے بعد میرا جانشین نیک صالح ہے۔ (۵) قدرت کا ضابطہ ہے کہ جس درخت کی جڑ یا بیج اچھا ہو تو اس کا پھل بھی عمدہ ہوتا ہے انسان کے حوالے سے بھی قدرت کا یہی اصول کار فرما ہے کہ ماں باپ نیک ہوں اور بچے کی تربیت بھی اچھے ماحول میں ہوئی ہو تو یہ قابل تعجب نہیں کہ اس کی جوانی اور بڑھاپا اطراف عالم کیلئے خیر و برکت کا سبب بنے ابو بکر بن سعد کی اچھائیوں پر تعجب نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ اس کا باپ بھی نیک تھا۔ (۶) چونکہ بیٹے کی عمدہ اطوار کے ضمن میں باپ کی بہترین خصلتوں کا تذکرہ چل پڑا تھا اس لیے شیخ سعدی نے ابو بکر بن سعد کے والد محترم سعد زنگی کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل کرنے کیلئے رب ذوالجلال کے حضور اس کی بزرگی و عظمت کی قسم دیکر دعاؤں کی صورت میں گذارش پیش کی ہے (۷) نیک اولاد ماں باپ کی یادگار ہوتی ہے۔ عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کوئی بچہ کسی بزرگ کا احترام کرتا ہے یا اس کا کہنا مانتا ہے تو وہ بزرگ یہی کہتا ہے کہ کسی اچھے ماں باپ کی اولاد ہو۔ اگر کوئی بدتمیزی کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ تجھے ماں باپ نے یہی کچھ سکھایا ہے۔ چنانچہ والدین کی نیک نامی اولاد کی بہتر عادات سے ظاہر ہوتی ہے۔ اسی نکتے کے تناظر میں شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے کہ ابو بکر بن سعد اپنے باپ سعد زنگی کی بہترین یادگار ہے اور اسی طرح ابو بکر بن سعد کا بیٹا سعد بن ابو بکر بھی اچھی مثال ثابت ہوگا۔ (۸) عنوان "در مدح شاہزادۂ اسلام سعد بن ابی بکر بن سعد زنگی گوید" شہزادۂ اسلام سعد بن ابی بکر بن سعد کی تعریف میں کہتا ہے۔ اس عنوانی جملے سے ابو بکر بن سعد کے فرزند ارجمند سعد بن ابی بکر کی شان میں قصیدہ گوئی کا سلسلہ آغاز ہو رہا ہے کیونکہ ابو بکر بن سعد جس خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، وہ خود شہزادوں کی تعلیم و تربیت میں مہارت کے حوالے سے مشہور و معروف تھا جب یہ خاندان خود تخت شاہی پر متمکن ہوا تو یہ اپنے ہی خاندان کے شہزادوں کی بہتر پرورش اور اچھی تربیت سے غافل نہیں ہے۔ چنانچہ سعد بن ابی بکر بن سعد بھی اپنے آباء کی طرح صالح تھا۔

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	جوان جواں بخت روشن ضمیر	بدولت جوان و بتدبیر پیر
	جواں بخت اور روشن ضمیر جوان	حکومت میں جوان اور تدبیر میں بوڑھا
۲	بدانش بزرگ و بہمت بلند	ببازو دلیر و بدل ہوشمند
	عقل میں بڑا اور ہمت کے اعتبار سے بلند	بازو کے اعتبار سے دلیر دل کے اعتبار سے ہوشمند
۳	زہے دولتِ مادرِ روزگار	کہ رودے چنیں پرورد در کنار
	زمانہ کے ماں کی دولت کیا خوب	کہ جو ایسا لڑکا گود میں پالے
۴	بدستِ کرم آبِ دریا ببُرد	برفعت محل ثریا ببُرد
	جس کے دستِ کرم نے دریا کی آبرو ختم کردی	جس کی بلندی نے ثریا کا مقام ختم کردیا
۵	زہے چشمِ دولت بروئے تو باز	ہمہ شہریاران گردن فراز
	کیا ہی خوش نصیبی ہے کہ تمام بلند گردن	بادشاہوں کی نگاہیں تیرے چہرے سے پرلگی ہیں
۶	صدف را کہ بینی ز دُرِدانہ پُر	نہ آں قدر دارد کہ یک دانہ دُر
	جس سیپی کو تو موتیوں سے بھرا دیکھے	اس کی وہ قیمت نہیں ہے جو ایک موتی کی ہے
۷	تو آں دُرِ مکنونِ یک دانہ	کہ پیرایۂ سلطنت خانہ
	تو وہ چھپا ہوا دُرِ یکتا ہے	کہ جو بادشاہت کے گھر کی زینت ہے

(۱) جواں بخت: قوی نصیب۔ روشن ضمیر: روشن دل۔ دولت: حکومت۔ تدبیر: انجام پر نظر کرنا۔ پیر: بوڑھا۔ (۲) دانش: سمجھ۔ بزرگ: بڑا۔ دلیر: نڈر۔ ہوشمند: سمجھدار۔
(۳) زہے: کیا ہی اچھا ہے۔ مادر: ماں۔ روزگار: زمانہ۔ پور: بیٹا پوتا۔ چنیں: ایسا۔ پرورد: پالتی ہے۔ کنار: گود، بغل۔
(۴) دست: ہاتھ۔ کرم: بخشش۔ آب: پانی، رونق۔ ببرد: لے گیا۔ محل: مقام۔ ثریا: ستاروں کا ایک مجموعہ۔
(۵) زہے چشم: آنکھ۔ بروئے: چہرہ۔ باز: کھلی۔ تیرا اصل۔ شہریاران: بادشاہ، اے سردار۔ گردن فراز: اونچی گردن والے۔
(۶) صدف: سیپی۔ بینی: دیکھے تو۔ دُرِدانہ: موتی کا دانہ۔ پُر: بھری ہوئی۔ آں: وہ۔ دارد: رکھتی۔ یک دانہ دُر: وہ موتی جو سیپی میں ایک دانہ ہو۔
(۷) آں: وہ۔ دُر: موتی۔ مکنون: چھپا ہوا۔ یک دانہ: یکتا۔ پیرایہ: زینت۔ سلطنت خانہ: شاہی محل۔

تشریح: (۱) شاہی ماحول کے شاہانہ اثرات سعد بن ابوبکر بن سعد کے دل و دماغ میں جاگزیں تھے! اس لیے جب اس نے تختِ شاہی پر قدم رکھا تو اس کے اندر ملک کے وسیع و عریض خطے کو سنبھالنے کی پوری پوری صلاحیت موجود تھی جبکہ وہ عمر کے اعتبار سے جوانی کے آغاز میں تھا۔ لیکن نظامِ مملکت کے حوالے سے حسنِ تدبیر میں ایسے منجھا ہوا تھا جیسے تجربے کی پختگی میں عمر رسیدہ ہو۔ (۲) اس شعر میں شیخ سعدی نے سعد بن ابی بکر بن سعد کی عقل و دانش و عزم و ہمت کے حوالے سے تعریفی الفاظ بیان کیئے ہیں۔ چونکہ بزرگ حضرات تجربات و مشاہدات کی بھٹی سے کندن ہو کر نکلتے ہیں اس لیئے ان کی عقل و دانش پوری قوم کے لیے گرانقدر سرمایہ ہوتی ہے۔ اس نوعیت کے سرمائے کی موجودگی میں پوری قوم کے سامنے ترقی کی منازل کے راستے کھل جاتے ہیں۔ اس لیے شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں سعد بن ابی بکر بن سعد کی عقل و دانش کو بزرگوں کی عقل و دانش سے تشبیہ دی۔ اس شعر کے دوسرے مصرع میں سعد بن ابی بکر بن سعد کی دلیری اور قلبی ہوشیاری کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳) وقت کیسا بھی ہو، وہ اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی۔ لیکن وقت کے حوالے سے بعض شخصیات نہ صرف اپنی خوش نصیبی کا مژدہ سناتے ہیں بلکہ خود وقت کی خوش بختی کا اعلان بھی کرتے ہیں۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے وقت کی اس انمول گھڑی کو خوش قسمت قرار دیا ہے جس لمحے میں سعد بن ابی بکر بن سعد کی پیدائش ہوئی تھی۔ کیونکہ بعد کے حالات گواہ ہیں کہ وقت کے حوالے سے شیخ سعدیؒ کا اندازہ صحیح و درست ثابت ہوا کیونکہ وقت کی جس گود میں سعد بن ابی بکر بن سعد پروان چڑھا تھا وہ ایک مایہ ناز دولت کی طرح گزرا تھا۔ اس کیفیت کو اگلے شعر ۴ میں بیان کیا ہے۔ (۴) اس شعر میں سعد بن ابی بکر بن سعد کی ان گھڑیوں کو وقت کی مایہ ناز دولت کی بہتات کو جود و کرم کے ایسے دریا سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی طغیانیوں کے سبب ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ یہ تشبیہ وقت ایسی مایہ ناز دولت کی کشادگی کے پیش نظر دی گئی ہے جو کہ بلند تر یا بلند ترین مقام تھا۔ (۵) اس شعر کے پہلے مصرع میں شیخ سعدیؒ نے سعد بن ابی بکر بن سعد کے چہرے پر سجی ہوئی آنکھوں کو سرمایۂ دولت قرار دیا ہے۔ جو کہ خوبصورتی کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ جبکہ دوسرے مصرع میں سعد بن ابی بکر بن سعد کے ولی عہد ہونے کی بنا پر تخت و تاج کی دولت ملنے کا تذکرہ کرتے ہوئے خود حکومت اس کے قدموں کی رسائی کی منتظر نظر آ رہی ہے۔ (۶) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے سعد بن ابی بکر بن سعد کو ایک ایسی سیپی سے تشبیہ دی ہے جس سے صرف ایک یا دو موتی برآمد ہوتے ہیں جو انتہائی قیمتی ہوتے ہیں۔ کیونکہ سعد بن ابی بکر اکلوتا بیٹا تھا۔ اس لیے وہ سیپی سے نکلا ہوا ایک ہی انمول موتی قرار پایا۔ جبکہ دوسرے بادشاہوں کے ہاں بیٹوں کی کثرت ہوتی ہے لیکن وہ عادات و خصائل کے لحاظ سے انتہائی قیمتی نہیں ہوتے بلکہ سستے بھاؤ بکنے کے قابل ہوتے ہیں۔ لیکن سعد بن ابی بکر اکلوتا بیٹا ہونے کی وجہ سے انتہائی بیش بہا قیمتی موتی ثابت ہوا کیونکہ اس کی عادات و اطوار بہت ہی اعلیٰ تھے۔ (۷) چونکہ انمول موتی شاہی محلات کی زینت ہوتے ہیں۔ اس لیئے وہ صرف شاہی محلات ہی میں سجائے جاتے ہیں۔ جبکہ سعد بن ابی بکر بھی ایک ایسا ہی گراں مایہ موتی ہے جو اسی لائق تھا کہ وہ ابوبکر بن سعد کے شاہی خانوادہ ہی میں پیدا ہوتا کیونکہ یہ محل اسی موتی سے ہی سجتا تھا۔ اور یہ موتی بھی اسی محل کی زینت بن کر پورے محل کو خوبصورتی کا سامان مہیا کر رہا تھا۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے سعد بن ابی بکر کے حوالے سے اسی حقیقت کو آشکار کیا ہے۔

۱	نگہدار یارب بچشم خودش اے پروردگار اپنی آنکھوں کے سامنے اس کو محفوظ رکھ	بپرہیز از آسیب چشم بدش اس کو بدنگاہ کی گزند سے بچا
۲	خدایا در آفاق نامی کنش اے خدا اس کو زمانہ کے اطراف میں مشہور کر	بتوفیق طاعت گرامی کنش اطاعت کی توفیق کے ذریعہ باعزت کر
۳	مقیمش در انصاف و تقویٰ بدار انصاف اور پرہیزگاری پر اس کو قائم رکھ	مُرادش بدنیا و عقبیٰ برآر اس کی دنیا اور آخرت کی مُرادیں پوری کر
۴	غم از دشمن ناپسندت مباد اس کو ناپسند دشمن کا غم نہ ہو	ز دَوران گیتی گزندت مباد دُنیا کے چکر سے اس کو تکلیف نہ ہو
۵	بہشتی درخت آورد چوں تو بار جنت کا درخت تجھ جیسا پھل دیتا ہے	پسر نامجوی و پدر نامدار لڑکا نیک نامی کا متلاشی اور باپ نیک نام
۶	ازاں خاندان خیر بیگانہ داں اس خاندان سے خیر کو بیگانہ سمجھ	کہ باشند بدگوئے ایں خانداں جو اس خاندان کا بُرا کہنے والا ہو
۷	زہے دین و دانش زہے عدل و داد کیا خوب دین اور عقل ہے کیا خوب عقل و انصاف ہے	زہے ملک و دولت کہ پائندہ باد کیا خوب ملک اور دولت ہے جو خدا کرے ہمیشہ رہے

بابِ اوّل در عدل و رائے و تدبیر جہانداری

پہلا باب انصاف اور جہاں داری کی تدبیر اور رائے کے بیان میں

(۱) نگہدار: نگہ رکھ۔ یا: حرف ندا، اے۔ رَبّ: پروردگار۔ چشم: آنکھ۔ خود: اپنی۔ شَ: اس کو۔ بپرہیز: بچا۔ آسیب: تکلیف۔ چشم بد: بُری نظر۔ (۲) خدایا: اے خدا۔ دَر: میں۔ آفاق: جہان۔ نامی: نام والا۔ کُن: کر۔ شَ: اس کو۔ توفیق: کسی کام کے اسباب مہیا کر دینا۔ طاعت: عبادت۔ گرامی: عزت والا۔ (۳) مقیم: ساکن۔ شَ: اس کو۔ تقویٰ: پرہیزگاری۔ بدار: رکھ۔ عقبیٰ: آخرت۔ برآر: پوری کر۔ (۴) تَ: تجھ کو۔ مباد: مت ہووے۔ دَوران: گردش۔ گیتی: زمانہ، دُنیا۔ گزند: تکلیف۔ تَ: تجھ کو۔

(۵) آورد: لاتا ہے۔ چوں: مثل۔ بار: پھل۔ پسر: بیٹا۔ نامجوی: نام ڈھونڈنے والا۔ پدر: باپ۔ نامدار: نام رکھنے والا

(۶) ازاں: اس سے۔ خیر: خیریت۔ بیگانہ: ناواقف۔ باشند: ہوویں۔ بدگو: بُرا کہنے والا۔ ایں: یہ۔

(۷) زہے: کلمۂ تحسین، کیا خوب۔ دانش: سمجھ۔ عدل و داد: انصاف۔ ملک و دولت: سلطنت۔ پائندہ باد: دیر تک رہنے والے ہوں۔

(۸) باب: دروازہ۔ اوّل: پہلا۔ عدل: انصاف۔ تدبیر: انجام پر نظر کرنا۔ جہاندآری: بادشاہی۔

تشریح: (۱) اللہ تعالیٰ اپنی پوری مخلوق کا نگہبان ہے۔ اگر وہ اپنی مخلوق کا نگہبان نہ ہوتا تو زمین و آسمان کی پُرآشوب فضا میں آفات و بلیات کے ہاتھوں اس کی مخلوق تباہ ہو جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا محافظ ہے جس سے وہ اپنے دین کا کام لینا چاہتا ہے اسے وہ اپنی خصوصی حفاظت میں رکھتا ہے۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے سعد بن ابی بکر کی خصوصی حفاظت کے لیے دُعا کی ہے۔ (۲) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے سعد بن ابی بکر کے لیے کل عالم میں ناموری و شہرت کی دُعا کی ہے۔ کیونکہ دنیا میں وہی لوگ نامور ہوتے ہیں جو کسی فن میں باکمال ہونے کے ساتھ ساتھ ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیتے ہیں کہ جس سے ساری دنیا دنگ رہ جاتی ہے! اور یہی کارنامے نہ صرف ناموری کا باعث بنتے ہیں بلکہ دُنیا والوں کے مقتدا بن جاتے ہیں دُنیا اُن کی اطاعت گزار بن جاتی ہے۔ شیخ سعدیؒ کے اس دُعائیہ شعر کا یہی مفہوم و مقصد ہے۔ (۳) دُنیا میں مختلف حسب و نسب کے حامل افراد اپنے اپنے حسب و نسب پر نازاں ہوتے ہیں۔ بلکہ اپنی برتری کا لوہا منوانے کے لیے مختلف حیلے بہانے تلاش کرتے ہیں جو اُن کی برتری کو تسلیم نہیں کرتا اُس سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی اصل بلندی و کامیابی تقویٰ میں کاربند ہے جبکہ تقویٰ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی اور رسول علیہ السلام کے طریقوں پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے اور یہی تقویٰ دُنیا و آخرت میں کامیابی کی چابی ہے اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے سعد بن ابی بکر بن سعد کے لیے تقویٰ کے زیور سے مزین ہونے کی دُعا کی ہے جو کہ اصل ہے۔ (۴) دُنیا میں انسان کے دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی جبکہ دشمن ہمیشہ ناپسندیدہ شخصیت ہی ہوتا ہے۔ اسی ناپسندیدہ دشمن سے سرکشی و بغاوت کی شکل میں صدمہ پہنچنے کا قوی امکان ہے۔ اس لیے اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ناپسندیدہ دشمن کے غم و اندوہ سے نجات کی دُعا مانگی ہے۔ (۵) عقلا کا قول ہے کہ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے یعنی گندم بونے سے گندم ہی کاٹنی پڑے گی۔ انسان دنیا میں نیک نامی کیلئے اخلاق و خیر اور بھلائی کا بیج بوتا ہے تو اس کا پھل بھی اخلاق و خیر اور بھلائی کی شکل میں ملتا ہے۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کو جنت کے درخت سے تشبیہ دیکر سعد بن ابوبکر کو بہشتی درخت کا پھل قرار دیا ہے چنانچہ باپ یعنی ابوبکر بن سعد خود نامور ہے جبکہ بیٹا یعنی سعد بن ابی بکر ناموری کا طلبگار ہے۔ لہٰذا نامور باپ کا بیٹا بھی ناموری کی تمام صفات سے متصف ہے۔ (۶) چونکہ اتابک سعد زنگی کا خاندان انتہائی نیک بختی اور خیر و برکت ایسے وصف کا حامل ہے لہٰذا صاحب خیر و برکت گھرانے کی خیر خواہی ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ جو شخص اس گھرانے کی خیر خواہی کا خواستگار ہوگا وہ صحیح راہ پر گامزن ہے جبکہ اس گھرانے کا بدخواہ نہ صرف خود خیر و برکت سے کوسوں دُور ہے بلکہ عقل و خرد سے بھی محروم ہے۔ (۷) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے خاندانِ سعد زنگی کے دورِ حکومت کی جھلکیاں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مثالی دَور کی ہمیشگی کیلئے دُعا کی ہے کہ وہ دین و دانش اور عدل و انصاف کے مبارک لمحات اسی مبارک ملک میں ہمیشہ اپنی برکتیں بکھیرتے رہیں۔

(۸) عنوان: بابِ اوّل در عدل و رائے و تدبیر جہانداری ترجمہ: پہلا باب انصاف اور رائے اور حکومت کی تدبیر کے بیان میں۔ اس عنوانی عبارت میں شیخ سعدیؒ کا روئے سخن بادشاہ کیطرف ہوتا ہے جس میں وہ اسے نظامِ عدل کے قیام اور تدبیر جہانبانی و جہانداری کے حوالے سے آراء و تدابیر پیش کرتے ہیں کیونکہ بوستان ایک ایسا دوامی تحفہ ہے جو ہمیشہ قائم و دائم رہنے والا ہے۔ اسلئے اپنے دَور کے بادشاہ سے مخاطب ہو کر اقوامِ عالم کے سربراہوں کو امورِ سلطنت چلانے کے طریقے بیان کیے ہیں تاکہ ہر معاشرہ امن و امان کا گہوارہ بن جائے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	نگنجد کرمہائے حق در قیاس	چہ خدمت گزارد زبانِ سپاس
	اللہ کے کرم قیاس میں نہیں سماتے ہیں	شکر کی زبان کیا خدمت کرے
۲	خدایا تو ایں شاہِ درویش دوست	کہ آسائشِ خلق در ظلِ اوست
	اے خدا تو اس فقیر دوست بادشاہ کو	جس کے سایہ میں مخلوق کی راحت ہے
۳	بسے بر سرِ خلق پاینده دار	بتوفیق طاعت دلش زنده دار
	عرصہ دراز تک مخلوق کے سر پر قائم رکھ	اطاعت کی توفیق سے اسکے دل کو زندہ رکھ
۴	برومند دار از درختِ امید	سرش سبز و رویش برحمت سفید
	امید کے درخت سے اس کو مستفید فرما	رحمت سے اس کا سر سبز اور چہرہ بارونق بنا
۵	براہِ تکلف مرو سعدیا	اگر صدق داری بیار و بیا
	اے سعدی تکلف کا راستہ نہ چل	اگر سچائی رکھتا ہے تو لا اور آ
۶	تو منزل شناسی و شہ راہ رو	تو حق گوی و خسرو حقائق شنو
	تو منزل پہچاننے والا اور بادشاہ راستہ چلنے والا ہے	تو حق کہنے والا اور بادشاہ حقیقتیں سننے والا ہے
۷	چہ حاجت کہ نہ کرسی آسمان	نہی زیر پائے قزل ارسلان
	تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ آسمان کی نو کرسیوں کو	قزل ارسلان کے پیر کے نیچے رکھے
۸	مگو پائے عزت بر افلاک نہ	بگو روئے اخلاص بر خاک نہ
	یہ نہ کہہ کہ عزت کا پیر آسمان پر رکھ	یہ کہہ کہ اخلاص کا چہرہ خاک پر رکھ

(۱) نگنجد: نہیں سماتا۔ کرمہا: جمع کرم۔ قیاس: خیال۔ چہ: کیا۔ گزارد: گزارے۔ سپاس: شکر۔ (۲) خدایا: اے خدا۔ شاہ: بادشاہ۔ درویش دوست: درویشوں کو دوست رکھنے والا۔ آسائش: آرام۔ خلق: مخلوق۔ ظل: سایہ۔ او: اس کا۔ (۳) بسے: بہت مدت۔ خلق: مخلوق۔ پاینده دار: قائم رکھ۔ توفیق: اسباب مہیا کرنا۔ طاعت: عبادت۔ زنده دار: زندہ رکھ۔ (۴) برومند: پھل پانے والا۔ سرش: اس کا سر۔ سبز: اس سے مراد سیاہ ہے یعنی جوانی قائم رکھ۔ رویش: اس کا چہرہ رحمت کے نور سے سفید کر۔ (۵) تکلف: بناوٹ۔ مرو: مت چل۔ سعدیا: اے سعدی۔ صدق: سچائی۔ داری: رکھتا ہے تو۔ بیار: لا۔ و: اور۔ بیا: آجا۔ (۶) منزل شناس: منزل پہچاننے والا۔ ی: ہے تو۔ راہ رو: راستہ چلنے والا۔ حق گو: حق کہنے والا۔ خسرو: بادشاہ۔ حقائق شنو: حقیقت سننے والا۔ (۷) چہ: کیا۔ حاجت: ضرورت۔ نہ کرسی: نو آسمان۔ نہی: رکھے تو۔ زیر: نیچے۔ پا: پاؤں۔ قزل: شیر سرخ۔ ارسلان: شیر مرکب، دیرون کے ایک بادشاہ کا نام جو مشہور شاعر ظہیر فاریابی کا ممدوح ہے۔ (۸) مگو: مت کہہ۔ پائے: پاؤں۔ بر: پر۔ افلاک: جمع فلک آسمان۔ نہ: نہ رکھ۔ بگو: تو کہہ۔ روئے: چہرہ۔ اخلاص: دل کی سچائی۔ خاک: مٹی

تشریح: (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے جبکہ انسان محدود ہے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرام لامحدود ہیں، بے شمار ہیں۔ لیکن انسان محدود ہے، اس لیئے اس کا شکریہ بھی محدود ہے۔ ایک محدود چیز لامحدود ذات کا کیسے احاطہ کر سکتی ہے۔ لہٰذا انسان سوائے محدود شکر گزاری کے اور کر بھی کیا سکتا ہے۔ چنانچہ اس کی ہر ہر نعمت کا بہت بہت شکریہ۔ (۲) حضرت یوسفؑ ہوں یا حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ ہوں یا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ تمام انبیاء علیہم السلام تخت حکومت پر رونق افروز ہوئے تھے۔ لیکن یہ وقت کے حکمران ہونے کے باوجود ان کی زندگی درویشانہ و فقیرانہ تھی۔ اس لیئے ایسا حکمران جو اللہ کی مخلوق کا خدمت گار ہونے کے ساتھ ساتھ مخلوق کی سہولتوں کا خیال رکھنے والا اور فقراء و مساکین سے محبت کرنے والا حکمران ہو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ چونکہ سعد بن ابوبکر بھی ایک فقیر اور درویش بادشاہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا واضح نشان تھا۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے سعد بن ابوبکر کی درازیٔ عمر اور حکومت کی مدت مدیدہ کیلئے ہمیشہ قائم رہنے کی دعا کی ہے۔ (۳) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے اسلیئے کہ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے سعد بن ابی بکر ایسے فقیر و مسکین بادشاہ کی حکمرانی کے ہمیشہ قائم و دائم رہنے اور عبادت و ریاضت اور فرمانبرداری آسانی وار زانی میں مزید اضافے کیلیئے دعا کی ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ کو فقر بہت پسند ہے۔ بادشاہی میں فقر اپنانا اور بھی زیادہ پسندیدہ امر ہے۔ چونکہ سعد بن ابی بکر نے جوانی کے عالم میں شاہی اقتدار پر قدم رکھتے ہی عدل و انصاف کو قائم کیا تھا اسلیئے شیخ سعدیؒ اللہ تعالیٰ سے اس کی تمام امیدیں پورا ہونے، ہمیشہ پرلطف رہنے اور نور رحمت سے اس کا چہرہ منور رکھنے کی دعا کر رہے ہیں۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے خود کو مخاطب کرتے ہوئے تکلفات کا راستہ ترک کرنے کو کہا ہے۔ چونکہ یہاں اصل مقصود بادشاہ کو نصیحت و ہدایت کرنا تھا اس لیئے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے جس حق گوئی کی نعمت سے نوازا ہے اسے استعمال کر اور بادشاہ کے سامنے صداقت و حقیقت کا اظہار کر۔ لہٰذا زیادہ تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں (۶) چونکہ تجھے منزل کی پہچان حاصل ہے اسلیئے بادشاہ کے سامنے حق گوئی و بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نصیحت و ہدایت کا آغاز کر دے۔ اگر بادشاہ واقعی درویش صفت اور شریف الطبع ہے تو وہ تیری نصیحتوں کو سُنے گا اور اس پر عمل بھی کریگا۔ یہی اس کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ حق کی نصیحت و ہدایت سن کر غضبناک ہونے اور سزائیں دینے والے بادشاہ فقیر و درویش نہیں ہوتے بلکہ وہ متکبر و تندخو اور تلخ نوا ہوتے ہیں۔ (۷) اس شعر میں شیخ سعدیؒ ظہیر فاریابی کی وہ بےجا تعریف جو اس نے قزل ارسلان کے حق میں کی تھی کا تذکرہ کر کے اپنی بےپرواہی کا اظہار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ظہیر فاریابی کی طرح آسمان کی نو کرسیاں قزل ارسلان کے پاؤں تلے رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ میں تو اپنے ممدوح بادشاہ سعد بن ابی بکر کی تعریف میں دعا ہی کرونگا۔ (۸) کبریائی کی شان صرف اللہ تعالیٰ کے لائق ہے۔ اسلیئے کہ وہ کائنات کا خالق و مالک ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے مدمقابل تکبر کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی چادر کو کھینچتا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن وہ لوگ جو تکبر کرتے تھے چیونٹیوں کی طرح ہونگے لہٰذا شیخ سعدیؒ نے اپنے وقت کے بادشاہ کو تکبر کی تعلیم نہیں دی بلکہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے سربسجود ہو کر دربار الٰہی میں اپنی عاجزی پیش کرنے کی تلقین کی ہے۔

۱	بطاعت بنہ چہرہ بر آستاں	کہ اینست سر جادۂ راستاں
	خدا کی چوکھٹ پر فرمانبرداری سے چہرہ رکھ	اس لیے کہ سچوں کا راستہ یہی ہے
۲	اگر بندۂ سر بریں در بنہ	کلاہ خداوندی از سر بنہ
	اگر تو بندہ ہے تو اس دروازہ پر سر رکھ	خداوندی کی ٹوپی سر سے اتار پھینک
۳	چو طاعت کنی لبس شاہی مپوش	چو درویش مخلص بر آور خروش
	جب عبادت کرے شاہی لباس نہ پہن	سچے فقیر کی طرح صدا دے
۴	کہ پروردگارِ توانگر توئی	توانا و درویش پرور توئی
	کہ اے خدا مالدار تو ہی ہے	زبردست اور فقیر کا پالنے والا تو ہی ہے
۵	نہ کشور خدایم نہ فرماں دہم	یکے از گدایان ایں در گہم
	نہ میں ملک کا خدا ہوں نہ حکم چلانے والا ہوں	اس دَر کے فقیروں میں سے ایک ہوں
۶	چہ برخیزد از دست وکردارِ من	مگر دست لطفت شود یارِ من
	میرے ہاتھ اور عمل سے کیا بنتا ہے	ہاں اگر تیری مہربانی کا ہاتھ مددگار ہو
۷	تو بر خیر نیکی دہم دسترس	وگرنہ چہ خیر آید از من بکس
	تو مجھے نیکی اور بھلائی پر قابو عطا فرما	ورنہ مجھ سے کسی کے کیا بھلائی ہو سکتی ہے
۸	دُعا کن بشب چوں گدایاں بسوز	اگر می کنی پادشاہی بروز
	رات کو فقراء کی طرح سوز سے دعا کر	اگر دن میں بادشاہی کرنا چاہتا ہے

(۱) بہ: ساتھ۔ طاعت: فرمانبرداری۔ بنہ: رکھ دے۔ آستاں: دہلیز۔ اینست: یہ ہے کہ۔ سر جادہ: راستہ۔ راستاں: جمع راست: سچے۔ (۲) بندۂ: بندہ ہے تو۔ بریں: اس پر۔ در: دروازہ۔ بنہ: رکھ دے۔ کلاہ: ٹوپی۔ خداوندی: بادشاہی۔
(۳) چوں: جب۔ طاعت: عبادت۔ لبس: لباس۔ مپوش: مت پہن۔ چو: مثل۔ درویش: فقیر۔ مخلص: سچا۔ بر آور: نکال۔ خروش: چیخ۔ (۴) پروردگار: پالنے والا۔ توانگر: دولت مند۔ توئی: تو ہی ہے۔ توانا: طاقتور۔ درویش پرور: درویش کو پالنے والا۔ (۵) کشور خدا: ملک کا مالک۔ فرماندہ: حکم دینے والا۔ م: اَم: ہوں میں۔ یکے: ایک۔ گدایان: جمع گدا: فقیر۔ ایں: یہ۔ درگہ: دروازہ۔
(۶) چہ: کیا۔ برخیزد: اٹھ سکتا ہے۔ دست: ہاتھ۔ کردار: عمل۔ من: میں۔ مگر: لیکن۔ لطفت: تیری مہربانی۔ شود: ہووے۔ یار: مددگار۔
(۷) دہم: ام مفعول، مجھ کو دے۔ دسترس: طاقت۔ وگرنہ: ورنہ۔ چہ: کیا۔ آید: آوے۔ از من: مجھ سے۔ بکس: کسی کو۔
(۸) دُعا کن: دُعا کر۔ بشب: رات کو۔ چوں: مثل۔ گدایاں: جمع گدا، فقیر۔ بسوز: جلن کے ساتھ۔ می کنی: تو کرتا ہے۔ بروز: دن کو۔

تشریح: (۱) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جا بجا اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ میری اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندے جنتی ہیں جبکہ نافرمان لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن کر سچے لوگوں کی صف میں شامل ہو جائیں کیونکہ اطاعت الٰہیہ ہی سچے لوگوں کا راستہ ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کے بندے بن کر رہنے والے لوگ صحیح معنوں میں اس کے فرمانبردار ہوتے ہیں جبکہ سرکشی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے باغی ہی نہیں بلکہ اس کے دشمن بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اے بادشاہ سلامت تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنی ٹوپی اتار دے۔ (۳) اللہ تعالیٰ عاجزی کو پسند کرتا ہے جبکہ فقیرانہ لباس انکساری کی علامت ہوتا ہے اور بادشاہی لباس غرور کا نشان ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے کیلئے شاہی لباس کی نہیں درویشانہ پوشاک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے دربار میں جانا ہے تو شاہی لباس اتار دے خود کو عملی طور پر اس کے دروازے کا منگتا ثابت کر۔ (۴) قرآن مجید میں ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ وَاللَّهُ غَنِيٌّ۔ اے لوگو! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے فقیر ہو (محتاج ہو) اور اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اسی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے دوسرے مصرعہ میں کہا گیا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پروردگار ہے۔ طاقتوروں اور کمزوروں کا پالنہار صرف وہی ہے! اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ اپنے وقت کے بادشاہ سعد بن ابی بکر اور ابو بکر بن سعد" کا ممدوح ہونے اور انہیں دربار الٰہی میں فقیرانہ لباس میں پیش ہونے کی نصیحت کر کے خود اپنی انکساری کا نذرانہ بھی درگاہ الٰہیہ میں پیش کر رہے ہیں۔ اس سے یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ بادشاہ ہوں یا گدا جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں تو سبھی ایک ہو جاتے ہیں وہ آقا ہوتا ہے اور باقی مخلوق گداگر۔ (۶) یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر پتہ نہیں ہل سکتا۔ اس لیے کہ کائنات کی تمام چیزیں سوائے مکلف مخلوق (جن و انس) کے عقل و شعور سے خالی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے حکم کے بغیر نہیں ہل سکتیں لیکن جو مخلوق (جن و انس) مکلف ہے اس میں عقل و شعور موجود ہے لہٰذا وہ حق و باطل کی پہچان کر کے جس پر چاہے عمل پیرا ہو سکتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حق و باطل پر چلنے کے حوالے سے انجام بتا دیا ہے۔ انسان ایمان قبول کرنے سے لیکر راستے سے تکلیف دینے والی چیز اٹھانے تک کے تمام چھوٹے بڑے اعمال صالحہ میں اسکے فضل کا محتاج ہے جبکہ وہ عمل صالح کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوتا ہے اگلے شعر میں تکمیل ہے۔ (۷) جب انسان عمل صالح چھوڑ دیتا ہے تب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اٹھ جاتا ہے لہٰذا اس کی توفیق شامل حال ہوگی تو کارِ خیر میں آسانی پیدا ہوگی ورنہ نہیں درگاہ الٰہی میں جب کسی بندے کی قبولیت ہو جاتی ہے تو پھر اسکے اندر قابلیت کے جواہر خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں یہ مشاہدہ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے بے سر و سامان ہونے کے باوجود باطل کی پوری قوت پر غلبہ پا لیتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے اس کے فضل و توفیق کے بغیر ہونی کو انہونی میں بدلنا ناممکن ہے۔ (۸) اس شعر میں شیخ سعدیؒ بادشاہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دن کو لوگوں پر حکمرانی کر لیکن رات کو اللہ تعالیٰ کے دروازے کا فقیر بن کر اس کے گڑگڑا کر دعاؤں میں اپنی مرادیں مانگ تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کا یہی طریقہ رہا ہے صحابہ کرامؓ کے بارے میں رستم کے سپاہیوں کا قول مشہور ہے کہ وَبِاللَّيْلِ رُهْبَانٌ وَبِالنَّهَارِ فُرْسَانٌ۔ یعنی وہ رات کو مصلے کی پشت پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں اور دن کو گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر کفار پر بجلی بن کر گرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر صالح بندہ خواہ وہ بادشاہ ہو یا گدا، فتح و شکست اور خیر و شر کا مالک اسی کو سمجھتا ہے۔

کمر بستہ گردن کشاں بر درت	۱	تو بر آستانِ عبادت سرت
تیرے دروازہ پر مغرور کمربستہ ہوں		تو تیرا سر عبادت کی چوکھٹ پر ہو
زہے بندگاں را خداوندگار	۲	خداوند را بندۂ حق گزار
بندوں کے لیئے وہی بادشاہ خوب ہے		جو اللہ کا حق ادا کرنے والا بندہ ہو

حکایت[۳]

قصہ

یکے دیدم از عرصۂ رودبار	۴	کہ پیش آمدم بر پلنگے سوار
میں نے ایک شخص کو رود بار کے میدان سے		دیکھا کہ میرے سامنے چیتے پر سوار ہو کر آیا
چناں ہول ازاں حال بر من نشست	۵	کہ ترسیدنم پائے رفتن بہ بست
اس حال کیوجہ سے میرے دل پر ایسی ہول طاری ہوئی		کہ خوف نے میرے چلنے کے پیر باندھ دیئے
تبسم کناں دست برلب گرفت	۶	کہ سعدی مدار ایں چہ دیدی شگفت
اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہونٹوں پر رکھا		کہ اے سعدی جو کچھ تو نے دیکھا اس پر تعجب کر
تو ہم گردن از حکم داور مپیچ	۷	کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ
تو بھی خدا کے حکم سے گردن نہ موڑ		تو تیرے حکم سے کوئی گردن نہ موڑے گا
چو خسرو بفرمانِ داور بود	۸	خدایش نگہبان و یاور بود
جب بادشاہ خدا کے حکم کے مطابق ہوتا ہے		تو خدا اس کا نگہبان اور مددگار ہوتا ہے

(۱) کمر بستہ: کمر باندھے ہوئے یعنی خدمت کیلئے تیار۔ گردن کشاں: جمع گردن کھینچنے والے یعنی مغرور۔ درت: تیرا دروازہ۔ آستاں: دہلیز۔ عبادت: بندگی۔ سرت: تیرا سر۔ (۲) زہے: کیا خوب۔ بندگاں: جمع بندہ۔ را: کیلئے۔ خداوندگار: بادشاہ۔ خداوند: اللہ تعالیٰ۔ حق گزار: حق ادا کرنے والا۔ (۳) حکایت: قصہ، کہانی (۴) یکے: ایک۔ دیدم: میں نے دیکھا۔ از: بمعنی در میں عرصہ: میدان۔ رودبار: گیلان اور قزوین کے درمیان ایک شہر۔ پیش: سامنے۔ آمدم: م مفعول کی، میرے پاس آیا۔ پلنگ: چیتا۔ یا: وحدت کی ایک۔
(۵) چناں: ایسا۔ ہول: دہشت۔ زاں: حال، اس حال سے۔ برمن: مجھ پر۔ نشست: بیٹھا۔ ترسیدن: ڈرانا۔ پائے: پاؤں رفتن: چلنا۔ بست: باندھ دیئے۔
(۶) تبسم: مسکراہٹ۔ کناں: کرتے ہوئے۔ دست: ہاتھ۔ لب: ہونٹ۔ گرفت: پکڑ۔ مدار: مت رکھ۔ ایں: یہ۔ چہ: کچھ۔ دیدی: تو نے دیکھا۔ شگفت: تعجب۔ (۷) تو ہم: تو بھی۔ داور: انصاف کرنے والا اصل دادور مراد اللہ تعالیٰ۔ مپیچ: مت پھیر۔ نہ پیچد: نہیں پھیرے گا۔ ز حکم تو: تیرے حکم سے۔ ہیچ: کوئی چیز۔
(۸) چو: جب۔ خسرو: بادشاہ۔ فرمان: حکم۔ داور: اللہ تعالیٰ۔ بود: ہووے۔ خدایش: خدا اسکی، ش مفعول کی ہے۔ یاور: مددگار۔

تشریح: (۱) قدرت کا یہ ضابطہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جاتا ہے تو پھر ساری کائنات اس کی فرمانبردار ہو جاتی ہے۔ افریقی جنگل کے تمام خونخوار جانور اس کے لیے پورا جنگل خالی کر دیتے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے سرکش بادشاہ اس کے سامنے بے کس اور بے بس ہو جاتے ہیں جب بندہ نہ دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا لیتا ہے تو پورے جہان کی امامت و خلافت اس کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اسی راز سے پردہ اٹھایا ہے۔ (۲) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے دنیا کے بہترین بادشاہ کی خوبی بیان کی ہے وہ یہ کہ لوگوں کے سروں پر حکمرانی کرنے والا فرمانروا شخص اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بندہ ہو تو وہ اپنی رعایا کے لیے نعمت الٰہیہ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا عظیم تحفہ بھی ہوتا ہے ورنہ دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ اکثر بادشاہ تخت شاہی پر قدم رکھتے ہی جبر و تشدد کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ فرعون، نمرود، شداد کے عہد حکمرانی شاہد ہیں۔ جب زمین ظلم سے بھر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور خیر و برکت اٹھ جاتی ہے اس لیے دنیا کا بہترین بادشاہ وہ ہے جو بادشاہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں مصروف رہتا ہے۔ (۳) عنوان: حکایت: انسان کی فطرت ہے، کہ وہ بات کو سمجھنے کیلئے مثالوں اور کہانیوں کو بڑے شوق سے سنتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے اپنے بزرگوں سے کہانیاں سنتے ہوئے دکھائی دیئے گئے ہیں جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دیتا ہے تو پوری کائنات اس کی غلام بن جاتی ہے۔ اس حوالے سے شیخ سعدیؒ نے ایک کہانی پیش کی ہے تاکہ بوستان کا قاری اسے شوق سے پڑھ کر یہ حقیقت سمجھ لے۔ (۴) رودبار گیلان اور قزوین کے درمیان واقع ایک شہر تھا یا دریا کے کنارے پر ایک میدان تھا جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ شیخ سعدیؒ کے سامنے ایک شخص آیا جو چیتے پر سوار تھا چونکہ چیتا ایک خونخوار جانور ہے اس پر سوار ہونا تو درکنار اس کے قریب بھٹکنا بھی جان کے لیے بہت بڑا خطرہ ہوتا ہے جبکہ وہ شخص ایک خونخوار چیتے پر سوار تھا۔ (۵) یہ ایک فطری بات تھی کہ چیتے پر کسی شخص کو سوار دیکھ کر خوف و دہشت کا طاری ہونا لازمی بات تھی کیونکہ انسان اور چیتے کی سواری ایک انہونی سی بات تھی۔ لہٰذا جب شیخ سعدیؒ نے یہ عجیب و غریب ماجرا دیکھا تو نہ صرف وہ سہم گئے بلکہ خوف کے مارے ان میں چلنے کی سکت بھی باقی نہ رہی یہ کیفیت وحشت و ہیبت کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔ (۶) شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میری وحشت و ہیبت کو دیکھ کر چیتے پر سوار بزرگ نے مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی گرفت ہونٹوں پر کی اور فرمانے لگے! اے سعدیؒ! اس میں گھبرانے یا حیران ہونے کی کوئی بات نہیں اسلئے کہ شیر اور اس جیسے جانور اس وقت خونخوار ہوتے ہیں جب بندہ اللہ تعالیٰ کے احکامات توڑتا رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مکمل پابندی کرے تو یہ شیر و چیتے تو کیا پوری کائنات قدموں میں ہوتی ہے۔ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔ (۷) اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ چیتے پر سوار بزرگ نے ناصحانہ انداز میں چیتے پر سوار ہونے کے راز سے پردہ اٹھایا اور مین اسطور اپنا چیتے پر سوار ہونے کے حوالے سے مشاہداتی احوال سے آگاہ کیا کہ کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کا مکمل مطیع ہو جائے تو وہ ہر خونخوار جانور پر سوار ہونے کا اہل ہو سکتا ہے بقول کسے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہوں تو پھر مجھے میری اپنی سواری (گھوڑا، گدھا وغیرہ) اپنی پیٹھ پر نہیں بیٹھنے دیتی یعنی وہ بھی نافرمان ہو جاتی ہے۔ (۸) بادشاہ اپنے علاقے کا حکمران اور صاحب اختیار ہوتا ہے اسکی کسی کاروائی پر گرفت ہونا تو درکنار اسکی ناپسندیدہ گفتار بھی کسی اعتراض سے کم نہیں ہوتی۔ اگر کوئی بادشاہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے ایسے جھک جائے گویا کہ وہ صرف اسی کا بندہ ہے بادشاہ نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اس کا محافظ و مددگار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر ہمیشہ دشمنوں کے وار خطا ہو جاتے ہیں کیونکہ کائنات کے ذرّے ذرّے پر اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہے جس طرح دنیاداری میں آکر کوئی شخص اپنے دوست کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے دوستوں کی خوب خوب حفاظت کرتا ہے۔

شعر	نمبر	شعر
محالست چوں دوست دارد ترا	۱	کہ در دست دشمن گزارد ترا
جب خدا تجھے دوست رکھے تو ناممکن ہے		کہ تجھے دشمن کے ہاتھ میں ڈالے
رہ انیست روازطریقت متاب	۲	بنا گام وکامیکہ خواہی بیاب
راستہ یہی ہے اس سے منہ نہ موڑ		قدم دھر اور جو مقصد چاہے حاصل کر
نصیحت کسے سود مند آیدش	۳	کہ گفتار سعدیؒ پسند آیدش
نصیحت اسی کو مفید ہو گی		کہ جس کو سعدیؒ کا کلام پسند آئے

پند دادنِ کسریٰ ہُرمز را

کسریٰ کا ہرمز کو نصیحت کرنا

شعر	نمبر	شعر
شنیدم کہ در وقتِ نزعِ رواں	۵	بہُرمز چنیں گفت نوشیرواں
میں نے سُنا ہے کہ نزع کے وقت		نوشیرواں نے ہُرمز سے یہ کہا
کہ خاطر نگہدارِ درویش باش	۶	نہ دَر بندِ آسائشِ خویش باش
کہ فقیر کے دل کا نگہبان رہنا		اپنے آرام کی فکر میں نہ پڑنا
نیاساید اندر دیارِ تو کس	۷	چو آسائشِ خویش خواہی وبس
تیرے ملک میں کسی کو آرام نہ ملے گا		اگر تو صرف اپنا ہی آرام چاہے گا
نیاید بنزدیکِ دانا پسند	۸	شباں خفتہ وگرگ در گوسفند
کسی عقل مند کو یہ بات پسند نہ آئیگی		کہ چرواہا سویا ہو اور بھیڑیا بکریوں میں ہو

(۱) محالؔ: ناممکن۔ چوںؔ: جب۔ داردؔ: رکھے۔ تراؔ: تجھ کو۔ درؔ: میں۔ دستؔ: ہاتھ۔ گزاردؔ: چھوڑدے۔

(۲) رہؔ: راستہ۔ انیستؔ: یہی ہے۔ روؔ: چہرہ۔ طریقتؔ: باطن کی صفائی کا راستہ یا راہ سلوک۔ متابؔ: مت موڑ۔ بنہؔ: رکھ۔ گامؔ: قدم۔ کامیکہؔ: جو مقصد کہ۔ خواہیؔ: تو چاہے۔ بیابؔ: پالے۔ (۳) نصیحتؔ: خیر خواہی کی بات۔ کسےؔ: اس شخص کو۔ سود مندؔ: فائدہ دینے والی۔ آیدشؔ: اس کو آوے۔ کہؔ: کسے کے ساتھ لگتا ہے۔ گفتارؔ: کلام۔ پندؔ: نصیحت۔ دادنؔ: دینا۔ کسریٰؔ: شاہ ایران، یہاں نوشیرواں عادل مُراد ہے۔ ہُرمزؔ: نوشیرواں کا بیٹا۔

(۵) شنیدمؔ: میں نے سنا۔ نزع رواںؔ: جان کا نکلنا۔ ہُرمزؔ: نوشیرواں کا بیٹا۔ چنیںؔ: ایسے۔ گفتؔ: کہا۔ نوشیرواںؔ: ایران کا عادل بادشاہ۔ (۶) خاطرؔ: دل۔ نگہدارؔ: نگہ رکھنے والا۔ باشؔ: ہوجا۔ بندؔ: فکر۔ آسائشؔ: آرام۔ خویشؔ: اپنا۔ (۷) نیاسایدؔ: نہیں آرام پاسکتا۔ دیارؔ: جمع دار، ملک۔ کسؔ: کوئی شخص۔ چوںؔ: جب۔ آسائشؔ: آرام۔ خویشؔ: اپنا۔ خواہیؔ: تو چاہے۔ بسؔ: فقط۔

(۸) نیایدؔ: نہیں آتا۔ داناؔ: عقلمند۔ شباںؔ: چرواہا۔ خفتہؔ: سویا ہوا۔ گرگؔ: بھیڑیا۔ گوسفندؔ: بکریاں۔

تشریح: (۱) جس طرح دُنیا دار لوگ اپنے قریبی احباب کو تنہا نہیں چھوڑتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے دوست (ولی اللہ) کو خواہ وہ بادشاہ ہو یا گدا کو دشمنوں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں سے زیادہ غیور ہے۔

(۲) امورِ اعمال میں دو چیزیں ہوا کرتی ہیں (۱) شریعت (۲) طریقت۔ ظاہری اعمال وجوارح کا تعلق امورِ شرعیہ سے ہوتا ہے جبکہ تزکیۂ نفس پر مبنی باطنی احوال کی اصلاح کو طریقت کہتے ہیں۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے طریقت کی راہ اپنانے کو کہا ہے کیونکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک شخص امورِ شرعیہ کا پابند بھی ہوتا ہے لیکن بعض اوقات کاذب خائن بھی ساتھ ہوتا ہے۔ دردیشی بھی عیاری اور سلطانی بھی عیاری کا مکمل مصداق ہوتا ہے چونکہ شیطان کے پاس ابن آدم کو بہکانے کیلئے ستر ہزار نورانی داؤ ہوتے ہیں جس سے ابن آدم امورِ شرعیہ پر عمل پیرا ہونے کے باوجود شیطان کے بہکاوے میں آجاتا ہے جبکہ راہِ طریقت میں کثرتِ ذکر وعبادت کی وجہ سے شیطانی حملوں کا امکان بہت کم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شعر میں طریقت اپنانے کا کہا گیا ہے۔ (۳) دنیا کا دستور ہے کہ پسندیدہ شخصیت کی ہر چیز (اچھی ہو یا بُری) پسندیدہ ہوتی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں اسی فطری دستور کا تذکرہ کیا ہے یعنی شیخ سعدیؒ کی نصیحت وہی قبول کرسکتا ہے جو شیخ سعدیؒ کو پسند کرتا ہو۔

(۴) عنوان: بند دادن کسریٰ وہرمزرا۔ ترجمہ (شیخ سعدیؒ کا) کسریٰ اور ہرمز کو نصیحت دینا جس طرح دورِ حاضر میں سربراہ مملکت کا لقب صدر یا وزیر اعظم ہوتا ہے اسی طرح آج سے ہزاروں سال قبل ایرانی فرمانروا کا لقب کسریٰ ہوا کرتا تھا۔ اس عنوانی جملے میں کسریٰ سے نوشیرواں عادل مُراد ہے جبکہ ہُرمز اُسکے بیٹے کا نام ہے۔ چونکہ اس آیتم میں بر مملکت اور امورِ جہانداری کے حوالے سے گفتگو ہورہی ہے اور امورِ مملکت کا زیادہ تر تعلق بادشاہوں کے ساتھ ہوتا ہے اسلیئے شیخ سعدیؒ نے انہی سے نصیحتوں کا سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ وہ نصیحتوں پر عمل پیرا ہو کر ملک وقوم کی کماحقہ خدمت کرسکیں۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے نوشیرواں کی اس نصیحت کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے مرتے وقت اپنے بیٹے ہُرمز سے کی تھی یہ نصیحت ملکی استحکام اور بادشاہ کے مقبول عام کے حوالے سے اپنے اندر بہت سے بھید چھپائے ہوئے ہے۔

(۶) دُنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں لوگ کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ یہ بے حیثیت درویش منش لوگ اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے کم مائیگی اور بے بضاعتی کی چادر میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں انہیں خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا کیا رتبہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی چادر میں پوشیدہ رکھتے ہیں یہ لوگوں میں رہنے کے باوجود نہیں ہوتے۔ چنانچہ نوشیرواں نے اپنے بیٹے ہُرمز کو اسی نوعیت کے لوگوں کی دلداری ودلجوئی کی نصیحت کی ہے۔ کہ ان کی دُعاؤں کی برکت سے ملک کو استحکام حاصل ہو۔ (۷) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے اس میں کہا گیا ہے کہ اگر بادشاہ اپنے آرام اور عیاشیوں میں مگن رہے تو پھر رعایا کی خبر گیری کون کریگا۔ کیونکہ عیش بادشاہ عموماً اپنی رعیت کے حالات سے غافل رہتے ہیں کسی بادشاہ کا اپنی رعیت سے غافل رہنا ایسا ہی ہے جیسے چرواہے کی بکریوں سے غفلت۔ چونکہ چرواہے کی غفلت سے بھیڑیئے بکریوں کو چیر پھاڑ دیتے ہیں۔ بادشاہ بھی اپنی رعایا کا چرواہا ہوتا ہے اگر وہ غافل ہو جائے تو دشمن اسکی رعایا کو تباہ کردیگا۔ (۸) عقلمندی کا تقاضی یہ ہے کہ چرواہا ہر وقت بکریوں کے معاملے میں ہوشیار رہے۔ جبکہ یہ بات خلاف عقل ہے کہ چرواہا غفلت کی نیند سورہا ہو اور بھیڑیا بکریوں میں موجود ہو۔ دورِ حاضر میں یہی خلاف عقل کام ہورہا ہے کہ حکمران اپنی عیاشیوں میں بدمست ہیں اور ملک دشمن عناصر ملک وقوم کو مختلف طریقوں سے تباہ وبرباد کررہے ہیں۔

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ ثانی
برو پاسِ درویش محتاج دار	۱	کہ شاہ از رعیّت بود تاج دار
جا محتاج فقیر کا خیال رکھنا		اسلئے کہ بادشاہ رعیّت کی وجہ سے ہی تاجدار ہوتا ہے
رعیّت چو بیخند و سُلطاں درخت	۲	درخت اے پسر باشد از بیخ سخت
رعیّت جڑ ہے، بادشاہ درخت ہے		صاحبزادے! درخت جڑ سے ہی مضبوط بنتا ہے
مکن تا توانی دلِ خلق ریش	۳	وگر می کُنی میکنی بیخ خویش
جب تک ہو سکے مخلوق کا دل زخمی نہ کرنا		اگر تو ایسا کرتا ہے تو اپنی بیخ کنی کرتا ہے
اگر جادۂ بایدت مستقیم	۴	رہِ پارسایاں اُمیدست و بیم
اگر تجھے سیدھا راستہ چاہیئے		تو نیکوں کا راستہ امید اور خوف ہے
گزندِ کسانش نیاید پسند	۵	کہ ترسد کہ در ملکش آید گزند
لوگوں کو ستانا اس کو پسند نہ آئے گا		جو اپنے ملک میں نقصان سے ڈرتا ہو گا
وگر در سرشتِ وے ایں خوئے نیست	۶	در آں کشور آسودگی بوئے نیست
اگر اس کی طبیعت میں یہ عادت نہیں ہے		تو اس ملک میں آرام کی بُو بھی نہیں ہے
اگر پائے بندی رضا پیش گیر	۷	وگر یک سوارہ سرِ خویش گیر
اگر تو دوسروں کا پابند ہے تو انکی رضامندی کا خیال رکھ		اور اگر تو تنہا ہے تو اپنا راستہ پکڑ
فراخی دراں مرز و کشور مخواہ	۸	کہ دل تنگ بینی رعیّت ز شاہ
اس سرزمین اور ملک میں آرام کا خیال نہ کر		جہاں رعایا بادشاہ سے تنگ ہو

(۱) برو: جا۔ پاس: لحاظ۔ دار: رکھ۔ رعیّت: رعایا، ملک کے باشندے۔ بود: ہووے۔ تاج دار: تاج رکھنے والا۔
(۲) چوں: مثل۔ بیخ: جڑ۔ اند: ہیں۔ سلطان: بادشاہ۔ پسر: لڑکا۔ باشد: ہووے۔ سخت: مضبوط۔
(۳) مکن: مت کر۔ تا توانی: جب تک تو طاقت رکھے۔ خلق: مخلوق۔ ریش: زخمی۔ وگر: اور اگر۔ میکنی: کرتا ہے تو۔ میکنی: کھودتا ہے تو۔ بیخ: جڑ۔ خویش: اپنی۔
(۴) جادہ: راستہ۔ بایدت: تجھ کو چاہیئے۔ پارسایاں: جمع پارسا، پرہیزگار۔ بیم: خوف۔
(۵) گزند: تکلیف۔ کسانش: ش ضمیر غائب، کساں جمع کس لوگ۔ نیاید: نہیں آتی کہ جو کہ۔ ترسد: ڈرتا ہو۔ در: میں۔ آید: آوے۔
(۶) وگر: اور اگر۔ سرشت: طبیعت۔ وے: اس کی۔ ایں: یہ۔ خوئے: عادت۔ نیست: نہیں ہے۔ کشور: ملک۔ آسودگی: آرام۔
(۷) پائے بندی: پابند ہے تو۔ رضا: اس کی مضاف الیہ ش محذوف ہے اس کی رضا۔ پیش: سامنے۔ گیر: پکڑ یعنی اختیار کر۔ یک سواری: اکیلا سوار ہے یعنی بے نیاز ہے۔ سرِ خویش: اپنا سر۔
(۸) فراخی: خوشحالی۔ مرز: زمین۔ کشور: ملک۔ مخواہ: مت چاہ۔ دل تنگ: تنگ دل۔ بینی: تو دیکھے۔ رعیّت: رعایا۔ شاہ: بادشاہ

تشریح: (۱) قدیم ادوار میں زیادہ تر فوج حکومت بناتی تھی جبکہ دورِ حاضر میں جمہوریت کے حوالے سے حکومت سازی کا کام عوام الناس کے ہاتھ میں ہے فوج ہو یا عوام دونوں کا تعلق غربا کے طبقے سے ہے۔ جبکہ یہی طبقہ استحکام حکومت کی بنیاد ہے۔

(۲) اس شعر میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح درخت اپنی جڑوں پر قائم ہوتا ہے اسی طرح نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والے عام شخص کی صحیح دیکھ بھال اور انصاف کی فراہمی بہتر خبرگیری حکومت کے درخت کی جڑ متصور ہوتی ہے اگر نچلے طبقے کی دیکھ بھال صحیح ہو گی تو گویا استحکام حکومت کی جڑ مضبوط ہے۔ (۳) جس حکمران کے دورِ حکومت میں عوام کو انصاف کی فراہمی نہ ہونے کے باعث یا ظلم و جور کی وجہ سے یا فریاد رسی نہ ہونے کی بنا پر دل زخم خوردہ ہو جائے تو پھر بد دعاؤں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ عوام الناس کی بد دعائیں نہ صرف وقت کے حکمرانوں کو قدرت کی گرفت کے شکنجے میں جکڑ دیتی ہیں بلکہ غیر مستحکم حکومت کے سبب ان کی جڑیں کھوکھلی کر دیتی ہیں۔ (۴) حدیث میں مروی ہے کہ اَلْاِیمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ترجمہ: ایمان خوف و امید کی درمیانی کیفیت کا نام ہے اگر بالکل اُمید ہو تو محاسبے کا خوف جاتا رہتا ہے۔ اگر صرف حد سے زیادہ خوف ہو تو قوتِ عمل جواب دے جاتی ہے اسلئے خوف و امید کی ملی جلی کیفیت انسان کے معتدل مزاج کی بنیاد ہوتی ہے۔ عدل و انصاف کا مقصد قیام امن ہے جبکہ قیام عدل کا تحفظ محاسبے کے عمل میں پوشیدہ ہے۔ اسلئے ایک حکمران کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اتنا ہو کہ وہ ہر وقت خود کو محاسبے کیلئے تیار رکھے اور اپنی منصفانہ کارروائیوں کا اسقدر اعتماد ہو کہ نجات کی اُمید یقینی ہو جائے۔ لہٰذا یہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی متقی لوگوں کی حقیقی راہ ہے۔ (۵) جس ملک کا بادشاہ یہ چاہتا ہو کہ اس کا ملک امن و امان کا گہوارا بن جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ رعایا کی پریشانیوں کو دور کر دے اور عوام کو تکلیف پہنچانے والے تمام ملکی قوانین کا سدِ باب کرے۔ یہی خوشحالی کا بہترین راز ہے۔ (۶) عوام کی بے لوث خدمت ایسی خوبی جس بادشاہ کے اندر نہیں تو اس کا ملک ہمیشہ بدحالی کا شکار رہے گا جبکہ بدحالی کی صورتحال ملک کو آرام و راحت کی نعمت سے محروم کر دیتی ہے۔ ان محرومیوں سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ بادشاہ اپنے اندر یہ خوبی پیدا کر دے وہ ہمیشہ عوام کی بے لوث خدمت کرے اسی میں راحت و عافیت ہے۔ (۷) اس شعر میں بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اگر تو ملک و قوم کی بے لوث خدمت کا پابند ہے تو پھر عوام الناس کی مرضی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اپنے فیصلے کیا کر۔ اگر عوام کی خدمت سے تیرے جذبات خالی ہیں تو پھر اپنی ہی خود سری میں سر پھٹول کرتا رہ کیونکہ عوام سے دوری اور خود سری کا انجام سر پھٹول کے سوا کچھ نہیں۔ (۸) بادشاہ اور رعیت حکومت سازی میں باہم لازم و ملزوم ہیں کیونکہ رعایا کی خوشحالی کا دار و مدار بادشاہ کے خادمانہ مزاج و جذبات پر ہے جبکہ عوام سے بادشاہ کی تنگدلی بدحالی کا سبب ہوتی ہے کیونکہ بادشاہ اور رعیت حکومت کے دو پہیے ہوتے ہیں اور گاڑی کبھی ایک پہیے پر نہیں چل سکتی۔ بادشاہ کی تنگدلی کا شکار رعیت ترقی نہیں کر سکتی۔

	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	ز مستکبران دلاور بترس دلیر متکبروں سے ڈرتا رہ	ازاں کو نترسد ز داور بترس جو خدا سے نہ ڈریں ان سے ڈرتا رہ
۲	دگر کشور آباد بیند بخواب پھر ملک کو خواب ہی میں آباد دیکھے گا	کہ دارد دلِ اہلِ کشور خراب جو ملک والوں کے دل کو خراب رکھے گا
۳	خرابی و بدنامی آید ز جور ظلم سے خرابی اور بدنامی ہوتی ہے	بزرگاں رسند ایں سخن را بغور بھلے اس بات پر غور کرنے کے بعد پہنچتے ہیں
۴	رعیت نشاید بہ بیداد کشت رعایا کو ظلم سے قتل نہ کرنا چاہیئے	کہ مر سلطنت را پناہند و پشت اس لیئے کہ وہی سلطنت کی پناہ اور کمر ہیں
۵	مراعاتِ دہقاں کن از بہرِ خویش اپنی خاطر کاشت کار کی رعایت برت	کہ مزدورِ خوشدل کند کار بیش اس لیئے کہ خوش دل مزدور کام زیادہ کرتا ہے
۶	مروّت نباشد بدی با کسے کسی ایسے کے ساتھ برائی کرنا انسانیت نہیں ہے	کز و نیکوئی دیدہ باشی بسے جس کی جانب سے اکثر نیکی ہوئی ہو

(۱) مستکبراں: جمع تکبر کرنیوالے دلاور: دل والے۔ بترس: ڈر ازاں کو: اس سے کہ جو۔ نترسد: نہیں ڈرتا۔ داور: انصاف کرنیوالا مراد خدا۔ بترس: ڈر۔ (۲) دگر: پھر کشور: ملک بیند: دیکھتا ہے بخواب: خواب میں دارد: رکھتا ہے۔ اہلِ کشور: ملک والے۔ خراب: برباد (۳) خرابی: بربادی۔ آید: آتی ہے۔ جور: ظلم۔ بزرگاں: بڑے لوگ۔ رسند: پہنچتے ہیں ایں: یہ سخن: بات۔ بغور: گہرائی میں۔

(۴) رعیت: رعایا۔ نشاید: نہیں چاہیئے۔ بیداد: ظلم۔ کشت: اس نے مارا۔ نشاید یہ کشت کے اوپر لگتا ہے یعنی نشاید کشت نہیں مارنا چاہیئے۔ مر: خاص۔ سلطنت: ملک۔ پناہند و پشت: جس سے مضبوطی حاصل ہو یعنی مددگار۔ (۵) مراعات: رعایت کرنا۔ دہقاں: کسان۔ کن: کر۔ بہر: واسطے۔ خویش: اپنا۔ خوشدل: خوشدل والا۔ کند: کرتا ہے۔ کار: کام۔ بیش: زیادہ۔

(۶) مروّت: انسانیت۔ نباشد: نہ ہووے۔ بدی: برائی۔ کسے: اگلا کہ اس کے ساتھ لگ کر اسم موصول ہے۔ نیکوئی: نیکی۔ دیدہ باشی: تو نے دیکھی ہو۔ بسے: بہت۔

(۷) پند: نصیحت۔ دادن: دینا۔ خسرو: بادشاہ مراد خسرو پرویز شاہِ ایران۔ شیرویہ: خسرو کا ولی عہد جو اس کے بعد تخت نشین ہوا۔

پند دادنِ خسرو شیرویہ را

خسرو کا شیرویہ کو نصیحت کرنا

تشریح: (۱) جو لوگ بہادر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ ملک و قوم اور حکمران کی ذات کیلئے اتنے خطرناک نہیں ہوتے جتنے کہ خوفِ الٰہی سے خالی اور عدم شناس لوگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے خوددار اور جوانمرد پھر بھی اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے اصولی جنگ لڑتے ہیں جبکہ موقع پرست بزدل قسم کے لوگ جواز عام جواز اور اصول و بے ضابطگی کے تناظر میں سب چلتا ہے کے اصول پر سازشی چالیں چلتے ہیں۔ اسی نوعیت کی فطرت کے انتقامی لوگ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ خوشامدی لوگ حملہ آور دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اسی حقیقت کو آشکارا کر کے خوددار بہادروں کی بجائے موقع شناس خوشامد پسند لوگوں سے ڈرنے کی تلقین کی ہے تاکہ ملکی استحکام میں رکاوٹ پیدا کرنیوالے اصل لوگ بے نقاب ہوں۔ (۲) جس بادشاہ کی رعیت اسکے جبر و تشدد کی وجہ سے اپنا دل زخمی رکھتی ہے۔ اس کا ملک ہمیشہ غیر آباد رہتا ہے کیونکہ کائنات کی اصل رونق رب ذوالجلال کے نزولِ رحمت و برکت سے بحال ہوتی ہے جبکہ برکت و رحمت قیام عدل سے ممکن ہے جب بادشاہ ظلم کی بھینٹ چڑھا چکا ہوتا ہے چنانچہ ستمگر بادشاہ امن و امان کی بحالی کے حوالے سے جتنے اقدامات اٹھاتا پھرے ناکامی و نامرادی کے سوائے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (۳) خوفِ الٰہی اور فکر آخرت سے عاری حکمران تشدد و قتل کو ہی حکومت و سیاست کا حصہ سمجھتے ہیں۔ جب جبر و تشدد حد سے بڑھ جاتا ہے تو ظالم بادشاہ کا رعب رعایا کے دلوں سے نکل جاتا ہے پھر تنگ آمد بجنگ آمد ایسے فطری اصول کے پیش نظر پوری قوم ظالم حکمران کے خلاف کھڑی ہو جاتی ہے چنانچہ ظالم بادشاہ کی ذلت و رسوائی اسے کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ تاریخ میں ہٹلر و میسولینی اور نیرو کی مثالیں ان کے انجام سمیت موجود ہیں۔ (۴) دنیا کے تمام امور اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی۔ امور سلطنت کا اصول ہے کہ اسے عدل و انصاف کی بنیاد پر چلایا جائے کائنات کی ہر چیز مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔ اسی طرح سلطنت کی مضبوط بنیاد ریاست کے ہر فرد کو ظلم و ستم سے محفوظ رکھنا ہے۔ اگر رعایا ستمگر بادشاہ کے ظلم کی آماجگاہ ہے تو سلطنت کی عمارت مضبوط بنیاد نہ ہونے کے باعث دھڑام سے گر جائیگی۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے رعیت کو ظلم سے مارنا سلطنت کی مضبوط بنیاد اور پشت پناہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا معاشرہ و سلطنت کیسے اسی پشت پناہ پر پنپ سکتا ہے بصورت دیگر معاشرے کی تباہی خود سلطنت کے قیام کیلئے خطرناک ثابت ہوگی۔ (۵) مزدور و کسان اور ملازمت پیشہ افراد ملک و قوم کی ترقی کے معمار ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ خوشحال ہونگے تو ملکی ترقی کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اگر یہ طبقہ بدحال ہو تو ملک کی ترقی رک جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسانی ترقی و خوشحالی کیلئے رزق کے بہت بڑے بڑے خزانے چھپا رکھے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ۔ اسی (زمین) سے تمہارے لیے پھلوں میں سے رزق نکالا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر ملک کی خوشحالی زراعت میں پوشیدہ ہے دور حاضر میں صنعتکاری و کاشتکاری ملکی ترقی کا بہترین ذریعہ ہیں اگر ان سے وابستہ لوگ بادشاہوں کے ظلم و زیادتی کا شکار رہیں تو یہ بے مروتی ہوگی کیونکہ کسان و مزدور سے بھلائی ملتی ہے۔ (۶) صنعت و حرفت اور زراعت سے وابستہ مزدور و کسان سے خصوصی رعایات کا معاملہ کرنا چاہیئے کیونکہ مروت و الفت کا یہی تقاضا ہے۔ اگر یہ لوگ ذہنی و قلبی مسرت سے مامور ہو کر کام کریں گے تو لامحالہ ترقی کی راہیں کھل جائیں گی۔ اس سے ملک کی خود کفالت یقینی ہوتی ہے اور یہی لوگ (مزدور و کسان) ملک و قوم اور حکمران کے بہی خواہ و معاون اور ہمدرد ہوتے ہیں اسلیئے یہ لوگ حکمران سمیت پوری قوم کے حسن سلوک کے حقدار ہیں۔ ان کے ساتھ معاشی تنگی، ضروری آلات و اشیاء کی فراہمی میں غفلت وغیرہ بدسلوکی و بے مروتی ہوگی۔ (۷) عنوان: پند دادنِ خسرو شیرویہ را شاہ ایران کی شیرویہ کو نصیحت۔ یہاں پر خسرو سے مراد شاہ ایران پرویز ہے اور شیرویہ اس کا ولی عہد ہے۔ پرویز نے اپنے ولی عہد شیرویہ کو جو نصیحت کی تھی مذکورہ عنوان کے تحت اس کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۱	شنیدم کہ خسرو بشیرویہ گفت میں نے سنا کہ خسرو نے شیرویہ سے کہا	درآں دم کہ چشمش ز دیدن بخفت اس وقت جبکہ اس کی آنکھ دیکھنے سے سو گئی
۲	برآں باش تا ہرچہ نیّت کنی اس پر قائم رہ کہ تو جس کام کی بھی نیت کرے	نظر در صلاحِ رعیت کنی رعایا کی بہتری کو مدنظر رکھنا
۳	مپیچ اے پسر گردن از عقل ورائے سمجھ اور تدبیر سے منہ نہ موڑنا	کہ مردم ز دستت نہ پیچد پائی تاکہ لوگ تیرے ہاتھ سے قدم نہ ہٹائیں
۴	گریزد رعیت ز بیداد گر رعایا ظالم سے بھاگتی ہے	کند نام زشتش بگیتی سمر اس کا بُرا نام دنیا میں مشہور کر دیتی ہے
۵	بسے بر نیاید کہ بنیادِ خود زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ خود اپنی جڑ	بکند آنکہ بنہاد بنیادِ بد اکھاڑتا ہے جو بُری بنیاد رکھتا ہے
۶	خرابی کند شیر و شمشیر زن شیر اور تلوار چلانے والا خرابی کرتا ہے	نہ چنداں کہ دودِ دل طفل و زن لیکن نہ اسقدر جتنا کہ بچے اور عورت کے دل کا دھواں
۷	چراغے کہ بیوہ زنے برفروخت وہ چراغ جو ایک بیوہ جلاتی ہے	بسے دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت تونے اکثر دیکھا ہو گا کہ پورے شہر کو جلا دیتا ہے

(۱) وَ: یہ حرفِ تشبیہ ہے یعنی شیر جیسا۔ شنیدم: میں نے سنا۔ خسرو: بادشاہ۔ شیرویہ: شیر جیسا۔ گفت: اس نے کہا۔ درآں دم: اس دم میں۔ چشمش: اسکی آنکھ۔ دیدن: دیکھنا۔ بخفت: سو گئی یعنی مرنے لگا۔ (۲) برآں: اس پر۔ باش: ہو تو۔ ہرچہ: جو کچھ۔ کنی: کرے تو۔ صلاح: نیکی بھلائی۔ (۳) مپیچ: مت پھیر۔ پسر: لڑکا۔ عقل: سمجھ۔ رائے: تدبیر و مشورہ۔ مردم: لوگ۔ دستت: تیرے ہاتھ سے یعنی تیرے آگے سے۔ نہ پیچد: نہ پھیریں۔ پا: پاؤں۔

(۴) گریزد: بھاگتی ہے۔ بیدادگر: ظالم۔ کند: کرتی ہے۔ زشت: بُرا۔ ش: اس کا۔ گیتی: زمانہ۔ سمر: قصہ کہانی۔ (۵) بسے: بہت۔ برنیاید: باہر نہیں آتا یعنی نہیں گزرتا۔ خود: اصل خویش ہے قافیہ کی رعایت سے خُد پڑھتا ہے۔ بکند: کھودتا ہے۔ آنکہ: جو شخص کہ۔ بنیاد اس نے رکھی۔ بد: بُری۔

(۶) کند: کرتا ہے۔ شیر: مشہور درندہ۔ شمشیر زن: تلوار چلانے والا۔ چنداں کہ: اتنا کہ۔ دُود: دھواں۔ طفل: بچہ۔ زن: عورت۔ (۷) چراغیکہ: جو چراغ کہ۔ بیوہ زن: بیوہ عورت۔ برفروخت: اس نے جلایا۔ بسے: بہت۔ دیدہ باشی: تونے دیکھا ہو گا۔ شہرے: ایک شہر۔ بسوخت: جلا ڈالا۔

تشریح: (۱) شاہِ ایران پرویز نوشیروان عادل کا پوتا تھا اس نے مرتے وقت اپنے ولی عہد شیرویہ کو نصیحت کی۔ ویہ، کسی چیز کی تشبیہ کیلئے آتا ہے۔ چنانچہ شیرویہ کا معنی ہے شیر جیسا۔ شیر جنگل کا بادشاہ ہے اور وہ شجاعت میں بھی ضرب المثل ہے۔ اس لیے ایرانی لوگ اس کی جنگلی شہنشاہیت اور دلیری سے متاثر ہو کر شیر کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ شیر کے حوالے سے مذہب کی بنیاد پر اسلام میں تمام تشبیہات اسی راہ سے آئی ہیں۔ (۲) اقتدار ایک ایسی چیز ہے جس پر پہنچ کر آدمی خود پسندی و خود نمائی کا شکار ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ اپنے ذاتی و سیاسی مفاد کے حصول کی خاطر صاحبِ اقتدار کی بے جا خوشہ چینی کرتے ہیں اور کچھ لوگ بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے جی حضوری کی روش اختیار کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ ماحول صاحبِ اقتدار طبقے کو متکبر و خود پسند بنا دیتا ہے۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر پرویز نے اپنے ولی عہد کو وصیت کی کہ اپنا ہر کام رعیت کی خوشحالی کے نکتہ کو سامنے رکھ کر کرنا۔ شاہی ماحول سے متاثر ہو کر خود پسندی پر مبنی من مانے فیصلے مت کرنا۔ (۳) جو شخص صرف اپنی ذات کو عقلِ کل سمجھ کر خود کو کسی مشورے کا محتاج نہیں سمجھتا وہ احمق ہوتا ہے اور جو شخص مشورہ لیتا ہے لیکن بہر صورت اپنی ہی رائے پر عمل پیرا ہونے پر مصر و بضد ہوتا ہے وہ ناقص العقل ہوتا ہے اور جو شخص کسی کی معقول رائے پر عملدرآمد کرتا ہے تو درحقیقت یہی شخص مردِ کامل ہوتا ہے کیونکہ دوسروں کی رائے شامل کرنے کی صورت میں اسے تحفظ حاصل ہو جاتا ہے اسی حقیقت پسندانہ نکتے کو پرویز نے اپنے ولی عہد کے سامنے رکھا ہے۔ (۴) شرفاء کے نزدیک عزت و نیک نامی گرانقدر سرمایہ ہوتے ہیں۔ مشاہدات کی روشنی میں بعض لوگ عزت کی خاطر اپنی جانیں لڑا دیتے ہیں عزت و نیک نامی کی بحالی بمشکل ہوتی ہے جبکہ عزت کھو جانے میں بہت جلد بازی کرتی ہے عادل بادشاہ کی عزت و نیک نامی لوگوں کے دلوں میں سمائی ہوئی ہوتی ہے جبکہ ظالم حکمران ذلت و رسوائی کی علامت بن جاتا ہے کیونکہ اس کے ظلم سے تنگ آ کر لوگ دوسرے ملک میں ہجرت کر کے اس کی رسوائی کا اشتہار ہوتے ہیں اس شعر میں پرویز کی وصیت میں عزت و نیک نامی کا یہی فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ (۵) ظالم حکمران کی سوچ یہی ہوتی ہے کہ وہ ظلم و ستم کر کے سلطنت کے فرائض منصبی کر رہا ہے حالانکہ اس کی یہ سوچ غلط ہوتی ہے کیونکہ وہ ظلم کر کے خود اپنی بنیاد کھوکھلی کر رہا ہوتا ہے۔ حکومت کی اصل بنیاد رعیت ہوتی ہے اور وہ رعیت پر تشدد کر کے خود اپنی بربادی کا سامان کر رہا ہوتا ہے ان پر تشدد واقعات کے ہوتے ہوئے کسی ہمسایہ ملک کے حملہ آور ہونے کی صورت میں عوام اس کا ساتھ دیتی ہے نہ تحفظ چنانچہ تن تنہا دشمن کے قبضے میں کسمپرسی کی زندگی گزارتا ہے جو کہ اپنی ہی رعیت کے کمزور لوگوں، بچوں اور عورتوں کی آہوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ (۶) اللہ تعالیٰ نے وقت کے حکمرانوں کو کمزور اور مظلوم افراد کی حفاظت کرنے کا فطرۃً حکم دیا ہے جو بادشاہ انہی کمزوروں اور مظلوموں پر خود ظلم کرنے لگ جائے یا ٹیکسوں کی صورت میں لوٹ مار شروع کر دے اور صاحبِ ثروت لوگوں کو مراعات دے تو کمزور و مظلوم، یتیم بچوں اور بیواؤں کی آہیں رب ذوالجلال کا عرش ہلاتی رہتی ہیں۔ چنانچہ مظلوموں کی آہیں بڑی بڑی سلطنتوں کی تباہی کا سبب بنی ہیں۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلی امتوں کی ہلاکت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ صاحبِ ثروت لوگوں کے بڑے بڑے جرائم معاف کر دیتے تھے اور کمزور اور غریب لوگوں کو معمولی سے جرم پر کڑی سے کڑی سزائیں دیتے تھے اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے پرویز کی وصیت کے پردے میں یہی حقیقت بیان کی ہے۔ (۷) چونکہ بیوہ عورت بے سہارا ہوتی ہے۔ اس لیے اس شعر میں بے سہارا لوگوں (مساکین و یتامیٰ وغیرہ) کی بد دعاؤں کو بیوہ عورت کے چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی ان کی بد دعاؤں کی آگ سے پورا مُلک جل جاتا ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	وزاں بہرہ ور تر در آفاق کیست	کہ در ملک رانی بانصاف زیست
	اس سے زیادہ نصیبہ ور دنیا میں کون ہے	جو حکومت کرنے میں انصاف کے ساتھ زندہ رہا ہو
۲	چو نوبت رسد زیں جہاں غربتش	ترحم فرستند بر تربتش
	جب اس کی اس دنیا سے سفر کی نوبت آتی ہے	تو لوگ اس کی قبر پر رحمتیں بھیجتے ہیں
۳	بد و نیک مردم چو می بگذرند	ہماں بہ کہ نامت بہ نیکی برند
	جب نیک اور بد سب ہی مر جاتے ہیں	تو یہی بہتر ہے کہ لوگ تیرا ذکر بھلائی سے کریں
۴	خدا ترس را بر رعیت گمار	کہ معمارِ ملک است پرہیزگار
	رعایا پر خدا سے ڈرنے والے کو مقرر کر	اس لیے کہ پرہیزگار شخص ملک کا معمار ہوتا ہے
۵	بد اندیش تست آن و خونخوار خلق	کہ نفع تو جوید در آزارِ خلق
	وہ شخص تیرا بدخواہ اور مخلوق کے لیے خونخوار ہے	جو مخلوق کو ستانے میں تیرا نفع ڈھونڈھے
۶	ریاست بدست کسانے خطاست	کہ از دستِ شاں دستہا بر خداست
	حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دینا غلطی ہے	کہ جس کی وجہ سے لوگوں کے ہاتھ خدا کی طرف اٹھیں
۷	نکوکار پرور نہ بیند بدی	چو بد پروری خصم جانِ خودی
	نیکوں کی پرورش کرنیوالا بدی نہیں دیکھتا ہے	اگر بروں کو پالے گا تو تو خود اپنی جان کا دشمن ہے
۸	مکافاتِ دشمن بمالش مکن	کہ بیخش برآوردہ باید زبن
	دشمن کو محض اس کے مال سے سزا نہ دے	بلکہ اس کی جڑ کھود ڈالنی چاہیے
۹	مکن صبر بر عاملِ ظلم دوست	چہ از فربہی بایدش کند پوست
	ظلم دوست حاکم پر صبر سے کام نہ لے	بلکہ اس کے مٹاپے سے کھال کھینچ دینی چاہیے

(۱) وزاں: اور اس سے۔ بہرہ ور تر: زیادہ نصیب والا۔ آفاق: جہاں۔ کیست: کون ہے۔ ملک رانی: ملک چلانا۔ زیست: جیا۔

(۲) چوں: جب۔ نوبت: باری۔ رسد: پہنچے۔ زیں: اس سے۔ غربتش: اس کو سفر کی۔ ترحم: رحمت کی دعا۔ فرستند: بھیجیں۔

(۳) بد: برا۔ نیک: اچھا۔ مردم: لوگ۔ چو: جب۔ می بگذرند: گزرتے ہیں۔ ہماں: وہی۔ بہ: بہتر۔ نامت: تیرا نام۔ برند: لے جاویں۔ (۴) خدا ترس: خدا سے ڈرنے والا۔ بر: پر۔ رعیت: رعایا۔ گمار: مقرر کر۔ معمار: تعمیر کرنے والا۔ است: ہے۔ پرہیزگار: برائی سے پرہیز کرنے والا۔

(۵) بد اندیش: برا سوچنے والا۔ تست: تو ہے۔ آں: وہ۔ خونخوار: خون پینے والا۔ خلق: مخلوق۔ جوید: ڈھونڈے۔ آزار: تکلیف۔

(۶) ریاست: حکومت۔ دست: ہاتھ۔ کسانے: اگلا کہ اس کے ساتھ لگ کر اسم موصول ہے یعنی جو لوگ کہ۔ دستِ شاں: ان کے ہاتھ۔ دستہا: جمع۔ بر خدا: خدا پر یعنی خدا کے آگے۔ ست: ہے۔ (۷) نکوکار: نیک کام کرنیوالا۔ پرور: اسکے ساتھ لگ کر اسم فاعل یعنی نیکوکار کو پالنے والا۔ نہ بیند: نہیں دیکھتا۔ پروری: تو پالے۔ خصم: دشمن۔ خودی: خود۔ ای یعنی تو خود ہے۔ (۸) مکافات: بدلہ دینا یعنی سزا۔ بمالش: اس کے مال سے یعنی مال چھین کر۔ مکن: مت کر۔ بیخش: اس کی جڑ۔ برآوردہ: نکالی ہوئی۔ باید: چاہیے۔ زبن: جڑ سے یعنی نیچے سے۔ (۹) مکن: مت کر۔ عامل: حاکم۔ ظلم دوست: ظلم کو دوست رکھنے والا۔ چہ: کیوں کہ۔ فربہی: موٹاپا۔ باید کند پوست: کھال اکھیڑنی چاہیے۔ ش: اس کی۔

تشریح: (۱) اس شعر میں یہ بتایا گیا ہے کہ عادل بادشاہ کی خوش نصیبی میں کوئی شک و شبہ نہیں کیونکہ عدل اللہ تعالیٰ کی صفت ہے دنیا میں جسے یہ صفت حاصل ہو گئی تو وہ قوم جسے منصف مزاج بادشاہ کا سایہ مل جائے وہ خوش قسمت ہوتی ہے۔ خود عادل بادشاہ کیسا خوش بخت ہو گا صفت عدل کے حوالے سے دونوں (بادشاہ و رعیت) سکون و راحت سے زندگی بسر کرتے ہیں یہی انکی خوش بختی ہے (۲) دعا کیلئے مخصوص الفاظ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ راحت و سکون کے وقت جو اندرونی جذبات مچلتے ہیں وہی دعا ہے چنانچہ عادل بادشاہ کے مرنے کے بعد بھی لوگ اس کیلئے رحمت اور بخشش کی دعا کرتے ہیں کیونکہ اس نے انصاف کے ذریعے ملک و قوم کو اطمینان کی زندگی بسر کرنے کے مواقع فراہم کیے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دلوں سے از خود دعا نکلتی ہے۔

(۳) ہم سے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا۔ یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی۔ انسان جب ایک بار پیدا ہو جاتا ہے تو پھر کبھی مٹتا نہیں۔ البتہ ایک جہاں سے دوسرے جہان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے قرآن مجید میں ہے۔ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ۔ ترجمہ: پھر تمہیں موت آئے گی پھر تم زندہ کیے جاؤ گے۔ جب یہ بات یقینی ہے کہ دنیا میں موت کا ذائقہ چکھنا ہے لہٰذا دنیوی زندگی اس انداز میں بسر کی جائے جو کہ نیک نامی کا باعث ہو۔ (۴) تختِ شاہی پر ایسے شخص کو بٹھانا چاہیے جو عالم ہو خائن نہ ہو۔ اگر جاہل ہو گا تو اسے معلوم نہ ہو گا کہ ملک و قوم کا خزانہ کہاں سے حاصل کرنا ہے اور کہاں خرچ کرنا ہے اگر خائن ہو گا تو قوم کا خزانہ ذاتی عیاشیوں پر بے جا خرچ کریگا اور پوری قوم خود اپنے ہی خزانے سے محروم ہو جائے گی۔ (۵) جو حکمران صرف شاہی خزانہ پر کرنے کیلئے عوام پر بھاری ٹیکس لاگو کرتا ہے۔ وہ ناسمجھ دوست ہے، ملک و قوم کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے نہ صرف قوم ذہنی طور پر مفلوج ہو جاتی ہے بلکہ بددلی کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ معاشی بدحالی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ (۶) ایسے حکمران جو مخلوق کو مختلف طریقوں سے پریشان کرتے رہتے ہیں وہ درحقیقت حکمرانی کے اہل نہیں ہوتے کیونکہ حکمرانی کی اہلیت کیلئے ضروری ہے کہ وہ اَلشَّفْقَةُ عَلٰى خَلْقِ اللّٰهِ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرے اس شعر میں حکمرانی کا معیار بیان کیا گیا ہے۔ (۷) شریف لوگوں کا وطیرہ ہوتا ہے کہ وہ محسن کے احسان کو فراموش نہیں کرتے ہمیشہ اسکے گیت گاتے ہیں اور بدقماشوں کا اصول ہے کہ وہ اپنے محسن کو ہی مات دیتے ہیں اس لیے بادشاہ کو چاہیے کہ وہ شرفا کی فلاح و بہبود کا خصوصی خیال رکھے۔ بدکاروں پر عنایات و نوازشات کا نتیجہ ہلاکت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ احسان فراموش ہوتے ہیں۔ (۸) دشمن کیسا بھی ہو بہرحال دشمن دشمن ہی ہوتا ہے چنانچہ دشمن کو کسی بھی صورت معاف نہیں کرنا چاہیے بھاری جرمانہ وصول کر کے بھی اسے نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ ملک و قوم کی بھلائی اسی میں ہے کہ دشمن کی جڑیں اکھیڑ دینی چاہییں تاکہ وہ آئندہ نقصان پہنچانے کے قابل نہ رہے (۹) اذیت پسند حکمران کو معاف کرنا اسے ظلم کی مزید ترغیب دینا ہے کیونکہ اس سے ظالم کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے وہ پہلے سے بھی زیادہ مظالم ڈھانے لگ جاتا ہے لہٰذا درگزر کر کے اس کا حوصلہ بڑھانے کی بجائے اسے ایسی کڑی سزا دینی چاہیے کہ وہ عبرت کا نشان بن جائے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
سر گرگ باید ہم اول برید	۱	نہ چوں گوسفندان مردم درید
بھیڑیئے کا سر پہلے ہی کاٹ ڈالنا چاہیئے		نہ کہ جب وہ لوگوں کی بکریاں پھاڑ ڈالے

حکایت

قصہ

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
چہ خوش گفت بازارگان اسیر	۳	چو گردش گرفتند دزداں بہ تیر
ایک تاجر قیدی نے کیا خوب کہا		کہ جب چوروں نے اس کو تیروں سے گھیر لیا
چو مردانگی آید از رہزناں	۴	چہ مردان لشکر چہ خیل زناں
جب ڈاکو بہادری کرنے لگیں		تو پھر لشکر کے بہادر اور عورتوں کی جماعت یکساں ہیں
شہنشہ کہ بازارگاں راٰ بخست	۵	در خیر بر شہر و لشکر ببست
جس بادشاہ نے تاجروں کو ستایا		اس نے شہر اور لشکر پر بھلائی کا دروازہ بند کر دیا
کے آنجا دگر ہوشمنداں روند	۶	چو آوازۂ رسم بد بشنوند
عقل مند لوگ پھر اس جگہ کب جاتے ہیں		جب بُرے رواج کی شہرت سن لیں
نکو بایدت نام و نیکی قبول	۷	نکو دار بازارگان و رسول
اگر تجھے نیک نامی اور پسندیدہ نیکی چاہیئے		تو تاجروں اور قاصدوں سے بہتر معاملہ کر
بزرگاں مسافر بجاں پرورند	۸	کہ نام نکوئی بعالم برند
بڑے لوگ مسافروں کو جان کے برابر رکھتے ہیں		کیونکہ وہ نیک نامی عالم میں پھیلاتے ہیں

(۱) گرگ: بھیڑیا۔ باید: چاہیئے۔ ہم: بھی۔ اوّل: پہلے باید برید: کاٹنا چاہیئے۔ نہ: نہیں۔ چوں: جب۔ گوسفنداں: بکریاں۔ مردم: لوگ۔ درید: پھاڑ دے۔

(۲) حکایت: قصہ، کہانی۔

(۳) چہ: کیا۔ خوش: اچھا۔ بازارگاں: سوداگر، یہ صیغہ واحد کا ہے۔ اسیر: قیدی۔ چو: جب۔ گردش: اس کے گرد گرفتند: پکڑ لیا انہوں نے۔ دزداں: جمع چور۔

(۴) چو: جب۔ مردانگی: بہادری۔ آید: آوے۔ رہزن: جمع ڈاکو۔ چہ: کیا۔ مرداں: جمع مرد۔ خیل: جماعت۔ زنان: جمع عورتیں۔

(۵) بازارگاں: سوداگر۔ بخست: زخمی کیا، مُراد ستایا۔ در: دروازہ۔ بہ بست: بند کیا اس نے۔

(۶) کے: کب۔ آنجا: اس جگہ۔ دگر: پھر۔ ہوشمنداں: سمجھدار روند: جاویں وہ۔ چو: جب۔ آوازہ: شہرت۔ رسم: قانون بد: بُرا۔ بشنوند: سنیں وہ۔

(۷) نکو: اچھا۔ بایدت: تجھ کو چاہیئے۔ نام: یہ صفت نکو کا موصوف ہے یعنی نیک نام۔ قبول: پسندیدہ اور مقبول۔ نکو دار: اچھی طرح رکھو۔ بازارگان: تاجر۔ رسول: قاصد۔

(۸) بزرگاں: جمع بزرگ۔ بجاں: جان کے ساتھ۔ پرورند: پالتے ہیں۔ نکوئی: اچھائی۔ بعالم: جہان میں۔ برند: لیجاتے ہیں

تشریح: (۱) بھیڑیئے کی فطرت ہے کہ وہ بکریوں کو چیر پھاڑ ڈالے عقلمندی اسی میں ہے کہ بھیڑیئے کو موقع دیئے بغیر پہلے سے ہی ختم کر دینا چاہیئے تاکہ نقصان سے بچ سکیں۔ اس شعر میں اذیت پسند ظالم حکام و افسران کو بھیڑیئے سے تشبیہ دی گئی ہے اور رعایا کو بکریوں سے مقصد یہ ہے کہ بادشاہ کو چاہیئے کہ وہ تمام بھیڑیا صفت افسران بالا کو ملیامیٹ کر دے۔ (۲) عنوان حکایت: کہانی۔ بوستان میں شیخ سعدیؒ نے اپنی بات سمجھانے کیلئے مختلف انداز اختیار کیے ہیں یعنی پند و نصائح اور حکایات وغیرہ چنانچہ اس حکایت کے ذریعے شیخ سعدیؒ نے سیاحوں و سوداگروں اور مسافروں سے حسن سلوک کا پیغام دیا ہے تاکہ یہ لوگ اپنے وطن جاکر بادشاہ کیلئے نیک نامی کا باعث بنیں (۳) قدیم زمانے میں بے جان سواریاں (ہوائی جہاز، ٹرین اور بس وغیرہ) نہیں ہوتی تھیں اسلیے لوگ پیدل یا اونٹوں یا گدھوں پر سواری کیا کرتے تھے دوران سفر ویران مقامات اور جنگل وغیرہ بھی آجاتے تھے۔ اسی طرح کسی جنگل میں ایک مالدار سوداگر چوروں کے نرغے میں آگیا جب چور اس کے قافلے پر تیر برسا رہے تھے تو اس وقت سوداگر نے بڑی عجیب بات کہی۔ (۴) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کیونکہ پہلے شعر ۳ میں چوروں کے نرغے میں سوداگر کی جس بات کا اشارہ کیا تھا وہ اس میں بیان کی گئی ہے یعنی سوداگر نے کہا کہ ڈاکوؤں میں اس وقت تک جرأت پیدا نہیں ہوتی جب تک ملک کی انتظامیہ کمزور نہ ہو جائے کمزور پولیس اور عورتوں کی بزدلی میں کوئی فرق نہیں۔ (۵) چونکہ سوداگر اور تاجر ضروریات زندگی کی نقل و حرکت کا باعث ہوتے ہیں لہٰذا جو بادشاہ سوداگروں کا تحفظ نہیں کرتا یا انہیں ضروری سہولتیں بہم نہیں پہنچاتا وہ بادشاہ ملک و قوم کیلئے ضروریات زندگی کا دروازہ بند کرتا ہے۔ اس لیے ہر ملک کے بادشاہ کو چاہیئے کہ وہ تجارتی پالیسیوں کو بہتر بنانے کیلئے تجارت کو آزاد کر دے۔ (۶) کہانی کے تسلسل کی بنا پر ہر شعر پہلے شعر سے مربوط ہے۔ چنانچہ اس شعر کا بھی پہلے شعر سے ربط ہے۔ جب تاجر پیشہ لوگ نہ صرف اہداری کی ضروری سہولتوں سے محروم ہونگے اور ملکی انتظامیہ کی کمزوری یا غفلت کی وجہ سے ڈاکوؤں کی لوٹ مار سے محفوظ نہ ہونگے تو ایسی صورت میں کوئی غیر ملکی سوداگر ایسے ملک کی طرف رخ نہ کریگا۔ اور کوئی دوسرا ملک اس ملک کے تاجر کو تحفظ نہ دیگا جب یہ صورتحال ہوگی تو قوم پر ضروریات زندگی از خود منقطع ہو جائیں گی یوں افلاس و قحط کا دور دورہ ہوگا چنانچہ یہ شعر ملکوں کے افلاس و قحط سے نجات کا ضامن ہے۔ (۷) چونکہ تجارت پیشہ لوگ ملکوں ملکوں کی خاک چھانتے ہیں اس لیے حکمرانوں کو چاہیئے کہ وہ ان سے بہتر سلوک کریں تاکہ ہر ملک میں انکی نیک نامی کا شہرہ ہو کیونکہ یہ تجارت و ثقافت کے نمائندے اور امین و سفیر ہوتے ہیں۔ اس شعر میں حکمرانوں کو اسی بات کی ترغیب دی گئی ہے۔ (۸) مسافر کوئی بھی ہو وہ دوسرے ملک میں تنہا و بے سہارا ہوتے ہیں جبکہ اپنے ملک کی ثقافتی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں اس لیئے بزرگوں کا شیوہ رہا ہے کہ وہ نہ صرف مسافروں کی حفاظت کرتے تھے بلکہ ان کی خدمت و پرورش بھی کرتے تھے تاکہ وہ ان کی خدمت و حفاظت اور اچھے سلوک سے متاثر ہو کر اپنے وطن میں نیک نامی کا سبب بنیں۔ یہ شعر بھی بزرگوں کا شیوہ اپنانے کا پیغام دے رہا ہے۔

	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
۱	تباہ گردد آں مملکت عنقریب	کزو خاطر آزردہ آید غریب
	وہ سلطنت عنقریب تباہ ہو جائے گی	جہاں سے مسافر رنجیدہ لوٹے
۲	غریب آشنا باش و سیّاح دوست	کہ سیّاح جلّاب نام نکوست
	پردیسی کیلئے آشنا بن اور سیاح کو دوست رکھ	کیونکہ سیاح نیک نامی کو پھیلانے والا ہے
۳	نکو دار ضیف و مُسافر عزیز	وز آسیب شاں پر حذر باش نیز
	مہمان کو بہتر طریقے پر رکھ اور مسافر کو عزیز سمجھ	لیکن ان کی تکلیف رسانی سے چوکنا رہ
۴	زبیگانہ پرہیز کردن نکوست	کہ دشمن تواں بود در زیِ دوست
	اجنبی سے بچنا ہی مناسب ہے	اسلئے کہ دوست کے لباس میں کوئی دشمن بھی ہوسکتا ہے
۵	قدیماں خود را بیفزای قدر	کہ ہرگز نیاید ز پروردہ غدر
	اپنے پرانوں کا مرتبہ بڑھا	کیونکہ پالے ہوئے سے دغا سرزد نہ ہوگی
۶	چو خدمت گزاریت گردد کہن	حق سالہایش فراموش مکن
	جب تیرا خدمت گزار پرانا ہو جائے	اس کے سالہا سال کا حق فراموش نہ کر
۷	گر او را ہرم دست خدمت ببست	ترا بر کرم ہمچناں دست ہست
	اگر بڑھاپے نے اسکی خدمت کا ہاتھ باندھ دیا ہے	تجھے تو کرم کرنے پر اسی طرح قدرت ہے

حکایت

قصہ

مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
شنیدم کہ شاہ پور دم در کشید	چو خسرو بر اسمش قلم در کشید
میں نے سُنا ہے شاہ پور خاموش رہا	جب خسرو نے اس کے نام پر قلم کھینچ دیا

(۱) گردد: ہووے گا۔ آں: وہ۔ مملکت: حکومت۔ عنقریب: جلدی۔ کزو: اصل کہ از او اس سے۔ خاطر آزردہ: پریشان دل والا۔ آید: آوے۔ غریب: مسافر۔
(۲) غریب آشنا: مسافر کو پہچاننے والا۔ باش: ہووے۔ سیاح دوست: سیاح کو دوست رکھنے والا۔ جلاب: کھینچنے والا۔ نام نکو: نیک نامی۔ ست: ہے۔ (۳) نکودار: ٹھیک رکھ۔ ضیف: مہمان۔ عزیز: باعزت۔ آسیب: نقصان۔ شاں: وہ جمع۔ پر حذر: پرہیز کرنیوالا۔ باش: ہوجا۔ نیز: بھی۔ (۴) کردن: کرنا۔ نکوست: اچھا ہے۔ تواں بود: ہوسکتا ہے۔ در: میں۔ زی: لباس۔
(۵) قدیماں: جمع پرانے۔ بیفزای: بڑھا۔ قدر: مرتبہ۔ نیاید: نہیں آتا۔ پروردہ: پالا ہوا۔ غدر: بیوفائی۔
(۶) چو: جب۔ خدمت گزار: خدمت کرنے والا۔ ی نکرہ کی یعنی کوئی، ت ضمیر کی یعنی تیرا۔ گردد: ہوجائے۔ کہن: پرانا مراد بوڑھا۔ سالہا: جمع سال۔ فرامش: فراموش بھولنا۔ مکن: مت کر۔
(۷) او را: اس کو۔ ہرم: بڑھاپا۔ دست: ہاتھ۔ ببست: باندھ دیا۔ ترا: تجھ کو۔ بر: پر۔ کرم: بخشش۔ ہمچناں: ویسے ہو۔ ہست: ہے۔
(۸) حکایت: قصہ، کہانی۔
(۹) شنیدم: میں نے سنا۔ شاہ پور: خسرو پرویز کا اہلکار۔ دم در کشید: اندر کھینچا یعنی افسوس سے گم صم ہوگیا۔ چو: جب۔ بر: پر۔ اسمش: اسکا نام۔ قلم درکشید: قلم کھینچ دی، نام کاٹ دیا۔

تشریح: (۱) مسافر پردیس میں بے سہارا ہوتا ہے جبکہ بے سہارا کو آسرا دینا ہر اچھی خصلت کے حامل شخص کا شیوہ ہوتا ہے اور اچھے اطوار و عادات ملک کی آبادی کا سبب ہوتے ہیں جس ملک میں مسافروں کی لوٹ مار کی جائے انہیں تکلیف دی جائے وہ ملک تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ (۲) جو شخص پردیسی کی شناسائی کرتا ہے اور سیاح کو دوست رکھتا ہے وہ شہرت کے اوج ثریا کو چھو لیتا ہے کیونکہ پردیسی شہرت و نیک نامی کا چلتا پھرتا اشتہار ہوتے ہیں یہ مشاہدہ گواہ ہے کہ مسافروں کا خدمتگار خود پردیس کو اپنے وطن جیسا محسوس کرتا ہے۔ (۳) مہمانوں کی خدمت گاری اور مسافروں سے محبت رکھنا بھی اچھی عادت ہے اس شعر میں اسی بہتر خصلت کو اپنانے کی تلقین کے ساتھ ساتھ خصوصی احتیاط کی بھی ضرورت ہے کیونکہ یہ لوگ انجان ہوتے ہیں بسا اوقات نقصان پہنچانے کا باعث بھی ہوسکتے ہیں۔ (۴) انجان لوگوں سے دور رہنا عقلمندی ہے اس لیے یہ بھی ممکن ہے کہ دشمن مہمان کے روپ میں نقصان پہنچا سکتے ہیں کیونکہ دشمن یہ نہیں دیکھتا کہ میزبان نے بحیثیت مہمان کے میری کیا خدمت کی ہے بلکہ وہ اپنی دشمنی کو پالنے کے لیے نقصان پہنچانے کی غرض سے موقع کی تلاش میں رہتا ہے اس لیے ہر بیگانہ مہمان یا مسافر نہیں ہوتا بلکہ اس بیگانگی کے پیچھے دشمن بھی چھپا ہوا ہوتا ہے اس لیے دشمن سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔ (۵) بعض گھرانے ایسے دیکھنے میں آئے ہیں کہ وہاں پشت در پشت نوکر چلے آتے ہیں یہ جدی پشتی یا خاندانی نوکر اپنے مالک اور اس کے گھرانے کے دوسرے افراد سے بدل و جان محبت کرتے ہیں اس لیے ہر مالک کو چاہیے کہ وہ اس نوعیت کے پرانے ملازموں کو نہ صرف اپنے اعتماد میں لے بلکہ مسرت و تہوار کے موقع پر اُن کی دلجوئی کے ساتھ ساتھ آڑے وقت اُن سے ہر قسم کا مالی و اخلاقی تعاون بھی کرتا ہے تاکہ وہ خوشدلی کے ساتھ خدمات سر انجام دیں۔ (۶) اگر کوئی پرانا خدمت گار بڑھاپے سے پیدا ہونے والی کمزوری کے باعث خدمتگاری سے قاصر ہے تو اس کی جوانی سے بڑھاپے تک کی سالہا سال کی خدمت کو فراموشی کے خانے میں نہیں ڈالنا چاہیے بلکہ اس کی دلداری و دلجوئی کا سامان کرنا چاہیے۔ (۷) اگر بوڑھا ملازم بڑھاپے کی وجہ سے خدمتگاری کے فرائض سر انجام نہیں دے سکتا تو اسے بیکار لاش سمجھ کر بے رخی کے دلدل میں نہیں دھنسانا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت میں سے بطور وظیفہ رقم مقرر کرکے اس کی بقیہ زندگی کا سہارا بننا چاہیے۔ جو شخص اپنے بوڑھے ملازموں سے یہ سلوک کرتا ہے وہ نیک سیرت ہے۔ (۸) عنوان حکایت بمعنی کہانی۔ اس کہانی میں ایسا ہی ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جس میں شاہ ایران پرویز نے بڑھاپے کی حالت میں اپنے ایک ملازم کو معزول کر دیا تھا۔ (۹) چونکہ شاہ ایران خسرو پرویز کا عہد حکمرانی شیخ سعدیؒ کے دور سے پہلے کا ہے اسلئے شیخ سعدیؒ اس حکایت کو اپنی شنید (سنی ہوئی بات) کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں۔ شاہ ایران پرویز نے اپنے جس ملازم کو اپنی ملازمت سے معزول کیا تھا اس کا نام شاہ پور تھا۔ جس وقت پرویز نے شاہ پور کو نوکری سے فارغ کیا تو وہ صدمے کی وجہ سے دم بخود ہوگیا۔

۱ — چو شد حالش از بینوائی تباہ ｜ نبشت ایں حکایت بنزدیک شاہ

جب مفلسی کی وجہ سے اس کا حال تباہ ہوا ｜ تو یہ حکایت شاہ کو لکھ بھیجی

۲ — کہ اے شاہ آفاق گستر بعدل ｜ اگر من نماندم تو مانی بفضل

اے ملک میں انصاف رکھنے والے بادشاہ ｜ اگر میں کسی قابل نہ رہا تو تُو بزرگی کے ساتھ سلامت رہے

۳ — چو بذل تو کردم جوانئے خویش ｜ بہنگام پیری مرانم ز پیش

میں نے اپنی جوانی تیرے کام پر خرچ کی ｜ بڑھاپے میں مجھے اپنی پیشی سے نہ ہٹا

۴ — غریبے کہ پُر فتنہ باشد سرش ｜ میازار و بیروں کن از کشورش

وہ غیر ملکی جس کا دماغ فتنہ سے پُر ہو ｜ اس کو نہ ستا اور اس کو ملک سے بدر کر دے

۵ — تو گر خشم بر وئے نرانی رواست ｜ کہ خود خوئے بد دشمنش در قفاست

اگر تو اس پر غصہ نہ کرے تو مناسب ہے ｜ اسلئے کہ اسکی بد عادت خود اسکا دشمن اسکے پیچھے لگا ہے

۶ — وگر پارسی باشدش زاد بوم ｜ بصنعاش مفرست سقلاب و روم

اگر اس کی وطنیت پارسی ہو ｜ صنعا اور سقلاب و روم میں اسکو نہ بھیج

۷ — ہم آنجا امانش مدہ تا بچاشت ｜ نشاید بلا بر دگر کس گماشت

تھوڑی دیر کیلئے بھی اس کو وہاں پناہ نہ لینے دے ｜ دوسروں پر مصیبت ڈالنا مناسب نہیں ہے

۸ — کہ گویند برگشتہ باد آں زمیں ｜ کز و مردم آیند بیروں چنیں

اسلئے کہ وہ لوگ یہی کہیں گے کہ خدا کرے وہ ｜ سرزمین برباد ہو جہاں سے ایسے لوگ نکل کر آتے ہیں

(۱) شد: ہوا۔ حالش: اس کا حال۔ بینوائی: بے سر و سامانی۔ تباہ: خراب۔ بنشت: اس نے لکھا۔ ایں: یہ۔ بنزدیک: پاس۔ شاہ: بادشاہ۔ (۲) آفاق: جمع افق کنارہ مراد جہاں۔ گستر بعدل: اصل میں عدل گستر ہے انصاف پھیلانے والا اور اس کی ب آفاق پر لگی ہے۔ من: میں۔ نماندم: نہ رہا۔ مانی: تُو رہے۔ بفضل: اللہ کے فضل سے۔ (۳) چو: جب۔ بذل: خرچ کرنا۔ خویش: اپنی۔ بہ: میں۔ ہنگام: وقت۔ پیری: بڑھاپا۔ مرانم: مت ہنکا مجھ کو۔ پیش: سامنے۔ (۴) غریب: مسافر ے وحدت کی۔ پُر فتنہ: فتنہ سے بھرا ہوا۔ میازار: مت ستا۔ بیروں کن: باہر کر۔ کشورش: اپنا ملک۔ (۵) خشم: غصہ۔ بروئے: اس پر۔ نرانی: نہ چلائے تو۔ رواست: جائز ہے۔ خوئے: عادت۔ بد: بُرا۔ قفا: پیچھے۔ ست: ہے۔

(۶) پارسی: فارسی۔ باشد: ہووے۔ ش: اس کا۔ زاد بوم: جائے پیدائش مراد وطن اصلی۔ صنعا: یمن کا دار الحکومت۔ ش: اس کو۔ مفرست: مت بھیج۔ سقلاب: ترکی کا ایک شہر یا علاقہ۔ (۷) ہم: بھی۔ آنجا: اس جگہ۔ امانش: اس کو امان۔ مدہ: مت دے۔ تا: تک۔ چاشت: نو دس بجے صبح کا ٹائم۔ بلا: مصیبت۔ دگر: دوسرا۔ کس: شخص۔ گماشت: یہ۔ نشاید کے ساتھ لگکر مصدر ہے، نہیں مقرر کرنا چاہیئے۔ (۸) گویند: کہیں گے۔ برگشتہ: پھرا ہوا۔ باد: ہووے یعنی برباد ہو۔ آں: وہ۔ کز و: کہ اس سے۔ مردم: لوگ۔ آیند: آتے ہیں۔ بروں: باہر۔ چنیں: ایسے

تشریح: (۱) ملازمت پیشہ لوگ عموماً مال و دولت کی کمی کی وجہ سے بے سر و سامان ہوتے ہیں جب تک ملازمت برقرار رہتی ہے تب تک ذریعہ آمدنی ہونے کی وجہ سے گزر اوقات اچھی ہوتی ہے اور ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد جسمانی ضعف کی وجہ سے ذرائع آمدنی سے محرومیت کی بنا پر حالات ابتر ہو جاتے ہیں۔ چونکہ شاہ پور بھی ملازم تھا چنانچہ ملازمت سے فراغت کے بعد اس کی حالت بھی ابتر ہو گئی۔ (۲) شاہ ایران پرویز بادشاہ تھا اگر شاہ پور ملازمت کے بعد تباہ حال ہو گیا تو کیا ہوا پرویز کی بادشاہت تو سلامت تھی۔ چنانچہ شاہ پور نے اپنی بدحالی اور پرویز کی ثروت دیکھ کر بادشاہ کو اپنی تباہ حالی کی داستان لکھ کر بھیج دی تاکہ پرویز اس کے حال پہ رحم کر کے کچھ مداوا کرے۔ یہ شعر شاہ پرویز اور شاہ پور کے حالات کا موازنہ پیش کرتا ہے۔ (۳) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے شاہ پور کی ابتر حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی گزارشات کو پیش کیا ہے کہ جوانی کے ایام بادشاہ کی خدمت گزاری میں لگا دیئے۔ جب تک بادشاہ کی خدمت کے قابل تھا تو اس وقت تک مجھے دربار میں حاضری کے ساتھ ساتھ خدمت کی اُجرت بھی ملتی تھی جس سے میں اپنا پیٹ پالتا تھا جب بڑھاپا آیا تو مجھے جوانی کے ایام کا صلہ بھی ملنا چاہیئے۔ (۴) بادشاہوں کا شیوہ تو یہ ہونا چاہیئے کہ وہ کسی ایسے سیاح یا پردیسی شخص جو سازشی ذہنیت کی وجہ سے بادشاہ کی ایذا رسانی کا باعث بنتا ہے تو بادشاہ اسے قتل کرنے یا قید کرنے کی بجائے اپنے ملک سے نکال دیں جبکہ میں تو سازشی یا فتنہ انگیز نہیں تھا بلکہ بادشاہ کا خدمتگار تھا۔ بڑھاپے کی حالت میں ملازمت سے ہٹانا ایسا ہی ہے جیسے کسی فتنہ انگیز غیر ملکی کو قتل کرنا یا قید کرنا ہو جو کہ بادشاہ کی شایانِ شان نہیں۔ چنانچہ بادشاہ کو بوڑھے ملازموں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیئے۔ (۵) کوئی بھی شر انگیز اپنی بدفطرتی اور خبث باطن کی وجہ سے اپنی سزا خود ہی پالے گا جبکہ قتل یا قید کی سزا نہ دیکر بادشاہ کی نیک نامی کو چار چاند لگ جائیں گے۔ اسی طرح کسی بیکار بوڑھے ملازم سے خدمت نہ لیکر اس کی خاطر تواضع کرنے سے بادشاہ کی نیک نامی دن دگنی رات چوگنی ترقی کے مراحل طے کر سکتی ہے کیونکہ شاہوں کی اصل شان یہی ہے۔ (۶) بڑے لوگوں کا وطیرہ ہے کہ وہ کسی مفاد کے بغیر خرچ کرنا یا کسی کی خاطر مدارات کرنا گوارا نہیں کرتے۔ یہ کیفیت ان کے نزدیک ایذا رسانی کا باعث ہوتی ہے۔ شاہ پور نے بڑے لوگوں کی اسی نفسیات کو پیش نظر کہا ہے کہ اگر کوئی فتنہ گر خود اپنے ملک کا ہو تو اسے ترکی کے شہر سقلاب یا روم نہیں بھیجنا چاہیئے بلکہ اپنے ملک میں اس کا بندوبست کرنا چاہیئے۔ شاہ پور چونکہ درباری تھا اسلئے اس نے وطن فارس کے ساتھ پرویز کے دربار کو تشبیہ دی ہے جبکہ ملازمت سے اخراج کو سقلاب و صنعا اور روم سے تشبیہ دی ہے یعنی شاہ پور اگر کام کاج نہ کرنے کی وجہ سے پرویز کی ایذا رسانی کا باعث بنتا ہے تو پھر بھی اسے اپنے دربار سے نہیں نکالنا چاہیئے۔ (۷) اپنے ہی ملک کے ایذا رساں شخص کو اتنی مہلت نہیں دینی چاہیئے کہ وہ صبح ہوتے ہی کسی دوسرے ملک میں جا کر فتنہ انگیزی کرے بلکہ اپنے ملک کے باشندے کو اپنی ہی مملکت میں رکھنا چاہیئے اس شعر میں بھی شاہ پور نے ایک مثال کے ذریعے بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ دربار شاہی میں رہنے والا شخص ملازم ہی کیوں نہ ہو وہ شاہی تعیشات سے متاثر ضرور ہوتا ہے اگر وہ شاہی دربار سے خارج ہو کر بیکاری زندگی بسر کریگا تو شاہی تاثرات اسے چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے اس لیئے وہ لوٹ مار یا اسی نوعیت کی دوسری کارروائیوں میں مبتلا ہو کر اہل وطن کیلئے وبال جان بنے گا! اس لیئے بہتر یہی ہے کہ بیکار ہونے کے باوجود بھی اسے شاہی دربار میں ہی رکھا جائے۔ (۸) اس شعر میں انجانے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح ایران کا بدخو شخص دوسرے ملک میں جا کر ان کیلئے نت نئی مصیبتیں کھڑی کریگا تو وہ لوگ ملک ایران کی بربادی کیلئے بد دعا کریں گے کیونکہ ان پر مصائب کا سبب اسی ملک ایران کا باشندہ بنا۔ بالکل اسی طرح دربار شاہی سے نکالا ہوا شخص عوام کیلئے فتنہ انگیزی کا سامان بننے کی صورت میں خود شاہی دربار عوام کی بد دعاؤں کی زد میں آ جائیگا چنانچہ یہ بدشگونی اچھی نہیں۔

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	عمل گر دہی مردِ منعم شناس	کہ مفلس ندارد ز سلطاں ہراس
	اگر کوئی کام سپرد کرے تو مالدار کو تلاش کر	اسلئے کہ مفلس کو بادشاہ کا کوئی خوف نہیں ہوتاہے
۲	چو مفلس فرو برد گردن بدوش	ازو بر نیاید دگر جز خروش
	جب مفلس کوئی خطا کر بیٹھے	تو اس سے آہ وزاری کے علاوہ کچھ وصول نہ ہوگا
۳	چو مشرف دو دست از امانت بداشت	بباید بروے ناظرے بر گماشت
	جب دیوان امانت سے دستبردار ہوجائے	تو اس پر ایک ناظر مقرر کردینا چاہیے
۴	ورا و نیز در ساخت باخاطرش	ز مشرف عمل برکن و ناظرش
	اگر وہ بھی اس کی طبیعت سے ساز باز کرے	تو دیوان اور ناظر دونوں سے کام لے لے
۵	خدا ترس باید امانت گزار	امیں کز تو ترسد امینش مدار
	امانت دار خدا سے ڈرنے والا مقرر کرنا چاہیے	جو صرف تجھ سے ڈرے اس کو امین نہ بنا
۶	بیفشاں و بشمار عاقل نشیں	کہ از صد یکے را نہ بینی امیں
	چھان بین کرلے اور شمار کر اور سمجھدار بن کر بیٹھ	اسلئے کہ سو میں سے ایک بھی تجھے امانتدار نظر نہ آئیگا
۷	دو ہم جنس دیرینہ را ہم قلم	نباید فرستاد یک جا بہم
	دو پرانے ہم قوم اور ہم پیشہ کو	ایک جگہ اکٹھا کام کے لیئے نہ بھیجنا چاہیئے
۸	چہ دانی کہ ہمدست گردند و یار	یکے دزد باشد یکے پردہ دار
	تجھے کیا معلوم کہ وہ شریک اور دوست ہوجائیں	ایک چور ہوجائے اور دوسرا چھپانے والا

(۱) عمل: کام ذمہ داری۔ گردہی: دیوے تو۔ منعم: مالدار۔ شناس: پہچان۔ مفلس: غریب۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ ہراس: خوف۔ (۲) چو: جب۔ مفلس: غریب۔ فرو برد: نیچے لے گیا۔ بدوش: کندھوں میں۔ ازو: اس سے۔ بر: اوپر۔ نیاید: نہیں آوے گی۔ جز: سوائے۔ دگر: اور۔ خروش: چیخ۔ (۳) مشرف: میر منشی۔ دست: ہاتھ۔ بداشت: بمعنی برداشت اٹھالیا۔ بباید: چاہیئے۔ بروے: اس پر۔ ناظرے: کوئی نگران ے وحدت یا عظمت کی ہے۔ بر: زائد۔ گماشت: مقرر کیا۔ یہ باید کے ساتھ مل کر مصدر ہے بمعنی مقرر کرنا۔ (۴) ورا و: اور اگر وہ۔ نیز: بھی۔ در ساخت: موافقت کرلی۔ باخاطرش: اس کے دل کے ساتھ۔ مشرف: ہیڈ کلرک۔ عمل: ذمہ داری۔ برکن: باہر کر یعنی چھین لے۔ ناظرش: اس کا نگران۔ (۵) خدا ترس: خدا سے ڈرنے والا۔ باید: چاہیئے۔ امانت گزار: امانتدار محافظ۔ امین: امانت دار۔ کہ: موصولہ۔ از: تو، تجھ سے۔ ترسد: ڈرے۔ مدار: مت رکھ۔ (۶) بیفشاں: جھاڑ پھٹک۔ بشمار: شمار کر۔ عاقل: سمجھدار۔ نشیں: بیٹھ۔ صد: سو۔ یکے: ایک۔ نہ بینی: نہ دیکھے تو۔ امین: امانتدار۔ (۷) ہم جنس: ایک جنس والے مراد ایک محکمہ میں کام کرنیوالے۔ ہم قلم: ایک قلم والے مراد ایک ہی پوسٹ پر کام کرنے والے۔ دیرینہ: پرانے۔ نباید: نہ چاہیئے۔ فرستاد: ماضی، نباید کے ساتھ ملکر مصدر یعنی نہیں بھیجنا چاہیئے۔ یک جا: ایک جگہ۔ بہم: اکٹھے۔ (۸) چہ: کیا۔ دانی: تو جانتاہے۔ ہمدست: ایک ہاتھ والے یعنی شریک کار۔ گردند: ہوجاویں وہ۔ یکے: ایک۔ دزد: چور۔ باشد: ہووے۔ پردہ دار: پردہ رکھنے والا۔

تشریح: (۱) اس شعر کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں۔ ۱۔ شاہ پور نے بادشاہ کو مشورہ دیا ہے کہ اگر کسی شخص پر بڑی ذمہ داری ڈالنی ہے تو پھر وہ مالدار ہونا چاہیئے کیونکہ مالدار لوگ مال چھن جانے کے تصور سے کانپ اٹھتے ہیں۔ اسلئے وہ کوئی خیانت نہیں کریں گے۔ اگر وہ لوگ خیانت کر بھی لیں تو ان سے نقصان پورا ہوسکتا ہے بصورت دیگر چیخ و پکار سننے کے سوا کچھ بھی وصول نہ ہوگا۔ ۲۔ ملازم کو اسکی خدمت کا صلہ اتنا زیادہ عطا کر کہ وہ خیانت ہی نہ کرے اور ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد بھی وہ مالدار رہے میری (شاہ پور کی) طرح بدحال کا شکار نہ ہو۔ (۲) اگر اپنی خدمتگذاری پر کسی مفلس کو مقرر کریگا تو اسے مال چھن جانے کا خوف ہی نہ ہوگا۔ خیانت کی صورت میں نقصان کا پورا ہونا ناممکن ہوگا۔ سزا کی صورت میں آہ و فریاد اور چیخ و پکار کریگا یا فراغت کے بعد قلاش رہ کر شر انگیزی کریگا۔ (۳) شیخ سعدیؒ اس باب میں ملک گیری وغیرہ کے حوالے سے بات کر رہے ہیں۔ چنانچہ شاہ پور کی اس حکایت میں بھی تدبیر مملکت کے حوالے سے بات کی گئی ہے اسلئے اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ اگر افسران بالا یا حکومت کے دیگر اہلکار کام میں غفلت کا مظاہرہ کریں تو ان پر نگران مقرر کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنا کام تندہی و دیانت سے سرانجام دیں اگر وہ دونوں غفلت کے مرض کا شکار ہوں تو پھر انہیں یہ حق نہیں دینا چاہیئے تاکہ وہ ملکی خزانے پر بوجھ نہ بنیں۔ (۴) اگر افسر یا کلرک و میر منشی کام میں غافل ہوں تو عوامی مسائل میں اضافہ حکمران کے لیئے تکلیف و بے اطمینانی کا سبب ہوتا ہے اس لیے سرزنش کے طور پر غافل اہلکاروں پر نگران کا تقرر کیا جائے۔ اگر نگران بھی غافل ہو تو پھر انہیں ملازمت سے نکال دینا چاہیئے۔ (۵) انسان کے معاشرتی معاملات کی بہتری کا دار و مدار اللہ تعالیٰ کے خوف پر منحصر ہے کیونکہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں وہ ہر قسم کی بددیانتی کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ جبکہ بددیانتی معاشرے میں اخلاقی و قانونی خرابیوں کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ مال و دولت انسان کی فطری کمزوری ہے جبکہ حصول مال کا ذریعہ حکومتی ذمہ داری پر مبنی ہو۔ اس شعر میں مالی نظام کو مستحکم طور پر سرانجام دینے کیلئے امانت دار شخص کی سپرداری کی سفارش کی گئی ہے جو خوف الٰہی کے سوا ممکن نہیں۔ (۶) جب ہر طرف خائن نظر آئیں تو بادشاہ کو ہمہ تن گوش ہوشیار رہنے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ خیانت کرنے والا شخص موقع کی تلاش میں رہتاہے حکمران غافل ہوا نہیں اور اس نے خیانت کے حوالے سے اپنا کام دکھایا نہیں۔ لہٰذا خیانت سے بچنے کے لیئے ہر وقت ہوشیار رہنا لازمی ہے۔ (۷) ملکی خزانے اور نظام کو بہتر طور پر چلانے کے لیئے ضروری ہے کہ ایسے دو سرکاری ملازمین کو اکٹھے ایک جگہ پر مقرر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ دونوں افسر دیرینہ و پارینہ رفیق کار ہونے کے باعث ایک دوسرے کی غافلانہ و غاصبانہ کارروائیوں پر پردہ ڈالتے رہیں گے۔ اس سے ملک کا نظام بگڑنے کے ساتھ ساتھ عوامی سطح پر بادشاہ کے وقار پر حرف آنے کا اندیشہ ہوتاہے۔ (۸) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے۔ اس میں امور مملکت کو بہتر انداز میں چلانے کا ایک اچھوتا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ دو پرانے اہلکار ایک دوسرے کی خیانت پر پردہ ڈالنے کی صورت میں ملک و قوم کی بدنامی کا باعث ہی نہیں بنیں گے بلکہ معاشرے کے لیئے ناسور بن جائیں گے۔

چو دزداں ز ہم باک دارند و بیم	۱	رود در میان کاروانے سلیم
جب چور آپس میں خوف اور ڈر رکھیں		تو درمیان سے قافلہ بچ نکلتا ہے
یکے را کہ معزول کردی زجاہ	۲	چو چندے بر آید بہ بخشش گناہ
جس کو تو نے کسی مرتبہ سے معزول کر دیا ہے		جب کچھ دن گزر جائیں تو معاف کر دے
بر آوردن کام امیدوار	۳	بہ از قید بندی شکستن ہزار
کسی امیدوار کا کام بنا دینا		ہزار آدمیوں کو قید سے رہا کر دینے سے بہتر ہے
نویسندہ را کن ستونِ عمل	۴	نیفتد نبرد طنابِ امل
اچھے محاسب کو کام کا مدار بنا		نہ وہ غلطی کرے گا نہ امید کی رسی کاٹے گا
بفرماں براں بر شہِ دادگر	۵	پدر وار خشم آورد بر پسر
فرماں برداروں پر عادل بادشاہ کو		اس طرح کا غصہ کرنا چاہیئے جیسا کہ باپ کو بیٹے پر
گہش می زند تا شود دردناک	۶	گہے می کند آبش از دیدہ پاک
کبھی اس کو مارتا ہے تاکہ وہ رو پڑے		کبھی اس کے آنسو پونچھتا ہے
چو نرمی کنی خصم گردد دلیر	۷	وگر خشم گیری شوند از تو سیر
جب تو نرمی ہی برتے دشمن دلیر ہو جائیگا		اور اگر غصہ ہی کریگا سب ناامید ہو جائیں گے
درشتی و نرمی بہم در بہ ست	۸	چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ ست
سختی اور نرمی ملی جلی بہتر ہے		جراح کی طرح کہ زخم لگانے والا اور مرہم رکھنے والا ہے

(۱) دزداں: جمع دزد چور۔ زہم: آپس سے۔ باک: خوف۔ دارند: رکھیں۔ بیم: خطرہ۔ رود: چلا جائے۔ درمیاں: بیچ میں۔ کاروانے: یٔ وحدت کی کارواں قافلہ۔ سلیم: سلامتی والا (۲) معزول: جدا۔ کردی: تو نے کیا۔ ز: سے۔ جاہ: مرتبہ۔ چندے: کچھ۔ بر آید: گزرے۔ بخشش: ش ضمیر مفعول، بخشش امر بخش دے۔ گناہ: جرم۔ (۳) بر آوردن: نکالنا کام: مقصد۔ امیدوار: امید رکھنے والا۔ بہ: بہتر۔ از: سے قید بندی: جیل میں ڈالنا۔ شکستن: توڑنا۔ (۴) نویسندہ: لکھنے والا۔ کن: کر۔ ستونِ عمل: عمل کا ستون یعنی کاردار۔ نیفتد: نہ گرے۔ نبرد: نہ کٹے۔ طناب: خیمہ کی رسی۔ امل: آرزو (۵) بفرماں براں: فرمانبردار۔ بر: پر۔ شہ: بادشاہ۔ دادگر: انصاف کرنے والا۔ پدر: باپ۔ پدر وار: باپ کی طرح۔ خشم: غصہ۔ آورد: دلاتا ہے۔ پسر: بیٹا۔ (۶) گہ: کبھی۔ ش: اسکی۔ می زند: مارتا ہے۔ تا: تاکہ۔ شود: ہو وے۔ دردناک: درد مند۔ می کند: کرتا ہے۔ آبش: اسکے آنسو۔ دیدہ: آنکھیں۔ پاک: صاف۔ (۷) دہ دلیر: نڈر۔ وگر: اور اگر۔ خشم: غصہ۔ شوند: ہو جاویں سیر: بے نیاز، ناامید۔
(۸) درشتی: سختی۔ بہم: اکٹھی۔ در: زائد۔ بہ: بہتر۔ ست: ہے چوں: جیسے۔ رگ زن: رگ مارنے والا یعنی جراح۔ جراح: چیرا دینے والا۔ مرہم نہ: مرہم رکھنے والا۔

تشریح: (۱) یہ شعر بھی پہلے دو شعروں کی تکمیل کر رہا ہے اس شعر میں بادشاہ کو ایسے طریقہ کار سے آشنا کیا گیا ہے جس سے ملکی معاشرہ بہتر انداز میں چل سکتا ہے اور ملکی خزانہ چوروں کی دسترس سے محفوظ بھی رہ سکتا ہے۔ وہ یہ کہ بادشاہ اپنی حکمتِ عملی کے ذریعے تمام خائنوں کے درمیان جاسوسی و خوف کی دیوار کھڑی کر دے تاکہ تمام خائن ایک دوسرے سے خوفزدہ رہتے ہوئے محتاط انداز میں کام کرتے رہیں۔ یوں ملکی نظام اور خزانہ مستحکم و محفوظ رہے گا۔ (۲) جب کوئی خائن تیرے ہاتھوں گرفتار ہو جائے تو بطور سزا اپنے عہدے سے معطل کر دینا چاہیئے۔ کچھ عرصہ بعد جب وہ توبہ کر کے دوبارہ اپنی خدمات پیش کرے یا اس کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کیلئے از خود عہدے پر بحال کر دینا چاہیئے تاکہ اس سے مفاد حاصل ہو۔ (۳) آزادی کی قدر و منزلت کسی ایسے قیدی سے معلوم کرنی چاہیئے جو پہلے سے آزادی کی نعمت سے لطف اندوز ہو چکا ہو۔ ازلی غلام آزادی کا مزہ کیا جانے۔ اسی طرح امید بر آنے کی قدر دانی کسی مایوس شخص سے معلوم کرنی چاہیئے۔ اس شعر میں کہا گیا ہے کہ کسی کی امید بر لانا ہزار ہا قیدیوں کو رہا کرنے سے بہتر ہے کیونکہ امیدوار اپنی حاجت براری کے وقت جو خوشی محسوس کرتا ہے وہ خوشی کسی قیدی کو جیل سے رہا ہوتے وقت نہیں ہو سکتی۔
(۴) علم انسان کو جہاندیدہ اور باشعور بنا دیتا ہے جبکہ جہالت کے اندھیروں میں بھٹکنے والا شخص خود بھی ٹھوکریں کھاتا ہے اور اس کو بھی نقصان پہنچاتا ہے جس نے جاہل پر بھروسہ کیا ہوا ہوتا ہے۔ علم کی فضیلت اور جہالت کی فضیحت کے حوالے سے اس شعر میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ اگر بادشاہ کسی تعلیمیافتہ شخص کو اپنی حکومت کا حصہ بنائے گا تو کامیابی کے تمام فوائد سمیٹ لے گا۔ اگر کسی جاہل پر بھروسہ کیا تو پھر ناکامی و نامرادی کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے۔ (۵) بادشاہ قوم و رعیت کا باپ ہوتا ہے جس طرح ایک باپ کی اولاد کوئی فرمانبردار ہوتی ہے تو کوئی نافرمان لیکن نافرمان اولاد سے بھی باپ کی محبت دل میں بدستور رہتی ہے اسی طرح حکومت کے اہلکاروں کے ساتھ سزا دیتے وقت بادشاہ کا رویہ ایسے ہونا چاہیئے جیسے ایک باپ کا رویہ اپنے بیٹے کے ساتھ ہوتا ہے۔ سزا برائے تادیب ہونی چاہیئے نہ کہ برائے تعذیب۔ (۶) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے پہلے شعر میں سزا برائے تادیب کی بات کی گئی تھی اور تعذیب کے طور پر سزا دینے سے منع کیا گیا تھا۔ اس شعر میں باپ بیٹے کے درمیان محبت کے رشتے کو قائم رکھتے ہوئے ایک ایسا منظر پیش کیا گیا ہے جس میں باپ اپنے بیٹے کو ایک موقع پر مارتا ہے تو پھر دوسرے موقع پر اس کی دلجوئی بھی کرتا ہے۔ بادشاہ کو اپنے اہلکاروں سے یہی سلوک کرنا چاہیئے کہ کبھی سزا دی ہے تو پھر کبھی اسکی دلجوئی بھی کر لیا کرے۔ (۷) اس شعر میں کامیاب اور منصف حکمران کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اتنا سخت مزاج نہیں ہوتا کہ اپنے پرائے سب ہی عتاب میں اس رویے سے منافرانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں جبکہ اتنا نرم دل بھی نہیں ہوتا کہ دشمن اور دیگر بدخواہ کا اسقدر حوصلہ بڑھ جائے کہ وہ بآسانی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائے۔ اس رویے سے اپنی جان کے نقصان اور ملکی نظام میں بگاڑ کا خدشہ ہوگا۔ بادشاہ کو موقع و محل کے مطابق نرمی و سختی برتنی چاہیئے۔ (۸) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے پہلے شعر میں موقع و محل کے مطابق سختی و نرمی برتنے کیلئے بادشاہ کو سفارش کی گئی تھی اس شعر میں جراح کی مثال دیکر بادشاہ کی حیثیت متعین کی گئی ہے یعنی جراح آپریشن کرتے وقت زخموں یا جسم کی چیر پھاڑ کرتا ہے تاکہ اسکے جسم سے گندہ مواد نکل جائے بعد ازاں اس کی مرہم پٹی کرتا ہے تاکہ زخم اچھے ہو جائیں اور جسم تندرست ہو۔ بادشاہ کی سختی جراح کے آپریشن کی طرح ہے اور نرمی اس کی مرہم پٹی کی مانند ہے۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
١	جواں مرد و خوش خلق و بخشندہ باش	چو حق بر تو پاشد تو بر خلق پاش
	بہادر اور خوش خلق اور سخی بنا رہ	جب خدا تجھے دے تو مخلوق پر نچھاور کر
٢	چو یاد آیدت عہدِ شاہانِ پیش	ہمیں نقش برخواں پس از عہدِ خویش
	جب پہلے بادشاہ کا زمانہ تجھے یاد آئے	اپنے زمانے کے بعد کے ایسے ہی نقوش پڑھ
٣	نیامد کس اندر جہاں کو بماند	مگر آں کزو نامِ نیکو بماند
	دنیا میں کوئی ایسا نہیں آیا جو ہمیشہ رہا ہو	ہاں وہ جس کا نیک نام باقی رہا ہو
٤	نمرد آنکہ ماند پس از وے بجائے	پل و خانی و خوان و مہماں سرائے
	وہ شخص نہیں مرا جس کے بعد اسکے قائم مقام	پل اور تالاب اور لنگر خانہ اور مسافر خانہ ہو
٥	ہر آنکو نماند از پسش یادگار	درختِ وجودش نیاورد بار
	جس کے بعد اس کی یادگار نہ رہے	اس کے وجود کا درخت کوئی پھل نہ لایا
٦	وگر رفت و ایثار و خیرش نماند	نشاید پس مرگش الحمد خواند
	اور اگر مرگیا اور کوئی قربانی و خیر نہ چھوڑی	اس کے مرنے کے بعد اس پر فاتحہ نہ پڑھنی چاہیے
٧	چو خواہی کہ نامت بود در جہاں	مکن نامِ نیکِ بزرگاں نہاں
	اگر تو یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں تیرا نام روشن ہو	تو بزرگوں کے نام کو نہ مٹا

(١) جواں مرد: بہادر۔ خوش خلق: اچھے اخلاق والا۔ بخشندہ: بخشنے والا باش ہو۔ چو: جب۔ حق: اللہ تعالیٰ۔ بر تو: تجھ پر۔ پاشد: چھڑکتا ہے۔ خلق: مخلوق۔ (٢) آیدت: آوے تجھ کو۔ عہد: زمانہ۔ شاہاں: جمع بادشاہ۔ پیش: پہلا۔ ہمیں: یہی۔ نقش: صورت۔ برخواں: پڑھ لے۔ پس: پیچھے۔ خویش: اپنا۔ (٣) نیامد: نہیں آیا۔ کس: شخص۔ کو: کہ او جو کہ وہ۔ بماند: وہ رہا۔ آں کزو: وہ جس سے کہ۔ نامِ نیکو: نیک نامی۔ بماند: رہ گیا۔ (٤) نمرد: نہیں مرا۔ آنکہ: جو کہ وہ۔ ماند: رہ گیا۔ پس: پیچھے۔ از وے: اس سے۔ بجا: جگہ پر۔ خانی: تالاب۔ خواں: دسترخوان اور لنگر خانہ۔ مہماں سرائے: مہمانوں کو ٹھہرانے کی جگہ۔ (٥) ہر آنکو: اصل میں ہر آنکہ او تھا، جو کہ وہ۔ نماند: نہ رہا۔ پسش: اسکے پیچھے۔ وجودش: اس کا وجود۔ نیاورد: نہیں لایا۔ بار: پھل۔ (٦) وگر: اور اگر۔ رفت: چلا گیا یعنی مرگیا۔ ایثار: قربانی۔ خیرش: اس کی خیر۔ نماند: نہ رہی۔ نشاید: نہ چاہیے اس نے خواند کے ساتھ لگکر ہے یعنی نہیں پڑھنی چاہیے۔ پس: پیچھے۔ مرگش: اسکی موت۔ الحمد: فاتحہ۔ (٧) خواہی: تو چاہتا ہے۔ نامت: تیرا نام۔ بود: ہووے۔ مکن: مت کر۔ نامِ نیک: نیک نام۔ نہاں: پوشیدہ۔

تشریح: (١) اس شعر میں بادشاہ کی صفت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ بادشاہ کو بہادر ہونا چاہیئے کیونکہ پوری قوم کی تقدیر اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ بزدل نہیں ہونا چاہیئے کہ اسکی بزدلانہ روش سے دشمن ملک و قوم کو اکھاڑہ بنالے۔ بادشاہ پوری قوم کا باپ ہوتا ہے جس طرح ایک باپ اپنی اولاد پر سب کچھ قربان کر دیتا ہے اسی طرح بادشاہ کو بھی چاہیئے کہ وہ سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک کے خزانوں کا منہ کھول دے تاکہ اس کی قوم خوشحال و آسودہ زندگی گزارے۔ (٢) انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرتا ہے اسی فطری تقاضے کے پیشِ نظر اس شعر میں کہا گیا ہے کہ بڑوں کی یاد ستاتے وقت اتنا ضرور سوچ لینا چاہیئے کہ کبھی وہ بادشاہ تھے موت آنے پر سب کچھ دنیا میں چھوڑ گئے! اسی طرح ایک دن تجھے بھی موت آ جائیگی اور بعد میں آنیوالی نسلیں مجھے بھی ایسے ہی یاد کریں گی۔ جیسا کہ آج میں یاد کر رہا ہوں کیونکہ موت یاد کرنے سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے دل کی یہ کیفیت حق و انصاف کی راہ دکھاتی ہے۔ کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے۔ ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے۔ (٣) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے۔ پہلے شعر میں آباؤ اجداد کی یاد ستانے پر اپنی موت یاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جبکہ اس شعر میں یہ کہا گیا ہے کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جو ازل تا ابد رہ چکا ہو بلکہ اس کا ایک وقت مقرر ہے اس نے دنیا سے ضرور جانا ہے البتہ اس دنیا میں وہ شخص زندہ رہا جو اپنے پیچھے نیک نامی چھوڑ گیا کیونکہ نیک لوگ ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔ مرنے کے بعد دنیا میں ان کے زندہ رہنے کی یہی علامت و دلیل ہے۔ (٤) صدقہ جاریہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اس سے وہ شخص جو صدقہ جاریہ کا حامل ہے، مرنے کے بعد بھی زندہ رہنے کی صورت میں فائدہ اٹھاتا ہے جبکہ اس کے صدقہ جاریہ سے لوگ بھی مفاد اٹھاتے ہیں کیونکہ پل، تالاب، کنواں، لنگر، مہمان خانہ، سرائے مسجد وغیرہ اس کی یادگار ہوتے ہیں جو ان کا بانی ہوتا ہے یادگاریں اپنے بانی کو مرنے نہیں دیتیں۔ اس شعر میں بادشاہ کو افادۂ عام کیلئے یادگاریں قائم کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ لوگ اسے فائدہ اٹھائیں۔ (٥) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے پہلے شعر میں یادگار و صدقہ جاریہ کی ترغیب دی گئی ہے جبکہ اس شعر میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس کی کوئی یادگار، صدقہ جاریہ، نیک اولاد، وفا شعار شاگرد نہیں گویا کہ وہ ایسے ہے جیسے کبھی دنیا میں تھا ہی نہیں۔ اس شعر میں جہاں یادگار یا صدقہ جاریہ قائم کرنے کی صورت میں سخاوت کے عمل کو سراہا گیا ہے وہاں بخل کے عمل کی مذمت کر کے اس کی بیخ کنی کی گئی ہے۔ (٦) اس شعر میں دوسرے انداز سے بخل کا قلع قمع کیا گیا ہے کہ جو شخص اس دنیا سے اس حال میں گزر گیا کہ سخاوت کے عمل کے حوالے سے اس کی کوئی خیر و بھلائی یا صدقہ جاریہ و یادگار نہیں تو ایسے شخص پر بخل کی نحوست کی وجہ سے نہ کوئی فاتحہ پڑھتا ہے اور نہ ہی کوئی دعا کرتا ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد فاتحہ و دعا کے وہی حقدار ہوتے ہیں جو زندگی میں سخی تھے۔ (٧) دنیا کا اصول ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اسی اصول کے تناظر میں اس شعر میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں اس کی نیک نامی ہو تو پھر دنیا میں نہ صرف اپنے بزرگوں کے اچھے کام عمل میں لائے بلکہ اُن کا ہر وقت ذکرِ خیر بھی کرتا رہے۔

ہمیں کام و ناز و طرب داشتند	۱	بآخر برفتند و بگذاشتند
وہ بھی مقصد اور ناز اور مستی رکھتے تھے		بالآخر چلے گئے اور سب چھوڑ گئے
یکے نام نیکو ببرد از جہاں	۲	یکے رسمِ بد ماند ازو جاوداں
ایک دنیا سے نیک نامی کما لے گیا		ایک ہمیشہ کے لیئے رسمِ بد چھوڑ گیا
بسمع رضا مشنو ایذائے کس	۳	وگر گفتہ آید بغورش برس
خوشنودی کے کان سے کسی کی برائی نہ سن		اور تجھ سے کہی ہی جائے تو پھر اس کی گہرائی تک پہنچ
گنہگار را عذر نسیاں بنہ	۴	چو زنہار خواہند زنہار دہ
خطاکار کی بھول کا عذر قبول کر		اگر وہ معافی چاہے تو معاف کر دے
گر آید گنہگارے اندر پناہ	۵	نہ شرط ست کشتن باوّل گناہ
اگر کوئی قصور دار پناہ میں آئے		تو پہلی خطا پر مار ڈالنا ضروری نہیں ہے
چو بارے بگفتند و نشنید پند	٦	دگر گوشمالش بزنداں و بند
اگر ایک بار نصیحت کر چکیں اور وہ نہ سنے		پھر اسکی گوشمالی قیدخانہ اور بیڑی سے ہونی چاہیئے
دگر پند و بندش نیاید بکار	۷	درختِ خبیث ست بیخش برآر
اور اگر نصیحت اور بیڑی بھی کارآمد نہ ہو		تو اس کا درخت ہی خبیث ہے اسکی جڑ اکھاڑ دے
چو خشم آیدت بر گناہِ کسے	۸	تامّل کنش در عقوبت بسے
اگر تجھے کسی کے قصور پر غصہ آئے		تو اس کی سزا میں بہت غور کر
کہ سہلست لعل بدخشاں شکست	۹	شکستہ نشاید دگر بارہ بست
اس لیئے کہ بدخشانی لعل کو توڑ دینا آسان ہے		لیکن ٹوٹا ہوا دوبارہ جڑ نہیں سکتا

(۱) ہمیں: یہی۔ کام: مقصد۔ ناز: نخرہ۔ طرب: خوشی۔ داشتند: رکھی انہوں نے۔ بآخر: آخرکار۔ رفتند: چلے گئے۔ بگذاشتند: چھوڑ گئے۔ (۲) یکے: ایک۔ نام نیکو: نیک نامی۔ ببرد: لے گیا۔ از: سے۔ رسم بد: بُری رسم۔ جاوداں: ہمیشہ۔ (۳) بہ: ساتھ۔ سمع: کان۔ رضا: خوشی، پسندیدگی۔ مشنو: مت سن۔ ایذا: تکلیف، بُرائی۔ کس: کوئی شخص۔ وگر: اور اگر۔ گفتہ آید: کہنے میں آجائے۔ غور: تہہ۔ ش: اسکی۔ برس: پہنچ۔

(۴) نسیاں: بھول۔ بنہ: رکھ مراد قبول کر۔ چو: جب۔ زنہار: معافی۔ خواہند: وہ چاہیں۔ دہ: دے۔

(۵) آید: آوے۔ گنہگارے: اے وحدت، کوئی قصور دار۔ پناہ: امن یا قابو۔ نہ شرط ست: شرط نہیں ہے یعنی ضروری نہیں ہے۔ کشتن: مار ڈالنا۔ اوّل: پہلا۔

(٦) چو: جب۔ بارے: ایک بار۔ بگفتند: انہوں نے کہا۔ نشنید: اس نے نہ سنی۔ پند: نصیحت۔ دگر: پھر۔ گوشمالش: اس کے کان مل یعنی سزا دے۔ زنداں: قید۔ بند: بیڑی۔ (۷) نیاید: نہ آوے۔ بکار: کام میں۔ خبیث: بُرا۔ ست: ہے۔ بیخش: اسکی جڑ۔ برآر: نکال دے۔ (۸) خشم: غصہ۔ آیدت: آوے تجھ کو۔ بر: پر۔ کسے: کوئی شخص۔ تامّل: سوچ بچار۔ کنش: اسکو کر۔ عقوبت: سزا۔ بسے: بہت۔

(۹) کہ: کیونکہ۔ سہل: آسان۔ لعل: موتی۔ بدخشاں: افغانستان اور روس کی سرحد پر ایک شہر ہے جہاں کے لعل مشہور ہیں۔ شکست: ماضی بمعنی مصدر توڑنا۔ شکستہ: ٹوٹا ہوا۔ نشاید: نہیں بنا سکتے۔ بست: بچے ساتھ ملکر۔ دگر بارہ: دوبارہ۔

تشریح: (۱) یہ دُنیا ایک مسافر خانہ ہے یہاں کوئی آرہا ہے اور کوئی جارہا ہے انسان دُنیا سے عالمِ برزخ کی طرف اور پھر وہاں سے عالمِ محشر کی طرف منتقل ہوتا رہے گا جس طرح پہلے لوگ بڑے بڑے منصوبے اپنے ساتھ خاک میں لے گئے تھے اسی طرح موت کا ایک جھٹکا تیری تمام منصوبہ بندیاں توڑ دے گا۔ لہٰذا تجھے چاہیئے کہ دُنیا میں ایک مسافر کی طرح ضروری سامان سفر باندھ کر رکھ۔ (۲) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے پہلے شعر میں انسان کی مسافرانہ زندگی کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اس شعر میں بتایا گیا ہے کہ ظالم و جابر لوگ دُنیا سے بدنامی کا داغ لیکر گئے ہیں اور منصف مزاج اور غریب پرور لوگ دُنیا سے نیک نامی لیکر گئے ہیں لہٰذا تجھے بھی نیک نامی والے کام کرنے چاہئیں۔ (۳) عموماً بڑے لوگ کچے کان رکھتے ہیں جس کی چغلی سنتے ہیں بلاتحقیق اپنا ردِعمل ظاہر کرتے ہیں اس شعر میں شاہ بو نے اپنے بادشاہ پرویز کو بلاتحقیق کسی قسم کی کارروائی کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے کسی پر ظلم ہونے کا اندیشہ ہے۔ (۴) چونکہ انسان خطا کا پُتلا ہے لہٰذا خطا کرنا اس کی سرشت میں شامل ہے لیکن بادشاہ کے عہدے کی طرح اس کا دل بھی بڑا ہونا چاہیئے اگر کوئی خطاکار غلطی کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا جائے تو معافی طلب کرنے پر اس کا جرم معاف کرنا چاہیئے کیونکہ بادشاہ کی شان یہی ہے۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے۔ کیونکہ پہلے شعر میں کہا گیا تھا کہ اگر کوئی خطاکار گرفت میں آجائے تو معافی مانگنے پر اسے معافی دینی چاہیئے تاکہ اسے کچھ نہ کچھ تنبیہ ہو جائے پہلے ہی جرم میں اس کی گردن مار دینا حق و انصاف کے خلاف ہے۔ (٦) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے اس شعر میں یہی کہا گیا ہے کہ پہلا جرم معاف کر کے اسے انتباہ و نصیحت کرنی چاہیئے اگر نصیحت پر عمل پیرا ہو جاتا ہے فبہا ورنہ اسے قید و بند کی سزا دینی چاہیئے کیونکہ جو شخص نصیحت قبول نہیں کرتا وہ سزا کا مستحق ہے۔ (۷) اگر نصیحت اور قید و بند وغیرہ کی سزا سے بھی باز نہیں آتا تو اسے سمجھانے کے دیگر تمام حربے استعمال کیئے جائیں اگر پھر بھی نہیں مانتا تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی فطرت ہی گندی ہے اسے معاشرے میں کھلا چھوڑ دینا دانشمندی نہ ہوگی۔ (۸) حدودِ مملکت اور عہدِ حکومت میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر یا ان کی کرتوتوں پر غصہ آتا ہے تو بادشاہ کو چاہیئے کہ غصے میں بے قابو ہو کر فوراً مجرم کو تختہ دار پر نہیں لٹکانا چاہیئے بلکہ پھانسی کی سزا سنانے سے پہلے خوب غور و فکر کرنی چاہیئے۔

(۹) افغانستان کے شہر بدخشاں کے موتی (لعل) بہت شہرت رکھتے ہیں ظاہر ہے کہ ان کی شہرت خاص اور قیمتی ہونے کی وجہ سے ہے۔ کسی مجرم کو بلا سمجھے سزا دینا ایسا ہی ہے جیسے بدخشاں کا لعل توڑنا ہے۔ جس طرح بدخشاں کا لعل ٹوٹ کر دوبارہ نہیں جوڑا جا سکتا اسی طرح پھانسی کی سزا پانے والا شخص بھی دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا۔

حکایت در تدبیر پادشاہان و تاخیر کردن در سیاست

حکایت بادشاہوں کی تدبیر اور سزا کی تاخیر کرنے کے بیان میں

	مصرع اول		مصرع ثانی
٢	ز دریائے عماں برآمد کسے		سفر کردہ ہامون و دریا بسے
	ایک شخص دریائے عمان سے آیا		جو جنگل اور دریا کا بہت سفر کیے ہوئے تھا
٣	عرب دیدہ و ترک و تاجیک و رُوم		زہر جنس در نفس پاکش علوم
	جس نے عرب اور ترک اور تاجیک اور روم کو دیکھا تھا		اس کے پاک نفس میں ہر جنس کے علوم تھے
٤	جہاں گشتہ و دانش اندوختہ		سفر کردہ و صحبت آموختہ
	جو دنیا گھومے ہوئے اور سمجھ کو جمع کیے ہوئے تھا		بہت سفر کیے ہوئے اور صحبتیں اٹھائے ہوئے تھا
٥	بہیکل قوی چوں تناور درخت		ولیکن فرو ماندہ بے برگ سخت
	صورت میں تناور درخت کی طرح قوی تھا		لیکن بے سامانی کی وجہ سے سخت عاجز تھا
٦	دو صد رقعہ بالائے ہم دوختہ		زحراق و اُو درمیاں سوختہ
	دو صد پیوند ایک دوسرے پر سیے ہوئے		چیتھڑوں کے اور وہ درمیان میں جھلسا ہوا
٧	بشہرے در آمد ز دریا کنار		بزرگے دراں ناحیت شہریار
	وہ دریا کے کنارے سے شہر میں آیا		ان اطراف میں ایک بڑا بادشاہ تھا
٨	کہ طبعے نکونامی اندیش داشت		سرِ عجز بر پائے درویش داشت
	جو نیک نامی اور سوچنے والی طبیعت رکھتا تھا		عاجزی کا سر فقیروں کے پاؤں پر رکھتا تھا
٩	بشستند خدمت گزاران شاہ		سر و تن بحمامش از گرد راہ
	بادشاہ کے خدمت گاروں نے دھویا		اس کا سر اور جسم حمام میں راستہ کی گرد سے

(١) حکایت: کہانی۔ تدبیر: انتظام۔ پادشاہان: جمع بادشاہ۔ تاخیر کردن: دیر کرنا۔ سیاست: مراد سزا۔ (٢) دریائے عمان: یمن سے ملحقہ سمندر کا نام۔ برآمد: آیا۔ کسے: کوئی شخص۔ کردہ: کیے ہوئے۔ ہامون: جنگل۔ (٣) دیدہ: دیکھے ہوئے۔ ترک: ترکستانی قوم۔ تاجیک: وہ ایرانی جو عربی النسل ہو۔ رُوم: موجودہ اہل اٹلی۔ ہر جنس: ہر طرح کے۔ نفس: دل۔ ش: اس کا۔ علوم: جمع علم۔ (٤) گشتہ: گھوما ہوا۔ دانش: سمجھ۔ اندوختہ: جمع کیا ہوا۔ کردہ: کیا ہوا۔ صحبت: حضوری۔ آموختہ: سیکھے ہوئے۔ (٥) ہیکل: صورت قد کاٹھ۔ قوی: طاقتور۔ چوں: مثل۔ تناور: بہت لمبا اور مضبوط۔ فرو ماندہ: عاجز رہا ہو۔ بے برگ: بے سامان۔ سخت: بہت زیادہ (٦) دو صد: دو سو۔ رقعہ: ٹکڑا۔ بالائے ہم: ایک دوسرے کے اوپر۔ دوختہ: سیا ہوا۔ حراق: جلانے والی لہریں۔ و اُو: اور وہ۔ درمیان: بیچ میں۔ سوختہ: جلا ہوا۔ (٧) بشہرے: ایک شہر میں۔ در آمد: آیا۔ دریا کنار: دریا کا کنارہ۔ بزرگے: ایک بزرگ۔ دراں: اس میں۔ ناحیت: طرف۔ شہریار: شہر کی مدد کرنے والا یعنی بادشاہ۔ (٨) طبعے: طبیعت۔ نکونامی اندیش: نیک نامی کو سوچنے والی۔ داشت: اس نے رکھی۔ سرِ عجز: عاجزی کا سر۔ بر: پر۔ پائے: پاؤں۔ درویش: فقیر۔ (٩) بشستند: انہوں نے دھویا۔ خدمت گزار: خدمت کرنے والا۔ شاہ: بادشاہ۔ سر و تن: سر اور جسم۔ بہ: میں۔ حمام: گرم پانی کا غسل خانہ۔ ش: سر و تن کے ساتھ لگتا ہے اس کا۔ گرد راہ: راستے کی گرد۔

تشریح: (١) یہاں سے بادشاہوں کے تدبر و تدبیر اور سزا کو غور و فکر تک مؤخر کرنے کے حوالے سے ایک نئی حکایت کا آغاز ہوتا ہے۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ یہ لازمی نہیں کہ موقع واردات پر کھڑا ہونے والا شخص مجرم ہو۔ لہٰذا ظاہری حالات کو دیکھ کر سزا کا حکم لاگو نہیں کرنا چاہیے بلکہ خوب غور و خوض اور تحقیق و تفتیش کے بعد فیصلہ کرنا چاہیے۔ (٢) اس شعر میں کہانی کے مرکزی کردار کی وہ حالت و کیفیت بیان کی گئی ہے جو یمن سے ملحقہ سمندر دریائے عمان کے ساتھ ساتھ دیگر بہت سے دریاؤں اور جنگلوں کو عبور کر کے تھکن کی حالت میں شہر میں آیا۔ (٣) اس شخص نے جہاں گشت ہونے کی وجہ سے بہت سے ملک دیکھے ہوئے تھے۔ ان میں عرب، ترک، وہ ایرانی جو عربی النسل ہونے کی وجہ سے تاجک کہلاتی تھی۔ قدیم زمانے کا روم موجودہ دور کا اٹلی ایسے بہت سے علاقے دیکھے ہوئے تھے! اور اس کا پاکیزہ دل بہت سے علوم و معارف سے بھرپور تھا بعض حضرات نے مسافر کی کیفیت دیکھ کر خود شیخ سعدیؒ مراد لیا ہے۔ (٤) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے دریائے عمان عبور کر کے آنے والے مسافر کی ظاہری اور باطنی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مسافر جہاں گشت سیاح ہی نہیں تھا بلکہ وہ بہت بڑا دانشور اور دورانِ سفر بہت بڑے بڑے لوگوں کا صحبت یافتہ تھا۔ (٥) وہ قد و قامت کے لحاظ سے دراز تھا۔ اس کے تمام اعضا بہت مضبوط تھے لیکن افلاک و افلاس نے اسے اسقدر عاجز کر دیا تھا کہ اس کے تمام مضبوط اعضا کسی صاحب ثروت شخص کے کمزور جسم کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ (٦) اس کا لباس پھٹا پرانا تھا کہ جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ اس کی تپش سے اس کا لباس جلا ہوا تھا۔ دریائے عمان عبور کر کے آنے والے مسافر کی مذکورہ ہیئت کذائی بیان کرنا کہانی کا اصل رول ہے۔ کیونکہ ہر زبان کے ادب کا یہی دستور ہے۔ (٧) چنانچہ وہ مسافر اسی ہیئت کذائی سمیت یمن کے دریائے عمان کو عبور کرتے ہوئے عرب ترکی اور تاجک وغیرہ کی سیاحت کا عقل و شعوری لطف اٹھا کر ایک ایسے شہر میں آیا جس کا بادشاہ نیک سیرت تھا۔ اسے ہر وقت نیک نامی کے مواقع تلاش کرنے کی فکر لاحق تھی۔ (٨) بادشاہ اپنی نیک نامی کے حوالے سے جستجو یا نہ طبع کے لحاظ سے اس مسافر درویش سے انتہائی انکساری کا مظاہرہ کیا۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ہر ملک کے بادشاہ کو نصیحت کی ہے۔ وہ بھی اس بادشاہ کی طرح نیک نامی کی جستجو کریں۔ (٩) چونکہ وہ مسافر مسلسل سفر کرنے کی وجہ سے جسم و لباس پر گرد و غبار کے اثرات رکھتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنے ملازموں کے ذریعے اس مسافر کو نہلا دُھلا کر صاف ستھرا لباس پہناتے ہوئے خدمتگاری کا خوب خوب مظاہرہ کر کے مسافر کی دلجوئی کی۔

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
چو بر آستانِ ملک سر نہاد	۱	نیایش کناں دست بر بر نہاد
جب اس نے بادشاہ کی چوکھٹ پر سر رکھا		تعریف کرتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھا
نرفتم دریں مملکت منزلے	۲	کز آسیب آزردہ دیدم دلے
میں اس سلطنت میں کسی ایسی جگہ نہیں پہنچا		جہاں تکلیف سے کسی دل کو رنجیدہ دیکھا ہو
نہ دیدم کسے سرگراں از شراب	۳	مگر ہم خرابات دیدم خراب
میں نے کسی کو شراب سے مست نہ دیکھا		ہاں شراب خانے ویران دیکھے
ملک را ہمیں ملک پیرایہ بس	۴	کہ راضی نگردد بآزار کس
بادشاہ کے لیئے ملک کی یہی آرائش کافی ہے		کہ کسی کی تکلیف سے خوش نہ ہو
سخن گفت و دامانِ گوہر فشاند	۵	بنطقے کہ شہ آستیں برفشاند
اس نے گفتگو کی اور موتیوں بھرا دامن بکھیرا		ایسی گویائی سے کہ بادشاہ نے بہت تعریف کی
پسند آمدش حسنِ گفتارِ مرد	۶	بنزدِ خودش خواند و اکرام کرد
اس کو اس شخص کی گفتگو کا حسن پسند آیا		اپنے قریب بلایا اور عزت بخشی
زرش داد و گوہر بشکرِ قدم	۷	بپرسیدش از گوہر و زاد بوم
اسکی تشریف آوری کے شکریہ میں اسکو سونا اور موتی دیئے		اس سے اس کی اصل اور وطن پوچھا
بگفت آنچہ پرسیدش از سرگزشت	۸	بقربت ز دیگر کساں درگذشت
اس نے اپنی وہ سرگزشت سنائی جو اس نے دریافت کی		تو وہ بادشاہ سے قرب میں دوسروں سے بڑھ گیا
ملک با دلِ خویشتن رائے زد	۹	کہ دستورِ ملک ایں چنینے سزد
بادشاہ نے اپنے دل میں سوچا		کہ ملک کی وزارت ایسے شخص کے لائق ہے

(۱) آستان: دہلیز۔ ملک: بادشاہ۔ نہاد: رکھا۔ ستائش: تعریف۔ کناں: کرتے ہوئے۔ دست: ہاتھ۔ بر: پر۔ بر: سینہ۔ نہاد: رکھا۔ (۲) نرفتم: نہیں گیا میں۔ دریں: اس میں۔ مملکت: ملک۔ منزلے: کوئی منزل۔ کز: کہ۔ آز: اس کا، کہ منزلے کے ساتھ لگ کر اسم موصول)۔ آسیب: تکلیف۔ آزردہ: رنجیدہ۔ دیدم: میں نے دیکھا۔ دلے: کوئی دل۔ (۳) ندیدم: نہیں دیکھا میں نے۔ کسے: کوئی شخص۔ سرگراں: بھاری سر، الامراد مدہوش۔ مگر: بلکہ۔ ہم: بھی۔ خرابات: شراب خانہ۔ دیدم: میں نے دیکھا۔ خراب: برباد۔ (۴) ملک: بادشاہ۔ را: کو۔ ہمیں: یہی۔ ملک پیرایہ: ملک کی سجاوٹ۔ بس: کافی۔ نگردد: نہیں ہوتا۔ بآزار: تکلیف سے۔ کس: کوئی شخص۔ (۵) سخن: بات۔ گفت: اس نے کہی۔ دامانِ گوہر: موتیوں کا دامن۔ فشاند: جھاڑا اس نے۔ بنطقے کہ: ایسی گویائی سے کہ۔ آستین: کپڑے کا بازو۔ برفشاند: اس نے جھاڑی، آستین جھاڑنے سے تحسین کرنا مراد ہے۔ (۶) آمدش: اسکو آئی۔ حسن: خوبی۔ گفتار: کلام۔ مرد: مراد سیاح۔ بنزد: نزدیک۔ خودش: اسکو اپنے پاس۔ خواند: بلایا۔ اکرام: عزت۔ کرد: کی۔ (۷) زرش: سونا اسکو۔ داد: دیا۔ گوہر: موتی۔ بشکر قدم: آنے کے شکر میں۔ بپرسیدش: اسکو پوچھا۔ گوہر: اصل۔ زاد بوم: اضافت مقلوبی بوم زاد: پیدا ہونے کی جگہ یعنی وطن۔ (۸) بگفت: اس نے کہا۔ آنچہ: جو کچھ کہ۔ پرسیدش: اس نے اس سے پوچھا۔ سرگزشت: سر پر گزری ہوئی یعنی واقعات۔ بقربت: نزدیکی میں۔ دیگر: دوسرے۔ کساں: لوگ۔ درگزشت: گزر گیا۔ (۹) ملک: با: ساتھ۔ خویشتن: اپنا۔ رائے زد: رائے ماری یعنی دل میں سوچا۔ دستور: وزیر اعظم۔ ایں: یہ۔ چنینے: ایسا۔ سزد: بجتا ہے۔

تشریح: (۱) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے۔ اس شعر میں اس مسافر درویش کی وہ حالت بیان کی گئی ہے جو نہا دھو کر اچھا لباس پہننے کے بعد ظاہر ہوئی۔ یعنی یہ کہ وہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر زمین بوسی یا قدم بوسی کی اور انتہائی غلامانہ صورت میں دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر بادشاہ کی تعریف میں مصروف ہو گیا۔ (۲) اگر بادشاہ مدبر اور حسن انتظام میں مہارت رکھتا ہو تو اس کی رعایا کبھی کسی تکلیف یا نقصان میں مبتلا ہو کر دکھی نہیں ہو سکتی۔ چونکہ وہ مسافر جہاندیدہ تھا اس لیئے اس نے بادشاہ کے ملک کا جائزہ لیکر اس کے سامنے ایک جائزہ رپورٹ پیش کی کہ اس ملک میں کوئی شخص افسردہ نہیں۔ (۳) شراب صرف ام الخبائث ہے بلکہ معاشرے کے بگاڑ کی اصل ذمہ دار بھی ہے کیونکہ شراب انسان کے عقل و مزاج کو قتل کر دیتی ہے۔ سنا ہے کہ ایک شخص نے قتل کی واردات کے حوالے سے مجوزہ کی بات انکار کیا تھا لیکن شراب پی کر قتل و زنا کا مرتکب ہو گیا۔ جس ملک میں شراب نہیں وہ ملک امن کا گہوارہ ہے۔ (۴) چونکہ بادشاہ رعیت کا باپ ہوتا ہے اس لیئے کوئی باپ اپنی اولاد کی تکلیف پر راضی نہیں ہوتا۔ بادشاہ کی حسن تدبیر اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ وہ صحیح معنوں میں بادشاہ بنکر اپنی رعایا کے دکھ درد میں خود کو شریک کرنا حکمرانی کے فرائض میں سے ایک فریضہ سمجھتا ہے۔ اگر کوئی خوبی بادشاہ میں نہ ہو تو اس خوبی سے بڑھکر اور خوبی کیا ہو گی کہ بادشاہ اپنی رعایا کی تکلیف برداشت نہیں کرتا۔ (۵) درویش مسافر نے رعایا کے افسردہ نہ ہونے، ملک میں شراب نہ ہونے اور بادشاہ کا رعایا کے غم میں برابر کا شریک ہونے کو ایسی فصیحانہ و بلیغانہ طرزِ گفتگو میں بیان کیا کہ بادشاہ بھی اس طرزِ تکلم کو داد تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکا کیونکہ اس کا طرزِ کلام علوم و معارف کی نشاندہی کر رہا تھا۔ (۶) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے۔ بادشاہ نے اس درویش مسافر کی خوش اسلوبی کو نہ صرف پسند کیا بلکہ اسے اپنے قرب کا شرف بخشتے ہوئے ایسا اعزاز عطا کیا جو بادشاہوں کی شایانِ شان ہوتا ہے۔ سچ ہے کہ یہی زبان انسان کو تخت پہ بٹھاتی ہے اور یہی تختے پر چڑھاتی ہے۔ (۷) کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ اگر کسی انسان کی زبان گندی ہو گی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اسکا من ناپاک ہے اگر کسی کی زبان اچھی ہو گی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اسکا وجود پاکیزہ ہے۔ مسافر درویش نے اسی زبان سے بادشاہ کو متاثر کر کے خود کو انعام و اکرام کے قابل بنایا تھا۔ (۸) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے۔ پہلے شعر میں بتایا گیا کہ بادشاہ نے مسافر درویش کو انعام و اکرام سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اسکا حسب و نسب دریافت کیا۔ اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے کہ بادشاہ نے اتنا قرب دیا کہ اس سے دربارِ شاہی کے دوسرے لوگ پیچھے رہ گئے۔ قرب کے اسی اثنا میں اپنی سرگذشت کہہ سنائی۔ (۹) مسافر درویش کے علم و فضل اور تجربات سے متاثر ہو کر بادشاہ نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ یہ شخص علم و فضل اور تجربہ کے تناظر میں اس قابل ہے کہ اسے وقت آنے پر ملک کا وزیر اعظم بنا دیا جائے تاکہ شاہی خاندان سمیت پوری رعایا اس کے فضل و کمال سے استفادہ حاصل کرے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
ولیکن بتدریج تا انجمن	١	بستی نخندند بر رائے من
لیکن رفتہ رفتہ تاکہ مجلس والے		میری رائے کی کمزوری پر نہ ہنسیں
بعقلش بباید نخست آزمود	٢	بقدرِ ہنر پایگاہش فزود
ابتداً اُس کو عقل میں آزمانا چاہیئے		اس کے ہنر کے مطابق اس کا مرتبہ بڑھانا چاہئے
برد بردل از جورِ غم بارہا	٣	کہ نا آزمودہ کند کارہا
دل پر غم کے بوجھ اٹھاتا ہے		جو شخص بدوں آزمائے کام کرتا ہے
چو قاضی بفکرت نویسد سجل	٤	نگردد ز دستار بنداں خجل
جب قاضی غور سے دستاویزات لکھتا ہے		تو اس کو علمائے سے شرمندگی اٹھانی نہیں پڑتی
نظر کن چو سوفار داری بشست	٥	نہ آنگہ کہ پرتاب کردی ز دست
اسوقت تک سوچ جب تک تیر چٹکی میں ہے		نہ اس وقت جب کہ تیر ہاتھ سے چھوڑ دے
چو یوسف کسے در صلاح و تمیز	٦	بسے سال باید کہ گردد عزیز
اگر کوئی نیکی اور تمیز میں حضرت یوسفؑ کی طرح ہے		بہت سال چاہئیں کہ وہ عزیزِ مصر بنے
بایام تا برنیاید بسے	٧	نشاید رسیدن بغور کسے
جب تک بہت سا زمانہ نہ گذر جائے		کسی کی گہرائی کو نہیں پہنچا جا سکتا
ز ہر نوع اخلاق او کشف کرد	٨	خردمند پاکیزہ دیں بود مرد
اس کے ہر قسم کے اخلاق کی تحقیق کی		وہ عقل مند، پاکیزہ دین انسان تھا

(١) ولیکن: اور لیکن۔ بتدریج: درجہ بدرجہ۔ تا: تاکہ۔ انجمن: ارکانِ دولت۔ نخندند: نہ ہنسیں۔ بر: پر۔ رائے من: میری رائے۔ (٢) بعقلش: اسکو عقل میں۔ بباید آزمود: آزمانا چاہیئے۔ نخست: پہلے۔ بقدر: اندازے کے مطابق پائے گا۔ ہش: اس کا مرتبہ۔ فزون: بڑھانا چاہیئے۔ (٣) برد: اٹھاتا ہے۔ بر: پر۔ دل: دل۔ جورِ غم: غم کے ظلم۔ بار: بوجھ۔ کہ: وہ۔ ناآزمودہ: ناتجربہ کاری۔ کند: کرتا ہے۔

(٤) چون: جب۔ قاضی: جج۔ بفکرت: غور کے ساتھ۔ نویسد: لکھے۔ سجل: مضمون حکمنامہ۔ نگردد: نہ ہووے۔ دستار بنداں: پگڑی باندھنے والے مراد علماً۔ خجل: شرمندہ۔

(٥) نظر کن: نظر کر یعنی سوچ لے۔ چو: جب۔ سوفار داری: تیر تو رکھے۔ بشست: نشانے میں۔ نہ آنگہ: نہ اس وقت کہ: جبکہ۔ پرتاب کردی: تو چھوڑ دیوے۔ دست: ہاتھ۔

(٦) چون: مثل یوسفؑ بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر جو بڑے عقیل و فہیم اور حسین و جمیل تھے اور غلامی سے ترقی کر کے ملک مصر کے وزیرِ اعظم بن گئے تھے۔ صلاح: نیکی۔ بسے: بہت۔ باید: چاہیئے۔ گردد: ہووے۔ عزیز: وزیر۔ (٧) ایام: جمع یوم دن۔ تا: جبتک۔ برنیاید: باہر نہ آئیں یعنی گزر نہ جائیں۔ بسے: بہت۔ نشاید رسیدن: نہیں پہنچ سکتے۔ غور: گہرائی۔ کسے: کوئی شخص۔ (٨) ہر نوع: ہر قسم کے۔ اخلاق: جمع خلق۔ او: اس کے۔ کشف کرد: ظاہر کئے یا تحقیق۔ خردمند: عقلمند۔ پاکیزہ دیں: پاک دین والا۔ بود: تھا۔

تشریح: (١) چونکہ بادشاہ حسن انتظام و بہتر تدبیر میں خاصی مہارت رکھتا تھا اس لیے اس نے جگ ہنسائی سے بچنے اور ارکان دولت کی ناراضی مول نہ لینے کے سبب ان پر جبراً اپنا فیصلہ مسلط نہیں کیا بلکہ اسے چھوٹے منصب سے بڑے منصب کی طرف ترقی دیتا گیا۔ اس سے ارکان دولت کے لیے وجہ اعتراض بھی نہ ہوگا اور مسافر درویش کی بخوبی جانچ پرکھ بھی ہو جائیگی۔ بادشاہ نے ایک تیر سے دو شکار کیے۔ (٢) بادشاہ نے چھوٹے مناصب سے بڑے مناصب پر ترقی دینے میں بھی جلد بازی نہ کی۔ بلکہ اس کے عقل و شعور اور فنی مہارت میں اس کی آزمائش کرتا تھا اور پھر اسے اس کے مطابق مناصب پر ترقی دے دیتا تھا تاکہ کابینہ کے لوگ شعوری طور پر اس سے مرعوب ہیں (٣) فطری و دنیوی اصول کے پیش نظر ناتجربہ کاری اور جلد بازی انسان کو ذلت کے گہرے کنوئیں میں پھینک دیتے ہیں۔ کیونکہ ناتجربہ کاری اندھیرا ہے جبکہ جلد بازی اس سے بھی زیادہ تاریکی ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے جلد بازی نہ کی اور مسافر درویش کو تجربات کے مراحل سے گزار کر اس کی شعوری و فنی پختگی باور کرتا رہا۔ (٤) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے۔ پہلے شعر میں ناتجربہ کاری اور جلد بازی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا تھا۔ اس شعر میں قاضی کے سوچے سمجھے فیصلے کی تمثیل کے تناظر میں بادشاہ کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح قاضی کا جلد بازی سے کیا ہوا فیصلہ شرمندگی کا باعث ہے اسی طرح بادشاہ کی جلد بازی بھی مسافر درویش کو وزارتِ عظمیٰ کا منصب سونپنے سے شرمندگی کا سبب نہ بن سکے۔ (٥) اس شعر میں ایک مثال سے پیش رفت کی گئی ہے کہ جب انسان کو کوئی فیصلہ کرنا چاہیئے تو وہ وقت کا تیر چلانے سے پہلے پہلے خوب سوچ بچار کر لے ورنہ جب تیر ہاتھ سے نکل جائے تو پھر سوچنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جس طرح نکلا ہوا تیر واپس نہیں آسکتا اسی طرح گیا وقت بھی ہاتھ نہیں آتا۔ (٦) انسان عقل و شعور میں لاکھ پختہ ہو لیکن اسے تجربات و آزمائش کی بھٹی میں گذار کر خوب کندن کر لینا چاہیئے۔ حضرت یوسفؑ پیغمبرانہ صلاحیتیں رکھنے کے باوجود وزیر خزانہ کے قلمدان پر آزمائش کے مراحل سے گذارے گئے۔ حالانکہ وہ عقل و شعور اور حسن و خوبی میں ممتاز تھے۔ (٧) بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو صورت سے پاکباز و مسکین لگتے ہیں لیکن اندر سے بھیڑیے ہوتے ہیں بعض اس سے برعکس۔ اس لیے چند دنوں میں کسی کی خوبی و خامی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ کسی انسان کی اخلاقی کیفیت پر نظر کرنے کیلئے اتنا کافی ہے کہ اسے غصے کی حالت میں ردِ عمل کے طور پر دیکھا جائے۔ (٨) چنانچہ بادشاہ نے اس مسافر درویش کے اخلاق کے بارے میں ذاتی اور دیگر ذرائع سے تحقیقات کی۔ چنانچہ اسے ہر لحاظ سے بہتر پایا۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ کیونکہ وزارتِ عظمیٰ کا منصب کوئی بچوں کا کھیل نہیں کہ ہر اہل و نااہل اس منصب پر قبضہ جمالے۔

مصرع اول		مصرع ثانی
نکو سیرتش دید و روشن قیاس	۱	سخن سنج و مقدارِ مردم شناس
اس کو نیک عادت روشن سمجھ والا		بات کو تولنے والا اور انسانوں کے مرتبے پہچاننے والا دیکھا
برای از بزرگاں بہش دیدہ و بیش	۲	نشاندش زبردستِ دستورِ خویش
اسکو رائے میں بڑوں سے بھی بہتر اور زیادہ دیکھا		اس کو داہنا وزیر بنا کر بٹھایا
چناں حکمت و معرفت کار بست	۳	کہ در امر و نہیش درونے نخست
وہ ایسی دانائی اور جان کاری کام میں لایا		کہ احکام میں کسی کا دل نہ توڑا
در آورد ملکے بزیرِ قلم	۴	کزو بر وجودے نیامد الم
ملک کو اس طرح قابو میں لے آیا		کہ اس سے کسی کو رنج نہ پہنچا
زبان ہمہ حرف گیراں ببست	۵	کہ حرفے بدش بر نیامد ز دست
سب نکتہ چینوں کی زبان بند کر دی		اسلئے کہ اسکے قلم سے کسی کیلئے ایک حرف بُرا نہ نکلا
حسود یکہ یک جَو خیانت ندید	۶	بکارش نیامد چو گندم طپید
وہ حاسد جس نے اس کی ایک جَو خیانت نہ دیکھی		اس کیلئے گیہوں کی طرح تڑپنا مفید نہ ہوا
ز روشن دلش ملک پرتو گرفت	۷	وزیرِ کہن را غمِ نو گرفت
اسکے روشن دل سے بادشاہ نے نیا سایہ حاصل کیا		پرانے وزیر کو نئے غم نے آ پکڑا
ندید آں خردمند را رخنۂ	۸	کہ در وے تواند زدن طعنۂ
اس نے اس عقلمند میں کوئی خرابی نہ دیکھی		جس میں وہ طعنہ زنی کر سکتا تھا

(۱) نکو سیرت: اچھی سیرت والا۔ ش: اس کو۔ دید: دیکھا۔ روشن قیاس: روشن عقل والا۔ سخن سنج: بات کو تولنے والا۔ مقدار: مرتبہ۔ مردم: لوگ۔ شناس مقدار کے ساتھ لگ کر مقدار شناس ہے: مرتبہ پہچاننے والا۔ (۲) برآئ: رائے میں۔ بہش: اسکو بہتر۔ دید: دیکھا۔ بیش: زیادہ۔ نشاندش: اسکو بٹھایا۔ زبردست: داہنے ہاتھ یا اونچا۔ دستور: وزیر۔ خویش: اپنا۔ (۳) چناں: ایسا۔ حکمت: دانائی۔ معرفت: پہچان۔ کار بست: عمل پیرا ہوا۔ در: میں۔ امر: حکم۔ نہیش: اسکا منع کرنا۔ درونے: کوئی دل۔ نخست: نہ زخمی ہوا۔ (۴) در آورد: لے آیا۔ ملکے: سارے ملک کو۔ ی تفخیم کیلئے ہے۔ زیرِ قلم: قلم کے نیچے یعنی فرمان میں۔ کزو: کہ اس سے۔ وجودے: کوئی وجود۔ نیامد: نہ آیا۔ الم: رنج (۵) ہمہ: تمام۔ حرف گیراں: جمع حرف پکڑنے والے یعنی عیب چیں۔ ببست: اس نے بند کر دی۔ حرفے: کوئی بات۔ بد: بُری۔ ش: اسکی۔ بر نیامد: ظاہر نہ ہوئی۔ ز دست: ہاتھ سے۔ (۶) حسودیکہ: جو حاسد کہ۔ یک جو: ایک جو۔ خیانت: بد دیانتی۔ ندید: نہ دیکھی۔ بکارش: اسکے کام میں۔ نیامد: نہ آیا۔ چو گندم: گندم کیطرح۔ طپید: تڑپنا ماضی بمعنی مصدر۔ (۷) دلش: اسکا دل۔ پرتو: سایہ۔ گرفت: پکڑا۔ کہن: پرانا۔ غم نو: نیا غم۔ گرفت: آ لیا۔ (۸) ندید: اس نے نہ دیکھی۔ خردمند: عقلمند۔ را: کی۔ رخنۂ: کوئی خرابی۔ در وے: جس میں۔ تواند زدن: مار سکے۔ طعنۂ: کوئی طعنہ۔

تشریح: (۱) وزیرِ اعظم بننے کے لیے انسان کے اندر جن اوصاف کا ہونا ضروری ہے وہ تمام کے تمام اس (مسافر درویش) کے اندر موجود تھے کسی بھی عہدے پر فائز ہونے کیلئے انسان میں ان صفات (نیک سیرت، روشن خیال، قرآن و حدیث کی فہم میں بات کی نوک پلک سمجھنے اور مرتبہ شناسی) کا ہونا لازمی ہے۔ (۲) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ جب بادشاہ نے مسافر درویش کو صائب الرائے کے تناظر میں بزرگوں سے بہتر پایا تو اسے دائیں ہاتھ کی طرف موجود وزارتِ عظمیٰ کی مسند پر بٹھا دیا۔ قدیم دور میں وزیرِ اعظم کا مسند دائیں طرف ہوا کرتا تھا۔ مرتبہ و مردم شناسی اور صائب الرائے ہونا انسان کے اندرونی اوصاف ہیں۔ لباس، حب جاہ یہ انسان سے باہر کی چیزیں ہیں۔ (۳) چونکہ بادشاہ خود مردم شناس تھا چنانچہ بادشاہ نے مسافر فقیر میں جو گوہر دیکھے تھے ان کے پیشِ نظر ایسی حکمت عملی اختیار کی۔ اس کے فیصلے کے مثبت و منفی پہلوؤں کے پیشِ نظر کسی کی دل شکنی نہیں ہوئی بلکہ ارکان دولت سمیت پوری رعایا نے بخوشی وہ فیصلہ قبول کر لیا۔ (۴) عقلاً کا دستور ہے کہ جو شخص میٹھی چیز سے مر جائے اسے زہر نہیں دینا چاہیئے۔ البتہ شہد یا میٹھی چیز سے مارنے کیلئے صلاحیت و مہارت درکار ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے مسافر درویش کو وزیرِ اعظم بنانے کیلئے اپنی صلاحیت و مہارت کو ایسے استعمال کیا کہ کسی کی سرزنش نہ کرنی پڑی۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے۔ اس شعر میں یہ کہا گیا ہے کہ بادشاہ نے اپنی صلاحیت اور مہارت کو ایسے طریقے سے استعمال کیا کہ اس سے کوئی قانونی و آئینی یا اخلاقی سطح پر کسی قسم کی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی جس سے کسی کو اعتراض کرنے کا موقع ملتا۔ (۶) کسی اہم عہدے کا انتخاب شخصی کمال و مہارت پر ہوتا ہے نہ کہ قبائلی و خاندانی اور دیرینہ ملازمت پر۔ شخصیت کوئی بھی ہو اس کے لیے اہم عہدے کے حوالے سے اہلیت کا جوہر ہونا لازمی ہے۔ چونکہ مسافر درویش میں وہ جوہر موجود تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے قبائلی و خاندانی اور دیرینہ وفاداریوں کی بندشوں کو توڑ کر اسے وزیرِ اعظم بنایا لہٰذا حسد کے باوجود حرف گیری کا موقع نہ آیا۔ (۷) مسافر درویش دیانت دار تھا۔ چنانچہ اس کی دیانت و حسن انتظام کی وجہ سے ملک دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ البتہ سابق وزیر کو حسد کی آگ نے لپیٹ لیا۔ لیکن نئے وزیرِ اعظم (مسافر درویش) کے حسن تدبر کے سامنے حاسد کے حسد کی ایک بھی پیش نہ چلی۔ (۸) چونکہ نیا وزیرِ اعظم مسافر اور درویش ہونے کے باوجود ذکی الفہم اور عقلمند انسان تھا کہ اس کی عقل و خرد سے ظہور پذیر ہونے والی اچھی تدبیروں نے خیر و بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کسی حاسد کو یہ موقع نہ مل سکا کہ وہ بادشاہ کو تیغ طعن سے زخمی کرے۔

١	امین و بد اندیش طشتند و مور	نشاید درو رخنہ کردن بزور
	امانتدار اور مخالف کی مثال طشت اور چیونٹی کی سی ہے	جو اس میں طاقت سے سوراخ نہیں کر سکتی ہے
٢	ملک را دو خورشید طلعت غلام	بسر بر کمر بستہ بودے مدام
	بادشاہ کے دو نوکر جن کا چہرہ سورج کی طرح تھا	ہمیشہ خدمت کے لئے سرہانے کمربستہ رہتے تھے
٣	دو پاکیزہ پیکر چو حُور و پری	چو خورشید و ماہ از سہ دیگر بری
	دونوں پاکیزہ صورت حُور اور پری کیطرح	جیسے چاند سورج تیسرے سے پاک
٤	دو صورت کہ گفتی یکے نیست بیش	نمودہ در آئینہ ہمتائے خویش
	دونوں کی ایسی صورتیں کہ تو کہے ایک دوسرے سے بڑھا ہوا نہیں ہے	آئینہ میں اپنا جیسا دکھاتے تھے
٥	سخنہائے دانائے شیریں سخن	گرفت اندراں ہر دو شمشاد بُن
	سمجھ کی باتوں اور بات کی شیرینی نے	ان دونوں شمشاد قد کے اندر اثر کیا
٦	چو دیدند کاوصافِ خلقش نکوست	بطبعش ہوا خواہ گشتند و دوست
	جب انہوں نے دیکھا کہ اسکے اوصاف اور اخلاق اچھے ہیں	تو طبعاً اس کے خیر خواہ اور دوست ہوگئے
٧	درو ہم اثر کرد میل بشر	نہ میلے چو کوتاہ بیناں بشر
	انسانی خواہش نے اس میں بھی اثر کیا	لیکن ایسی خواہش نہیں جو ناعاقبت اندیشوں کو شر کیساتھ ہوتی ہے
٨	از آسائش آنگہ خبر داشتے	کہ در روئے ایشاں نظر داشتے
	اس کو آرام کا اس وقت پتہ چلتا	جب ان کا چہرہ دیکھ لیتا
٩	چو خواہی کہ قدرت بماند بلند	دل اے خواجہ در سادہ رویاں مبند
	اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا مرتبہ بلند رہے	اے صاحب تو دل امردوں سے نہ لگا

(١) امین: امانت دار۔ بد اندیش: بُرا سوچنے والا۔ طشت: رکابی۔ اندر: میں۔ مور: چیونٹی۔ نشاید رخنہ کردن: نہیں رخنہ کر سکتی۔ بزور: زور کے ساتھ۔ (٢) ملک: بادشاہ۔ را: کے۔ خورشید طلعت: سورج کے چہرہ والے۔ غلام: نوکر۔ بسر: سر پر۔ کمر بستہ: کمر باندھے ہوئے۔ بودے: رہتے۔ مدامی: ہمیشہ (٣) پیکر: جسم۔ چوں: مثل۔ حُور: جنت کی عورت۔ پری: جنات کی خوبصورت مادہ۔ خورشید: سورج۔ ماہ: چاند۔ از: سے۔ سہ دیگر: تیسرا۔ بری: پاک۔ (٤) گفتی: تونے کہا۔ یکے: ایک۔ نیست: نہیں ہے۔ بیش: زیادہ۔ نمودہ: دکھائی دیتا تھا۔ در: میں۔ آئینہ: شیشہ۔ ہمتائے: ہمسر، مثل۔ خویش: اپنا (٥) سخنہائے: جمع باتیں۔ دانا: عقلمند۔ شیریں سخن: میٹھی بات والا۔ گرفت: پکڑی۔ اندراں ہر دو: ان دونوں کے اندر۔ شمشاد: سرو جیسا ایک درخت۔ بن: جڑ۔ (٦) دیدند: انہوں نے دیکھا۔ کاوصاف: کہ اوصاف جمع وصف۔ خلق: اخلاق۔ ش: اس کے۔ نکوست: اچھے۔ بطبعش: طبیعت میں اس کے۔ ہوا خواہ: خیرخواہ۔ گشتند: ہوگئے۔ (٧) درو: اس میں۔ ہم: بھی۔ اثر: کیا۔ میل: رغبت۔ بشر: آدمی۔ نہ میلے: ایسا میلان نہیں۔ چوں: جیسے۔ کوتاہ بیناں: جمع تنگ نظر لوگ۔ بشر: شر کے ساتھ۔ (٨) آسائش: آرام۔ آنگہ: اس وقت۔ خبر داشتے: وہ خبر رکھتا۔ روئے ایشاں: انکے چہرے۔ نظر داشتے: وہ نظر رکھتا۔ (٩) چوں: جب۔ خواہی: تو چاہے۔ قدرت: تیری قدر۔ بماند: رہے۔ خواجہ: صاحب۔ سادہ رویاں: جمع امرد لڑکے یا معشوق۔ مبند: مت باندھ۔

تشریح: (١) جو شخص دیانتداری سے اپنے فرائض سرانجام دینے کا خوگر ہوا سے کوئی بدخواہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ بدخواہ کی حیثیت اس کمزور چیونٹی جیسی ہوتی ہے جو کسی پلیٹ میں سوراخ نہیں کر سکتی۔ پس معلوم ہوا کہ دیانتدار کے مقابلے میں بدخواہ چیونٹی کی طرح کمزور ہے۔ (٢) جس سربراہ کے پاس ایسے وفادار لوگ ہوں جو بادشاہ کی خلوص دل سے خدمتگاری کرتے ہوں تو وہ سربراہ رسوا نہیں ہوتا کیونکہ بادشاہ کے تمام معاملات کی بہتر تکمیل کا دارومدار انہیں وفادار مخلص خدام پر ہوتا ہے۔ چنانچہ یہی نوعیت شعر میں موصوف بادشاہ کی تھی (٣) بادشاہ کے وفادار خادم حسن جسم و حسن تدبر اور حسن انتظام میں ایسے بے مثال تھے کہ وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ یہ دونوں غلام بادشاہ کے قرب پر نازاں تھے لہٰذا وہ دونوں خوشدلی سے خدمتگاری کے فرائض سرانجام دیکر بادشاہ کیلئے اطمینان کا باعث تھے۔ (٤) وہ دونوں غلام اس قدر خوبصورت تھے کہ انہیں ایک دوسرے پر ترجیح دینا ناممکن تھا۔ ان جیسے دو خوبصورت صرف آئینے میں نظر آسکتے تھے۔ آئینے سے باہر نہیں۔ اس شعر میں ان دونوں غلاموں کے بے مثل حسن کی نایابی کو آئینہ سے باہر تک مقید کیا گیا ہے۔ (٥) مسافر درویش جو وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز تھا اس کی شیریں کلامی نے بادشاہ کی طرح ان دونوں غلاموں کو بھی ایسے متاثر کیا کہ وہ دونوں وزیر باتدبیر کے مائل ہوگئے چنانچہ ان دونوں غلاموں کے دل میں وزیر باتدبیر کی شیریں گفتگو نے جڑ پکڑ لی (٦) چنانچہ وہ دونوں غلام وزیر باتدبیر (مسافر درویش) کی خوش اخلاقی اور عمدہ گفتگو سے متاثر ہو کر دل ہی دل میں اسکے خواہاں اور دوست ہوگئے۔ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ زبان سے نکلے ہوئے اچھے اور میٹھے بول انسان کی ذہنی و قلبی دنیا فتح کر لیتے ہیں (٧) چنانچہ وہ دونوں غلام بھی وزیر باتدبیر (مسافر درویش) کے میٹھے بولوں کے جال میں پھنس کر خود کو وزیر باتدبیر کے ذہنی و قلبی شکنجے میں جکڑ لیا چنانچہ خوبصورت غلاموں کے رجحان و توجہ نے وزیر باتدبیر (مسافر درویش) کو بھی اپنی طرف مائل کر لیا لیکن یہ میلان بدکاری کے طور پر نہیں تھا بلکہ ذہن و قلب کے فطری عمل کی بنا پر تھا (٨) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ وزیر اعظم (مسافر درویش) ان دونوں غلاموں کے حسن و دوستی میں اتنا گم ہوا کہ انہیں دیکھے بغیر اسے سکون نہ ملتا۔ اور یہ بے سکونی اس حد تک بڑھ گئی کہ وزیر اعظم کی بیقراری مخالفین و حاسدین کا ہتھیار بن گئی۔ (٩) کہا جاتا ہے کہ مخالف کی کمزوری کا علم ہونا آدھی کامیابی ہے باقی کامیابی ان کمزوریوں سے فائدہ اٹھانا ہے شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں یہ نصیحت کی ہے کہ بلند مرتبہ رہنے کے لئے اپنے دل اور نظر کو خوبصورت معشوقوں میں نہیں الجھانا چاہیے۔

مصرع	نمبر	مصرع
دگر خود نباشد غرض درمیاں	۱	حذر کن کہ دارد بہیبت زیاں
اگرچہ کوئی غرض درمیان میں نہ آئے		پھر بھی بچ اسلئے کہ یہ دبدبہ کے نقصان کا سبب ہے
وزیر اندریں شمۂ راہ برد	۲	بخبث ایں حکایت برشاہ برد
وزیر کو اس معاملے میں کچھ موقع ملا		خباثت کی وجہ سے یہ معاملہ بادشاہ کے سامنے لے گیا
کہ ایں را ندانم چہ خوانند و کیست	۳	نخواہد بساماں دریں ملک زیست
میں اسکو نہیں جانتا کہ لوگ کیا کہہ کر پکارتے ہیں اور وہ کون ہے		وہ اس ملک میں عزت سے جینا نہیں چاہتا
شنیدم کہ با بندگانش سرست	۴	خیانت پسندست و شہوت پرست
میں نے سنا ہے کہ اس کا خادموں کیطرف رجحان ہے		خیانت کو پسند کرنے والا اور شہوت پرست ہے
سفر کردگاں لااُبالی زیند	۵	کہ پروردۂ ملک و دولت نیند
پردیسی بے پرواہ زندگی بسر کرتے ہیں		کیونکہ وہ اس ملک اور حکومت کے پلے ہوئے نہیں ہیں
نشاید چنیں خیرہ روئے تباہ	۶	کہ بدنامی آرد در ایوانِ شاہ
ایسا بے حیا بے غیرت مناسب نہیں ہے		جو شاہی محل میں بدنامی لائے
مگر نعمت شہ فراموش کنم	۷	کہ بینم تباہی و خامش کنم
یقیناً شاہی نعمت کو فراموش کردوں		جو تباہی دیکھوں اور خاموش رہوں
بہ پندار نتواں گفت زود	۸	نگفتم ترا تا یقینم نہ بود
محض خیال سے میں یہ بات جلد نہ کہہ سکا		میں نے تجھ سے اسوقت تک ذکر نہ کیا جبتک یقین نہ آگیا

(۱) خود: اپنی۔ نباشد: نہ ہووے۔ غرض: خواہش۔ درمیاں: بیچ میں۔ حذر کن: پرہیز کر۔ دارد: رکھتا ہے۔ بہیبت: رعب میں۔ زیاں: نقصان۔ (۲) وزیر: سابق۔ اندریں: اس معاملہ میں۔ شمہ: تھوڑی سی۔ راہ برد: راستہ لے گیا۔ بخبث: خباثت کے ساتھ۔ حکایت: واقعہ۔ (۳) ایں: یہ۔ را: کو۔ ندانم: میں نہیں جانتا۔ چہ خوانند: کیا کہہ کر بلاتے ہیں۔ کیست: کون ہے۔ نخواہد زیست: نہیں جینا چاہتا۔ بساماں: سامان کے ساتھ یعنی عزت سے۔ دریں ملک: اس ملک میں۔ (۴) شنیدم: میں نے سنا۔ بندگانش: ش سر کا مضاف الیہ ہے، بندگاں: غلام۔ ست: ہے۔ خیانت پسند: خیانت پسند کرنیوالا۔ شہوت پرست: شہوت کا دلدادہ۔ (۵) سفر کردگاں: سفر کیے ہوئے۔ لااُبالی: بے پرواہ۔ زیند: جیتے ہیں۔ کہ: کیونکہ۔ پروردہ: پلے ہوئے۔ ملک: حکومت۔ نیند: نہیں ہیں۔ (۶) نشاید: نہیں چاہیے۔ چنیں: ایسا۔ خیرہ روئے: بے شرم۔ تباہ: خراب۔ آرد: لاوے۔ در: میں۔ ایوانِ شاہ: شاہی محل۔ (۷) مگر: شاید، یقیناً۔ فراموش کنم: بھلادوں میں۔ کہ: جبکہ۔ بینم: دیکھوں میں۔ خامش کنم: خاموشی اختیار کروں میں۔ (۸) بہ: ساتھ۔ پندار: ظن و گماں۔ نتواں گفت: کے ساتھ مل کر نہیں کہہ سکتے۔ زود: جلدی۔ نگفتم: میں نے نہیں کہی۔ ترا: تجھکو۔ تا: جبتک۔ یقینم: مجھ کو یقین۔

تشریح: (۱) بدکاری کی نیت نہ بھی ہو تب بھی قلب و نظر کو نظر بازی اور دلداری کے کھیل سے دُور رکھنا چاہیئے کیونکہ اس سے نہ صرف رعب ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ رسوائی کا منہ بھی دیکھنا پڑتا ہے جب کسی شخص کی ذلت مقصود ہوتی ہے تو اسے لڑکوں کی محبت میں الجھا دیا جاتا ہے۔ (۲) پہلا وزیر جو مسافر درویش کی وزارت عظمیٰ کے حوالے سے پیچ و تاب کھائے ہوئے تھا جب اسے معلوم ہوا کہ یہ شخص (وزیر اعظم) لڑکوں کی محبت کے جال میں پھنس گیا ہے تو اس نے یہ موقع غنیمت جانا اور بادشاہ کے سامنے وزیر اعظم کی شکایات کے پُل باندھ دیئے۔ (۳) سابق وزیر اعظم تو پہلے سے ہی پیچ و تاب کھائے بیٹھا تھا۔ اس لیئے وہ موقع کی تلاش میں تھا کہ جونہی کوئی کمزوری ہاتھ لگے اور میں اپنی کارروائی کروں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ موجودہ وزیر (مسافر درویش) کو دو غلاموں کی طرف راغب دیکھا تو حسب و نسب کی لاعلمی وغیرہ کو آڑ بنا کر شکایت کردی۔ (۴) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے۔ پہلے شعر میں دو غلاموں کی طرف رغبت اور حسب و نسب سے لاعلمی وغیرہ کو ہدف بنایا جبکہ اس شعر میں (مسافر درویش) پر دونوں غلاموں کی طرف رغبت کے ساتھ ساتھ خیانت اور شہوت پرستی کا الزام دیکر بادشاہ کو مسافر درویش کے وزیر اعظم بنائے جانے کے فیصلہ پر نظر ثانی کی طرف متوجہ کیا۔ (۵) سابق وزیر نے بادشاہ کے خوب کان بھرے اور استدلال کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جو لوگ دیس پردیس خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں ان کا مستقل ٹھکانہ نہ ہونے کے باعث بے پرواہی اور چھچھورا پن وطیرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ ملکی یا غیر ملکی قوانین کی پاسداری کرنے میں تامل کرتے ہیں (۶) چونکہ اس نوعیت کے بے پرواہ لوگ کسی محسن کے احسان مند نہ ہونے کے ساتھ ساتھ شاہی محل کیلئے بدنامی کا باعث ہوتے ہیں اسلئے مسافر لوگوں سے کسی بھلائی کی توقع کرنا حماقت سے کم نہیں۔ لہٰذا ایسا شخص ایک عام اہلکار ہونے کے لائق نہیں چہ جائیکہ اسے وزارت عظمیٰ کا منصب دیا جائے۔ (۷) سابق وزیر نے اپنا حسد چھپانے کے ساتھ ساتھ بادشاہ سے وفاداری کا دعویٰ کر کے ایک تیر سے دو شکار کھیلے ہیں کیونکہ بادشاہ کی عقابی نظریں تحقیقی مواد دیکھے بغیر وزیر کی بات کو پہلی ہی شکایت پر اہمیت دینے کو تیار نہ تھیں۔ اسی لیئے سابق وزیر نے اپنی وفاداری کا تیر چلا دیا۔ (۸) بادشاہ کو یقین دلانے کے لیئے سابق وزیر نے دوسرا حربہ استعمال کیا کہ میں جو کچھ آپ کے گوش گذار کر رہا ہوں وہ معاملے کی پوری چھان بین کے بعد جو حقائق سامنے آئے ہیں اسے آپ (بادشاہ) کے سامنے لانا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آپ کو معاملے کی تہہ تک پہنچنے میں آسانی رہے۔

مصرع اول		مصرع ثانی
ز فرمانبرانم کسے گوش داشت میرے نوکروں میں سے ایک دیکھ رہا تھا	۱	کزیناں دو یکتن در آغوش داشت کہ ان دونوں میں سے ایک کو وہ بغل میں دبائے تھا
من ایں گفتم اکنوں ملک راست رای میں نے یہ عرض کر دیا اب رائے بادشاہ کی ہے	۲	چناں کازمودم تو نیز آزمای میں نے تو ایسا ہی آزمایا اب آپ بھی آزمالیں
بنا خوب تر صورتے شرح داد بُرائی کے ساتھ واقعہ کی تفصیل کی	۳	کہ بد مرد را نیک روزے مباد خدا کرے بُرے شخص کو نیک دن نصیب نہ ہو
بداندیش برخوردہ چوں دست یافت دشمن نے جب بُرائی پر قابو پا لیا	۴	درون بزرگاں بآتش بتافت بڑوں کے دل کو آگ سے جلایا
بخردہ تواں آتش افروختن چنگاری سے آگ روشن کر سکتے ہیں	۵	پس آنگہ درخت کہن سوختن پھر پرانے درخت کو جلا سکتے ہیں
ملک را چناں گرم کرد ایں خبر اس خبر نے بادشاہ کو ایسا گرم کیا	۶	کہ جوشش بر آمد چو مرجل بسر کہ اس کو ایسا جوش آیا جیسا کہ سر پر دیگ چڑھی ہو
غضب دست در خون درویش داشت غصہ نے فقیر کے خون میں ہاتھ رنگنا چاہا	۷	ولیکن سکوں دست در پیش داشت لیکن بردباری نے آگے ہاتھ کر دیا
کہ پروردہ کشتن نہ مردی بود کہ پالے ہوئے کو مارنا بہادری نہیں ہے	۸	ستم در پئے داد سردی بود داد دہش کے بعد ظلم کرنا غلطی ہے

(۱) زفرمانبرانم: ز: سے۔ فرمانبراں: حکم ماننے والے۔ م: میرے کسے: کوئی شخص۔ گوش: کان۔ داشت: رکھتا تھا۔ کزیناں: کہ ان میں سے۔ یکتن: ایک۔ آغوش: بغل۔ (۲) من: میں۔ ایں: یہ۔ گفتم: میں نے کہا۔ اکنوں: اب۔ ملک: بادشاہ۔ را: کو۔ است: ہے۔ رای: مشورہ۔ چناں: جیسے۔ کازمودم: کہ آزمودم، کہ آزمایا میں نے۔ نیز: بھی۔ آزمای: آزمالے۔

(۳) بنا خوب تر: بہت زیادہ بُری۔ شرح داد: شرح بیان کی۔ بدمرد: بُرا آدمی۔ را: کو۔ نیک روزے: اچھا دن۔ مباد: نہ ہو۔

(۴) بداندیش: بُرا سوچنے والا۔ بر: پر۔ خوردہ: عیب۔ چوں: جب۔ دست یافت: قابو پایا، اطلاع پائی۔ درون: دل۔ بآتش: آگ کے ساتھ۔ بتافت: گرم کیا۔ (۵) بخردہ: چنگاری سے۔ تواں افروختن: جلا سکتے ہیں۔ آتش: آگ۔ پس: پھر۔ آنگہ: اس وقت۔ کہن: پرانا۔ سوختن: جلانا۔ (۶) ملک: بادشاہ۔ چناں: ایسے۔ کرد: کیا۔ ایں: یہ۔ جوشش: اس کو جوش۔ بر آمد: نکل آیا۔ مرجل: تانبے کی دیگ۔ بسر: سر کو۔

(۷) غضب: غصہ۔ دست: ہاتھ۔ داشت: رکھا۔ سکوں: حوصلہ۔ درپیش: سامنے۔

(۸) پروردہ: پالا ہوا۔ کشتن: مار ڈالنا۔ مردی: بہادری، مروت۔ بود: ہووے۔ ستم: ظلم۔ درپئے: پیچھے۔ داد: بخشش۔ سردی: بدی۔

تشریح: (۱) سابق وزیر نے اپنی تحقیقات کا دائرہ اپنے ہی ایک ملازم کے گرد کھینچ دیا اور اسی ملازم کے چشم دید معاملے کو موجودہ وزیر کے دو غلاموں میں سے کسی ایک کو آغوش میں لیکر لطف اندوز ہونے کے حوالے سے اپنے بیان کو مبنی بر صداقت و حقیقت قرار دیا۔ (۲) سابق وزیر کے قول کے مطابق کہ میرا فرض منصبی تھا کہ اپنے ملازم کے چشم دید واقعہ کو سُن کر اصل صورتحال سے آگاہ کر دیا ہے جو کہ بادشاہ کی رائے پر نتیجہ خیز ثابت ہوگا کیونکہ اصل فیصلہ بادشاہ کی رائے کے تناظر میں ہی ممکن ہوگا۔ لہٰذا بادشاہ سلامت خود ہی تحقیقات کریں۔ (۳) وقت بُرا ہو یا اچھا آخر گذر جاتا ہے لیکن اگر کسی بُرے شخص کے ہاتھ اچھا وقت یعنی زمامِ حکومت کا آجانا ایسے ہے جیسے ملک و قوم کے وقار کو خود اپنے ہاتھوں ذلت و رسوائی کا سامان مہیا کرنا ہے۔ لہٰذا قوم کو ذلت سے بچانے کے لئے اسے وزارت سے ہٹانا ضروری ہے۔ (۴) بدخواہ کوئی بھی ہو وہ ہمیشہ بڑے بزرگوں کا دل دکھانے اور کسی مخالف کی بدخواہی کر کے اس سے متنفر کرنے کیلئے طرح طرح کی بدگمانیاں پیدا کرنا ہی اپنا مقصدِ زندگی سمجھتا ہے جیسا کہ سابق وزیر ایسے بدخواہ کو وزیرِ اعظم (مسافر درویش) کے خلاف بادشاہ کو بھڑکانے کا موقع مل گیا۔ (۵) اس شعر میں ایک تمثیل کے ذریعے کسی کو بھڑکانے یا بدگمان کرنے کے حوالے سے بات سمجھائی گئی ہے کہ صرف چنگاری کو شعلے میں بدلنا مشکل کام ہے۔ جب چنگاری شعلہ بن جاتی ہے تو پھر پورے جنگل کو آگ لگانا آسان ہو جاتا ہے۔ بادشاہ کو بھڑکانے کے لیئے سابق وزیر کے پاس چنگاری ہاتھ لگ گئی تھی۔ (۶) یہ انسانی فطرت ہے کہ جب انسان کسی پر اعتماد کر کے اہم ذمہ داری سونپتا ہے تو اعتماد کو ٹھیس پہنچنے پر غصے میں آگ بگولا ہو جاتا ہے۔ جس کی لگام غصے کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ غیظ و غضب میں اتنا آگے بڑھ جاتا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ کچھ یہی کیفیت بادشاہ کی بھی ہوئی تھی۔ (۷) چنانچہ بادشاہ نے غصے میں آکر وزیرِ اعظم (مسافر درویش) کو جان سے مار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن بادشاہ معاملہ فہم اور جہاں دیدہ آدمی تھا اس لیئے اس نے نہ صرف حوصلے سے کام لیا، بلکہ حقائق کا ادراک کرنے کے لیئے ماحول کا بغور مطالعہ کرنے لگا۔ (۸) پہلے دور کے بادشاہ اصول پسند اور حوصلہ مند ہوا کرتے تھے۔ اس لیئے بادشاہ نے اصول پرستی و حوصلہ مندی کا مظاہرہ کر کے وزیرِ اعظم (مسافر درویش) کی گردن مارنے سے باز آیا۔ کیونکہ بادشاہ کی یہ سوچ تھی کہ جسے انتہا کی جانچ پرکھ کے بعد منصب پر بٹھایا ہے اسے اتنی جلدی مار ڈالنا اچھا نہیں۔

میازار پروردۂ خویشتن	۱	چو تیر تو دارد بہ تیرش مزن
اپنے پروردہ کو مت ستا		جب وہ تیرا ترکش سنبھالے ہوئے ہے تو اسکو تیر نہ مار
بنعمت نبایست پروردنش	۲	چو خواہی بہ بیداد خوں خوردنش
نعمت سے اس کو نہ پالنا چاہیئے		جب تو ظلم سے اس کا خون پینا چاہتا ہے
ازو تا ہُنرہا یقینت نشد	۳	در ایوان شاہی قرینت نشد
اس کے ہنروں کا جب تک تجھے یقین نہ ہوگیا		وہ شاہی محل میں تیرا مصاحب نہ بنا
کنوں تا یقینت نگردد گناہ	۴	بگفتار دشمن گزندش مخواہ
اب جب تک خطا کا تجھے یقین نہ ہوجائے		دشمن کے کہنے سے اس کو نقصان نہ پہنچا
ملک در دل ایں راز پوشیدہ داشت	۵	کہ قول حکیماں نیوشیدہ داشت
بادشاہ نے اس راز کو پوشیدہ رکھا		کیونکہ وہ داناؤں کی بات سنے ہوئے تھا
دلست اے خردمند زندانِ راز	۶	چو گفتی نیاید بزنجیر باز
اے عقل مند، دل راز کا قید خانہ ہے		جب تو کہہ چکا تو وہ زنجیر سے واپس نہیں آتا
نظر کرد پوشیدہ در کارِ مرد	۷	خلل دید در رای ہشیار مرد
اس مرد کے کام کو پوشیدہ طور پر دیکھا		ہوشیار مرد کی رائے میں خلل دیکھا
کہ ناگہ نظر زی یکے بندہ کرد	۸	پری چہرہ در زیر لب خندہ کرد
کہ اس نے اچانک ان دونوں میں ایک کیطرف دیکھا		وہ پری جیسے چہرہ والا مسکرا دیا

(۱) میازار: مت ستا۔ پروردہ: پالا ہوا۔ خویشتن: اپنا۔ چو: جب۔ تیر تو: تیرا تیر۔ دارد: رکھتا ہے۔ بتیرش: تیر کے ساتھ اس کو۔ مزن: مت مار۔ (۲) نبایست پروردنش: اسکو نہیں پالنا چاہیئے۔ چوں: جب۔ خواہی: خوردن کے اوپر لگتا ہے، پینا چاہتا ہے۔ ش: اس کا۔ (۳) ازو: اس سے۔ تا: جب تک۔ ہنرہا: جمع۔ یقینت: تجھ کو یقین۔ نشد: نہیں ہوا۔ ایوان شاہی: شاہی محل۔ قرینت: تیرا نزدیکی ساتھی۔ (۴) کنوں: اب۔ تا: جبتک۔ نگردد: نہ ہوجاوے۔ گفتار: بات۔ گزندش: اس کی تکلیف۔ مخواہ: مت چاہ۔ (۵) ملک: بادشاہ۔ ایں: یہ۔ پوشیدہ داشت: پوشیدہ رکھا۔ کہ: کیونکہ۔ قول حکیماں: حکماء کی بات۔ نیوشیدہ داشت: اس نے سُن رکھی تھی۔

(۶) دلست: دل ہے۔ خردمند: عقلمند۔ زنداں: قید خانہ۔ چو: جب۔ گفتی: تونے کہدیا۔ نیاید: نہ آوے۔ باز: واپس۔ (۷) نظر کرد: دیکھا۔ پوشیدہ: چھُپ کر۔ در: میں۔ کار: کام۔ خلل: عیب۔ دید: دیکھا۔

(۸) ناگاہ: اچانک۔ زی یکے: ان میں سے ایک۔ بندہ: غلام۔ کرد: کی۔ پری چہرہ: پری کے چہرہ والا یعنی حسین۔ زیر لب: لبوں کے نیچے آہستہ سے۔ خندہ کرد: مسکرایا۔

تشریح: (۱) اس شعر میں دورِ قدیم کے ایک دستور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ قدیم زمانہ میں یہ دستور تھا کہ بادشاہ جس کو امن و امان میں رکھ لیتا تو اسے نشانی کے طور پر اپنا تیر دے دیتا تھا جسے دیکھ کر بادشاہ کے تمام مُلازم اس شخص کے اعزاز و اکرام میں پیش پیش رہتے تھے۔ (۲) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے۔ اس میں بادشاہ کی سوچ بیان کی گئی ہے کہ جس شخص کو کسی بھی طرح جان سے مارنا ہو تو پھر اس پر احسان نہیں کرنا چاہیئے۔ لیکن دورِ حاضر کے حکمران اپنا ظلم چھپانے کے لیئے پہلے کسی پر احسان کرتے ہیں پھر اُسے جان سے مار ڈالتے ہیں۔ (۳) اس شعر میں بھی بادشاہ کی سوچ بیان کی گئی ہے کہ یہ وہی مسافر درویش ہے جو اپنی ہنرمندی کی وجہ سے تمام اہلکاروں کے مقابلے میں شاہی محل میں سب سے زیادہ مقرب ہوا تھا۔ وزارت عظمیٰ کے منصب پر بٹھلاتے وقت کوئی معترض نہیں تھا۔ اب صرف دشمن کی باتوں میں آکر اسے نقصان پہنچانا دانشمندی نہیں ہے۔ (۴) اس شعر میں بادشاہ کی سوچ کا اظہار کیا گیا ہے کہ جس طرح اس کے کمالات کا یقین کئے بغیر اسے اپنے محل میں اہم مقام و منصب نہیں دیا تھا۔ اسی طرح صرف دشمن کی باتوں پر یقین کر کے بلا سوچے سمجھے اس کو تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔ (۵) جہاندیدہ اور متانت پسند بادشاہ ہمیشہ دانشوروں کے اقوال زریں سے نہ صرف واقفیت رکھتے ہیں۔ بلکہ ان پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں۔ شعر کے موصوف بادشاہ نے بھی عقلاء کی اس بات پر عمل کیا کہ راز اس وقت تک راز رہتا ہے جب تک اپنے دل میں قید ہے۔ چنانچہ اس نے کسی کو کچھ نہ بتایا بلکہ حقیقت احوال سے واقف ہونے کے لیئے خود ہی آزمانے پر آمادہ ہوا۔ (۶) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ بھید کو صرف اپنے ہی دل میں محدود رکھا جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر راز افشا ہونے کا اندیشہ ہے۔ بھید کھلنے پر نہ جانے کیا سے کیا ہوجائے۔ چنانچہ بادشاہ نے جہاندیدہ و دانشوراًنہ اقدام کیا کہ مصلحتاً خاموش رہا۔ (۷) بادشاہ نے حقیقت سے آگاہ ہونے کے لیئے وزیر اعظم (مسافر درویش) اور غلاموں سے تعلقات کے حوالے سے حالات کا خود جائزہ لیا۔ جسے وہ صرف مرد سمجھتا تھا وہ ایک ہوشیار و چالاک مرد نکلا۔ چنانچہ بادشاہ نے گڑبڑ محسوس کی۔ (۸) چونکہ موجودہ وزیر اعظم (مسافر درویش) بادشاہ کے کمال حد تک یقین دلانے میں کامیابی حاصل کرنے کے باعث بادشاہ کی خفیہ کارروائی سے غافل تھا۔ اسی غفلت کے عالم میں جب اچانک اس نے غلام کی طرف دیکھا تو وہ پیغام محبت کے سبب مسکرا دیا اور بادشاہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا کہ وزیر کے خلاف شکایات میں صداقت ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	دو کس را کہ باہم بود جان و ہوش	حکایت کنانند وایشاں خموش
	ایسے دو شخص کہ انکی جان اور ہوش ایک ہوں	آپس میں بات کر لیتے ہیں اور چپ رہتے ہیں
۲	تو دانی کہ صاحب نظر زیر زیر	نگردد چو مستسقی از دجلہ سیر
	تو جانتا ہے کہ چپکے دیکھنے والا	سیراب نہیں ہوتا جیسا کہ استسقاء کی بیماری والا دجلہ
۳	ملک را گمان بدی راست شد	بسودا بر و خشمگیں خواست شد
	بادشاہ کے پیٹے بدی کا گمان یقینی ہوگیا	جنون سے اس پر غضب ناک ہوگیا
۴	ہم از حسن تدبیر و رائے تمام	باہستگی گفتش اے نیک نام
	پھر بھی حسن تدبیر اور مکمل رائے سے	چپکے سے اس کو کہا کہ اے نیک نام
۵	ترا من خردمند پنداشتم	بر اسرار ملک ایں داشتم
	میں نے تجھے عقل مند سمجھا	سلطنت کے رازوں پر امین بنایا
۶	گماں بردمت زیرک و ہوشمند	ندانستمت خیرہ و ناپسند
	میں نے تجھے عقلمند اور باہوش گمان کیا	تجھے بے حیا اور ناپسند نہ جانا
۷	چنیں مرتفع پایہ جائے تو نیست	گناہ از من آمد خطائے تو نیست
	ایسا بلند مرتبہ تیری جگہ نہیں ہے	میری غلطی ہوئی اور تیری کچھ خطا نہیں ہے
۸	کہ چوں بدگہر پرورم لاجرم	خیانت روا دارد م در حرم
	جب میں کسی بد اصل کی پرورش کروں تو لامحالہ	میرے حرم میں خیانت روا رکھے گا
۹	بر آورد سر مرد بسیار داں	چنیں گفت با خسرو کارداں
	بہت کچھ جاننے والے مرد نے سر اٹھایا	قوم کے بادشاہ سے یہ کہا

(۱) دو کس: دو شخص۔ باہم: اکٹھے۔ بود: ہووے۔ کنانند: کرایا کرتے ہیں۔ وایشاں: حالانکہ وہ۔
(۲) دانی: تو جانتا ہے۔ صاحب نظر: دیکھنے والا۔ زیر زیر: نیچے نیچے، یہ نظر کی صفت ہے کہ چپکے چپکے دیکھنے والا۔ نگردد: نہیں ہوتا۔ مستسقی: استسقاء والا، ایک مرض جس میں سمندر بھی پی جائے تو مریض سیر نہیں ہوتا۔ دجلہ: عراق کا ایک دریا جو بغداد میں بہتا ہے۔ (۳) ملک: بادشاہ۔ راست شد: درست ہوگیا۔ بسودا: جنون سے۔ برو: اس پر۔ خشمگیں: ناراض۔ خواست: ہونا، چاہا۔ (۴) ہم: بھی۔ حسن تدبیر: تدبیر کی اچھائی۔ رائے تمام: مکمل رائے۔ گفتش: اس کو کہا۔ (۵) ترا: تجھ کو۔ من: میں۔ پنداشتم: میں نے سمجھا۔ اسرار: جمع سر، راز۔ ایں: امانت دار۔ داشتم: میں نے رکھا۔ (۶) گماں: خیال۔ بردمت: لے گیا میں تجھ کو۔ زیرک: عقلمند۔ ہوشمند: ہوشیار۔ ندانستمت: میں نے تجھ کو نہیں جانا۔ خیرہ: بے حیا۔
(۷) چنیں: ایسا۔ مرتفع: بلند۔ پایہ: مرتبہ۔ جائے: جگہ۔ نیست: نہیں ہے۔ از من: مجھ سے۔ آمد: آیا۔ خطائے تو: تیری غلطی۔ (۸) کہ: کیونکہ۔ چوں: جب۔ بدگہر: بدذات۔ پرورم: پالوں میں۔ لاجرم: بے شک۔ روا: جائز۔ دارد م: رکھیگا۔ میم حرم کے ساتھ لگتی ہے میرے حرم میں یعنی گھر میں۔
(۹) برآورد: نکالا۔ بسیار داں: بہت جاننے والا۔ چنیں: ایسے۔ گفت: کہا۔ خسرو: بادشاہ۔ کارداں: کام جاننے والا یعنی تجربہ کار۔

تشریح (۱) جنہوں کا عشق صادق ہو وہ کب فریاد کرتے ہیں۔ لبوں پر مُہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں۔ عشق و محبت میں یہ ریت چلی آرہی ہے کہ عاشق و معشوق یک جان دو قالب ہونے کے باعث بات کرنے کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ آنکھیں ملتی ہیں اور دل مچل مچل کر لڑتے ہیں۔ (۲) اس شعر میں عشق کے متوالوں کے نظر بھر کر دیکھنے کے بار بار عمل کو استسقاء کے مریض سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح استسقاء کا مریض پورا دریا دجلہ پی جائے تو پیٹ نہیں بھرتا اسی طرح عشق کے مریض کا دل بھی بار بار دیکھے بغیر نہیں بھرتا۔ (۳) بادشاہ نے جب خود عشق و محبت کے کھیل کو دیکھا اور رموز عشق کی روشنی میں وزیر اور غلام کی اداؤں کو پرکھا تو اسے یقین کرنا پڑا یقین کی اس کیفیت سے دوچار ہو کر جوش میں انتہائی قدم اٹھانا چاہا مگر حوصلہ مندی کا مظاہرہ کیا۔ (۴) اس شعر میں بادشاہ کی حوصلہ مندی، اس کی ذہنی وطبعی مزاج کی عکاسی ہو رہی ہے کہ غصے کی حالت میں بھی بادشاہ نے صبر و تحمل کا دامن نہ چھوڑا اور خود کو ضمیر کی عدالت میں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اے نیک نام میں نے تجھے کیا سمجھا اور تو کیا نکلا۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ بادشاہ زیر لب گویا ہوا کہ میں نے تو تجھے عقلمند سمجھ کر ملک کے بہت بڑے عہدے پر بٹھا کر ملک و قوم کا امین بنایا تھا لیکن اے وزیر تو نے میرے فائز کردہ عہدے کی لاج نہیں رکھی۔ (۶) یہ شعر بھی پہلے دو شعروں کا تکملہ ہے کہ بادشاہ پورے معاملے کو دیکھ کر زیر لب خود سے مخاطب ہوتے ہوئے محو گفتگو ہے کہ جسے میں نے عقلمند اور شریف النفس خیال کیا تھا وہ تو بے شرمی و ناپسندیدگی کی تمام حدود پھلانگ چکا ہے۔ (۷) جو شخص شریف الطبع ہوتا ہے وہ فطری طور پر اپنی ہی غلطیوں پر پشیمان ہوتا ہے۔ دوسروں کو وہ مطعون نہیں کرتا۔ چنانچہ بادشاہ کے اس عمل سے ثابت ہوگیا کہ بادشاہ شرافت کا پتلا تھا اس نے وزیر پر کوسنے برسانے کے بجائے اپنی جلدبازی و غلطی کا اعتراف کیا اور کہا کہ یہ بلند مقام تری اہلیت سے بالاتر ہے مگر اس میں قصور میرا اپنا ہی ہے (۸) ہر شریف آدمی اپنے محسن کا احسان مند رہتا ہے۔ بدذات اور کمینہ آدمی سب سے پہلے اپنے محسن کو ہی ڈستا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے اسی فطری تقاضے کا اظہار کیا ہے۔ (۹) وزیر اعظم بھی بہر حال ہوشیار تھا اس نے بادشاہ کی خفیہ کارروائیوں کی اطلاع پالی تھی اور بادشاہ کی روش سے اندازہ کر لیا تھا اس لیے وزیر نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرے خلاف جو کچھ کہا گیا ہے وہ مبنی بر حقیقت نہیں

مرا چوں بود دامن از جُرم پاک	۱	نیاید خبث بد اندیش باک
جب میرا دامن جُرم سے پاک ہو		دشمن کی خباثت کی کوئی پرواہ نہیں ہے
بخاطر برم ہرگز ایں ظن نرفت	۲	ندانم کہ گفت ایں چہ بر من نرفت
میری طبیعت میں ہرگز یہ خیال نہ گذرا تھا		نہ معلوم کس نے ایسی بات کہی جو مجھ پر نہیں گزری
شہنشہ بر آشفت کا نیک وزیر	۳	تعلّل میندیش وحجت مگیر
بادشاہ نے بگڑ کر کہا کہ اس وزیر نے		اب بہانے نہ تراش اور حجت بازی نہ کر
تبسم کناں دست برلب گرفت	۴	کزو ہرچہ گوید نیاید شگفت
اس نے مسکراتے ہوئے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا		کہ وہ تو جو کچھ کہے اس پر تعجب نہیں ہے
حسود یکہ بیند بجائے خودم	۵	کجا بر زباں آورد جز بدم
وہ حاسد جو اپنی جگہ مجھے دیکھ رہا ہو		اسکی زبان پر بدی کے علاوہ میرے متعلق اور کیا آسکتا ہے
من آں ساعت انگاشتم دشمنش	۶	کہ بنشاند شہ زیر دستِ منش
میں نے تو اس کو اسی وقت دشمن سمجھ لیا تھا		جب بادشاہ نے اس کو میرے ماتحت بٹھا دیا تھا
چو سلطاں فضیلت نہد بر ویم	۷	نداند کہ دشمن بود در پیم
جب بادشاہ نے مجھے اس پر فضیلت دیدی تھی		بادشاہ یہ نہ سمجھا تھا کہ وہ میرے درپے دشمن ہے
مرا تا قیامت نگیرد بدوست	۸	چو بیند کہ در عزّ من ذلّ اوست
مجھے قیامت تک وہ آدمی دوست نہیں سمجھ سکتا		جو یہ دیکھ رہا ہو کہ میری عزت میں اسکی ذلت ہے
برنیت بگویم حدیثے درست	۹	اگر گوش با بندہ داری نخست
اس پر میں تجھے ایک صحیح قصہ سناتا ہوں		اگر ابتدائً آپ خادم کی بات سنیں

(۱) مرا: میرا۔ بود: ہووے۔ نیاید: نہیں آتا۔ خبث: خباثت، بدی۔ بد اندیش: بُرا سوچنے والا یعنی دشمن۔ باک: خوف۔ (۲) بخاطر: دل میں۔ برم: مجھ پر یہ بر زائد ہے۔ ظن: گمان۔ نرفت: نہیں چلا۔ ندانم: میں نہیں جانتا۔ کہ: کس نے۔ گفت: کہا۔ ایں چہ: یہ جو کچھ۔ برمن: مجھ پر۔ نرفت: نہیں چلا۔ (۳) بر آشفت: غصہ میں بھر آیا۔ کانیک: کہ انیک ایں کا مصغر ہے۔ تعلل: بہانہ تراشی کرنا۔ میندیش: مت سوچ۔ حجت: خواہ مخواہ کی دلیل۔ مگیر: مت پکڑ۔ (۴) تبسم: مسکراہٹ۔ کناں: کرتے ہوئے۔ دست: ہاتھ۔ برلب: ہونٹوں پر۔ گرفت: لے گیا۔ کزو: کہ۔ ہرچہ: جو کچھ۔ گوید: کہے۔ نشاید شگفت: تعجب کرنا چاہیے۔ (۵) حسودیکہ: جو حاسد کہ۔ بیند: دیکھتا ہے۔ بجائے: جگہ پر۔ خودم: یہ میم بیند کا مفعول ہے۔ کجا: کہاں۔ آورد: لاوے۔ جز: سوائے۔ بدم: میری بُرائی۔ (۶) من: میں۔ آں ساعت: اسی گھڑی۔ انگاشتم: میں نے جان لیا۔ دشمنش: اس کو دشمن۔ کہ: جبکہ۔ بنشاند: بٹھایا۔ شہ: بادشاہ۔ زیردست: ماتحت۔ منش: اس کو میرے (۷) چوں: جب۔ سلطاں: بادشاہ۔ نہد: رکھتا ہے۔ بر ویم: برُوئے ام: اس پر مجھ کو۔ نداند: نہیں جانتا۔ بود: ہو جاویگا۔ در پیم: درپئے ام: بعد میں میرا۔ (۸) مرا: مجھ کو۔ تا: تک۔ نگیرد: نہیں پکڑتا۔ بدست: با زائد۔ چوں: جب۔ بیند: دیکھتا ہے۔ عز: عزت۔ ذل: ذلت۔ من: میری۔ ذل اوست: اس کی ذلت ہے۔ (۹) برنیت: اس پر تجھ کو۔ بگویم: میں کہتا ہوں۔ حدیثے: ایک بات۔ درست: صحیح۔ گوش: کان۔ با بندہ: بندہ کی طرف۔ داری: تو رکھے۔ نخست: پہلے۔

تشریح: یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ وزیر (مسافر درویش) نے بادشاہ سے کہا کہ جب میں کسی گناہ میں ملوث نہیں تو مجھے بدخواہوں کی خباثت کا کوئی خوف نہیں۔ کیونکہ فطری طور پر ہمیشہ وہی لوگ خوفزدہ رہتے ہیں جن کے دل میں چور ہوتا ہے۔ (۲) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ اے بادشاہ سلامت میرے بارے میں آپ کو جو کچھ بھی کہا گیا ہے میں اس سے قطعی طور پر بری الذمہ ہوں۔ کیونکہ غلط کاری کا تو مجھے وہم و گمان تک نہیں۔ لیکن وہ لاکھ پڑھتا رہے پیار کے منتر ساجد۔ جن کی فطرت میں ہو ڈسنا وہ ڈسا کرتے ہیں۔ (۳) جب بادشاہ نے وزیر اعظم کے منہ سے ان تمام باتوں کی تردید سنی جنہیں غلام کے حوالے سے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا تو بتقاضائے فطرت انسانی بادشاہ غضب ناک ہو کر وزیر سے سخت لہجے میں مخاطب ہوا اور کہا کہ یہ سب کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ اب بہانے بازی نہیں چلے گی۔ (۴) وزیر (مسافر درویش) نے بادشاہ کے غصہ سے بے اعتنائی کرتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیری اور کہا کہ معزول وزیر اپنی حسد بھری طبع کے مطابق میرے بارے میں جو کچھ کہے وہ توقع کے عین مطابق ہے (۵) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ جو وزیر اپنی تمام خدمات کے باوجود وزارت کے عہدے سے معزول ہو کر مجھے اپنے منصب پر دیکھتا ہے وہ میری بدگوئی ہی کرے گا۔ اس سے تعریف یا بھلائی کی اُمید کیسے کی جاسکتی ہے۔ وزیر نے بادشاہ کو بتا دیا کہ یہ ساری کارستانی اسی وزیر کی ہے۔ (۶) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ بادشاہ کو وزیر (مسافر درویش) یہ باور کرا رہا ہے کہ سابق وزیر کی معزولی کے بعد وزارت عظمیٰ کے منصب پر میری تقرری اسے میری دشمنی پر ہی اکسائے گی چنانچہ یہ فطری ردعمل میں نے پہلے دن سے ہی بھانپ لیا تھا۔ (۷) اس شعر میں بھی پہلے شعر کی تکمیل ہو رہی ہے کہ وزیر (مسافر درویش) نے بادشاہ کی متانت و جہاندیدگی کے پیش نظر اسے یہ احساس دلانے کی کوشش کی کہ محلاتی سازشوں میں یہ کارروائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ کیونکہ اقتدار پرست لوگ کسی کی صلاحیت کو نہیں دیکھتے بلکہ اپنی ہوس اقتدار پر نظر رکھتے ہیں۔ خواہ ملک و قوم کی سلامتی داؤ پر ہی کیوں نہ لگ جائے (۸) بادشاہ کو محلاتی سازشوں کے داؤ پیچ سے آگاہ ہونا چاہیئے کہ جس شخص کو معزول کر کے مجھے عزت بخشی ہے وہ شخص کبھی بھی میرا دوست نہیں بن سکتا۔ کیونکہ میری عزت میں اسے اپنی ذلت محسوس ہوتی ہے۔ یہ احساس اسے ہر وقت آگ بگولا کیئے رکھتا ہے (۹) یہ شعر پہلے شعر کو مکمل کر رہا ہے کہ موجودہ وزیر (مسافر درویش) نے شاہی آداب بجالاتے ہوئے بادشاہ کو ایک ایسا ہی سچا واقعہ سنانے کی گذارش کی۔ سنائے جانیوالے واقعہ کی صداقت پر بادشاہ کا یقین کرنا محلاتی سازش کو ناکام بنانے میں خاطر خواہ معاون ثابت ہوگا۔

مِثَل

کہاوت

۲	مرا ابلیس را دید شخصے بخواب	بقامت صنوبر بروی آفتاب
	ایک شخص نے خاص شیطان کو خواب میں دیکھا	جو قد میں صنوبر کیطرح اور جس کا چہرہ آفتاب کیطرح تھا
۳	نظر کرد و گفت اے نظیر قمر	ندارند خلق از جمالت خبر
	اس نے اس کو دیکھا اور کہا کہ اے چاند جیسے	لوگوں کو تیرے حسن کی خبر نہیں ہے
۴	ترا سہمگیں روئے پنداشتند	بگرمابہ در زشت بنگاشتند
	تجھے خوفناک چہرہ والا سمجھے ہیں	حمام میں بری تصویر بناتے ہیں
۵	بخندید و گفت آں نہ شکل منست	ولیکن قلم در کف دشمنست
	وہ ہنسا اور اس نے کہا کہ وہ میری شکل نہیں ہے	لیکن قلم دشمن کے ہاتھ میں ہے
۶	بر انداختم بیخ شاں از بہشت	کنونم بکیں می نگارند زشت
	میں نے انکی جڑ بہشت سے اکھاڑ پھینکی ہے	تو اب مجھے کینہ کی وجہ سے اچھا نہیں سمجھتے
۷	مرا ہمچنیں نام نیک ست لیک	ز علت نگوید بد اندیش نیک
	میرا تو ویسا ہی بھلا نام ہے	لیکن دشمن حسد کی وجہ سے اچھا نہیں کہتے ہیں
۸	وزیرے کہ جاہ من آبش بریخت	بفرسنگ باید ز مکرش گریخت
	وہ وزیر جسکی آبرو میرے مرتبہ نے بہادی ہے	اس کے مکر سے ایک فرسخ بھاگنا چاہیے

(۱) مثل: کہاوت۔
(۲) مرا: خاص زائد ہے۔ ابلیس: شیطان۔ را: کو۔ دید: دیکھا۔ شخصے: ایک شخص۔ بخواب: خواب میں۔ بقامت: قد میں۔ صنوبر: چیڑ کا درخت۔ برو: چہرہ میں۔ آفتاب: سورج۔ (۳) نظر کرد: اس نے دیکھا۔ گفت: اس نے کہا۔ نظیر: مثل۔ قمر: چاند۔ ندارند: نہیں رکھتے۔ خلق: مخلوق۔ جمالت: تیرا جمال و حسن۔ (۴) ترا: تجھ کو۔ سہمگیں: خوفناک۔ روئے: چہرہ۔ پنداشتند: انہوں نے سمجھا۔ بگرمابہ: حمام میں۔ در: زائد۔ زشت: برا۔ بنگاشتند: نقش کی انہوں نے۔ (۵) بخندید: ہنس پڑا۔ گفت: اس نے کہا۔ آں: وہ۔ شکل منست: میری شکل ہے۔ کف: ہاتھ۔ دشمنست: دشمن ہے۔
(۶) بر انداختم: میں نے اکھیڑ ڈالی ہے۔ بیخ شاں: ان کی جڑ۔ کنونم: اب مجھ کو۔ بکیں: کینے کی وجہ سے۔ می نگارند: نقش کرتے ہیں۔ زشت: برا۔ (۷) مرا: میرا۔ ہمچنیں: ویسے ہی۔ است: ہے۔ لیک: لیکن۔ زعلت: علت کی وجہ سے۔ نگوید: نہیں کہتا۔ بداندیش: برا سوچنے والا۔ (۸) وزیرے کہ: جو وزیر کہ۔ جاہ من: میرا مرتبہ۔ آبش: اس کی عزت۔ بریخت: گرادی۔ بفرسنگ: تین میل۔ باید: چاہیے۔ ز مکرش: اس کے مکر سے۔ گریخت: کے اوپر باید لگا ہے، بھاگنا چاہیے۔

تشریح: (۱) یہ حکایت سنانے کا مقصد یہ ہے کہ کسی شخص کو دشمن کے بہکاوے میں آکر فوری طور پر ایسا کوئی اقدام نہیں کرنا چاہیئے جو بعد میں پچھتاوے یا ظلم کا سبب بنے کیونکہ عام طور پر دشمن ہمیشہ دوسرے کے بارے میں بھیانک تصویر کشی کرتا ہے جبکہ حکومتی حریف تو اس سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔
(۲) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کے ساتھ حکایت کا ابتدائی حصہ پیش کر رہا ہے کہ ایک شخص نے شیطان کو خواب میں انتہائی خوبصورت شکل میں دیکھا تو وہ حیران رہ گیا کیونکہ لوگوں میں اس کے کالے کرتوتوں کی وجہ سے شیطان کی تصویر بھی انتہائی گھناؤنی ہے۔ (۳) جس شخص نے شیطان کو خواب میں حسین و جمیل دیکھا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ شیطان سے کہنے لگا کہ کیا تیرے حسن و جمال کا علم لوگوں کو نہیں یا یہ کہ تو اتنا خوبصورت ہے پھر بھی تیرے کرتوت گھٹیا ہیں۔ تعجب ہے۔ کہیں کے گورے رنگ پہ نہ جالے غالب: (۴) چونکہ لوگوں کی نظروں میں شیطان کا گھٹیا پن مشہور ہے اس لیئے ان کے ذہنوں میں شیطان کی بدصورتی کے حوالے سے ایک مخصوص تصور جاگزیں ہے کہ جسطرح شیطان کا کردار بھیانک ہے اسیطرح وہ خود بھی کریہہ الصورت ہوگا۔ خواب میں یہی ذہنی تصور بتایا گیا ہے۔ (۵) خواب میں شیطان نے اس شخص کی نظر میں اپنے حسن و جمال کا تاثر اور تعجب دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا کہ یہ میری اصل شکل نہیں ہے۔ واقعی یہ درست ہے کہ جس کا کردار غلط ہے وہ خوبصورت ہونے کے باوجود بھی درحقیقت بدشکل ہے۔ یہ تو تصویر بنانے والے کے قلم پر منحصر ہے کہ وہ جیسی چاہے تصویر بنادے۔ درنہ اصل خوبصورتی بلند کرداری میں پوشیدہ ہے
(۶) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی کا دشمن ہو جاتا ہے تو خواہ دشمن کتنا ہی خوبصورت اور بلند کردار کیوں نہ ہو اس کی نظر میں (دشمنی کی وجہ سے) وہ (دشمن) بدکردار اور بدصورت ہی ہوتا ہے۔ یہی حال ابن آدم نے میرے ساتھ کر رکھا ہے۔ (۷) وزیر نے اپنی بات کہہ کر بادشاہ کے سامنے صفائی پیش کر دی کہ میں تو ویسے ہی نیک نام اور اچھے کردار کا مالک ہوں لیکن شیطان کی طرح دشمن مجھے کبھی بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھتا کیونکہ دشمن کی فطری اقتضا ہی یہی ہے۔ (۸) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ موجودہ وزیر نے بادشاہ کے سامنے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے شیطان کی خوبصورتی اور دشمن کی بھیانک تصویر کشی کے بعد وزیر (مسافر درویش) سابق وزیر کا کیا دھرا اقرار دیکر دشمن کی فطرت و سرشت سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ دشمن کے انتقام سے میلوں دور رہنے کی تمنا کی۔

ولیکن نیندیشم از خشمِ شاہ لیکن مجھے بادشاہ کے غصہ کی فکر نہیں ہے	۱	دلاور بود در سخن بے گناہ بے قصور انسان بات کہنے میں جری ہوتا ہے
چو حرفم برآید درست از قلم جب میرے قلم سے بات صحیح نکلتی ہے	۲	مرا از ہمہ حرف گیراں چہ غم مجھے سب نکتہ چینیوں کا کیا غم ہے
نیاوردہ عامل غش اندر میاں جس کارکن نے معاملہ میں کھوٹ نہ کیا ہو	۳	نیندیشد از رفع دیوانیاں تو وہ دفتر والوں کے دعوے سے نہیں ڈرتا
اگر محتسب گردد آں را غمست اگر محتسب چکر لگائے تو اسکو فکر ہوگی	۴	کہ سنگِ ترازوئے بارش کمست جس کی ترازو کے باٹ کم ہوں
ملک در سخن گفتنش خیرہ ماند بادشاہ اسکے بات کرنے سے حیران ہو گیا	۵	سر دست فرماں دہی برفشاند حکمرانی کے ہاتھ پیٹنے لگا
کہ مجرم بزرق و زباں آوری کہ مجرم مکاری اور زبان درازی سے	۶	ز جرمیکہ دارد نگردد بری اس جرم سے نہیں بچ سکتا جو اس نے کیا ہے
ز خصمت ہمانا کہ نشنیدہ ام میں نے صرف تیرے مخالف سے نہیں سنا ہے	۷	نہ آخر بچشم خودت دیدہ ام کیا میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا ہے
کزیں زمرۂ خلق در بارگاہ کہ دربار میں اتنے لوگوں کے مجمع میں	۸	نمی باشدت جز در اینان نگاہ تیری نگاہ ان کے علاوہ کسی پر نہیں پڑتی
بخندید مرد سخن گوی و گفت بات کرنے والا مرد ہنسا اور کہا	۹	حقست ایں سخن حق نشاید نہفت یہ بات سچی ہے سچائی نہ چھپانی چاہیئے

(۱) نیندیشم: میں نہیں سوچتا۔ نہیں ڈرتا۔ خشم: غصہ۔ دلاور: دلیر۔ بود: ہوتا ہے۔ سخن: بات۔
(۲) چو: جب۔ حرفم: میرا حرف۔ برآید: نکلتا ہے۔ مرا: مجھ کو۔ از ہمہ: تمام سے۔ حرف گیراں: حرف پکڑنے والے عیب گیر۔ چہ: کیا۔
(۳) نیاوردہ: نہ لایا ہوا۔ عامل: کارندہ۔ غش: کھوٹ۔ اندر میاں: بیچ میں۔ نیندیشد: نہیں ڈرتا۔ رفع: دعویٰ دائر کرنا۔ دیوانیاں: دفتر والے۔ (۴) محتسب: حساب لینے والا۔ گردد: گھومے۔ آں را: اس کو۔ غمست: غم ہے۔ سنگ ترازو: ترازو کے باٹ۔ بارش: اس کا بوجھ۔ کم است: کم ہے۔
(۵) ملک: بادشاہ۔ سخن: بات۔ گفتنش: اس کا کہنا۔ خیرہ ماند: حیران رہ گیا۔ سر دست: ہاتھ کا پنجہ۔ فرماں دہی: حکمرانی۔ برفشاند: جھاڑا، پیٹا۔ (۶) بزرق: مکر کے ساتھ۔ زباں آوری: زیادہ باتیں بنانا۔ ز جرمیکہ: اس جرم سے جو کہ۔ دارد: رکھتا ہے۔ نگردد: نہیں ہو سکتا۔ (۷) ز: سے۔ خصمت: تیرا دشمن۔ ہمانا: یقیناً۔ نشنیدہ ام: میں نے نہیں سنا ہے۔ بچشم خودت: اپنی آنکھوں سے تجھ کو۔ دیدہ ام: میں نے دیکھا ہے۔
(۸) کزیں: کہ اس سے۔ زمرۂ خلق: خلقت کا مجمع۔ بارگاہ: دربار۔ نمی باشدت: نہیں ہوتی تیری۔ جز: سوائے۔ در اینان: ان میں۔
(۹) بخندید: ہنس پڑا۔ سخن گوی: بات کرنے والا۔ گفت: اس نے کہا۔ حقست: سچ ہے۔ ایں: یہ۔ سخن: بات۔ نشاید نہفت: چھپانا نہیں چاہیئے۔

تشریح: (۱) اس شعر میں وزیر نے ہر اس شخص کی فطرت سے آگاہ کیا جو دیانتدار اور بے قصور ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو کسی کے غضب ناک ہونے کا کوئی خوف نہیں ہوتا کیونکہ بیگناہ آدمی اندر سے مطمئن ہوتا ہے۔ اگر اسے بے قصور ہونے کے باوجود سزا ملے گی تو وہ مظلوم ہوگا۔ اگر سزا نہ ملے گی تو یہ اس کا حق ہے۔ دونوں صورتوں میں بیگناہ شخص سرخرو ہوتا ہے۔ (۲) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ بقول وزیر (مسافر درویش) جب میرے قلم سے غلط حرف نکلا ہی نہیں تو پھر حرف گیروں کا مجھے غم یا خوف کیوں ہونا چاہیئے لیکن دورِ حاضر میں عموماً ایسے ہی لوگ گرفت میں آتے ہیں جو سچے اور دیانتدار ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ درحقیقت انہیں حکمران کے سامنے بیباک ہونے کی سزا دی جاتی ہے۔ ایسی صورتحال سے اللہ کی پناہ۔ (۳) جو افسر اپنے معاملات میں کرپٹ یا بددیانت نہیں ہوتا اسے دفتری حاسدین کے حسد اور خفیہ کارگزاریوں کی پرواہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ دل میں خوف پیدا کرنے والی چیز بددیانتی ہوتی ہے! اچھے حکمرانوں کی نظر میں دیانتداری اعلیٰ کردار کی علامت ہوتی ہے۔ (۴) حکومتی کارندے کا خوف اسی کے دل میں ہوتا ہے جس کے دل میں چور ہو یا وہ ناپ تول میں کمی کرنے کی غرض سے اپنے ترازو میں گڑبڑ کرتا ہے۔ وزیر نے بادشاہ کے سامنے اپنی دلیری و بیباکی کا جواز پیش کر کے دانشمندانہ انداز میں خود کو بے گناہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ وزیر (مسافر درویش) نے بادشاہ کے آنکھوں دیکھے حال کو غلط ثابت کرتے ہوئے خود کو بیگناہ قرار دیا تو بادشاہ حیرانی کے عالم میں سٹپٹا گیا کیونکہ بادشاہ کو وزیر کی دلیری و بیباکی اور بیگناہی کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ (۶) بادشاہ نے وزیر کی خلاف توقع بیگناہی کے ثبوت مہیا ہونے کے بعد یہ احساس محسوس کیا کہ اگر مجرم ہوشیار اور طرار ہو تو اسے صرف تیز طراری کا فائدہ دے کر سزا سے بری نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ مجرم کا خود کو بیگناہ ثابت کرنے کے لیئے تیز طرار ہونا کافی نہیں۔ (۷) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ بادشاہ کا یہ تاثر صرف معزول وزیر اعظم کی وجہ سے نہیں بلکہ خفیہ طور پر تیرے جرم کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ اسے پھر بھی معزول وزیر اعظم کی حسد بھری مہم اور محلاتی سازش کا خفیہ حصہ قرار دے رہے ہو۔ (۸) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ شاہی دربار میں بہت سے لوگ موجود ہوتے ہیں لیکن تیری نظر سوائے خوبصورت غلاموں کے کسی اور کی طرف نہیں اٹھتی۔ لہٰذا تمہاری نظر بازی قصوروار ثابت کرنے کے لیئے کافی ہے۔
(۹) اس شعر میں وزیر (مسافر درویش) نے اپنی نظر بازی کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اپنی نظر بازی کا پس منظر پیش کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اے بادشاہ نظر بازی کے حوالے سے آپ نے جو کچھ دیکھا وہ برحق ہے اور مبنی برحق بات چھپانا اچھا نہیں ہوتا۔

۱	دریں نکتہ ہست اگر بشنوی	کہ حکمت رواں باد دولت قوی
	اگر آپ سنیں تو اس میں ایک نکتہ ہے	خدا کرے آپکی دانائی جاری اور حکومت قوی رہے
۲	نہ بینی کہ درویش بیدست گاہ	بحسرت کند در توانگر نگاہ
	کہ بادشاہ کو نظر نہیں آتا کہ بے طاقت فقیر	مالدار کو حسرت سے دیکھتا ہے
۳	مرا دستگاہِ جوانی برفت	بلہو و لعب زندگانی برفت
	میری جوانی کی طاقت جاتی رہی	جوانی کھیل کود میں ختم ہو گئی
۴	زدیدارِ ایناں ندارم شکیب	کہ سرمایہ داران حسنند و زیب
	ان کے دیکھنے سے میں نہیں رک سکتا	اسلئے کہ وہ زینت اور حسن کے سرمایہ دار ہیں
۵	مرا ہمچنیں چہرہ گلفام بود	بلوریم از خوبی اندام بود
	میرا بھی کبھی ایسا ہی پھول جیسا چہرہ تھا	حسن میں میرا جسم بھی بلور کیطرح تھا
۶	دریں غایتم رشت باید کفن	کہ مویم چو پنبہ ست و دوکم بدن
	اب اس انتہا پر مجھے یقین بننا چاہیئے	اسلئے کہ میرے بال گالا اور بدن تکلا ہو گیا ہے
۷	مرا ہمچنیں جعد شبرنگ بود	قبا در بر از نازکی تنگ بود
	میرے بھی رات کیطرح کالے گھونگروالے بال تھے	نزاکت کی وجہ سے قبا بدن پر تنگ تھی
۸	دو رستہ دُرم در دہاں داشت جائے	چوں دیوارے از خشتِ سیمیں بپائے
	دو طرفہ موتی میرے منہ میں تھے	جیسے کہ چاندی کی اینٹوں کی دیوار کھڑی ہے
۹	کنونم نگہ کن بوقتِ سخن	بیفتاد یک یک چو جسرِ کہن
	اب بات کرتے وقت میری طرف نگاہ کر	پرانے پل کی طرح ایک ایک کرکے گر گئے

(۱) دریں: اس میں۔ نکتہ: ایک نکتہ۔ ہست: ہے۔ بشنوی: تو نے سنے۔ حکمت: دانائی۔ رواں باد: جملہ دعائیہ جاری رہے۔ دولت: حکومت۔ قوی: مضبوط۔ (۲) نہ بینی: تو نہیں دیکھتا۔ درویش: فقیر۔ بے دستگاہ: بے قوت، بے سرمایہ۔ بحسرت: افسوس سے۔ کند: کرتا ہے۔ توانگر: مالدار۔ (۳) مرا: میرا۔ دستگاہ: قوت۔ برفت: وہ گیا۔ لہو: کھیل۔ لعب: دل لگی۔ (۴) ایناں: یہ سب۔ ندارم: میں نہیں رکھتا۔ شکیب: صبر۔ سرمایہ داراں: پونجی رکھنے والے۔ زیب: زینت۔ (۵) مرا: میرا۔ ہمچنیں: ایسے ہی۔ گلفام: پھول جیسا۔ بود: تھا۔ بلوریم: میرا بلور جیسا۔ خوبی: خوبصورتی۔ اندام: جسم۔ (۶) دریں: اس میں۔ غایتم: غایت: حد۔ م: مجھ کو۔ رشت باید: کاتنا چاہیئے۔ کفن: وہ تین یا پانچ کپڑے جو میت کو پہنائے جاتے ہیں۔ کہ: جبکہ۔ مویم: میرے بال۔ چوں: جیسے۔ پنبہ: روئی۔ (۷) مرا: میرے۔ ہمچنیں: ایسے ہی۔ جعد: گھونگریالا بال۔ شبرنگ: رات کے رنگ والے۔ بود: تھے۔ قبا: اچکن۔ در: میں۔ بر: بغل۔ از: وجہ سے۔ نازکی: نزاکت۔ (۸) دو رستہ: دو طرف۔ دُرم: مجھ میں۔ در دہاں: منہ میں۔ داشت جائے: جگہ رکھتی تھیں۔ چوں: جیسے۔ دیوارے: ایک دیوار۔ خشت: اینٹ۔ سیمیں: چاندی۔ بپا: قائم۔ (۹) کنونم: اب مجھ کو۔ نگہ کن: دیکھ۔ بوقتِ سخن: بات کرتے وقت۔ بیفتاد: گر پڑی۔ یک یک: ایک ایک کرکے۔ جسر: پل۔ کہن: پرانا۔

تشریح: (۱) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ اے بادشاہ آپ کو میری نظر بازی پر اعتراض ہے لیکن اس سے پہلے کہ آپ کسی حتمی نتیجے پر پہنچیں۔ اس کا پس منظر ضرور جان لینا چاہیے دوسرے مصرعہ میں بادشاہ کی حکمت عملی اور طریقہ حکمرانی کو سراہتے ہوئے دعائیہ کلمات ادا کئے گئے ہیں۔ (۲) اس شعر میں مال و دولت کی خیرگی بیان کرکے اصل پس منظر پیش کرنے سے پہلے ایک تمثیل دی گئی ہے کہ بے سروساماں لوگ ہمیشہ اہل ثروت کے عیش و تنعم کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں میری نظر بازی کے پیچھے بھی یہی فقیرانہ جذبہ کار فرما ہے۔ (۳) وزیر نے کہا کہ میں زندگی کی ایسی حدود میں داخل ہو چکا ہوں جس میں جوانی نام کی کوئی چیز نہیں۔ یعنی میں بڑھاپے کی راہ سے موت کی دہلیز پر کھڑا ہوں۔ جوانی لہو لعب میں گذر گئی۔ لیکن آخرت کا سامان نہ کر سکا۔ (۴) یہ دونوں غلام حسن سے مالا مال ہیں اس لیئے میں انہیں دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ فقیر ہمیشہ مالداروں کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس لیئے ان کے حسن کی دولت پر نظر کیئے بغیر صبر ناممکن ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے میرے اندر غلط کاری کا مادہ ہی نہیں ہے۔ (۵) میرا ان خوبصورت غلاموں کی طرف دیکھنا خود اپنا ماضی یاد کرنے کی بنا پر ہے۔ کیونکہ کبھی میں بھی دولت حسن سے مالا مال تھا۔ میرا چہرہ بھی پھول کی طرح کھلا ہوا دلکش تھا میرا جسم بھی بلور کی طرح پرکشش تھا لیکن آج بڑھاپے نے میرے حسن کی ساری شوخی نکال دی۔ (۶) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ موجودہ حالت سے پہلے میرے اندر کشش تھی لیکن اب میں بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ چکا ہوں کہ میرا سارا تن بدن ہڈیوں کی مٹھی بن چکا ہے اب تو بس کفن تیار ہے۔ موت اسقدر قریب آ چکی ہے کہ جسم ایک تکلے کی طرح ہو گیا ہے۔ (۷) جس طرح ان دونوں غلاموں کے حسن کا کوئی ثانی نہیں بالکل اسی طرح ایک وقت ایسا تھا کہ میرے سیاہ و گھنگریالے بال کالی رات کو شرماتے تھے۔ نزاکت کا یہ عالم تھا کہ اچکن تنگ تھی۔ (۸) اس شعر میں موجودہ وزیر (درویش) اپنے حسن و جمال کی خوبی بیان کرتے ہوئے اپنے دانتوں کو چاندی کی اینٹوں سے تیار شدہ دیوار کے ساتھ تشبیہ دے رہا ہے کہ اپنے وقت کے شاہ ہونے کے موقع پر میرے منہ میں دانتوں کی قطار ایسے تھی جیسے چاندی کی اینٹوں سے چنی ہوئی دیوار۔ (۹) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ کبھی وہ وقت تھا کہ میرے دانت چاندی کی اینٹوں سے چنی ہوئی دیوار کی طرح تھے لیکن آج میرے دانت کسی پرانے پل کے اینٹوں کی طرح ایک ایک کرکے گر گئے ہیں۔ نہ وہ دانتوں کی خوبصورتی اور نہ ہی مسکراہٹ کی وہ لذت و لطف اندوزی۔

۱	در اینا بحسرت چرا ننگرم	کہ عمر تلف کردہ یاد آورم
	ان کو حسرت سے کیوں نہ دیکھوں	اسلئے کہ مجھے اپنی تلف کردہ عمر کی یاد آرہی ہے
۲	برفت از من آں روزہائے عزیز	بپایاں رسد ناگہ ایں روز نیز
	وہ پیارے دن مجھ سے رخصت ہو گئے	اچانک یہ دن بھی ختم ہو جائیگا
۳	چو دانشور ایں دُرِّ معنی بسفت	بگفت ایں کزاں بہ محالست گفت
	عقلمند نے جب معنی کے ان موتیوں کو گوندھا	اس نے کہا کہ اس سے بہتر کہنا ناممکن ہے
۴	در ارکان دولت نگہ کرد شاہ	کزیں خوبتر لفظ و معنی مخواہ
	بادشاہ نے حکومت کے ذمہ داروں کو دیکھا	کہ اس سے بہتر لفظ و معنی نہ چاہو
۵	کسے را نظر سوئے شاہد رواست	کہ داند بدیں شاہدی عذر خواست
	ایسے شخص کو معشوق کا دیکھنا جائز ہے	جو اس خوبی سے عذر خواہی کرنا جانتا ہو
۶	بعقل ار نہ آہستگی کردمے	بگفتار خصمش بیازردمے
	سمجھ کی وجہ سے میں اگر آہستگی نہ برتتا	تو اس کے دشمن کے کہنے سے اسکو ستا دیتا
۷	بہ تندی سبک دست بردن بہ تیغ	بدنداں گزد پشتِ دستِ دریغ
	تیزی میں جلدی سے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھا دینا	افسوس کے ہاتھ کی پشت کو دانتوں کیطرف لیجاتا ہے
۸	ز صاحب غرض تا سخن نشنوی	کہ گر کار بندی پشیماں شوی
	صاحب غرض کی بات ہرگز نہ سن	اس لئے کہ اس پر کار بند ہو گا تو پشیمان ہو گا
۹	نکو نام را جاہ و تشریف و مال	بیفزود و بدگوئی را گوشمال
	نیک نام کے مرتبہ اور اعزاز اور مال میں	اور بدگو کی گوشمالی میں اضافہ کرد

(۱) دریناں؛ ان میں۔ بحسرت؛ حسرت کے ساتھ۔ چرا؛ کیوں۔ ننگرم؛ نہ دیکھوں میں۔ تلف کردہ؛ برباد کی ہوئی یاد آورم؛ یاد کرتا ہوں میں۔ (۲) برفت؛ چلا گیا۔ از من؛ مجھ سے۔ روزہائے عزیز؛ پیارے دن۔ بپایاں؛ انتہا کو۔ رسد؛ پہنچ جائے گا۔ ناگہ؛ اچانک۔ ایں روز؛ یہ دن۔ نیز؛ بھی۔ (۳) دانشور؛ سمجھدار۔ ایں؛ کہ۔ دُر؛ موتی معنی مضمون۔ بسفت؛ پرو دیا۔ بگفت؛ اس نے کہا۔ ازاں؛ اس سے۔ بہ؛ بہتر۔ محالست؛ محال ہے۔ گفت؛ کہنا بمعنی مصدر (۴) در؛ میں۔ ارکان؛ جمع رکن، دولت حکومت مراد امیر وزیر۔ نگہ کرد؛ دیکھا۔ کزیں؛ کہ اس سے۔ خوبتر؛ بہتر۔ مخواہ؛ مت چاہ یعنی نہیں ہو سکتے۔ (۵) کسے را؛ اس شخص کو۔ سوئے؛ طرف۔ شاہد؛ محبوب۔ رواست؛ جائز ہے۔ داند؛ جانتا ہو۔ بدیں؛ اس سے۔ شاہدی؛ خوبصورتی۔ عذر خواست؛ عذر چاہنا۔ (۶) بعقل؛ عقل کے تقاضے سے۔ ار؛ اگر۔ کردمے؛ میں کرتا۔ بگفتار؛ کہنے سے۔ خصمش؛ اس کا دشمن۔ بیازردمے؛ ستا ڈالتا۔ (۷) بہ تندی؛ تیزی سے۔ سبک؛ جلدی۔ دست؛ ہاتھ۔ بردن؛ لے جانا۔ تیغ؛ تلوار۔ بدنداں؛ دانتوں سے۔ گزد؛ کاٹتا ہے۔ پشت دست؛ ہاتھ کی الٹی طرف۔ دریغ؛ افسوس (۸) ز؛ سے۔ صاحب غرض؛ غرض والا لالچی۔ تا؛ ہرگز۔ سخن؛ بات۔ نشنوی؛ سنے تو۔ کہ؛ کیونکہ۔ کار بندی؛ تو عمل کرے۔ پشیماں؛ شرمندہ۔ شوی؛ تو ہووے گا۔ (۹) جاہ؛ مرتبہ۔ تشریف؛ عزت۔ بیفزود؛ بڑھا دیا۔ بدگوئی؛ بُرا کہنے والا۔ گوشمال؛ کان مل سزا دے۔

تشریح: (۱) اب تو بس اپنے وقت کی شاہی و حسن و جمال کے کھنڈرات پران دونوں غلاموں کی نظر بازی سے حسرت کی نگاہ ڈالتا ہوں جو میرے بوڑھے دل کے لئے اِک بہلاوا ہے۔ (۲) بس ابھی بہلاوے میں یہ دن بھی اسی طرح گذر جائیں گے جس طرح جوانی ولڑکپن پر مشتمل حسن و جمال کی حکمرانی کے ایام گذر گئے تھے اور یہ سب کچھ اچانک ہوا اور ہوگا۔ (۳) موجودہ وزیر (درویش) نے جس عقل مندی سے خود پر بدگمانی کے داغ صاف کئے تھے اس انداز بیان سے بادشاہ اس قدر متاثر ہوا کہ وہ پکار اٹھا کہ اس سے بہتر عذر خواہی کا بیان ہونا ناممکن ہے۔ (۴) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ بادشاہ نے اس باکمال خوش گفتاری کے پیش نظر اپنی کابینہ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا کہ اس صداقت سے بہتر اور سچائی نہیں ہو سکتی۔ (۵) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ بادشاہ نے موجودہ وزیر (درویش) کی گفتگو کے بعد اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص گذشتہ و موجودہ ایام کے انجام سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ فکر مندی کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہو اسے بطور عبرت خوبصورت غلاموں کی نظر بازی کرنا حرج کی بات نہیں (۶) اس شعر میں بادشاہ نے اپنے تاثرات کا دوسرا انداز اور ردِ عمل اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں جلد بازی کرتا تو حاسد و دشمن کی باتوں میں آکر لازماً اسے کسی دکھ میں مبتلا کر دیتا۔ جو نہ صرف میرے لئے دُنیا میں رسوائی کا باعث ہوتا بلکہ عاقبت کی خرابی کا سبب بھی ہوتا۔ (۷) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ بلا سوچے سمجھے جلد بازی میں اقدام کرنا حسرت و یاس اور شرمندگی کا سبب ہوتا ہے ایسے شخص کا حال یہی ہوتا ہے کہ جیسے کوئی افسوس میں آکر اپنے ہاتھ کی پشت کو کاٹتا ہے۔ یہ افسوس کی انتہائی صورتحال ہے۔ (۸) اس شعر میں بھی بادشاہ کے تاثرات اور ردِ عمل کا تذکرہ ہے کہ حرص و ہوس کا خوگر ہمیشہ شرمندگی کے سامان کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا ایسے حریص کی باتوں پر عمل کر کے خود کو پشیمانی و ذلت کی دلدل میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ (۹) اس شعر میں تمام صورتحال معلوم ہونے کے بعد بادشاہ کی عملی کارروائی پر تبصرہ کیا گیا ہے کہ بادشاہ نے معزول وزیر کو وزارت پر نہ صرف بحال کر دیا بلکہ شکایت کرنے والے بدگو کو قرار واقعی سزا دی تاکہ کابینہ کے دیگر ارکان کے لئے سامان عبرت ہو۔

بتدبیرِ دستورِ دانش ورش	۱	بہ نیکی بشد نام در کشورش
اس کے عقل مند وزیر کی تدبیر سے		نیکی سے ملک میں اس کا نام پھیل گیا
بعدل و کرم سالہا ملک راند	۲	برفت و نکونامی ازوے بماند
انصاف اور شرافت سے سالوں حکومت کی		مرگیا اور اس کی نیک نامی باقی رہی
چنیں پادشاہاں کہ دیں پرورند	۳	ببازوئے دیں گوئے دولت برند
جو بادشاہ دین پرور ہیں !		وہ دین کی طاقت سے حکومت کی بازی جیت لیتے ہیں
ازاناں نہ بینم دریں عہد کس	۴	وگر ہست بوبکر سعد ست و بس
اس زمانہ میں ان میں سے میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں		اور اگر کوئی ہے تو بس ابو بکر سعد ہے
خدیو خردمند فرخ نہاد	۵	کہ شاخ امیدش برومند باد
جو کہ عقل مند بادشاہ مبارک اصل ہے		خدا کرے کہ اس کی امید کی شاخ بارآور ہو
بہشتی درختی تو اے پادشاہ	۶	کہ افگندۂ سایہ یک سالہ راہ
اے بادشاہ تو جنتی درخت ہے		کہ ایک سالہ راستے پر سایہ ڈالے ہوئے ہے
طمع بود در بخت نیک اخترم	۷	کہ بالِ ہمائی افگند بر سرم
اے نیک ستارے والے نصیبہ سے مجھے یہ توقع تھی		کہ وہ ہما کا پر میرے سر پر ڈال دیگا
خرد گفت دولت نہ بخشد ہمای	۸	گر اقبال خواہی دریں سایہ آی
عقل نے کہا ہما دولت نہیں بخشتا		اگر اقبال چاہتا ہے تو اس سایہ میں آ
خدایا برحمت نظر کردۂ	۹	کہ ایں سایہ بر خلق گستردۂ
اے خدا تو نے رحمت سے نظر کی ہے		جو یہ سایہ مخلوق پر ڈالا ہے

(۱) تدبیر: انتظام۔ دستور: وزیر اعظم۔ دانش ور: سمجھ دار۔ بہ نیکی: نیکی کے ساتھ۔ بشد: ہوگیا۔ کشورش: اس کا ملک۔
(۲) عدل: انصاف۔ کرم: بخشش۔ سالہا: کئی سال۔ ملک راند: ملک چلایا یعنی حکومت کی۔ برفت: وہ چلا گیا۔ ازوے: اس سے۔ بماند: رہ گئی۔ (۳) چنیں: ایسے۔ دیں پرور: دین کو پالنے والا۔ گوئے دولت: دولت کی گیند۔ برند: لے جاتے ہیں۔ (۴) ازاناں: ان میں سے۔ نہ بینم: میں نے نہیں دیکھا۔ دریں عہد: اس زمانہ میں۔ کس: کوئی شخص۔ وگر: اور اگر۔ ہست: ہے۔ ابوبکر بن سعد مصنف کے عہد میں شیراز کا بادشاہ جس کی نسبت سے سعدی کا تخلص ہے۔
(۵) خدیو: بادشاہ۔ خردمند: عقلمند۔ فرخ: مبارک۔ نہاد: طبیعت اور اصل۔ امیدش: اس کی امید۔ برومند: پھلدار۔ باد: رہے۔ (۶) درختی: درخت ہے۔ افگندہ: ڈال رکھا ہے تونے۔ یک سالہ راہ: وہ سفر جو ایک سال میں طے ہو۔ یہ بہشت کے درخت طوبیٰ کی طرف اشارہ ہے جس کا سایہ اتنا لمبا ہے۔ (۷) طمع: لالچ۔ بود: تھی۔ در: میں۔ بخت: نصیب۔ نیک اختر: نیک نصیب۔ م: مجھ کو۔ بال: پر۔ ہما: ایک فرضی پرندہ ہے جس کا سایہ بڑا مبارک سمجھا جاتا ہے
(۸) خرد: عقل۔ گفت: اس نے کہا۔ نہ بخشد: نہیں بخشتا۔ ہمای: ایک مبارک پرندہ۔ اقبال: بلند نصیبی۔ خواہی: تو چاہتا ہے۔ دریں: اس میں۔ (۹) خدایا: اے خدا۔ نظر کردۂ: تونے نظر کی ہے۔ ایں سایہ: یہ سایہ۔ بر: پر۔ خلق: مخلوق۔ گستردۂ: تونے پھیلا دیا ہے۔

تشریح: (۱) اس شعر میں بادشاہ کی انصاف پسندی سے پیدا ہونے والے ملکی حالات کی درستی اور محلاتی سازش کی ناکامی کے سبب ملکی استحکام کی مضبوطی ایسے حالات کو پیش کیا گیا ہے۔ (۲) وزیر باتدبیر کے حسن انتظام کے تناظر میں عدل و انصاف کا پھیلاؤ اور نیک نامی ایسی ہوئی کہ اس کی وفات کے بعد بھی یادوں کے نقوش عوام کے دلوں پر پختہ تھے۔ (۳) مخلوق کی فلاح و بہبود سے بھرپور اللہ تعالیٰ کا ودیعت کردہ دین اپنے اندر بہت سی برکات و خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے۔ جو حکمران دین داری اختیار کرکے دین کی خدمت کرتے ہیں وہ دینی خدمات کی وجہ سے دنیا میں کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔ (۴) اس شعر میں شیخ سعدیؒ کا تجزیہ پیش خدمت ہے کہ آجکل کے (شیخ سعدیؒ کے) دور میں مذکورہ بالا صفات کے حامل بادشاہوں کا فقدان ہے۔ اگر اس طرح کا دیندار و دانشور آجکل ہے تو وہ صرف ابوبکر بن سعد ہی ہے۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے۔ اس میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کے لئے دعائیہ کلمات ادا کئے ہیں کہ دورِ حاضر (شیخ سعدیؒ کے) میں ابوبکر بن سعدؒ کی شکل میں ایک باوقار بادشاہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تمام امیدیں برلائے۔ (۶) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے بہشت کے ایک درخت شجر طوبیٰ کی مسافت کا تذکرہ کرتے ہوئے نہ صرف اپنے وقت کے بادشاہ ابوبکر بن سعدؒ کو شجر طوبیٰ سے تشبیہ دی ہے بلکہ ابوبکر بن سعدؒ کی سخاوت کی صورت میں رعایا کے ہر فرد پر شجر طوبیٰ کے سایہ کو بطور تمثیل پیش کیا ہے۔ (۷) ہما ایک ایسا پرندہ ہے جس کا وجود دنیا میں قطعی نہیں لیکن عوام میں اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جس کے سر سے گزر جائے تو اسے دولت و حکومت سے بازیاب ہونا پڑتا ہے۔ اسی فرضی پرندے کے سر پر سے گزرنے کی تمنا اس شعر میں ذکر کی گئی ہے۔
(۸) درحقیقت پہلے شعر میں ابوبکر بن سعدؒ کو ہما پرندے سے تشبیہ دی گئی تھی، اس شعر میں عقل کے حوالے سے باور کیا گیا ہے۔ ہما پرندہ اپنا وجود نہ رکھنے کے باعث کسی کو دولت نہیں دے سکتا۔ اگر قسمت کی بلندی مقصود ہے تو پھر ابوبکر بن سعدؒ کے سائے میں تمنا پوری ہو سکتی ہے۔ (۹) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے جہاں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرکے اس کی نظرِ رحمت کا شکریہ ادا کیا ہے وہاں ابوبکر بن سعدؒ کے حق میں دعائے خیر بھی کی ہے۔

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	دعا گوئے ایں دولتم بندہ وار میں غلاموں کی طرح اس دولت کا دُعا گو ہوں	خدایا تو ایں سایہ پائندہ دار اے خدا تو اس سایہ کو قائم رکھ
۲	صوابست پیش از کُشش بند کرد قتل کرنے سے پہلے قید کرنا مناسب ہے	کہ نتواں سر کشتہ پیوند کرد اسلئے کہ کٹے ہوئے سر کو جوڑا نہیں جاسکتا
۳	خداوند فرماں رای و شکوہ حکومت اور حکم اور دبدبہ والا مالک	ز غوغائے مردم نگردد ستوہ لوگوں کے شور وغل سے عاجز نہیں ہوگا
۴	سر پُر غرور از تحمل تہی غرور سے بھرا ہوا سر جو بردباری سے خالی ہو	حرامش بود تاج شاہنشہی اس پر شہنشاہی کا تاج حرام ہے
۵	نگویم چو جنگ آوری پائدار میں یہ نہیں کہتا کہ لڑے تو جم جا	چو خشم آیدت عقل برجای دار ہاں اگر غصہ آجائے تو عقل کو ٹھکانے رکھ
۶	تحمل کند ہر کرا عقل ہست برداشت وہی کرتا ہے جس میں عقل ہوتی ہے	نہ عقلے کہ خشمش کند زیردست نہ ایسی عقل جس کو غصہ دبالے
۷	چو لشکر بروں تاخت خشم از کمیں غصہ جب گھاٹی سے لشکر دوڑاتا ہے	نہ انصاف ماند نہ تقویٰ نہ دیں پھر نہ انصاف رہتا ہے نہ تقویٰ نہ دین
۸	نہ دیدم چنیں دیو زیر فلک میں نے آسمان تلے ایسا بھوت نہیں دیکھا	کزو می گریزند چندیں ملک جس سے اتنے فرشتے بھاگتے ہیں

(۱) دعاگو: دعا کہنے والا۔ ایں دولت: اس حکومت۔ بندہ وار: غلاموں کی طرح۔ خدایا: اے خدا۔ پائندہ دار: قائم رکھ۔ (۲) صوابست: درست ہے۔ پیش: پہلے۔ کُشش: اس کو مارنا۔ بند کرد: قید کرنا۔ کہ: کیونکہ۔ نتواں پیوند کرد: جوڑ نہیں سکتے۔ سرکشتہ: کٹا ہوا سر۔ (۳) خداوند: مالک۔ فرماں: حکم۔ رائے: تدبیر۔ شکوہ: دبدبہ۔ غوغا: شور یا فریاد۔ مردم: لوگ۔ نگردد: نہیں ہوتا۔ ستوہ: عاجز۔ (۴) پُر غرور: غرور سے بھرا ہوا۔ تحمل: بردباری۔ تہی: خالی۔ حرامش: اس کو حرام۔ بود: ہووے۔ تاج شاہنشہی: بادشاہی کا تاج۔ (۵) نگویم: میں نہیں کہتا۔ چوں: جب۔ جنگ آوری: جنگ کرے تو۔ پائیدار: قائم رہ۔ خشم: غصہ۔ آیدت: تجھ کو آوے۔ برجائے: جگہ پر۔ دار: رکھ۔ (۶) کند: کرتا ہے۔ ہر کرا: جس کسی کو۔ ہست: ہے۔ عقلے کہ: جو عقل کہ۔ خشمش: اس کو غصہ۔ زیردست: عاجز۔ (۷) بروں: باہر۔ تاخت: دوڑا دیا۔ خشم: غصہ۔ کمیں: گھات مورچہ۔ ماند: رہے۔ تقویٰ: پرہیزگاری۔

(۸) ندیدم: میں نے نہیں دیکھا۔ چنیں: ایسا۔ دیو: جن شیطان۔ زیر: نیچے۔ فلک: آسمان۔ کزو کہ: اس سے۔ می گریزند: بھاگتے ہیں۔ چندیں: اتنے۔ ملک: فرشتے

تشریح: (۱) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ ابوبکر بن سعدؒ ایسے دیندار سخی اور دین پرور بادشاہ کی درازیٔ عمر کے لیئے دعا کی گئی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق مدت مدید تک ابوبکر بن سعدؒ ایسے "ہما" کے سایہ فگن رہے۔ (۲) اس شعر میں درویش وزیر کے واقعہ کی طرف رجوع کیا گیا ہے اور ہر بادشاہ وصاحب اقتدار کو سزا کے حوالے سے ایک طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی کو قتل کرنے سے پہلے اسے قید خانے میں ڈال دینا چاہیئے کیونکہ قیدی کو یقین کی حد تک جرم ثابت ہونے پر کسی بھی وقت قتل کر سکتے ہیں جبکہ مقتول دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ اس شعر میں بادشاہ کے مزاج کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ اگر بادشاہ متحمل مزاج اور معاملہ فہم ہو تو اسے کسی کی ملامت یا شورش سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ اپنے مزاج اور بہتر تدابیر کے اعتبار سے مبنی برحق ہوتا ہے۔ (۴) پہلے شعر میں متحمل مزاج بادشاہ کے حوالے سے ایک اچھوتا پہلو بیان کیا گیا تھا جب کہ اس شعر میں غیر متحمل مزاج اور متکبر ہونے کی صورت میں حکمرانی کا منفی پہلو اجاگر کر کے اس سے تخت شاہی چھین لینے کو کہا گیا ہے تاکہ مخلوق اس کے شر سے محفوظ رہے۔ (۵) انسانی مزاج میں غصہ بہت ہی اہم جز ہے۔ غصے میں بے قابو ہو کر کچھ کر گزرنا کمال نہیں بلکہ غصہ کی حالت میں عقل کو قائم رکھتے ہوئے قابو پانا جرأت مندی ہے۔ کیونکہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہنا اتنا مشکل نہیں جتنا کہ غصے پر قابو پانا دشوار ہے۔ (۶) اس شعر کا مقصد ہے کہ عقل اور غصہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یعنی جہاں غصہ ہوگا وہاں عقل نہ ہوگی اور جہاں عقل ہوگی وہاں غصہ مغلوب ہوگا۔ چنانچہ بردبار شخص ہمیشہ دانش مند ہوتا ہے۔ بے حوصلہ آدمی میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ (۷) اس شعر کا مقصد یہ ہے کہ جس شخص پر غصہ غلبہ پا جائے تو وہ روحانی امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس میں عدل وانصاف، تقویٰ وطہارت ایسی روحانی اشیاء ناپید ہو جاتی ہیں۔ (۸) اس شعر کا مطلب ہے کہ غصہ ایک ایسی لعنت ہے کہ جس کے سامنے روحانیت نہیں ٹھہر سکتی اور نہ ہی ملکوتی صفات کی حامل مخلوق (فرشتے) اس کے مد مقابل آ سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں غصہ حرام قرار دیا گیا ہے۔

گفتار

بات

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۲	نہ بر حکم شرع آب خوردن خطاست	دگر خوں بفتویٰ بریزی رواست
	شریعت کے حکم کے بغیر پانی پینا بھی گناہ نہیں ہے	اور اگر فتویٰ لے کر خون بہائیے تو جائز ہے
۳	اگر شرع فتویٰ دہد بر ہلاک	الا تا نداری ز کشتنش باک
	اگر شریعت قتل کا فتویٰ دے دیوے	خبردار اس کو مار ڈالنے سے ہرگز پرہیز نہ کر
۴	وگر دانی اندر تبارش کساں	بر ایشاں ببخشای و راحت رساں
	اگر تو اسکے خاندان میں اور لوگوں کو جانتا ہے	تو ان پر بخشش کر اور راحت پہنچا
۵	گنہ بود مرد ستمگارہ را	چہ تاواں زن و طفل بیچارہ را
	گنہ تو ظالم مرد کا تھا	بیچاری عورتوں اور بچوں پر کیا تاوان
۶	تنت زورمند ست و لشکر گراں	ولیکن در اقلیم دشمن مراں
	تیرا جسم (خواہ) زور آور اور لشکر بھاری ہے	لیکن دشمن کے ملک میں دھاوا نہ کر
۷	کہ وے بر حصارے گریزد بلند	رسد کشورے بے گنہ را گزند
	کیونکہ وہ تو اونچے قلعے پر چڑھ جائیگا	بے گنہ ملک کو نقصان پہنچے گا
۸	نظر کن در احوال زندانیاں	کہ ممکن بود بے گنہ درمیاں
	قیدیوں کے حالات میں نظر کر	ممکن ہے ان میں کوئی بے گنہ بھی ہو

(۱) گفتار: بات۔
(۲) نہ: یہ نفی است کی ہے جو آخر میں ہے۔ شرع: شریعت۔ آب: پانی۔ خوردن: کھانا۔ خطا: غلطی۔ نیست: نہیں ہے۔ دگر: اور اگر۔ بفتویٰ: فتویٰ کے مطابق۔ بریزی: تو گرا دیوے۔ روا است: جائز ہے۔
(۳) فتویٰ: شرعی فیصلہ۔ دہد: دیوے۔ بر ہلاک: ہلاکت پر۔ الا: حرف تنبیہ خبردار۔ تا: ہرگز۔ نداری: نہ رکھے تو۔ ز کشتنش: اس کو مارنے سے۔ باک: خوف۔ (۴) وگر: اور اگر۔ دانی: تو جانتا ہے۔ تبار: خاندان۔ ش: اس کا۔ کساں: جمع کس، لوگ۔ برایشاں: ان پر۔ ببخشای: بخشش کر۔ راحت رساں: آرام پہنچا۔
(۵) بود: تھا۔ ستمگارہ: ظالم۔ را: کو۔ چہ: کیا۔ تاوان: جرمانہ۔ زن: عورت۔ طفل: بچہ۔ (۶) تنت: تیرا جسم۔ زورمند: زور والا۔ ست: ہے۔ گراں: بھاری۔ در: میں۔ اقلیم: ملک۔ مراں: مت چلا۔ (۷) کہ: کیونکہ۔ وے: وہ۔ حصار: قلعہ۔ گریزد: بھاگ جائے گا۔ بلند: یہ حصار کی صفت ہے۔ رسد: پہنچے گا۔ کشور: ملک۔ را: کو۔ گزند: نقصان۔ (۸) نظر کن: دیکھ۔ احوال: جمع حال۔ زندانیاں: جمع قیدی۔ ممکن: ہو سکنے والا۔ بود: ہووے۔ درمیان: بیچ میں۔

تشریح: (۱) گفتار (عنوان) گفتار کا معنی "بات" ہے اور یہاں گفتار کے عنوان سے ایک حکایت بیان کی جا رہی ہے جس کا مقصد ہے کہ اگر ازروئے شریعت حکومت وقت کے لیے کسی کا قتل کرنا لازمی ہے تو پھر اس (مقتول) کے لواحقین کے احوال و دیکھ بھال رکھنا حکومت وقت پر لازمی ہوگا تاکہ وہ بیروزگاری کی دلدل میں دھنس کر بے موت نہ مارے جائیں۔ (۲) ہر مسلمان شرعی احکام کا اسقدر پابند ہے کہ اس کے لیے خلاف شرع پانی پینا بھی خطا کاری ہے چنانچہ پانی پینے کا معمولی عمل خلاف شریعت جائز نہیں تو پھر کسی کو ناحق قتل کرنا کس طرح جائز متصور ہوگا۔ (۳) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ قاتل کو قصاص میں قتل کرنا فتاوائے شرعیہ کی روشنی میں جائز ہے تو ایسے حاکم وقت کو چاہیئے شرعی حدود میں رہ کر قتل و قتال (جہاد) کا سلسلہ جاری رکھے ایسی کارروائیاں جائز ہی نہیں بلکہ فریضہ کا حکم رکھتی ہیں (۴) چونکہ مقتول اپنے خاندان کا واحد کفیل تھا لہٰذا ایسے خاندان جس کا کفیل ازروئے شریعت کسی وجہ سے قتل کر دیا گیا تو اس کی خبر گیری کرنا لازمی امر ہوگا کیونکہ مقتول نے اپنے کیے کی سزا پالی جبکہ مقتول کا خاندان بے گناہ ہے چنانچہ اسے بیروزگاری کی سزا دینا صحیح نہیں۔ (۵) اس شعر کا مقصد ہے کہ گناہ گار دراصل مقتول تھا لیکن اس کے خاندان میں موجود عورتوں اور بچوں کو بیروزگاری کے دلدل میں دھکیلنا شرفا کا شیوہ نہیں بلکہ یہ انتہا درجے کی کمینگی ہوگی اسلیئے شریعت نے حاکم وقت کو مقتول کے خاندان کی کفالت کا پابند رکھا ہے۔ (۶) اس شعر میں صاحب اقتدار کو طاقتور ہونے کے باوجود دشمن کے ملک میں فوجی کارروائی کرنے سے روکا گیا ہے کیونکہ اگرچہ دشمن ملک کا سربراہ اپنی فوج سمیت محصور ہو جائے گا لیکن دشمن ملک کی عوام تکلیف میں مبتلا ہو جائے گی۔ (۷) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ نہتے عوام کو تکلیف میں مبتلا کرنا بہادری یا دانشمندی نہیں۔ کیونکہ سب کچھ طاقت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر اخلاق محمدی کے تحت انسانی ہمدردی کے جذبات زیادہ کارگر ہوتے ہیں۔ (۸) اپنے اثر و رسوخ کے بل بوتے پر کسی بے گناہ کو قید خانے میں ڈالنا حد درجہ کی حماقت ہے۔ اس لیے حکمران کو چاہیئے کہ وہ قیدیوں کے حالات سے آگاہ رہے۔ ممکن ہے کسی با اثر نے کسی قیدی کو بلا جرم یا بے قصور قید کرا دیا ہو۔

مصرعِ اول		مصرعِ دوم
چو بازارگاں در دیارت بمُرد	۱	بمالش خساست بود دست بُرد
اگر تمہارے ملک میں کوئی تاجر مر جائے		تو اس کے مال میں دست درازی کمینہ پن ہے
کزاں پس کہ بروے بگریند زار	۲	بہم باز گویند خویش و تبار
اس لیے کہ اس کے بعد جب روئیں گے		اپنے اور خاندان والے آپس میں کہیں گے
کہ مسکیں در اقلیمِ غربت بمُرد	۳	متاعے کزو ماند ظالم بُرد
کہ بے چارہ پردیس میں مرگیا		جو کچھ اس کا رہا اس کو ظالم کھا گیا
بیندیش ازاں طفلکِ بے پدر	۴	وزآہِ دلِ دردمندش حذر
اس بے باپ کے بچہ کے بارے میں غور کرلے		اور اس کے دردمند دل کی آہ سے بچ
بسا نام نیکوئے پنجاہ سال	۵	کہ یک نام زشتش کند پایمال
بسا اوقات پچاس کا نیک کام		برائی کا ایک نام اس کو پامال کر دیتا ہے
پسندیدہ کاران جاوید نام	۶	تطاول نکردند بر مال عام
ہمیشہ نام باقی رکھنے والے عمدہ کام کرنیوالے		عام لوگوں کے مال پر دست درازی نہیں کرتے
بر آفاق گر سر بسر بادشاست	۷	چو مال از توانگر ستاند گداست
اگرچہ اطراف عالم پر بادشاہ ہے		جب مالداروں کا مال چھینتا ہے تو فقیر ہے
بمُرد از تہیدستی آزاد مرد	۸	ز پہلوئے مسکیں شکم پُر نہ کرد
آزاد مرد مفلسی سے مرجاتا ہے		لیکن کسی مسکین کے پہلو سے پیٹ نہیں بھرتا

(۱) بازارگاں: سوداگر۔ دیارت: تیرا ملک۔ بمُرد: مرگیا۔ بمالش: اس کے مال پر۔ خساست: کمینگی۔ بود: ہووے۔ دست: ہاتھ۔ بُرد: ماضی بمعنی مصدر لے جانا۔ (۲) کزاں پس: کیونکہ اس کے پیچھے۔ کہ: جبکہ۔ بروئے: اس پر۔ بگریند: رو دیں گے۔ زار: بے تحاشا۔ بہم: آپس میں۔ باز: پھر۔ گویند: کہیں گے۔ خویش: رشتہ دار۔ تبار: قبیلہ والے۔ (۳) مسکین: بے چارہ۔ اقلیم: ملک۔ غربت: مسافری۔ بمرد: مرگیا۔ متاعے: سامان۔ کزو: جو کہ اس سے۔ ماند: رہ گیا۔ بُرد: لے گیا۔ (۴) بیندیش: سوچ۔ از: سے۔ طفلک: چھوٹا سا۔ بے پدر: بے باپ والا۔ وزآہ: اور آہ سے۔ دل دردمند: تکلیف والا دل۔ ش: اس کا۔ حذر: بچ۔ (۵) بسا: بہت دفعہ۔ نام نیکوئے: نیک نامی۔ پنجا: پچاس۔ یک: ایک۔ نام زشتش: بدنامی اس کو۔ کند: کر دیتی ہے۔ پامال: برباد۔ (۶) پسندیدہ کاراں: عمدہ کام کرنے والے۔ جاوید نام: ہمیشہ کے نام والے۔ تطاول: دست درازی۔ نکردند: انہوں نے نہیں کی۔ برمال عام: عام لوگوں کا مال۔ (۷) آفاق: جہان کے کنارے۔ سر بسر: بالکل۔ بادشاست: بادشاہ ہے۔ چو: جب۔ توانگر: مالدار۔ ستاند: چھینتا ہے۔ گداست: فقیر ہے۔ (۸) بمرد: مرگیا۔ تہی دستی: خالی ہاتھ ہونا۔ آزاد مرد: جو کسی کا احسان مند نہ ہو۔ ز پہلوئے مسکین: مسکین کے پہلو۔ شکم: پیٹ۔ پُر نکرد: پُر نہیں کیا۔

تشریح: (۱) امانت میں خیانت کا عمل ایک گھناؤنا عمل ہے اس لیے بسا اوقات غیر ملکی افراد بغرض تجارت و سیاحت ملک میں قیام پذیر ہوتے ہیں۔ ناگہانی موت کی وجہ سے ان غیر ملکی سوداگروں کا مال ان کے ورثاء تک پہنچانا چاہیئے نہ کہ اس پر قبضہ کرکے خیانت کا مرتکب ہو۔ (۲) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ اگر کسی نے غیر ملکی شخص کی موت کے بعد اس کے مال پر قبضہ جمالیا تو اس کے اہل و عیال نہ صرف تمہاری خیانت کا رونا روئیں گے بلکہ رسوائی کا باعث بھی ہوں گے۔ (۳) اس شعر میں یہ مقصد بیان کیا گیا ہے کہ ایسے لوگ جو اپنے آبائی وطن سے دُور رہتے ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی منصب پر فائز ہوں بہرحال وہ پردیسی ہوتے ہیں۔ خواہ انہیں کتنی ہی شان و شوکت سے دفن کیا جائے وہ خویش قبیلے سے دُور ہونے کے باعث بے سرو سامانی کے عالم میں ہی مرجاتے ہیں۔ (۴) جو شخص پردیس میں مرجائے اس کا حال ایسے ہے جیسے غریب و مفلوک مسافر۔ اگر اس کے پس ماندگان میں یتیم بچے وغیرہ ہیں تو مرنے والے پردیسی کے مال پر قبضہ جمانے کے بجائے اس کے ان یتیم بچوں کی جو بن باپ کے بے سہارا ہو گئے ہیں خبر گیری کرنی چاہیئے تاکہ یتیم کی آہ سے حفاظت رہے۔ (۵) اس شعر میں بھی پہلے دو شعروں کی طرح یہ بات واضح کی گئی ہے کہ پردیس میں مرنے والے کے مال و اسباب پر قبضہ جمانے کی پاداش میں جو رسوائی ہوگی وہ پچاس سال کی بنی بنائی ساکھ بھی ختم کر دیتی ہے۔ کیونکہ عمارت کی طرح عزت بنانے میں وقت لگتا ہے لیکن بگاڑنے میں ذرا دیر نہیں لگتی۔ (۶) جو حکمران اچھے کردار کے مالک ہوتے ہیں کسی کے مال پر قبضہ جمانا ان کا شیوہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے ان کے وقار پر حرف ہی نہیں آتا بلکہ فطرت کی سخت تعزیریں بھی اسے اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں۔ ناجائز اور غصب شدہ مال ہمیشہ ضائع ہو جاتا ہے۔ (۷) ایسا فقیر جو طالب دُنیا ہو اس کی نظر ہمیشہ لوگوں کے مال پر ہی رہتی ہے جسے حاصل کرنے کے لیے وہ ذلت کی انتہائی پستی سے بھی گریز نہیں کرتا۔ یہی حال اس بادشاہ کا ہے جو دوسروں کا مال غصب کرنے کے لیے ظلم کی انتہا کر دیتا ہے۔ وہ بادشاہ ہونے کے باوجود قلاش ہے۔ (۸) آزاد آدمی وہ ہوتا ہے جو کسی کا احسان اپنے سر نہیں رکھتا۔ کیونکہ احسانات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا شخص اپنے محسنوں کا غلام ہوتا ہے۔ چنانچہ آزاد شخص کی یہ فطرت ہے کہ وہ بھوک کی وجہ سے موت تو قبول کر لیتا ہے لیکن اپنا پیٹ بھرنے کے لیے کسی کمزور کو مفلس نہیں کرتا۔

(۱) حکایت: کہانی۔
(۲) شنیدم: میں نے سنا۔ فرمانده: ایک حکم دینے والا یعنی بادشاہ۔ دادگر: انصاف کرنے والا۔ قبا: اچکن۔ داشتے: رکھتا تھا۔ ہر دو رو: دونوں طرف۔ آستر: کوٹ کا اندرونی کپڑا۔ (۳) یکے: ایک۔ گفتش: اس کو کہا۔ خسرو: بادشاہ۔ نیک روز: نیک دنوں والا۔ قبا: اچکن۔ دیبا: ریشم۔ بدوز: سی لے۔ (۴) بگفت: اس نے کہا۔ ایں قدر: اسقدر۔ ستر: پردہ پوشی۔ آسائش: آرام۔ وزیں: اور اس سے۔ بگذری: تو گزرے۔ زیب: زینت۔ آرائش: سجاوٹ۔ ست: ہے۔ (۵) از بہر: واسطے۔ آں: وہ۔ می ستانم: لیتا ہوں میں۔ خراج: ٹیکس۔ کنم: کروں میں۔ برخود: اپنے اوپر۔ (۶) چوں: جب۔ ہمچوں: مثل۔ زناں: عورتیں۔ حُلّہ: جوڑا۔ برتن: جسم پر۔ کنم: کروں میں۔ بمردی: بہادری کے ساتھ۔ کجا: کہاں۔ دفع دشمن: دشمن کو روکنا مداخلت کرنا۔ (۷) مرا: مجھ کو۔ ہم: بھی۔ صد گونہ: سو طرح۔ آز: لالچ۔ ہوا: خواہش۔ است: ہے۔ خزینہ: خزانہ۔ مراست: میرا ہے۔ (۸) خزائن: جمع خزانہ۔ پُر: بھرے ہوئے۔ از بہر: واسطے۔ بود: ہووے۔ آئین: سجاوٹ۔ (۹) خوشدل: خوش دل والا۔ نباشد: نہ ہووے۔ زشاہ: بادشاہ سے۔ ندارد: نہیں رکھتا وہ۔ حدود: حدیں۔ ولایت: ملک۔

حکایت

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
شنیدم کہ فرماں دہے دادگر	۲	قبا داشتے ہر دو رو آستر
میں نے سنا ہے کہ ایک منصف بادشاہ		کے پاس ایسی قبا تھی جسکے دونوں طرف استر تھا
یکے گفتش اے خسروِ نیک روز	۳	قبائے ز دیبائے چینی بدوز
کسی نے اس سے کہا کہ اے نیک دل بادشاہ		چینی دیبا کی ایک قبا سلوا دے
بگفت ایں قدر ستر و آسائش ست	۴	وزیں بگذری زیب و آرائش ست
اس نے کہا کہ یہاں تک تو پردہ پوشی اور آرام ہے		اور اس کے آگے زیب و زینت ہے
نہ از بہرِ آں می ستانم خراج	۵	کہ زینت کنم بر خود و تخت و تاج
میں خراج اس لیے وصول نہیں کرتا ہوں		کہ اپنے لیے تخت و تاج کی زینت کروں
چو ہمچوں زناں حُلّہ در تن کنم	۶	بمردی کجا دفع دشمن کنم
جب عورتوں کی طرح جسم پر جوڑا سجاؤں		تو پھر بہادری سے دشمن کی مدافعت کب کر سکتا ہوں
مرا ہم ز صد گونہ آز و ہوا ست	۷	ولیکن خزینہ نہ تنہا مراست
مجھ میں بھی سینکڑوں آرزوئیں اور خواہشیں ہیں		لیکن خزانہ تنہا میرا نہیں ہے
خزائن پُر از بہر لشکر بود	۸	نہ از بہرِ آئین و زیور بود
خزانے لشکر کے لیے بھرے جاتے ہیں		آراستگی اور زیور کے لیے نہیں بھرے جاتے ہیں
سپاہی کہ خوشدل نباشد ز شاہ	۹	ندارد حدودِ ولایت نگاہ
وہ سپاہی جو بادشاہ سے خوش نہ ہو		وہ مملکت کی سرحدوں کی حفاظت نہیں کرتا

تشریح: (۱) حکایت (عنوان) اس حکایت میں شیخ سعدیؒ نے دنیا پرست بادشاہ کو نصیحت کی ہے کہ وہ شاہی و عوامی خزانے کو اپنی عیاشیوں کی نذر کرنے کی بجائے عوامی فلاح اور عسکری (فوجی) اصلاح پر صرف کرے جو کہ اصل مصرف ہے۔ (۲) اس شعر میں شیخ سعدیؒ اپنی سُنی ہوئی کہانی بیان کرتے ہوئے ایسے بادشاہ کا تذکرہ کرتے ہیں جو نہ صرف عادل تھا بلکہ قناعت پسند سادہ مزاج تھا۔ اس کی قناعت کا یہ عالم تھا کہ وہ معمولی سے اندرونی کپڑے والی اچکن زیب تن رکھتا تھا۔ یعنی شاہی خزانہ عیاشی پر صرف نہیں کرتا تھا۔ (۳) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ اس نیک دل بادشاہ کے مشیر نے شاہانہ جاہ و جلال کو ظاہر کرنے کے لیے بہترین قسم کی چینی ریشم کی اچکن سلوانے کا مشورہ دیا۔ (۴) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ بادشاہ شریف الطبع ہونے کے باعث اپنے مشیر کو جواب دیتا ہے کہ شاہانہ جاہ و حشمت قیمتی پارچات زیب تن کرنے سے نہیں ہوتی بلکہ حقیقی شاہانہ وجاہت قیام امن و عدل اور قناعت پسندی سے پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا زیب و زینت سے سکون نہیں ملتا۔ (۵) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ حکومت عوام سے جو ٹیکس وصول کرتی ہے اس کا مقصد عوام کی بہبود اور اصلاح احوال ہوتا ہے۔ ذاتی عیاشیاں اور تاج و تخت کی سجاوٹ مقصود نہیں ہوتی۔ (۶) اقتدار کی ہوس بہت سے حاسد و دشمن پیدا کر دیتی ہے جس سے اقتدار کے صحیح مستحقین جبراً محروم کر دیئے جاتے ہیں اسلئے جو بادشاہ عورتوں کی طرح بھڑکیلے لباس پہننے کا عادی ہوتا ہے وہ میدان جنگ میں مردانہ وار دشمن کے چھکے نہیں چھڑا سکتا۔ (۷) بحیثیت انسان ہر شخص خواہ وہ بادشاہ ہو یا رعایا کا فرد خواہشات کی تکمیل اس کی تمنا رہتی ہے۔ اسی طرح میں (بادشاہ) بھی خواہشات رکھتا ہوں لیکن یہ خزانہ قوم کی امانت ہے اسے ذاتی خواہشات پر استعمال کر کے خیانت نہیں کر سکتا۔ (۸) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ ملکی سالمیت ہر حکمران کا آئینی و اخلاقی فریضہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ملکی سالمیت کا دارومدار بہترین لشکر اور جدید اسلحہ پر ہوتا ہے لہٰذا ٹیکس سے وصول کی جانے والی رقم کا حقیقی مصرف ملکی سالمیت کے حوالے سے بہتر سے بہتر اقدام کرنا ہے۔ (۹) چونکہ ملک و قوم کی سلامتی ان جانباز فوجیوں کے جذبۂ ایثار پر مبنی ہے جو ملک و قوم پر اپنی جانیں نثار کر دیتے ہیں لہٰذا فطری تقاضٰی ہے کہ بادشاہ اپنے ملک کی افواج کو خوش رکھے بصورت دیگر بادشاہ سے بدظن فوج سرحدوں کی حفاظت نہیں کر سکتی۔

چو دشمن خرِ روستائی برد جب دشمن دیہاتی کا گدھا چھین لے	۱	ملک باج و دہ یک چرا می خورد تو بادشاہ خراج اور دسواں کیوں کھاتا ہے
مخالف خرش برد و سُلطاں خراج جب دشمن اسکا گدھا اور بادشاہ خراج لے گیا	۲	چہ اقبال بینی دراں تخت و تاج تو اس تخت و تاج میں تو کیا اقبال دیکھے گا
مُروّت نباشد بر افتادہ زور کمزور پر زور کرنا شرافت نہیں ہے	۳	برد مرغ دوں دانہ از پیش مور کمینہ پرند چیونٹی کا دانہ چھینتا ہے
رعیّت درختست گر پروری رعایا ایک درخت ہے اگر تو اسکی پرورش کریگا	۴	بکام دل دوستاں برخوری دوستوں کی خواہش کے مطابق پھل کھائے گا
بہ بے رحمی از بیخ و بارش مکن بے رحمی سے اس کی جڑ اور پھل نہ توڑ	۵	کہ ناداں کند حیف بر خویشتن اسلئے کہ نادان کو خود اپنے اوپر افسوس کرنا پڑتا ہے
کساں برخورند از جوانی و بخت جوانی اور نصیبہ سے وہی لوگ پھل کھاتے ہیں	۶	کہ بر زیر دستاں نگیرند سخت جو ماتحتوں پر سختی نہیں کرتے ہیں
اگر زیر دستے درآید زپای اگر کوئی کمزور گر پڑے تو	۷	حذر کن ز نالیدنش بر خدای خدا کے سامنے اس کی فریاد سے ڈر
چو شاید گرفتن بنرمی دیار اگر ملک نرمی سے حاصل کر سکتا ہے	۸	بہ پیکار خوں از مسامے میار تو لڑ کر ایک بال کی جڑ سے بھی خون نہ بہا
بمردی کہ ملک سراسر زمین بہادری کی قسم کہ پورے روئے زمین کی بادشاہت	۹	نیرزد کہ خونے چکد بر زمین مناسب نہیں جب خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر ٹپکے

(۱) خر: گدھا۔ روستائی: دیہاتی۔ بُرد: لے جاتا ہے۔ ملک: بادشاہ۔ باج: ٹیکس۔ دہ یک: دسواں حصہ۔ چرا: کیوں۔ می خورد: کھاتا ہے۔ (۲) مخالف: دشمن۔ خرش: اس کا گدھا۔ برد: لے گیا۔ سلطان: بادشاہ۔ خراج: ٹیکس۔ چہ: کیا۔ اقبال: ترقی۔ بینی: دیکھے تو۔ دراں: اس میں۔ تخت و تاج: مُراد ملک (۳) مروّت: احسان، شرافت۔ نباشد: نہ ہووے۔ افتادہ: گرا ہوا۔ بُرد: لے جاتا ہے۔ مرغ: پرندہ۔ دوں: کمینہ۔ پیش: سامنے۔ مور: چیونٹی۔ (۴) رعیت: ملک کے باشندے۔ درختست: درخت ہے۔ پروری: تو پالے۔ بکام: مقصود کے مطابق۔ دلِ دوستاں: دوستوں کا دل۔ بر: پھل۔ خوری: کھاتے تو ہو۔ (۵) بیخ: جڑ۔ بارش: اس کا پھل۔ مکن: مت توڑ۔ کہ: کیونکہ۔ کند: کرتا ہے۔ حیف: افسوس، ظلم۔ بر: پر۔ خویشتن: اپنا آپ۔ (۶) کساں: لوگ۔ برخورند: پھل کھاتے ہیں۔ بخت: نصیب۔ کہ: جو کہ۔ زیر دست: ماتحت۔ (۷) زیر دست: کمزور۔ یا وحدت کی۔ درآید: گر پڑے۔ زپای: پاؤں سے۔ حذر کن: پرہیز کر۔ زنالیدنش: اسکے رونے سے۔ برخدا: خدا کے سامنے۔ (۸) چو: جب۔ شاید گرفتن: لے سکتے ہیں۔ نرمی: صلح۔ دیار: جمع دار، ملک۔ پیکار: جنگ۔ مسام: بالوں کی جڑ کا سوراخ۔ ے وحدت کی۔ میار: مت لا۔ (۹) بمردی: بہادری کی قسم۔ ملک: حکومت۔ سراسر زمین: ساری زمین۔ نیرزد: نہیں برابر ہے۔ خونے: خون کا ایک قطرہ۔ چکد: ٹپکے۔

تشریح: (۱) اس شعر میں بادشاہ نے دشمن کی کارروائی پر نظر رکھتے ہوئے کہا کہ ایسا بادشاہ حکومت کرنے اور ٹیکس لینے کا مجاز نہیں ہو سکتا جو دشمن سے اپنے ملک کے ایک دیہاتی کا گدھا واپس نہیں کرا سکتا۔ ایسا کمزور بادشاہ زمام اقتدار سنبھالنے کا حقدار نہیں۔ (۲) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ دشمن یا سماج دشمن عناصر رعایا سے مال و اسباب چھین کر لے جائیں اور وقت کا حکمران ٹیکس کے ذریعے عوام کو مفلس کر دے تو ایسے ملک کی تباہی میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ (۳) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ محکوم و ضعیف لوگوں پر ظلماً طاقت استعمال کرنا کمینگی و بے غیرتی ہوتی ہے کیونکہ چیونٹی جیسے کمزور حیوان کے سامنے سے دانہ اٹھا کر لیجانا پرندے بھی اپنی شریفانہ روش و رشان کے خلاف سمجھتے ہیں چہ جائیکہ انسان ایسی گھٹیا حرکت کرے۔ (۴) اس شعر میں رعایا کو ایک درخت کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے کہ جس طرح انسان اپنی اولاد پالنے کیلئے پاپڑ بیلتا ہے اسی طرح درخت کی حفاظت و پرورش بھی جان جوکھوں کا کام ہے۔ بادشاہ کے لیے رعایا بھی اولاد اور درخت کی مانند ہے۔ جو شخص درخت پالنے میں کامیاب ہوتا ہے وہ اس کا پھل ضرور کھاتا ہے اسی طرح جو بادشاہ رعیت کی حفاظت و پرورش کرتا ہے اسے بھی اچھا صلہ ملتا ہے۔ (۵) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ رعایا پر ظلم کرنا ایسا ہی ہے جیسے اپنی پروردہ اولاد کو قتل کرنا یا اپنے ہاتھوں سے پرورش کردہ پھلدار درخت کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنا۔ یہ دونوں کام ظالمانہ اقدام کے زمرے میں آتے ہیں۔ (۶) چونکہ کائنات میں موجود ہر مخلوق سے رحم و درگذر کا معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر کوئی بادشاہ اپنی رعایا و ماتحتوں سے نرمی کا برتاؤ کرتا ہے تو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کو اپنائے ہوئے ہے اس لیے عفو و درگذر کرنے والوں کو اس شعر میں خوش نصیب کہا گیا ہے۔ (۷) اس شعر میں شیخ سعدیؒ پہلے شعر کی مناسبت سے نصیحت کر رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص معاشی و معاشرتی طور پر اپنا مقام کھو جانے کے باعث بے حیثیت ہو گیا ہے تو اس کی بد دعا و آہ سے بچنے کے لیے اس سے تعاون کرنا چاہیئے۔ (۸) انسان چونکہ اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق ہے اسلئے یہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ کسی انسانی جان کا ضیاع اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کو مدعو کرنے کے مترادف ہے۔ اس شعر میں یہی بات سمجھائی گئی ہے کہ اگر کوئی ملک بغیر لڑائی کے ملتا ہے تو جنگ کی آگ میں انسانی جانوں کو نہیں جھونکنا چاہیئے۔ (۹) بلا وجہ یا بلا جواز انسانی جانوں کو جنگ کی آگ میں جھونکنا بہادری نہیں۔ کیونکہ پوری دنیا انسان کے جسم سے ٹپکے ہوئے خون کے ایک قطرے کا بدلہ نہیں چکا سکتی۔

حکایت

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت	۲	بسر چشمۂ بر بسنگے نوشت
میں نے سنا ہے کہ مبارک طبیعت جمشید نے		ایک چشمہ کے پتھر پر کندہ کردیا
بدیں چشمہ چوں ما بسے دم زدند	۳	برفتند چوں چشم برہم زدند
اس چشمہ پر مجھ جیسے بہت سوں نے دم لیا		جو پلک جھپکنے میں چلے گئے
گرفتیم عالم بمردی وزور	۴	ولیکن نبردیم باخود بگور
میں نے دنیا بہادری اور زور سے حاصل کی		لیکن اپنے ساتھ قبر میں نہ لے جاسکا
چو بر دشمنے باشدت دسترس	۵	مرنجانش کورا ہمیں غصہ بس
جب کسی دشمن پر تجھے قابو حاصل ہوجائے		تو اس کو نہ ستا اسکے لیے یہی غصہ کافی ہے
عدو زندہ سرگشتہ پیرامنت	۶	بہ از خون او کشتہ در گردنت
زندہ پریشان دشمن تیرے چاروں طرف		تیری گردن پر اس کے خون سے بہتر ہے

حکایت

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
شنیدم کہ دارائے فرخ تبار	۸	ز لشکر جدا ماند روز شکار
میں نے سنا ہے کہ دارا مبارک خاندان		شکار کے روز لشکر سے جدا ہوگیا
دواں آمدش گلہ بانے بہ پیش	۹	شہنشہ برآورد تغلق زکیش
ایک چرواہا دوڑتا ہوا سامنے آیا		بادشاہ نے ترکش سے تیر نکال لیا

(۱) حکایت: کہانی۔

(۲) شنیدم: میں نے سنا۔ جمشید: ایران کا ایک مشہور بادشاہ جو ضحاک کے ہاتھ سے مارا گیا۔ فرخ: مبارک۔ سرشت: طبیعت۔ بر: پر۔ بسنگے: ایک پتھر پر۔ نوشت: اس نے لکھا۔ (۳) بدیں: اس پر۔ چوں ما: ہماری طرح۔ بسے: بہت۔ دم زدند: انہوں نے سانس لیا۔ برفتند: چلے گئے۔ چوں: مثل۔ چشم برہم زدند: انہوں نے آنکھ جھپکی۔ (۴) گرفتیم: لیا ہم نے۔ عالم: جہان۔ بمردی: بہادری سے۔ نبردیم: نہیں لے گئے ہم۔ باخود: اپنے ساتھ۔ بگور: قبر میں۔ (۵) چوں: جب۔ بر: پر۔ دشمنے: کوئی دشمن۔ باشدت: تجھ کو ہووے۔ دسترس: قوت رسائی۔ مرنجانش: اس کو مت رنجیدہ کر۔ کورا: کہ اس کو۔ ہمیں: یہی۔ غصہ: دکھ۔ بس: کافی۔ (۶) عدو: دشمن۔ سرگشتہ: پریشان۔ پیرامنت: تیرے ارد گرد۔ بہ: بہتر۔ خون او: اس کا خون۔ کشتہ: ہوا ہوا۔ گردنت: تیری گردن۔

(۷) حکایت: کہانی۔

(۸) شنیدم: میں نے سنا۔ دارا: ایران کا ایک بادشاہ جو سکندر سے جنگ کرتا ہوا مارا گیا۔ فرخ: مبارک۔ تبار: خاندان۔ ماند: رہ گیا۔ روز: دن۔ (۹) دواں: دوڑتا ہوا۔ آمدش: اس کے پاس آیا۔ گلہ بانے: ایک چرواہا۔ پیش: سامنے۔ برآورد: نکالا۔ تغلق: تیر۔ کیش: ترکش۔

تشریح: (۱) حکایت (عنوان) یہاں پر شیخ سعدیؒ نے جمشید کی زبانی دنیا کی ناپائیداری کا تذکرہ کیا ہے تاکہ جمشید کے ان کلمات سے متاثر ہوکر ہر شخص دنیا سے بے رغبت ہوجائے۔ (۲) شیخ سعدیؒ اپنی شنیدہ کہانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نیک سیرت جمشید نے کسی چشمے پر دنیا سے بے رغبتی کے حوالے سے پتھر کی تختی پر ایک نصیحت کندہ کرائی۔ (۳) اخروی زندگی کے مقابلے میں دنیوی زندگی پر کاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ دنیوی زندگی عارضی ہے کیونکہ بڑے بڑے دبدبے والے لوگ ہم سے پہلے پل جھپکتے میں چلے گئے۔ (۴) زن، زر، زمین کے حصول کے لیے جنگوں سے بہت سے انسانوں کا خون بہایا لیکن دنیا کی یہ تمام چیزیں اپنے ساتھ قبر میں لے جانے سے قاصر رہے۔ (۵) عقلمند آدمی کبھی اپنے دشمن کے خون میں ہاتھ نہیں رنگتا بلکہ وہ دشمن کے گرد خوف و دہشت پر مبنی پریشان کن حالات کا دائرہ اسقدر تنگ کردیتا ہے کہ دشمن سوچوں کے گرداب میں ہی پھنسا رہتا ہے۔ (۶) دشمن کو قتل کرنے سے بہتر ہے کہ اسے خوف و دہشت میں الجھا کر تفکرات کے عذاب میں مبتلا کردیا جائے۔ دشمن کا مرعوب رہنا کسی عذاب سے کم نہیں۔

(۷) حکایت (عنوان) اس حکایت میں امور مملکت کو بہتر طور پر سرانجام دینے کے لیے شیخ سعدیؒ نے حکمران کو اپنے خدمت گاروں کی پہچان کی اہمیت پر زور دیا ہے تاکہ ان کے حقوق پامال نہ ہونے پائیں۔ (۸) اس شعر میں شیخ سعدیؒ اپنی شنیدہ (سنی ہوئی) کہانی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ جس کا نام "دارا" تھا وہ شکار کی غرض سے جنگل میں گیا ہوا تھا جو اپنے لشکر سے جدا ہوگیا تھا۔

(۹) یہ شعر پہلے شعر کو مکمل کررہا ہے کہ اسے ایک شخص ایسا دکھائی دیا جو اس کی طرف دوڑتا ہوا آرہا ہے۔ چنانچہ اس (دارا) نے آنے والے شخص کو اپنا دشمن سمجھ کر تیر کمان سیدھا کیا۔

بصحرا درا ز دشمناں دار باک	۱	کہ در خانہ باشد گل از خار پاک
جنگل میں دشمن کا خیال رکھنا چاہیئے		اس لیئے کہ گھر میں تو پھول کانٹے سے پاک ہوتا ہے
بر آورد چوپان بد دل خروش	۲	کہ دشمن نیم در ہلاکم مکوش
خوف زدہ چرواہا چیخا		کہ میں دشمن نہیں ہوں مجھے مارنے کی کوشش نہ کر
من آنم کہ اسپان شہ پرورم	۳	بخدمت دریں مرغزار آورم
میں تو وہی ہوں جو بادشاہ کے گھوڑے پالتا ہے		خدمت گزاری کے لیئے اس چراگاہ میں لایا ہوں
ملک را دلِ رفتہ آمد بجای	۴	بخندید و گفت اے نکوہیدہ رای
بادشاہ کا دھڑکتا دل جگہ پر آیا		ہنسا اور کہا کہ اے بیوقوف
ترا یاوری کرد فرخ سروش	۵	وگرنہ زہ آوردہ بودم بگوش
تیری غیبی فرشتے نے مدد کر دی		ورنہ میں تو چلہ کان کے برابر کھینچ چکا تھا
نگہبانِ مرعیٰ بخندید و گفت	۶	نصیحت ز یاراں نشاید نہفت
چراگاہ کا نگہبان ہنسا اور اس نے کہا		یاروں سے نصیحت کو نہ چھپانا چاہیئے
نہ تدبیر محمود و رائے نکوست	۷	کہ دشمن نداند شہنشہ ز دوست
یہ قابل تعریف تدبیر اور بہتر رائے نہیں ہے		کہ بادشاہ دوست دشمن میں تمیز نہ کر سکے
چنانست در مہتری شرطِ زیست	۸	کہ ہر کہترے را بدانی کہ کیست
سرداری میں جینے کی یہ شرط ہے		کہ تو ہر ماتحت کو پہچانے کہ وہ کون ہے
مرا بارہا در حضر دیدۂ	۹	ز خیل و چراگاہ پرسیدۂ
تو نے مجھے بارہا دربار میں دیکھا ہے		گھوڑوں اور چراگاہ کے حالات دریافت کیئے ہیں

(۱) بصحرا: جنگل میں۔ دَر: زائد۔ آز: سے۔ دار: رکھ۔ باک: خوف۔ کہ: کیونکہ۔ درخانہ: گھر میں۔ باشد: ہووے۔ گل: پھول۔ خار: کانٹا۔ (۲) بر آورد: نکالی۔ چوپان: چرواہا۔ بد دل: بُرے دل والا خوفزدہ۔ خروش: چیخ۔ نیم: نہیں ہوں میں۔ ہلاکم: میری ہلاکت۔ مکوش: مت کوشش کر۔ (۳) من: میں۔ آنم: وہ ہوں میں۔ اسپاں: گھوڑے۔ شہ: بادشاہ۔ پرورم: میں پالتا ہوں۔ بخدمت: خدمت کے لیے۔ دریں: اس میں۔ مرغزار: سبزہ زار۔ آورم: لاتا ہوں میں۔ (۴) ملک: بادشاہ۔ دلِ رفتہ: گیا ہوا دل۔ آمد: آیا۔ بجا: جگہ پر۔ بخندید: ہنس پڑا۔ وگفت: اور اس نے کہا۔ نکوہیدہ رای: بُری رائے والا۔ (۵) ترا: تیری۔ یاوری: مدد۔ کرد: کی۔ فرخ: مُبارک مراد غیبی۔ سروش: غیبی آواز۔ زہ: چلہ۔ آوردہ بودم: لے آیا تھا میں۔ بگوش: کان تک۔ (۶) نگہبان: نگران۔ مرعیٰ: چراگاہ۔ بخندید: ہنس پڑا۔ وگفت: اور اس نے کہا۔ زیاراں: یاروں سے۔ نشاید نہفت: نہیں چھپانی چاہیئے۔ (۷) نہ تدبیر: انتظام۔ محمود: اچھی۔ رائے نکو: اچھی رائے۔ ست: ہے۔ نداند: نہ جانے۔ ز دوست: دوست سے۔ (۸) چنانست: ایسے ہے۔ مہتری: سرداری۔ زیست: زندگی۔ کہتر: چھوٹا ماتحت۔ بدانی: تو جانے۔ کیست: کون ہے۔ (۹) مرا: مجھ کو۔ بارہا: کئی بار۔ حضر: دربار۔ دیدہ: تو نے دیکھا ہے۔ خیل: گھوڑا۔ چراگاہ: جانور چرانے کی جگہ۔ پرسیدہ: تو نے پوچھا ہے۔

تشریح: (۱) اس شعر میں جنگل کے اندر دشمن سے ہوشیار رہنے کے لیئے دشمن کو جنگلی کانٹوں سے تشبیہ دی گئی ہے جبکہ دوست کو کانٹوں سے پاک صاف پھول قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ وفادار دوست صرف اپنے وطن (گھر) میں ہی ملتے ہیں جنگل میں نہیں۔ (۲) یہ شعر بھی کہانی کی روانی کے پیش نظر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ دارا بادشاہ کی طرف دوڑ کر آنے والے چرواہے نے چلا کر کہا کہ میں آپ کا خدمتگار ہوں۔ دشمن نہیں ہوں۔ لہٰذا مجھے قتل نہ کریں۔ (۳) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ میں آپ کا وہ خدمت گار ہوں جو آپ (دارا بادشاہ) کے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں اور ان کی مزید خدمت کے لیئے انہیں یہاں چراگاہ میں لے کر آتا ہوں۔ (۴) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ چرواہے کی شکل میں ایک بہی خواہ کی حقیقت کھلی تو دارا بادشاہ کے دل سے دشمن کا خوف جاتا رہا اور اپنے خادم کے سامنے شاہانہ روش اختیار کر لی (۵) چنانچہ اسی شاہانہ روش میں بادشاہ نے کہا کہ اگر غیبی فرشتہ مدد نہ کرتا تو واقعی تو میرے ہاتھوں سے قتل ہو جاتا کیونکہ میں (دارا بادشاہ) تجھے قتل کرنے کے لیئے تیار تھا۔ (۶) اچھا دوست وہی ہوتا ہے جو اپنے دوستوں سے خیر و نصیحت کی بات نہیں چھپاتا۔ لہٰذا میں بحیثیت وفادار خادم و دوست کے ایک نصیحت کرتا ہوں۔ (۷) امورِ مملکت کو بخوبی چلانے کے لیئے اس سے زیادہ کوئی تدبیر یا رائے بہتر نہیں کہ بادشاہ انتہائی محتاط رہتے ہوئے اپنوں اور بیگانوں کی پہچان رکھے۔ جو بادشاہ دوست اور دشمن کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتا وہ صحیح معنوں میں بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ (۸) درحقیقت قوم کا سردار یا بادشاہ وہ ہوتا ہے جو نہ صرف اپنے ماتحتوں یا رعیت کی پہچان رکھتا ہے بلکہ ان کی ضروریات پر بھی گہری نظر رکھتا ہے۔ (۹) اس شعر میں چرواہا بادشاہ کے دربار میں بارہا مرتبہ حاضری کا تذکرہ کر کے بادشاہ کی یادداشت پر نہ صرف تعجب کا اظہار کر رہا ہے بلکہ ایک پرانے خدمت گار کو بادشاہ کے دشمن سمجھنے پر اپنی حیرت کا اظہار بھی کر رہا ہے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
کنونت بمہر آمدم پیش باز	۱	نمی دانیم از بد اندیش باز
اب کہ میں مہربانی سے تیرے سامنے آیا		تو پھر تو مجھے دشمن سے ممتاز نہ کرسکا
توانم من اے نامور شہریار	۲	کہ اسپے بروں آرم از صد ہزار
اے نامور بادشاہ میں یہ کرسکتا ہوں		کہ ہزاروں میں سے ایک گھوڑے کو نکال دوں
مرا گلہ بانی بعقلست ورای	۳	تو ہم گلۂ خویش داری بپای
میں عقل اور سمجھ سے گلہ بانی کرتا ہوں		تو بھی اپنے ریوڑ کو قائم رکھ
دراں دار ملک از خلل غم بود	۴	کہ تدبیر شاہ از شباں کم بود
اس سلطنت میں نقصان کا غم ہے		جہاں بادشاہ کی تدبیر چرواہے سے بھی کم ہو

گفتار

بات

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
تو کے بشنوی نالۂ دادخواہ	۶	بکیواں برت کلۂ خوابگاہ
تو انصاف چاہنے والے کی فریاد کب سن سکتا ہے		جب تیری خوابگاہ کا پردہ ساتویں آسمان پر ہو
چناں خسپ کاید فغانت بگوش	۷	اگر دادخواہے برآرد خروش
ایسا سو کہ فریاد تیرے کان تک پہنچ سکے		اگر کوئی انصاف چاہنے والا فریاد کرے
کہ نالد ز ظالم کہ در دور تست	۸	کہ ہر جور کو می کند جور تست
تیرے زمانے میں ظالم سے کون نالاں ہے		بلکہ ظالم جو ظلم کر رہا ہے وہ تیرا ظلم ہے
نہ سگ دامن کاروانے درید	۹	کہ دہقان ناداں کہ سگ پرورید
کتے نے قافلے کا دامن چاک نہیں کیا		بلکہ اس بیوقوف کاشتکار نے جس نے کتا پالا ہے
دلیر آمدی سعدیا در سخن	۱۰	چو تیغے بدستست فتحے بکن
اے سعدیؒ بات کہنے میں تو دلیر ہے		جب تلوار تیرے ہاتھ میں ہے تو فتح کر

(۱) کنونت: اس کی تا پیش کے ساتھ لگتی ہے، کنوں: اب۔ بمہر: محبت کے ساتھ۔ آمدم: آیا میں۔ پیش: تیرے سامنے۔ باز: پھر آیا۔ نمی دانیم: نہیں جانتا ہے تو مجھ کو۔ بد اندیش: بُرا سوچنے والا یعنی دشمن۔ باز: جُدا۔ (۲) توانم: میں طاقت رکھتا ہوں۔ نامور: مشہور۔ شہریار: بادشاہ۔ اسپے: ایک گھوڑا۔ بروں: باہر۔ آرم: لاؤں میں۔ صد ہزار: لاکھ۔ (۳) مرا: مجھ کو۔ گلہ بانی: ریوڑ چرانا۔ بعقلست: عقل کے ساتھ ہے۔ تو ہم: تو بھی۔ گلۂ خویش: اپنا ریوڑ۔ داری: رکھتا ہے تو۔ بپای: قائم۔ (۴) دراں: اس میں۔ خلل: نقصان۔ بود: ہووے۔ تدبیر: انتظام اور رائے۔ شباں: چرواہا۔ کم بود: کم ہووے۔ (۵) گفتار: بات۔ (۶) کے: کب۔ بشنوی: تو سن سکے۔ نالہ: فریاد۔ داد خواہ: انصاف چاہنے والا۔ کیواں: ساتواں آسمان۔ برت: بر، پر۔ ت خوابگاہ کے ساتھ لگتی ہے۔ کلہ: پردہ۔ (۷) چناں: ایسا۔ خسپ: سو تو۔ کاید: کہ آئے۔ فغاں: فریاد۔ بگوش: کان میں۔ داد خواہ: انصاف چاہنے والا۔ برآرد: نکالے۔ خروش: چیخ و پکار۔ (۸) کہ: کون۔ نالد: روتا ہے۔ دور تست: تیرے زمانے میں ہے۔ کہ: بلکہ۔ جور: ظلم۔ کو: کہ۔ او: جو کہ وہ۔ می کند: کرتا ہے۔ جور تست: تیرا ظلم ہے۔ (۹) سگ: کتا۔ کارواں: قافلہ۔ ے: وحدت کی۔ درید: اس نے پھاڑا۔ کہ: بلکہ۔ دہقان: کسان۔ کہ: جس نے کہ۔ پرورید: پالا۔ (۱۰) دلیر: بہادر۔ آمدی: تو آیا۔ سعدیا: اے سعدی۔ سخن: بات۔ چوں: جب۔ تیغے: ایک تلوار۔ بدست: ہاتھ میں۔ ست: ہے۔ فتح: بڑی فتح۔ ے: عظمت۔ بکن: کر تو۔

تشریح: (۱) چرواہا اپنی بدنصیبی کا ماتم کرتے ہوئے بادشاہ کو باور کرا رہا ہے کہ یہ جنگل آپ کے گھوڑوں کی چراگاہ ہے میں بڑے جذبات و خلوص کے ساتھ آپ کے سامنے آیا لیکن افسوس کہ آپ نے مجھے اپنا دشمن سمجھا۔ (۲) اس شعر میں دارا بادشاہ کا خدمتگار چرواہا اپنی بہتر کارکردگی جتانے کے ساتھ ساتھ لاکھوں گھوڑوں میں سے بادشاہ کی ذاتی پسند کا گھوڑا نکال کر لانے کی صورت میں اپنے پرانے خادم ہونے کا یقین دلا رہا ہے۔ (۳) اس شعر میں چرواہا اپنے گھوڑوں کی پہچان کے حوالے سے بادشاہ کو رعایا کی خبر گیری اور پہچان کرنے کے تناظر میں بادشاہ کے شایان شان دور اندیشی کی ترغیب دے رہا ہے۔ (۴) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ بادشاہ کی دور رس نظر چرواہے کی نگاہ سے کمتر ہونے کی صورت میں جہاں ملکی نظم و نسق میں ابتر حالت پیدا ہوگی وہاں حکومت کی تباہی بھی یقینی امر ہے۔ (۵) گفتار (عنوان) اس گفتار (بات) میں شیخ سعدیؒ یہ مقصد بیان کر رہے ہیں کہ رعایا اور بادشاہ کے درمیان فاصلے نہیں ہونے چاہئیں بلکہ بادشاہ براہ راست اپنی رعیت کی شکایات سُنے اور ذاتی طور پر ان کے مسائل حل کرے۔ (۶) جو بادشاہ عادل اور مہربان ہوتے ہیں وہ ہمیشہ مظلوموں کی دادرسی بھی کرتے ہیں اور عوام کے دکھ درد میں شریک بھی ہوتے ہیں۔ (۷) بقول چرواہا، اے بادشاہ سلامت آپ بھی عوام کے اتنے قریب ہو جائیں کہ مظلوم حق و انصاف پانے کیلئے آپ کے پاس آنے میں دقت محسوس نہ کریں۔ (۸) کسی بھی حکمران کے دور حکومت میں جہاں کہیں بھی ظلم ہوتا ہے وہ بادشاہ کے کھاتے میں شمار ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کی گرفت سخت ہوتی تو کوئی بھی ظلم کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ (۹) اس شعر میں کتے کی تمثیل سے بادشاہ کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ اگر کسی کو کتا کاٹ لے تو یہ کتے کا نہیں بلکہ اس کے مالک کا قصور ہے کہ اس نے ایسا وحشی کتا رکھا کیوں ہے۔ (۱۰) اس شعر میں شیخ سعدیؒ اپنی زبان کی تلوار سے دلوں کی فتح قرار دے کر بے باکانہ روش کے تناظر میں بادشاہوں کے دلوں کو فتح کرنے کا عزم ظاہر کر رہے ہیں۔

مصرع اول		مصرع دوم
بگو آنچہ دانی کہ حق گفتہ بہ	۱	نہ رشوت ستانی نہ عشوہ دہ
جو کچھ تو جانتا ہے کہہ ڈال اسلئے کہ سچی بات کہنا بہتر ہے		تو نہ رشوت خور ہے نہ فریب دینے والا
زباں بند و دفتر ز حکمت بشوی	۲	طمع بگسل و ہرچہ خواہی بگوی
زبان کو بند کر اور کتاب دانائی سے دھو ڈال		لالچ کو ختم کر دے اور پھر جو چاہے کہے جا

حکایت (۳)

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
خبر یافت گردن کشے در عراق	۴	کہ می گفت مسکینے از زیر طاق
عراق میں ایک بادشاہ کو معلوم ہوا		کہ ایک مسکین محل کے نیچے کہہ رہا ہے
تو ہم بر درے ہستی اُمیدوار	۵	پس امید بر در نشیناں برار
تو بھی کسی دروازے کا امیدوار ہے		لہٰذا دروازے پر پڑے ہوؤں کی امید پوری کر
دلِ دردمنداں برآور ز بند	۶	کہ ہرگز نباشد دلت دردمند
دردمندوں کے دل کو فکر سے چھڑا		تاکہ تیرا دل کبھی دردمند نہ ہو
پریشانیٔ خاطرِ دادخواہ	۷	براندازد از مملکت پادشاہ
انصاف چاہنے والے کے دل کی پریشانی		بادشاہ کو گدی سے اتار پھینکتی ہے
تو خفتہ خنک در حرم نیمروز	۸	غریب از بروں گو بگرما بسوز
تو دوپہر میں آرام سے محل میں سویا ہے		تو پردیسی سے کہہ دے کہ باہر گرمی سے جل
ستانندۂ داد آں کس خداست	۹	کہ نتواند از پادشہ داد خواست
اس شخص کو خدا انصاف دیتا ہے		جو بادشاہ سے انصاف نہ چاہ سکے

(۱) بگو: کہہ تو۔ آنچہ: جو کچھ کہ۔ دانی: تو جانتا ہے۔ گفتہ: کہی ہوئی بات۔ بہ: بہتر۔ رشوت ستاں: رشوت لینے والا۔ ی: اصل یعنی ہے تو۔ عشوہ: فریب۔ دہ: کے ساتھ، اسم فاعل دینے والا۔ (۲) بند: بند کر۔ دفتر: کتاب۔ حکمت: دانائی۔ بشو: دھو ڈال۔ بگسل: چھوڑ دے۔ ہرچہ: جو کچھ کہ۔ خواہی: تو چاہے۔ بگو: کہہ۔

(۳) حکایت: کہانی۔

(۴) یافت: پائی اس نے۔ گردن کشے: ایک گردن کھینچنے والا یعنی متکبر۔ عراق: عرب کا ایک مشہور ملک جہاں کا دارالحکومت بغداد ہے۔ می گفت: کہہ رہا تھا۔ زیر: نیچے۔ طاق: محل۔ (۵) ہم: بھی۔ درے: ایک دروازہ یعنی خدا کا۔ ہستی: ہے تو۔ امیدوار: امید رکھنے والا۔ بر درنشیناں: دروازے پر بیٹھنے والے۔ برآر: پوری کر۔ (۶) دردمنداں: درد والے۔ برآور: نکال۔ بند: فکر و غم۔ کہ: تاکہ۔ ہرگز: کبھی نہ۔ باشد: نہ ہووے۔ دلت: تیرا دل۔ (۷) خاطرِ دادخواہ: انصاف چاہنے والا دل۔ براندازد: اکھاڑ دیتا ہے۔ مملکت: ملک۔

(۸) خفتہ: سویا ہوا۔ خنک: آرام۔ حرم: گھر۔ نیمروز: دوپہر۔ غریب: مسافر یا مظلوم۔ از بروں: باہر۔ گو: کہہ دے زبان حال سے۔ بگرما: گرمی میں۔ بسوز: جل جا رہ۔ (۹) ستانند: لینے والا۔ داد: انصاف۔ آں کس: وہ شخص۔ ست: ہے۔ کہ: جو کہ۔ نتواند: خواست کے اوپر لگتا ہے۔ یعنی انصاف نہیں مانگ سکتا۔

تشریح، (۱) چونکہ رشوت خور اور فریب کار شخص عموماً حرام خور ہوتے ہیں اور حرام خور طبعی طور پر بزدل اور حق بات کہنے سے کتراتا ہے جبکہ حلال کھانے والا حق گوئی سے نہیں گھبراتا۔ (۲) جو شخص حق گوئی و بے باکی کا خوگر ہو اسے تین صفات سے متصف ہونا چاہیئے۔

۱۔ سوال کرنے سے زبان بند رہے۔ ۲۔ خود کو علم و فہم اور حکمت کا گہوارہ نہ سمجھے۔ ۳۔ حرص و طمع ترک کر دے۔

(۳) حکایت (عنوان) اللہ تعالیٰ غنی ہے اور باقی تمام لوگ فقیر ہیں۔ خواہ بادشاہ ہوں یا گداگر۔ اس حکایت میں یہی بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام انسانوں پر انعام و اکرام کی بارش کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح بادشاہ کو بھی چاہیئے کہ وہ فقیروں کی خبر گیری کرتا رہے۔ (۴) اس شعر سے عراق کے ایک مغرور حاکم کی کہانی شروع ہو رہی ہے کہ اس کے محل کے نیچے ایک فقیر جو کچھ کہہ رہا تھا اس شعر کے بعد آخر حکایت تک دوسرے تمام شعروں میں اسی مسکین و فقیر کے الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ (۵) شعر کے پہلے مصرع میں کہا گیا ہے کہ اے بادشاہ اگرچہ تو دنیا میں تخت شاہی پر بیٹھا ہے لیکن تجھ سے بڑا بادشاہ بھی احکم الحاکمین ہے تو اس کے دروازے کا سوالی ہے۔ دوسرے مصرع میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ تیرے در کے سوالی ہیں تو ان کی اُمیدیں پوری کر اللہ تعالیٰ تیری امیدیں بر لائے گا۔ (۶) دنیا مکافات عمل ہے۔ اس لیئے اگر کوئی بادشاہ عدل و انصاف کے پھول مہکائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی حق و انصاف کا ترو تازہ چمن عطا کرے گا۔ سچ ہے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ (۷) اگر رعایا پر انصاف کا حصول ناممکن ہو تو پھر بغاوت کی چنگاریاں نہ صرف پورے گلستان کو جلا دیتی ہیں بلکہ انقلاب کا عفریت بادشاہ کو تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ کر لیتا ہے۔ (۸) جو بادشاہ اپنی رعیت کے لیئے فکر مند رہتا ہے وہ دن رات نیند نہیں کرتا۔ لیکن اے بادشاہ اگر تو دوپہر یا رات کی نیند میں مست ہے تو پھر تجھے صرف اپنے آرام سے غرض ہے۔ رعایا کی کوئی فکر نہیں۔ (۹) جو مظلوم بادشاہ تک رسائی نہ پانے کے باعث انصاف سے محروم رہتا ہے تو پھر اسے اللہ تعالیٰ خود انصاف دلاتا ہے ؏

زر کا سودا بے زر کا خدا
پروں والے اُڑ گئے بے پر کا خدا

حکایت

کہانی

یکے از بزرگان اہل تمیز	۲	حکایت کند ز ابن عبد العزیز
بزرگوں میں سے ایک اہل تمیز		عمر ابن عبد العزیز کا قصہ بیان کرتا ہے
کہ بودش نگینے بر انگشتری	۳	فرو ماندہ در قیمتش جوہری
کہ اس کی انگوٹھی پر ایک نگ تھا		جوہری اس کی قیمت لگانے سے عاجز تھے
بشب گفتی آں جرم گیتی فروز	۴	دُرے بود روشنائی چو روز
اس جہان کے روشن کرنیوالے جسم کو تو رات میں یہ کہے گا		کہ وہ موتی چمک میں دن کی طرح ہے
قضارا در آمد یکے خشک سال	۵	کہ شد بدر سیمائے مردم ہلال
اتفاقاً ایک ایسا خشک سال آیا		کہ لوگوں کیلئے چودھویں رات کے چاند جیسا چہرہ ہلال بن گیا
چو در مردم آرام و قوت ندید	۶	خود آسودہ بودن مروّت ندید
جب اس نے انسانوں میں آرام اور قوت نہ دیکھی		تو اپنے آپ آرام کرنا شرافت نہ سمجھا
چو بیند کسے زہر در کام خلق	۷	کیش بگذرد آب نوشیں بحلق
جب کوئی انسانوں کے منہ میں زہر دیکھ رہا ہو		تو بہترین پانی اس کے حلق سے کیسے اتر سکتا ہے
بفرمود و بفروختندش بسیم	۸	کہ رحم آمدش بر غریب و یتیم
اس نے حکم دیا کہ اسکو چاندی کے عوض فروخت کردیں		کیونکہ اس کو مسافر اور یتیم پر رحم آیا
بیک ہفتہ نقدش بتاراج داد	۹	بدرویش و مسکین و محتاج داد
اس کی نقدی ایک ہفتہ تک لٹائی		درویش اور مسکین اور محتاج کو دی

(۱) حکایت: کہانی۔
(۲) یکے: ایک۔ اہل تمیز: عقل اور تمیز والے۔ کند: کرتا ہے۔ ابن عبد العزیز: بنو امیہ کے خلیفۂ راشد جو عبد العزیز کے بیٹے اور مروان کے پوتے ہیں، جن کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ (۳) بودش: یہ شں انگشتری کے ساتھ لگتی ہے۔ بود: تھا۔ نگینہ: قیمتی پتھر۔ فرو ماندہ: عاجز رہ گیا۔ جوہری: موتیوں کا کاروبار کرنے والا۔ (۴) شب: رات۔ گفتی: تو کہے۔ جرم: جسم۔ گیتی فروز: دنیا کو روشن کرنے والا۔ دُرّے: ایک موتی۔ بود: تھا۔ چوں: مثل۔ روز: دن۔ (۵) قضا: تقدیر۔ در آید: آیا۔ خشک سال: جس میں بارش نہ ہوئی۔ شد: ہو گیا۔ بدر: چودھویں کا چاند۔ سیما: چہرہ۔ مردم: لوگ۔ ہلال: پہلی رات کا چاند۔ (۶) ندید: نہ دیکھا۔ آسودہ: آرام والا۔ بودن: ہونا۔ مروّت: انسانیت یا احسان۔
(۷) بیند: وہ دیکھے۔ کسے: کوئی شخص۔ کام: حلق۔ خلق: مخلوق۔ کیش: اصل کے "اور شں" حلق کے ساتھ لگتا ہے یعنی اس کا حلق کے، کب۔ بگذرد: گزرے۔ آب: پانی۔ نوشیں: میٹھا۔
(۸) بفرمود: اس نے حکم دیا۔ بفروختندش: انہوں نے اس کو بیچ دیا۔ بسیم: چاندی کے بدلے۔ آمدش: آیا اس کو۔ یتیم: جس بچے کا باپ فوت ہو گیا ہو۔
(۹) نقدش: اس کی نقدی۔ تاراج: لوٹ۔ داد: دے دی۔

تشریح: (۱) حکایت (عنوان) اس کہانی میں امور مملکت کو کامیاب ترین طریقے سے چلانے کا ایک اچھوتا طریقہ کار بیان کیا گیا ہے کہ اگر ملک قحط سالی کا شکار ہو جائے تو بادشاہ اپنی رعیت پر ذاتی خزانوں کے منہ کھول دے تاکہ عوام بھوکوں نہ مریں۔ (۲) صاحب عقل بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے مروان کے پوتے اور عبد العزیز کے بیٹے حضرت عمر بن عبد العزیز کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اگلے اشعار میں اسی کہانی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (۳) حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کا نگینہ ہیرے کا تھا جو اس قدر قیمتی تھا کہ اُس دَور کے بڑے سے بڑے جوہری اس کی قیمت دینے سے قاصر تھے۔ (۴) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ جس کی چمک اتنی تیز تھی کہ رات کی تاریکی دن میں بدل جاتی تھی! ایسا انمول ہیرا شاید اس دور میں کسی کے پاس نہ ہو۔ (۵) اس شعر میں خوشحالی کے زمانے میں لوگوں کے کھلے ہوئے چہروں کو چودھویں کے چاند سے اور قحط سالی کے دنوں میں لوگوں کے مرجھائے ہوئے چہروں کو پہلی رات کے چاند سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ چودھویں کا چاند روشنی اور ہیئت کے اعتبار سے مکمل اور زیادہ ہوتا ہے۔ (۶) لوگوں کو قحط کی وجہ سے کھانے کو کچھ میسر نہ ہونے کی وجہ سے لاغری اور دُبلاپن نے ایسا دبوچا کہ اُن کا بُرا حال ہو گیا چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز سے عوام کی یہ حالت دیکھی نہ گئی۔ یہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے لیے بہت کٹھن امتحان کا وقت تھا۔ (۷) جب دل میں ہمدردی اور دردمندی کے جذبات موجزن ہوں اور انسان جوہر انسانیت سے مالا مال ہو تو کسی کو زہر کھاتا دیکھ کر اس کے حلق سے شربت اترنا دشوار و محال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو ان صفات سے نوازا تھا۔ (۸) حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس اس قیمتی انگوٹھی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے اسے انتہائی سستے داموں بیچ دیا کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیز کو اپنی رعایا سے بہت محبت تھی اس لیے انہوں نے اپنی قیمتی انگوٹھی ان پر قربان کر دی۔ (۹) اس انگوٹھی سے حاصل ہونے والی تمام رقم ایک ہی ہفتہ میں درویشوں، یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم کرا دی۔

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	بریدند بروے ملامت کناں	کہ دیگر بدستت نیاید چناں
	ملامت کرنے والوں نے اس کو طعنہ دیا	کہ دوسرا اب اس جیسا ہاتھ نہ لگے گا
۲	شنیدم کہ می گفت وباران دمع	بعارض فرومید ویدش چو شمع
	میں نے سنا ہے کہ وہ کہہ رہا تھا اور آنسوؤں کی بارش	اس کے رخساروں پر شمع کے موم کی طرح بہہ رہی تھی
۳	کہ زشتست پیرایہ بر شہریار	دل شہری از ناتوانی فگار
	کہ بادشاہ کے لیئے زینت بُری ہے	جب کسی بھی شہری کا دل کمزوری سے زخمی ہو
۴	مرا شاید انگشتری بے نگیں	نشاید دل خلقے اندوہ گیں
	میرے لیئے بے نگ کی انگوٹھی مناسب ہے	لیکن رعایا کا غمگین دل مناسب نہیں ہے
۵	خنک آنکہ آسائش مردوزن	گزیند بر آسایش خویشتن
	اس آدمی کا دل ٹھنڈا ہے جو مردوں اور	عورتوں کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دے
۶	نکردند رغبت ہنر پروراں	بشادیٔ خویش از غم دیگراں
	ہنرمندوں نے رغبت نہیں کی	اپنی خوشی میں دوسروں کے غم کی وجہ سے
۷	اگر خوش بخسپید ملک بر سریر	نہ پندارم آسودہ خسپد فقیر
	اگر بادشاہ تخت پر آرام سے سوئے	مجھے یقین نہیں کہ فقیر آرام سے سو سکے
۸	وگر زندہ دارد شب دیر باز	بخسپند مردم بآرام و ناز
	اور اگر دراز رات میں وہ جاگے	تو لوگ آرام وراحت سے سو سکتے ہیں
۹	بحمد اللہ ایں سیرت وراہِ راست	اتابک ابو بکر بن سعد راست
	خدا کا شکر ہے کہ یہ عادت اور سیدھا راستہ	اتابک ابو بکر بن سعد کو حاصل ہے

بریدند: پڑگئے یعنی طعن کرنے لگے۔ بروے: اس پر۔ ملامت کناں: ملامت کرنے والے۔ دیگر: دوسرا۔ بدستت: ترے ہاتھ میں۔ نیاید: نہیں آئے گا۔ چناں: ایسا۔
(۲) شنیدم: میں نے سنا۔ می گفت: وہ کہتا تھا۔ و: حالانکہ باراں: بارش۔ دمع: آنسو۔ بعارض: رخساروں پر۔ فرومید ویدش: اس پر گر رہی تھی۔ چو شمع: شمع کی مثل۔
(۳) زشت: بُرا۔ ست: ہے۔ پیرایہ: زینت۔ شہریار: بادشاہ۔ ناتوانی: کمزوری، ناداری۔ فگار: زخمی۔
(۴) مرا: مجھ کو۔ شاید: لائق ہے۔ انگشتری: انگوٹھی۔ بے نگیں: نگ کے بغیر سادہ۔ نشاید: نہیں لائق ہے۔ خلقے: ایک مخلوق۔ اندوہ گیں: غم والا۔ (۵) خنک: مبارک۔ آنکہ: جو شخص کہ۔ آسائش: آرام۔ مردوزن: مرد اور عورتیں مراد لوگ۔ گزیند: اختیار کرے۔ بر: پر۔ خویشتن: اپنی۔
(۶) نکردند: نہیں کی انہوں نے۔ ہنر پروراں: ہنر پالنے والے بشادیٔ خویش: اپنی خوشی میں۔ دیگراں: دوسرے۔
(۷) بخسپید: سو دے۔ ملک: بادشاہ۔ سریر: تخت۔ نہ پندارم: میں نہیں سمجھتا۔ آسودہ: آرام سے۔ خسپد: سو دے۔
(۸) دارد: رکھے وہ۔ شب: رات۔ دیر باز: دیر سے کھلنے والی یعنی لمبی۔ بخسپند: سو جاویں۔ مردم: لوگ۔ بآرام و ناز: آرام اور راحت سے۔
(۹) بحمد اللہ: اللہ کا شکر۔ سیرت: عادت۔ راہ راست: سیدھی راہ۔ اتابک: شیراز کے بادشاہوں کا لقب۔ ابو بکر بن سعد: شیخ سعدیؒ کا ممدوح جو انکے وقت شیراز کا بادشاہ تھا۔

تشریح: (۱) حضرت عمر بن عبدالعزیز کی انگوٹھی میں قیمتی ہیرا موجود تھا جو کسی اور کے پاس نہیں تھا اور نہ ہی آئندہ ملنے کا امکان تھا۔ اس لیئے ان کے قریبی مگر نادان دوستوں نے ہیرا بیچنے کے حوالے سے یہ کہتے ہوئے ملامت کی کہ ایسا ہیرا پھر تمہیں ہاتھ نہ آئے گا۔ (۲) جس دل میں رقّت اور گدازی ہو تو ایسا دل ہر دکھ بھری بات پر رونے لگتا ہے جس شخص کے پاس ایسا دل ہو وہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت سے فیضیاب ہوتا ہے اس شعر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دل کی یہی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ (۳) حضرت عمر بن عبدالعزیز اس حال میں کہ ان کے رخسار آنسوؤں سے تر تھے، فرمانے لگے کہ جب کسی بھی طور عوام کے دل زخم خوردہ ہوں تو بادشاہ پر زیب وزینت اور عیش وعشرت قطعی حرام ہے اے کاش کہ دورِ حاضر کے حکمران بھی اسی دل اور تصوّر کے مالک ہوتے۔ (۴) اس شعر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول پیش کیا گیا ہے کہ ایسے قیمتی نگینے والی انگوٹھی سے وہ بغیر نگینے کے انگوٹھی بہتر ہے جس سے عوام الناس کے دل غمزدہ نہ ہوں۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول منقول ہے کہ وہ شخص بہت اچھا اور خوب تر ہے جو دوسروں کے سکون کو اپنی راحت وسکون سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے کیونکہ انبیاء وصلحاء کا یہی شیوہ رہا ہے۔ (۶) اس شعر میں بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول نقل کیا گیا ہے کہ عقل مند آدمی وہ ہوتا ہے جو دوسروں کے غموں اور دُکھوں کا مداوا کرتا ہے اسے دوسروں کے دکھوں سے نجات کی فکر ہوتی ہے وہ اپنی خوشی سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ (۷) چونکہ فقیر آدمی لوگوں میں بے حیثیت ہوتا ہے اس لیئے اس شعر میں فقیر ایسے بے حیثیت شخص کے آرام کا تذکرہ کر کے ہر صاحب حیثیت کے سکون کو شامل کر دیا حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں جو بادشاہ تخت پر مزے کی نیند کرتا ہے اس کی رعایا کا معمولی فقیر بھی آرام نہیں کر سکتا۔ (۸) اس شعر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زبان میں اچھے بادشاہ کی صفت بیان کی گئی ہے بلکہ بادشاہ کا اصل فریضہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر بادشاہ اپنی رعایا کی دیکھ بھال میں راتوں کو اپنی آنکھوں میں کاٹے تو رعیّت کا ہر شخص امن وراحت سے زندگی بسر کریگا۔ (۹) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اپنے عہد کے بادشاہ آتابک ابو بکر بن سعد کے بارے میں فرمایا ہے کہ لوگوں پر خزانے لٹانے اور عوام کی خبر گیری کے لیئے راتوں کو جاگنے والی حضرت عمر بن عبدالعزیز والی صفت آتابک ابو بکر بن سعد میں پائی جاتی ہے۔

مصرعِ اول		مصرعِ ثانی
کس از فتنہ در پارس دیگر نشاں	۱	نہ بیند مگر قامتِ مہوشاں
فارس میں کوئی بھی فتنہ کا نشان		نہیں دیکھتا سوائے مہرووں کے قد کے
یکے پنج بیتم خوش آمد بگوش	۲	کہ در مجلسے می سرودند دوش
ایک پانچ شعر مجھے سننے میں بھلے معلوم ہوئے		جو گذشتہ شب لوگ ایک مجلس میں پڑھ رہے تھے
قول		
بات		
مرا راحت از زندگی دوش بود	۴	کہ آں ماہ رویم در آغوش بود
مجھے کل شب زندگی کا لطف حاصل تھا		اسلئے کہ وہ مہرو میری آغوش میں تھا
مر اورا چو دیدم سر از خواب مست	۵	بدو گفتم اے سرو پیش تو پست
میں نے جب اسے نیند میں مست دیکھا		تو اس سے کہا کہ اے وہ جس کے سامنے سرو بھی پست ہے
دمے نرگس از خواب نوشیں بشوی	۶	چو گلبن بخند و چو بلبل بگوی
تھوڑی دیر کیلئے نرگس جیسی آنکھ کو میٹھی نیند سے دھولے		شاخ گل کی طرح ہنس اور بلبل کی طرح چہک
چہ می خسپی اے فتنۂ روزگار	۷	بیا و مئے لعل و نوشیں بیار
اے تمام جہان کے فتنے کیا سوتا ہے تو		آ اور کل کی سرخ شراب لا
نگہ کرد شوریدہ از خواب و گفت	۸	مرا فتنہ خوانی و گوئی مخفت
نیند سے گھبرا کر اس نے دیکھا اور کہا		مجھے فتنہ بھی کہہ رہا ہے اور کہتا ہے نہ سو
در ایام سلطان روشن نفس	۹	نہ بیند دگر فتنہ بیدار کس
روشن دل بادشاہ کے زمانے میں		کوئی فتنہ کو بیدار نہیں دیکھتا ہے

(۱) کس: شخص۔ پارس: ایران۔ دیگر: اور۔ نہ بیند: نہیں دیکھے گا۔ قامت: قد۔ مہوشاں: چاند کے چہرے والے یعنی محبوب۔ (۲) یکے: ایک۔ پنج: پانچ۔ بیتم: شعر، اس کی میم گوش کے ساتھ لگتی ہے یعنی میرے کان میں۔ مجلسے: ایک مجلس۔ می سرودند: گاتے تھے۔ دوش: کل رات۔

(۳) قول: بات۔

(۴) مرا: مجھ کو۔ دوش: کل رات۔ بود: تھا۔ ماہ رویم: چاند کے چہرے والا۔ اس کا میم آغوش کا مضاف الیہ بنتا ہے یعنی میری آغوش۔

(۵) چو: جب۔ دیدم: میں نے دیکھا۔ اورا: اس کو۔ خواب: نیند۔ بدو: اس کو۔ گفتم: میں نے کہا۔ پیش تو: تیرے سامنے۔ پست: نیچا۔ (۶) دمے: ایک دم۔ نرگس: ایک پھول، مراد نرگس جیسی آنکھ۔ نوشیں: میٹھی۔ بشو: دھو۔ گلبن: گلاب کا پودا یا شاخ۔ بخند: ہنس۔ بگو: کہہ۔ (۷) چہ: کیا ہے۔ خسپی: سوتا ہے تو۔ فتنۂ روزگار: زمانے کا فتنہ یعنی جس نے زمانے کو فتنہ میں ڈال رکھا ہے۔ بیا: آ۔ لعل: سرخ، شراب۔ بیار: لا۔ (۸) نگہ کرد: نظر کی۔ شوریدہ: پریشان حال۔ گفت: اس نے کہا۔ مرا: مجھ کو۔ خوانی: کہتا ہے تو۔ وگوئی: اور کہتا ہے۔ مخفت: مت سو، یہ ماضی منفی بمعنی نہی ہے۔ (۹) ایام: جمع یوم، دن۔ سلطان: بادشاہ۔ روشن نفس: روشن دل والا۔ نہ بیند: نہ دیکھے۔ دگر: اور کوئی۔ کس: کوئی شخص۔

تشریح: (۱) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اپنے وطن فارس (ایران) کی خوشحالی اور اس کے نتیجے میں امن و راحت اور عوام الناس کی قابل رشک اٹھان کا تذکرہ کر کے یہ باور کیا ہے کہ اگر بادشاہ ہمدرد اور دردمند ہو تو ہر ملک قابل رشک حد تک خوشحال ہو سکتا ہے۔ (۲) شیخ سعدیؒ نے کسی مجلس میں پانچ اشعار سنے تھے جس میں مجلس کا ماحول ایسا پُرسکون تھا کہ سبحان اللہ۔ مجلس کے اسی پُرسکون ماحول کو بطور دلیل پیش کر رہے ہیں کہ بادشاہ اگر عوام کے دُکھ درد بذاتِ خود بانٹے تو اسی قسم کا پُرسکون ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔ (۳) قول (عنوان) اس قول میں شیخ سعدیؒ کے زمانے کے بادشاہ ابوبکر بن سعد کے حُسن تدبیر و بہتر انتظام اور عدل و انصاف کی فراوانی کے باعث عوام الناس کے دل بے فکری کے عالم میں عشق و محبت کے جذبات سے معمور ہو کر نکتۂ عروج کو پہنچ چکے تھے۔ (۴) یہ انسان کی فطرت ہے کہ جب اسے اپنے محبوب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا ہے تو وہ دنیا و مافیہا سے بے گانہ ہو جاتا ہے۔ اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے اسی بیخودی پر مبنی کیفیت کا تذکرہ کیا ہے۔ (۵) چونکہ محبوب اپنے عاشق کے دل کی دنیا میں موجزن ہونے والی کیف و مستی کے طوفان سے ناآشنا ہوتا ہے اس لیے وہ اپنے عاشق کے پُرکیف جذبات کی قدر دانی نہیں کرتا۔ (۶) اس شعر میں عاشق کا اپنے محبوب کو تھوڑی دیر کے لیے نرگسی آنکھوں کو دھونے، پھول کی طرح ہنسنے اور بلبل کی طرح چہکنے کا مشورہ دینا اسی کا غماز ہے کہ محبوب کو عاشق کے جذبات سے کوئی سروکار نہیں۔ (۷) فتنہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنا دیوانہ بنا کر دنیا و مافیہا سے غافل اور بیگانہ کر دے۔ اس شعر میں محبوب کے لازوال حُسن کو فتنہ قرار دیا گیا ہے کہ ہر دیکھنے والا شیدائی ہو جاتا ہے۔ اس سے محبوب کی حشر سامانی مُراد ہے۔ (۸) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ محبوب نے پریشان حال ہو کر نیند سے بیدار ہوتے ہوئے الزامی جواب دیا کہ تو مجھے فتنہ بھی کہتا ہے اور فتنے کی بیداری کا خواہشمند بھی ہے۔ چنانچہ فتنے کا سو جانا ہی زیادہ بہتر ہے۔ (۹) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر بن سعد کی تعریف بڑے پُرلطف انداز میں کی ہے کہ اُس کے دورِ حکمرانی میں اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت ہر قسم کے فتنے سو گئے تھے۔ سوائے نگاہ نازنین کے فتنوں کے۔

حکایت

کہانی

۲ — در اخبار شاہان پیشینہ ہست ۔ کہ چوں تکلہ بر تخت زنگی نشست

پہلے بادشاہوں کی حکایتوں میں مذکور ہے ۔ کہ جب زنگی کے تخت پر تکلہ جانشین ہوا

۳ — بدورانش از کس نیازرد کس ۔ سبق برد گر خود ہمیں بود و بس

اس کے زمانہ میں کوئی کسی سے ناخوش نہ تھا ۔ وہ بازی لے جاتا اگر اس میں صرف یہی ایک خصلت ہوتی

۴ — چنیں گفت یکرہ بصاحب دلے ۔ کہ عمرم بسر رفت بہ بے حاصلے

ایک بار اس نے ایک صاحب دل سے کہا ۔ کہ میری عمر تو بے فائدہ ضائع ہو گئی

۵ — چو می بگذرد ملک و جاہ و سریر ۔ نبُرد از جہاں دولت اِلّا فقیر

جب حکومت اور ملک اور تخت فانی چیز ہے ۔ تو پھر دنیا سے فقیر کے علاوہ کوئی دولت نہیں لے گیا

۶ — بخواہم بکنج عبادت نشست ۔ کہ دریابم ایں پنج روزے کہ ہست

میں چاہتا ہوں کہ عبادت کے گوشے میں بیٹھوں ۔ شاید عمر کے باقی دنوں میں کچھ حاصل کر لوں

۷ — چو بشنید دانائے روشن نفس ۔ بہ تندی بر آشفت کہ اے تکلہ بس

جب روشن دل عقل مند نے سنا ۔ تو غصہ سے بگڑ کر کہا کہ اے تکلہ بس

۸ — طریقت بجز خدمتِ خلق نیست ۔ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

طریقت خدمتِ خلق کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ تسبیح اور مصلے اور گدڑی میں نہیں ہے

۹ — تو بر تختِ سلطانیِ خویش باش ۔ باخلاقِ پاکیزہ درویش باش

تو اپنی بادشاہی کے تخت پر رہ ۔ اور پاکیزہ اخلاق کے ذریعہ درویش بنا رہ

(۱) حکایت: کہانی۔
(۲) اخبار: جمع خبر۔ شاہاں: جمع شاہ۔ پیشینہ: پہلے والے۔ ہست: ہے۔ چوں: جب۔ تکلہ: شہزادہ زنگی غالباً نورالدین زنگی مراد ہے۔ نشست: بیٹھا۔
(۳) دوراں: زمانہ۔ بدورانش: اس کے زمانے میں۔ کس: شخص۔ نیازرد: نہیں رنجیدہ ہوا۔ سبق برد: سبقت لے گیا۔ ہمیں: یہی۔ بود: تھا۔ بس: کافی۔ (۴) چنیں: ایسے۔ گفت: اس نے کہا۔ یکرہ: ایک مرتبہ۔ بصاحبدلے: ایک صاحب دل کو۔ عمرم: میری عمر۔ رفت: گزر گئی۔ بہ: میں۔ بے حاصلے: بے نتیجہ۔ (۵) چوں: جب۔ می بگذرد: گزر جاتا ہے۔ جاہ: مرتبہ۔ سریر: تخت۔ نبرد: نہیں لے گیا۔ اِلّا: عربی کا حرف استثنا معنی مگر یا سوائے۔ (۶) بخواہم: میں چاہتا ہوں۔ بکنج: کونے میں۔ نشست: اس کے اوپر بخواہم لگ کر مستقبل بنتا ہے یعنی میں بیٹھوں گا۔ دریابم: میں پالوں۔ ایں: یہ۔ پنج روزے: پانچ دن مُراد بقیہ عمر۔ (۷) بشنید: اس نے سنا۔ دانا: سمجھ دار۔ بہ تندی: غصے کے ساتھ۔ بر آشفت: برہم ہوا۔ تکلہ: نام شہزادہ۔ بس: بس کر۔
(۸) طریقت: شریعت کے مطابق صوفیانہ طریقہ۔ بجز: سوائے۔ خلق: مخلوق۔ نیست: نہیں ہے۔ سجادہ: مصلے۔ دلق: گودڑی۔
(۹) سلطانی: بادشاہی۔ خویش: اپنی۔ باش: رہ۔ باخلاق: پاکیزہ اچھے اخلاق کے ساتھ۔ درویش: خدا کے دروازے کا بھکاری۔

تشریح: (۱) حکایت (عنوان) اس حکایت میں یہ مقصد بیان کیا گیا ہے کہ پرہیزگاری اور پاکیزگی کے لیے ضروری نہیں کہ یہود و نصاریٰ کی طرح رہبانیت اختیار کی جائے۔ بلکہ حضرت داؤدؑ اور سلیمان علیہما السلام اور رسول علیہ السلام کی طرح تخت شاہی پر بیٹھ کر بھی درویشی اختیار کی جاسکتی ہے۔ (۲) اس شعر کی روانی سے معلوم ہوتا ہے کہ تکلہ نامی شخص اور ہے جبکہ نورالدین زنگیؒ اور ہے۔ لیکن بعض شراح بوستان نے تکلہ سے مُراد نورالدین زنگی ہی لیا۔ مذکورہ حکایت میں تکلہ یا نورالدین زنگی کے حوالے سے ایک تاریخی واقعہ بیان کرنا مقصود ہے۔ (۳) تکلہ کے حُسنِ انتظام اور تدبیر مملکت کی خوبی بیان کرنے کی غرض سے مملکت میں امن و سکون کو بطور مثال بیان کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے زمانے میں امن و امان کا یہ عالم تھا کہ کوئی کسی سے ناراض نہ تھا چہ جائیکہ غارتگری یا ڈاکہ زنی کے واقعات رونما ہوتے۔ اس کی یہی فضیلت و خوبی کافی ہے۔ (۴) جب کسی انسان میں عجز و انکساری کا بیش قیمت گوہر جاگزیں ہوتا ہے تو وہ دنیا سے مایوس و بے رغبت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شہزادہ تکلہ نے ایک اللہ والے سے دنیا کی اسی مایوس کن کیفیت کا تذکرہ کیا۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ جب دنیا مایوسیوں کا گھر ہے تو پھر یہ تخت شاہی، ملک و منصب یہ سب کچھ فانی چیزیں ہیں۔ اصل مالدار تو وہ فقیر ہے جس کی ساری زندگی اللہ کے لیے گذری ہو۔ (۶) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ شہزادہ تکلہ کے ذہن میں اصل زندگی گوشہ نشیں ہو کر عبادت کرنا تھا اس لیے اس نے اللہ والے کے سامنے اس کا اظہار کیا کہ پانچ دن زندگی کے گوشہ نشینی اختیار کر کے پا سکوں۔ پانچ دن کا اشارہ (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر نماز پانچ وقت) کی طرف ہے۔ (۷) مغربی تہذیب پر عمل پیرا لوگ روشن دماغ نہیں بلکہ روشن دل وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں نور الٰہیہ کی روشنی ہوتی ہے۔ اس شعر میں اللہ والے کو روشن دل قرار دینے کا یہی مقصد ہے۔ چنانچہ اس نے تکلہ کو انتہائی غصیلے انداز میں کہا کہ اے تکلہ ایسی بات نہ کر کیونکہ جسے تو زندگی سمجھ بیٹھا ہے صرف وہی زندگی ہی حقیقی نہیں۔ (۸) اس شعر میں اللہ والے نے زندگی کا اصل مقصد بیان کرتے ہوئے نہ صرف تصوف و طریقت کے اصل تصور سے روشناس کیا ہے بلکہ لوگوں کی رہبانیت کے حوالے سے غلط فہمی دور کر دی کہ طریقت و تصوف کا اصل الاصول خدمتِ خلق ہے۔ دنیا سے کنارہ کشی نہیں۔ (۹) درویش درحقیقت اللہ تعالیٰ کے دروازے کے بھکاری کو کہتے ہیں خواہ وہ بادشاہ ہو یا فقیر۔ انسان کی زندگی عبادت و خلافت سے تکمیل پاتی ہے۔ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے تمام کام آجاتے ہیں اور خلافت میں رفاہ عامہ پر مبنی تمام امور موجود ہیں۔ جو بادشاہ تخت شاہی پر بیٹھ کر عبادت و خلافت کو بخوبی سرانجام دیتا ہے وہ فقیر سے کہیں بڑھ کر ہے۔

مصرع اول		مصرع دوم
بصدق و ارادت میاں بستہ دار	۱	ز طامات و دعوی زباں بستہ دار
سچائی اور ارادت پر کمر بستہ رہ		بیہودہ باتوں اور دعوؤں سے زبان روک کے رکھ
قدم باید اندر طریقت نہ دم	۲	کہ اصلے ندارد دمِ بے قدم
طریقت میں عمل درکار ہے دعویٰ نہیں		کیونکہ بے عمل دعویٰ کی کوئی اصل نہیں
بزرگاں کہ نقد صفا داشتند	۳	چنیں خرقہ زیر قبا داشتند
وہ بزرگ جو صفائی کی دولت رکھتے ہیں		قبا کے نیچے ایسی ہی گدڑی چھپائے رکھتے ہیں

حکایت[۴]

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
شنیدم کہ بگریست سلطانِ رُوم	۵	بر نیک مردے ز اہل علوم
میں نے سنا ہے کہ روم کا کوئی بادشاہ		ایک نیک مرد عالم کے سامنے رو پڑا
کہ پایابم از دستِ دشمن نماند	۶	جز ایں قلعہ و شہر بامن نماند
کہ دشمن کے ہاتھوں مجھ میں طاقت نہ رہی		اس قلعہ اور شہر کے علاوہ میرے پاس کچھ نہ رہا
بسے جہد کردم کہ فرزندِ من	۷	پس از من بود سرورِ انجمن
میں نے بہت کوشش کی کہ میرا لڑکا		میرے بعد انجمن کا سردار رہے
کنوں دشمنِ بدگہر دست یافت	۸	سرِ دستِ مردی و جہدم بتافت
اب جب بداصل دشمن کو قابو حاصل ہو گیا ہے		اس نے میری طاقت اور بہادری کا پنجہ موڑ دیا ہے
چہ تدبیر سازم چہ چارہ کنم	۹	کہ از غم بفرسود جان و تنم
کیا تدبیر کروں کیا علاج کروں		کہ غم سے میری جان اور جسم گھل گئے ہیں

(۱) بصدق: سچائی کے ساتھ۔ ارادت: عقیدت۔ میاں بستہ دار: کمر باندھے رکھ۔ طامات: بیہودہ کلام یعنی خالی خولی دعوے۔ (۲) باید: چاہیے۔ طریقت: تصوف کا طریقہ۔ دم: دعویٰ۔ قدم: عمل۔ اصلے: کوئی اصل۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ دمِ بے قدم: بے عمل دعویٰ۔
(۳) نقد: پونجی دولت۔ صفا: صفائی۔ داشتند: انہوں نے رکھی ہے۔ خرقہ: گودڑی۔ زیر: نیچے۔ قبا: اچکن یا چوغہ۔
(۴) حکایت: کہانی۔
(۵) شنیدم: میں نے سنا۔ بگریست: رو پڑا۔ سلطان: بادشاہ۔ رُوم: موجودہ ترکی۔ بر: پاس۔ اہل علوم: علم والے۔ (۶) پایابم: مجھ کو طاقت۔ دست: ہاتھ۔ نماند: نہیں رہا۔ جز: سوائے۔ ایں: یہ۔ بامن: میرے ساتھ۔ (۷) بسے: بہت۔ جہد: کوشش۔ کردم: میں نے کی۔ فرزند: بیٹا۔ من: میرا۔ پس از من: میرے پیچھے۔ بود: ہووے۔ سرور: سردار۔ انجمن: محفل۔
(۸) کنوں: اب۔ بدگہر: بدذات۔ دست یافت: اس نے قابو پایا۔ سرِ دستِ مردی: بہادری۔ جہد: طاقت۔ بتافت: موڑ دیا۔
(۹) چہ: کیا۔ سازم: میں بناؤں۔ چارہ: علاج۔ کنم: میں کروں۔ بفرسود: گھٹ گئی۔ تنم: تیرا جسم۔

تشریح: (۱) یہ اللہ والے کی نصیحت ہے بادشاہ کے لیئے کہ عبادت وخلافت پر مبنی تمام کام سرانجام دینے کے لیئے اخلاص وحسن نیت کو بہت عمل دخل ہے۔ یہ کارہائے نمایاں اخلاص کے ساتھ سرانجام پا جائیں تو منشائے الٰہیہ کا مقصود حاصل ہو سکتا ہے۔ (۲) انسان کی اصل حیاتی عملی زندگی ہے۔ اس لیئے عبادت وخلافت کے حوالے سے خدمت خلق عملی طور پر ہونی چاہیئے۔ زبانی کلامی دعوؤں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ شریعت وطریقت کی اصل حقیقت یہی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ (۳) اس شعر میں گودڑی کی اصل حقیقت واضح کی گئی ہے کہ دل کی آبلہ سنجی اور سادہ مزاجی درحقیقت گودڑی کہلاتی ہے۔ خواہ لباس شاہانہ زیب تن کیوں نہ ہو۔ بظاہر درویشانہ لباس ہو اور دل دنیوی معاملات میں الجھنے پر ہوشیار ہو تو وہ گودڑی نہیں ہوگی۔ (۴) حکایت (عنوان) اس حکایت میں دنیا کی اصل حقیقت سے آشنا کیا گیا ہے کہ ناپائیدار ہے۔ انسان کے تین دوست ہیں۔ ۱۔ اقربا، ۲۔ مال ودولت، ۳۔ اعمال صالحہ۔ پہلے دو دست موت آتے ہی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ دنیا کی فکر بھی مال دولت اور عزیز واقربا کی وجہ سے ہوتی ہے اس لیئے اس حکایت کے تناظر میں دنیا کی فکر کی بجائے آخرت سنوارنے کی فکر کرنی چاہیئے جو اعمال صالحہ پر مدار رکھتی ہے۔ (۵) قدیم دور میں ترکی روم کا علاقہ تھا اس لیئے موجودہ ترکی سے مُراد رُوم ہے۔ شیخ سعدیؒ شنیدہ کہانی بیان کرتے ہیں کہ روم (ترکی) کا بادشاہ پر کسی اللہ والے عالم کے سامنے شدتِ جذبات کی وجہ سے آہ وبکا کی کیفیت طاری ہو گئی۔ (۶) طاقتور دشمن کا مقابلہ نہ کرسکنے کے باعث سارا ملک دشمن کے قبضے میں آچکا تھا۔ اب صرف وہ قلعہ اور شہر باقی رہ گیا تھا جس میں وہ خود رہائش پذیر تھا۔ اسے فکر لاحق تھی کہ اب میرے شاہانہ وجاہت کا کیا ہوگا۔ دشمن آگے بڑھ رہا ہے اور مجھ میں ہمت نہیں۔ (۷) چونکہ بادشاہ کا بیٹا اصول حکمرانی وجہانبانی سے لابلد تھا۔ بادشاہ کی بسیار کوششوں کے باوجود اس کا بیٹا امور مملکت سنبھالنے میں بادشاہ کا دستِ بازو نہ بن سکا۔ اسے فکر تھی کہ میرے بعد ملک اور مال ودولت کا حقیقی وارث کون بنے گا۔ (۸) اس شعر میں بادشاہ کی اندرونی کیفیت بیان کی جارہی ہے کہ میرا جاہ وجلال میرے دشمن نے خاک میں ملا دیا۔ دشمن نے میری شاہانہ وجاہت کے تمام کس بل نکال دیئے ہیں۔ (۹) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ میرا بیٹا نا اہل ہے۔ دشمن نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ میں فکر وصدمہ میں گھائل ہوتا جارہا ہوں کوئی ترکیب وتدبیر سجھائی نہیں دے رہی۔

مصرع اول		مصرع دوم
برآشفت دانا کہ ایں گریہ چیست عقل مند بگڑا کہ یہ رونا کیسا	۱	بریں عقل و ہمّت بباید گریست اس عقل اور ہمت پر رونا چاہیئے
ولایت چہ باشد غمِ خویش خور حکومت کا کیا غم کرتا ہے اپنا غم کر	۲	کہ از عمر بہتر شد و بیش تر کہ عمر کا بہتر اور بیشتر حصّہ ختم ہو گیا ہے
ترا ایں قدر تا بمانی بست جب تک تو زندہ ہے تیرے لیے یہ بہت ہے	۳	چو رفتی جہاں جائے دیگر کست جب تو گیا تو دُنیا دوسرے کی جگہ ہے
اگر ہوشمند است اگر بیخرد خواہ وہ عقل مند ہے یا بیوقوف	۴	غمِ او مخور کو غم خود خورد تو اس کا غم نہ کر وہ آپ اپنی فکر کرلے گا
مشقت نیرزد جہاں داشتن سلطنت کرنا تکلیف اٹھانے کے قابل چیز نہیں ہے	۵	گرفتن بشمشیر و بگذاشتن تلوار کے زور سے حاصل کرنا اور چھوڑ کے چلے جانا
تو تدبیرِ خود کن کہ آں پُر خرد تو اپنی فکر میں لگ اسلیئے کہ وہ عقلمند	۶	کہ بعد از تو باشد غمِ خود خورد جو تیرے بعد آئے گا خود اپنا غم کرے گا
بدیں پنج روزہ اقامت مناز اس پنج روزہ قیام پر ناز نہ کر	۷	باندیشہ تدبیرِ رفتن بساز چلنے کی تدبیر کی فکر کر
کرا دانی از خسروانِ عجم عجم کے بادشاہوں میں سے تو کس کو جانتا ہے	۸	کہ کردند بر زیر دستاں ستم جنہوں نے ماتحتوں پر ظلم کیے تھے
کہ در تخت و مُلکش نیاید زوال کہ انکے تخت اور ملک میں زوال نہ آیا ہو	۹	نماند بجز ملکِ ایزد تعال حق تعالیٰ کی سلطنت کے علاوہ کسی کی نہ رہی

(۱) برآشفت: غصّے سے بھر گیا۔ گریہ: رونا۔ چیست: کیا ہے۔ بریں: اس پر۔ بباید گریست: رونا چاہیئے۔
(۲) ولایت: ملک۔ باشد: ہووے۔ خویش: اپنا۔ خور: کھا۔ شد: گزر گیا۔ بیش تر: زیادہ۔
(۳) ترا: تجھ کو۔ ایں قدر: اسی قدر۔ تا: جب تک۔ بمانی: تو زندہ رہے۔ بست: کافی ہے۔ رفتی: تو گزر گیا۔ جائے: جگہ۔ دیگر: دوسرا۔ کس: شخص۔ است: ہے
(۴) ہوشمند: عقل والا۔ بے خرد: بے عقل۔ مخور: مت کھا۔ کو: کہ۔ او: کیونکہ وہ۔ غمِ خود: اپنا غم۔ خورد: کھائیگا۔
(۵) نیرزد: نہیں لائق ہے۔ جہاں داشتن: جہان رکھنا یعنی حکومت کر۔ گرفتن: لینا۔ بشمشیر: تلوار سے۔ بگذاشتن: چھوڑ دینا۔ (۶) تدبیر: انتظام۔ خود: اپنا۔ کن: کر۔ آں: وہ۔ پر خرد: عقل والا۔ بعد از تو: تیرے بعد۔ باشد: ہوگا۔ غمِ خود: اپنا غم۔ خورد: کھائے گا۔
(۷) بدیں: اصل میں بایں تھا: اس پر۔ پنج روزہ: پانچ دن کی۔ اقامت: ٹھہرنا۔ مناز: مت ناز کر باندیشہ: سوچ کر۔ رفتن: جانا۔ بساز: بنا۔
(۸) کرا: کس کو۔ دانی: تو جانتا ہے۔ خسرواں: جمع خسرو بادشاہ۔ عجم: ایران یا عرب کے علاوہ ساری دنیا۔ کردند: انہوں نے کیا۔ بر: پر۔ زیر دستاں: ماتحت لوگ۔ (۹) ملکش: اس کا ملک۔ نیاید: نہیں آیا۔ زوال: نقصان۔ نماند: نہیں رہے گا۔ بجز: سوائے ایزد: اللہ تعالیٰ کا مخفف۔

تشریح: (۱) بادشاہ کی یہ بے بسی اور گھٹیا سوچ دیکھ کر وہ عقل مند عالم آگ بگولا ہو گیا کہ تو اپنی گھٹیا سوچ کا ماتم کر۔ اور دوسرے ملک و دولت کے کھو جانے میں فکر مند ہونے کے بجائے اپنی ذات کا افسوس کر کیونکہ زندگی کا بیشتر حصّہ گذر چکا ہے۔ آخرت کی سوچ کرنی چاہیئے۔ (۲) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ تمہاری عمر کا سفینہ دُنیا کا سمندر عبور کر کے موت کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اس لیئے اب موت کے بعد آنے والی زندگی کی فکر کرنی چاہیئے۔ عمر کے اس حصّے میں بھی تمہیں مال و دولت کی فکر لاحق ہے۔ (۳) یہ شعر بھی پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ تم عمر کے جس حصّے میں پہنچ چکے ہو وہ موت کی تیاری کا حصّہ ہے۔ اب تمہارے لیے جتنا کچھ بچ گیا ہے وہی کافی ہے۔ مرنے کے بعد یہ بھی دوسروں کا ہو جائے گا۔ (۴) بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے۔ اس لیئے نا اہل بیٹا اپنے باصلاحیت باپ کی جگہ نہیں لے سکتا۔ لہٰذا اے بادشاہ تو اپنے نا اہل بیٹے کو اپنے حال پر چھوڑ دے۔ اس کا فکر کرنے کی بجائے اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر کرنی چاہیئے۔ تیرا بیٹا اگرچہ نسلی طور پر تیرا ہے لیکن عقلی طور پر تیرا نہیں۔ اس کا غم کرنا فضول ہے۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ حکومت کا حصُول بڑی تکلیفوں کے بعد ممکن ہوتا ہے۔ حکومت مشقتوں کے مد مقابل نہیں آسکتیں۔ کیونکہ مشقتوں سے جان ماری ہوتی ہے۔ لیکن اس حکومت کا کیا فائدہ جو تلوار چلا کر حاصل کی جائے اور پھر دشمنوں کے ہاتھوں ذلت اٹھا کر اسے مفت دی جائے۔ (۶) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ ٹھوکر کھا کے سنبھلتا ہے۔ اے بادشاہ فی الحال تمہیں اپنی سوچ بچار کرنی چاہیئے۔ رہی تیری اولاد تو جب وہ ٹھوکر کھائے گی تو خود ہی سنبھل جائے گی۔ (۷) ہفتے میں کُل سات دن ہوتے ہیں۔ پیدائش اور موت کے علاوہ بقیہ پانچ روز بچ جاتے ہیں۔ یہی زندگی کی اصل مدت ہے۔ دنیا میں مختصر قیام پر تفاخر نہیں کرنا چاہیئے۔ اس زندگی پر نازاں کیا ہونا جس کا حاصل اپنی مرضی سے پیدا ہونا نہ اپنی مرضی سے مرنا۔ (۸) اس شعر میں مظالم کے حوالے سے عجم کے بادشاہوں کی مثال دی گئی ہے کہ اتنے جبر و تشدد کے باوجود موت کے شکنجے سے وہ نہ بچ سکے۔ آج ان کا نام و نشان تک نہیں۔ (۹) جس طرح یہ دنیا ناپائیدار ہے اسی طرح دنیا کی حکمرانیاں بھی بے حیثیت ہیں۔ ظالم حکمران تو بہت جلد زوال پذیر ہو جاتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی۔ اس کا جاہ و جلال باقی۔

مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ دوم
کرا جاوداں ماندن امید نیست	۱	کہ گیتی ہمیں جائے جاوید نیست
ہمیشہ زندہ رہنے کی کسی کو امید نہیں ہے		کیونکہ یہ دنیا ہمیشگی کی جگہ نہیں ہے
کرا سیم و زر ماند و گنج و مال	۲	پس از وے بچندیں شود پائمال
چاندی اور سونا اور خزانہ اور مال کس کا رہا ہے		اس کے بعد چند دنوں میں پامال ہو جاتا ہے
وزاں کس کہ خیرے بماند رواں	۳	دمادم رسد رحمتش بر رواں
جس شخص کی کوئی بھلائی جاری رہی ہے		اس کی روح پر رحمتیں پے درپے پہنچتی ہیں
بزرگے کزو نام نیکو بماند	۴	تواں گفت با اہلِ دل کو بماند
وہ بڑا آدمی جس کا نیک نام باقی رہا		اہلِ دل سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی باقی رہا
اَلا تا درختِ کرم پروری	۵	کہ بے شک بر کامرانی خوری
آگاہ! اجتنک تو سخاوت کے درخت کی پرورش کرتا ہے		تو بے شک کامیابی کا پھل کھائے گا
کرم کن کہ فردا کہ دیواں نہند	۶	منازل بمقدار احساں دہند
کرم کر کل کو جب حساب کریں گے		احسان کی بقدر مرتبے دیں گے
یکے را سعی قدم بیش تر	۷	بدرگاہِ حق منزلت بیش تر
وہ جس کی کوشش کا قدم بڑھا ہو گا		حق تعالیٰ کی درگاہ میں اسی کا مرتبہ زیادہ ہو گا
یکے باز پس خائن و شرمسار	۸	بپوشد ہمی مرد ناکردہ کار
جو پچھڑا ہوا، خائن اور شرمسار ہو گا		وہی بیکار شخص چھپتا پھرے گا
بہل تا بدنداں برد پشتِ دست	۹	تنورے چنیں گرم و ناں در نہ بست
جانے دے تا کہ ہاتھ کی پشت دانتوں سے کاٹے		تنور اتنا گرم رہا اور اس نے اس میں روٹی نہ پکائی

(۱) جاوداں: ہمیشہ۔ ماندن: رہنا۔ نیست: نہیں ہے۔ کہ: کیونکہ۔ گیتی: جہاں۔ ہمیں: یہی۔ جاوید: ہمیشہ۔ جائے: جگہ۔ (۲) سیم و زر: سونا اور چاندی۔ ماند: رہے گا۔ گنج: خزانہ۔ پس از وے: اس سے پیچھے۔ بچندیں: چند دن میں۔ شود: ہو جائے گا۔ پائمال: برباد۔ (۳) وزاں کس: اور جس شخص سے۔ خیرے: کوئی نیکی۔ رواں: جاری۔ دمادم: لگاتار۔ رسد: پہنچے گی۔ رحمتش: اس کی۔ ش: رواں کے اوپر لگتی ہے یعنی اس جان پر رحمتیں۔ (۴) بزرگے کہ: جو بزرگ کہ۔ زو: اس کا۔ نام نیکو۔ نیک نام۔ بماند: رہ گیا۔ تواں گفت: کہہ سکتے۔ اہلِ دل: دل والے۔ کو: کہ "او" کا مرکب۔ (۵) اَلا: خبردار، حرف تنبیہ۔ تا: ہرگز، ضرور۔ کرم: سخاوت۔ پروری: تو پالے۔ بر: پھل۔ کامرانی: کامیابی۔ خوری: تو کھاوے۔ (۶) کرم: بخشش، سخاوت۔ کن: کر۔ فردا: کل آئندہ۔ دیواں: دفتر۔ نہند: رکھیں گے۔ منازل: مرتبے۔ بمقدار: مقدار کے مطابق۔ احسان: نیکی جو کسی پر کی جاوے۔ (۷) یکے را: کہ جس شخص کا کہ۔ سعی قدم: اضافت مقلوب ہے یعنی قدم سعی "کوشش" کے قدم۔ بیشتر: زیادہ۔ منزلت: مرتبہ۔ (۸) باز پس: پیچھے رہ جانیوالا۔ خائن: خیانت کرنے والا۔ بپوشد: چھپتا ہے۔ ہمی: بپوشد کے اوپر لگتا ہے، نکما۔ ناکردہ کار: جس نے کام نہ کیا ہو۔ (۹) بہل: چھوڑ دے۔ تا: تاکہ۔ بدنداں: دانتوں کے ساتھ۔ برد: کاٹے وہ۔ پشتِ دست: ہاتھ کی پشت۔ تنورے چنیں گرم: ایسا گرم تنور۔ ناں نے: ایک روٹی۔ بہ بست: نہ لگائی۔

تشریح: (۱) عقلمند لوگ وہ ہوتے ہیں جو اقدام کرنے سے پہلے انجام پر نظر کرتے ہیں۔ انجام بد کی صورت میں قدم روک لیتے ہیں۔ عارضی دنیا کے ظالمانہ اقدامات بھی زوال پذیر ہوتے ہیں۔ لہٰذا عارضی چیزوں کے حصول پر مرٹنا انجام بد کے سوا کچھ نہیں۔ (۲) یہ شعر بھی پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ اس عارضی دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو سونا چاندی وغیرہ کے انبار اپنے خزانوں میں جمع کر گئے لیکن جب وہ دنیا سے گئے تو خالی ہاتھ۔ (۳) اس شعر میں مرنے کے بعد کام آنے والی اصل نیکی صدقہ جاریہ کی اہمیت و ترغیب دی گئی ہے کہ اگرچہ دنیا عارضی ہے لیکن صدقہ جاریہ لازوال ہے جس کا اجر قبر میں لیٹے لیٹے بھی ملتا ہے۔ (۴) اس شعر میں یہ بتایا گیا ہے کہ عارضی دنیا میں کچھ کارِ خیر ایسے ہیں جو دنیا کی طرح فنا نہیں ہوتے۔ اگر کوئی نیک بخت آدمی عارضی دنیا سے چلا جاتا ہے پھر وہ اپنے کارِ خیر کی وجہ سے نام و کام سمیت لوگوں میں تابندہ رہتا ہے۔ (۵) اس شعر میں کارِ خیر کی نشاندہی کی گئی ہے کہ سخاوت ایسا کارِ خیر ہے کہ اسے اپنانے والا شخص کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔ بلکہ وہ سخاوت کی بدولت زندہ رہتا ہے۔ (۶) لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو زیادہ نفع پہنچاتا ہے اور صدقہ جاریہ بھی زیادہ تر سخاوت پر اپنا دارومدار رکھتا ہے اسلئے اس شعر میں سخاوت کے ضمن میں انسانی ذہن کا رُخ آخرت کے منازل عالیہ کی طرف موڑا گیا ہے۔ (۷) چونکہ انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور خدمتِ خلق کے لیئے آیا ہے اور دونوں چیزیں راہِ حق متصوّر ہوتی ہیں۔ جو شخص راہِ حق میں جسقدر زیادہ محنت کرے گا اسی قدر مراتب عالیہ پر فائز ہو گا۔ (۸) راہِ حق میں جو شخص کوشاں نہیں رہتا وہ ناکارہ ہے۔ کارآمد لوگوں کی موجودگی میں ناکارہ لوگ چھپنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رکھتے۔ دراصل یہی لوگ بے چارے ہوتے ہیں۔ (۹) گرم تنور سے مُراد راہِ حق کا ہونا اور روٹی نہ لگانے سے مُراد قوت و فرصت کے باوجود راہِ حق سے اعراض کرنا ہے۔ ایسا شخص صرف افسوس کے ہاتھ مَلتا ہے۔

بدانی گہ غلّہ برداشتن	۱	کہ سستی بود تخمِ ناکاشتن
پیداوار اٹھانے کے وقت تجھے پتہ لگے گا		کہ بیج نہ بونا کتنی غفلت ہوتی ہے

حکایت[2]

کہانی

خدادوست نامی در اقصائے شام	۳	گرفت از جہاں کنج غارے مقام
خدادوست نام والے ایک شخص نے شام کے اطراف میں		دنیا کو چھوڑ کر ایک غار کے گوشے میں مقام بنالیا
بصبرش دراں کنجِ تاریک جای	۴	بگنجِ قناعت فرو رفتہ پای
اس کے صبر کی وجہ سے اس کے تاریک گوشے میں		قناعت کے خزانے میں اس کا قدم جم گیا
بزرگاں نہادند سر بر درش	۵	کہ در می نیامد بدرہا سرش
بڑے لوگوں نے اس کے دروازے پر سر رکھا		کیونکہ وہ لوگوں کے دروازے پر سر نہ جھکاتا تھا
تمنّا کند عارفِ پاکباز	۶	بدریوزہ از خویشتن ترکِ آز
خداشناس پاکباز تمنا کرتا ہے		اپنے دل سے بھیک کی خواہش ترک کرنے کی
چو ہر ساعتش نفس گوید بدہ	۷	بخواری بگرداندش دہ بدہ
جب ہر لمحہ اس کو نفس کہے کہ دے		تو ذلت کے ساتھ اسکو بستی بستی پھراتا ہے
دراں مرزکیں پیرِ ہشیار بود	۸	یکے مرزبان ستمگار بود
جس جگہ یہ ہشیار مرد تھا		وہاں ایک ظالم حاکم تھا
کہ ہر ناتواں را کہ دریافتے	۹	بسرپنجگی پنجہ برتافتے
وہ جس کمزور کو بھی پاتا		طاقت سے اس کا پنجہ مروڑ دیتا

(۱) بدانی؛ تو جانے گا۔ گہ: وقت۔ غلہ برداشتن؛ فصل اٹھانا۔ بود؛ ہووے۔ تخم؛ بیج۔ ناکاشتن: نہ بونا۔
(۲) حکایت؛ کہانی۔
(۳) خدادوست نامی؛ خدادوست نام والا۔ اقصائے شام: شام کے دُور دراز کے علاقے۔ گرفت؛ بنایا اس نے۔ کنج؛ کونہ۔ غارے: ایک غار۔ مقام: گھر۔
(۴) بصبرش؛ اس کی "ش" "پا" کے ساتھ لگتی ہے، صبر سے۔ دراں کنج: اس کونے میں۔ تاریک جا: اندھیری جگہ والا، یہ کنج کی صفت ہے۔ بگنج قناعت؛ قناعت کے خزانے میں۔ فرورفتہ؛ گڑے ہوئے۔ پا: پاؤں۔ (۵) نہادند: انہوں نے رکھا۔ بردرش: اس کے دروازے پر۔ در: اندر۔ می نیامد؛ نہیں آتا تھا۔ بدرہا: دروازوں پر۔ سرش: اس کا سر۔ (۶) تمنا کند: تمنا کرتا ہے۔ عارف؛ خدا کو پہچاننے والا۔ پاکباز؛ پرہیزگار۔ بدریوزہ؛ گداگری سے۔ از خویشتن؛ اپنے سے۔ ترک آز: حرص چھوڑنے کی۔
(۷) چوں: جب۔ ساعت؛ گھڑی، اس کا شین گوید کا مفعول ہے۔ گوید؛ کہتا ہے اسکو۔ بدہ؛ دے۔ بخواری؛ ذلت کے ساتھ۔ بگرداندش؛ پھراتا ہے اس کو۔ دہ: بستی۔ (۸) دراں: اس میں۔ مرزکیں؛ اصل "مرز کہ ایں" مرز: زمین، کہ، اسم موصول کا، ایں؛ یہ پیر، بزرگ۔ بود: تھا۔ یکے: ایک۔ مرزبان: زمیندار یا حاکم۔ ستمگار: ظالم۔
(۹) کہ: جو کہ۔ ناتواں: کمزور۔ دریافتے؛ وہ پاتا۔ بسرپنجگی: طاقت اور ظلم۔ برتافتے: وہ مروڑ دیتا۔

تشریح: (۱) دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ عبادت وخلافت ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیکر آخرت کی کھیتی آباد کی جاسکتی ہے۔ جو لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں۔ وہ عنقریب جان لیں گے کہ ہم نے آخرت کا سامان نہ کیا۔ سوائے پچھتاوے کے ان کے پاس کچھ نہ ہوگا۔ (۲) حکایت (عنوان) اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ مخلوق پر مظالم ڈھانے والا یا تزکیہ افعال کی وجہ سے خود پر ظلم کرنے والا "ظالم" اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام اولیاء وغیرہ کی نظر میں بوجہ ظلم کسی شمار و زمرے میں نہیں آتا سوائے تنفر کے۔ (۳) اس شعر میں ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا ہے جس کا نام "خدادوست" تھا۔ اس نے ملک شام میں ایک غار کے اندر اپنا ٹھکانہ بناکر دُنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ (۴) صبر وشکر انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت بھی ہے اور اللہ والوں کے لیے تحفہ بھی جس کے نتیجے میں قناعت کا تحفہ ربّ ذوالجلال ودیعت فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ صبر وشکر کی بدولت خدادوست نامی شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے قناعت سے مالامال کردیا۔ (۵) یہی ایک سجدہ جو تجھے گراں گزرتا ہے۔ ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات، کے بمصداق خدادوست کے دروازے پر بڑے بڑے بزرگ فیض حاصل کرنے آتے تھے کیونکہ وہ خود کہیں نہیں جاتا تھا۔ (۶) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلیتے ہیں وہ اگر غیروں سے بھیک مانگتے بھی ہیں تو ان کا مقصد صرف اپنے نفس کو ذلیل کرنا ہوتا ہے اور مال وجاہ کی لالچ ختم کرنا ہوتا ہے۔ ان بزرگوں کا خدادوست کے در پر آنا اسی مقصد کے تحت تھا۔ (۷) جب نفس اپنی تن آسانی کے لیے دنیوی اشیاء پر حریصانہ نظر ڈالتے ہوئے ان کا مطالبہ کرتا ہے تو پھر اللہ کا ولی اُسے ذلّت کی گھاٹیوں میں اتارنے کی غرض سے دربدر کی ٹھوکریں دیتا ہے تاکہ اس عمل سے نفس کی حریص خصلت اور خواہشات سے نجات حاصل ہو۔ (۸) شام کے جس غار میں خدادوست کا مقام تھا۔ اس علاقے میں جاگیردار بھی رہتا تھا جو ظالم وجابر تھا۔ وہ جبر وتشدد کا خوگر تھا۔ (۹) وہ ظالم جاگیردار ہر کمزور اور محنت کش پر بلا امتیاز غیرے ظلم کرتا تھا۔ ان کا خون چوستا۔ طاقت کے بل بوتے پر انہیں دبوچے رکھنا اس کی فطرتِ ثانیہ تھی۔

(۱) جہاں سوز: جہاں کو جلانے والا۔ خیرہ کش: بلا وجہ مار ڈالنے والا۔ ز تلخیش: اس کی تلخی سے۔ روئے جہانے: ایک جہاں کا چہرہ۔ ترش: کھٹا۔ (۲) گروہے: ایک گروہ۔ برفتند: چلے گئے۔ زآں: اس سے۔ عار: ذلت۔ بردند: لے گئے۔ نام بدش: اس کی بدنامی۔ دیار: جمع دار، شہر۔ (۳) بماندند: رہ گئے۔ ریش: زخمی۔ پس: پیچھے۔ چرخہ: سُوت کاتنے کا آلہ۔ نفریں: لعنت۔ گرفتند: انہوں نے اختیار کی۔ پیش: سامنے۔

(۴) ید: ہاتھ۔ چہ جا: جس جگہ۔ گردد: ہو جاوے۔ دراز: لمبا۔ نہ بینی: تو نہ دیکھے۔ لب مردم: لوگوں کے ہونٹ۔ خندہ: ہنسی۔ باز: کھلے۔ (۵) بدیدار: زیارت کے لیئے۔ شیخ: اس سے مراد خدا دوست ہے۔ آمدے: وہ آتا۔ گاہ بگاہ: کبھی کبھی۔ در وے: اس میں۔ نکردے: نہ کرتا۔

(۶) ملک: بادشاہ مراد زمیندار۔ نوبتے: ایک بار۔ گفتش: اس نے اس کو کہا۔ نیک بخت: نیک نصیب۔ زما: ہماری طرف۔ در: زائد۔ مکش: مت کھینچ۔ روئے: چہرہ۔ (۷) مرا: مجھ کو۔ با تو: تیرے ساتھ۔ دانی: تو جانتا ہے۔ سر دوستی: دوستی کا خیال۔ ترا: تجھ کو۔ با من: میرے ساتھ۔ از بہر: کس واسطے۔ چیست: کیا ہے۔ (۸) گرفتم: میں نے مانا۔ سالار: سردار یا بادشاہ۔ کشور: ملک۔ نیم: نہیں ہوں میں۔ بعزت: عزت میں۔ کمتر: گھٹیا۔ (۹) نگویم: میں نہیں کہتا۔ نہم: مجھ کو۔ کسے: کوئی شخص۔ چناں باش: ایسا ہو جا۔ با من: میرے ساتھ۔ با ہر کسے: ہر شخص کے ساتھ۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	جہاں سوز و بے رحمت و خیرہ کش عالم کو تباہ کرنیوالا بے رحم، بے باک، فنا کرنیوالا	ز تلخیش روی جہانے ترش اس کی بدمزاجی کی وجہ سے سب کا منہ ترش تھا
۲	گروہے برفتند زاں ظلم و عار کچھ لوگ اسکے ظلم اور ذلت سے بچنے کیلئے نکل گئے	ببردند نام بدش در دیار انہوں نے اس کا بُرا نام ملکوں میں مشہور کر دیا
۳	گروہے بماندند مسکین و ریش کچھ لوگ مسکین اور زخمی دل رہ گئے	پس چرخہ نفریں گرفتند پیش انہوں نے غائبانہ ملامت کرنا اختیار کر لیا
۴	ید ظلم چہ جائیکہ گردد دراز ظلم کا ہاتھ جس جگہ دراز ہو	نہ بینی لب مردم از خندہ باز تو اس جگہ لوگوں کے ہونٹ ہنسی سے کھلے نہ دیکھے گا
۵	بدیدار شیخ آمدے گاہ بگاہ وہ بھی کبھی کبھی شیخ کے دیدار کو آتا	خدا دوست در وے نکردے نگاہ مگر وہ خدا کا دوست اسکی طرف دھیان نہ کرتا
۶	ملک نوبتے گفتش اے نیک بخت بادشاہ نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ اے نیک بخت	بنفرت ز ما در مکش روئے سخت نفرت سے ہماری طرف سے منہ نہ موڑ
۷	مرا با تو دانی سر دوستیست تجھے معلوم ہے کہ مجھے تیرے ساتھ دوستی کا خیال ہے	ترا دشمنی با من از بہر چیست تو تجھے مجھ سے دشمنی کیوں ہے
۸	گرفتم کہ سالار کشور نیم میں نے مانا کہ میں تمام ملک کا سردار نہیں ہوں	بعزت ز درویش کمتر نیم لیکن عزت میں کسی فقیر سے تو کم نہیں ہوں
۹	نگویم فضیلت نہم بر کسے میں یہ نہیں کہتا کہ میرے ساتھ کسی سے بہتر معاملہ کر	چناں باش با من کہ با ہر کسے میرے ساتھ ایسا برتاؤ تو کر جیسا ہر شخص سے

تشریح: (۱) اس جاگیر دار کی ظالمانہ روش، تشدد سے بھرپور کارستانیوں سے علاقے کے لوگ نہ صرف اس سے ہراساں تھے بلکہ اندرون خانہ اس سے نالاں بھی تھے۔ (۲) جاگیر دار کے مظالم سے تنگ آکر کچھ لوگوں نے اس کا علاقہ چھوڑ دیا۔ وہ لوگ جاگیر دار کی بدنامی کا چلتا پھرتا اشتہار تھے اور نحیف وضعیف زخم خوردہ لوگ (خصوصاً عورتیں) رہ گئے۔ وہ بددعاؤں کے سوا اور کیا دے سکتے تھے۔ (۳) چونکہ قدیم دور میں عورتیں عموماً سوت کاتنے کے لیئے چرخہ چلایا کرتی تھیں۔ چنانچہ چرخہ چلانے کے ساتھ ساتھ وہ نہ صرف جاگیر دار پر نفرین بھیجتی تھیں بلکہ بدخوئی بھی کرتی تھیں۔ (۴) ظالم کے ستم سے چھٹکارا پانے کے راستے بند ہو جائیں اور ظلم مسلسل سر پر کوڑا بن کر منڈلا رہا ہو تو ایسے میں مظلوموں کے چہرے اور دل مُرجھا جاتے ہیں۔ ہنسی کیسی (۵) ظالم جاگیر دار خدا دوست کا دیدار کرنے کے لیئے کبھی آجاتا تھا۔ لیکن خدا دوست پل جھپکنے کے برابر بھی اس کی طرف توجہ نہ کرتے بلکہ پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دیتے تھے۔ (۶) خدا دوست کی عدم توجہی سے تنگ آکر بالآخر ظالم جاگیر دار بول اٹھا کہ میں تیری دوستی کی غرض سے آتا ہوں مگر تو مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ (۷) یہ شعر پہلے دو شعروں کی تکمیل کر رہا ہے کہ ظالم جاگیر دار نے بزرگ (خدا دوست) کی نظر میں ذلت آمیز رویئے کو بھانپ کر اپنی دوستی اور انہیں (بزرگ) کی طرف سے دشمنی کے رویّے کا ذکر چھیڑ بیٹھا اور اپنی طرف سے دوستی کے جواب میں دشمنی کی وجہ دریافت کرنے لگا۔ (۸) اس شعر میں ظالم جاگیر دار اپنی اور بزرگ (خدا دوست) کی عزت کا موازنہ کرنے لگا اور وہ بھی برابری کے وزن پر۔ جب کہ علاقے کے کم حصے پر حکمرانی کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ (۹) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ ظالم جاگیر دار جس کی فطرت میں جبر و ستم تھا وہ اللہ تعالیٰ کے ولی کے سامنے ایسا نرم نظر آتا ہے کہ بزرگ کی ایک شفقت بھری نظر کا طلب گار ہے۔ وہ امتیازی سلوک کا نہیں بلکہ عام لوگوں جیسی عزت کا طالب ہے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
شنید ایں سخن عابد ہوشیار	۱	بر آشفت و گفت اے مَلِک ہوشدار
عابد ہوشیار نے یہ بات سُنی		تو بگڑ گیا اور کہا اے بادشاہ ہوش کر
وجودت پریشانیٔ خلق از دست	۲	ندارم پریشانیٔ خلق دوست
تیرے وجود سے مخلوق کی پریشانی ہے		اور میں مخلوق کی پریشانی پسند نہیں کرتا ہوں
تو با دوستداران من دشمنی	۳	نہ پندارمت دوستدار منی
جب تو میرے دوستوں کا دشمن ہے		تو میں تجھے اپنا دوست نہیں سمجھ سکتا
گر افتد ہمی دوستی بامنت	۴	مگر آں کہ دارد خدا دشمنت
اگر یہ بھی ہو جائے کہ میری تیری دوستی ہو جائے		لیکن خدا تو تجھے دشمن سمجھتا ہے
خدا دوست را گر بدرّند پوست	۵	نخواہد شدن دشمنِ دوست دوست
خدا دوست کی اگر لوگ کھال بھی ادھیڑ دیں		تو وہ دوست کے دشمن کا دوست نہیں ہو سکتا
عجب دارم از خواب آں سنگدل	۶	کہ شہرے بخسپند از و تنگ دل
مجھے اس سنگدل کے سونے پر تعجب آتا ہے		جس سے پورا شہر تنگ دل ہو کر سوئے
الا گر ہنر داری و عقل و ہوش	۷	بفضل و ترحم میاں بند و کوش
آگاہ! اگر ہنر اور عقل اور ہوش رکھتا ہے		تو احسان اور رحم پر کمر باندھ اور کوشش کر

گفتار

بات

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
مہا زور مندی مکن بر کہاں	۹	کہ بر یک نمط می نماند جہاں
اے بڑے، چھوٹوں پر زور نہ دکھا		کیونکہ زمانہ ایک حالت پر نہیں رہے گا

(۱) شنید: سُنی اس نے۔ ایں سخن: یہ بات۔ عابد: عبادت کرنیوالا۔ بر آشفت: غضب ناک ہو گیا۔ گفت: اس نے کہا۔ مَلِک: بادشاہ۔ ہوشیار: ہوجا۔ (۲) وجود: تیرا وجود۔ پریشانیٔ خلق: مخلوق کی پریشانی۔ از دست: اس سے ہے۔ ندارم: میں نہیں رکھتا۔ (۳) دوستداراں: دوست رکھنے والے۔ من: میرے۔ دشمنی: دشمن ہے تو۔ نہ پندارمت: میں تجھ کو نہیں سمجھتا۔ منی: مَن اِی میرا ہے تو۔ (۴) افتد: اتفاق پڑ جائے۔ ہمے افتد کے اوپر لگتا ہے۔ بامنت: تیری میرے ساتھ۔ مگر آں کہ: مگر وہ جو کہ۔ دارد: رکھتا ہے۔ دشمنت: دشمن تجھ کو۔ (۵) بدرّند: پھاڑ ڈالیں۔ پوست: کھال۔ نخواہد شدن: نہیں ہو سکے گا۔ دشمنِ دوست: دوست کا دشمن۔ (۶) عجب دارم: میں تعجب رکھتا ہوں۔ خواب: نیند۔ سنگدل: پتھر دل۔ شہرے: شہر کا شہر "ے" عظمت کی ہے۔ بخسپند: سوویں۔ تنگدل: ناراض۔ (۷) الا: حرف تنبیہ "خبردار"۔ ہنر داری: ہنر رکھتا ہے تو۔ بفضل: مہربانی کے ساتھ۔ رحم: رحم کرنا۔ میاں بند: کمر باندھ۔ کوش: کوشش کر۔

(۸) گفتار: بات۔

(۹) مہا، مہ: بڑا۔ الف ندائیہ، اے بڑے۔ مکن: مت کر۔ کہاں: جمع کہہ، چھوٹا۔ بر: پر۔ یک: ایک۔ نمط: طریقہ، حالت۔ می نماند: نہیں رہتا۔ جہاں: زمانہ۔

تشریح: (۱) اللہ کا ولی (خدا دوست) ظالم جاگیر دار کی نظر شفقت کی طلب پر غضبناک ہو گیا اور اسے ذہنی طور پر اس کے مظالم کا آئینہ دکھانے کی غرض سے کہا کہ اے جاگیر دار تو ہوش کے ناخن لے۔ (۲) یہ شعر پہلے شعر کو مکمل کر رہا ہے کہ دنیا میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا وجود اللہ تعالیٰ کے لیے باعثِ رحمت ہوتا ہے اور بعض وجود مخلوق پر گراں ہوتے ہیں۔ بزرگ نے اس کے مظالم کے حوالے سے کہا کہ تیرا وجود اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ایک بوجھ ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ والے ہمیشہ اپنا دوست سمجھتے ہیں اور اسی دوستی کے ناطے ان کی خدمت کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ مخلوق پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ، اولیاء اور ساری مخلوق کے دشمن ہوتے ہیں۔ چونکہ دوست اور دشمن کے درمیان دیوار حائل ہے! اس لیئے بزرگ نے ظالم جاگیر دار کو کھری کھری کہہ سنائیں۔ (۴) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ ظالم اللہ تعالیٰ کا دشمن ہوتا ہے! اس لیئے بزرگ لوگ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی کے رشتے قائم نہیں کرتے۔ (۵) یہ ایک فطری اصول ہے کہ دوست کا دشمن بھی دشمن ہوتا ہے۔ بزرگوں کا دوست اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور ظالم اللہ کا دشمن۔ اس لیئے خدا دوست کو کسی بھی تکلیف میں ڈال دو، وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اپنا دوست نہیں بنا سکتا۔ (۶) جبر و تشدد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سمیت ساری مخلوق جس شخص سے نالاں ہو وہ سکون کی نیند کیسے سوتا ہے۔ اس کی نیند انتہائی تعجب خیز ہے۔ (۷) اللہ تعالیٰ کے ولی خدا دوست نے ایک طرح سے دوستی کرنے کی شرط رکھی کہ تم ظالمانہ کارستانیاں چھوڑ کر مخلوق پر ہمدردی کا سایہ کر دو۔ (۸) گفتار (عنوان) اس گفتار کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ قادر مطلق ذات جسے چاہے تخت پر بٹھائے اور جسے چاہے تختے پر چڑھا دے! اے ظالم اگر کل تجھے تختہ دار پر لٹکنا پڑا تو تجھ پر کوئی رحم نہیں کرے گا۔ مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ۔ (۹) تغیرات زمانہ موعظت رب ہے سُن لے۔ ہر تغیر سے آتی ہے صدا فافہم فافہم کے بمصداق اللہ تعالیٰ نے جسے مخلوق پر برتری دی ہے تو اسے فطری اصولوں پر خود کو بالاتر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ آج وہ بڑا ہو کر چھوٹوں پر تشدد کرتا ہے تو کل کلاں وہ بھی چھوٹا ہو سکتا ہے۔

	مصرع	مصرع
۱	سرِ پنجۂ ناتواں بر مپیچ	کہ گر دست یابد بر آید بہیچ
	کسی کمزور کا ہاتھ نہ مروڑ	اسلئے کہ اگر اسکو موقع ملا تو دم بھر میں غالب آجائیگا
۲	مبر گفتمت پائے مرد زجائی	کہ عاجز شوی گر در آئی زپائی
	میں تجھ سے کہتا ہوں کہ لوگوں کو نہ ستا	اس لیئے کہ اگر تو گر پڑا تو لاچار ہو جائے گا
۳	دلِ دوستاں جمع بہتر کہ گنج	خزینہ تہی بہ کہ مردم برنج
	دوستوں کی دل جمعی خزانہ جمع کرنے سے بہتر ہے	انسانوں کی تکلیف کی بہ نسبت خزانہ خالی رہنا بہتر ہے
۴	میند از در پای کارِ کسے	کہ افتد کہ در پایش افتی بسے
	کسی کے کام میں سستی نہ برت	ہو سکتا ہے کہ تجھے اس کے پاؤں پڑنا پڑے
۵	تحمل کن اے ناتواں از قوی	کہ روزے توانا ترازوے شوی
	اے ناتواں طاقتور کے سامنے تحمل کر	کیونکہ کسی دن تو اس سے زیادہ طاقتور ہو جائیگا
۶	بہمت بر آر از ستیزندہ شور	کہ بازوئے ہمت بہ از دستِ زور
	لڑنے والے کو ہمت سے عاجز کر دے	اسلئے کہ ہاتھ کی طاقت سے ہمت کا بازو بہتر ہے
۷	لبِ خشکِ مظلوم را گو بخند	کہ دندانِ ظالم بخواہند کند
	مظلوم کے خشک ہونٹوں کو کہہ کہ ہنس	اسلئے کہ وہ ظالم کے دانتوں کو اکھاڑ ڈالیں گے
۸	ببانگِ دہل خواجہ بیدار گشت	چہ داند شبِ پاسباں چوں گذشت
	ڈھول کی آواز کے ساتھ صاحب بیدار ہوا	اس کو کیا معلوم کہ چوکیدار کی رات کیسے گزری
۹	خورد کاروانی غمِ بارِ خویش	نسوزد دلش بر خرِ پشت ریش
	قافلے والا اپنے بوجھ کا غم کرتا ہے	گدھے کی زخمی کمر پر اس کا دل نہیں کڑھتا

(۱) سرِ پنجہ: ہاتھ کا پنجہ۔ ناتواں: کمزور۔ بر مپیچ: مت مروڑ۔ دست یابد: قوت پائے گا، قابو حاصل کریگا۔ بر آید: آدیگا۔ بہیچ: کسی نہ کسی چیز کے ساتھ۔ (۲) مبر: مت لے جا۔ گفتمت: میں نے تجھ کو کہا۔ پا: پاؤں۔ مردم: لوگ۔ زجائی: جگہ سے۔ شوی: ہوگا تو۔ در آئی زپائی: پاؤں سے گر پڑے تو۔ (۳) دلِ دوستاں: دوستوں کا دل۔ جمع: مطمئن۔ گنج: خزانہ۔ تہی: خالی۔ بہ: بہتر۔ برنج: تکلیف میں۔ (۴) میند از: مت ڈال۔ در پائی: پاؤں میں یعنی نظر انداز نہ کر۔ کارِ کسے: کسی کا کام۔ افتد: اتفاق پڑ سکتا ہے۔ در پایش: اس کے پاؤں میں۔ افتی: تو پڑے۔ (۵) تحمل: برداشت۔ کن: کر۔ قوی: طاقت ور۔ روزے: ایک دن۔ توانا تر: زیادہ طاقت ور۔ ازوے: اس سے۔ شوی: ہو جائے تو۔ (۶) بہمت: ہمت کے ساتھ۔ برآر: نکال۔ ستیزندہ: لڑنے والا۔ شور: پکار۔ بازوئے ہمت: ہمت کا بازو۔ بہ: بہتر۔ دستِ زور: زور کا ہاتھ۔ (۷) لبِ خشکِ مظلوم: مظلوم کا خشک ہونٹ۔ گو: کہہ۔ بخند: ہنس۔ کہ: کیونکہ۔ دندانِ ظالم: ظالم کے دانت۔ بخواہند کند: اکھیڑ ڈالیں گے۔ (۸) ببانگِ دہل: ڈھول کی آواز کے ساتھ۔ خواجہ: صاحب۔ بیدار گشت: جاگا۔ چہ داند: کیا جانے۔ شبِ پاسباں: چوکیدار کی رات۔ چوں: کیسے۔ گذشت: گزری۔ (۹) خورد: کھاتا ہے۔ کاروانی: قافلہ یا قافلے والا۔ بارِ خویش: اپنا بوجھ۔ نسوزد: نہیں جلتا۔ دلش: اسکا دل۔ خر: گدھا۔ پُشتِ ریش: زخمی کمر والا۔

تشریح: (۱) ہر انسان برابر کی قوت رکھتا ہے۔ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا حکمران قانون فوج اور پولیس کے بل بوتے پر طاقتور ہوتا ہے لیکن بسا اوقات وہ اس سب کچھ کے باوجود کسی نہ کسی موقع پر کمزور کے نرغے میں آسکتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ کیا حشر کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (۲) جو لوگ مظالم کے ذریعے لوگوں کو ٹھوکریں مار کر گراتے ہیں انہیں نصیحت کی گئی ہے کہ اپنی طاقت کا اتنا گھمنڈ نہ کر۔ اگر تو خود گر گیا تو جہاں تیری عاجزی تجھ پر ظاہر ہوگی وہاں تجھے اٹھانے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔ لہٰذا اپنے گرنے کی فکر کرنی چاہیئے۔ (۳) چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس لیئے دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی انسان ہے۔ اس لیئے انسان کی دلجوئی پر اگر خزانہ بھی خالی کرنا پڑے تو سودا مہنگا نہیں۔ (۴) معاشرے کا مقصد ہے مل جل کر رہنا۔ جب انسان آپس میں مل جل کر رہیں گے تو لازمی بات ہے وہ ایک دوسرے کے کام بھی آئیں گے۔ اس لیئے اس شعر میں نصیحت کی گئی ہے کہ اگر آج کسی کا کام نظر انداز کر دیا تو کل تجھے بھی اس سے کام پڑ سکتا ہے۔ اس لیئے غفلت نہ کر۔ (۵) اگر کوئی طاقتور کسی کمزور پر زیادتی کرتا ہے تو وہ صبر و تحمل سے کام لے۔ اس لیئے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے قوت عطا کریں گے۔ اور صبر کا اجر علیحدہ ہوگا۔ (۶) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ کمزور کو چاہیئے کہ وہ حوصلہ و ہمت سے کام لے کیونکہ بعض مرتبہ ہمت و استقامت کے سامنے طاقت ماند پڑ جاتی ہے۔ (۷) چونکہ اصل فیصلے روزِ قیامت کو ہوں گے۔ اس لیئے مظلوم اپنے اوپر کیئے جانے والے مظالم کو ہنس کر برداشت کرلے۔ کیونکہ قیامت کے دن ظالم کے دانت توڑ دیئے جائیں گے۔ (۸) جو بادشاہ اپنی لاپرواہی کے باعث غریبوں کی خبر گیری نہیں کرتا اور سکون کی نیند سو جاتا ہے اسے بندہ غریب کے تلخ اوقات کا احساس نہیں ہو سکتا۔ (۹) اس شعر میں زخمی گدھے کی مثال دے کر یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ اگر کسی گدھے کی پیٹھ زخمی ہو جاتی ہے تو چاہیئے تو یہ تھا کہ اس کے زخم کا علاج سوچا جائے۔ لیکن مالک ہمیشہ اپنے سامان کے بوجھ اٹھانے کا سوچتا ہے۔ یہ مثال ان افسران پر پوری اترتی ہے جو عوام کے مسائل حل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔

#		
۱	گرفتم کز افتادگاں نیستی	چو افتادہ بینی چرا ایستی
	میں نے مانا کہ تو گرا ہوا نہیں ہے	جب تو گرے ہوئے کو دیکھ رہا ہے تو کیوں کھڑا ہے
۲	برنیت بگویم یکے سرگزشت	کہ سستی بود زیں سخن درگذشت
	اس پر میں تجھے ایک کہانی سناتا ہوں	کیونکہ اس بات سے درگزر کرنا کوتاہی ہے

حکایت[3]

کہانی

#		
۴	چناں قحط شد سالے اندر دمشق	کہ یاراں فراموش کردند عشق
	دمشق میں ایک سال ایسا قحط پڑا	کہ دوستوں نے عشق فراموش کر دیا
۵	چناں آسماں بر زمیں شد بخیل	کہ لب تر نکردند زرع و نخیل
	آسمان زمین پر ایسا بخیل ہوا	کہ کھیتی اور نخلستان ہونٹ تک تر نہ کر سکے
۶	بخوشید سرچشمہ ہائے قدیم	نماند آب جز آب چشم یتیم
	پرانے چشمے سوکھ گئے	یتیم کی آنکھ کے سوا کہیں پانی نہ رہا
۷	نبودے بجز آہ بیوہ زنے	اگر برشدے دودے از روزنے
	بیوہ عورت کی آہ کے سوا کچھ نہ ہوتا	اگر کسی روشندان سے دھواں بلند ہوتا
۸	چو درویش بے برگ دیدم درخت	قوی بازواں سست و درماندہ سخت
	میں نے درختوں کو بے ساز و سامان فقیر کی طرح دیکھا	قوی بازو والے سست اور عاجز ہو گئے
۹	نہ بر کوہ سبزی نہ در باغ شخ	ملخ بوستاں خورد و مردم ملخ
	نہ پہاڑ پر سبزہ رہا، نہ باغ میں شاخیں	مکڑی نے باغ کھا لیا اور انسان نے مکڑی

(۱) گرفتم: میں نے مانا۔ کز افتادگان: کہ گرے ہوؤں سے۔ نیستی: نہیں ہے تو۔ چو: جب۔ افتادہ: گرا ہوا۔ بینی: دیکھتا ہے تو۔ چرا: کیوں۔ ایستی: کھڑا ہے تو۔

(۲) برنیت: اس پر تجھ کو۔ بگویم: میں کہتا ہوں۔ یکے: ایک۔ سرگزشت: آپ بیتی۔ زیں سخن: اس بات سے۔ درگذشت: گزر جانا۔

(۳) حکایت: کہانی۔ (۴) چناں: ایسا۔ قحط: خشک سالی۔ سالے: ایک سال۔ شد: ہوا۔ دمشق: ایک قدیمی شہر جو ملک شام کا دارالحکومت ہے۔ کردند: کیا انہوں نے۔ عشق: محبت بازی۔ (۵) بخیل: کنجوس۔ لب تر نکردند: لب تر نہ کئے یعنی اتنی بھی بارش نہ ہوئی کہ کھیتوں کے لب ہی تر ہو جاتے۔ زرع: کھیتی۔ نخیل: کھجوروں کا باغ۔ (۶) بخوشید: سوکھ گیا۔ قدیم: پرانا۔ نماند: نہ رہا۔ آب: پانی۔ جز: سوائے۔ آب چشم یتیم: یتیم کی آنکھ کے آنسو۔ (۷) نبودے: نہ ہوتا۔ بجز: سوائے۔ بیوہ زنے: بیوہ عورت۔ برشدے: باہر آتا۔ دودے: کوئی دھواں۔ روزنے: روشندان۔

(۸) بے برگ: بے سامان۔ دیدم: میں نے دیکھا۔ قوی بازواں: طاقتور بازوؤں والے۔ درماندہ: عاجز، تھکے ہوئے۔ (۹) کوہ: پہاڑ۔ شخ: شاخ کا مخفف میں نے درختوں کو۔ ملخ: مکڑی۔ بوستان: باغ۔ خورد: کھا گئی۔ مردم: لوگ۔

تشریح: (۱) اس دنیا میں انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔ اگر کوئی انسان خود دنیوی آسودگیوں سے مالا مال ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور ایسے لوگوں کے کام آئے جو ناآسودہ و بدحال ہیں۔ مزا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی۔ (۲) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ جو لوگ خوفِ الٰہی سے سرشار ہوتے ہیں۔ وہ جہاں دوسروں کی تکلیف گوارا نہیں کرتے وہاں وہ لوگ اس کا مداوا بھی کرتے ہیں۔ اس حوالے سے کسی بزرگ کی کہانی سنانے کی پیشکش کی ہے۔ (۳) حکایت (عنوان) اس حکایت میں ان لوگوں کو (جو دولت مند ہیں، ایسے حالات میں جبکہ خشک سالی کی وجہ سے لوگوں کی حالت ابتر ہو چکی ہو، انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے عشرت کدوں کو ویران کر کے تنگدست اور خشک سالی کے شکار لوگوں کو اپنی دولت لٹا دیں) یہ بات سمجھائی گئی ہے۔ (۴) ملک شام کے دارالحکومت دمشق کا واقعہ ہے کہ ایک سال قحط کا ایسا آیا کہ لوگ بدحالی کی وجہ سے اپنے پیاروں کو بھی بھول گئے۔ (۵) قحط سالی کی وجہ بیان کرتے ہوئے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ آسمان نے بارش برسائی نہ زمین نے کھیتوں اور باغات کی آبیاری کی۔ اس لیے غلّہ کی شکل میں ملنے والا رزق تمام لوگوں پر تنگ ہو گیا۔ (۶) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ اس سال پانی کی ایسی کمی ہو گئی کہ زمین سے پھوٹنے والے تمام چشمے خشک ہو گئے۔ صرف پانی کا ایک چشمہ جاری تھا اور وہ یتیم کی آنکھ تھی۔ (۷) عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں کہیں بھی کھانے پکانے کا انتظام ہوتا ہے وہاں سے دھواں ضرور اٹھتا ہے۔ لیکن اس وقت خشک سالی ایسی مسلط ہوئی کہ کہیں سے کھانے پکانے کی غرض سے دھواں نہ اٹھتا تھا۔ بلکہ اگر کہیں سے دھواں اٹھتا ہوا نظر بھی آتا تو وہ بیواؤں کی آہیں ہوتیں۔ (۸) اس شعر میں بھی خشک سالی کا منظر پیش کیا گیا ہے کہ درخت پتوں سے ایسے خالی ہو گئے تھے جیسے کوئی بے سر و سامان فقیر ہوتا ہے۔ بھوک کی وجہ سے بڑے بڑے سخت جان لوگ ناتواں نظر آنے لگے۔ (۹) اس شعر میں بھی خشک سالی کا منظر پیش کیا گیا ہے مگر انداز دوسرا ہے کہ بھوک سے نڈھال مکڑیاں سبزہ و درخت کے پتے کھا گئیں اور خشک سالی کا شکار لوگ مکڑی کھا گئے۔

۱	دراں حال پیش آمدم دوستے اس حالت میں میرے سامنے ایک دوست آیا	ازو ماندہ بر استخواں پوستے جس کی ہڈیوں پر صرف کھال باقی تھی
۲	شگفت آمدم کو قوی حال بود مجھے تعجب ہوا کیونکہ وہ آسودہ حال تھا	خداوندِ جاہ و زر و مال بود مرتبے اور سونے اور مال کا مالک تھا
۳	بدو گفتم اے یار پاکیزہ خوی میں نے اس سے کہا اے پاک خصلت دوست	چہ درماندگی پیشت آمد بگوی بتا تو سہی تجھے کیا مصیبت پیش آئی
۴	بغرید برمن کہ عقلت کجاست وہ مجھ پر غرّایا کہ تیری عقل کہاں ہے	چو دانی و پُرسی سوالت خطاست جب تو جانتا ہے اور پھر پوچھتا ہے تیرا پوچھنا غلط ہے
۵	نہ بینی کہ سختی بغایت رسید تو نہیں دیکھتا کہ سختی انتہا کو پہنچ گئی ہے	مشقت بحدِّ نہایت رسید مشقت آخری حد پر پہنچ گئی ہے
۶	نہ باراں ہمی آید از آسماں نہ آسمان سے بارش اترتی ہے	نہ بر می رود دودِ فریاد خواں نہ فریادیوں کی آہ کا دھواں اوپر جاتا ہے
۷	بدو گفتم آخر ترا باک نیست میں نے اس سے کہا کہ آخر تجھے تو خوف نہیں ہے	کشد زہر جائیکہ تریاق نیست زہر اس جگہ مارتا ہے جہاں تریاق نہیں ہے
۸	گر از نیستی دیگرے شد ہلاک اگر ناداری کی وجہ سے کوئی دوسرا ہلاک ہوگیا	ترا ہست و بط راز طوفاں چہ باک تیرے پاس تو ہے بطخ کو طوفان کا کیا ڈر
۹	نگہ کرد رنجیدہ در من فقیہ اس سمجھ دار نے رنج سے مجھے دیکھا	نگہ کردنِ عالم اندر سفیہ جیسا کہ ایک عالم جاہل کو دیکھتا ہے

(۱) درآں حال: اس حال میں۔ پیش آمدم: میرے سامنے آیا۔ دوستے: ایک دوست۔ ازو: اس سے۔ ماندہ: رہ گیا۔ استخواں: ہڈی۔ پوستے: کھال۔ (۲) شگفت: تعجب۔ آمدم: مجھ کو آیا۔ کو: کہ۔ قوی حال: آسودہ حال۔ بود: تھا۔ خداوند: مالک۔ جاہ: مرتبہ۔ زر: سونا۔ (۳) بدو: اصل میں "باد" ہے: اس سے۔ گفتم: میں نے کہا۔ پاکیزہ خو: اچھی عادت والا۔ چہ: کیا۔ درماندگی: تکلیف۔ پیشت: تیرے سامنے۔ آمد: آئی۔ بگو: کہہ۔ (۴) بغرید: وہ غرایا۔ برمن: مجھ پر۔ عقلت: تیری عقل۔ کجا: کہاں۔ دانی: تو جانتا ہے۔ پُرسی: تو پوچھتا ہے۔ سوالت: تیرا سوال۔ خطا: غلط۔ (۵) نہ بینی: نہیں دیکھتا تو۔ بغایت: انتہا کو۔ رسید: پہنچ گئی۔ بحد: نہایت آخری حد کو۔ (۶) باراں: بارش۔ ہمی آید: آتی ہے۔ بر می رود: اوپر جاتا ہے۔ دود: دھواں۔ فریاد خواں: فریاد کرنے والا۔ (۷) "بدو" اصل میں "باد" ہے: اُسکو۔ ترا: تجھ کو۔ باک: خطرہ۔ نیست: نہیں ہے۔ کشد: مارتی ہے۔ جائیکہ: جس جگہ کہ۔ تریاق: زہر کی دوا۔ (۸) نیستی: نہ ہونا۔ ناداری۔ دیگرے: کوئی دوسرا۔ شد: ہوگیا۔ ترا: تجھ کو۔ بط: بطخ۔ طوفان: پانی کا سیلاب۔ باک: ڈر۔ (۹) نگہ کرد: نظر کی۔ رنجیدہ: غصہ سے۔ درمن: میری طرف۔ فقیہ: سمجھ دار۔ نگہ کردن: نظر کرنا۔ سفیہ: بے وقوف۔

تشریح: (۱) قحط سالی کا شکار ایک شخص جو شیخ سعدیؒ کا دوست تھا، ملاقات کے لیے آیا تو اس کی جسمانی حالت نا دیدنی تھی۔ وہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا۔ (۲) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ شیخ سعدیؒ اپنے اس دوست کی دولت و ثروت کے حوالے سے کافی واقفیت رکھتے تھے۔ اس کی خستہ حالی دیکھ کر متعجب ہونا فطری بات تھی۔ (۳) شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اس دوست سے اس کی خستہ حالی اور موجودہ طبعی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا کہ کونسی ایسی آفت آن پڑی کہ تمہاری یہ حالت ہوگئی۔ (۴) قحط سالی ایسا عذاب ہے کہ اس کے سامنے بڑے بڑے جغادری نہیں ٹھہر سکتے۔ شیخ سعدیؒ کے دوست نے برہمی کی حالت میں قحط سے پیدا ہونے والی مشکلات (جن کا وہ سامنا کر چکا تھا) پر مبنی کیفیات کا تذکرہ کیا۔ (۵) قحط سالی نے انتہا کر دی کہ بھوک سے نڈھال لوگ ایسے بدحال ہوئے کہ اس کے تصور سے کانپ اٹھنا میرا (شیخ کے دوست کا) فطری تقاضا ہے۔ (۶) آسمان سے بارش برسنے کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ اور لوگ اللہ تعالیٰ سے قحط کے ٹلنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔ ان کی دعائیں اوپر نہیں جاتیں۔ (۷) جب کوئی طوفان اٹھتا ہے تو اس کی رَو میں اکثر وہی لوگ بہہ جاتے ہیں جو بچنے کا سامان نہیں رکھتے۔ قحط کے طوفان میں مفلسوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ جو اس وقت تمہارا ہے۔ (۸) بڑے سے بڑے سیلاب میں بطخ کے ڈوبنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ تیرنے میں مہارت رکھتی ہے۔ مالدار آدمی بھی قحط کے سیلاب میں نہیں ڈوب سکتا۔ کیونکہ اس کے پاس مال و دولت کی کثرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ سعدیؒ کو تعجب ہوا۔ (۹) متذکرہ گفتگو سے متاثر ہو کر شیخ کے دوست نے انہیں اس طرح تیکھی نظروں سے دیکھا جیسے کسی دانشور کو اَن پڑھ سے واسطہ پڑتا ہے۔ وہ لاکھ سمجھانے کے باوجود نہ سمجھ رہا ہو۔

مصرعِ اوّل		مصرعِ ثانی
کہ مرد ارچہ برساحلست اے رفیق	۱	نیاساید و دوستانش غریق
اے دوست، اگرچہ انسان کنارے پر ہو		اسے چین نہیں آتا جبکہ اسکے دوست ڈوب رہے ہوں
من از بے نوائی نیم روئے زرد	۲	غمِ بے نوایاں دلم خستہ کرد
بے سروسامانی کی وجہ سے میرا چہرہ زرد نہیں ہے		بے سروسامان لوگوں کے غم نے میرا دل توڑ دیا ہے
نخواہم کہ بیند خرد مند ریش	۳	نہ بر عضوِ مردم نہ بر عضوِ خویش
میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی عقل مند زخم دیکھے		نہ انسانوں کے عضو پر نہ اپنے عضو پر
بحمد للہ ارچہ ز ریش ایمنم	۴	چو ریشے بہ بینم بلرزد تنم
خدا کا شکر ہے اگرچہ میں زخم سے محفوظ ہوں		جب میں زخم دیکھتا ہوں تو میرا بدن لرزتا ہے
منغص بود عیش آں تندرست	۵	کہ باشد بہ پہلوئے بیمار سست
اس تندرست کا عیش بدمزہ ہو جاتا ہے		جو کسی سُست بیمار کے پہلو میں ہو
چو بینم کہ درویش مسکیں نخورد	۶	بکام اندرم لقمہ زہرست و درد
جب میں دیکھتا ہوں کہ مسکین فقیر نے نہیں کھایا ہے		تو لقمہ میرے حلق میں زہر اور درد ہو جاتا ہے
یکے را بزنداں درش دوستاں	۷	کجا ماندش عیش در بوستاں
کسی کے دوست جب قید خانہ میں ہوں		تو اس کے لیے باغ میں عیش کہاں رہتا ہے

حکایت

کہانی

مصرعِ اوّل		مصرعِ ثانی
شبے دودِ خلق آتشے برفروخت	۹	شنیدم کہ بغداد نیمے بسوخت
ایک رات لوگوں کی آہ نے ایسی آگ لگائی		میں نے سنا ہے کہ آدھا بغداد جل گیا

(۱) ارچہ: اگرچہ۔ ساحل: کنارہ۔ رفیق: ساتھی۔ نیاساید: نہیں آرام پاتا۔ دوستانش: اس کے دوست۔ غریق: ڈوبنے والا۔ (۲) من: میں۔ بے نوائی: بے سامانی۔ نیم: نہیں ہوں۔ روئے زرد: زرد چہرے والا۔ غمِ بے نوایاں: بے سامانوں کا غم۔ دلم: میرا دل۔ خستہ کرد: زخمی کر دیا۔ (۳) نخواہم: میں نہیں چاہتا۔ بیند: دیکھے وہ۔ خردمند: عقل مند۔ ریش: زخم۔ عضو: جوڑ۔ مردم: لوگ۔ عضوِ خویش: اپنا جوڑ۔ (۴) بحمد للہ: اللہ کا شکر ہے۔ ایمنم: بے خوف ہوں۔ چو: جب۔ ریشے: کوئی زخم۔ بنیم: دیکھتا ہوں۔ بلرزد: لرز جاتا ہے۔ تنم: میرا جسم۔ (۵) منغص: مکدر، گدلا۔ بود: ہو جاوے۔ باشد: ہووے۔ پہلوئے بیمارِ سست: سُست بیمار کا پہلو۔ (۶) بینم: دیکھتا ہوں میں۔ نخورد: نہیں کھایا۔ بکام اندرم: میرے حلق میں کھانے کی ایک دفع، نگلنے کی مقدار۔ (۷) یکے را: کسی کو۔ بزنداں: قید خانہ میں۔ درش: در زائد، ش دوستاں کا مضاف الیہ یعنی اس کے دوست۔ کجا: کہاں۔ ماندش: رہے گا اس کو۔ بوستان: باغ۔ (۸) حکایت: کہانی۔
(۹) شبے: ایک رات۔ دودِ خلق: مخلوق کا دھواں مراد آہیں۔ آتشے: بڑی آگ۔ برفروخت: جلائی۔ شنیدم: میں نے سنا۔ نیمے: آدھا۔ بسوخت: جل گیا۔

تشریح: (۱) اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں۔ ہے زندگی کا مقصد اَوروں کے کام آنا، کے بمصداق شیخ کے دوست نے کہا کہ اصل انسان تو وہ ہے جو دوسروں کے دُکھ کو اپنا درد سمجھتا ہے۔ (۲) آج جس حال میں میں افسردہ و آزردہ تمہارے پاس آیا ہوں۔ میری اس ناآسودگی کے پس پردہ اپنی مفلسی نہیں بلکہ دوسروں کی ناداری کے صدمہ کا احساس ہے یعنی میں نے اپنا سب کچھ ان ناتواں لوگوں پر لٹا دیا ہے۔ لہٰذا میں بھی قحط میں پڑ گیا۔ (۳) اصل دانشوری یہ نہیں کہ آدمی تیز طرار زبان کے بل بوتے پر لفاظی کرتا پھرے۔ بلکہ حقیقی سمجھداری یہ ہے کہ وہ کسی قسم کی تکلیف کو نہ دیکھ سکے۔ خواہ وہ درد اپنا ہو یا غیر کا۔ (۴) مقامِ تشکر ہے کہ یہ نعمت مجھے (شیخ سعدیؒ کے دوست کو) حاصل ہے کہ میں خود مصائب سے محفوظ ہوں لیکن دوسروں کی مصیبت مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ (۵) جو شخص بیمار کی عیادت کے لیے آتا ہے وہ خود صحت مند ہوتا ہے لیکن بیمار کی حالت دیکھ کر وہ بھی دُکھی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دونوں کے درمیان انسانیت کا رشتہ ہوتا ہے۔ (۶) یہ شعر بھی پہلے شعروں کی طرح شیخ سعدیؒ کے دوست کی ذہنی کیفیت بیان کر رہا ہے کہ میں جب بھی کسی نادار کو بھوکا دیکھتا ہوں۔ مجھے کھانا پینا اچھا نہیں لگتا۔ (۷) اگر کسی دل میں ہمدردی و غمگساری کے جذبات موجزن ہوں تو واقعی دوستوں پر آنے والے مصائب سے دل پسیجتا ہے لیکن آجکل ایسی کیفیت بہت کم ہے۔ افراتفری کی وجہ سے۔ (۸) حکایت (عنوان) اس حکایت میں یہ تصور پیش کیا گیا ہے کہ علاقائی سطح پر چھا جانے والی تباہی سے جو شخص صرف اپنی راحت پر خوش رہتا ہے اسے انسانیت سے دُور کا واسطہ بھی نہیں۔
(۹) اس شعر میں بغداد شہر کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ مظلوموں اور غربا کی آہوں کے باعث ایسی آگ بھڑک اٹھی کہ بغداد کا آدھا شہر خاکستر ہو گیا۔

۱ — یکے شکر گفت اندراں خاک دود ۔ کہ دُکانِ مارا گزندے نبود

اس دُھول اور دُھوئیں میں ایک نے شکر ادا کیا ۔ کہ میری دُکان کا کوئی نقصان نہیں ہوا

۲ — جہاندیدۂ گفتش اے بوالہوس ۔ ترا خود غمِ خویشتن بود و بس

ایک جہاندیدہ نے اس سے کہا اے بوالہوس ۔ تجھے صرف اپنا ہی غم تھا

۳ — پسندی کہ شہرے بسوزد بنار ۔ وگرچہ سرایت بود برکنار

تجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ پورا شہر آگ سے جل جائے ۔ اگرچہ تیری سرائے کنارے پر ہو

۴ — بجز سنگدل کے کند معدہ تنگ ۔ چو بیند کساں بر شکم بستہ سنگ

سنگدل کے علاوہ کون معدہ کو بھر سکتا ہے ۔ جب لوگوں کو پیٹ پر پتھر باندھے دیکھے

۵ — توانگر خود آں لقمہ چوں میخورد ۔ چو بیند کہ درویش خوں میخورد

مالدار خود لقمہ کیسے کھا سکتا ہے ۔ جب وہ دیکھ رہا ہے کہ فقیر خون کھا رہا ہے

۶ — مگو تندرستست رنجور دار ۔ کہ می پیچد از غصہ رنجور دار

یہ نہ کہہ کہ تیمارداری کرنے والا تندرست ہے ۔ اسلئے کہ وہ بھی بیمار کی طرح غم سے پیچ و تاب میں ہے

۷ — تنکدل چو یاراں بمنزل رسند ۔ نخسپد کہ واماندگاں از پسند

نرم دل دوست جب منزل پر پہنچ جاتے ہیں ۔ تو وہ بھی نہیں سوتے کیونکہ بچھڑے ہوئے ابھی راستہ میں ہیں

۸ — دلِ پادشاہاں شود بارکش ۔ چو بیند در گل خرِ خارکش

بادشاہوں کے دل پر بوجھ رہتا ہے ۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ لکڑہارے کا گدھا گارے میں پھنسا ہے

۹ — اگر در سرائے سعادت کست ۔ زگفتارِ سعدیش حرفے بس ست

اگر کسی کے گھر میں کوئی نیک بخت ہے ۔ تو اس کے لیے سعدی کی بات کا ایک حرف کافی ہے

۱۰ — ہمینت بسندست اگر بشنوی ۔ اگر خار کاری سمن ندروی

اگر تو غور سے سُنے تو تجھے یہی کافی ہے ۔ کہ اگر کانٹے بوئے گا تو چنبیلی نہیں کاٹے گا

یکے: ایک شخص۔ گفت: اس نے کہا۔ اندراں: اس میں۔ خاک: مٹی۔ دود: دُھواں۔ مارا: میری۔ گزندے: کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ (۲) جہاندیدہ: جہان کو دیکھے ہوئے۔ گفتش: اس نے اس کو کہا۔ بوالہوس: ہوس پرست۔ ترا: تجھ کو۔ خویشتن: اپنا۔ بود: تھا۔ بس: کافی (۳) پسندی: تو پسند کرتا تھا۔ شہرے: ایک بڑا شہر۔ بسوزد: جل جاوے۔ بنار: آگ سے۔ سرایت: تیرا گھر۔ برکنار۔ کنارے پر۔ (۴) بجز: سوائے۔ سنگدل: پتھر دل بے رحم۔ کے: کون۔ کند: کرتا ہے۔ معدہ تنگ: مُراد معدہ کو زیادہ بھر کے تنگ کر دینا۔ بیند: دیکھتا ہے۔ کساں: جمع کس، لوگ۔ شکم: پیٹ۔ بستہ: باندھے ہوئے۔ سنگ: پتھر۔ (۵) توانگر: دولتمند۔ چوں: کیسے۔ میخورد: کھاتا ہے۔ درویش: مسکین۔ خوں میخورد: خون کھاتا ہے مراد غم کھاتا ہے۔ (۶) مگو: مت کہہ۔ رنجور دار: بیمار رکھنے والا۔ می پیچد: پیچ کھاتا ہے۔ رنجور دار: بیمار کی طرح۔ (۷) تنکدل: نرم دل۔ بمنزل: منزل پر۔ رسند: پہنچ جاتے ہیں۔ نخسپد: نہیں سوتے۔ واماندگان: پیچھے رہے ہوئے۔ از پسند: پیچھے ہیں۔ (۸) دل پادشاہاں: بادشاہوں کا دل۔ شود: ہوتا ہے۔ بارکش: بوجھ اٹھانے والا۔ گل: کیچڑ۔ خر: گدھا۔ خارکش: لکڑہارا۔ (۹) سرائے سعادت: نیک بختی کا گھر۔ کست: کوئی شخص۔ گفتار: کلام۔ سعدی: مصنف۔ ش: مفعول کی اسکو۔ حرفے: ایک حرف۔ بس ست: کافی ہے۔ ہمینت: تجھ کو یہی۔ بسندست: کافی ہے۔ بشنوی: تو سنے۔ خارکاری: کانٹے بوئے تو۔ سمن: چنبیلی۔ ندروی: نہ کاٹے تو۔

تشریح: (۱) لیکن آدھا شہر جل جانے کے باوجود ایک دکان آگ کے شعلوں کی لپیٹ سے بچ گئی۔ چنانچہ دکاندار شکریہ کے کلمات ادا کر رہا تھا جو اس کی ذہنی کیفیت کا مظہر تھا۔ (۲) اس کیفیت کو دیکھ کر ایک درددل کے مالک شخص نے دکاندار کی غیرت کے دروازے پر دستک دی کہ اگر سارا شہر جل جائے صرف تو بچ جائے۔ تجھے پورے شہر کی فکر نہیں ہے۔ (۳) دکاندار کو مخاطب ہوکر وہ صاحب دل شخص کہہ رہا ہے کہ تمہاری بے حسی کا یہ عالم ہے کہ اگر پورے شہر کو آگ اپنی لپیٹ میں لے لے لیکن تجھے کچھ بھی نہ ہو۔ (۴) یہ سنگدلی ہے کہ لوگ بھوک سے تڑپ رہے ہوں اور کوئی شخص مزے لیکر کھا پی رہا ہو۔ دورِ حاضر کے لوگوں کی سنگدلی کا یہی حال ہے۔ (۵) عام حالات میں کسی رحمدل مالدار کے حلق سے لقمہ نیچے نہیں اترتا۔ قحط اور مرتوڑ مہنگائی کے حالات میں بھوکوں کو مرتا دیکھ کر اس کے گلے سے لقمہ کیسے اتر سکتا ہے۔ (۶) وہ انسان جو انسانیت کے ناطے مریض کا ہمدرد ہوتا ہے۔ اسے مریض کے مرض سے زیادہ پریشانی ہوتی ہے۔ اس لیئے تیماردار کی تندرستی پر خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ (۷) چالاکی و تیز رفتاری کی وجہ سے منزل تک پہلے پہنچنے والے لوگ پیچھے رہ جانے کے سبب ضرور پریشان ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ ان کی محبتوں کا تقاضی ہے۔ (۸) رحم دل بادشاہ اپنی رعایا کے مصائب پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آخر بادشاہ بھی تو انسان ہی ہوتے ہیں۔ رعیت بھی انسان ہوتی ہے۔ لیکن آجکل کے حکمران ایسے نہیں ہیں۔ (۹) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے بطورِ مقدمہ یہ بات کہی ہے کہ اگر کوئی شخص نیک بختی (جوہرِ انسانیت) کی دولت سے مالا مال ہے تو اسے سعدیؒ کے کلام کا ایک حرف کامیاب کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہر نیک بخت کا شیوہ ہے کہ وہ اچھی بات کو قبول کرے۔ (۱۰) پہلے شعر میں جس نصیحت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، اس شعر میں وہ نصیحت بیان کر دی کہ دنیا مکافاتِ عمل ہے۔ کوئی جو کچھ بوئے گا وہی کچھ کاٹے گا۔ فرعون جیسی زندگی گذارنے والے موسیٰؑ کا انجام نہیں پا سکتے۔

گفتار
بات

شمار	مصرع اول	مصرع دوم
۲	خبرداری از خسروانِ عجم	کہ کردند بر زیر دستاں ستم
	تجھے معلوم ہے عجم کے بادشاہوں کے بارے میں	کہ انہوں نے ماتحتوں پر ظلم کیا
۳	نہ آں شوکت و پادشائی بماند	نہ آں ظُلم بر روستائی بماند
	نہ وہ شوکت اور بادشاہی رہی	نہ دہقان پر وہ ظلم باقی رہا
۴	خطا بیں کہ بر دست ظالم برفت	جہاں ماند او مظالم برفت
	دیکھ جو ظلم ظالم کے ہاتھ سے ہوا	دنیا تو باقی رہی اور وہ ظلموں کو سمیٹ لے گیا
۵	خنک روز محشر تن دادگر	کہ در سایۂ عرش دارد مقر
	قیامت کے دن منصف کا جسم ٹھنڈا رہے گا	اس لیے عرش کے سائے میں اس کا ٹھکانا ہے
۶	بقومے کہ نیکی پسند خدائے	دہد خسروے عادل نیک رائے
	جس قوم کے لیے خدا بھلائی پسند فرماتا ہے	تو اسکو نیک رائے منصف بادشاہ عنایت فرماتا ہے
۷	چو خواہد کہ ویراں شود عالمے	کند ملک در پنجۂ ظالمے
	جب وہ چاہتا ہے کہ کوئی ملک ویران ہو جائے	تو ملک کو کسی ظالم کے پنجہ میں دے دیتا ہے
۸	سگالند از و نیک مرداں حذر	کہ خشم خدا یست بیداد گر
	نیک مرد اس سے بچاؤ کی سوچتے ہیں	اس لیے کہ ظالم خدا کا قہر ہے
۹	بزرگی ازو دان و منت شناس	کہ زائل شود نعمت ناسپاس
	بڑائی اس کی دی ہوئی جان اور شکر ادا کر	اس لیے کہ ناشکر گزار سے نعمت جاتی رہتی ہے
۱۰	نہ خود خواندۂ در کتاب مجید	کہ در شکر نعمت شود بر مزید
	کیا تو نے خود قرآن مجید میں نہیں پڑھا ہے	کہ شکر کرنے سے نعمت میں زیادتی ہوتی ہے

(۱) گفتار: بات۔
(۲) خبرداری: خبر رکھتا ہے تو۔ خسرواں: جمع خسرو بادشاہ۔ عجم: ایران کا علاقہ۔ کردند: جنہوں نے کیا زیردستاں: ماتحت۔ ستم: ظلم۔ (۳) شوکت: دبدبہ۔ بماند: رہی۔ روستائی: دیہاتی۔
(۴) بیں: دیکھ۔ دست ظالم: ظالم کا ہاتھ۔ برفت: چلی۔ ماند: رہ گیا۔ واو: اور وہ۔ بامظالم: ظلموں کے ساتھ۔
(۵) خنک: ٹھنڈا، مبارک۔ روز محشر: حشر کا دن۔ تن دادگر: انصاف کرنے والے کا جسم۔ دارد: رکھے گا۔ مقر: ٹھکانا۔
(۶) بقومے: کہ جس قوم سے کہ۔ پسندد: پسند کرے۔ دہد: دیتا ہے۔ خسرو: بادشاہ۔ عادل: انصاف کرنے والا۔ نیک رائے: نیک رائے والا۔
(۷) چو خواہد: جب چاہے۔ شود: ہووے۔ عالمے: ایک جہان۔ کند: کرتا ہے۔ پنجۂ ظالمے: کسی ظالم کا پنجہ۔ (۸) سگالند: سوچتے ہیں۔ نیک مرداں: نیک لوگ۔ حذر: بچاؤ۔ خشم: خدا کا غصہ۔ یست: اصل میں است ہے۔ بیدادگر: بے انصاف۔
(۹) بزرگی: بڑائی۔ ازو: اس کی طرف سے۔ داں: جان۔ منت: احسان۔ شناس: پہچان۔ زائل شود: ختم ہو جاتی ہے۔ ناسپاس: ناشکرا۔
(۱۰) خوانده: پڑھا ہے تونے۔ کتاب مجید: قرآن پاک۔ بود: ہوتی ہے۔ برمزید: زیادہ۔

تشریح: (۱) گفتار (عنوان) اس گفتار میں یہ بات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ظلم وستم اور ناجائز ذرائع سے حاصل کیا جانے والا مال ہمیشہ ضائع ہو جاتا ہے جبکہ حلال مال نہ صرف باقی رہتا ہے بلکہ بڑھتا رہتا ہے۔ (۲) اس شعر میں ایران کے ایک ظالم کی داستانِ ستمگری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس نے کس طرح اپنے زیردستوں پر مظالم ڈھا کر ایک طوفان بپا کر دیا تھا۔ (۳) یہ دنیا فانی ہے۔ ظالم کا ظلم بھی عارضی ہے۔ چنانچہ وہ ظالم بادشاہ اپنے مظالم کا انجام پا کر خود برباد ہو گیا۔ دنیا سے چل بسا۔ نہ ظالم رہا نہ اس کا ظلم رہا۔ (۴) ہر ظالم کی سب سے بڑی غلطی یہی ہوتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ ساری دنیا فنا ہو سکتی ہے لیکن میں ہمیشہ رہوں گا۔ اسی غلط سوچ کی وجہ سے وہ ظلم کا جہان آباد کرتا ہے۔ لیکن وہ حقیقت ایک دن اس کو مظالم سمیت اپنی تاریکیوں میں ڈبو کر لے جاتی ہے جس کا انکاری تھا۔ (۵) یہ عادل بادشاہ کی شان ہے کہ دنیا میں وہ عدل گستری کی وجہ سے نیک نام ہوتا ہے اور روز محشر میں عرش الٰہی کے سائے تلے ٹھنڈی ہواؤں کی موج لے رہا ہو گا جبکہ ظالم بادشاہ کی دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔ (۶) بگڑی ہوئی قوم پر بطور سزا ظالم بادشاہ مسلط ہوتے ہیں لیکن جو قوم اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمانبرداری کے عوض عادل حکمران کی صورت میں اپنی نعمت سے نوازتا ہے۔ (۷) قوم کے بگاڑ کے سبب اللہ تعالیٰ کا غضب کسی ظالم حاکم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کیونکہ ظالم حکمران کے مظالم سے زمین برباد ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ کے غضب کی علامت ہے۔ (۸) ظالم بادشاہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا غضب ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ والے حضرات اس سے دُور بھاگتے ہیں اور ہر ممکن اس سے دُور رہنے کی سوچتے ہیں۔ (۹) کسی کو معاشرے میں مقام و مرتبہ ودیعت ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقام و مرتبہ کو ضعفا و غربا کی حمایت میں استعمال کرے۔ اگر کمزوروں پر ظلم کریگا تو اس نعمت کی ناقدری و ناشکری ہو گی۔ (۱۰) نعمت کی قدردانی و شکر گزاری کے حوالے سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا احوال بیان کیا گیا ہے کہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔ اگر تم اظہار تشکر (عملی طور پر) کرو گے تو میں ضرور تمہاری نعمت کو بڑھا دونگا یعنی مقام و مرتبے میں مزید اضافہ ہو جائیگا ورنہ چھن جائے گا۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
اگر شکر کردی بریں مُلک و مال	۱	بمالے و مُلکے رسی بے زوال
اگر تو نے اس ملک و مال پر شکر ادا کیا		تو تجھے لازوال مال و ملک حاصل ہوگا
وگر جور در پادشائی کنی	۲	پس از پادشائی گدائی کنی
اور اگر بادشاہی میں ظلم کرے گا		تو بادشاہی کے بعد گداگری کرے گا
حرامست بر پادشہ خواب خوش	۳	چو باشد ضعیف از قوی بارکش
بادشاہ پر میٹھی نیند حرام ہے		جب کمزور طاقتور کے بوجھ سے دبا ہو
میازار عامی بیک خردلہ	۴	کہ سلطاں شبانست و عامی گلہ
عوام کو رائی کے برابر بھی نہ ستا		کیونکہ بادشاہ چرواہا اور عوام اس کا ریوڑ ہیں
چو پرخاش بینند و بیداد ازو	۵	شباں نیست گرگست فریاد ازو
جب اس کی جانب سے عداوت اور ظلم دیکھیں		تو وہ چرواہا نہیں بھیڑیا ہے اس سے فریاد ہے
بد انجام رفت و بد اندیشہ کرد	۶	کہ با زیردستاں جفا پیشہ کرد
بد انجام چلا گیا اور اس نے بُرا سوچا		کہ اس نے ماتحتوں پر ظلم کی عادت ڈالی
نہ خواہی کہ نفریں کنند از پست	۷	نکو باش تا بد نگوید کست
اگر تو نہیں چاہتا کہ تیرے بعد تجھے بُرا کہیں		نیک بن جا تاکہ تجھے کوئی بُرا نہ کہے

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
شنیدم کہ در مرزے از باختر	۹	برادر دو بودند از یک پدر
میں نے سنا ہے کہ مغرب کے ایک شہر میں		ایک باپ سے دو بھائی تھے

(۱) کردی: کیا تو نے۔ بریں: اس پر۔ بمالے: ایسے مال کو۔ و ملکے: اور ایسے ملک کو۔ رسی: پہنچے گا تو بے زوال: جو کبھی فنا نہ ہو۔ (۲) جور: ظلم۔ کنی: کرے تو۔ پس: پیچھے۔ گدائی: فقیری۔

(۳) حرامست: حرام ہے۔ خواب خوش: میٹھی نیند چو باشد: جب ہووے۔ ضعیف: کمزور۔ قوی: طاقتور۔ بارکش: بوجھ کھینچنے والا یعنی ظلم سہنے والا۔ (۴) میازار: مت ستا۔ عامی: رعایا عام لوگ۔ بیک خردلہ: ایک رائی کے برابر۔ سلطان: بادشاہ۔ شبانست: چرواہا ہے۔ گلہ: ریوڑ

(۵) چو: جب۔ پرخاش: لڑائی۔ بینند: دیکھیں۔ بیداد: ظلم۔ ازو: اس کی طرف سے۔ شباں: چرواہا۔ نیست: نہیں ہے۔ گرگست: بھیڑیا ہے۔

(۶) بدانجام: بُرے انجام والا۔ رفت: چلا گیا۔ بداندیش: بُری سوچ۔ زیردستاں: ماتحت۔ جفا: ظلم۔ پیشہ کرد: عادت بنالی۔

(۷) نہ خواہی: تو نہیں جانتا۔ نفریں: لعنت۔ کنند: کریں وہ۔ پست: تیرے بعد۔ نکو: نیک۔ باش: ہوجا۔ تا: تاکہ۔ بد: بُرا۔ نگوید: نہ کہے۔ کست: تجھ کو کوئی۔ (۸) حکایت: کہانی۔

(۹) شنیدم: میں نے سنا۔ مرزے: سرزمین۔ باختر: مغرب یا مشرق۔ برادر: بھائی۔ بودند: تھے وہ۔ از یک پدر: ایک باپ سے۔

تشریح: (۱) اگر کوئی شخص منصب و مال کی قدر دانی کرتے ہوئے ضعفاء و مساکین کی خبرگیری و حفاظت کرکے اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کرے گا تو آخرت میں اسے دوام ہوگا۔ (۲) اگر مخلوق پر ظلم کرکے مقام و مرتبے کی ناقدری و ناشکری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بطور سزا مقام و مرتبہ چھین کر گداگر بنادیں گے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ (۳) اللہ تعالیٰ نے جسے مقام و مرتبہ دیکر تخت شاہی پر بٹھایا۔ اگر اس کے کارندے مخلوق کو تنگ کرنے پر تُل جائیں تو بادشاہ کو چاہیئے کہ وہ راتوں کی نیند حرام کرکے رعایا کی خبرگیری پر لگ جائے تاکہ کوئی حکومتی کارندہ ظلم نہ کرسکے۔ (۴) سربراہ مملکت اپنی رعایا کا اس طرح محافظ ہوتا ہے جیسے چرواہا اپنی بکریوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ لہٰذا بادشاہ کو چاہیئے کہ وہ اپنی رعایا پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ کرے۔ (۵) بھیڑیے کا کام بکریوں کے ریوڑ میں گھس کر تباہی پھیلانا ہوتا ہے۔ ظالم بادشاہ بھی اپنی رعایا کے لیے بھیڑیے کی مثل ہے۔ ایسے بادشاہ سے اللہ کی پناہ و فریاد بہتر ہے۔ (۶) اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مقام و مرتبہ عنایت فرمادیا تو اس کا مقصد یہ نہیں کہ وہ اپنے ماتحتوں اور کمزوروں پر مظالم ڈھاتا پھرے۔ اس کی یہ ذہنیت قطعی غلط ہے۔ (۷) نیکی و بھلائی کو دوام ہے کیونکہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے جبکہ ظلم اور بُرائی معدوم ہے۔ اس لیئے کہ یہ فعل شیطانی ہے۔ موت کے بعد لعنت و رسوائی سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ بادشاہ و رعیت دونوں نیکی اختیار کریں۔ (۸) حکایت (عنوان) اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ عدل و انصاف سے حکومت مضبوط و مستحکم ہوتی ہے۔ جبکہ جبر و تشدد سے حکومت بربادی کا شکار ہوجاتی ہے۔ (۹) اس شعر میں دو حقیقی بھائیوں کی ظلم بھری داستان بیان کی گئی ہے جو مغربی ممالک میں قیام پذیر تھے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
سپہدار گردن کش و پیلتن	۱	نکورو و دانا و شمشیر زن
بہادر، متکبر اور ہاتھی جیسے		خوبصورت، عقل مند، تلوار باز
پدر ہر دو را سہمگیں مرد یافت	۲	طلبگار جولان و ناورد یافت
باپ نے دونوں کو رعب دار پایا		گھوڑ دوڑ کا شوقین اور جنگ جُو پایا
برفت آں زمیں را دو قسمت نہاد	۳	بہر یک پسر زاں نصیبے بداد
اس نے مرتے وقت زمین کے دو حصے کر دیئے		ہر ایک لڑکے کو اس میں ایک حصہ دے دیا
مبادا کہ بر یکد گر سر کشند	۴	بہ پیکار شمشیر کیں بر کشند
مبادا کہ ایک دوسرے پر سر کشی کرے		جنگ میں کینہ کی تلوار سونت لیں
پدر بعد ازاں روزگارے شمرد	۵	بجان آفریں جان شیریں سپرد
اُس کے بعد باپ نے چند دن گنے		میٹھی جان جان پیدا کرنیوالے کے سپرد کر دی
اجل بگسلانَدش طناب اَمَل	۶	وفاتش فرو بست دستِ عمل
موت نے امید کے رسے ڈھیلے کر دیئے		موت نے اس کے کام کے ہاتھ کو باندھ دیا
مقرر شد آں مملکت بر دو شاہ	۷	کہ بیحد مر بود گنج و سپاہ
وہ مملکت دو بادشاہوں کے لیئے ہو گئی		اس لیے کہ خزانہ اور سپاہی بے حساب تھے
بحکم نظر در بہ افتادہ خویش	۸	گرفتند ہر یک یکے راہ پیش
اپنی رائے کے مطابق اپنی بھلائی کیلئے		ہر ایک نے ایک راستہ اختیار کیا
یکے عدل تا نام نیکو برد	۹	یکے ظلم تا مال گرد آورد
ایک نے انصاف کیا تاکہ نیک نامی کمائے		دوسرے نے ظلم شروع کیا تاکہ مال جمع کرے
یکے عاطفت سیرت خویش کرد	۱۰	درم داد و تیمار درویش کرد
ایک نے مہربانی کرنا اپنی عادت بنائی		روپیہ خرچ کیا اور غریبوں کی دیکھ بھال کی

(۱) سپہدار: فوج رکھنے والے۔ گردن کش: گردن کھینچنے والے متکبر۔ پیلتن: ہاتھی کے جسم والے۔ نکورو: خوبصورت۔ دانا: عقلمند۔ شمشیر زن: تلوار باز۔ (۲) پدر: باپ۔ ہر دو را: دونوں کو۔ سہمگیں: رعب دار۔ یافت: اس نے پایا۔ طلبگار: چاہنے والا۔ جولان: گھوڑ دوڑ۔ ناورد: لڑائی والا۔ (۳) برفت: چلا گیا۔ دو قسمت: دو حصے۔ نہاد: کر دیئے اس نے۔ بہر یک: ہر ایک کو۔ پسر: بیٹا۔ زاں: اس نے۔ نصیبے: ایک ایک حصہ۔ بداد: دیا۔ (۴) مبادا: مت ہووے۔ بر یکد گر: ایک دوسرے پر۔ سر کشند: سر کھینچیں۔ پیکار: جنگ۔ شمشیر: تلوار۔ کیں: کینہ۔ بر کشند: کھینچ لیں۔ (۵) پدر: باپ۔ بعد ازاں: اس کے بعد۔ روزگارے: چند دن۔ شمرد: اس نے گنے۔ بجان آفریں: جان پیدا کرنے والے کو۔ جان شیریں: میٹھی جان۔ سپرد: سپرد کر دی۔ (۶) اجل: موت۔ بگسلانَدش: توڑ دی، اسکی ش اَمل کےساتھ لگتی ہے یعنی طناب اَملش: اس کی آرزو کی رسّی۔ فرو بست: باندھ دیئے۔ دستِ عمل: عمل کے ہاتھ۔ (۷) مقرر شد: طے ہو گئی۔ مملکت: حکومت۔ بر دو شاہ: دو بادشاہوں پر۔ مر: یہاں زائد ہے۔ گنج: خزانہ۔ سپاہ: لشکر۔ (۸) بحکم نظر: نظر کے حکم کے مطابق۔ نظر سے مُراد غور و فکر۔ در بہ: بھلائی میں۔ افتاد: پڑ گیا۔ خویش: اپنا۔ گرفتند: لے لی انہوں نے۔ ہر یک: ہر ایک نے۔ یکے راہ: ایک راہ۔ پیش: سامنے۔ (۹) یکے عدل: ایک انصاف۔ تا: تاکہ۔ نام نیکو: نیک نامی۔ برد: لیجائے۔ گرد آورد: جمع کر سکے۔ (۱۰) عاطفت: مہربانی۔ سیرت خویش: اپنی عادت۔ کرد: اسنے کی۔ درم: عربی سکہ۔ داد: اسنے دیا۔ تیمار درویش: درویش کی دیکھ بھال۔

تشریح: (۱) وہ دونوں بھائی قائدانہ صلاحیت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ کافی لحیم و شحیم مگر غرور سے بھرے ہوئے سمجھدار خوبرو اور جنگ جُو تھے۔ (۲) باپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو رُعب دار مَرد محسوس کیا اور گھوڑ دوڑ، جنگ و جدل کا مشتاق پایا۔ کیونکہ باپ کی عقابی نظریں تھیں۔

(۳) ان دونوں بھائیوں کے باپ کی عقابی نظروں نے اندرونی کدورتوں کو بھانپتے ہوئے اس نے فیصلہ کیا کہ دونوں بیٹوں کو الگ الگ زمین تقسیم کر دی جائے۔ تاکہ بعد میں فساد نہ ہو۔ (۴) دونوں بھائیوں کے درمیان فتنہ و فساد کو ابتداء ہی سے ختم کرنے کی غرض سے اپنا تمام مال و دولت اور جائیداد وغیرہ کو برابر برابر تقسیم کر دیا۔ (۵) چنانچہ باپ نے تقسیم دولت و مملکت کے بعد اپنی جان جانِ آفریں کو سپرد کر کے داعیٔ اجل کو نہ صرف لبیک کہا بلکہ جہان فانی سے منہ موڑ لیا۔ (۶) موت نے اسے (باپ کو) اپنی آغوش میں لیکر اس دنیا سے کہیں دور بہت دور اتنا دور (کہ دوبارہ واپسی ناقابل یقین ہو) لے گئی۔ (۷) بادشاہ (باپ) کا سارا لاؤ لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا مملکت کی حدود بے حد اور لاؤ لشکر کی وسعت بے حساب تھی۔ (۸) باپ کی وفات کے بعد دونوں بھائیوں نے اپنے اپنے حصے کی مملکت اور فوج وصول کر کے اپنی اپنی راہ لی۔ (۹) ان دونوں بھائیوں میں سے ایک بھائی نے حق و انصاف کی راہ اختیار کی اور دوسرے نے ظلم و ستم کا راستہ اختیار کر لیا پہلے نے نیک نامی کو منتخب کیا اور دوسرے نے دولت کی ہوس کا شکار ہونا قبول کیا۔

(۱۰) منصف مزاج بھائی نے حکومتی اخراجات پر عوام کی فلاح و بہبود کے لیئے اقدامات اٹھائے۔ عوام میں دولت تقسیم کی۔

(۱) بنا کرد: عمارت بنائی۔ ناں: روٹی۔ داد: دی۔ نواخت: اس نے پالا۔ شب: رات۔ از بہر درویش: درویش کے واسطے۔ شب خانہ: مسافر خانہ۔ ساخت: اس نے بنایا۔ (۲) خزائن: خزانے۔ تہی کرد: اس نے خالی کر دیئے۔ پُر کرد: اس نے بھر لیئے۔ جیش: فوج۔ چناں: ایسا۔ خلائق: خلقت۔ بہنگام عیش: عیش کے وقت میں (۳) بگردوں شدے: آسمان تک چلی جاتی۔ بانگ شادی: خوشی کی آواز۔ شیراز: سعدی کا شہر علاقہ ایران۔ عہد: زمانہ۔ بوبکر سعد: سعدی کا ممدوح بادشاہ۔ (۴) خدیو خردمند: عقلمند بادشاہ۔ فرخ نہاد: مبارک طبیعت والا۔ شاخ امیدش: اسکی اُمید کی شاخ۔ برومند: پھل والی۔ باد: ہووے یہ کلمہ دعائیہ ہے۔
(۵) حکایت: کہانی۔ شنو: سُن۔ کودک: بچہ۔ نامجو: نام ڈھونڈنے والا۔ پسندیدہ پے: خوش قدم۔ بود: تھا۔ فرخندہ خو: مبارک طبیعت والا۔ (۶) ملازم: ہمیشہ رہنے والا۔ بدلداری: دلداری میں۔ ثنا گوئے حق: اللہ تعالیٰ کی ثنا کہنے والا۔ بامدادان: صبح۔ (۷) دراں ملک: اس ملک میں۔ قاروں: حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے ایک بخیل مالدار کا نام۔ برفتے: چلتا۔ دادگر: انصاف کرنیوالا۔ سیر: رَجا ہوا۔ (۸) نیامد: نہیں آیا۔ بر: پر۔ ایام: جمع یوم (دن) اس کے دنوں پر۔ بر دلے: کسی دل پر۔ بگویم: میں کہتا ہوں۔ خارے: ایک کانٹا۔ کہ: بلکہ۔ برگ گلے: پھول کی پتی۔ (۹) سر آمد: غالب آگیا۔ بتائید: امداد سے۔ ملک: اہلِ ملک یعنی عوام۔ سراں: جمع سر، مراد سردار۔ نہادند: انہوں نے رکھا۔ خطش: اس کا خط۔ سروراں: جمع سرور، سردار۔ (۱۰) دگر: دوسرا۔ خواست: اس نے چاہا۔ کافزوں کند، کہ زیادہ کرے۔ بیفزود: اس نے بڑھا دیا۔ دہقاں: کسان۔ خراج: ٹیکس۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	بنا کرد و ناں داد و لشکر نواخت	شب از بہر درویش شب خانہ ساخت
	عمارتیں بنائیں، کھانا تقسیم کیا اور لشکر کو نوازا	فقیروں کی شب گذاری کیلئے مسافر خانہ بنوایا
۲	خزائن تہی کرد و پُر کرد جیش	چناں کز خلائق بہنگام عیش
	خزانے خالی کر دیئے اور لشکر جمع کیا	جیسا کہ عیش کے وقت لوگ کرتے ہیں
۳	بگردوں شدے بانگ شادی چو رعد	چو شیراز در عہد بوبکر سعد
	گرد کی طرح خوشی کی آوازیں آسمانوں تک جاتی تھیں	جیسا کہ ابوبکر سعد کے زمانے میں شیراز ہے
۴	خدیو خردمند فرخ نہاد	کہ شاخ امیدش برومند باد
	وہ نیک طبیعت، عقل مند بادشاہ ہے	خدا کرے کہ اس کی امید کی شاخ پھلدار ہو
۵	حکایت شنو کودک نامجوئے	پسندیدہ پے بود و فرخندہ خوئے
	اس نامور لڑکے کا قصہ سنو	جو نیک قدم اور مبارک عادت تھا
۶	ملازم بدلدارئے خاص و عام	ثنا گوئے حق بامدادان و شام
	ہر خاص و عام کی دلداری کا پابند	صبح و شام خدا کی تعریف کرنے والا
۷	دراں ملک قاروں برفتے دلیر	کہ شہ دادگر بود و درویش سیر
	اس ملک میں مالدار بے خوف سفر کرتا	کیونکہ بادشاہ منصف اور فقیر کا پیٹ بھرا ہوا تھا
۸	نیامد بر ایام او بر دلے	بگویم کہ خارے کہ برگ گلے
	اس کے زمانہ میں کسی کے دل پر نہ لگا	میں کانٹا ہی نہیں کہتا ہوں بلکہ پھول کی پتی بھی
۹	سر آمد بتائید ملک از سراں	نہادند سر بر خطش سروراں
	عوام کی تائید سے دوسرے سرداروں پر غالب آگیا	اس کی تحریر پر سرداروں نے سر جھکایا
۱۰	دگر خواست کافزوں کند تخت و تاج	بیفزود بر مرد دہقاں خراج
	دوسرے نے چاہا کہ تاج و تخت کو بڑھائے	کاشت کاروں پر ٹیکس کا اضافہ کر دیا

تشریح: (۱) بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرائیں۔ ایک زبردست لشکر تیار کیا۔ فقیروں اور درویشوں کی دیکھ بھال کیلئے اصلاحات کا اعلان کیا۔ (۲) اپنی رعیت کے نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کرنے سے اگرچہ خزانے خالی ہو گئے لیکن اس انصاف پسند بادشاہ کی ایک مضبوط فوج وجود میں آگئی۔ (۳) عدل و انصاف اور بادشاہ کے حسن تدبیر کے باعث ملک ایسا خوشحال ہوا کہ گویا وہ ابوبکر بن سعد کے شیراز کا منظر ہو۔ (۴) ایسی خوشحالی ابوبکر بن سعد سے پہلے تھی نہ بعد میں۔ چونکہ ابوبکر بن سعد بہت مبارک اور عقل مند تھا۔ اللہ کرے اسکا ولی عہد بھی اسی کی طرح ہو۔ اُمید کی شاخیں شہزادے ہی ہری رکھتے ہیں۔ (۵) اس شعر میں ابوبکر بن سعد اور اس کے ولی عہد کے دعائیہ تذکرے کے بعد پہلے بھائی کی طرف رجوع کیا جا رہا ہے کہ وہ عوام کا خیر خواہ اور نیک طینت تھا۔ (۶) رعیت کی دلداری کا خواستگار و خوگر تھا۔ صبح و شام اللہ تعالیٰ کے ذکر و اذکار کا دھنی اور ثنا گو تھا۔ (۷) بادشاہ کے منصف ہونے کے باعث ملکی خوشحالی عروج پر تھی۔ اور لوگ پیٹ بھر کے کھانا کھانے کی وجہ سے لوٹ مار سے دست کش تھے۔ اسلئے ہر مالدار تن تنہا محفوظ و مامون سفر کرتا تھا۔ (۸) اس کے دور میں لوگوں کو کانٹا چبھنا تو درکنار پھول کی پتی کو گزند پہنچانا بھی مناسب نہ سمجھا جاتا تھا۔ ہر طرف امن کی فاختہ اڑتی پھرتی نظر آتی تھی۔
(۹) بادشاہ کے حسن انتظام کے باعث عوام نہ صرف خوشحال تھی بلکہ اپنے بادشاہ سے بھی خوش تھی۔ چنانچہ عوام الناس کی حمایت کے بموجب آس پاس کے چھوٹے چھوٹے حاکم اس کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو گئے۔ (۱۰) اس شعر میں دوسرے بھائی کا تذکرہ ہے کہ وہ بدکار مال و جاہ کا حریص تھا۔ اس نے اپنے عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ ڈال دیا تاکہ تاج و تخت میں اضافہ ہو۔

	مصرع اوّل	مصرع دوم
۱	طمع کرد در مالِ بازارگاں	بلا ریخت بر جانِ بیچارگاں
	تاجروں کے مال میں لالچ کرنے لگا	ان بیچاروں کی جان پر ہلاکت ڈھائی
۲	نگویم کہ بدخواہ درویش بود	حقیقت کہ او دشمنِ خویش بود
	میں یہ نہیں کہتا کہ وہ فقیروں کا دشمن تھا	بلکہ حقیقتاً وہ خود اپنا دشمن تھا
۳	باُمید بیشی نداد و نخورد	خردمند داند کہ ناخوب کرد
	اضافہ کے لالچ میں نہ دیا نہ کھایا	عقل مند جانتے ہیں کہ بُرا کیا
۴	کہ تا جمع کرد آں زر از گربزی	پراگندہ شد لشکر از عاجزی
	مکاری سے اس نے جب تک لشکر جمع کیا	تنگ آکر لشکر اِدھر اُدھر ہو گیا
۵	شنیدند بازارگانِ خبر	کہ ظلمست در بوم آں بے ہنر
	تاجروں نے یہ خبر سُنی	کہ اس بے ہنر کے ملک میں ظلم ہے
۶	بریدند از آنجا خرید و فروخت	زراعت نیامد رعیّت بسوخت
	انہوں نے اس جگہ سے خرید و فروخت بند کردی	فصل پیدا نہ ہوئی تو رعایا جل بھن گئی
۷	چو اقبالش از دوستی سر بتافت	بناکام دشمن برو دست یافت
	جب اس کے اقبال نے اس سے منہ پھیر لیا	لامحالہ دشمن اس پر قابو پا گیا
۸	ستیزِ فلک بیخ و بارش بکند	سُمِ اسپِ دشمن دیارش بکند
	آسمان کی دشمنی نے اس کی جڑ اور بنیاد اکھاڑ دی	دشمن کے گھوڑوں کے سُموں نے اسکی سرزمین روند دی
۹	وفا در کہ جوید چو پیماں گسیخت	خراج از کہ خواہد چو دہقاں گریخت
	وفاداری کس سے چاہے جب عہد و پیمان توڑ ڈالے	ٹیکس کس سے وصول کرے جب کاشتکار بھاگ گئے
۱۰	چہ نیکی طمع دارد آں بے صفا	کہ باشد دُعائے بدش در قفا
	وہ بد باطن بھلائی کی کیا امید رکھے	کہ بد دُعا جس کے پیچھے لگی ہو

(۱) طمع کرد: لالچ کیا۔ بازارگاں: جمع تاجر۔ بلا ریخت: مصیبت ڈال دی۔ بےچارگاں: بےچارے۔ (۲) نگویم: میں نہیں کہتا۔ بدخواہ: بُرا چاہنے والا۔ بود: تھا۔ دشمنِ خویش: اپنا دشمن۔ (۳) باُمید بیشی: زیادہ کی اُمید میں۔ نداد: نہ دیا۔ نخورد: نہ کھایا۔ خردمند: عقلمند۔ داند: جانتا ہے۔ ناخوب: بُرا۔ کرد: اس نے کیا۔ (۴) کہ: تاکہ، جب تک۔ زر: سونا۔ گربزی: مکاری اور حیلہ سازی۔ پراگندہ: بکھرا ہوا۔ شد: ہوگیا۔ عاجزی: بھوک۔ (۵) شنیدند: انہوں نے سنا۔ بازارگاں: سوداگر۔ ظلمست: ظلم ہے۔ بوم: علاقہ۔ آں بے ہنر: اس بے ہنر کے۔ (۶) بریدند: انہوں نے قطع کرلی۔ از آں جا: اس جگہ سے۔ زراعت: کھیتی باڑی۔ نیامد: نہ ہوئی۔ رعیّت: رعایا۔ بسوخت: جل گئی۔ (۷) چوں: جب۔ اقبالش: اس کا نیک نصیب۔ سر بتافت: سر پھیر لیا۔ بناکام: لامحالہ۔ برو: اس پر۔ دست یافت: قابو پالیا۔ (۸) ستیزِ فلک: آسمان کی لڑائی۔ بیخ و بارش: اس کا پھل اور جڑ۔ بکند: اس نے کھود ڈالی۔ سُمِ اسپِ دشمن: دشمن کے گھوڑے کے سُموں نے۔ دیارش: اس کا ملک۔ (۹) وفا در کہ: وفاداری کس سے۔ جوید: ڈھونڈے وہ۔ پیماں: وعدہ۔ گسیخت: اس نے توڑ دیا۔ خراج: ٹیکس۔ خواہد: وہ چاہے۔ دہقاں: کسان۔ گریخت: بھاگ گیا۔ (۱۰) طمع دارد: طمع رکھے۔ بے صفا: اندر کا ناصاف۔ باشد: ہووے۔ دُعائے بدش: بد دُعا اس کے شین قفا کے ساتھ لگتی ہے یعنی اس کے پیچھے۔

تشریح: (۱) تجارت پیشہ لوگ بھی اس کے تشدّد سے نہ بچ سکے کہ ان پر مختلف ٹیکس لاگو کرکے لوٹ مار کرنے کا شاہانہ و مہذب طریقہ اختیار کرکے انہیں مصیبت میں ڈال دیا۔ (۲) اس قسم کی دسیسہ کاریاں نہ صرف ضعیفوں اور مسکینوں کے حق میں نقصان دہ تھیں بلکہ خود اس کے لیے مضر تھیں۔ اور یہی کارروائیاں حکومت کو کھوکھلی کرنے کا سامان ہوتی ہیں۔ (۳) اس نے اضافۂ مال کی حرص و ہوس میں ٹیکسوں کی بھرمار تو کردی لیکن اس سے مفاد حاصل نہ کرسکا۔ اور نہ ہی عوامی فلاح و بہبود کے لیے کچھ خرچ کیا۔ (۴) جب تک وہ سیاسی چالوں اور عیارانہ قلابازیوں کے ذریعے اپنی فوج اور عوام کو مطمئن کرچکا سو کرچکا۔ لیکن حقیقت احوال کھل جانے اور افلاس کی وجہ سے عوام اور فوج باغی ہوگئے۔ (۵) ٹیکسوں کی بھرمار کی وجہ سے غیر ملکی تاجروں نے اس کے ملک سے رجوع کرنا چھوڑ دیا کیونکہ اس سے ان کی تجارت فروغ نہ پاسکتی تھی۔ (۶) چنانچہ تمام ملکی و غیر ملکی سوداگروں نے تجارتی تعلقات منقطع کردیئے اور کسانوں نے زراعت کے پیشے میں بددلی کا مظاہرہ کیا۔ فصل نہ اُگنے کے باعث بھوک راج کرنے لگی۔ (۷) ناجائز طور پر بھاری ٹیکس عائد کرنے کی وجہ سے خود اس کا بخت اس سے مُنہ پھیر گیا اس لیے دشمن نے بھی فتحیابی حاصل کرنے کی ٹھان لی۔ (۸) ظلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اس کا دشمن ہوگیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانیوں کا سلسلہ بند ہوگیا زمین پر پڑوس کے دشمن نے اس کے ملک پر قبضہ جمالیا۔ (۹) اس نے اپنی عیاریوں سے وقتی کامیابی تو حاصل کرلی تھی لیکن ان وقتی کامیابیوں کے پس منظر میں کیئے گئے تمام وعدے توڑ چکا تھا۔ اس لیے فوج اور عوام اس کی حمایت کے لیے تیار نہ تھی۔ (۱۰) اس نے اپنی ہی رعیّت پر اتنے مظالم ڈھائے تھے کہ مظلوموں کی وہ آہیں اور بد دُعائیں اس کا پیچھا کرنے لگیں جس کی حفاظت کی ذمّہ داری ہر بادشاہ پر ہے کہ انہیں (آہوں کو) اللہ تعالیٰ کا عرش ہلانے کے لیے آسمانوں تک نہ پہنچنے دے۔

چوں نحتش نگوں بود در کاف کن	۱	نکرد آنچہ نیکانش گفتند کن
چونکہ کافِ کن میں اس کا نصیب اوندھا تھا		اس نے وہ نہ کیا جو کچھ نیکوں نے اس سے کرنے کو کہا
چہ گفتند نیکاں براں نیک مرد	۲	تو برخور کہ بیداد گر بر نخورد
اس دوسرے نیک مرد کو نیکوں نے کیا کہا		کہ تو تو فائدہ اٹھا کہ اس ظالم نے نہ اٹھایا
گمانش خطا بود و تدبیر سُست	۳	کہ در عدل بود آنچہ در ظلم جُست
اس کا خیال غلط اور تدبیر کمزور تھی		جبکہ انصاف میں وہ سب کچھ تھا جو اس نے ظلم میں ڈھونڈا

حکایت[۴]

کہانی

یکے بر سرِ شاخ وبُن می برید	۵	خداوندِ بستاں نگہ کرد و دید
ایک شخص شاخ پر تھا اور جڑ کاٹ رہا تھا		باغ کے مالک نے نظر ڈالی اور دیکھا
بگفتا گر ایں مرد بَد می کند	۶	نہ بامن کہ بانفس خود می کند
اس نے کہا کہ یہ شخص اگر بُرا کر رہا ہے		تو میرے ساتھ نہیں بلکہ اپنے ساتھ کر رہا ہے
نصیحت نجاتست اگر بشنوی	۷	ضعیفاں میفگن بکتف قوی
اگر تو سُنے تو نصیحت میں نجات ہے		طاقتور مونڈھے سے کمزوروں کو نہ گرا
کہ فردا بداور برد خسروے	۸	گدائے کہ پیشت نیرزد جوے
اس لیئے کہ کل خدا کے سامنے بادشاہ کو لے جائیگا		وہ فقیر جو تیری نگاہ میں ایک جَو کے قابل بھی نہیں
چو خواہی کہ فردا بوی مہترے	۹	مکن دشمن خویشتن کہترے
اگر تو چاہتا ہے کہ کل کو سردار بنے		تو کسی چھوٹے کو بھی اپنا دشمن نہ بنا
کہ چوں بگذرد برتو ایں سلطنت	۱۰	بگیرد بکیں آں گدا دامنت
اس لیئے کہ جب تیری حکومت جاتی رہیگی		تو کینہ کی وجہ سے وہ فقیر تیرا دامن پکڑلے گا

(۱) نحتش: اس کا نصیب۔ نگوں بود: اوندھا تھا۔ کافِ کن: کن کا کاف یعنی کن فیکون مراد ازل یا تقدیر۔ نکرد: اس نے نہ کیا۔ آنچہ: جو کچھ کہ۔ نیکانش: نیکوں نے اس کو۔ گفتند: انہوں نے کہا۔ کن: کر (۲) چہ: کیا۔ گفتند: انہوں نے کہا۔ نیکاں: جمع نیک۔ براں: اس پر یعنی اس کو۔ برخور: پھل کھا۔ بیدادگر: ظالم۔ برنخورد: پھل نہ کھایا یعنی فائدہ نہ اٹھایا۔ (۳) گمانش: اس کا خیال خطا بود: غلط تھا۔ تدبیر: انتظام۔ سُست: کمزور۔ عدل: انصاف۔ بود: تھا۔ آنچہ: جو کچھ۔ جست: اس نے ڈھونڈا۔ (۴) حکایت: کہانی۔ (۵) یکے: ایک۔ برسرِ شاخ: شاخ کے اوپر۔ بُن: جڑ۔ می برید: کاٹ رہا تھا۔ خداوند: مالک۔ بستاں: باغ۔ نگہ کرد: نظر کی۔ دید: اس نے دیکھا۔ (۶) بگفتا: اس نے کہا۔ گرایں مرد: اگر یہ مرد۔ بد: بُرا۔ می کند: کرتا ہے۔ نہ بامن: نہ میرے ساتھ۔ کہ: بلکہ۔ بانفس خود: اپنے نفس سے۔ (۷) بشنوی: تو سنے۔ ضعیفاں: جمع کمزور۔ میفگن: مت گرا۔ بکتف قوی: طاقت ور مونڈھے کے ساتھ۔ (۸) فردا: کل آئندہ۔ بداور: خدا کے سامنے۔ برد: لے جائیگا۔ خسروے: بادشاہ۔ گدائے کہ: جو فقیر کہ۔ پیشت: تیرے سامنے۔ نیرزد: نہیں برابر ہوتا ہے۔ جوے: ایک جَو۔ (۹) خواہی: تو چاہتا ہے۔ بوی: ہووے تو۔ مہترے: سردار۔ مکن: مت کر۔ خویشتن: اپنا۔ کہترے: کسی چھوٹے کو۔ (۱۰) بگذرد: گذر جائے گا۔ بر تو: تجھ پر۔ بگیرد: پکڑلیگا۔ بکیں: کینہ کے ساتھ۔ گدا: فقیر۔ دامنت: تیرا دامن۔

تشریح: (۱) حکم الٰہی ہے کہ ہر کام میں مشورہ کرو۔ جب کوئی بات طے ہوجائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اسے کرگزرو لیکن اس (بادشاہ) کی قسمت اچھی نہ تھی اسلئے اس نے اپنی ہی رائے کو حرف آخر جانا۔ (۲) چونکہ مظالم کی وجہ سے دوسرے بھائی کا سب کچھ بیکار ہوچکا تھا وہ خود دشمن کے ہاتھوں ذلت اٹھاچکا تھا۔ اسلئے ہمدرد لوگوں نے اس کے نیک بخت بھائی سے کہا کہ اب تو ہی اس سے خود بھی فائدہ اٹھا اور مخلوق کو بھی اس کے مال و دولت سے نفع پہنچا۔ (۳) استحکام اور دولت میں اضافہ دراصل قیام عدل اور فلاحی کاموں میں خرچ کرنے سے حاصل ہوتا ہے لیکن وہ یہ دونوں چیزیں ظلم اور حرص و ہوس میں تلاش کرتا رہا۔ (۴) حکایت (عنوان) اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص نصیحت کرے تو اسکی نصیحت کو نہ صرف مان لیا جائے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہونا چاہیئے کیونکہ اس میں عمل کرنے والے کا فائدہ ہے۔ (۵) اس شعر میں ایسے شخص کی مثال دی گئی ہے جو درخت کی اسی شاخ کو کاٹ رہا تھا جس پر وہ خود بیٹھا تھا اور یہ منظر باغ کا مالک دیکھ رہا تھا۔ (۶) باغ کے مالک نے یہ نظارہ دیکھ کر کہا کہ یہ شخص میرے باغ کے درخت کی شاخ کاٹ کر میرا نقصان ہی نہیں کررہا بلکہ یہ خود اپنے حق میں بُرا کررہا ہے کہ شاخ کٹ جانے سے خود ہی گر پڑیگا۔ (۷) ہر طاقتور شخص اگر میری (شیخ سعدی کی) نصیحت بردباری سے سن لے تو اس میں اسی کا فائدہ ہے کہ اپنے طاقتور کندھوں سے کمزوروں کو گرانا چھوڑدے۔ (۸) آج جن لوگوں کو کمزور جان کر گرایا جارہا ہے کل قیامت کے دن یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت کی وجہ سے طاقتور ہوں گے جو بڑے بڑے طاقتوروں کو گریبانوں سے پکڑکر اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ صرف پیش کریں گے بلکہ اپنے اوپر کیے گئے مظالم کا حساب بھی لیں گے۔ (۹) اگر میدان محشر میں رسوائی سے بچنے کی خواہش ہے تو پھر دنیا میں اثر و رسوخ اور طاقت ور ہونے کے باوجود کسی کمزور ترین شخص کو بھی ستانے کا مت سوچ۔ (۱۰) کیونکہ موت آتے ہی ہر اثر و رسوخ اور طاقت ختم ہوجاتی ہے صرف دعا کی طاقت باقی رہتی ہے جو صرف بے حیثیت لوگوں کے پاس ہوتی ہے جو معزز اور حقیر بناتی ہے۔

مصرع اول		مصرع دوم
مکن پنجۂ ناتواناں فگار	۱	کہ گر بفگنندت شوی شرمسار
ایسا نہ کر، کمزوروں کا پنجہ زخمی نہ کر		کیونکہ اگر انہوں نے تجھے گرا دیا تو شرمندہ ہوگا
کہ زشت ست در چشم آزادگاں	۲	بیفتادن از دستِ افتادگاں
آزاد لوگوں کی نگاہ میں بہت بُرا ہے		گرے ہوئے کے ہاتھ سے ذلیل ہونا
بزرگانِ روشن دلِ نیک بخت	۳	بفرزانگی تاج بردند و تخت
نیک بخت، روشن دل بزرگوں نے		عقل مندی سے تاج و تخت حاصل کرلیے
بدنبالۂ راستاں کج مرو	۴	وگر راست خواہی ز سعدیؒ شنو
سیدھوں کے ساتھ ٹیڑھا نہ چل		اگر سچ چاہتا ہے تو سعدیؒ سے سن

صفت جمعیّت اوقات درویش راضی[5]

تقدیر پر راضی رہنے والے درویش کی جمعیت اوقات کی صفت

مصرع اول		مصرع دوم
مگو جاہے از سلطنت بیش نیست	۶	کہ ایمن تر از ملکِ درویش نیست
یہ نہ کہہ کہ سلطنت سے بڑھکر کوئی رتبہ نہیں ہے		کیونکہ ملکِ درویش سے زیادہ کوئی چیز محفوظ نہیں ہے
سبکبار مُردم سبکتر روند	۷	حق اینست و صاحب دلاں بشنوند
کم بوجھ والے لوگ تیز چلتے ہیں		یہی سچ ہے اور صاحب دل سنتے ہیں
تہیدست تشویش نانے خورد	۸	ملک ہم بقدر جہانے خورد
خالی ہاتھ ایک روٹی کی فکر کرتا ہے		بادشاہ سارے جہان کا غم کھاتا ہے
غم و شادمانی بسر می رود	۹	بمرگ ایں دو از سر بدر می رود
غم اور خوشی دونوں گزر جاتے ہیں		مرنے پر یہ دونوں چیزیں سر سے نکل جاتی ہیں
چہ آں را کہ بر سر نہادند تاج	۱۰	چہ آں را کہ بر گردن آمد خراج
خواہ وہ ہو جس کے سر پر تاج رکھا گیا ہو		خواہ وہ ہو جس کی گردن پر ٹیکس واجب ہے

(۱) مکن: مت کر۔ ناتواناں: جمع کمزور۔ فگار: زخمی۔ بفگنندت: اگر اُن ین وہ تجھ کو۔ شوی: ہوئے گا تو۔ شرمسار: شرمندہ۔ (۲) زشت: برا۔ چشم: آنکھ۔ آزادگاں: جمع آزاد لوگ۔ بیفتادن: گر پڑنا۔ دست: ہاتھ۔ افتادگاں: گرے ہوئے یا ذلیل۔ (۳) بفرزانگی: عقلمندی کے ساتھ۔ بردند: لے گئے۔ (۴) بدنبالہ: پیچھے۔ راستاں: سیدھے لوگ۔ کج: ٹیڑھا۔ مرو: مت چل۔ راست: سچ۔ خواہی: تو چاہتا ہے۔ سعدیؒ: مصنف۔ شنو: سن لے۔

(۵) جمعیت: جمع ہونا۔ اوقات: جمع وقت۔ درویش: فقیر۔ راضی: خوش۔

(۶) مگو: مت کہہ۔ جاہے: کوئی مرتبہ۔ بیش: زیادہ۔ نیست: نہیں ہے۔ ایمن: بے خوف۔ تر: برائے مبالغہ یعنی زیادہ بے خوف۔ (۷) سبکبار: ہلکے بوجھ والا۔ مردم: لوگ۔ سبکتر: تیز۔ روند: چلتے ہیں۔ حق: سچ۔ اینست: یہ ہے۔ صاحب دلاں: دل والے۔ بشنوند: سنتے ہیں۔ (۸) تہیدست: خالی ہاتھ والا۔ تشویش: فکر۔ نانے: ایک روٹی۔ خورد: کھاتا ہے۔ ملک: بادشاہ۔ ہم: غم۔ جہانے: ایک جہان۔ خورد: کھاتا ہے۔ (۹) شادمانی: خوشی۔ بسر: سر کو یعنی آخر کو۔ می رود: چلی جاتی ہے۔ بمرگ: موت کے ساتھ۔ بدر: باہر۔ (۱۰) چہ: کیا۔ آں را: اس کو۔ بر سر: سر پر۔ نہادند: رکھا انہوں نے۔ بر: پر۔ آمد: آیا۔ خراج: ٹیکس۔

تشریح: (۱) اگر میدان حشر میں عزت والا ہونے کی خواہش دامنگیر ہے تو پھر دنیا میں کسی کمتر سے کمتر شخص کے ہاتھوں حشر کے میدان میں خود کو انتقام و رسوائی سے بچا لے (۲) دنیا میں طاقت کے گھمنڈ میں بدمست ہو کر لوگوں کی حقارت کا سامان کرے گا تو قیامت کے دن ان کے انتقام کی وجہ سے سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (۳) عقل مند لوگ اپنی فہم و فراست سے کام لیکر سلطنت حاصل کر لیتے ہیں جبکہ طاقت کے بل بوتے پر حکومت حاصل کرنے والے لوگ نادان ہوتے ہیں۔ (۴) سچے لوگوں کے ساتھ صداقت و شرافت کا معاملہ کرنا چاہیئے۔ راہ حق پر چلنے کے لیے شیخ سعدیؒ کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔ (۵) عنوان۔ اس بیان میں یہ بتایا گیا ہے کہ اصل دولت درویشانہ و فقیرانہ زندگی ہے۔ انبیا علیہم السلام نے بھی اسی زندگی کو پسند کیا تھا۔ مرنے کے بعد امیر و غریب ایک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انسان بلا امتیاز ہیں۔ (۶) یہ سوچ غلط ہے کہ تختِ شاہی ہی اصل عزت کا مقام ہے جبکہ درویشوں کی دنیا سب سے زیادہ محفوظ ہوتی ہے کیونکہ وہاں چوری ڈاکہ زنی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ (۷) اس شعر میں کم بوجھ والے کی تیز رفتاری کو بطور مثال پیش کر کے فقرا کے اس کم فاصلے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو جنت میں پانچ سو سال پہلے داخلے کی بشارت پر مبنی ہے۔ (۸) فقیر کی قناعت و استغنا اور سکونِ قلب کا یہ حال ہے کہ وہ صرف ایک روٹی کا سوچتا ہے جبکہ بادشاہ سارے جہان کو زیرنگیں کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے جو پریشانی کا باعث ہے۔ (۹) فقرا اگرچہ دنیا میں تنگدست و بے سر و سامان ہوتے ہیں لیکن موت کے بعد وہ بھی بڑے بڑے بادشاہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک ہی صف کے اندر برابر کا مقام رکھتے ہیں۔ (۱۰) ٹیکس گزار ہو یا انتہائی گرا ہوا شخص۔ تخت شاہی کا مالک ہو یا تاج و تخت کا حامل تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمتر فقیر ہیں۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ۔ (اے لوگو! تم سب فقیر ہو اور اللہ تعالیٰ غنی ہے) زمین و آسمان کے تمام خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔

اگر سر فرازے بکیواں برست	۱	دگر تنگ دستے بزنداں درست	
اگر کوئی بڑا آدمی آسمان پر ہے		اور اگر کوئی تنگ دست قید میں ہے	
دراں دم کا جل بر سر ہر دو تاخت	۲	نمی شاید از یکدگر شاں شناخت	
اس وقت جبکہ موت دونوں کے سر پر لپک پڑے		ان کو ایک دوسرے سے الگ پہچانا نہیں جا سکے گا	

حکایت[۳]

کہانی

شنیدم کہ یک بار در دجلۂ	۴	سخن گفت با عابدے کلۂ
میں نے سنا کہ ایک بار دریائے دجلہ میں		ایک کھوپڑی نے کسی عابد سے بات کی
کہ من فرِّ فرماں دہی داشتم	۵	بسر بر کلاہِ مہی داشتم
کہ میں حکمرانی کا دبدبہ رکھتی تھی		سر پر بڑائی کی ٹوپی رکھتی تھی
سپہرم مدد کرد و نصرت وفاق	۶	گرفتم ببازوئے دولت عراق
آسمان نے میری مدد اور فتح نے موافقت کی		دولت کی طاقت سے میں نے عراق پر قبضہ کر لیا
طمع کردہ بودم کہ کرماں خورم	۷	کہ ناگہ بخوردند کرما سرم
مجھے لالچ تھا کہ شہر کرماں کو بھی ہڑپ کر دوں		کہ اچانک کیڑوں نے میرا سر کھا لیا
بکن پنبۂ غفلت از گوشِ ہوش	۸	کہ از مُردگاں پندت آید بگوش
ہوش کے کان سے غفلت کی روئی نکال		تاکہ تیرے کان میں مُردوں کی نصیحت آئے

نصیحت در معنی نکوکاری و بدکاری و عاقبت آں[۹]

نیکی اور بدی کے بارے میں نصیحت اور اس کا انجام

نکوکار مردم نباشد بدش	۱۰	نورزد کسے بد کہ نیک آیدش
نیک لوگوں کے لیئے بدی نہیں ہوتی ہے		ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی بدی کرے اور اسکو نیکی ملے

(۱) سر فرازے، سر بلند، بڑا آدمی۔ بکیواں، آسمان پر۔ برز زائد۔ ست: ہے۔ تنگ دستے: فقیر۔ بزنداں: قید میں۔ درست: در زائد، ست ہے۔ (۲) دراں دم: اس دم میں۔ اجل: موت۔ بر سر: سر پر۔ ہر دو: دونوں کے۔ تاخت: اس نے حملہ کیا۔ نمی شاید شناخت: نہیں پہچان سکتے۔ از یکدگر: ایک دوسرے سے۔ شاں: ان کا۔ (۳) حکایت: کہانی۔

(۴) شنیدم: میں نے سنا۔ یک بار: ایک بار۔ دجلہ: عرب کا مشہور دریا جس کے کنارے بغداد آباد ہے۔ سخن: بات۔ گفت: اس نے کہا۔ باعابدے: ایک عبادت گزار کے ساتھ۔ کلۂ: کھوپڑی۔ (۵) من: میں۔ فر: دبدبہ۔ فرماں دہی: حکمرانی۔ داشتم: رکھتا تھا۔ بسر: سر پر۔ کلاہِ مہی: بزرگی کی ٹوپی۔

(۶) سپہرم: آسمان نے میری۔ کرد: کی۔ نصرت: مدد۔ وفاق: موافقت۔ گرفتم: لے لیا میں نے۔ ببازوئے دولت: حکومت کے بازوؤں سے۔ عراق: ہر ملک مشہور ملک۔ (۷) طمع: لالچ۔ کردہ بودم: کیا تھا میں نے۔ کرماں: ایران کا ایک شہر۔ (۸) بکن: نکال دے۔ پنبہ: روئی۔ گوش: کان۔ مُردگاں: جمع مردہ۔ پندت: نصیحت تجھ کو۔ آید: آئے۔

(۹) نصیحت: خیر خواہی۔ نکوکاری: نیک کام کرنا۔ بدکاری: بُرا کام کرنا۔ عاقبت: انجام۔

(۱۰) نکوکار: نیکی کرنے والا۔ مردم: لوگ۔ نباشد: نہ ہووے۔ بدش: برائی اس کو۔ نورزد: نہ اختیار کرے۔ کسے: کوئی شخص۔ آیدش: آوے اس کو۔

تشریح: (۱) اگر کوئی شخص سطوت و شہرت کے اوج کو چھوتا ہے یا کوئی قید خانے کی کال کوٹھڑیوں میں بند ہے۔ اس کے نزدیک دنیوی جاہ و جلال وغیرہ کے حوالے سے برابر حیثیت کے مالک ہیں۔ (۲) شاہ و فقیر اور امیر و غریب پر جب موت حملہ آور ہوتی ہے تو شناخت میں کسی کو الگ نہیں کرتی۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ظالم شخص لوگوں کی موت و زندگی کی منصوبہ بندی میں بدمست ہوتا ہے لیکن موت کا ایک جھٹکا اس کو تمام منصوبوں سمیت خاک میں ملا دیتا ہے۔ (۴) اس شعر میں درویشوں کے شیوے کے مطابق دریائے دجلہ میں بہنے والی کھوپڑی کی زبانی دنیا کی اصلیت اور موت کی حقیقت پر مبنی تعلیم دی گئی ہے۔ (۵) ایک وقت تھا کہ میرے اوپر بھی تاج تھا اپنے دبدبے کو قائم رکھنے کے لیئے میرے اندر بھی بڑے بڑے منصوبے ہوا کرتے تھے۔ (۶) میرے مقدر اچھے تھے غیبی مدد نے میرے بڑے اہم منصوبوں کو پایۂ تکمیل پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ تخت و تاج کی قوت سے میں نے عراق فتح کر لیا تھا۔ (۷) کرمان کا علاقہ زیر نگیں لانے کے منصوبے ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ موت نے مجھے اتنی مہلت ہی نہ دی۔ اور میں قبر میں لیے بس پڑا کیڑوں کی خوراک بنا ہوا تھا۔ (۸) اگر تجھ میں عقل و خرد ہے تو تُو مجھ ایسے مُردوں سے نصیحت حاصل کر کے وہ راستہ چل سکتا ہے جو زہد و قناعت اور راہ حق کی طرف جاتا ہے۔ (۹) عنوان۔ اس کہانی میں یہ بتایا گیا ہے کہ صحیح معنوں میں وہی انسان ہے جو دوسروں کی ہمدردی اور خیر خواہی کا خواستگار و خواہاں ہے۔ بصورت دیگر پتھر اور درندہ ہے۔ (۱۰) چونکہ جیسی کرنی ویسی بھرنی دنیا کا مکافاتی اصول ہے۔ اسی لیئے دنیا میں جو شخص نیکی کرتا ہے۔ اسے اس کے بدلے میں بُرائی نہیں ملتی۔ اور بُرائی کرنے والے کو نیکی حاصل نہیں ہوتی۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	شرانگیز مردم سوئے شر رود	چو کژدم کہ تا خانہ کمتر رود
	شر پھیلانے والا بھی شر میں مبتلا ہوتا ہے	بچھو کی طرح کہ بہت کم بل میں لوٹتا ہے
۲	اگر نفع کس در نہاد تو نیست	چنیں گوہر و سنگ خارا یکیست
	اگر تیری ذات میں کسی کو نفع پہنچانا نہیں ہے	تو ایسا موتی اور سخت پتھر برابر ہے
۳	غلط گفتم اے یارِ شائستہ خو	کہ نفع ست در آہن و سنگ و رو
	اے پاک خصلت یار میں نے غلط کہا	کیونکہ لوہے اور پتھر اور کانسی میں تو فائدہ ہے
۴	چنیں آدمی مردہ بہ ننگ را	کہ بر وے فضیلت بود سنگ را
	عیب دار ہونے کی وجہ سے آدمی کا مرنا بہتر ہے	جس پر پتھر کو بھی فضیلت حاصل ہو
۵	نہ ہر آدمی زادہ از دد بہ است	کہ دد ز آدمی زادۂ بد بہ است
	ہر آدمی درندے سے بہتر نہیں ہے	کیونکہ درندے بد ذات آدمی سے بہتر ہیں
۶	بہ است از دد انسانِ صاحب خرد	نہ انساں کہ در مردم افتد چو دد
	عقل مند انسان درندے سے بہتر ہے	نہ کہ وہ جو درندوں کی طرح انسانوں کو پھاڑے
۷	چو انساں نداند بجز خورد و خواب	کدامش فضیلت بود بر دواب
	جب انسان کھانے اور سونے کے سوا کچھ نہ جانے	تو اسے چوپایوں پر کون سی فضیلت ہے
۸	سوار نگوں بخت بے راہ رو	پیادہ برد زو بر فتن گرو
	اوندھے نصیب والا، بے راہ چلنے والا سوار	اس پر پیدل چلنے والا سبقت لے جائے گا
۹	کسے دانۂ نیک مردی نکاشت	کزو خرمن کام دل برانداشت
	کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس نے نیکی کا دانہ بویا ہو	پھر اس سے دل بھر کر کھلیان نہ اٹھایا ہو
۱۰	نہ ہرگز شنیدیم در عمر خویش	کہ بد مرد را نیکی آمد بہ پیش
	میں نے اپنی عمر میں ہرگز نہیں سنا	کہ بُرے انسان کے آگے نیکی آئی ہو

(۱) شرانگیز: شرارت پھیلانے والا۔ سُوئے: طرف۔ شر: شرارت۔ رود: جاتا ہے۔ کژدم: بچھو۔ تا خانہ: گھر تک۔ کمتر: بہت کم۔ (۲) نفع کس: کسی کا نفع۔ نہاد: طبیعت۔ نیست: نہیں ہے۔ چنیں: ایسا۔ گوہر: موتی۔ سنگِ خارا: سخت پتھر۔ یکے ست: برابر ہے۔
(۳) گفتم: میں نے کہا۔ شائستہ خو: لائق طبیعت والا۔ آہن: لوہا۔ سنگ: پتھر۔ رو: مخفف روئے، کانسی۔
(۴) بہ: بہتر۔ ننگ: شرم۔ را: کی وجہ سے۔ بروئے: بود: تھا۔ (۵) آدمی زادہ: انسان۔ دد: درندہ۔ بہ است: اچھا ہے۔ آدمی زادۂ بد: بُرا انسان۔
(۶) بہ آست: بہتر ہے۔ دد: درندہ۔ صاحبِ خرد: عقل مند۔ مردم: لوگ۔ افتد: پڑے۔ چوں: مثل۔
(۷) نداند: نہ جانے۔ بجز: سوائے۔ خورد و خواب: کھانا اور سونا۔ کدامش: کون سی اس کو۔ بود: ہووے۔ دواب: چوپائے۔
(۸) نگوں بخت: اُلٹے نصیب والا۔ بے راہ رو: غلط راہ چلنے والا۔ برد: لے جاتا ہے۔ زو: اس سے۔ بر فتن: چلنے میں۔ گرو: سبقت
(۹) نیک مردی: نیکی۔ نکاشت: نہیں بویا اس نے۔ کزو: جس سے۔ خرمن: کھلیان۔ کام دل: دل کا مقصد۔ برانداشت: نہ اٹھایا ہو۔
(۱۰) شنیدم: میں نے سنا۔ عمر خویش: اپنی عمر۔ بدمرد: بُرا آدمی۔ آمد: آئی ہو۔ بہ پیش: سامنے۔

تشریح: (۱) جو شخص کسی کو تکلیف پہنچاتا ہے تو وہ ایک دن خود بھی کسی نہ کسی صدمہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی ظالم کا ساتھ دیتا ہے۔ تو ایک دن خود بھی اس کے ظلم کا شکار ہوتا ہے۔ (۲) مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ خَيْرُ النَّاسِ۔ جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے وہ بہترین شخص ہے یہی وجہ ہے کہ بخیل عابد سے گنہگار سخی بہتر ہوتا ہے کیونکہ سخی لوگوں کو نفع پہنچانے کے عمل میں پیش پیش ہوتا ہے۔ (۳) اس شعر میں بطور مبالغہ بے فیض شخص کو پتھر سے تشبیہ دینے کو بھی غلط قرار دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ لوگوں کو تو پتھر سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ اس لیئے بے فیض سے پتھر اچھا ہے۔ (۴) اس شعر میں شیخ سعدیؒ پتھر کے برابر مفاد نہ دینے والے شخص کو یا تو شرم دلا رہے ہیں یا پھر یہ کہنا مقصود ہے کہ ایسے شخص کا مَر جانا ہی بہتر ہے جس سے پتھر جتنا مفاد بھی نہ ہو۔ (۵) اس شعر میں بے فیض آدمی کو جنگلی درندوں سے بھی بد تر قرار دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ (مرنے کے بعد) درندوں کی چربی، کھال وغیرہ کی صورت میں لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے (۶) انسان اور جانور کے درمیان عقلمندی امتیازی شان رکھتی ہے۔ کیونکہ درندہ سوائے چیر پھاڑ کے اور کوئی عمل نہیں کرتا۔ جو شخص بد دیانتی کے تناظر میں چیر پھاڑ کرتا ہے وہ کسی درندے سے کم نہیں کیونکہ کرپٹ آدمی بھی درندے کی طرح بے عقل و بے شعور ہوتا ہے۔
(۷) انسان کھانے پینے اور سونے کے علاوہ راہ حق کو پہچاننے اور اس پر عمل پیرا ہو نیکی صورت میں چوپایوں اور درندوں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ ورنہ جانور اور انسان میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ (۸) اس شعر میں درندوں کی طرح بے شعور شخص کو غلط راہ کا مسافر اور عقلمند انسان کو صحیح راہ کے پیدل راہی سے تشبیہ دے کر اشارہ کیا گیا ہے کہ جانوروں جیسی زندگی بسر کرنیوالا نہ راہ راست پر ہے نہ منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے اگرچہ وہ سوار ہی کیوں نہیں۔ (۹) اس شعر میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ نیکی کا بیج بونے والا شخص اسکا (صلہ) پھل ضرور کھاتا ہے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (۱۰) جو شخص ہر طرح سے بُرائی کا مرتکب ہوتا ہے اسے اس کے بدلے میں بُرائی ہی ملتی ہے۔ بدکردار آدمی کبھی نیکی نہیں پا سکتا۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	گر گریزے بچاہے در افتادہ بود	کہ از ہول او شیر نر مادہ بود
	ایک پہلوان کسی کنوئیں میں گر پڑا تھا	جس کے ڈر سے نر شیر مادہ تھا
۲	بد اندیش مردم بجز بد ندید	بیفتاد و عاجز تر از خود ندید
	لوگوں کا بُرا سوچنے والے نے بُرائی کے سوا کچھ نہ دیکھا	جب گر پڑا تو اپنے سے زیادہ عاجز کسی کو نہ دیکھا
۳	ہمہ شب ز فریاد و زاری نخفت	یکے بر سرش کوفت سنگے و گفت
	ساری رات چیخنے اور رونے کی وجہ سے نہ سویا	ایک شخص نے اس کے سر پر پتھر مارا اور کہا
۴	تو ہرگز رسیدی بفریاد کس	کہ می خواہی امروز فریاد رس
	تو بھی کبھی کسی کی فریاد کو پہنچا تھا	جو آج فریاد کو پہنچنے والے کا خواہشمند ہے
۵	ہمہ تخمِ نامردمی کاشتی	ببیں لاجرم ہر چہ برداشتی
	تونے تو ہمیشہ غیر انسانی بیج بویا	تو اب خوب دیکھ لے کیا پھل پایا
۶	کہ بر جان ریشت نہد مرہمے	کہ دلہا ز ریشت بنالد ہمے
	تیری زخمی جان پر کون مرہم رکھے	جبکہ بہت سے دل تیرے زخموں سے رو رہے ہیں
۷	تو ما را ہمے چاہ کندی براہ	بسر لاجرم در فتادی بچاہ
	تو ہماری راہ میں کنواں کھودتا تھا	لامحالہ تو سر کے بل کنوئیں میں گر پڑا
۸	دو کس چہ کنند از پئے خاص و عام	یکے نیک محضر دگر زشت نام
	دو شخص خاص و عام کیلئے کنواں کھودتے ہیں	ایک نیک طبیعت دوسرا بدنام
۹	یکے تا کند تشنہ را تازہ حلق	دگر تا بگردن در افتند خلق
	ایک اس لیئے تاکہ پیاسے حلق تازہ کریں	دوسرا اس لیئے تاکہ لوگ گردن کے بل گریں
۱۰	اگر بد کنی چشمِ نیکی مدار	کہ ہرگز نیارد گز انگور بار
	اگر تو بُرا کرتا ہے تو نیکی کی امید نہ رکھ	اس لیئے کہ جھاؤ انگور کا پھل نہیں دے سکتا

(۱) گر گریزے: ایک پہلوان۔ بچاہے: ایک کنوئیں میں۔ در افتادہ: گرا ہوا تھا۔ ہول: خوف۔ او: اس کا۔ نر شیر مادہ بود: نر شیر مادہ تھا۔ (۲) بد اندیش: بُرا سوچنے والا۔ مردم: لوگ۔ بجز: سوائے۔ بد: بُرائی۔ ندید: نہیں دیکھا۔ بیفتاد: گر پڑا۔ عاجز تر: زیادہ عاجز۔ از خود: اپنے سے۔ (۳) ہمہ شب: تمام رات۔ زاری: رونا۔ نخفت: نہ سویا ہے۔ یکے: ایک شخص۔ بر سرش: اس کے سر پر۔ کوفت: کوٹا اس نے۔ سنگے: ایک پتھر۔ گفت: اس نے کہا (۴) ہرگز: کبھی بھی۔ بفریاد کس: کسی کی فریاد کو۔ می خواہی: تو چاہتا ہے۔ امروز: آج کے دن۔ فریاد رس: فریاد کو پہنچنے والا۔ (۵) ہمہ: سب۔ تخم: بیج۔ نامردمی: خلاف انسانیت۔ کاشتی: بویا تونے۔ ببیں: دیکھ تو۔ لاجرم: یقیناً۔ بر: پھل۔ چہ: کیا۔ برداشتی: اٹھایا تونے۔ (۶) کہ: کون۔ بر: پر۔ جان ریشت: تیری زخمی جان۔ نہد: رکھے۔ دلہا: بہت دل۔ بنالد: روتے ہیں۔ ہمے: نالد سے پہلے لگتا ہے۔ (۷) مارا: ہمکو۔ ہمے کندی: کھودتا تھا۔ چاہ: کنواں۔ براہ: راستے میں۔ بسر: سر کے بل۔ لاجرم: لامحالہ۔ در فتادی: گر پڑا تو۔ (۸) دو کس: دو شخص۔ چہ کنند: کنواں کھودتے ہیں۔ از پئے: واسطے۔ یکے: ایک۔ نیک محضر: نیک طبیعت۔ دگر: دوسرا۔ زشت: بُرا۔ (۹) تا: تاکہ۔ کند: کرے۔ تشنہ: پیاسا۔ بگردن: گردن کے بل۔ در افتند: گر پڑیں۔ (۱۰) بد کنی: بُرائی کرے تو۔ چشم: امید۔ مدار: مت رکھ۔ نیارد: نہ لادے۔ گز: جھاؤ۔ بار: پھل

تشریح: (۱) اس شعر میں ایک ظالم پہلوان پر کنوئیں میں گرنے کی صورت میں مصیبت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ چیخنے چلانے کے باوجود کسی نے اس کی فریاد نہ سُنی۔ (۲) وہ ظالم پہلوان ہر وقت دوسروں پر ظلم کرنے کا سوچا کرتا تھا اور خود کو طاقتور سمجھ کر لوگوں پر ظلم کرنا اپنا فطری حق سمجھنا اپنا شیوہ گردانتا تھا لیکن کنوئیں میں بے بس تھا۔ (۳) چنانچہ وہ ظالم شخص پوری رات کنوئیں میں پڑے پڑے اپنی بے بسی کا رونا روتا رہا اور لمحہ بھر کے لیئے نہ سو سکا ایسے میں ایک شخص نے اس کے سر پر پتھر مارا۔ (۴) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ ظالم پہلوان کے سر پر پتھر مارتے وقت وہ شخص کہہ رہا تھا کہ تونے کسی کی فریاد نہیں سنی آج تیری فریاد رسی نہیں ہے۔ (مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ) (۵) طاقت کے نشے میں بدمست ہو کر ظلم کرنا انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ جو ظلم و تشدد کا بیج بوتا ہے وہ بالآخر اس کا پھل بھی کھاتا ہے۔ کنوئیں میں گرے ہوئے پہلوان پر لوگ یہی آوازے کس رہے تھے۔ (۶) اس شعر میں پہلوان (ظالم) کو مخاطب ہو کر یہ کہا جا رہا ہے کہ کنوئیں میں گرنے اور پتھر کھانے سے تجھے جو زخم ہوئے ہیں ان پر کوئی مرہم رکھنے والا نہیں۔ کیونکہ تیرے ظلم کے زخم ابھی تازہ ہیں۔ (۷) جو شخص ظلم و ستم کے حوالے سے دوسروں کے راستے میں کنوئیں کھودتا ہے۔ ایک دن وہ خود بھی کسی نہ کسی کنوئیں میں گر کر مظلوموں کی طرح عاجز اور بے بس ہو جاتا ہے۔ (۸) ایک ہی عمل صرف نیت کی صحیح و مذموم ہونے پر وہ عمل اچھا یا بُرا ہوتا ہے کیونکہ نیتوں کا دار و مدار عمل پر ہوتا ہے۔ فرمان رسولؐ ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ (۹) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ ایک شخص لوگوں کو پانی پلانے کے لیئے کنواں کھودتا ہے۔ یہ نیک عمل ہے۔ جبکہ دوسرا آدمی لوگوں کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے کنواں کھودتا ہے۔ یہ بُرائی ہے۔ (۱۰) بُرائی کرنے والے شخص کے لیئے نیکی کی امید رکھنا ایسے ہی ہے جیسے کسی کانٹے دار درخت پر انگور کا خوشہ زخمی ہو جاتا ہے جس طرح جھاؤ پر انگور اگنا دشوار ہے ایسے ظلم کے بدلے رحم بھی ناممکن ہے۔

شعر اول	نمبر	شعر دوم
نہ پندارم اے در خزاں کشتہ جو	۱	کہ گندم ستانی بوقتِ درو
خزاں کے موسم میں جَو بونے والے میں نہیں سمجھتا		کہ کٹائی کے وقت تو گندم اٹھالے گا
درخت زقوم ار بجاں پروری	۲	مپندار ہرگز کزو برخوری
اگر تو تھوہر کا درخت جان لگا کر پالے		تو یہ مت سمجھنا کہ اس سے پھل کھائیگا
رطب ناوَرد چوبِ خر زہرہ بار	۳	چہ تخم افگنی بر ہماں چشم دار
کنیر کی شاخ کو تازہ کھجور نہیں لگ سکتی		جو بیج ڈالے اسی کی اُمید رکھ

حکایت[۴]

کہانی

شعر اول	نمبر	شعر دوم
حکایت کنند از یکے نیک مرد	۵	کہ اکرام حجاج یوسف نکرد
ایک نیک انسان کا قصہ بیان کرتے ہیں		کہ اس نے حجاج بن یوسف کی عزت نہ کی
بسرہنگ دیواں نگہ کرد تیز	۶	کہ نطعش بینداز و ریگش بریز
دربار کے سپاہی کو اس نے تیز نظروں سے دیکھا		کہ اس کے لیئے چمڑا بچھا کر ریت ڈال دے
چو حجت نماند جفا جوئے را	۷	بپرخاشِ درہم کشد روئے را
جب ظالم کے پاس دلیل نہیں رہتی تو		لڑائی کے لیئے چہرہ سکیڑ لیتا ہے
بخندید و بگریست مردِ خدای	۸	عجب ماند سنگین دل تیرہ رای
مردِ خدا ایک بار ہنسا اور پھر رو دیا		پتھر دل، بُری رائے والا متعجب رہ گیا
چو دیدش کہ خندید و دیگر گریست	۹	بپرسید کیں خندہ و گریہ چیست
جب اس نے دیکھا کہ پہلے ہنسا اور پھر رو دیا		تو اس نے پوچھا کہ یہ ہنسنا اور رونا کیسا
بگفتا ہمے گریم از روزگار	۱۰	کہ طفلانِ بےچارہ دارم چہار
اس نے کہا کہ میں زمانے کے ستم سے روتا ہوں		کیونکہ بے چارے چار بچوں کا باپ ہوں

(۱) نہ پندارم: میں نہیں سمجھتا۔ خزآں: پت جھڑ کا موسم۔ کشتہ: بوئے ہوئے۔ ستانی: لیوے تو۔ بوقتِ درو: کٹائی کے وقت۔ (۲) زقوم: تھوہر۔ آر: اگر۔ بجآن: جان سے۔ پروَری: پالے تو۔ مپندار: مت سمجھ۔ برخوری: پھل کھائے تو۔ (۳) رطب: تر کھجور۔ ناوَرد: نہ لادے۔ چوب: لکڑی۔ خرزہرہ: کنیر۔ بار: پھل۔ چہ: جو۔ افگنی: ڈالے۔ برہماں: اسی پر۔ چشم دار: اُمید رکھ۔

(۴) حکایت: قصہ، کہانی۔

(۵) کنند: کرتے ہیں۔ یکے: ایک۔ اکرام: تعظیم۔ حجاج بن یوسف: مشہور ظالم جو ولیدؒ بن عبدالملک کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ نکرد: نہ کی اس نے۔

(۶) سرہنگ: سپاہی۔ دیوآن: کچہری۔ نگہ کرد: دیکھا۔ نطعش: نطع، ایک قسم کا چمڑا جو مجرم کے نیچے بچھا کر اس کو قتل کرتے ہیں۔ بینداز: ڈال۔ ریگش: اس کے اوپر ریت۔ بریز: گرا۔

(۷) حجت: دلیل۔ نماند: نہ رہے۔ جفا جو: جفا ڈھونڈنے والا یعنی ظالم۔ را: کیلئے۔ پرخاش: جنگ۔ درہم کشد: سکیڑ لیوے۔ روئے: چہرہ۔ (۸) بخندید: ہنس پڑا۔ بگریست: رو پڑا۔ مردِ خدا: خدا والا مرد۔ عجب ماند: تعجب میں رہ گیا۔ سنگین دل: پتھر دل۔ تیرہ رائے: تاریک رائے والا۔ (۹) چو: جب۔ دیدش: اس نے اس کو دیکھا۔ خندید: ہنسا۔ دیگر: پھر۔ گریست: رویا۔ پرسید: اس نے پوچھا۔ کیں: کہ یہ۔ خندہ: ہنسی۔ گریہ: رونا۔ چیست: کیسا ہے۔ (۱۰) بگفت: اس نے کہا۔ ہمے گریم: میں روتا ہوں۔ روزگار: زمانہ۔ طفلاں: جمع طفل بچہ۔ بے چارہ: بے آسرا۔ دارم: میں رکھتا ہوں۔ چہار: چار۔

تشریح: (۱) ہر پھل یا فصل اپنے اپنے موسم میں اُگتی ہے جس طرح خزاں کے موسم میں گندم کا اُگنا ناممکن ہے اسی طرح ظلم کی فضا میں رحم و انصاف کا پیدا ہونا بھی دشوار و محال ہے۔ (۲) اس شعر میں ظلم کو تھوہر کے درخت اور پھل سے تشبیہ دیکر اشارہ کیا گیا ہے کہ تھوہر کا بیج بونے والا (ظالم) یا تو پھل سے محروم رہتا ہے یا پھر کڑوا پھل حاصل کرتا ہے۔ (۳) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ جس طرح کنیر (درخت کا نام) کو تازہ کھجوریں لگنا ممکن نہیں۔ اسی طرح ظلم سے رحم اور نیکی سے بُرائی یا ان کے برعکس قطعی ناممکن و محال ہے۔ (۴) عنوان۔ اس کہانی میں یہ تصور (یقین کی حد تک) پیش کیا گیا ہے کہ مظلوم دنیا کے چند دن تکلیف سے برداشت کر لے گا لیکن ظالم آخرت میں ہمیشہ تکلیف اٹھائے گا۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ ایک ایسے شخص کے حوالے سے داستان ظلم بیان کرتے ہیں جو اپنا احترام نہ ہونے کے باعث لوگوں کو ظلم کا نشانہ بناتا تھا۔ (۶) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ حجاج بن یوسف نے اکرام نہ کرنے والے کے بارے میں جلاد کو حکم دیا کہ چمڑا اتار کر اس پر ریت ڈالی جائے اور سرِ دربار قتل کر دیا جائے۔ (۷) ہر ظالم اور باطل پرست کی فطرت ہوتی ہے کہ جب وہ دلائل کے میدان میں شکست کھاتا ہے تو وہ تشدد پر اتر آتا ہے۔ (۸) جب اس مظلوم نے اپنے قتل کئے جانے کا حکم سنا تو وہ نیک بخت پہلے ہنس پڑا پھر رونے لگا۔ اس پر حجاج متعجب ہوا۔ (۹) حجاج بن یوسف نے اس کٹھن مرحلے میں مظلوم کے ہنسنے پر مشتمل اس انہونی کا سبب پوچھا۔ (۱۰) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ بقولِ مظلوم، بلا وجہ قتل ہو کر بادشاہوں کے مزاج اور زمانے کی ستم ظریفی کا رونا روتا ہوں۔

۱	ہمے خندم از لطف یزدانِ پاک	کہ مظلوم رفتم نہ ظالم بخاک
	ہنستا ہوں خدائے پاک کے اس لطف سے	کہ مٹی میں مظلوم بنکر جا رہا ہوں ظالم بنکر نہیں
۲	یکے گفتش اے نامور شہریار	مکن دست زیں پیر دہقاں بدار
	اس سے کسی نے کہا کہ اے نامور بادشاہ	مت کر، اس بوڑھے کسان سے ہاتھ اٹھالے
۳	کہ خلقے بدو تکیہ دارند وپشت	روا نیست خلقے بیک بار کشت
	کیونکہ کافی لوگ اسی کا سہارا رکھتے ہیں	سب کو یکبارگی مار ڈالنا درست نہیں ہے
۴	بزرگی و عفو و کرم پیشہ کن	ز خردان اطفالش اندیشہ کن
	بزرگی اور معافی اور مہربانی کی عادت ڈال	اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال کر
۵	مگر دشمنِ خاندانِ خودی	کہ بر خانداں ہا پسندی بدی
	شاید تو اپنے ہی خاندان کا دشمن ہے	کہ دوسرے خاندانوں کیلئے برائی پسند کرتا ہے
۶	مپندار و دلہا بداغ تو ریش	کہ روزِ پسیں آیدیت خیر پیش
	جبکہ دل تیرے داغوں سے زخمی ہیں تو یہ نہ سمجھ	کہ موت کے دن تیرے سامنے بھلائی آئیگی
۷	نخفتست مظلوم ز آہش بترس	ز دودِ دلِ صبحگاہش بترس
	جو مظلوم سو نہیں سکا اس کی آہ سے ڈر	صبح کے وقت اسکے دل سے نکلنے والے دھویں سے ڈر
۸	نترسی کہ پاک اندرونے شبے	بر آرد ز سوزِ جگر یاربے
	تو نہیں ڈرتا کہ کوئی صاف دل رات کو	سوزِ جگر سے یارب کی آواز نکالے
۹	بسودا چناں بروے افشاند دست	کہ حجاج را دست حجت بہ بست
	غصہ میں اس نے اس پر ایسے ہاتھ مارا	کہ حجاج کے دلیل کے ہاتھ باندھ دیئے
۱۰	نہ ابلیس بد کرد و نیکی نہ دید	بر پاک ناید ز تخم پلید
	کیا ایسا نہیں ہوا کہ شیطان نے بُرائی کی اور نیکی نہ دیکھی	ناپاک بیج سے پاک پھل پیدا نہیں ہوتا

(۱) ہمے خندم: ہنستا ہوں میں۔ لطف: مہربانی۔ یزدان: اللہ پاک۔ رفتم: گیا میں۔ بخاک: مٹی میں۔
(۲) گفتش: اس کو کہا۔ نامور: نام والے۔ شہریار: بادشاہ۔ مکن: مت کر۔ دست: ہاتھ۔ زیں: اس سے۔ پیر: بوڑھا دہقان: کسان۔ بدار: اٹھالے۔
(۳) خلقے: ایک مخلوق۔ بدو: اس پر۔ دارند: رکھتے ہیں۔ پشت: پیٹھ مراد سہارا۔ روا: جائز۔ نیست: نہیں ہے۔ خلقے: اتنی خلق۔ بیک بار: ایک ہی بار۔ کشت: ماضی بمعنی مصدر یعنی مارنا۔ (۴) عفو: معافی۔ کرم: بخشش۔ پیشہ کن: عادت بنا ڈال۔ خردان: جمع چھوٹے۔ اطفالش: اس کے بچے۔ اندیشہ کن: فکر کر۔ (۵) مگر: شاید۔ خاندانِ خودی: اپنے خاندان کا ہے تو۔ پسندی: پسند کرتا ہے تو۔ بد: بُرائی۔ (۶) مپندار: مت سمجھ۔ دلہا: جمع دل۔ بداغ تو: تیرے داغ سے۔ ریش: زخمی۔ روزِ پسیں: روح واپس ہونے کا دن یعنی موت کا دن آیدیت: آوے تجھ کو۔ پیش: سامنے۔ (۷) نخفتست: نہیں سویا ہے۔ ز آہش: اس کی آہ سے۔ بترس: ڈر تو۔ دودِ دل: دل کا دھواں یعنی آہ۔ صبحگاہش: اس کا صبح کے وقت کا۔ (۸) نترسی: نہیں ڈرتا تو۔ پاک اندرونے: کوئی پاک دل والا۔ شبے: کسی رات۔ برآرد: نکالے۔ ز سوزِ جگر: دل کے سوز سے۔ یاربے: یعنی یارب کہہ کر وہ تیرے لیئے بددعا کرے۔ (۹) بسودا: غصہ کے ساتھ۔ چناں: ایسے۔ بروے: اس پر۔ افشاند: جھاڑا اس نے۔ دست: ہاتھ۔ حجاج: نامِ ظالم یعنی بہت حجتیں کرنے والا۔ دست حجت: حجت کا ہاتھ۔ بر بست: باندھ دیا۔

(۱۰) نہ: یہ بات نہیں۔ بد کرد: بُرائی کی۔ نہ دید: نہ دیکھی اس نے۔ بر پاک: پاک پھل۔ ناید: نہیں آتا۔ تخم پلید: ناپاک بیج۔

تشریح: (۱) اپنے چار بچوں کی بے بسی پہ روتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل پر ہنستا ہوں کہ دنیا سے مظلوم کی حیثیت سے جا رہا ہوں۔ (۲) اس مظلوم کی حالت دیکھ کر دربار کے کسی رحمدل شخص نے حجاج بن یوسف کو اس مظلوم کے قتل میں ہاتھ رنگنے سے باز رکھنے کا مشورہ دیا۔ (۳) خاندان کی صورت میں بہت سے لوگ اس کے سہارے زندہ ہیں۔ اس مظلوم کو قتل کر دینے سے دوسروں کی زندگی کے خاتمہ کا سبب نہیں بننا چاہیئے۔ (۴) اے وقت کے حکمران لوگوں کو معاف کر دینے میں بزرگی ہے لہٰذا عفو و درگذر کی عادت ڈال کر نہ صرف بزرگی اختیار کرنی چاہیئے بلکہ بددعاؤں سے بچنا چاہیئے۔ (۵) چار چھوٹے بچوں پر مشتمل خاندان کی بددعاؤں سے بچنا چاہیئے تاکہ دوسرے خاندان پر ظلم کر کے اپنے خاندان سے دشمنی نہ کر۔ (۶) جو شخص ظلم کرتا ہے۔ اس کے ظلم سے لوگوں کے زخمی دل بددعائیں کرتے ہیں۔ موت کے وقت سکون ناممکن ہے۔ (۷) جب کسی ملک پر ظالم بادشاہ مسلط ہو جاتا ہے تو لوگوں کی نیندیں اُڑ جاتی ہیں۔ ایسے میں لوگ ظالم حکمران کو بددعائیں دیتے ہیں۔ (۸) اس شعر میں بھی ظالم حکمران کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ عوام کی بددعاؤں کے ساتھ ساتھ رات کے تہائی حصے میں ذکر اللہ کے حامل بزرگوں کی بددعا سے ڈر۔ (۹) ناصح ہاتھ کے اشاروں سے تلخ لہجے میں حجاج بن یوسف کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلانے کی کوشش کر رہا تھا چنانچہ حجاج خاموش ہو گیا۔ (۱۰) یہ قانون فطرت ہے کہ بُرائی کا بدلہ ہمیشہ بُرائی ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ ناپاک بیج سے پاکیزہ پھل کا حصول ناممکن ہے۔

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ ثانی
مدر پردۂ کس بہنگام جنگ	۱	کہ باشد ترا نیز در پردہ ننگ
جنگ کے وقت کسی کا پردہ چاک نہ کر		اس لیے کہ تیرے بھی کچھ عیب پردے میں ہونگے
مزن بانگ بر شیر مرداں درشت	۲	چو با کودکاں بر نیائی بمشت
شیر مردوں کو سختی سے آوازیں نہ مار		جبکہ تو مکہ بازی میں بچوں سے بھی نہیں جیت سکتا
شنیدم کہ نشنید و خونش بریخت	۳	ز فرمان داور کہ داند گریخت
میں نے سنا کہ اس نے ایک نہ سنی اور اسکا خون بہادیا		اللہ کے حکم سے بھاگنا کون جانتا ہے
بزرگے دراں فکر آں شب بخفت	۴	بخواب اندروں دید درویش و گفت
ایک بزرگ رات کو اسی فکر میں سویا		خواب میں اس نے درویش کو دیکھا اور کہا
دمے بیش بر من سیاست نراند	۵	عقوبت برو تا قیامت بماند
مجھے تو وہ ایک سیکنڈ سے زیادہ سزا نہ دے سکا		مگر اس پر قیامت تک کا عذاب مسلط ہوگیا

حکایت[6]

کہانی

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ ثانی
یکے پندمے داد فرزند را	۷	نکو دار پند خرد مند را
ایک شخص بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا		کہ عقل مند کی نصیحت کو خوب یاد رکھ
مکن جور بر خوردگاں اے پسر	۸	کہ یک روزت افتد بزرگے بسر
اے لڑکے چھوٹوں پر ظلم نہ کر		کیونکہ ایک دن کوئی بڑا تجھ سے بھی بھڑیگا
نمے ترسی اے کودک کم خرد	۹	کہ روزے پلنگیت برہم درد
اے بے عقل بچے تو نہیں ڈرتا		کہ کبھی دن چیتا تجھ کو پھاڑ ڈالے
بخردی درم زور سر پنجہ بود	۱۰	دل زیر دستاں ز من رنجہ بود
بچپن میں میرے بازو میں بھی زور تھا		مجھ سے کمزوروں کے دل رنجیدہ تھے

(۱) مدر: مت پھاڑ۔ پردہ کس: کسی کا پردہ۔ بہنگام جنگ: لڑائی کے وقت۔ باشد: ہوگا۔ ترا نیز: تجھ کو بھی۔ در پردہ: پردے کے پیچھے یعنی مخفی۔ ننگ: شرم کی بات۔ (۲) مزن: مت مار۔ بانگ: آواز۔ شیر مرداں: بہادر لوگ درشت: سخت۔ چوں: جب۔ کودکاں: جمع بچے۔ بر نیائی: پورا نہیں آسکتا تو۔ بمشت: مکہ زنی میں۔ (۳) شنیدم: میں نے سنا۔ نشنید: اس نے نہ سنی۔ خونش: اس کا خون۔ بریخت: گرادیا۔ فرمان داور: اللہ کا حکم۔ کہ داند: کون جانے۔ گریخت: ماضی بمعنی مصدر بھاگنا۔ (۴) بزرگے: ایک بزرگ۔ دراں فکر: اسی فکر میں۔ آں شب: اس رات۔ بخفت: سوگیا۔ بخواب: خواب میں۔ دید: دیکھا اس نے۔ گفت: کہا اس نے۔ (۵) دمے: ایک دم۔ بیش: زیادہ۔ بر من: مجھ پر۔ سیاست: سزا۔ راند: چلائی اس نے۔ عقوبت: سزا۔ برو: اس پر۔ بماند: رہ گئی۔ (۶) حکایت: کہانی۔ (۷) پند: نصیحت مے داد: دیتا تھا۔ فرزند: بیٹا۔ نکو دار: اچھی طرح رکھ۔ پند خردمند: عقل مند کی نصیحت۔ (۸) مکن: مت کر۔ جور: ظلم۔ خوردگاں: جمع چھوٹے۔ پسر: لڑکا۔ یک روزت: ایک دن تجھ کو۔ افتد: پڑے گا۔ بزرگے: کوئی بڑا۔ بسر: سر پر۔ (۹) نمے ترسی: نہیں ڈرتا تو۔ کودک: بچہ۔ کم خرد: کم عقل۔ روزے: ایک دن۔ پلنگیت: چیتا تجھ کو۔ برہم درد: پھاڑ ڈالے۔ (۱۰) بخردی: بچپن میں۔ درم: مجھ میں۔ سر پنجہ: بازو بود: تھا۔ زیر دستاں: جمع ماتحت۔ ز من: مجھ سے۔ رنجہ: تکلیف میں۔

تشریح: (۱) سرِ عام لوگوں کی تذلیل کرنا ناپسندیدہ فعل ہے کیونکہ بادشاہ ہونے کے باوجود انسان کی حیثیت سے خود تیرے اندر بھی بہت سی غلط باتیں موجود ہیں۔ (۲) ظالم کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو۔ عوام جیسی کمزور مخلوق کی بد دعاؤں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ چہ جائیکہ وہ اولیاء اللہ کی بد دعاؤں سے جنگ کر سکے اس لیے ڈرنا چاہیے۔ (۳) بقول شیخ سعدیؒ کہ حجاج بن یوسف پر ان نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس مظلوم بوڑھے کسان کو قتل کرادیا۔ (۴) حجاج کی اس ظالمانہ کارروائی سے متاثر ایک شخص فکرمندی کے عالم میں سویا تو خواب میں اس مظلوم سے اس کی سرگزشت پوچھی۔ (۵) جواباً اس مظلوم نے کہا کہ میں نے گلا کٹنے کی حد تک چند لمحوں کی تکلیف گوارہ کرلی لیکن حجاج نے قیامت تک کے لیے عذاب کا استحقاق حاصل کرلیا۔ (۶) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بڑوں کے ڈر سے چھوٹوں پر شفقت کرنی چاہیے کیونکہ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پہ شفقت کرنا عقل مندوں کا شیوہ ہے۔ (۷) اس حکایت کی مناسبت سے ایک شخص اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر کوئی طاقتور کمزور پر ظلم کرتا ہے تو ایک دن وہ خود بھی کسی کے ظلم کا تختۂ مشق بن جاتا ہے۔

(۸) فوق کُلِّ ذِی عِلمٍ عَلِیم کے بمصداق ہر چھوٹے پر کوئی نہ کوئی بڑا ضرور ہوتا ہے اس لیے چھوٹوں پر ظلم کرنے سے پہلے اپنے سے کسی بڑے کا تصور بھی ذہن میں رہنا چاہیے۔ (۹) یہ شعر پہلے شعر کو مکمل کر رہا ہے کہ ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے کہ مقابلے میں ظالم سے زیادہ طاقتور بھی آجاتا ہے جو اسے ننگی کا ناچ نچا کے رکھ دیتا ہے۔ (۱۰) اس شعر میں باپ اپنے بیٹے کو خود اپنی آپ بیتی سنا رہا ہے کہ بچپن میں کبھی میں بھی بہت طاقتور ہوتا تھا۔ کمزوروں کو ستانا میرا محبوب مشغلہ تھا۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	بخوردم یکے مشت زورآوراں	نخردم دگر زور بر لاغراں
	میں نے طاقتوروں کا ایک مکہ کھایا	پھر کبھی کمزوروں پر زور آوری نہیں کی

گفتار

بات

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۳	الا تا بغفلت نہ خسپی کہ نوم	حرام ست بر چشم سالارِ قوم
	خبردار، تو غفلت سے نہ سو کیونکہ نیند	سالارِ قوم کی آنکھ پر حرام ہے
۴	غمِ زیر دستاں بخور زینہار	بترس از زبردستیٔ روزگار
	ماتحتوں کا غم ضرور کھا	زمانے کی زبردستی سے ڈر
۵	نصیحت کہ خالی بود از غرض	چو داروئے تلخست دفع مرض
	جو نصیحت غرض سے خالی ہو	دفع مرض کے لیے کڑوی دوا کی طرح ہے

حکایت در یں معنیٰ

اسی مضمون کی اور حکایت

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۷	یکے را حکایت کنند از ملوک	کہ بیماریٔ رشتہ کردش چو دوک
	بادشاہوں میں سے ایک کا قصہ بتلاتے ہیں	کہ نارو کی بیماری نے اسے تکلے جیسا کر دیا
۸	چنانش در انداخت ضعف جسد	کہ مے برد بر کمتریناں حسد
	جسمانی کمزوری نے اس کو ایسا عاجز کر دیا	کہ کمتر لوگوں پر بھی اس کو رشک آتا تھا
۹	کہ شاہ ارچہ بر عرصہ نام آور ست	چو ضعف آمد از بیذقے کمتر ست
	کہ شطرنج کا بادشاہ اگرچہ بساط پر نامور ہے	جب کمزور پڑ جائے تو پیادے سے بھی کمتر ہے
۱۰	ندیمے زمین ملک بوسہ داد	کہ عمر خداوند جاوید باد
	ایک مصاحب نے بادشاہ کی زمین چومی	کہ حضور کی عمر دراز ہو

(۱) بخوردم: میں نے کھایا۔ یکے: ایک۔ مشت: مکہ۔ زور آور: طاقتور۔ نخردم: نہ کیا میں نے۔ دگر: پھر۔ لاغراں: جمع کمزور۔ (۲) گفتار: بات۔

(۳) الا: حرف تنبیہ، خبردار۔ بغفلت: غفلت میں۔ نہ خسپی: نہ سوئے تو۔ نوم: نیند۔ چشم: آنکھ۔ سالار: سردار۔ (۴) زیردستاں: جمع ماتحت۔ بخور: کھا۔ زینہار: ہرگز یا لازماً۔ بترس: ڈر۔ روزگار: زمانہ۔

(۵) بود: ہووے۔ غرض: لالچ۔ چو: مثل۔ داروئے تلخ: کڑوی دوا۔ دفع مرض: بیماری دُور کرنے کے لیے۔

(۶) حکایت: کہانی۔ دریں: اس سے۔ معنیٰ: مضمون۔

(۷) یکے را: ایک کی۔ کنند: کرتے ہیں۔ ملوک: جمع ملک، بادشاہ۔ رشتہ: نارو کی بیماری جس میں جسم سے دھاگے کی طرح ریشے سے نکلنے لگتے ہیں۔ کردش: کیا اس کو۔ دوک: تکلہ۔

(۸) چنانش: اس کو ایسا۔ در انداخت: ڈال دیا۔ ضعف جسد: جسم کی کمزوری۔ مے برد: لے جاتا تھا۔ کمتریناں: کمینے لوگ۔ حسد: مراد رشک۔ (۹) شاہ: شطرنج کا ایک مہرہ۔ ارچہ: اگرچہ۔ عرصہ: میدان، مراد بساطِ شطرنج۔ نام آور: مشہور۔ ست: ہے۔ ضعف: کمزوری۔ آمد: آئی۔ بیذق: شطرنج کا پیادہ۔ کمتر: گھٹیا۔ (۱۰) ندیمے: ایک ہمنشیں۔ ملک: بادشاہ۔ بوسہ داد: چوما اس نے۔ عمر خداوند: بادشاہ کی عمر۔ جاوید باد: ہمیشہ رہے۔

تشریح (۱) یہ شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ ایک دن ایسا آیا کہ میرے مقابلے میں مجھ سے بھی زیادہ طاقتور آدمی آ گیا۔ اس کے ایک ہی وار نے میرے تمام کس بل نکال دیئے (۲) عنوان۔ اس بات چیت (گفتار) کا مقصد ہے کہ کسی بھی بادشاہ کو اپنی رعایا کی خبر گیری سے غفلت نہیں برتنی چاہیئے۔ گردش کے فطری مکافاتی عمل سے خوف کرتے ہوئے ماتحتوں و ملازموں سے شفیقانہ روش رکھنی چاہیئے۔ (۳) بہترین بادشاہ اور اچھے سربراہ پر (فضیلت فاروقی کی طرح) رعیت کی دیکھ بھال کے لیے راتوں کی نیندیں حرام ہوتی ہیں۔ (۴) ہر حکمران کی بنیادی سوچ یہ ہونی چاہیئے کہ قدرت نے آج مجھے اقتدار دیا ہے تو کل یہ چھن بھی سکتا ہے آج اقتدار پر ہوں کل ماتحت بھی ہو سکتا ہوں۔ (۵) جس نصیحت میں کوئی ذاتی افادیت (خود غرضی) نہیں تو وہ کڑوی دوا تو ہو سکتی ہے لیکن اس کے اثرات خوشگوار ہوتے ہیں (۶) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ظالم کے لیے بزرگوں کی دعائیں اس وقت تک قبول نہیں ہوتیں جب تک وہ ظلم چھوڑ نہیں دیتا۔ (۷) ایک بادشاہ کو نارو کی بیماری لگ گئی جس کے سبب وہ اتنا سوکھ گیا جیسے کوئی تکلہ ہوتا ہے۔ کیونکہ نارو کی بیماری میں جسم سے دھاگے جیسا ریشہ نکلتا ہے (۸) وہ بیماری کی وجہ سے جسمانی طور پر اتنا ضعیف ہو گیا تھا کہ اسے ہر پست آدمی صحت مندی کی وجہ سے قابل رشک نظر آتا تھا (۹) وہ خود بادشاہ تھا لیکن بیماری نے اسے لاغر اور معذور کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی حالت شطرنج کے پیادے سے بھی گئی گذری ہو گئی تھی۔ (۱۰) اس حال میں بادشاہ کے درباری یا ہمنشین نے بادشاہ کی درازیٔ عمر کی طلبگاری ظاہر کی اور اسے بوسہ دیتے ہوئے بلند بختی کی آرزو کی۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
دریں شہر مردے مبارک دم است	۱	کہ در پارسائی چوں او کمتر است
اس شہر میں ایک ایسا مبارک دم انسان ہے		کہ پرہیزگاروں میں بھی اس جیسے کم ہیں
نبردند پیشش مہمات کس	۲	کہ مقصود حاصل نشد در نفس
لوگ اس کے سامنے اپنی مشکلات نہیں لے گئے		کہ دم بھر میں مدعا حاصل نہ ہو گیا ہو
نرفت ست ہرگز برو ناصواب	۳	دل روشن و دعوتش مستجاب
اس سے کبھی نامناسب بات نہیں ہوئی		اس کا دل روشن اور دعائیں قبول ہیں
بخواں تا بخواند دعائے بریں	۴	کہ رحمت رسد زآسماں بر زمیں
اس کو بلا بھیجئے تاکہ اس مرض پر دعا پڑھ دے		تاکہ آسمان سے رحمت زمین پر پہنچ جائے
بفرمود تا مہترانِ خدم	۵	بخواندند پیر مبارک قدم
اس نے فرما دیا تو نوکروں کے سرداروں نے		مبارک قدم بوڑھے کو بلا لیا
بگفتا دعائے کن اے ہوشمند	۶	کہ در رشتہ چوں سوزنم پائے بند
اس نے کہا اے ہوشمند دعا فرمائیے		کہ دھاگے کی بیماری میں سوئی کی طرح بندھا ہوں
شنید ایں سخن پیر خم بودہ پشت	۷	بہ تندی برآورد بانگ درشت
جھکی ہوئی کمر والے بزرگ نے یہ سنا تو		غصہ میں سخت آواز نکالی!
کہ حق مہربان ست بر دادگر	۸	ببخشای و بخشائش حق نگر
کہ خدا انصاف کرنے والے پر مہربان ہے		تو بھی بخشش کر اور خدا کی بخشش دیکھ
دعائے منت کے شود سودمند	۹	اسیران مظلوم در چاہ و بند
میری دعا تیرے لیے کب نفع بخش ہو سکتی ہے		جبکہ مظلوم قیدی کنویں اور جیل میں ہیں
تو ناکردہ بر خلق بخشائشے	۱۰	کجا بینی از دولت آسائشے
تو نے جو مخلوق پر کبھی بخشش نہیں کی		تو دولت سے کہاں آرام دیکھ سکے گا

(۱) دریں: اس میں۔ مردے: ایک مرد۔ مبارک دم: مبارک دم والا ہے۔ در پارسائی: پرہیزگاری میں اس کی مثل۔ کمتر: بہت کم۔ (۲) نبردند: نہیں لے گئے۔ پیشش: اس کے سامنے۔ مہمات: مشکلات۔ کس: شخص مراد لوگ۔ نشد: نہیں ہوا۔ در نفس: دم بھر میں۔ (۳) نرفت: نہیں ہوا۔ برو: اس سے۔ ناصواب: نامناسب کام۔ دل روشن: صاف دل والا۔ دعوتش: اس کی دعا۔ مستجاب: قبول۔ (۴) بخواں: بلا۔ تا: تاکہ۔ بخواند: پڑھے۔ دعائے: کوئی دعا۔ بریں: اس پر۔ رسد: پہنچے۔ (۵) بفرمود: اس نے حکم دیا۔ تا: یہاں تک کہ۔ مہتراں: بڑے لوگ۔ خدم: جمع خادم۔ بخواندند: انہوں نے بلایا۔ پیر: بزرگ۔ مبارک قدم: مبارک قدموں والا۔ (۶) بگفتا: اس نے کہا۔ کن: کر۔ در رشتہ: رشتہ کی بیماری میں۔ چوں: مثل۔ سوزنم: سوئی کی طرح ہوں میں۔ پائے بند: بندھا ہوا۔ (۷) شنید: سنی اس نے۔ سخن: بات۔ پیر: بزرگ۔ خم بودہ: جھکی ہوئی۔ پشت: کمر۔ بہ تندی: تیزی سے۔ برآورد: نکالی۔ بانگِ درشت: سخت آواز۔ (۸) دادگر: انصاف کرنے والا۔ ببخشای: بخشش کر۔ بخشائش: جمع بخشش۔ نگر: دیکھ۔ (۹) دعائے منت: میری دعا تجھ کو۔ کے: کب۔ شود: ہووے۔ سودمند: نفع دینے والی۔ اسیراں: جمع قیدی۔ چاہ: کنواں جس میں سزا دیتے تھے۔ بند: قید۔ (۱۰) ناکردہ: نہ کیے ہوئے۔ خلق: مخلوق۔ بخشائشے: کوئی بخشش۔ کجا: کہاں۔ بینی: دیکھے تو۔ آسائشے: کوئی آرام۔

تشریح (۱) اس صاحب نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ اس شہر میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو دم درود سے شفایابی کا پیغام دیتا ہے۔ اس جیسا صالح کوئی نہیں۔ (۲) جب انسان دنیا کے علاج و معالجوں اور دیگر آلات سے مایوس ہوتا ہے تو پھر دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے جو کسی نفع سے خالی نہیں۔ (۳) اس نیک شخص سے کبھی غلط کاری سرزد نہیں ہوئی۔ چنانچہ گناہوں سے پاکیزگی کی وجہ سے اس کا دل روشن ہے۔ اس کی دعا سے لوگوں کی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ (۴) چنانچہ آپ (بادشاہ) اسے بلوا کر دعا و مناجات کی درخواست کریں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت زمین پر نازل ہو اور آپ صحت یاب ہو جائیں۔ (۵) بادشاہ نے اپنے خدمتگار بھیج کر اس نیک خصلت شخص کو اپنے پاس بلایا۔ تاکہ اس کی قدم بوسی کر کے دعا و مناجات کی برکات کا نظارہ دیکھے۔ (۶) جب وہ بزرگ دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے نارو بیماری سے اپنے معذور ہونے اور بعد ازاں صحت و تندرستی کے لیے دعا کی درخواست پیش کی۔ (۷) چونکہ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے نیک بزرگ کی کمر میں خم آچکا تھا۔ اس لیے اسے جھکی کمر والا کہا گیا۔ اس نے بادشاہ کی بات سن کر سخت لہجے میں ڈانٹ ڈپٹ کی۔ (۸) بادشاہ ظالم و ستمگر تھا۔ یہ بیماری اسی ظلم کی سزا تھی۔ اس لیے بادشاہ کو اس کے مظالم کا آئینہ دکھاتے ہوئے صالح بزرگ نے کہا جو انصاف کرتا ہے اس پر گرفت نہیں ہوتی۔ (۹) اے بادشاہ تو خود ظالم کی شکل میں لوگوں پر عذاب بنا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طلبگار ہے۔ رحمت الٰہیہ اور ظلم جمع نہیں رہ سکتے۔ (۱۰) جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کر کے اسے مفاد نہیں پہنچاتا اس کے پاس خواہ کتنی ہی دولت کیوں نہ ہو اسے فائدہ نہ دیگی۔

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	ببایست عذر خطا خواستن	پس از شیخ صالح دعا خواستن
	پہلے تو خطا کی عذر خواہی چاہیئے	پھر نیک بزرگ سے دعا کرانی چاہیئے
۲	کجا دست گیرد دعائے ویت	دعائے ستمدیدگاں در پیت
	اس کی دعا تیری دستگیری کب کر سکتی ہے	جبکہ مظلوموں کی بددعائیں تیرے پیچھے لگی ہوئی ہیں
۳	شنید ایں سخن شہریار عجم	ز خشم و خجالت برآمد بہم
	عجم کے بادشاہ نے یہ بات سنی تو	غصے اور شرمندگی سے بگڑ گیا
۴	برنجید وپس با دل خویش گفت	چہ رنجم حق ست ایں چہ درویش گفت
	ذرا رنجیدہ ہوا پھر اپنے دل میں کہا	میں کیا رنج کروں سچ ہی تو ہے جو درویش نے کہا
۵	بفرمود تا ہر کہ در بند بود	بفرمانش آزاد کردند زود
	اس نے حکم دیا تو جو کوئی بھی قید میں تھا	اس کے حکم سے فوراً آزاد کر دیا گیا
۶	جہاں دیدہ بعد از دو رکعت نماز	بداور برآورد دستِ نیاز
	تجربہ کار بزرگ نے دو رکعت نماز کے بعد	خدا کے سامنے دعا کے ہاتھ پھیلائے
۷	کہ اے برفرازندۂ آسماں	بجنگش گرفتی بصلحش بماں
	کہ اے آسمان کے بلند کرنیوالے	تو نے اس کو جنگ میں پکڑا تھا صلح سے چھوڑ دے
۸	ولی ہمچناں بر دعا داشت دست	کہ رنجور افتادہ بر پائے جست
	ولی کے اسی طرح دعا میں ہاتھ اٹھے ہوئے تھے	کہ پڑا ہوا بیمار اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا
۹	تو گفتی ز شادی بخواہد پرید	چو طاؤس چوں رشتہ بر پا ندید
	تو یہ کہے کہ خوشی سے اڑ جائے گا	مور کی طرح جب پاؤں میں ڈورا نہ دیکھا
۱۰	بفرمود گنجینۂ گوہرش	فشاندند در پائے و زیر سرش
	اس نے حکم دیا تو انہوں نے موتیوں کا خزانہ	اس کے سر اور پاؤں پر نچھاور کر دیا

(۱) ببایست: چاہیئے۔ عذر خطا: گناہ کی توبہ۔ خواستن: چاہنا۔ پس: پیچھے۔ شیخ صالح: نیک بزرگ۔
(۲) کجا: کہاں۔ دست: ہاتھ۔ گیرد: پکڑے۔ دعائے ویت: اس کی دعا تجھ کو۔ ستمدیدگان: ظلم دیکھے ہوئے یعنی مظلوم۔ پیت: تیرے پیچھے۔ (۳) شنید: سنی۔ سخن: بات۔ شہریار: بادشاہ۔ عجم: ایران۔ خشم: غصہ۔ خجالت: شرمندگی۔ برآمد: بھر آیا۔ بہم: غصے سے۔ (۴) برنجید: رنجیدہ ہوا۔ با دلِ خویش: اپنے دل میں۔ گفت: اس نے کہا۔ چہ رنجم: کیا رنج ہوتا ہوں میں۔ حق ست: سچ ہے۔ ایں چہ: یہ جو کچھ۔ گفت: اس نے کہا۔ (۵) بفرمود: اس نے حکم دیا۔ ہر کہ: جو کوئی۔ در بند: قید میں۔ بود: تھا۔ بفرمانش: اس کے حکم سے۔ کردند: کرایا انہوں نے۔ زود: جلدی۔ (۶) جہاندیدہ: جہان کو دیکھے ہوئے یعنی تجربہ کار۔ بعد از دو رکعت نماز: نماز کی دو رکعت کے بعد۔ بداور: اللہ کے سامنے۔ برآورد: نکالے۔ دستِ نیاز: عاجزی کے ہاتھ۔ (۷) برفرازندہ: بلند کرنے والا۔ بجنگش: جنگ میں اس کو۔ گرفتی: پکڑا تو نے۔ بصلحش: صلح کے ساتھ اسکو۔ بماں: چھوڑ دے۔ (۸) ولی: خدا کا دوست۔ ہمچناں: ویسے ہی۔ داشت: رکھا اس نے۔ دست: ہاتھ۔ رنجور: بیمار۔ افتادہ: پڑا ہوا۔ بر پائے: پاؤں پر۔ جست: کود پڑا۔
(۹) گفتی: تو نے کہا۔ ز شادی: خوشی سے۔ بخواہد پرید: اڑ جائے گا۔ چو طاؤس: مور کی طرح۔ رشتہ: دھاگا۔ بر پا: پاؤں پر۔ ندید: نہ دیکھا۔ (۱۰) گنجینہ: خزانہ۔ گوہرش: اسکے موتیوں کا۔ فشاندند: انہوں نے نچھاور کیا۔ در پا: پاؤں میں

تشریح: (۱) ستمگر جب تک اپنے مظالم سے توبہ نہیں کر لیتا اس وقت تک کسی ولی اللہ کی دعا کام نہیں دیتی کیونکہ جب تک کنوئیں سے مُردار نہیں نکالا جاتا کنواں پاک نہیں ہوتا۔ (۲) ظالم کے تعاقب میں مظلوموں کی بددعائیں ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا عرش ہلا دیتی ہیں۔ ظلم کی موجودگی میں بزرگوں کی دعائیں مظلوموں کی بددعاؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ (۳) کچھ دیر کے لیے بزرگ کی حق گوئی و بیباکی نے بادشاہ کو غضبناک کیا۔ لیکن حقیقت کھلنے پر اس نے خود کو سنبھالا دیا۔ (۴) چونکہ ماحول میں حقائق اپنی تلخیوں سمیت موجود ہوتے ہیں۔ اس لیے اپنے مظالم کے حوالے سے حقائق کا سامنا کیا تو بات سمجھ میں آ گئی۔ (۵) چنانچہ بادشاہ نے حقائق کی تلخیاں دور کرنے کے لیے فوراً بے گناہوں کی رہائی کے احکامات جاری کیے۔ ستمگری سے توبہ کی۔ تب بزرگ دعا کے لیے آمادہ ہوا۔ (۶) نیک سیرت بزرگ نے پہلے دو رکعت نماز نفل ادا کیے اور پھر اللہ جل شانہٗ کے حضور دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیئے۔ (۷) اس شعر کے دعائیہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ ظالم کا ظلم کرنا ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بیماری کی فوج بھیج کر اسے گرفتار کر لیا تھا۔ ظلم سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے صلح کر لی۔ (۸) اللہ تعالیٰ کی ذات رحیم و کریم ہے۔ بڑے سے بڑے گناہ معاف کرنا صرف اسی کی شان ہے۔ چنانچہ اسی شان کے پیش نظر بزرگ کی دعا مکمل ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کی بیماری دور کر دی۔ (۹) اس شعر میں تندرست ہونے کے بعد بادشاہ کی خوشی کی انتہا بیان کی گئی ہے کہ وہ خوشی کی اس انتہائی کیفیت میں مور کی طرح اڑ جاتا۔ (۱۰) بادشاہ نے خوشی سے دیوانہ وار ہو کر بزرگ پر سیم و زر یا مال و دولت نچھاور و قربان کرنے کا حکم دیا کیونکہ بادشاہ اپنی سوچ میں بزرگ کو بھی دنیا دار سمجھ رہا تھا۔

مصرع اوّل	نمبر	مصرع ثانی
حق از بہر باطل نشاید نہفت	۱	ازاں جملہ دامن بیفشاند و گفت
باطل کی خاطر حق کو چھپانا نہ چاہیئے		اس نے تمام خزانے سے دامن جھٹک دیا اور کہا
مرو بر سر رشتہ بار دگر	۲	مبادا کہ دیگر کند رشتہ سر
نہرو کی جڑ کی طرف پھر دوبارہ نہ جانا		ایسا نہ ہو کہ دوبارہ نہرو سر اُبھالے
چو بارے فتادی نگہ دار پا	۳	کہ یک بار دیگر بلغزد زجا
جب ایک بار تو گرا ہے تو پیروں کو سنبھال		کہ دوبارہ اپنی جگہ سے نہ پھسلیں
ز سعدیؒ شنو کیں سخن راستست	۴	نہ ہر بارے افتادہ برخاستست
سعدیؒ سے سن لے یہ سچی بات ہے		کوئی گر کر ہر مرتبہ نہیں اُٹھتا ہے

گفتار⁵

بات

مصرع اوّل	نمبر	مصرع ثانی
جہان اے پسر ملکِ جاوید نیست	۶	ز دنیا وفاداری امید نیست
اے لڑکے دنیا ہمیشگی کا ملک نہیں ہے		دنیا سے وفاداری کی امید نہیں ہے
نہ بَر بادِ رفتے سحر گاہ و شام	۷	سریرِ سلیمان علیہ السلام
کیا صبح و شام ہوا پر نہ اڑتا تھا		حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت
باٰخر ندیدی کہ برباد رفت	۸	خنک آنکہ با دانش و داد رفت
آخر میں تو نے نہیں دیکھا کہ برباد ہو گیا		خوش تو وہ ہے جو دانائی اور انصاف کے ساتھ مرا
کسے زیں میاں گوئے دولت ربود	۹	کہ در بند آسائشِ خلق بود
حکومت کی بازی ان میں سے وہ جیت لے گیا		جو مخلوق کے آرام کی فکر میں رہا
بکار آمد آنہا کہ برداشتند	۱۰	نہ گرد آوریدند و بگذاشتند
وہی کام میں آیا جو سمیٹ لے گئے		نہ کہ وہ جو جمع کیا اور چھوڑ گئے

(۱) از بہر باطل: باطل کے واسطے۔ نشاید نہفت: نہیں چھپانا چاہیئے۔ ازاں جملہ: ان تمام سے۔ بیفشاند: اس نے جھاڑا۔ گفت: اس نے کہا۔ (۲) مرو: مت جا۔ بر سر رشتہ: رشتہ کی جڑ پر یعنی ناروے ہونے کے سبب پر۔ بار دگر: دوبارہ۔ مبادا: مت ہووے۔ دیگر: دوبارہ۔ کند: کرے۔ رشتہ سر: ناروا سر نکالے۔ (۳) چو: جب۔ بارے: ایک بار۔ فتادی: گر پڑا تو۔ نگہ دار: نگاہ رکھ۔ پا: پاؤں کو۔ بلغزد: پھسل سکتا ہے۔ زجا: جگہ سے۔ (۴) شنو: سُن۔ کیں: کہ یہ۔ سخن: بات۔ راستست: سچ ہے۔ نہ ہر بارے: ہر دفعہ نہیں۔ افتادہ: گرا ہوا۔ برخاستست: اٹھا ہے۔
(۵) گفتار: بات۔ (۶) پسر: لڑکا۔ ملک جاوید: ہمیشہ کا ملک۔ نیست: نہیں ہے۔
(۷) نہ: رفتے کے اوپر لگتا ہے۔ بَرباد: ہوا پر۔ رفتے: چلتا تھا۔ سحر گاہ: صبح۔ سریر: تخت۔ سلیمانؑ: مشہور پیغمبر اور بادشاہ جنکی حکومت جنوں، انسانوں اور پرندوں پر یکساں تھی۔ ان کے تخت کو ہوا اڑا کر جہاں وہ چاہتے لے جاتی تھی۔ (۸) ندیدی: نہیں دیکھا تو نے۔ برباد: ضائع۔ رفت: چلا گیا۔ خنک: مبارک۔ آنکہ: جو شخص کہ۔ بادانش: سمجھ کے ساتھ۔ داد: انصاف۔ (۹) کسے: جو شخص کہ۔ زیں میاں: ان کے درمیان سے۔ گوئے دولت: دولت کی گیند یعنی حکومت کی کامیابی۔ ربود: لے گیا۔ در بند: فکر میں۔ آسائش: آرام۔ بود: تھا۔ (۱۰) بکار آمد: کام میں آیا۔ آنہا: جو کچھ کہ۔ برداشتند: اٹھایا انہوں نے۔ گرد آوریدند: جمع کیا انہوں نے۔ و بگذاشتند: چھوڑ گئے۔

تشریح: (۱) بزرگ حق گو اور بے باک تھا۔ اس کی نظر میں دنیا ہیچ تھی۔ اس لیے اس نے حق گوئی کا شعار اپناتے ہوئے اس موقع پر حق بات کہنا ضروری سمجھا۔ (۲) بزرگ نے اپنا دامن جھٹکا اور کہا کہ اگر رعایا پر مظالم ڈھانے کی پھر غلطی کی تو دعا گوں (ناروا) کی بیماری کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب دوبارہ بھی آسکتا ہے۔ (۳) عقلمند یا ایمان والا ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ اے بادشاہ اگر تو عقلمند اور ایمان والا ہے تو دوسری بار ستم وکشتہ دکھے سوراخ سے ڈسے جانے کی صورت میں پھر سے ظلم وستم کی چکی مت چلانا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی چکی دیر سے چلتی ہے۔ جب چلتی ہے تو بڑا باریک پیستی ہے۔ (۴) اس شعر میں حکایت کے اختتام پر شیخ سعدیؒ نصیحت کر رہے ہیں کہ بار بار گرنے سے ہڈی ٹوٹ جاتی ہے۔ اگر مظالم کے طوفان میں دوبارہ گرے تو پھر کبھی نہ اٹھ سکو گے۔ (۵) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا اک بے حیثیت و بے حقیقت چیز ہے۔ اگر اس سے مفاد حاصل کرنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی بے لوث خدمت کرنی چاہیے۔ (۶) اس حقیقت سے انکار نہیں کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے کا ٹھکانہ نہیں۔ ؏ تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا۔ یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی۔ (۷) اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو بہت بڑی حکومت دی تھی۔ آج تک اتنی بڑی حکومت کسی کو نہ ملی اور نہ ہی اس کا آئندہ امکان ہے لیکن نتیجتہً وہ بھی دنیا چھوڑ گئے۔ (۸) سمجھدار آدمی دنیا کی ناپائیداری کا نکتہ جلد سمجھ لیتا ہے۔ اس لیے وہ دنیا میں دل نہیں لگاتا۔ ؏ جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے۔ (۹) ہر صناع کو اپنی بنائی ہوئی چیز پیاری لگتی ہے۔ یہ مخلوق بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اس لیے اُسے محبوب ہے۔ جس بادشاہ نے مخلوق کے سکھ چین کی فکر کی دنیا سے وہی کامیاب گیا۔ (۱۰) جو لوگ مخلوق کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کی خاطر اپنا مال و زر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر گئے۔ آخرت میں انہی لوگوں کا ذخیرہ ہو گا۔ جو جمع کر گئے وہ یہیں چھوڑ گئے۔

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
شنیدم کہ در مصر میر اجل	۲	سپہ تاخت بر روزگارش اجل
میں نے سنا ہے کہ مصر میں ایک بڑا سردار		اس کی عمر پر موت نے فوج دوڑا دی
جمالش برفت از رخِ دلفروز	۳	چو خور زرد شد پس نماند زروز
دل کو روشن کرنیوالے رُخ سے اس کا حسن جاتا رہا		اسلئے کہ جب سورج پیلا ہوا پھر دن کا کچھ باقی نہ رہا
گزیدند فرزانگاں دستِ فوت	۴	کہ در طب ندیدند داروئے موت
عقلمندوں نے اس کے فوت ہونے پر ہاتھ کو کاٹا		اس لئے کہ انہوں نے طب میں موت کی دوا نہ پائی
ہمہ تخت و ملکے پزیرد زوال	۵	بجز ملک فرمانده لایزال
تمام تخت اور ملک زوال کو قبول کرتے ہیں		ہمیشہ رہنے والے حاکم کے ملک کے علاوہ
چوں نزدیک شد روزِ عمرش بشب	۶	شنیدندمے گفت در زیرِ لب
جب اس کی زندگی کا دن رات کے قریب ہوا		تو لوگوں نے سنا وہ آہستہ سے کہتا تھا
کہ در مصر چوں من عزیزے نبود	۷	بچوں حاصل ہمیں بود چیزے نبود
میری طرح کا عزیز مصر میں نہ تھا		جب نتیجہ یہ تھا تو کچھ بھی نہ تھا
جہاں گرد کردم نخوردم برش	۸	برفتم چوں بیچارگاں از سرش
میں نے دنیا جمع کی اس کا پھل نہ کھایا		عاجزوں کی طرح اس پر سے میں چلا
پسندیدہ رائے کہ بخشید و خورد	۹	جہاں از پئے خویشتن گرد کرد
بہتر رائے والا وہی ہے جس نے دیا اور کھایا		دنیا اپنے لئے جمع کی
دریں کوش تا با تو ماند مقیم	۱۰	کہ ہرچہ از تو ماند دریغست و بیم
اس میں کوشش کر جب تک وہ تیرے پاس ہے		جو تجھ سے رہ جائیگا وہ افسوس ہے اور خوف

(۱) حکایت: کہانی۔ (۲) شنیدم: میں نے سنا۔ مصر: براعظم افریقہ کے شمال مشرق میں ایک ملک جس کا دارالحکومت قاہرہ ہے۔ میر اجل: بڑا سردار۔ سپہ: فوج۔ تاخت: دوڑائی۔ بر روزگارش: اس کی عمر پر۔ اجل: موت۔
(۳) جمالش: اس کا حسن۔ برفت: چلا گیا۔ دلفروز: دل کو روشن کرنے والا۔ چو خور: سورج کی طرح۔ شد: ہوگیا۔ پس: پھر۔ نماند: نہیں رہا۔ زروز: دن سے۔
(۴) گزیدند: کاٹے انہوں نے۔ فرزانگاں: جمع فرزانہ، عقلمند۔ دستِ فوت: افسوس کے ہاتھ۔ ندیدند: نہیں دیکھا انہوں نے۔ داروئے موت: موت کی دوا۔ (۵) ہمہ: تمام۔ پزیرد: قبول کرتا ہے۔ زوال: نقصان۔ بجز: سوائے۔ فرمانده: حکم دینے والا مراد اللہ تعالیٰ۔ لایزال: جو ہمیشہ رہے گا۔
(۶) چوں: جب۔ شد: ہوگیا۔ روز عمرش: اس کی عمر کا دن۔ بشب: رات کے۔ شنیدند: انہوں نے سنا۔ مے گفت: کہتا تھا۔ در زیر لب: لبوں کے نیچے یعنی آہستہ سے۔
(۷) چوں من: میرے جیسا۔ عزیزے: کوئی عزیز یعنی وزیر۔ نبود: نہ تھا۔ ہمیں: یہی۔ چیزے: کوئی چیز۔ مصر: ملک کا نام
(۸) گرد کردم: میں نے جمع کیا۔ نخوردم: نہیں کھایا میں نے۔ برش: اس کا پھل۔ برفتم: چلا گیا میں۔ چوں بیچارگاں: بیچاروں کی طرح۔ از سرش: اس کے سر سے۔
(۹) پسندیدہ رائے: اچھی رائے والا۔ بخشید: اس نے بخشا۔ خورد: اس نے کھایا۔ از پئے: واسطے۔ خویشتن: اپنے گرد۔ کرد: جمع کیا۔ (۱۰) دریں: اس میں۔ کوش: کوشش کر۔ تا: تاکہ۔ با تو: تیرے ساتھ۔ ماند: رہے۔ مقیم: قائم۔ ہرچہ از تو: جو کچھ تجھ سے۔ ماند: رہیگا۔ دریغست: افسوس ہے۔ بیم: خوف۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا میں مخلوق پر فی سبیل اللہ خرچ کیا گیا مال آخرت میں کام آئے گا جمع کر کے رکھا جانے والا مال دنیا میں کام آتا ہے نہ آخرت میں کیونکہ دنیا میں وہ اپنی ذات پر استعمال نہیں کرتا بلکہ جمع رکھتا ہے۔ آخرت میں اس نے بھیجا نہیں۔ (۲) اس شعر میں شیخ سعدیؒ مصر کے بادشاہ کی موت کے حوالے سے ایک شنیدہ (سنی ہوئی) کہانی بیان کرتے ہوئے بتانا چاہتے ہیں کہ دنیا کی حکومت بڑی ناپائیدار ہے۔ (۳) بادشاہ بہت خوبصورت تھا۔ اس کے حسن و جمال کی طرح اس کی حکومت بھی بڑی پائیدار سمجھی جاتی تھی لیکن جب موت آئی تو اس کی خوبصورتی کافور ہوگئی۔ (۴) بادشاہ کے ورثاء نے بہت چاہا کہ وہ کسی طرح زندگی کے دن دنیا میں اور گذار لے۔ بہت علاج معالجے کیے۔ لیکن موت کا حکم ایک اٹل فیصلہ ہے جس کا علاج کسی طبیب کے پاس نہیں۔ (۵) آیۂ قرآنی ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ۔ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ۔ مفہوم: ہر چیز فنا ہونے والی ہے صرف ربّ ذو الجلال کو ہی بقا ہے۔ کیونکہ وہ خالق و مالک ہے۔ (۶) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ بادشاہ کی رُوح جب قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی۔ اس وقت اکھڑے سانسوں اور دبی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ (۷) یہ شعر بھی پہلے شعر کا تتمہ ہے کہ موت کے وقت بادشاہ کے آخری الفاظ یہ تھے کہ میں مصر کا سب سے کامیاب ترین حکمران تھا اگر اس کا انجام موت ہے تو پھر دنیا کچھ بھی نہیں۔ (۸) میں تو دنیا کی بھول بھلیوں میں غرق ہو کر مال و زر جمع کرنے میں مصروف رہا غرباء و مساکین کی فکر نہ کی لیکن آج میں انہیں فقراء کی طرح دنیا سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔ (۹) دنیا میں اچھی سوچ رکھنے والا شخص وہ ہے جو اپنے مال و دولت سے خود بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور دوسروں کو بھی مفاد پہنچاتا ہے۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ جاریہ بہت بڑی نعمت ہے۔ جو مرنے کے بعد بھی کام آتی ہے۔ مصر کے بادشاہ نے مرتے وقت اپنے جمع شدہ مال کو صدقہ جاریہ میں خرچ نہیں کیا تھا۔ لہٰذا حسرت و یاس سے کہہ رہا تھا کہ اب تو یہ مال حساب دیتے وقت آفت ثابت ہوگا۔

مصرع اول		مصرع دوم
کند خواجہ بر بسترِ جاں گداز	۱	یکے دست کوتاہ و دیگر دراز
جان گھلانے والے بستر پر آقا		ایک ہاتھ سمیٹتا ہے ایک پھیلاتا ہے
دراں دم ترا مے نماید بدست	۲	کہ دہشت زبانش زگفتن بہ بست
اس وقت تجھے ہاتھ کے ذریعے دکھا رہا ہے		اس لیئے کہ خوف نے اس کی زبان باندھ دی ہے
کہ دستے بجود و کرم کن دراز	۳	دگر دست کوتاہ کن از ظلم و آز
کہ ایک ہاتھ تو دینے میں بخشش میں پھیلا		دوسرا ہاتھ ظلم اور حرص سے کوتاہ کر
کنونت کہ دستست خارے بکن	۴	دگر کے براری تو دست از کفن
اب کہ تیرا ہاتھ ہے کوئی کانٹا نکال		پھر کفن سے ہاتھ کب نکال سکے گا
بتابد بسے ماہ و پروین و ہور	۵	کہ سر بر نداری ز بالین گور
مدتوں تک چاند ستارے اور سورج چمکتے رہیں گے		تو قبر کے سرہانے سے سر نہ اٹھائیگا

حکایت(۶)

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
قزل ارسلاں قلعۂ سخت داشت	۷	کہ گردن بہ الوند برمے فراشت
قزل ارسلان ایک مضبوط قلعہ رکھتا تھا		جو الوند (پہاڑ) سے اپنی گردن اونچی رکھتا تھا
نہ اندیشہ از کس نہ حاجت بہ ہیچ	۸	چوں زلفِ عروساں رہش پیچ پیچ
نہ اس کو کسی کا ڈر تھا نہ کسی کی ضرورت		اس کا راستہ دلہنوں کی زلفوں کی طرح پیچ در پیچ تھا
چناں نادر افتاد در روضۂ	۹	کہ بر لاجوردی طبق بیضۂ
باغیچہ میں ایسا نادر واقع ہوا تھا		جیسا کہ سبز طباق میں انڈا
شنیدم کہ مردے مبارک حضور	۱۰	بنزدیک شاہ آمد از راہِ دور
میں نے سنا ہے کہ ایک بابرکت صحبت والا مرد		دور راستہ سے بادشاہ کے پاس آیا

(۱) کند: کرتا ہے۔ خواجہ: سردار۔ جاں گداز: جان پگھلانے والا۔ یکے دست: ایک ہاتھ۔ کوتاہ: چھوٹا۔ دیگر: دوسرا۔ دراز: لمبا۔ (۲) دراں دم: اس وقت۔ ترا: تجھ کو۔ مے نماید: دکھاتا ہے۔ بدست: ہاتھ سے۔ دہشت: خوف۔ زگفتن: بولنے سے۔ بہ بست: بند کردی۔ (۳) دستے: ایک ہاتھ۔ بجود: سخاوت کے ساتھ۔ کرم: بخشش۔ کن: کر۔ کوتاہ کن: چھوٹا کر۔ آز: حرص۔ (۴) کنونت: اب جب کہ تجھ کو۔ دست: ہاتھ ہے۔ خارے: کوئی کانٹا۔ بکن: نکال لے۔ دگر: پھر۔ کے: کب۔ براری: نکالے گا تو۔ دست: ہاتھ۔ از کفن: کفن سے۔

(۵) بتابد: چمکے گا۔ بسے: بہت مدت تک۔ ماہ: چاند۔ پروین: ستاروں کا جھنڈ۔ ہور: سورج۔ برنداری: اٹھا نہیں سکے گا تو۔ بالین: وہ اینٹ جو میت کے سر کے نیچے بطور تکیہ رکھی جاتی ہے۔ (۶) حکایت: کہانی۔ (۷) قزل ارسلان: ایران کے ایک بادشاہ کا نام۔ داشت: رکھتا تھا۔ الوند: ہمدان کے قریب ایک پہاڑ کا نام۔ برمے فراشت: اونچی رکھتا تھا۔ (۸) اندیشہ: خوف۔ از کس: کسی سے۔ بہ ہیچ: کسی چیز کی۔ چوں: مثل۔ عروساں: جمع دُلہن۔ رہش: اس کا راستہ۔ پیچ: چکردار۔ (۹) چناں: ایسا۔ نادر: بیمثال۔ افتاد: واقع ہوا تھا۔ روضۂ: ایک باغ۔ لاجوردی: سبز رنگ کا پتھر۔ طبق: طباق۔ بیضۂ: انڈا۔ (۱۰) شنیدم: میں نے سنا۔ مردے: ایک مرد۔ مبارک حضور: بابرکت صحبت والا۔ بنزدیک شاہ: بادشاہ کے نزدیک۔ آمد: آیا۔ راہِ دور: دُور کی راہ سے۔

تشریح: (۱) بادشاہ بسترِ مرگ پر پڑا کبھی جسم سکیڑتا اور کبھی کھولتا تھا۔ گویا کہ وہ بے بسی کی کیفیت بتا رہا تھا۔ دیکھنے والوں کو سمجھا رہا تھا کہ اس مقام پر امیر و غریب سب برابر ہیں۔ (۲) موت کے وقت ملک الموت و دیگر امورِ غیبیہ کے کھلنے سے اس پر ہیبت و دہشت طاری تھی جو زبان سے بولنے کی سکت چھین چکی تھی۔ (۳) جسم و ہاتھ کے سکڑنے و کھلنے میں وہ دنیا والوں کو بتا رہا تھا کہ موت و آخرت کی تلخیوں سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ جود و سخا میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو اور حرص و ہوس میں پیچھے ہٹ جاؤ۔ (۴) آج دنیا میں انسان کے ہاتھ آزادانہ طور پر کھلے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کھلے ہاتھوں سے کھلی سخاوت کرنی چاہیئے۔ موت کے بعد بند ہاتھ کبھی نہ کھل سکیں گے۔ (۵) تیرے دفن ہونے کے بعد عرصہ دراز تک دنیا قائم رہیگی لیکن تجھے قبر سے اٹھنا نصیب نہ ہوگا لہٰذا اے انسان غفلت کا دامن چھوڑ دے۔ (۶) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں کی نظر موت اور آخرت پر ہے ان کے نزدیک دنیا کے مضبوط قلعے کوئی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ ان قلعوں کی مضبوطی موت کے راستے میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتی۔ (۷) اس شعر میں قزل ارسلان نامی بادشاہ کی داستان کا آغاز کیا گیا ہے کہ اس کا قلعہ الوند نامی پہاڑ کی طرح بلند تھا جبکہ کوہ الوند کی اونچائی بارہ کوس بتائی جاتی ہے۔ (۸) اس قلعہ کی بلندی اور پیچیدہ ساخت کی وجہ سے اس پر کوئی دشمن بھی حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں رکھتا تھا۔ راستوں کی پیچیدگی کی وجہ سے کسی انجان کی رسائی ناممکن تھی۔ اس لیئے وہ (قزل ارسلان) بے خوف تھا۔ (۹) سفید پتھروں سے بنائے جانے کی وجہ سے وہ قلعہ سبز باغ میں ایسے جاذب نظر لگتا تھا جیسے کسی پلیٹ میں انڈا رکھا ہوا ہو۔ (۱۰) اس حکایت میں شیخ سعدیؒ اپنی شنیدہ بات بیان کر رہے ہیں کہ بادشاہ کے پاس ایک حقیقت شناس بزرگ سیاح آیا۔

۱	حقائق شناسے جہاندیدۂ	ہنر مندے آفاق گردیدۂ
	حقیقتوں کو پہچاننے والا جہاندیدہ تھا	ہنر مند تھا دنیا میں گھومے ہوئے تھا
۲	بزرگے زبان آورے کارداں	حکیمے سخن گوئے بسیار داں
	وہ بزرگ بہت چالاک اور تجربہ کار تھا	سمجھدار سخن گوئی اور بہت جاننے والا تھا
۳	قزل گفت چندیں کہ گردیدۂ	چنیں جائے محکم کجا دیدۂ
	قزل ارسلان نے اس سے کہا کہ تو دنیا میں اتنا پھرا	کیا کوئی ایسی مضبوط جگہ تونے اور بھی دیکھی ہے
۴	بخندید کیں قلعۂ خرم است	ولیکن نہ پندارمش محکم ست
	وہ ہنسا کہ یہ قلعہ مبارک ہے	لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ مضبوط ہے
۵	نہ پیش از تو گردن کشاں داشتند	دمے چند بودند و بگذاشتند
	کیا تجھ سے پہلے بادشاہ نہیں رکھتے تھے	چند دن ٹھہرے اور چھوڑ کر چلے گئے
۶	نہ بعد از تو شاہان دیگر برند	درختِ اُمید ترا برخورند
	کیا تیرے بعد دوسرے بادشاہ نہیں رہیں گے	تیری امیدوں کے درخت سے پھل کھائیں گے
۷	ز دَوران و ملکِ پدر یاد کن	دل از بند اندیشہ آزاد کن
	باپ کے ملک اور زمانہ کو یاد کر	دل کو فکر سے آزاد کر
۸	چناں روزگارش بکنجے نشاند	کہ بر یک پشیزش تصرف نماند
	زمانہ نے اس کو اس طرح گوشہ میں بٹھا دیا	اس کا ایک پیسہ پر تصرف نہ رہا
۹	چوں نومید ماند از ہمہ چیز و کس	اُمیدش بفضلِ خدا ماند و بس
	جب وہ ہر چیز اور ہر شخص سے ناامید ہوا	فقط خدا کی مہربانی پر اس کی امید رہی
۱۰	بر مرد ہشیار دنیا خس است	کہ ہر مدتے جائے دیگر کس است
	ہوشیار انسان کے نزدیک دنیا تنکا ہے	کہ ہر زمانہ میں دوسرے کی جگہ ہے

(۱) حقائق شناسے، حقیقتیں پہچاننے والا۔ جہاندیدہ، جہان کو دیکھے ہوئے یعنی تجربہ کار۔ آفاق گردیدہ، ایک جہان میں پھرا ہوا۔ (۲) بزرگے: وہ بزرگ۔ زبان آورے: بہت چالاک۔ کارداں: تجربہ کار۔ حکیم: سمجھدار۔ سخن گوئے، بات کرنے والا۔ بسیار داں، بہت جاننے والا۔ (۳) گفت: اس نے کہا۔ چندیں، اتنا پھرا۔ گردیدہ، اس نے دیکھا۔ چنیں، ایسی کوئی۔ جائے، جگہ۔ محکم، مضبوط۔ کجا، کیا کوئی۔ دیدہ: دیکھی تونے۔ (۴) بخندید، ہنس پڑا۔ کیں: مرکب کہ ایں، کہ یہ۔ خرم، مبارک۔ است ہے۔ نہ پندارمش، میں اس کو نہیں سمجھتا۔ محکم، مضبوط۔ ست: ہے۔ (۵) نہ: یہ داشتند کے اوپر لگتا ہے یعنی کیا نہیں رکھتے تھے۔ پیش از تو، تجھ سے پہلے۔ گردن کشاں: گردن کھینچنے والے یعنی متکبر بادشاہ۔ دمے، کوئی دم۔ چند، کتنے۔ بودند، رہے۔ بگذاشتند، چلے گئے۔ (۶) بعد از تو، تیرے بعد۔ شاہان دیگر: دوسرے بادشاہ۔ برند: اس کے اوپر شروع والا "نہ" لگ کر، نہیں لے جائیں گے۔ درختِ امید ترا، تیری امید کے درخت۔ برخورند، پھل کھائیں گے۔ (۷) دوراں زمانہ۔ ملکِ پدر، باپ کا ملک۔ یاد کن، یاد کر۔ بند اندیشہ: فکر کی قید۔ آزاد کن: آزاد کر۔ (۸) چناں، ایسے۔ روزگارش زمانے کے اسکو۔ بکنجے، ایک کونے میں۔ نشاند، بٹھا دیا۔ بر یک پشیزش: ایک پیسے پر اس کو۔ تصرف، استعمال۔ نہ ماند، نہ رہا۔ (۹) نومید: ناامید۔ ماند، رہ گیا۔ ہمہ: تمام۔ کس: انسان۔ امیدش: اسکی امید۔ بفضلِ خدا۔ خدا کی مہربانی پر۔ بس: صرف۔ (۱۰) مرد ہشیار، عقلمند آدمی۔ خس: تنکا یا کوڑا کرکٹ۔ ہر مدتے: ہر گھڑی۔ جائے دیگر کس: دوسرے آدمی کی جگہ۔

تشریح: (۱) وہ بزرگ سیاح جہاں متین اور جہاندیدہ تھا وہاں چست و چالاک بھی تھا اور ہنر مند بھی۔ (۲) وہ بزرگ سیاح حکمت و دانائی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ ہمیشہ جچی تلی بات کرنے میں مہارت سے کام لیتا تھا۔ (۳) قزل ارسلان نے اپنے قلعے کی تعریف کرتے ہوئے بزرگ سیاح سے پوچھا کہ اس جیسی مضبوط و محفوظ جگہ کہیں اور علاقوں میں بھی دیکھی ہے۔ (۴) وہ جہاندیدہ بزرگ سیاح قزل ارسلان کی بات سن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ یہ قلعہ تو بہت خوبصورت ہے لیکن مضبوط نہیں ہے۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ اگر یہ قلعہ مضبوط ہوتا تو تجھ سے پہلے بڑے بڑے مغرور بادشاہوں کو تحفظ فراہم کرتا۔
(۶) اس قلعے میں بیٹھے بیٹھے تجھے موت آجائے گی اور یہ قلعہ تیرے مرنے کے بعد کسی اور آدمی کے قبضے میں چلا جائے گا جو اس سے فائدہ اٹھائے گا۔
(۷) تجھ سے پہلے یہ ملک اور حکمرانی تیرے باپ کی تھی۔ اپنے باپ کی طرف فکر کی آنکھ سے دیکھ کہ حوادث نے اسے ایسا پامال کیا کہ آج وہ بے بس و بیکس ہے۔ (۸) باپ بڑھاپے کی وجہ سے یا حکومت پر بیٹے کے قابض ہونے کے باعث زندگی کے دن بسر کر رہا ہے۔ اور کوڑی کوڑی کا محتاج ہے۔
(۹) خواہشات کی تکمیل نہ ہونے اور مسلسل امیدوں کے ٹوٹنے سے وہ دنیا سے ایسا بد دل ہوا کہ اب وہ اللہ تعالیٰ کی نوازشات پر اعتماد کرنے لگا۔ (۱۰) اس شعر میں شیخ سعدیؒ کا قول پیش کیا گیا ہے کہ دنیا غلاظت کا ایک ڈھیر ہے۔ اس کی بیوفائی کا یہ عالم ہے کہ وہ ہمہ وقت کسی دوسرے کی تاڑ میں رہتی ہے۔

حکایت[1]

کہانی

مصرع اول		مصرع ثانی
چنیں گفت شوریدۂ در عجم	۲	بکسریٰ کہ اے وارث ملکِ جم
ایک بے باک نے عجم میں		کسریٰ کو کہا کہ اے جمشید کے ملک کے وارث
اگر ملک بر جم بماندے و بخت	۳	ترا چوں میسر شدے تاج و تخت
اگر ملک اور نصیبہ جمشید کا ساتھ دیتا		تاج و تخت تجھے کیسے میسر آتا
اگر گنج قاروں بدست آوری	۴	نماند مگر آنچہ بخشی بری
اگر قارون کا خزانہ تیرے ہاتھ لگ جائے		وہ بھی نہ رہے گا ہاں جو تو بخشے گا وہ لیجائے گا

حکایت[5]

کہانی

مصرع اول		مصرع ثانی
چوں الپ ارسلاں جاں بجاں بخش داد	۶	پسر تاج شاہی بسر بر نہاد
جب الپ ارسلان نے جان دینے والے کو جان دی		لڑکے نے شاہی تاج سر پر رکھا
بتربت سپردندش از تاج گاہ	۷	نہ جائے نشستن نہ آماجگاہ
تخت اور تاج سے ہٹا کر اس کو قبر کے سپرد کیا		جہاں نہ بیٹھنے کی جگہ نہ ٹہلنے کی
چنیں گفت دیوانۂ ہوشیار	۸	چو دیدش پسر روز دیگر سوار
ایک ہوشیار دیوانے نے یہ کہا		جب اس نے اس کے لڑکے کو دوسرے دن سوار دیکھا
زہے ملک و دوراں سرِ در نشیب	۹	پدر رفت و پائے پسر در رکیب
کیا ہی اوندھا ملک اور زمانہ ہے		باپ مرا اور بیٹے کا پیر رکاب میں ہے
چنیں ست گردیدنِ روزگار	۱۰	سبک سیر و بد عہد ناپائدار
زمانے کی گردش ایسی ہی ہے		تیز رفتار، بدعہد، ناپائیدار

(۱) حکایت، کہانی۔ (۲) چنیں، ایسے۔ گفت: اس نے کہا۔ شوریدہ، پریشان حواس والا۔ در عجم، ایران میں بکسریٰ، کسریٰ ایران کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ جم، جمشید کا مخفف ہے جو ایران کا ایک بادشاہ گزرا ہے (۳) بر جم، جمشید کے پاس۔ بماندے، رہتا۔ بخت، نصیب ترا: تجھ کو۔ چوں، کیسے۔ میسر، حاصل۔ شدے، ہوتا (۴) گنج، خزانہ۔ قاروں، موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا ایک کنجوس مالدار۔ بدست آوری: ہاتھ میں لا دے تو۔ نماند، نہیں رہے گا۔ آنچہ: جو کچھ کہ۔ بخشی، بخش دے تو۔ بری، لے جائے تو۔

(۵) حکایت: کہانی۔ (۶) الپ ارسلان، پیٹ بھرے شیر کو کہتے ہیں، ایرانی بادشاہ کا نام ہے۔ بجاں بخش، جان بخشنے والے کو یعنی خدا کو۔ داد: دی اس نے۔ پسر: بیٹا۔ بسر، سر پر۔ بر نہاد نہاد: اس نے رکھا۔ (۷) بتربت، قبر کے۔ سپردندش: اس کو انہوں نے سپرد کر دیا۔ نہ جائے نشستن: نہ بیٹھنے کی جگہ۔ آماجگاہ: نشانہ بازی کی جگہ۔

(۸) چنیں: ایسے۔ گفت: اس نے کہا۔ چو دیدش، جب اس نے اس کو دیکھا۔ پسر: بیٹا۔ روزِ دیگر: دوسرے دن۔ (۹) زہے، کیا ہی اچھا ہے۔ دوراں: زمانہ سر در نشیب، سرپرستی میں جانے والا۔ مراد زوال پذیر۔ پدر: باپ۔ رفت، چلا گیا۔ پائے پسر: بیٹے کا پاؤں۔ رکیب، رکاب۔ (۱۰) گردیدن، پھرنا۔ روزگار: زمانہ۔ سبک سیر، تیز چلنے والا۔ بدعہد: بُرے وعدے والا۔ ناپائدار، کمزور۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے آباؤ اجداد کی موت کو یاد کر کے یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ ان کی طرح مال و دولت چھوڑ کر ہمیں بھی چلے جانا ہے۔ (۲) کسریٰ مملکت ایران کا وارث تھا جبکہ ایران جمشید کی فرمانروائی میں رہ چکا تھا۔ کسریٰ کو کسی مجذوب نے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ (۳) اگر حکومت ہمیشہ کے لیئے ہوتی تو یہ اب بھی جمشید کے قبضہ میں ہوتی۔ تیرے پاس یہ قطعاً نہ ہوتی۔ جس طرح آج یہ تیرے پاس ہے۔ کل کسی اور کے پاس ہو گی۔ (۴) دنیا کے تمام خزانے جمع کرنے کے باوجود بھی وہ بالآخر تجھ سے (موت کے بعد) چھین جائیں گے۔ مخلوق کی بہبود اور اللہ کی راہ میں خرچ شدہ مال پائیدار ہوتا ہے۔ (۵) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کی حقیقت اس گلنے والے کی طرح ہے جو روزانہ اک نئے گھر میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتا ہے۔ (۶) الپ ارسلان ایسے شیر کو کہتے ہیں جس کا پیٹ بھرا ہوا ہو۔ الپ ارسلان ایرانی بادشاہ کا نام تھا جب یہ موت کی آغوش میں چلا گیا تو اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ (۷) الپ ارسلان کو مرنے کے بعد تخت شاہی سے اتار کر تنگ قبر میں سُلا دیا گیا۔ قبر ایسی جگہ ہے جو تیر اندازی کا میدان تو درکنار وہ بیٹھنے کی جگہ بھی نہیں۔ (۸) جب شہزادہ شاہی گھوڑے پر سوار ہو کر گذرا تو اسے کسی مجذوب نے دیکھتے ہوئے کہا کہ دنیا اور اس کی حشمت کوئی مروت نہیں رکھتی کہ باپ کے بعد بیٹا موت کی طرف ہے۔ (۹) ابھی باپ کا انتقال ہوئے چند ہی دن گذرے ہیں کہ باپ کے بعد بیٹا بھی موت کی راہ اختیار کیئے ہوئے ہے۔ (۱۰) دنیا کا وطیرہ ہی یہ ہے کہ وہ گذر جانے میں جلد بازی کرتا ہے۔ ناپائیداری کا عالم یہ ہے کہ وہ ایسا بدعہد ہے کہ وعدے کی پاسداری قطعاً نہیں کرتا۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	چوں دیرینہ روزے سر آورد عہد	جواں دولتے سر برآرد زمہد
	جب بوڑھا اپنا زمانہ ختم کرتا ہے	جوان دولت والا گھوارے سے سر اٹھاتا ہے
۲	منہ برجہاں دل کہ بیگانہ ایست	چوں مطرب کہ ہر روز در خانہ ایست
	دُنیا سے دل نہ لگا یہ بیگانہ ہے	گویّے کی طرح کہ ہر روز ایک گھر میں ہے
۳	نہ لائق بود عیش با دلبرے	کہ ہر بامدادش بود شوہرے
	ایسے دلبر کے ساتھ زندگی مناسب نہیں ہے	کہ ہر صبح کو جس کا ایک شوہر ہو
۴	نکوئی کن امسال چوں دِہ تراست	کہ سالِ دگر دیگرے دِہ خداست
	اس سال نیکی کرلے جب کہ دیہات تیرا ہے	کیونکہ آئندہ سال کوئی دوسرا دیہات کا مالک ہوگا

حکایت

کہانی

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۶	شنیدم کہ از بادشاہان غور	گرفتے خرِ روستائی بزور
	میں نے سنا کہ غور کے بادشاہوں میں سے ایک	دیہاتیوں کے گدھے زور سے پکڑ لیتا تھا
۷	خراں زیر بارِ گراں بے علف	بروز دو مسکین شدندے تلف
	گدھے بغیر چارہ کھلائے بھاری بوجھ کے نیچے	مسکین دو دن میں ہلاک ہو جاتے
۸	چوں منعم کند سفلہ را روزگار	نہد بر دلِ تنگِ درویش بار
	جب زمانہ کسی کمینے کو بڑا بنا دیتا ہے	تو وہ فقیر کے تنگ دل پر بار ڈالتا ہے
۹	چوں بام بلندش بود خود پرست	کند بول وخاشاک بر بام پست
	جب کسی خود پرست کی اٹاری اونچی ہوتی ہے	وہ پیشاب اور کوڑا نیچی چھت پر ڈالتا ہے
۱۰	شنیدم کہ بارے بعزمِ شکار	بروں رفت بیداد گر شہریار
	میں نے سنا ہے کہ ایکبار شکار کے ارادے سے	ظالم بادشاہ باہر نکلا

(۱) چوں: جب۔ دیرینہ روزے: پرانے زمانے والا۔ سر آورد: آخر کو لے آیا۔ عہد: زمانہ۔ جواں دولتے: کوئی جوان نصیبے والا۔ سر برآرد: سر نکال لیتا ہے۔ زمہد: گود یا پنگھوڑے سے۔ (۲) منہ: مت رکھ۔ ایست: یہ ہے۔ مطرب: گویّا۔ درخانہ: ایک گھر میں۔ (۳) نہ لائق بود: لائق نہ ہووے۔ عیش: زندگی۔ بادلبرے: ایسے دلبر کے ساتھ۔ ہر بامدادش: ہر صبح اس کو۔ بود: ہووے۔ شوہرے: ایک شوہر۔ (۴) نکوئی: نیکی۔ کن: کر۔ امسال: اس سال۔ دِہ: گاؤں۔ تراست: تیرا ہے۔ سالِ دگر: دوسرے سال۔ دیگرے: کوئی دوسرا۔ دِہ خدا: دیہات کا مالک۔

(۵) حکایت: کہانی۔ (۶) شنیدم: میں نے سنا۔ بادشاہانِ غور: غور کے بادشاہ۔ غور افغانستان کا ایک شہر ہے۔ ہندوستان کا غوری خاندان اسی کی طرف منسوب ہے۔ گرفتے: پکڑ لیتا۔ خرِ روستائی: دیہاتی کا گدھا۔

(۷) خراں: جمع گدھے۔ زیر بار گراں: بھاری بوجھ کے نیچے۔ بے علف: بغیر چارہ کے۔ بروز دو: دو دنوں میں۔ مسکین: بیچارے۔ شدندے: ہو جاتے۔ تلف: ہلاک۔ (۸) چوں: جب۔ منعم: مالدار۔ کند: کردے۔ سفلہ: کمینہ۔ روزگار: زمانہ۔ نہد: رکھتا ہے وہ۔ دلِ تنگِ درویش: فقیر کا تنگ دل۔ بار: بوجھ۔

(۹) بام بلندش: اس کا بلند مکان، ش ضمیر کا مرجع خود پرست ہے اور یہ اضمار قبل الذکر ہے۔ بود: ہووے۔ خود پرست: خود بیں مراد کمینہ۔ کند: کرتا ہے۔ بول: پیشاب۔ خاشاک: کوڑا۔ بام پست: نچلا مکان۔

(۱۰) شنیدم: میں نے سُنا۔ بارے: ایک بار۔ بعزمِ شکار: شکار کے ارادے سے۔ بروں رفت: باہر چلا گیا۔ بیداد گر: ظالم۔ شہریار: بادشاہ۔

تشریح: (۱) دنیا اس قدر ناپائیدار ہے کہ ادھر کو بوڑھا فوت ہوا اور ادھر اس کا نوجوان بیٹا جانشین کی حیثیت سے پر پرزے نکال لیتا ہے۔ (۲) دنیا کا یہ جہان انتہائی بے وفا ہے۔ اس کی بے وفائی کی مثال ایسے ہے جیسے روزانہ کوئی گلوکار گانا گانے کے لیئے جگہ بدلتا رہتا ہو۔ (۳) عزت دار آدمی کے لیئے ایسے محبوب کے ساتھ عیش وعشرت کے لمحات گذارنا اہانت آمیز ہے جو ہر روز نیا محب تلاش کرتا ہو۔ (۴) سردست تو ہی بادشاہ ہے۔ آج یہ ملک تیرے ہاتھ میں ہے چنانچہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نیکیاں کرلے۔ کل نہ جانے تیری جگہ پر کون بادشاہ ہوگا۔ (۵) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ظلم ایک ایسی چیز ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے اتنی ہی کم ہے۔ ظالم کے منہ پر کلمہ حق کہہ کر افضل جہاد کا فریضہ ادا ہو۔ (۶) اس شعر میں شیخ سعدیؒ اپنی سنی ہوئی داستان بیان کر رہے ہیں کہ افغانستان کے شہر "غور" کا ایک حکمران جانور پکڑ کے ان سے بیگار لیتا تھا۔ (۷) بیگار لینے کے بعد گدھوں کے چارے کا انتظام نہیں کرتا تھا۔ اس لیئے وہ سخت محنت اور بھوک کی شدت کی وجہ سے ایک دو دن میں ہلاک ہو جاتے تھے۔ (۸) جب کمینہ شخص دولتمند اور حکمران ہوتا ہے تو وہ کمزوروں کو اپنے ظلم کا تختۂ مشق بنا دیتا ہے۔ (۹) خود غرض لوگ دوسروں کی ذلت کا تماشہ دیکھنے کے لیئے نچلی چھتوں پر پیشاب کرتے ہیں۔ نچلی چھتوں سے مُراد غربا ہیں اور پیشاب سے مُراد استہزا و مظالم ہیں۔ (۱۰) اس شعر میں شیخ سعدیؒ اپنی سُنی ہوئی کہانی بیان کر رہے ہیں کہ ایک ستمگر بادشاہ شکار کھیلنے کی غرض سے جنگل میں گیا۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱	پیاپے بدنبال صیدے براند	شبش درگرفت از حشم دور ماند
	پے در پے ایک شکار کے پیچھے دوڑا	اس کو رات نے آ پکڑا، نوکروں سے دور رہ گیا
۲	بہ تنہا ندانست رُوئی و رہے	بہ بیند اخت ناکام شب در دہے
	اکیلا کسی شخص اور راستہ کو نہ پہچان سکا	ناکام ہو کر رات کو ایک گاؤں میں ڈیرا ڈال دیا
۳	خرے دید پوئندہ و کارگر	توانا و زور آور و بار بر
	اس نے ایک گدھا دیکھا، بھاگنے والا، کام کا	تکڑا، طاقت ور، بوجھ لے جانے والا
۴	یکے مردِ کُرد استخوانے بدست	چناں مے زدش کاستخوانے شکست
	ایک کردی ہڈی ہاتھ میں لیئے ہوئے	اسکو اس طرح مار رہا تھا کہ اس کی ہڈیاں توڑتا تھا
۵	شہنشہ برآشفت و گفت اے جواں	زحد رفت جورت بریں بے زباں
	بادشاہ بگڑ گیا اور بولا اے جوان	اس بے زبان پر تیرا ظلم حد سے بڑھ گیا
۶	چوں زور آوری خود نمائی مکن	برافتادہ زور آزمائی مکن
	اگر تجھ میں طاقت ہے تو خود نمائی نہ کر	کمزور پر زور آزمائی نہ کر
۷	پسندش نیامد فرومایہ قول	یکے بانگ بر بادشاہ زد بہول
	کمزور بات اس کو پسند نہ آئی	وہ بادشاہ پر خوفناک آواز سے چیخا
۸	گرفتم نہ بے ہودہ ایں کار پیش	بروچوں ندانی پس کارِ خویش
	میں نے یہ کام خواہ مخواہ نہیں کیا ہے	جب تو نہیں جانتا تو اپنے کام میں لگ
۹	بسا کس کہ پیشِ تو معذور نیست	چوں وابینی از مصلحت دور نیست
	بہت سے آدمی جو تیرے نزدیک معذور نہیں ہیں	اگر غور سے دیکھے گا تو مصلحت سے خالی نہیں ہے
۱۰	ملک را درشت آمد از وے خطاب	بگفتا بیا تا چہ بینی صواب
	اس کی گفتگو بادشاہ پر گراں گزری	اس نے کہا تو کیا خوبی دیکھتا ہے

(۱) پیاپے: لگاتار۔ بدنبال صیدے: ایک شکار کے پیچھے۔ براند: چلایا یعنی گھوڑا دوڑایا۔ شبش: رات نے اس کو۔ درگرفت: آلیا یعنی رات پڑ گئی۔ حشم: نوکر چاکر۔ دُور ماند: دُور رہ گیا۔ (۲) بہ تنہا: اکیلے نے۔ ندانست: اس نے نہ جانا۔ رُو: طرف۔ رہے: کوئی راستہ۔ بیند اخت: ڈال دیا ناکام: مجبوراً۔ شب: رات۔ در دہے: ایک گاؤں میں۔ (۳) خرے: ایک گدھا۔ دید: دیکھا اس نے۔ پوئندہ: دوڑنے والا۔ کارگر: کام کرنیوالا۔ توانا: طاقتور۔ باربر: بوجھ لیجانے والا۔ (۴) یکے: ایک۔ مردِ کُرد: کُرد قوم کا ایک مرد۔ استخوانے: ایک ہڈی بدست: ہاتھ میں۔ چناں: ایسے۔ مے زدش: اُسکو مارتا تھا۔ کاستخوانے: گویا کہ کوئی ہڈی۔ شکست: توڑ رہا ہے۔ (۵) برآشفت: غصہ میں آگیا۔ گفت: اس نے کہا۔ زحد: حد میں۔ رفت: گزر گیا۔ جورت: تیرا ظلم۔ بریں: اس پر۔ (۶) زور آوری: طاقتور ہے تو۔ خود نمائی: اپنا آپ دکھانا یعنی مغروری۔ مکن: مت کر۔ برافتادہ: گرے ہوئے پر۔ (۷) پسندش: اس کو پسند۔ نیامد: نہ آیا۔ فرومایہ: گھٹیا قول: بات۔ بانگ: آواز۔ زد: ماری اس نے۔ بہول: رعب سے۔ (۸) گرفتم: میں نے مانا۔ بے ہودہ: بے سبب یا بے وجہ۔ ایں کار: یہ کام۔ پیش: سامنے۔ برو: تو جا۔ چوں: جب۔ ندانی: نہیں جانتا تو۔ پس کارِ خویش: اپنے کام کے پیچھے۔ (۹) بساکس: بہت سے لوگ۔ پیش تو: تیرے سامنے۔ نیست: نہیں ہے۔ وابینی: غور سے دیکھے تو۔ مصلحت: پوشیدہ خوبی۔ (۱۰) ملک: بادشاہ۔ درشت: سخت۔ آمد: آیا۔ از وے: اس سے خطاب: گفتگو۔ بگفتا: اس نے کہا۔ بیا: آ یہاں یعنی لا۔ تاچہ: تاکہ کیا۔ بینی: دیکھتا ہے۔ صواب: درست۔

تشریح: (۱) بادشاہ کو جنگل میں ایک شکار مل گیا۔ جس کے تعاقب میں بادشاہ نے اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ انجام کار یہ کہ بادشاہ گھوڑا دوڑاتے دوڑاتے تن تنہا بہت آگے نکل آیا۔ (۲) بادشاہ اتنا دُور آگیا کہ اسے راستے اور سمت کا علم بھی نہ ہو سکا۔ اس لیئے اسے رات گزارنے کے لیئے ایک گاؤں میں رہنا پڑا۔ (۳) اسی اثنار میں بادشاہ نے گاؤں کے اندر ایک فربہ گدھا دیکھا جو بہت ہی طاقتور اور بار بردار تھا۔ (۴) بادشاہ نے دیکھا کہ کُرد قبیلے کا ایک شخص اپنے ہاتھ میں ہڈی لیئے ہوئے تھا اور اسی ہڈی سے گدھے کی پٹائی کر رہا تھا۔ گویا کہ وہ ہڈی توڑ رہا ہو۔ (۵) گدھے کے ساتھ کُرد شخص کی بے رحمانہ بدسلوکی بادشاہ کو غضب میں لے آئی۔ چنانچہ بادشاہ نے کُرد سے انتہائی غصیلے انداز میں کہا۔ (۶) کہ اے جوان، اگر تیرے اندر اتنی قوت و طاقت ہے تو پھر اس کا اظہار کرنے کے لیئے گدھے ایسے بے زبان جانور پر اپنی زور آزمائی مت کر۔ (۷) چنانچہ کُرد جوان کو (بادشاہ کی) یہ بات ناپسند محسوس ہوئی۔ اس نے ڈانٹ ڈپٹ کے انداز میں بادشاہ کو کھری کھری کہہ سنائی۔ (۸) کہ جب کسی بات کا علم نہ ہو تو خواہ مخواہ ٹانگ اڑائی نہیں کرنی چاہیئے۔ میں گدھے کی پٹائی بلاوجہ نہیں کر رہا۔ اس میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہے۔ (۹) بہت سے ایسے لوگ تیری نظر سے گزرے ہوں گے جن کا معاملہ تجھے مصلحت سے خالی نظر آتا ہو گا۔ مگر غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہو گا کہ واقعی یہ فعل بلا جواز نہیں۔ (۱۰) کُرد (شخص) کی تلخ کلامی بادشاہ کو ناگوار گزری۔ چنانچہ بادشاہ نے پھر بھی یہی کہا کہ گدھے کو بے دردی سے مارنے کی مصلحت بتلا دے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	کہ پندارم از عقل بیگانۂ	نہ مستی ہمانا کہ دیوانۂ
	میں سمجھتا ہوں تو عقل سے بیگانہ ہے	مست نہیں بلکہ تو دیوانہ ہے
۲	بخندید کائے ترکِ ناداں خموش	مگر حال خضرت نیامد بگوش
	وہ ہنسا کہ اے بے عقل ترک چپ رہ	شاید خضر کا حال تیرے کان میں نہیں پڑا
۳	نہ دیوانہ خواند کس اُو را نہ مست	چرا کشتیٔ ناتواناں شکست
	اسے کوئی نہ دیوانہ کہتا ہے نہ مست	اس نے غریبوں کی کشتی کیوں توڑی
۴	جہاں جوئی گفت اے ستمگار مُرد	چہ دانی کہ خضرؑ آں برائے چہ کرد
	بادشاہ نے کہا اے ظالم انسان	تجھے کیا معلوم کہ خضر نے وہ کیوں کیا تھا
۵	دراں بحر مردِ جفا پیشہ بود	کہ دلہا ازو بحرِ اندیشہ بود
	اس سمندر میں ایک ظالم انسان تھا	جس کی وجہ سے دل فکر کا سمندر تھے
۶	جزائر ز کردارِ اُو پر خروش	جہانے زدستش چوں دریا بجوش
	جزیروں کے باشندے اس سے نالاں تھے	ایک دنیا اسکے ہاتھ سے دریا کی طرح متلاطم تھی
۷	پس آں راز بہرِ مصالح شکست	کہ سالارِ ظالم نگیرد بدست
	تو اس کو مصلحتوں کی وجہ سے توڑا تھا	تاکہ ظالم سردار نہ پکڑلے
۸	شکستہ متاعے کہ در حرز تست	ازاں بہ کہ در دستِ دشمن درست
	شکستہ سامان جو تیرے قبضہ میں ہے	اس سے بہتر ہے کہ وہ سالم دشمن کے ہاتھ پڑے
۹	بخندید دہقانِ روشن ضمیر	کہ پس حق بدستِ منست اے امیر
	روشن باطن گاؤں والا ہنسا	کہ پھر تو حق میرے ہاتھ میں ہے
۱۰	نہ از جہل مے بشکنم پائے خر	کہ از جورِ سلطانِ بے دادگر
	میں نادانی کی وجہ سے گدھے کا پیر نہیں توڑ رہا ہوں	بلکہ ظالم بادشاہ کے ظلم سے ڈر کر

(۱) پندارم: میں سمجھتا ہوں۔ بیگانۂ: کورا ہے تو۔ نہ مستی: مست نہیں ہے تو۔ کہ: بلکہ۔ دیوانۂ: دیوانہ ہے تو۔ (۲) بخندید: ہنس پڑا۔ کائے: کہ اے۔ ترکِ ناداں: نادان سپاہی مُراد بادشاہ۔ مگر: شاید۔ حال خضرت: خضرؑ کا حال۔ تَ بگوش کے ساتھ لگی ہے یعنی تیرے کان میں نیامد: نہیں آیا۔ (۳) خواند: کہا اس نے۔ کس اُورا: کسی نے اس کو۔ چرا: کیوں۔ ناتواناں: کمزور اور غریب۔ شکست: توڑی اس نے۔ (۴) جہاں جوئی: جہاں ڈھونڈنے والا یعنی بادشاہ۔ گفت: کہا۔ ستمگارہ مَرد: ظالم مَرد۔ چہ دانی: تو کیا جانے۔ خضرؑ: سابقہ امتوں میں سے ایک ولی یا پیغمبر کا نام جن کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ آں: وہ کام۔ برائے چہ: کس واسطے۔ کرد: کیا۔ (۵) دراں بحر: اس سمندر میں۔ مردِ جفا پیشہ: ایک ظالم مَرد۔ بود: تھا۔ دلہا: لوگوں کے دل۔ ازو: اس سے۔ بحرِ اندیشہ: فکروں کے سمندر۔ (۶) جزائر: جزیرے۔ زکردارِ او: اس کے کردار سے۔ پُر خروش: چیخ و پکار سے بھرے ہوئے۔ جہانے: ایک جہان۔ زدستش: اسکے ہاتھ سے۔ چوں: مثل۔ بجوش: جوش میں۔ (۷) آں را: اس کو۔ ز بہرِ مصالح: مصلحتوں کے واسطے۔ شکست: اس نے توڑا۔ سالارِ ظالم: ظالم سردار۔ نگیرد: نہ پکڑے۔ بدست: ہاتھ میں۔ (۸) شکستہ: ٹوٹا ہوا۔ متاعے کہ: جو سامان کہ۔ حرز تست: تیری حفاظت۔ ازآں: اس سے۔ بہ: بہتر۔ در دستِ دشمن: دشمن کے ہاتھ میں۔ درست: ٹھیک ٹھاک۔ (۹) بخندید: وہ ہنسا۔ دہقاں: کسان۔ روشن ضمیر: روشن دل۔ پس: پھر۔ بدستِ من: میرے ہاتھ میں۔ است: ہے۔ (۱۰) جہل: نادانی۔ مے بشکنم: شروع والا "نہ" اس کے اوپر لگ کر: نہیں توڑتا ہوں میں۔ پائے خر: گدھے کے پاؤں۔ جورِ سلطانِ بے دادگر: ظالم بادشاہ کے ظلم سے۔

تشریح: (۱) کُرد نے گدھے کی پٹائی کے حوالے سے مصلحت بیان کرنے سے پہلے کہا کہ تم تو عقل سے فارغ محسوس ہوتے ہو۔ تم کیا جانو کہ اس میں کونسی مصلحت پوشیدہ ہے۔ (۲) کُرد کہنے لگا۔ کہ اگر تم حضرت خضرؑ کے مصلحت پر مبنی واقعات کا علم رکھتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ میرے فعل میں کیا مصلحت مخفی ہے۔ (۳) جب حضرت خضرؑ نے وہ کشتی توڑی جس پر خود بلا معاوضہ سوار تھے۔ انہیں کسی نے بھی دیوانہ یا ظالم نہیں کہا۔ جبکہ تم مجھے مجنوں و ستمگر کہہ رہے ہو۔ (۴) بادشاہ نے کُرد کی جہالت کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہا کہ حضرت خضرؑ کی مصلحت کا اظہار کر کے اے (کُرد شخص) کو مجرم ٹھہرانے کی سعی کی۔ (۵) جس سمندر میں حضرت خضرؑ نے کشتی توڑی تھی۔ اس سمندر میں ایک ستمگر ایسا تھا جو جبراً لوگوں کی کشتیاں چھین لیتا تھا۔ جس سے لوگ غمگین تھے۔ (۶) اس سمندری قزاق کے جبر و ستم کے چرچے اسقدر عام تھے کہ جزیرے میں رہنے والا ہر شخص اس کے ظلم کی دستبرد میں تھا۔ (۷) وہ کشتی تو حضرت خضرؑ نے اس مصلحت کی بنا پر توڑی تھی کہ وہ عیب دار ہو جائے تاکہ سمندری قزاق اسے نہ چھین سکے۔ (۸) اس شعر میں بادشاہ نے طعنہ زن کرتے ہوئے کُرد سے کہا کہ چونکہ تم ناقدر شناس شخص ہو اس لیے تمہاری ناقدری متقضی ہے کہ تمہارا ٹوٹا پھوٹا سامان دشمن کے پاس ہو۔ (۹) کُرد کو بادشاہ کی یہ بات سن کر ہنسی آئی۔ چنانچہ اسی حال میں بادشاہ سے کہنے لگا کہ اس مصلحت خضروی کے پیش نظر میرا گدھے کو زخمی کرنا مبنی بر حق ہے۔ (۱۰) اس شعر میں کُرد کسان بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ میں گدھے کو بلاوجہ زخمی نہیں کر رہا۔ بلکہ ایک ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچانے کیلئے مار رہا ہوں۔

شعر	نمبر	شعر
خر ایں جائیکہ لنگ وتیمار کش	۱	ازاں بہ کہ پیشِ ملک بارکش
اس جگہ لنگڑا اور رنجیدہ گدھا		اس سے بہتر ہے کہ بادشاہ کے پاس بوجھ اٹھانیوالا ہو
تو آں را نگوئی کہ کشتی گرفت	۲	کہ چوں تا ابد نام زشتی گرفت
تو اسے کچھ نہیں کہتا جس نے کشتی پکڑی		کہ اس نے قیامت تک کیلئے کیسی بدنامی حاصل کرلی
تفو بر چناں ملک و دولت کہ راند	۳	کہ شنعت براو تا قیامت بماند
ایسے ملک اور حکومت پر تھو ہے جو اس نے چلائی		کہ اس پر برائی قیامت تک کے لیے رہی
ستمگر جفا بر تنِ خویش کرد	۴	نہ بر زیر دستانِ درویش کرد
ظالم نے اپنے اوپر ظلم کیا		نہ کہ غریب ماتحتوں پر
کہ فردا دراں محفلِ نام وننگ	۵	بگیرد گریباں وریشش بچنگ
اسلئے کہ کل کو عزت اور ذلت کی اس محفل میں		وہ چنگل سے اس کا گریبان اور داڑھی پکڑیگا
نہد بار اوزار بر گردنش	۶	نیارد سر از عار بر کردنش
گناہوں کا بوجھ اس کی گردن پر دھریگا		وہ اپنے کیئے کی ذلت سے سر نہ اٹھائیگا
گرفتم کہ خر بارش اکنوں کشد	۷	دراں روز بار خراں چوں کشد
میں مانتا ہوں آج گدھا اس کا بوجھ اٹھاتا ہے		اس دن گدھے کا بوجھ وہ کیسے اٹھائیگا
گر انصاف پرسی بد اختر کس است	۸	کہ در راحتش رنج دیگر کس است
اگر تو انصاف سے پوچھے تو بدنصیب وہ شخص ہے		کہ اس کے آرام میں دوسرے کو تکلیف ہے
ہمیں پنج روزش تنعم بود	۹	کہ شادیش در رنجِ مردم بود
یہی کچھ دن اس کی راحت کے ہوتے ہیں		جس کی خوشی لوگوں کے رنج میں ہے
اگر بر نخیزد بہ آں مُردہ دِل	۱۰	کہ خسپند از و مردم آزردہ دل
اگر وہ مُردہ دل سو کر نہ اٹھے تو بہتر ہے		جس کی وجہ سے لوگ آزردہ دل ہو کر سوئیں

(۱) خر: گدھا۔ ایں جائیکہ: اس جگہ۔ لنگ: لنگڑا۔ تیمار کش: غم کھینچنے والا۔ ازآں بہ: اس سے بہتر ہے۔ پیشِ ملک: بادشاہ کے سامنے۔ بارکش: بوجھ کھینچنے والا۔ (۲) تو آں را: تو اس کو۔ نگوئی: نہیں کہتا۔ کہ: جس نے کہ۔ گرفت: پکڑی۔ کہ چوں: کہ کیسے۔ تا ابد: ہمیشہ تک کے لیئے (۳) تفو: تف ہے۔ بر چناں: ایسی پر۔ ملک و دولت: حکومت اور ملک۔ کہ راند: جو کہ اس نے چلائی۔ شنعت: ملامت۔ بر و: اس پر۔ بماند: رہ گئی۔ (۴) ستمگر: ظالم۔ جفا: ظلم۔ بر تنِ خویش: اپنے بدن پر۔ کرد: کیا اس نے۔ بر زیر دستانِ درویش: بیچارے ماتحتوں پر۔ (۵) فردا: کل کو یعنی قیامت کو۔ دراں: اس میں۔ محفل نام وننگ: عزت اور ذلت کی محفل یعنی حساب کتاب کے وقت۔ بگیرد: پکڑے گا۔ ریشش: اس کی داڑھی۔ بچنگ: چنگل سے۔ (۶) نہد: رکھدے گا۔ بار آو زار: گناہوں کا بوجھ۔ بر گردنش: اسکی گردن پر۔ نیارد: نہیں طاقت رکھے گا۔ از عار: شرم سے۔ بر کردنش: اونچا کرنے کی۔ (۷) گرفتم: میں نے مانا۔ خر: گدھا۔ بارش: اس کا بوجھ۔ اکنوں: اب۔ کشد: کھینچ لے گا۔ دراں روز: اس دن میں۔ بار خراں: گدھوں کا بوجھ۔ چوں کشد: کیسے کھینچے گا۔ (۸) پرسی: پوچھے۔ بد اختر: بدنصیب۔ کس: شخص۔ است: ہے۔ راحتش: اسکی راحت۔ رنج دیگر: دوسرے کا رنج۔ (۹) ہمیں: یہی۔ پنج روزش: پانچ دن اسکو۔ تنعم: عیش و عشرت۔ بود: ہووے۔ کہ: جس کا۔ شادیش: اسکی خوشی۔ رنجِ مردم: لوگوں کی تکلیف۔ (۱۰) بر نخیزد: نہ اٹھ سکے۔ آں: وہ۔ مُردہ دل: مُرے دل والا۔ خسپند: سوئے ہوں۔ از و: اس سے۔ مردم: لوگ۔ آزردہ دل: رنجیدہ دل۔

تشریح: (۱) میرے پاس گدھے کو زخمی حالت میں رہنا زیادہ بہتر ہے۔ تاکہ بادشاہ کے بیگار لینے کے بعد گدھا بھوکا پیاسا ہلاک ہونے سے بچ جائے۔ (۲) جس طرح جبراً کشتیاں پکڑنے والا قابل ملامت ہے اسی طرح ظلماً گدھے پکڑنے والا ظالم بھی لعنت و ملامت کے قابل ہے۔ کیونکہ انہوں نے قیامت تک کی رسوائی اپنے حصّے میں لے لی۔ (۳) اس شعر میں بادشاہ کو کُرد کسان ملامت کر رہا ہے کہ جو حکومت حکمران کی غلط پالیسیوں اور مظالم کی وجہ سے تا قیامِ قیامت قابلِ ملامت ہو وہ بیکار ہے۔ (۴) ہر ظالم یہ سمجھتا ہے کہ میرا ظلم ناتواں لوگوں پر ہوتا ہے۔ اگر ظلم وتشدد کو انجام کے حوالے سے گہرائی کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ ظلم ظالم خود اپنی ذات پر ڈھا رہا ہے۔ (۵) چونکہ اصل فیصلے روزِ محشر میں ہوں گے اس لیئے میدان حشر میں تمام مظلوم ستمگروں کے گریبانوں میں نہ صرف ہاتھ ڈالیں گے بلکہ اس کی نیکیاں چھین کر اپنی برائیاں اس پر ڈال دیں گے۔ (۶) جب ناداروں کے گناہ ظالم کی گردن پر بوجھ بن کر پڑیں گے تو اس وقت ظالم اتنا شرمسار ہوگا کہ شرمندگی کی وجہ سے اس کی گردن جھکی ہوئی ہوگی۔ (۷) آج ظالم بادشاہ کا گدھوں پر مظالم و بیگار کا بوجھ ڈالنا عارضی ہے۔ لیکن کل قیامت کے دن بادشاہ کے لیئے گدھوں کا بوجھ اٹھانا بہت مشکل ہو جائے گا۔ (۸) چونکہ اصل زندگی اخروی زندگی ہے۔ جو آدمی دنیا میں دوسروں کی ایذا رسانی کرکے سکون حاصل کرتا ہے وہ آخرت کے اعتبار سے بدبخت ہے۔ (۹) ہفتے کے سات دن ہوتے ہیں۔ پیدائش اور موت کا دن خارج کریں تو باقی پانچ دن رہ جاتے ہیں۔ دنیا کا عارضی آرام بھی پانچ دن تک محدود ہے۔ جبکہ آخرت کی تکلیف ختم ہونے والی نہیں۔ (۱۰) مخلوق کے آرام کے لیئے ایسے ظالموں کا مرجانا بہتر ہے جو دنیا میں خلقت الٰہی کے لیئے ایذا رسانی کا باعث بنتے ہیں۔ کیونکہ ظالموں کی موت ہی سکون کا سبب ہوتی ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	شہ ایں جملہ بشنید و چیزے نگفت	بہ بست اسپ و سر بر نمد زیں بخفت
	بادشاہ نے یہ سب کچھ سنا اور کچھ نہ بولا	گھوڑا باندھا اور زین کے نمدے پر سر رکھ کر لیٹ گیا
۲	ہمہ شب ز بیداری اختر شمرد	ز سودا و اندیشہ خوابش نبرد
	تمام رات بیداری میں ستارے گنے	پریشانی اور سوچ میں اس کو نیند نہ آئی
۳	چوں آواز مُرغ سحر گوش کرد	پریشانیٔ شب فراموش کرد
	جب مرغ سحر کی آواز اس کے کان میں آئی	رات کی پریشانی کو بھول گیا
۴	سواراں ہمہ شب بہ یزک تاختند	سحر گہ پئے اسپ بشناختند
	تمام رات سوار ڈھونڈتے رہے	صبح کو انہوں نے گھوڑے کی پیڑ پہچانی
۵	دراں عرصہ بر اسپ دیدند شاہ	پیادہ دویدند یکسر سپاہ
	اس میدان میں انہوں نے گھوڑے اور بادشاہ کو دیکھا	تمام سپاہی پیدل دوڑ پڑے
۶	بخدمت نہادند سر بر زمیں	چو دریا شد از موج لشکر زمیں
	انہوں نے تعظیم میں زمین پر سر رکھ دیئے	لشکر کی پٹارے زمین سمندر بن گئی
۷	بزرگاں نشستند و خواں خواستند	بخوردند و مجلس بیاراستند
	بڑے لوگ بیٹھے اور انہوں نے دستر خوان طلب کیا	کھایا پیا اور محفل آراستہ کی
۸	چو شور طرب در نہاد آمدش	ز دہقان دوشینہ یاد آمدش
	جب اس کی طبیعت پر مستی کا جوش آیا	اس کو گزشتہ رات کا گاؤں والا یاد آیا
۹	بفرمود و جستند و بستند سخت	بخواری فگندند در پائے تخت
	اس نے حکم دیدیا وہ دوڑ پڑے اور اس کو مضبوط باندھا	ذلت کے ساتھ اسکو تخت کے پائے کے پاس ڈالدیا
۱۰	سیہ دل بر آہیخت شمشیر تیز	ندانست بے چارہ روئے گریز
	جلادنے تیز تلوار سونتی	وہ بے چارہ بھاگنے کا رخ نہ جان سکا

(۱) شہ: بادشاہ۔ ایں جملہ: یہ سب کچھ۔ بشنید: سنا اس نے۔ چیزے: کوئی چیز۔ نگفت: نہ کہی اس نے۔ بہ بست: باندھ دیا۔ اسپ: گھوڑا۔ بر نمد زیں: زین کے نمدے پر۔ بخفت: سو گیا۔ (۲) ہمہ شب: ساری رات۔ اختر شمرد: ستارے گِنا کئے۔ سودا: فکر۔ اندیشہ: سوچ۔ خوابش: نیند اس کو۔ نبرد: نہ لے گئی۔ (۳) چوں: جب۔ مُرغ سحر: صبح کا مُرغ مراد عام مرغ اور اس کی بانگ۔ گوش کرد: اس کے کانوں میں آئی۔ پریشانیٔ شب: رات کی پریشانی۔ فراموش کرد: بُھلادی۔ (۴) سواراں: جمع سوار۔ ہمہ شب: ساری رات۔ یزک: جاسوس۔ تاختند: دوڑائے انہوں نے۔ سحر گہ: صبح کے وقت۔ پئے اسپ: گھوڑے کی پیڑ۔ بشناختند: پہچان لی انہوں نے۔ (۵) دراں عرصہ: اس میدان میں۔ بر اسپ: گھوڑے پر۔ دیدند: دیکھا انہوں نے۔ دویدند: دوڑے وہ۔ یکسر: ایکدم یا سارے۔ سپاہ: لشکری۔ (۶) بخدمت: خدمت میں۔ نہادند: رکھا انہوں نے۔ چو: مثل۔ شد: ہو گیا۔ از موج لشکر: لشکر کی موجوں سے۔ (۷) بزرگاں: جمع بزرگ۔ نشستند: بیٹھے وہ۔ خواں: دستر خوان۔ خواستند: طلب کیا انہوں نے۔ بخوردند: انہوں نے کھایا۔ بیاراستند: سجائی انہوں نے۔ (۸) چو: جب۔ شور طرب: مستی کا شور یا جوش۔ در نہاد: طبیعت میں آیا۔ آمدش: آیا اس کے۔ دہقان: گنوار دیہاتی۔ دوشینہ: گزشتہ رات والا۔ (۹) بفرمود: اس نے حکم دیا۔ جستند: انہوں نے ڈھونڈا۔ بستند: باندھا۔ بخواری: ذلت کے ساتھ۔ فگندند: ڈالدیا انہوں نے۔ پائے تخت: تخت کے نیچے۔ (۱۰) بر آہیخت: کھینچ لی اس نے۔ شمشیر تیز: تیز تلوار۔ ندانست: نہ جانا اس نے۔ روئے گریز: بھاگنے کی طرف

تشریح (۱) موقع کی نزاکت کے پیش نظر بادشاہ نے کُردکسان کی تمام کڑوی کسیلی باتیں سنیں اور خاموشی سے اپنا سر زمین پر رکھ کر نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ (۲) لیکن بعد کوشش کے باوجود اسے نیند نہیں آئی کیونکہ کچھ کُردکسان کی تلخ باتیں اور کچھ تفکرات کا گھیراؤ نیند اور بادشاہ کے درمیان کاوٹ بنے رہے۔ (۳) صبح سویرے مُرغ کی اذان سن کر بادشاہ چونک اٹھا اور اس کے ذہن پر سوار وہ تمام تفکرات کافور ہو گئے۔ جو بادشاہ کی بے آرامی کا سبب تھے۔ (۴) شکار کے تعاقب کی وجہ سے بادشاہ اپنی فوج سے الگ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے بادشاہ کا لشکر اسے تلاش کرنے کے لیئے ہر طرف پھیل گیا تھا۔ (۵) بادشاہ کے گھوڑے کے قدموں کے نشان دیکھ کر اس کے فوجی اس میدان کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔ جہاں بادشاہ کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ (۶) تمام سپاہی نہ صرف بطور تعظیم گردنیں جھکا کر کھڑے ہو گئے بلکہ مارے خوشی کے اپنے گھوڑوں پر سوار ہونا یاد نہ رہا۔ زمین انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہو گئی۔ (۷) تمام لشکر بادشاہ کو پاکر مطمئن ہو گیا اور لشکر کے سپہ سالاروں اور کمانڈروں نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا تاکہ بھوک کا جہنم بجھا سکیں۔ (۸) بھوک کی پیاس بجھانے کے بعد رنگ رلیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اسی دوران بادشاہ کو کُردکسان کا گستاخانہ رویہ یاد آگیا۔ (۹) چنانچہ بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ اس گستاخ نوعیت کے کُردکسان کو تلاش کر کے میرے حضور پیش کیا جائے۔ چنانچہ اسے باندھ کر تخت کے سامنے ڈال دیا۔ (۱۰) ظالم بادشاہ نے کُردکسان کو اس کی گستاخی کا مزہ چکھانے کے لیئے تلوار کھینچ لی اور بے بس کُردکسان کو راہِ فرار نہ ملی۔

۱	شمرد آں دم از زندگی آخرش	بگفت آنچہ گردید در خاطرش
	وہ سمجھ گیا اس کی زندگی کا آخری وقت ہے	جو کچھ اس کے مزاج میں آیا اس نے کہہ ڈالا
۲	نہ بینی کہ کارد چوں بر سر بود	قلم را زبانش رواں تر بود
	تونے نہیں دیکھا جب چاقو سر پر رکھا جاتا ہے	قلم کی نوک تیز ہو جاتی ہے
۳	چو دانست کز خصم نتواں گریخت	بنا باکی او تیر ترکش بریخت
	جب اس نے سمجھ لیا کہ دشمن سے بچکر نہیں بھاگ سکتا	اس نے بے باکی سے ترکش کے تیر گرالیے
۴	سر نا امیدی بر آورد و گفت	شب گور در دہ محالست خفت
	مایوسی کا سر اٹھایا اور کہا	قبر میں سونے کی رات کو گاؤں میں سونا ناممکن ہے
۵	زنا مہربانی کہ در دورِ تست	ہمہ عالم آوازۂ جورِ تست
	اس بے رحمی سے جو تیرے دور میں ہے	تمام عالم میں تیرے ظلم کا شہرہ ہے
۶	نہ من کردم از دست جورت نفیر	کہ خلقے زخلقے یکے کشتہ گیر
	صرف میں ہی تیرے ظلم کے ہاتھ سے نالاں نہیں جس	بلکہ تمام مخلوق، تمام مخلوق سے ہر ایک مرا ہوا سمجھ
۷	عجب کز منت بر دل آمد درشت	بکش گر توانی ہمہ خلق کشت
	تعجب ہے کہ صرف میرا کہنا ہی تجھے گراں گزرا	اگر مار سکتا ہے تو سب کو مار ڈال
۸	اگر سخت آمد نکوہش زمن	بانصاف بیخ نکوہش بکن
	اگر میری بدگوئی تجھے گراں گزری ہے	تو انصاف سے کام لے کر بدگوئی کی جڑ کو ختم کردے
۹	ترا چارہ از ظلم برگشتن است	نہ بیچارۂ بے گناہ کشتن است
	تیری تدبیر ظلم چھوڑ دینا ہے	نہ کہ ایک بیچارے بے گناہ کو قتل کرنا
۱۰	چو بیداد کردی توقع مدار	کہ نامت بہ نیکی رود در دیار
	جب تونے ظلم کیا ہے تو توقع نہ رکھ	کہ تیرا نام ملکوں میں نیکی سے پھیلے گا

(۱) شمرد: گنا اس نے۔ آں دم: اس وقت۔ آخرش: اس کا آخری۔ بگفت: اس نے کہا۔ آنچہ: جو کچھ۔ گردید: گھوما۔ خاطرش: اس کا دل۔ (۲) نہ بینی: نہیں دیکھتا تو۔ کارد: چاقو۔ بر سر: سر پر۔ بود: ہووے۔ قلم را: قلم کی۔ زبانش: اس کی زبان۔ رواں تر: زیادہ تیز۔ (۳) دانست: جان لیا اس نے۔ کز خصم: کہ دشمن سے۔ نتواں گریخت: نہیں بھاگ سکتا۔ بنا باکی: بے خوفی سے۔ تیر ترکش: ترکش کا تیر۔ بریخت: چلایا اس نے۔ (۴) بر آورد: نکالا یا اونچا کیا۔ گفت: اس نے کہا۔ شب گور: قبر کی رات۔ در دہ: دیہات میں۔ محالست: محال ہے۔ خفت: ماضی بعید بمعنی مصدر سونا۔ (۵) زنا مہربانی: بے رحمی سے۔ کہ: جو کہ۔ در دورِ تست: تیرے زمانہ میں ہے۔ ہمہ عالم: سارا جہان۔ آوازہ: شہرت۔ جورِ تست: تیرے ظلم کا ہے۔ (۶) نہ من کردم: میں نے ہی نہیں کی۔ دستِ جورت: تیرا ظلم کا ہاتھ۔ نفیر: فریاد۔ کہ خلقے: بلکہ ایک مخلوق نے۔ زخلقے: مخلوق میں سے۔ یکے: ایک کو۔ کشتہ گیر: مرا سمجھ لے۔ (۷) عجب: تعجب ہے۔ کز منت: مجھ سے تجھ کو، اسکی تا دل کے ساتھ لگتی ہے یعنی تیرے دل پر۔ آمد: آئی۔ درشت: سخت۔ بکش: مار ڈال۔ گر توانی: اگر تو طاقت رکھتا ہے۔ ہمہ خلق کشت: ساری خلقت کو مارنا۔ (۸) سخت: سخت تجھ کو۔ آمد: آئی۔ نکوہش: بدگوئی۔ زمن: مجھ سے۔ بانصاف: انصاف سے۔ بیخ نکوہش: برائی کی جڑ۔ بکن: اکھیڑ دے۔ (۹) ترا: تجھ کو۔ چارہ: علاج۔ برگشتن: پھر جانا۔ کشتن: مار ڈالنا۔ (۱۰) چو: جب۔ بیداد: ظلم۔ کردی: کیا تونے۔ توقع: امید۔ مدار: مت رکھ۔ نامت: تیرا نام۔ بہ نیکی: نیکی سے۔ رود: جاوے گا۔ در دیار: ملکوں میں۔

تشریح: (۱) کُرد کسان نے بھانپ لیا کہ اب موت سے بھاگنا دشوار و ناممکن ہے اسلئے مرتا کیا نہ کرتا کے بمصداق اس نے بادشاہ کے سامنے حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ کیا۔ (۲) یہ ایک تسلیم شدہ مشاہدہ ہے کہ جب چاقو قلم کے سر پر چلتا ہے تو قلم کی نوک انتہائی تیز اور باریک ہو جاتی ہے چنانچہ اس کی زبان میں تیزی آ گئی۔ (۳) جب دشمن کا محاصرہ تنگ ہو جاتا ہے تو پھر راستہ نکالنے کیلئے تمام تیر چلا دیئے جاتے ہیں۔ کُرد کسان نے بھی عوام کے ناگفتہ بہ حالات سنا کر اپنی زبان کے تمام تیر چلائے۔ (۴) کُرد کسان بے کسی اور موت کی ملی جلی کیفیت کے پیش نظر بادشاہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ جو رات قبر میں آنی ہے وہ گاؤں میں کبھی نہیں آسکتی۔ (۵) اے بادشاہ! تیرا جبر و تشدد اسقدر پھیل چکا ہے کہ تیری رعیت کا ہر فرد تجھ سے نالاں ہے مگر تیرے خوف سے بولنے کی جرأت نہیں رکھتا۔ (۶) یہ صرف میں ہی نہیں جو تیرے ظلم کے سامنے فریاد کر رہا ہے بلکہ رعیت کا ہر فرد ظلم کا فریادی ہے۔ لیکن میرے ایک کے مرجانے سے کسی کی فریاد ختم نہ ہوگی۔ (۷) اگر ایسا وقت آگیا کہ رعیت کے تمام لوگ فریادی بن کر اُٹھ کھڑے ہوں تو پھر کس کس کا قتل کرے گا۔ صرف میری بات ہی تجھے ناگوار کیوں گزری ہے۔ (۸) میری تنقید تجھے گراں گذری ہے تو پھر حق کا تقاضی ہے کہ تو ظلم کرنا چھوڑ دے۔ کیونکہ یہی ظلم ہی تو ہے جو تیری تنقید کا سبب ہے۔ (۹) بے گناہ فریادیوں کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ فساد اور تنقید کی اصل بنیاد ظلم ہے۔ لہٰذا ظلم کو چھوڑ دینا اصل علاج ہے۔ (۱۰) بدکردار اور ظالم کا انجام رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ ان چیزوں سے نیک نامی ناممکن ہے۔ سچ ہے کہ یہ چیزیں ذلت و رسوائی کا سامان ہیں۔

۱	نه دانم که چون خسپدت دیدگان	نخفته ز دستت ستم دیدگان
	میں نہیں سمجھتا، تیری آنکھیں کیسے سوتی ہیں	جب تیرے ہاتھ کے ستائے ہوئے نہیں سوتے ہیں
۲	بداں کے ستودہ شود پادشاہ	کہ خلقش ستایند در بارگاہ
	سمجھ لے اس طرح بادشاہ قابل تعریف کب ہوسکتا ہے	کہ لوگ دربار میں اس کی تعریف کریں
۳	چہ سود آفریں بر سر انجمن	پس چرخہ نفریں کناں مُرد و زن
	لوگوں کے مجمع میں تعریف کا کیا فائدہ	جب مُرد و عورت پیٹھ پیچھے ملامت کریں
۴	گرفت ایں سخن شاہ ظالم بگوش	ز سرمستئ غفلت آمد بہوش
	یہ بات ظالم بادشاہ کے کان میں پڑی	غفلت کی سرمستی سے ہوش میں آگیا
۵	دراں دہ کہ طالع نمودش بہی	دہی را بہ بخشید فرماندہی
	جس گاؤں میں اس کے نصیبہ نے بہتری دکھائی	وہاں کی سرداری اس گاؤں والے کو دے دی
۶	بیاموزی از عالماں عقل و خوئے	نہ چنداں کہ از جاہل عیب جوئے
	تو عقل و اخلاق عالموں سے سیکھتا ہے	لیکن اس قدر نہیں جسقدر عیب جُو جاہل سے
۷	ز دشمن شنو سیرتِ خود کہ دوست	ہر آنچہ از تو آید بچشمش نکوست
	اپنے حالات دشمن سے سنو اس لیئے کہ دوست تو	جو کچھ تم سے ہوتا ہے اس کی آنکھ کو بھاتا ہے
۸	ستائش سرایاں نہ یار تو اند	ملامت کناں دوستدار تو اند
	تعریف کرنے والے تیرے دوست نہیں ہیں	ملامت کرنے والے تیرے دوست ہیں
۹	ترش روئے بہتر کند سرزنش	کہ یارانِ خوش طبع شیریں منش
	بد مزاج، بہتر سرزنش کرتا ہے	نہ کہ خوش مزاج، میٹھی طبیعت دوست
۱۰	ازیں بہ نصیحت نگوید کست	وگر عاقلی یک اشارت بست
	تجھے اس سے بہتر کوئی نصیحت نہ کرے گا	اور اگر تو سمجھ دار ہے تو ایک اشارہ کافی ہے

(۱) ندانم: میں نہیں جانتا۔ چوں: کیسے۔ خسپدت: سوتی ہیں تیری "اسکی "ت" دیدگان کے پیچھے لگتی ہے۔ نخفتہ: نہیں سوئے۔ ز دستت: تیرے ہاتھ سے۔ ستم دیدگان: ظلم دیکھے ہوئے۔
(۲) بداں: اسکے ساتھ۔ کے: کب۔ ستودہ شود: قابل تعریف ہو۔ خلقش: مخلوق اسکو۔ ستایند: تعریف کرے۔
(۳) چہ: کیا۔ سود: فائدہ۔ آفریں: شاباش۔ بر سرِ انجمن: محفل میں۔ پس چرخہ: پیٹھ پیچھے۔ نفریں کناں: ملامت کرنے والے۔ مُرد و زن: مرد اور عورتیں (۴) گرفت: لے لی۔ ایں سخن: یہ بات۔ بگوش: کان میں۔ ز سرمستی غفلت: غفلت کی مستی سے۔ آمد: آیا وہ۔ بہوش: ہوش میں۔
(۵) دراں دہ: اس دیہات میں۔ کہ طالع: نصیب۔ نمودش: دکھائی اس کو۔ بہی: بہتری۔ دہی: دیہاتی۔ بخشید: بخش دی۔ فرماندہی: حکمرانی۔ (۶) بیاموزی: سیکھے گا تو۔ از عالماں: عالموں سے۔ خوئے: عادت اور اخلاق۔ نہ چنداں کہ: نہ اسقدر کہ۔ جاہل عیب جو: عیب ڈھونڈنے والا جاہل۔ (۷) شنو: سن۔ سیرت خود: اپنے وصف۔ ہر آنچہ از تو: جو کچھ کہ تجھ سے۔ آید: آوے۔ بچشمش: اسکی نگاہوں میں۔ نکوست: اچھا ہے۔
(۸) ستائش سرایاں: تعریف کرنے والے۔ نہ یار تو: تیرے یار نہیں۔ اند: ہیں۔ ملامت کناں: ملامت کرنے والے دوستدار تو: تیرے دوست۔ (۹) ترش رو: جسکے چہرے پر بل پڑے ہیں یعنی بد مزاج۔ کند: کرتا۔ سرزنش: تنبیہ۔ کہ: یعنی از: سے۔ شیریں منش: میٹھی طبیعت والا۔ (۱۰) ازیں بہ: اس سے بہتر۔ نگوید: نہیں کہے گا۔ کست: کوئی شخص تجھ کو۔ عاقلی: عقلمند ہے تو۔ اشارت: اشارہ۔ بست: تجھ کو کافی ہے۔

تشریح: (۱) نہ جانے ظالم لوگ راتوں کو میٹھی نیند کیسے سوتے ہیں۔ حالانکہ ان کے زخم خوردہ و ستم رسیدہ لوگوں کی راتیں آہ و زاری میں کٹتی ہیں۔ (۲) اصل تعریف وہ ہوتی ہے جو پس پشت کی جائے۔ کیونکہ ایسی تعریف میں حرص و طمع نہیں ہوتا جبکہ منہ پر تعریف کرنا خوشامد و لالچ سے خالی نہیں ہوتا (۳) کسی مجلس میں شاباش دینا سود مند نہیں جبکہ پس پشت تمام مُرد و خواتین لعنت بھیجتے ہوں۔ اس نوعیت کی آفرین خوشامدانہ ہوتی ہے۔ (۴) کُرد کسان کی حق گوئی و بیباکی سے متاثر ہو کر بادشاہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ چنانچہ اسے اپنے موقف میں حق بجانب گردانا۔ (۵) چونکہ کُرد کسان نے بادشاہ کے دماغ سے ظلم کی تاریکی ختم کی تھی اس لیئے بادشاہ نے اسے اسی گاؤں کی حکمرانی سونپ دی۔ (۶) علم اور نصیحت پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہوتی۔ اسی لیئے بعض مرتبہ جاہلوں سے بھی علم و نصیحت کے ایسے موتی مل جاتے ہیں جو علماء کے پاس بھی نہیں ہوتے۔ (۷) اگر کوئی شخص اپنی کردار نگاری کا آئینہ دیکھنے کا خواہشمند ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ دشمن سے رابطہ کرے۔ کیونکہ اس کی تنقید و تعریف صحیح معنوں میں ہوگی۔ (۸) جا بے جا تعریف کرنے والے کبھی دوست نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ خوشامدی دوست حملہ آور دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اصل دوست ناقد ہوتا ہے۔ (۹) بد مزاج شخص کی تنقید ہی درحقیقت صحیح تنقید ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ چوپڑی چپٹی باتوں کے بغیر نقد و تبصرہ کرتا ہے۔ یہ شیریں مزاج دوست سے بہتر ہے۔
(۱۰) شیخ سعدیؒ کی نصیحت سے بہتر اور نصیحت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عقلمند کے لیئے صرف اشارہ کافی ہوتا ہے۔ مگر یہاں تو شیخؒ نے پوری حکایت سُنا دی۔

حکایت[1]

کہانی

مصرع اول	شعر	مصرع ثانی
چوں دورِ خلافت بماموں رسید	۲	یکے ماہ پیکر کنیزک خرید
جب مامون کا دورِ خلافت آیا		ایک چاند جیسے جسم والی لونڈی خریدی
بچہر آفتابے بہ تن گل بنے	۳	بعقلِ خردمند بازی کنے
چہرے کے اعتبار سے آفتاب جسم کے لحاظ سے پھولوں کی طرح		عقل مند کی عقل سے کھیلنے والی
بخونِ عزیزاں فرو بردہ چنگ	۴	سر انگشتہا کردہ عناب رنگ
عاشقوں کے خون میں چنگل ڈبوئے ہوئے		انگلیوں کے سروں کو عنابی بنائے ہوئے
برابروئے عابد فریبش خضاب	۵	چو قوسِ قزح بود بر آفتاب
اس کی عابد فریب ابرو پر نیل		ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ آفتاب پر دھنک کمان
شبِ خلوت آں لعبتِ حور زاد	۶	مگر تن در آغوشِ ماموں نداد
خلوت کی رات میں اس حور کی نسل کی گڑیا نے		شاید اپنے آپ کو مامون کی بغل کے سپرد نہ کیا
گرفت آتشِ خشم در وئے عظیم	۷	سرش خواست کردن چو جوزا دو نیم
غصہ کی بہت بڑی آگ اس میں بھڑک اٹھی		اس نے اسکے سر کو جوزا کی طرح دو ٹکڑے کر دینا چاہا
بگفتا سر اینک بشمشیر تیز	۸	بینداز و با من مکن خفت و خیز
وہ بولی یہ سر موجود ہے اس کو تیز تلوار سے		اتار پھینک اور میرے ساتھ سونا اور نشست و برخاست نہ کر
بگفت از کہ بر دل گزند آمدت	۹	چہ خصلت ز من ناپسند آمدت
اس نے کہا کسی سے تیرے دل کو تکلیف پہنچی ہے		میری کون سی عادت تجھے ناپسند آئی ہے
بگفت از کشی و رشگافی سرم	۱۰	ز بوئے دہانت برنج اندرم
وہ بولی اگر تو مجھے مار بھی ڈالے اور میرے سر کو پھاڑ دے		تیرے منہ کی بدبو سے مجھے تکلیف ہے

(۱) حکایت: کہانی۔ (۲) چوں: جب۔ ماموں: بنو عباس کا ایک عظیم الشان خلیفہ۔ رسید: پہنچا۔ یکے: ایک۔ ماہ پیکر: چاند جیسے جسم والی۔ کنیزک: چھوٹی سی باندی۔ خرید: اس نے خریدی (۳) بچہر: چہرے کے اعتبار سے۔ آفتابے: ایک آفتاب۔ بہ تن: بدن کے اعتبار سے۔ گل بنے: ایک گلاب کی شاخ۔ خردمند: عقل مند۔ بازی: کھیل جانے والی۔ (۴) بخونِ عزیزاں: دوستوں کے خون میں۔ فرو بردہ: ڈبوئے ہوئے۔ چنگ: چنگل۔ سر انگشتہا: انگلیوں کے سرے۔ کردہ: کئے ہوئے۔ (۵) عابد فریبش: اس کی عابد کو فریب دینے والی۔ خضاب: سبز رنگ کا وسمہ۔ چو: مثل۔ قوسِ قزح: دھنک رنگ۔ بود: تھا۔ بر آفتاب: سورج پر۔ (۶) شبِ خلوت: تنہائی کی شب۔ لعبت: گڑیا۔ حور زاد: حور کی جنی ہوئی یعنی حوروں جیسی۔ مگر: شاید۔ تن: جسم۔ در آغوشِ ماموں: مامون کی آغوش میں۔ نداد: نہ دیا۔ (۷) گرفت: پکڑی۔ آتشِ خشم: غصہ کی آگ۔ در وے: اس میں۔ عظیم: یہ آتش کی صفت ہے یعنی بڑی آگ۔ سرش: اس کا سر۔ خواست کردن: کرنا چاہا۔ چو جوزا: جوزا کی طرح۔ جوزا فرضی برج کا نام ہے جو جڑے ہوئے دو آدمیوں کی طرح ہے۔ دو نیم: دو ٹکڑے۔ (۸) بگفتا: اس نے کہا۔ سر اینک: سر یہ ہے۔ بشمشیر تیز: تیز تلوار سے۔ بینداز: اتار ڈال۔ با من: میرے ساتھ۔ مکن: مت کر۔ خفت و خیز: ماضی بمعنی مصدر یعنی سونا اور اٹھنا مراد جماع۔ (۹) از کہ: کس سے۔ گزند: تکلیف۔ آمدت: آئی تجھ کو یعنی تا "دل کے ساتھ لگتی ہے یعنی تیرا دل۔ چہ: کیا۔ خصلت: عادت۔ ز من: مجھ سے۔ آمدت: آئی تجھ کو۔ (۱۰) از کشی: اگر تو مجھ کو مار ڈالے۔ در: اور اگر۔ شگافی: پھاڑ ڈالے تو۔ سرم: ز بوئے دہانت: تیری گندہ دہنی سے۔ برنج: تکلیف میں۔ اندرم: ہوں میں۔

تشریح: (۱) (عنوان) اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بہترین دوست وہ ہے جو اپنے کسی دوست کے منہ پر اس کے عیوب کہہ دے تاکہ اس کی اصلاح ممکن ہو۔ (۲) اس شعر میں خلیفہ مامون رشید کے دور کا ذکر کرتے ہوئے اُس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں مامون نے ایک حسین ترین نازک سی لونڈی خریدی تھی۔ (۳) اس شعر میں مامون رشید کی خرید کردہ لونڈی کے حُسن کو چاند اور گلاب سے تشبیہ دی گئی کہ وہ غنچہ دہن، شیریں سخن اور گلبدن تھی، جسے دیکھ کر عقلیں دنگ ہوتی تھیں۔ (۴) اس خوبصورت لونڈی کو حاصل کرنے کے لیئے علاقے میں قتل و غارت ہوتی تھی اس لیئے اس کی انگلیوں کی سُرخی کو خون میں ڈبو کر رنگین کرنے سے تشبیہ دی گئی۔ (۵) اس شعر میں بھی مامون کی لونڈی کے ابروؤں کو خضابی رنگت سے تشبیہ دیتے ہوئے انہیں بڑے بڑے عبادت گزاروں کے بہکنے کا سامان قرار دیا گیا ہے۔ (۶) چونکہ وہ لونڈی مامون کی زر خرید تھی اس لیئے وہ اسے اپنی خلوت گاہ میں لے گیا جب وہ مامون کی خوابگاہ میں گئی تو مامون کو اپنے قریب نہ آنے دیا۔ (۷) جب مامون نے بالجبر اسے اپنی آغوش میں لینے کی کوشش کی تو وہ خوبصورت لونڈی اس طرح غصے میں آئی کہ اس کا سر پھاڑ کر جوزا کی شکل میں بدل دے گی۔ (۸) خوبصورت لونڈی نے مامون سے کہا کہ میرا سر تن سے جدا کر دو۔ یہ سزا قبول ہے لیکن مجھے تمہارا دست درازی کا عمل قطعاً پسند نہیں۔ (۹) مامون نے اپنی خوبصورت لونڈی کی بات سُن کر دریافت کیا کہ تجھے میرے کسی عزیز یا خود میری طرف سے کون سی ایسی تکلیف پہنچی جس کے باعث تو رنجیدہ ہے۔ (۱۰) مامون کا سوال سُن کر خوبصورت لونڈی نے یوں جواب دیا کہ میری رنجیدگی کی وجہ کوئی گزند نہیں ہے۔ بلکہ خود تمہارے اپنے مُنہ کی بدبو میری تکلیف کا باعث ہے۔

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ دوم
۱	کشد تیرِ پیکار و تیغِ ستم	بیک بار و بوئے دہاں دمبدم
	جنگ کا تیر اور ستم کی تلوار مار ڈالتی ہے	یک بارگی اور مُنہ کی بدبو پے در پے
۲	شنید ایں سخن سرورِ نیک بخت	بشورید و برخود بہ پیچید سخت
	نیک بخت بادشاہ نے یہ بات سنی تو	پریشان ہوگیا اور اپنے اوپر سخت پیچ و تاب کھانے لگا
۳	دلش گرچہ درحال ازو رنجہ شد	دوا کرد و خوشبوی چو غنچہ شد
	اگرچہ فی الحال اس کا دل اس سے رنجیدہ ہوا	دوا اور خوشبو لگائی تو غنچہ ہوگیا
۴	پری چہرہ را ہمنشیں کرد و دوست	کہ ایں عیبِ من گفت یارِ من اوست
	اس نے پری چہرہ کو ہمنشیں اور دوست بنالیا	کہ اس نے میرا عیب بتا دیا یہ میرا دوست ہے
۵	بنزدِ من آں کس نکوخواہ تست	کہ گوید فلاں خار در راہِ تست
	میرے نزدیک تیرا خیرخواہ وہ ہے	جو بتادے کہ تیرے راستہ میں فلانہ کانٹا ہے
۶	بگمراہ گفتن نکو مے روی	جفائے تمامست و جورِ قوی
	غلط راستہ چلنے پر یہ کہنا کہ تو ٹھیک جارہا ہے	پورا ستم اور بہت بڑا ظلم ہے
۷	ہر آنگہ کہ عیبت نگویند پیش	ہنر دانی از جاہلی عیبِ خویش
	جب کہ تیرا عیب سامنے نہ بتائیں	تو نادانی سے اپنے عیب کو ہنر سمجھے گا
۸	مگو شہد شیریں، شکر فائق ست	کسے را کہ سقمونیا لائق ست
	مت کہہ شہد شیریں ہے اور سب سے بڑھ کر ہے	اس شخص سے جو سقمونیا کے لائق ہے
۹	چہ خوش گفت یک روز دارو فروش	شفا بایدت داروئے تلخ نوش
	ایک روز ایک دارو فروش نے کیا اچھی بات کہی ہے	اگر تجھے شفا چاہیے تو کڑوی دوا پی
۱۰	بپرویزنِ معرفت بیختہ	بشہدِ عبادت برآمیختہ
	جو معرفت کی چھلنی میں چھنی ہوئی ہو	اور عبادت کے شہد میں ملی ہوئی ہو

(۱) کشد: مارتی ہے۔ تیرِ پیکار: لڑائی کے تیر۔ تیغِ ستم: ظلم کی تلوار۔ بیک بار: ایک ہی دفعہ۔ بوئے دہاں: مُنہ کی بدبو۔ دمبدم: بار بار۔ (۲) شنید: سُنی۔ ایں سخن: یہ بات۔ سرور: سردار۔ نیک بخت: نیک نصیب۔ بشورید: پریشان ہوا۔ برخود: اپنے آپ پر۔ بہ پیچید: پیچ و تاب کھائے۔ سخت: بہت۔ (۳) دلش: اس کا دل۔ درحال: فی الحال۔ ازو: اس سے۔ رنجیدہ شد: تکلیف والا ہوگیا۔ کرد: کیا۔ چو غنچہ: غنچہ کی طرح۔

(۴) پری چہرہ: پری کے چہرے والی۔ کرد: کیا۔ ایں: اس نے۔ عیبِ من: میرے عیب۔ گفت: اس نے کہا۔ یارِ من: میرا یار۔ اوست: وہی ہے۔ (۵) بنزدِ من: میرے نزدیک۔ آں کس: وہ شخص۔ نکوخواہ: خیرخواہ۔ تست: تیرا ہے۔ گوید: کہے وہ۔ خار: کانٹا۔ در راہ تست: تیری راہ میں ہے۔ (۶) بگمراہ: گمراہ کو۔ گفتن: کہنا۔ نکو: ٹھیک۔ مے روی: جارہا ہے تو۔ جفائے تمامست: پوری جفا ہے۔ جورِ قوی: زبردست ظلم۔ (۷) ہر آنگہ: جس وقت۔ کہ عیبت: تیرے عیب۔ نگویند: نہ کہیں۔ پیش: سامنے۔ دانی: جانے تو۔ از جاہلی: جہالت سے۔ عیب خویش: اپنے عیب۔ (۸) مگو: مت کہہ۔ فائق: برتر۔ بڑھ کر۔ ست: ہے۔ کسے را کہ: جس کو کہ۔ سقمونیا: ایک جلاب آور کڑوی دوا۔ لائق ست: مناسب ہے۔ (۹) چہ: کیا۔ خوش گفت: خوب کہا۔ یک روز: ایک دن۔ دارو فروش: دوا بیچنے والے نے۔ شفا: صحت۔ باید: تجھ کو چاہیے۔ داروئے تلخ: کڑوی دوا۔ نوش: پی۔ (۱۰) پرویزن: چھلنی۔ معرفت: خدا کی پہچان۔ بیختہ: چھنی ہوئی۔ بشہد عبادت: عبادت کے شہد سے۔ برآمیختہ: ملائی ہوئی۔

تشریح: (۱) تیر اور تیغ سے آدمی ایک ہی بار قتل ہوجاتا ہے۔ لیکن تیرے منہ کی بدبو مجھے بار بار قتل ہی نہیں کرتی بلکہ میرے لیے ہر وقت کا عذاب بھی ہوگی۔ (۲) مامون لونڈی کی بات سُن کر دل ہی دل میں سٹپٹانے لگا اور اپنے آپ سے عہد کیا کہ علاج کے ذریعہ بیماری کا علاج کرکے منہ کی بدبو زائل کردے گا۔ (۳) علاج کرانے کے بعد اس کے مُنہ کی قابلِ نفرت بدبو ایسی زائل ہوئی کہ اس کے منہ سے غنچوں جیسی خوشبوؤں کی مہک اٹھنے لگی۔ (۴) اس شعر میں شیخ سعدیؒ نے یہ پیغام دیا ہے کہ تیرا اچھا دوست وہ ہے جو تجھے تیری ہر ایسی بُرائی سے آگاہ کرے جو چاہت کی راہ میں مانع ہو۔ (۵) انسان کا صحیح معنوں میں وہی شخص خیرخواہ ہوسکتا ہے جو اسے ہمہ وقت گم گشتہ راہ سے ہٹانے اور راست پر رکھنے کی فکر میں لگا رہے۔ (۶) غلط راہ پر چلنے والے کو داد دینا یہ اس سے خیرخواہی نہیں بلکہ اس سے دشمنی بھی ہے اور ظلم بھی ہے۔ کیونکہ وہ اسے انجامِ بد کی طرف دھکیل رہا ہے۔ (۷) جب کسی عیب پر روک ٹوک نہ کی جائے تو اسے عیب ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیے سچا دوست وہ ہے جو عیوب پر ٹوکتا ہے۔ (۸) صفراوی مرض میں مبتلا شخص کے لیے سقمونیا جیسی کڑوی دوا ہی مفید ہوسکتی ہے۔ اسے شہد یا شکر جیسی میٹھی چیز نقصان دے گی۔ (۹) یہاں طبیب سے رُوحانی طبیب مُراد ہے۔ چنانچہ اس کا کہنا صحیح ہے کہ شفایابی کے لیے کڑوی دواؤں کا استعمال انتہائی مفید و کارگر ہوتا ہے۔ (۱۰) اس شعر میں کڑوی دواؤں کے لازمی اجزاء بیان کیے گئے ہیں۔ جو تکلیفاتِ شرعیہ کی صورت میں ہیں۔ ان میں معرفت و عبادت کے آمیزے شامل ہیں۔

حکایت[1]

کہانی

شنیدم کہ از نیک مردے فقیر	۲	دل آزردہ شد بادشاہے کبیر
میں نے سنا ہے کہ ایک نیک مرد فقیر سے		ایک بڑا بادشاہ دل آزردہ ہو گیا
مگر بر زبانش حقے رفتہ بود	۳	ز گردن کشی بر وئے آشفتہ بود
شاید اس کی زبان پر کوئی حق بات آگئی ہوگی		وہ تکبّر کی وجہ سے اس پر ناراض تھا
بزنداں فرستادش از بارگاہ	۴	کہ زور آزمایست بازوئے شاہ
اس کو دربار سے قید خانہ میں روانہ کر دیا		اس لیے کہ بادشاہ کا بازو قوی ہوتا ہے
ز یاراں یکے گفت اندر نہفت	۵	مصالح نبود ایں سخن گفت گفت
دوستوں میں سے کسی نے اس سے چپکے سے کہا		یہ بات کہنی مناسب نہ تھی، اس نے کہا
رسانیدن امرِ حق طاعت ست	۶	ز زنداں نترسم کہ یک ساعت ست
سچی بات کہہ دینا عبادت ہے		میں قید خانہ سے نہیں ڈرتا کیونکہ تھوڑی دیر کیلئے ہے
ہماں دم کہ در خفیہ ایں راز رفت	۷	حکایت بگوشِ ملک باز رفت
اسی وقت جبکہ یہ راز کی بات چپکے سے ہوئی		خبر بادشاہ کے کان میں پڑ گئی
بخندید کو ظن بیہودہ برد	۸	نداند کہ خواہد دراں حبس مُرد
وہ ہنسا کہ اس کا بیہودہ خیال ہے		وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ جیل خانہ میں مَریگا
غلامے بدرویش برد ایں پیام	۹	بگفتا بخسرو بگو اے غلام
ایک غلام یہ پیام درویش کے پاس لے گیا		وہ بولا اے غلام بادشاہ سے کہہ دے
کہ دنیا ہمیں ساعتے بیش نیست	۱۰	غم و خرمی پیشِ درویش نیست
کہ دنیا ہی تھوڑی دیر سے زیادہ نہیں ہے		غم اور خوشی درویش کے نزدیک کچھ نہیں ہے

(۱) حکایت: کہانی۔ (۲) شنیدم: میں نے سنا۔ نیک مردے فقیر: فقیر نیک مرد۔ دل آزردہ: رنجیدہ دل۔ شد: ہو گیا۔ بادشاہے: ایک بادشاہ۔ کبیر: بڑا۔ (۳) مگر: شاید۔ بر زبانش: اس کی زبان پر۔ حقے: کوئی حق بات۔ رفتہ: چل گئی تھی۔ گردن کش: گردن کھینچنا مراد تکبّر۔ بر وئے: اس پر۔ آشفتہ: برہم، ناراض۔ (۴) بزنداں: قید میں۔ فرستادش: بھیج دیا اس کو۔ بارگاہ: دربار۔ زور آزمایست: طاقت ور ہے۔ بازوئے شاہ: بادشاہ کا بازو۔ (۵) ز یاراں: یاروں میں سے۔ یکے: ایک۔ گفت: کہا۔ اندر نہفت: پوشیدگی میں۔ مصالح: جمع مصلحت۔ نبود: نہ تھا۔ سخن: بات۔ گفت: کہنی بمعنی مصدر۔ گفت: اس نے کہا یعنی فقیر نے۔ (۶) رسانیدن: پہنچانا۔ امرِ حق: حق بات۔ طاعت: عبادت۔ زنداں: قید خانہ۔ نترسم: نہیں ڈرتا میں۔ یک ساعت: ایک گھڑی۔ (۷) ہماں دم: اسی وقت۔ در خفیہ: پوشیدگی میں۔ ایں راز: یہ راز۔ رفت: چلا۔ بگوشِ ملک: بادشاہ کے کان میں۔ باز رفت: نکل گئی۔ (۸) بخندید: وہ ہنسا۔ کو: کہ، او: اس نے۔ ظن: گمان۔ برد: لے گیا۔ نداند: نہیں جانتا۔ خواہد: یہ مرد کے اوپر لگ کر مرے گا۔ دراں حبس: اسی قید میں۔ (۹) غلامے: ایک لڑکا۔ برد: لے گیا۔ بگفتا: اس نے کہا۔ خسرو: بادشاہ کو۔ بگو: کہہ۔ (۱۰) ہمیں: یہی۔ ساعتے: ایک گھڑی۔ بیش: زیادہ۔ نیست: نہیں ہے۔ خرمی: خوشی۔ پیش: سامنے۔ درویش: فقیر۔ نیست: نہیں ہے۔

تشریح: (۱) اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ بادشاہ سمیت کسی شخص کے ناراض ہونے کے ڈر سے حق گوئی کا فریضہ چھوڑ نہیں دینا چاہیے۔ (۲) اس شعر میں شیخ سعدیؒ اپنی سنی ہوئی حکایت بیان کرتے ہیں کہ کسی فقیر نے بادشاہ کے سامنے حق گوئی کا مظاہرہ کیا تو بادشاہ اس سے ناراض ہو گیا۔ (۳) ممکن ہے کہ فقیر نے بادشاہ کے سامنے برملا بے باکی سے حق بیان کر دیا ہو اور بادشاہ تکبّر کی وجہ سے اس سے ناراض ہو گیا ہو۔ (۴) بادشاہ وقت کا حکمران ہونے کی وجہ سے اپنی من مانی کرنے میں بے خوف تھا۔ فقیر بے بس تھا۔ بادشاہ نے اس فقیر کو جیل خانے میں قید کر ڈالا۔ (۵) فقیر کے کسی دوست نے ازراہ ہمدردی یہ کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا کہ بادشاہ کے سامنے ایسی بات کہہ دی جس کی پاداش میں آج تم جیل میں ہو۔
(۶) فقیر نے اپنے دوست سے بھی حق بات کہی کہ دنیا کی تکلیفیں عارضی ہیں اور کسی نہ کسی طرح برداشت ہو جاتی ہیں۔ لیکن حق چھپانے کی سزا دائمی اور ناقابل برداشت ہے۔ (۷) فقیر اور اس کے دوست کی سرگوشی میں ہونے والی گفتگو کو کسی چغل خور نے بادشاہ تک یہ بات پہنچائی کہ فقیر تو اب بھی اسی نوعیت کی باتیں کرتا ہے۔ (۸) بادشاہ یہ سن کر ہنسا اور کہا کہ فقیر کا یہ خیال غلط ہے کہ چند دنوں تک مجھے رہائی مل جائے گی۔ ایسا ناممکن ہے۔ وہ اسی جیل میں ہی مر کھپ جائے گا۔ (۹) تادمِ مرگ جیل سے نہ نکلنے کا شاہی فرمان سن کر لڑکے نے فقیر سے بادشاہ کے ارادے بیان کر دیئے۔ فقیر نے یہ سن کر بادشاہ کو پیغام بھجوایا۔ (۱۰) کہ یہ دنیا عارضی اور چند روزہ ہے۔ اس کی تکلیفیں بھی عارضی اور چند دنوں کی ہیں۔ ایک درویش کی نظر میں عارضی خوشی و غمی کی کوئی اہمیت نہیں۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	نہ گر دستگیری کنی خرّمم	نہ گر سر بری در دل آید غمم
	اگر تو دستگیری کرے تو میں خوش نہیں ہوں	اگر تو سر قلم کرے تو میرے دل میں غم نہ آئیگا
۲	ترا گر سپاہست و فرمان و گنج	مرا گر عیال ست حرمان و رنج
	تیرے پاس اگر لشکر اور حکم اور خزانہ ہے	میرے پاس اگر بال بچے اور محرومی اور غم ہے
۳	بدروازۂ مرگ چوں در شویم	بیک ہفتہ باہم برابر شویم
	جب ہم موت کے دروازے میں داخل ہونگے	ایک ہفتہ میں برابر ہوجائیں گے
۴	منہ دل بریں دولت پنج روز	تن خویشتن را بآتش مسوز
	اس چند روزہ دولت سے دل نہ لگا	اپنا جسم آگ میں نہ جلا
۵	نہ پیش از تو بیش از تو اندوختند	بہ بیداد کردن جہاں سوختند
	تجھ سے پہلے لوگوں نے تجھ سے زیادہ جمع نہیں کیا	بلکہ انہوں نے ظلم کرکے جہان کو جلایا
۶	چناں زی کہ ذکرت بتحسیں کنند	چو مردی نہ بر گور نفریں کنند
	اس طرح زندگی گزار کہ تیرا ذکر بھلائی سے کریں	جب تو مرے تو قبر پر لعنت نہ پڑھیں
۷	نہ باید بہ رسم بد آئیں نہاد	کہ گویند لعنت برآں کیں نہاد
	بُری رسموں کا قانون نہ بنانا چاہیئے	کہ لوگ کہیں خدا کی اس پر پھٹکار جس نے یہ بنایا
۸	دگر سر بر آید خداوند زور	نہ زیرش کند عاقبت خاک گور
	اور اگر کوئی طاقت والا غالب آجائے	کیا انجام کار قبر کی مٹی اس کو زیر نہیں کرتی ہے
۹	بفرمود دل تنگ و روو از جفا	کہ بیروں کنندش زباں از قفا
	اس تنگ دل اور تنگ رُو نے ظلم سے حکم دیا	کہ اس کی زبان گدی سے کھینچ ڈالیں
۱۰	چنیں گفت مردِ حقائق شناس	ازیں ہم کہ گفتی ندارم ہراس
	حقیقتوں کے جاننے والے انسان نے یہ کہا	جو تو نے حکم دیا اس سے بھی مجھے خوف نہیں

(۱) کنی: کرے تو۔ خرّمم: میں خوش ہوں۔ سر بری: سر لے جا تو۔ آید غمم: غم میرے، اس کی میم دراصل غم کے پیچھے لگی ہے۔ (۲) ترا: تیرے پاس۔ سپاہست: لشکر ہے۔ گنج: خزانہ۔ مرا: مجھ کو۔ عیال: افرادِ خاندان زیر کفالت۔ حرماں: محرومی۔ (۳) بدروازۂ مرگ: موت کے دروازے سے۔ چوں: جب۔ در شویم: اندر ہوجائیں ہم۔ بیک ہفتہ: ایک ہفتہ میں۔ باہم: ایک دوسرے کے ساتھ۔ شویم: ہوجائیں گے ہم۔ (۴) منہ: مت رکھ۔ بریں: اس پر۔ دولت پنج روز: پانچ دن کی دولت مُراد چند روزہ۔ تن خویشتن: اپنا جسم۔ را: کو۔ بآتش: آگ میں۔ مسوز: مت جلا۔ (۵) پیش از تو: تجھ سے پہلے۔ بیش از تو: تجھ سے زیادہ۔ اندوختند: انہوں نے جمع کیا۔ بہ بیداد کردن: ظلم کرنے سے۔ سوختند: جلایا انہوں نے۔ (۶) چناں: ایسے۔ زی: جی۔ ذکرت: تیرا ذکر۔ بتحسیں: اچھائی سے۔ کنند: کریں وہ۔ چو: جب۔ مردی: تو مرا۔ بر گور: قبر پر۔ نفریں: ملامت (۷) باید: نہاد کے اوپر لگ کر: رکھنا چاہیئے۔ رسم بد: بُری رسم۔ آئیں: قانون۔ گویند: کہیں گے۔ برآں: اس پر۔ کیں: کہ۔ ایں: جس نے کہ۔ (۸) سر بر آید: غالب آجاوے۔ خداوند زور: زور والا۔ زیرش: اس کو زیر۔ کند: کرتا ہے۔ عاقبت: آخرکار۔ خاک گور: قبر کی مٹی۔ (۹) بفرمود: حکم دیا۔ دل تنگ و روو تنگ: دل اور تنگ رو۔ از جفا: ظلم سے۔ بیروں: باہر۔ کنندش: کردیں اس کی۔ از قفا: گدی سے۔ (۱۰) چنیں: ایسے۔ گفت: کہا۔ حقائق شناس: حقیقتوں کے پہچاننے والا۔ ازیں: ہم اس سے بھی۔ کہ گفتی: جو کچھ تونے کہا۔ ندارم: نہیں رکھتا ہیں۔ ہراس: خوف۔

تشریح: (۱) اے بادشاہ اگر تو مجھے چھوڑ دے تب بھی مجھے خوشی نہ ہوگی، اور اگر تو مجھے جان سے مار دے تب بھی مجھے کوئی دکھ نہ ہوگا کیونکہ یہ فانی ہیں۔ (۲) آج اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے دولت و منصب سے نوازا ہے۔ جب کہ مجھے محرومیوں اور مایوسیوں میں رکھا ہے تو کوئی بات نہیں۔ یہ عارضی ہے۔ (۳) بادشاہوں اور فقیروں کی موت یکساں ہوتی ہے۔ قبر میں بھی یہ دونوں ایک جیسے ہوں گے۔ قبر میں کوئی بادشاہ تخت شاہی پر نہ ہوگا۔ (۴) لہٰذا اس پانچ روزہ زندگی کی عیاشیوں پر اترانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ دولت و منصب پر اترانا خود کو جہنم کا ایندھن بنانے کے مترادف ہے۔ (۵) یہ دولت و منصب صرف تمہارے پاس نہیں ہے۔ تجھ سے پہلے بہت سے لوگوں نے دولت و منصب کے بل بوتے پر مظالم ڈھا کر دنیا کو جہنم کدہ بنایا تھا۔ (۶) اے بادشاہ! یہ دولت و منصب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اسے صحیح مقام پر استعمال کرکے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو نفع پہنچا۔ تاکہ ہر طرف تیری تعریف و تحسین ہو۔ (۷) بہتر یہی ہے کہ عوامی فلاح و بہبود پر مبنی قوانین بنانے چاہئیں۔ اگر بُری رسموں کو فروغ دینے کے لیے قوانین بنائے گئے تو لوگ لعنت ملامت کرتے رہیں گے۔ (۸) اس دنیا میں کوئی شخص کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو۔ بالآخر قبر کی مٹی اس پر غلبہ پالیتی ہے۔ (۹) بادشاہ نے فقیر کی تلخ نوائی سے نصیحت قبول نہیں کی بلکہ تنگ روی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ اس کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے۔
(۱۰) فقیر صفت درویش نے یہ سن کر کہا کہ میری زبان کھینچنے کا حکم دینے والے بادشاہ مجھے اس سے کوئی خوف نہیں۔ میں بہرحال حق گوئی کا فریضہ ادا کرتا رہوں گا۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
من از بے زبانی ندارم غمے	۱	که دانم که ناگفته داند ہمے
مجھے اپنے بے زبان ہوجانے کا بھی غم نہیں ہے		اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ بغیر کہے بھی جان جاتا ہے
اگر بے نوائی برم در ستم	۲	گرم عاقبت خیر باشد چه غم
مجھے بے نوائی برداشت کرنی پڑے خواہ ظلم		اگر انجام بخیر ہو جائے تو غم کیا ہے
عروسی بود نوبت ماتمت	۳	گرت نیک روزی بود خاتمت
تیرا ماتم کا وقت بھی شادی ہے		اگر تجھے بہتر خاتمہ میسر آجائے

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
یکے مشت زن بخت روزی نداشت	۵	نه اسباب شامش مہیا نه چاشت
ایک پہلوان کے مقدر میں روزی نہ تھی		نہ اس کے لیے شام کا سامان مہیا تھا نہ صبح کا
ز جور شکم گل کشیدے بپشت	۶	که روزی محالست خوردن بمشت
پیٹ کے ظلم سے کمر پر مٹی ڈھوتا تھا		اس لیے کہ پہلوانی کے ذریعے روزی کمانا ناممکن ہے
مدام از پریشانئ روزگار	۷	دلش محنت آلود و تن سوگوار
زمانہ کی پریشانی سے ہمیشہ		اس کا دل مشقت میں تھا اور جسم رنجیدہ رہتا تھا
گہش جنگ با عالم خیره کش	۸	گه از بخت شوریده رویش ترش
کبھی اس کی جنگ بہادروں کو قتل کرنیوالے زمانہ سے ہوتی		کبھی پریشان نصیبہ کی وجہ سے اس کا منہ بنا ہوتا
گه از دیدن عیش شیرین خلق	۹	فرو مے شدے آب تلخش بحلق
کبھی لوگوں کے شیریں عیش کو دیکھنے سے		اس کے گلے سے پانی کڑوا اترتا
گه از کار آشفته بگریستے	۱۰	که کس دید ازیں صعب تر زیستے
کبھی اپنے بگڑے کاموں سے روتا		کہ کسی نے اس سے زیادہ سخت زندگی بسر کرنیوالا دیکھا ہے

(۱) من: میں۔ از بے زبانی: زبان نہ ہونے سے۔ ندارم: نہیں رکھتا ہیں۔ غمے: کوئی غم۔ کہ دانم: کیونکہ جانتا ہوں میں۔ کہ ناگفتہ: کہ بغیر کہے۔ داند: جانتا ہے وہ، یعنی خدا، ہمے: داند کے اوپر لگتا ہے۔ (۲) بے نوائی: بے سروسامانی۔ برم: لے جاؤں میں۔ در ستم: اور اگر ظلم۔ گرم: اگر میری۔ عاقبت: انجام۔ خیر باشد: اچھی ہو۔ چہ غم: کیا غم۔ (۳) عروسی: شادی۔ بود: ہووے۔ نوبت ماتمت: تیرے ماتم کا وقت۔ گرت: اگر تیرا۔ نیک روزی: اچھے دن والا۔ بود: ہووے۔ خاتمت: بُرا خاتمہ۔

(۴) حکایت: کہانی۔ (۵) یکے: ایک۔ مشت زن: مکہ باز یا پہلوان۔ بخت روزی: روزی کا نصیب۔ نداشت: نہیں رکھتا تھا۔ اسباب شامش: اس کی شام کے اسباب۔ مہیا: حاصل۔ چاشت: صبح۔ (۶) ز جور شکم: پیٹ کے ظلم سے۔ گل: مٹی۔ کشیدے: کھینچتا وہ۔ بپشت: پیٹھ پر۔ محالست: محال ہے۔ خوردن: کھانا۔ بمشت: مکے سے۔ (۷) مدام: ہمیشہ۔ پریشانی روزگار: زمانے کی پریشانی سے۔ دلش: اس کا دل۔ محنت آلود: محنت سے بھر۔ تن: جسم۔ سوگوار: غمناک۔ (۸) گہش: کبھی اس کی۔ عالم خیرہ کش: بہادروں کو مارنے والا زمانہ۔ گہ: کبھی۔ بخت شوریدہ: پریشان نصیب۔ رویش: اس کا چہرہ۔ ترش: کھٹا۔ (۹) دیدن: دیکھنا۔ عیش: زندگی۔ شیرین: میٹھی۔ خلق: مخلوق، کبھی مخلوق کی بھی زندگی دیکھنے سے۔ فرو مے شدے: نیچے اتر آتا۔ آب تلخش: میٹھا پانی۔ اس کی شین حلق کے آخر میں لگتی ہے یعنی اس کے حلق میں۔ (۱۰) کار آشفتہ: بگڑا ہوا کام۔ بگریستے: وہ روتا۔ کس: کوئی شخص دید: دیکھا اس نے۔ ازیں صعب تر: اس سے زیادہ سخت۔ زیستے: کوئی زندگی۔

تشریح: (۱) حقیقت پسند فقیر نے یہ بھی کہا کہ اے بادشاہ مجھے بے زبان کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ قلب و ذہن کی زبان جانتا ہے۔ (۲) اگر مجھے دنیا میں تنگ دستی کا سامنا ہے تو کیا ہوا بے زبان ہونے کا ستم بھی جھیل لوں گا۔ اصل اور ابدی زندگی آخرت کی ہے۔ اس میں کامیابی میری پہلی خواہش ہے۔ (۳) اے حاکم وقت! تجھے عدل وانصاف سے کام لینا چاہیئے تاکہ تیرا خاتمہ بالخیر ہو، تیری موت لوگوں کے لیے غم اور تیرے لیے خوشی کا باعث بن جائے۔ (۴) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تنگدستی ہو یا خوشحالی، یہ دونوں عارضی ہونے کے اعتبار سے یکساں ہیں کیونکہ موت کے بعد ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (۵) دور حاضر میں مکہ بازی ایک مستقل کاروباری فن ہے جبکہ قدیم زمانہ میں یہ فن پیشہ ورانہ نہیں تھا۔ چنانچہ قدیم دور کا مکہ باز انتہائی غریب و نادار تھا۔ (۶) وہ مکہ باز پیٹ کی بھوک مٹانے کے لیے رات دن محنت مزدوری کرتا تھا۔ وہ اپنی پیٹھ پر مٹی کا بوجھ اٹھا اٹھا کر سخت محنت کرتا تھا لیکن روزی میسر نہ تھی۔ (۷) لگاتار محنت اور مسلسل مشقت کرکے وہ تھک چکا تھا اسی تھکن اور کما حقہٗ محنت کا صلہ نہ ملنے کے باعث وہ ہمیشہ غمزدہ رہتا تھا۔ (۸) وہ اسی غمگین حالت میں کبھی زمانے کو کوستا، کبھی دلیروں کی ناقدری کرتا اور کبھی اپنی پریشانیوں کا ماتم کرتا۔ (۹) وہ کبھی لوگوں کی عیش پرستیوں پر کڑھتا تھا اور کبھی خوشحال گھرانوں کے کھلے اخراجات دیکھ کر کہتا کہ "بہت تلخ ہیں بندۂ مزدور کے اوقات"۔ (۱۰) اس کو کبھی اپنے پیشے سے نفرت ہونے لگتی تھی جس کی وجہ سے اس کی تمام خرابیاں سامنے آتیں۔ انہیں مغموم تصورات میں گم سخت مشکلات سے بھرپور زندگی کا رونا روتا۔

۱	کساں شہد نوشند و مرغ و برہ	مرا روئے ناں مے نہ بیند ترہ
	لوگ شہد اور مرغ اور حلوان کو کھاتے ہیں	میری روٹی ساگ کا بھی منہ نہیں دیکھتی ہے
۲	گر انصاف پرسی نہ نیکوست ایں	برہنہ من و گربہ را پوستیں
	اگر تو انصاف سے پوچھے تو یہ بات اچھی نہیں ہے	کہ میں تو ننگا ہوں اور بلی کیلئے پوستین ہے
۳	دریغ از فلک شیوہ ساختے	کہ گنجے بدستِ من انداختے
	ہائے اگر آسمان کوئی ایسا رستہ بنا دیتا	کہ کوئی خزانہ میرے ہاتھ میں ڈال دیتا
۴	مگر روزگارے ہوس راندمے	زخود گردِ محنت بیفشاندمے
	شاید کچھ دن میں دل کی حسرت نکال لیتا	اپنے سے محنت کی گرد جھاڑ دیتا
۵	شنیدم کہ روزے زمینے بکافت	عظامے زنخدانِ بوسیدہ یافت
	میں نے سنا ہے کہ اس نے ایک دن زمین کھودی	اس میں سے ٹھوڑی کی بوسیدہ ہڈیاں ملیں
۶	بخاکِ اندرش عقد بگسیختہ	گہر ہائے دنداں فروریختہ
	اس کا ہار مٹی میں ٹوٹا ہوا	دانتوں کے موتی گرے ہوئے
۷	دہاں بے زباں پندمے گفت و راز	کہ اے خواجہ با بے مرادی بساز
	بے زبان مُنہ نصیحت اور راز کی بات کہہ رہا تھا	کہ اے خواجہ محرومی سے موافقت کر
۸	نہ اینست حال دہن زیرِ گل	شکر خوردہ انگار یا خونِ دل
	مٹی کے نیچے مُنہ کا کیا یہ حال نہیں ہے	شکر کھلائے ہوئے سمجھ یا خون دل پیے ہوئے
۹	غم از گردشِ روزگاراں مدار	کہ بے جا بگردد بسے روزگار
	زمانہ کی گردش کا غم نہ کر	اسلئے کہ بسا اوقات زمانہ بیجا بھی گردش کرتا ہے
۱۰	ہماں لحظہ کیں خاطرش روئے داد	غم از خاطرش رخت یکسو نہاد
	اسی وقت جب یہ اس کے دل میں آیا	غم نے اسکی طبیعت سے اپنا سامان ایک طرف رکھدیا

(۱) کساں: اچھے لوگ۔ نوشند: پیتے ہیں۔ برہ: بکری کا بچہ۔ مرا: میرا۔ روئے ناں: روٹی کا چہرہ۔ مے نہ بیند: نہیں دیکھتا ہے۔ ترہ: ساگ۔ (۲) پرسی: تو پوچھے۔ نہ نیکوست: اچھا نہیں ہے۔ ایں: یہ۔ برہنہ: ننگا۔ من: میں۔ گربہ: بلی۔ پوستین: پشم دار کھال۔ (۳) دریغ: افسوس۔ فلک: آسمان۔ شیوہ: کوئی طریقہ۔ ساختے: بنا لیتا۔ گنجے: کوئی خزانہ۔ بدستِ من: میرے ہاتھ۔ انداختے: ڈال دیتا۔ (۴) مگر: شاید۔ روزگارے: چند دن۔ راندمے: چلا لیتا میں۔ زخود: اپنے سے۔ گردِ محنت: محنت کی مٹی۔ بیفشاندمے: جھاڑ لیتا میں۔ (۵) شنیدم: میں نے سنا۔ روزے: ایک دن۔ کافت: کھودی اس نے۔ عظامے: کوئی ہڈیاں۔ زنخداں: ٹھوڑی کی بوسیدہ ہڈیاں۔ یافت: پائی اس نے۔ (۶) بخاک: مٹی میں۔ اندرش: اس کے اندر۔ عقد: ہار مراد ہنسلی ہے یا گردن کی ہڈیاں۔ گہرہائے: موتی۔ دنداں: دانت۔ فروریختہ: گرائے ہوئے۔ (۷) دہاں: مُنہ۔ بے زباں: زبان کے بغیر۔ پند: نصیحت۔ مے گفت: کہہ رہا تھا۔ دراز: اور راز کی بات۔ خواجہ: صاحب یا سردار۔ بے مرادی: نامرادی یا محرومی۔ بساز: موافقت رہے۔ (۸) نہ اینست: کیا یہ نہیں ہے۔ دہن: مُنہ۔ زیرِ گل: مٹی کے نیچے۔ شکر خوردہ: میٹھا کھائے ہوئے۔ انگار: شمار کر۔ (۹) گردش روزگاراں: زمانے کی گردش۔ مدار: مت رکھ۔ بگردد: گھومتا ہے۔ بسے: بہت دفعہ۔ (۱۰) ہماں لحظہ: اسی گھڑی۔ کیں: جبکہ اس نے۔ خاطرش: اس کا دل۔ روئے داد: ظاہر ہوئی۔ از خاطرش: اس کے دل سے۔ رخت: سامان۔ یکسو: ایک طرف۔ نہاد: رکھا۔

تشریح: (۱) لوگ عمدہ قسم کے کھانے تناول کرتے ہیں۔ جب کہ مجھے دال ساگ کھانے کو بھی بمشکل نصیب ہوتا ہے۔ مکہ باز کو یہ خیالات چھری کی طرح کاٹتے رہتے تھے۔ (۲) مکہ باز کو یہ خیال کھائے جاتا تھا کہ مجھے پہننے کو کپڑے بھی میسر نہیں جبکہ لوگ اپنی بلیوں کو ریشم دار کھال پہناتے ہیں۔ دور حاضر کے مالدار اپنے کتوں کی اعلیٰ خوراک و پوشاک کا انتظام کرتے ہیں۔ (۳) مکہ باز نے اپنی حسرتوں کا ازالہ کرنے کے بارے میں سوچا کہ اگر اوپر والا (رب کائنات) مجھے بھی کوئی غیبی خزانہ عنایت کر دیتا تو اس سے اس کے خزانے میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی۔ (۴) مکہ باز کے دل میں خزانے کے خواب نے یہ امنگ پیدا کی کہ اگر ایسا ہو جاتا تو میں بھی چند دن عیاشی کر لیتا اور محنت و مشقت سے گلو خلاصی ہو جاتی۔ (۵) اس شعر میں شیخ سعدیؒ اپنی سنی ہوئی حکایت بیان کر رہے ہیں کہ ایک دن مکہ باز کو زمین کی کھدائی کے دوران انسانی کھوپڑی کی پرانی ہڈی مل گئی۔ (۶) ٹوٹی ہوئی بوسیدہ ہڈی کا یہ حال تھا کہ وہ ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔ اس کا جوڑ جوڑ الگ ہو چکا تھا۔ اس کے تمام دانت ٹوٹ چکے تھے۔ (۷) ٹوٹی ہوئی انسانی کھوپڑی اپنی زبان حال سے مکہ باز کو یہ پیغام دے رہی تھی کہ دنیا میں کوئی مالدار ہو یا نادار سب کا انجام یہی ہے۔ اس لیئے اپنی محرومیوں سے سمجھوتہ کر لو، بہتر ہے۔ (۸) جب انسان منوں مٹی کے نیچے دب جاتا ہے تو پھر اس سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تم اعلیٰ قسم کے کھانے کھاتے تھے یا دال ساگ۔ وہ مٹی تو سب کا اسی طرح حلیہ بگاڑ دیتی ہے جیسا کہ آج میرا ہے۔ (۹) زمانے کو شکوہ کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کی ناانصافیوں کا ماتم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ تو کمینوں کو دولتمند اور عقلمندوں اور بادشاہوں کو گداگر کرتا رہتا ہے۔ (۱۰) مکہ باز کے دل میں پرانی کھوپڑی کی بے زبان نصیحت نے تمام فکر و غم دور کر دیئے۔ اور محرومیوں کے باوجود خوش و خرم زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔

مصرع اول		مصرع دوم
کہ اے نفسِ بے رائے و تدبیر و ہُش	۱	بکش بارِ تیمار و خود را مکش
کہ اے بے رائے اور بے تدبیر اور بیہوش نفس		غم کا بوجھ برداشت کر اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کر
اگر بندہ بار بر سر برد	۲	و گر سر با وجِ فلک بر برد
خواہ انسان سر پر بوجھ اٹھائے		خواہ آسمان کی بلندی پر سر لے جائے
دراں دم کہ حالش دگرگوں شود	۳	بمرگ از سرش ہر دو بیروں شود
جس وقت اس کا حال دگرگوں ہو گا		موت کی وجہ سے دونوں چیزیں اسکے سر سے نکل جائینگی
غم و شادمانی نماند ولیک	۴	جزائے عمل ماند و نامِ نیک
غم اور خوشی باقی نہیں رہتی، ہاں		عمل کا بدلہ اور نیک نام رہتا ہے
کرم پائے دارد نہ دیہیم و تخت	۵	بدہ کز تو ایں ماند اے نیک بخت
بخشش باقی رہتی ہے نہ کہ تاج و تخت		دے تاکہ باقی رہے اے نیک بخت
مکن تکیہ بر ملک و جاہ و حشم	۶	کہ پیش از تو بودست و بعد از تو، ہم
حکومت اور مرتبے اور لشکر پر بھروسہ نہ کر		اسلیئے کہ یہ چیزیں تو تجھ سے پہلے بھی تھیں اور تیرے بعد بھی ہیں گی
زر افشاں چو دنیا بخواہی گزاشت	۷	کہ سعدیؒ دُر افشاند چوں زر نداشت
سونا نچھاور کردے جب تو دنیا کو چھوڑ ہی دے گا		اسلیئے کہ سعدیؒ موتی نچھاور کرتا ہے اگر وہ سونا نہیں رکھتا

حکایت

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
حکایت کنند از جفا گسترے	۹	کہ فرماندہی داشت بر کشورے
لوگ ایک ظالم کا قصہ بتاتے ہیں		کہ وہ ایک ملک پر حکومت رکھتا تھا
در ایامِ او روزِ مردم چو شام	۱۰	شب از بیمِ او خوابِ مردم حرام
اُسکے زمانہ میں انسان کا دن شام کی طرح تھا		رات کو اس کے خوف سے لوگوں کی نیند حرام تھی

(۱) ہُش: ہوش کا مخفف۔ بکش: کھینچ۔ بارِ تیمار: غم کا بوجھ۔ خود را: اپنے آپ کو۔ مکش: مت مار۔ (۲) بار: بوجھ۔ بر سر: سر پر۔ برد: لے جاتا ہے۔ باوجِ فلک: آسمان کی بلندی پر۔ بر: زائد۔ (۳) دراں دم: جس وقت میں۔ حالش: اس کی حالت۔ دگرگوں: دوسری طرح کی۔ شود: ہووے گی۔ بمرگ: موت کے ساتھ۔ از سرش: اس کے سر سے۔ ہر دو: دونوں۔ بیروں شود: نکل جائیں گے۔ (۴) شادمانی: خوشی۔ نماند: نہیں رہے۔ ولیک: اور لیکن۔ جزائے عمل: عمل کی جزا۔ ماند: رہے گی۔ نامِ نیک: نیک نامی۔ (۵) کرم: بخشش۔ پائے دارد: پاؤں رکھتی ہے۔ دیہیم: تاج۔ بدہ: دے یا بخشش کر۔ کز: تو تاکہ تجھ سے۔ ایں ماند: یہ رہے۔ نیک بخت: نیک نصیب۔ (۶) مکن: مت کر۔ تکیہ: بھروسہ۔ جاہ: مرتبہ۔ حشم: نوکر چاکر۔ پیش از تو: تجھ سے پہلے۔ بودست: ہوئے ہیں۔ بعد از: تیرے بعد۔ از تو: تجھ سے۔ ہم: بھی۔ (۷) زر: سونا۔ افشاں: چھڑک۔ چوں: جب۔ بخواہی گزاشت: چھوڑ جائے گا۔ سعدی مصنف۔ دُر: موتی۔ افشاند: اس نے بکھیرے۔ نداشت: نہیں رکھا اس نے۔ (۸) حکایت: کہانی۔ (۹) کنند: کرتے ہیں۔ جفا گسترے: ایک ظالم۔ فرماندہی: حکمرانی۔ داشت: رکھتا تھا۔ کشورے: کوئی ملک۔ (۱۰) ایام: جمع یوم، دن۔ روز: دن۔ مردم: لوگ۔ چو: مثل۔ شب: رات۔ بیم: خوف۔ خوابِ مردم: لوگوں کی نیند۔ حرام: مراد غائب۔

تشریح: (۱) مکہ باز نے اپنے نفس کو کوستے ہوئے کہا کہ جب مالدار و نادار کا انجام یہی ہے تو پھر کسی قسم کا شکوہ کرنا بے جا ہے۔ اس لیئے دنیا میں وقت گزاری کا کام کرنا چاہیئے۔ (۲) اگر کسی کو محنت کشی کی حالت میں موت آتی ہے تو کوئی بات نہیں۔ کیونکہ جو لوگ بادشاہ ہیں ان کی موت بھی تو اسی طرح آتی ہے جیسے ایک مزدور کو۔ (۳) مکہ باز نے تصورات کی دنیا میں موت کی حالت کا جائزہ لیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ مرتے وقت اور مرنے کے بعد قبر میں مالدار اور نادار دونوں برابر ہوتے ہیں۔ (۴) جو شخص دنیا میں غمگین ہے۔ اس کا غم اور خوش و خرم شخص کی خوشی موت کے وقت سب کے سب ختم ہو جائیں گے۔ صرف نیک نامی اور اعمال صالحہ باقی رہیں گے۔ (۵) یہ مال و دولت اور تخت شاہی مٹی میں مل جائیں گے۔ لیکن راہِ اللہ میں خرچ کیا جانے والا مال ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ کیونکہ اسی کو بقا ہے۔ (۶) دولت و منصب ایسی چیزیں ہیں کہ ان پر توکل کرنا کم عقلی ہے۔ خدم و حشم ناقابل بھروسہ ہیں کیونکہ یہ پہلے لوگوں کے پاس بھی تھے جواب نہیں ہیں۔ (۷) اپنی نیک نامی اور جود و سخا کو زندہ رکھنے کے لیئے ضروری ہے کہ جس کے پاس مال و دولت ہے وہ تقسیم کردے۔ شیخ سعدیؒ کے پاس لفظوں کے موتی ہیں جو لٹا رہا ہے۔ (۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ظالم و جابر کے سامنے اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دینا اللہ تعالیٰ کی توہین ہے۔ عدل و انصاف کی دولت پر اترانے کی بجائے اس کی نعمت کا مشکور ہونا چاہیئے۔ (۹) اس شعر میں شیخ سعدیؒ کسی ملک کے بادشاہ کا تذکرہ کر رہے ہیں جو ظلم و ستم میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ (۱۰) اس شعر میں رات دن ایک ہونے کا مقصد یہ ہے۔ راتوں کی طرح دنوں میں کاروبار نہ ہونے کے باعث ویرانی ہوتی تھی۔ اس کے خوف سے دن کی طرح رات کو نیند نہیں کرتے تھے۔

	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۱	ہمہ روز نیکاں ازو در بلا	بشب دست پاکاں ازو بر دُعا
	تمام دن نیک لوگ اسکی وجہ سے مصیبت میں تھے	رات کو اس کے خوف سے لوگوں کی نیند حرام تھی
۲	گروہے بر شیخ آں روزگار	ز دستِ ستم گر گرستند زار
	ایک جماعت اس دَور کے ایک بزرگ کے پاس جاکر	ظالم کے ہاتھ سے زار زار رونے لگی
۳	کہ اے پیرِ دانائے فرخندہ رائے	بگو ایں جواں را بترس از خدا
	کہ اے عقل مند، مبارک تدبیر والے بزرگ	اس جوان سے کہہ دے کہ وہ خدا سے ڈرے
۴	بگفتا دریغ آیدم نامِ دوست	کہ ہر کس نہ درخورد پیغام اوست
	اس نے کہا اسکے سامنے خدا کا نام لینے سے میں کتا ہوں	اسلئے کہ ہر شخص اسکے پیغام کے لائق نہیں ہے
۵	کسے را کہ بینی زحق برکراں	مَنہ با وے اے خواجہ حق درمیاں
	جب تو کسی کو حق سے منحرف دیکھے	تو اے صاحب اسکے معاملہ میں خدا کو بیچ میں نہ لانا
۶	حقت گفتم اے خسروِ نیک رأ	تواں گفت حق پیشِ مردِ خدا
	اے نیک رائے بادشاہ میں تجھ سے صحیح کہہ رہا ہوں	مردِ خدا کے سامنے ہی حق بات کہی جا سکتی ہے
۷	برمردِ ناداں نریزم علوم	کہ ضائع کنم تخم در شورہ بوم
	بیوقوف آدمی کے سامنے میں علوم نہیں بکھیرتا ہوں	کہ میں شوریلی زمین میں بیج ضائع کروں
۸	چو در وے نگیرد عدو داندم	برنجد بجان و برنجاندم
	جب وہ بات اس میں اثر نہ کریگی مجھے دشمن سمجھے گا	دل سے رنجیدہ ہوگا اور مجھے بھی رنجیدہ کریگا
۹	ترا عادت اے بادشاہ حق رویست	دل مرد حق گو ازیں جا قوی ست
	اے بادشاہ تجھے تو حق پر چلنے کی عادت ہے	اسی وجہ سے حق گو انسان کا دل قوی ہے
۱۰	نگیں خصلتے دارد اے نیک بخت	کہ در موم گیرد نہ در سنگ سخت
	اے نیک بخت نگ کے نقوش کی یہ صورت ہے	کہ وہ موم میں اثر کرتا ہے نہ کہ سخت پتھر میں

ہمہ روز: سارا دن۔ نیکاں: جمع نیک۔ ازو: اس سے۔ بلا: مصیبت۔ بشب: رات کو۔ دستِ پاکاں: پاک لوگوں کے ہاتھ۔ بردُعا: دُعا پر۔ (۲) گروہے: ایک جماعت۔ بر: پر۔ شیخ آں روزگار: اس وقت کا بزرگ۔ زدستِ ستم گر: ظالم کے ہاتھ سے۔ گرستند: روئے وہ۔ زار: زار وقطار۔ (۳) پیرِ دانا: عقلمند بزرگ۔ فرخندہ رائے: مبارک رائے والے۔ بگو: کہہ۔ ایں جواں را: اس جوان کو۔ بترس: ڈر۔ (۴) بگفتا: اس نے کہا۔ دریغ آیدم: مجھے افسوس آتا ہے۔ ہر کس: ہر شخص۔ درخورد: لائق۔ پیغام: سندلیسہ۔ اوست: اس کا ہے۔ (۵) کسے را کہ: جس شخص کو کہ۔ بینی: دیکھے تو۔ برکراں: کنارے پر۔ مَنہ: مت رکھ۔ باوے: اس کے ساتھ۔ خواجہ: صاحب۔ حق درمیاں: حق کو بیچ میں۔ (۶) حقت گفتم: میں نے تجھ کو حق کہا ہے۔ خسروِ نیک را: نیک رائے والا بادشاہ۔ تواں گفت: کہہ سکتے ہیں۔ پیشِ مردِ خدا: خدا والے آدمی کے سامنے۔ (۷) برمردِ ناداں: نادان آدمی کے سامنے۔ نریزم: نہیں گراتا ہیں۔ علوم: جمع علم۔ ضائع کنم: ضائع کروں میں۔ تخم: بیج۔ شورہ بوم: شوریلی زمین۔ (۸) چو: جب۔ در وے: اس میں۔ نگیرد: نہیں اثر کریگی۔ عدو: دشمن۔ داندم: مجھ کو جانے گا۔ برنجد: رنجیدہ ہوگا۔ بجاں: جان میں۔ برنجاندم: مجھ کو رنجیدہ کرے گا۔ (۹) ترا: تجھ کو۔ حق رویست: حق پر چلنا ہے۔ دل مرد حق: اللہ والے مَرد کا دل۔ ازیں جا: اسی وجہ سے۔ قوی ست: مضبوط ہے۔ (۱۰) نگیں: نگینہ۔ خصلتے: ایک صفت۔ دارد: رکھتا ہے۔ نیک بخت: نیک نصیب۔ گیرد: اثر کرتا ہے۔ سنگِ سخت: سخت پتھر۔

تشریح: (۱) نیکوکار لوگوں کا وہ خصوصی دشمن تھا جس کی وجہ سے وہ لوگ ہر وقت مصیبت زدہ رہتے تھے۔ جبکہ راتوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے خلاف بددُعا پیش کرتے تھے۔ (۲) ظالم بادشاہ کے ستائے ہوئے لوگ اپنے اس دَور کے بہت بڑے بزرگ کے پاس جاکر بادشاہ کے مظالم کی داستان سنانے لگے۔ (۳) اور گڑگڑا کر عرض کی کہ اے بزرگ و برتر شخص للہ اس بادشاہ کو ایسی نصیحت کریں کہ وہ جبر و تشدد کا عمل چھوڑ دے۔ (۴) بزرگ شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا نام اس شخص کے سامنے لیا جاتا ہے جو اس کا قدر دان ہو۔ لیکن یہ ظالم تو ناقدری کرتا ہے۔ اس کے سامنے اللہ کا نام لینا بے ادبی ہے۔ (۵) جو شخص حق کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس کے سامنے حق کی بات کہنا نہ صرف غیر مفید ہے بلکہ خود حضرت حق کی بھی توہین ہے۔ (۶) حق کا اعلان تو ایسے بادشاہ کے سامنے کیا جاتا ہے جو حق کی قدر دانی کرتا ہے۔ کیونکہ حق شناس بادشاہ حق کو توجہ سے سُنتا ہے۔ (۷) جو شخص حق ناشناس ہو وہ ناسمجھ ہے اور نادان کے سامنے حق بات بے سود ہے۔ نصیحت کا بیج تھور و سیم سے اَٹی ہوئی زمین پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ (۸) نااہل شخص کو نصیحت کرنے سے ایک نقصان تو یہ ہوگا کہ وہ نصیحت قبول نہیں کرے گا اور میرا دشمن بن جائے گا۔ دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ وہ مجھے تکلیف پہنچائے گا۔ (۹) حق پر عمل کرنا جس بادشاہ کی روش ہوتی ہے۔ اس کے سامنے حق گوئی و بے باکی آسان ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے سامنے حق گو لوگوں کا دل مضبوط ہوتا ہے۔ (۱۰) نگینہ موم میں اپنے نقش و نگار چھوڑتا ہے۔ پتھر پر نہیں۔ یعنہٖ اسی طرح نصیحت بھی نرم و نازک دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ سخت دلوں پر نہیں۔

مصرعِ اول		مصرعِ ثانی
عجب نیست گر ظالم از من بجاں	۱	برنجد کہ دُزدست و من پاسباں
کوئی تعجب نہیں ہے اگر ظالم مجھ سے دل سے		رنجیدہ ہو کیونکہ وہ چور اور میں نگہبان ہوں
تو ہم پاسبانی بانصاف و داد	۲	کہ حفظِ خدا پاسبان تو باد
تو بھی انصاف اور عطا کے ذریعہ محافظ ہے		خدا کرے اللہ کی حفاظت تیری نگہبان رہے
ترا نیست منت زروئے قیاس	۳	خداوند را فضل و من و سپاس
از روئے قیاس تیرا احسان نہیں ہے		مہربانی اور احسان اور شکر خدا کیلئے ہے
کہ در کار خیرت بخدمت بداشت	۴	نہ چوں دیگرانت معطل گذاشت
اسلئے کہ اسی نے تجھے کار خیر کی خدمت کیلئے مقرر کیا ہے		دوسروں کی طرح تجھے بیکار نہیں بنایا
ہمہ کس بمیدان کوشش درانند	۵	ولے گوئے بخشش نہ ہر کس برند
سب انسان کوشش کے میدان میں ہیں		لیکن بخشش کی بازی ہر شخص نہیں جیتتا ہے
تو حاصل نہ کردی بکوشش بہشت	۶	خدا در تو خوئے بہشتی سرشت
تو نے اپنی کوشش سے بہشت حاصل نہیں کیا ہے		خدا نے تیرے اندر بہشت والوں کی عادت پیدا فرمادی
دلت روشن و وقت مجموع باد	۷	قدم ثابت و پایہ مرفوع باد
خدا کرے تیرا دل روشن رہے اور تجھے دل جمعی حاصل رہے		تو ثابت قدم رہے اور تیرا مرتبہ بلند ہو
حیاتت خوش و رفتنت بر صواب	۸	عبادت قبول و دُعا مستجاب
تیری زندگی اچھی رہے، تیرا چلن ٹھیک رہے		بندگی قبول ہو اور دعا منظور ہو

گفتار ۹

بات

مصرعِ اول		مصرعِ ثانی
ہمی تا بر آید بتدبیر کار	۱۰	مدارائے دشمن بہ از کارزار
جب تک تدبیر سے کام نکلے		دشمن سے نرمی برتنا لڑائی سے بہتر ہے

(۱) عجب نیست: تعجب نہیں ہے۔ از من: مجھ سے۔ بجان: دل سے۔ برنجد: رنجیدہ ہو۔ دُزدست: وہ چور ہے۔ من پاسبان: میں پہریدار۔ (۲) تو ہم: تو بھی۔ پاسبانی: پاسبان ہے تو۔ بانصاف و داد: عدل و انصاف کے ساتھ۔ حفظِ خدا: خدا کی حفاظت۔ پاسبان تو: تیری نگہبان۔ باد: ہووے۔ (۳) ترا: تجھ کو۔ نیست: نہیں ہے۔ منت: احسان۔ زروئے قیاس: قیاس کے لحاظ سے۔ خداوند را: اللہ تعالیٰ کو۔ فضل: مہربانی۔ من: احسان۔ سپاس: شکریہ۔ (۴) در کار خیرت: کار خیر میں تجھ کو۔ بداشت: رکھا اس نے۔ چوں: مثل۔ دیگرانت: دوسروں کی طرح تجھ کو۔ معطل: بیکار۔ گذاشت: چھوڑا اس نے۔ (۵) ہمہ کس: سبھی شخص۔ بمیدان کوشش: کوشش کے میدان میں۔ در: زائد۔ آند: ہیں۔ ولے: لیکن۔ گوئے بخشش: بخشش کی گیند۔ ہر کس: ہر شخص۔ برند: لے جاسکتے ہیں۔ (۶) نہ کردی: نہ کیا تو نے۔ بہشت: جنت۔ در تو: تجھ میں۔ خوئے بہشتی: بہشتی عادت۔ سرشت: گوندھ دی اس نے۔ (۷) دلت: تیرا دل۔ مجموع باد: جمع ہو یعنی پریشانی نہ ہو۔ پایہ: مرتبہ۔ مرفوع: بلند۔ (۸) حیاتت: تیری زندگی۔ رفتنت: تیرا جانا۔ مستجاب: مقبول۔

(۹) گفتار: بات۔

(۱۰) ہمی تا بر آید: جب تک کہ نکل سکتا ہے۔ بتدبیر: تدبیر کے ساتھ۔ کار: کام۔ مدارائے: نرمی کا معاملہ۔ بہ: بہتر۔ کارزار: لڑائی۔

تشریح: (۱) چونکہ ظالم لوگ چور ہوتے ہیں اور حق گو پہریدار ہوتے ہیں۔ اس لیے اصول فطرت کے مطابق ہر چور چوکیدار سے نالاں اور رنجش رکھنے والا ہوتا ہے۔ (۲) بادشاہ کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی حفاظت و نگہبانی کا فریضہ سونپا ہے۔ اگر وہ حق و انصاف سے مخلوق کی نگرانی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی پاسبانی کرتے ہیں۔ (۳) اگر کوئی بادشاہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی حق و انصاف کے ذریعے خدمت کرتا ہے تو یہ اس کا احسان نہیں، اس پر اسے اترانا نہیں چاہیئے بلکہ یہ تو اللہ کا احسان ہے جس نے خدمت کے لیے چن لیا۔ (۴) مخلوق کی خدمت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا انتخاب امتنان و شکر کا مقتضی ہے۔ ورنہ دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح تجھے بھی اللہ تعالیٰ راندۂ گاہ کر سکتا تھا۔ (۵) ہر شخص جود و سخا کے میدان میں اپنی اپنی کامیابی کی کوشش میں مصروف ہے لیکن کامیابی اسے حاصل ہوتی ہے جو اس کا ممنون و مشکور رہتا ہے۔ (۶) یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ اس نے تیری طبیعت میں عدل و انصاف کا عنصر پیدا کر دیا ہے۔ ورنہ تیرے لیے جنت کا داخلہ دشوار ہو جاتا۔ (۷) اس شعر میں دُعائیہ الفاظ بیان کئے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے دل کو منور، دل جمعی کی نعمت سے مالامال اور درجات بلند کرے (آمین) (۸) یہ دعائیہ الفاظ پر مبنی شعر ہے کہ دنیا میں تری عادات و اطوار صحیح ہوں، عبادات و ادعیہ کی قبولیت کا مقام حاصل ہو اور خاتمہ بالخیر ہو۔ (۹) عنوان۔ اس کہانی میں یہ بتایا گیا ہے کہ حکمرانی کا منصب سیاست و تدبیر سے چلایا جاتا ہے۔ جب نرمی سے کام چل سکتا ہے تو چلایا جائے۔ جب پانی سر پہ آئے تو سختی کرنی چاہیئے۔ (۱۰) بہتر یہی ہے کہ جنگ و جدال سے پہلو تہی کی جائے۔ جنگ و جدل کو ٹالنے کے لیے دشمن کی جائز بات ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱	چوں نتواں عدو را بقوت شکست	بنعمت بباید در فتنہ بست
	جب دشمن کو طاقت سے شکست نہ دی جاسکے	انعام کے ذریعہ فتنہ کا دروازہ بند کرنا چاہیئے
۲	گر اندیشہ داری ز دشمن گزند	بتعویذ احساں زبانش بہ بند
	اگر تجھے دشمن سے نقصان کا اندیشہ ہو	احسان کے تعویذ سے اس کی زبان بندی کردے
۳	عدو را بجائے خسک زر بریز	کہ احساں کند کُند دندان تیز
	دشمن کے لیئے گوکھرو کی بجائے سونا بچھادے	اس لیئے کہ احسان تیز دانتوں کو کند کردیتا ہے
۴	بتدبیر باید بجہاں خورد و نوش	چوں دستے نشاید گزیدن ببوس
	تدبیر اور خوشامد کے ذریعے دنیا سے فائدہ اٹھا	جب کوئی ہاتھ کاٹا نہ جاسکے تو اس کو بوسہ دے
۵	بتدبیر رستم در آید بہ بند	کہ اسفندیارش نہ جست از کمند
	تدبیر سے وہ رستم بھی قید میں آجاتا ہے	کہ جس کی کمند سے اسفندیار نہ بچ سکا
۶	عدو را بفرصت تواں کند پوست	پس اورا مراعت چناں کن کہ دوست
	موقع سے دشمن کی کھال کھینچ لینی چاہیئے	پھر اس سے دوست کی طرح رعایت برت
۷	حذر کن ز پیکار کمتر کسے	کہ از قطرہ سیلاب دیدم بسے
	کم درجہ کے آدمی سے لڑنے سے بچ	اسلئے کہ بسا اوقات میں نے قطرہ سے سیلاب بنتا دیکھا ہے
۸	مزن تا توانی برابرو گرہ	کہ دشمن اگرچہ زبوں دوست بہ
	جب تک ہوسکے پیشانی پر گرہ نہ ڈال	اسلئے کہ دشمن اگرچہ کمزور ہو اس کا دوست ہونا بہتر ہے
۹	بود دشمنش تازہ و دوست ریش	کسے کش بود دشمن از دوست بیش
	اس کا دشمن تازہ دم اور دوست زخمی ہوگا	جس کے دشمن دوستوں سے زیادہ ہوں
۱۰	مزن با سپاہے ز خود بیشتر	کہ نتواں زد انگشت بانیشتر
	اپنے سے زیادہ تعداد کے لشکر پر حملہ نہ کر	اس لیئے کہ انگلی نشتر پر نہیں ماری جاسکتی ہے

(۱) چوں: جب۔ نتواں: اس نے ”شکست کے اوپر لگنا ہے یعنی نہیں توڑ سکتا۔ عدو: دشمن۔ بقوت: طاقت سے۔ بنعمت: مال سے۔ بباید: اس نے ”بست“ کے اوپر لگنا ہے۔ (۲) اندیشہ داری: فکر رکھتا ہے تو۔ در: دروازہ۔ گزند: نقصان۔ بتعویذ احساں: احسان کے تعویذ کے ساتھ زبانش: اس کی زبان۔ بہ بند: بند کردے یعنی احسان کے ساتھ رام کرلے۔ (۳) خسک: گوکھرو لوہے کے کانٹے۔ زر: سونا۔ بریز: بکھیر۔ کند: کرتا ہے۔ کُند: مٹھا۔ دندانِ تیز: تیز دانت۔ (۴) باید: خورد و نوش کے اوپر لگ کر کھانا چاہیئے اور چومنا چاہیئے۔ چوں: جب۔ دستے: کوئی ہاتھ نشاید گزیدن: کاٹنا ممکن نہ ہو۔ ببوس: چوم لے۔ (۵) رستم: ایران کا مشہور پہلوان۔ در آید: آجاتا ہے۔ بہ بند: بند میں۔ کہ: جو کہ۔ اسفندیار: گشتاسپ کا بیٹا جو بڑا پہلوان تھا۔ ش کمند کا مضاف الیہ ہے یعنی اس کی کمند سے۔ نہ جست: نہ کودا۔ (۶) عدو: دشمن۔ بفرصت: فرصت کے وقت میں۔ تواں کند: ادھیڑ سکتے ہیں۔ پوست: کھال۔ پس: پھر۔ اورا: اس کو۔ مراعت: مخفف مراعات یعنی رعایت۔ چناں کن: ایسے کر۔ کہ: جیسا کہ۔ (۷) حذر کن: پرہیز کر۔ پیکار کمتر کسے: کم درجہ آدمی کی لڑائی۔ دیدم: دیکھا میں نے۔ بسے: بہت دفعہ۔ (۸) مزن: مت مار۔ توانی: جب تک تو طاقت رکھے۔ ابرو: بھنویں۔ گرہ: شکن۔ زبوں: کمزور۔ بہ: بہتر۔ (۹) بود: ہووے۔ دشمنش: اس کے دشمن۔ ریش: زخمی۔ کسے کش: جس شخص کے کہ ش دوست کا مضاف الیہ یعنی اس کے دوست۔ بیش: زیادہ۔ (۱۰) مزن: مت مار۔ سپاہے: کہ جو فوج کہ۔ بیشتر: زیادہ۔ نتواں زد: نہیں مار سکتے۔ انگشت: انگلی۔ بانیشتر: نشتر پر۔

تشریح: (۱) چونکہ دشمن فتنہ گر ہوتا ہے۔ اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ فتنہ بازی سے کام لے کر ملک میں انتشار پھیلادے لیکن فتنہ کو دبانے کے لیئے سیاسی سوجھ بوجھ سے کام لیا جائے۔ (۲) اگر یہ اندیشہ ہو کہ دشمن نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کریگا تو دشمن کو اپنے احسانات کی دلدل میں اس طرح دھنسا دینا چاہیئے کہ وہ فتنہ بازی سے باز آنے پر مجبور ہوجائے۔ (۳) دشمن کے راستے میں تین رُخہ لوہے کے کانٹے بچھا کر اس کی پیش قدمی روکنے سے بہتر ہے کہ مال و دولت سے اس کی راہیں مسدود کردے۔ (۴) تدبیر سے حصول دنیا بہتر ہے۔ اگر ہاتھ کٹنے میں نہ آئے تو اسے بوسہ دے دو تاکہ وہ اسے اپنی عزت و اکرام سمجھے۔ حالانکہ یہ تیری تدبیر و سیاست ہوگی۔ (۵) تدبیر کی قوت سے بڑے بڑے طاقتور پہلوان بچھاڑے جاسکتے ہیں۔ اسی تدبیر کے ہتھیار سے شغاد نے رستم کو اور رستم نے اسفندیار کو مات کردیا تھا۔ (۶) تدبیر کے جال میں دشمن کو پھنسا کر اس کی سرکشی ختم کردو اور بعد ازاں اس سے دوستوں جیسا سلوک کرکے ہمیشہ کے لیئے اسے احسان مند کردو۔ (۷) کبھی کسی دشمن کو کمزور نہ سمجھو کیونکہ قطرہ قطرہ دریا بن جاتا ہے۔ اس لیئے کہ کمزور دشمن کسی دوسرے دشمن کی طاقت کا حصہ بنکر خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ (۸) ممکنہ حد تک کوشش ہونی چاہیئے کہ کوئی دشمن تیری طرف متوجہ نہ ہو۔ کیونکہ دشمن چاہے کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ دشمنی سے دوستی بہتر ہے۔ (۹) دوستوں کی کثرت دشمنوں کو تازہ دم رہنے سے باز رکھتی ہے۔ کیونکہ دشمن تعداد میں قلیل ہونے کی وجہ سے ہمیشہ تھکا ماندہ رہتا ہے۔
(۱۰) قوت و طاقت کے اعتبار سے زیادہ مضبوط اور اعلیٰ ترین فوج پر حملہ کرنا ایسا ہی مضر ہے جیسا کہ کسی نشتر پر ہاتھ مارنا نقصان دہ ہے۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱	دگر زو توانا تری در نبرد	نہ مَردی ست بر ناتواں زور کرد
	اگر تو لڑائی میں اس سے زیادہ قوی ہے	تو کمزور پر زور کرنا بہادری نہیں ہے
۲	اگر پیل زوری وگر شیر چنگ	بنزدیکِ من صلح بہتر کہ جنگ
	اگر تو ہاتھی کے زور والا ہے اور شیر کے پنجہ والا ہے	میرے نزدیک جنگ سے صلح بہتر ہے
۳	چو دست از ہمہ حیلتے در گسست	حلال ست بردن بشمشیر دست
	اگر تمام تدبیروں سے ہاتھ عاجز آجائے	تو تلوار پر ہاتھ لے جانا درست ہے
۴	اگر صلح خواہد عدو سر مپیچ	وگر جنگ جوید عناں بر مپیچ
	اگر دشمن صلح چاہے سر نہ موڑ	اگر وہ لڑائی چاہے تو باگ نہ موڑ
۵	کہ گروے بہ بندد در کارزار	ترا قدر و ہیبت شود یک ہزار
	اس لیئے کہ اگر وہ لڑائی کا دروازہ بند کریگا	تیرا مرتبہ اور ہیبت ایک ہزار گنا ہو جائیگا
۶	ور او پائے جنگ آورد در رکاب	نخواہد بحشر از تو داور حساب
	اگر وہ لڑائی کا پیر رکاب میں لائے	تو اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں تجھ سے حساب لے گا
۷	تو ہم جنگ را باش چوں فتنہ خاست	کہ بر کینہ ور مہربانی خطاست
	تو بھی جنگ کے لیئے تیار رہ جب فتنہ اٹھے	اس لیئے کہ کینہ پرور پر مہربانی کرنا غلطی ہے
۸	چوں باسفلہ گوئی بلطف و خوشی	فزوں گردد ش کبر و گردن کشی
	جب تو مہربانی اور خوشی سے کسی سے گفتگو کریگا	تو اس کا غرور اور تکبّر اور زیادہ ہو جائے گا
۹	چو دشمن در آمد بعجز از درت	بدر کن ز دل کین و خشم از سرت
	جب دشمن عاجزی کے ساتھ تیرے دروازے پر آئے	تو دل سے کینہ اور سر سے غصّہ نکال دے
۱۰	چو زنہار خواہد کرم پیشہ کن	ببخشا و از مکرش اندیشہ کن
	جب وہ امان چاہے کرم اختیار کر	معاف کردے اور اس کے مکر سے ڈرتا رہ

(۱) زو: اس سے۔ تواناتری: زیادہ طاقتور ہے تو۔ نبرد: لڑائی۔ نہ مَردی ست: بہادری نہیں ہے۔ ناتواں: کمزور۔ زور کرد: زور کرنا۔ (۲) پیل زوری: ہاتھی کے زور والا۔ شیر جنگ: شیر کے چنگل والا۔ بنزدیکِ من: میرے نزدیک۔ کہ: بمعنی از: سے۔ (۳) چوں: جب۔ دست: ہاتھ۔ ہمہ حیلتے: تمام حیلے۔ درگسست: ٹوٹ گیا، عاجزہ گیا۔ بردن: لے جانا۔ بشمشیر: تلوار پر۔ دست: ہاتھ۔ (۴) خواہد: چاہے۔ مپیچ: مت پھیر۔ جوید: ڈھونڈے۔ عناں: باگ۔ (۵) وے: وہ۔ بہ بندد: بند کرے۔ کارزار: لڑائی۔ ترا: تیری۔ شود: ہو جاوے۔ یک ہزار: ایک ہزار گنا۔ (۶) ور او: اور اگر وہ۔ پائے جنگ: جنگ کے پاؤں۔ آورد: لے آوے۔ نخواہد: نہیں چاہے گا۔ بحشر: محشر میں۔ داور: اللہ تعالیٰ۔ (۷) ہم: بھی۔ جنگ را: جنگ کے لیئے۔ باش: تیار ہو جا۔ چوں: جب۔ فتنہ خواست: فتنہ کھڑا ہو۔ کینہ ور: کینے والا۔ خطاست: غلطی ہے۔ (۸) چوں: جب۔ باسفلہ: کمینہ کے ساتھ۔ گوئی: بات کرے تو۔ بلطف: مہربانی سے۔ فزوں: زیادہ۔ گردد ش: ہو جاوے اس کی۔ کبر: تکبّر۔ گردن کشی: سرکشی۔ (۹) در آمد: اندر آیا۔ بعجز: عاجزی سے۔ از درت: تیرے دروازے سے۔ بدر کن: باہر کردے۔ کین: کینہ۔ خشم: غصّہ۔ از سرت: اپنے سر سے۔ (۱۰) زنہار: امان۔ خواہد: چاہے وہ۔ کرم: بخشش۔ پیشہ کن: اختیار کر۔ ببخشا: بخشش کر۔ از مکرش: اس کے مکر سے۔ اندیشہ کن: فکر کر، احتیاط کر۔

تشریح: (۱) اگر دشمن ضعیف اور طاقت میں کم تر ہے تو پھر اپنے سے کمزور پر حملہ آور ہونا دلیری و بہادری نہیں۔ کیونکہ کمزور کا شکست خوردہ ہونا یقینی ہے۔ (۲) اگر تو اتنا طاقتور ہے کہ تیرا مدمقابل کوئی نہیں تو پھر بہتر یہی ہے کہ صلح کی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ کیونکہ کمزور تو پہلے سے مرعوب ہے۔ صلح سے ممنون رہے گا۔ (۳) اگر دشمن کسی طرح بھی سکون سے نہ رہنے دے اور تیری صلح جوئی اور معذرت خواہانہ روش کو بزدلی قرار دے تو پھر اسے سبق سکھانے میں کوئی حرج نہیں۔ (۴) اگر دشمن صلح کرنا چاہے تو فوراً صلح قبول کر لو۔ اگر وہ جنگ کرنا چاہے تو اس سے جنگ کرو لیکن عیار دشمن سے صلح کیلئے کمال ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ (۵) اگر دشمن خود صلح کی پیش کش کرے تو اس سے تمہاری ہیبت اور وقار میں اضافہ ہوگا۔ لیکن عہد شکن دشمن صلح کی پیشکش کو جنگی چال کے طور پر بھی استعمال کر سکتا ہے۔ (۶) اگر دشمن خود جنگ کا بگل بجائے تو اسے منہ توڑ جواب دینے کے لیئے کمربستہ ہو جانا چاہیئے۔ قیامت کے دن جنگ کے حساب کی ذمہ داری پہل کرنے والے پر ہوگی۔ (۷) اگر کوئی شخص ملکی حالات کو خراب کرنے کے لیئے فتنہ پھیلاتا ہے تو فوراً اسے کچل دینا چاہیئے۔ ایسے فتنہ گر کو مہربانیوں کا تحفہ دینا خلافِ اصول ہے۔ (۸) کمینے شخص کو باوقار مقام دینا نہ صرف اسے مغرور کرتا ہے بلکہ اس کی نظر میں خود کو گرانا بھی ہے۔ کیونکہ تمہارے احترام کا وہ غلط مطلب لیتا ہے۔ (۹) اگر دشمن اپنی کمینگی میں عاجز اور کینہ پروری میں ناکام ہو کر از روئے مجبوری اپنا سر تیرے قدموں میں ڈال دے تو اسے معاف کر دینا چاہیئے۔ (۱۰) اگر کوئی دشمن پناہ مانگے تو اسے اپنی امان میں لے لینا چاہیئے۔ لیکن اس کے مکر و فریب سے محتاط بھی رہنا ضروری ہوگا۔ برصغیر پاک و ہند میں انگریز کو پناہ دینا سبق آموز ہے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
ز تدبیرِ پیرِ کہن برمگرد	۱	کہ کار آزمودہ بود سالخورد
بوڑھوں کی تدبیر سے انحراف نہ کر		اس لیئے کہ پُرانا آدمی تجربہ کار ہوتا ہے
در آرند بنیاد رویں زپاء	۲	جواناں بشمشیر و پیراں براء
کانسی کی دیوار اکھاڑ ڈالتے ہیں		جوان تلوار سے اور بوڑھے عقل سے
بیندیش در قلب ہیجا مفر	۳	چہ دانی کہ زیناں کہ یابد ظفر
لڑائی کے دوران میں بچاؤ کی جگہ کی سوچ رکھ		تجھے کیا معلوم فتح کس کے حصہ میں ہے
چو بینی کہ لشکر ز ہم پشت داد	۴	بہ تنہا مدہ جانِ شیریں بباد
جب تو دیکھے کہ لشکر ایک دوسرے سے جدا ہو گیا		تو پیاری جان کو تنہا برباد نہ کر
اگر بر کناری برفتن بکوش	۵	دگر در میاں لبسِ دشمن بپوش
اگر تو کنارے پر ہے تو چل دینے کی کوشش کر		اگر درمیان میں ہے تو دشمن کا لباس پہن لے
دگر خود ہزاری و دشمن دویست	۶	چو شب شد در اقلیمِ دشمن مایست
اگر تو ایک ہزار اور دشمن دو سو ہے		جب رات ہو جائے دشمن کے ملک میں نہ ٹھہر
شبِ تیرہ پنجہ سوار از کمیں	۷	چو پانصد بشوکت بدرّد زمیں
اندھیری رات میں پچاس سوار کمین گاہ سے نکل کر		پانچ سو کی طرح دبدبہ سے زمین دہلا دیتے ہیں
چو خواہی بریدن بہ شب راہ ہا	۸	حذر کن نخست از کمیں گاہ ہا
اگر تو رات میں راستے طے کرنا چاہے		پہلے کمین گاہوں سے بچاؤ کر لے
میانِ دو لشکر چو یک روزہ راہ	۹	بماند بزن خیمہ برجائے گاہ
دونوں لشکروں کے درمیان جب ایک روز کی راہ		رہ جائے تو اسی جگہ خیمہ لگا لے
تو آسودہ بر لشکرِ ماندہ زن	۱۰	کہ ناداں ستم کرد بر خویشتن
تو آرام اٹھائے ہوئے، تھکے ہوئے لشکر پر حملہ کرے		اس لیئے کہ اس ناداں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے

(۱) پیرِ کہن: پُرانا بڈھا۔ برمگرد: مت پھر۔ کار آزمودہ، کام آزمائے ہوئے۔ مراد تجربہ کار۔ بود: ہووے۔ سالخوردہ: سال کھائے ہوئے یعنی لمبی عمر والا۔ (۲) در آرند: نکال دیتے ہیں۔ بنیاد رویں: پیتل، تانبا۔ زپاء: پاؤں سے۔ جواناں: جمع جوان۔ بشمشیر: تلوار سے۔ پیراں: بوڑھے۔ برآء: رائے کے ساتھ۔ (۳) بیندیش: سوچ۔ قلب: درمیان۔ ہیجا: لڑائی۔ مفر: بھاگنا۔ چہ دانی: کیا جانے تو۔ کز زیناں: کون میں سے۔ کہ: کون۔ یابد: پاوے۔ ظفر: کامیابی۔ (۴) بینی: دیکھے تو۔ زہم: آپس سے۔ پشت داد: پیٹھ دے دی۔ مدہ: مت دے۔ بباد: برباد۔ شیریں: میٹھی۔ (۵) برکناری: کنارے پر ہے تو۔ برفتن: جانے میں۔ کوش: کوشش کر۔ درمیاں: بیچ میں۔ لبس: لباس۔ بپوش: پہن لے۔ (۶) ہزاری: ہزار ہے تو۔ دویست: دو سو ہے۔ شب: رات۔ شد: ہوگئی۔ اقلیم دشمن: دشمن کا ملک۔ مایست: مت ٹھہر۔ (۷) شب تیرہ: تاریک رات۔ پنجہ: پچاس۔ کمیں: گھات کی جگہ۔ پانصد: پانچ سو۔ بشوکت: ہیبت سے۔ بدرّد: پھاڑ دیں۔ (۸) چوں: جب۔ خواہی: تو چاہے۔ بریدن: طے کرنا۔ راہ ہا: جمع راستے۔ حذر کن: پرہیز کر۔ نخست: پہلے۔ کمیں گاہ ہا: گھات کی جگہیں۔ (۹) میاں: درمیان۔ یک روزہ: ایک دن کا۔ بماند: رہ جائے۔ بزن: لگا دے۔ برجائے گاہ: اسی جگہ پر۔ (۱۰) آسودہ: آرام سے۔ لشکر ماندہ: تھکا ہوا لشکر۔ زن: حملہ کر۔ ستم کرد: ظلم کیا۔ برخویشتن: اپنے آپ پر۔

تشریح: (۱) بزرگوں کے تجربات کی روشنی میں ان کے مشوروں سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کیونکہ جو کام بزرگوں کے مشورہ و تدبیر سے ہوتا ہے وہ نوجوانوں کی طاقت سے نہیں ہوتا۔ (۲) بڑی بڑی مہمات کو سر کرنے کے لیئے بزرگوں کی آراء اور جوانوں کی طاقت و تلوار دونوں ضروری ہیں۔ اس لیئے جوانی کے نشے میں بزرگوں کی رائے سے روگردانی نہیں کرنی چاہیئے۔ (۳) عین معرکہ کے وقت میدانِ جنگ میں جنگی تدبیروں کے ساتھ ساتھ اپنے تحفظ کے لیئے احتیاطی تدابیر کا سوچنا بھی لازمی ہے۔ ممکن ہے کہ دشمن غالب آجائے۔ (۴) میدان جنگ میں جب سارا لشکر فرار ہو جائے تو تنہا لڑنے مرنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لیئے موقع پاکر راہِ فرار اختیار کرنی چاہیئے۔ ورنہ جان گنوانے کا اندیشہ ہوگا۔ (۵) اپنے خلاف پانسہ بدل جانے کی صورت میں اگر میدان جنگ میں ایک طرف ہو تو مفرور ہو جاؤ۔ اگر درمیان میں ہو تو دشمن کو دھوکہ دیکر نکل جاؤ۔ دشمن کی قید میں نہ آؤ۔ (۶) اگر دشمن کی افواج تعداد میں کم ہو تو پھر بھی اس کے علاقے میں پڑاؤ ڈالنا خطرے سے خالی نہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے علاقے سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ (۷) دشمن اپنے علاقے میں اندھیری رات سے فائدہ اٹھا کر شبخون مار سکتا ہے۔ اور شبخون مارنے کے لیئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک آدمی دس کے برابر ہے۔ (۸) اگر دشمن کے علاقوں میں رات کے وقت سفر کرنا چاہو تو پہلے دشمن کے مورچوں کے نقشہ پر نظر رکھنی چاہیئے۔ تاکہ دشمن کے مورچوں سے بحفاظت نکلا جاسکے۔ (۹) تمہارا لشکر اگر سفر کرکے دشمن سے اتنا قریب رہ جائے کہ صرف ایک منزل کا فاصلہ ہو تو وہیں پڑاؤ ڈال لینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ دشمن کو آگے لاکر تھکانے کی بہترین تدبیر ہے۔ (۱۰) جب دشمن ایک منزل آگے چل کر تمہاری طرف بڑھے گا تو سفر کی وجہ سے تھکن محسوس کرے گا۔ جبکہ تمہارا تازہ دم لشکر ہوگا۔ جو آسانی شکست دے سکے گا۔

(۱) چو دشمن شکستی میفگن علم — که بازش نیاید جراحت بہم

جب تو دشمن کو شکست دیدے پھر بھی جھنڈا نہ گرا — تاکہ اس کے زخم پھر بھر نہ آئیں

(۲) بسے در قفائے ہزیمت مراں — نباید کہ دور افتی از یاوراں

بھاگے ہوئے کا زیادہ پیچھا نہ کر — ایسا نہ ہو کہ تو مددگاروں سے دور پڑ جائے

(۳) ہوا بینی از گرد ہیجا چو میغ — بگیرند گردت بشر دبین و تیغ

اور لڑائی کی گرد کی وجہ سے تو ہوا کو ابر کی طرح دیکھے گا — تو وہ نیزے اور تلوار سے تجھے گھیر لیں گے

(۴) بدنبالِ غارت نراند سپاہ — کہ خالی بماند پسِ پشتِ شاہ

لشکر لوٹ کے پیچھے نہ پڑے — کہ بادشاہ کی پشت خالی رہ جائے

(۵) سپہ را نگہبانیٔ شہریار — بہ از جنگ در حلقۂ کارزار

لشکر کے لیئے بادشاہ کی حفاظت — لڑائی کے میدان میں جنگ کرنے سے بہتر ہے

گفتار ۶

بات

(۷) دلاور کہ بارے تہوّر نمود — بباید بمقدارش اندر فزود

کوئی بہادر جب ایک مرتبہ بہادری دکھلائے — تو اسکی بہادری کی بقدر اسکا مرتبہ بڑھا دینا چاہیئے

(۸) کہ بارِ دگر دل نہد بر ہلاک — ندارد ز پیکار یاجوج باک

اسلیئے کہ وہ دوبارہ جان دینے پر آمادہ ہو جائے گا — یاجوج کی جنگ سے بھی نہ ڈرے گا

(۹) سپہ را در آسودگی خوش بدار — کہ در حالتِ سختی آید بکار

راحت کے وقت لشکر کو خوش رکھ — تاکہ سختی کے وقت کام آئے

(۱۰) کنوں دستِ مردانِ جنگی ببوس — نہ آنگہ کہ دشمن فروکوفت کوس

جنگی بہادروں کی اب دست بوسی کرلے — نہ کہ اس وقت جب دشمن نقارہ بجادے

(۱) شکستی: شکست دے دی تونے۔ میفگن: مت گرا۔ علم: جھنڈا۔ بازش: پھر اس کو۔ ش: جراحت کے ساتھ لگی ہے یعنی اس کا زخم۔ نیاید: نہ آوے۔ بہم: آپس میں یعنی بھر نہ آئے۔ (۲) بسے: زیادہ۔ قفائے: پیچھے۔ ہزیمت: شکست مُراد شکست خوردہ فوج۔ مراں: گھوڑے نہ دوڑا۔ نباید: نہیں چاہیئے۔ افتی: پڑے تو۔ یاوراں: جمع مددگار۔ (۳) ہوا: فضا۔ بینی: دیکھے تو۔ گرد ہیجا: لڑائی کی گرد۔ چو: مثل۔ میغ: بادل۔ بگیرند: پکڑ لیں گے گردت: تیرے گرد۔ بشر دبین: نیزوں سے۔ تیغ: تلوار (۴) بدنبالِ غارت: لوٹ کے پیچھے۔ نراند: نہ گھوڑے دوڑائے۔ سپاہ: فوج۔ بماند: رہ جائے گی۔ پس پشت: پیچھا۔ شاہ: بادشاہ۔ (۵) سپہ: فوج۔ نگہبانی: حفاظت۔ شہریار: بادشاہ۔ بہ: بہتر۔ حلقۂ کارزار: لڑائی کا میدان۔ (۶) گفتار: بات۔ (۷) دلاور: بہادر۔ بارے: ایک بار۔ تہوّر: بہادری نمود: دکھائی اس نے۔ بباید: چاہیئے۔ بمقدارش، اس کے مرتبے میں۔ اندر: زائد۔ فزود: زیادتی۔ (۸) بارِ دگر: دوبارہ۔ دل نہد: دل رکھے گا یعنی حوصلہ کرے گا۔ بر ہلاک، ہلاکت پر یعنی جان دینے پر۔ ندارد: نہیں رکھے گا۔ پیکار: جنگ۔ یاجوج: ایک زبردست لڑاکی قوم جو قرب قیامت میں ظاہر ہوگی۔ باک: خوف۔ (۹) سپہ: لشکر۔ را: کو۔ آسودگی: آرام مُراد امن کا زمانہ۔ خوش بدار: خوش رکھ۔ حالتِ سختی: مُراد جنگ کی حالت۔ آید: آوے گا۔ بکار: کام میں۔ (۱۰) کنوں: اب۔ دست: ہاتھ۔ مردانِ جنگی: جنگی بہادر۔ ببوس: چوم۔ نہ آنگہ: نہ اس وقت۔ فروکوفت، کوٹ دیا۔ کوس، نقارہ۔

تشریح (۱) جب دشمن کو شکست ہو جائے تو فی الفور اس کا پرچم نہیں آتارنا چاہیئے۔ اس سے ان کے زخم تازہ ہوں گے اور وہ پھر سے جوش کھا کر لڑنے مرنے پر اتر آئے گا۔ (۲) شکست خوردہ دشمن کا زیادہ دور تک تعاقب نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس حالت میں اپنی باقاعدہ فوج سے دوری وعلیحدگی دشمن کے لیئے کارگر ثابت ہوگی۔ (۳) اپنی فوج سے زیادہ دُور ہونا دشمن کو دوبارہ پلٹنے کا موقع فراہم کرنا ہوتا ہے جس سے وہ تمہیں اپنے لشکر کے ذریعے اپنی تلواروں کے رحم وکرم پر لائے گا۔ (۴) فتح کے بعد ساری فوج لوٹ مار کرنے میں مصروف نہ ہو بلکہ اپنے سپہ سالار اور بادشاہ کی حفاظت بھی لازمی ہے۔ (۵) میدانِ جنگ عین معرکہ کے وقت یا فتح حاصل ہونے کے بعد اپنے بادشاہ کی حفاظت دشمن کی شکست یا لوٹ مار سے زیادہ لازمی ہے۔
(۶) عنوان۔ اس گفتار (بات) میں یہ بتایا گیا ہے کہ بہادر اور جان نثار کی عظمت وعزت افزائی ضروری ہے اور فوج کی تیاری پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہیئے۔ (۷) بہادری کے حوالے سے جو فوجی کوئی اہم کارنامہ سرانجام دے تو منصب وتنخواہ میں ترقی دے کر اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ (۸) یہ شعر پہلے شعر کی تکمیل کر رہا ہے کہ اس طرح وہ فوجی دوبارہ موقع آنے پر جان جوکھوں میں ڈال کر یاجوج ماجوج سے لڑنے سے بھی باز نہ آئے گا۔
(۹) یہ ایک سپاہی کی فطرت ہے کہ اسے امن کے دنوں میں سہولتیں مہیا کی جائیں تو وہ جنگ کے دنوں میں جانبازی کے جوہر دکھلائے گا۔
(۱۰) امن کے ایام میں افواج کو نوازنے کے بہت سے اور بہتر مواقع میسر آتے ہیں! ایسے مواقع حالتِ جنگ میں قطعاً میسر نہیں آتے۔

(۱) کارش: اس کا کام۔ باشد: ہووے۔ برگ: سامان کے ساتھ۔ چرا: کیوں۔ نہد: رکھے گا۔ ہیجا: لڑائی۔ بمرگ: موت پر۔ (۲) نواحی: جمع ناحیہ طرف۔ کف: ہتھیلی۔ بدسگال: بُرائی سوچنے والا۔ نگہدار: حفاظت کر۔ بمال: مال کے ساتھ۔ (۳) بود: ہووے۔ عدو: دشمن۔ دستِ چیر: غلبے کا ہاتھ۔ چوں: جب۔ دل آسودہ: بآرام دل۔ باشند: ہوویں۔ سیر: رجے ہوئے۔ (۴) بہائے: قیمت۔ سرِ خویشتن: اپنا سر۔ مے خورد: کھاتا ہے۔ نہ باشد: نہیں ہوگا۔ برد: لے جاوے۔ (۵) چوں: جب۔ دارند: رکھیں وہ۔ گنج: خزانہ۔ دریغ: افسوس اور روک۔ آیدش: آوے گا اس کو۔ دست بردن: ہاتھ لے جانا۔ بہ تیغ: تلوار پر (۶) مردی کند: بہادری دکھلائے گا۔ صف کارزار: لڑائی کی صف میں۔ دستش: اس کا ہاتھ۔ تہی: خالی۔ باشد: ہووے۔ کارزار: لڑائی۔ (۷) گفتار: بات۔ (۸) پیکار: لڑائی۔ دلیراں: جمع بہادر۔ فرست: بھیج۔ ہزبراں: جمع شیر۔ بناورد: لڑائی میں۔ (۹) برائے جہاں دیدگاں: جہاں دیکھے ہوؤں کی رائے پر۔ کارکن: عمل کر۔ صید آزمودہ: شکار کھیلے ہوئے۔ گرگ کہن: پُرانا بھیڑیا۔ (۱۰) مترس: مت ڈر۔ شمشیر زن: تلوار چلانے والا۔ حذر: پرہیز۔ کن: کر۔ پیراں: جمع بوڑھے۔ بسیار فن: بہت مکروں والے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
سپاہی کہ کارش نہ باشد برگ	۱	چرا دل نہد روزِ ہیجا بمرگ
جس سپاہی کے پاس ساز و سامان نہ ہو		وہ جنگ میں مرنے پر کیسے آمادہ ہوگا
نواحی ملک از کفِ بدسگال	۲	بلشکر نگہ دار و لشکر بمال
ملک کے اطراف کی بدخواہ کے ہاتھ سے		لشکر کے ذریعہ اور لشکر کی مال کے ذریعہ حفاظت کر
ملک را بود بر عدو دستِ چیر	۳	چوں لشکر دل آسودہ باشند و سیر
بادشاہ کا دشمن پر غلبہ کا ہاتھ ہوتا ہے		جب لشکر آرام سے اور پیٹ بھرا ہوتا ہے
بہائے سرِ خویشتن مے خورد	۴	نہ انصاف باشد کہ سختی برد
وہ اپنے سر کی قیمت کھاتا ہے		تو یہ انصاف نہ ہوگا کہ وہ سختی جھیلے
چوں دارند گنج از سپاہی دریغ	۵	دریغ آیدش دست بردن بہ تیغ
جب خزانے کو لشکر سے بچا کر رکھیں		تو اس کو تلوار کی طرف ہاتھ بڑھانا بُرا معلوم ہوگا
چہ مردی کند در صفِ کارزار	۶	چوں دستش تہی باشد و کارزار
جنگ کی صف میں کیا بہادری کرے گا		جب کہ اس کا ہاتھ خالی ہو اور کام خراب ہو

گفتار

بات

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
بہ پیکارِ دشمن دلیراں فرست	۸	ہزبراں بناورد شیراں فرست
دشمن سے جنگ کے لیئے بہادروں کو بھیج		شیروں سے لڑنے کے لیئے خونخوار شیروں کو بھیج
برائے جہاں دیدگاں کار کن	۹	کہ صید آزمودست گرگِ کہن
زمانہ دیکھے ہوؤں کی رائے کے مطابق کام کر		اس لیئے کہ پُرانا بھیڑیا شکار کا تجربہ رکھتا ہے
مترس از جوانان شمشیر زن	۱۰	حذر کن ز پیرانِ بسیار فن
تلوار باز جوانوں سے نہ ڈر		فنون کے جاننے والے بوڑھوں سے بچ

تشریح: (۱) جو فوجی اپنی زندگی تنگدستی کی حالت میں بسر کرے گا وہ جنگ کے میدان میں ولولہ و جوش کا مظاہرہ نہیں کر سکے گا۔ (۲) ملکی حفاظت و سالمیت کا دار و مدار سرحدوں کی حفاظت پر مبنی ہے اور سرحدوں کی محافظ انتہائی طاقتور فوج ہوتی ہے۔ اس لیئے اس کی تمام ضروریات کا خیال ہو۔ (۳) جو فوج خوشحال ہونے کے باعث اپنے بادشاہ کی خیرخواہ ہو۔ اس پر کوئی دشمن غلبہ نہیں پا سکتا۔ آسودہ حال فوج ہمیشہ فاتح ہوتی ہے۔ (۴) ملکی خزانے سے ایک سپاہی کو جو ماہانہ معاوضہ ملتا ہے وہ درحقیقت اس کے سر کی قیمت ہوتی ہے۔ تنگدستی کی صورت میں اس کے سر کی قیمت چکانا انصاف نہیں۔ (۵) جو بادشاہ اپنی فوج سے خزانہ بچا کے رکھتا ہے تو فوج بھی میدانِ جنگ میں اپنا ہاتھ لڑنے مرنے سے بچا کر رکھتی ہے۔ (۶) فاقہ مست سپاہی میدان جنگ میں بہادری کے جوہر نہیں دکھاتا کیونکہ فاقہ مستی بہادری کا جوہر زنگ آلود کر دیتی ہے۔ (۷) عنوان۔ اس گفتار میں یہ بتایا گیا ہے کہ ملکی انتظامات ایسے لوگوں کے سپرد کرنے چاہئیں جو انتظامی امور میں انتہائی تجربہ کار ہوں۔ (۸) دشمن جب میدان جنگ میں اترے تو اس کے مقابلے میں طاقت کا توازن اتنا بلند ہونا چاہیئے کہ سیر کے مقابلے میں سوا سیر اور شیر کے مدمقابل ببر شیر ہو۔ (۹) تجربہ کار بزرگوں کی رائے پر عمل کرنے میں کامیابی ہے۔ کیونکہ وہ حالات کے تمام نشیب و فراز سے گزر چکے ہوتے ہیں۔ (۱۰) دشمن کے نوجوانوں کا خوف دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ بلکہ اس سے زیادہ ڈر ان تجربہ کار جرنیلوں کا ہونا چاہیئے جو جوانوں کو لڑاتے ہیں۔

#	مصرع اول	مصرع دوم
۱	جوانانِ پیل افگن شیر گیر	ندانند دستان روباہ پیر
	ہاتھی کو پچھاڑنے والے شیروں کو پکڑلینے والے نوجوان	بوڑھی لومڑی کے حیلے نہیں جانتے ہیں
۲	خردمند باشد جہاں دیدہ مرد	کہ بسیار گرم آزمودست و سرد
	جہاندیدہ انسان عقل مند ہوتا ہے	اس لیئے کہ اس نے گرم و سرد بہت آزمایا ہے
۳	جوانانِ شائستہ و بخت ور	زگفتارِ پیراں نپیچند سر
	لائق اور نصیبہ ور نوجوان	بوڑھوں کی بات سے سر نہیں موڑتے
۴	گرت مملکت باید آراستہ	مدہ کارِ معظم بنوخاستہ
	اگر تجھے سجی ہوئی مملکت چاہیئے	تو بڑے کام نوجوانوں کے سپرد نہ کر
۵	سپہ را مکن پیشرو جز کسے	کہ در جنگ ہا بودہ باشد بسے
	لشکر کا پیشرو اس شخص کے سوا کسی کو نہ بنا	جو بہت سی لڑائیوں میں رہا ہو
۶	نتابد سگِ صید رواز پلنگ	زرُوبہ رمد شیرِ نادیدہ جنگ
	شکاری کتا چیتے سے منہ نہیں موڑتا ہے	لڑائی نہ دیکھا ہوا شیر لومڑی سے بھاگ جاتا ہے
۷	چو پروردہ باشد پسر در شکار	نترسد چوں پیش آیدش کارزار
	جب لڑکا شکار میں پلا ہو	اگر اس کو جنگ پیش آجائے تو وہ نہ ڈریگا
۸	بکشتی و نخچیر و آماج و گوئے	دلاور شود مرد پرخاش جوئے
	کشتی اور شکار اور نشانہ بازی اور گیند سے	جنگ جُو انسان بہادر بن جاتا ہے
۹	بگرمابہ پروردۂ و عیش وناز	برنجد چو بیند در جنگ باز
	عیش اور ناز اور حمام میں پلا ہوا	پریشان ہوتا ہے جب لڑائی کا دروازہ کھلا دیکھتا ہے
۱۰	دو مردش نشانند بر پشتِ زین	بود کش زند کودکے بر زمین
	دو مرد اس کو زین پر بٹھائیں	تو یہ ہوگا کہ اس کو بچہ زمین پر پٹخ دے گا

(۱) پیل افگن: ہاتھی کو گرا دینے والے۔ شیر گیر: شیر کو پکڑ لینے والے۔ ندانند: نہیں جانتے۔ دستاں: حیلہ۔ روباہ پیر: بوڑھی لومڑی۔ (۲) خردمند: عقل مند۔ باشد: ہووے۔ جہاندیدہ: جہان کو دیکھا ہوا۔ بسیار: بہت۔ آزمود: آزمایا اس نے۔ (۳) شائستہ: لائق۔ بخت ور: نصیب والا۔ گفتار: بات۔ پیراں: بوڑھے۔ نپیچند: پھیرتے ہیں۔ (۴) گرت: اگر تجھ کو۔ مملکت: ملک۔ باید: چاہیئے۔ آراستہ: سجا ہوا۔ مدہ: مت دے۔ کارِ معظم: اہم کام۔ بنوخاستہ: نوجوان۔ (۵) سپہ: لشکر۔ مکن: مت کر۔ پیشرو: آگے چلنے والا مُراد سپہ سالار۔ جُز کسے: سوا ایسے شخص کے۔ جنگ ہا: جنگیں۔ بودہ باشد: رہا ہو۔ بسے: بہت دفعہ۔ (۶) نتابد: نہیں مُنہ موڑتا۔ سگِ صید: شکاری کتا۔ پلنگ: چیتا۔ ز روبہ: لومڑی سے۔ رمد: بھاگ جاتا ہے۔ نادیدہ جنگ: جنگ نہ دیکھے ہوئے۔ (۷) پروردہ: پلا ہوا۔ باشد: ہووے۔ پسر: بیٹا۔ در شکار: شکار میں۔ پیش: سامنے۔ آیدش: آوے اس کے۔ کارزار: لڑائی۔ (۸) نخچیر: شکار۔ آماج: نشانہ۔ گوئے: گیند۔ دلاور: بہادر۔ شود: ہو جاتا ہے۔ پرخاش: لڑائی۔ پرخاش جُو: لڑائی ڈھونڈنے والا۔ (۹) بگرمابہ: حمام میں۔ پروردہ: پلا ہوا۔ برنجد: رنجیدہ ہوتا ہے۔ چو: جب۔ بیند: دیکھتا ہے۔ در جنگ: جنگ کا دروازہ۔ باز: کھلا۔ (۱۰) مردش: مرد اس کو۔ نشانند: بٹھاتے ہیں۔ بر: پر۔ پشتِ زین: زین کی پشت یعنی گھوڑے پر۔ بود: ہو سکتا ہے۔ کش: کہ اسکو۔ زند: دے مارے۔ کودکے: ایک بچہ۔

تشریح: (۱) بڑے بڑے جنگجُو نوجوان لومڑی ایسی مکارانہ صفت رکھنے والے بوڑھوں کے ہاتھوں شکست کا مُنہ دیکھتے ہیں۔ کیونکہ نوجوان ان کی فریب کاری نہیں سمجھ سکتے۔ (۲) جہاں گشت سیاح کا عقلمند ہونا لازمی ہے کیونکہ اس کی متانت و جہاندیدگی وسیع تجربات اور مزید معلومات کا بیش قیمت خزانہ ہوتی ہے۔ (۳) ملک کا نظم ونسق بہتر طریقے سے چلانے کے لیئے ضروری ہے کہ متین اور جہاندیدہ نوعیت کے منجھے ہوئے افراد کے ہاتھوں میں ملکی نظام کی باگ ڈور ہونی چاہیئے۔ (۴) اگر ملکی حالات کی بہتری کا تقاضیٰ ہے تو پھر ملک کا نظام نوجوانوں کی بجائے بزرگوں کے سپرد ہونا چاہیئے۔ سعادت مند جوان بزرگوں کی نصیحت قبول کرتا ہے۔ (۵) سپہ سالاری کا منصب ایسے شخص کے حوالے کرنا چاہیئے جو فن سپہ گری میں مہارت رکھتا ہو۔ اور میدانِ جنگ میں خود شرکت کر چکا ہو۔ (۶) چونکہ شکاری کتا شکار کھیلنے کی وجہ سے چیتے کا خوف اپنے دل سے نکال چکا ہوتا ہے جبکہ شکار میں ناتجربہ کار شیر لومڑی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ (۷) شکاری بچے میدانِ جنگ میں کودنے سے گریزاں نہیں ہوتے۔ کیونکہ شکار میں جھپٹنے و پلٹنے کی تربیت حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ (۸) وہ تمام کھیل جن میں جسمانی ورزش کے باعث چُستی و پھُرتی پیدا ہوتی ہو۔ وہ انسان کو نڈر و دلیر اور جنگ جُو بنا دیتے ہیں۔ (۹) حمام اور عیاشیوں میں پرورش پانے والے لوگ امن کی فاختہ بننے کی آڑ میں جنگ سے کتراتے ہیں۔ وہ امن کی چادر میں اپنی بزدلی چھپاتے ہیں۔ (۱۰) انسان میں طاقت کا دارومدار جسمانی ڈیل ڈول پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ لحیم و شحیم کا توازن خراب ہونے سے اسے از خود گرا دیتا ہے۔ لہٰذا فربہ آدمی جنگ کے قابل نہیں ہوتا۔

۱ — یکے را کہ دیدی تو در جنگ پشت / بکش گر عدو در مصافش نکشت

لڑائی میں تو جس کی پشت دیکھے / اُسکو مار دے اگر جنگ میں دشمن نے اسکو نہیں مارا ہے

۲ — مخنث بہ از مردِ شمشیر زن / کہ روزِ وغا سر بتابد چو زن

ایسے تلوار باز مرد سے ہیجڑا بہتر ہے / جو کہ جنگ کے دن سر موڑ کر عورت کی طرح بھاگے

حکایت[۳]

کہانی

۴ — چہ خوش گفت گرگیں بفرزند خویش / چو قربان پیکار بر بست و کیش

گرگین نے اپنے لڑکے سے کیا خوب کہا / جب لڑائی کی کمان کی میان اور ترکش باندھا

۵ — اگر چوں زناں جست خواہی گریز / مرو آب مردانِ جنگی مریز

اگر تو عورتوں کی طرح بھاگنا چاہے / تو مت جا، بہادروں کی آبروریزی نہ کر

۶ — سوارے کہ بنمود در جنگ پشت / نہ خود را کہ نام آوراں را بکشت

وہ سوار جو لڑائی میں پشت دکھائے / اس نے اپنے آپکو ہی نہیں بلکہ بہادروں کو تباہ کر دیا

۷ — تہوّر نیاید مگر زاں دو یار / کہ افتند در حلقۂ کارزار

بہادری ان ہی دو دوستوں سے ہوتی ہے / جو جنگ کے حلقہ میں پھنس جائیں

۸ — دو ہم جنس و ہم سفرہ و ہم زباں / بکوشند در قلبِ ہیجا بجاں

دو ہم جنس، ہم نوالہ اور ہم زبان / جنگ کے درمیان میں جان سے کوشش کرتے ہیں

۹ — کہ ننگ آیدش رفتن از پیش تیر / برادر بچنگالِ دشمن اسیر

اسلئے کہ تیر کے سامنے سے بچنے سے شرم آتی ہے / جب ایک بھائی دشمن کے پنجے میں قیدی ہو

۱۰ — چو بینی کہ یاراں نباشند یار / ہزیمت بجائے غنیمت شمار

جب تو دیکھے کہ دوست، دوست نہ ہوں / تو مال غنیمت کی بجائے پسپائی سمجھ

(۱) یکے را کہ: جس کسی کو کہ۔ دیدی: دیکھا تو نے۔ پشت: پیٹھ۔ بکش: مار ڈال۔ عدو: دشمن۔ در مصافش: لڑائی میں اس کو۔ نکشت: نہیں مارا۔ (۲) مخنث: ہیجڑا۔ بہ: بہتر۔ شمشیر زن: تلوار چلانے والا۔ روزِ وغا: لڑائی کے دن۔ سر بتابد: سر پھیرے۔ چو زن: عورت کی طرح۔ (۳) حکایت: کہانی۔ (۴) چہ: کیا۔ خوش گفت: خوب کہا۔ گرگین: ایک ایرانی پہلوان کا نام۔ بفرزند خویش: اپنے بیٹے کو۔ قربان: کماندان۔ پیکار: جنگ۔ بر بست: باندھی اس نے۔ کیش: ترکش۔ (۵) چوں: مثل۔ زناں: عورتیں۔ جست خواہی گریز: بھاگنا چاہے گا۔ مرو: مت جا۔ آب: پانی مراد عزت۔ مردانِ جنگی: جنگ کرنے والے بہادر۔ مریز: مت گرا۔ (۶) سوارے: جس سوار نے۔ کہ بنمود: دکھائی۔ نام آوراں: وہ جن کے نام بہادری میں مشہور ہیں۔ بکشت: مار ڈالا۔ (۷) تہوّر: بہادری۔ نیاید: نہیں آتی۔ زاں دو یار: ان دو دوستوں سے۔ افتند: پڑ جائیں۔ حلقۂ کارزار: لڑائی کا حلقہ۔ (۸) دو ہم جنس: دو ایک جیسے۔ ہم سفرہ: ایک دستر خوان والے جو مل کر کھاتے پیتے ہوں۔ ہم زبان: جن کی بات ایک ہو۔ بکوشند: کوشش کرتے ہیں۔ قلب ہیجا: لڑائی کے درمیان۔ بجان: جان سے۔ (۹) ننگ: شرم۔ آیدش: آتی ہے اس کو۔ رفتن: چلے جانا۔ از پیش تیر: تیر کے سامنے سے۔ برادر: بھائی۔ بچنگالِ دشمن: دشمن کے پنجے میں۔ اسیر: قیدی۔ (۱۰) چو: جب۔ بینی: دیکھے تو۔ نباشند: نہیں ہیں۔ یار: مددگار۔ ہزیمت: شکست یا پسپائی۔ بجائے غنیمت: غنیمت کی جگہ۔ شمار: گن۔

تشریح: (۱) جو شخص میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر کر فرار ہو جائے تو اسے قتل کر دینا مناسب ہے۔ ورنہ اسے دیکھ کر دوسرے سپاہیوں کے حوصلے پست ہو سکتے ہیں۔ (۲) جنگ کرنا اگرچہ خسروں کا کام نہیں۔ لیکن جو شخص میدان جنگ میں عورتوں کی طرح پشت کے بل مفرور ہو جائے اس سے ہیجڑے بہتر ہیں۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ حق و باطل کے مقابل میدان کارزار میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ ملک و قوم کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ (۴) اس شعر میں ایرانی پہلوان گرگین کی نصیحت بیان کی گئی ہے جو اس نے میدانِ جنگ میں تیاری کے وقت اپنے بیٹے سے کی تھی۔ (۵) یہ شعر پہلے شعر کا تکملہ ہے کہ گرگین نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر تو میدانِ جنگ میں اترنا چاہتا ہے تو پھر ثابت قدمی کو اپنا شعار بنا لینا۔ (۶) اس شعر میں پہلے شعر کی تکمیل کی گئی ہے کہ اگر بزدلی دکھا کر میدانِ جنگ میں بھاگنا ہو تو پھر بہتر ہے کہ جنگ میں حصہ نہ لو۔ تاکہ نامور بہادروں کی رسوائی نہ ہو۔ (۷) بہادر اور بہادری کو اس طرح میدان جنگ میں ایک ساتھ رہنا چاہیئے جیسے دو گہرے دوست آڑے وقت میں ایک دوسرے کا ساتھ نبھاتے ہیں۔ (۸) جو دوست ہم نشیں اور ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوتے ہیں۔ وہ یک جان دو قالب کے مصداق میدان جنگ میں لڑتے ہیں۔ ایک دوست کا بھاگنا دوسرے کو قتل کرنا ہوتا ہے۔ (۹) جب ایک بھائی دشمن کے نرغے یا قید میں ہو تو دوسرا میدانِ جنگ میں ایسی بے جگری سے لڑتا ہے کہ وہ تیر کے سامنے سے ہٹنا عار محسوس کرتا ہے۔ (۱۰) میدانِ جنگ میں عین معرکہ کے وقت دوست بیوفائی کرتے ہوئے ساتھ چھوڑ جائے تو پھر مناسب ہے کہ وہاں سے پسپا ہو جا۔

گفتار[1]

بات

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
دو تن پرور اے شاہِ کہتر نواز	۲	یکے اہل بازو دوم اہل راز
اے غریب نواز بادشاہ دو شخصوں کی پرورش کر		ایک طاقت ور کی دوسرے راز دار کی
ز نام آوراں گوئے دولت برند	۳	کہ دانا و شمشیر زن پرورند
ایسے لوگ ناموروں سے بازی جیت لے جاتے ہیں		جو عقل مند اور سپاہی کی پرورش کرتے ہیں
ہر آں کو قلم را نورزید و تیغ	۴	برو گر بمیرد مگو اے دریغ
جس نے قلم اور تلوار کی مشق نہ کی		اگر وہ مرجائے تو اس پر ہائے کا نعرہ نہ لگا
قلم زن نگہدار و شمشیر زن	۵	نہ مطرب کہ مردی نیاید ز زن
قلم کار اور تلوار باز کی نگہداشت کر		نہ کہ گوئیے کی اسلیئے کہ عورت سے بہادری نہیں ہوسکتی
نہ مردیست دشمن در اسباب جنگ	۶	تو مدہوش ساقی و آوازِ چنگ
انسانیت نہیں ہے کہ دشمن سامان جنگ میں لگا ہو		تو ساقی اور ستار میں مدہوش ہو
بسا اہل دولت بہ بازی نشست	۷	کہ دولت برفتش بہ بازی ز دست
بہت سے اہل دولت بازی میں لگے		بازی کی وجہ سے اچانک دولت انکی ہاتھ سے نکل گئی

گفتار[8]

بات

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
نگویم ز جنگِ بد اندیش ترس	۹	در آوازۂ صلح ازو بیش ترس
میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ دشمن کی جنگ سے ڈر		بلکہ صلح کے پیغام سے اس سے زیادہ ڈر
بسا کس بروز آیتِ صلح خواند	۱۰	چو شب شد سپہ بر سرِ خفتہ راند
بہت سوں نے دن کو صلح کی آیت پڑھی		جب رات ہوئی سوتے ہوؤں کے سر پر لشکر چڑھا دیا

(۱) گفتار: بات۔ (۲) دو تن: دو شخص۔ پرور: پال۔ شاہِ کہتر نواز: کم رتبہ لوگوں کو پالنے والے۔ یکے: ایک۔ اہل بازو: یعنی طاقتور۔ دوم: دوسرا۔ اہل راز: راز دار۔ (۳) نام آوراں: مشہور لوگ۔ گوئے دولت: دولت کی گیند۔ برند: لے جاویں۔ دانا: عقل مند۔ شمشیر زن: تلوار چلانے والا۔ پرورند: پالتے ہیں۔ (۴) ہر آں کو: جس نے کہ۔ نورزید: نہ اختیار کیا۔ تیغ: تلوار۔ برو: اس پر۔ بمیرد: مرجاوے۔ مگو: مت کہہ۔ دریغ: افسوس۔ (۵) قلم زن: قلم کار۔ نگہدار: حفاظت کر۔ شمشیر زن: تلوار باز۔ مطرب: گویا۔ کہ: کیونکہ۔ مردی: بہادری۔ نیاید: نہیں آسکتی۔ ز زن: عورت سے۔ (۶) نہ مردیست: بہادری نہیں ہے۔ اسباب جنگ: جنگ کا ساز و سامان۔ مدہوش: مست۔ ساقی: شراب پلانے والا۔ چنگ: ایک ساز جس کو پھونک مار کر بجاتے ہیں۔ (۷) بسا: بہت سے۔ بہ بازی: کھیل میں۔ نشست: بیٹھے۔ برفتش: چلی گئی اس کی۔ اس کی شین دست کے ساتھ لگتی ہے یعنی اس کے ہاتھ سے۔ (۸) گفتار: بات۔ (۹) نگویم: نہیں کہتا ہیں۔ بد اندیش: برا سوچنے والا مراد دشمن۔ ترس: ڈر۔ آوازۂ صلح: صلح کی آواز یا پیغام۔ ازو: اس سے۔ بیش: زیادہ۔ (۱۰) بسا کس: بہت سے لوگ۔ بروز: دن میں۔ آیت صلح: صلح کی آیت۔ خواند: پڑھی اس نے۔ شب: رات۔ شد: ہوگئی۔ سپہ: لشکر۔ بر سرِ خفتہ: سوئے ہوؤں کے سر پر۔ راند: چلادیا۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس گفتار (بات) میں یہ بتایا گیا ہے کہ ملکی تعمیر و ترقی کے لیئے تلوار کے دھنی مجاہدین اور اہل قلم علماء کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ (۲) عقل مند حکمران انہیں دو طبقوں "سپاہ، مشیر" کی پرورش کرتے ہیں۔ کیونکہ سپاہ ملک کے محافظ اور مشیر و علماء ملک کے راز داں ہوتے ہیں۔ (۳) جو حکمران اپنے ملک کے محافظوں اور اہل قلم و مشیروں کی قدر دانی کرتے ہیں وہ نہ صرف اپنا نام روشن کرتے ہیں بلکہ ملکی سالمیت کا سبب بھی بنتے ہیں۔ (۴) ایسا شخص جو علم و ہنر کے قریب نہ بھٹکا ہو اور تیغ زنی کے فن سے ناواقف ہو تو ایسے شخص کی موت پر افسوس نہیں کرنا چاہیئے۔ (۵) گانا گانے والوں کی مثال عورتوں جیسی ہے۔ انہیں انعام و اکرام سے نوازنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اہل قلم اور شمشیر زن لوگوں کو نوازنا مشکلات سے نجات کا سبب ہے (۶) اگر دشمن جنگی تیاریوں میں مصروف ہو تو اس کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ تیاری کرنی چاہیئے۔ طاؤس و رباب میں مدہوش نہیں ہونا چاہیئے۔ (۷) جو حکمران عیاشیوں اور قمار بازیوں میں گم ہوجاتے ہیں۔ تو دشمن کے حملوں یا قدرت کی سزا کی وجہ سے ان کی حکومت چھین لی جاتی ہے۔
(۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس سے کوئی معاہدہ یا صلح کی گئی ہے۔ اس سے محتاط اور خبردار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ دل کے خفیہ رازوں کا کوئی علم نہیں۔ (۹) دشمن کی جنگ سے زیادہ اس کی صلح پر مبنی پیشکش سے خوفزدہ رہنا چاہیئے۔ ممکن ہے اس میں کوئی فریب ہو۔ جیسا کہ اسپین میں عیسائیوں نے اور برصغیر پاک و ہند میں مجاہدین آزادیٔ ہند کے مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں نے صلح کی آڑ میں دھوکہ کیا تھا۔ (۱۰) بہت سے ایسے لوگ گذرے ہیں جو دن کو صلح کی آیات پڑھ کر ڈھونگ رچاتے ہیں اور رات کو شبخون مار دیتے ہیں۔ دورِ حاضر میں یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے ساتھ یہی چالیں چل رہے ہیں۔

(۱) زرہ پوش: زرہ پہن کر۔ خسپند: سوتے ہیں۔ مرد اوژناں: مردوں کو گرانے والے۔ بود: ہووے۔ خوابگاہِ زناں: عورتوں کی خواب گاہ۔ (۲) بخیمہ: خیمہ میں۔ دروں: زائد۔ شمشیر زن: تلوار باز۔ برہنہ: ننگا۔ نخسپد: نہیں سوتا۔ درخیمہ: خیمہ میں۔ زن: عورت۔
(۳) بباید: چاہیئے۔ نہاں: پوشیدہ۔ جنگ را: جنگ کے لیے۔ ساختن: تیاری کرنا۔ نہاں: پوشیدہ۔ آورد: لاسکتا ہے۔ تاختن: دوڑنا۔ مراد پوشیدہ حملہ کر سکتا ہے
(۴) حذر: احتیاط۔ کارِ مرداں: مردوں کا کام۔ کار آگاہ: کام سے واقف یعنی تجربہ کار۔ است: ہے۔ یزک: پہریدار۔ سد: دیوار۔ روئین: دھات۔ لشکر گاہ: پڑاؤ۔ (۵) گفتار: بات۔ (۶) میان: درمیان۔ بدخواہ: برا چاہنے والا مراد دشمن۔ کوتاہ دست: چھوٹے ہاتھ والا۔ فرزانگی: عقلمندی۔ باشد: ہووے۔ ایمن: بے خوف۔ نشست: ماضی بمعنی مصدر، بیٹھنا۔ (۷) ہر دو: دونوں۔ باہم: آپس میں۔ سگالند: سوچ لیں۔ شود: ہو جاوے۔ دستِ کوتاہ: چھوٹا ہاتھ۔ ایشاں: ان کا۔ دراز: لمبا۔ (۸) نیرنگ: حیلہ، بہانہ، جادو۔ مشغول دار: مشغول رکھ۔ دگر را: دوسرے کو۔ بر آور: نکال۔ ز مغزش: اس کے مغز سے۔ دمار: ہلاک۔ (۹) دشمنے: کوئی دشمن۔ پیش گیرد: اختیار کرے۔ ستیز: لڑائی۔ بشمشیر تدبیر: تدبیر کی تلوار کے ساتھ۔ خونش: اس کا خون۔ بریز: گرا۔ (۱۰) برو: جا۔ گیر: پکڑ۔ دشمنش: اسکے دشمن کے ساتھ۔ زنداں: قید خانہ۔ شود: ہو جائیگا۔ پیرہن: لباس۔ برتنش: اسکے بدن پر۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	زرہ پوش خسپند مردِ اوژناں	کہ بستر بود خواب گاہِ زناں
	بہادروں کو پچھاڑنے والے زرہ پہن کر سوتے ہیں	اس لیے کہ بستر عورتوں کی خواب گاہ ہے
۲	بخیمہ دروں مردِ شمشیر زن	برہنہ نخسپد چوں در خیمہ زن
	بہادر انسان خیمہ میں	گھر میں عورتوں کی طرح ننگے نہیں سوتے ہیں
۳	ببایدنہاں جنگ را ساختن	کہ دشمن نہاں آورد تاختن
	جنگ کی تیاری خفیہ طور پر کرنی چاہیئے	اس لیے کہ دشمن خفیہ طور پر حملہ کرتا ہے
۴	حذر کارِ مردانِ کار آگہ است	یزک سدِّ روئین لشکر گہ است
	واقف کار بہادروں کا کام احتیاط ہے	فوج کا اگلا حصہ لشکر گاہ کے لیے کانسی کی دیوار ہے

گفتار

بات

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۶	میان دو بد خواہِ کوتاہ دست	نہ فرزانگی باشد ایمن نشست
	دو کمزور دشمنوں کے درمیان	اطمینان سے بیٹھنا عقل مندی نہیں ہے
۷	کہ گر ہر دو باہم سگالند راز	شود دست کوتاہ ایشاں دراز
	اس لیے کہ اگر دونوں آپس میں مشورہ کریں گے	ان کا کوتاہ ہاتھ دراز ہو جائے گا
۸	یکے را بہ نیرنگ مشغول دار	دگر را بر آور ز مغزش دمار
	ایک کو حیلہ میں مشغول رکھ	دوسرے کے وجود سے ہلاکت پیدا کر
۹	اگر دشمنے پیش گیرد ستیز	بشمشیر تدبیر خونش بریز
	اگر کوئی دشمن لڑائی پر آمادہ ہو	تدبیر کی تلوار سے اس کی خونریزی کر دے
۱۰	برو دوستی گیر با دشمنش	کہ زنداں شود پیرہن بر تنش
	جا اور اس کے دشمن سے دوستی کر لے	تاکہ اس کے بدن پر کپڑا قید خانہ بن جائے

تشریح: (۱) جنگی اصولوں سے واقف جنگجو ہمیشہ راتوں کو مسلح ہو کر سوتے ہیں۔ بستر پر مدہوش ہو کر سونا عورتوں کا کام ہے۔ (۲) شمشیر زن شخص اپنے خیمہ کے اندر بھی مسلح ہو کر سوتا ہے۔ خیموں یا گھروں کی چار دیواری میں صرف عورتیں ہی بے خبر ہو کر سوتی ہیں۔ (۳) جو لوگ جنگی مہارت رکھتے ہیں وہ ہمیشہ اور ہر وقت خاموشی کے ساتھ جنگی تیاریوں میں مصروف رہتے ہیں۔ کیونکہ دشمن کی طرف سے اچانک حملہ ہو سکتا ہے۔
(۴) تجربہ کار لوگ دشمن کی طرف سے ہوشیار رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حالتِ امن میں بھی پہرے بٹھائے جاتے ہیں۔ کیونکہ پہریدار سیسہ پلائی دیوار ہوتے ہیں۔ (۵) عنوان۔ اس کہانی میں یہ بتایا گیا ہے کہ دشمن کے گرد زمین تنگ کرنے کے لیے اس کے دشمن سے دوستی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے۔ (۶) دشمن کو کمزور سمجھنا عقلمندی نہیں۔ اس لیے کسی دشمن کو کمزور سمجھ کر اس کے علاقے میں غیر مسلح ہو کر جانا یا رہنا یا بیٹھنا صحیح نہیں۔ (۷) دو کمزور دشمن آپس میں مل کر تجھ پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ اس لیے چھوٹے اور کمزور دشمنوں کے درمیان غیر محتاط رہنا خود سے دشمنی ہے۔ (۸) ایک دشمن پر امن وصلح کا جال پھینک کر اسے اپنی طرف متوجہ رکھنا چاہیئے اور دوسرے دشمن کا کانٹا راستے سے ہٹا دینا چاہیئے۔ کیونکہ دونوں کو الگ الگ کر کے مارنا آسان ہے۔ (۹) اگر کوئی شخص تجھ سے لڑائی کرنے پر آمادہ ہو تو اس کو تدبیر کی دلدل میں دھنسا کر فنا کر دینا چاہیئے۔
(۱۰) اس شعر میں تدبیر بیان کی گئی ہے کہ دشمن کی طرف سے جنگ کا خطرہ ہونے کی صورت میں اس کے دشمن سے ساز باز کرنی چاہیئے۔ یہ خبر دشمن پر بجلی بن کر گرے گی۔

مصرع اول		مصرع ثانی
چوں در لشکرِ دشمن افتد خلاف	۱	تو بگذار شمشیرِ خود در غلاف
جب دشمن کے لشکر میں اختلاف ہو		تو اپنی تلوار کو میان میں کر لے
چو گرگاں پسندند برہم گزند	۲	برآساید اندر میاں گوسپند
جب بھیڑیئے ایک دوسرے کو ستانا پسند کریں		ان میں بکری آرام سے رہتی ہے
چو دشمن بدشمن شود مشتغل	۳	تو با دوست بنشیں بآرام دل
جب دشمن دشمن کے ساتھ مشغول ہو		تو دل کے آرام کے ساتھ دوست کے ساتھ بیٹھ

گفتار اندر ملاطفت دشمن از روئے عاقبت اندیشی

عاقبت اندیشی کے طور پر دشمن کے ساتھ نرمی کے برتاؤ کا بیان

مصرع اول		مصرع ثانی
چو شمشیر پیکار برداشتی	۵	نگہدار پنہاں رہِ آشتی
جب تو لڑائی کی تلوار سونتے		تو خفیہ طور پر صلح کے راستہ کی نگاہ رکھ
کہ کشور کشایان مغفر شگاف	۶	نہاں صلح جویند و پیدا مصاف
کہ ملکوں کے فاتح خود کے پھاڑنے والے		پوشیدہ صلح جوئی کرتے ہیں اور ظاہراً جنگ
دلِ مردِ میداں نہانی بجو	۷	کہ باشد کہ در پایت افتد چو گو
مرد میدان کی خفیہ طور پر دل جوئی کر		ہوسکتا ہے کہ گیند کی طرح تیرے پیروں میں آپڑے
چو سالارے از دشمن افتد بچنگ	۸	بکشتن درش کردہ باید درنگ
دشمن کا اگر کوئی سردار تیرے چنگل میں آجائے		تو اس کے قتل کرنے میں تاخیر کرنی چاہیئے
کہ افتد کہ زیں سوئے ہم سرورے	۹	بماند گرفتار در چنبرے
کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس لشکر کا بھی کوئی سردار		کسی گھیرے میں گرفتار رہ جائے
دگر کشتی ایں بندئے ریش را	۱۰	نہ بینی دگر بندئے خویش را
اگر تونے اس زخمی قیدی کو مار ڈالا		تو پھر تو اپنے قیدی کو بھی نہ دیکھے گا

(۱) چوں: جب۔ افتد: پڑجاوے۔ خلاف: اختلاف۔ بگذار: چھوڑدے۔ شمشیر خود: اپنی تلوار۔ در غلاف: نیام میں۔ (۲) گرگاں: جمع بھیڑیئے۔ پسندند: پسند کریں۔ برہم: ایک دوسرے پر۔ گزند: تکلیف۔ برآساید: آرام پاوے۔ گوسپند: بکری۔ (۳) بدشمن: دشمن کے ساتھ۔ شود: ہوجاوے۔ مشتغل: مشغول۔ بنشیں: بیٹھ۔ بآرام دل: دل کے آرام سے۔ (۴) گفتار: بات۔ ملاطفت: ایک دوسرے پر نرمی کرنا۔ از روئے: لحاظ سے۔ عاقبت اندیشی: انجام کو سوچنا۔ (۵) شمشیر: تلوار۔ پیکار: جنگ۔ برداشتی: اٹھائی تونے۔ نگہدار: نگاہ رکھ۔ پنہاں: پوشیدہ۔ رہِ آشتی: صلح کی راہ۔ (۶) کشور کشایاں: ملکوں کو فتح کرنے والے۔ مغفر شگاف: خودوں کو پھاڑنے والے۔ نہاں: پوشیدہ۔ جویند: ڈھونڈتے ہیں۔ پیدا: ظاہر۔ مصاف: جنگ۔ (۷) مردِ میداں: میدان کا مرد مراد بہادر۔ نہانی: پوشیدگی میں۔ بجو: ڈھونڈ۔ باشد: ہوسکتا ہے۔ در پایت: تیرے پاؤں میں۔ افتد: پڑجائے۔ چو گو: گیند کی طرح۔ (۸) سالارے: کوئی سردار۔ افتد: پڑجائے۔ بچنگ: چنگل میں۔ بکشتن: مارنے میں۔ درش، در زائد۔ ش: اس کے۔ کردہ باید: کرنی چاہیئے۔ درنگ: دیر۔ (۹) افتد: اتفاق پڑسکتا ہے۔ زیں سوئے: اس طرف سے۔ ہم: بھی۔ سرورے: کوئی سردار۔ بماند: رہ جائے۔ در چنبرے: حلقہ میں (۱۰) کشتی: مار ڈالا تونے۔ ایں: اس۔ بندئے ریش: زخمی قیدی کو۔ نہ بینی: نہ دیکھے گا تو۔ دگر: پھر۔ بندئے خویش: اپنے قیدی کو۔

تشریح: (۱) جب دشمن کی فوج اختلاف کا شکار ہوجائے تو لڑائی کا خطرہ ٹل جاتا ہے۔ کیونکہ دشمن کی فوج آپس میں لڑ لڑ کے تباہ ہوجائے گی۔ (۲) یہ اصولِ فطرت ہے کہ جب بھیڑیئے آپس میں لڑتے ہیں تو بکریوں پر بھیڑیوں کا حملہ ٹل جاتا ہے۔ اور بکریاں خیر و عافیت سے رہتی ہیں (۳) جب تیرے دشمنوں کا آپس میں ٹکراؤ ہوجائے تو پھر تجھے اطمینان کے ساتھ اپنے کاروبار میں مصروف ہوجانا چاہیئے۔ (۴) عنوان۔ عنوان کا ترجمہ۔ عاقبت اندیشی کے اعتبار سے دشمن سے نرم معاملہ کرنے کا بیان۔ اس گفتار (بات) میں یہ بتایا گیا ہے کہ آفات و مشکلات کے دور میں انسانی ہمدردی کے ناطے دشمن سے بھی بہتر سلوک کرنا چاہیئے۔ (۵) جنگ کرتے وقت یہ تدبیر ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ صلح کی شرائط کیا ہوں اور جنگ کو باوقار طریقے سے کس طرح ٹالا جاسکتا ہے۔ (۶) عقلمند جنگ جو خواہ کتنے ہی بہادر کیوں نہ ہوں۔ جنگ کو ٹالے رکھنا ان کا شیوہ اور بظاہر جنگ اور اندرونِ خانہ صلح جوئی ان کا وطیرہ ہوتا ہے۔ (۷) اگر دشمن کے ساتھ صلح صفائی کے حوالے سے اپنا خفیہ مشن جاری رکھا جائے تو دشمن از خود صلح پر آمادہ ہوگا جس سے وقار میں اضافہ ہوگا۔ (۸) اگر دشمن کا فوجی افسر تمہارے قبضے میں آجائے تو اسے قتل کرنے میں تاخیری حربے استعمال کرنے چاہئیں۔ (۹) امکان ہے کہ تمہاری فوج کا کوئی عہدیدار دشمن کی قید میں ہو۔ مبادا کہ تمہاری جلدبازی سے قیدیوں کے تبادلے کا موقع ہاتھ سے نکل جائے۔ (۱۰) اگر قیدیوں کے تبادلے کا موقع گنوا بیٹھے تو ممکن ہے کہ وہ تمہارے قیدی کو قتل کردے لہٰذا کسی زخمی قیدی کو قتل کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	نترسد کہ دورانش بندی کند	کہ بر بندیاں زورمندی کند
	کیا نہیں ڈرتا کہ زمانہ اس کو قیدی کردے	جو کہ قیدیوں پر بہادری دکھاتا ہے
۲	کسے بندیاں را بود دستگیر	کہ خود بودہ باشد بہ بندی اسیر
	قیدیوں کی وہی دستگیری کرتا ہے	جو خود قید میں گرفتار رہا ہے
۳	اگر سر نہد بر خطت سرورے	چو نیکش بداری نہد دیگرے
	اگر کوئی سردار تیرے حکم پر سر دھرے	اگر تو اس سے معاملہ اچھا کریگا تو دوسرا بھی سر دھریگا
۴	وگر خفیہ دہ دل بدست آوری	ازاں بہ کہ صدرہ شبخوں بری
	اگر تو خفیہ طور پر دس دلوں کو ہاتھ میں لے لے	اس سے بہتر ہے کہ سو بار شبخون مارے

گفتار اندر حذر کردن از دشمنے کہ در طاعت آید

اس دشمن سے احتیاط کرنے کا بیان جو تیری اطاعت کرے

	مصرع اول	مصرع دوم
۶	گرت خویش دشمن شود دوستدار	ز تلبیس ایمن مشو زینہار
	اگر دشمن کا کوئی اپنا تیرا دوست بن جائے	تو ہرگز فریب سے مطمئن نہ ہونا
۷	کہ گردد درونش بکین توریش	چو یاد آیدش مہر پیوند خویش
	اس لیے کہ اس کا باطن تیرے کینہ سے زخمی ہوگا	جب اس کو اپنے کا رشتہ اور محبت یاد آئے گی
۸	بد اندیش را لفظ شیریں مبین	کہ ممکن بود زہر در انگبین
	دشمن کی بات کو میٹھا نہ خیال کر	اس لئے کہ شہد میں زہر ہو سکتا ہے
۹	کسے جاں ز آسیب دشمن ببرد	کہ مر دوستاں را بدشمن شمرد
	وہی شخص دشمن کی اذیت سے جان بچائیگا	جو خالص دوستوں کو بھی دشمن سمجھے
۱۰	نگہدارد آں شوخ در کیسہ دُر	کہ بیند ہمہ خلق را کیسہ بُر
	تھیلی میں موتی وہ محفوظ رکھتا ہے	جو تمام مخلوق کو جیب تراش سمجھے

(۱) نترسد: نہیں ڈرتا۔ دورانش: زمانہ اس کو۔ بندی کند: قیدی کرے۔ بر بندیاں: قیدیوں پر۔ زورمندی: ظلم۔ کند: کرتا ہے۔ (۲) کسے: وہ شخص۔ بندیاں: قیدیوں۔ بود: ہووے۔ دستگیر: مددگار۔ بودہ باشد: رہا ہووے۔ بر بندی: قید میں۔ اسیر: قیدی۔ (۳) سر نہد: سر رکھے۔ خطت: تیرا خط، تیرا فرمان۔ سرورے: کوئی سردار۔ چو: جب۔ نیکش: اچھی طرح اس کو۔ بداری: رکھے تو۔ نہد: رکھے گا۔ دیگرے: دوسرا بھی۔ (۴) خفیہ: پوشیدہ۔ دہ دل: دس دل۔ بدست آوری: ہاتھ میں لادے تو۔ ازاں بہ: اس سے بہتر۔ صدرہ: سو مرتبہ۔ شبخون: رات کو اچانک حملہ کرنا۔ بری: لیجاوے تو۔ (۵) گفتار: بات۔ حذر کردن: پرہیز کرنا۔ دشمنے کہ: جو دشمن کہ۔ در طاعت: اطاعت میں۔ آید: آوے۔ (۶) گرت: اگر تجھ کو۔ خویش دشمن: دشمن کا رشتہ دار۔ شود: ہو جاوے۔ دوستدار: دوست۔ تلبیس: مکر و فریب۔ ایمن: بے خوف۔ مشو: مت ہو۔ زینہار: ہرگز۔ (۷) گردد: ہو ویگا۔ درونش: اس کا دل۔ بکین تو: تیرے کینے سے۔ ریش: زخمی۔ چو: جب۔ یاد آیدش: یاد آوے اس کو۔ مہر: محبت۔ پیوند خویش: اپنا رشتہ دار۔ (۸) بد اندیش: برا سوچنے والا مراد دشمن۔ لفظ شیریں: میٹھا لفظ۔ مبین: مت دیکھ۔ ممکن بود: ہو سکتا ہے۔ انگبیں: شہد۔ (۹) کسے: وہی شخص۔ آسیب دشمن: دشمن کی تکلیف رسانی۔ ببرد: لے جائے گا۔ مر: خاص۔ شمرد: شمار کیا۔ (۱۰) نگہدارد: نگاہ رکھے گا۔ شوخ: ہوشیار۔ کیسہ: تھیلی۔ دُر: موتی۔ کہ بیند: جو کہ دیکھے گا۔ ہمہ خلق: تمام مخلوق کو۔ کیسہ بُر: تھیلی چرانے والا۔

تشریح: (۱) قیدیوں سے نہ صرف بہتر سلوک کیا جائے۔ بلکہ ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھے۔ ممکن ہے کبھی خود کو قید ہونا پڑے۔ (۲) قیدیوں کی دیکھ بھال ہمیشہ وہی کرتا ہے جو خود قید کی سزا بھگت چکا ہو۔ کیونکہ دوسروں کی تکلیف کا احساس اسے ہوتا ہے جو خود تکلیفیں سہہ چکا ہو۔ (۳) اگر دشمن قوم کا کوئی سربراہ یا سردار تیری امان میں آجائے تو اس کی ہر طرح سے خبر گیری رکھنی چاہیئے تاکہ اس سے متاثر ہو کر دوسرے دشمن بھی اطاعت گزار ہو جائیں۔ (۴) اگر مخفی طور پر دشمن کی دلجوئی کر کے اسے جھکایا جا سکتا ہے تو یہ اقدام شبخون مارنے سے کہیں بہتر ہے۔ (۵) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر دشمن سر تسلیم خم بھی کرلے تو پھر بھی اس سے محتاط رہنا بہت ضروری ہے۔ (۶) خونی رشتہ بہت مضبوط ہوتا ہے۔ اس لیئے اگر دشمن کا خونی رشتے دار دوستی کا ہاتھ بڑھائے تو اس کی خفیہ سازباز سے ڈرنا چاہیئے۔ (۷) کیونکہ دشمن کے خلاف تیری کارروائیاں اس کا دل زخمی کرتی ہوں۔ وہ خونی رشتے پر مبنی محبت کے جوش میں وہ تجھ سے بے وفائی کر سکتا ہے۔ (۸) دشمن کے میٹھے بول پر نہیں جانا چاہیئے بلکہ اس کی ان خفیہ سازشوں پر کڑی نظر رکھنی چاہیئے جو در پردہ تیرے خلاف ہوں۔ (۹) جو شخص دشمن کی طرح اپنے دوستوں سے بھی محتاط رہتا ہے۔ وہ شخص دشمن سے کبھی مات نہ کھائے گا۔ (۱۰) جو شخص اپنا سرمایہ بحفاظت رکھنے کی غرض سے ساری مخلوق سے چوکنا رہتا ہے۔ وہی شخص اپنی پونجی بچا سکتا ہے۔

۱۔ سپاہی کہ عاصی شود از امیر ｜ ورا تا توانی بخدمت مگیر
وہ سپاہی جو کسی حاکم کا نافرمان ہو ｜ جب تک ممکن ہو اس کو خدمت میں نہ لے

۲۔ ندانست سالارِ خود را سپاس ｜ ترا ہم نداند، ز غدرش ہراس
جب وہ اپنے سردار کی شکر گزاری نہ جانا ｜ تیری بھی نہ جانے گا، اس کی غداری سے ڈر

۳۔ بسوگند و عہد استوارش مدار ｜ نگہبان پنہاں برو برگمار
قسم اور عہد کی وجہ سے اس کو ہموار نہ سمجھ ｜ خفیہ محافظ اس پر مقرر کر دے

۴۔ نو آموز را ریسماں کن دراز ｜ نہ بگسل کہ دیگر نہ بینیش باز
نو سیکھ کی رسی ڈھیلی کر دے ｜ نہ توڑ کہ تو اس کو دوبارہ نہ دیکھے گا

۵۔ چوں اقلیمِ دشمن بجنگ و حصار ｜ بگیری بزندانیانش سپار
جب تو دشمن کا ملک اور قلعہ لڑائی سے ｜ لے لے، تو اس کو قیدیوں کے سپرد کر دے

۶۔ کہ بندی چو دنداں بخوں در برد ｜ ز حلقومِ بے دادگر خوں خورد
اس لیئے کہ قیدی خون میں دانت ڈبو لیتا ہے ｜ تو ظالم کے گلے سے خون پیتا ہے

۷۔ چوں برکندی از دستِ دشمن دیار ｜ رعیت بساماں تر از وے بدار
جب دشمن کے ہاتھ سے تو نے ملک چھین لیا ｜ رعیت کو اس سے زیادہ آرام سے رکھ

۸۔ کہ گر باز کوبد درِ کارزار ｜ بر آرند عام از دماغش دمار
اسلئے کہ اگر وہ دوبارہ جنگ کا دروازہ کھٹکھٹائیگا ｜ عوام اس کے دماغ سے ہلاکت نکال لیں گے

۹۔ وگر شہریاں را رسانی گزند ｜ در شہر بر روئے دشمن مبند
اگر تو نے شہریوں کو تکلیف پہنچائی ہے ｜ تو شہر کا دروازہ دشمن پر بند نہ کر

۱۰۔ مگو دشمنِ تیغ زن بر درست ｜ کہ ہمباز دشمن بشہر اندرست
یہ نہ کہہ کہ تلوار باز دشمن دروازہ پر ہے ｜ اس لیئے کہ دشمن کا شریک شہر کے اندر ہے

(۱) عاصی: نافرمان۔ شود: ہوجاوے۔ ورا: اصل۔ آورا: اس کو۔ تا توانی: جبتک تو طاقت رکھے۔ بخدمت: خدمت میں۔ مگیر: مت پکڑ۔ (۲) ندانست: نہیں جانا اس نے۔ سالارِ خود: اپنے سردار۔ سپاس: شکریہ۔ ترا ہم: تیرا بھی۔ نداند: نہیں جائے گا۔ غدرش: اس کی غداری۔ ہراس: ڈر۔ (۳) بسوگند: قسم سے۔ عہد: وعدہ۔ استوارش: مضبوط اس کو۔ مدار: مت رکھ۔ نگہبان پنہاں: پوشیدہ نگران۔ برو: اس پر۔ گمار: مقرر کر۔ (۴) نو آموز: نیا سیکھا ہوا۔ ریسماں: رسی۔ کن: کر۔ دراز: لمبی۔ بہ بگسل: نہ توڑ۔ دیگر: پھر۔ نہ بینیش: اصل۔ نہ بینی اش: نہیں دیکھے گا تو اس کو۔ باز: واپس۔ (۵) اقلیم: ملک۔ بجنگ و حصار: جنگ اور محاصرے سے۔ بگیری: لیوے تو۔ بزندانیانش: اس کے قیدیوں کو۔ سپار: سپرد کر دے (۶) بندی: قیدی۔ چو: جب۔ دنداں: جمع دانت۔ بخوں: خون میں۔ در برد: لے جاتا ہے۔ حلقوم: شاہ رگ۔ بیداد گر: ظالم۔ خورد: کھا جاتا ہے۔ (۷) برکندی: چھین لیا تو نے۔ دستِ دشمن: دشمن کا ہاتھ۔ دیار: ملک۔ رعیت: باشندے۔ بساماں تر: زیادہ سامان کے ساتھ یعنی زیادہ آرام کے ساتھ۔ از وے: اس سے۔ بدار: رکھ۔ (۸) باز کوبد: پھر کھٹکھٹائے۔ درِ کارزار: لڑائی کا دروازہ۔ بر آرند: نکال لیں۔ عام: عامی لوگ۔ دماغش: اس کے دماغ سے۔ دمار: ہلاکت۔ (۹) وگر: اور اگر۔ شہریاں: شہر کے باشندے۔ رسانی: پہنچائے تو۔ گزند: تکلیف۔ درِ شہر: شہر کے دروازے۔ بر روئے دشمن: دشمن کے چہرے پر۔ مبند: مت بند کر۔ (۱۰) مگو: مت کہہ۔ تیغ زن بر درست: دروازے پر ہے۔ ہمباز: ساتھی۔ بشہر: شہر میں۔ اندر: زائد۔

تشریح: (۱) جو شخص کسی دوسرے سردار یا امیر سے بغاوت کے جذبات رکھتا ہے۔ اسے اپنی ملازمت میں نہ رکھ۔ (۲) جو سپاہی اپنے پہلے محسن کو دھوکہ دے کر اس سے غداری کر سکتا ہے۔ وہ تیرا وفادار بھی نہیں ہو سکتا۔ (۳) غدار سپاہی کا کوئی عہد و پیمان معتبر نہیں۔ اس لیئے ایسے شخص پر پوشیدہ طور پر نگران مقرر کرنا چاہیئے۔ (۴) نو آموز یا ناتجربہ کار پر ابتدا ہی سے سخت رویہ یا معاملہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ بددل ہو کر فرار ہو جائے۔ (۵) اپنے مفتوحہ و مقبوضہ ملک کے دانشور قیدیوں کو رہا کر کے ملک کا نظم و نسق ان کے حوالے کر دو۔ تاکہ وہ اپنے قید کرانیوالوں سے خود ہی نمٹ سکیں۔ (۶) کیونکہ قیدی خون کے گھونٹ پی کر اپنا انتقام دبا لیتا ہے۔ تو پھر وقت آنے پر وہ ظالم سے اس کی شہ رگ کا خون نچوڑ لیتا ہے۔ (۷) جب بھی کوئی ملک تیرے قبضے میں آئے تو وہاں کی رعیت کو تمام تر سہولیات بہم پہنچاؤ تاکہ وہ اپنے پہلے حکمرانوں کو بھول جائیں اور تیرا احترام کریں۔ (۸) اگر ملک کے حکمران دوبارہ جنگ کرنا چاہیں تو وہاں عوام تیرے بہتر سلوک کی وجہ سے ان کا ساتھ نہ دیں اور اپنے حکمرانوں کا دماغ درست کر دیں۔ (۹) جو حکمران اپنے ملک کے شہریوں کو تکلیف دیتا ہے تو خود اس کی رعایا دشمن ہو جاتی ہے۔ گویا کہ اس نے اپنے ہی ملک میں اپنے دشمن پیدا کر لیئے۔ (۱۰) ان حالات میں یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ کوئی دشمن باہر سے حملہ آور ہو گا۔ بلکہ زخم خوردہ عوام کی شکل میں دشمن خود ملک کے اندر ہی موجود ہوتا ہے۔

۱	بتدبیر جنگِ بداندیش کوش	مصالح بیندیش و نیت بپوش
	مخالف سے جنگ کی تدبیر کر	مصلحتوں کو سوچ چارہ اور نیت کو پوشیدہ رکھ
۲	مَنِہ درمیاں راز با ہر کسے	کہ جاسوس ہمکاسہ دیدم بسے
	ہر کسی کے سامنے راز نہ رکھ	اسلیئے کہ بسا اوقات جاسوس کو ہم پیالہ دیکھا ہے
۳	سکندر کہ با شرقیاں حرب داشت	درِ خیمہ گویند در غرب داشت
	سکندر جس کا مشرق والوں سے جنگ کا ارادہ تھا	کہتے ہیں اس کے خیمہ کا دروازہ مغرب کی طرف تھا
۴	چوں بہمن بزادلستاں خواست شد	چپ آوازہ افگند و از راست شد
	بہمن کو جب زادلستان کی خواہش ہوئی	بائیں جانب کی شہرت دی اور داہنی جانب [illegible]
۵	اگر جز تو داند کہ عزمِ تو چیست	براں رای و دانش بباید گریست
	اگر تیرے سوا کوئی جان جائے کہ تیرا ارادہ کیا ہے	اس رائے اور عقل پر رونا چاہیئے
۶	کرم کن نہ پرخاش و کیں آوری	کہ عالم بزیرِ نگیں آوری
	بخشش کر نہ کہ لڑائی اور کینہ وری	تاکہ عالم کو تو قبضہ میں لے آئے
۷	چو کارے برآید بلطف و خوشی	چہ حاجت بتندی و گردن کشی
	جب مہربانی اور خوشی سے کام نکلے	تو سختی اور سرکشی کی کیا ضرورت ہے
۸	نخواہی کہ باشد دلت دردمند	دلِ دردمنداں برآور ز بند
	اگر تو یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دل دردمند ہو	تو دردمندوں کا دل قید سے چھڑا دے
۹	ببازو توانا نباشد سپاہ	برو ہمت از ناتواناں بخواہ
	محض قوتِ بازو سے لشکر قوی نہیں ہوتا	جا اور کمزور سے دعا کر
۱۰	دُعائے ضعیفاںِ امیدوار	ز بازوئے مردی بہ آید بکار
	کمزور امیدواروں کی دُعا	طاقت کے بازو سے بہتر کام آتی ہے

(۱) بتدبیر: تدبیر کے ساتھ۔ بداندیش: دشمن۔ کوشش: کوشش کر۔ مصالح: جمع مصلحت۔ بیندیش: سوچ۔ بپوش: چھپا۔ (۲) منہ: مت رکھ۔ باہر کسے: ہر شخص کے ساتھ۔ ہمکاسہ: ہم پیالہ۔ دیدم: دیکھا میں نے۔ بسے: بہت دفعہ۔ (۳) سکندر: یونان کا مشہور بادشاہ جس نے اکثر مشرقی ممالک کو فتح کر لیا تھا۔ شرقیاں: مشرق کے رہنے والے۔ حرب: لڑائی۔ داشت: رکھتا تھا۔ درخیمہ: خیمے کا دروازہ۔ گویند: کہتے ہیں۔ غرب: مغرب۔ (۴) چوں: جب۔ بہمن: ایران کا مشہور بادشاہ جس کا نام اردشیر بن اسفندیار ہے۔ زادلستاں: رستم کا وطن جو جیلان اور ماژندران کے درمیان واقع ہے۔ خواست شد: جانا چاہا۔ چپ: بائیں طرف۔ آوازہ: شہرت۔ افگند: ڈال دی۔ راست: دائیں طرف۔ شد: چلا گیا۔ (۵) جز تو: تیرے سوا۔ داند: جان لے۔ عزمِ تو: تیرا ارادہ۔ چیست: کیا ہے۔ براں رای و دانش: اس رائے اور دانش پر۔ بباید گریست: رونا چاہیئے۔ (۶) کرم کن: بخشش کر۔ پرخاش: لڑائی۔ کیں آوری: لا دے تو۔ (۷) کارے: کوئی کام۔ برآید: نکل آوے۔ بلطف و خوشی: مہربانی اور خوشی سے۔ چہ: کیا۔ بتندی: سختی سے۔ گردن کش: سرکش اور متکبر۔ (۸) نخواہی: نہیں چاہتا تو۔ باشد: ہووے۔ دلت: تیرا دل۔ برآور: نکال۔ ز بند: قید سے یا غم سے۔ (۹) توانا: طاقتور۔ نباشد: نہ ہووے۔ سپاہ: لشکر۔ برو: جا۔ ہمت: دُعا۔ ناتواناں: جمع کمزور۔ بخواہ: چاہ۔ (۱۰) دعائے ضعیفاں: کمزوروں کی دُعا۔ امیدوار: امید رکھنے والا۔ زبازوئے مردی: طاقت کے بازوؤں سے۔ بہ: بہتر۔ آید: آتا ہے۔ بکار: کام میں۔

تشریح: (۱) جنگ ہمیشہ تدابیر اور منصوبہ بندی سے لڑی اور جیتی جاتی ہے۔ لہٰذا جنگ جیتنے کے لیے جنگی مصلحتیں پوشیدہ رکھنا لازمی امر ہے۔ (۲) عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ جاسوس اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ ان کی خلوص نیت پر شبہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنا راز کسی کے سامنے ظاہر نہ کر۔ (۳) سکندر اعظم اپنے بھید اس طرح چھپا کے رکھتا تھا کہ اگر اہل مشرق سے جنگ کرنا ہوتی تو وہ اپنا رُخ مغرب کی طرف کرتا تھا۔ (۴) ایران کا مشہور بادشاہ اردشیر بن اسفندیار المعروف بہمن نے جب رستم کے وطن زادلستان پر حملہ کیا تو بائیں طرف مشہور کر کے دائیں طرف سے نکل گیا (۵) اپنے ارادوں کو اپنی ذات تک محدود رکھنا چاہیئے۔ اگر کسی دوسرے شخص کو ان کا علم ہو جائے تو اسے اپنی کم عقلی سمجھنی چاہیئے۔ (۶) اگر تو چاہتا ہے کہ تمام علاقے تیرے ماتحت میں آجائیں تو پھر تجھے اپنی رعیت سے کینہ توزی سے نہیں بلکہ عفو و درگزر سے کام لینا چاہیئے۔ (۷) اپنی رعایا سے جو کام برضا و رغبت اور نرم روی سے لیا جا سکتا ہے تو اس کے لیے سخت روش اور سرکشی دکھانے کی ضرورت نہیں۔ (۸) خوش مزاج شخص کا دل بھی وسیع الظرف ہوتا ہے۔ اس لیے اگر تجھے دردمند ہونا ہے تو دوسروں کے دلوں کو خوش رکھا کر۔ (۹) فوجی طاقت سے جنگ جیتنا ممکن نہیں اس کے ناتواں افراد کی دُعائیں درکار ہوتی ہیں۔ کمزوروں سے اچھا سلوک دُعاؤں کا سبب ہوتا ہے۔ (۱۰) ناچار لوگوں کی دُعائیں بعض مرتبہ وہ کام دکھاتی ہیں جو ایک ٹڈی دل لشکر بھی نہیں دکھا سکتا۔ (کیونکہ فتح و شکست کا مالک اللہ تعالیٰ ہے)۔

۱ هرآں که استعانت بدرویش برد — اگر با فریدوں زد از پیش برد

جو درویش سے مدد چاہے گا — اگر فریدوں سے مقابلہ ہو گا جیت جائے گا

بابِ دوم در احسان

دوسرا باب احسان کے بیان میں

۲ اگر ہوشمندی بمعنی گرای — که معنی ز صورت بماند بجای

اگر تو ہوشمند ہے تو حقیقت کی طرف توجہ کر — کیونکہ حقیقت ظاہر سے زیادہ پائیدار ہے

۴ کرا دانش و جود و تقویٰ نبود — بصورت درش ہیچ معنی نبود

جس کو عقل اور سخاوت اور تقویٰ حاصل نہ ہو — اس کے ظاہر میں کوئی حقیقت نہیں

۵ کسے خسپد آسودہ در زیرِ گِل — که خسپند زو مردم آسودہ دل

مٹی کے نیچے وہ آرام سے سوتا ہے — جس سے لوگ آرام سے سوئیں

۶ غمِ خویش در زندگی خور که خویش — بمردہ نپردازد از حرصِ خویش

زندگی میں اپنی فکر کر لے اسلیئے کہ اپنے لوگ — اپنی حرص کی وجہ سے مُردے میں نہیں لگتے ہیں

۷ زر و نعمت اکنوں بدہ کاں تست — که بعد از تو بیروں ز فرمانِ تست

سونا اور نعمت اب خرچ کر لے کیونکہ تیری ملکیت میں ہے — تیرے مرنے کے بعد تیرے حکم سے باہر ہے

۸ نخواہی که باشی پراگندہ دل — پراگندگاں را ز خاطر مہل

اگر تو یہ نہیں چاہتا کہ پراگندہ خاطر — تو پریشان لوگوں کے دل سے نہ نکال

۹ پریشاں کن امروز گنجینہ چست — که فردا کلیدش نہ در دستِ تست

خزانہ کو آج فوراً بانٹ دے — اس لیئے کہ کل کو اس کی کنجیاں تیرے ہاتھ میں نہ ہونگی

۱۰ تو با خود ببر توشۂ خویشتن — که شفقت نیاید ز فرزند و زن

تو اپنا توشہ خود اپنے ساتھ لے لے — اس لیئے کہ بیوی بچے مہربانی نہیں کرتے

(۱) ہرآں کہ: جس نے کہ۔ استعانت: مدد۔ برد: لے گیا۔ فریدون: ایران کا مشہور بادشاہ جو ضحاک کو قتل کر کے تخت نشین ہوا اور بڑے جاہ و جلال سے حکومت کی۔ زد: حملہ کیا۔ از پیش برد: سامنے سے لے گیا یعنی جیت گیا۔ (۲) بابِ دوم: دوسرا باب۔ در احسان: احسان میں۔ (۳) ہوشمندی: ہوشمند ہے تو۔ بمعنی: معنی میں۔ گرای: رغبت کر۔ بماند: رہتا ہے۔ بجای: جگہ پر۔ (۴) کرا: جس کسی کو۔ دانش: سمجھ۔ جود: سخاوت۔ تقویٰ: پرہیزگاری۔ نبود: نہ تھی۔ بصورت درش: اس کی صورت میں۔ ہیچ: کچھ۔ (۵) کسے: وہی شخص۔ خسپد: سوتا ہے۔ آسودہ: آرام سے۔ زیرِ گل: مٹی کے نیچے یعنی قبر میں۔ خسپند: سوویں وہ لوگ۔ زو: اس سے۔ مردم: لوگ۔ آسودہ دل: آرام والا دل۔ (۶) غمِ خویش: اپنا غم۔ خور: کھا۔ خویش: رشتہ دار۔ بمردہ: مردے میں۔ نپردازد: نہیں مشغول ہوتے۔ حرصِ خویش: اپنا حرص۔ (۷) زر و نعمت: نعمت اور سونا۔ اکنوں: اب۔ بدہ: دے دے۔ کاں تست: جبکہ وہ تیرا ہے۔ بعد از تو: تیرے بعد۔ بیروں: باہر۔ ز فرمانِ تست: تیرے فرمان سے ہے۔ (۸) نخواہی: نہیں چاہتا تو۔ باشی: ہووے تو۔ پراگندہ دل: پریشان دل والا۔ پراگندگاں: جمع پریشان۔ خاطر: دل۔ مہل: مت چھوڑ۔ (۹) پریشان کن: بکھیر دے۔ امروز: آج۔ گنجینہ: خزانہ۔ چست: جلدی۔ فردا: آنیوالی کل۔ کلیدش: اس کی چابی۔ دست: ہاتھ۔ تست: تیرا ہے۔ (۱۰) با خود: اپنے ساتھ۔ ببر: لے جا۔ توشۂ خویشتن: اپنا توشہ۔ نیاید: نہیں آتی۔ فرزند و زن: بیٹا اور بیوی۔

تشریح: (۱) جو شخص بے بس و بیکس افراد کی بہتر خدمت کر کے ان کی دُعاؤں کے بل بوتے پر حملہ آور ہوتا ہے تو فریدون جیسا طاقتور بادشاہ بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (۲) دوسرا باب۔ (عنوان) یہاں سے دوسرا باب شروع ہو رہا ہے۔ جو احسان کے بارے میں ہے۔ کسی کو شکست خوردہ کرنے کے لیئے احسان کا ہتھیار بہت بڑا اور وزنی ہے۔ (۳) ہوشیار لوگ ہمیشہ لفظوں میں پوشیدہ معنی پر نظر رکھتے ہیں۔ کیونکہ لفظوں کی ظاہری صورت کے بالمقابل معنی زیادہ پائیدار ہوتے ہیں۔ (۴) سمجھ بوجھ اور تقویٰ، سخاوت و فیاضی انسان کے معنیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں جس میں یہ صفات نہیں وہ ظاہری الفاظ کی طرح کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو در حقیقت بے معنی ہے۔ (۵) قبر میں اسی شخص کو سکون نصیب ہو گا جس نے دنیا میں لوگوں کو آرام و راحت پہنچائی ہو۔ (۶) صدقات و خیرات اور عبادات کی کثرت سے انسان کو خود ہی آخرت کا سامان پیدا کرنا چاہیئے۔ رشتے دار حریص ہوتے ہیں۔ وہ تیرے سامانِ آخرت کا کچھ نہ کریں گے۔ کیونکہ انہیں اپنے ہی حرص و ہوس سے فرصت نہیں۔ (۷) انسان جب تک زندہ ہے اپنی جائیداد اور مال و دولت کا مالک ہے۔ اس لیئے مرنے سے پہلے پہلے خیرات کر کے آخرت کا ذخیرہ بنائے۔ مرنے کے بعد مال اس کا نہ ہو گا۔
(۸) جو شخص پریشانیوں سے محفوظ رہنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ دوسروں کی پریشانیاں دُور کر کے خوشحال ہو جائے۔ (۹) زندگی میں مال و دولت کا خزانہ پاس ہوتا ہے۔ موت کے بعد تمام دولت و اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اپنا مال فی سبیل اللہ خیرات کرو۔ (۱۰) دُنیا کی الجھنوں میں پھنسے ہوئے بیوی بچے تیرے لیئے کچھ نہ بھیجیں گے۔ اس لیئے دُنیا میں خود اپنے ہاتھوں سے خیرات کر کے آخرت کا ذخیرہ جمع کر۔

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
کسے گوئے دولت ز دنیا برد	۱	کہ باخود نصیبے بعقبیٰ برد
دنیا سے وہ شخص بازی جیت کر لے جاتا ہے		جو خود اپنا حصّہ آخرت میں لے جاتا ہے
بغم خوارگی جز سرِ انگشتِ من	۲	نخارد کسے در جہاں پشتِ من
غمخوارگی کے ساتھ سوائے اپنی انگلیوں کے		کسی نے دنیا میں میری کمر نہ کھجائی
مکن بر کفِ دست نہ ہر چہ ہست	۳	کہ فردا بدنداں بری پشتِ دست
جو کچھ ہے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ، ایسا نہ کر		کہ کل کو ہاتھ کی پشت دانتوں سے کاٹے
بپوشیدنِ سترِ درویش کوش	۴	کہ سترِ خدایت بود پردہ پوش
فقیر کی ستر پوشی کی کوشش کر		تاکہ خدا تیرا ستر ہو اور پردہ پوش ہو
مگرداں غریب از درت بے نصیب	۵	مبادا کہ گردی بدرہا غریب
بے حصے کے مسافر کو دروازہ سے نہ لوٹا		ایسا نہ ہو کہ تو دروازوں پر مسافر بنا پھرے
بزرگے رساند بمحتاج خیر	۶	کہ ترسد کہ محتاج گردد بغیر
بڑا آدمی ضرورت مند کو خیر پہنچاتا ہے		کیونکہ وہ ڈرتا ہے کہ وہ غیر کا محتاج بنے
بحالِ دلِ خستگاں در نگر	۷	کہ بارے دلِ خستہ باشی مگر
دل ٹوٹے ہوؤں کے حال کو دیکھ		شاید تو بھی کبھی دل ٹوٹا ہوا بنے
فرو ماندگاں را درون شاد کن	۸	ز روزِ فرو ماندگی یاد کن
عاجزوں کے دلوں کو خوش کر		عاجزی کے دن کو یاد کر
نہ خواہندۂ بر درِ دیگراں	۹	بشکرانہ خواہندہ از در مراں
اگر تو دوسروں کے در کا بھکاری نہیں ہے		تو اسی شکرانہ میں مانگنے والے کو دروازے سے نہ بھگا

(۱) کسے: وہی شخص۔ گوئے دولت: دولت کی گیند۔ برد: لے جائے گا۔ باخود: اپنے ساتھ نصیبے: کوئی حصّہ۔ بعقبیٰ: آخرت میں۔ (۲) بغم خوارگی: غم خواری کے ساتھ۔ جز: سوائے۔ سرِ انگشتِ من: میری انگلی کا سرا۔ نخارد: نہیں کھجاتا۔ کسے: کوئی شخص۔ پشتِ من: میری کمر۔ (۳) مکن: مت کر۔ کفِ دست: ہتھیلی۔ نہ: رکھ لے۔ ہر چہ ہست: جو کچھ ہے۔ فردا: کل۔ بدنداں: دانتوں کے ساتھ۔ بری: کاٹے گا تو۔ پشتِ دست: ہاتھ کی پشت۔ (۴) بپوشیدن: چھپانا۔ سترِ درویش: درویش کا ستر۔ کوش: کوشش کر۔ سترِ خدایت: خدا تعالیٰ تیرا ستر۔ پردہ پوش: پردہ ڈھانپنے والا۔ (۵) مگرداں: مت پھیر۔ غریب: مسافر۔ درت: تیرا دروازہ۔ بے نصیب: محروم۔ مبادا: خدا نہ کرے۔ گردی: ہووے تو۔ بدرہا: دروازوں پر۔ (۶) بزرگے: وہ بزرگ۔ رساند: پہنچاتا ہے۔ بمحتاج: محتاج کو۔ خیر: خیرات۔ ترسد: ڈرتا ہے۔ گردد: ہووے وہ۔ بغیر: غیر کا۔ (۷) بحالِ دلِ خستگاں: زخمیوں کے دلوں کی حالت کو۔ نگر: دیکھ۔ بارے: شاید کبھی۔ دلِ خستہ: زخمی دل۔ باشی: تو ہووے۔ مگر: شاید۔ (۸) فرو ماندگاں: عاجز لوگ۔ درون: اندر، دل۔ شاد کن: خوش کر۔ روزِ فرو ماندگی: عاجزی کا دن۔ یاد کن: یاد کر۔ (۹) خواہندہ: سوال ہے تو۔ درِ دیگراں: دوسروں کا دروازہ۔ بشکرانہ: شکریے میں۔ خواہندہ: سوالی۔ از در: دروازے سے۔ مراں: مت چلا۔

تشریح: (۱) دنیا و آخرت میں کامیابی کا سہرا اسی شخص کے سر ہوتا ہے۔ جو دنیا میں اپنا مال خود تصرف کر کے راہ اللہ خرچ کرتا ہے۔ (۲) انسان جتنا خود اپنا ہمدرد ہوتا ہے اتنا وہ کسی دوسرے کا نہیں ہوتا۔ اصل ہمدردی یہ ہے کہ وہ دنیوی و اخروی آسودگی کو مدِ نظر رکھے۔ (۳) مال و دولت کو جمع کر کے رکھنا خود اپنی جان پر وبال ڈالنے کے مترادف ہے۔ جو شخص راہِ اللہ خرچ نہیں کرتا وہ قیامت کے دن صدمہ اٹھائے گا۔ (۴) درویشوں کی خوراک و پوشاک کا انتظام کرنے سے اللہ تعالیٰ خود ہماری خوراک و پوشاک کا اہتمام کرے گا۔ (۵) اپنے دروازے پر آئے ہوئے فقرا و مساکین کو نہیں دھتکارنا چاہیئے کیونکہ ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ کبھی تو خود بھی فقیر و مسکین ہو جائے۔ (۶) ناداروں کو اسی شخص سے خیرات ملتی ہے جو خود محتاج ہونے کا اپنے دل میں خوف رکھتا ہو۔ (۷) زخم خوردہ لوگوں کی دلداری کرنے کے لیئے اُن پر خرچ کیا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک دن تجھے زخمی دل ہونا پڑے۔ (۸) جو لوگ عاجز ہوتے ہیں۔ ان کے دل شکستہ اور زخم خوردہ ہوتے ہیں۔ اس لیئے اپنی بیکسی کے ایام یاد کر کے اُن کے دلوں کو خوش رکھا کرو۔ (۹) اللہ تعالیٰ نے تجھے کسی کا محتاج نہیں بنایا۔ لہٰذا سجدۂ تشکر ادا کرنے کے لیئے تجھ پر لازم ہے کہ تو کسی سوالی کو مت دھتکار۔

گفتار اندر نواختن یتیماں و رحمت برحال ایشاں

کہاوت، یتیموں کو نوازنے اور ان کے حال پر رحم کرنے کے بیان میں

پدر مردہ را سایہ بر سر فگن	۲	غبارش بیفشاں و خارش بکن
جس کا باپ مرگیا ہو اس کے سر پر سایہ کر		اس کا غبار جھاڑ اور اس کا کانٹا نکال
ندانی چہ بودش فرو ماندہ سخت	۳	بود تازہ بے بیخ ہرگز درخت
کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسکو کیا ہوا ہے کہ وہ سخت عاجز ہے		بے جڑ کا درخت ہرگز تازہ نہیں ہوتا
چوں بینی یتیمے سر افگندہ پیش	۴	مدہ بوسہ بر روئے فرزند خویش
جب تو کسی یتیم کو سامنے سر ڈالے دیکھے		اپنے بچے کے رخسار پر بوسہ نہ دے
یتیم ار بگرید کہ نازش خرد	۵	وگر خشم گیرد کہ بارش برد
یتیم اگر روتا ہے اس کا ناز کون اٹھاتا ہے		اگر وہ غصہ کرتا ہے اس کا بوجھ کون برداشت کرتا ہے
الا تا نہ گرید کہ عرش عظیم	۶	بلرزد ہمے چوں بگرید یتیم
خبردار! وہ رو نہ پڑے اس لیے کہ عرش عظیم		لرزتا ہے جب یتیم روتا ہے
برحمت بکن آبش از دیدہ پاک	۷	بشفقت بیفشانش از چہرہ خاک
محبت سے اس کی آنکھ سے آنسو پونچھ دے		مہربانی سے اس کے چہرہ سے خاک جھاڑ دے
اگر سایۂ خود برفت از سرش	۸	تو در سایۂ خویشتن پرورش
اگر اس کے سر سے اس کا سایہ چلا گیا ہے		تو اپنے سائے میں اس کی پرورش کر
من آنگہ سر تاجور داشتم	۹	کہ سر در کنار پدر داشتم
میرا سر اس وقت ایک بادشاہ کا سر تھا		جب میں باپ کی گود میں سر رکھتا تھا
اگر بر وجودم نشستے مگس	۱۰	پریشاں شدے خاطر چندکس
اگر میرے جسم پر مکھی بیٹھتی تھی		تو بہت سے آدمیوں کی طبیعت پریشان ہوجاتی تھی

(۱) گفتار: بات۔ نواختن: پالنا۔ یتیماں: جمع، جن نابالغ بچوں کا باپ مرگیا ہو۔ حالِ ایشاں: ان کا حال۔

(۲) پدر مردہ: باپ مرا ہوا شخص یعنی یتیم۔ فگن: ڈال۔ غبارش: اس کی گرد۔ بیفشاں: جھاڑ۔ خارش: اس کا کانٹا۔ بکن: نکال۔ (۳) ندانی: تو نہیں جانتا۔ چہ بودش: کیا ہوا اس کو۔ فرو ماندہ: عاجز رہا ہوا۔ بود: ہووے۔ بے بیخ: بغیر جڑ کے۔ ہرگز: کبھی۔ (۴) چوں: جب بینی: دیکھے تو۔ یتیمے: کوئی یتیم۔ سر افگندہ: سر ڈالے ہوئے۔ پیش: سامنے۔ مدہ: مت دے۔ بر روئے: چہرے پر۔ فرزند خویش: اپنا لڑکا۔ (۵) ار بگرید: اگر رودے۔ کہ: کون۔ نازش: اس کا ناز۔ خرد: خریدے۔ خشم گیرد: غصہ پکڑے۔ بارش: اس کا بوجھ برد: لے جاوے۔ (۶) الا: خبردار۔ تا: ہرگز۔ نہ گرید: نہ رودے۔ عرش عظیم: بڑا عرش یعنی عرش الٰہی۔ بلرزد: کانپ جاتا ہے۔ چوں: جب۔ بگرید: رودے (۷) بکن: کر۔ آبش: اس کا پانی یعنی آنسو۔ از دیدہ: آنکھوں سے۔ پاک: صاف۔ بشفقت: مہربانی سے بیفشانش: جھاڑ اس کے۔ از چہرہ: چہرہ سے۔ (۸) سایۂ خود: اپنا سایہ۔ برفت: چلا گیا۔ از سرش: اس کے سر سے۔ خویشتن: اپنا۔ پرورش: پال اس کو۔ (۹) من: میں۔ آنگہ: جس وقت۔ سر تاجور: تاج والا سر۔ داشتم: رکھتا تھا۔ کنار: گود۔ پدر: باپ (۱۰) بر وجودم: میرے جسم پر۔ نشستے: بیٹھ جاتی۔ مگس: مکھی۔ شدے: ہوجاتا۔ خاطر: دل۔ چندکس: کچھ لوگ۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس گفتار میں بتایا گیا ہے کہ یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ انہیں خالی ہاتھ بھیجنے کی بجائے کچھ نہ کچھ ضرور نوازنا چاہیئے۔ (۲) یتیم کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرنے سے اس کے سر کے بالوں کے برابر نیکیاں ملتی ہیں۔ اس لیئے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور ہر طرح کی خبر گیری کرنا چاہیئے۔ (۳) یتیم کے لیئے اس کے ماں باپ ایسے ہوتے ہیں جیسے درخت کی جڑ۔ کوئی کیا جانے کہ یتیم مصیبتوں کے کتنے سراب عبور کرتا ہے۔ جس درخت کی جڑ کٹ جائے وہ درخت ختم ہوجاتا ہے۔ (۴) جب یہ دیکھو کہ یتیم غموں کے بوجھ سے اپنا سر جھکائے بیٹھا ہے تو اس کے سامنے اپنے بچوں کے ناز نہ اٹھا۔ اس سے یتیم کے شدتِ غم میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۵) یتیم کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس کی ناز برداری کرنے والا کوئی ہوتا ہے۔ اس لیئے یتیم سے اپنی اولاد جیسا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ (۶) فرمان نبوی ؐ ہے کہ یتیم کے رونے سے عرش الٰہی کانپ اٹھتا ہے۔ اس لیئے یتیم کی آہ سے بچنے کے لیئے اس سے حسن سلوک کیا جائے۔ (۷) یتیم سے اتنی محبت کرو کہ اس کے آنسو خشک ہوجائیں۔ تمہاری شفقت سے اس کے دل میں شادمانی اور چہرے پر خوشی کی رونق آجائے۔ (۸) اگر یتیم کے سر سے اس کے ماں باپ کا سایہ اُٹھ گیا ہے تو تجھے چاہیئے کہ یتیم کا سایہ بن کر اس کی پرورش کرنی چاہیئے۔ (۹) میں اپنے ماں باپ کی زندگی میں بادشاہی کے دن گذارتا تھا۔ جب میں اپنے باپ کی گود میں سر رکھ کر سو جاتا تو مجھے محسوس ہوتا کہ میں ہی وقت کا بادشاہ ہوں۔ (۱۰) میرے چھوٹے کنبے میں اس قدر راج تھا کہ ماں باپ بہن بھائی میرے جسم پر مکھی کا بیٹھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

(۱) کنوں: اب۔ بزنداں: جیل میں۔ برندم: لے جاویں مجھ کو۔ اسیر: قیدی۔ نباشد: ہووے۔ کس: کوئی شخص زدوستانم: میرے دوستوں میں سے۔ نصیر: مددگار۔ (۲) مرا: مجھ کو۔ باشد: ہوگی۔ طفلاں: جمع بچے۔ طفلی: لڑکپن۔ برفتم: چلا گیا میرے سے۔ پدر: باپ۔ (۳) ثمرۂ: پھل۔ نیکو کاری: نیکی۔ (۴) کسے: کوئی شخص۔ دید: اس نے دیکھا۔ صدر خجند: خجند کا سردار، خجند خراسان کا ایک شہر۔ خارے: ایک کانٹا۔ ز پائے یتیمے: کسی یتیم کے پاؤں سے۔ بکند: نکالا اس نے۔ (۵) ہمے گفت: کہہ رہا تھا۔ روضہ ہا: جمع باغ سے۔ چمید: ٹہلتا تھا۔ کزاں خار: کہ اس کانٹے سے۔ برمن: مجھ پر۔ چہ: کیا۔ گلہا: جمع پھول۔ دمید: پھوٹے۔ (۶) مشو: مت ہو۔ تا توانی: جب تک تو طاقت رکھے۔ ز رحمت: رحم سے۔ بری: خالی۔ برندت: لے جائیں گے تجھ پر۔ چو: جب۔ بری: لے جائے گا تو۔ (۷) انعام کردی: احسان کیا تو نے۔ مشو: مت ہو۔ خود پرست: مغرور۔ من: میں۔ سرورم: میں سردار ہوں۔ دیگرے: دوسرے۔ زیر دست: ماتحت۔ (۸) تیغ دورانش: زمانے کی تلوار نے اس کو۔ انداختست: گرا دیا ہے۔ نہ: یہ آختست کے اوپر لگتا ہے یعنی نہیں کھنچی ہوئی ہے۔ شمشیر دوراں: زمانے کی تلوار۔ ہنوز: ابھی۔ (۹) چوں: جب۔ بینی: تو دیکھے۔ دعا گوئے: دعا دینے والا۔ شکر نعمت: نعمت کا شکریہ۔ گزار: ادا کر۔ (۱۰) چشم: امید۔ از: تو: تجھ سے۔ دارند: رکھتے ہیں۔ مردم: لوگ۔ بسے: بہت سارے۔ چشم داری: امید رکھتا ہے تو۔ بدست کسے: کسی کے ہاتھ سے۔

نباشد کس از دوستانم نصیر	۱	کنوں گر بزنداں برندم اسیر
میرے دوستوں میں سے کوئی مددگار نہ ہوگا		اب اگر مجھے قید خانہ میں قیدی بنا کر لے جائیں
کہ در طفلی از سر برفتم پدر	۲	مرا باشد از درد طفلاں خبر
اس لیے کہ بچپن میں میرے سر سے باپ چلا گیا		بچوں کے درد کی مجھے خبر ہوگی

حکایت در ثمرۂ[۳] نیکو کاری

حکایت نیکی کے پھل کے بیان میں

کہ خارے ز پائے یتیمے بکند	۴	کسے دید در خواب صدر خجند
جس نے ایک یتیم کے پیر سے کانٹا نکالا تھا		خجند کے سردار کو کسی نے خواب میں دیکھا
کزاں خار برمن چہ گلہا دمید	۵	ہمے گفت و در روضہ ہا مے چمید
کہ اس کانٹے کی بدولت میرے اوپر کس قدر پھول کھلے ہیں		باغیچوں میں ٹہلتا ہوا کہہ رہا تھا
کہ رحمت برندت چو رحمت بری	۶	مشو تا توانی ز رحمت بری
جب تو رحم کرے گا تو تجھ پر رحم کریں گے		جب تک ہو سکے تو رحم سے خالی نہ ہو
کہ من سرورم دیگرے زیر دست	۷	چو انعام کردی مشو خود پرست
کہ میں سردار ہوں اور دوسرا کمزور ہے		جب تو احسان کرے تو متکبر نہ بن
نہ شمشیر دوراں ہنوز آختست	۸	اگر تیغ دورانش انداختست
کیا اب زمانہ کی تلوار کھنچی ہوئی نہیں ہے		اگر اس کو زمانہ کی تلوار نے گرایا ہے
خداوند را شکر نعمت گزار	۹	چو بینی دعا گوئے دولت ہزار
اللہ کے انعام کا شکر ادا کر		جب تو ہزاروں دولت کو دعا دینے والے دیکھے
نہ تو چشم داری بدست کسے	۱۰	کہ چشم از تو دارند مردم بسے
تو کسی کے ہاتھ سے امید نہیں رکھتا		کہ بہت سے انسان تجھ سے امید رکھتے ہیں

تشریح: (۱) آج میری یہ حالت ہے کہ اگر مجھے بلاوجہ جیل میں قید کر دیا جائے تو میری ضمانت دینے کے لیے کوئی تیار نہ ہوگا۔ (۲) آج اگر کوئی بچہ بھی تکلیف سے کراہتا ہے تو اس کے درد کا صحیح احساس مجھے ہوتا ہے۔ کیونکہ میرا اپنا بچپن یتیمی میں گذرا ہے۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نیکی خواہ چھوٹی سی کیوں نہ ہو۔ وہ رائیگاں نہیں جاتی۔ بشرطیکہ نیکیوں پر اترانا نہیں چاہیے۔ (۴) خراسان کے علاقے خجند میں یتیم کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا تھا جسے وہاں (خجند) کے سردار نے نکال دیا تھا۔ (۵) جب خجند کا سردار وفات پا گیا تو کسی نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ باغات میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ ایک کانٹے کے بدلے بہت سے پھول ملے ہیں۔ (۶) فرمانِ نبوی ہے۔ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا (رحم کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے) اس شعر میں اسی حدیث کی ترجمانی کی گئی ہے کہ انسان سے جس قدر ہو سکے زیادہ سے زیادہ رحم کرے۔ (۷) کسی پر احسان کرتے وقت دوسروں کو کمتر اور خود بلند تر نہیں سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ ساری کائنات سے بلند و بالا ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ (۸) اگر کوئی شخص غربت کی وجہ سے کمتر درجے میں ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اگر کسی کے پاس دولت ہے تو یہ بھی اس کی دین ہے۔ لہٰذا کسی کو گھٹیا نہ سمجھنا چاہیے۔ (۹) لوگ کسی کے مال و دولت کو اس وقت دعائیں دیتے ہیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی جائے۔ جب تجھے یہ مقام حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ (۱۰) بہت سے لوگ ایسے ہیں جو تیری خیرات کی وجہ سے اپنی حاجات پوری ہونے کی امید رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ تو دینے والوں میں سے ہے، لینے والوں میں سے نہیں۔

کرم خوانده ام سیرتِ سروران ۱ غلط گفتم اخلاق پیغمبران
میں نے پڑھا ہے کہ کرم سرداروں کی سیرت ہے　میں نے غلط کہا یہ تو پیغمبروں کا اخلاق ہے

حکایت در[۲] اخلاق پیغمبران

حکایت پیغمبروں کے اخلاق کے بیان میں

شنیدم کہ یک ہفتہ ابن السبیل ۳ نیامد بمہماں سرائے خلیل
میں نے سنا ہے کہ ایک ہفتہ تک کوئی مسافر　حضرت خلیل اللہ کے مہمان خانہ میں نہ آیا

ز فرخندہ خوئی نہ خوردے پگاہ ۴ مگر بے نوائے در آید ز راہ
مبارک عادت کی وجہ سے وہ صبح کو نہ کھاتے　شاید کوئی بے چارہ راستہ سے آجائے

بروں رفت و ہر جانبے بنگرید ۵ بر اطرافِ وادی نگہ کرد و دید
باہر نکلے اور ہر جانب دیکھا　جنگل کے کناروں پر نظر ڈالی اور دیکھا

بہ تنہا یکے در بیاباں چو بید ۶ سر و مویش از برف پیری سپید
ایک شخص بید جیسا اکیلا جنگل میں　اس کا سر اور بال بڑھاپے کی وجہ سے برف کی طرح سفید

بدلداریش مرحبائے بگفت ۷ برسم کریماں صلائے بگفت
اس کی دلداری کے لیئے خوش آمدید کہا　سخیوں کی عادت کے مطابق کھانے کی دعوت دی

کہ اے چشمہائے مرا مردمک ۸ یکے مردمی کن بنان و نمک
کہ اے میری آنکھوں کی پتلی　روٹی اور نمک کھا کر مہربانی کیجئے

نعم گفت و برجست و برداشت گام ۹ کہ دانست خلقش علیہ السلام
اس نے ہاں کہا، اٹھا اور قدم اٹھائے　کیونکہ انکے اخلاق جانتا تھا ان پر خدا کا سلام ہو

رقیبانِ مہماں سرائے خلیلؑ ۱۰ بعزّت نشاندند پیرِ ذلیل
خلیل اللہ کے مہمان خانے کے محافظوں نے　بوڑھے کمزور کو عزت سے بٹھایا

(۱) کرم: سخاوت۔ خوانده ام: میں نے پڑھا ہے۔ سیرت: عادت۔ سروراں: جمع سردار۔ غلط گفتم: میں نے غلط کہا۔ اخلاق پیغمبراں۔ پیغمبروں کا اخلاق۔
(۲) حکایت: کہانی۔ در: میں۔
(۳) شنیدم: میں نے سنا۔ ابن السبیل: مسافر۔ نیامد: نہیں آیا۔ بمہماں سرائے: مہمان خانہ میں۔ خلیل: لقب حضرت ابراہیم علیہ السلام جو جدّ الانبیاءؑ اور خلیل اللہ ہیں۔ (۴) فرخندہ خوئی: مبارک عادت۔ نہ خوردے: آپ نہ کھاتے۔ پگاہ: صبح صبح۔ مگر: شاید۔ بے نوائے: کوئی بے چارہ۔ در آید: آجاوے۔ ز راہ: راستہ سے۔
(۵) بروں: باہر۔ رفت: چلا گیا۔ ہر جانبے: ہر طرف بنگرید: دیکھا۔ بر اطراف وادی: جنگل کی طرفوں میں نگہ کرد: نظر کی۔ و دید: اور دیکھا۔ (۶) بہ تنہا: اکیلا۔ یکے: ایک شخص۔ بیاباں: جنگل۔ چو بید: بید کی طرح۔ سر و مویش: اس کا سر اور بال۔ برف پیری: بڑھاپے کی برف۔ سپید: سفید۔
(۷) بدلداریش: اس کی دلداری کے لیئے۔ مرحبائے: خوش آمدید۔ بگفت: اس نے کہا۔ برسم کریماں: سخیوں کی عادت کے مطابق۔ صلائے: دعوت۔
(۱۰) چشمہائے مرا: میری آنکھوں کی۔ مردمک: پتلی یکے: تھوڑی سی۔ مردمی کن: مہربانی کر۔ بنان و نمک: روٹی اور نمک کے ساتھ۔ (۹) نعم: ہاں۔ گفت: اس نے کہا۔ برجست: کود پڑا۔ برداشت: اٹھائے اس نے۔ گام: قدم۔ دانست: جان لیا اس نے خلقش: آپ کے اخلاق کو۔ علیہ السلام: ان پر سلام ہو۔ (۱۰) رقیباں: جمع نگران محافظ۔ مہماں سرائے: مہمان خانہ۔ خلیل: حضرت ابراہیمؑ۔ بعزت: عزت سے۔ نشاندند: بٹھایا انہوں نے۔ پیر: بوڑھا۔ ذلیل: بے عزت۔

تشریح: (۱) اپنی قوم میں بہترین سردار وہ ہوتا ہے جو سخاوت کرتا ہے۔ کیونکہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ سخاوت پیغمبرانہ صفت و شیوہ ہے۔ (۲) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مہمان نوازی اور سخاوت انبیاء کرامؑ کے اخلاق کا حصہ ہے۔ اس لیئے ہر اُمتی کو چاہیئے کہ وہ پیغمبرانہ اخلاق اپنائیں۔ (۳) حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں سنا ہے کہ وہ مہمان کے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے۔ ایک موقعہ پر مہمان نہ آنے کی وجہ سے پورا ہفتہ فاقے سے رہے۔ (۴) یہ حضرت خلیل اللہؑ کی مبارک عادت تھی کہ علی الصبح کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔ مبادا کہ کوئی مسافر بھوکا نہ آجائے۔ (۵) ہفتے کے بعد حضرت خلیل اللہ مہمان کو تلاش کرنے نکلے۔ ہر طرف نظر دوڑائی۔ ہر وادی کو چھان مارا۔ (اللہ تعالیٰ دورِ حاضر کے مسلمانوں کو مہمان نوازی کی توفیق دے) (۶) حضرت ابراہیمؑ کا مہمان کی تلاش و جستجو کے دوران دُور سے تنہا ایک شخص ایسا دکھائی دیا جس کے عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے بال سفید ہو چکے تھے۔
(۷) چنانچہ عمر رسیدہ مسافر کو خوش آمدید کہا اور صاحب جود و سخا کے اصول کے مطابق اسے کھانا کھانے کی پیش کش کی۔ (۸) حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میرے ساتھ کھانا کھا کر میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤ یا آپ (مسافر) میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تو کھانا کھائیں۔ (۹) مہمان نوازی کے حوالے سے عمر رسیدہ مسافر نے حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں بہت کچھ سُن رکھا تھا۔ اس لیئے آپ سے ملاقات ہوتے ہی اسے خوشی ہوئی اور دعوت قبول کر لی۔ (۱۰) حضرت ابراہیمؑ کے مہمان خانے کے خدام نے عمر رسیدہ مسافر کا نہ صرف تزک و احتشام سے استقبال کیا بلکہ انتہائی عزت و توقیر کے ساتھ مہمان خانے میں بٹھایا۔

بفرمود ترتیب کردند خواں	۱	نشستند بر ہر طرف ہمگناں
انہوں نے فرمایا اور انہوں نے دستر خوان لگا دیا		ہر جانب سب بیٹھ گئے
چو بسم اللہ آغاز کردند جمع	۲	نیامد ز پیرش حدیثے بسمع
جب سب نے بسم اللہ شروع کی		اس بوڑھے کی کوئی بات کان میں نہ آئی
چنیں گفتش اے پیر دیرینہ روز	۳	چو پیراں نمے بینمت صدق و سوز
خلیل اللہ نے اسکو یہ فرمایا کہ بڑی عمر کے بوڑھے		میں تجھ میں بوڑھوں کا سا صدق اور سوز نہیں دیکھتا ہوں
نہ شرط ست وقتیکہ روزی خوری	۴	کہ نام خداوندِ روزی بری
کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ جس وقت تو کھانا کھائے		کہ روزی کے مالک کا نام لے
بگفتا نہ گیرم طریقت بدست	۵	کہ نشنیدم از پیر آذر پرست
اس نے کہا میں تمہاری بات نہیں مانتا تمہارا راستہ برا ہے		اس لیے کہ میں نے آتش پرست پیر سے سنا ہے
بدانست پیغمبر نیک فال	۶	کہ گبر ست پیر تبہ بودہ حال
نیک شگون پیغمبر نے جان لیا		کہ تباہ حال بوڑھا آتش پرست ہے
بخواری براندش چو بیگانہ دید	۷	کہ منکر بود پیش پاکاں پلید
اسکو ذلت کے ساتھ نکال دیا جب اس کو بیگانہ دیکھا		اس لیئے کہ پاک لوگوں کے پاس ناپاک برا ہوتا ہے
سروش آمد از کردگارِ جلیل	۸	بہیبت ملامت کناں کاے خلیلؑ
خدائے بزرگ کی جانب سے وحی آئی		جلال کے ساتھ ملامت کرتی ہوئی کہ اے خلیلؑ
منش دادہ صد سالہ روزی و جاں	۹	ترا نفرت آمد ازو یک زماں
میں نے سو سال تک اس کو روزی اور جان دی		تجھے اس سے تھوڑی دیر کیلئے بھی نفرت ہوئی
گر او مے برد پیش آتش سجود	۱۰	تو واپس چرا مے بری دست جود
اگر وہ آگ کے سامنے سجدہ کرتا ہے		تو سخاوت کا ہاتھ کیوں پیچھے ہٹاتا ہے

(۱) بفرمود: حکم دیا۔ ترتیب کردند: بچھا دیا انہوں نے۔ خواں: دستر خوان۔ نشستند: بیٹھ گئے۔ ہمگناں: سبھی۔ (۲) بسم اللہ: اللہ کے نام سے۔ آغاز: شروع۔ کردند: کیا انہوں نے۔ جمع: جماعت۔ نیامد: نہ آئی۔ ز پیرش: بوڑھے سے، اس کی شین سمع کے ساتھ لگتی ہے یعنی اس کے کان میں۔ حدیثے: کوئی بات۔ (۳) چنیں: ایسے۔ گفتش: اس کو کہا۔ پیر دیرینہ روز: لمبی عمر والے بوڑھے۔ چو پیراں: بوڑھوں کی طرح۔ نمے بینمت: تجھ کو نہیں دیکھتا ہوں میں۔ صدق: سچائی۔ سوز: جلن۔ (۴) وقتیکہ: جس وقت کہ۔ روزی خوری: کھانا کھاوے تو۔ نامِ خدا: خدا کا نام۔ بری: لے جاوے تو۔ (۵) بگفتا: اس نے کہا۔ نہ گیرم: نہیں پکڑوں گا میں۔ طریقت: تیرا طریقہ۔ بدست: ہاتھ میں۔ نشنیدم: نہیں سنا میں نے۔ پیر آذر پرست: آتش پرست بوڑھے سے۔ (۶) بدانست: جان لیا۔ گبر ست: آتش پرست ہے۔ پیر تبہ بودہ حال: تباہ حال والا بوڑھا۔ (۷) بخواری: ذلت کے ساتھ۔ براندش: ہنکا دیا اس کو۔ چو: جب۔ بیگانہ: غیر۔ دید: دیکھا۔ منکر: برا۔ بود: ہووے۔ پیش پاکاں: پاکوں کے سامنے۔ (۸) سروش: فرشتہ یا وحی۔ آمد: آئی۔ کردگار: اللہ تعالیٰ۔ جلیل: بزرگ۔ بہیبت: ڈانٹ کے ساتھ۔ ملامت کناں: ملامت کرتے ہوئے۔ کاے: کہ اے۔ (۹) منش: میں نے اس کو۔ دادہ: دیا۔ صد سالہ: سو سال۔ ترا: تجھ کو۔ آمد: آئی۔ ازو: اس سے۔ یک زماں: ایک گھڑی میں۔ (۱۰) مے برد: لے جاتا ہے۔ پیش آتش: آگ کے سامنے۔ سجود: سجدہ یا سجدے۔ واپس: پیچھے۔ چرا: کیوں۔ مے بری: لے جاتا ہے۔ دست جود: سخاوت کا ہاتھ۔

تشریح: (۱) سیدنا ابراہیمؑ نے مہمان خانے میں موجود تمام لوگوں کو دستر خوان پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ کے ارشاد پر تمام لوگ دستر خوان کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ (۲) تمام حاضرین نے بسم اللہ پڑھ کر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مگر عمر رسیدہ مہمان اپنی زبان سے کچھ نہ کہہ سکا۔ (۳) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عمر رسیدہ سے بسم اللہ نہ سنی تو فرمایا کہ اس نوعیت کا عمل بیگانہ ہوتا ہے۔ بڑے بوڑھے تو صدق و سوز سے کام لیتے ہیں۔ جو تجھ میں نہیں۔ (۴) تیری عمر کا تقاضیٰ یہی تھا کہ تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانا شروع کرتا۔ لیکن تیرے اندر عمر رسیدہ لوگوں والی بات نہیں ہے۔ (۵) عمر رسیدہ مہمان نے کہا کہ میں آپ کا طریقہ اختیار کرنے سے قاصر ہوں۔ کیونکہ میں نے اپنے آتش پرست پیشوا سے یہ الفاظ نہ سنے، نہ یہ طریقہ دیکھا۔ (۶) حضرت خلیل اللہ نے جان لیا کہ عمر رسیدہ مہمان آتش پرست مجوسی ہے۔ اور مجوسیوں کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھائیں۔ (۷) جس طرح عالم و جاہل، بینا و نابینا برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح نیک و بد کے درمیان بھی نمایاں فرق ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے بوڑھے کو اپنے دستر خوان سے اٹھا دیا۔ (۸) اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم کا یہ عمل پسند نہ آیا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ سے لبریز وحی نازل فرمائی۔

(۹) جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آگ پوجنے کے باوجود میں اسے سو سال سے رزق دے رہا ہوں اور تجھے ایکدن کھلانا پڑا تو دستر خوان سے اٹھا دیا۔ (۱۰) اگر یہ آگ کی پوجا کرتا ہے تو اس کا ذاتی فعل ہے۔ ایسے لوگوں سے سخاوت کا ہاتھ کھینچ لینا اچھی بات نہیں۔ کیونکہ سخاوت آپؑ کا ذاتی فعل ہے۔

گفتار اندر احسان با مردم نیک و بد

کہاوت نیک اور بد انسانوں کے ساتھ احسان کرنے کے بیان میں

مصرع اول		مصرع دوم
گرہ بر سر بندِ احساں مزن	۲	کہ ایں زرق و شیداست و آں مکر و فن
احسان کے بند کے سرے پر گرہ نہ لگا		کہ یہ تو جھوٹ اور بناوٹ ہے وہ چالاکی اور فریب ہے
زیاں مے کند مردِ تفسیر داں	۳	کہ علم و ادب مے فروشد بناں
تفسیر جاننے والا نقصان کرتا ہے		کہ علم اور ادب کو روٹی کے بدلے بیچتا ہے
کجا عقل باشرع فتویٰ دہد	۴	کہ مردِ خرد دیں بدنیا دہد
عقل مع شرع کے یہ فتویٰ کب دے سکتے ہیں		کہ عقل مند آدمی دنیا کے بدلے میں دین دے دے
ولیکن تو بستاں کہ صاحب خرد	۵	از ارزاں فروشاں برغبت خرد
لیکن تو خرید لے اس لیے کہ عقل مند انسان		سستا بیچنے والوں سے شوق سے خریدتا ہے

حکایت عابد باشیاد شوخ دیدہ

عابد کی حکایت مکار بے باک کے ساتھ

مصرع اول		مصرع دوم
زباندانے آمد بصاحبدلے	۷	کہ محکم فرو ماندہ ام در گلے
ایک لستان ایک صاحبدل کے پاس آیا		کہ میں دلدل میں بُری طرح پھنس گیا ہوں
یکے سفلہ را دہ درم برمن است	۸	کہ دانگے ازو بر دلم دہ من است
ایک کمینے کے دس درہم مجھ پر واجب ہیں		جس میں ایک دانگ کا میرے دل پر دس من وزن ہے
ہمہ شب پریشاں ازو حالِ من	۹	ہمہ روز چوں سایہ دنبالِ من
اسکی وجہ سے میرا حال ساری رات پریشان رہتا ہے		پورے دن وہ سایہ کی طرح میرے پیچھے رہتا ہے
بکرد از سخنہائے خاطر پریش	۱۰	درونِ دلم چو در خانہ ریش
دل پریشان کرنے والی باتوں سے اس نے		میرے دل میں ایسے ہی زخم ڈال دیئے ہیں جیسا کہ دروازہ میں

(۱) گفتار: بات۔ احسان: نیکی کرنا۔ مردم: لوگ۔ نیک و بد: اچھے اور بُرے۔ (۲) گرہ: گانٹھ۔ سربند: مراد تھیلی یا کیسہ۔ مزن: مت مار۔ ایں: یہ۔ زرق: جھوٹ۔ شید: بناوٹ۔ آں: وہ۔ مکر و فن: مکر و فریب۔ (۳) زیاں: نقصان۔ مے کند: کرتا ہے۔ تفسیر داں: تفسیر جاننے والا۔ مے فروشد: بیچتا ہے۔ بناں: روٹی کے بدلے۔ (۴) کجا: کہاں۔ عقل باشرع: عقل شریعت سمیت۔ فتویٰ دہد: فتویٰ دیتی ہے۔ مرد خرد: عقلمند آدمی۔ بدنیا: دنیا کے بدلے۔ دہد: دیوے۔ (۵) بستاں: اصل بہ بستان: تو لے لے۔ صاحب خرد: عقل والا۔ ارزاں فروشاں: سستا بیچنے والے۔ برغبت: شوق کے ساتھ۔ خرد: خریدتا ہے۔ (۶) عابد: عبادت کرنے والا۔ شیاد: مکار۔ شوخ دیدہ: بے شرم یا بے باک۔ (۷) زباندانے: کوئی زبان جاننے والا مراد ادیب۔ آمد: آیا۔ بصاحبدلے: کسی صاحب دل کے پاس۔ محکم: مضبوط۔ فرو ماندہ: عاجز یا پھنسا ہوا۔ ام: ہوں میں۔ در گلے: کیچڑ میں۔ (۸) یکے: ایک۔ سفلہ: کمینہ۔ دہ: دس۔ درم: ایک سکہ جو تقریباً چونی کے برابر ہوتا ہے۔ برمن: مجھ پر۔ است: ہے۔ دانگے: ایک دانگ جو ٹکے کے برابر ہوتا ہے۔ ازو: اس سے۔ بردلم: میرے دل پر۔ دہ من: دس من۔ (۹) ہمہ: سب۔ شب: رات۔ ازو: اس کی وجہ سے۔ حالِ من: میرا حال۔ روز: دن۔ چوں: مثل۔ دنبال من: میرے پیچھے۔ (۱۰) بکرد: کیا اس نے۔ سخنہائے: جمع باتیں۔ خاطر پریش: دل کو پریشان کرنے والی۔ درون دلم: میرے دل کا اندر۔ ریش: زخمی۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ علم و فضل اور دین کو دنیا کے بدلے میں بیچنا اچھا عمل نہیں۔ (۲) جود و سخا کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھنا چاہیئے۔ کسی شخص کو غیر مستحق قرار دیکر اسے احسان و سخاوت سے محروم نہ رکھنا چاہیئے۔ (۳) جو شخص علم و فضل بیچ کر دنیا حاصل کرتا ہے۔ اس کا یہ عمل درست نہیں۔ کیونکہ علم و فضل کے مقابلے میں دنیا ہیچ ہے۔ (۴) دنیا کے بدلے دین کی تجارت عقل و خرد اجازت نہیں دیتی۔ اور نہ ہی شریعت کا یہ حکم ہے۔ لہٰذا اس فعل قبیح سے بچنا چاہیئے۔ (۵) جس لوگ دنیا سستے داموں خریدنے کا شوق رکھتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کے بدلے میں دین خریدنا بُرا عمل نہیں۔ کیونکہ دنیا کے مقابلے میں دین بہت قیمتی ہے۔ (۶) عنوان۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ نیک و بد کے درمیان امتیاز کیئے بغیر احسان کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بدخواہ سے فائدہ نہ سہی۔ اس کے شر سے حفاظت ہوگی۔ (۷) ایک ایسا شخص جو علم و ادب میں مہارت رکھتا تھا کسی بزرگ کے پاس حاضر ہوا۔ اور اپنا دکھ پیش کیا۔ (۸) اس ادیب کا دکھ یہ تھا کہ اس نے کسی کمینہ صفت شخص کی معمولی سی رقم یعنی دس درہم قرض ادا کرنا تھی۔ لیکن کمینہ توز شخص اسے تنگ کرتا تھا۔ (۹) کمینہ صفت شخص میرے پیچھے سارا سارا دن سائے کی طرح گھومتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے میری راتیں بھی پریشان کن حالت کا شکار ہو گئی ہیں۔ (۱۰) اس (کمینے) آدمی کی تلخ باتوں اور ترش لہجے سے میرا دل ایسے زخمی ہو گیا ہے۔ جیسے دروازے میں دراڑ ہوتی ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	خدایش مگر تا ز مادر بزاد	جز آں دہ درم چیز دیگر نداد
	شاید خدانے جب سے اس کو ماں نے جنا ہے	ان دس درہموں کے علاوہ کچھ دیا ہی نہیں ہے
۲	ندانستہ از دفتر دیں الف	نخواندہ بجز باب لاینصرف
	دین کی کتاب کا الف بھی وہ نہیں جانتا ہے	لاینصرف کے باب کے علاوہ اس نے کچھ نہیں پڑھا ہے
۳	خور از کوہ یک روز سر بر نزد	کہ آں قلبتاں حلقہ بر در نزد
	سورج نے کسی دن بھی پہاڑ سے سر نہیں ابھارا	کہ اس دیوث نے دروازہ پر زنجیر نہ بجائی ہو
۴	در اندیشہ ام تا کدامم کریم	ازاں سنگدل دست گیرد بسیم
	میں اسی فکر میں ہوں تاکہ کوئی سخی	مجھے چاندی دے کر اس سنگدل سے دستگیر کر دے
۵	شنید ایں سخن پیر فرخ نہاد	درستے دو در آستینش نہاد
	بوڑھے مبارک طبیعت نے یہ بات سنی	دو اشرفیاں اس کی آستین میں رکھ دیں
۶	زر افتاد در دست افسانہ گو	بروں رفت ازاں جا چو خور تازہ رو
	بت بنے کے ساتھ سونا لگا	اس جگہ سے آفتاب کی طرح تازہ رو ہو کر باہر آیا
۷	یکے گفت شیخ ایں ندانی کہ کیست	برو گر بمیرد نباید گریست
	ایک شخص بولا اے شیخ آپ کو معلوم نہیں یہ کون ہے	اگر وہ مرجائے تو اس پر رونا نہ چاہیئے
۸	گدائے کہ بر شیر نر زیں نہد	ابوزید را اسپ و فرزیں نہد
	یہ ایسا گدا گر ہے کہ نر شیر پر زین کستا ہے	ابوزید کے سامنے گھوڑا اور فرزین رکھ دیتا ہے
۹	بر آشفت عابد کہ خاموش باش	تو مرد زباں نیستی گوش باش
	وہ عبادت گزار بگڑا کہ چپ رہ	تو زبان کا مرد نہیں ہے کان بن جا
۱۰	اگر راست بود آنچہ پنداشتم	ز خلق آبرویش نگہداشتم
	اگر وہی درست ہے جو میں نے خیال کیا ہے	تو میں نے مخلوق سے اس کی آبرو بچادی ہے

(۱) خدآیش، خدانے اس کو۔ مگر: شاید۔ تا، جب سے۔ مادر: ماں سے۔ بزآد، پیدا کیا۔ جز، سوائے، آں دہ درہم: وہ دس درہم۔ چیز دیگر، کوئی دوسری چیز۔ ندآد: نہیں دی اس کو۔ (۲) ندآنستہ، نہیں جانا اس نے۔ دفتر دیں: دین کی کتاب یعنی قرآن۔ الف، پہلا حرف۔ نخوآندہ، نہیں پڑھا اس نے۔ بجز، سوائے۔ باب، دروازہ۔ لاینصرف، نہیں پھیرتا ہے وہ۔ علم نحو کی اصطلاح میں ایسا لفظ جس پر کسرہ اور تنوین نہ آسکتی ہو اور وہ ایک حالت پر رہتا ہو۔ (۳) خور: سورج۔ کوہ، پہاڑ۔ یک روز، ایک دن۔ بر نزد، باہر نہیں نکالا۔ آں، وہ۔ قلبتاں، دیوث۔ حلقہ نزد، حلقہ نہ مارا ہو۔ در، دروازہ۔ (۴) اندیشہ، سوچ۔ آم، ہوں میں۔ کدآمم، کون مجھ کو۔ کریم، سخی۔ ازآں، اس سے۔ سنگدل: پتھر دل والا۔ دست، ہاتھ۔ گیرد: پکڑے۔ بسیم، چاندی کے بدلے۔ (۵) شنید، سنی۔ ایں سخن: یہ بات۔ پیر، بوڑھا۔ فرخ نہاد، مبارک طبیعت والا۔ درستے، اشرفی۔ آستینش، اس کی آستین۔ نہاد: رکھ دی۔ (۶) زر: سونا۔ افتاد، پڑا۔ دست، ہاتھ۔ افسانہ گو: افسانہ کہنے والا۔ بروں: باہر۔ رفت، چلا گیا۔ ازآں جا، اس جگہ سے۔ چو، مثل۔ خور، سورج۔ تازہ رو: تازہ چہرے والا۔ (۷) یکے، ایک۔ گفت، اس نے کہا۔ شیخ: بزرگ۔ ایں، یہ۔ ندانی: نہیں جانتا تو۔ کیست، کون ہے۔ برو: اس پر۔ بمیرد، مرجاوے۔ نباید گریست: رونا نہیں چاہیئے۔ (۸) گدآئے کہ، جو فقیر کہ۔ شیر نر، نر شیر۔ زیں نہد، زین کس لیتا ہے۔ ابوزید: مقامات کا ایک مزاحی کردار اور ایک مشہور شطرنج باز۔ اسپ فرزیں، شطرنج کے دو مہرے۔ نہد: رکھتا ہے۔ (۹) بر آشفت، ناراض ہوا۔ عابد، عبادت کرنے والا۔ باش، ہوجا۔ مرد زباں: زبان کا مرد یعنی اچھا بولنے والا۔ نیستی، نہیں ہے تو۔ گوش، کان۔ باش، ہوجا یعنی اچھی طرح سن (۱۰) راست: صحیح۔ بود: تھا۔ آنچہ: جو کچھ کہ۔ پنداشتم: میں نے سمجھا۔ آبرویش: اس کی آبرو۔ نگہداشتم، بچائی میں نے۔

تشریح: (۱) اس (کمینے) شخص کا تقاضی اتنا سخت ہے کہ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کے بعد سوائے ان دس درہموں کے اور کچھ دیا ہی نہیں۔ (۲) وہ (کمینہ) شخص علم دین سے بالکل لاولد، اور پیچھے ایسے پڑتا ہے کہ جانے کا نام ہی نہیں لیتا جیسا کہ علم نحو میں غیر منصرف کا صیغہ برقرار رہتا ہو۔ (۳) وہ سورج نکلنے سے پہلے میرے دروازے پر دستک دینا شروع کرتا ہے، دروازے سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ (۴) میں کسی ایسے شخص کو ڈھونڈ رہا ہوں جو جود وسخا کا پیکر ہو۔ تاکہ مجھے دس درہم دیکر اس (کمینے) شخص سے نجات دلادے۔ (۵) بزرگ نے اس (ادیب) کی باتوں سے متاثر ہوکر دو اشرفیاں دے دیں۔ (۶) جب اس افسانہ گو (ادیب) کے ہاتھ میں دو اشرفیاں آئیں تو وہ اس طرح راہ چلا کر پیچھے دیکھا تک نہیں۔ (۷) ایک شخص یہ سارا کھیل دیکھ رہا تھا۔ اس نے بزرگ سے کہا کہ آپ نہیں جانتے کہ یہ شخص انتہائی جھوٹا اور عیار ہے۔ (۸) یہ (ادیب) ایسا فقیر ہے جو شیروں پر زین ڈالنے کا فن بخوبی جانتا ہے۔ شطرنج کے ماہروں کو شکست دینے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ (۹) جب بزرگ نے اس (شخص) سے ادیب کے بارے میں سنا تو اس (بزرگ) نے غضبناک ہونے کا مظاہرہ کیا۔ (۱۰) اے شخص: تیری زبان سے جو کچھ میں نے اس (ادیب) کے بارے میں سُنا اگر یہ سچ ہے تو میں نے مخلوق سے اس کی عزت بچالی۔

اگر شوخ چشمی و سالوس کرد	۱	الا تا نہ پنداری افسوس کرد
اگر اس نے بے حیائی اور مکاری کی ہے		ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ میں افسوس کروں گا
کہ خود را نگہداشتم آبرو	۲	ز دستِ چناں گربز یاوہ گو
اس لیۓ کہ میں نے اپنی آبرو بچا لی		ایسے مکار بیہودہ گو کے ہاتھ سے
بد و نیک را بذل کن سیم و زر	۳	کہ ایں کسب خیر ست و آں دفع شر
بُرے اور اچھے پر چاندی سونا خرچ کر		اسلیئے کہ یہ بھلائی کمانا ہے اور وہ شر کو دفع کرنا ہے
خنک آں کہ در صحبت عاقلاں	۴	بیاموزد اخلاق صاحبدلاں
وہ شخص ٹھنڈے دل ہے جو عقل مندوں کی صحبت میں		نیک لوگوں کے اخلاق سیکھ لے
گرت عقل و رائیست و تدبیر و ہوش	۵	بعزت کنی پند سعدیؒ بگوش
اگر تجھ میں عقل اور رائے اور تدبیر اور ہوش ہے		سعدیؒ کی نصیحت کو عزت سے سنے گا
کہ اغلب دریں شیوہ دارد مقال	۶	نہ در چشم و زلف و بناگوش و خال
اسلیئے کہ اس کی گفتگو عموماً اسی طرز کی ہوتی ہے		نہ کہ آنکھ اور زلف اور کان کی لو اور تل کے بارے میں

حکایت پدر ممسک و فرزندِ جواں مرد

بخیل باپ اور سخی لڑکے کا قصہ

یکے رفت و دنیا ازو یادگار	۸	خلف بود صاحبدلے ہوشیار
ایک شخص مرگیا اور دنیا کی دولت اسکی یادگار رہ گئی		اس کا لڑکا نیک اور ہوشیار تھا
نہ چوں ممسکاں دست بر زر گرفت	۹	چو آزادگاں دست ازو بر گرفت
بخیلوں کی طرح سونے پر مٹھی نہیں بھینچی		شریفوں کی طرح اس سے ہاتھ اٹھا لیا
ز درویش خالی نبودے درش	۱۰	مسافر بمہماں سرائے اندرش
اپنے پاس کی جگہ فقیروں سے خالی نہ رکھتا		اس کے مہمان خانہ میں مسافر ہوتے

(۱) شوخ چشمی: بےحیائی۔ سالوس: مکر و حیلہ۔ کرد: کیا اس نے۔ الا: خبردار۔ تا: ہرگز۔ نہ پنداری: نہ سمجھے تو۔ افسوس کرد: افسوس کیا۔ اس میں صیغہ متکلم کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے غائب سے تعبیر کیا ہے یعنی میں نے قابلِ افسوس کام کیا۔ (۲) خود: اپنا آپ۔ نگہداشتم: حفاظت کی میں نے۔ آبرو: عزت۔ ز دست: ہاتھ سے۔ چناں: ایسا۔ گربز: مکار۔ یاوہ گو: بیہودہ بکنے والا۔ (۳) بد و نیک: بُرا اور اچھا۔ بذل کن: خرچ کر۔ سیم و زر: سونا چاندی۔ کہ آیں: کہ یہ اس کا اشارہ نیک کی طرف ہے۔ دفع شر: شر کا دفع کرنا۔ (۴) خنک: مبارک۔ آں کہ: جو شخص کہ۔ صحبتِ عاقلاں: عقلمندوں کی صحبت۔ بیاموز: سیکھتا ہے۔ اخلاق صاحبدلاں: دل والوں کے اخلاق یعنی نیک لوگوں کے۔ (۵) گرت: اگر تجھ کو۔ رائیست: رائے ہے۔ بعزت: عزت کے ساتھ۔ کنی: کرے تو۔ پند سعدی: سعدیؒ کی نصیحت یعنی مصنّف کی۔ بگوش: کان میں یعنی سنے تو۔ (۶) اغلب: زیادہ تر۔ دریں شیوہ: اسی طریقہ میں۔ دارد: رکھتا ہے۔ مقال: کلام۔ چشم: آنکھ۔ بناگوش: کان کی لو۔ خال: تل۔ (۷) پدر: باپ۔ ممسک: بخیل۔ فرزند: بیٹا۔ جوانمرد: مُراد سخی۔ (۸) یکے: ایک۔ رفت: گیا یعنی مرگیا۔ ازو: اس سے۔ یادگار: جس کو دیکھ کر کوئی یاد آئے۔ خلف: پیچھے رہنے والا یعنی بیٹا۔ بود: تھا۔ صاحبدلے: ایک دل والا۔ ہوشیار: چالاک (۹) چوں: مثل۔ ممسکاں: جمع بخیل۔ دست: ہاتھ۔ بر زر: سونے پر۔ گرفت: پکڑا۔ آزادگاں: جمع آزاد لوگ۔ ازو: اس سے۔ بر گرفت: اٹھا لیا۔ (۱۰) نبودے: نہ ہوتا۔ درش: اس کا دروازہ۔ مہماں سرائے: مہمان خانہ۔ اندرش: اس کے اندر۔

تشریح: (۱) اگر وہ (ادیب) واقعی عیار اور دغاباز ہے تو پھر بھی میں نے اسے دو اشرفیاں دے کر کوئی غلط کام نہیں کیا۔ (۲) اسے (ادیب کو) دو اشرفیاں دینا اس لیے غلط حرکت نہیں کہ میں نے ایسے فریب کار شخص سے اپنا وقار مجروح ہونے سے بچا لیا۔ (۳) ہر اچھے اور بُرے کی مدد کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اگر وہ اچھا ہے تو اس کی مدد کرنا خیر ہے۔ اگر وہ بُرا ہے تو اس کی مدد کرنا خود کو اس کے شر سے بچانا ہے۔ (۴) دنیا میں بہترین شخص وہ ہے جو دانشوروں اور عقلاء کی محفل میں بیٹھ کر ادب و اخلاق کا درس حاصل کرتا ہے۔ (۵) اگر تیرا عقل مستحصر اور تدبر میں ہوشمندی کا عنصر موجود ہے تو پھر شیخ سعدیؒ کی باتیں غور اور قدردانی کے جذبات سے سنا کرو۔ (۶) کیونکہ شیخ سعدیؒ کی باتیں اخلاقیات پر مبنی ہوتی ہیں۔ غزل گوئی اور مجازی محبت کے گیت لکھنا سعدیؒ کا شیوہ نہیں۔

(۷) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ حتی الامکان کوشش ہونی چاہیئے کہ اپنا مال راہ للّٰہ خرچ کرنا چاہیئے۔ جمع کرنے کی صورت میں اسے فائدہ نہ ہوگا۔

(۸) ایک شخص بخل میں نامور تھا۔ وہ اپنا جانشین بیٹا دنیا میں چھوڑ گیا جو سخاوت میں یگانہ روزگار تھا۔ (۹) اس نے کنجوسی کر کے مال کو روکنا گوارا نہ کیا۔ بلکہ آزاد اور جوانمردوں کی طرح ورثے میں آنے والی باپ کی دولت مستحقین میں خرچ کرنے لگا۔ (۱۰) کوئی لمحہ ایسا خالی نہ گزرتا جس میں اس کے گھر کے اندر فقراء و مساکین اور مہمان نہ ہوتے ہوں۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	دلِ خویش و بیگانہ خرسند کرد	نہ ہمچوں پدر سیم و زر بند کرد
	اپنے اور غیر کے دل کو خوش کیا	باپ کی طرح چاندی اور سونے کو بند کیا
۲	ملامت کنے گفتش اے باد دست	بیک رہ پریشاں مکن ہر چہ ہست
	ایک ملامت کرنیوالے نے اس سے کہا کہ اے فضول خرچ	جو کچھ تیرے پاس ہے اسکو یکبارگی ختم نہ کر
۳	بسالے تواں خرمن اندوختن	بیک دم نہ مردی بود سوختن
	ڈھیر، سالوں میں جمع کیا جاسکتا ہے	ایک دم سے پھونک دینا انسانیت نہیں ہے
۴	چوں در تنگدستی نہ داری شکیب	نگہدار وقت فراخی حسیب
	جب تنگدستی کے وقت تو صبر نہ کرسکے	تو فراخی کے وقت حساب کو مدنظر رکھ

مثل ۵

کہاوت

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۶	بدختر چہ خوش گفت بانوئے دِہ	کہ روز نوا برگ سختی بنہ
	گاؤں کی بی بی نے لڑکی سے کیا بھلی بات کہی	مالداری کے زمانے میں تنگی کے وقت کیلئے کچھ رکھ دے
۷	ہمہ وقت پردار مشک و سبو	کہ پیوستہ در دِہ رواں نیست جو
	مشک اور مٹکیا ہر وقت بھری رکھ	اس لیئے کہ گاؤں میں ہر وقت نہر نہیں بہتی ہے
۸	بدنیا تواں آخرت یافتن	بزر پنجۂ دیو برتافتن
	دنیا کے ذریعے آخرت کو حاصل کیا جاسکتا ہے	سونے سے دیو کا پنجہ موڑا جاسکتا ہے
۹	زدستِ تہی بر نیاید امید	بزر بر کنی چشم دیو سفید
	خالی ہاتھ سے کوئی اُمید پوری نہیں ہوتی ہے	سونے کے ذریعہ تو سفید دیو کی آنکھ نکال سکتا ہے
۱۰	اگر تنگ دستی مرو پیش یار	وگر سیم داری بیاؤ بیار
	اگر تو تنگ دست ہے تو یار کے سامنے نہ جا	اگر چاندی رکھتا ہے آ اور لا

(۱) خویش، اپنا۔ بیگانہ، غیر۔ خرسند، خوش۔ کرد: کیا۔ ہمچوں، مثل۔ پدر، باپ۔ سیم وزر، سونا چاندی۔ بند کرد جمع کیا۔ (۲) ملامت کنے: ایک ملامت کرنے والا۔ گفتش، اس کو کہا۔ باد دست: ہوا کے ہاتھ والا مراد فضول خرچ۔ بیک رہ، ایک ہی مرتبہ۔ مکن۔ مت کر۔ ہر چہ، جو کچھ۔ ہست، ہے۔ (۳) بسالے، سال بھر میں۔ تواں: یہ اندوختن کے اوپر لگ کر جمع کر سکتے ہیں۔ خرمن، کھلواڑہ۔ بیک دم: ایک دم۔ مردی نہ بود، انسانیت یا عقلمندی نہیں ہے۔ سوختن، جلا دینا۔ (۴) تنگدستی: ناداری۔ نہ داری، نہیں رکھتا تو۔ شکیب، صبر۔ نگہدار، نگہ رکھ۔ فراخی، خوشحالی۔ حسیب: حساب کا مالدار۔ (۵) مثل: کہاوت۔

(۶) بدختر، بیٹی کو۔ چہ خوش: کیا خوب۔ گفت: کہا۔ بانوئے دِہ: دیہاتی خاتون۔ روز نوا، خوشحالی کے دن۔ برگ سختی، تنگدستی کا سامان۔ بنہ، رکھ لے۔

(۷) ہمہ: سارا۔ پردار: بھرا رکھ۔ مشک و سبو: مشک اور گھڑا۔ پیوستہ، ہمیشہ۔ در دِہ، دیہات میں۔ رواں، جاری۔ نیست، نہیں ہے۔ جو، ندی یا نہر۔

(۸) بدنیا، دنیا کے بدلے۔ تواں یافتن کے ساتھ لگ کر پاسکتے ہیں۔ بزر، سونے کے ساتھ۔ پنجہ دیو، جن کا پنجہ۔ برتافتن، موڑنا۔ (۹) زدستِ تہی: خالی ہاتھ سے۔ بر نیاید: پوری نہیں ہوتی۔ بزر: سونے کے ساتھ۔ برکنی: تو نکال سکتا ہے۔ چشم: آنکھ۔ دیو سفید، سفید جن۔ (۱۰) تنگ دستی، اصل دست ای، فقیر ہے تو۔ مرو: مت جا۔ پیش یار: یار کے سامنے۔ سیم داری، چاندی رکھتا ہے تو۔ بیا، آ۔ بیار: لا۔

تشریح: (۱) وہ شخص اپنوں اور غیروں میں فرق کیئے بغیر اپنا مال فی سبیل اللہ خرچ کرتا تھا۔ اس نے سونے چاندی کو اپنے باپ کی طرح قید نہیں کیا ہوا تھا۔ (۲) اسی اثنا میں کسی ناصح نے اسے نصیحت کی کہ مال کو ایک دم خرچ نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ فضول خرچی کے زمرے میں آتا ہے۔
(۳) فصلوں کے انبار (خرمن) پورے سال میں ایک مرتبہ جمع ہوتے ہیں۔ کھلیان کو یکبارگی میں جلا دینا عقلمندی نہیں ہوتی۔ (۴) زبوں حالی کے ایام میں بے صبری کے باعث خوشحالی و آسودگی میں مال کو بلا سوچے سمجھے نہیں اڑانا چاہیئے۔ (۵) عنوان۔ اس کہاوت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مال و دولت کو قناعت و کفایت سے خرچ کرنا چاہیئے۔ حتی الامکان اپنی جمع پونجی مستقبل کے لیئے محفوظ رکھنی چاہیئے۔ (۶) ایک دیہاتی خاتون نے اپنی بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ آسودگی کے دنوں میں تنگدستی سے بچنے کے لیئے بچت کرنی چاہیئے۔ (۷) دیہاتی علاقوں میں بہنے والی ندی نالوں میں ہر وقت پانی نہیں بہتا۔ اس لیئے اپنی مشک اور مٹکے ہر وقت پانی سے بھرے رکھنے چاہئیں۔ (۸) راہ اللہ خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ مستقبل کے لیئے کچھ مال بچا کے رکھنے سے دنیا میں ہی آخرت کا ذخیرہ کیا جاسکتا ہے۔ طاقتور کا پنجہ مروڑا جاسکتا ہے۔
(۹) جو شخص غربت کا مارا ہوا ہوتا ہے۔ اس کی کوئی آس یا آرزو تکمیل نہیں پاتی۔ اگر مال و دولت کی ریل پیل ہو تو بڑے طاقتور کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ (۱۰) فاقہ مست آدمی کی دوستی فضول ہوتی ہے۔ اگر جیب میں چار پیسے ہوں تو دوستوں میں بیٹھنے کا اور ہی مزہ ہوتا ہے۔

تہی دست در خوب رویاں مپیچ	۱	کہ بے ہیچ مردم نیرزد بہیچ
خالی ہاتھ حسینوں پر نہ ڈال		کیونکہ بغیر مال کے انسان کسی قابل نہیں
وگر ہرچہ داری بکف بر نہی	۲	کفت وقتِ حاجت بماند تہی
اور اگر جو کچھ بھی تیرے پاس ہے ہتھیلی پر رکھ لیگا		تو ضرورت کے وقت تیری ہتھیلی خالی ہوگی
گدایاں بسعی تو ہرگز قوی	۳	نگردند و ترسم کہ لاغر شوی
فقراء تیری کوشش سے کبھی قوی		نہ ہونگے اور مجھے ڈر ہے تو کمزور ہوجائے گا

باز آمدم بحکایت فرزندِ خلف

میں اچھے بیٹے کی حکایت کی طرف واپس آیا

چوں مناع خیر ایں حکایت بگفت	۵	زغیرت جواں مرد را رگ بخفت
جب خیر سے روکنے والے نے یہ قصہ بیان کیا		غیرت کی وجہ سے جوانمرد کی رگ سو گئی
پراگندہ دل گشت ازاں گفتگو	۶	برآشفت گفت اے پراگندہ گو
اس گفتگو سے پریشان دل بنا		بگڑ گیا اور بولا اے پریشان باتیں کرنیوالے
مرا دستگاہے کہ پیرامن ست	۷	پدر گفت میراثِ جدِ من ست
وہ سرمایہ جو میرے پاس ہے		باپ نے کہا تھا میرے دادا کی میراث ہے
نہ ایشاں بخست نگاہدا شتند	۸	بحسرت بمردند و بگذاشتند
کیا انہوں نے کنجوسی سے اسکو جمع نہ کیا تھا		حسرت سے وہ مر گئے اور چھوڑ گئے
بدستم بیفتاد مالِ پدر	۹	کہ بعد از من افتد بدستِ دگر
باپ کا مال میرے ہاتھ پڑا		جو کہ میرے بعد لڑکے کے ہاتھ پڑے گا
ہماں بہ کہ امروز مردم خورند	۱۰	کہ فردا پس از من بیغما برند
یہی بہتر ہے کہ آج لوگ کھا لیں		اس لیئے کہ کل کو میرے بعد لوٹیں گے

(۱) تہی دست: خالی ہاتھ۔ خوبرویاں: حسین لوگ۔ مپیچ: مت لپٹ۔ بے ہیچ: کسی چیز کے بغیر یعنی مال کے بغیر۔ مردم: لوگ۔ نیرزد: نہیں برابر ہوتا۔ بہیچ: کسی چیز کے۔ (۲) ہرچہ: جو کچھ کہ۔ داری: رکھتا ہے تو۔ بکف: ہتھیلی پر۔ بر: زائد۔ نہی: رکھلے تو۔ کفت: تیری ہتھیلی۔ وقت حاجت: ضرورت کے وقت۔ بماند: رہ جائے گی۔ تہی: خالی۔ (۳) گدایاں: جمع فقیر۔ بسعی تو: تیری کوشش سے۔ قوی: مراد مالدار۔ نگردند: نہیں ہوویں گے۔ ترسم: میں ڈرتا ہوں۔ لاغر: پتلا مراد غریب۔ شوی: ہوجاوے تو۔ (۴) باز آمدم: واپس آیا میں۔ بحکایت فرزند خلف: اچھے بیٹے کی حکایت کی طرف۔ (۵) چوں: جب۔ مناع: اسم مبالغہ بہت روکنے والا۔ خیر: نیکی۔ بگفت: کہی اس نے۔ جوانمرد: سخی جوان۔ رگ بخفت: رگ سوگئی گویا سکتہ ہوگیا۔ (۶) پراگندہ دل: پریشان دل۔ گشت: ہوگیا۔ ازاں گفتگو: اس گفتگو سے۔ برآشفت: غصے میں آگیا۔ گفت: کہا۔ پراگندہ گو: بے سروپا کہنے والے۔ (۷) مرا: مجھ کو۔ دستگاہے: کچھ سرمایہ۔ پیرامن: ارد گرد یا حاصل۔ ست: ہے۔ پدر: باپ۔ گفت: کہا۔ میراث جدمن: میرے دادا کی وراثت۔ (۸) ایشاں: یہ سب۔ بخست: کمینگی یا بخیلی سے۔ نگاہداشتند: نگاہ رکھی انہوں نے۔ بحسرت: حسرت سے۔ بمردند: مرگئے۔ بگذاشتند: چھوڑ گئے۔ (۹) بدستم: میرے ہاتھ میں۔ بیفتاد: پڑگیا۔ مالِ پدر: باپ کا مال۔ بعد از من: میرے بعد۔ افتد: پڑجائے گا۔ بدستِ دگر: اور کے ہاتھ میں۔ (۱۰) ہماں: وہی۔ بہ: بہتر۔ امروز: آج۔ مردم: لوگ۔ خورند: کھالیں۔ فردا: کل۔ پس از من: میرے بعد۔ بیغما: لوٹ میں۔ برند: لے جاویں گے۔

تشریح: (۱) قلاش اور فقیر آدمی عموماً حسیناؤں کے عشق میں ناکامی کا منہ دیکھتا ہے۔ کیونکہ محبوبہ کے دل میں پرکاہ برابر اس کی اہمیت نہیں ہوتی۔ (۲) اگر کوئی شخص اپنا مال و متاع لٹادے تو ناداری کے وقت خود قلاش رہ جاتا ہے! اور مشکل وقت میں کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ (۳) اگر تیرے مال و متاع کے لٹا دینے سے کوئی فقیر دولت مند ہوجاتا تو کوئی بات بھی لیکن اس خرچ کرنے سے تو خود فاقوں کی لپیٹ میں آجائے گا۔ (۴) عنوان۔ اس حکایت سے پہلے جود و سخا کے پیکر بیٹے کی سخاوت بھری حکایت کا سلسلہ جاری تھا کہ درمیان میں ناصح کی بات چل پڑی۔ چنانچہ آمدم برسرِ مطلب کے تحت اس حکایت سے سلسلہ کلام دوبارہ شروع کیا جارہا ہے۔ (۵) جب ناصحانہ انداز میں نیکی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والے شخص نے جوانمرد سخی کو کچھ کہنے سے باز آیا تو سخی مرد کی غیرت جاگ اٹھی۔ (۶) سخاوت سے باز رکھنے والے کی بات سن کر سخی مرد غصے میں آگ بگولا ہو کر کہنے لگا کہ جو کچھ تونے کہا ہے۔ یہ سب بے سروپا ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ (۷) میرے پاس جتنی دولت ہے۔ وہ بقول میرے باپ کے میرے دادا کی وراثت سے ہے۔ میرے دادا اور باپ نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ (۸) دنیا میں جو کچھ اپنی ذات اور اہل و عیال، عزیز و اقارب پر خرچ کرنا، وہی کچھ اُن کے کام آتا ہے جو راہ للہ خرچ کرتا ہے۔ وہ آخرت کا ذخیرہ ہے۔ میرے باپ دادا نے بخل کی وجہ سے اسے محفوظ نہیں کیا۔ وہ حسرت کے ساتھ چھوڑ کر چل بسے۔ یہ دولت ان کے کچھ کام نہ آسکی۔ (۹) میرے باپ نے دنیا میں جو کچھ کمایا۔ وہ میرے پاس ہے اور جو جمع پونجی میری ہوگی۔ وہ میرے مرنے کے بعد کسی اور کے ہاتھ میں ہوگی۔ (۱۰) چنانچہ اچھا یہی ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ میں خود ہی اپنے ہاتھوں سے لوگوں کو کھلا پلا دوں تاکہ میرے مرنے کے بعد انہیں لوٹنا نہ پڑے۔

	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	خورد و پوش و بخشا و راحت رساں	نگہ مے چہ داری ز بہر کساں
	کھا اور پہن اور دے اور آرام پہنچا	لوگوں کے لیئے کیا حفاظت کرتا ہے
۲	برند از جہاں با خود اصحاب رای	فرومایہ ماند بحسرت بجای
	عقلمند لوگ دنیا سے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں	کمینہ حسرت سے اپنی جگہ رہ جاتا ہے
۳	زر و نعمت اکنوں بدہ کانِ تست	کہ بعد از تو بیروں ز فرمانِ تست
	سونا اور نعمت اب دیدے اسلیئے کہ تیری ملکیت ہے	کیونکہ تیرے بعد تیرے حکم سے باہر ہے
۴	بدُنیا توانی کہ عقبیٰ خرے	بخر جانِ من ورنہ حسرت خوری
	تو یہ کرسکتا ہے کہ دنیا کے بدلے عقبیٰ خریدے	خرید لے میری جان ورنہ حسرت کرے گا

حکایت اندر راحت[5] رسانیدن بہمسائیگاں

حکایت پڑوسیوں کو آرام پہنچانے کے بیان میں

	مصرع اول	مصرع ثانی
۶	بزارید وقتے زنے پیش شو	کہ دیگر مخر نانِ بقال کو
	ایک وقت ایک بیوی شوہر کے سامنے رو پڑی	کہ کوچے کے بنیئے سے پھر آٹا نہ خریدنا
۷	بباز ارِ گندم فروشاں گرای	کہ ایں جو فروش ست و گندم نما
	گندم فروشوں کے بازار میں جا	اس لیئے کہ یہ تو گندم نما جو فروش ہے
۸	نہ از مشتری کاز دحامِ مگس	بیک ہفتہ رویش ندیدست کس
	خریداروں کی وجہ سے نہیں بلکہ مکھیوں کے ہجوم کی وجہ سے	ایک ایک ہفتہ کسی نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا
۹	بدلداری آں مرد صاحب نیاز	بزن گفت کائے روشنائی بساز
	اس نیاز مند نے دلداری کے ساتھ	بیوی سے کہا کہ اے گھر کی رونق، کہا مان
۱۰	بامیدِ ما کلبہ آں جا گرفت	نہ مردی بود نفع زو وا گرفت
	اس نے ہماری توقع پر یہاں دکان لی ہے	اس کا نفع روکنا انسانیت نہیں ہے

(۱) خور: کھا۔ پوش: پہن۔ بخشا: بخشش کر۔ راحت رساں: آرام پہنچا۔ مے داری: رکھتا ہے تو۔ چہ: کیا۔ ز بہر کساں: لوگوں کے لیئے۔ (۲) برند: لیجائیں گے۔ با خود: اپنے ساتھ۔ اصحاب رائے: رائے والے لوگ۔ فرومایہ: کمینہ۔ ماند: رہ جائے گا۔ بجا: جگہ پر۔ (۳) زر: سونا۔ نعمت: مال۔ اکنوں: اب۔ بدہ: دے دے۔ کان تست: جبکہ وہ تیرا ہے۔ بعد از تو: تیرے بعد۔ بیروں: باہر۔ ز فرمان تست: تیرے فرمان سے ہے۔ (۴) بدنیا: دنیا کے بدلے۔ توانی: تو طاقت رکھتا ہے۔ عقبیٰ: آخرت۔ خرّی: خریدے تو۔ بخر: خرید لے۔ جانِ من: میری جان۔ حسرت خوری: حسرت کھادے گا تو۔
(۵) راحت رسانیدن: آرام پہنچانا۔ بہمسائیگاں: ہمسایوں کو۔ (۶) بزارید: رو دی۔ وقتے: ایک وقت۔ زنے: ایک عورت۔ پیش شو: شوہر کے سامنے۔ دیگر: دوبارہ۔ مخر: مت خریدنا۔ نانِ بقال کو: محلے کے کنجڑے یا بنیئے کی روٹی۔ (۷) گندم فروشاں: گندم بیچنے والے۔ گرای: رغبت کر۔ جو فروشاں: جو بیچنے والے۔ ست: ہے۔ گندم نما: گندم دکھلانے والا۔ (۸) مشتری: خریدار۔ کاز دحام مگس: بلکہ مکھیوں کے ہجوم سے۔ بیک ہفتہ: ایک ہفتہ تک۔ رویش: اس کا چہرہ۔ ندیدست: نہیں دیکھا ہے۔ کس: کسی شخص نے۔
(۹) بدلداری: دلداری کے لیئے۔ آں: وہ۔ مرد صاحب نیاز: نیاز مند آدمی۔ بزن: عورت کو۔ گفت: کہا۔ کائے: اصل کہ اے۔ روشنائی: مراد گھر کی رونق۔ بساز: موافقت کر، مان جا۔ (۱۰) بامید ما: ہماری اُمید پر۔
کلبہ: جھونپڑی یا دکان۔ آں جا: وہاں۔ گرفت: بنائی اس نے۔ نہ مردی بود: انسانیت نہ ہو یا شرافت نہ ہو۔ زو: اس سے۔ وا گرفتن: ماضی بمعنی مصدر، روک لینا۔

تشریح: (۱) دنیا میں خود بھی کھاؤ پیو اور دوسروں کو بھی کھلاؤ پلاؤ اور اپنی دولت فی سبیل اللہ صدقہ کرکے آخرت کا ذخیرہ جمع کرو تاکہ آخرت میں بھی خوب ٹھاٹھ سے گذرے۔ (۲) جو شخص عقل سلیم رکھتا ہے وہ صدقہ خیرات کرکے ثواب کی صورت میں اپنا دھن دولت اپنے ساتھ ہی لے جاتا ہے نادان بخیل دنیا میں نہ خود کھاتا ہے نہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ (۳) مال و دولت میں سے جو کچھ بھی ہے وہ آج تیرا ہے اسے جتنا جی چاہے خرچ کرلے۔ استعمال کرلے کل مرنے کے بعد اس پر تیرا قطعاً کوئی حق نہ ہوگا۔ (۴) دنیا میں راہ للہ مال و دولت کا صدقہ کرکے آخرت خریدی جاسکتی ہے۔ چنانچہ تجھ سے جسقدر ہوسکے۔ دنیا سے آخرت خرید لے ورنہ سوائے حسرت کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ (۵) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہمسایہ خواہ کتنی ہی برائیوں کا حامل کیوں نہ ہو۔ اس کے ساتھ بہتر سلوک کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ (۶) ایک عورت نے اپنے خاوند سے رو کر شکایت کرتے ہوئے کہا کہ آئندہ کبھی اپنے محلے کے دکاندار سے آٹا مت خریدنا۔ (۷) بازار میں جاکر کسی ایسے شخص سے آٹا خریدا کرنا جو گندم بیچتا ہو۔ کیونکہ جس سے پہلے آٹا خریدتے ہو وہ گندم دکھا کر جو بیچتا ہے۔ (۸) اس کا آٹا اتنا ناکارہ ہوتا ہے کہ مکھیوں کی کثرت کے باعث ایسا لگتا ہے کہ دکاندار کا چہرہ گاہکوں کو دکھائی نہیں دیتا ہوگا۔ (۹) عورت کے نیاز مند خاوند نے اپنی بیوی کے سامنے خوشامدانہ انداز میں اس غریب کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ میرے گھر کی رونق اب ضد چھوڑ دے۔
(۱۰) اس غریب دکاندار نے ہمارے بھروسے پر دکان کھولی ہے۔ اگر ہم ہی اس سے منافع کا ہاتھ کھینچ لیں تو یہ شرافت نہ ہوگی۔

رہِ نیک مردانِ آزادہ گیر	۱	چو استادۂ دستِ افتادہ گیر
نیک اور سخی لوگوں کی روش اختیار کر		جب تو کھڑا ہے کسی گرے ہوئے کا ہاتھ پکڑ
ببخشای کانانکہ مرد حقند	۲	خریدارِ دکانِ بے رونق اند
معاف کردے اس لئے کہ جو صحیح انسان ہیں		وہ بے رونق دوکان کے خریدار بنتے ہیں
جوانمرد اگر راست خواہی ولی ست	۳	کرم پیشۂ شاہ مرداں علی ست
اگر تو سچ سننا چاہتا ہے تو سخی ولی ہے		سخاوت شاہ مرداں حضرت علیؓ کا شیوہ ہے

حکایت[4]

کہانی

شنیدم کہ مردے براہِ حجاز	۵	بہر خطوہ کردے دو رکعت نماز
میں نے سنا کہ ایک شخص حجاز کے راستے میں		ہر قدم پر دو رکعت نماز پڑھتا
چناں گرم رو در طریقِ خدا	۶	کہ خارِ مغیلاں نکندے زپا
خدا کے راستے میں اسقدر تیز چلنے والا		کہ کیکر کے کانٹے پیر سے نہ نکالتا تھا
بآخر ز وسواس خاطر پریش	۷	پسند آمدش در نظر کارِ خویش
بالآخر طبیعت کو پریشان کرنے والے خیالات کی وجہ سے		اس کی نگاہ میں اس کو اپنا کام اچھا معلوم ہوا
بہ تلبیس ابلیس در چاہ رفت	۸	کہ نتواں ازیں خوبتر راہ رفت
شیطان کی مکاری کی وجہ سے وہ غرور میں پھنس گیا		کہ اس سے بہتر راستہ کوئی نہیں چل سکتا ہے
گرش رحمتِ حق نہ دریافتے	۹	غرورش سر از جادہ برتافتے
اگر رحمتِ حق اس کو نہ آ لیتی		تو غرور اس کا سر سیدھے راستے سے موڑ دیتا
یکے ہاتف از غیب آواز داد	۱۰	کہ اے نیک بختِ مبارک نہاد
ایک ہاتف نے غیب سے پکارا		کہ اے نیک بخت مبارک طبیعت

(۱) آزادہ: آزاد۔ گیر: پکڑ۔ چو: جب۔ استادۂ: کھڑا ہے تو۔ دستِ افتادہ: گرے ہوئے کا ہاتھ۔ گیر: پکڑ۔ (۲) ببخشای: معاف کردے، بخش دے۔ کانانکہ: کیونکہ جو لوگ کہ۔ مردِ حقند: اللہ والے ہیں۔ خریدارِ دکانِ بے رونق: بے رونق دکان کے گاہک۔ اند: ہیں وہ۔ (۳) جوانمرد: سخی آدمی۔ راست خواہی: سچ چاہے تو۔ ولی ست: ولی ہے۔ کرم: سخاوت۔ شاہِ مرداں: مردوں کے بادشاہ۔ علی: خلیفۂ چہارم۔ دامادِ رسولؐ، امیر المومنین حضرت علیؓ جو خاتونِ جنت کے شوہر اور حسنینؓ کے ابا ہیں۔ (۴) حکایت: کہانی۔

(۵) شنیدم: میں نے سنا۔ مردے: ایک مرد۔ براہِ حجاز: حجاز کی راہ میں۔ بہر خطوہ: ہر قدم پر۔ کردے: کرتا وہ۔ (۶) چناں: ایسا۔ گرم رو: تیز چلنے والا۔ طریقِ خدا: خدا کی راہ۔ خارِ مغیلاں: کیکر کے کانٹے۔ بآخر: آخرکار۔ وسواس: جمع وسوسہ، شیطانی خیال۔ خاطر پریش: دل کو پریشان کرنے والے۔ پسند آمدش: پسند آیا اسکو۔ کارِ خویش: اپنا عمل۔ (۸) تلبیس: دھوکا دینا۔ ابلیس: شیطان۔ جاہ: مرتبہ، فخر۔ رفت: چلا گیا۔ نتواں: نہیں ممکن۔ ازیں خوبتر: اس سے بہتر۔ راہ رفت: راستہ چلنا۔ (۹) گرش: اس کو۔ رحمتِ حق: اللہ کی رحمت۔ ندریافتے: پا نہ لیتی۔ غرورش: غرور اس کو۔ سر از جادہ: سر راستے سے۔ برتافتے: پھیر دیتا۔ (۱۰) یکے ہاتف: ایک غیبی فرشتہ۔ آواز داد: آواز دی۔ نیک بخت: نیک نصیب۔ مبارک طبع: بابرکت طبیعت والا۔

تشریح: (۱) اگر تم دولت مند ہو تو غریبوں کی مدد کرو۔ اگر ایسے غربا کی مدد نہیں کرسکتے تو کم از کم اس سے خرید و فروخت کرکے ہی مدد کرو۔ (۲) اس دکاندار سے ناراض ہونا چھوڑ دے۔ اللہ والے لوگ تو معاشرے میں رونده ہوئے لوگوں سے معاملہ کرتے ہیں تاکہ اُن کی مدد ہو سکے۔ (۳) سچ پوچھو تو جود و سخا کا پیکر شخص ولی اللہ ہوتا ہے۔ اور سخاوت تو حضرت علیؓ کا شیوہ ہے۔ (۴) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی غریب وفادار آدمی کی دلجوئی کرنا نوافل ادا کرنے سے کہیں بڑھ کر عبادت ہے۔ (۵) سنا ہے کہ ایک شخص حج کے سفر پر جا رہا تھا۔ ہر قدم پر دو رکعت نفل ادا کرنا اس کا معمول تھا۔ (۶) وہ حج کے سفر میں اتنا مستغرق تھا کہ پاؤں میں کانٹوں کی چبھن اور زخموں کی تکلیف کا احساس تک نہ تھا۔ (۷) سفرِ حج اور ہر قدم پر نوافل کے انہماک سے برسنے والی رحمت شیطان سے برداشت نہ ہو سکی۔ چنانچہ اس نے عازمِ حج کے دل میں وسوسوں کی بھرمار کردی۔ (۸) وہ (عازمِ حج) شیطان کے وسوسوں کے تیروں کی تاب نہ لا سکا۔ وہ اپنے سفر کو بابرکت سمجھتے ہوئے تکبر کے شکنجے میں جکڑا گیا۔ (۹) اگر رحمتِ الٰہیہ اس کا دامن نہ پکڑتی تو وہ غرور میں آکر راہِ راست سے ہٹ جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اسے ڈھانپ لیا۔ (۱۰) اسی اثنا میں ایک غائبانہ آواز نے اسے مبارک باد دی اور کہا کہ اے نیک طبع انسان اپنی نیکیوں پر کبھی تکبر نہ کرنا۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱	مپندار گر طاعتے کردۂ	کہ نزلے بدیں حضرت آوردۂ
	اگر تو نے عبادت کی ہے تو گھمنڈ نہ کر	کہ تو کوئی تحفہ اس دربار میں لایا ہے
۲	باحسانے آسودہ کردن دلے	بہ الف رکعت بہر منزلے
	ایک دل کو احسان کے ذریعہ آرام پہنچانا	ہر پڑاؤ پر ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے

حکایت
کہانی

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۴	بسرہنگ سلطاں چنیں گفت زن	کہ خیز اے مبارک درِ رزق زن
	بادشاہ کے سپاہی کی بیوی نے کہا	کہ اے بابرکت اٹھ اور رزق کا دروازہ کھٹکھٹا
۵	برو تا زخوانت نصیبے دہند	کہ فرزند گانت بسختی درآند
	جا، تاکہ دسترخوان سے تجھے بھی حصہ دیں	کیونکہ تیری اولاد مصیبت میں ہے
۶	بگفتا بود مطبخ امروز سرد	کہ سلطاں بشب نیتِ روزہ کرد
	اس نے کہا باورچی خانہ تو آج ٹھنڈا ہوگا	کیونکہ بادشاہ نے رات سے روزہ کی نیت کی ہے
۷	زن از ناامیدی سر انداخت پیش	ہمے گفت با خود دل از فاقہ ریش
	بیوی نے ناامیدی سے سر آگے کو لٹکا لیا	فاقے سے زخمی دل اپنے آپ سے کہتی تھی
۸	کہ سلطاں ازیں روزہ آیا چہ خاست	کہ افطارِ او عید طفلانِ ماست
	بتا بادشاہ کو اس روزے سے کیا حاصل	کیونکہ اس کا افطار کرنا ہمارے بچوں کی عید ہے
۹	خورندہ کہ خیرش بر آید زدست	بہ از صائم الدہر دنیا پرست
	وہ روزہ خور جس کے ہاتھ سے بھلائی ہو	دنیا پرست تمام عمر کے روزے رکھنے والے سے بہتر ہے
۱۰	مسلّم کسے را بود روزہ داشت	کہ درماندۂ را دہد نانِ چاشت
	روزہ رکھنا اس کے لیے ٹھیک ہے	جو کسی عاجز کو دوپہر کی روٹی کھلائے

(۱) مپندار: مت سمجھو۔ طاعتے: کوئی عبادت۔ کردۂ: کی ہے تو نے۔ نزلے: کوئی تحفہ یا مہمان۔ بدیں حضرت: اس درگاہ میں۔ آوردۂ: لایا ہے تو۔ (۲) باحسانے: احسان کے ساتھ۔ آسودہ کردن: آرام پہنچانا۔ دلے: کسی دل کو۔ بہ: بہتر۔ الف: ہزار۔ بہر منزلے: ہر منزل پر۔ (۳) حکایت: کہانی۔ (۴) بسرہنگ: سپاہی کو۔ سلطان: بادشاہ۔ چنیں: ایسے۔ گفت: کہا۔ زن: عورت۔ خیز: اٹھ۔ مبارک: بابرکت۔ درِ رزق: رزق کا دروازہ۔ زن: کھٹکھٹا۔ (۵) برو: جا۔ تا: تاکہ۔ زخوانت: دسترخوان سے تجھ کو۔ نصیبے: کوئی حصہ۔ دہند: دیویں وہ۔ فرزندگانت: تیرے بچے۔ بسختی: سختی میں۔ درآند: ہیں۔ (۶) بگفتا: اس نے کہا۔ بود: ہووے گا۔ مطبخ: باورچی خانہ۔ امروز: آج۔ سرد: ٹھنڈا یعنی بند۔ سلطان: بادشاہ۔ بشب: رات کو۔ نیتِ روزہ: روزہ کی نیت۔ کرد: کی اس نے۔ (۷) زن: عورت۔ سر انداخت: سر ڈال دیا۔ پیش: سامنے۔ ہمے گفت: کہہ رہی تھی۔ باخود: اپنے آپ سے۔ دل از فاقہ ریش: دل بھوک سے زخمی تھا۔ (۸) سلطان: بادشاہ۔ ازیں روزہ: اس روزہ سے۔ آیا: بھلا۔ چہ خاست: کیا چاہا۔ افطارِ او: اس کا روزہ نہ رکھنا۔ طفلانِ ما: ہمارے بچے۔ ست: ہے۔ (۹) خورندہ: کھانے والا یعنی بے روزہ۔ خیرش: اس سے خیر۔ برآید: نکلے۔ زدست: ہاتھ سے۔ بہ: بہتر۔ صائم الدہر: سارے زمانے کا روزہ رکھنے والا یعنی عمر بھر کا۔ دنیا پرست: دنیا کو پوجنے والا یعنی دنیا کا حریص۔ (۱۰) مسلّم: درست۔ کسے را: اس شخص کو۔ بود: ہووے۔ روزہ داشت: ماضی بمعنی مصدر، روزہ رکھنا۔ درماندہ: عاجز فقیر۔ دہد: دیوے۔ نانِ چاشت: صبح کا کھانا یا دوپہر کا۔

تشریح: (۱) اگر تجھ سے کوئی ایسی نیکی ہو گئی ہے جو تیرے نزدیک بہت بڑی ہے۔ اس پر کبھی نہ اترانا اور یہ نہ سمجھنا کہ میں بہت بڑا تحفہ لے کر آیا ہوں۔ (۲) درگاہ حق میں ہزار رکعت نفل سے بہتر ہے کہ کسی شکستہ دل کی دلجوئی کرے۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کسی تنگدست کی دلداری کے لیے نفل عبادت ترک کرنی پڑے تو کر دینی چاہیئے۔ (۴) ایک سپاہی کی اہلیہ نے اس سے کہا کہ فارغ بیٹھنے سے بہتر ہے کہ بچوں کی بھوک مٹانے کے لیے رزق کی تلاش کرنی چاہیئے۔ (۵) چنانچہ تجھے اس وقت بادشاہ کے مطبخ و دسترخوان پر پہنچنا چاہیئے تاکہ وہاں سے تجھے بچوں کی خوراک کا سامان میسر آسکے۔ (۶) سپاہی نے جواباً کہا کہ آج بادشاہ کا لنگر خانہ بند ہوگا۔ کیونکہ بادشاہ نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ (۷) سپاہی کی اہلیہ یہ سن کر افسردہ ہوئی اور کہنے لگی کہ بادشاہ نے کیا سوچ کر آج روزہ رکھا ہے۔ (۸) اگر بادشاہ روزہ نہ رکھتا تو بہتر تھا۔ کیونکہ لنگر چلنے سے صرف ہمارے بچوں کی نہیں بلکہ بہت سے غریبوں کی عید ہو جاتی۔ (۹) کسی بھی روزہ خور سے لوگوں کو خیرات کی شکل میں خیر و بھلائی حاصل ہو جائے۔ وہ روزہ خور ہمیشہ روزہ رکھنے والے سے کہیں بہتر ہے۔ (۱۰) روزہ رکھنا اس شخص کی شایانِ شان ہے جو خود بھوکا رہتا ہے۔ اور دوسروں کو کھانا کھلاتا ہے۔

(۱) دگر نہ چہ حاجت کہ زحمت بری — زخود بازگیری و ہم خود خوری
درنہ کیا ضرورت ہے کہ تو تکلیف اٹھائے — اپنے آپ ہی سے لے اور خود ہی کھالے

(۲) خیالاتِ نادان خلوت نشیں — بہم برکند عاقبت کفر و دیں
گوشہ نشین نادان کے خیالات — کفر اور دین کا انجام یکساں کردیتے ہیں

(۳) صفائیست درآب و آئینہ نیز — ولیکن صفارا بباید تمیز
صفائی پانی میں بھی ہے اور آئینہ میں بھی — لیکن صفائی میں تمیز کرنی چاہیئے

حکایت کریم تنگ دست باسائل

ایک تنگدست سخی کا سائل کے ساتھ قصہ

(۵) یکے راکرم بود و قوت نہ بود — کفافش بقدرِ مروّت نہ بود
ایک شخص میں سخاوت تھی طاقت نہ تھی — اس کا روزینہ سخاوت کی بقدر نہ تھا

(۶) کہ سفلہ خداوندِ ہستی مباد — جواں مَرد را تنگ دستی مباد
خدا کرے کوئی کمینہ مالدار نہ ہو — سخی کو کبھی تنگ دستی نہ ہو

(۷) کسے راکہ ہمّت بلند او فتد — مرادش کم اندر کمند او فتد
جس کسی کی ہمّت بلند ہوتی ہے — اس کا مقصد بہت کم رسّی میں پھنستا ہے

(۸) چو سیلاب ریزاں کہ بر کوہسار — نگیرد ہمے بر بلندی قرار
جیسا کہ بہنے والا سیلاب کہ پہاڑ پر — اونچائی پر نہیں ٹھہرتا ہے

(۹) نہ درخورد سرمایہ کردے کرم — تنک مایہ بودے ازیں لاجرم
سرمایہ کے حساب سے سخاوت نہ کرتا — اسی وجہ سے لامحالہ تنگدست رہتا

(۱۰) برش تنگ دستے دو حرفے نبشت — کہ اے خوب فرجام فرخ سرشت
ایک تنگدست نے اس کو مختصراً لکھا — کہ اے نیک انجام مبارک طبیعت

(۱) دگرنہ: درنہ۔ چہ حاجت، کیا ضرورت۔ زحمت بری: تکلیف اٹھائے تو۔ زخود، اپنے سے روکے۔ وہم خود، اور خود ہی۔ خوری: کھائے۔ (۲) خیالاتِ نادان: نادان کے خیالات۔ خلوت نشیں: تنہائی میں بیٹھنے والا۔ بہم برکند: ایک دوسرے سے ملادیتے ہیں۔ عاقبت: آخرکار۔ کفر و دیں: کفر اور اسلام۔ (۳) صفائیست: صفائی ہے۔ آب: پانی۔ آئینہ: منہ دیکھنے کا شیشہ۔ نیز: بھی۔ صفارا: صفائی کو۔ بباید: چاہیئے۔ تمیز: پہچان۔ (۴) کریم تنگ دست، تنگدست سخی۔ سائل، سوالی۔ (۵) یکے را: ایک شخص کو۔ کرم: سخاوت۔ بود: تھی۔ قوت، طاقت، گنجائش۔ نہ بود: نہ تھی۔ کفافش، اس کی روزی۔ بقدرِ مروت، مروت کی مقدار۔ (۶) سفلہ، کمینہ یا بخیل۔ خداوندِ ہستی: ہستی والا یعنی مالدار۔ مباد، مت ہووے۔ جوانمرد: سخی۔ تنگدستی، ناداری۔ (۷) کسے راکہ: جس کو کہ۔ او فتد: واقع ہو۔ مرادش: اس کی مراد۔ اندر کمند، کمند میں۔ او فتد، پڑتی ہے یعنی کم ہی حاصل ہوتی ہے۔
(۸) ریزاں، گرنے والا۔ کوہسار، پہاڑ۔ نگیرد: نہیں پکڑتا ہے۔ نگیرد سے پہلے لگتا ہے۔ بر بلندی، اونچائی پر (۹) درخورد سرمایہ، سرمائے کے مطابق۔ کردے: وہ کرتا۔ کرم: سخاوت۔ تنک مایہ: نادار۔ بودے، رہتا وہ۔ ازیں: اسی وجہ سے۔ لاجرم: لامحالہ لازماً۔
(۱۰) برش، اس کے پاس۔ تنگ دستے: کسی محتاج نے دو حرفے، دو لفظ۔ نبشت: لکھ دیئے۔ خوب فرجام: نیک انجام۔ فرخ سرشت، مبارک طبیعت والا۔

تشریح: (۱) جو شخص بخل میں اتنا بڑھ چکا ہے کہ دوپہر کا بچا کھچا کھانا خود کھالیتا ہے۔ بخل کا یہ انداز فائدہ مند نہیں۔ (۲) فرمانِ رسول ؐ ہے کہ جو شخص جاہل ہونے کے باوجود فقر اختیار کرتا ہے وہ یا تو کافر ہوکے مرتا ہے یا دیوانہ۔ کیونکہ جہالت کفر و اسلام میں امتیاز نہیں رکھتی۔ (۳) پانی اور آئینہ دونوں صاف وشفاف ہوتے ہیں۔ لیکن ہر دو کے دُور رس فوائد و نتائج کا علم جاہل کو نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تفاوت اک عالم ہی کرسکتا ہے۔
(۴) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خود تنگدست ہونے کے باوجود دوسروں کو نفع پہنچانے کی غرض سے سخاوت کرنا اچھا عمل ہے۔
(۵) ایک شخص ایسا تھا جو سخاوت کا پیکر دخوگر تھا۔ لیکن تنگدست ہونے کی وجہ سے اس کے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی۔ (۶) اس شعر میں سخی کے حق میں دعائیہ الفاظ ہیں کہ اللہ بخیل کبھی تونگر نہ ہو اور سخی کبھی ناتواں نہ ہو۔ کیونکہ سخی کی ناداری لوگوں کے لیئے بے فائدہ ہے۔ (۷) جس شخص کا مزاج سخیوں جیسا ہو۔ وہ بلند حوصلگی کی وجہ سے مالدار نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے قدرت کی طرف سے دولت نصیب نہیں ہوتی۔
(۸) اگر بلند حوصلہ اور سخی مزاج شخص کو دولت ملتی ہے تو وہ اس کے پاس نہیں رہتی۔ جیسا کہ پہاڑوں پر پانی نہیں رکتا۔
(۹) جو شخص مزاجاً سخی ہوتا ہے وہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر سخاوت کرتا ہے۔ اس لیئے ناداری ہمیشہ کے لیئے اس پر طاری رہتی ہے۔
(۱۰) کسی قیدی نے سخاوت کے پیکر کو خط لکھا کہ میں تنگدست ہوں اور تو مزاجاً سخی اور مبارک طبع ہے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
یکے دست گیرم بچندے دِرَم	۱	کہ چندست تامن بزندان دَرَم
ایک بار چند درہم دیکر میری دستگیری کر		کیونکہ میں چند دن سے قید میں پڑا ہوں
بچشم اندرش قدرِ چیزے نبود	۲	ولیکن بدستش پشیزے نبود
اس کی نگاہ میں کسی چیز کی قدر نہ تھی		لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی پیسہ نہ تھا
بخصمان بندی فرستاد مَرد	۳	کہ اے نیک نامانِ آزادمَرد
قیدی کے مخالفوں کے پاس اس مردِ خدا نے پیغام بھیجا		کہ اے ایک آزاد مرد کے بارے میں نیک نام لوگو
بدارید چندے کف از دامنش	۴	وگر مے گریزد ضماں برمنش
کچھ دنوں کیلئے اس کے دامن سے ہاتھ ہٹالو		اور اگر وہ بھاگ جائے گا تو میں ذمہ دار ہوں
وزاں جا بزنداں درآمد کہ خیز	۵	وزیں شہر تا پائے داری گریز
اس جگہ سے وہ قید خانہ میں پہنچا کہ اُٹھ		جتنا بھی بھاگ سکے اس شہر سے بھاگ جا
چو کنجشک در باز دید از قفس	۶	قرارش نبود اندرو یک نفس
چڑیا جب پنجرہ کا دروازہ کھلا دیکھے		تو اسکو ایک سانس کے لیے بھی اس میں قرار نہیں آتا
چو بادِ صبا زاں زمیں سیر کرد	۷	نہ سیرے کہ بادش رسیدے بگرد
پُروا کی طرح اس سرزمین سے چل دیا		ایسی رفتار سے نہیں کہ ہوا بھی اس کی گرد کو پہنچ سکے
گرفتند حالے جواں مرد را	۸	کہ حاصل کنی سیم یا مرد را
انہوں نے فوراً اس سخی کو گرفتار کرلیا		کہ تو چاندی یا اس آدمی کو لا
چو بیچارگاں راہِ زنداں گرفت	۹	کہ مرغ از قفس رفتہ نتواں گرفت
عاجزوں کی طرح اس نے قید خانہ کا راستہ لیا		کیونکہ پنجرے سے بھاگا ہوا پرندہ پکڑا نہیں جاسکتا
شنیدم کہ در حبس چندے بماند	۱۰	نہ رقعہ نبشت و نہ فریاد خواند
میں نے سنا ہے کہ کچھ دن قید خانہ میں رہا		نہ سفارش کے لیے خط لکھا اور نہ فریاد کی

(۱) یکے، تھوڑا سا۔ دست گیرم؛ میرا ہاتھ پکڑ۔ بچندے درم؛ چند درہموں سے۔ چندست، چند دن ہوئے ہیں تامن، جب سے کہ میں۔ بزنداں درم؛ جیل میں ہوں۔ (۲) بچشم؛ آنکھوں میں۔ اندرش، شین چشم کا مضاف الیہ، اندر زائد۔ قدرِ چیزے، کسی چیز کی قدر۔ نبود؛ نہ تھی۔ بدستش، اس کے ہاتھ میں۔ چیزے، کوئی چیز۔ (۳) بخصماں، مدعیوں یا قرض خواہوں کو۔ بندی؛ قیدی۔ فرستاد؛ بھیجا۔ نیک ناماں، نیک نام والے آزاد مرد، مُراد قیدی کے مدعی۔ (۴) بدارید، رکھو تم یعنی اٹھاؤ۔ چندے؛ کچھ دن۔ از دامنش، اس کے دامن سے۔ مے گریزد: بھاگتا ہے۔ ضماں، ضمانت۔ برمنش: میرے اوپر اس کی۔ (۵) وزاں جا، اور اس جگہ سے۔ بزنداں، جیل میں۔ درآید؛ آیا وہ۔ خیز، اٹھ وزیں شہر، اور اس شہر سے۔ تا پائے داری، جہاں تک پاؤں رکھتا ہے۔ گریز، بھاگ۔ (۶) چو، جب کنجشک، چڑیا۔ در باز دید، دروازہ کھلا دیکھا۔ از قفس، پنجرے کا۔ قرارش: اس کو قرار۔ نبود؛ نہ تھا۔ اندرو، اس کے اندر۔ یک نفس، ایک گھڑی۔ (۷) چو، مثل۔ بادِ صبا، صبح کی ہوا۔ زاں زمیں، اس زمین سے۔ سیر کرد؛ چل دیا۔ نہ سیرے کہ، ایسی سیر نہیں کہ۔ بادش، ہوا اس کو۔ رسیدے؛ پہنچ سکے۔ بگرد؛ گرد کو۔ (۸) گرفتند؛ پکڑ لیا انہوں نے۔ حالے، اسی وقت۔ جوانمرد؛ سخی۔ حاصل کنی؛ ادا کرے۔ سیم، چاندی۔ مرد را، مرد کو یعنی قیدی کو جس کا ضامن تھا (۹) چو، مثل۔ بیچارگاں، جمع عاجز۔ راہِ زنداں، جیل کی راہ۔ گرفت، لی اس نے۔ مرغ، پرندہ۔ از قفس رفتہ، پنجرے سے نکلا ہوا۔ نتواں گرفت، نہیں پکڑا جاسکتا۔ (۱۰) شنیدم، میں نے سنا۔ حبس، قید۔ چندے، کچھ مدت۔ بماند، رہا۔ رقعہ نبشت، رقعہ لکھا یعنی سفارش کے لیے۔ نہ فریاد خواند، نہ فریاد کی۔

تشریح: (۱) میں مقروض تھا۔ قرض ادا نہ کرسکنے کی وجہ سے مجھے قرض خواہوں نے قید کرا دیا ہے۔ چنانچہ کچھ رقم عنایت کرکے مجھے رہائی دلادو۔ (۲) سخی مزاج شخص کی نظر میں دولت کی قدر و منزلت نہ تھی۔ اس لیے اس کا بہت دل چاہا کہ قیدی سے تعاون کروں۔ لیکن اتفاق سے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ (۳) قیدی کو رہائی دلانے کے لیے اسے یہ ترکیب سوجھی کہ اس نے قیدی کے قرض خواہوں کے پاس پیغام بھیجا کہ اے نیک نام لوگو! (۴) اے نیک نام لوگو! اس قیدی کو رہا کردو۔ اس کی مطلوبہ رقم میں ادا کروں گا۔ لہٰذا اسے میری ضمانت پر چھوڑ دو۔ (۵) قرض خواہوں نے اس کی ضمانت قبول کرلی۔ وہ شخص فی الفور قید خانہ گیا اور قیدی سے کہا کہ میں نے تیری ضمانت دے دی ہے تو یہاں سے بھاگ جا۔ (۶) جب قیدی نے جیل خانے کا دروازہ کھلا دیکھا تو وہ وہاں سے نکل کر بھاگ گیا۔ (۷) وہ قیدی اس ملک سے باہر چلا گیا۔ قیدی اس طرح سرپٹ دوڑا کہ گویا وہ ہوا سے مقابلہ کر رہا ہو۔ (۸) جب قیدی کے قرض خواہوں نے دیکھا کہ ہمارا اصل مجرم ملک سے فرار ہوچکا ہے۔ اس تک رسائی ناممکن ہے تو انہوں نے ضمانت والے سخی مزاج شخص کو گرفتار کرکے مطالبہ کرنے لگے کہ یا تو ہماری رقم ادا کردو یا پھر ہمارا قیدی لاکر دو۔ (۹) چونکہ جیل سے بھاگا ہوا قیدی واپس نہیں آسکتا۔ اس لیے ضمانت دینے والے سخی مزاج شخص نے پسِ دیوارِ زنداں قید ہونا قبول کرلیا۔ (۱۰) وہ شخص جب تک قید خانہ میں رہا۔ اس نے کسی کو خط لکھا نہ فریاد کی۔ بلکہ صبر و شکر سے جیل میں قید کے دن گذارتا رہا۔

مصرع اول		مصرع دوم
زمانہا نیاسود و شبہا نخفت	١	برو پارسائے گزر کرد و گفت
بہت دنوں تک نہ آرام کیا نہ راتوں کو سویا		وہاں سے ایک نیک آدمی گزرا اور اس نے کہا
نہ پندارمت مالِ مُردم خوری	٢	چہ پیش آمدت کہ بزنداں دری
میرا یہ خیال تو نہیں ہو سکتا کہ تونے کسی کا مال مارا ہے		کیا معاملہ پیش آیا کہ تو قید خانہ میں ہے
بگفتا کہ ہاں اے مُبارک نفس	٣	نخوردم بحیلت گری مال کس
اس نے کہا ہاں بابرکت سانس والے		میں نے حیلہ گری سے کسی کا مال نہیں کھایا ہے
یکے ناتواں دیدم از بند ریش	٤	خلاصش ندیدم بجز بند خویش
میں نے ایک کمزور کو قید سے زخمی دیکھا		میں نے اس کی رہائی بجز اپنی قید کے نہ دیکھی
ندیدم بنزدیک دانش پسند	٥	من آسودہ و دیگرے پائے بند
عقل کی رو سے مجھے یہ بات پسند نہ آئی		کہ میں آرام سے ہوں اور دوسرا قیدی ہو
بمُرد آخر و نیک نامی بُرد	٦	زہے زندگانی کہ نامش نہ مُرد
انجام کار وہ مرگیا اور نیک نامی لے گیا		کیا خوب زندگی ہے کہ اس کا نام نہ مرا
تن زندہ دل خفتہ در زیرِ گِل	٧	بہ از عالمے زندۂ مُردہ دِل
زندہ دل جسم مٹی کے نیچے سویا ہوا		ایک جہان سے بہتر ہے جو زندہ مردہ دل ہو
دلِ زندہ ہرگز نہ گردد ہلاک	٨	تنِ زندہ دل گر بمیرد چہ باک
زندہ دل ہرگز ہلاک نہیں ہوتا		زندہ دل جسم اگر مرجائے تو کیا مضائقہ ہے

حکایت در معنی۹ احسان با خلق خدا

اللہ کی مخلوقات کے ساتھ احسان کے معنیٰ میں واقعہ

مصرع اول		مصرع دوم
یکے در بیاباں سگِ تشنہ یافت	١٠	بروں از رمق در حیاتش نیافت
ایک شخص نے ایک پیاسے کتے کو جنگل میں پایا		اسکی زندگی میں آخری سانس سے زیادہ کچھ نہ پایا

(١) زمانہا: کئی زمانے۔ نیاسود: نہ آرام پایا۔ شبہا: کئی راتیں۔ نخفت: نہ سویا۔ برو: اس پر۔ پارسائے: ایک پرہیزگار۔ گزر کرد: گزر کیا۔ گفت: اس نے کہا۔ (٢) نہ پندارمت: میں نہیں سمجھتا تجھ کو۔ مالِ مردم: لوگوں کا مال۔ خوری: کھاتا ہے تو۔ پیش آمدت: سامنے آیا تیرے۔ بزنداں دری: قید میں ہے تو۔ (٣) بگفتا: اس نے کہا۔ مبارک نفس: مبارک ذات۔ نخوردم: نہیں کھایا میں نے۔ بحیلت گری: حیلہ گری سے۔ مالِ کس: کسی کا مال۔ (٤) یکے ناتواں: ایک کمزور۔ دیدم: دیکھا میں نے۔ از بند: قید سے۔ ریش: زخمی۔ خلاصش: اس کی رہائی۔ ندیدم: نہ دیکھی میں نے۔ بجز: سوائے۔ بند خویش: اپنی قید۔ (٥) ندیدم: نہیں دیکھا میں نے۔ بنزدیکِ دانش: عقل کے نزدیک۔ پسند: پسندیدہ۔ من آسودہ: میں آرام سے۔ دیگرے: دوسرا۔ پائے بند: گرفتار۔ (٦) بمُرد: مرگیا۔ آخر: آخرکار۔ بُرد: لے گیا۔ زہے: کیا ہی خوب۔ نامش: اس کا نام۔ نمُرد: نہیں مرا۔ (٧) تن زندہ دل: زندہ دل والے کا جسم۔ خفتہ: سویا ہوا۔ زیرِ گل: مٹی کے نیچے۔ بہ: بہتر۔ از عالمے: ایسے عالم سے۔ زندۂ: جو زندہ ہے۔ مردہ دل: دل مرا ہوا ہے۔ (٨) دلِ زندہ: زندہ دل۔ نہ گردد: نہیں ہوتا۔ تن زندہ: زندہ جسم۔ گر بمیرد: اگر مرجائے۔ چہ باک: کیا حرج۔ (٩) حکایت: کہانی۔ معنیٰ: مضمون۔ احسان: نیکی۔ خلقِ خدا: خدا کی مخلوق۔ (١٠) یکے: ایک۔ بیاباں: جنگل۔ سگ تشنہ: پیاسا کتا۔ بیروں: باہر یا زیادہ۔ رمق: زندگی کا آخری سانس۔ حیاتش: اس کی زندگی۔ نیافت: نہ پائی۔

تشریح: (١) جیل کی کال کوٹھڑی میں مدت دراز تک بے آرامی سے وقت گزارا۔ اسی اثنا میں ایک متقی شخص وہاں سے گزرا اور کہنے لگا۔ (٢) کہ میرا دل نہیں مانتا کہ تونے کسی کا حق مارا ہو یا مال کھایا ہو۔ بتا تو سہی کہ تو جیل میں کیوں قید ہے۔ (٣) سخی مزاج قیدی نے کہا تمہارا خیال درست ہے کہ میں نے کبھی بھی حیلوں بہانوں سے کسی شخص کا مال غصب کیا نہ ہڑپ کیا۔ (٤) ایسا شخص جو پست حوصلہ اور ضعف رکھتا تھا اس کی رہائی میری قید کا سبب بن گئی۔ (٥) مجھ سے یہ برداشت نہ ہو سکا کہ میں خود تو اطمینان اور سکون سے زندگی بسر کروں اور وہ جیل میں گلتا سڑتا رہے۔ (٦) سخی مزاج شخص بالآخر جیل کی سلاخوں کے پیچھے دم توڑ گیا اور دنیا میں نیک نام لوگوں کی طرح اپنا زندہ نام چھوڑ گیا۔ (٧) اس نوعیت کے سخی مزاج اور زندہ دل لوگ مرنے کے باوجود ان زندہ لوگوں سے اچھے ہوتے ہیں جن سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ (٨) زندہ دل آدمی اپنی نیک نامی کی وجہ سے مرنے کے بعد بھی دراصل زندہ رہتا ہے۔ اگرچہ اس کا جسم مر بھی گیا ہو۔ اس میں حرج نہیں۔ (٩) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانوروں سے کی ہوئی نیکی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ انسانوں سے کی گئی نیکی کا کیا ٹھکانہ۔ سبحان اللہ۔
(١٠) ایک شخص کو جنگل میں پیاسا کتا اس حال میں ملا کہ پیاس کی شدت سے قریب المرگ ہو چکا تھا۔

	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۱	کلہ دلو کرد آں پسندیدہ کیش	چو حبل اندراں بستہ دستار خویش
	اس پسندیدہ طبیعت نے ٹوپی کا ڈول بنایا	اپنی پگڑی کو اس میں رسی کی طرح باندھا
۲	بخدمت میاں بست و بازو کشاد	سگِ ناتواں را دمے آب داد
	خدمت کے لیے کمر باندھی اور بازو کھولا	کمزور کتے کو تھوڑا سا پانی دیا
۳	خبر داد پیغمبرؐ از حالِ مرد	کہ داور گناہانِ اُو عفو کرد
	اس شخص کے حال کی پیغمبر نے خبر دی	کہ خدا نے اس کے گناہ معاف کردیئے
۴	الا گر جفا کاری اندیشہ کن	کرم پیشہ گیر و وفا پیشہ کن
	خبردار اگر تو ظالم ہے تو ڈر	سخاوت کی عادت ڈال اور وفا کو پیشہ بنا
۵	کسے با سگے نیکوئی گم نہ کرد	کجا گم کند خیر با نیک مرد
	کسی شخص کی کتے کے ساتھ نیکی ضائع نہیں ہوئی	تو نیک انسان کے ساتھ بھلائی کب ضائع ہوگی
۶	کرم کن چناں کت برآید ز دست	جہاں باں درِ خیر بر کس نہ بست
	کرم کر جس پر بھی تیرے ہاتھ سے ہوسکے	خدا نے نیکی کا دروازہ کسی پر بند نہیں کیا ہے
۷	گرت در بیاباں نباشد چہے	چراغے بنہ در زیارت گہے
	اگر جنگل میں تیرا کوئی کنواں نہ ہو	تو کسی زیارت گاہ میں چراغ ہی رکھدے
۸	بقنطار زر بخش کردن ز گنج	نہ چنداں کہ دینارے از دستِ رنج
	خزانے میں سے بہت کچھ دے دینا	اتنا نہیں ہے جیسا کہ مزدور کی جانب سے ایک دینار
۹	بر د ہر کسے بار در خورد زور	گرانست پائے ملخ پیشِ مور
	طاقت کے مطابق ہر شخص بوجھ لیجاتا ہے	چیونٹی کے آگے ٹڈی کا پیر بھاری ہے
۱۰	تو با خلق نیکی کن اے نیک بخت	کہ فردا نگیرد خدا بر تو سخت
	اے نیک بخت! تو مخلوق کے ساتھ نیکی کر	تاکہ کل کو خدا تجھ پر سخت گیری نہ کرے

(۱) کلہ: ٹوپی۔ دلو: ڈول۔ کرد: کیا۔ آں پسندیدہ کیش: اچھی طبیعت والا۔ چو: مثل۔ حبل: رسی۔ اندراں: اس میں۔ بستہ: باندھی۔ دستار خویش: اپنی پگڑی۔

(۲) بخدمت: خدمت کے لیے۔ میاں بست: کمر باندھی۔ بازو کشاد: بازو کھولے۔ سگ ناتواں: کمزور کتا۔ دمے: فی الفور، ایکدم۔ آب داد: پانی پلایا۔ (۳) خبر داد: خبر دی۔ پیغمبر: پیغام لانے والا مراد ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ داور: انصاف کرنے والا یعنی خدا۔ گناہان: جمع گناہ۔ عفو کرد: معاف کردیئے۔

الا: خبردار، حرف تنبیہ۔ جفا کاری: ظالم ہے تو۔ اندیشہ: فکر۔ کن: کر۔ کرم: بخشش۔ پیشہ گیر: اختیار کر۔ پیشہ کن: عادت بنا۔ (۵) کسے: جو شخص۔ با سگے: ایک کتے کے ساتھ۔ نیکوئی: نیکی۔ نہ کرد: نہ کی۔ کجا: کہاں۔ گم کند: گم کرے گا۔ خیر: نیکی یا خیرات۔

(۶) کرم کن: بخشش، سخاوت کر۔ چناں کت: جیسی کہ تجھ سے اس کی تا دست کے ساتھ لگتی ہے یعنی تیرے ہاتھ سے۔ برآید: آوے۔ جہاں باں: اللہ تعالیٰ۔ درِ خیر: نیکی کا دروازہ۔ بر کس: کسی پر۔ نہ بست: بند نہیں کیا۔

(۷) گرت: اگر تجھ کو۔ بیاباں: جنگل۔ نباشد: نہ ہووے۔ چہے: کوئی کنواں۔ چراغے: کوئی چراغ۔ بنہ: رکھ دے۔ زیارت گہے: کوئی زیارت گاہ یعنی بزرگ کا مزار۔

(۸) بقنطار: ڈھیر سا۔ زر: سونا۔ بخش کردن: دے دینا۔ ز گنج: خزانے سے۔ نہ چنداں کہ: اسقدر نہیں کہ دینارے: ایک دینار۔ دستِ رنج: محنت کا ہاتھ

(۹) برد: لے جاتا ہے۔ ہر کسے: ہر شخص۔ بار: بوجھ در خورد: لائق۔ گرانست: بھاری ہے۔ پائے ملخ: ٹڈی کا پاؤں۔ پیش مور: چیونٹی کے آگے۔ (۱۰) با خلق: مخلوق کے ساتھ۔ کن: کر۔ نیک بخت: خوش نصیب فردا: کل آئندہ مراد قیامت۔ نگیرد: نہ پکڑے۔ بر تو: تیرے اوپر۔ سخت: سختی سے۔

تشریح: (۱) اس مبارک طبیعت کے مالک شخص نے اپنی ٹوپی کو ڈول بنایا اور پگڑی کو رسّی کی جگہ استعمال کیا۔ (۲) پیاسے کتے کی خدمت کرنے کی غرض سے نیک طبع شخص نے کمربستہ ہونے کی ٹھان لی اور کنویں سے پانی نکال نکال کر کتے کو پلانے لگا۔ (۳) رسُول علیہ السلام نے اس نیک طبع شخص کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کتے کو پانی پلانے کے عوض اس کے گناہوں کی مغفرت فرمادی۔ (۴) اس واقعہ سے ستم گروں کو خیال کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عفو و درگذر کے بہانے تلاش کرتی ہے۔ اور ظالم لوگ اس کی رحمت کو نظرانداز کردیتے ہیں۔ (۵) اللہ تعالیٰ کی ذات تو کتے کے ساتھ کی گئی نیکی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ وہ ذات اس سے کی گئی بھلائی کس طرح ضائع کرسکتا ہے (۶) ہر انسان کو چاہیئے کہ حتی المقدور سخاوت وسعادت کے عمل سے ہر وقت سرفراز رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی اور بڑی بھلائی کو قدر و منزلت سے دیکھتا ہے۔

(۷) اگر کسی شخص سے جنگل میں کنواں کھدوانے ایسی بڑی نیکی نہیں ہوسکتی تو کسی رہگذر پر چراغ جلاکر رکھدے تاکہ اس سے یہ چھوٹی سی نیکی ہی سرزد ہوجائے۔

(۸) بعض مرتبہ ایثار کے جذبے کے پیش نظر کسی مالدار کا ہزاروں روپیہ خرچ کرنے سے اتنا بڑا ثواب نہیں ملتا جتنا کسی غریب کی مشقت سے کمائے ایک روپے سے ملتا ہے۔

(۹) ہر شخص اپنی اپنی ہمت و قوت کے مطابق وزن برداشت کرتا ہے۔ صدقہ و خیرات بھی اپنی حیثیت کے مطابق ادا کرکے اسی طرح کا اجر و ثواب حاصل کیا جاتا ہے۔

(۱۰) دنیوی اعمال کے اصل فیصلے آخرت میں ہونگے۔ جو شخص دنیا میں خلق خدا سے نیکی کریگا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے مشکلات سے نجات دیدے گا

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
گر از پا در آید نماند اسیر	۱	کہ افتادگاں را بود دستگیر
اگر گر بھی پڑے تو قیدی نہ رہے گا		جو کہ عاجزوں کا دستگیر ہو
بآزار فرماں مدہ بر رہی	۲	کہ باشد کہ افتد بفرماں دہی
نوکر کو تکلیف دہ حکم نہ دے		کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ حاکم بن جائے
چو تمکین و جاہت بود بر دوام	۳	مکن زور بر مردِ درویش عام
جب تیری قدرت اور مرتبہ ہمیشگی کے ساتھ ہو		تب بھی عام فقیر انسان پر زور نہ کر
کہ افتد کہ باجاہ و تمکیں شود	۴	چو بیذق کہ ناگاہ فرزیں شود
اسلئے کہ ہوسکتا ہے وہ مرتبہ اور قدرت والا ہو جائے		جیساکہ پیادہ اچانک فرزیں ہو جاتا ہے
نصیحت شنو مردم نیک بیں	۵	نپاشد درو ہیچ دل تخمِ کیں
نصیحت سننے والا نیک بیں انسان		اس میں کوئی دل کینہ کا بیج نہیں بوتا
خداوندِ خرمن زیاں مے کند	۶	کہ بر خوشہ چیں سر گراں مے کند
کھلیان کا مالک تباہی کرتا ہے		کہ بال چننے والے پر ناراض ہوتا ہے
نترسد کہ نعمت بمسکیں دہد	۷	وزاں بارِ غم بر دلِ ایں نہد
اس سے نہیں ڈرتا کہ خدا مسکین کو دولت دیدے		اس کے غم کا بوجھ اس کے دل پر رکھ دے
بسا زورمند آنکہ افتاد سخت	۸	بس افتادہ را یاوری کرد بخت
بہت سے طاقت ور ہیں کہ وہ سخت گرے		بہت سے گرے ہوؤں کی نصیبہ نے مدد کی
دلِ زیردستاں نباید شکست	۹	مبادا کہ روزے شود زیردست
کمزوروں کا دل نہ توڑنا چاہیئے		نہ ہو کہ کسی دن وہ خود کمزور ہو جائے

(۱) از پا، پاؤں سے۔ در آید: گر جاوے۔ نماند، نہیں رہے گا۔ اسیر، قیدی۔ کہ، جوکہ۔ افتادگاں: جمع گرے ہوئے یا عاجز۔ بود: ہووے۔ دستگیر: ہاتھ پکڑنے والا۔ (۲) بآزار: تکلیف کا۔ فرماں، حکم۔ مدہ: مت دے رہی: نوکر یا مسافر۔ کہ باشد: کیونکہ ہوسکتا ہے۔ افتد: پہنچ جاوے۔ بفرماندہی: حکمرانی کو۔ (۳) چو: جب۔ تمکین: قدرت۔ جاہت: تیرا مرتبہ۔ بود: ہووے۔ بر دوام، ہمیشگی پر مکن: مت کر۔ مردِ درویشِ عام، عام درویش مرد پر۔ (۴) افتد، اتفاق پڑ سکتا ہے۔ باجاہ و تمکیں: مرتبے اور اقتدار والا۔ شود: ہو جاوے۔ چو: مثل۔ بیذق: شطرنج کا ایک مہرہ جسے وزیر بھی کہتے ہیں۔ (۵) نصیحت شنو: اسم فاعل سماعی، نصیحت سننے والا۔ مردم نیک بیں: نیک دیکھنے والا مرد۔ نپاشد، نہیں بکھیرتا۔ درو: اس میں۔ ہیچ دل: کوئی دل۔ تخمِ کیں، کینے کا بیج۔ (۶) خداوند خرمن، کھلواڑے کا مالک۔ زیاں: نقصان۔ مے کند، کرتا ہے۔ خوشہ چیں: سٹے چننے والا۔ سر گراں: بھاری سر، مراد تکبر۔ مے کند، کرتا ہے۔ (۷) نترسد، نہیں ڈرتا نعمت: مال۔ بمسکیں، مسکین کو۔ دہد، دے دیوے۔ وزاں: اور اس سے۔ بارِ غم، غم کا بوجھ۔ بر دلِ ایں: اس کے دل پر۔ نہد، رکھ دیوے۔ (۸) بسا زورمند آنکہ: بہت سارے زور والے جوکہ۔ افتاد سخت، سخت گر پڑے۔ بس افتادہ، بہت سے گرے ہوئے۔ یاوری، مدد۔ کرد: کی۔ بخت: نصیب۔ (۹) زیردستاں: عاجز، ماتحت۔ نباید شکست: نہیں توڑنا چاہیئے۔ مبادا، مت ہووے روزے، کسی دن۔ شود، ہو جاوے۔

تشریح: (۱) ہر انسان خطاکار ہے۔ خطاؤں کی گرفت ممکن ہے۔ جو شخص انسانی ہمدردی کے جذبہ سے لوگوں کی خدمت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کی پاداش میں گرفت سے جلد نجات دے گا۔ (۲) ملازمین پر مصائب مت توڑو۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کل کلاں ملازم حکمران بن جائے اور تم نوکر بن جاؤ۔ اسلئے نوکروں سے نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ (۳) اللہ تعالیٰ جسے مضبوط حکومت عنایت کرے تو اسے چاہیئے کہ وہ عام درویشوں کی خدمت کرے تاکہ کل دنیا یا آخرت میں اپنے اقتدار میں تجھ سے نوازش کریں۔ (۴) چونکہ شطرنج کی چال میں پیادہ اچانک وزیر بن جاتا ہے۔ اسی طرح کل کوئی غریب درویش حکمرانی کے عہدے پر اچانک پہنچ سکتا ہے۔ (۵) جو دل نصیحت کو جلد قبول کرتا ہے۔ اس میں بغض و کینہ کو جگہ نہیں ملتی۔ کیونکہ دل آئینے کی طرح صاف ستھرا ہوتا ہے۔ (۶) جو لوگ روکھی سوکھی یا گری پڑی چیزیں کھا کر زندگی گزارتے ہیں۔ ان پر غضبناک نہیں ہونا چاہیئے۔ (۷) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ غربت کے ماروں میں سے کسی کو دولت عطا فرمائے۔ اور اس کے غم کا بوجھ تمہارے دل پر رکھ دے۔ (۸) بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے جو کل تک ناز و نعم میں زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ گداگر ہو گئے اور بھکاری عیش و عشرت کرنے لگے۔ (۹) اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے حکمرانی عطا کی ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو ستایا نہ کرے۔ مبادا کہ ایک وقت ایسا بھی آجائے کہ اسے خود ماتحت ہونا پڑے۔

حکایت[۱]

کہانی

مصرعِ اول		مصرعِ دوم
بنالید درویشے از ضعفِ حال	۲	بر تند روئے خداوند مال
حالت کی کمزوری سے ایک درویش رو پڑا		ایک مال دار بدمزاج کے پاس
نہ دینار دادش سیہ دل نہ دانگ	۳	برو زد بسر باری از طیرہ بانگ
سیاہ دل نے اس کو نہ دینار دیا نہ پیسہ		بے عقلی سے اس پر غصّہ سے چیخ پڑا
دل سائل از جورِ اُو خوں گرفت	۴	سر از غم برآورد و گفت اے شگفت
بھکاری کا دل اس کے ظلم سے خون ہو گیا		غم سے سر ابھارا اور بولا، ہائے تعجب
توانگر ترش روئے بارے چراست	۵	مگر مے نترسد ز تلخیٔ خواست
مال دار اس وقت ترش رو کیوں ہے		شاید وہ بھیک کی کڑواہٹ سے نہیں ڈرتا ہے
بفرمود کوتاہ نظر تا غلام	۶	براندش بزاری و زجرِ تمام
کوتاہ نظر نے حکم دے دیا، نوکر نے		ذلت اور پوری جھڑکی سے اس کو نکال دیا
بہ ناکردن شکرِ پروردگار	۷	شنیدم کہ برگشت از و روزگار
خُدا کا شکر نہ کرنے کی وجہ سے		میں نے سنا ہے اس سے زمانہ برگشتہ ہو گیا
بزرگیش سر در تباہی نہاد	۸	عطارد قلم در سیاہی نہاد
اس کی بزرگی نے تباہی میں سر دھرا		عطارد نے سیاہی میں قلم رکھا
شقاوت برہنہ نشاندش چو سیر	۹	نہ بارش رہا کرد و نے بارگیر
بدبختی نے اس کو لہسن کی طرح ننگا کر بٹھایا		نہ اس کا سامان چھوڑا نہ بوجھ لادنے والا
فشاندش قضا بر سر از فاقہ خاک	۱۰	مشعبد صفت کیسہ و دستِ پاک
تقدیر نے اس کے سر پر فاقہ کی خاک اڑائی		بازیگر کی طرح اس کی تھیلی اور ہاتھ صاف ہو گیا

(۱) حکایت: کہانی۔ (۲) بنالید: رو دیا۔ درویشے: ایک درویش۔ ضعفِ حال: حالت کی کمزوری یعنی غریبی۔ بر تند خوئے: ایک بدمزاج کے پاس۔ خداوندِ مال: مالدار۔ (۳) دینار: ایک عربی سکہ۔ دادش: دیا اس کو۔ سیہ دل: سیہ دل والے نے۔ دانگ: ایک سکہ جو تقریباً ٹکے کے برابر ہوتا ہے۔ برو: اس پر۔ زد: ماری۔ بسر باری: اس کے علاوہ اس کے۔ طیرہ: غصّہ۔ بانگ: آواز۔ (۴) سائل: سوالی۔ جورِ اُو: اس کا ظلم۔ خوں گرفت: خون پکڑا۔ برآورد: نکالا۔ گفت: کہا۔ شگفت: تعجب۔ (۵) توانگر: دولت مند۔ ترش روئے: کھنچے چہرے والا۔ بارے: بھلا۔ چراست: کیوں ہے۔ مگر: شاید۔ مے نترسد: نہیں ڈرتا۔ تلخیٔ خواست: سوالی کی تلخی۔ (۶) بفرمود: حکم دیا۔ کوتاہ نظر: تھوڑی نظر والے۔ تا: تاکہ۔ براندش: نکال دیا اس کو۔ بزاری: ذلت سے۔ زجرِ تمام: پوری طرح جھڑک۔ (۷) ناکردن: نہ کرنا۔ پروردگار: اللہ تعالیٰ۔ شنیدم: میں نے سنا۔ برگشت: پھر گیا۔ از و: اس سے۔ روزگار: زمانہ۔ (۸) بزرگیش: اس کی بڑائی۔ در تباہی: تباہی میں۔ نہاد: رکھا اس نے۔ عطارد: ایک ستارہ جسے آسمان کا منشی کہتے ہیں۔ گویا وہ تقدیر کا لکھنے والا ہے۔ (۹) شقاوت: بدبختی۔ برہنہ: ننگا۔ نشاندش: بٹھایا اس کو۔ چو: مثل۔ سیر: لہسن۔ بارش: اس کا بوجھ۔ رہا کرد: چھوڑ دیا۔ نے: نہ۔ بارگیر: بوجھ اٹھانے والے۔ (۱۰) فشاندش: چھڑک دی۔ شین سر کے ساتھ لگتی ہے یعنی اس کا سر۔ خاک: مٹی۔ مشعبد: شعبدہ باز۔ کیسہ: تھیلی۔ پاک: خالی۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ گداگروں سے بدتمیزی کرتے ہیں۔ ان کے دل میں یہ خوف ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ وہ شاہ کو گدا اور گدا کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔ (۲) حالات کے ستائے ہوئے ایک درویش نے کسی بدمزاج مالدار کے سامنے حالات کی ستم ظریفی کا تذکرہ کرتے ہوئے اس سے مدد طلب کی۔ (۳) اس مالدار نے درویش کی مدد تو نہ کی۔ البتہ انتہائی بدمزاجی کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کر کے اسے اپنے ہاں سے نکال دیا۔ (۴) مالدار کی بدسلوکی سے متاثر ہو کر درویش کا دل خون کے آنسو رو دیا اور شکستہ دل سے اوپر سر اٹھایا اور اظہارِ تعجب کرنے لگا۔ (۵) اور درویش متفکر ہوا کہ یہ (مالدار) شخص اسقدر تلخ مزاج کیوں ہے۔ شاید اسے مانگنے کی ذلت کا اندازہ نہیں۔ (۶) مغرور مالدار نے اپنے غلام کو بلایا اور دھکے دلوا کر درویش کو نکلوا دیا۔ (۷) تکبّر کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کو متکبر مالدار کی ناشکری اچھی نہ لگی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس (متکبر مالدار) کا سب کچھ برباد کر دیا۔ (۸) اس (مالدار) کی تمام کبریائی و سرداری خاک میں مل گئی۔ نصیب نے منہ موڑ لیا۔ آسمان سے اس کی مفلسی کے آرڈر جاری ہو گئے۔ (۹) اس (مالدار) پر بدنصیبی چھا گئی۔ مال و متاع لُٹ گیا۔ تمام نوکر و غلام رفو چکر ہو گئے۔ اور وہ خود لہسن کی گھٹی کی طرح ننگا ہو گیا۔ (۱۰) اس (مالدار) کے مقدر ایسے ہارے کہ فاقہ مستی میں وقت گزرنے لگا۔ جیب بھی خالی ہو گئی۔ ہاتھوں میں بھی کچھ باقی نہ رہا۔

سراپائے حالش دگرگونہ گشت	۱	بریں ماجرا مدّتے برگزشت
اس کی پوری حالت دگرگوں ہوگئی		اس کے بعد جب اس کی تباہی پر ایک زمانہ گزر گیا
غلامش بدستِ کریمے فتاد	۲	توانگر دل و دست و روشن نہاد
اس کا غلام ایک سخی کے ہاتھ پڑا		جو دل اور ہاتھ کا مالدار اور روشن طبیعت تھا
بدیدارِ مسکین آشفتہ حال	۳	چناں شاد بودے کہ مسکیں بمال
پریشان حال مسکین کو دیکھ کر		اس طرح خوش ہوتا تھا جیسا کہ مسکین مال کو دیکھ کر
شبانگہ یکے بردرش لقمہ جست	۴	ز سختی کشیدن قدمہاش سُست
رات کے وقت ایک شخص نے اسکے دروازہ پر لقمہ مانگا		سختی جھیلنے کی وجہ سے اس کے قدم سُست تھے
بفرمود صاحب نظر بندہ را	۵	کہ خوشنود کن مردِ درماندہ را
رحم دِل نے نوکر کو حکم دیا		کہ تھکے ہوئے کو خوش کردے
چوں نزدیک بردش زخواں بہرۂ	۶	برآورد بے خویشتن نعرۂ
جب وہ دستر خوان سے حصہ اس کے پاس لے گیا		اس نے بے خود ہو کر نعرہ مارا
چو نزدیک آمد بر خواجہ باز	۷	عیاں کرد اشکش بدیباچہ راز
جب مالک کے پاس لوٹ کر آیا		اس کے چہرے کے آنسوؤں نے راز کھول دیا
بپرسید سالارِ فرخندہ خوئے	۸	کہ اشکت ز جورِ کہ آمد برُوئے
مبارک طبیعت آقا نے دریافت کیا		کہ تیرے چہرے پر آنسو کس کے ظلم سے آئے ہیں
بگفت اندرونم بشورید سخت	۹	بر احوالِ ایں پیر شوریدہ بخت
اس نے کہا میرا دل سخت بے چین ہو گیا		اس پریشان نصیب بوڑھے کے احوال پر
کہ مملوکِ وے بودم اندر قدیم	۱۰	خداوندِ املاک و اسباب و سیم
اس لیے کہ میں پہلے اس کا غلام تھا		جو کہ جائیدادوں اور سامانوں و چاندی کا مالک تھا

(۱) سراپائے حالش: اس کے حال کا سراپا۔ دگرگونہ: تبدیل گشت: ہوگیا۔ بریں ماجرا: اس قصے پر۔ برگزشت: گزر گیا۔ (۲) غلامش: اس کا غلام۔ بدستِ کریمے: ایک سخی مرد کے ہاتھ۔ فتاد: پڑگیا۔ توانگر دل و دست: ہاتھ اور دل کا غنی۔ روشن نہاد: روشن طبیعت۔ (۳) مسکین آشفتہ حال: پریشان حال والا مسکین۔ چناں شاد بودے کہ: خوش ہوتا وہ کہ جیسا کہ۔ بمال: مال سے۔ (۴) شبانگہ: رات کے وقت۔ بردرش: اس کے دروازے پر۔ لقمہ: روٹی کا ٹکڑا۔ جست: مانگا ڈھونڈا۔ سختی کشیدن: سختی کھینچنا۔ قدمہاش: اس کے قدم۔ سُست: کمزور۔ (۵) بفرمود: اس نے حکم دیا۔ صاحب نظر: نظر والا۔ بندہ: غلام۔ خوشنود: خوش۔ کن: کر۔ مردِ درماندہ: تھکا ہوا آدمی۔ (۶) چوں: جب۔ بردش: لے گیا اس کے۔ زخواں: دستر خوان سے۔ بہرۂ: کوئی حصہ۔ برآورد: نکالی۔ بے خویشتن: بے خود ہو کر۔ نعرۂ: ایک نعرہ۔ (۷) چو: جب۔ آمد: آیا وہ۔ بر خواجہ: آقا کے پاس۔ باز: واپس عیاں کرد: ظاہر کر دیا۔ اشکش: اس کے آنسوؤں نے بدیباچہ: چہرے پر۔ (۸) بپرسید: پوچھا۔ سالارِ فرخندہ خو: مبارک طبع سردار۔ اشکت: تیرے آنسو۔ از جورِ کہ: کس کے ظلم سے۔ آمد: آیا۔ بروُ: چہرے پر۔ (۹) بگفت: اس نے کہا۔ اندرونم: میرا دل۔ بشورید: پریشان ہوگیا احوال: جمع حال۔ ایں پیر شوریدہ بخت: اس بدبخت بوڑھے پر۔ (۱۰) مملوک: غلام۔ وے: اس کا۔ بودم: تھا میں۔ اندر قدیم: پہلے وقت میں۔ خداوندِ املاک: جائیدادوں کا مالک۔ اسباب: جمع سامان۔ سیم: چاندی۔

تشریح: (۱) اس کی حالت ایکدم بدل گئی۔ امیری کی جگہ غریبی نے لے لی۔ اس (مالدار) کی کسمپرسی کا یہ حال ایک طویل مدت تک رہا۔ (۲) اس (متکبر مالدار) کا غلام ایک ایسے شخص کے پاس کام کرنے لگا جو دل کا غنی اور ہاتھ کا سخی تھا۔ (۳) وہ (سخی مرد) کسی فقیر کو دیکھتا تو بہت خوش ہوتا تھا۔ اس (سخی مرد) کی خوشی ایسے ہوتی تھی جیسے کسی تنگدست کو دولت مل جائے۔ (۴) رات کو کسی نادار نے اس (سخی مرد) کے دروازے پر دستک دی۔ جو کئی دنوں کے فاقوں سے نڈھال ہو چکا تھا۔ (۵) دروازے پر فقیر کی صدا سُن کر سخی مَرد نے اپنے غلام سے کہا کہ مسکین کے لیے کھانا لے جاؤ۔ اور جو کچھ بھی مانگتا ہے اسے دیکر خوش کرو۔ (۶) جب وہ (غلام) کھانا لے کر دروازے پر آئے ہوئے فقیر کے قریب گیا تو اسے پہچان گیا۔ چنانچہ بے ساختہ غلام کی چیخ نکل گئی۔ (۷) اپنے پہلے آقا کی حالت زار دیکھ کر غلام کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اسی رونے کی حالت میں وہ (غلام) اپنے موجودہ آقا (سخی مرد) کے پاس آیا۔ (۸) نیک طبع سخی مَرد نے غلام سے رونے کی وجہ پوچھی کہ کہیں تم پر کسی نے ظلم تو نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے تم رو رہے ہو۔
(۹) اس (غلام) نے جواباً کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے تو دستک دینے والے بوڑھے اور بدقسمت فقیر کی حالت زار نے رُلایا ہے۔
(۱۰) دروازے پر دستک دینے والا مسکین آدمی میرا پہلا آقا ہے۔ جو کسی دور میں سونے چاندی اور مال و متاع کا مالک تھا۔

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	چو کوتاہ شد دستش از عز وناز	کند دستِ خواہش بدرہا دراز
	جب عزت اور ناز سے اس کا ہاتھ کوتاہ ہوگیا	تو سوال کا ہاتھ دروازوں پر پھیلاتا ہے
۲	بخندید وگفت اے پسر جور نیست	ستم بر کس از گردشِ دور نیست
	وہ ہنسا اور بولا اے لڑکے ظلم نہیں ہے	زمانہ کی گردش کا کسی پر ظلم نہیں ہے
۳	نہ آں تنگ روزیست بازارگاں	کہ بردے سراز کبر بر آسماں
	کیا یہ وہی بدنصیب تاجر نہیں ہے	جو تکبر کی وجہ سے آسمان پر سر رکھتا تھا
۴	من آنم کہ آں روزم از در براند	بروزِ منش دورِ گیتی نشاند
	میں وہی ہوں کہ اس روز دروازے سے مجھے نکلوادیا تھا	دور زمانہ نے اس کو میرے زمانہ میں پہنچادیا
۵	نگہ کرد باز آسماں سوئے من	فروشست گردِ غم از روئے من
	آسمان نے دوبارہ میری طرف دیکھا	میرے چہرے سے غم کی گرد دھوئی
۶	خدا ار بحکمت ببندد درے	کشاید بفضل وکرم دیگرے
	خدا اگر کسی مصلحت سے کوئی دروازہ بند کرتا ہے	فضل وکرم سے دوسرا دروازہ کھول دیتا ہے
۷	بسا مفلس بے نوا سیر شد	بسا کار منعم زبر زیر شد
	بہت سے بے سروسامان مفلس ہیں جو پیٹ بھرے ہوگئے	بہت سے مال داروں کا کام درہم برہم ہوگیا

حکایت

کہانی

	مصرع اول	مصرع دوم
۹	یکے سیرتِ نیک مرداں شنو	اگر نیک مردی و پاکیزہ رو
	ایک بار نیک مردوں کی سیرت سن	اگر تو نیک مرد اور نیک چلن ہے
۱۰	کہ شبلی زحانوتِ گندم فروش	بدہ برد انبانِ گندم بدوش
	گندم فروش کی دکان سے شبلی	گیہوں کا بورا کندھے پر رکھ کر گاؤں میں لے گئے

(۱) چو: جب۔ کوتاہ: چھوٹا۔ شد: ہوگیا۔ دستش: اس کا ہاتھ۔ عز وناز: عزت اور ناز۔ کند: کرتا ہے۔ دستِ خواہش: خواہش کا ہاتھ۔ بدرہا: دروازوں پر۔ دراز: لمبا۔ (۲) بخندید: ہنس پڑا وہ۔ گفت: اس نے کہا۔ پسر: لڑکا۔ جور: ظلم۔ نیست: نہیں ہے۔ ستم: ظلم۔ بر کس: کسی پر۔ گردشِ دور: زمانے کی گردش۔ (۳) نہ آں تنگ روزیست: وہی تنگ روزی والا نہیں ہے۔ بازارگاں: سوداگر۔ بردے: لے جاتا تھا۔ از کبر: تکبر کی وجہ سے۔ (۴) من آنم: میں وہ ہوں۔ آں روزم: اس روز مجھ کو۔ از در: دروازے سے۔ براند: چلادیا۔ بروزِ منش: میرے دن پر اس کو۔ دورِ گیتی: زمانے کی گردش۔ نشاند: بٹھادیا۔ (۵) نگہ کرد: نظر کی۔ باز: پھر۔ سوئے من: میری طرف۔ فروشست: دھو ڈالی۔ گردِ غم: غم کی گرد۔ روئے من: میرا چہرہ۔ (۶) ار: اگر۔ بحکمت: حکمت سے۔ ببندد: بند کرتا ہے۔ درے: ایک دروازہ۔ کشاید: کھول دیتا ہے۔ بفضل: مہربانی۔ کرم: بخشش۔ دیگرے: دوسرا۔ (۷) بسا: بہت سے۔ مفلس: غریب۔ بے نوا: بے سروسامان۔ سیر شد: رج گئے۔ کار منعم: مالدار کا کاروبار۔ زبر زیر: اوپر نیچے یعنی تہس نہس۔ شد: ہوگیا۔ (۸) حکایت: کہانی۔ (۹) یکے: ایک ذرا۔ سیرت: حالاتِ زندگی۔ شنو: سُن۔ نیک مردی: نیک مَرد ہے تو۔ پاکیزہ رو: پاک چلنے والا۔ (۱۰) شبلی: ایک صوفی کامل جو حضرت جنید بغدادیؒ کے مُرید ومجاز تھے۔ حانوت: دکان۔ گندم فروش: گندم بیچنے والا۔ بدہ: دیہات میں۔ برد: لے گیا۔ انبان: چمڑے کا تھیلا۔ بدوش: کندھوں پہ۔

تشریح: (۱) اب اس کی یہ حالت ہے کہ وقار واعزازات چھن جانے کے بعد دربدر کی ٹھوکریں کھاکر بھیک مانگتا پھر رہا ہے۔ (۲) یہ بات سُن کر غلام کا موجودہ آقا ہنس دیا۔ اور کہا کہ اس پر کسی نے ظلم نہیں کیا۔ کیونکہ زمانے کی گردش ظلم نہیں ہوتا۔ یہ کیادھرا اس کا اپنا ہے۔ (۳) یہ شخص مال ودولت کی فراوانی میں اپنا دماغ خراب کر بیٹھا تھا۔ یہ وقت کا فرعون تھا۔ جو شخص تکبر سے اپنا سر آسمان تک لے جائے۔ اس کا یہی حشر ہوتا ہے۔ (۴) یہ قدرت کا نظام ہے کہ میں وہی فقیر ہوں جسے ایک دن دھکے دیکر اپنے دروازے سے دھتکار دیا تھا۔ اور آج گردشِ حالات اسے میرے دروازے پر لائے ہیں۔ (۵) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تقدیر کو مہربان کردیا۔ مجھ پر رزق کی ایسی کشادگی کی کہ آج میں بہت بڑا مالدار ہوں۔ (۶) جب مجھ پر ایک دروازہ بند ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے بہت سے دروازے کھول دیئے۔ دانا حضرات کا قول سچا ہے کہ ایک دَر بند سو دَر کھلے۔ (۷) دنیا میں اس نوعیت کی تبدیلیاں بہت دیکھنے میں آئی ہیں کہ مفلس وقلاش دولت مند ہوجاتے ہیں۔ اور امیر لوگوں پر فاقے راج کرتے ہیں۔ (۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ وہ لوگ انسانوں کی تکلیف تو درکنار حقیر مخلوق کی مضرت بھی برداشت نہیں کرتے۔ (۹) اگر تو پارسا ہے اور تیرا چال چلن صحیح ہے تو نیک سیرت آدمی کی حکایت سُن تاکہ تجھے اس سے نصیحت حاصل ہو۔ (۱۰) حضرت جنید بغدادیؒ کے مُرید ومجاز جناب شبلیؒ نے شہر سے گندم خریدی۔ جسے وہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اپنے گاؤں لے آئے۔

نگہ کرد مورے دراں غلّہ دید	۱	کہ سرگشتہ از ہر طرف مے دوید
نگاہ ڈالی تو اس غلّہ میں ایک چیونٹی دیکھی		جو پریشان ہر طرف سے دوڑ رہی تھی
زرحمت بروشب نیارست خفت	۲	بماوائے خود بازش آورد و گفت
اس پر شفقت کی وجہ سے رات بھر نہ سو سکے		اس کو اس کے ٹھکانے پر واپس لائے اور بولے
مروّت نباشد کہ ایں مور ریش	۳	پراگندہ گردانم از جائے خویش
انسانیت نہ ہوگی کہ اس پریشان چیونٹی کو		اس کی جگہ سے پریشان کردوں
درونِ پراگندگاں جمع دار	۴	کہ جمعیت باشد از روزگار
پریشان لوگوں کے دل کو مطمئن کر		تاکہ زمانہ سے تجھے اطمینان ہو
چہ خوش گفت فردوسیٔ پاک زاد	۵	کہ رحمت براں تربت پاک باد
پاک نسل فردوسی نے کیا اچھا کہا ہے		خدا کرے اس قبر پر رحمت نازل ہو
میازار مورے کہ دانہ کش است	۶	کہ جاں دارد و جان شیریں خوش است
اس چیونٹی کو نہ ستا جو ایک دانہ کھینچنے والی ہے		اسلیئے کہ وہ بھی جان رکھتی ہے اور پیاری جان اچھی ہے
سیاہ اندروں باشد و سنگدل	۷	کہ خواہد کہ مورے شود تنگ دل
وہ سیاہ باطن اور سنگ دل ہے		جو یہ چاہے کہ کوئی چیونٹی بھی تنگدل ہو
مزن بر سرِ ناتواں دستِ زور	۸	کہ روزے بپایش درافتی چو مور
طاقت کا ہاتھ کمزور کے سر پر نہ مار		کہ کسی دن چیونٹی کی طرح اسکے پاؤں میں آئیگا
نہ بخشید بر حال پروانہ شمع	۹	نگہ کن کہ چوں سوخت در پیش جمع
شمع نے پروانہ کے حال پر ترس نہ کھایا		دیکھ مجمع میں کیسی جلی
گرفتم ز تو ناتواں تر بسے ست	۱۰	توانا تر از تو ہم آخر کسے ست
میں مانتا ہوں بہت سے تجھ سے کمزور ہیں		آخر کوئی تو تجھ سے زیادہ طاقتور ہے

(۱) نگہ کرد، نظر کی۔ مورے، ایک چیونٹی۔ دراں غلّہ: اس غلّہ میں۔ دید، دیکھی۔ سرگشتہ، پریشان۔ مے دوید، دوڑتی تھی۔ (۲) زرحمت برو: اس پر رحمت کی وجہ سے۔ شب: رات۔ نیارست خفت، سو نہ سکے۔ بماوائے، خود اپنا ٹھکانہ۔ بازش آورد: اس کو واپس لائے گفت: اس نے کہا۔ (۳) مروّت، احسان۔ نباشد، نہیں ہوگا۔ مور: چیونٹی۔ ریش، زخمی۔ پراگندہ: پریشان گردانم، کروں میں۔ از جائے خویش، اپنی جگہ سے۔ (۴) دروں پراگندگاں: پریشان لوگوں کا دل۔ جمع دار، جمع رکھ۔ جمعیت باشد، تجھ کو جمعیت یعنی اطمینان ہوگا۔ روزگار: زمانہ۔ (۵) چہ خوش، کیا خوب۔ گفت، کہا۔ فردوسی، ایران کا بزرگ شاعر ہے جو شاہنامہ کا مصنف ہے اور محمود غزنوی کے زمانہ میں ہوا ہے۔ پاک زاد: پاک مقام کا پیدا شدہ یا پاک نسل سے تعلق رکھنے والا۔ براں تربت پاک: اس پاک قبر پر۔ باد: ہووے۔ (۶) میازار، مت ستا۔ مورے کہ، جو چیونٹی کہ۔ دانہ کش است: دانہ کھینچنے والی ہے۔ جاں دارد: جان رکھتی ہے جانِ شیریں، میٹھی جان۔ خوش است، خوب ہے۔ (۷) سیاہ اندروں، سیاہ باطن والا۔ باشد، ہوگا۔ سنگدل، پتھر دل۔ خواہد، چاہے۔ مورے، چیونٹی۔ بود، ہووے۔ (۸) مزن، مت مار۔ ناتواں، کمزور۔ دستِ زور: زور کے ہاتھ۔ روزے: ایک دن۔ بپایش، اس کے پاؤں میں۔ درافتی، گر پڑا تو۔ چو مور: چیونٹی کی طرح (۹) نہ بخشید: نہیں بخشا۔ برحال پروانہ: پروانے کی حالت پر۔ نگہ کن، نظر کر۔ چوں، کیسے۔ سوخت: جل گئی۔ پیش جمع۔ محفل کے سامنے۔ (۱۰) گرفتم، میں نے مانا۔ ناتواں تر، زیادہ کمزور۔ بسے ست، بہت ہیں۔ توانا تر، زیادہ طاقتور۔ ہم: بھی۔ کسے ست، کوئی شخص ہے۔

تشریح: (۱) جب انہوں (شبلیؒ) نے گندم کی بوری کھولی تو اس میں ایک چیونٹی دیکھی جو سرگرداں و پریشان حالت میں اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھی۔ (۲) آپ (شبلیؒ) کو بہت ترس آیا۔ چیونٹی کے بارے میں سوچتے رہے کہ میں اسے گھر سے بے گھر کا سبب بنا ہوں۔ اسی سوچ میں رات بھر سو نہ سکے تھے۔ (۳) وہ (شبلیؒ) تفکرات میں مگن ہو کر سوچ رہے تھے کہ یہ بات خلافِ مروّت ہے کہ یہ چیونٹی میری وجہ سے پریشان ہو۔ (۴) اگر ممکن ہو تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو راحت و سکون کا سامان مہیا کر۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی آرام و اطمینان کی زندگی کے پُرسکون لمحات نصیب فرمائے۔
(۵) اس حوالے سے بہت بڑے شاعر فردوسی نے کیا خوب کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قبر پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔ (آمین)
(۶) فردوسی کا قول ہے کہ "دانہ کھینچنے والی چیونٹی کو بھی تنگ نہ کرو۔ کیونکہ اس میں بھی اسی طرح جان موجود ہے۔ جیسا کہ تمہارے اندر پائی جاتی ہے۔ (۷) جو شخص چیونٹی کو تنگ کرتا ہے۔ وہ بدطینت اور پتھر دل ہوتا ہے۔ کیونکہ چیونٹی جیسا کمزور جانور اور کوئی نہیں۔ (۸) کسی ضعیف آدمی پر جور و ستم کے پہاڑ نہیں توڑنے چاہئیں۔ کیونکہ دنیا مکافاتِ عمل ہے۔ کبھی وقت کی تبدیلی چیونٹی کی طرح اس کے قدموں میں نہ گرا دے۔
(۹) شمع پروانے کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ لیکن وہ خود بھی سرِ محفل تن تنہا جل جاتی ہے۔ چنانچہ اسی شمع کے مکافاتِ عمل پر ہی غور کرنا چاہیئے۔ (۱۰) یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تو طاقتور ہے۔ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں کمزور لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ لیکن یہ بھی جان لے کہ ایک ذات ایسی بھی ہے جس کی قوتوں کی کوئی انتہا نہیں۔

(۱) گفتار اندر جواں مردی و ثمرۂ آں

کہاوت، سخاوت اور اس کے پھل کے بیان میں

مصرع اول		مصرع ثانی
ببخش اے پسر کادمی زادہ صید	۲	باحساں تواں کرد وحشی بقید
اے لڑکے بخشش کر اس لیئے کہ انسان کو شکار		احسان سے کیا جاسکتا ہے اور وحشی کو قید سے
عدو را بہ الطاف گردن بہ بند	۳	کہ نتواں بریدن بہ تیغ ایں کمند
مہربانیوں سے دشمن کی گردن باندھ		اس لیئے کہ یہ رسی تلوار سے نہیں کاٹی جاسکتی ہے
چو دشمن کرم بیند و لطف و جود	۴	نیاید دگر خبث ازو در وجود
جب دشمن بخشش اور مہربانی اور سخاوت دیکھتا ہے		دوبارہ اس سے خباثت وجود میں نہیں آتی ہے
مکن بد کہ بد بینی از یارِ نیک	۵	نہ روید ز تخمِ بدی بارِ نیک
بُرائی نہ کر ورنہ نیک دوست سے بھی بُرائی دیکھے گا		برائی کے بیج سے اچھا پھل نہیں اگتا ہے
چو با دوست دشوار گیری و تنگ	۶	نخواہد کہ بیند ترا نقش و رنگ
جب تو دوست کے ساتھ سخت گیری اور تنگی کرے گا		وہ نہیں چاہے گا کہ تیرا نقش اور رنگ دیکھے
وگر خواجہ با دشمناں نیک خوست	۷	بسے بر نیاید کہ گردند دوست
اگر خواجہ دشمنوں کے ساتھ نیک عادت ہے		زیادہ وقت نہ گزرے گا کہ وہ دوست بن جائیں گے

(۸) حکایت در معنیٰ صید کردن دلہا با احسان

احسان کے ذریعہ دلوں کا شکار کرنے کے بیان میں

مصرع اول		مصرع ثانی
برہ در یکے پیشم آمد جواں	۹	بہ تگ در پیش گوسفندے رواں
ایک راستہ میں ایک نوجوان میرے سامنے آیا		ایک بکری اس کے پیچھے بھاگی چلی جارہی تھی
بدو گفتم ایں ریسمانست و بند	۱۰	کہ مے آرد اندر پیئت گوسپند
میں نے اس سے کہا کہ یہ رسی اور بندش کی وجہ ہے		جو بکری کو تیرے پیچھے لا رہی ہے

(۱) گفتار: کہاوت۔ جواں مردی: سخاوت۔ ثمرۂ آں: اس کا پھل۔ (۲) ببخش: بخشش کر۔ پسر: لڑکا۔ کادمی زادہ: کہ آدمی کا بچہ یعنی انسان۔ صید: شکار۔ باحساں: احسان کے ساتھ۔ تواں کرد: کر سکتے ہیں۔ وحشی: جنگلی جانور۔ بقید: رسی سے یا جال سے۔ (۳) عدو: دشمن۔ بہ الطاف: مہربانیوں سے۔ بہ بند: باندھ۔ نتواں بریدن: نہیں کاٹی جاسکتی۔ بہ تیغ: تلوار سے۔ ایں: یہ۔ کمند: پھندا۔ (۴) کرم بیند: بخشش دیکھے گا۔ لطف: مہربانی۔ جود: سخاوت۔ نیاید: نہیں آوے گا۔ دگر: پھر۔ خبث: خباثت۔ ازو: اس سے۔ در وجود: موجود ہونا۔ (۵) مکن: مت کر۔ بد: بدی۔ بد بینی: برائی دیکھے گا تو۔ یارِ نیک: نیک یار۔ نہ روید: نہیں اگتا۔ تخمِ بد: بدی کا بیج۔ بارِ نیک: نیک پھل۔ (۶) چو: جب۔ دشوار: سختی۔ گیری: اختیار کرے تو۔ تنگ: تنگی۔ نخواہد: نہیں چاہے گا۔ بیند: دیکھے۔ ترا: تیرا۔ نقش و رنگ: مراد شکل و صورت۔ (۷) خواجہ: صاحب۔ دشمناں: جمع۔ نیک خو: اچھا برتاؤ کرنے والا۔ بسے: زیادہ وقت۔ بر نیاید: نہیں آئے گا۔ گردند: ہو جائیں گے۔ (۸) معنیٰ: مضمون۔ صید کردن: شکار کرنا۔ دلہا: جمع دلوں۔ با احسان: احسان کے ساتھ۔ (۹) برہ: راستہ میں۔ در: زائد۔ پیشم: میرے سامنے۔ آمد: آیا۔ بہ تگ: دوڑ کر۔ در پیش: اس کے پیچھے۔ گوسفندے: ایک بکری۔ رواں: چل رہی تھی۔ (۱۰) بدو: اس کو۔ گفتم: میں نے کہا۔ ایں: یہ۔ ریسمانست: رسی ہے۔ بند: قید، پٹہ۔ مے آرد: لا رہی ہے۔ اندر پیئت: تیرے پیچھے۔ گوسپند: بکری۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ حتی المقدور کوشش ہونی چاہیئے کہ لوگوں سے عفو و درگزر اور احسان و سلوک کا برتاؤ کیا جائے۔ (۲) اگر انسان کا شکار کرنا ہے تو اس پر احسان کا جال پھینک دے۔ کیونکہ انسان احسان سے اور جانور جال سے شکار ہوتا ہے۔

(۳) احسان ایک ایسی کمند ہے جو دشمن کی گردن میں پڑ جائے تو وہ بھی جھک جاتا ہے۔ یہ ایسی کمند ہے جسے تلوار بھی نہیں کاٹ سکتی۔

(۴) اگر تو لگاتار دشمن پر احسانات کی بارش کرے گا تو وہ بالآخر تیرے بہتر سلوک سے متاثر ہو کر تیری ایذا رسانی سے باز رہے گا۔ بشرطیکہ وہ کینہ نہ ہو۔

(۵) بُرائی کرنے سے بدکار کے سامنے برائی ہی آتی ہے حتیٰ کہ بُرے آدمی کے نیکوکار دوست بھی اس سے بُرا سلوک کرتے ہیں۔

(۶) جب تو اپنے دوستوں سے بدسلوکی و سخت گیری سے کام لے گا تو وہ تجھے دیکھنا بھی گوارا نہ کریں گے۔ (۷) اگر کوئی آدمی اپنے دشمنوں سے اچھا معاملہ کرتا ہے تو بہت جلد اس کے وہ دشمن اچھے دوست بن جائیں گے۔ (۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ احسان ایک ایسا سرمایہ ہے جس کے استعمال سے انسان بلاقیمت غلام بن جاتا ہے۔ (۹) شیخ سعدیؒ کو راستے میں ایک ایسا شخص ملا جس کے پیچھے بکری خود بخود دوڑتی ہوئی آرہی تھی۔ جو رسی سے بندھی ہوئی تھی۔ (۱۰) شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس (بکری والے) سے کہا کہ بکری کا تیرے پیچھے چلنا اس کی گردن میں پڑی ہوئی رسی کی وجہ سے ہے۔

سبک طوق و زنجیر از و باز کرد	۱	چپ و راست پوئیدن آغاز کرد
اس نے فوراً اس کا پٹا اور زنجیر کھول دی		اس نے بائیں اور دائیں طرف دوڑنا شروع کر دیا
بره ہمچناں در پیش مے دوید	۲	کہ جو خوردہ بود از کف مرد خوید
راستہ پر اسی طرح اسکے پیچھے دوڑ رہی تھی		اسلیئے کہ اس شخص کے ہاتھ سے جو اور خوید کھائے ہوئے تھی
چو باز آمد از عیش و بازی بجا	۳	مرا دید و گفت اے خداوند را
جب وہ کھیل کود سے اپنی جگہ واپس لوٹا		مجھے دیکھا اور بولا اے صاحب رائے
نہ ایں ریسماں مے برد بامنش	۴	کہ احساں کمندیست در گردنش
رسی اس کو میرے ساتھ نہیں لے چلتی ہے		بلکہ احسان اس کے گلے کی رسی ہے
بلطفے کہ دیدست پیل دماں	۵	نیارد ہمے حملہ بر پیل باں
مہربانی جو مست ہاتھی نے دیکھی ہے		فیل بان پر حملہ نہیں کرتا ہے
بداں را نوازش کن اے نیک مرد	۶	کہ سگ پاس دارد چو نانِ تو خورد
اے نیک مرد! بدوں پر مہربانی کر		کتا جب تیری روٹی کھاتا ہے تو تیری حفاظت کرتا ہے
بر آں مرد کندست دندانِ یوز	۷	کہ مالد زباں بر پنیرش دو روز
اس شخص پر چیتے کے دانت کند ہو جاتے ہیں		جس کے پنیر پر وہ دو دن زبان مل دیتا ہے

حکایت درویش با روباہ

فقیر کا لومڑی کے ساتھ قصہ

یکے روبہے دید بے دست و پا	۹	فرو ماند در صنع و لطفِ خدا
ایک شخص نے ایک لومڑی کو بے ہاتھ پاؤں کے دیکھا		خدا کی کاریگری اور مہربانی میں حیران رہ گیا
کہ چوں زندگانی بسر مے برد	۱۰	بدیں دست و پا از کجا مے خورد
کہ وہ زندگی کیسے بسر کرتی ہے		ایسے ہاتھ پیر ہوتے ہوئے کہاں سے کھاتی ہے

(۱) سبک: جلدی۔ طوق: پٹہ۔ ازو: اس سے۔ باز کرد: کھول لی۔ چپ: بائیں۔ راست: دائیں۔ پوئیدن: دوڑنا۔ آغاز کرد: شروع کیا۔ (۲) برہ: رستہ میں۔ ہمچناں: ویسے ہی یعنی بغیر رسی کے۔ در پیش: اس کے پیچھے۔ مے دوید: دوڑتی تھی۔ خوردہ بود: کھائے ہوئے تھی۔ کف مرد: مرد کا ہاتھ۔ خوید: جو کا سبز چارہ۔ (۳) چو: جب۔ باز آید: واپس آئی۔ عیش و بازی: کھیل کود۔ بجا: جگہ پر۔ مرا: مجھ کو۔ دید: دیکھا اس نے۔ گفت: کہا اس نے۔ خداوند را: رائے کے مالک۔ (۴) ایں: یہ۔ ریسماں: رسی۔ مے برد: لے جا رہی ہے۔ بامنش: میرے ساتھ اس کو۔ کہ: بلکہ۔ کمندیست: ایک کمند ہے۔ در گردنش: اس کی گردن میں۔ (۵) بلطفے کہ: جو مہربانی کہ۔ دیدست: اس نے دیکھی ہے۔ پیل دماں: مست ہاتھی۔ نیارد: نہیں لا سکتا۔ "ہمے" نیارد کے اوپر لگتا ہے۔ پیل باں: مہاوت ہاتھی والا۔ (۶) بداں را: بُرے کو۔ نوازش کن: مہربانی کر۔ سگ: کتا۔ پاس دارد: لحاظ رکھتا ہے۔ چو: جب۔ نانِ تو: تیری روٹی۔ خورد: کھاوے۔ (۷) بر آں مرد: اس مرد پر۔ کندست: بیکار ہیں۔ دندانِ یوز: چیتے کے دانت۔ مالد: ملتا ہے۔ پنیرش: اس کا پنیر۔ دو روز: دو دن۔ (۸) روباہ: لومڑی۔ (۹) یکے: ایک شخص۔ روبہے: ایک لومڑی۔ بے دست و پا: بغیر ہاتھ پاؤں کے یعنی لنجی لولی۔ فرو ماند: عاجز رہ گیا۔ صنع: کاریگری یا قدرت۔ لطفِ خدا: خدا کی مہربانی۔ (۱۰) چوں: کیسے۔ بسر مے برد: بسر کرتی ہے۔ بدیں دست و پا: ان ہاتھ پاؤں سے۔ از کجا: کہاں سے۔ مے خورد: کھاتی ہے۔

تشریح: (۱) اس (بکری والے) نے شیخ سعدیؒ کی بات سنتے ہی بکری کے گلے سے پٹہ یا رسی نکال دی اور بکری اِدھر اُدھر بھاگنے لگی۔ (۲) ارد گرد دوڑنے کے باوجود بکری نے اپنے مالک کا پیچھا نہ چھوڑا۔ کیونکہ وہ اس کے ہاتھوں سے چارہ و گھاس کھاتی تھی۔ (۳) جب بکری اچھل کود کر واپس اپنے مالک کے پاس آکر رُک گئی، تو اس نے شیخ سعدیؒ کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے دانشمند! (۴) طنز بھرے لہجے میں وہ کہنے لگا کہ تمہارا یہ خیال درست نہیں کہ یہ بکری اپنی گردن میں ڈالی گئی رسی کی وجہ سے میرے پیچھے پیچھے آرہی ہے بلکہ اس کی گردن میں احسان کی کمند ہے۔ (۵) یہی وجہ ہے کہ مست ہاتھی اپنے مہاوت پر حملہ آور نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس نے بھی فیل بان کے ہاتھوں سے کھا پی کر اپنی گردن میں احسان کی کمند ڈالی ہوئی ہوتی ہے۔ (۶) تجھے بھی بُرے لوگوں پر احسان کی کمند ڈالنی چاہیئے۔ کیونکہ کتا جب اپنے مالک کے ہاں سے روٹی ٹکڑا کھاتا ہے وہ اس کا پاسبان اور وفادار بن جاتا ہے۔ (۷) چیتے جیسا جنگلی درندہ بھی اس شخص کی فرمانبرداری میں خود کو جھکا دیتا ہے۔ جو اسے چند دن پنیر کھلاتا ہے۔ (۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ انسان کو دوسروں کا محتاج ہونے کی بجائے اوروں کا محسن ہونا چاہیئے۔ (۹) کسی شخص نے ایک ایسی لومڑی دیکھی جس کے ہاتھ پاؤں نہیں تھے۔ چنانچہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت و مہربانی کی رمز نہ سمجھ سکا۔ (۱۰) یہ لومڑی ہاتھ پاؤں کے بغیر کھانے پینے کا بندوبست کس طرح کرتی ہو گی۔

۱	دریں بود درویش شوریدہ رنگ	کہ شیرے در آمد شغالے بچنگ
	فقیر دیوانہ وار اسی میں تھا	کہ ایک شیر ایک گیدڑ کو پنجہ میں دبائے آیا
۲	شغالِ نگوں بخت را شیر خورد	بماند آں چہ روباہ ازد سرخورد
	بد بخت گیدڑ کو شیر نے کھایا	جو بچا اس کو لومڑی نے پیٹ بھر کر کھایا
۳	دگر روز باز اتفاق اوفتاد	کہ روزی رساں قوتِ روزش بداد
	دوسرے دن بھی ایسا ہی اتفاق ہوا	کہ روزی پہنچانے والے نے اس دن کی خوراک اسکو پہنچادی
۴	یقیں مرد را دیدہ بینندہ کرد	شد و تکیہ بر آفرینندہ کرد
	یقین نے اس شخص کی آنکھیں کھول دیں	روانہ ہوگیا اور پیدا کرنے والے پر بھروسہ کیا
۵	کزیں پس بکنجے نشینم چو مور	کہ روزی نخوردند پیلاں بزور
	کہ اسکے بعد چیونٹی کی طرح ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤنگا	اسلیئے کہ ہاتھی بھی اپنی طاقت کے بل روزی نہیں کھاتے
۶	زنخداں فرو برد چندے بجیب	کہ بخشندہ روزی فرستد زغیب
	ٹھوڑی کئی دنوں تک گریباں میں ڈالے رکھی	کہ دینے والا غیب سے روزی بھیج دے گا
۷	نہ بیگانہ تیمار خوردش نہ دوست	چو چنگش رگ و استخواں ماند و پوست
	اس کا غم نہ غیر نے کیا نہ کسی دوست نے	اسکی رگیں اور ہڈیاں اور کھال ستار کی طرح ہوگئیں
۸	چو صبرش نماند از ضعیفی و ہوش	ز دیوارِ محرابش آمد بگوش
	جب ضعف کی وجہ سے اس کا صبر اور ہوش نہ رہا	دیوار کی محراب سے اس کے کان میں آیا
۹	برو شیرِ درندہ باش اے دغل	مینداز خود را چو روباہِ شل
	اے کمینہ جا اور پھاڑنے والا شیر بن	اپنے آپ کو لنجی لومڑی کی طرح نہ ڈال
۱۰	چناں سعی کن کز تو ماند چو شیر	چو روباہ چہ باشی بواماندہ سیر
	ایسی کوشش کر کہ شیر کی طرح تجھ سے بچ رہے	لومڑی کیطرح بچے ہوئے سے کیوں پیٹ بھرتا ہے

(۱) دریں بود، اسی خیال میں تھا۔ شوریدہ رنگ، اڑے رنگ والا یعنی پریشان۔ شیرے، ایک شیر۔ در آمد: آگیا۔ شغالے ایک گیدڑ۔ بچنگ، پنجے میں۔ (۲) شغالِ نگوں بخت: بدنصیب گیدڑ۔ شیر خورد، شیر نے کھایا۔ بماند، رہ گیا۔ آں چہ، جو کچھ کہ۔ روباہ: لومڑی۔ ازد سرخورد، پیٹ بھر کر کھایا۔ (۳) دگر روز، دوسرے دن۔ باز: پھر۔ اوفتاد، اتفاق پڑ گیا۔ روزی رساں، روزی پہنچانے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ قوتِ روزش، اس کی روز کی خوراک۔ بداد، دی اس نے۔ (۴) دیدہ، آنکھ۔ بینندہ کرد، دیکھنے والی کردی۔ شد، چلا گیا۔ تکیہ، بھروسہ یا توکل۔ آفرینندہ: پیدا کرنے والا۔ کرد: کیا۔ (۵) کزیں پس، کہ اس کے بعد۔ بکنجے، ایک کونے میں۔ نشینم، بیٹھ جاؤں گا میں۔ چو مور، چیونٹی کی طرح۔ نخوردند، نہیں کھائی انہوں نے۔ پیلاں، جمع ہاتھی۔ بزور، زور کے بل پر۔ (۶) زنخداں، ٹھوڑی۔ فرو برد، نیچے لے گیا۔ چندے، کچھ دن۔ بجیب: گریبان میں۔ بخشندہ، بخشنے والا۔ روزی فرستد، روزی بھیجے گا۔ زغیب، غیب سے۔ (۷) بیگانہ، غیر۔ تیمار، غم۔ خوردش، کھایا اس کا۔ چو: مثل۔ چنگش، چنگ یعنی ستار کی طرح اس کا۔ استخواں: ہڈی۔ ماند، رہ گئی۔ پوست، کھال۔ (۸) چو: جب۔ صبرش: صبر اس کو۔ نماند، نہ رہا۔ ضعیفی، کمزوری۔ زدیوار محرابش محراب کی دیوار سے اس کو۔ آمد، آئی۔ بگوش، کان میں (۹) برو، جا۔ شیرِ درندہ، پھاڑنے والا شیر۔ باش، ہو جا۔ دغل، مکار۔ مینداز، مت گرا۔ خود را، اپنے آپ کو چو، مثل۔ روباہ شل، لنجی لومڑی۔

(۱۰) چناں: ایسے۔ سعی، کوشش۔ کن، کر۔ کز تو، جیسا کہ تجھ سے۔ ماند، رہ جائے۔ چو شیر، شیر کی طرح۔ چو روباہ، لومڑی کی طرح۔ چہ باشی، کیا رہے گا۔ بواماندہ، بچے ہوئے کیساتھ

تشریح: (۱) ابھی وہ شخص انہی تصورات میں کھویا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شیر گیدڑ کا شکار کر کے (وہاں لومڑی کے قریب) آیا۔ (۲) چنانچہ شیر نے گیدڑ کھالیا اور اس سے جو کچھ بچ گیا وہ ہاتھ پاؤں سے معذور و محروم لومڑی نے پیٹ بھر کے کھالیا۔ (۳) دوسرے دن بھی رزاق عالم نے لومڑی کو اسی (پہلے دن کی) طرح رزق بہم پہنچایا۔ (۴) مشاہدہ کرنے والے شخص کے دل میں یقین محکم نے جڑ پکڑی کہ معذور لومڑی کی طرح مجھے بھی غیب سے رزق حاصل ہو سکتا ہے۔ (۵) ضعیف چیونٹیوں کو روزی مل جاتی ہے۔ ہاتھی اپنی طاقت کے بل بوتے پر رزق حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میں بھی بیٹھ جاؤں۔ مجھے بھی میرا نصیب مل جائے گا۔ (۶) چنانچہ کئی دنوں تک وہ (مشاہدہ کرنے والا درویش) مراقبہ کی شکل میں غیب سے پہنچنے والے رزق کا منتظر رہا۔ (۷) اسے غیب سے رزق ملنا تو درکنار کسی اپنے پرائے دوست و ہمسائے نے اس کی خبر گیری تک نہ کی۔ (۸) جب بھوک سے نڈھال ہونے کی وجہ سے اس کی قوتِ برداشت جواب دے گئی تو محراب سے ایک غائبانہ آواز سنائی دی۔ (۹) غیب سے ہاتف نے کہا کہ معذور لومڑی کی طرح بچے کھچے پر گذر بسر کرنے کا کیوں سوچتا ہے۔ چیر پھاڑ کرنے والے شکاری شیر کی طرح زندگی گذار۔ (۱۰) محنت و مشقت سے اتنا رزق حاصل کر کہ تو خود بھی کھا اور اپنے اہل و عیال اور دوست احباب اور اقربا کو بھی فائدہ پہنچا۔

مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ دوم
چوں شیراں کرا گردن فربہ ہست	۱	گرافتد چو روبہ سگ ازوے بہ است
جس کی گردن شیروں کی طرح موٹی ہے		اگر وہ لومڑی کیطرح پڑا ہے تو کتا اس سے بہتر ہے
بچنگ آرد با دیگراں نوش کن	۲	نہ بر فضلۂ دیگراں گوش کن
پنجہ میں لا اور دوسروں کو کھلا		دوسروں کے بچے ہوئے پر کان نہ دھر
بخور تا توانی ببازوئے خویش	۳	کہ سعیت بود در ترازوئے خویش
جب تک ہو سکے اپنے بازو کے ذریعہ کھا		جب تک تیری کوشش تیری ترازو میں ہے
چو مرداں ببر رنج و راحت رساں	۴	مخنث خورد رنج دستِ کساں
مردوں کی طرح تکلیف اٹھا اور آرام پہنچا		لوگوں کی محنت کی کمائی ہیجڑا کھاتا ہے
برو دست گیر اے نصیحت پذیر	۵	نہ خود را بیفگن کہ دستم بگیر
اے نصیحت کو قبول کرنیوالے جا اور دستگیری کر		نہ کہ اپنے آپ کو گرادے کہ میری دستگیری کر
خدا را بر آں بندہ بخشائش ست	۶	کہ خلق از وجودش در آسائش ست
اس بندہ پر خدا کی مہربانی ہے		جس کے وجود سے مخلوق کو راحت ہے
کرم ورزد آں سر کہ مغزے دروست	۷	کہ دوں ہمتانند بے مغز پوست
جس سر میں بھیجا ہے وہ کرم اختیار کرتا ہے		کم ہمت لوگ بے گری کا چھلکا ہیں
کسے نیک بیند بہر دو سرا	۸	کہ نیکی رساند بخلق خدا
دونوں جہان میں وہ نیکی دیکھتا ہے		جو خلقِ خدا کو نیکی پہنچاتا ہے

حکایت[9] عابد بخیل

بخیل عابد کا قصہ

مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ دوم
شنیدم کہ مردے ست پاکیزہ بوم	۱۰	شناسا و رہ رو در اقصائے روم
میں نے سنا کہ ایک شخص پاک طبیعت		حق شناس اور سالک روم کے اطراف میں ہے

(۱) چو شیراں: شیروں کی طرح۔ کرا: جس کی۔ فربہ ہست: موٹی ہے۔ گرافتد: اگر گر پڑے۔ چو روبہ: لومڑی کی طرح۔ سگ: کتا۔ ازوے: اس سے۔ بہ است: بہتر ہے (۲) بچنگ آرد: پنجے میں لا۔ با دیگراں: دوسروں کے ساتھ۔ نوش کن: کھا۔ بر فضلۂ دیگراں۔ دوسروں کے بچے کھچے پر۔ گوش کن، کان رکھ یعنی اُمید۔ (۳) بخور: کھا۔ تا توانی: جب تک طاقت رکھتا ہے تو ببازوئے خویش، اپنے بازو کے ساتھ سعیت: تیری کوشش۔ بود: ہووے ترازوئے خویش: اپنا ترازو۔ (۴) چو مرداں: مردوں کی طرح۔ ببر: لے جا۔ راحت رساں: راحت پہنچا۔ مخنث، ہیجڑا۔ خورد: کھاتا ہے۔ رنج دستِ کساں: لوگوں کے ہاتھ کی محنت۔ (۵) برو: جا۔ دست گیر، دست گیری کر۔ نصیحت پذیر، نصیحت قبول کرنے والے۔ نہ خود را: نہ اپنے آپ کو۔ بفگن: گرا۔ دستم بگیر: میرا ہاتھ پکڑ۔ (۶) خدا را: خدا کی۔ بر آں بندہ اس بندے پر۔ بخشائش، بخشش۔ خلق: مخلوق۔ از وجودش: اس کے وجود سے۔ در آسائش، آرام میں ست، ہے۔ (۷) کرم ورزد: بخشش اختیار کرتا ہے۔ مغزے دروست، بھیجا جس کے اندر ہے۔ دوں ہمتانند: کم ہمت ہیں بے مغز: بغیر گری کے۔ پوست، چھلکا۔ (۸) کسے، وہی شخص۔ بیند: دیکھتا ہے۔ بہر دو سرا: دونوں جہاں میں۔ رساند، پہنچا دے۔ بخلقِ خدا، خدا کی مخلوق کو۔ (۹) عابد بخیل، کنجوس عبادت گزار۔ (۱۰) شنیدم: میں نے سنا۔ مردے ست، ایک مرد ہے۔ پاکیزہ بوم: پاک طبیعت والا۔ شناسا: جانکار۔ راہ رو، راستہ چلنے والا۔ اقصائے روم: روم کے دُور دراز کے علاقے۔

تشریح: (۱) جو شخص شیروں کی طرح طاقت وصحت رکھتا ہے۔ وہ اگر اپنے ہاتھ کی کمائی نہ کھائے تو اس سے کتا اچھا ہے۔ (۲) لہٰذا اٹھ اور اپنی مزدوری کر کے خود بھی کھا اور دوسروں کو بھی کھلا پلا۔ معذور لومڑی کی طرح غیروں پر توقع رکھنا مردانگی کی شان نہیں ہے۔ (۳) انسان حتی الوسع کوشش کرے کہ وہ خود اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا رزق کھائے۔ تاکہ انسان کا رزق خود اسی کے ترازو میں رہے۔ (۴) جس شخص کے اندر صحیح معنوں میں مردانگی ہوتی ہے۔ وہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے ہیں۔ دوسروں کی محنت وکمائی سے پلنا زنخوں (ہیجڑوں) کا کام ہے۔ (۵) اگر تو اپنے دل میں نصیحت قبول کرنے کا مادہ رکھتا ہے تو پھر تجھے غیروں کے کام آنا چاہیئے۔ خود کو گرا کر دوسروں کے بھروسے پر نہ بیٹھ۔ (۶) جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچاتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ اپنی عنایات ونوازشات سے نوازتا ہے۔ (۷) جو شخص عقل ودانش کا مالک ہے۔ وہ داد ودہش اختیار کرتا ہے یعنی سخاوت کرتا ہے۔ کم ہمت (نکھٹو) لوگ چھلکے کی مثل (بیکار) ہیں۔ (۸) وہ شخص دونوں جہان میں خیر وبھلائی پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو خیر وبرکت پہنچانے پر کار بند رہتا ہے۔ (۹) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک عبادت گزار بخیل کی سرگزشت کیا ہے۔
(۱۰) روم کے علاقے میں ایک شخص ایسا رہتا تھا جو نیکی وسلوک اور معرفتِ الٰہیہ میں مہارت رکھتا تھا۔

#	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	من و چند سالوک صحرا نورد	برفتیم قاصد بدیدار مرد
	میں اور چند سیاح بیابان طے کرنیوالے	اس انسان کی زیارت کا قصد کرکے چل پڑے
۲	سر و چشم ہر یک بوسید و دست	بتمکین و عزّت نشاند و نشست
	اس نے ہر ایک کے سر اور آنکھ اور ہاتھ کو بوسہ دیا	وقار اور عزّت سے بٹھایا اور بیٹھ گیا
۳	زرش دیدم و زرع و شاگرد و رخت	ولے بے مروت چو بے بر درخت
	میں نے اس کا سونا اور کھیتی اور نوکر اور سامان دیکھا	لیکن ایسا بے مروّت جیسے بے پھل کا درخت
۴	بلطف سخن گرم رو مرد بود	ولے دیگدانش قوی سرد بود
	پُر لطف باتوں میں بہت تیز انسان تھا	لیکن اس کا چولہا بہت ٹھنڈا تھا
۵	ہمہ شب نبودش قرار و ہجوع	ز تسبیح و تہلیل و ما راز جوع
	اس کو تمام رات سکون اور نیند نہ آئی	تسبیح اور تہلیل کی وجہ سے اور ہمیں بھوک کی وجہ
۶	سحرگہ میاں بست و در باز کرد	ہماں لطفِ دوشینہ آغاز کرد
	صبح کو اس نے کمر کسی اور دروازہ کھولا	گذشتہ رات کی سی مہربانی شروع کی
۷	یکے بذلہ شیریں و خوش طبع بود	کہ با ما مسافر دراں ربع بود
	ایک شیریں لطیفہ گو خوش طبع تھا	جو اس سرزمین میں ہمارے ساتھ مسافر تھا
۸	مرا بوسہ گفتہ بتصحیف دہ	کہ درویش را توشہ از بوسہ بہ
	اس نے کہا ہمیں بوسہ تصحیف کے ساتھ دیجئے	اس لئے کہ فقیر کے لئے بوسے توشہ بہتر ہے
۹	بخدمت منہ دست بر کفش من	مرا ناں دہ و کفش بر سر زن
	خدمت گاری میں میرے جوتے نہ اٹھا	مجھے روٹی دے اور سر پر جوتے مارلے
۱۰	بایثار مرداں سبق بردہ اند	نہ شب زندہ داران دل مردہ اند
	ایثار کی وجہ سے لوگ بازی لے گئے ہیں	شب زندہ دار لوگ مرے ہوئے دل کے نہیں ہوتے ہیں

(۱) مَن: میں۔ چند سالوک: کئی سیاح یا مسافر۔ صحرا نورد: جنگل طے کرنے والے۔ برفتیم: گئے ہم۔ قاصد: ارادہ کرنے والا۔ بدیدارِ مرد: مرد کے دیدار کے لیئے۔
(۲) سر و چشم ہر یک: ہر ایک کا سر اور آنکھیں۔ بوسید: چومی اس نے۔ دست: ہاتھ۔ بتمکین: تعظیم سے۔ نشاند: بٹھایا اس نے۔ نشست: بیٹھا وہ۔
(۳) زرش دیدم: اس کے پاس سونا دیکھا میں نے۔ زرع: کھیتی۔ رخت: سامان۔ ولے: لیکن۔ بے مروت: بے فیض۔ بے بر: بغیر پھل کے۔ (۴) بلطفِ سخن: باتوں کی لطافت میں۔ گرم رو: تیز چلنے والا۔ بود: تھا۔ ولے: لیکن۔ دیگدانش: اس کا چولہا۔ قوی سرد: بہت سرد
(۵) ہمہ شب: ساری رات۔ نبودش: نہیں تھا اس کو۔ ہجوع: نیند۔ تسبیح: سبحان اللہ کہنا۔ تہلیل: لاالٰہ الااللہ پڑھنا۔ مارا: ہمکو۔ زجوع: بھوک سے
(۶) سحرگہ: صبح کے وقت۔ میاں بست: کمر باندھی۔ در باز کرد: دروازہ کھول دیا۔ ہماں: وہی۔ لطفِ دوشینہ: رات والی مہربانی۔ آغاز کرد: شروع کیا۔ (۷) یکے: ایک۔ بذلہ: لطیفہ گو۔ شیریں: میٹھا۔ خوش طبع: ہنس مکھ طبیعت والا۔ بود: تھا۔ باما: ہمارے ساتھ۔ دراں ربع: اس زمین میں یا اس علاقے میں۔
(۸) مرا: مجھ کو۔ گفتہ: اس نے کہا۔ بتصحیف: تبدیل کرکے نقطے بدل کر۔ دہ: دے۔ توشہ: کھانا۔
(۹) بخدمت: خدمت کے لیئے۔ منہ: مت رکھ۔ دست: ہاتھ۔ بر کفش من: میرے جوتوں پر۔ مرا: مجھ کو۔ ناں: روٹی۔ دہ: دے۔ کفش: جوتا۔ بر سر: سر پر۔ زن: مار
(۱۰) بایثار: قربانی کے ساتھ۔ سبق: سبقت۔ بردہ اند: لے گئے ہیں۔ شب زندہ داران: راتوں کو زندہ رکھنے والے یعنی رات بھر عبادت کرنے والے۔ دل مردہ: مرے ہوئے دل والے۔ اند: ہیں۔

تشریح: (۱) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) اور چند احباب کو شوق پیدا ہوا کہ اس کی زیارت کریں۔ (۲) اس (عارف باللہ) نے ہمیں اعزاز و اکرام سے بٹھایا اور عزت اور توقیر سے پیش آیا۔ (۳) دینی و دنیوی اعتبار سے اس کا کاروبار خاصا وسیع تھا لیکن بخل کی وجہ سے اس میں بے مرقتی پائی جاتی تھی۔ (۴) اس کی باتیں بڑی دلکش اور خوبصورت تھیں۔ لیکن اس کے اندر مہمان نوازی کا جذبہ نہیں تھا۔ (۵) وہ (عارف باللہ) ساری رات عبادت میں مصروف رہنے کی وجہ سے نہ سویا اور ہم لوگ بھوک کی وجہ سے نیند نہ کرسکے۔ (۶) وہ علی الصبح دروازہ کھول کر باتوں باتوں میں عظمت و احترام کے ڈونگرے برسانے لگا لیکن کھانے کے بارے میں پوچھا تک نہیں۔ (۷) شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک ایسا شخص بھی تھا جو لطیفہ گوئی و خوش طبعی میں اپنی مثال آپ تھا۔ (۸) وہ (لطیفہ گو) نہ رہ سکا۔ اور کہنے لگا کہ برائے مہربانی آپ بوسہ تبدیل کرکے اسے توشہ بنا دیں۔ کیونکہ درویش کی شان بوسہ دینا نہیں توشہ ہے۔ (۹) بارہا مرتبہ ہمارے جوتے سنوارنے اور جھارنے کی بجائے کھانے وغیرہ سے ہماری تواضع کرو۔ بعد میں خواہ جوتے ہمارے سر پہ مارتے رہنا۔ (۱۰) جو لوگ معرفت الٰہیہ کو اپنا شعار و منزل مقصود قرار دیتے ہیں۔ وہ ایثار و قربانی کے خوگر ہوتے ہیں۔ صرف شب بیداری کرنے والے مُردہ دل ہوتے ہیں۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
ہمے دیدم از پاسبانِ تتار	۱	دلِ مُردہ و چشم شب زندہ دار
تتار کے پاسبان کو بھی میں نے ایسا ہی دیکھا		دل مردہ اور آنکھ رات کو زندہ رکھنے والا
کرامت جوانمردی و ناں دہی ست	۲	مقالاتِ بیہودہ طبل تہیست
شرافت، سخاوت اور روٹی دینا ہے		بیہودہ باتیں خالی ڈھول ہے
قیامت کسے باشد اندر بہشت	۳	کہ معنیٰ طلب کرد و دعویٰ بہشت
قیامت میں بہشت میں وہ ہوگا		جس نے حقیقت طلب کی اور دعویٰ چھوڑ دیا
بمعنیٰ تواں کرد دعویٰ درست	۴	دمِ بے قدم تکیہ گا ہے ست سست
حقیقت سے دعوے کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے		بے اصل باتیں کمزور ٹیکن ہے

حکایت حاتم طائیؒ و صفتِ جواں مردیٔ وے

حاتم طائیؒ اور اس کی سخاوت کی خوبی کا قصہ

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
شنیدم در ایامِ حاتم کہ بود	۶	بخیل اندرش باد پائے چو دود
میں نے سنا کہ حاتم کے زمانہ میں تھا		اسکے گھوڑوں میں دھوئیں کی طرح ایک تیز رو گھوڑا
صبا سرعتے رعد بانگ ادھمے	۷	کہ بر برق بیشی گرفتے ہمے
صبا کی سی تیزی والا، گرج کی آواز والا مشکی		جو کہ بجلی سے بھی آگے بڑھ جاتا تھا
بتگ ژالہ مے ریخت بر کوہ و دشت	۸	تو گفتی مگر ابرِ نیساں گزشت
دوڑ میں پہاڑ اور جنگل میں اولے برساتا تھا		تو یہ کہے گا کہ شاید بہار کے موسم کا ابر گذرا ہے
یکے سیل رفتار ہاموں نورد	۹	کہ باد از پیش باز ماندے چو گرد
ایک سیلاب کی سی چال جنگل طے کرنیوالا		کہ ہوا بھی گرد کی طرح اس سے پیچھے رہ جاتی تھی
بگفتند مردان صاحب علوم	۱۰	سخنہائے حاتم بسلطان روم
جاننے والے لوگوں نے کہیں		حاتم کی باتیں سلطان روم سے

(۱) ہمے دیدم: دیکھتا ہوں میں۔ پاسبان: محافظ۔ تتار: سابق خراسان، موجودہ روس کا ایک علاقہ جہاں کے رہنے والوں کو تتاری کہتے ہیں۔ چنگیز خان اسی قوم سے تھا۔ دلِ مُردہ: دل مرا ہوا۔ چشم: آنکھ۔ شب زندہ دار: رات کو زندہ رکھنے والی۔ (۲) کرامت: بزرگی۔ جوانمردی: سخاوت۔ ناں دہی: روٹی دینا۔ ست: ہے۔ مقالاتِ بیہودہ: فضول باتیں۔ طبل تہیست: خالی ڈھول ہے۔ (۳) کسے باشد: وہی شخص ہوگا۔ معنیٰ: حقیقت یا مضمون۔ طلب کرد: طلب کیا۔ دعویٰ بہشت: دعویٰ چھوڑ دیا۔ (۴) بمعنیٰ: حقیقت کے ساتھ۔ تواں کرد: کر سکتے ہیں۔ دمِ بے قدم: دعویٰ بغیر عمل کے یا بغیر دلیل کے۔ تکیہ گا ہے ست: تکیہ کی جگہ ہے۔ سست: کمزور۔ (۵) حاتم طائیؒ: قبیلہ بنی طے کی طرف منسوب ایک شخص جو اپنے وقت کا بہت بڑا سخی تھا۔ صفتِ جوانمردی: سخاوت۔ وے: وہ۔ (۶) شنیدم: میں نے سنا۔ ایامِ حاتم: حاتم کا زمانہ۔ بود: تھا۔ بخیل اندرش: اس کے گھوڑوں میں۔ بادپائے: ہوا کے پاؤں والا۔ یعنی تیز رفتار۔ چو دود: دھوئیں کی طرح۔ (۷) صبا سرعتے: بادِ صبا کی تیزی والا۔ رعد بانگ: بجلی کی گرج والا۔ ادھمے: سیاہ رنگ کا۔ برق: بجلی۔ بیشی: زیادتی اور سبقت۔ گرفتے: لے جاتا وہ۔ ہمے گرفتے کے اوپر لگتا ہے۔ (۸) بتگ: دوڑ میں۔ ژالہ: اولے۔ مے ریخت: گراتا تھا۔ کوہ و دشت: پہاڑ اور جنگل۔ گفتی: کہا تو نے۔ مگر: شاید۔ ابرِ نیساں: بہار کا بادل۔ گزشت: گزارا ہے۔ (۹) یکے: ایک۔ سیل رفتار: سیلاب کی رفتار والا۔ ہاموں نورد: جنگلوں کو طے کرنیوالا۔ باد: ہوا۔ از پیش: اس کے پیچھے۔ باز ماندے: پیچھے رہ جاتا۔ چو گرد: گرد کی طرح۔ (۱۰) بگفتند: انہوں نے کہا۔ صاحب علوم: علم والے۔ سخنہائے حاتم: حاتم کی باتیں۔ بسلطان روم: روم کے بادشاہ کو۔

تشریح: (۱) میں نے تاتاری پہرہ داروں کو شب بیدار ہونے کے باوجود مُردہ دل پایا ہے۔ کیونکہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل تھے۔ (۲) حقیقی بزرگی سخاوت میں پوشیدہ ہے۔ زبانی جمع خرچ بیہودگی وجھوٹے ڈھول کے پول کے سوا کچھ نہیں۔ (۳) قیامت کے دن جنت کے حقدار وہی لوگ ہوں گے جو وعدہ وعمل میں حقیقت کو ترجیح دیتے ہیں اور طلب معنی وترک دعویٰ کے حامل ہوتے ہیں۔ (۴) حقیقت کی موجودگی میں دعویٰ کرنا بھلا لگتا ہے۔ عمل بنا محض دعویٰ کرنا فضولیات میں شمار ہوتا ہے۔ (۵) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مہمان نوازی کی خاطر انتہائی محبوب شے اور نہایت قیمتی چیز کی قربانی سے گریز نہیں ہونا چاہیئے۔ (۶) شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ حاتم طائیؒ کے پاس ایک برق رفتار گھوڑا تھا۔ (۷) وہ گھوڑا اپنی رفتار میں بادِ صبا سے تیز اور بجلی کی گرجدار آواز کا حامل مشکی (سیاہ) رنگ رکھتا تھا۔ (۸) اس گھوڑے کی دوڑ سے ایسے لگتا تھا جیسے جنگلوں اور پہاڑوں میں پتھر اور سنگریزے اولے برس رہے ہوں۔ (۹) وہ (گھوڑا) اپنی تیز رفتاری سے جنگلات کو اس طرح طے کرلیتا تھا گویا کہ ہوا بھی اس کے پیچھے گرد بن کر عاجزی اختیار کرلیتی تھی۔ (۱۰) شہنشاہ روم کے سامنے اس کے اہل علم قاصدوں نے حاتم طائیؒ کے حالات بیان کیئے۔

۱	کہ ہمتائے او در کرم مرد نیست	بچو اسپش بجولان و ناورد نیست
	کہ سخاوت میں اس جیسا کوئی نہیں ہے	اسکے گھوڑے جیسا بھاگنے میں اور جنگ میں کوئی نہیں ہے
۲	بیاباں نوردے چو کشتی بر آب	کہ بالائے سیرش نپرد غراب
	اسطرح سے جنگل کو طے کرنیوالا جیسا کہ پانی پر کشتی	کہ اس کی رفتار سے زیادہ کوا بھی نہیں اڑ سکتا
۳	بدستورِ دانا چنیں گفت شاہ	کہ دعویٰ خجالت بود بے گواہ
	عقل مند وزیر سے بادشاہ نے یہ کہا	کہ ڈینگیں مارنا بے خطا کی شرمندگی ہے
۴	من از حاتم آں اسپ تازی نژاد	بخواہم گر او مکرمت کرد و داد
	میں حاتم سے تازی نسل کا گھوڑا	مانگوں گا۔ اگر اس نے مہربانی کی اور دے دیا
۵	بدانم کہ در وے شکوہ مہیست	وگر رد کند بانگ طبل تہیست
	تو میں جانوں گا کہ اس میں بڑائی کی شان ہے	اور اگر اس نے انکار کیا تو خالی ڈھول کی آواز ہے
۶	رسول خردمند عالم بہ طے	رواں کرد دہ مرد ہمراہ وے
	طے کو جانے والا عقل مند قاصد	رواں کر دیا اور دس آدمی اس کے ہمراہ
۷	زمیں مُردہ و ابر گریاں براو	صبا کردہ بار دگر جاں درو
	زمین مُردہ اور ابر اس پر رونے والا	پُروائی نے دوبارہ اس میں جان ڈالی
۸	بمنزل گہ حاتم آمد فرود	برآسود چو تشنہ بر زندہ رود
	حاتم کی قیام گاہ پر اترنا ہوا	آرام پایا جیسا کہ کوئی پیاسا رواں نہر پر
۹	سماطے بیفگند و اسپے بکشت	بدامن شکر دادشاں زر بمشت
	اس نے دسترخوان بچھایا گھوڑا ذبح کیا	ان کے دامن میں شکر دی اور مٹھی میں سونا
۱۰	شب آں جا بودند و روزِ دگر	بگفت آنچہ دانست صاحب خبر
	رات وہ اس جگہ ٹھہرے دوسرے دن	قاصد کو جو معلوم تھا اس نے کہا

(۱) ہمتائے: شریک یا مثل۔ کرم: سخاوت۔ نیست: نہیں ہے۔ چو: مثل۔ اسپش: اس کا گھوڑا۔ بجولاں: جنگ میں چکر لگانا گھومنا۔ ناورد: لڑائی۔ نیست: نہیں ہے۔ (۲) بیاباں نوردے: جنگل کو طے کرنے والا۔ چو: مثل۔ بر آب: پانی پر۔ بالائے سیرش: اس کی رفتار سے اوپر۔ نپرد: نہیں اڑ سکتا۔ غراب: کوا۔ (۳) بدستور دانا: عقلمند وزیر۔ چنیں: ایسے۔ گفت: کہا۔ شاہ: بادشاہ۔ خجالت: شرمندگی۔ بود: ہووے۔ بے گواہ: بغیر گواہوں کے یا بلا دلیل۔ (۴) من: میں۔ آں اسپ: وہ گھوڑا۔ تازی نژاد: عربی نسل۔ بخواہم: مانگوں گا۔ گر او: اگر اس نے۔ مکرمت کرد: مہربانی کی۔ داد: دے دیا۔ (۵) بدانم: جان لوں گا۔ در وے: اس میں۔ شکوہ مہیست: بزرگی اور بڑائی کی شان ہے یا دبدبہ ہے۔ رد کند: انکار کردے۔ بانگِ طبل تہیست: خالی ڈھول کی آواز ہے۔ (۶) رسول خردمند: عقلمند قاصد۔ بہ طے: قبیلہ بنی طے کی طرف۔ رواں کرد: روانہ کر دیا۔ دہ مرد: دس آدمی۔ ہمراہ وے: اس کے ہمراہ۔ (۷) زمیں مُردہ: مری ہوئی زمین یعنی خشک۔ ابر: بادل۔ گریاں: رونے والا یعنی برسنے والا۔ براو: اس پر۔ صبا کردہ: صبا نے کی ہوئی۔ بار دگر: دوبارہ۔ جان درو: جان اس میں۔ (۸) بمنزل گہِ حاتم: حاتم کا پڑاؤ۔ آمد فرود: اتر آیا۔ برآسود: آرام پایا۔ چو تشنہ: پیاسے کی طرح۔ بر زندہ رود: زندہ رود ندی پر۔ یہ ایران کی ایک نہر کا نام ہے۔ (۹) سماطے: دسترخوان۔ بیفگند: بچھایا انہوں نے۔ اسپے: گھوڑا۔ بکشت: کاٹ ڈالا۔ بدامن: دامن میں۔ شکر داد: شکر ڈالی۔ شاں: ان کے۔ زر بمشت: سونا ہاتھ میں۔ (۱۰) شب: رات۔ آں جا: اس جگہ۔ بودند: رہے وہ۔ روز دگر: دوسرے دن۔ بگفت: اس نے کہا۔ آنچہ: جو کچھ۔ دانست: جانا اس نے۔ صاحب خبر: خبر رکھنے والے نے۔

تشریح: (۱) قاصدوں نے حاتم طائی کے حالات بیان کرتے وقت روم کے بادشاہ کو یہ تاثر دیا کہ حاتم طائی جیسا کوئی شخص سخی نہیں اور نہ ہی اس کے گھوڑے جیسا کوئی گھوڑا ہے۔ (۲) اس (حاتم طائی) کا گھوڑا جنگل میں ایسے چلتا اور دوڑتا ہے جیسے پانی پر کشتی تیرتی ہوئی چلتی ہے۔ اور کوے کا اڑنا بھی اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ (۳) بادشاہ نے اپنے دانشمند وزیر سے کہا کہ جو لوگ حاتم طائی کی سخاوت اور گھوڑے کی صفات بیان کر رہے ہیں وہ اس کے لیے واقعۃً کوئی دلیل پیش کریں۔ (۴) میں حاتم طائی سے وہی تیز رفتار گھوڑا مانگتا ہوں۔ اگر اس نے بلا تکلف وہ گھوڑا دے دیا تو میں سمجھوں گا کہ لوگوں کا دعویٰ درست ہے۔ (۵) انکار کی صورت میں معلوم ہو جائے گا کہ بغیر دلیل کے دعویٰ شرمندگی کا باعث ہوتا ہے۔ (۶) چنانچہ بطور امتحان روم کے بادشاہ نے ایک صاحب علم وزیر کی زیر قیادت دس رکنی وفد بھیج دیا۔ (۷) جب شاہ روم کا ارسال کردہ قافلہ حاتم طائی کے پاس پہنچا تو اس وقت بارش برس رہی تھی۔ (۸) وہ قافلہ حاتم طائی کی قیام گاہ پر پہنچا تو انہیں ایسا آرام مہیا کیا گیا کہ گویا وہ کسی نہر کے کنارے آرام کر رہے ہوں۔ (۹) حاتم طائی نے قافلے کے اعزاز میں فوری طور پر گھوڑا ذبح کیا اور دسترخوان بچھا دیا۔ اور شکر و جیب خرچ سے اس کی تواضع کی۔ (۱۰) شاہ روم کے بھیجے ہوئے قافلہ نے رات بھر وہاں قیام کیا اور دوسرے دن معروف تیز رفتار گھوڑے کے بارے میں شاہ روم کا پیغام دیا۔

مصرع اول		مصرع دوم
ہمے گفت وحاتم پریشاں چو مست	۱	زحسرت بدنداں ہمے کند دست
وہ کہہ رہا تھا اور حاتم دیوانہ کیطرح پریشان تھا		حسرت کی وجہ سے دانتوں سے ہاتھ کاٹتا تھا
کہ اے بہرہ ور موبد نیک نام	۲	چرا پیش زینم نگفتی پیام
کہ اے نصیبہ ور نیک نام دانا		تونے اس سے پہلے مجھ سے پیغام کیوں نہ کہا
من آں باد رفتار دلدل شتاب	۳	زبہر شما دوش کردم کباب
میں نے اسی ہوا کی سی رفتار والے دلدل کیطرح دوڑنیوالے کے		گذشتہ رات تمہارے لیئے کباب بنا دیئے
کہ دانستم از دست باراں وسیل	۴	نشاید شدن در چراگاہِ خیل
اسلیئے کہ میں جانتا تھا کہ بارش اور بہاؤ کی وجہ سے		گھوڑوں کی چراگاہ میں نہ جایا جا سکے گا
بنوع دگر روئے دراہم نبود	۵	جز ایں بر در بارگاہم نبود
اور کسی قسم کی طرف میری توجہ اور راستہ نہ تھا		اس کے علاوہ میرے خیمہ کے دروازہ پر نہ تھا
مروت ندیدم در آئین خویش	۶	کہ مہماں بخسپد دل از فاقہ ریش
اپنے رسم ورواج کے مطابق میں نے انسانیت نہ سمجھی		کہ مہمان فاقہ سے دل زخمی ہو کر سوئیں
مرا نام باید در اقلیم فاش	۷	دگر مرکب نامور گو مباش
مجھے ملک میں آشکارا نام چاہیئے		گو پھر مشہور سوار نہ ہو
کساں را درم داد وتشریف واسپ	۸	طبیعی ست اخلاق نیکو نہ کسب
ان لوگوں کو درہم اور خلعت اور گھوڑے دیئے		نیک اخلاق طبعی ہوتے ہیں نہ کہ کسبی
خبر شد بروم از جواں مرد طے	۹	ہزار آفریں کرد بر طبع وے
طے کے سخی کی خبر روم میں پہنچی		اس نے اس کی طبیعت پر ہزار آفرین کہی
زحاتم بدیں نکتہ راضی مشو	۱۰	ازیں نغز تر ماجرائے شنو
حاتم کے اس مختصر سے قصہ پر خوش نہ ہو		اس سے بھی عجیب قصہ سن

(۱) ہمے گفت: وہ کہتا جا رہا تھا۔ چومست، دیوانے کی طرح۔ زحسرت، حسرت سے۔ بدنداں، دانتوں سے ہمے کند، کاٹتا تھا وہ۔ دست، ہاتھ۔ (۲) بہرہ ور، نصیب والا۔ موبد نیک نام: نیک نام حکیم۔ چرا، کیوں۔ پیش زینم: اس سے پہلے مجھ کو۔ نگفتی، نہیں کہا تونے۔ (۳) من، میں۔ آں باد رفتار، وہ ہوا کی رفتار والا۔ دلدل شتاب دلدل کی طرح دوڑنے والا۔ زبہر شما، تمہارے واسطے دوش، کل رات۔ کردم، کیا میں نے۔ (۴) دانستم، جانا میں نے۔ از دستِ باراں وسیل: سیلاب اور بارش کی وجہ سے۔ نشاید شدن: جایا نہیں جا سکتا۔ در چراگاہ خیل گھوڑوں کی چراگاہ میں۔ (۵) بنوع دگر: دوسری قسم کا۔ روئے دراہم: مجھ کو راستہ اور طرف۔ نبود: تھی۔ جز ایں: اس کے سوا۔ در بارگاہم: میری بارگاہ کے دروازہ پر۔ (۶) مروت ندیدم، مروت نہ دیکھی میں نے۔ آئین خویش اپنا اصول۔ بخسپد: سو دے۔ دل از فاقہ ریش، دل بھوک سے زخمی۔ (۷) مرا: مجھ کو۔ نام باید: نام چاہیئے۔ در اقلیم، ملک میں۔ فاش: مشہور۔ دگر، پھر۔ مرکب نامور: مشہور گھوڑا۔ گو: کہہ تو۔ مباش: نہ رہے۔ (۸) کساں را: لوگوں کو۔ درم داد: درہم دیئے۔ تشریف، عزت یا خلعت۔ اسپ، گھوڑا۔ طبیعی ست، طبعی ہے۔ اخلاق نیکو: خوش اخلاق۔ نہ کسب: نہ کہ کسبی۔ (۹) خبر شد، خبر ہوئی۔ بروم، روم میں۔ از جواں مرد طے، طے کے سخی کی۔ آفریں، شاباش کرد، کی اس نے۔ بر طبع وے: اس کی طبیعت پر۔ (۱۰) بدیں نکتہ، اس نکتے کے ساتھ۔ راضی مشو، راضی مت ہو یعنی کفایت نہ کر۔ ازیں، اس سے۔ نغز تر، زیادہ عجیب ماجرا۔ حکایت شنو، سُن۔

تشریح: (۱) جب حاتم طائی متعلقہ گھوڑے کے حوالے سے شاہ روم کا پیغام وصول کر رہا تھا۔ اس وقت حاتم طائی کی حالت انتہائی پریشان کن تھی۔ (۲) حاتم طائی نے شاہ روم کا پیغام سنتے ہی کہا کہ اے نیک بخت لوگو! یہ پیغام مجھے رات کو آتے ہی کیوں نہ دیا۔ (۳) وہ صاحب اوصاف گھوڑا میں نے تمہاری مہمان نوازی کی غرض سے کل رات ذبح کر کے کباب کی صورت میں تمہارے سامنے پیش کر دیا تھا۔ (۴) مجھے معلوم تھا کہ موسم کی خرابی و بارش اور سیلاب کی وجہ سے اصطبل تک جانا دشوار تھا۔ (۵) مہمان کی خدمت کے لیئے میرے پاس کوئی دوسرا چارہ کار نہ تھا۔ اس لیئے میرے ڈیرے پر یہی صاحب اوصاف گھوڑا تھا جسے تمہاری ضیافت کی نذر کر دیا۔ (۶) یہ بات میرے اصول کے خلاف ہے کہ کوئی مہمان میرے دروازے پر بھوک و پیاس کی وجہ سے زخمی دل کے ساتھ سو جائے۔ (۷) میں نے اپنی مروّت و ناموری کو برقرار رکھنے کے لیئے صاحب اوصاف مشہور گھوڑے کو قربان کر دیا۔ یا گھوڑے نے اپنی شہرت میری ناموری پر قربان کر دی۔ (۸) چنانچہ حاتم طائی نے ان مہمانوں کو انعام و اکرام کے ساتھ والہانہ انداز میں رخصت کیا۔ کیونکہ خوش خلقی و سخاوت طبعی چیزیں ہیں۔ تکلفات سے ان کا حصول ناممکن ہے۔ (۹) جب شاہِ روم کے قافلہ نے تمام تر ماجرا سنایا تو شاہِ روم حاتم طائی کی ستائش و آفرین کے لیئے بے ساختہ مجبور ہو گیا۔ (۱۰) حاتم طائی کے بارے میں صرف یہی ایک ہی واقعہ موجود نہیں بلکہ اس سے بھی بڑے عجیب و غریب واقعات ہیں جو میں تجھے سناتا ہوں۔

حکایت در آزمودن پادشاہِ یمن حاتم را بآزاد مردی

شاہِ یمن کا حاتم کو سخاوت میں آزمانے کا قصہ

نہ دانم کہ گفت ایں حکایت بمن	۲	کہ بودست فرماندہے در یمن
مجھے یہ یاد نہیں یہ حکایت مجھ سے کس نے کہی ہے		کہ یمن میں ایک بادشاہ تھا
ز نام آوراں گوئے دولت ربود	۳	کہ در گنج بخشی نظیرے نہ بود
ناموروں سے وہ دولت کی بازی جیت لے گیا تھا		اسلیئے کہ خزانے بخش دینے میں اس کا نظیر نہ تھا
تواں گفت اورا سحابِ کرم	۴	کہ دستش چو باراں فشاندے درم
اس کو بخشش کا بادل کہا جا سکتا تھا		اسلیئے کہ اسکے ہاتھ بارش کی طرح درہم برساتے تھے
کسے نامِ حاتم نبردے برش	۵	کہ سودا نرفتے ازو در سرش
کوئی شخص حاتم کا نام اس کے سامنے نہ لیتا		کہ اس کے سر میں غصّہ نہ بھر جاتا
کہ چند از مقالات آں باد سنج	۶	کہ نے ملک دارد نہ فرماں نہ گنج
کہ اس ہوا تولنے والے کی باتیں کب تک		جس کے پاس نہ ملک ہے نہ حکم ہے نہ خزانہ
شنیدم کہ جشنِ ملوکانہ ساخت	۷	چو چنگ اندراں بزم خلقے نواخت
میں نے سنا ہے کہ اس نے ایک شاہی جشن منایا		چنگ کی طرح اس محفل میں مخلوق کو نوازا
درِ ذکرِ حاتم کسے باز کرد	۸	دگر کس ثنا گفتن آغاز کرد
کسی نے حاتم کے ذکر کا باب کھولا		دوسرے نے اس کی تعریف کرنی شروع کر دی
حسد مرد را بر سر کینہ داشت	۹	یکے را بخوں خوردنش برگماشت
اس شخص کو حسد نے کینہ پر آمادہ کر دیا		ایک شخص کو اس کے قتل پر مقرر کر دیا
کہ تا ہست حاتم در ایامِ من	۱۰	نخواہد بہ نیکی شدن نامِ من
کہ جب تک میرے زمانہ میں حاتم ہے		میرا نام نیک نہ ہو سکے گا

(۱) آزمودن، آزمانا۔ یمن، جنوبی عرب کا ایک ملک جس کا دارالحکومت صنعا ہے۔ آزاد مردی، سخاوت۔ (۲) نہ دانم، میں نہیں جانتا۔ کہ، کس نے۔ گفت، کہی۔ بمن، مجھ کو۔ بودست، ہووے۔ فرماندہے، ایک حکمران۔ (۳) نام آوراں، مشہور لوگ۔ گوئے دولت، دولت کی گیند مراد سبقت۔ ربود، لے گیا۔ گنج بخشی، خزانہ بخشنا۔ نظیرے، کوئی مثال۔ نہ بود، نہ تھی۔ (۴) تواں گفت، کہہ سکتے ہیں۔ اورا، اس کو۔ سحاب کرم، سخاوت کا بادل۔ دستش، اس کا ہاتھ۔ چو، مثل۔ باراں، بارش۔ فشاندے، چھڑکتا تھا۔ درم، ایک سکہ جو چونی کے برابر ہوتا ہے۔ (۵) کسے، کوئی شخص۔ نبردے، نہ لے جاتا۔ برش، اس کے سامنے۔ سودا، غصہ۔ نرفتے، نہ جاتا۔ ازو، اس سے۔ در سرش، اس کے سر میں۔ (۶) چند، کتنا۔ مقالات، باتیں۔ آں، وہ۔ بادِ سنج، ہوا کو تولنے والا مراد بیہودہ اور فضول، بے وقعت۔ نے، نہ۔ دارد، رکھتا ہے۔ فرماں، حکم۔ گنج، خزانہ۔ (۷) شنیدم، میں نے سنا۔ جشن ملوکانہ، بادشاہوں جیسا جشن۔ ساخت، بنایا اس نے۔ چو، مثل۔ چنگ ستار۔ اندراں، اس میں۔ بزم، محفل۔ خلقے، مخلوق۔ نواخت، نوازا اس نے۔ (۸) در ذکر حاتم، حاتم کے ذکر کا دروازہ۔ کسے، کسی نے۔ باز کرد، کھول دیا۔ دگر کس، دوسرا شخص۔ ثنا گفتن، تعریف کہی۔ آغاز کرد شروع کی۔ (۹) حسد، کسی کی نعمت یا خوبی چھن جانے کی تمنا۔ کینہ: دل کی مخفی دشمنی۔ داشت، رکھا اس نے۔ یکے را، ایک شخص کو۔ بخوں خوردنش، اس کا خون کھانے پر یعنی قتل کرنے پر۔ برگماشت، مقرر کر دیا۔ (۱۰) تا ہست، جب تک ہے۔ ایام من، میرا زمانہ۔ نخواہد، یہ شدن کے اوپر لگ کر نہیں ہو سکتا۔ بہ نیکی، نیکی میں۔ نام من، میرا نام۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر مہمان کی خوشنودی کے لیئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ (۲) یمن کے کسی بادشاہ کے حوالے سے کسی شخص نے مجھے یہ قصہ سنایا۔ لیکن یہ علم نہیں کہ کس نے یہ واقعہ سنایا ہے۔ (۳) وہ بادشاہ سخاوت و بندہ پروری میں اس قدر بے مثل تھا کہ خزانے لٹانے میں اس کی نظیر ملنا مشکل تھی۔ (۴) داد و دہش کی کثرت سے اسے سخاوت کا بادل کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ کیونکہ دینار و درہم اس کے ہاتھ سے بارش کی طرح برستے تھے۔ (۵) وہ (یمن کا بادشاہ) سخاوت کے حوالے سے حاتم طائی کو اپنا رقیب سمجھتا تھا۔ اس لیئے اگر کوئی شخص اس کے روبرو حاتم طائی کا نام لیتا تو وہ غضبناک ہو جاتا۔ (۶) وہ ناراضی کے انداز میں حقارت آمیز لہجے سے حاتم طائی کے بارے میں کہتا تھا کہ وہ (حاتم طائی) غریب کیا جود و سخا کرے گا اس کے پاس تو مال و مملکت ہی نہیں۔ (۷) اس نے اپنی شایان شان بادشاہوں جیسا جشن منایا کہ اس میں مخلوق کی ایسی خاطر تواضع کی گئی کہ کوئی مثال نہیں ملتی تھی۔ (۸) اس جشن میں ایک شخص نے حاتم طائی کا تذکرہ کر دیا اور دوسرا اس کی تعریف میں رطب اللسان ہو گیا۔ (۹) یمن کے بادشاہ سے حاتم کی تعریف برداشت نہ ہو سکی۔ اسے حسد نے اکسایا۔ چنانچہ حاتم طائی کا سر اتارنے کے لیئے اس نے ایک آدمی کو ذمہ داری سونپ دی۔ (۱۰) اس (یمن کے بادشاہ) نے سوچا کہ جب تک حاتم طائی زندہ ہے۔ اس وقت تک میری نیک نامی میں اضافہ ناممکن ہے۔

مصرع اول		مصرع ثانی
بلا جوئے راہِ بنی طے گرفت	۱	بکشتن جواں مَرد راپئے گرفت
بلا ڈھونڈھنے والے نے بنی طے کا راستہ لیا		اس سخی کے قتل کے درپے ہو گیا
جوانے برہِ پیشش باز آمدش	۲	کزو بوئے انسے فراز آمدش
ایک جوان نے راستہ میں اس کا استقبال کیا		جس سے اس کو محبت کی بُو آئی
نکوروئی و دانا و شیریں زباں	۳	برخویشش برد آں شبش مہماں
خوبصورت اور عقلمند اور شیریں زبان		وہ اس رات میں اسکو اپنے پاس مہمان بنا کر لے گیا
کرم کرد و غم خورد و پوزش نمود	۴	بداندیش را دل بہ نیکی ربود
اس نے شرافت برتی اور غمخواری کی اور معافی چاہی		نیکی سے بدخواہ کا دل اُچک لیا
نہادش سحر بوسہ بر دست وپا	۵	کہ نزدیکِ ما چند روزے بپا
صبح کو اس کے ہاتھ پیر پر چند بوسے دیئے		کہ ہمارے پاس چند دن ٹھہر
بگفتا نیارم شد ایدر مقیم	۶	کہ در پیش دارم مہمے عظیم
اس نے کہا میں اب مقیم نہیں رہ سکتا		اس لیئے کہ مجھے ایک بڑا معاملہ درپیش ہے
بگفت ار نہی با من اندر میاں	۷	چو یارانِ یک دل بکوشم بجاں
اس نے کہا اگر تو وہ ہمارے درمیان رکھے گا		تو ایک دل دوستوں کی طرح میں پوری کوشش کرونگا
بمن دار گفت اے جواں مَرد گوش	۸	کہ دانم جواں مَرد را پردہ پوش
اس نے کہا اے بہادر دھیان لگا		اسلیئے کہ میں جانتا ہوں بہادر پردہ پوش ہوتے ہیں
دریں بوم حاتم شناسی مگر	۹	کہ فرخندہ نام ست و نیکو سیر
شاید اس وطن میں تو حاتم کو جانتا ہو گا		جو کہ مبارک نام اور نیک سیرت ہے
سرش بادشاہِ یمن خواستست	۱۰	ندانم چہ کیں درمیاں خواستست
اس کا سر شاہِ یمن نے مانگا ہے		مجھے معلوم نہیں کہ دونوں میں کیا دشمنی ہے

(۱) بلا جوئے: مصیبت ڈھونڈنے والا۔ راہِ بنی طے: قبیلہ بنی طے کا راستہ۔ گرفت: لیا اس نے۔ بکشتن: مار ڈالنا۔ جوانمرد: بہادر یا سخی۔ را: کو۔ پئے گرفت: پیچھے لگ گیا۔ (۲) جوانے: ایک جوان۔ برہ: راستہ میں۔ پیش: سامنے۔ باز آمدش: آگے آیا۔ کزو: جس سے۔ بوئے انس: محبت کی بو۔ فراز آمدش: آئی اس کو۔ (۳) نکوروئی: خوبصورت۔ دانا: سمجھدار۔ شیریں زباں: میٹھی باتوں والا۔ برخویشش: اپنے پاس۔ برد: لے گیا۔ آں شبش: اس رات اس کو۔ (۴) کرم کرد: مہربانی کی۔ غم خورد: غمخواری کی۔ پوزش نمود: عذر خواہی کی۔ بداندیش: برا سوچنے والا یعنی دشمن۔ بہ نیکی: نیکی کے ساتھ۔ ربود: لے گیا۔
(۵) نہادش: رکھا اس کے۔ سحر: صبح۔ دست و پا: ہاتھ پاؤں۔ نزدیک ما: ہمارے نزدیک۔ چند روزے: کچھ دن۔ بپا: ٹھہر، قیام کر۔ (۶) بگفتا: اس نے کہا۔ نیارم شد: نہیں ہو سکتا میں۔ ایدر: یہاں۔ مقیم: رہائشی۔ درپیش: سامنے۔ دارم: رکھتا ہوں میں۔ مہمے: بڑا مسئلہ۔ عظیم: بڑا۔ (۷) بگفت: اس نے کہا۔ ار نہی: اگر رکھے تو۔ با من: میرے ساتھ۔ اندر میاں: بیچ میں۔ چو: مثل۔ یارانِ یک دل: ایک دل والے یار۔ بکوشم: کوشش کروں میں۔ بجاں: جان سے۔ (۸) بمن: میری طرف۔ دار: رکھ۔ گفت: اس نے کہا۔ گوش: کان۔ دانم: میں جانتا ہوں۔ جوانمرد: بہادر۔ پردہ پوش: پردہ ڈھانپنے والا۔ (۹) دریں بوم: اس ملک میں۔ شناسی: جانتا ہے تو۔ مگر: شاید۔ فرخندہ نام: مبارک نام۔ نیکو سیر: اچھی سیرت والا۔ (۱۰) سرش: اس کا سر۔ خواستست: چاہا ہے۔ ندانم: میں نہیں جانتا۔ چہ کیں: کون سا کینہ۔ خواستست: اٹھا ہے۔

تشریح: (۱) یمن کے بادشاہ کا مقرر کردہ شقی القلب شخص قبیلہ طے کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ حاتم طائی کو قتل کر سکے۔ یا اس کے قتل پر تُل گیا۔ (۲) اسے (ارادۂ قتل کے حامل کو) راستے میں نیک خلق اور خوش اخلاق آدمی ملا کہ اس سے محبت ہو گئی۔ (۳) وہ نوجوان خوبصورت دانش مند اور میٹھے بولوں کا مالک تھا۔ چنانچہ نوجوان اسے مہمانی کے لیئے رات کو اپنے پاس لے گیا۔ (۴) نوجوان نے مہمان کی بہت خاطر تواضع کی اور کما حقہ خدمت نہ کر سکنے کے باعث اس (مہمان) سے معذرت کا خواستگار ہوا۔ اور مہمان کا دل جیت لیا۔ (۵) صبح کے وقت مہمان سے مزید قیام کرنے کی درخواست کرتے ہوئے مزید خاطر مدارات کی پیش کش کی۔ (۶) مہمان (حاتم کے قتل کا ارادہ کرنے والے) نے اہم کارروائی کا عذر پیش کر کے مزید قیام نہ کرنے پر اصرار کیا۔ (۷) نوجوان نے اپنے مہمان سے کہا کہ اگر تو مجھے اپنی مہم میں شریک کرنے کی غرض سے اپنا ہمراز بنا لے تو میں حتی المقدور تیرا ساتھ دینے کی کوشش کروں گا۔ (۸) اس (مہمان) نے کہا۔ کہ تجھ جیسے بہادر شخص سے امید ہے کہ وہ راز کو صیغہ راز قرار دیگا چنانچہ مہمان نے راز بتا دیا۔ (۹) قبیلہ طے کا مشہور شخص حاتم طائی جو متبرک اور نیک خُو ہے، کو جانتے ہو گے۔
(۱۰) نہ معلوم شاہ یمن اور حاتم طائی کے مابین کیا عداوت ہے۔ لیکن مجھے شاہ یمن نے حکم دیا ہے کہ اس (حاتم طائی) کا سر اتار کر لے آؤ یا قتل کر دو۔

گرم راہ نمائی بدآں جاکہ اوست	۱	ہمیں چشم دارم زلطف تو دوست
اگر تو میری اس جگہ تک راہنمائی کردے جہاں وہ ہے		دوست تیری مہربانی سے مجھے یہ توقع ہے
بخندید برنا کہ حاتم منم	۲	سرانیک جدا کن بہ تیغ از تنم
نوجوان ہنسا کہ حاتم تو میں ہی ہوں		سر موجود ہے تلوار سے میرے تن سے جدا کرلے
نباید کہ چوں صبح گردد سفید	۳	گزندت رسد یا شوی نا امید
یہ مناسب نہیں کہ جب صبح روشن ہوجائے		تو تجھے کوئی نقصان پہنچے یا تو نا امید ہو
چوں حاتم بآزادگی سر نہاد	۴	جواں را برآمد خروش از نہاد
جب حاتم نے آزادی سے سر رکھ دیا		جوان کی ذات سے چیخ نکلی
بخاک اندر افتاد و برپائے جست	۵	گہش خاک بوسید و گہ پاؤ دست
زمین پر گر پڑا اور اٹھا		کبھی اس کی زمین چومی کبھی ہاتھ پیر
بینداخت شمشیر و ترکش نہاد	۶	چو فرمانبراں دست بر کش نہاد
تلوار پھینک دی اور ترکش رکھ دیا		فرمانبرداروں کی طرح سینہ پر ہاتھ رکھا
کہ گر من گلے بر وجودت زنم	۷	نہ مردم کہ در کیش مرداں زنم
اگر میں تیرے جسم پر ایک پھول بھی ماروں		میں مرد نہیں ہوں بلکہ مردوں کی شریعت میں عورت ہوں
دو چشمش بوسید و در بر گرفت	۸	وزاں جا طریق یمن بر گرفت
اس کی دونوں آنکھیں چومیں اور بغلگیر ہوا		اور وہاں سے یمن کا راستہ لیا
ملک در میان دو ابروئے مرد	۹	بدانست حالے کہ کارے نکرد
بادشاہ اس مرد کی دونوں ابروؤں کے درمیان سے		فوراً جان گیا کہ اس نے کام نہیں کیا
بگفتش بیا تا چہ داری خبر	۱۰	چرا سر نہ بستی بفتراک در
اس سے کہا کیا خبر رکھتا ہے		شکار دان سے سر کیوں نہیں باندھا

(۱) گرم: اگر مجھ کو۔ راہ نمائی: راستہ دکھائے تو۔ بدآں جا: اس جگہ تک۔ کہ اوست: جہاں کہ وہ ہے۔ ہمیں: یہی۔ چشم دارم: اُمید رکھتا ہوں میں۔ زلطف تو: تیری مہربانی سے۔ (۲) بخندید: ہنس پڑا۔ برنا: جوان۔ منم: میں ہوں۔ سرانیک: سر حاضر ہے، سر یہ ہے۔ کن: کر۔ بہ تیغ: تلوار سے۔ از تنم: میرے جسم سے۔ (۳) نباید: نہیں چاہیئے۔ چوں: جب۔ گردد: ہو جائے۔ سفید: روشن۔ گزندت: تجھ کو تکلیف۔ رسد: پہنچے۔ شوی: ہو جاوے تو۔ (۴) چوں: جب۔ بآزادگی: آزادی سے۔ نہاد: رکھ دیا۔ برآمد: نکل آئی۔ خروش: چیخ۔ نہاد: طبیعت یا دل۔ (۵) بخاک: مٹی میں۔ افتاد: گر پڑا۔ برپائے: پاؤں پر۔ جست: کودا۔ گہش: کبھی اس کی۔ بوسید: چومی۔ گہ: کبھی۔ پاؤ دست: ہاتھ پاؤں۔ (۶) بینداخت: ڈال دی۔ شمشیر: تلوار۔ ترکش: تیروں کی تھیلی۔ نہاد: رکھ دی۔ چو: مثل۔ فرمانبراں: فرمانبردار۔ دست: ہاتھ۔ کش: بغل یا سینہ۔ (۷) من: میں۔ گلے: ایک پھول۔ بر وجودت: تیرے وجود پر۔ زنم: ماروں میں۔ نہ مردم: میں انسان نہیں ہوں۔ کہ: بلکہ۔ در کیش مرداں: مردوں کے آئین میں۔ زنم: عورت ہوں میں۔ (۸) دو چشمش: اس کی دونوں آنکھیں۔ بوسید: چومی اس نے۔ در بر: بغل میں۔ گرفت: لے لیا۔ وزاں جا: اور اس جگہ سے۔ طریق یمن: یمن کا راستہ۔ (۹) ملک: بادشاہ۔ دو ابروئے مرد: مرد کے دونوں ابرو۔ بدانست: جان لیا۔ حالے: فی الحال۔ کارے: کوئی کام۔ نکرد: نہیں کیا۔ (۱۰) بگفتش: اس نے اس کو کہا۔ بیا تا چہ داری: تاکہ کیا رکھتا ہے تو۔ چرا: کیوں۔ نہ بستی: نہیں باندھا تو نے۔ بفتراک: فتراک سے یہ ایک رسی ہوتی ہے جو زین کے پچھلے حصے سے بندھی ہوتی ہے۔ اس سے شکار باندھ کر لایا جاتا ہے۔ در: زائد۔

تشریح: (۱) اس (مہمان) نے کہا۔ اے دوست! مجھے تم پہ پورا بھروسہ ہے۔ میں توقع کرتا ہوں کہ اس مشکل گھڑی میں میری رہنمائی ضرور کروگے۔ (۲) خوبرو نوجوان نے ہنستے ہوئے اپنے مہمان سے کہا کہ حاتم میں ہی ہوں۔ دیر کس بات کی ہے میرا سر حاضر ہے۔ تلوار سے اتار کرلے جاؤ۔ (۳) قبل از صبح ہی اپنا کام کر ڈالو۔ ورنہ عزیز و اقارب کی موجودگی میں تجھے بہت سی مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ کہیں مایوسی نہ ہو۔ (۴) جب حاتم طائی نے اپنے مہمان کے سامنے سر جھکایا تو مہمان دوست حواس باختہ ہو گیا۔ (۵) نووارد مہمان کے دل پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ وہ کسی عقیدت مند کی طرح دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ (۶) نووارد مہمان نے اپنی تلوار اور تیروں کی تھیلی (ترکش) کو پھینک دیا۔ اور فرمانبرداروں کی طرح اپنے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

(۷) مہمان نے کہا کہ تجھے قتل کرنا تو بہت دُور کی بات ہے۔ اگر میں تجھے پھول بھی ماروں تو یہ میری مردانگی نہیں زنانہ پن ہوگا۔

(۸) حاتم طائی کا نووارد مہمان معانقہ کرکے آنکھوں کو چومنے لگا اور پھر یمن کی طرف نامراد و ناکام لوٹ گیا۔

(۹) جب وہ (نووارد مہمان) یمن پہنچا تو شاہ یمن نے اس کی ناکامی کو دُور سے ہی بھانپ لیا۔ (۱۰) اور قریب بلاتے ہوئے (شاہ یمن نے) کہا۔ کہ مجھے بتلاؤ کہ ناکامی کیوں ہوئی؟ زین کے ساتھ بندھی ہوئی رسی میں حاتم طائی جکڑا ہوا کیوں نہیں۔

۱	مگر بر تو نام آورے حملہ کرد	نیاوردی از ضعف تاب نبرد
	شاید تجھ پر نام آور نے حملہ کر دیا	تو کمزوری سے لڑائی کی تاب نہ لایا
۲	جواں مرد شاطر زمیں بوسہ داد	ملک را ثنا گفت و تمکیں نہاد
	چالاک بہادر نے زمین کو بوسہ دیا	بادشاہ کی تعریف کی اور آداب بجالایا
۳	بدو گفت کائے شاہ باداد و ہوش	ازیں در سخنہائے حاتم نیوش
	اس سے کہا اے بخشش اور ہوش والے بادشاہ	اس طور پر حاتم کی باتیں سن
۴	کہ دریافتم حاتم نامجوی	ہنرمند و خوش منظر و خوب رو
	میں نے نام آور حاتم کو پایا	ہنرمند اور خوش منظر اور خوبصورت
۵	جواں مرد و صاحب خرد دیدمش	بمردانگی فوق خود دیدمش
	میں نے اس کو بہادر اور عقلمند دیکھا	اس کو بہادری میں اپنے سے زیادہ دیکھا
۶	مرا بارِ لطفش دوتا کرد پشت	بشمشیر احسان و فضلم بکشت
	اس کی مہربانی نے میری کمر دوہری کر دی	احسان اور بڑائی کی تلوار سے اس نے مجھے مار ڈالا
۷	بگفت آنچہ دید از کرمہائے وے	شہنشہ ثنا گفت بر آلِ طے
	اس نے اس کے جو کرم دیکھے تھے بتائے	بادشاہ نے طے والوں کی تعریف کی
۸	فرستادہ را داد مہر و درم	کہ مُہرست بر نام حاتم کرم
	قاصد کو اشرفیاں اور درم دیئے	کہ حاتم کے نام پر کرم کی مُہر ہے
۹	مرا او را رسد گر گواہی دہند	کہ معنی و آوازہ اش ہمرہ اند
	اس کو حق ہے اگر لوگ یہ گواہی دیں	کہ اس کی حقیقت اور شہرت ساتھ ساتھ ہیں

(۱) مگر: شاید۔ بر تو: تیرے، دیر۔ نام آورے: نامور۔ کرد: کیا۔ نیاوردی: نہیں طاقت لاسکا۔ از ضعف: کمزوری کی وجہ سے۔ تاب برد: لڑائی کی تاب۔ (۲) جواں مرد شاطر: چالاک جوانمرد۔ داد: دیا۔ ملک: بادشاہ۔ ثنا گفت: تعریف کہی۔ تمکیں نہاد: تعظیم کی۔

(۳) بدو گفت: اس سے کہا۔ کائے شاہ: کہ اے بادشاہ۔ باداد و ہوش: انصاف اور ہوش والے۔ ازیں در: اس قسم کی۔ در، بمعنی بنی نوع۔ سخنہائے حاتم: حاتم کی باتیں۔ نیوش: سُن۔

(۴) دریافتم: میں نے پایا۔ نامجوی: نام ڈھونڈنے والا مُراد مشہور۔ خوش منظر: خوبصورت۔ خوبرو: ایضاً۔ (۵) جواں مرد: بہادر یا سخی۔ صاحب خرد: عقل مند۔ دیدمش: دیکھا میں نے اس کو۔ بمردانگی: بہادری میں۔ فوق خود: اپنے سے زیادہ۔

(۶) مرا: مجھ کو۔ بار لطفش: اس کی مہربانی کا بوجھ۔ دوتا: دوہری۔ کرد: کردی۔ پشت: کمر۔ بشمشیر احساں: احسان کی تلوار۔ و فضلم: اور مہربانی کی تلوار سے مجھ کو۔ بکشت: مار ڈالا اس نے۔ (۷) بگفت: اس نے کہا۔ آنچہ دید: جو کچھ دیکھا۔ از کرمہائے وے: اس کی مہربانیوں سے۔ ثنا گفت: تعریف کہی۔ بر آلِ طے: آلِ طے پر۔ (۸) فرستادہ: بھیجا ہوا آدمی۔ داد: دیا۔ مہر و درم: مہر اشرفی۔ درم: سکّہ چونی برابر۔ مہرست: مہر ہے۔ بر نام حاتم: حاتم کے نام پر۔ کرم: بخشش یا سخاوت۔ (۹) مرا او را: خاص اس کو۔ رسد: حق پہنچتا ہے۔ گواہی دہند: لوگ گواہی دیویں۔ معنی و آوازہ: حقیقت اور شہرت۔ اش: اس کی۔ ہمرہ اند: ساتھ ساتھ ہیں۔

تشریح: (۱) مجھے محسوس ہوتا ہے کہ حاتم طائیؔ تم سے زیادہ طاقتور تھا۔ جس کے مقابلے کی تم تاب نہ لا سکے ہوگے۔
(۲) نوجوان بھی چالاک تھا۔ اس نے پہلے پہل شاہ یمن کے تخت کو چوما اور پھر بادشاہ کی عظمت کے نغمے الاپنے لگا۔
(۳) بعدازاں وہ (جوان) گویا ہوا کہ اے انصاف پسند اور ذی ہوش بادشاہ! حاتم طائیؔ کی باتیں سننے کے قابل ہیں۔ اس لیے غور سے سُن۔ (۴) میں نے حاتم طائیؔ کو اس لائق پایا کہ وہ واقعی معروف شخصیت ہے۔ وہ خوش اخلاق و خوبصورت اور ہنرمند ہے۔ (۵) وہ (حاتم طائیؔ) بہادر اور جوانمردی میں مجھ سے کہیں بڑھ کر ہے۔ عقل و خرد کا مخزن ہے۔
(۶) اس (حاتم طائیؔ) نے مجھے اپنا قاتل سمجھنے کے باوجود مجھ پر احسانات کا اسقدر بوجھ ڈال دیا کہ میری کمر دوہری ہوگئی۔
(۷) نوجوان نے شاہ یمن کے سامنے اپنی تمام سرگذشت سنا دی جس کا اثر بادشاہ پر ایسا ہوا کہ وہ بھی تعریف کیئے بغیر نہ رہ سکا۔ (۸) شاہ یمن نے نوجوان کو انعام واکرام سے نہ صرف نوازا بلکہ سخاوت کے عمل پر حاتم کے نام کی مُہر لگا دی۔
(۹) شاہ یمن نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ لوگ اگر حاتم طائیؔ کی سخاوت پر مشتمل شہادت دیتے ہیں تو یہ ان کا حق ہے کیونکہ حاتم طائیؔ شہرت و حقیقت میں برابر ہے۔

حکایت دُختر حاتم در روزگارِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حاتم کی لڑکی کا قصہ

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۲	شنیدم کہ طے در زمانِ رسولؐ	نہ کردند منشورِ ایماں قبول
	میں نے سنا ہے کہ قبیلہ طے نے آنحضورؐ کے زمانہ میں	ایمان کا حکم نامہ منظور نہ کیا
۳	فرستاد لشکر بشیر و نذیر	گرفتند ز ایشاں گروہے اسیر
	انہوں نے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ایک لشکر روانہ کیا	جس نے ان میں سے ایک جماعت کو قیدی بنا کر پکڑ لیا
۴	بفرمود کشتن بشمشیرِ کیں	کہ ناپاک بودند و ناپاک دیں
	غصہ کی تلوار سے مار ڈالنے کا انہوں نے حکم فرمایا	اسلئے کہ وہ بیباک تھے اور ناپاک دین والے تھے
۵	زنے گفت من دخترِ حاتمم	بخواہند ازیں نامور حاکمم
	ایک عورت نے کہا میں حاتم کی لڑکی ہوں	اس نامور حاکم سے لوگ میری درخواست کریں
۶	کرم کن بجائے من اے محترم	کہ مولائے من بود ز اہلِ کرم
	اے محترم مجھ پر کرم کیجئے	اس لیے کہ میرا باپ اہل کرم میں سے تھا
۷	بفرمانِ پیغمبرِ پاک رائے	کشادند زنجیرش از دست و پائے
	پاک رائے پیغمبر کے حکم سے	اس کے ہاتھ پیر سے زنجیر کھول دی
۸	دراں قوم باقی نہادند تیغ	کہ رانند سیلابِ خوں بے دریغ
	اس بقیہ قوم میں انہوں نے تلوار سونت لی	اس لیے کہ انہوں نے بے دریغ خون بہایا تھا
۹	بزاری بشمشیر زن گفت زن	مرا نیز با جملہ گردن بزن
	عورت نے جلاد سے عاجزی سے کہا	سب کے ساتھ میری بھی گردن مار دے
۱۰	مروّت نہ بینم رہائی ز بند	بہ تنہا و یارانم اندر کمند
	میں قید سے رہائی شرافت نہیں سمجھتی ہوں	اکیلی اور میرے ساتھی رسی میں ہوں

(۱) دختر: بیٹی۔ روزگار: زمانہ۔ پیغمبر: اللہ کا پیغام لانے والا۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام: اس پر خدا کی رحمت ہو اور سلامتی۔ (۲) شنیدم: میں نے سنا۔ طے: قبیلہ بنی طے۔ در زمانِ رسول: رسول اللہؐ کے زمانہ میں۔ نہ کردند: نہیں کیا انہوں نے۔ منشورِ ایماں: ایمان کا فرمان۔ (۳) فرستاد: بھیجا۔ بشیر: خوشخبری دینے والا۔ نذیر: ڈر سنانے والا۔ گرفتند: پکڑا انہوں نے۔ گروہے: ایک گروہ کو۔ اسیر: قیدی۔ (۴) بفرمود: حکم دیا۔ کشتن: مار ڈالنا۔ بشمشیرِ کیں: کینے کی تلوار کے ساتھ۔ ناباک: نہ ڈرنے والے۔ بودند: تھے وہ۔ ناپاک دیں: گندے دین والے۔ (۵) زنے گفت: ایک عورت نے کہا۔ دخترِ حاتمم: میں حاتم کی بیٹی ہوں۔ بخواہند: سوال کریں۔ ازیں: اس سے۔ نامور: مشہور۔ حاکمم: حاکم سے مجھ کو۔ (۶) کرم کن: کرم کر۔ بجائے من: میرے اوپر۔ محترم: عزت والا۔ مولائے من: میرا سردار یعنی باپ۔ بود: تھا وہ۔ اہلِ کرم: سخاوت والے۔ (۷) بفرمانِ پیغمبر: پیغمبر کے حکم سے۔ پاک رائے: پاک رائے والا۔ کشادند: کھول دی انہوں نے۔ زنجیرش: اس کی زنجیر۔ از دست و پا: ہاتھ پاؤں سے۔ (۸) دراں قوم: اس قوم میں۔ نہادند: رکھی انہوں نے۔ تیغ: تلوار۔ رانند: چلایا انہوں نے۔ بے دریغ: بغیر روک ٹوک یا بغیر افسوس کے۔ (۹) بزاری: رو کر۔ بشمشیر زن: تلوار چلانے والے کو۔ گفت زن: عورت نے کہا۔ مرا نیز: مجھ کو بھی۔ با جملہ: سب کے ساتھ بزن: مار دے۔ (۱۰) مروّت: مناسب۔ نہ بینم: نہیں دیکھتا میں۔ ز بند: قید سے۔ بہ تنہا: اکیلی۔ یارانم: میرے ساتھی۔ اندر کمند: قید میں۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ رسول علیہ السلام کا حسن سلوک حاتم طائی کی بیٹی سفانہ کے ساتھ کیسا تھا۔ (۲) شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ قبیلہ بنو طے کے لوگوں نے رسول علیہ السلام کے دور میں قبول اسلام کے شرف سے انحراف کیا (۳) رسولؐ نے قبیلہ طے سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ اور لڑائی کے بعد مجاہدین اسلام نے انہیں گرفتار کرکے بشیر و نذیر کے حضور پیش کر دیا۔ (۴) قبیلے (طے) کے لوگوں نے اہل اسلام پر مظالم کے پہاڑ توڑے تھے۔ اس لیے پیغمبر اسلام نے انہیں (قبیلہ طے کے لوگوں کو) قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ (۵) قبیلہ طے کے قیدیوں میں ایک خاتون نے کہا کہ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ لوگ اس نامور سردار (رسولؐ) سے میری سفارش کریں۔ (۶) اے قابل صد احترام شخصیت! میرا باپ (حاتم طائی) لوگوں کا بہت اکرام کیا کرتا تھا۔ جناب آپ بھی مجھ پر لطف و کرم کی بارش برسائیں۔ (۷) چنانچہ رسولؐ کے حکم سے اس خاتون کی زنجیریں کھول کر اسے (حاتم کی بیٹی کو) آزاد کر دیا گیا۔ (۸) قبیلہ طے کے باقیماندہ لوگوں کے لیے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کرنے کی پاداش میں قتل کا حکم برقرار رکھا گیا۔ (۹) عین قتل پر مبنی حکم پر تعمیل کے وقت وہ خاتون گریہ و زاری کرتے ہوئے فریاد کرنے لگی کہ مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دیا جائے۔ (۱۰) وہ خاتون کہنے لگی۔ میرے لیے اس سے بڑی بے مروّتی اور کیا ہوگی کہ میرے اعزار و اقارب موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں اور میں تنہا آزاد ہو جاؤں۔

۱ ہمے گفت گریاں براخوان طے ۔ بسمع رسول ؐ آمد آواز دے

طے کے بھائیوں پر روتے ہوئے وہ یہ کہہ رہی تھی ۔ رسول ؐ کے کان میں اس کی آواز آئی

۲ ببخشید شں آں قوم و دیگر عطا ۔ کہ ہرگز نہ کرد اصل و گوہر خطا

وہ قوم اس کو بخش دی اور پھر انعام دیا ۔ کہ اصل اور جوہر خطا نہیں کرتا ہے

حکایت در آزاد مردیٔ حاتم و ذکر پادشاہِ اسلام

سخاوت اور حاتم اور شاہِ اسلام کا قصہ

۴ ز بنگاہِ حاتم یکے پیر مرد ۔ طلب دہ درم سنگِ فانیذ کرد

ایک بوڑھے نے حاتم کے خیمہ سے ۔ دس درہم کی بقدر شکر مانگی

۵ ز راوی چنیں یاد دارم خبر ۔ کہ پیشش فرستاد تنگ شکر

بیان کرنے والے کی یہ بات مجھے یاد ہے ۔ کہ اس نے اس کے پاس شکر کا بورا بھیج دیا

۶ زن از خیمہ گفت ایں چہ تدبیر بود ۔ ہماں دہ درم حاجت پیر بود

خیمہ سے عورت بولی یہ کیا تدبیر تھی ۔ بوڑھے کی ضرورت تو دس درہم کی بقدر تھی

۷ شنید ایں سخن نامبردارِ طے ۔ بخندید و گفت اے دل آرام حے

طے کے نامور نے یہ بات سنی ۔ ہنسا اور بولا اے قبیلہ کے دل کی راحت

۸ گر او درخور حاجت خویش خواست ۔ جواں مردیٔ آلِ حاتم کجاست

اگرچہ اس نے اپنی ضرورت کے مطابق مانگی ۔ تو حاتم کے خاندان کی سخاوت کہاں ہے

۹ چو حاتم بآزاد مردی دگر ۔ ز دورانِ گیتی نیامد مگر

حاتم جیسا سخی پھر ۔ زمانہ کی گردش سے نہ پیدا ہوا مگر

۱۰ ابوبکر سعد آنکہ دستِ نوال ۔ نہد ہمتش بر دہانِ سوال

ابوبکر بن سعد جس کے عطا کے ہاتھ کو ۔ اس کی ہمت سوال کے منہ پر رکھ دیتی ہے

(۱) ہمے گفت: وہ کہتی تھی۔ گریاں: روتے ہوئے۔ براخوانِ طے: طے کے بھائیوں پر۔ بسمع رسول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں۔ آمد: آئی۔ آواز دے: اس کی آواز۔ (۲) بخشید شں: اس کو بخش دی۔ دیگر عطا: اور بھی عطائیں دیں۔ نہ کرد: نہیں کیا۔ اصل: جڑ مراد آباؤ اجداد۔ گوہر: ذات، موتی۔
(۳) آزاد مردی: سخاوت۔ ذکر پادشاہ اسلام: اسلام کے بادشاہ کا ذکر۔ (۴) بنگاہ: مکان۔ یکے: ایک۔ پیر مرد: بوڑھا آدمی۔ طلب: سوال۔ دہ درم: دس درہم۔ سنگ: پتھر مراد مقدار۔ فانیذ: شکر۔ کرد: کیا۔
(۵) راوی: روایت کرنے والا۔ چنیں: ایسے۔ یاد دارم: یاد رکھتا ہوں میں۔ پیشش: اس کے سامنے۔ فرستاد: بھیجا۔ تنگ شکر: شکر کا بورا۔ (۶) زن: عورت۔ گفت: کہا اس نے۔ ایں چہ: یہ کیا۔ تدبیر: انتظام مراد عقلمندی۔ بود: تھی۔ ہماں: وہی۔ دہ درم: دس درہم۔ حاجت پیر: بوڑھے کی ضرورت۔
(۷) شنید: سنی۔ ایں: یہ۔ سخن: بات۔ نام بردارِ طے: قبیلہ طے کا نامور۔ بخندید: ہنس پڑا۔ گفت: اس نے کہا۔ دل آرام حے: محلے کی محبوب عورت۔ (۸) درخور: مناسب۔ حاجت خویش: اپنی حاجت۔ خواست: مانگا اس نے۔ جوانمردی: سخاوت۔ آلِ حاتم: حاتم کا خاندان۔ کجاست: کہاں ہے۔ (۹) چوں حاتم: حاتم کی مثل۔ بآزاد مردی: سخاوت میں۔ دگر: اور کوئی۔ ز دورانِ گیتی: زمانے کی گردش سے۔ نیامد: نہیں آیا۔ (۱۰) ابوبکر سعد: بادشاہ جس کی طرف منسوب ہو کر مصنف سعدی بنا۔ آنکہ: جس نے کہ۔ دستِ سوال: بخشش کا ہاتھ۔ نہد: رکھتی ہے۔ ہمتش: اس کی ہمت۔ دہانِ سوال: سوال کا منہ۔

تشریح: (۱) وہ (خاتون) رو رو کر یہ بات کہتی جا رہی تھی کہ رسول علیہ السلام تک اس کی فریاد اور آہ و زاری پہنچ گئی۔ (۲) رسول علیہ السلام نے اس (خاتون) کی آہ و پکار سننے کے بعد قبیلہ طے کے تمام لوگوں کو بخش دیا۔ کیونکہ جس قوم میں حاتم جیسا گوہر ہو وہ خطا کی مرتکب نہیں ہو سکتی۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ سخاوت کا تقاضیٰ یہ ہے کہ سخی اپنی شان و شوکت ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جود و سخا کا مظاہرہ کرے۔ سوالی کی ضرورت نہ دیکھے۔ (۴) ایک عمر رسیدہ سوالی نے حاتم طائی کے دروازے پر ندا دی کہ مجھے دس درہم یعنی ایک تولہ کی مقدار چینی کی ضرورت ہے۔ (۵) مجھے اس کا پختہ یقین ہے جیسا گویا راوی کا چشم دید واقعہ ہو۔ کہ حاتم طائی نے اپنی شان و شوکت کے مطابق چینی کی مکمل بوری فقیر کے حوالے کر دی۔ (۶) حاتم کی زوجہ نے کہا کہ فقیر نے ایک تولہ شکر مانگی۔ آپ نے پوری بوری بھر کے دے دی۔ میری نظر میں اسے عقل مندی نہیں کہتے۔
(۷) حاتم اپنی بیوی کی بات سن کر ہنسا اور بڑا عجیب سا جواب دیا۔ ناموری و شان کا معاملہ ہے؟ (۸) حاتم نے جواباً کہا کہ اپنے اپنے ظرف اور شان کی بات ہے۔ اس (فقیر) نے اپنی ضرورت و ظرف کے مطابق مانگا۔ اور میں نے اپنے بلند ظرف اور شان کے مطابق دیا ہے۔
(۹) جود و سخا کی کثرت کے حوالے سے حاتم طائی جیسا شہرت یافتہ شخص دنیا میں کوئی دوسرا نہ آیا۔ (۱۰) لیکن ابوبکر بن سعد رحؒ نے بھی جود و سخا کی بارش برسانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ کہ وہ زبان ہلانے سے قبل ہی سوالی کی حاجت روائی کر دیتا تھا۔

مصرع اول		مصرع ثانی
رعیت پناہا دلت شاد باد	۱	بسعیت مسلمانی آباد باد
اے رعیت پناہ تیرا دل خوش رہے		تیری کوشش سے مسلمانی آباد ہو
سرافراز د ایں خاکِ فرخندہ بوم	۲	زعدلت بر اقلیم یونان و روم
یہ خاک مبارک زمین فخر کرتی ہے		تیرے انصاف کی وجہ سے یونان اور روم پر
چو حاتم کہ گر نیستے فردے	۳	نبردے کس اندر جہاں نام طے
حاتم کی طرح کہ اگر اس کی شان وشوکت نہ ہوتی		دنیا میں کوئی طے کا نام بھی نہ لیتا
ثنا ماند ازاں نامور در کتاب	۴	ترا ہم ثنا ماند و ہم ثواب
کتاب میں اس نامور کی تعریف باقی ہے		تیری بھی تعریف اور ثواب باقی رہیگا
کہ حاتم بداں نام و آوازہ خواست	۵	ترا سعی و جہد از برائے خداست
اسلیے کہ حاتم نے تو اس سے نام اور شہرت چاہی		تیری کوشش اور محنت خدا کیلئے ہے
تکلف بر مردِ درویش نیست	۶	وصیت ہمیں یک سخن بیش نیست
فقیر پر بناوٹ نہیں ہے		اس ایک بات سے زیادہ وصیت نہیں ہے
کہ چندانکہ جہدت بود خیر کن	۷	ز تو خیر ماند ز سعدی سخن
کہ جس قدر تیری طاقت ہو بھلائی کر		تیری نیکی باقی رہے گی اور سعدی کا کلام

حکایت در حِلم بادشاہاں

قصہ بادشاہوں کی بردباری کے بیان میں

مصرع اول		مصرع ثانی
یکے را خرے در گِل افتادہ بود	۹	ز سوداش خوں در دل افتادہ بود
ایک شخص کا گدھا کیچڑ میں پھنس گیا تھا		غصہ سے اس کے دل میں خون پڑ گیا تھا
بیابان و باران و سرما و سیل	۱۰	فروہشتہ ظلمت بر آفاق ذیل
جنگل اور بارش اور جاڑا اور بہاؤ		تاریکی اطراف پر دامن لٹکائے ہوئے

(۱) رعیت پناہا: اے رعیت کی پناہ۔ دلت: تیرا دل۔ شاد باد: خوش ہو۔ بسعیت: تیری کوشش سے۔ آباد باد: آباد ہووے۔ (۲) سرافرازد: سر بلند کرے۔ ایں خاک: یہ مٹی۔ فرخندہ بوم: مبارک زمین۔ زعدلت: تیرے عدل سے۔ بر اقلیم یونان و روم: روم اور یونان کے ملک پر۔ روم: جسے آجکل اٹلی کہتے ہیں۔ یہ بڑا قدیم التہذیب ملک ہے۔ یونان: روم کا پڑوسی ملک جس نے بڑے بڑے فلاسفر پیدا کیے۔ (۳) چو حاتم: حاتم کی طرح۔ نیستے: نہ ہوتا۔ فردے: اس کا دبدبہ۔ نبردے: نہ لے جاتا۔ کس: کوئی شخص۔ اندر جہاں: جہان میں۔ نام طے: بنی طے کا نام۔ (۴) ثنا: تعریف۔ ماند: رہ گئی۔ ازاں نامور: اس نامور کی۔ در کتاب: کتاب میں۔ ترا ہم: تیری بھی۔ ثنا ماند: تعریف رہے گی۔ ہم ثواب: ثواب بھی۔ (۵) بداں: اصل بہ آں: اس کے ساتھ۔ آوازہ: شہرت۔ خواست: چاہا۔ ترا: تیری۔ سعی: کوشش۔ جہد: کوشش۔ از برائے: واسطے۔ ست: ہے۔ (۶) تکلف: بناوٹ۔ بر مرد درویش: درویش آدمی کے پاس۔ نیست: نہیں ہے۔ وصیت: آخری نصیحت۔ ہمیں: یہی۔ یک سخن: ایک بات۔ بیش: زیادہ۔ نیست: نہیں ہے۔ (۷) چندانکہ: جتنا کہ۔ جہدت: تیری کوشش۔ بود: ہووے۔ خیر کن: نیکی کر۔ ز تو: تجھ سے۔ خیر ماند: نیکی رہ جائے گی۔ ز سعدی: سعدی سے۔ سخن: کلام۔ (۸) حلم بادشاہاں: بادشاہوں کا تحمل۔ (۹) یکے را: ایک کا۔ خرے: ایک گدھا۔ در گل: کیچڑ میں۔ افتادہ بود: پڑا ہوا تھا۔ ز سوداش: اس کے غصے سے۔ در دل: دل میں۔ (۱۰) بیاباں: جنگل۔ باراں: بارش۔ سرما: سردی۔ سیل: سیلاب۔ فروہشتہ: گرائے ہوئے۔ ظلمت: تاریکی۔ بر آفاق: کنارے یا جہان۔ ذیل: دامن۔

تشریح: (۱) اے حاکم وقت (ابوبکر بن سعدؒ) تیرے جود و سخا کی کثرت کے باعث تیری رعایا محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے خوش رکھے اور تیری وجہ سے مسلمانوں کا سر بلند ہو۔ (۲) تیرے عدل کی وجہ سے اس ملک کا نام روشن ہوا اور روم و یونان جیسی قدیم سلطنتیں اس (ملک) کے سامنے اپنی وقعت و حیثیت کھو بیٹھیں۔ (۳) اگر جود و سخا کے حوالے سے حاتم طائی کی شہرت نہ ہوتی تو آج دنیا میں کوئی کبھی یا کہیں بھی اس کا نام لیوا نہ ہوتا۔ (۴) سخاوت پر مبنی حاتم کے کارناموں کی وجہ سے اس کا نام کتابوں میں زندہ ہے۔ چنانچہ ثواب کے ساتھ ساتھ تیرا (ابوبکر بن سعد کا) نام بھی جاوداں رہے گا۔ (۵) اس لیے کہ حاتم طائی تو صرف دنیا کی ناموری و شہرت کا خواہشمند تھا جبکہ تیری (ابوبکر بن سعدؒ) تمام تر مساعی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہے۔ (۶) جن کا مزاج درویشانہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ تکلف برطرف کے قائل ہوتے ہیں۔ میرے (شیخ سعدیؒ) نزدیک اس سے زیادہ وصیت و نصیحت کی بات قطعی نہیں۔ (۷) تجھے (ابوبکر بن سعدؒ) پند و نصائح کی زیادہ ضرورت نہیں۔ بس صرف ایک نصیحت ہے کہ تجھ سے جسقدر ہو سکے، خیر و بھلائی کے کام کیا کر۔ (۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص مصیبت کا مارا ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی بے حرمتی کرے تو اسے چاہیے کہ وہ مصیبت زدہ شخص کو معاف کر دے۔ (۹) کسی مسافر کا گدھا مع سامان کے کیچڑ میں پھنس گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ (مسافر) آگ بگولا ہو رہا تھا۔ (۱۰) کیونکہ سنسان جنگل میں بارش و سیلاب اور سردی کے ساتھ ساتھ ہر طرف تاریکی بھی تھی۔ چنانچہ یہ تمام باتیں اس (مسافر) کے لیے پریشان کن تھیں۔

۱. ہمہ شب دریں غصہ تا بامداد — سقط گفت و نفرین و دشنام داد

تمام رات صبح تک اس غصہ میں — بیہودہ بکتا رہا اور لعنت اور گالیاں دیتا رہا

۲. نہ دشمن برست از زبانش نہ دوست — نہ سلطاں کہ آں بوم و بر زان اوست

اس کی زبان سے نہ دشمن بچا نہ دوست بچا — نہ بادشاہ، اسلیئے وہ جنگل اور زمین اسی کا تھا

۳. قضا شاہِ کشور یکے نامجوے — بہ نخچیر گہ بُد بچوگان و گوئے

خدا کا کرنا کہ ملک کا نامور بادشاہ — شکار گاہ میں تھا مع بلے اور گیند کے

۴. شنید آں سخنہائے دور از صواب — نہ صبر شنیدن نہ روئے جواب

بادشاہ نے وہ غلط باتیں سنیں — جن کے سننے کا نہ اس کو صبر تھا نہ جواب کا موقع تھا

۵. نگہ کرد سالارِ اقلیم و دید — کہ بر پشتہ ایں ماجرا مے شنید

اس نے نگاہ ڈالی ملک کے بادشاہ کو دیکھا — کہ اس نے ٹیلہ پر سے ماجرا سنا ہے

۶. ملک خشمگیں در حشم بنگریست — کہ سودائے ایں بر من از بہر چیست

بادشاہ نے شرما کر نوکروں کو دیکھا — کہ اس کا غصہ مجھ پر کیوں ہے

۷. یکے گفت شاہا بتیغش بزن — کہ نگذاشت کس را نہ دختر نہ زن

ایک بولا اے بادشاہ اس کو تلوار سے مار دے — اسلیئے کہ اس نے کسی کو نہ چھوڑا نہ لڑکی نہ بیوی کو

۸. نگہ کرد سلطانِ عالی محل — خودش در بلا دید و خر در وحل

بلند مرتبہ بادشاہ نے نگاہ ڈالی — اس کو مصیبت میں دیکھا اور گدھے کو کیچڑ میں

۹. ببخشید بر حالِ مسکین مرد — فرو خورد خشم سخنہائے سرد

مسکین انسان کے حال پر بخشش کی — نامناسب باتوں کے غصہ کو پی گیا

۱۰. زرش داد و اسپ و قبا پوستیں — چہ نیکو بود مہر در وقت کیں

اسکو سونا دیا اور گھوڑا اور پوستین کی قبا — غصہ کے وقت پیار کیا ہی بھلا ہے

(۱) ہمہ شب: ساری رات۔ دریں غصہ: اس غصہ میں تا بامداد: صبح تک۔ سقط: بیہودہ باتیں۔ گفت: کہی اس نے۔ نفریں: لعنت۔ دشنام: گالی۔ داد: اس نے۔ (۲) برست: چھوٹا۔ از زبانش: اس کی زبان سے۔ نہ سلطاں: نہ بادشاہ۔ آں بوم: وہ ملک۔ بر: جنگل۔ زان اوست: اس کا ہے۔ (۳) قضا: تقدیر سے یا اتفاقاً۔ شاہِ کشور: ملک کا بادشاہ۔ یکے نامجوے: ایک نام ڈھونڈنے والا۔ بہ نخچیر گاہ: شکار گاہ میں۔ بُد: تھا۔ بچوگان و گوئے: گیند بلے کے ساتھ۔ (۴) شنید: سُنی آں سخنہائے: وہ باتیں۔ دور از صواب: درستی سے دُور یعنی غلط۔ شنیدن: سننا۔ روئے جواب: جواب کی صورت (۵) نگہ کرد: نظر کی۔ سالارِ اقلیم: ملک کا سردار۔ دید: دیکھا بر پشتہ: ٹیلے پر۔ ایں ماجرا: یہ واقعہ۔ مے شنید: سن رہا تھا۔ (۶) ملک: بادشاہ۔ خشمگیں: ناراض۔ حشم: نوکر چاکر بنگریست: دیکھا۔ سودائے ایں: اس کا غصہ۔ بر من: مجھ پر۔ از بہر: واسطے۔ چیست: کیا ہے۔ (۷) یکے گفت: ایک نے کہا۔ شاہا: اے بادشاہ۔ بتیغش: تلوار کے ساتھ اس کو۔ بزن: مار۔ نگذاشت: نہیں چھوڑی۔ کس را: کسی کی۔ دختر: بیٹی۔ زن: عورت۔ (۸) نگہ کرد: نظر کی۔ سلطانِ عالی محل: عالی مقام بادشاہ۔ خودش: خود اس کو۔ در بلا: مصیبت میں۔ دید: دیکھا۔ خر: گدھا۔ در وحل: کیچڑ میں۔ (۹) ببخشید: بخش دیا۔ برحالِ مسکیں: مسکین کے حال پر۔ فرو خورد: کھا گیا۔ خشم: غصہ۔ سخنہائے سرد: ٹھنڈی یا نامناسب باتیں۔ (۱۰) زرش: سونا اس کو۔ داد: دیا۔ اسپ: گھوڑا۔ قبا پوستیں: پوستین کی بنی ہوئی اچکن۔ چہ نیکو: کیا اچھا۔ بود: ہووے۔ مہر: محبت۔ وقتِ کیں: غصے کے وقت۔

تشریح: (۱) وہ (مسافر) اسی حالت (پریشانی) میں ساری رات ہر شخص کو گالی گلوچ اور لعن طعن کا ہدف بناتا رہا۔ (۲) اس (مسافر) کی زبان کے تیرے اپنا بیگانہ، دوست و دشمن حتیٰ کہ جنگل و ملک کا بادشاہ بھی نہ بچ سکا۔ (۳) اتفاق ایسا ہوا کہ بادشاہ اپنے تمام ساز و سامان سمیت شکار کی غرض سے اس جنگل اور شکار گاہ میں موجود تھا۔ (۴) بادشاہ نے اس (مسافر) کی تمام فرسودہ باتیں سنیں اور پیچ و تاب کھاتا رہا۔ اس (بادشاہ) کے پاس صبر کی سبیل تھی نہ جواب کی کوئی شکل۔ (۵) اس بادشاہ نے جو ٹیلے پر کھڑا ہو کر مسافر کی تمام بیہودگی سن رہا تھا، نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ (۶) بادشاہ نے چہرے پر ناراضی کے آثار لاتے ہوئے اپنے خدام کی طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا کہ یہ (مسافر) مجھ پر اپنا غصہ کیوں نکال رہا ہے۔ (۷) ایک خادم کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت! اس شخص کی گردن مار دینی چاہیئے۔ (۸) لیکن جب بادشاہ نے مسافر کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ پریشانی میں اور گدھا کیچڑ میں پھنسا ہوا ہے۔ (۹) چنانچہ بادشاہ کو اس مسکین کی حالت پر رحم آیا۔ اس لیئے اس (بادشاہ) نے مسافر کا ہذیان نظر انداز کر دیا۔ (۱۰) اسے (مسافر کو) سیم و زر اور گھوڑا و اچکن وغیرہ سے نوازا۔ بسا اوقات غصے کی حالت میں محبت خوب اچھی لگتی (جچتی) ہے۔

۱	یکے گفت اے پیر بے عقل وہوش	عجب رستی از قتل گفتا خموش
	کسی نے اس سے کہا اے بے عقل وہوش بوڑھے	قتل سے خوب بچا وہ بولا چپ رہ
۲	اگر من بنالیدم از دردِ خویش	وے انعام فرمود در خوردِ خویش
	اگر میں اپنے درد کی وجہ سے نالاں ہوا	اس نے اپنے مناسب انعام دیا
۳	بدی را بدی سہل باشد جزا	اگر مردی اَحسِن اِلیٰ من اَسَا
	بُرائی کا بدلہ بُرائی آسان ہے	اگر تو انسان ہے تو اسکے ساتھ احسان کر جس نے بُرائی کی

حکایت توانگر سفلۂ و درویش صاحبدل

کمینے مالدار اور صاحب دل فقیر کا قصہ

۵	شنیدم کہ مغرورے از کبر مست	درِخانہ بر روئے سائل بہ بست
	میں نے سنا ہے کہ ایک مغرور نے جو تکبّر سے مست تھا	بھکاری پر دروازہ بند کر دیا
۶	بکنجے فرومانده بنشست مَرد	جگر گرم و آہ از تفِ سینہ سرد
	وہ بھکاری تھک کر ایک گوشے میں بیٹھ گیا	(اس حال میں کہ) جگر گرم اور سینہ کی جلن سے آہ ٹھنڈی تھی
۷	شنیدش یکے مردِ پوشیدہ چشم	بگفتا چہ در تابت آورد و خشم
	اس کو ایک اندھے نے سنا	اس نے کہا تجھے گرمی اور غصہ میں کس چیز نے مبتلا کیا ہے
۸	فروگفت و بگریست بر خاک کوئے	جفائے کزاں شخصش آمد بروئے
	اس نے بیان کیا اور رو دیا، کوچہ کی خاک پر	اس ظلم کو جو اس شخص سے اس پر ہوا تھا
۹	بگفت اے فلاں ترکِ آزار کن	یک امشب بنزدِ من افطار کن
	وہ بولا، اے فلاں رنج ختم کر	ایک یہ کہ آج رات میرے پاس افطار کر
۱۰	بخلق و فریبش گریباں کشید	بمنزل در آوردش و خواں کشید
	اخلاق اور تدبیر سے اس کا گریبان کھینچا	اس کو گھر میں لایا اور دسترخوان بچھایا

(۱) یکے: ایک۔ گفت: کہا۔ پیر: بے عقل وہوش: بے عقل اور بے ہوش بوڑھے۔ عجب: عجیب۔ رستی: چھوٹا تو۔ از قتل: قتل ہونے سے۔ گفتا: اس نے کہا۔ خموش: خاموش ہوجا۔ (۲) من: میں۔ بنالیدم: رویا میں۔ از دردِ خویش: اپنے درد سے۔ وے: اس نے۔ فرمود: فرمایا۔ درخوردِ خویش: اپنی شان کے مطابق۔ (۳) سہل: آسان۔ باشد: ہووے۔ جزا: بدلہ۔ مردی: مرد ہے تو۔ احسن: نیکی کر۔ الیٰ من: اس شخص کی طرف۔ اَسَا: جس نے بُرائی کی۔ (۴) توانگر سفلہ: کمینہ دولتمند۔ صاحبدل: دل والا مراد اہل اللہ۔

(۵) شنیدم: میں نے سنا۔ مغرورے: ایک مغرور شخص۔ از کبر مست: تکبّر سے مست۔ درخانہ: گھر کا دروازہ۔ بر روئے سائل: سائل کے سامنے۔ بہ بست: بند کر دیا اس نے۔ (۶) بکنجے: کونے میں۔ فرومانده: عاجز ہو کر۔ بنشست: بیٹھ گیا۔ تفِ سینہ: سینے کی گرمی۔ (۷) شنیدش: سنا اس کو۔ یکے: ایک۔ پوشیدہ چشم: چھپی آنکھوں والا یعنی اندھا۔ بگفتا: اس نے کہا۔ چہ: کیا چیز۔ در تابت: گرمی میں تجھ کو۔ آورد: لے آئی۔ و خشم: اور غصہ۔ (۸) فروگفت: اس نے کہا۔ بگریست: رو پڑا۔ بر خاک کوئے: گلی کی مٹی پر۔ جفائے کزاں شخصش: جو ظلم کہ اس شخص سے۔ آمد: آیا۔ بروئے: سامنے سے۔ (۹) بگفت: اس نے کہا۔ ترکِ آزار: رنج کو ترک۔ کن: کر۔ یک امشب: آج ایک رات۔ بنزدِ من: میرے پاس۔ افطار کن: کھانا کھالے۔ (۱۰) بخلق و فریبش: اخلاق اور تدبیر سے۔ کشید: کھینچا اس نے۔ بمنزل: گھر میں۔ در آوردش: لے آیا اس کو۔ خواں کشید: دسترخوان بچھایا۔

تشریح: (۱) ایک شخص نے مسافر کو کوستے ہوئے کہا کہ تو قتل سے عجیب طرح بچ گیا ہے۔ اس (مسافر) نے کہا کہ خاموش ہوجاؤ۔ (۲) میں نے مصائب سے تنگ آکر آہ و بکا اور گریہ زاری کی ہے۔ اور اس نے اپنی شان وشوکت کے مطابق مجھے انعام و اکرام سے نوازا ہے۔ (۳) بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینا آسان ہے۔ لطف تو تب ہے کہ کوئی بدی کے صلے میں نیک برتاؤ کرے۔ (۴) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ سائل کا احترام کرو۔ کیونکہ کبھی کبھار اس کی دُعا رنگ لاتی ہے۔ سوالی کو دھتکارنا بڑی نعمت سے محرومی کا باعث ہو سکتا ہے۔ (۵) میں نے سنا ہے کہ ایک متکبر شخص نے سوالی پر دادودہش کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ (۶) سوالی عاجز و مایوس ہو کر دل کی جلن اور سینے کی کڑھن کے ساتھ اسی جگہ پر ایک کونے میں بیٹھ کر آہیں بھرتا رہا۔ (۷) ایک نابینا شخص کو معلوم ہوا تو وہ پوچھنے لگا کہ کون سی ایسی چیز ہے جس نے تجھے اس قدر غمگین کر رکھا ہے۔ (۸) اس (فقیر) نے غم واندوہ میں ڈوب کر کہا کہ میں نے اس ظالم (متکبر شخص) کے دروازے پر کس طرح ندا دی۔ اور اس نے دروازہ بند کر لیا۔ (۹) اس (نابینا شخص) نے کہا۔ کہ اس (متکبر) کی بات چھوڑ دو۔ آج رات میرے پاس ٹھہرو اور کھانا کھاؤ۔ (۱۰) حسن سلوک اور بہتر تدبیر سے اس (غمزدہ) کو اپنے گھر لے آیا۔ اور دسترخوان لگا دیا۔

مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ دوم
بر آسود درویش روشن نہاد	۱	بگفت ایزدت روشنائی دہاد
روشن طبیعت درویش نے پیٹ بھرا		کہا خدا تجھے بینائی عنایت فرمائے
شب از نرگسش قطرہ چندے چکید	۲	سحر دیدہ بر کرد و دنیا بدید
رات میں اس کی نرگس سے چند قطرے ٹپکے		صبح اس نے آنکھ کھولی اور دنیا کو دیکھا
حکایت بشہر اندر افتاد و جوش	۳	کہ بے دیدہ دیدہ بر کرد دوش
شہر میں قصہ اور جوش پھیلا		کہ گذشتہ رات ایک اندھا بینا ہوگیا ہے
شنید ایں سخن خواجۂ سنگدل	۴	کہ برگشت درویش ازو تنگدل
اس سنگدل صاحب نے یہ بات سنی		جس سے تنگدل ہوکر درویش واپس ہوا تھا
بگفتا حکایت کن اے نیک بخت	۵	کہ چوں سہل شد بر تو ایں کارِ سخت
اس نے کہا نیک بخت بتا		کہ یہ سخت کام تجھ پر کیسے آسان ہوگیا
کہ بر کردت ایں شمع گیتی فروز	۶	بگفت اے ستمگارہ آشفتہ روز
جہان کو روشن کرنیوالی تیری شمع کس نے روشن کردی		اس نے کہا اے ظالم پریشان زمانہ
بروئے من ایں در کسے کرد باز	۷	کہ کردی تو بر روئے او در فراز
میرے منہ پر یہ دروازہ اسی نے کھولا		جس پر تونے دروازہ بند کیا تھا
اگر بوسہ بر خاکِ مرداں زنی	۸	بمردی کہ پیش آیدت روشنی
اگر بزرگوں کی خاک پر بوسہ دے گا		بزرگی کی قسم تیرے سامنے روشنی آئے گی
کسانیکہ پوشیدہ چشم دل اند	۹	ہمانا کزیں توتیا غافل اند
جو لوگ دل کے اندھے ہیں		وہی اس توتیا سے غافل ہیں
چو برگشتہ دولت ملامت شنید	۱۰	سر انگشت حسرت بدنداں گزید
جب نصیب پھرے نے ملامت سنی		حسرت کی انگلی دانتوں سے کاٹی

(۱) بر آسود: آرام پایا۔ روشن نہاد: روشن دل۔ بگفت: اس نے کہا۔ ایزدت: اللہ تعالیٰ تجھ کو۔ دہاد: دیوے (۲) شب: رات۔ نرگسش: اس کی نرگس آنکھ۔ قطرہ چندے: چند قطرے یا قطرے کچھ دیر۔ چکید: ٹپکے۔ سحر: صبح۔ دیدہ بر کرد: آنکھیں روشن کیں یا کھولیں۔ دنیا بدید: دنیا دیکھ لی۔ (۳) بشہر اندر: شہر بھر میں۔ افتاد: پڑ گئی۔ بے دیدہ: اندھا۔ دیدہ بر کرد: آنکھیں روشن ہوگئیں۔ دوش: کل رات۔ (۴) شنید: سنی۔ ایں سخن: یہ بات۔ خواجۂ سنگدل: پتھر دل صاحب۔ کہ برگشت: جو کہ پھر گیا۔ ازو: اس سے۔ تنگ دل: رنجیدہ۔
(۵) بگفت: اس نے کہا۔ حکایت کن: واقعہ بیان کر۔ نیک بخت: نیک نصیب۔ چوں: کیسے۔ سہل شد: آسان ہوگیا۔ بر تو: تجھ پر۔ ایں کار سخت: یہ سخت کام۔ (۶) کہ: کس نے۔ بر کردت: روشن کردیں تیری۔ ایں شمع گیتی فروز: یہ دنیا روشن کرنے والی شمع۔ بگفت: اس نے کہا۔ ستمگارہ: ظالم۔ آشفتہ روز: پریشان دنوں والے۔ (۷) بروئے من: میرے چہرے پر۔ ایں در: یہ دروازہ۔ کسے: اس شخص نے۔ باز کرد: کھول دیا۔ کہ کردی: جو کہ تو نے کیا۔ بر روئے او: اس کے چہرے پر۔ در: دروازہ۔ فراز: بند۔ (۸) بر خاکِ مرداں: مردوں کی خاک پر۔ زنی: مارے تو۔ بمردی: مردمی کی قسم۔ پیش آیدت: سامنے آوے تیرے۔ (۹) کسانیکہ: جو لوگ کہ۔ پوشیدہ چشم دل: دل کے اندھے۔ اند: ہیں۔ ہمانا: یقیناً۔ کزیں: کہ وہ اس سے۔ توتیا: سُرمے کا ایک پتھر جو آنکھوں کی دوا ہے۔ غافل اند: بے خبر ہیں۔ (۱۰) چو: جب۔ برگشتہ دولت: پھرے نصیب والا۔ ملامت شنید: ملامت سنی۔ سر انگشت حسرت: حسرت کی انگلی۔ بدنداں: دانتوں سے۔ گزید: کاٹی اس نے۔

تشریح: (۱) جب اس (غمزدہ) درویش نے کھانا کھا کر راحت و اطمینان پایا تو اسے (نابینا کو) دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بینا کردے۔ (۲) غمزدہ درویش کی دُعا قبول ہوئی چنانچہ رات کو اس (نابینا) کی آنکھوں سے پانی کے چند قطرے ٹپکے اور صبح تک اس کی بینائی واپس آچکی تھی۔ (۳) پورے علاقے میں مشہور ہوگیا کہ ایک ہی رات میں نابینا شخص کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ (۴) جس ظالم و متکبر نے فقیر پر دروازے بند کردیئے تھے۔ وہ بھی حقیقت احوال معلوم کرنے کے لئے پہنچ گیا۔ (۵) وہ (متکبر) نابینا سے کہنے لگا کہ مجھے بھی بتاؤ کہ تمہاری آنکھیں کیسے روشن ہوئی ہیں۔ یہ کام اتنا آسان نہیں جتنا کہ ہوگیا ہے۔ (۶) متکبر کی یہ بات سن کر نابینا شخص نے کہا کہ لوگوں کو پریشان کرنے والے ظالم انسان! میری بات ذرا غور سے سن۔ (یعنی یہ عقدہ کیسے حل ہوا)۔ (۷) جس شخص کی صدا سن کر تونے اپنے دروازے بند کردیئے تھے۔ اس کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کی روشنی کھول دی ہے۔ (۸) اگر تو بھی درویشوں کی خدمت و احترام کرے تو تجھے بھی بصیرتِ قلب (دل کی آنکھیں) حاصل ہوسکتی ہیں۔ (۹) دل کے اندھے کیا جانیں کہ بلا امتیاز ہر انسان کی خدمت کرنے پر مشتمل آنکھوں کی کیمیائی دُوا (توتیا) کس طرح دل کی آنکھیں روشن کرتی ہے۔ (۱۰) نابینا سے بینا ہونے والے شخص کی ملامت سے متاثر ہوکر متکبر آدمی پچھتاوے کی دنیا میں چلا گیا اور کہنے لگا کہ اے کاش! یہ سعادت مجھ ہی کو حاصل ہوتی۔

که شهبازِ من صید دامِ تو شد ۱ مرا بود دولت بنامِ تو شد
کہ میرا شہباز تیرے جال کا شکار بن گیا — دولت میری تھی تیرے نام ہوگئی

کسے چوں بدست آورد جرّہ باز ۲ فرو بردہ چوں موش دنداں بآز
وہ شخص کس طرح سے شہباز کو پکڑ سکتا ہے — جو چوہے کی طرح حرص میں دانت گاڑے ہو

حکایت اندر دلداریٔ[3] خلقے تا برسند باہل دلے

کہاوت مخلوق کی دلداری کے بیان میں تاکہ کسی اہلِ دل تک پہنچ جائیں

الا گر طلب گار اہلِ دلی ۴ ز خدمت مکن یک زماں غافلی
آگاہ! اگر تو کسی صاحبدل کا طلبگار ہے — تو خدمت سے تھوڑی دیر کے لیے بھی غفلت نہ کر

خورش دِہ بدرّاج و کبک و حمام ۵ کہ یک روزت افتد ہمائے بدام
تیتر اور چکور اور کبوتر کو دانہ ڈال — تاکہ کسی روز ہما تیرے جال میں آجائے

چو ہر گوشہ تیرِ نیاز افگنی ۶ امیدست ناگہ کہ صیدے کنی
جب تو عاجزی کا تیر ہر طرف چلائے گا — اُمید ہے کہ تو اچانک شکار کرلے گا

دُرے ہم برآید ز چندیں صدف ۷ ز صد چوبہ آید یکے بر ہدف
بہت سی سیپیوں میں سے کوئی موتی نکل آتا ہے — سو تیروں میں سے کوئی نشانہ پر بیٹھتا ہے

حکایت[8] دریں معنی

قصہ اسی بیان میں

یکے را پسر گم شد از راحلہ ۹ شبانگہ بگردید در قافلہ
منزل سے ایک شخص کا لڑکا گم ہو گیا — رات کے وقت قافلہ میں چکر کاٹتا پھرا

ز ہر خیمہ پرسید و ہر سو شتافت ۱۰ بتاریکی آں روشنائی بتافت
ہر خیمہ میں پوچھا اور ہر جانب دوڑا — اندھیرے میں اس نور کو پا لیا

(۱) شہبازِ من: میرا شاہین۔ صیدِ دامِ تو: تیرے جال کا شکار۔ شد: ہوگیا۔ مرا بود: میری تھی۔ بنامِ تو: تیرے نام۔ شد: ہوگئی۔ (۲) کسے: کوئی شخص۔ چوں: کیسے۔ بدست: ہاتھ میں۔ آورد: لادے۔ جرّہ باز: باز کا بچہ۔ فرو بردہ: گاڑے ہوئے۔ چوں موش: چوہے کی طرح۔ دنداں: جمع دانت۔ بآز: حرص میں۔ (۳) دلداری: دل رکھنا اور اچھا سلوک کرنا۔ خلقے: مخلوق۔ تا: تاکہ۔ برسند: پہنچ جاویں۔ باہل دلے: کسی دل والے کو۔ (۴) الا: خبردار۔ طلبگار اہلِ دلی: اہلِ دل کا طلبگار ہے تو۔ ز خدمت: خدمت سے۔ مکن: مت کر۔ یک زماں: ایک گھڑی۔ غافل: بے پرواہی۔ (۵) خورش: خوراک۔ دِہ: دے۔ بدرّاج: تیتر کو۔ کبک: چکور۔ حمام: کبوتر۔ یک روزت: ایک دن تیرے۔ افتد: پڑجاوے۔ ہمائے: کوئی ہما۔ ایک فرضی پرندہ جس کا سایہ پڑنے سے آدمی بادشاہ بن جاتا ہے۔ بدام: جال میں۔ (۶) چو: جب۔ ہر گوشہ: ہر طرف۔ تیرِ نیاز: نیازمندی کے تیر۔ افگنی: ڈالے تو۔ ناگہ: اچانک۔ صیدے: کوئی شکار۔ کنی: کرے تو۔ (۷) دُرے: کوئی موتی۔ ہم: بھی۔ برآید: نکلتا ہے۔ ز چندیں: کتنوں سے۔ صدف: سیپی۔ ز صد چوبہ: سو تیروں میں سے۔ آید: آتا ہے۔ یکے: ایک۔ بر ہدف: نشانے پر۔ (۸) دریں: اس میں۔ معنی: مضمون۔ (۹) یکے را: ایک کا۔ پسر: بیٹا۔ گم شد: گم ہو گیا۔ راحلہ: سواری۔ شبانگہ: رات کے وقت۔ بگردید: پھرا وہ۔ (۱۰) ز ہر خیمہ: ہر خیمے سے۔ پرسید: پوچھا اس نے۔ ہر سو: ہر طرف۔ شتافت: دوڑا وہ۔ بتاریکی: اندھیرے میں۔ آں روشنائی: وہ روشنائی یعنی بیٹا۔ بتافت: چمک پڑی۔

تشریح: (۱) میرا شہباز (درویش) خود میرے ہی جال (دروازہ بند کرنے) کا شکار ہوگیا۔ یہ (فقیر) میرے مقدر کھولنے آیا تھا لیکن قسمت تیری (نابینا کی) اچھی نکلی۔ (۲) جو شخص حریص ہوتا ہے وہ بلاتفریق انسانوں کی خدمت کرنے کی صورت میں قیمتی دعائیں حاصل کرنے کے لیے عقابوں کا شکار نہیں کرسکتا۔ (یعنی فقیروں کی خدمت نہیں کرسکتا)۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اہلِ دل (فقرا اور درویشوں) سے ملاقات ہر کس و ناکس کی خدمت کرنے سے نصیب ہوتی ہے۔ (۴) جو شخص اہل اللہ کی ملاقات کا طلبگار ہوتا ہے وہ خدمتِ خلق کو اپنا وطیرہ بنا لیتا ہے۔
(۵) تیتر، بٹیر، چکور، کبوتر غرض کہ ہر پرندے کو دانہ ڈالتے رہنے سے ایک دن ہُما بھی تیرے پاس آکر تجھے بادشاہت کا تخت عنایت کردے گا۔
(۶) خدمت کے سینکڑوں تیر چلائے رکھنے سے اچانک کسی اللہ والے کی خدمت کا تیر بھی اصل شکار تک (اہل اللہ کی خدمت) پہنچ جائے گا۔
(۷) ہزاروں سیپیاں جمع کرنے کے بعد چند ایک ایسی سیپیاں حاصل ہوتی ہیں جن میں گوہر ہوتا ہے۔ سیپیوں سے اہل اللہ مراد ہیں۔
(۸) عنوان۔ اس حکایت کا مقصود اصلی (مضمون) بھی گذشتہ حکایت کی مانند ہے۔ (یعنی پہلی اور اس حکایت کی کہانی ایک جیسی ہے)۔
(۹) بے خبری کے عالم میں کسی مسافر کا بیٹا اونٹ سے گر کر گم ہوگیا۔ وہ (بیٹے کا باپ) دیوانہ وار قافلے میں تگ و دو میں مصروف رہا۔
(۱۰) اس کی ہر قافلے سے پوچھ گچھ اور ہر طرف کی بھگدڑ بالآخر کام آئی کہ تاریکی میں اسے نورِ نظر (بیٹا) مل گیا۔ رات بھر کی محنت بر آئی۔

چو آمد برِ مردم کاروان	۱	شنیدم کہ مے گفت باساروان
جب قافلہ کے آدمیوں کے پاس پہنچا		تو میں نے سنا کہ اونٹ والے سے کہہ رہا تھا
ندانی کہ چوں راہ بردم بدوست	۲	ہر آنکس کہ پیش آمدم گفتم اوست
تجھے معلوم نہیں کہ میں دوست تک کیسے پہنچا		جو بھی میرے سامنے آیا میں نے کہا وہی ہے
مشائخ بجاں طالبِ ہر کسند	۳	کہ باشد کہ وقتے بمردے رسند
بزرگ دل سے ہر شخص کے طالب ہوتے ہیں		تاکہ ہو سکے کہ کسی وقت وہ کسی انسان تک پہنچ جائیں
برند از برائے دلے بارہا	۴	خورند از برائے گلے خارہا
ایک دل کی خاطر بہت سے بوجھ اٹھاتے ہیں		ایک پھول کیلئے بہت سے کانٹے کھاتے ہیں

حکایت[۵] ہمدریں معنیٰ

قصہ اسی بیان میں

ز تاجِ ملک زادۂ در مناخ	۶	شبے لعلے افتاد در سنگلاخ
پڑاؤ میں ایک شہزادے کے تاج سے		ایک رات میں ایک لعل پتھریلی زمین میں گر گیا
پدر گفتش اندر شبِ تیرہ رنگ	۷	چہ دانی کہ گوہر کدامست و سنگ
تاریک رنگ رات میں باپ نے اس سے کہا		تجھے کیا معلوم کہ گوہر کونسا ہے اور پتھر کونسا
ہمہ سنگہا گوش دار اے پسر	۸	کہ لعل از میانش نباشد بدر
اے لڑکے! سب پتھروں کی حفاظت کر		اس لیئے کہ لعل ان سے باہر نہ ہو گا
دراوباش پاکان شوریدہ رنگ	۹	ہماں جائے تاریک و لعل اند و سنگ
پراگندہ رنگ نیک لوگ رندوں میں		وہی اندھیری جگہ اور پتھر اور لعل ہیں
بعزت بکش بارِ ہر جاہلے	۱۰	کہ افتی بسر وقت بصاحبدلے
ہر جاہل کا بوجھ عزت سے برداشت کر		کسی وقت کسی صاحبدل تک پہنچ جائیگا

(۱) چو: جب۔ آمد: آیا وہ۔ برِ مردم: لوگوں کے پاس۔ کارواں: قافلہ۔ شنیدم: میں نے سنا۔ مے گفت: کہہ رہا تھا۔ باساروان: ایک اونٹ والے سے۔
(۲) ندانی: تو نہیں جانتا۔ چوں: کیسے۔ راہ بردم: راستہ لے گیا میں۔ بدوست: دوست تک۔ ہر آنکس: جو بھی شخص۔ پیش آمدم: میرے سامنے آیا۔ گفتم: میں نے کہا۔ اوست: وہی ہے۔ (۳) مشائخ: جمع شیخ بزرگ۔ بجاں: جان سے۔ طالب ہر کسند: ہر شخص کے چاہنے والے ہیں۔ کہ باشد: ہو سکتا ہے۔ وقتے: کسی وقت۔ بمردے: کسی مرد کامل کو۔ رسند: پہنچ جائیں۔ (۴) برند: لے جاتے ہیں۔ برائے دلے: ایک دل کے واسطے۔ بارہا: بہت بوجھ۔ خورند: کھاتے ہیں برائے گلے: ایک پھول کے واسطے۔ خارہا: بہت سے کانٹے۔ (۵) ہمدریں: اسی۔ معنیٰ: مضمون۔
(۶) تاج ملک زادۂ: شہزادے کے تاج سے۔ مناخ: اونٹوں کا باڑہ۔ یہاں پڑاؤ مراد ہے۔ شبے: ایک رات لعلے: ایک موتی۔ افتاد: گر پڑا۔ در سنگلاخ: پتھریلی زمین۔ پدر: باپ۔ گفتش: اس کو کہا۔ شب تیرہ رنگ: اندھیرے جیسی کالی رات۔ چہ دانی: تو کیا جانے۔ گوہر: موتی۔ کدامست: کون ہے۔ سنگ: پتھر۔
(۸) ہمہ سنگہا: تمام پتھر۔ گوش دار: محفوظ رکھ۔ پسر: لڑکا۔ لعل: موتی۔ از میانش: ان میں سے۔ نباشد: نہیں ہو گا۔ بدر: باہر۔ (۹) دراوباش: بدمعاشوں میں پاکان شوریدہ رنگ۔ اڑے رنگ والے پاک لوگ۔ ہماں جائے: وہی جگہ تاریک: اندھیری۔ لعل اند: موتی ہیں۔ سنگ: پتھر۔ (۱۰) بعزت: عزت کے ساتھ۔ بکش: کھینچ۔ بارِ ہر جاہلے: ہر جاہل کا بوجھ۔ کہ افتی: کہ جا پڑے گا تو۔ بسر وقت: آخر کار۔ بصاحبدلے: کسی دل والے کو

تشریح: (۱) وہ (گمشدہ بیٹے کا باپ) قافلے کے ہر فرد سے کہنے لگا کہ کیا تمہیں میرا بیٹا ملنے کا راز معلوم ہے کہ وہ کیسے ملا۔ (۲) میرے سامنے بیٹے کا جو بھی ہم عمر لڑکا آیا۔ میں نے اسے باپ کی نظر سے دیکھا۔ بالآخر مجھے میرا لختِ جگر مل گیا۔ (۳) بزرگان کرام کے دل ہر شخص کی چاہت سے لبریز ہوتے ہیں۔ اس لیئے ہر بزرگ کو اہل اللہ سمجھ کر اس کی خدمت کرو۔ ایک نہ ایک دن ولی کامل بھی مل جائے گا۔ (۴) پاکیزہ قلب کے حصول کے لیئے بہت سوں کی دلجوئی کرنی پڑتی ہے۔ ایسے ہی ایک پھول کے لیئے کثیر کانٹوں کی چبھن برداشت کرنی پڑتی ہے۔ (۵) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ پہلی دو حکایتوں کی طرح اس کا مفہوم و مقصود (ہر آدمی کی بے لوث خدمت کرنا) بھی ایک ہی ہے۔
(۶) سنگریزوں سے بھرپور پتھریلی زمین پر اونٹوں کے باڑے میں کسی شہزادے کے تاج کا گوہر گر کر سنگریزوں میں شامل ہو گیا۔
(۷-۸) اندھیری رات میں پتھر اور موتی میں تفریق میں دشواری کی وجہ سے بادشاہ (باپ) نے شہزادے سے کہا کہ تمام کنکریاں جمع کر کے لاؤ۔ موتی انہیں میں موجود ہو گا۔ (۹) تاریک مقام پر موتی اور پتھر کی مثال بھی ایسی ہے کہ بدقماش لوگوں میں بھی اہل اللہ پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اوباش لوگوں کی خدمت بھی بلاامتیاز کرنی چاہیئے۔ (۱۰) جہلاء اور نادان لوگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ والے اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے انہی جیسے معلوم ہوتے ہیں۔ مبادا کہ ان کی توہین نہ ہو جائے۔

#		
۱	کسے را کہ با دوستے سر خوشست	نہ بینی کہ چوں بار دشمن کش ست
	کسی کو اگر کسی دوست سے عشق ہے	کیا تو نہیں دیکھتا وہ دشمن کا بوجھ کیونکر برداشت کرتا ہے
۲	بدرد چو گل جامہ از دست خار	کہ خوں در دل افتادہ خندد چو نار
	پھول کی طرح کپڑے کانٹوں سے پھاڑتا ہے	بلکہ جس کا دل خون میں ڈوبا ہوا ہے وہ انار کی طرح ہنستا ہے
۳	غم جملہ خور در ہوائے یکے	مراعاتِ صد کن برائے یکے
	ایک کی محبت میں بہت سوں کا غم کھا	ایک کی وجہ سے سو کی رعایت کر
۴	گرت خاکپایان شوریدہ سر	حقیر و فقیر اند اندر نظر
	اگر دیوانے، گرے پڑے، تیری	نظر میں ذلیل اور محتاج ہیں
۵	کسے را کہ نزدیکِ ظنت بد اوست	چہ دانی کہ صاحب ولایت خود اوست
	کسی ایسے شخص کے متعلق جو تیری نگاہ میں بُرا ہو	تجھے کیا معلوم کہ وہ صاحب ولایت ہو
۶	در معرفت بر کسانیست باز	کہ درہاست بر روئے ایشاں فراز
	معرفت خداوندی کا دروازہ ان پر کھلا ہے	جن پر لوگوں کے دروازے بند ہیں
۷	بسا تلخ عیشان تلخی چشاں	کہ آیند در حلّہ دامن کشاں
	بہت سے کڑوی زندگی رکھنے والے کڑواہٹ چکھنے والے	فاخرہ لباس میں دامن کھینچے ہوئے آئیں گے
۸	ببوسی گرت عقل و تدبیر ہست	ملک زادہ را در نواخانہ دست
	اگر تجھ میں عقل اور تدبیر ہے تو بوسہ دے	شہزادے کے ہاتھ کو قید خانہ میں
۹	کہ روزے فرج یابد از شہر بند	بلندیت بخشد چو گردد بلند
	اسلیئے کہ وہ ایک نہ ایک دن قید خانے سے رہائی حاصل کریگا	جب بلند ہو گا تو تجھے بلندی بخشے گا
۱۰	مسوزاں درخت گل اندر خریف	کہ در نو بہارت نماید طریف
	خزاں میں پھولوں کے درخت کو نہ جلا	کہ بہار میں تجھے تازہ نظر آئے گا

(۱) کسے راکہ: جس شخص کو کہ۔ با دوستے: دوست کے ساتھ۔ سرخوشست: تعلق ہے یا عشق ہے۔ نہ بینی: نہیں دیکھتا تو۔ چوں: کیسے۔ بارِ دشمن، دشمن کا بوجھ یعنی تکلیف۔ کش: بار کے ساتھ لگ کر بوجھ کھینچنے والا۔ (۲) بدرد: پھاڑتا ہے۔ چو گل: پھول کی طرح۔ جامہ: کپڑا۔ از دستِ خار: کانٹے کے ہاتھ سے۔ در دل افتادہ دل میں پڑا ہو۔ خندد: ہنستا ہے۔ چوں نار: انار کی طرح۔ (۳) غم جملہ: سب کا غم۔ خور: کھا۔ در ہوائے یکے: ایک کی محبت میں۔ مراعاتِ صد: سو کی رعایت کن: کر۔ برائے یکے: ایک کے واسطے۔ (۴) گرت: اس کی تا دوسرے مصرعے کی نظر کے ساتھ لگتی ہے یعنی اگر تیری نظر میں۔ خاکپایان شوریدہ سر: دیوانے، گھٹیا لوگ۔ اند: ہیں۔ (۵) کسے راکہ، جس کسی کو کہ۔ نزدیک ظنت: تیرے خیال میں۔ بد اوست، وہ بُرا ہے۔ چہ دانی: تو کیا جانے۔ صاحب ولایت، ولایت والا۔ خود اوست: وہ خود ہے۔ وہی ہے۔ (۶) در معرفت: معرفت کا دروازہ۔ بر کسانیست: ان لوگوں پر ہے۔ باز: کھلا۔ درہاست: دروازے ہیں۔ بر روئے ایشاں: ان کے چہروں پر۔ فراز: بند۔ (۷) بسا: بہت سے۔ تلخ عیشاں، تنگ روزی والے۔ تلخی چشاں، تلخی چکھنے والے۔ آیند: آویں گے وہ۔ در حلہ: حلوں میں۔ دامن کشاں، دامن کھینچتے ہوئے۔ (۸) ببوسی: چوم لے تو۔ گرت: اگر تجھ کو۔ ہست ہے۔ ملک زادہ: شہزادہ۔ نواخانہ، قید خانہ دست، ہاتھ۔ (۹) روزے: ایک دن۔ فرج یابد، خلاصی پاوے گا۔ شہر بند، قید خانہ۔ بلندیت بخشد، بلندی تجھ کو بخشے گا۔ چوں گردد، جب ہووے گا۔ (۱۰) مسوزاں، مت جلا۔ درخت گل، پھول کا پودا۔ خریف: خزاں، پت جھڑ۔ نو بہارت، نئی بہار میں تجھ کو۔ نماید، دکھائی دیگا۔ طریف: تازہ

تشریح: (۱) عشق و محبت کے گہرے سمندر میں ڈوبے ہوئے لوگ اپنے دشمنوں اور رقیبوں کی ہر تکلیف کا سامنا کرتے ہیں اور اسے (تکلیف کو) برداشت بھی کرتے ہیں۔ (۲) جیسے پھول کی پتیاں کانٹوں کی ستم ظریفی کی وجہ سے کٹی پھٹی سی ہوتی ہیں۔ عشاق کے کپڑے بھی اسی طرح رقیبوں کے ہاتھوں سے پھٹے پھٹے سے رہتے ہیں لیکن وہ پھر (بھی) انار کی طرح ہنستے رہتے ہیں۔ (۳) محب کا محبوب کے تمام متعلقین کے مظالم برداشت کرنے کی طرح اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیئے سارے جہان کے مصائب سمیٹ لینے چاہئیں۔ (۴) ؎ زاہد نگاہ کم سے کسی رند کو نہ دیکھ۔ نہ جانے اس کریم کو تو ہے یا وہ پسند کے بمصداق جس کو تو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہی ولی کامل ہو۔ (۵) اسی لیئے کسی بھی درویش اور فقیر کو گھٹیا و حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ (۶) عموماً اللہ والوں کی وضع قطع ایسی ہوتی ہے کہ کوئی بھی اسے اپنے گھر بلانے یا ان کی صدا پر دروازہ کھولنے پر رضامند نہیں ہوتا لیکن انہی پر معرفت کا در کھلا ہے۔

(۷) دنیا میں اکثر لوگ نان و نفقہ سے تنگ ہوتے ہیں۔ لیکن ولایت میں بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے (روز قیامت) جنت کے قیمتی خلعتوں میں ملبوس ہوں گے۔ (۸) عقل و خرد ایسی تدبیر کی مقتضی ہے کہ قیدی شہزادے کے ساتھ جیل خانے میں ہی راہ و رسم بڑھا لینی چاہیئے۔ (۹) کل کلاں وہ (شہزادہ) قید سے رہائی پانے کے بعد تخت نشین ہو کر تجھے مفاد پہنچا سکتا ہے۔ شریعت کے پابند فقراء کی خدمت کرنا لازمی امر ہے۔ (۱۰) گلاب کے پودے بے رونق جان کر جلانے کے قابل نہیں۔ کیونکہ موسم بہار میں انہیں تازگی حاصل ہو جاتی ہے۔ دنیا میں حقیر فقرا لوگ اولیا، اللہ ہونے کے باعث آخرت میں عزت و احترام کے قابل ہوں گے۔

حکایت پدرِ بخیل و فرزند لااُبالی

بخیل باپ اور لا پرواہ لڑکے کا قصہ.

یکے زہرہ خرج کردن نداشت	۲	زرش بود و یارائے خوردن نداشت
ایک شخص خرچ کرنے کا پتہ نہ رکھتا تھا		اس کے پاس مال تھا کھانے کی طاقت نہ رکھتا تھا
نخوردے کہ خاطر بیاسایدش	۳	ندادے کہ فردا بکار آیدش
وہ نہ کھاتا کہ اپنے آپ کو آرام پہنچائے		نہ دیتا کہ کل کو اس کے کام آئے
شب و روز در بند زر بود و سیم	۴	زر و سیم در بند مرد لئیم
دن رات سونے چاندی کی فکر میں تھا		سونا اور چاندی کمینہ شخص کی قید میں تھا
بدانست روزے پسر در کمیں	۵	کہ ممسک کجا کرد زر در زمیں
ایک دن لڑکے نے پوشیدہ مقام سے دیکھ لیا		کہ بخیل نے سونا زمین میں کس جگہ رکھا ہے
ز خاکش بر آورد و برباد داد	۶	شنیدم کہ سنگے در آنجا نہاد
اس نے زمین سے نکال لیا اور برباد کردیا		میں نے سنا ہے کہ ایک پتھر اس جگہ رکھ دیا
جواں مرد را زر بقائے نکرد	۷	بیک دستش آمد بدیگر بخورد
جوان لڑکے کے پاس سونا نہ ٹکا		ایک ہاتھ سے اس کے پاس آیا دوسرے سے اڑا دیا
کزیں کم زنے بود ناپاک رو	۸	کلاہش ببازار و میزر گرو
ایسا فضول خرچ اور بد وضع تھا		کہ اسکی ٹوپی اور لنگی بازار میں گروی رہتی تھی
نہادہ پدر چنگ در نائے خویش	۹	پسر چنگی و نائی آوردہ پیش
باپ نے ستار حلق میں رکھا		لڑکے نے ستار اور شہنائی بجانیوالوں کو سامنے بلایا
پدر زار و گریاں ہمہ شب نخفت	۱۰	پسر بامداداں بخندید و گفت
باپ رونے اور گڑگڑانے میں تمام رات نہ سویا		لڑکا صبح کو ہنسا اور بولا

(۱) پدرِ بخیل؛ کنجوس باپ۔ فرزند؛ بیٹا۔ لاآبالی؛ میں نہیں پرواہ کرتا۔ مراد بے پرواہ۔ (۲) یکے؛ ایک۔ زہرہ خرج کردن؛ خرچ کرنے کا حوصلہ۔ نداشت؛ نہیں رکھتا تھا۔ زرش؛ اس کے پاس سونا۔ بود؛ تھا۔ یارائے خوردن؛ کھانے کی طاقت۔ (۳) نخوردے؛ نہ کھاتا۔ خاطر؛ دل۔ بیاسایدش؛ آرام پاتا اس کا۔ ندادے؛ نہ دیتا۔ فردا؛ کل یعنی قیامت۔ بکار آیدش؛ اس کے کام آتا۔

(۴) شب و روز؛ رات دن۔ در بند زر؛ سونے کی فکر میں۔ بود؛ تھا۔ سیم؛ چاندی۔ زر و سیم؛ سونا اور چاندی۔ در بند مرد لئیم؛ کمینے آدمی کی قید میں۔ (۵) بدانست؛ جان لیا۔ روزے؛ ایک دن۔ پسر؛ بیٹا۔ در کمیں؛ گھات میں۔ ممسک؛ بخیل۔ کجا کرد؛ کہاں کیا۔ زر؛ سونا۔ در زمیں؛ زمین میں۔ (۶) ز خاکش؛ مٹی میں سے اس کو۔ بر آورد؛ نکال لیا۔ برباد داد؛ برباد کردیا۔ شنیدم؛ میں نے سنا۔ سنگے؛ ایک پتھر۔ دراں جا؛ اس جگہ۔ نہاد؛ رکھ دیا۔ (۷) زر؛ سونا۔ بقائے نکرد؛ ٹھہر نہ سکا۔ بیک دستش؛ اس کے ایک ہاتھ میں۔ آمد؛ آیا۔ بدیگر؛ دوسرے سے۔ بخورد؛ کھا لیا۔

(۸) کزیں؛ ایسا۔ کم زنے؛ فضول خرچ یا بدبخت۔ کلاہش؛ اس کی ٹوپی۔ میزر؛ چادر۔ گرو؛ گروی۔

(۹) نہادہ؛ رکھا۔ پدر؛ باپ۔ چنگ؛ ستار۔ نائے خویش؛ اپنا گلا۔ پسر؛ بیٹا۔ چنگی؛ ستار بجانے والا۔ نائی؛ بانسری۔ آوردہ پیش؛ بلا لیا۔

(۱۰) پدر؛ بیٹا۔ زار و گریاں؛ روتا ہوا۔ ہمہ شب؛ ساری رات۔ نخفت؛ نہ سویا۔ پسر؛ بیٹا۔ بامداداں؛ صبح سویرے۔ بخندید؛ ہنس پڑا۔ و گفت؛ اور کہا۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بخیل آدمی اپنی دولت سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد آل اولاد عیاشی کرکے اس کا مال تباہ کردیتے ہیں۔ (۲) ایک شخص کثیر مال و دولت کا مالک تھا۔ لیکن بخل کی وجہ سے وہ دولت خرچ کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔
(۳) نہ اپنی ذات پر خرچ کرکے راحت و سکون حاصل کرتا تھا اور نہ ہی اللہ کی راہ میں خرچ کرکے آخرت میں ذخیرہ جمع کرتا تھا۔ (۴) وہ (بخیل) ہر وقت مال و زر جمع کرنے کی فکر میں مگن رہتا تھا۔ مال و زر ایک بے بس قیدی کی طرح اس کے قبضہ میں رہتا تھا۔ (۵) ایک دن اس (بخیل) کے شاہ خرچ بیٹے نے سراغ لگا لیا کہ اس کا باپ مال و زر کہاں چھپا کے رکھتا ہے۔ (۶) میں نے (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ اس (بخیل) کے بیٹے نے وہاں (زمین) سے سارا مال و زر نکال کر وہاں ایک پتھر دبا کے زمین کو ہموار کردیا۔
(۷) چونکہ اس (بخیل) کے بیٹے کی ذاتی محنت پر مشتمل کمائی نہ تھی۔ اس لیئے بہت جلد خرچ کردی۔
(۸) فضول خرچی کی وجہ سے وہ (بخیل کا بیٹا) ہر وقت قرضدار رہتا تھا۔ اس کے ذاتی استعمال کی چیزیں قرض خواہوں کے پاس ہمیشہ رہن رہتی تھیں۔ (۹) جب بخیل نے دولت کی بجائے پتھر دبا ہوا دیکھا تو اسے اتنا صدمہ ہوا کہ وہ ساری رات روتا رہا اور بیٹا شہنائی کی گونج میں جشن مناتا رہا۔ (۱۰) باپ نے رو رو کر ساری رات آنکھوں میں کاٹ دی اور بیٹے نے صبح اٹھ کر باپ پر طنز و طعن کے تیر برسائے۔ کہ۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
۱	زر از بہر خوردن بود اے پدر	ز بہر نہادن چہ سنگ و چہ زر
	اے باپ سونا خرچ کے لئے ہوتا ہے	رکھنے کے لیے پتھر اور سونا یکساں ہے
۲	زر از سنگِ خارا بروں آورند	کہ بخشند و پوشند و آساں خورند
	سنگِ خارا سے سونا نکالتے ہیں	تاکہ دیں اور پہنیں اور آرام سے کھائیں
۳	زر اندر کفِ مردِ دنیا پرست	ہنوز اے برادر بسنگ اندر ست
	دنیا پرست کی ہتھیلی میں سونا	ابھی اے بھائی پتھر ہی کے اندر ہے
۴	چوں در زندگانی بدی باعیال	گرت مرگ خواہند از ایشاں منال
	جب تو زندگی میں متعلقین کے ساتھ برا ہے	اگر وہ تیرا مرنا چاہیں تو شکوہ نہ کر
۵	چوں چشمارو آنگہ خورند از تو سیر	کہ از بامِ پنجہ گز افتی بزیر
	چشمارو کیطرح ہے وہ تجھ سے پیٹ بھر کر جب کھائینگے	جب کہ تو پچاس گز کی چھت سے نیچے گرے گا
۶	بخیل توانگر بدینار و سیم	طلسمے ست بالائے گنجے مقیم
	مالدار بخیل اشرفیوں اور چاندی پر	جادو ہے جو خزانہ پر قائم ہے
۷	ازاں سالہا مے بماند زرش	کہ لرزد طلسمے چنیں بر سرش
	اسی واسطے برسوں اس کا روپیہ رہتا ہے	کیونکہ اس طرح کا جادو اس پر لرز رہا ہے
۸	بسنگِ اجل ناگہش بشکنند	باسودگی گنج قسمت کنند
	موت کے پتھر سے اچانک اسکو توڑیں گے	آرام سے خزانہ بانٹ لیں گے
۹	پس از بردن و گرد کردن چوں مور	بخور پیش ازاں کت خورد کرم گور
	لے جانے اور چیونٹی کی طرح جمع کرنے کے بعد	اس سے پہلے کھالے کہ تجھے قبر کے کیڑے کھائیں
۱۰	سخنہائے سعدیؒ مثال ست و پند	بکار آیدت گر شوی کاربند
	سعدیؒ کی باتیں مثال اور نصیحت ہیں	تیرے کام آئیں گی اگر تو عمل کرے گا

(۱) زر: سونا۔ از بہر: واسطے۔ خوردن: کھانا۔ بود: ہووے۔ پدر: باپ۔ زبہر نہادن: رکھنے کے واسطے چہ سنگ: کیا پتھر۔ چہ زر: کیا سونا۔ (۲) سنگ خارا: سخت پتھر۔ بروں: باہر۔ آورند: لاتے ہیں۔ کہ بخشند: تاکہ بخشیں۔ پوشند: پہنیں۔ خورند: کھاویں۔

(۳) زر: سونا۔ کف: ہاتھ۔ مرد دنیا پرست: دنیادار آدمی۔ ہنوز: ابھی۔ برادر: بھائی۔ بسنگ: پتھر۔ اندرست: میں ہے۔ (۴) چوں: جب۔ در زندگانی: زندگی میں۔ بدی: اصل بدآئی: برا ہے تو۔ باعیال: اہل و عیال کے ساتھ۔ گرت: اس کی ت مرگ کے ساتھ لگتی ہے یعنی تیری موت۔ خواہند: چاہیں۔ از ایشاں منال: مت رو۔ (۵) چوں: مثل۔ چشمارو: ڈراوا، پرندوں کو ڈرانے کے لیے جو شکل سی بنائی جاتی ہے۔ آنگہ: اس وقت۔ خورند: کھاویں گے۔ از تو: تجھ سے۔ سیر: پیٹ بھر کر۔ بام: چھت۔ افتی: گرے تو۔ بزیر: نیچے۔ (۶) بخیل توانگر: کنجوس دولت مند۔ بدینار و سیم: اشرفی اور چاندی پر۔ طلسمے ست: ایک جادو ہے۔ بالائے گنجے: خزانے کے اوپر۔ مقیم: ٹھہرا ہوا۔ (۷) ازاں: اس وجہ سے۔ سالہا: جمع سال۔ بماند: رہ جاتا ہے۔ زرش: اس کا سونا۔ لرزد: کانپتا ہے۔ طلسمے: ایک جادو۔ چنیں: ایسا۔ بر سرش: اس کے سر پر۔ (۸) بسنگ اجل: موت کے پتھر کے ساتھ۔ ناگہش: اچانک اس کو۔ بشکنند: توڑ دیں گے۔ باآسودگی: آرام کے ساتھ۔ گنج: خزانہ۔ قسمت کنند: تقسیم کریں گے۔ (۹) پس از بردن: لے جانے کے بعد۔ گرد کردن: جمع کرنا۔ بخور: کھا۔ پیش ازاں: اس سے پہلے۔ کت: اس کی ت خورد کا مفعول ہے یعنی تجھ کو کھاوے۔ کرم گور: قبر کے کیڑے۔ (۱۰) سخنہائے سعدی: سعدیؒ کی باتیں۔ پند: نصیحت۔ بکار آیدت: تیرے کام آدیں۔ گر شوی: اگر ہو جائے تو۔ کاربند: عامل۔

تشریح: (۱) زر (سونے) کا مقصد ضروریاتِ زندگی کی تکمیل ہوتی ہے۔ جس زر کو صرف رکھا جائے۔ اس میں اور پتھر میں کوئی فرق نہیں۔ (۲) پتھر (پہاڑ) کی کانوں سے سونا اس لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ اسے اپنی جان پر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ (۳) دنیادار اور بخیل کے پاس سونا ایسے ہے جیسے پتھر۔ کیونکہ پتھر اور بخیل کے قبضے میں سونا بے فائدہ ہیں۔ (۴) جب کوئی مالدار آدمی مال و زر پاس ہونے کے باوجود اپنی اولاد کو محتاج میں رکھتا ہے تو اس کی اولاد بخیل کے مرنے کی دعائیں کرتی ہے تاکہ اس کے مال سے نفع اٹھائے۔ (۵) مال و زر پر بخیل کی مثال ایسی ہے جیسے کھیتی میں ڈراؤنی شکل کھڑی ہو۔ جب کھیتی سے وہ (شکل) گرتی ہے تو پرندے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بخیل مرتا ہے تو لواحقین مفاد حاصل کرتے ہیں۔ (۶) بخیل کی مثال یہ بھی ہے کہ وہ خزانے پر بیٹھا ہوا ایسا سانپ ہے جو خود نفع اٹھاتا ہے نہ دوسروں کو مفاد اٹھانے کا موقع دیتا ہے۔ (۷) یہی وجہ ہے کہ اس (بخیل) کا مال و زر کسی کمی کے بغیر تاحیات سلامت رہتا ہے۔ کیونکہ اس پر لہراتا ہوا جادو (سانپ) مسلط ہوتا ہے۔ (۸) ملک الموت اچانک اس کا طلسم توڑ دیتا ہے اور بخیل کو موت اچک لیتی ہے۔ پھر لواحقین اور ورثا اس (بخیل) کے مال و زر پر عیش کرتے ہیں۔ (۹) بخیل کی مثال چیونٹی کی مانند ہے۔ کیونکہ چیونٹی بھی ضرورت سے زیادہ خوراک جمع کرتی ہے لیکن کھا نہیں سکتی۔ اس سے پہلے کہ تجھے (بخیل باپ کو) قبر کے کیڑے کھائیں مال و زر خرچ کر دے۔ (۱۰) شیخ سعدیؒ کی نصیحت آموز باتیں بڑے کام کی ہیں۔ انہیں جو بھی اپنائے گا وہ ان کو کسی افادہ سے کم نہیں پائے گا۔

۱	دریغست ازیں روئے برتافتن	کزیں روئے دولت تواں یافتن
	ان سے منہ موڑنا افسوسناک ہے	کیونکہ انہی سے دولت پائی جاسکتی ہے

حکایت احسان اندک[2] وثمرۂ آں بے نہایت

تھوڑے سے احسان اور اس کے لیے بے انتہا پھل کا قصہ

۳	جوانے بدانگے کرم کردہ بود	تمنائے پیرے برآوردہ بود
	ایک نوجوان نے ایک دانگ بخشا تھا	ایک بوڑھے کی تمنا پوری کی تھی
۴	بجرمے گرفت آسماں ناگہش	فرستاد سلطاں بکشتن گہش
	اچانک آسمان نے اسکو ایک جرم میں گرفتار کرلیا	بادشاہ نے اس کو قتل گاہ میں بھیج دیا
۵	تماشا کناں بر در وکوئے وبام	تگاپوئے ترکان وجوش عوام
	تماشائی دروازے اور کوچے اور کھیت سے تماشا دیکھ رہے تھے	سپاہیوں کی بھاگ دوڑ اور عوام کے جوش کا
۶	چوں دید اندر آشوب درویش پیر	جواں را بدست خلائق اسیر
	جب بوڑھے فقیر نے شور وغل میں دیکھا	جوان کو لوگوں کے ہاتھ میں قیدی
۷	دلش بر جواں مرد مسکیں بخست	کہ بارے دل آوردہ بودش بدست
	جواں مرد مسکین پر اس کا دل زخمی ہوگیا	کیونکہ ایکبار اس نے اس کا دل ہاتھ میں لیا تھا
۸	برآورد زاری کہ سلطاں بمرد	جہاں ماندہ خوئے پسندیدہ برد
	رونے لگا کہ بادشاہ مرگیا ہے	دنیا رہ گئی اور وہ اچھی عادتیں اپنے ساتھ لے گیا ہے
۹	بہم بر ہمے سود دستِ دریغ	شنیدند ترکان آہختہ تیغ
	افسوس کا ہاتھ ہاتھ پر ملتا تھا	تلوار سونتے ہوئے سپاہیوں نے سنا
۱۰	بفریاد ازایشاں برآمد خروش	تپانچہ زناں بر سر ورو ودوش
	ان کی فریاد سے شور پیدا ہو گیا	سر اور چہرہ اور کاندھے پیٹتے ہوئے

(۱) دریغست: افسوس ہے۔ ازیں: اس سے۔ روئے: منہ۔ برتافتن: پھیرنا۔ کزیں: کہ اس سے۔ روئے دولت: دولت کا چہرہ۔ تواں یافتن: پاسکتے ہیں۔
(۲) احسان اندک: تھوڑا سا احسان۔ ثمرۂ آں: اس کا پھل۔ بے نہایت: بے انتہا۔ (۳) جوانے: ایک جوان۔ بدانگے: ایک ٹکے کو۔ کرم کردہ: خیرات کیئے ہوئے۔ بود: تھا۔ تمنائے پیرے: ایک بوڑھے کی حاجت۔ برآوردہ بود: پوری کی تھی۔ (۴) بجرمے: ایک جرم میں۔ گرفت: پکڑا۔ ناگہش: اچانک اس کو۔ فرستاد: بھیجا۔ سلطان: بادشاہ۔ بکشتن گہش: قتل گاہ میں اس کو۔ (۵) تماشا کناں: تماشا کرتے ہوئے۔ بر در و کوئے بام: چھت گلی اور دروازے پر۔ تگاپوئے ترکان: سپاہیوں کی بھاگ دوڑ۔ جوشِ عوام: عوام کا جوش۔ (۶) چوں: جب۔ دید: دیکھا۔ آشوب: شور۔ درویش پیر: بوڑھا درویش۔ بدست خلائق: مخلوق کے ہاتھ میں۔ اسیر: قیدی۔ (۷) دلش: اس کا دل۔ بخست: زخمی ہوگیا۔ بارے: ایک بار۔ دل آوردہ بود: دل لایا تھا۔ ش، دل کے ساتھ لگتی ہے یعنی اس کا دل۔ بدست: ہاتھ میں۔ (۸) برآورد زاری: اس نے چیخ نکالی۔ سلطان بمرد: بادشاہ مرگیا۔ ماند: رہ گیا۔ خوئے پسندیدہ: اچھی عادتیں۔ برد: لے گیا۔ (۹) بہم: ایک دوسرے سے۔ بر: زائد۔ ہمے سود: ملتا تھا۔ دستِ دریغ: افسوس کا ہاتھ۔ شنیدند: سنا انہوں نے۔ ترکانِ آہختہ تیغ: تلوار کھینچے ہوئے سپاہی۔ (۱۰) بفریاد از ایشاں: ان کی فریاد سے۔ برآمد خروش: چیخیں نکلیں۔ تپانچہ زناں: طمانچے مارتے ہوئے۔ رو: چہرہ۔ دوش: کندھا۔

تشریح: (۱) جو شخص ان (مواعظ ونصائح) سے روگردانی کرے گا وہ صدمہ اٹھائے گا۔ کیونکہ ان پر عمل پیرا ہونے سے مالی مفادات کا حصول ہوگا۔ (۲) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ معمولی سا احسان بہت بڑے اجر وصلہ کا سبب بن جاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے کہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ (۳) ایک جواں عمر شخص نے کسی فقیر کی صدا پر اس (فقیر) کی مطلوبہ رقم (ایک روپیہ) اسے (فقیر کو) دیکر اس (فقیر) کی حاجت پوری کردی۔ (۴) اچانک اس (جواں سال) سے ایسی واردات ہوئی کہ وہ قتل کے جرم میں گرفتار ہوگیا۔ اور بادشاہ نے اسے قتل گاہ میں بھیج دیا۔ (۵) نوجوان کے قتل کا منظر دیکھنے کے لیے سارا شہر چھتوں اور دروازوں پر امڈ آیا۔ اور عوام کے جوش وخروش کے باعث پولیس اہلکاروں کی بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ (۶) عوام الناس کے شور وغل میں درویش نے دیکھا کہ جو شخص لوگوں کے ہاتھوں گرفتار ہوکر سوئے مقتل پیش قدم ہے۔ یہ وہی نوجوان ہے جس نے میری حاجت براری کی تھی۔ (۷) چنانچہ درویش کا دل پسیج گیا اور سوچنے لگا۔ کہ کچھ بھی ہوجائے۔ اس نوجوان کو قتل جیسی سزا سے بچانا چاہیئے۔ (۸) اس (فقیر) نے ایک زوردار چیخ مارتے ہوئے کہا کہ بادشاہ سلامت کو موت نے آلیا۔ (۹) فقیر نے بادشاہ کی موت کا آوازہ لگاتے ہی حسرت ویاس کے ساتھ افسوس تحتے ہاتھ ملنے لگا۔ اس حالت کو مسلح سپاہ نے بھی دیکھا اور سنا۔ (۱۰) اس (فقیر) کی فریاد سے لوگوں کی آہ وبکا بلند ہوئی اور مسلح سپاہی بھی ماتم کناں ہوگئے۔

(۱) بسر: سر کے بل یا تیز۔ تا: تک۔ در بارگاہ: دربار۔ دویدند: دوڑے وہ۔ بر تخت: تخت پر۔ دیدند: انہوں نے دیکھا۔ (۲) از میاں رفت: درمیان سے نکل گیا۔ بردند پیر: بوڑھے کو لے گئے۔ بگردن: گردن سے پکڑ کر۔ سلطان: بادشاہ۔ اسیر: قیدی، گرفتار۔
(۳) بہولش: رعب کے ساتھ اس کو۔ بپرسید: پوچھا۔ نمود: دکھائی۔ مرگ منت: میری موت۔ اس کی "ت" خواستن کے ساتھ لگ کر، برا چاہنا۔ از چہ: کس واسطے۔ بود: تھا۔ (۴) چو: جب۔ نیکست: نیک ہے۔ خوئے من: میری عادت۔ راستی: ٹھیک۔ بد مردم: لوگوں کی برائی۔ چرا: کیوں۔ خواستی: چاہا تونے۔ (۵) برآورد: نکالا۔ پیر دل آور: بہادر بوڑھا۔ حلقہ در گوش حکمت: تیرے حکم کا حلقہ۔ بگوش یعنی حکم کو ماننے والا۔
(۶) بقول دروغے: جھوٹی بات کے ساتھ۔ سلطاں بمرد: بادشاہ مرگیا۔ نمردی: تو نہیں مرا۔ جان ببرد: جان لے گیا۔ (۷) ملک: بادشاہ۔ زیں حکایت: اس کہانی سے۔ چناں: ایسا۔ بر شگفت: خوش ہوا۔ چیزش بخشید: کوئی چیز اس کو بخشی۔ چیزے: کوئی چیز۔ نگفت: نہ کہی۔ (۸) وزیں جانب: اور اس جانب سے۔ افتاں و خیزاں: پڑتا گرتا۔ ہمے رفت: جا رہا تھا۔ ہر سو: ہر طرف۔ دواں: دوڑتا ہوا۔ (۹) یکے گفت: ایک نے کہا۔ از چار سوئے قصاص: قصاص کے چوراہے سے۔ چہ کردی: تونے کیا کیا۔ آمد: آئی۔ بجانت: تیری جان کو۔ خلاص: رہائی۔ (۱۰) بگوشش: اس کے کان میں۔ فرو گفت: آہستہ سے کہا۔ کاے ہوشمند: کہ اے عقل مند۔ بجانے: اس کی "ی" عظمت کے لئے ہے قیمتی جان۔ زدانگے: ایک دانگ کی وجہ سے۔ رہیدم: اس کی میم جانے کے ساتھ لگی ہے یعنی میری جان چھوٹی۔ زبند: قید

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	پیادہ بسر تا در بارگاہ	دویدند و بر تخت دیدند شاہ
	بارگاہ کے دروازے تک پیدل تیز	دوڑے اور انہوں نے بادشاہ کو تخت پر دیکھا
۲	جواں از میاں رفت و بردند پیر	بگردن بر تخت سلطاں اسیر
	جوان درمیان سے نکل گیا وہ بوڑھے کو لے گئے	بادشاہ کے تخت پر گردن کے ذریعہ قیدی بناکر
۳	بہولش بپرسید و ہیبت نمود	کہ مرگ منت خواستن از چہ بود
	اس کو دھمکا کر دریافت کیا اور رعب دکھایا	کہ تجھے میرا مرنا چاہنا کس بنا پر تھا
۴	چو نیکست خوئے من و راستی	بد مردم آخر چرا خواستی
	جبکہ میری عادت نیک اور ٹھیک ہے	آخر انسانوں کی بدخواہی تونے کیوں کی
۵	برآورد پیر دل آور زباں	کہ حلقہ در گوش حکمت جہاں
	بہادر بوڑھے نے زبان کھولی	کہ اے بادشاہ جس کا جہاں حلقہ بگوش ہے
۶	بقول دروغے کہ سلطاں بمرد	نمردی و بیچارہ جاں ببرد
	جھوٹی بات کی وجہ سے کہ بادشاہ مرگیا	تو نہ مرا اور وہ بیچارہ جان بچالے گیا
۷	ملک زیں حکایت چناں بر شگفت	کہ چیزش ببخشید و چیزے نگفت
	بادشاہ اس قصہ سے ایسا خوش ہوا	کہ اس کو کچھ دیا اور کچھ نہ کہا
۸	وزیں جانب افتاں و خیزاں جواں	ہمے رفت و بیچارہ ہر سو دواں
	اس جانب سے جوان گرتا پڑتا	جا رہا تھا اور ہر جانب کو بھاگ رہا تھا
۹	یکے گفت از چار سوئے قصاص	چہ کردی کہ آمد بجانت خلاص
	قصاص کے چوراہے سے ایک شخص نے اس سے کہا	تونے کیا کیا کہ تیری جان کو چھٹکارا ملا
۱۰	بگوشش فرو گفت کاے ہوشمند	بجانے زدانگے رہیدم زبند
	اس نے اس کے کان میں کہا اے ہوشمند	ایک جان کیوجہ سے ایک دانگ کے بدلے میں قید سے چھوٹ گیا

تشریح: (۱) مسلح سپاہی ماتم کناں حالت میں بادشاہ کے دربار کی طرف بسرعت دوڑتے ہوئے آئے۔ دیکھا تو تخت پر بادشاہ بحیات و سلامت ہیں۔ (۲) جب مسلح سپاہی مقتل کی طرف لوٹے تو اتنے میں نوجوان فرار ہوچکا تھا۔ درویش کی چال ظاہر ہونے پر انہوں (سپاہیوں) نے فقیر کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور پیش کردیا۔ (۳) بادشاہ نے غصیلے اور زہریلے انداز میں مخاطب ہوکر درویش سے پوچھا کہ کیا سوچ کر تونے میری موت کا آوازہ بلند کیا تھا۔ (۴) بادشاہ نے کہا کہ جب میں رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں۔ لوگوں کے حق میں بُرا نہیں ہوں تو پھر تم نے یہ اقدام کر کے مخلوق کی بدخواہی کیوں کی۔ (۵) درویش نے بادشاہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے بعد کہا۔ اے بادشاہ سلامت۔ آپ کے حکم کے سامنے سارا جہان سرنگوں ہے۔ (۶) پھر درویش نے کہا کہ میری افترا، پردازی سے بادشاہ کو تو موت نہیں آئی۔ لیکن اس نوجوان کی زندگی بچ گئی جسے قتل کیا جارہا تھا۔
(۷) بادشاہ کو درویش کے جواب پر ایسی خوشی ہوئی کہ اس (بادشاہ) نے سزا دینے کے بجائے اسے (فقیر کو) انعام و اکرام سے نواز دیا۔
(۸) ادھر نوجوان فرار ہونے کے بعد بے تحاشا اِدھر اُدھر بیچارگی کے عالم میں بھاگتا پھر رہا تھا۔ (۹) کسی شخص نے فرار ہونے والے جوان سے پوچھا کہ تجھے سزائے موت سے نجات کس طرح مل گئی۔ (۱۰) اس (جوان) نے رازدارانہ انداز میں سائل سے کہا کہ مجھے (ایک ٹکہ) راہِ اللہ خرچ کرنے کی برکت سے رہائی نصیب ہوئی۔ یعنی وہی فقیر چھٹکارے کا سبب بنا۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
یکے تخم در خاک ازاں مے نہد	۱	کہ روز فرو ماندگی بر دہد
ایک شخص مٹی میں بیج اسی لیئے ڈالتا ہے		کہ ضرورت کے دن پھل دے گا
جوئے باز دارد بلائے درشت	۲	عصائے ندیدی کہ عوجے شکست
سخت مصیبت کو ایک جو ٹال دیتا ہے		تو نے نہیں دیکھا کہ لاٹھی نے عوج کو مار ڈالا
حدیثے درست آخر از مصطفٰے ست	۳	کہ بخشائش وخیر دفع بلا ست
آخر آنحضور ﷺ کی حدیث صحیح ہے		کہ عطا اور بھلائی بلا کو دفع کرنیوالی ہے
عدو را نہ بینی دریں بقعہ پا	۴	کہ بو بکرؒ سعد ست کشور کشا
تو اس سرزمین میں دشمن کے قدم نہ دیکھے گا		اس لیئے کہ بو بکرؒ سعد بادشاہ ہے
بگیر اے جہانے بروئے تو شاد	۵	جہانے کہ شادی بروئے تو باد
اے وہ بادشاہ کہ دنیا تیرے چہرہ سے خوش ہے لے لے		ایک دوسرے جہان کو خدا کرے تیرا چہرہ خوش رہے
کس از کس بدورِ تو بارے نبرد	۶	گلے در چمن جور خارے نبرد
تیرے دور میں کسی نے کسی سے تکلیف نہیں اٹھائی		چمن میں پھول نے کانٹے کا ظلم نہ سہا
توئی سایہ لطفِ حق بر زمین	۷	پیمبر صفت رحمۃ العالمین
تو زمین پر اللہ کی مہربانی کا سایہ ہے		پیغمبر کی صفت والا ہے دونوں جہان کیلئے رحمت
ترا قدر اگر کس نداند چہ غم	۸	شب قدر را مے نداانند ہم
اگر کوئی تیرا مرتبہ نہ جانے تو کیا غم ہے		وہ شب قدر کو بھی نہیں جانتے ہیں

حکایت در معنی[9] ثمرۂ نیکوکاری

نیکی کرنے کے پھل کے بیان میں قصہ

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
کسے دید صحرائے محشر بخواب	۱۰	مس تفتہ روئے زمیں ز آفتاب
کسی نے خواب میں حشر کا میدان دیکھا		روئے زمین آفتاب کی وجہ سے گرم تانبا تھی

(۱) یکے: ایک۔ تخم: بیج۔ خاک: مٹی۔ ازآں: اس وجہ سے نہد: رکھتا ہے۔ روز فرو ماندگی۔ عاجزی کے دن۔ بردہد: پھل دیوے۔ (۲) جوئے: ایک جو۔ باز دارد: روک دیتا ہے۔ بلائے درشت: سخت بلا کو۔ عصائے: ایک لاٹھی ندیدی: نہیں دیکھی تو نے۔ عوجے: بڑا عوج۔ ایک لمبے قد اور لمبی عمر والا کافر جو نوح علیہ السلام کے زمانہ سے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک زندہ رہا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مردار ہوا۔ اس کا قد اتنا لمبا تھا کہ طوفان نوح بمشکل اس کی کمر تک آیا تھا۔ (۳) حدیثے درست: صحیح حدیث۔ مصطفٰے: لقب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ بخشائش: مراد صدقہ۔ دفع بلا: مصیبت کو روکنے والا۔ (۴) عدو: دشمن۔ نہ بینی: نہیں دیکھتا تو۔ دریں بقعہ: اس زمین میں۔ بقار: باقی رہنا۔ بوبکر سعد: مصنف کا ممدوح بادشاہ۔ کشور کشا: ملک کو فتح کرنے والا۔ (۵) بگیر: لے لے۔ جہانے بروئے تو: ایک جہان تیرے چہرے سے۔ شاد: خوش۔ جہانے: ایسا جہان۔ شادی بروئے تو: خوشی تیرے چہرے پر۔ باد: ہووے۔ (۶) کس: کوئی شخص بدورِ تو: تیرے زمانے میں۔ بارے: کوئی بوجھ یا تکلیف۔ نبرد نہیں لے گیا۔ گلے: کوئی پھول۔ در چمن: باغ میں۔ جور خارے کسی کانٹے کا ظلم۔ (۷) توئی: تو ہی ہے۔ لطفِ حق: اللہ تعالیٰ کی مہربانی۔ پیمبر صفت: پیغمبر کی طرح۔ رحمۃ العالمین سارے جہانوں کی رحمت۔ (۸) ترا: تیرا۔ قدر: مرتبہ۔ کس: کوئی شخص۔ نداند: نہیں جانتا۔ چہ غم: کیا غم۔ شب قدر: رمضان المبارک کی ایک رات جو ثواب میں ہزار مہینے سے افضل ہے۔ مے ندانند: نہیں جانتے ہیں۔ ہم بھی۔ (۹) معنی: مضمون۔ ثمرہ نیکوکاری: نیکی کا پھل۔ (۱۰) کسے: کسی شخص نے۔ دید: دیکھا۔ صحرائے محشر: حشر کا میدان۔ بخواب: خواب میں۔ مس تفتہ: گرم کیا ہوا تانبہ۔ روئے زمیں: ساری زمین۔ ز آفتاب: سورج سے۔

تشریح: (۱) خاک میں بیج اس لیئے بویا جاتا ہے تاکہ بوقت ضرورت کئی گنا بڑھ کر وہ (بیج) گل گلزار ہو جائے۔ (۲) خلوص نیت سے راہ للہ میں خرچ کردہ جو کا چھوٹا سا دانہ اسی طرح بڑی بڑی بلاؤں کے ٹلنے کا ذریعہ بن جاتا ہے جس طرح موسیٰؑ کی چھوٹی سی لاٹھی سے دیو ہیکل عوج ہلاک ہوا تھا۔ (۳) اَلصَّدَقَۃُ تَرُدُّ الْبَلَاءَ پر مشتمل فرمان رسول ﷺ مبنی بر صداقت ہے کہ تھوڑا سا صدقہ بڑی سے بڑی مصیبت کے لیئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ (۴) ابوبکر بن سعد (شیخ سعدیؒ کا ممدوح) جیسا حکمران جس سرزمین پر حق و عدل سے لیس ہو۔ وہاں دشمن اپنے قدم نہیں جما سکتا۔ (۵) اے وقت کے حکمران (اگر وہ عادل ہے) تیرا وجود جہان والوں کے لیئے خوشی کا باعث ہے۔ چنانچہ تو بھی اپنی شادمانی کے لیئے آخرت کا جہان آباد کر لے۔ (۶) تیرا دور (حکومت) رعایا کے کسی فرد کیلئے مضر ثابت نہیں ہوا۔ اور نہ ہی چمن کا کوئی گل کسی کانٹے سے زخم خوردہ ہوا۔ (اس شعر میں بادشاہ کی رحمدلی کو تشبیہ ہے) (۷) مسلمان و عادل بادشاہ زمین پر رسول کی طرح نہ صرف اللہ تعالیٰ کا سایہ ہوتا ہے۔ بلکہ پیغمبر کی طرح دونوں جہان کیلئے رحمت و برکت کی مانند ہوتا ہے۔ (۸) عام طور پر لوگوں کی جہالت عظیم شخصیت کی قدر دانی میں آڑے آجاتی ہے۔ لیلۃ القدر کی عظمت کے باوجود ناقدری درحقیقت اس کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ (۹) عنوان۔ اس کہانی کا مقصد ہے کہ نیکیوں کا پھل (معمولی سے مفاد پر بھی) ذریعۂ نجات بن سکتا ہے۔ (۱۰) اس شعر میں شیخ سعدیؒ کسی شخص کا خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خواب میں میدانِ حشر کو اس حالت میں دیکھا کہ زمین سورج کی گرمی سے تانبہ بنی ہوئی ہے۔

	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۱	ہمے بر فلک شد ز مردم خروش	دماغ از تپش مے بر آمد بجوش
	آدمیوں کا آسمان پر غل تھا	گرمی کی وجہ سے دماغ کھول رہا تھا
۲	یکے شخص ازیں جملہ در سایۂ	بگردن بر از خلد پیرایۂ
	ان سب میں سے ایک شخص سایہ میں تھا	گلے میں جنت کا لباس تھا
۳	بپرسید کاے مجلس آرائے مرد	کہ بود اندریں مجلست پائے مرد
	اس نے پوچھا کہ اے مجلس کی زینت انسان	اس مجلس میں تیرا کون مددگار تھا
۴	رزے داشتم بر در خانہ گفت	بسایہ درش نیک مردے بخفت
	اس نے کہا گھر کے دروازے پر انگور کی بیل تھی	اس کے سایہ میں ایک نیک مرد سویا
۵	دریں وقت نومیدی آں مرد راست	گناہم ز دادار داور بخواست
	اس بھلے انسان نے اس ناامیدی کے وقت	منصف حاکم سے میرے گناہ کے بارے میں درخواست کی
۶	کہ یارب بریں بندہ بخشائشے	کزو دیدہ ام وقتے آسائشے
	کہ اے خدا اس بندہ کی بخشش فرما	اسلیئے کہ میں نے اس سے ایک وقت آرام پایا ہے
۷	چہ گفتم چوں حل کردم ایں راز را	بشارت خداوند شیراز را
	جب میں نے یہ راز حل کر لیا تو کیا خوب کہا	کہ شیراز کے بادشاہ کے لیۓ خوشخبری ہے
۸	کہ آفاق در سایۂ ہمتش	مقیم اند بر سفرۂ نعمتش
	اس لیۓ کہ عالم اس کی ہمت کے سائے میں	اور اس کی نعمتوں کے دسترخوان پر ٹھہرا ہے
۹	درختیست مردِ کرم بار دار	وزو بگذری ہیزم کوہسار
	سخی آدمی پھل دار درخت ہے	اس کے علاوہ پہاڑ کا ایندھن ہے
۱۰	حطب را اگر تیشہ بر پے زنند	درختِ برومند را کے زنند
	ایندھن کی جڑیں اگر کلہاڑا چلائیں	پھل دار درخت کو کب کاٹتے ہیں

(۱) ہمے: شد کے اوپر لگ کر، جاتا تھا۔ بر فلک: آسمان پر۔ مردم: لوگ۔ خروش: شور۔ تپش: اس کی گرمی۔ مے برآمد: آتا تھا۔ بجوش: جوش میں۔ (۲) یکے: ایک۔ ازیں جملہ: ان تمام میں سے۔ بگردن: گردن میں۔ بر: زائد۔ خلد: بہشت۔ پیرایہ: پوشاک۔
(۳) بپرسید: اس نے پوچھا۔ مجلس آرائے: اس مجلس کو سجانے والے۔ کہ بود: کون ہوا۔ اندریں: اس میں۔ مجلست: مجلس میں تیرا۔ پائے مرد: مددگار یا سہارا
(۴) رزے: ایک انگور کی بیل۔ داشتم: میں رکھتا تھا۔ بر درِ خانہ: گھر کے دروازے پر۔ گفت: کہا۔ بسایہ درش: اس کے سائے میں۔ بخفت: سو گیا۔
دریں وقت: اس وقت میں۔ مرد راست: سیدھا مرد۔ گناہم: میرا گناہ۔ ز دادارِ داور: یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ پہلے کی اصل دادار، انصاف لانے والا۔ دوسرے کی دادآور، یعنی انصاف کرنے والا خدا۔ بخواست: چاہا۔ (۶) بریں بندہ: اس بندے پر۔ بخشائشے: بخشش فرما۔ کزو: کیونکہ اس سے۔ دیدہ ام: میں نے دیکھا ہے۔ آسائشے: کچھ آرام۔ (۷) چہ گفتم: کیا خوب کہا میں نے۔ چوں: جب۔ کردم: کیا میں نے۔ ایں راز را: اس راز کو۔ بشارت: خوشخبری۔ خداوند شیراز: شیراز کا مالک یعنی بادشاہ۔ (۸) آفاق: جمع افق کنارے جہاں۔ ہمتش: اس کی ہمت۔ مقیم اند: ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سفرۂ نعمتش: اس کی نعمت کے دسترخوان۔ (۹) درختیست: ایک درخت ہے۔ مردِ کرم: سخی مرد۔ باردار: پھل دینے والا۔ وزو: اور اس سے۔ بگذری: اگر گزرے تو۔ ہیزم کوہسار: پہاڑ کی خودرو خشک لکڑی۔ (۱۰) حطب: باس خشک درخت۔ بر پے: پاؤں پر۔ زنند: ماریں وہ۔ برومند: پھل دار۔ کے: کب۔ زنند: مارتے ہیں۔

تشریح: (۱) جس کی وجہ سے لوگ چلّا رہے تھے۔ سخت گرمی کے باعث دماغ جوش کھا رہا تھا۔ (اس میں روز محشر کا منظر پیش کیا گیا ہے)۔ (۲) اسی (روز محشر کے خوفناک) اثناء میں ایک شخص جنّت کی خلعت پہنے سب سے الگ تھلگ سکون کے ساتھ سائے میں کھڑا تھا۔ (۳) محو خواب شخص نے اس ممتاز شخصیت سے دریافت کیا کہ اس (محشر کی سخت افراتفری میں) محفل میں تیرا مددگار کون ہے جو نجات کا باعث ہوا ہے۔ (۴) اس (امتیازی شان کے مالک) شخص نے جواباً کہا کہ میرے گھر کے دروازے پر انگور کی بیل تھی جس کے سائے میں ایک درویش نے آرام کیا تھا۔ (۵) آج اسی درویش نے ان (محشر کے) مایوس کن مرحلوں میں عادل بادشاہ (اللہ تعالیٰ) سے میرے گناہوں کی بخشش طلب کی۔ (۶) کہ اے اللہ چونکہ میں نے اس سے ایک وقت آرام حاصل کیا تھا۔ لہٰذا تو اسے بخش دے۔ (۷) جب میں (شیخ سعدیؒ) نے یہ راز پایا تو معلوم ہوا کہ دنیا کا معمولی سا آرام آخرت کی بہت بڑی راحت کا سبب ہے تو شاہِ شیراز کے لیۓ بشارت عظمیٰ ہے۔ (۸) اس لیۓ کہ وہ (شاہ شیراز) کل عالم کے سکون واطمینان کی بنا پر فرحت وخوشی کا باعث ہو رہا ہے۔ (۹) جود وسخا کا حامل شخص پھلدار درخت کی طرح ہے کہ لوگ اس سے پھل کھا کر فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کے سائے میں آرام کرتے ہیں۔ (۱۰) اور اس کے علاوہ (بخیل آدمی) کی مثال خشک جھاڑی کی طرح ہے کہ لوگ اسے کاٹ کر جلاتے ہیں۔ جبکہ پھلدار درخت کی حفاظت کی جاتی ہے۔

۱	بسے پائدار اے درختِ ہنر	کہ ہم میوہ داری و ہم سایہ ور
	اے ہنر کے درخت خدا کرے تو بہت پائیدار رہو	تو میوہ دار بھی ہے اور سایہ دار بھی

گفتار اندر ہیبت ملوک[2] و سیاستِ ملک

بادشاہوں کی ہیبت اور ملک کی تدبیر کے بیان میں کہاوت

۳	بگفتیم در بابِ احساں بسے	و لیکن نہ شرطست با ہر کسے
	احسان کے بارے میں ہم نے بہت سی باتیں کہیں	لیکن ہر شخص کے ساتھ کرنا مناسب نہیں
۴	بخور مردم آزار را خون و مال	کہ از مرغ بد کندہ بہ پرّ و بال
	انسانوں کو ستانے والے کا خون اور مال کھا جا	اس لیے کہ شریر پرند کے پر و بال اکھڑے ہوئے بہتر ہیں
۵	کسے را کہ با خواجۂ تست جنگ	بدستش چرا مے دہی چوب و سنگ
	تیرے مالک سے جس کی لڑائی ہے	اس کے ہاتھ میں لکڑی اور پتھر کیوں دیتا ہے
۶	برانداز بیخے کہ خار آورد	درختے بپرور کہ بار آورد
	وہ جڑ اکھاڑ دے جو کانٹا اگائے	اس درخت کی پرورش کر جو پھل لائے
۷	کسے را بدہ پایۂ مہتراں	کہ بر کہتراں سر ندارد گراں
	سرداروں کا مرتبہ اس کو دے	جو چھوٹوں پر بد دماغی نہ کرے
۸	مبخشائے بر ہر کجا ظالمیست	کہ رحمت برو جور بر عالمیست
	جہاں بھی کوئی ظالم ہے اسکو معاف نہ کر	اس پر رحم کرنا زمانہ پر ظلم ہے
۹	جہاں سوز را کشتہ بہتر چراغ	یکے بہ در آتش کہ خلقے بداغ
	ظالم کا چراغ گل کرنا بہتر ہے	ایک کا آگ میں جلنا بہتر نہ تمام مخلوق کا رنج میں رہنا
۱۰	ہر آنگہ کہ بر دزد رحمت کنی	بباز وے خود کارواں مے زنی
	جب تو چور پر رحم کرے	اپنی طاقت سے قافلہ پر ڈاکہ ڈال رہا ہے

(۱) بسے: بہت۔ پائیدار: دیر تک قائم رہ۔ ہم: بھی۔ میوہ داری: میوہ رکھتا ہے تو۔ سایہ ور: سائے والا (۲) گفتار: کہاوت۔ ملوک: جمع ملک، بادشاہ۔ (۳) بگفتیم: ہم نے کہا۔ در بابِ احساں: احسان کے بارے میں۔ بسے: بہت۔ نہ شرطست: مناسب نہیں ہے۔ با ہر کسے: ہر شخص کے ساتھ۔ (۴) بخور: کھا لے۔ مردم آزار: لوگوں کو تکلیف پہنچانے والا۔ مرغ بد: برا پرندہ۔ کندہ: اکھیڑے ہوئے۔ بہ: بہتر۔ پر و بال: بال و پر۔ (۵) کسے را کہ: جو شخص کہ۔ با خواجۂ تست: تیرے صاحب کے ساتھ۔ بدستش: اس کے ہاتھ۔ چرا: کیوں۔ مے دہی: دیتا ہے تو۔ چوب: لکڑی۔ (۶) برانداز: اکھیڑ ڈال۔ بیخے کہ: جو جڑ کہ۔ خار: کانٹا۔ آورد: لاوے۔ پرور: پال۔ بار آورد: پھل لاوے۔ (۷) کسے را: اس شخص کو۔ بدہ: دے۔ پایۂ مہتراں: سرداروں کا رتبہ۔ کہتراں: چھوٹے لوگ۔ ندارد گراں: بھاری نہ رکھے یعنی بد دماغی نہ کرے۔ (۸) مبخشائے: بخشش نہ کر۔ ہر کجا: جہاں کہیں۔ ظالمیست: کوئی ظالم ہے۔ برو: اس پر۔ جور: ظلم۔ بر عالمیست: ایک جہان پر ہے۔ (۹) جہاں سوز: جہان کو جلانے والا۔ کشتہ: بجھایا ہوا۔ بہ: بہتر۔ یکے بہ: ایک بہتر ہے۔ در آتش: آگ میں۔ کہ خلقے بداغ: مخلوق کے داغی ہونے سے۔ (۱۰) ہر آنگہ: جس وقت۔ بر دزد: چور پر۔ کنی: تو کرے۔ بباز وے خود: اپنے ہاتھوں سے۔ کارواں: قافلہ۔ مے زنی: لوٹتا ہے تو۔

تشریح: (۱) اس شعر میں بادشاہ (ابوبکر بن سعد) کے لیئے دعائیہ کلمات بھی ہیں۔ اور پھلدار درخت سے اس (بادشاہ) کو تشبیہ دی گئی ہے اس میں درازیٔ عمر کی دُعا بھی ہے۔ (۲) عنوان۔ اس حکایت سے بادشاہوں کے دبدبے اور ان کی سیاست کا تذکرہ کیا گیا ہے اور بے جا احسان سے ممانعت کا ذکر بھی ہے۔ (۳) اگرچہ ہم (شیخ سعدیؒ) نے احسان اور بہتر سلوک کی ترغیب بہت دی ہے۔ لیکن غیر مستحق اور نا اہل لوگوں سے حسن سلوک نامناسب ہے۔ (۴) لوگوں کو تنگ کرنے والے شخص پر احسان کرنے کی بجائے اس کی تباہی کا سامان کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اس لیئے کہ بُرے پرندے کے پروں کا نہ ہونا اچھا ہے۔ (۵) مخلوق کے بارے میں اذیت پسند شخص ایسا ہی ہے جیسے کسی غلام کے آقا سے جنگ ہو۔ اس کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ غداری مقصود ہوگی۔ (۶) جو درخت کانٹے اگاتا ہو اسے اکھاڑ کر پھینک دینا چاہیئے۔ پھل دار درخت کی پرورش کرنی چاہیئے تاکہ اس سے افادۂ عام حاصل ہو۔ (۷) حکمرانی کا حقدار وہ شخص نہیں جو بد دماغی کی وجہ سے مخلوق کے لیئے ایذا رسانی کا سبب بنے۔

(۸) اگر دنیا میں ظلم کا خاتمہ کرنا ہے تو ظالم کا سر توڑ دینا چاہیئے۔ اسے معاف کرنا ظلم کو فروغ دینے کے مترادف ہے۔ جس کا سبب ظالم کو معاف کرنے والا شخص ہوگا۔ (۹) موذی شخص کا چراغ گل کر دینا چاہیئے۔ ورنہ وہ پورے جہان کو جلا دے گا۔ خلقت کے جل جانے سے بہتر ہے کہ ایک شخص (موذی) ہی جل مرے۔ (۱۰) جو شخص چوروں کو تحفظ دیتا ہے گویا کہ وہ خود ہی اپنے قافلے کو لوٹ مار کا نشانہ بناتا ہے۔ کیونکہ چوروں کو تحفظ دینا خود قافلے کو لوٹنے کے مترادف ہے۔

۱	جفا پیشگاں را بدہ سر بباد	ستم بر ستم پیشہ عدلست و داد
	ظالموں کی جڑ برباد کر دے	ظالم پر ظلم کرنا عدل اور انصاف ہے

گفتار در معنیٔ احسان با کسے کہ سزاوار نباشد

کہاوت اس شخص پر احسان کرنے کے بیان میں جو اس کا مستحق نہیں ہے

۳	شنیدم کہ مردے غمِ خانہ خورد	کہ زنبور در سقف اولانہ کرد
	میں نے سنا ہے کہ ایک شخص کو اپنے گھر کی فکر ہوئی	اس لیے کہ بھڑوں نے اس کی چھت میں چھتہ لگالیا
۴	زنش گفت زنباں چہ خواہی مکن	کہ مسکیں پریشاں شوند از وطن
	اسکی بیوی نے کہا ان سے تجھے کیا مطلب ہے نہ اکھاڑ	بیچاری اپنے رہنے کی جگہ سے پریشان ہوں گی
۵	بشد مردِ ناداں بر کارِ خویش	گرفتند یک روز زن را بہ نیش
	بیوقوف شوہر اپنے کام میں لگ گیا	ایک دن بھڑوں نے بیوی کو ڈنگ مارا
۶	بیامد ز دکان سوئے خانہ مرد	براں بے خرد زن بسے طیرہ کرد
	شوہر دوکان سے گھر آیا	اس پر بے عقل بیوی نے بہت غصہ کیا
۷	زن بے خرد بر در و بام و کوی	ہمے کرد فریاد و مے گفت شوی
	بے عقل بیوی دروازے اور کوٹھے اور کوچہ میں	شور کر رہی تھی اور شوہر کہہ رہا تھا
۸	مکن روئے بر مردم اے زن ترش	تو گفتی کہ زنبورِ مسکیں مکش
	اے عورت لوگوں پر منہ نہ بنا	تونے ہی تو کہا تھا کہ مسکین بھڑوں کو نہ مار
۹	کسے با بداں نیکوئی چوں کند	بداں را تحمل بد افزوں کند
	بروں کے ساتھ کوئی بھلائی کس طرح کرے	بروں کی برداشت کرنا برائی کو بڑھاتا ہے
۱۰	چو اندر سرے بینی آزارِ خلق	بشمشیرِ تیزش بیازار حلق
	اگر تو کسی سر میں لوگوں کی ایذا دیکھے	تیز تلوار سے اس کے حلق کو ستا

(۱) جفا پیشگاں: جمع جفا پیشہ، ظالم لوگ۔ بدہ: دے۔ سر بباد: سر برباد کر۔ ستم: ظلم۔ ستم پیشہ: ظالم۔ عدلست: انصاف ہے۔ داد: انصاف۔ (۲) گفتار: کہاوت۔ در معنیٔ احسان: احسان کے معنی میں۔ با کسے کہ: اس شخص کے ساتھ۔ سزاوار: لائق۔ نباشد: نہ ہووے۔ (۳) شنیدم: میں نے سنا۔ مردے: ایک مرد۔ غمِ خانہ: گھر کا غم۔ خورد: کھایا اس نے۔ زنبور: بھڑ۔ در سقف او: اس کی چھت میں۔ لانہ: چھتہ۔ کرد: بنالیا۔ (۴) زنش: اس کی عورت۔ گفت: کہا۔ زنباں: ان سے۔ چہ خواہی: تو کیا چاہتا ہے۔ مکن: مت کر۔ شوند: ہو دیں گے۔ از وطن: اپنے گھر سے۔ (۵) بشد: چلا گیا۔ مرد ناداں: بیوقوف مرد۔ بر کارِ خویش: اپنے کام کے پیچھے۔ گرفتند: پکڑا انہوں نے۔ یک روز: ایک دن۔ زن: عورت۔ بنیش: ڈنگ سے۔ (۶) بیامد: آیا۔ سوئے خانہ: گھر کی طرف۔ براں: اس پر۔ بے خرد: بے عقل۔ بسے: بہت۔ طیرہ: غصہ۔ کرد: کیا۔ (۷) زنِ بے خرد: بے عقل عورت۔ بر در و بام: دروازے اور چھت پر۔ کوی: کوچہ۔ ہمے کرد: کرتی تھی۔ مے گفت: کہتا تھا۔ شوی: شوہر۔ (۸) مکن: مت کر۔ روئے بر مردم: چہرہ لوگوں پر۔ اے زن: اے عورت۔ ترش: کھٹا۔ گفتی: تو نے کہا تھا۔ زنبورِ مسکیں: بیچارے بھڑ۔ مکش: مت مار۔ (۹) کسے: کوئی شخص۔ با بداں: بروں کے ساتھ۔ نیکوئی: نیکی۔ چوں: کیسے۔ کند: کرے۔ بداں را: بروں کو۔ تحمل: برداشت۔ بد: بدی۔ افزوں: زیادہ۔ (۱۰) چوں: جب۔ اندر سرے: کسی سر میں۔ بینی: دیکھے تو۔ آزارِ خلق: مخلوق کی تکلیف۔ بشمشیرِ تیزش: تیز تلوار سے۔ بشیں: حلق کے ساتھ لگ کر: اس کے حلق کو۔ بیازار: ستا۔

تشریح: (۱) ظالم کی بربادی درحقیقت ظلم کی تباہی ہے۔ ظالم پر ظلم (اس کے کیے کی سزا) کرنا بعینہٖ عدل و انصاف ہے۔ (۲) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نااہل کے ساتھ حسن سلوک کرنا خلاف مصلحت اور نامناسب ہے۔ (۳) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ ایک شخص کو اپنے گھر کے بارے میں اس وقت فکر لاحق ہوئی جب بھڑوں نے گھر کی چھت پر چھتہ بنانا شروع کیا۔ (۴) جب اس (فکر مند شخص) نے چھتہ اتارنے کی کوشش کی تو اس کی اہلیہ نے یہ کہہ کر "ان بھڑوں سے کیا لینا۔ چھتہ لگا رہنے دے" چھتہ اتارنے سے روک دیا۔ (۵) دریں اثنا مرد کاروبار کی غرض سے باہر چلا گیا۔ ایسے میں بھڑوں نے اس کی زوجہ پر حملہ کر کے اسے ڈسنا شروع کر دیا۔ (۶) جب وہ (مرد) اپنے گھر واپس آیا تو اپنی بیوی کا بگڑا ہوا حلیہ دیکھ کر اسے سخت سست کہا۔ (۷) نادان خاتون (مرد کی اہلیہ) تکلیف کی وجہ سے شور و غل کرتے ہوئے ہر طرف بھاگتی تھی اور چیختی چلاتی تھی۔ (مرد نے کہا)۔ (۸) اب منہ بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ سب کچھ تیرا اپنا کیا دھرا ہے۔ تونے خود ہی کہا تھا کہ یہ چھتہ مت اتارو۔ (۹) برے لوگوں سے بھلائی کرنا خود برائی کو فروغ دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ بدکردار لوگوں سے تعاون کرنا برائی کو ترقی دینا ہے۔ (۱۰) جو سر لوگوں کی تکلیف پر مشتمل منصوبہ بندی کرنے میں مہارت رکھتا ہو۔ اسے تن سے جدا کر دینا مناسب و بہتر ہے۔

سگِ آخر کہ باشد کہ خوانش نہند	۱	بفرمائی تا استخوانش دہند
آخر کتا کیا ہے کہ لوگ اس کیلئے دستر خوان بچھائیں		حکم دے تاکہ اس کو ہڈی ڈالیں
چہ نیکو زدست ایں مثل پیرہ دہ	۲	ستورِ لگدزن گرانبار بہ
گاؤں کے بڈھے نے اچھی مثل بیان کی ہے		دولتی مارنے والا گدھا بوجھ سے لدا بہتر
اگر نیک مردی نماید عسس	۳	نیارد بشب خفتن از دزد کس
اگر سپاہی شرافت دکھائے		چور کی وجہ سے رات کو کوئی بھی نہ سو سکے
نئے نیزہ در حلقۂ کارزار	۴	بقیمت تر از نیشکر صد ہزار
جنگ کے میدان میں نیزہ کی نے		نیشکر سے قیمت میں ایک لاکھ گنا زیادہ ہے
نہ ہر کس سزاوار باشد بمال	۵	یکے مال خواہد یکے گوشمال
ہر شخص مال کے لائق نہیں ہے		ایک مال چاہتا ہے ایک گوشمالی
چو گربہ نوازی کبوتر برد	۶	چو فربہ کنی گرگ یوسفؑ درد
جب تو بلی کو نوازے گا کبوتر لے جائیگی		جب تو بھیڑیے کو موٹا کریگا یوسف کو پھاڑیگا
بنائے کہ محکم ندارد اساس	۷	بلندش مکن ور کنی زو ہراس
جو عمارت مضبوط بنیاد نہ رکھے		اسکو بلند نہ کر اور اگر کریگا تو اس سے ڈرتا رہ

گفتار اندر پیش بینی و عاقبت اندیشی

پیش بینی اور انجام سوچنے کے بیان میں کہاوت

چہ خوش گفت بہرام صحرا نشیں	۹	چو یکران توسن زدش بر زمین
صحرا نشین بہرام نے کیا خوب کہا		جب سرکش گھوڑے نے اسکو زمین پر پٹخ دیا
دگر اسپے از گلہ باید گرفت	۱۰	کہ گر سر کشد باز شاید گرفت
گلہ سے دوسرا ایسا گھوڑا پکڑنا چاہیئے		جو سرکشی کرے تو تھاما جا سکے

(۱) سگ: کتا۔ کہ باشد: کون ہووے۔ خوانش: دستر خوان اس کے لیے۔ نہند: رکھیں۔ بفرمائی: حکم دے تو۔ تا: تاکہ۔ استخوانش: ہڈی اس کو۔ دہند: دیویں۔ (۲) چہ نیکو: کیا خوب۔ زدست: بیان کی ہے۔ ایں مثل: یہ مثال۔ پیرِ دہ: دیہاتی بوڑھا۔ ستور لگدزن: دولتی مارنے والی سواری۔ گرانبار: بھاری بوجھ والی۔ بہ: بہتر۔
(۳) نیک مردی: شرافت۔ نماید: دکھاوے۔ عسس: چوکیدار۔ نیارد: نہ لا سکے۔ بشب: رات کو۔ خفتن: سونا۔ از دزد: چوروں سے۔ کس: کوئی شخص۔ (۴) نئے نیزہ: نیزے کی لکڑی۔ حلقۂ کارزار: لڑائی کا میدان۔ بقیمت تر: قیمت میں بڑھ کر۔ نیشکر: گنا۔ صد ہزار: ایک لاکھ
(۵) ہر کس: ہر شخص۔ سزاوار: لائق۔ باشد: ہووے بمال: مال کے۔ یکے: ایک۔ خواہد: چاہتا ہے۔ گوشمال: گوشمالی یعنی کان ملنے کی سزا۔ (۶) چو: جب۔ گربہ: بلی۔ نوازی: پالے تو۔ برد: لے جائے گی۔ فربہ: موٹا۔ کنی: کرے تو۔ گرگ: بھیڑیا۔ یوسفؑ: مشہور پیغمبر جو حضرت یعقوبؑ بن اسحاق بن ابراہیمؑ کے بیٹے اور نہایت حسین و جمیل تھے۔ (۷) بنائے کہ: جو عمارت کہ۔ محکم: مضبوط۔ ندارد: نہ رکھے۔ اساس: بنیاد۔ بلندش: اس کو بلند۔ مکن: مت کر۔ ور کنی: اور اگر کرے تو۔ زو: اس سے۔ ہراس: ڈر۔
(۸) گفتار: کہاوت۔ پیش بینی: پہلے دیکھ لینا۔ عاقبت اندیشی: آخر کو سوچ لینا۔ (۹) چہ خوش: کیا خوب۔ گفت: کہا۔ بہرام: ایران کا ایک بادشاہ جو شکار کے شوق میں جنگلوں میں پڑا رہتا تھا۔ صحرا نشیں: جنگل میں بیٹھنے والا۔ یکران: اونٹ جیسا سرخ گھوڑا۔ توسن: سرکش۔ زدش: مارا اس کو۔ بر زمین: زمین پر۔ (۱۰) دگر: دوسرا۔ اسپے: گھوڑا۔ از گلہ: گلے میں۔ باید گرفت: پکڑنا چاہیئے۔ کہ: تاکہ۔ سر کشد: سرکشی کرے۔ باز شاید گرفت: پھر پکڑ سکیں۔

تشریح: (۱) جس آدمی کی خصلت کتے جیسی (کاٹنا، بکنا، حرص وغیرہ) ہو۔ اسے کھانے کے لیے دستر خوان پر نہیں بٹھانا چاہیئے۔ بلکہ کتے کی طرح دُور سے ہڈی پھینک دینی چاہیئے۔ (۲) دیہاتی کی مثال کیا خوب ہے کہ جو گدھا دولتیاں چلاتا ہے۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اس پر بوجھ کی مقدار بڑھا دی جائے۔
(۳) اگر پہریدار سخت روش اختیار نہ کریں تو چوروں میں دلیری آجاتی ہے۔ جو لوگوں کی نیندیں حرام ہونے کا سبب بنتی ہے۔ (۴) موقع محل کے مطابق ہر مقام پر کسی اور چیز کی بطور قیمت اور قدر و منزلت ہوتی ہے۔ مثلاً میدان کارزار میں نیزے کی لکڑی اور شوگر مل میں گنا قیمتی ہوتا ہے۔ (۵) ہر شخص میں انعام و اکرام کی صورت میں مال حاصل کرنے کی لیاقت نہیں ہوتی۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کی طبیعت صرف سزا سے صاف ہوتی ہے۔ (۶) کبوتروں کا تحفظ بلی نہ پالنے میں اور حسن یوسفؑ کی حفاظت بھیڑیوں کی پرورش نہ کرنے میں ہے۔ بصورتِ دیگر بلی کبوتر لے جائے گی اور بھیڑیئے یوسفؑ کو پھاڑ دیں گے۔
(۷) کمزور بنیادوں پر عمارت کھڑی کرنا عقلمندی نہیں ہے۔ اس لیئے کہ وہ (کمزور بنیاد پر کھڑی عمارت) کسی بھی وقت گر سکتی ہے۔
(۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مردم شناسی کے حوالے سے دُور اندیشی اور انجام کار کا تقاضیٰ یہ ہے کہ نا اہل کو ابتدا ہی سے دھتکار دیا جائے۔ (۹) ایران کے بادشاہ بہرام (جو شکار کے شوق میں صحرا نشین تھا) کو سرکش گھوڑے نے زمین پر گرا دیا۔
(۱۰) اس (بہرام) نے کہا کہ اصطبل (گلے) سے دوسرا ایسا گھوڑا لایا جائے جو سرکشی کرنے کے باوجود اپنے قابو میں رہے۔

سرِ چشمہ شاید گرفتن بمیل	۱	چو پر شد نشاید گزشتن بہ پیل
چشمہ کے سرے کو سلائی سے گرفت میں لایا جاسکتا ہے		جب وہ بھر جائے تو ہاتھی کے ذریعے بھی نہیں گذرا جاسکتا
بہ بند اے پسر دجلہ گر آب کاست	۲	کہ سودے ندارد چو سیلاب خاست
اے لڑکے اگر دجلہ گھٹاؤ پر ہو تب بند باندھ دے		اسلئے کہ جب سیلاب پیدا ہو جائے گا پھر کوئی فائدہ نہیں
چو گرگ خبیث آمد اندر کمند	۳	بکش ورنہ دل برکن از گوسفند
جب خبیث بھیڑیا کمند میں آجائے		اس کو مار ڈال ورنہ بکری سے دل ہٹا لے
از ابلیس ہرگز نیاید سجود	۴	نہ از بد گہر نیکوئی در وجود
شیطان سے کبھی سجدہ نہیں ہوتا		نہ بد اصل سے نیکی وجود میں آتی ہے
بد اندیش را جائے و فرصت مدہ	۵	عدو در چہ و دیو در شیشہ بہ
مخالف کو جگہ اور موقع نہ دے		دشمن کنوئیں میں اور دیو شیشی میں بہتر ہے
مگو شاید ایں مار کشتن بچوب	۶	چوں سر زیر سنگ تو دارد بکوب
یہ نہ کہہ اس سانپ کو لکڑی سے مارنا چاہیئے		جب اس نے تیرے پتھر کے نیچے سر کر لیا فوراً کوٹ دے
قلمزن کہ بد کرد با زیردست	۷	قلم بہتر اورا بہ شمشیر دست
جس محرّر نے کمزور کے ساتھ بُرائی کی ہے		اس کا ہاتھ تلوار سے قلم کرنا بہتر ہے
مدبّر کہ قانون بد مے نہد	۸	ترا مے برد تا بآتش دہد
جو وزیر بُرا قانون بناتا ہے		تجھے آگ میں ڈالنے لے جاتا ہے
مگو ملک را ایں مدبر بس است	۹	مدبر مخوانش کہ مدبر کس است
یہ نہ کہہ کہ ملک کے لیئے یہ وزیر کافی ہے		اس کو منتظم نہ کہہ اس لیئے کہ وہ بدبخت انسان ہے
سعید آورد قول سعدیؒ بجائے	۱۰	کہ توقیر ملک است و تدبیر و رائے
نیک بخت سعدیؒ کی بات بجا لاتا ہے		کیونکہ وہ بات ملک کی بڑھوتری اور تدبیر اور رائے ہے

(۱) سرِ چشمہ: چشمے کا ابتدائی سوراخ۔ شاید گرفتن: ممکن ہے بند کرنا۔ بمیل: سلائی سے۔ چو: جب۔ پر شد: بھر گیا۔ نشاید گزشتن: نہیں ممکن گزرنا۔ بہ پیل: ہاتھی کے ساتھ۔ (۲) بہ بند: باندھ لے۔ پسر: لڑکا۔ دجلہ: عراق عرب کا ایک دریا۔ آب: پانی۔ کاست: گھٹ گیا۔ سودے: کوئی فائدہ۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ چو: جب سیلاب خواست: سیلاب آگیا۔ (۳) گرگ خبیث: خبیث بھیڑیا۔ آمد: آیا۔ اندر کمند: جال میں۔ بکش: مار ڈال۔ برکن: اٹھالے۔ گوسفند: بکریاں۔ (۴) ابلیس: شیطان کا نام۔ نیاید: نہیں آسکتا۔ سجود: سجدہ بدگہر: بد ذات۔ نیکوئی: نیکی۔ در وجود: وجود میں۔ (۵) بد اندیش: بُرا سوچنے والا۔ جائے: جگہ۔ فرصت: مہلت۔ مدہ: مت دے۔ عدو: دشمن۔ چہ: کنواں۔ دیو: جن۔ شیشہ: بوتل۔ بہ: بہتر۔ (۶) مگو: مت کہہ۔ شاید: چاہیئے۔ ایں مار: یہ سانپ۔ کشتن: مارنا بچوب: لکڑی سے۔ چوں: جب۔ زیر سنگ تو: تیرے پتھر کے نیچے۔ دارد: رکھتا ہے۔ بکوب: کوٹ دے۔ (۷) قلمزن: قلم چلانے والا یعنی کلرک۔ بدکرد: برائی کی۔ با زیردست: عاجز کے ساتھ یا ماتحت سے۔ قلم بہتر: کٹے بہتر۔ اورا: اس کے۔ شمشیر: تلوار۔ دست: ہاتھ۔ (۸) مدبر: وزیر۔ قانونِ بد: بُرا قانون۔ مے نہد: رکھتا ہے۔ ترا: تجھ کو۔ مے برد: لے جاتا ہے۔ تا: تاکہ۔ بآتش: آگ میں۔ دہد: دیوے۔ (۹) مگو: مت کہہ۔ ملک را: ملک کے لیئے۔ ایں مدبر: یہ وزیر۔ بس است: کافی ہے۔ مخوانش: مت کہہ اس کو۔ مدبر: بدبخت کس است: انسان ہے۔ (۱۰) سعید: نیک بخت آورد: لاتا ہے۔ قولِ سعدی: سعدی کی بات۔ بجا: جگہ پر۔ توقیر: بڑھانا۔ است: ہے۔ تدبیر: انتظام۔

تشریح: (۱) ابتدا میں چشمے کی دھار اتنی باریک ہوتی ہے کہ چھوٹی سی سلائی سے بھی بند ہو جاتا ہے۔ جب اس کا شگاف بڑھ جاتا ہے تو اس کے پانی میں ہاتھی بھی ڈوب جاتا ہے۔ (۲) اگر دریا میں سیلاب سے نقصان کا اندیشہ ہو تو موسم گرما میں پانی کم ہونے کے وقت اس (دریائے دجلہ) پر بند باندھ دیا جائے۔ ورنہ بعد میں اس کا فائدہ نہیں۔ (۳) اگر بھیڑیا قبضے میں آجائے تو اسے مار ڈالنا چاہیئے بصورت دیگر بکریوں کی خیر نہیں۔ (۴) جس طرح شیطان لعین سے سجدہ کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح کسی بدطینت شخص سے بھلائی کی اُمید نہیں ہو سکتی۔ (۵) دشمن سے رُو رعایت رکھنا مناسب نہیں۔ کیونکہ دشمن قید خانے میں اور جن بوتل کے اندر قبضے میں رہتا ہے۔ (۶) اگر (اتفاقاً) سانپ کا سر تیرے پتھر کی زد میں آجائے تو اسے فوراً کچل دینا چاہیئے۔ لکڑی سے مارنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ (۷) رشوت خور منشی (کلرک) کے ہاتھ سے قلم چھین کر اس کے ہاتھ قلم (کاٹ) کر دینے چاہئیں۔ (۸) اگر وزیر ظالمانہ قوانین بنانے کا معاون و حامی ہو تو وہ (وزیر) دراصل عوام دشمن عناصر میں شمار ہوتا ہے۔ (۹) عوام الناس کا بدخواہ وزیر اپنے قلمدان پر زیادہ دیر رہنے کے قابل نہیں۔ اسے فوراً منصب وزارت سے ہٹا دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ مدبر نہیں شقی ہے۔ (۱۰) نیک خصلت آدمی شیخ سعدیؒ کی نصیحتوں پر عمل کرتا ہے۔ کیونکہ اس (شیخ سعدیؒ) کی نصائح ملکی ترقی و خوشحالی پر مبنی تدابیر ہیں۔

بابِ سوم در عشق

تیسرا باب عشق کے بیان میں

خوشا وقتِ شوریدگانِ غمش	۲	اگر ریشں بینند وگر مرہمش
اس کے غم کے دیوانے بھی خوش وقت ہیں		خواہ زخم دیکھیں یا زخم کا مرہم
گدایانے از پادشاہی نفور	۳	بامیدشں اندر گدائی صبور
ایسے گدا ہیں جو بادشاہی سے متنفر ہیں		اس کی تمنا میں گدائی پر صابر ہیں
دمادم شرابِ الم درکشند	۴	وگر تلخ بینند دم درکشند
غم کی شراب پے در پے پیتے ہیں		اگر کڑواہٹ بھی محسوس کرتے ہیں تو چپ رہتے ہیں
بلائے خمارست در عیشِ مُل	۵	سلحدار خارست با شاخِ گل
شراب کے عیش میں خمار کی مصیبت ہے		پھول کی شاخ کے ساتھ کانٹا ہتھیار بند ہے
نہ تلخست صبریکہ بریادِ اوست	۶	کہ تلخی شکر باشد از دستِ دوست
جو کہ اس کی یاد میں صبر ہے وہ کڑوا نہیں ہے		اسلئے کہ دوست کے ہاتھ سے کڑواہٹ شکر ہوتی ہے
اسیرشں نہ خواہد رہائی ز بند	۷	شکارشں نجوید خلاص از کمند
اس کا قیدی قید سے رہائی نہیں چاہتا		اس کا شکار رسی سے چھٹکارا نہیں چاہتا
سلاطینِ عزلت گدایانِ حے	۸	منازل شناسانِ گم کردہ پے
خدا کے گدا گوشہ نشینی کے شاہ ہیں		منزلوں کو پہچاننے والے بے نشان ہیں
ملامت کشانند مستانِ یار	۹	سبکتر برد اشترِ مست بار
یار کے دیوانے ملامت برداشت کرنیوالے ہیں		مست اونٹ بوجھ تیزی سے لیجاتا ہے
بسر وقتِ شاں خلق کے رہ برند	۱۰	کہ چوں آبِ حیواں بظلمت درند
ان کے اوقات کا مخلوق کو راستہ کب ملتا ہے		وہ آبِ حیات کی طرح اندھیرے میں ہیں

(۱) باب، دروازہ۔ سوم، تیسرا۔ عشق، شدید محبت۔ (۲) خوشا وقت، کیا اچھا وقت۔ شوریدگان غمش، اس کے غم کے دیوانے۔ ریشں، زخم۔ بینند، دیکھیں وہ۔ مرہمش، اس کا مرہم۔ (۳) گدایانے۔ ایسے فقیر ہیں۔ نفور، نفرت کرنے والے۔ بامیدشں، اس کی امید میں۔ گدائی؛ فقیری۔ صبور: بہت صبر کرنے والے۔

(۴) دمادم: پے در پے۔ شراب الم، غم کی شراب۔ درکشند، پیتے ہیں۔ تلخ، کڑوی۔ بینند: دیکھیں۔ دم درکشند: اندر کھینچ لیتے ہیں۔ چپ ہو جاتے ہیں۔ (۵) بلائے خمار: بلا مصیبت، خمار، نشہ ٹوٹنے کی کیفیت۔ عیش مل: شراب کا عیش۔ سلحدار: اسلحے والا محافظ۔ خار، کانٹا۔ باشاخ گل، گلاب کی شاخ کے ساتھ۔ (۶) نہ تلخست: کڑوا نہیں ہے۔ صبریکہ، جو صبر کہ۔ بریاد اوست، اس کی یاد پر ہے۔ تلخی: کڑواہٹ۔ شکر، میٹھی۔ باشد، ہووے۔ دست دوست، دوست کا ہاتھ۔ (۷) اسیرشں، اس کا قیدی۔ نہ خواہد: نہ چاہے۔ زبند: قید سے۔ شکارشں، اس کا شکار۔ خلاص؛ چھٹکارا۔ از کمند، جال سے۔ (۸) سلاطین، جمع سلطان، بادشاہ۔ عزلت، تنہائی، گوشہ نشینی۔ گدایان حے: قبیلے کے فقیر۔ منازل شناساں، منزلوں کو پہچاننے والا۔ گم کردہ پے: نشانِ قدم گم کیے ہوئے۔ (۹) ملامت کشانند: ملامت کھینچنے والے ہیں۔ مستان یار: یار کے دیوانے۔ سبکتر، سہولت سے یا تیزی سے۔ برد: لے جاتا ہے۔ اشتر، مست، مستایا ہوا اونٹ۔ بار: بوجھ۔ (۱۰) بسر وقت شاں: ان کے اوقات تک مراد مشاغل تک۔ خلق، مخلوق۔ کے رہ برند: راستہ لے جاسکیں۔ چو، مثل۔ آب حیواں، آب حیات جس کا پینے والا غیر فانی ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں حضرت خضرؑ نے وہی پی رکھا ہے۔ سکندر کو پلانے گئے تھے مگر تاریکی کی وجہ سے وہ مل ہی نہ سکا۔

تشریح، (۱) عنوان۔ یہاں سے تیسرے باب کا آغاز ہو رہا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی محبت والفت پر مبنی ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کا لگاؤ رکھنے والفت پر مبنی ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کا لگاؤ رکھنے والے لوگ غمی و خوشی تنگی و تونگری الغرض ہر حال میں راضی برضا رہتے ہیں۔

(۳) وہ لوگ (عاشقان ذات اللہ) فقر و فاقہ میں مست رہنے کے باوجود جاہ وحشمت سے نفرت کرتے ہیں۔ (۴) وہ (عاشقانِ خدا) دیدارِ الٰہی میں مخمور شراب عشق و مستی میں ہمیشہ ڈوبے رہتے ہیں۔ اس کی تلخی پر مہر بلب رہتے ہیں۔ (۵) محبت الٰہیہ کی شراب عشق و مستی اگرچہ پُر لطف ہے۔ لیکن فراق و ہجر کے وقت (دیدارِ الٰہی سے) لمحات بڑے تلخ ہوتے ہیں۔ (۶) چونکہ محبوب کے ہاتھ کا زہر شہد کی لذت سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ اس لیے اس راہ میں پہنچنے والی مصیبتیں کسی لذت سے کم مزہ نہیں رکھتیں۔ (۷) عشق محبت میں کیف و مستی کا یہ عالم ہے کہ محبوب کی زلفوں کی اسیری پر ہزار ہا آزادیاں قربان کردی جاتی ہیں۔ کبھی ان کا شکار نجات کی تمنا نہیں کرتا۔ (۸) عاشقان حق گوشہ نشینی میں شاہانہ شان سے رہتے ہیں۔ بظاہر وہ فقر کے متوالے اور گم گشتہ راہ ہوتے ہیں۔ تاکہ نہ واپسی ممکن ہو نہ کسی وصائی۔ (۹) تصورِ یار میں مستی کے حامل لوگ اپنے تئیں ملامت و طعن کو برکاہ برابر حیثیت نہیں دیتے۔ کیونکہ مست اونٹ بھی بہت سا بوجھ کھینچ لیتا ہے۔ (۱۰) عام لوگ ان تنہا اوقات مشاغل سے لاعلم ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ آبِ حیات کی طرح تاریکیوں میں مخفی ہیں۔ ان کے اعمال اخلاص میں پوشیدہ ہیں۔

(۱) چو بیت المقدس دروں پر زتاب — رہا کردہ دیوارِ بیروں خراب

بیت المقدس کی طرح باطن نور سے بھرا ہے — باہر کی دیوار کو خستہ و خراب چھوڑ رکھا ہے

(۲) چو پروانہ آتش بخود در زنند — نہ چوں کرم پیلہ بخود در تنند

پروانے کی طرح خود کو آگ میں ڈال دیتے ہیں — ریشم کے کیڑے کی طرح خود آرائی نہیں کرتے ہیں

(۳) دلآرام در بر دلآرام جو — لب از تشنگی خشک برطرف جو

حق تعالیٰ کے طالب معشوق در بغل ہیں — دریا کے کنارے پر ہیں اور پیاس کی وجہ سے ہونٹ خشک ہیں

(۴) نگویم کہ برآب قادر نیند — کہ بر ساحل نیل مستسقی اند

میں یہ نہیں کہتا کہ وہ پانی پر قادر نہیں ہیں — بلکہ نیل کے کنارے پر جلندھر کے بیمار ہیں

گفتار اندر ثبوت عشق حقیقی[۵] بدلیل مجازی

عشق مجازی کی دلیل سے عشق حقیقی کے ثبوت کے بیان میں کہاوت

(۶) ترا عشق ہمچوں خودے زآب و گل — رباید ہمے صبر و آرام دل

تیرا اپنے جیسے پانی مٹی کے بنے ہوئے سے عشق — صبر اور دل کی راحت اڑا دیتا ہے

(۷) بہ بیداریش فتنہ بر خد و خال — بخواب اندرش پائے بند خیال

بیداری میں اس کے رخسار اور تل پر فریفتہ — سونے میں اس کے خیال کا پابند

(۸) بصدقش چناں سر نہی بر قدم — کہ بینی جہاں با وجودش عدم

تو اس کے پیر پر ایسے خلوص سے سر رکھتا ہے — کہ اسکے وجود کے سامنے دنیا کو معدوم سمجھتا ہے

(۹) چوں در چشم شاہد نیاید زرت — زر و خاک یکساں نماید برت

جب تیرا روپیہ معشوق کی نظر میں نہیں آتا ہے — تو تجھے سونا اور مٹی یکساں معلوم ہوتا ہے

(۱۰) دگر با کسے بر نیاید نفس — کہ با او نماند دگر جائے کس

پھر کسی دوسرے سے دل نہیں لگتا — اسلئے کہ اسکے ہوتے ہوئے دوسرے کی گنجائش نہیں رہتی

(۱) چو: مثل۔ بیت المقدس: مقدس گھر۔ یہ اردن کے ایک شہر کا نام جس کو عیسائی یہودی اور مسلمان یکساں مقدس سمجھتے ہیں۔ یہودیوں کا مستقل اور مسلمانوں کا پہلا قبلہ اسی شہر میں ہے۔ اور اسی میں مسجد اقصیٰ واقع ہے۔ دروں: اندر۔ پر زتاب: انوار سے بھرا ہوا۔ رہا کردہ: چھوڑے ہوئے۔ دیوارِ بیروں خراب: برباد۔ (۲) چو: مثل۔ پروانہ: پتنگا۔ آتش: آگ۔ بخود: اپنے آپ کو۔ در زنند: اندر ڈالتے ہیں۔ کرم پیلہ: ریشم کا کیڑا۔ بخود: اپنے اوپر۔ تنند: تنتے ہیں۔ (۳) دل آرام: دل کا آرام یعنی محبوب دل آرام جو: محبوب کو ڈھونڈنے والے۔ لب: ہونٹ۔ از تشنگی: پیاس سے۔ برطرف جو: ندی کے کنارے پر۔ (۴) نگویم: میں نہیں کہتا۔ برآب: پانی پر۔ قادر: قدرت والے۔ نیند: نہیں ہیں۔ ساحل نیل: نیل کا کنارہ۔ نیل مصر کا دریا جس کے کنارے قاہرہ شہر آباد ہے۔ مستسقی: پانی مانگنے والے۔ مستسقی ایسے مریض کو کہتے ہیں جو بار بار پانی مانگے مگر اس کی پیاس نہ بجھے۔ (۵) گفتار: کہاوت۔ ثبوت: ثابت ہونا۔ یہاں ثابت کرنا مراد ہے۔ عشق حقیقی: اللہ تعالیٰ کا عشق۔ بدلیل مجازی: عشق مجازی کی وصل کے ساتھ مجازی مخلوق کا عشق۔ (۶) ترا: تیرا۔ ہمچوں خودے: اپنا جیسا۔ آب و گل: پانی اور مٹی مراد کیچڑ۔ رباید: اڑا لیتا ہے۔ ہمے ربابد کے اوپر لگتا ہے۔ آرام دل: دل کا آرام۔ (۷) بہ بیداریش: بیداری میں، اس کا شین خد و خال کے ساتھ لگتا ہے۔ اس کے خد و خال، اس کا رخسار اور تل۔ فتنہ: دیوانہ۔ بخواب: نیند میں۔ اندرش: اسکے اندر۔ اسکا شین خال کے ساتھ لگتا ہے یعنی اس کا خیال۔ (۸) بصدقش: سچائی کے ساتھ، اسکا شین قدم کے ساتھ لگتا ہے یعنی اسکے قدم۔ چناں: ایسے۔ سر نہی: سر رکھتا ہے تو۔ بینی: دیکھتا ہے تو۔ با وجودش: اسکے وجود کے سامنے۔ عدم: غیر موجود، نہ ہونا۔ (۹) چوں: جب۔ چشم شاہد: محبوب کی آنکھ۔ نیاید: نہ آوے۔ زرت: تیرا سونا۔ زر و خاک: سونا اور مٹی۔ نماید: دکھائی دیوے۔ برت: تیرے نزدیک۔ (۱۰) دگر: پھر۔ باکسے: کسی شخص کے ساتھ۔ بر نیاید: پورا نہیں آسکتا۔ کہ با او: کہ اس کے ساتھ۔ نماند: نہ رہے۔ دگر جائے کس: کسی اور کی جگہ۔

تشریح: (۱) عاشقان حق کی مثال بیت المقدس جیسی ہے جو بظاہر خستہ دیواروں کی وجہ سے بے رونق سا ہے لیکن اندرون خانہ انوار تجلیات کی رونقیں لیے ہوئے ہے۔ (۲) ان (عاشقان حق) میں اخلاص کی اتنی شدت ہوتی ہے کہ ہر وقت فنا فی اللہ ہونے کی جستجو میں رہتے ہیں۔ ریشم کے کیڑے کی طرح اپنی جلالت شان کا اظہار نہیں کرتے۔ (۳) وہ لوگ وصال حق کے باوجود تلاش حق میں رہتے ہیں بحر بیکراں میں غوطہ زن ہونے کے باوجود پیاسے کے پیاسے رہتے ہیں۔ (۴) نیل کے ساحل پر رہ کر بھی مرض استسقاء میں مبتلا شخص کی طرح وصل حق و تلاش حق کی پیاس بڑھتی چلی جاتی ہے۔ (۵) عنوان۔ اس حکایت میں دنیوی عشق پر مشتمل واقعات سے عشق حقیقی (اللہ تعالیٰ سے عشق) کو ثابت کرنا مقصود ہے۔ (۶) تیرے عشق کی کیفیت یہ ہے کہ اپنے جیسے پانی و مٹی (گارے) سے بنے ہوئے انسان (جو فانی ہے) پر فریفتہ ہو کر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ (۷) (یہاں تک کہ) کھلی آنکھوں سے اس (محبوب) کے رخسار و تل کے دیدار کے لیے ترستا و تڑپتا رہتا ہے۔ اور نیند میں صرف اسی کے خواب دیکھتا رہتا ہے۔ (۸) مجازی محبوب کے خواب و خیال میں اسقدر مگن ہو جاتا ہے کہ آس پاس کی حرکات و سکنات اور وجود و عدم کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ (۹) جب دنیوی محبوب بیش بہا قیمتی تحفہ قبول نہیں کرتا تو تیرے نزدیک دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز بے وقعت و بے حیثیت ہو جاتی ہے۔ (۱۰) دنیا کا محبوب دل و دماغ پر اس طرح چھا جاتا ہے کہ اس کے سوا کسی غیر کا تصور کرنا بھی دشوار و محال ہوتا ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	تو گوئی بچشم اندرش منزلست	وگر چشم برہم نہی در دلست
	تو اس کی جگہ آنکھ میں سمجھتا ہے	اور اگر تو آنکھ بند کرتا ہے تو دل میں ہے
۲	نہ اندیشہ از کس کہ رسوا شوی	نہ قوت کہ یکدم شکیبا شوی
	تجھے کسی کا ڈر نہیں کہ تو رسوا ہو جائے گا	نہ طاقت کہ فوراً صابر بن جائے
۳	گرت جاں بخواہد بکف برنہی	ورت تیغ بر سر نہد سر نہی
	اگر وہ تیری جان مانگے تو ہتھیلی پر رکھ لیگا	اگر وہ تیرے سر پر تلوار رکھے تو تو سر جھکا دیگا
۴	چو عشقے کہ بنیاد او بر ہواست	چنیں فتنہ انگیز فرمانرواست
	وہ عشق جس کی بنیاد خواہش پر ہے	اس قدر فتنہ انگیز اور فرمانروا ہے
۵	عجب داری از سالکان طریق	کہ باشند در بحرِ معنیٰ غریق
	تو تجھے راستہ کے سالکوں سے تعجب ہے	کہ وہ حقیقت کے سمندر میں ڈوبے ہیں
۶	بسودائے جاناں زجاں مشتغل	بذکرِ حبیب از جہاں مشتغل
	معشوق کی فکر میں جان سے بے نیاز ہیں	معشوق کے ذکر میں دنیا سے غافل ہیں
۷	بیادِ حق از خلق بگریختہ	چناں مست ساقی کہ مئے ریختہ
	خدا کی یاد میں مخلوق سے بھاگے ہوئے ہیں	ساقی کے ایسے مست ہیں کہ شراب لنڈھائے ہوئے ہیں
۸	نشاید بدارو دوا کردشاں	کہ کس مطلع نیست بردردِ شاں
	ان کا علاج دوا سے کرنا مناسب نہیں ہے	کیونکہ ان کے درد سے کوئی واقف نہیں ہے
۹	الست از ازل ہمچناں شاں بگوش	بفریاد قالوا بلیٰ در خروش
	ازل سے ان کے کان میں الست اسی طرح ہے	قالوا بلیٰ کی فریاد کا شور کر رہے ہیں
۱۰	گروہے عملدار عزلت نشیں	قدم ہائے خاکی دمِ آتشیں
	ایک گروہ جو کارکن ہے گوشہ نشین ہے	جن کے قدم خاک آلودہ ہیں جن کا سانس آتشیں ہے

(۱) گوئی: کہے تو۔ بچشم: آنکھ میں۔ اندرش، اندر زائد، ش منزل کے ساتھ لگ کر اس کا مقام۔ ست، ہے۔ چشم: آنکھ۔ برہم نہی: بند کرے تو۔ در دلست، دل میں ہے (۲) اندیشہ: فکر یا ڈر۔ از کس: کسی کا۔ شوی: ہووے۔ یکدم، ایک دم۔ شکیبا: صبر کرنے والا۔ (۳) گرت: اگر تیری۔ بخواہد: چاہے وہ۔ بکف، ہتھیلی پر۔ برنہی، رکھ لیوے تو۔ ورت، اور اگر، ت سر کے ساتھ لگ کر تیرے سر پر۔ تیغ، تلوار۔ نہد، رکھے وہ۔ نہی: رکھ دیوے تو۔ (۴) چو: جب۔ عشقیکہ: جو عشق کہ۔ بنیاد او: اس کی بنیاد۔ بر ہواست، خواہش پر ہے۔ چنیں، ایسا۔ فتنہ انگیز: فتنہ کھڑا کرنے والا۔ فرمانرواست: حکم دینے والا۔

(۵) عجب داری، تعجب رکھتا ہے تو۔ سالکان طریق، رستے کے چلنے والے مراد راہ حقیقت کے چلنے والے۔ باشند: ہوویں وہ۔ بحر معنیٰ، معنیٰ کا سمندر۔ غریق، ڈوبنے والا۔ (۶) بسودائے جاناں: محبوب کے خیال میں۔ مشتغل، فارغ اعراض کرنے والا۔ بذکرِ حبیب، دوست کی یاد میں۔ از جہاں، جہاں سے فارغ ہیں۔ (۷) بیاد حق، اللہ کی یاد میں۔ بگریختہ: بھاگے ہوئے۔ چناں، ایسے۔ مست ساقی، ساقی کے مست۔ مے ریختہ: شراب گرائے ہوئے۔ (۸) نشاید، نہیں چاہیے۔ بدارو: دوا کے ساتھ دوا کرد، علاج کرنا۔ شاں، ان کا۔ کس: کوئی شخص۔ مطلع: باخبر نیست: نہیں ہے۔ بردردشاں، ان کے درد پر۔ (۹) الست، اشارہ بقول خدا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ازل، دنیا کا شروع یا مخلوق کا شروع۔ ہمچناں: ویسے ہی۔ شاں بگوش کے ساتھ لگ کر ان کے کان میں۔ بفریاد قالوا بلیٰ: کہا انہوں نے۔ بلیٰ: کیوں۔ خروش: چیخ۔ گروہے: ایک گروہ۔ عملدار، کام کرنے والا۔ عزلت نشیں: تنہائی میں بیٹھنے والے۔ قدم ہائے خاکی: قدم خاک آلود۔ دم آتشیں: آگ والا سانس۔

تشریح: (۱) حالت بیداری میں تیری آنکھوں کے سامنے صرف محبوب کی صورت گھومتی ہے اور بند آنکھوں میں اسی کے سپنے دیکھتا ہے۔ (۲) محبوب کے قرب و تعلق سے بدنامی کا خوف تیرے پیش نظر نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے بار بار دیکھنے سے جی بھرتا (صبر) ہے۔ (۳) محبوب کی اطاعت کا یہ حال ہے۔ اگر وہ جان مانگے تو اس کا نذرانہ بخوشی پیش کر دے۔ اگر وہ سر پر تلوار رکھ دے تو تو اپنا سر جھکا دیتا ہے۔ (۴) جب خواہش نفسانی کا عشق اتنا سر چڑھ کر فتنہ انگیزی کرتا ہے کہ عقل و ہوش اور مال و دولت تباہ کر دیتا ہے۔ (۵) تو پھر عشق حقیقی کے خوگر فنا فی اللہ ہونے کا منظر پیش کریں تو متعجب نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ سالکان طریقت حقیقت کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں۔ (۶) فنا فی اللہ کی مستی میں جان کی پرواہ نہ کرنا اور محبوب حقیقی کے ذکر و فکر میں کل عالم سے منقطع رہنا سالکانِ حق کا محبوب مشغلہ ہے۔ (۷) اللہ تعالیٰ کی یاد میں وہ (سالکانِ حق) دنیا سے ایسے لاتعلق ہو جاتے ہیں کہ خود سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ معرفت حق اور رحمت الٰہی کے آثار ان کی حرکات سے چھلکتے ہیں۔ (۸) فراق حق کی وجہ سے ان پر مرض کی صورت میں حال طاری ہوتا ہے۔ ان کا باطنی مرض ظاہری دواؤں سے ناممکن ہے چونکہ لوگ باطنی سے مطلع نہیں۔ اس لیئے یہ مرض لاعلاج ہے۔ (۹) ان (سالکان حق) کا قلب و نظر اس قدر صاف و شفاف ہے کہ عالم ارواح کا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا نعرۂ مستانہ گونج رہا ہے۔ اور وہ اپنے حال میں قالوا بلیٰ پکارتے پھر رہے ہیں۔ (۱۰) چونکہ سالکان حق کی گوشہ نشینی سے خود ذات حق نے امور تکوینیہ کے تصرفات کا تعلق ان سے جوڑ دیا ہے۔ جس کی بنا پر وہ بڑے بڑے کارنامے سر انجام دیتے ہیں کہ عقلیں حیران ہو جاتی ہیں۔

۱	بیک نعرہ کوہے ز جا برکنند	بیک نالہ ملکے بہم برکنند
	ایک نعرہ سے پہاڑ کو جگہ سے ہلا دیں	ایک نالہ سے ملک کو برباد کر دیں
۲	چو باد اند پنہاں و چالاک پوئے	چو سنگ اند خاموش و تسبیح گوئے
	ہوا کی طرح پوشیدہ ہیں اور تیز رفتار ہیں	مشک کی طرح ہیں خاموش اور تسبیح کرنیوالے
۳	سحرہا بگریند چندانکہ آب	فرو شوید از دیدہ شاں کحل خواب
	آخری شب میں اس قدر روتے ہیں کہ آنسو	ان کی آنکھوں سے نیند کا سرمہ دھو دیتے ہیں
۴	فرس کشتہ از بس کہ شب راندہ اند	سحرگہ خروشاں کہ وا ماندہ اند
	جن کا گھوڑا مرچکا ہے چونکہ رات کو بہت چلایا ہے	صبح کو فریاد کرنے والے کہ وہ درماندہ ہیں
۵	شب و روز در بحر سودا و سوز	ندانند ز آشفتگی شب ز روز
	رات اور دن جنون اور سوز کے سمندر میں ہیں	دیوانگی کی وجہ سے رات کا دن سے امتیاز نہیں کرسکتے ہیں
۶	چناں فتنہ بر حسن صورت نگار	کہ با حسن صورت ندارند کار
	نقاش کے حسن پر اس قدر فریفتہ ہیں	کہ صورت کے حسن سے ان کو کوئی واسطہ نہیں
۷	ندادند صاحب دلاں دل بپوست	دگر ابلہے داد بے مغز اوست
	صاحب دل چمڑی کو دل نہیں دیتے ہیں	اگر کسی بیوقوف نے دل لگایا ہے تو وہ نادان اور بیل ہے
۸	مئے صرف وحدت کسے نوش کرد	کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد
	وحدت کی خالص شراب اس نے پی لی ہے	جس نے دنیا اور عقبیٰ کو بھلا دیا ہے

حکایت گدا زادہ[9] با بادشاہزادۂ

شہزادہ کے ساتھ فقیر کے لڑکے کا قصہ

۱۰	شنیدم کہ وقتے گدا زادۂ	نظر داشت با بادشاہزادۂ
	میں نے سنا ہے کہ ایک زمانہ میں ایک فقیر کا لڑکا	ایک شہزادہ پر عاشق تھا

(۱) بیک نعرہ: ایک نعرے سے۔ کوہے: پہاڑ کو۔ زجا: جگہ سے۔ برکنند: اکھیڑ دیں۔ نالہ: آہ۔ ملکے: ایک ملک بہم برکنند: برباد کردیں۔ (۲) چو باد: مثل ہوا کی۔ اند: ہیں پنہاں: پوشیدہ۔ چالاک پو: تیز دوڑنے والے۔ مشک: کستوری۔ تسبیح گو: تسبیح پڑھنے والے۔ (۳) سحرہا: سحری کے اوقات۔ بگریند: روتے ہیں۔ چندانکہ: اتنا کہ آب: پانی۔ فرو شوید: دھو ڈالتا ہے۔ از دیدہ: آنکھوں سے۔ شاں: ان کی۔ کحل: سُرمہ۔ خواب: نیند۔
(۴) فرس: گھوڑا۔ کشتہ: مارا ہوا۔ از بس: بہت سی۔ شب: رات۔ راندہ اند: چلایا ہے انہوں نے۔ سحرگہ: صبح کے وقت۔ خروشاں: چیخنے والے۔ وا ماندہ اند: پیچھے رہ گئے ہیں۔ (۵) شب و روز: رات دن۔ بحر: سمندر۔ سودا: دیوانگی۔ سوز: جلن۔ ندانند: نہیں جانتے۔ ز آشفتگی: پریشانی کی وجہ سے۔ (۶) چناں: ایسے۔ فتنہ: فریفتہ۔ صورت نگار: صورت بنانے والا مراد اللہ تعالیٰ۔ حسن صورت: صورت کا حسن۔ ندارند: نہیں رکھتے۔ کار: کام۔
(۷) ندادند: نہیں دیا۔ صاحب دلاں: دل والے۔ پوست: چمڑی کو۔ ابلہے: کوئی بیوقوف۔ داد: دیا۔ بے مغز اوست: وہ بے مغز ہے۔ (۸) مئے صرفِ وحدت: توحید کی خالص شراب۔ کسے: جس نے۔ نوش کرد: پی لی۔ عقبیٰ: آخرت۔ فراموش کرد: بھلا دی۔
(۹) گدا زادہ: فقیر کا لڑکا۔ بادشاہزادہ: بادشاہ کا لڑکا۔ (۱۰) شنیدم: میں نے سنا۔ وقتے: کسی وقت۔ گدا زادہ: ایک فقیر کا لڑکا۔ نظر داشت: نظر رکھتا تھا یعنی عاشق تھا۔

تشریح: (۱) سالکان حق کثرت توجہ الی الحق کے باعث مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ (جو اللہ کا ہوجائے، اللہ اس کا ہوجاتا ہے) کا مصداق بن جاتے ہیں۔ ایک آوازہ سے پہاڑ ہلا دیں۔ ایک آہ سے جہاں برباد کردیں۔ (۲) یہ لوگ (سالکان حق) اپنے خلوت خانوں میں مخفی رہنے کے باوجود معرفت کی راہ میں ان کی رفتار تیز تر ہوتی ہے۔ پتھر کی طرح ساکت ہونے کے باوجود اُن کا رُواں رُواں تسبیح کرتا ہے۔ (۳) بوقت سجود اُن کی آہ و بکا اتنی کثیر ہوتی ہے کہ ان کے آنسو اُن کی نیند کا سُرمہ دھو ڈالتے ہیں۔ (۴) ساری رات عبادت کے میدان میں اپنے جسم کو گھوڑے کی طرح دوڑا دوڑا کر مار ڈالتے ہیں اور صبح کے وقت آہ و زاری کرتے ہیں کہ ہم سے عبادت کا حق ادا نہ ہوسکا۔ (۵) بحر جنون اور سوز عشق کے دریا میں رات دن غوطہ زن ہوتے ہیں۔ حیرت زدگی میں انہیں دن رات کا ہوش نہیں رہتا۔ (۶) صورت گر ذات (اللہ تعالیٰ) کے جمال پر اس قدر فریفتہ ہیں کہ دنیا کی حسین و جمیل چیز بھی اُن کی نظر میں ہیچ ہے۔ (۷) صحیح معنوں میں اہل دل آدمی سفید چمڑی کو دیکھ کر اس کے عشق کے جال میں نہیں پھنستا۔ اگر کوئی جال میں پھنستا بھی ہے تو وہ انتہائی نادان ہے۔ (۸) جو شخص توحید کی خالص شراب پی لیتا ہے وہ خوش نصیب اللہ وحدہٗ لاشریک کا مستانہ ہوکر رہ جاتا ہے۔ دنیا و آخرت اور جنت کی نعمتیں اس کی نظروں میں گرجاتی ہیں۔ (۹) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ سچا عاشق ناکام اور محروم ہونے کے باوجود عشق سے توبہ نہیں کرتا بلکہ اس کے جذبات میں مزید ترقی آجاتی ہے۔
(۱۰) میں (شیخ سعدیؒ) نے سُنا ہے کہ فقیر کا بیٹا کسی (شہزادے) پر عاشق ہوگیا۔ جس کی وجہ سے وہ (فقیر زادہ) شہزادے کو دیکھتا رہتا تھا۔

ہمے رفت و مے پخت سودائے خام	۱	خیالش فرو برد دنداں بکام
جاتا اور اپنے کچے خیال کو پختہ کرتا		اس کا خیال مقصد میں دانت گڑوئے ہوئے تھا
زمیدانش خالی بنودے چو میل	۲	ہمہ وقت پہلوئے اسپش چو پیل
اس کے میدان سے نہ ہٹتا سنگ میل کی طرح		ہمیشہ پیل کی طرح اسکے گھوڑے کے پہلو میں رہتا
دلش خوں شد و راز در دل بماند	۳	ولے پایش از گریہ در گل بماند
اس کا دل خون بن گیا اور راز دل ہی میں رہا		لیکن اس کا پیر رونے کی وجہ سے دلدل میں پھنس گیا
رقیباں خبر یافتندش ز درد	۴	دگر بارہ گفتندش اینجا مگرد
رقیبوں کو اس کے درد کی خبر ہو گئی		انہوں نے اس سے کہا یہاں پھر چکر نہ لگانا
دمے رفت و یاد آمدش روئے دوست	۵	دگر خیمہ زد بر سر کوئے دوست
تھوڑی دیر کیلئے چلا گیا اور اسکو دوست کا چہرہ یاد آیا		اس نے پھر دوست کے کوچہ پر پڑاؤ ڈال دیا
غلامے شکستش سر و دست و پا	۶	کہ بارے نگفتیمت ایدر میا
ایک غلام نے اس کا سر اور ہاتھ پیر توڑ دیئے		کہ ایک بار ہم تجھے نہیں سمجھا چکے کہ یہاں نہ آ
دگر رفت و صبر و قرارش نبود	۷	شکیبائی از روئے یارش نبود
وہ پھر چلا گیا اور اس کو صبر و قرار نہ تھا		وہ دوست کے چہرے سے صبر نہ کر سکتا تھا
مگس وارش از پیش شکر بجور	۸	براندندے و باز گشتے بفور
مکھی کی طرح جبراً اس کو شکر پر سے		ہٹا دیتے تھے وہ فوراً واپس آ جاتا تھا
کسے گفتش اے شوخ دیوانہ رنگ	۹	عجب صبر داری تو بر چوب و سنگ
کسی نے اس سے کہا اے بے حیا، دیوانے		تعجب ہے تو لکڑی اور پتھر کی سہار لیتا ہے
بگفت ایں جفا بر من از دست اوست	۱۰	نہ شرطست نالیدن از دست دوست
اس نے کہا میرے اوپر یہ ظلم اس کے ہاتھوں ہے		دوست کے ہاتھ سے نالاں ہونا مناسب نہیں ہے

(۱) ہمے رفت: وہ جا رہا تھا۔ ہمے پخت: پکا رہا تھا۔ سودائے خام: کچا خیال۔ خیالش: اس کا خیال۔ فرو برد: گاڑ دیا۔ دنداں: جمع دانت۔ بکام: مقصد میں۔ (۲) زمیدانش: اس کے میدان سے۔ نبودے: نہ ہوتا۔ چو میل: سنگ میل کی طرح۔ ہمہ وقت: ہر وقت۔ اسپش: گھوڑا اس کا۔ چو پیل: پیل کی طرح۔ پیل اور اسپ شطرنج کے دو مہرے ہیں۔ (۳) دلش: اس کا دل۔ شد: ہو گیا۔ بماند: رہ گیا۔ ولے: لیکن۔ پایش: اس کا پاؤں۔ گریہ: رونا۔ در گل: کیچڑ میں۔ (۴) رقیباں: جمع رقیب، ایک معشوق کے دو عاشق ایک دوسرے کے رقیب ہوتے ہیں۔ یہاں نگران مراد ہیں۔ یافتندش: خبر پائی۔ ش درد کے ساتھ لگ کر: اس کے درد سے۔ دگر بارہ: دوبارہ۔ گفتندش: اس کو کہا۔ اینجا: یہاں۔ مگرد: مت پھر۔ (۵) دمے رفت: ایک منٹ کے لیے گیا۔ آیدش: آیا اس کو۔ روئے دوست: دوست کا چہرہ۔ دگر: پھر۔ زد: لگا لیا۔ بر سر کوئے دوست: دوست کے کوچہ کے سرے پر۔ (۶) غلامے: ایک غلام۔ شکستش: توڑے اس کے۔ سر و دست و پا: سر ہاتھ اور پاؤں۔ بارے: ایک بار۔ نگفتیمت: نہیں کہا ہم نے تجھ کو۔ ایدر میا: اس طرف مت آ۔ (۷) دگر رفت: پھر چلا گیا۔ قرارش: شین نبود کے ساتھ لگ کر نہ رہا اس کو۔ شکیبائی: صبر۔ از روئے یارش: یار کے چہرے سے اس کو۔ (۸) مگس وارش: مکھی کی طرح اس کو۔ از پیش شکر: شکر کے اوپر سے۔ بجور: ظلم سے۔ براندندے: ہٹا دیتے۔ باز گشتے: واپس آ جاتا۔ بفور: فوراً۔ (۹) کسے: کسی نے۔ گفتش: اس کو کہا۔ شوخ دیوانہ رنگ: دیوانوں جیسے بے حیا۔ صبر داری: صبر رکھتا ہے تو۔ چوب: لکڑی۔ سنگ: پتھر۔ (۱۰) بگفت: اس نے کہا۔ ایں جفا: یہ ظلم۔ بر من: مجھ پر۔ از دست اوست: اس کے ہاتھوں سے ہے۔ نہ شرطست: مناسب نہیں، ادب نہیں ہے۔ نالیدن: رونا۔ از دست دوست: دوست کے ہاتھ سے۔

تشریح: (۱) اور چلتے پھرتے کوئی لمحہ ایسا خالی نہ گزرتا جس میں وہ (فقیر زادہ) اس (شہزادے) سے ملاقات کے خیالی منصوبے نہ بناتا ہو۔ (ہر وقت محبوب کے خیالوں میں مگن رہتا)۔ (۲) وہ (فقیر زادہ) تصورات کی دنیا میں اپنے محبوب (شہزادے) کے میل ملاپ سے لطف اندوز ہوتا رہتا تھا۔

(۳) دکھ درد کی وجہ سے اس (فقیر زادے) کا دل خون کے آنسو رونے لگا۔ یہاں تک کہ وہ فراق محبوب (شہزادے) کے خیالی دلدل میں دھنستا چلا گیا۔

(۴) بالآخر شہزادے کے دربانوں نے فقیر زادے کا مرض جان لیا اور اسے (فقیر زادے کو) دربار کی طرف دوبارہ آنے سے سختی کے ساتھ منع کر دیا۔

(۵) وہ (فقیر زادہ) فی الفور تو چلا گیا لیکن اسے محبوب (شہزادے) کی یاد ستانے لگی۔ لہٰذا وہ اپنے دوست (شہزادے) کی گلی کے سرے پر پھر ڈیرہ جما بیٹھا۔

(۶) جب اسے کسی غلام نے دیکھا تو اس نے فقیر زادے کی خوب پٹائی کی۔ یہاں تک کہ اس کا سر توڑ (پھوڑ) دیا۔ (۷) وہ (فقیر زادہ) وہاں سے چلا گیا۔ لیکن محبوب کی یاد اسے بیقرار کرتی تھی۔ اسے (فقیر زادے کو) محبوب کے بغیر صبر و چین نہ آتا تھا۔ لہٰذا وہ دوبارہ آ جاتا۔ (۸) جیسے مٹھائی پر سے بھنبھناتی مکھیاں اڑا دی جاتی ہیں۔ وہ پھر سے فی الفور آ جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ (فقیر زادہ) بھی کوئی توقف کیے بغیر واپس آ جاتا تھا۔ (۹) کسی شخص نے اسے (فقیر زادے کو) طعنہ دیا کہ اے احمق! تجھے لاٹھی اور پتھر کھانے پر خوب صبر کرنا آتا ہے۔ (۱۰) اس (فقیر زادے) نے جواباً کہا۔ کہ مجھ پر ہونے والا ظلم خود میرے محبوب کی طرف سے ہے۔ دوست کی تکلیف میں آرام ملتا ہے۔ اس کے لیے رونا اچھا نہیں۔

۱	من اینک دم دوستی مے زنم	گر او دوست دارد وگر دشمنم
	میں اب دوستی کا دم بھر رہا ہوں	خواہ وہ مجھے دوست سمجھے یا دشمن سمجھے
۲	ز من صبر بے او توقع مدار	کہ با او ہم امکاں ندارد قرار
	اس کے بدون صبر کی توقع نہ رکھ	اسلئے کہ اسکے ہوتے ہوئے بھی قرار کا امکان نہیں ہے
۳	نہ نیروئے صبرم نہ جائے ستیز	نہ امکانِ بودن نہ پائے گریز
	نہ مجھ میں صبر کی طاقت ہے نہ لڑائی کی	نہ ٹھہرنے کا امکان ہے نہ بھاگنے کے قدم
۴	مگو زیں در بارگاہ سر بتاب	وگر سر چو میخم کشند در طناب
	یہ نہ کہہ کہ اس دربار سے سر موڑ لے	اگرچہ وہ میخ کی طرح میرے سر کو رسی سے کس دے
۵	نہ پروانہ جاں دادہ در پائے دوست	بہ از زندہ در کنج تاریک اوست
	کیا یہ نہیں ہے کہ دوست کے قدموں پر جان دیا ہوا پروانہ	اس پروانے سے بہتر ہے جو تاریک گوشہ میں زندہ ہو
۶	بگفت ار خوری زخم چوگانِ او	بگفتا بپایم در افتم چو گو
	اس نے کہا اگر تو اس کے بلے کا زخم کھائے	اس نے کہا گیند کی طرح اس کے پیروں پر گر پڑوں گا
۷	بگفتا سرت گر ببرد بہ تیغ	بگفت ایں قدر بنود از وے دریغ
	اس نے کہا اگر وہ تیرا سر تلوار سے کاٹ دے	اس نے کہا اس سے مجھے افسوس نہ ہوگا
۸	یکے را کہ معشوق باشد یکے	نیازارد از وے بہر اندکے
	کسی کا جب کوئی معشوق ہوتا ہے۔	تو وہ اس سے ہر تھوڑی سی بات پر ناخوش نہیں ہوتا ہے
۹	مرا خود ز سر نیست چنداں خبر	کہ تاجست بر تارکم یا تبر
	مجھے اپنے سر کی اتنی بھی خبر نہیں ہے	کہ میری مانگ پر تاج ہے یا کلہاڑا
۱۰	مکن با من ناشکیبا عتیب	کہ در عشق صورت نہ بندد شکیب
	مجھ بے صبرے پر غصہ نہ کر	اسلئے کہ عشق میں صبر کی کوئی صورت نہیں بنتی ہے

(۱) من: میں۔ اینک: اب۔ مے زنم: مارتا ہوں۔ دارد: رکھ۔ دشمنم: مجھ کو دشمن۔ (۲) ز من: مجھ سے۔ بے او: اس کے بغیر۔ توقع: امید۔ مدار: مت رکھ۔ با او: اس کے ساتھ۔ ہم: بھی۔ امکاں ندارد: امکان نہیں رکھتا۔ (۳) نیروئے: طاقت نہ جائے ستیز: نہ لڑنے کی جگہ امکان بودن: ٹھہرنے کا امکان۔ پائے گریز: بھاگنے کے پاؤں۔ (۴) مگو: مت کہہ۔ زیں در بارگاہ: اس دربار سے۔ سر بتاب: سر پھیر لے۔ وگر: اگرچہ۔ چو میخم: میخ کی طرح میرا۔ کشند: کھینچے وہ۔ طناب: خیمے کی رسی (۵) جان دادہ: جان دیا ہوا۔ در پائے دوست: دوست کے پاؤں میں۔ بہ: بہتر۔ کنج تاریک او: اس کے تاریک کرنے میں۔ (۶) بگفت: اس نے کہا۔ ار خوری: اگر کھاوے تو۔ زخم چوگانِ او: اس کے بلے کا زخم۔ بگفت: اس نے کہا۔ بپایم: میں اس کے پاؤں میں۔ در افتم: گر پڑوں گا۔ چو گو: گیند کی طرح۔ (۷) بگفتا: اس نے کہا۔ سرت: تیرا سر۔ ببرد: کاٹ لے۔ بہ تیغ: تلوار سے۔ بگفت: اس نے کہا۔ ایں قدر: اس قدر۔ بنود: نہیں ہوگا۔ از وے: اس سے۔ دریغ: افسوس۔ (۸) یکے را: ایک کا۔ باشد: ہووے۔ نیازارد: نہ ناراض ہووے از وے: اس سے۔ بہر اندکے: ہر معمولی چیز سے۔ (۹) مرا: مجھ کو۔ ز سر: سر کی۔ نیست: نہیں ہے۔ چنداں: اتنی۔ تاجست: تاج ہے۔ بر تارکم: میری چوٹی پر۔ تبر: کلہاڑا۔ (۱۰) مکن: مت کر۔ با من: میرے ساتھ۔ ناشکیبا: نہ صبر کرنے والا۔ عتیب: عتاب کا زمانہ: غصہ۔ نہ بندد: نہیں باندھتا۔ شکیب: صبر۔

تشریح: (۱) مجھے (فقیر زادے کو) تو اپنے دوست سے محبت ہے۔ چنانچہ مجھے اس سے غرض نہیں کہ وہ (میرا محبوب) مجھے اپنا دوست سمجھتا ہے یا نہیں۔ (۲) مجھ سے اپنے محبوب کے بغیر صبر کی امید نہ رکھی جائے۔ بلکہ میری بے قراری اتنے عروج پر ہے کہ اس (محبوب) کے پاس رہ کر بھی قرار نہیں آتا۔ (۳) اب تو مجھ (فقیر زادہ) پر بے خودی و انتظار کی سی کیفیت طاری ہوگئی ہے۔ اسے (محبوب کو) ملے بغیر قرار نہیں آتا۔ اسے بلا کر (مجبوری سے) ملنا دشوار ہے۔ (۴) خیمے کی رسی (طناب) کی طرح اگر میرا (فقیر زادے کا) سر کیل میں باندھ دیا جائے۔ تب بھی میں (فقیر زادہ) اس (محبوب) کے دربار سے منہ نہ موڑوں گا۔ (۵) آتش عشق میں جلنے کے خوف سے اندھیروں میں بھٹکنے والے سے وہ عاشق بہتر ہے جو شمع (محبوب کے قدموں) پر مرمٹتا ہے۔ (۶) اس (درباری غلام) نے کہا کہ اگر تجھے محبوب نے بلے سے مار کر مجروح کر دیا تو پھر کیا ہوگا۔ وہ (فقیر زادہ عاشق) کہنے لگا کہ میں گیند کی طرح اس (محبوب) کے قدموں میں گر پڑوں گا۔ (۷) اس (درباری غلام) نے کہا کہ اگر وہ (محبوب شہزادہ) تلوار سے تیرا سر قلم کر دے تو پھر کیا ہوگا۔ وہ (فقیر زادہ عاشق) کہنے لگا کہ مجھے ذرہ بھر افسوس نہ ہوگا۔ (۸) جس شخص کا ایک ہی دوست ہو وہ کسی صورت بھی اس (محبوب) سے نالاں یا ناراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس (محبوب) کے بغیر کوئی چارۂ کار ہی نہیں ہوتا۔ (۹) میرا (فقیر زادہ کا) سر کٹ جائے۔ اس کی فکر نہیں۔ اس لیے کہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میرے سر پہ تاج رکھا ہوا ہے یا کلہاڑا۔ (۱۰) عشق اور صبر دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ کیونکہ بے قراری کا دوسرا نام عشق ہے۔ اس لیے مجھے بے صبر رہنے دو۔ مجھ پر ظلم نہ کرو۔

۱	چو یعقوبم ار دیدہ گرد و سفید	نبرّم ز دیدارِ یوسف امید
	حضرت یعقوبؑ کی طرح اگر آنکھیں سفید بھی ہوجائیں	تو بھی یوسف کے دیدار کی امید منقطع نہ کروں گا
۲	رکابش ببوسید روزے جواں	برآشفت و برتافت ازوے عناں
	ایک دن جوان نے اس کی رکاب کو بوسہ دیا	وہ بگڑ گیا اور اس سے باگ موڑی
۳	بخندید و گفتاں عناں برمپیچ	کہ سلطان عناں بر نہ پیچد ز ہیچ
	وہ ہنسا اور بولا باگ نہ موڑ	اسلئے کہ بادشاہ کسی سے باگ نہیں موڑتا ہے
۴	مرا با وجودِ تو ہستی نماند	بیاد توام خود پرستی نماند
	تیرے وجود کے سامنے میری ہستی نہ رہی	تیری یاد میں میری خودی نہ رہی
۵	گرم جرم بینی مکن عیب من	تو ئی سر برآوردہ از جیب من
	اگر تو میری کوئی خطا بھی دیکھے تو عیب نہ لگا	اسلئے کہ تونے ہی میرے گریبان سے سر نکالا ہے
۶	بداں زہرہ دستم زدم در رکاب	کہ خود را نیاوردم اندر حساب
	اسی ہمت سے میں نے تیری رکاب پر ہاتھ ڈالا ہے	کیونکہ میں اپنے آپ کو گنتی میں نہیں لاتا
۷	نہادم قدم بر سرِ کامِ خویش	کشیدم قلم در سرِ نامِ خویش
	میں نے اپنے مقصد کو پائمال کردیا ہے	میں نے اپنے نام پر قلم کھینچ دیا ہے
۸	مرا خود کشد تیر آں چشمِ مست	چہ حاجت کہ آری بشمشیر دست
	مجھے تو اس مست آنکھ کا تیر مار ڈالے گا	اس کی کیا ضرورت ہے کہ تو تلوار ہاتھ میں سونتے
۹	تو آتش بنئے درزن و درگزر	کہ نہ خشک در بیشہ ماند نہ تر
	تو نرکل میں آگ لگا دے اور چلا جا	تاکہ جنگل میں نہ خشک رہے نہ تر

(۱) چو مثل یعقوبم: اس کی میم دیدہ کے ساتھ لگ کر میری آنکھیں یعقوب علیہ السلام مشہور پیغمبر جو حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے اور یوسفؑ کے والد تھے۔ گردد: ہوجاوے۔ نبرم: نہ کاٹوں میں۔ (۲) رکابش: اس کی رکاب۔ ببوسید: چوم لی۔ روزے: ایک دن۔ برآشفت: ناراض ہوگیا۔ برتافت: پھیرلی۔ ازوے: اس سے۔ عناں: باگ۔ (۳) بخندید: ہنس پڑا۔ گفتا: اس نے کہا۔ عناں: باگ۔ برمپیچ: مت موڑ۔ سلطان: بادشاہ۔ بر نہ پیچد: نہیں پھیرتا ہے۔ ز ہیچ: کسی شخص سے۔ (۴) مرا: مجھ کو۔ با وجود تو: تیرے وجود کے ساتھ۔ نماند: نہیں رہی۔ بیاد توام: میں تیری یاد میں ہوں۔ خود پرستی: خودی۔ (۵) گرم: اگر میرا۔ بینی: دیکھے تو۔ مکن: مت کر۔ عیب من: میرا عیب۔ توئی: تو ہی ہے۔ سر برآوردہ: سر نکالے ہوئے۔ از جیب من: میرے گریبان سے۔ (۶) بداں زہرہ: اسی حوصلہ کے ساتھ۔ دستم زدم: اپنا ہاتھ مارا میں نے۔ در رکاب: رکاب میں۔ خود را: اپنے آپ کو۔ نیاوردم: نہیں لایا میں۔ اندر حساب: حساب میں۔ (۷) کشیدم: میں نے کھینچ دیا۔ در سرِ نامِ خویش: اپنے سرنامے پر۔ نہادم: میں نے رکھا۔ بر سرِ کامِ خویش: اپنے کام کے سر پر۔ (۸) مرا: مجھ کو۔ کشد: مارتی ہے۔ تیر آں چشمِ مست: اس مست آنکھ کا تیر۔ چہ: کیا۔ آری: لاوے تو۔ بشمشیر: تلوار پر۔ دست: ہاتھ۔ (۹) آتش: آگ۔ بنئے: سرکنڈوں میں۔ درزن: لگادے۔ درگزر: گزرجا۔ بیشہ: جنگل۔ ماند: رہے۔

تشریح: (۱) جس طرح حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے یوسفؑ کی جدائی میں نابینا ہوگئے تھے۔ لیکن یوسفؑ کے دیدار سے مایوس نہ تھے۔ اسی طرح میں (فقیر زادہ) بھی مایوس نہیں ہوں۔ (۲) ایک دن جوان (فقیر زادے) نے آگے بڑھ کر اپنے محبوب (شہزادے) کی رکاب چوم لی تو اس (محبوب شہزادے) نے آگ بگولا ہوکر باگ دوسری طرف موڑلی۔ (۳) وہ (فقیر زادہ عاشق) ہنسا اور کہا کہ لگام مت موڑو۔ اس لیئے کہ بادشاہ کبھی (اپنی رعایا سے) باگ نہیں موڑا کرتے۔ (۴) میں (فقیر زادہ عاشق) بے خودی کی دنیا میں رہتا ہوں۔ اب تو میری حالت سے میرا عشق بے زباں ہے میرا حال خود زباں ہے۔ میری بے کسی کا منظر ذرا دیکھنا سنبھل کر۔ (۵) میری (فقیر زادہ عاشق) خطا پر فرد جرم عائد نہ کرنا۔ کیونکہ میرے گریبان میں تمہارا (شہزادے محبوب کا) اپنا سر ہے۔ یوں خود (عشق کے) مجرم قرار پاؤگے۔ (۶) تمہاری (شہزادے کی) رکاب چومنے کا حوصلہ اسی لیئے ہوا ہے کہ میری ذات تیرے وجود میں مٹ چکی ہے۔ (۷) سوائے تیرے (شہزادے کے) میری اپنی (فقیر زادے عاشق کی) ذات کا نام ونشان مٹ چکا ہے۔ میرے سرنامے پر (خود مجھ ہی سے) قلم پھر چکی ہے۔ (۸) مجھے (فقیر زادے عاشق کو) قتل کرنے کے لیئے تیری (شہزادے محبوب کی) نگاہ ناز ہی کافی ہے۔ تجھے تلوار سے کام لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (۹) تو (شہزادہ محبوب) نگاہ کی بجلیاں گرا کر مجھے فنا کردے۔ کیونکہ آتشِ عشق میں خشک و تر سب کچھ جل کر راکھ ہوجاتا ہے۔

حکایت در معنیٔ فنائے اہل محبت

قصہ اہل محبت کے فنا کے بیان میں

شنیدم کہ بر لحن خنیا گرے	۲	برقص اندر آمد پری پیکرے
میں نے سنا ہے کہ ایک سازندہ کے گانے پر		ایک پری جسم والا رقص میں آگیا
زد لہائے شوریدہ پیرامنش	۳	گرفت آتش شمع در دامنش
اس کے چاروں طرف کے مست دلوں سے		شمع کی آگ اس کے دامن میں لگ گئی
پراگندہ خاطر شد و خشمناک	۴	یکے گفتش از دوستداراں چہ باک
پریشان طبیعت اور غضب ناک ہو گیا		دوستوں میں سے ایک نے اس سے کہا کیا مضائقہ ہے
ترا آتش اے دوست دامن بسوخت	۵	مرا خود بیک بار از خود بسوخت
اے دوست آگ نے تیرا تو دامن ہی جلایا ہے		مجھے تو خود ایک بارگی مجھ سے ہی جلا دیا
اگر یاری از خویشتن دم مزن	۶	کہ شرکست بایار و باخویشتن
اگر تو عاشق ہے تو خودی کا دم نہ بھرنا		اسلیے کہ بایار اور باخویشتن ہونا شرک ہے

حکایت در معنیٔ اشتغال اہل محبت

قصہ اہل محبت کی مشغولیت کے بیان میں

چنیں دارم از پیر دانندہ یاد	۸	کہ شوریدۂ سر بصحرا نہاد
ایک دانا بوڑھے کی بات مجھے اس طرح یاد ہے		کہ ایک دیوانہ جنگل کی طرف نکل گیا
پدر در فراقش نخورد و نخفت	۹	پسر را ملامت بکردند و گفت
اس کے فراق میں باپ نے نہ کھایا اور نہ سویا		لوگوں نے لڑکے کو ملامت کی اور اس نے کہا
ازاں گہ کہ یارم کس خویش خواند	۱۰	دگر با کسم آشنائی نہ ماند
جب سے دوست نے اپنا کہہ کر پکارا ہے		کسی دوسرے سے میری دوستی نہیں رہی

(۱) معنیٰ: مضمون۔ فنائے اہل محبت: اہل محبت کا فنا ہونا۔ (۲) شنیدم: میں نے سنا۔ لحن: آواز۔ خنیا گر: سازندہ یا گویا۔ برقص: رقص میں۔ اندر: زائد۔ آمد: آگیا۔ پری پیکرے: ایک پری کے جسم والا یعنی حسین۔ (۳) زدلہائے شوریدہ: مست دلوں کی وجہ سے۔ پیرامنش: اس کے ارد گرد۔ گرفت: لگ گئی۔ آتش شمع: شمع کی آگ۔ دامنش: اس کا دامن۔ (۴) پراگندہ خاطر: پریشان دل والا۔ شد: ہوگیا۔ خشمناک: غصے والا۔ یکے: ایک۔ گفتش: اس کو کہا۔ از دوستداراں: دوستوں میں سے۔ چہ باک: کیا مضائقہ۔ (۵) ترا: تجھ کو۔ آتش: آگ۔ بسوخت: جلایا۔ مرا: مجھ کو۔ از خود: اپنا آپ۔ بسوخت: جلا دیا۔
(۶) یاری: تو یار ہے۔ یعنی عاشق ہے۔ خویشتن: خودی۔ دم مزن: نہ مار۔ شرکست: شرک ہے۔ بایار: یار کے ساتھ۔ باخویشتن: اپنے ساتھ ہونا۔ (۷) معنیٰ: مضمون۔ اشتغال: مشغول ہونا۔ اہل محبت: محبت والے۔
(۸) چنیں: ایسے۔ دارم: رکھتا ہوں۔ پیر دانندہ: دانا پیر۔ شوریدہ: دیوانہ۔ سر بصحرا: سر جنگل کی طرف۔ نہاد: رکھا اس نے۔ (۹) پدر: باپ۔ فراقش: اس کی جدائی۔ نخورد: نہ کھایا۔ نخفت: نہ سویا۔ پسر: بیٹا۔ کردند: کی انہوں نے۔ گفت: اس نے کہا۔
(۱۰) ازاں گہ: جس وقت سے۔ یارم: یار نے مجھ کو۔ کس خویش: اپنا آدمی۔ خواند: کہا۔ دگر: پھر۔ با کسم: کسی کے ساتھ میری۔ آشنائی: دوستی۔ نماند: نہیں رہی۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ سچے محب (محبوب کے لیئے) اپنی خودی کو مٹا چکے ہوتے ہیں۔ (۲) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ ایک قوال کی پُرسوز آواز سن کر ایک خوبصورت شخص مستی میں آکر ناچنے لگا۔ (۳) عاشقانہ ماحول کی وجہ سے دراصل شمع کی آگ اس (خوبصورت رقاص) کے دامن کو ایسے لگی گویا کہ شمع نے اسے (رقاص کو) جلاکر رکھ دیا ہو۔ (۴) پُرسوز آواز سے اس (خوبصورت رقاص) کا دل پریشان ہوگیا اور وہ آگ بگولا ہوگیا۔ یہ کیفیت طاری دیکھ کر (محفل میں موجود) عشاق میں سے ایک نے کہا کہ کیا خوف (مضائقہ) ہے۔ (۵) اگر شمع کی آگ نے تیرا (رقاص کا) دامن تھوڑا سا جلا دیا تو تو غضب میں آگیا ہم (متکلم عاشق) تیرے حسن کی آگ میں ایک بار اپنا تن من جلا چکے ہیں۔ ہم نے تو اُف تک نہیں کیا۔ (۶) جو شخص اپنے آس پاس کے ماحول سے خبردار ہے وہ عاشق نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ محبوب کے سامنے اپنی ذات کا احساس شرع عشق میں شرک ہے۔ (۷) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ عاشقان حق تمام عالم سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں کمر بستہ رہتے ہیں۔ (۸) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) ایسے یاد ہے کہ ایک بوڑھے شخص نے ایک حکایت سنائی تھی کہ کوئی دیوانہ وحشت کی وجہ سے جنگل کی طرف نکل گیا۔ (۹) اس (جنگل کی طرف جانے والے) کے باپ کو اپنے بیٹے سے از حد محبت تھی۔ چنانچہ اس (جنگل کی طرف بھاگنے والے کے باپ) نے بیٹے کی جدائی میں کھانا پینا اور سونا چھوڑ دیا۔ (۱۰) لوگوں کے ملامت کرنے پر اس (بھاگنے والے بیٹے) نے کہا کہ جب محبوب (اللہ تعالیٰ) نے مجھے اپنا کہہ دیا ہے تو اب مجھے ماں باپ وغیرہ کی کوئی پرواہ نہیں۔

	مصرع اول		مصرع ثانی
۱	بخشش کہ تا حق جمالم نمود		دگر ہرچہ دیدم خیالم نمود
	اسکے حق کی قسم جب سے مجھے حق نے اپنا جمال دکھادیا ہے		اسکے علاوہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے مجھے وہم معلوم ہوتا ہے
۲	نشد گم کہ روی از خلائق بتافت		کہ گم کردۂ خویش را بازیافت
	جس نے مخلوق سے منہ موڑا ہے وہ گم نہیں ہوا ہے		بلکہ اس نے اپنے گم شدہ کو پا لیا ہے
۳	پراگندگانند زیرِ فلک		کہ ہم دد تواں خواندشاں ہم ملک
	آسمان کے نیچے کچھ پراگندہ ہیں		کہ انکو وحشی درندہ بھی کہا جا سکتا ہے اور فرشتہ بھی
۴	زیاد ملک چو ملک نارمند		شب و روز چوں دد ز مردم رمند
	فرشتے کی طرح وہ خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے		دن رات وحشی درندوں کی طرح انسانوں سے بھاگتے ہیں
۵	قوی بازوانند کوتاہ دست		خردمند شیدا و ہشیار مست
	وہ قوی بازو والے ہیں کوتاہ ہاتھ والے ہیں		عقل مند ہیں دیوانے ہیں اور ہوشیار مست ہیں
۶	گہ آسودہ در گوشہ خرقہ دوز		گہ آشفتہ در مجلسے خرقہ سوز
	کبھی گوشہ میں آرام سے گدڑی سینے والے ہیں		کبھی مجلس میں پریشان کمبلی پھونک دینے والے ہیں
۷	نہ سودائے خودشاں نہ پروائے کس		نہ در کنج توحیدشاں جائے کس
	نہ ان کو اپنا خیال نہ کسی کی پرواہ		نہ ان کی توحید کے گوشہ میں کسی کی جگہ
۸	پریشیدہ عقل و پراگندہ ہوش		زقول نصیحت گر آگندہ گوش
	پریشان عقل اور پراگندہ ہوش ہیں		نصیحت کرنیوالے کی بات سے کانوں کو ٹھوسنے والے ہیں
۹	بدریا نخواہد شدن بط غریق		سمندر چہ داند عذاب الحریق
	بط (بطخ) دریا میں نہیں ڈوب سکتی		سمندر (کیڑا) آگ کا عذاب کیا جانے
۱۰	تہیدست مردانِ پرحوصلہ		بیاباں نورداں بے قافلہ
	خالی ہاتھ، پُر حوصلہ بہادر ہیں		بے قافلہ کے بیابان کو طے کرنیوالے ہیں

(۱) بخشش: اس کے حق کی قسم۔ تا: جب سے۔ جمالم: جمال مجھ کو۔ نمود: دکھایا۔ دگر: پھر۔ ہرچہ: جو کچھ۔ دیدم: میں نے دیکھا۔ خیالم: وہم مجھ کو۔ نمود: دکھائی دیا۔
(۲) نشد: نہیں ہوا۔ رو: چہرہ۔ خلائق: جمع خلق۔ بتافت: پھیر لیا۔ گم کردۂ خویش: اپنی کھوئی ہوئی چیز۔ بازیافت: پالیا۔ (۳) پراگندگانند: بکھرے ہوئے لوگ۔ زیر فلک: آسمان کے نیچے۔ ہم: بھی۔ دد: جانور یا درندہ۔ تواں خواند: کہہ سکتے ہیں۔ شاں: ان کو۔ ملک: فرشتہ۔
(۴) ملک: بادشاہ مراد اللہ تعالیٰ۔ چوں: مثل۔ ملک: فرشتہ۔ نارمند: آرام نہیں پاتے۔ شب و روز: رات اور دن۔ چو دد: مثل وحشی درندے کی۔ زمردم: انسانوں سے۔ رمند: بھاگتے ہیں۔ (۵) قوی بازوانند: طاقتور بازو والے ہیں۔ کوتاہ دست: چھوٹے ہاتھ والے۔ خردمند: عقلمند۔ شیدا: فریفتہ یا عاشق۔ ہوشیار مست: ہوش والے مست۔ (۶) گہ آسودہ: کبھی آرام پائے ہوئے۔ در گوشہ: کسی کونے میں۔ خرقہ دوز: گودڑی سینے والے۔ آشفتہ: پریشان۔ مجلسے: کوئی مجلس۔ خرقہ سوز: گودڑی جلانے والے۔ (۷) سودائے خود: اپنا خیالی۔ شاں: ان کو۔ پروائے کس: کسی کی پرواہ۔ کنج توحید شاں: ان کی توحید کا کونہ۔ جائے کس: کسی کی جگہ۔ (۸) پریشیدہ عقل: پریشان عقل والے۔ پراگندہ ہوش: پریشان ہوش والے۔ زقولِ نصیحت گر: نصیحت کرنے والے کی بات۔ آگندہ گوش: کان بند کیئے ہوئے۔ (۹) نخواہد شدن: نہیں ہو سکتی۔ بط: بطخ۔ غریق: غرق، ڈوبنے والی۔ سمندر: آگ کا کیڑا۔ چہ داند: کیا جانے۔ عذاب الحریق: جلنے کا عذاب۔
(۱۰) تہیدست: خالی ہاتھ۔ مردانِ پرحوصلہ: حوصلہ مند بہادر۔ بیاباں نورداں: بیابانوں کو طے کرنے والے۔ بے قافلہ: قافلہ کے بغیر۔

تشریح: (۱) اللہ کی قسم جب سے اس نے مجھے (جنگل کو بھاگنے والے کو) اپنا جمالیاتی جلوہ دکھایا ہے۔ تب سے مجھے اس کے علاوہ کوئی اور حسین نظر ہی نہیں آتا۔ (۲) جو شخص گوشہ نشین ہو کر مخلوق سے رُخ پھیر لیتا ہے۔ وہ دراصل اپنے معبود حقیقی کو پا لیتا ہے۔ (۳) جو لوگ (عاشقانِ حق) خلوت نشین ہو کر انسانوں سے دُوری کی بنا پر وحشی ہیں۔ وہ ذکر و فکر کی وجہ سے فرشتے کا مقام حاصل کرتے ہیں۔ (۴) کیونکہ وہ لوگ (عاشقانِ حق) فرشتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت نہیں کرتے۔ دن رات وحشیوں کی طرح انسانوں سے بھاگتے پھرتے ہیں۔ (۵) ان کے اللہ تعالیٰ کی طرف پھیلے ہوئے دعا کے ہاتھ مضبوط اور مخلوق کی طرف غلط ہیں۔ عشق و مستی کی کیفیت ان پر طاری ہے لیکن بے خبر مجذوب نہیں ہیں۔ (۶) کبھی ان کی یہ شان ہوتی ہے کہ سکون سے کسی کونے میں گودڑی سی رہے ہوتے ہیں۔ اور کبھی جلوت میں پریشان ہو کر گودڑی جلا رہے ہوتے ہیں۔ (۷) نہ انھیں (عاشقان حق کو) اپنا خیال نہ غیروں کی پرواہ۔ وہ لوگ توحید میں اس قدر راسخ العقیدہ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کا تصوّر بھی قطعی محال ہوتا ہے۔
(۸) بظاہر وہ لوگ (عاشقانِ حق) پریشان حال ہوتے ہیں کہ کسی ناصح کی نصیحت ان (عاشقانِ حق) پر اثر انداز نہیں ہوتی۔
(۹) عاشقانِ حق بحرِ توحید میں بطخ کی طرح تیرتے رہتے ہیں۔ ان پر آگ کے کیڑے (سمندر) کی طرح عشق کے سوز سے تکلیف نہیں ہوتی۔
(۱۰) مخلوق سے لاطمع ہونے کی وجہ سے ان (عاشقانِ حق) کے ہاتھ خالی نظر آنے والے بہت حوصلہ مند ہیں۔ وہ لوگ (عاشقان حق) تن تنہا خوفناک جنگلوں کا سفر طے کر جاتے ہیں۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	ندارند چشم از خلائق پسند	کہ ایشاں پسندیدۂ حق بسند
	وہ مخلوق سے پسندیدگی کی توقع نہیں رکھتے	ان کو حق کا پسندیدہ ہونا کافی ہے
۲	عزیزان پوشیدہ از چشم خلق	نہ زنار داران پوشیدہ دلق
	وہ مخلوق کی آنکھ سے چھپے ہوئے اللہ کے پیارے ہیں	وہ دلق پہننے والے زنار دار نہیں ہیں
۳	پر از میوہ و سایہ ور چوں رزند	نہ چوں ما سیہ کار و ازرق رزاند
	وہ انگور کی بیل کی طرح سایہ اور پھل سے پُر ہیں	ہماری طرح سیاہ کار اور نیلا رنگنے والے نہیں ہیں
۴	بخود سر فرو بردہ ہمچوں صدف	نہ مانند دریا برآوردہ کف
	وہ سیپ کی طرح نیچے کو سر کئے ہوئے ہیں	دریا کی طرح جھگون لائے ہوئے نہیں ہیں
۵	نہ مردم ہمیں استخوانند و پوست	نہ ہر صورتے جانِ معنیٰ درو ست
	انسان ہڈیاں اور کھال ہی نہیں ہیں	ہر صورت میں حقیقت کی جان نہیں ہے
۶	نہ سلطاں خریدارِ ہر بندہ ایست	نہ در زیرِ ہر ژندۂ زندہ ایست
	نہ بادشاہ ہر غلام کا خریدار ہے	نہ ہر گدڑی میں زندہ ہے
۷	اگر ژالہ ہر قطرۂ دُر شدے	چو خر مہرہ بازار ازو پر شدے
	اگر پانی کا ہر قطرہ موتی ہو جاتا	گھونگھے کی طرح اس سے بازار بھر جاتا
۸	چو غازی بخود بر نہ بندند پاؔ	کہ محکم رود پائے چوبیں زجا
	وہ نٹوں کی طرح اپنے پیر نہیں لگاتے ہیں	اسلئے کہ لکڑی کا پیر جگہ سے سخت پھسلتا ہے
۹	حریفانِ خلوت سرائے الست	بیک جرعہ تا نفخۂ صور مست
	وہ الست کی خلوت سرا کے ساتھی ہیں	ایک گھونٹ سے صور پھونکنے تک مست ہیں
۱۰	بہ تیغ از غرض برنگیرند چنگ	کہ پرہیز و عشق آبگینہ ست و سنگ
	تلوار سے وہ اپنے مقصد سے دست بردار نہیں ہوتے ہیں	اس لیے کہ خودی اور عشق کانچ اور پتھر ہے

(۱) ندارند: نہیں رکھتے۔ چشم: امید۔ از خلائق: مخلوقات سے۔ ایشاں: یہ لوگ۔ پسندیدۂ حق: اللہ کے پسندیدہ۔ بسند: کافی ہیں۔ (۲) عزیزاں: عزت والے۔ پوشیدہ: چھپے ہوئے۔ چشم خلق: مخلوق کی آنکھ۔ زنار داراں: جنیو باندھنے والے۔ پوشیدہ دلق: گودڑی پہننے والے (۳) پراز میوہ: میوے سے بھرے ہوئے۔ سایہ ور: سایہ والے۔ چو: مثل۔ رز: انگور کی بیل۔ اند: ہیں۔ چوں ما: ہماری طرح۔ سیہ کار: سیہ کام والے۔ ازرق رز: نیلا رنگنے والے ہیں۔ (۴) بخود: اپنے آپ میں۔ سر فرو بردہ: سر جھکائے ہوئے۔ ہمچوں: مثل۔ صدف: سیپ۔ مانند: مثل۔ برآوردہ: نکالے ہوئے۔ کف: جھاگ۔ (۵) مردم: انسان۔ ہمیں: یہی۔ استخواں: ہڈی۔ پوست: کھال۔ جانِ معنیٰ: حقیقت کی جان۔ درو ست: اس میں ہے۔ (۶) سلطاں: بادشاہ۔ خریدارِ ہر بندہ: ہر غلام کا خریدار۔ ایست: ہے۔ در زیر ہر ژندہ: ہر گودڑی کے نیچے۔ زندہ ایست: زندہ ہے۔
(۷) ژالہ: اولہ۔ دُر: موتی۔ شدے: ہو جاتا۔ چو: مثل۔ خر مہرہ: کوڑی۔ ازو: اس سے۔ پر شدے: بھر جاتا۔
(۸) غازی: نٹ بازیگر۔ بخود: اپنے اوپر۔ نہ بندند: نہیں باندھتے۔ پائے: پاؤں۔ محکم: مضبوط۔ رود: جاتا ہے۔ پائے چوبیں: لکڑی کا پاؤں۔ زجا: جگہ سے۔
(۹) حریفاں: ساتھی دوست۔ خلوت سرائے الست: الست کا خلوت خانہ۔ بیک جرعہ: ایک گھونٹ سے۔ تا نفخہ صور: صور پھونکے جانے تک۔
(۱۰) بہ تیغ: تلوار سے۔ از غرض: مقصد سے۔ برنگیرند: نہیں اٹھاتے۔ چنگ: چنگل، ہاتھ۔ آبگینہ: کانچ۔ سنگ: پتھر۔

تشریح: (۱) وہ (عاشقانِ حق) شہرت پسند نہیں ہوتے۔ کیونکہ انہیں بارگاہ الٰہی میں جو مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ (۲) وہ (عاشقانِ حق) مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ گودڑی کے نیچے زنار (پادریوں کا مخصوص پیرہن) پہن کر ریاکاری نہیں کرتے۔ (۳) ان (عاشقانِ حق) کی گود معرفت کے پھلوں سے لبریز ہوتی ہے ان کی دعاؤں کا سایہ انگور کی بیل جیسا ہوتا ہے۔ وہ ہماری طرح بدکار ہونے کے باوجود بزرگوں کا لباس پہن کر ریاکاری نہیں کرتے۔ (۴) ان (عاشقانِ حق) کی مثال موتیوں سے بھرپور سیپ جیسی ہوتی ہے۔ وہ دریا کی طرح جھاگ اڑا اڑا کر دکھلاوے کا رعب نہیں ڈالتے۔ کیونکہ دریا اندر سے خالی ہوتے ہیں۔ (۵) انسان صرف ہڈیوں کے ڈھانچے کو نہیں کہتے۔ بلکہ یہ درحقیقت بلند و بالا (خلافت الٰہیہ کے امین) چیز ہے۔ (۶) جس طرح بادشاہ جوہر کا متلاشی ہوتا ہے۔ کسی غلام کا خریدار نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہر گودڑی میں زندہ دل بھی نہیں ہوتا۔ (۷) ہر انسان ولی اللہ نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو صاحب فضیلت کوئی بھی نہ ہوتا۔ بلکہ کوڑیوں کے مول بکنے والا بے قیمت ہوتا۔ (۸) وہ (عاشقانِ حق) اپنی بزرگی جتانے کے لیے پروپیگنڈہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ریاکاری کی وجہ سے تمام اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔
(۹) ازل سے ولایت کا درجہ پانے والے درحقیقت مجلس الست کے بھیدی ہیں۔ شراب عشق کی مستی انہیں قیامت سے پہلے ہوش میں نہ آنے دے گی۔ (۱۰) وصال کے حصول پر مبنی اعمال سے انہیں تلوار کا خوف بھی نہیں ہٹا سکتا۔ کیونکہ مصلحتوں کے شیشے کو حجارۂ عشق (عشق کا پتھر) توڑ دیتا ہے۔

حکایت در معنیٔ غلبۂ وجد و سلطنت عشق

قصہ بے خودی کے غلبہ اور عشق کی حکومت کے بیان میں

مصرع اول		مصرع دوم
یکے شاہدے در سمرقند داشت	۲	کہ گفتی بجائے سمرقند داشت
ایک شخص سمرقند میں ایک معشوق رکھتا تھا		جو کہ تو کہے قصہ کی بجائے شکر رکھتا تھا
جمالے گرو بردہ از آفتاب	۳	ز شوخیش بنیادِ تقویٰ خراب
ایسا حسن جو آفتاب سے بازی لے گیا تھا		اس کی شوخی سے تقوے کی بنیاد تباہ تھی
تعالے اللہ از حسن تا غایتے	۴	کہ پنداری از رحمتست آیتے
خدا برتر ہے حسن کی ایسی انتہا		کہ تو یقین کرے کہ وہ خدائی رحمت کی ایک نشانی ہے
ہمے رفتے و دیدہ ہا در پیش	۵	دل دوستاں کردہ جاں بر خیش
وہ چلتا تو نگاہیں اس کے درپے ہوتیں		دوستوں کے دل اسکے پسینہ پر جان فدا کیئے ہوئے تھے
نظر کرد ایں دوست دروے نہفت	۶	نگہ کرد بارے بہ تندی و گفت
یہ عاشق اس کی طرف چھپکے سے دیکھتا		اس نے ایک بار گھور کر دیکھا اور کہا
کہ اے خیرہ سر چند پوئی پیم	۷	ندانی کہ من مرغ دامت نیم
اے بے حیا کب تک میرا پیچھا کرے گا		تو نہیں جانتا کہ میں تیرے جال کا پرندہ نہیں ہوں
گرت بارِ دیگر بہ بینم بہ تیغ	۸	چو دشمن بہ برم سرت بے دریغ
اگر میں تجھے دوبارہ دیکھ لوں گا تو تلوار سے		دشمن کی طرح بے دریغ تیرا سر کاٹ ڈالوں گا
کسے گفتش اکنوں سرِ خویش گیر	۹	ازیں سہل تر مطلبے پیش گیر
کسی نے اس سے کہا اب اپنا راستہ پکڑ		اس سے آسان معشوق تلاش کر
نہ پندارم ایں کام حاصل کنی	۱۰	مبادا کہ جاں در سرِ دل کنی
میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مقصد تو حاصل کرلیگا		ایسا نہ ہو کہ دل کے خیال میں جان دے دے

(۱) معنی: مضمون۔ غلبۂ وجد: شوق کا غلبہ۔ سلطنت عشق: عشق کی حکومت۔ (۲) یکے: ایک شخص۔ شاہدے: ایک محبوب۔ سمرقند: خراسان کا ایک شہر جو آب رُدس میں ہے۔ داشت: رکھتا تھا۔ گفتی: تو کہے۔ سمر: قصہ کی جگہ۔ قند: شکر۔ (۳) جمالے: ایسا حسن۔ گرو بردہ: بازی لے گیا۔ آفتاب: سورج۔ ز شوخیش: اس کی شوخی سے۔ تقویٰ: پرہیزگاری۔ خراب: برباد۔
(۴) تعالیٰ اللہ: بلندی اللہ کے لیئے ہے۔ تا غایتے: اس انتہا کا۔ پنداری: تو سمجھے۔ از رحمتست: رحمت کی ہے۔ آیتے: ایک نشانی۔ (۵) ہمے رفت: وہ جا رہا تھا۔ دیدہ ہا: آنکھیں۔ در پیش: اس کے پیچھے۔ کردہ: کیئے ہوئے۔ بر خیش: برخے: بدل، قربان۔ ش: اس کا۔ (۶) نظر کرد: دیکھا۔ ایں دوست: اس دوست سے۔ دروے: اس میں۔ نہفت: چھپاکر۔ نگاہ کرد: اس نے نگاہ کی۔ بارے: ایک بار۔ بہ تندی: تیزی سے۔ گفت: کہا اس سے۔ (۷) خیرہ سر: بے حیا۔ چند پوئی: کتنا دوڑے گا تو۔ پیم: میرے پیچھے۔ ندانی: تو نہیں جانتا۔ من: میں۔ مرغ دام تو: تیرے جال کا پرندہ۔ نیم: نہیں ہوں میں۔ (۸) گرت: اگر تجھ کو۔ بار دگر: دوبارہ۔ بہ بینم: میں دیکھوں گا۔ بہ تیغ: تلوار سے۔ چو دشمن: مثل دشمن کے۔ بہ برم: کاٹ لوں گا۔ سرت: تیرا سر۔ بے دریغ: بے جھجک۔ (۹) کسے: کسی شخص۔ گفتش: اس کو کہا۔ اکنوں: اب۔ سر خویش: اپنا سر۔ گیر: پکڑ۔ ازیں سہل تر: اس سے نرم مزاج۔ مطلبے: کوئی مقصد مراد معشوق۔ پیش گیر: اختیار کر۔ (۱۰) نہ پندارم: میں نہیں سمجھتا۔ ایں کام: یہ مقصد۔ کنی: کرے تو۔ مبادا: ایسا نہ ہو۔ سر دل: دل کا خیال۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ محبوب کے ہاتھوں برباد ہونا عاشق کے لیئے سعادت مندی ہے۔ (۲) سمرقند کے علاقہ میں کسی شخص کا محبوب رہتا تھا۔ جس کی باتوں میں شہد و شکر جیسا مٹھاس تھا۔ (۳) وہ (محبوب) سورج کی چمک سے زیادہ خوبصورت اور اس کی شوخیاں تقویٰ و پرہیزگاری کی بنیادیں ہلا دینے والی تھیں۔ (۴) کبریائی صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ وہ (محبوب) اس غضب کا حسین تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نشان معلوم ہوتا تھا۔ (۵) اس (محبوب) کی چال دیکھنے والوں کی نظروں کو اپنی طرف متوجہ رکھتی تھی۔ دوستوں کے دل اس پر قربان ہونا خوش بختی گردانتے تھے۔ (۶) ایک بار عاشق نے نظریں چرا کر اس (محبوب) کی طرف دیکھا تو وہ (عاشق) تڑپ اٹھا۔ اس (محبوب) نے گھورتے ہوئے کہا۔ (۷) او کمبخت! تو کب تک میرے (محبوب کے) پیچھے یوں دوڑتا پھرے گا۔ مجھ (محبوب) جیسا حسین تیرے جال کا پرندہ نہیں ہو سکتا۔ (۸) تو (عاشق) یہاں سے چلا جا۔ اگر پھر تجھے دیکھا تو تلوار سے تیری گردن مار دوں گا۔
(۹) اسے (عاشق کو) کسی ہمدرد نے کہا کہ اس خبط (عشق) کو چھوڑ دے۔ کیونکہ اس سخت مزاج (محبوب) کا وصال تیرے بس کی بات نہیں۔
(۱۰) ورنہ اس (محبوب) کے وصال کی کوشش میں اپنی جان گنوا دینا تیرا مقدر ہوگا۔

١	چوں مفتونِ صادق ملامت شنید	بدرد از دروں نالۂ برکشید
	جب سچے عاشق نے ملامت سنی	درد کے ساتھ اندر سے ایک آہ کھینچی
٢	کہ بگذار تا زخم تیغ ہلاک	بغلطاندم لاشہ در خون وخاک
	رہنے دے تاکہ ہلاکت کی تلوار کا زخم	میری لاش کو خون و خاک میں تڑپائے
٣	مگر پیش دشمن بگویند و دوست	کہ ایں کشتۂ دست و شمشیر اوست
	شاید لوگ دشمن اور دوست کے سامنے بیان کریں	کہ یہ اس کے ہاتھ اور تلوار کا مارا ہوا ہے
٤	نمے بینم از خاک کویش گریز	بہ بیداد گو آبرویم بریز
	میں اسکے کوچہ کی خاک سے بھاگنا مناسب نہیں سمجھتا ہوں	تو وہ ظلم سے میری آبرو ریزی کرے
٥	مرا توبہ فرمائی اے خود پرست	ترا توبہ زیں گفتن اولیٰ ترست
	اے خود پرست مجھ سے توبہ کرنے کو کہتا ہے	اس کہنے سے تجھے توبہ کرنا بہت مناسب ہے
٦	بہ بخشائے برمن کہ ہرچہ اوکند	وگر قصد خونست نیکو کند
	مجھے معاف کر اسلیئے کہ وہ جو کچھ بھی کرے گا	اچھا ہی کرے گا خواہ وہ قتل کا ارادہ کرے
٧	بسوزاندم ہر شبے آتشش	سحر زندہ گردم بہوئے خوشش
	اس کی آگ مجھے ہر رات کو جلا دیتی ہے	میں صبح کو اس کی خوشبو سے زندہ ہو جاتا ہوں
٨	اگر میرم امروز در کوئے دوست	قیامت زنم خیمہ پہلوئے اوست
	اگر آج میں دوست کی گلی میں مرجاؤں گا	قیامت میں دوست کے پہلو میں خیمہ زن ہوں گا
٩	مدہ تا توانی دریں جنگ پشت	کہ زندہ ست سعدیؔ چو عشقش بکشت
	جب تک بن سکے اس جنگ میں پشت نہ دکھا	اسلیئے کہ سعدیؒ زندہ ہے چونکہ اسکو عشق نے شہید کیا تھا

(١) چوں، جب۔ مفتونِ صادق: سچا عاشق۔ شنید: سنا۔ از دروں: اندر سے۔ نالۂ: ایک آہ۔ کشید: کھینچی اس نے۔ (٢) بگذار: چھوڑ۔ تا: تاکہ۔ تیغ ہلاک: ہلاکت کی تلوار۔ بغلطاندم: لوٹا دے مجھ کو۔ اس کی میم لاشہ کے ساتھ لگ کر میری لاش۔ خون و خاک، خون اور مٹی۔ (٣) مگر: شاید۔ پیش دشمن: دشمن کے سامنے۔ بگویند: کہیں۔ ایں: یہ۔ کشتۂ دست اوست: اس کے ہاتھ کا مارا ہوا ہے۔ شمشیر: تلوار۔ (٤) نمے بینم: نہیں دیکھتا ہوں میں۔ خاک کویش: اس کے کوچے کی مٹی۔ بہ بیداد: ظلم سے۔ گو: اگرچہ۔ آبرویم: میری آبرو۔ بریز: اصل بریزد، گرا دے، ضرورت شعری کی وجہ سے دال گرا دیا ہے۔ (٥) مرا: مجھ کو۔ فرمائی: فرماتا ہے تو۔ خود پرست: اپنا خیال رکھنے والا۔ زیں گفتن، اس کہنے سے۔ اولیٰ ترست: زیادہ بہتر ہے۔ (٦) بہ بخشائے: بخش دے۔ یعنی معاف کر دے۔ برمن: مجھ پر۔ ہرچہ، جو کچھ۔ اوکند: وہ کرے۔ وگر: اگرچہ۔ قصد خوں: خون کا ارادہ۔ نیکو: اچھا۔ کند: کرتا ہے۔ (٧) بسوزاندم: جلاتی ہے مجھ کو۔ ہر شبے: ہر رات۔ آتشش، اس کی آگ۔ سحر، صبح۔ گردم، ہو جاتا ہوں میں۔ بوئے خوشش اس کی خوشبو سے۔ (٨) میرم: مرجاؤں امروز: آج۔ کوئے دوست: دوست کا کوچہ۔ قیامت: آخرت کا پہلا دن جب مردے زندہ کر کے کھڑے کیئے جائیں گے۔ زنم: لگاؤں گا میں۔ پہلوئے اوست: اس کے پہلو میں۔ (٩) مدہ: مت دے۔ تا توانی: جب تک تو طاقت رکھے۔ دریں جنگ: اس جنگ میں۔ پشت: پیٹھ۔ است: ہے۔ سعدی: مصنف۔ چو: جب۔ عشقش: عشق نے اس کو۔ بکشت: مار ڈالا۔

تشریح: (١) سچا عاشق (اپنے ہمدرد کی) ملامت سن کر صرف آہ بھر کے رہ گیا۔ اور کہنے لگا۔ (قول کی تکمیل اگلے شعر میں ہے)۔ (٢) اے ملامت کرنے والے میرے ناصح! یہ پُرملال نصیحت کسی اور سے کرنا۔ میں تو اس کی تلوار سے مرنا باعثِ فخر سمجھتا ہوں۔ (٣) اگر مجھے (سچے عاشق کو) اپنے محبوب کے ہاتھوں مرنا نصیب ہو جائے تو تمام دوست اور دشمن مجھے اس (سخت مزاج محبوب) کی محبت کا شہید کہیں گے۔

(٤) خواہ وہ (محبوب) میری آبرو خاک میں ملا دے۔ میں (سچا عاشق) اس کی گلیوں کو چھوڑنا اچھا نہیں سمجھتا۔ (٥) مجھے (عاشق کو) سچے عشق سے توبہ کی تلقین بذات خود خطا ہے۔ لہٰذا تمہیں (ہمدرد لوگوں کو) چاہیئے کہ عشق سے توبہ پر مشتمل گناہ کی خود توبہ کرو۔ (٦) یارو مجھے معاف کرو۔ اگر وہ (سخت مزاج محبوب) میری جان لینے کا فیصلہ بھی کرتا ہے تو مجھے (سچے عاشق کو) قبول ہے۔ (٧) میں (سچا عاشق) تو ہر رات اس (محبوب) کے سوزِ عشق میں جل کر مرتا ہوں اور صبح کے وقت اس کی خوشبو سے جی اٹھتا ہوں۔

(٨) اگر آج وہ (محبوب) مجھے اپنے کوچے میں مار ڈالے تو کیا ہوا۔ کل قیامت کے دن میرا حشر اسی کے کوچے سے ہو گا۔

(٩) میدانِ عشق میں جنگ ہارنی نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اس راہ میں مرنا حقیقی زندگی ہے۔ جیسا کہ سعدیؒ کو مرگ عشق میں ہی زندگی ملی ہے۔

حکایت فدا شدن اہلِ محبت و ہلاکت را غنیمت شمردن

اہل محبت کے قربان ہونے اور ہلاکت کو غنیمت شمار کرنے کا قصہ

مصرع اول		مصرع ثانی
یکے تشنہ مے گفت و جاں مے سپرد	۲	خنک نیک بختے کہ در آب مرد
ایک شخص پیاسا جا رہا تھا اور جان دے رہا تھا		وہ بہت نیک بخت ہے جو پانی میں مرا
بدو گفت نابالغے کائے عجب	۳	چو مردی چہ سیراب و چہ خشک لب
اس کو ایک نابالغ نے کہا تعجب ہے		جب تو مر گیا تو کیا سیراب اور کیا خشک ہونٹ
بگفتا نہ آخر دہاں تر کنم	۴	کہ تا جان شیرینش در سر کنم
اس نے کہا آخر میں بھی منہ تر نہ کروں		تاکہ شیریں جان اس کے خیال میں ختم کروں
فتد تشنہ در آبدانِ عمیق	۵	کہ داند کہ سیراب میرد غریق
پیاسا گہرے گڑھے میں گر پڑتا ہے		اسلیئے کہ وہ جانتا ہے کہ ڈوبا ہوا سیراب مرتا ہے
اگر عاشقی دامن او بگیر	۶	وگر گویدت جاں بدہ گو بگیر
اگر تو عاشق ہے تو اس کا دامن تھام لے		اور اگر وہ کہے کہ جان دے تو کہہ لے لے
بہشت تن آسانی آنگہ خوری	۷	کہ بر دوزخ نیستی بگذری
تن آسانی کا میوہ تو جب کھائے گا		جب کہ نیستی کی دوزخ پر سے گذر جائے گا
دلِ تخم کاراں بود بارکش	۸	چو خرمن بر آید بخسپند خوش
کاشت کاروں کا دل تکلیف میں رہتا ہے		جب کھلیان ہو جاتا ہے آرام سے سوتے ہیں
دریں مجلس آنکس بکامے رسید	۹	کہ در دورِ آخر بجامے رسید
اس مجلس میں وہی شخص مقصد کو پہنچتا ہے		جو آخری دور میں جام تک پہنچ گیا ہے

(۱) فدا شدن: فدا ہونا۔ اہل محبت: محبت والے۔ غنیمت شمردن: غنیمت شمار کرنا۔ (۲) یکے: ایک شخص تشنہ: پیاسا۔ مے گفت: کہتا تھا۔ مے سپرد: سپرد کرتا تھا خنک: مبارک۔ نیک بختے: وہ نیک نصیب۔ در آب: پانی میں۔ مرد: مر گیا۔ (۳) بدو: اصل باد: اس سے۔ گفت: اس نے کہا۔ کائے عجب: کہ اے تعجب۔ چو: جب۔ مردی: تو مر گیا۔ چہ: کیا۔ خشک لب: پیاسا۔ (۴) بگفتا: اس نے کہا۔ دہاں: منہ۔ تر کنم: تر کروں میں۔ تا: تاکہ۔ جان شیریں: میٹھی جان، اس کی شین سر کے ساتھ لگتی ہے یعنی اس کا خیال۔ کنم: کروں میں۔ (۵) فتد: گر پڑتا ہے تشنہ: پیاسا۔ آبدان: پانی کا ذخیرہ یعنی حوض۔ عمیق: گہرا۔ داند: وہ جانتا ہے۔ میرد: مرتا ہے۔ غریق: ڈوبنے والا۔ (۶) عاشقی: تو عاشق ہے۔ بگیر: پکڑ۔ گویدت: تجھ کو کہے وہ۔ بدہ: دے۔ گو: تو کہہ۔ بگیر: لے لے (۷) بہشت بمعنی پھل۔ تن آسانی: بدن کا آرام۔ آنگہ: اس وقت۔ خوری: کھاوے تو۔ دوزخ نیستی: فنا کا دوزخ۔ بگذری: گذرے تو۔ (۸) تخم کاراں: بیج کاشت کرنے والے۔ بود: ہوتا ہے۔ بارکش: بوجھ کھینچنے والا۔ چو: جب۔ خرمن: کھلیان۔ برآید: نکل آتا ہے۔ بخسپند: سوتے ہیں۔ (۹) دریں مجلس: اس مجلس میں۔ آنکس: وہ شخص۔ بکامے: مطلب کو۔ رسید: پہنچا۔ کہ: جو کہ۔ در دورِ آخر: آخری دور میں۔ بجامے: کسی پیالے کو۔ رسید: پہنچ گیا۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تصورِ محبوب میں مرجانا سعادت کا اعلیٰ مقام ہے۔ (۲) کوئی پیاسا پیاس میں مرتے وقت کہہ رہا تھا کہ پانی میں ڈوب کر مرنے والا بڑا خوش قسمت ہے۔ (۳) کسی ناسمجھ نے کہا کہ جب مرنا ہی ہے تو کیا پیاسا مرنا کیا پانی میں ڈوب کر مرنا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (۴) اس (پیاسا مرنے والے) نے کہا کہ پانی پی کر مرنے سے موت تو آسان ہو جائے گی۔ لیکن محبوب (پانی) کے خیال میں مرنا خوش قسمتی ہے۔ (۵) پیاسا آدمی شدت شوق کی وجہ سے تالاب میں کود جاتا ہے۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ تالاب میں سیراب ہو کر مروں گا۔ (۶) اگر تو سچا عاشق ہے تو صرف اپنے محبوب کا ہو کے رہ جا۔ اگر وہ جان بھی مانگے تو جان دینے سے گریز نہ کرنا۔ (۷) جس طرح جنت میں جانے کے لیئے پل صراط سے (دوزخ کے اوپر واقع) گذرنا پڑے گا۔ اسی طرح فنافی اللہ کے پل صراط سے گذر کر وصال الہٰی نصیب ہوگا۔ (۸) اس شعر کا مفہوم اُردو کے اس شعر کی طرح جسے آگے ملاحظہ کریں گے۔

ع مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے ۔ کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے۔

(۹) حصول مقصد کی تہہ تک پہنچنا بڑی کٹھن منزل ہے۔ اسے پانے کے لیئے عاشق کو عشق کی آخری حدود تک جانا پڑتا ہے۔ جو فنا کی منزل ہے۔

حکایت در صبر و ثباتِ روندگاں		
سالکوں کے صبر و ثبات کا قصہ		
چنیں نقل دارم ز مردانِ راہ	۲	فقیرانِ منعم گدایانِ شاہ
مجھے یہ بات سالکوں سے پہنچی ہے		جو مالدار فقیر شاہ گدا ہیں
کہ پیرے بدریوزہ شد بامداد	۳	درے مسجدے دید و آواز داد
کہ ایک بوڑھا صبح کو مانگنے نکلا		اس نے ایک مسجد کا دروازہ دیکھا اور صدا دی
یکے گفتش ایں خانۂ خلق نیست	۴	کہ چیزے دہندت بشوخی مایست
کسی نے اس سے کہا کہ یہ مخلوق کا گھر نہیں ہے		کہ تجھے وہ کوئی چیز دیں شرارت سے نہ ٹھہر
بپرسید ایں خانۂ کیست پس	۵	کہ بخشایشش نیست بر حالِ کس
اس نے پوچھا آخر یہ کس کا گھر ہے		کہ اس کی کسی کے حال پر عنایت نہیں ہے
بگفتا خموش ایں چہ لفظ خطاست	۶	خداوند خانہ خداوند ماست
اس نے کہا چپ رہ یہ کیا غلط بات ہے		گھر کا مالک ہمارا خدا ہے
نگہ کرد قندیل و محراب دید	۷	بسوز از جگر نعرۂ برکشید
اس نے نگاہ کی قندیل اور محراب کو دیکھا		جگر سوزی سے ایک نعرہ مارا
کہ حیفست زیں جا فراتر شدن	۸	دریغست محروم ازیں در شدن
کہ اس جگہ سے آگے بڑھنا ظلم ہے		اس در سے محروم ہونا افسوسناک ہے
نرفتم بنومیدی از ہیچ کوئے	۹	چرا از در حق روم زرد روئے
میں کسی کوچہ سے ناامید ہو کر واپس نہیں ہوا		اللہ کے دروازے سے شرمندہ ہو کر کیسے جاؤں
ہم آں جا کنم دستِ خواہش دراز	۱۰	کہ دانم نگردم تہیدست باز
اسی جگہ بھیک کا ہاتھ پھیلاؤں گا		اسلیے کہ میں جانتا ہوں ہاتھ خالی واپس نہ ہوں گا

(۱) صبر: مکروہات کو برداشت کر لینا۔ ثبات: ثابت قدم رہنا۔ روندگاں: جلنے والے مُراد سالکان راہ حقیقت۔ (۲) چنیں: ایسے۔ نقل دارم: میں نقل رکھتا ہوں۔ زمردانِ راہ: راہ طریقت کے مردوں سے۔ فقیرانِ منعم: مالدار فقیر۔ گدایانِ شاہ: بادشاہ فقیر ہیں۔ (۳) بدریوزہ: بھیک کے لیئے۔ شد: گیا۔ بامداد: صبح صبح۔ درے: ایک دروازہ۔ مسجدے: ایک مسجد۔ دید: دیکھا اس نے۔ آواز داد: آواز دی اس نے۔ صدا لگائی۔ (۴) یکے: ایک نے۔ گفتش: اس سے کہا۔ ایں: یہ۔ خانۂ خلق: مخلوق کا گھر۔ نیست: نہیں ہے۔ چیزے: کوئی چیز۔ دہندت: تجھ کو دیویں۔ بشوخی: شوخی سے۔ مایست: مت ٹھہر۔ (۵) بپرسید: اس نے پوچھا۔ ایں خانہ کیست: یہ کس کا گھر ہے۔ پس: پھر۔ بخشایشش: اس کی بخششیں۔ نیست: نہیں ہیں۔ بر حالِ کس: کسی کی حالت پر۔ (۶) بگفتا: اس نے کہا ایں چہ: یہ کیا۔ لفظِ خطا: غلطی کی بات۔ ست: ہے۔ خداوند خانہ: گھر کا مالک۔ خداوند ما: ہمارا خدا۔ (۷) نگہ کرد: نظر کی۔ دید: دیکھی۔ بسوز: سوز کے ساتھ۔ نعرۂ: ایک نعرہ۔ برکشید: کھینچا اس نے۔ (۸) حیفست: ظلم ہے۔ زیں جا: اس جگہ سے فراتر شدن: آگے بڑھ جانا۔ دریغست: افسوس ہے۔ ازیں در: اس دروازے سے۔ شدن: چلے جانا۔ (۹) نرفتم: نہیں گیا میں۔ بنومیدی: ناامیدی سے۔ از ہیچ کوئے: کسی کوچے سے۔ چرا: کیوں۔ از درِ حق: اللہ کے دروازے سے۔ روم: جاؤں میں۔ زرد رو: شرمندہ یا محروم۔ (۱۰) ہم آں جا: اسی جگہ۔ کنم: کروں گا میں۔ دستِ خواہش: سوال کا ہاتھ۔ دراز: لمبا دانم: میں جانتا ہوں۔ نگردم: نہیں ہوں گا میں۔ تہیدست: خالی ہاتھ۔ باز: واپس۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ حقیقت کی راہ پر چلنے والوں کا صبر و ثابت قدمی حقیقی سالکان حق کی علامت ہے۔ (۲) مجھے (یعنی سعدیؒ کو) یہ بات سالکان حق سے معلوم ہوئی ہے کہ سالکان حق بظاہر فقیر مگر درون خانہ غنی ہوتے ہیں۔ بظاہر گداگر لیکن درحقیقت معرفت حق کے بادشاہ ہیں۔ (۳) کوئی فقیر بھیک مانگنے کی غرض سے علی الصبح نکلا تو اسے (فقیر کو) پہلا پہلا گھر جو نظر آیا وہ مسجد تھی۔ اس نے وہیں صدا لگا دی۔ (۴) کسی شخص نے فقیر کو مسجد کے سامنے صدا لگاتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ یہ مسجد ہے۔ کسی انسان یا مخلوق کا گھر نہیں۔ یعنی یہاں صدا لگانا فضول ہے۔ جا چلا جا۔ (۵) اس (فقیر) نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے جسے کسی غریب پر ترس نہیں آتا۔ وہ کسی کو بخشش نہیں کرتا۔ (۶) اس (قائل) نے کہا۔ خاموش ہو جاؤ۔ اس گھر کا مالک وہ ذات ہے جس کے قبضۂ قدرت میں کل کائنات ہے۔ (۷) اس پر فقیر نے غور سے نظر کی تو اسے محراب و مینار وغیرہ نظر آئے۔ چنانچہ اس (فقیر) نے بڑے سوز و دکھ سے آوازہ (نعرہ) بلند کیا۔ (۸) یہ گھر (مسجد) تو اس ذات کا ہے جو کارسازی رساں ہے۔ اس گھر سے محروم جانا بڑے دکھ کی بات ہے۔ (۹) جب میں (فقیر) ادنیٰ دروازے سے محروم نہیں لوٹتا۔ پھر اتنی بڑی ذات (رازق) کے در سے کیسے محروم لوٹوں گا۔ (۱۰) میں (فقیر) تو اپنا سوالی ہاتھ اسی در (مسجد) پر دراز کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس در سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔

شنیدم کہ سالے مجاور نشست	۱	چو فریاد خواہاں برآورد دست
میں نے سنا ہے کہ ایک سال مجاور بنا بیٹھا رہا		فریادیوں کی طرح ہاتھ اٹھائے رہا
شبے پائے عمرش فروشد بگل	۲	طپیدن گرفت از ضعیفیش دل
ایک رات اس کی عمر کا پیر مٹی میں دھنس گیا		کمزوری کیوجہ سے اس کے دل نے تڑپنا شروع کردیا
سحر برد شخصے چراغش بسر	۳	رمق دید ازو چوں چراغ سحر
صبح کو ایک شخص اس کے سر کے پاس چراغ لے گیا		اس میں اسقدر رمق دیکھی جیسے صبح کا چراغ
ہمیگفت غلغل کناں از فرح	۴	وَمَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَحْ
خوشی میں گنگناتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا		جس نے بھی سخی کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے وہ کھلا ہے
طلب گار باید صبور و حمول	۵	کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول
صابر اور بردبار طلب گار چاہیے		اسلیے کہ میں نے کسی کیمیاگر کو ملول ہوتے نہیں سنا
چہ زرہا بخاکِ سیہ در کند	۶	کہ باشد کہ روزے مسے زر کند
کس قدر روپیہ سیاہ خاک میں ملاتے ہیں		تاکہ ہوسکتا ہے کہ کسی دن تانبے کو سونا کردیں
زر از بہر چیزے خریدن نکوست	۷	نخواہی خریدن بہ از ناز دوست
سونا کوئی چیز خریدنے کے لیے بہتر ہے		دوست کے ناز سے زیادہ بہتر تو کوئی چیز نہ خرید سکے گا
گر از دلبرے دل بتنگ آیدت	۸	دگر غمگسارے بچنگ آیدت
اگر کسی معشوق سے تیرا دل تنگ ہو جائے		کوئی دوسرا غمگسار تیرے ہاتھ آجائے گا
مبر تلخ عیشی ز روئے ترش	۹	بآبے دگر آتشش باز کش
بدمزاج کی وجہ سے کڑوی زندگی نہ گذار		اس کی آگ کو دوسرے پانی سے بجھادے
ولے گر بخوبی ندارد نظیر	۱۰	باندک دل آزار ترکش مگیر
لیکن اگر وہ حسن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا ہے		تھوڑی سی دل آزاری کی وجہ سے اسکو نہ چھوڑ

(۱) شنیدم: میں نے سنا۔ سالے: ایک سال۔ مجاور: پڑوسی بن کر، خادم بن کر۔ نشست: بیٹھا وہ۔ چو: مثل۔ فریاد خواہاں: فریادی لوگ۔ برآورد: نکالے اس نے۔ دست: ہاتھ۔ (۲) شبے: ایک رات۔ پائے عمرش: اس کی عمر کے پاؤں۔ فروشد: دھنس گئے۔ بگل: کیچڑ میں۔ طپیدن: تڑپنا۔ گرفت: شروع کیا۔ از ضعیفیش: کمزوری کی وجہ سے۔ (۳) سحر: صبح سویرے۔ شخصے: ایک شخص۔ برد: لے گیا۔ چراغش: اس کی شین بسر کے ساتھ لگ کر اس کے سر پر۔ چراغ رمق: زندگی کا آخری سانس۔ دید: دیکھا۔ ازو: اس سے۔ چوں: مثل۔ چراغِ سحر: صبح کا چراغ۔ (۴) ہمیگفت: کہتا تھا۔ غلغل کناں: شور کرتے ہوئے۔ فرح: خوشی۔ ومن: اور جس نے۔ دق: کوٹا۔ باب: دروازہ۔ الکریم: سخی۔ انفتح: کھل گیا۔ (۵) طلبگار: طلب کرنیوالا۔ باید: چاہیئے۔ صبور: بہت زیادہ صبر کرنے والا۔ حمول: بہت زیادہ برداشت کرنے والا۔ نشنیدہ ام: میں نے نہیں سنا ہے۔ کیمیاگر: جعلی طور پر سونا چاندی بنانے والا۔ ملول: رنجیدہ۔ (۶) چہ: کتنے۔ زرہا: سونا۔ بخاک سیہ: سیاہ مٹی یا راکھ مراد آگ۔ در: اندر۔ کند: کرتا ہے۔ باشد: ہوسکتا ہے۔ روزے: ایک دن۔ مسے: کوئی تانبا۔ زر: سونا۔ کند: کرلے۔ (۷) زر: سونا۔ از بہر: واسطے۔ چیزے خریدن: کوئی چیز خریدنا۔ نکوست: اچھا ہے۔ نخواہی: تو نہیں خرید سکتا۔ بہ: بہتر۔ از نازِ دوست: دوست کے ناز سے۔ (۸) دلبرے: ایک محبوب۔ آیدت: آجاوے تیرا۔ دگر: دوسرا۔ غمگسار: غم کھانے والا یعنی دوست۔ بچنگ: چنگل میں۔ آیدت: آجاوے تیرے۔ (۹) مبر: مت لے جا۔ تلخ عیشی: کڑوی زندگی۔ روئے ترش: ترش چہرہ یعنی بدمزاج۔ بآبے دگر: دوسرے پانی کے ساتھ یعنی اور محبوب کے ساتھ۔ آتشش: اسکی آگ۔ باز کش: بجھادے۔ (۱۰) ولے: لیکن۔ بخوبی: حسن میں۔ ندارد: نہ رکھتا ہو۔ نظیر: مثال۔ باندک دل آزار: تھوڑی دل آزاری سے۔ ترکش: اسکا ترک۔ مگیر: مت

تشریح: (۱) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ وہ (فقیر) اس مسجد میں ایک سال تک اللہ کے سامنے روتا اور فریاد کرتا رہا۔ (۲) چنانچہ اسی آہ و فغاں میں اسی مسجد میں اس کی موت واقع ہوگئی۔ کمزوری کی وجہ سے سوز و ساز کی بنا پر اس کا دل تڑپنے لگا۔ (حالت نزع شروع ہوگئی)۔ (۳) صبح کے وقت کوئی شخص اسے (فقیر کو) دیکھنے کے لیے چراغ لے کر آیا تو دیکھا کہ وہ (فقیر) چراغ سحر کی طرح دم توڑ رہا ہے۔ (۴) فقیر برلب یہ کہہ رہا تھا کہ جس شخص نے سخی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ کبھی محروم نہیں رہا۔ (لازماً وہ اپنی مراد پالیتا ہے)۔ (۵) بقول شیخ سعدیؒ طلبگار کو ہمیشہ صابر اور متحمل مزاج ہونا چاہیئے۔ کیونکہ کیمیاگر بالآخر امید کی کرن پالیتا ہے (یعنی کبھی بد دل نہیں ہوتا)۔ (۶) وہ (کیمیاگر) تجربات کی بھٹی میں بہت سا سونا مٹی میں ملا دیتا ہے۔ شاید کہ کسی دن تانبہ سونا بن جائے۔ (۷) مال و دولت سے ہر چیز خریدی جاسکتی ہے۔ لیکن دوست کی ادائیں اور نوازشات سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ (۸) اگر کوئی محبوب اپنے عاشق کی دل آزاری سے باز نہیں آتا تو اسے (عاشق کو) چاہیئے کہ وہ کوئی دوسرا محبوب ڈھونڈھ لے۔ (۹) تلخ نوا اور بدمزاج دوست کی وجہ سے اپنی زندگی میں تلخی پیدا نہ کر۔ بلکہ اپنے دل کی آگ کسی اور پانی (محبوب کی اداؤں) سے بجھالے۔ (۱۰) اگر دوسرا محبوب حسن و جمال میں پہلے محبوب کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ (کم حسین ہے)، تو معمولی سی دل آزاری سے اسے (پہلے محبوب کو) نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

توان از کسے دل بپرداختن	۱	کہ دانی کہ بے او تواں ساختن
اس شخص سے دل ہٹایا جا سکتا ہے		جسکے بارے میں تجھے معلوم ہو کہ اسکے بغیر گزارا ہو سکتا ہے
حکایت در معنی آنکہ طالب صادق بجفا برنگردد		
قصہ اس بیان میں کہ سچا عاشق ظلم برداشت کرنے سے نہیں ہٹتا		
شبے تا سحر صالحے زندہ داشت	۳	سحر دستہائے دعا بر فراشت
ایک بزرگ نے تمام رات عبادت کی		صبح کو دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے
یکے ہاتف انداخت در گوش پیر	۴	کہ بے حاصلی رو سر خویش گیر
بوڑھے کے کان میں ہاتف نے کہا		تو بے مراد ہے اپنا راستہ پکڑ
بریں در دعائے تو مقبول نیست	۵	بخواری برو یا بزاری بایست
اس دروازے پر تیری دعا مقبول نہیں ہے		ذلت سے نکل جا یا کھڑا روتا رہ
شبے دیگر از ذکر و طاعت نخفت	۶	مریدے زحالش خبر داشت گفت
دوسری رات کو ذکر اور عبادت کی وجہ سے نہ سویا		ایک مرید کو اس کے حال کا علم تھا اس نے کہا
چو دیدی کزاں روئے بستست در	۷	بہ بے حاصلی سعی چندیں مبر
جب تجھے معلوم ہے کہ اس جانب تیرا دروازہ بند ہے		بے کار اتنی کوشش نہ کر
بدیباچہ بر اشک یاقوت فام	۸	بحسرت ببارید و گفت اے غلام
چہرہ پر یاقوت جیسے آنسو		حسرت سے اس نے بہائے اور کہا اے لڑکے
مپندار گر وے عناں بر شکست	۹	کہ من باز دارم ز فتراک دست
یہ نہ خیال کر کہ اگر اس نے باگ موڑ لی ہے		میں شکار خانہ سے ہاتھ اٹھا لونگا
بنومیدی آنگاہ بگر دیدمے	۱۰	ازیں در کہ راہ دگر دیدمے
ناامیدی سے میں اس وقت واپس ہوتا		اس راستہ کے سوا میں دوسرا راستہ دیکھتا

(۱) تواں بپرداختن: اعراض کر سکتے ہیں۔ از کسے: ایسے شخص سے۔ دانی: تو جانتا ہو۔ بے او: اس کے بغیر۔ تواں ساختن: بنانا ممکن ہے یعنی گزارا۔ (۲) معنی آنکہ: اس چیز کا مضمون۔ طالب صادق: سچا عاشق۔ بجفا: ظلم سے۔ برنگردد: پھر نہیں جاتا۔ (۳) شبے: ایک رات۔ تا سحر: صبح تک۔ صالحے: ایک نیک آدمی۔ زندہ داشت: زندہ رکھی یعنی عبادت کی۔ سحر: صبح۔ دستہائے دعا: دعا کے ہاتھ۔ بر فراشت: اٹھائے اس نے۔ (۴) یکے: ایک۔ ہاتف: غیب سے آواز دینے والا۔ انداخت: ڈالی اس نے۔ گوش پیر: بوڑھے کا کان۔ بے حاصلی: بے حاصل ہے تو۔ رو: جا۔ سر خویش: اپنا سر۔ گیر: پکڑ۔ (۵) بریں در: اس دروازے پر۔ دعائے تو: تیری دعا۔ مقبول نیست: مقبول نہیں ہے۔ بخواری: ذلت کے ساتھ۔ برد: چلا جا۔ بزاری: عاجزی کے ساتھ۔ بایست: ٹھہر رہ۔ (۶) شبے: ایک رات۔ دیگر: دوسری۔ ذکر و طاعت: خدا کی یاد اور بندگی۔ نخفت: نہ سویا وہ۔ مریدے: ایک مرید۔ زحالش: اس کے حال سے۔ خبر داشت: اطلاع پائی۔ گفت: اس نے کہا۔ (۷) چو: جب۔ دیدی: تو نے دیکھا۔ کزاں روئے: کہ اس طرف سے۔ بستست: بند ہے۔ در: دروازہ۔ بے حاصلی: بے فائدہ۔ سعی چندیں: اتنی کوشش۔ مبر: مت لے جا۔ (۸) بدیباچہ: رخساروں پر۔ بر: زائد۔ اشک یاقوت فام: یاقوتی رنگ کے آنسو۔ بحسرت: حسرت کے ساتھ۔ ببارید: برسائے اس نے۔ گفت: کہا۔ اے غلام: اے لڑکے۔ (۹) مپندار: مت سمجھ۔ گر وے: اگر اس نے۔ عناں: باگ۔ بر شکست: توڑ ڈالی یا موڑ لی۔ من: میں۔ باز دارم: روک لوں گا۔ فتراک: شکار دان۔ دست: ہاتھ۔ (۱۰) بنومیدی: ناامیدی کے ساتھ۔ آنگاہ: اسی وقت۔ بگر دیدمے: میں پھر جاتا۔ ازیں در: اس دروازے سے۔ راہ دگر: دوسرا راستہ۔ دیدمے: میں دیکھتا۔

تشریح: (۱) جس محبوب کے بغیر زندگی پنپ سکتی ہے اسے چھوڑ دو۔ ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی محبوب ہے کہ اس کے بغیر زندگی گذارنا محال ہے۔ (۲) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس کا عشق سچا ہوتا ہے وہ ظلم کی وجہ سے (محبوب سے) منہ نہیں موڑتا۔ (۳) کوئی نیک بزرگ ساری رات عبادت میں مصروف رہا۔ پھر سحری (یا تہجد) کے وقت اس (بزرگ) نے دعا کے لیئے ہاتھ پھیلا دیئے۔ (۴) چنانچہ دعا کے دوران آواز آئی کہ تیری دعا و عبادت کچھ بھی قبول نہیں۔ کیونکہ تو بے مراد ہے۔ (۵) اس در پر تجھے (بزرگ کو) کچھ نہیں ملے گا۔ تیرا دل چاہے تو بیٹھا رہ ورنہ ذلت و خواری کے ساتھ چلا جا۔ (۶) وہ (بزرگ) صبر و شکر کے ساتھ دوسری رات بھی شب بیداری کرنے لگا۔ اس پر مرید نے کہا۔ کہ یہ دروازہ اب کبھی نہیں کھل سکتا۔ (۷) جب معلوم ہو چکا کہ اب یہ دروازہ کبھی نہ کھلے گا تو نامرادی کے اس حال میں اتنی کوشش بے سود ہے۔ (۸) مُرید کی یہ بات سن کر بزرگ کے رخساروں پر خون کے آنسو ٹپکنے لگے۔ اور وہ (بزرگ) کہنے لگا کہ اے لڑکے (مُرید)۔ (۹) یہ نہ سمجھنا کہ اس (اللہ تعالیٰ) نے مجھے نظر انداز کر دیا ہے تو میں بھی اسے چھوڑ کر کسی اور دروازے پر چلا جاؤں گا۔ ہرگز نہیں۔ (۱۰) کیونکہ اس (اللہ تعالیٰ) کو مجھ جیسے عبادت گذار بہت مل جائیں گے۔ مگر اس (اللہ تعالیٰ) جیسا مجھے کہیں بھی نہیں ملے گا۔

چو خواہندہ محروم گشت از درے	۱	چہ غم گر شناسد در دیگرے
جب بھکاری کسی دروازے سے محروم ہو		اگر وہ دوسرے راستہ سے واقف ہے تو اسکو کیا غم ہے
شنیدم کہ راہم دریں کوئے نیست	۲	ولے ہیچ راہے دگر روئے نیست
میں نے سن لیا ہے کہ اس کوچہ میں میرے لیئے راستہ نہیں ہے		لیکن دوسری جانب بھی تو کوئی راستہ نہیں ہے
دریں بود سر بر زمین فدا	۳	کہ گفتند در گوش جانش ندا
وہ اس حالت میں تھا کہ فدا کاری کی زمین پر سر تھا		کہ اچانک اسکے دل کے کان میں انہوں نے آواز دی
قبولست گرچہ ہنر نیستت	۴	کہ جز ما پناہ دگر نیستت
اگرچہ اس کو لیاقت نہیں ہے لیکن قبول ہے		اسلیئے کہ اسکے لیئے ہمارے سوا کوئی پناہ نہیں ہے

حکایت[5]

کہانی

یکے در نشاپور دانی چہ گفت	۶	چو فرزندش از فرض خفتن بخفت
تجھے معلوم ہے کہ نیشاپور میں ایک شخص نے کیا کہا		جب اس کا لڑکا عشا کی نماز بغیر پڑھے سوگیا
توقع مدار اے پسر گر کسی	۷	کہ بے سعی ہرگز بجائے رسی
اے لڑکے اگر تو انسان ہے تو یہ توقع نہ رکھ		کہ بغیر کوشش کے کسی مقام پر پہنچ جائے گا
سمیلان جو بر نگیرد قدم	۸	وجودیست بے منفعت چو عدم
جو کا سمیلان قائم نہیں رہتا ہے		عدم کی طرح کا بے منفعت وجود ہے
طمع دار سود و بترس از زیاں	۹	کہ بے بہرہ باشند فارغ زیاں
فائدے کی امید رکھ اور نقصان سے ڈر		اسلیئے کہ فارغ البال زندگی والے بے نصیب ہیں

(۱) چو: جب۔ خواہندہ: سوالی۔ محروم گشت: محروم ہوگیا از درے: ایک دروازے سے۔ چہ غم: کیا غم۔ بشناسد: پہچانتا ہے۔ در دیگرے: دوسرا دروازہ۔ (۲) شنیدم: میں نے سنا۔ راہم: میری راہ۔ دریں کوئے: اس کوچے میں۔ نیست: نہیں ہے۔ ولے: لیکن۔ ہیچ راہے: کوئی راہ۔ دگر روئے: دوسری طرف۔ نیست: نہیں ہے۔

(۳) دریں: اسی خیال میں۔ بود: تھا۔ بر زمین فدا: فدائی کی زمین پر۔ گفتند: انہوں نے کہا یعنی فرشتوں نے۔ در گوش جانش: اس کی جان کے کان میں۔ ندا: آواز

(۴) قبولست: قبول ہے۔ نیستت: نہیں ہے تجھ کو۔ جز ما: ہمارے سوا۔ پناہ دگر: دوسری پناہ۔ (۵) حکایت: کہانی

(۶) یکے: ایک۔ نشاپور: خراسان' موجودہ روس کا ایک شہر۔ دانی: تو جانتا ہے۔ چہ گفت: اس نے کیا کہا چو: جب۔ فرزندش: اس کا بیٹا۔ فرض خفتن: سونے کا فرض یعنی عشا کی نماز۔ بخفت: سوگیا۔

(۷) توقع: اُمید۔ مدار: نہ رکھ۔ پسر: لڑکا۔ گر کسی: اگر تو کوئی شخص ہے۔ بے سعی: بغیر کوشش کے۔ بجائے: کسی مرتبے کو۔ رسی: پہنچے گا تو۔

(۸) سمیلان جو: جو کے ٹھنٹھ یا موڈھ۔ بر نگیرد: نہیں پکڑتے۔ وجودیست: ایک وجود ہے۔ بے منفعت: بغیر نفع کے۔ چو عدم: عدم کی طرح۔

(۹) طمع: لالچ۔ دار: رکھ۔ سود: نفع۔ بترس: ڈر۔ از زیاں: نقصان سے۔ بے بہرہ: بے نصیب۔ باشند: ہوویں۔ فارغ زیاں: فارغ جینے والے۔

تشریح: (۱) اگر کسی سائل کو دوسرے دروازے پر خیرات مل سکتی ہے تو وہ پہلا دروازہ چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ (۲) مجھے معلوم ہے میرا راستہ اس کوچہ (دربار الہٰی) میں نہیں ہے۔ لیکن اس در کے سوا کوئی دوسرا دروازہ بھی تو نہیں ہے۔ (۳) وہ (بزرگ) اسی حالت میں سر بسجود ہوکر روتا رہا کہ اس کے کان میں آواز آئی۔ (۴) گو کہ تیری دعا و عبادت پُر اثر نہیں۔ لیکن تیرے لیئے دوسری جائے پناہ نہ ہونے کے باعث ہم اسے (دعا و عبادت) قبول کر لیتے ہیں۔ (۵) (عنوان) اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے۔ بلند مرتبہ بہتر کارکردگی کی بنیاد پر حاصل ہوتا ہے سستی و کاہلی سے نہیں۔ (۶) (موجودہ روس کا ایک شہر) نیشاپور میں ایک لڑکے نے نماز عشا نہ پڑھی اور سوگیا۔ (۷) اس (لڑکے) کے باپ نے بطور نصیحت کہا کہ اگر تو انسان ہے تو یہ توقع مت رکھنا کہ بغیر کسی کوشش اور محنت کے کوئی مقام و مرتبہ مل جائے گا۔ (۸) جس طرح خود رو گھاس از خود اُگنے کے بعد خشک ہوکر مرجاتی ہے۔ اسی طرح جد و جہد کے بغیر مقام حاصل کرنے والا شخص بھی فضول ہے۔ (۹) منافع کی توقع پر کام کرنا چاہیئے۔ نقصان کا خوف بھی ہونا چاہیئے۔ جو لوگ فضول وقت گذارتے ہیں۔ وہ بدنصیب ہیں۔

حکایت در صبر بر جفائے آنکہ ازو صبر نتواں کرد

اس شخص کے ظلم پر صبر کرنے کا قصہ جس کے بغیر صبر نہیں آسکتا

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ ثانی
شکایت کند نو عروسِ جواں	۲	بہ پیرے ز دامادِ نامہرباں
ایک نوجوان کی دلہن شکایت کرتی ہے		بوڑھے سے ظالم داماد کی
کہ مپسند چندیں کہ با ایں پسر	۳	بتلخی رود روزگارم بسر
کہ یہ بات گوارا نہ کر کیونکہ اس لڑکے کے ساتھ		کڑواہٹ سے میری زندگی کٹ رہی ہے
کسانیکہ با من دریں منزلند	۴	نہ بینم کہ چوں من پریشاں دلند
وہ عورتیں جو میرے ساتھ اس مقام پر ہیں		میں نہیں دیکھتی کہ وہ میری طرح پریشان دل ہیں
زن و مرد باہم چناں دوستند	۵	کہ گوئی دو مغز و یکے پوستند
بیوی اور شوہر آپس میں ایسے دوست ہیں		کہ گویا دو گری اور ایک چھلکا ہیں
ندیدم دریں مدت از شوئے من	۶	کہ بارے بخندید در روئے من
میں نے اس عرصہ میں اپنے شوہر سے یہ نہیں دیکھا		کہ وہ ایک مرتبہ بھی مجھے دیکھ کر مسکرایا ہے
شنید ایں سخن پیر فرخندہ فال	۷	سخنداں بود مرد دیرینہ سال
مبارک نصیب بوڑھے نے یہ بات سنی		زیادہ عمر کا آدمی بات سمجھنے والا ہوتا ہے
جوابے چہ پیرانہ اش گفت خوش	۸	کہ گر خوبرویست بارش بکش
کیا اچھے پیرایہ میں اس کو جواب دیا		کہ اگر وہ حسین ہے اس کا بوجھ برداشت کر
دریغست رو از کسے تافتن	۹	کہ دیگر نشاید چنوں یافتن
ایسے شخص سے منہ موڑنا افسوسناک ہے		جس کا مثل دوسرا نہ پایا جائے
چرا سرکشی زانکہ گر سر کشد	۱۰	بحرفِ وجودت قلم در کشد
تو کیوں سرکشی کرتی ہے اس سے جو سرکشی کرے		تو تیرے وجود کے حرف پر قلم پھیر دے گا

(۱) جفائے آنکہ: اس شخص کی جفا ہو کہ۔ ازو: اس سے۔ نتواں کرد: نہ کر سکتے ہوں۔ (۲) شکایت کند: شکایت کرتی ہے۔ نوعروس: نئی دلہن۔ بہ پیرے: ایک بوڑھے کے پاس۔ ز داماد نامہرباں: ظالم داماد کی۔
(۳) مپسند: مت پسند کر۔ چندیں: اتنا کہ۔ با ایں پسر: اس لڑکے کے ساتھ۔ بتلخی: تلخی سے۔ رود: جاتی ہے۔ کٹ رہی ہے۔ روزگارم: میری زندگی۔ بسر: آخر کو۔
(۴) کسانیکہ: جو لوگ کہ۔ بامن: میرے ساتھ۔ دریں منزلند: اس منزل میں ہیں۔ نہ بینم: میں نہیں دیکھتی۔ چوں من: میری طرح۔ پریشاں دلند: پریشان دل والے ہیں۔
(۵) زن و مرد: عورت اور مرد۔ باہم: آپس میں۔ چناں: ایسے۔ دوستند: دوست ہیں۔ گوئی: تو کہے۔ یکے: ایک۔ پوستند: چھلکا ہیں۔
(۶) ندیدم: میں نے نہیں دیکھا۔ دریں مدت: اس مدت میں۔ شوئے من: میرا شوہر۔ بارے: ایک بار۔ بخندید: ہنسا ہو۔ در روئے من: میرے چہرے میں۔
(۷) شنید: سنی۔ ایں سخن: یہ بات۔ پیر فرخندہ فال: مبارک فال والا بوڑھا۔ سخنداں: بات جاننے والا۔ بود: ہووے۔ مرد دیرینہ سال: لمبی عمر والا آدمی۔
(۸) جوابے: ایک جواب۔ چہ پیرانہ: کیا بوڑھوں جیسا۔ گفت: اس نے کہا۔ خوش: اچھا۔ خوبرویست: خوب صورت ہے۔ بارش: اس کا بوجھ۔ بکش: کھینچ۔
(۹) دریغست: افسوس ہے۔ رو: چہرہ۔ از کسے: ایسے شخص سے۔ تافتن: پھیرنا۔ دیگر: دوسرا۔ نشاید یافتن: نہ پا سکتے ہوں۔ چناں: ایسا۔
(۱۰) چرا: کیوں۔ سرکشی: سر کھینچتی ہے تو۔ زانکہ: اس شخص سے کہ۔ سر کشد: سر کھینچے۔ بحرف وجودت: تیرے وجود کے حرف پر۔ در کشد: کھینچ دیوے۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ محبوب کے بغیر بن نہ پڑتی ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کی تلخیاں برداشت کرے۔ (۲) ایک نئی نویلی دلہن اپنے باپ کو اس (باپ) کے داماد (دلہن کا خاوند) کے مظالم پر مشتمل شکایت کرتی ہے۔ (۳) (اے ابا جان:) اس لڑکے (دلہن کے خاوند) کو اتنا اچھا نہ سمجھو۔ کیونکہ اس کے ساتھ میری زندگی کے دن تلخیوں سے گذر رہے ہیں۔ (۴) جو خواتین میری طرح اپنے خاوندوں کے مظالم کا شکار ہونے کے باعث تلخ زندگی گذار رہی ہیں۔ وہ صبر و تحمل کی وجہ سے پریشان حال نظر نہیں آتیں۔ (۵) میاں بیوی کے مابین دوستانہ روابط کا ایسا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جیسے ایک چھلکے میں بند دو مغز (گریاں) ہوتے ہیں۔ (۶) پہلے دن سے اب تک اس (میرے خاوند) نے کبھی ہنس کر دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ (۷) تجربات میں منجھے ہوئے باپ نے اپنی بچی کی شکایت سن کر عجیب سا جواب دیا۔ کہ اگر وہ (خاوند) حسن و جمال کے باعث تیرا پسندیدہ ہے تو اس کی ہر بے رُخی برداشت کر۔ (۸) اس (باپ) کا جواب عجیب ہی نہیں بلکہ بزرگانہ بھی ہے کہ خوبصورتی ایسی خوبی ہے کہ زندگی کی تمام تلخیاں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ (۹) ایسے (خوبصورت) شخص کو چھوڑنا دانشمندی کے خلاف ہے کہ اس جیسا (حسین و جمیل) کہیں اور (دوسری جگہ) نہ مل سکے۔ (۱۰) خاوند سے سرکشی کرنا خود خاوند کو سرکشی پر اکسانا ہے۔ خاوند کی سرکشی طلاق کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ جس کا کوئی علاج نہیں۔

مصرع اول		مصرع دوم
رضا دہ بفرمانِ حق بندہ وار	۱	کہ چوں او نہ بینی خداوندگار
اللہ کے حکم پر بندوں کی طرح راضی رہ		اس لیئے اس جیسا آقا تو نہ دیکھ سکے گی

حکایت[2]

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
یکم روز بر بندۂ دل بسوخت	۳	کہ مے گفت و فرمانِدہش مے فروخت
ایک دن ایک غلام پر میرا دل جل گیا		جو کہہ رہا تھا اور اس کا آقا اسکو بیچ رہا تھا
ترا بندہ از من بہ افتد بسے	۴	مرا چوں تو دیگر نیفتد کسے
تجھے مجھ سے بہتر بہت غلام مل جائیں گے		مجھے تجھ جیسا دوسرا نہ ملے گا

حکایت در معنیٔ اختیارِ درد بر درماں از قبل دوست[5]

دوست کی جانب سے درد کو علاج پر ترجیح دینے کے بیان میں قصہ

مصرع اول		مصرع دوم
طبیبے پری چہرہ در مرو بود	۶	کہ در باغِ دل قامتش سرو بود
مرو میں ایک طبیب تھا جس کا چہرہ پری جیسا تھا		دل کے باغ میں جس کا قد سرو جیسا تھا
نہ از دردِ دلہائے ریشش خبر	۷	نہ از چشمِ بیمار خویشش خبر
نہ اسس کو زخمی دلوں کے درد کا علم تھا		نہ اپنی بیمار آنکھوں کی اسس کو خبر تھی
حکایت کند دردمندِ غریب	۸	کہ خوش بود چندے سرم با طبیب
ایک پردیسی بیمار بیان کرتا ہے		کہ طبیب سے کچھ دن مجھے عشق رہا !
نمے خواستم تندرستیٔ خویش	۹	کہ دیگر نیاید طبیبم بہ پیش
میں اپنا اچھا ہونا نہ چاہتا تھا		اس لیئے کہ پھر طبیب میرے پاس نہ آئے گا
بسا عقلِ زور آور چیرہ دست	۱۰	کہ سودائے عشقش کند زیر دست
بہت سی تیز ہوشیار عقلیں ہیں		جن کو عشق کا جنون مغلوب کر لیتا ہے

(۱) رضا دہ: رضامندی دے۔ بفرمانِ حق: اللہ کے فرمان پر۔ بندہ وار: غلام کی طرح۔ چوں او: اسس جیسا۔ نہ بینی: نہیں دیکھے گا تو۔ خداوندگار: مالک خدا۔
(۲) حکایت: کہانی۔ (۳) یکم روز: ایک دن میرا۔ بر بندۂ: ایک غلام پر۔ دل بسوخت: دل جل گیا ہے۔ گفت: کہتا تھا وہ۔ فرمانِدہش: اسس کا آقا۔ مے فروخت: بیچ رہا تھا۔ (۴) ترا: تجھ کو۔ از من بہ: مجھ سے بہتر۔ افتد: پڑ جائے گا۔ بسے: بہت۔ مرا: مجھ کو۔ چوں: تو تیرا جیسا۔ دیگر: دوسرا۔ نیفتد: نہیں واقع ہوگا، نہیں ملے گا۔ کسے: کوئی شخص
(۵) حکایت: کہانی۔ درمعنی: بیان میں۔ اختیارِ درد: درد پر ترجیح۔ بر درماں: علاج پر۔
(۶) طبیبے: ایک طبیب۔ پری چہرہ: پری کے چہرے والا۔ مرو: خراسان' موجودہ روس کا ایک شہر۔ بود تھا۔ در باغِ دل: دل کے باغ میں۔ قامتش: اسس کا قد۔ سرو: ایک سیدھا اور مخروطی درخت۔
(۷) دردِ دلہا: دلوں کا درد۔ ریشش: زخمی، اسس کا شین خبر کے ساتھ لگتا ہے یعنی اس کو خبر۔ چشمِ بیمار خویشش: اپنی بیمار آنکھ سے اس کو۔
(۸) حکایت کند: حکایت کرتا ہے۔ دردمندِ غریب: مسافر بیمار۔ خوش بود: خوش تھا۔ چندے: کچھ دن سرم: میرا سر یا میرا خیال۔ باطبیب: حکیم کے ساتھ۔
(۹) نمے خواستم: میں نہیں چاہتا تھا۔ تندرستیٔ خویش، اپنی تندرستی۔ دیگر: پھر۔ نیاید: نہیں آوے گا۔ طبیبم: اسکی میم پیش کے ساتھ لگ کر میرے سامنے۔
(۱۰) بسا: بہت سی۔ عقل زور آور: زور والی عقل یعنی تیز۔ چیرہ دست: اصل چیرہ دست: غالب۔ سودائے عشقش: عشق کا جنون اسکو۔ کند: کرتا ہے۔ زیر دست: عاجز یا مغلوب۔

تشریح: (۱) انسان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں جچتی۔ کیونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) قادرِ مطلق ہے۔ اگر اس نے بندے کو دھتکار دیا تو دوسری مخلوق پیدا کرکے فرمانبرداری کرالے گا۔ لیکن سرکش انسان کو دوسرا اللہ نہیں ملے گا۔ (۲) عنوان: اسس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عابدوں کی کمی نہیں۔ لیکن بندوں کو دوسرا اللہ نہیں مل سکتا۔ اسس لیئے اسے (اللہ تعالیٰ کو) نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ (۳) ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کوئی آقا اپنے غلام کو فروخت کر رہا تھا۔ مگر غلام کو اپنے آقا سے جُدا ہونا ناگوار تھا۔ چنانچہ غلام کی یہ کیفیت دیکھ کر میرا (شیخ سعدیؒ کا) دل جل اٹھا۔ (۴) جب وہ (آقا) اپنے غلام کا سودا کرنے لگا تو غلام نے رو رو کر عرض کیا کہ مجھے اپنے سے جُدا مت کرو۔ کیونکہ آپ کو مجھ سے اچھے غلام مل جائیں گے۔ لیکن مجھے آپ جیسا "آقا" کبھی نہ ملے گا۔ (۵) عنوان۔ اسس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر درد سہہ کر محبوب کا وصال ممکن ہے تو درد میں ڈوبا رہنا چاہیئے۔ (۶) مرو روس کے شہر خراسان کا ایک علاقہ ہے۔ جس میں ایک حسین ترین طبیب رہائش پذیر تھا جس کا قد سروؔ کے درخت کی طرح سیدھا اور مخروطی تھا۔ (۷) جو مریض بھی اس کے مطب میں آتا تھا۔ وہ دل کی دنیا میں اسی (طبیب) کا ہو کے رہ جاتا تھا۔ اسے کسی کے دردِ دل کی خبر نہ تھی اور نہ ہی اپنی آنکھ کے تیر کے زخم سے آگاہ تھا۔ (۸) اسی طرح ایک مسافر مریض کا کہنا ہے کہ میں اپنے محبوب (طبیب) کے شفاخانے میں مرضِ عشق میں مبتلا ہو کر کچھ دن پڑا رہا۔ (۹) میں (مریض) اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا گو رہتا تھا کہ مجھے کبھی تندرستی نصیب نہ ہو تاکہ میں اس (محبوب طبیب) کے دیدار سے محظوظ ہوتا رہوں۔ (۱۰) عقل خواہ کتنی ہی تیز اور زیرک کیوں نہ ہو۔ مرضِ عشق میں مبتلا ہو کر وہ (عقل) مغلوب ہو جاتی ہے۔

مصرع اول		مصرع ثانی
چو سودا خرد را بمالید گوش	۱	نیاید دگر سر بر آورد ہوش
جب عشق عقل کے کان کھینچتا ہے		پھر ہوش سر نہیں ابھارتا

حکایت در معنیٔ[2] استیلائے عشق بر عقل

عشق کے عقل پر غلبہ کے بیان میں

مصرع اول		مصرع ثانی
یکے پنجۂ آہنیں راست کرد	۳	کہ با شیر زور آوری خواست کرد
ایک شخص نے آہنی پنجے کو ٹھیک کیا		کیونکہ اس نے شیر کے ساتھ زور آزمائی ٹھانی
چو شیرش بسر پنجہ در خود کشید	۴	دگر زور در پنجۂ خود ندید
جب اسکو شیر نے پنجہ سے اپنی طرف کھینچا		پھر اس نے اپنے پنجے میں زور نہ دیکھا
یکے گفتش آخر چہ خسپی چو زن	۵	بسر پنجۂ آہنینش بزن
ایک شخص نے اس سے کہا عورت کیطرح کیا سو رہا ہے		اس کو آہنی پنجے سے مار
شنیدم کہ مسکیں در آں زیر گفت	۶	نشاید بدیں پنجہ با شیر گفت
میں نے سنا ہے کہ بیچارہ نیچے پڑا ہوا کہہ رہا تھا		اس پنجے سے شیر کے ساتھ مار بیٹھ نہیں ہوسکتی
چو بر عقل دانا شود عشق چیر	۷	ہماں پنجۂ آہنیں ست و شیر
جب عقلمند کی عقل پر عشق غالب آجاتا ہے		وہی آہنی پنجے اور شیر (کا قصہ) ہے
چو عشق آمد از عقل دیگر مگو	۸	کہ در دستِ چوگاں اسیر است گو
جب عشق ہوجائے پھر عقل کی بات نہ کر		اسلیئے کہ گیند تو بلے کے ہاتھ میں قیدی ہے

حکایت در معنیٔ[9] عزتِ محبوب در نظر محب

قصہ عاشق کی نظروں میں معشوق کی عزت کے بیان میں

مصرع اول		مصرع ثانی
میانِ دو عم زادہ وصلت فتاد	۱۰	دو خورشید سیمائے مہتر نژاد
دو چچا زادوں میں شادی ہوگئی		دونوں آفتاب جیسے چہرے والے شریف النسل تھے

(۱) چو: جب۔ سودا: عشق۔ خرد: عقل۔ بمالید: ملا۔ گوش: کان۔ نیاید برآورد: نہیں لاسکے گا۔ دگر: پھر۔ (۲) معنیٰ: مضمون۔ استیلائے: عشق کا غلبہ پالینا۔ (۳) یکے: ایک شخص۔ پنجۂ آہنیں: فولادی پنجہ۔ راست کرد: سیدھا کیا۔ زور آوری: زور لانا، مقابلہ کرنا۔ خواست کرد: کرنا چاہیئے۔
(۴) چو: جب۔ شیرش: شیر نے اس کو۔ بسر پنجہ: پنجے کے ساتھ۔ در خود: اپنی طرف۔ کشید: کھینچا۔ دگر: پھر۔ پنجۂ خود: اپنا پنجہ۔ ندید: نہ دیکھا۔
(۵) یکے: ایک۔ گفتش: کہا اس کو۔ چہ خسپی: کیا سوتا ہے تو۔ چو زن: مثل عورت کی۔ بسر پنجۂ آہنینش: اپنے فولادی پنجے سے اسکو۔ بزن: مار۔
(۶) شنیدم: میں نے سنا۔ در آں زیر: اس کے نیچے۔ گفت: کہا اس نے۔ نشاید، گفت کے ساتھ لگ کر نہیں کوٹ سکتے یعنی نہیں مقابلہ کرسکتے۔ بدیں پنجہ: اس پنجہ سے۔ (۷) چو: جب۔ عقل دانا: سمجھ دار کی عقل۔ شود: ہوجاوے۔ چیر: غالب ہماں: وہی۔ پنجۂ آہنیں: لوہے کا پنجہ۔ ست: ہے
(۸) آمد: آیا۔ از عقل: عقل کے متعلق۔ دیگر: پھر مگو: مت ڈھونڈ۔ دستِ چوگان: بلے کے ہاتھ۔ اسیر: قیدی۔ ست: ہے۔ گو: گیند۔
(۹) معنیٰ عزتِ محبوب: محبوب کی عزت کے معنی میں۔ نظر محب: عاشق کی نظر۔ (۱۰) میان: درمیان۔ دو عم زادہ: دو چچا زاد۔ وصلت: شادی۔ فتاد: ہوگئی۔ خورشید سیما: سورج کی پیشانی والے۔ مہتر نژاد: سرداروں کی اولاد۔

تشریح: (۱) جب عشق اپنے تقاضے پورے کرنے پر تل جائے تو پھر ہوش و حواس اپنا سر جھکانے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ (۲) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب عشق غالب ہوجاتا ہے تو اس کی مثال شیر جیسی ہوجاتی ہے۔ جس کے سامنے عاشق بے بس ہوجاتا ہے۔ (۳) ایک شخص نے شیر کے ساتھ لڑائی کرنے کے لیئے اپنے ہاتھوں پر لوہے کے پنجے چڑھا دیئے تاکہ شیر سے مقابلہ کرنے میں اپنی حفاظت ہوسکے۔ (۴) جب شیر نے اسے (مقابل میں آنے والے شخص کو) پنجے سے پکڑ کر جھنجھوڑا تو اس کے تمام کس بل نکل گئے۔ غلبۂ عشق سے بھی اسی طرح سب کچھ کافور ہوجاتا ہے۔ (۵) ایک شخص نے اسے (شیر سے لڑنے والے کو) غیرت دلائی کہ جوانوں کی طرح مقابلہ کر۔ عورتوں کی طرح نیچے پڑا ہوا کیا سو رہا ہے۔ (۶) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ آہنی پنجہ پہن کر شیر سے لڑنے والے نے نیچے کراہتے ہوئے جواب دیا کہ اس نقلی پنجے سے شیر کا مقابلہ کرنا دشوار ہے۔ (۷) جب عقل پر عشق کا نشہ چھا جائے تو پھر فولادی پنجے اور شیر والی مثال صادق آتی ہے۔ (۸) عشق کا غلبہ ہونے کے بعد عقل کی بے بسی ایسے ہی ہے جیسے بلے کے سامنے گیند کی بے بسی ہوتی ہے۔
(۹) عنوان۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ عاشق کی نظر میں محبوب کا مقام و اعزاز اس قدر بلند ہوتا ہے کہ اس (محبوب) کا جبر و تشدد بھی اچھا لگتا ہے۔ (۱۰) دو چچا زادوں (لڑکا و لڑکی) کی باہم شادی ہوئی۔ وہ دونوں (لڑکا و لڑکی) شریف النسل اور شریف الطبع تھے، خوبصورت تھے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	یکے رابغایت خوش افتادہ بود	دگر نافر و سرکش افتادہ بود
	ایک کو انتہا درجہ کا عشق تھا	دوسرا متنفر اور سرکش واقع ہوا تھا
۲	یکے لطف وخلق پری وار داشت	یکے روئے در روئے دیوار داشت
	ایک محبت اور پری جیسے اخلاق رکھتا تھا	دوسرا چہرہ دیوار کی طرف رکھتا تھا
۳	یکے خویشتن رابیارا ستے	دگر مرگِ خویش از خدا خواستے
	ایک اپنے آپ کو سنوارتا بناتا	دوسرا اپنی موت کا خواہشمند تھا
۴	پسر را نشاندند پیران دہ	کہ مہرت بر و نیست مہرش بدہ
	گاؤں کے بوڑھوں نے لڑکے کو بٹھایا	کہ جب تجھے اس سے محبت نہیں ہے تو اسکا مہر ادا کردے
۵	بخندید وگفتا بصد گو سفند	تغابن نباشد رہائی زبند
	وہ ہنسا اور بولا، سو بکریوں کے بدلے	قید سے چھٹکارا گھاٹے کی بات نہیں ہے
۶	بناخن پری چہرہ مے کند پوست	کہ ہرگز بدیں کے شکیبم زدوست
	پری جیسے چہرہ والی ناخنوں سے کھال نوچتی تھی	کہ میں کبھی بھی دوست کو چھوڑ کر اس پر صبر نہیں کرسکوں گی
۷	کند ترکِ مہر و وفاؤ وصول	مرازاں چہ گر رد کند یا قبول
	وہ محبت اور وفاداری اور وصال کو ترک کرتا ہے	مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں وہ انکار کرے یا قبول
۸	بیا ہم چنیں زندگانی کنم	جفا بینم و مہربانی کنم
	آ اسی طور پر زندگی بسر کروں گی	ظلم سہوں گی اور مہربانی کرتی رہوں گی
۹	زصد گو سفندم کہ سی صد ہزار	نباید بنا دیدن روئے یار
	سو نہیں تیس ہزار بکریاں بھی	دوست کا چہرہ نہ دیکھنے کے بدلے میں نہیں چاہئیں
۱۰	ترا ہرچہ مشغول دارد ز دوست	گر انصاف پرسی دلارامت اوست
	دوست سے تجھے جو چیز بھی بے نیاز بنائے	اگر تو انصاف سے پوچھتا ہے تیرا معشوق تو وہ ہے

(۱) یکے را: ایک کو۔ بغایت: انتہائی۔ خوش افتادہ: خوشی واقع ہوئی تھی۔ دگر: دوسرا۔ نافر: نفرت کرنے والا۔ سرکش: نافرمان۔ افتادہ بود: واقع ہوا تھا۔ (۲) لطف: مہربانی۔ خلق: اخلاق۔ پری وار: پری کی طرح۔ داشت: رکھتا تھا۔ روئے: چہرہ۔ در روئے دیوار: دیوار کی طرف۔ (۳) خویشتن را: اپنے آپ کو۔ بیاراستے: وہ سجاتا۔ دگر: دوسرا۔ مرگِ خویش: اپنی بیماری۔ خواستے: چاہتا وہ۔ (۴) پسر: بیٹا۔ نشاندند: بٹھالیا۔ پیرانِ دہ: دیہات کے بوڑھے۔ مہرت: تجھ کو مہر۔ برو نیست: اس پر نہیں ہے۔ مہرش: اس کا مہر۔ بدہ: دیدے۔ (۵) بخندید: وہ ہنس دیا۔ گفتا: اس نے کہا۔ تغابن: افسوس یا نقصان۔ نباشد: نہیں ہوگا۔ بند: قید۔ (۶) پری چہرہ: پری کے چہرہ والی۔ مے کند: نوچتی تھی۔ پوست: کھال۔ بدیں: اس کے بدلے۔ کے: کب۔ شکیبم: میں صبر کرسکتی ہوں۔ (۷) کند: کرتا ہے۔ ترکِ مہر: محبت کا چھوڑنا۔ وصول: وصال۔ مرا: مجھ کو۔ زاں چہ: اس سے کیا۔ رد کند: رد کردے۔ (۸) بیا ہم چنیں: ایسے ہی۔ کنم: کروں میں۔ جفا بینم: ظلم دیکھوں۔ کنم: کروں میں۔ کہ: بلکہ۔ (۹) صد: سو۔ گو سفند: بکری۔ سی صد ہزار: تین لاکھ۔ نباید: نہیں چاہیئے۔ بنا دیدن: نہ دیکھنے کے بدلے۔ روئے یار: یار کا چہرہ۔ (۱۰) ترا: تجھ کو۔ ہرچہ: جو چیز۔ مشغول دارد: دُور رکھے، روکے۔ انصاف پرسی: انصاف کی بات پوچھے تو۔ دلارامت: تیرا دل آرام یعنی محبوب۔ اوست: وہی ہے۔

تشریح: (۱) ایک (لڑکی) انتہا درجے کی خوشی محسوس کرتی تھی۔ جب کہ دوسرا (لڑکا) اس (بیوی) سے نفرت کرتا تھا۔ سرکش تھا۔ (۲) ایک (لڑکی) پریوں کی طرح محبت میں مست ہوکر اپنا سب کچھ نچھاور کرتی تھی اور دوسرے (لڑکا) کا منہ ہمیشہ دیوار کی طرف رہتا تھا۔

(۳) ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) خود کو اپنے خاوند کے سامنے سولہ سنگھار کرکے پیش کرتی اور دوسرا (لڑکا) اللہ تعالیٰ سے موت کی دعائیں کرتا تھا۔ (۴) گاؤں کے بڑوں نے یہ صورتحال دیکھ کر فیصلہ کیا کہ لڑکے سے حق مہر اور طلاق دلوا کر اسے (لڑکی کو) جاں گسل حالت سے نجات دلائی جائے۔

(۵) لڑکے نے یہ سن کر اپنا فیصلہ کہہ سنایا کہ سو بکریاں دیکر مجھے اگر چھٹکارا حاصل ہوتا ہے تو یہ سودا مہنگا نہیں۔

(۶) لڑکی کی حالت اس (لڑکے) سے بالکل برعکس تھی۔ وہ (لڑکی) چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ سو بکریوں سے میرا کیا بنے گا۔ جب دوست ہی نہ رہا۔ بکریاں کیا کروں گی۔ (۷) وہ (خاوند) اگر مہربانی سے پیش نہیں آتا تو کیا ہوا۔ مجھے محبوب کا وصال تو نصیب ہے۔ مجھ سے میری متاع محبت مت چھینو۔ (۸) وہ (خاوند) اگر مجھ پر جفاؤں کے مظالم توڑتا ہے تو کوئی بات نہیں۔ مگر میں (دلہن) تو وفا و محبت کے تقاضے پورے کرتی ہوں۔ چنانچہ مجھے طلاق دیکر مزید زخمی نہ کرے۔ (۹) محبوب کے وصال کی دولت دنیا بھر کے مال و متاع سے زیادہ قیمتی ہے۔ یہ سو بکریاں کیا چیز ہیں میں (بیوی) تین لاکھ بکریاں بھی اپنے دوست پر قربان کرسکتی ہوں۔ (۱۰) جو شخص مال و دولت کے بدلے میں دوست کو چھوڑ دیتا ہے۔ درحقیقت اس کا محبوب دوست وہی مال و دولت ہی ہے۔

یکے پیش شوریدہ حالے نبشت	۱	کہ دوزخ تمنا کنی یا بہشت
ایک شخص نے خدا کے طالب کو لکھا		تو دوزخ کی تمنا کرتا ہے یا بہشت کی
بگفتا مپرس از من ایں ماجرا	۲	پسندیدم آنچہ او پسندد مرا
اس نے کہا مجھ سے یہ قصہ نہ پوچھ		میں وہی پسند کرتا ہوں جو وہ میرے لیے پسند کرتا ہے

حکایت مجنوں و صدقِ محبّت او با لیلیٰ

مجنوں اور لیلیٰ کے ساتھ اس کی سچی محبّت کا قصہ

بمجنوں کسے گفت کاے نیک پے	۴	چہ بودت کہ دیگر نیائی بحے
مجنوں سے کسی نے کہا اے نیک قدم		تجھے کیا ہو گیا کہ اب تو قبیلہ میں نہیں آتا
مگر در سرت شورِ لیلیٰ نماند	۵	خیالت دگر گشت و میلے نماند
شاید تیرے سر میں لیلیٰ کا سودا نہیں رہا		تیرا خیال بدل گیا ہے اور محبت نہیں رہی ہے
چوں بشنید بیچارہ بگریست زار	۶	کہ اے خواجہ دستم ز دامن بدار
جب بیچارے نے سنا زار زار رونے لگا		کہ اے صاحب مجھے معاف کر
مرا خود دلِ دردمندست خیز	۷	تو نیزم نمک بر جراحت مریز
جا میرا دل تو خود ہی درد مند ہے		تو میرے زخم پر نمک نہ چھڑک
نہ دوری دلیلِ صبوری بود	۸	کہ بسیار دوری ضروری بود
دور رہنا صبر کی دلیل نہیں ہوتی ہے		کیونکہ بسا اوقات دوری ضروری ہوتی ہے
بگفت اے وفادار فرخندہ خو	۹	پیامیکہ داری بلیلیٰ بگو
اس نے کہا اے مبارک عادت والے وفادار		لیلیٰ کے لیے جو تیرا پیغام ہے بتا
بگفتا مبر نامِ من پیشِ دوست	۱۰	کہ حیفست ذکرِ من آنجا کہ اوست
اس نے کہا دوست کے سامنے میرا نام بھی نہ لینا		اسلیئے کہ جہاں وہ ہے اس جگہ میرا ذکر بھی ظلم ہے

(۱) یکے: ایک۔ پیش شوریدہ: مجذوب کے سامنے۔ نبشت: لکھا اس نے۔ تمنا کنی: تمنا کرتا ہے تو۔ (۲) بگفتا: اس نے کہا۔ مپرس: مت پوچھ۔ از من: مجھ سے۔ ایں ماجرا: یہ قصہ۔ پسندیدم: میں نے پسند کر لیا۔ آنچہ: جو کچھ۔ و اصل او: وہ۔ پسندد: پسند کرے۔ مرا: میرے لیئے۔ (۳) مجنوں: دیوانہ، مراد مشہور عاشق جس کا نام قیس تھا۔ صدق محبت او: اس کی محبت کی سچائی۔ لیلیٰ: مجنوں کی محبوبہ، اصل معنی سیاہ۔ (۴) بمجنوں: مجنوں کو۔ کسے: کسی نے گفت: کہا۔ کاے: کہ اے۔ نیک پے: نیک قدموں والے۔ چہ بودت: تجھے کیا ہوا۔ دیگر: پھر۔ نیائی: نہیں آتا تو۔ بحے: قبیلہ یا محلہ میں۔ (۵) مگر: شاید۔ در سرت: تیرے سر میں۔ شور لیلیٰ: لیلیٰ کا شور یعنی عشق نماند: نہیں رہا۔ خیالت: تیرا خیال۔ دگر گشت: اور ہو گیا۔ میلے: رغبت۔ نماند: نہیں رہی۔ (۶) چوں: جب بشنید: سنی یہ بات۔ بگریست: رو پڑا۔ زار: زار و قطار۔ خواجہ: صاحب۔ دستم ز دامن: اس کی میم دامن سے لگ کر ہاتھ میرے دامن سے۔ بدار: اٹھالے یعنی مجھے معاف رکھ۔ (۷) مرا خود: میرا اپنا۔ دل دردمند ست: دردمند دل ہے۔ خیز: تو اٹھ جا۔ نیزم: نیز بھی اس کی میم جراحت کے ساتھ لگ کر میرے زخموں پر مریز: مت گرا۔ (۸) دلیل صبوری: صبر کی دلیل۔ بود: ہووے۔ بسیار: بہت سی۔ (۹) بگفت: اس نے کہا۔ وفادار: وفا کرنے والا۔ فرخندہ خو: مبارک عادت والا۔ پیامیکہ: جو پیغام کہ۔ داری: تو رکھتا ہے۔ بلیلیٰ: لیلیٰ کے لیئے۔ بگو: کہہ دے۔ (۱۰) بگفتا: اس نے کہا۔ مبر: مت لے۔ نام من: میرا نام۔ پیش دوست: دوست کے سامنے۔ حیفست: افسوس ہے۔ ذکر من: میرا ذکر۔ آنجا کہ: وہاں کہ۔ اوست: وہ ہے۔

تشریح: (۱) کسی شخص نے دیوانے سے دریافت کیا کہ تجھے جنت میں جانا زیادہ پسندیدہ ہے یا دوزخ میں جانا بہتر سمجھتے ہو۔ (۲) اس (دیوانے) نے کہا کہ جنت و جہنم میں جانے کی بات مجھ سے نہ پوچھو۔ بلکہ جو فیصلہ میرا محبوب کرے گا۔ وہی بسر و چشم قبول ہے۔ (۳) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ لیلیٰ کے ساتھ مجنوں کی محبت اتنی سچی تھی کہ اس (لیلیٰ) کی گلیوں کی خاک چھاننے کے عمل نے مجنوں کو بے نیاز کر دیا تھا۔ (۴) کسی نے مجنوں سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آجکل لیلیٰ کی گلیوں میں آنا جانا چھوڑ دیا ہے۔ (۵) لیلیٰ سے لاپرواہی بتاتی ہے کہ اب تیرے (مجنوں کے) دل میں لیلیٰ کی محبت ختم ہو گئی ہے۔ لگتا ہے کہ حب لیلیٰ کے بارے میں تیرے خیالات بدل گئے ہیں۔ (۶) جب مجنوں نے یہ بات سنی تو وہ زار و قطار رونے لگا اور کہا کہ اے دل دکھانے والے شخص: میرا پیچھا چھوڑ دے۔ (۷) میں (مجنوں) تو پہلے سے مجروح قلب رکھتا ہوں۔ میرے (مجنوں کے) زخموں پر مزید نمک چھڑک کر تماشا نہ دیکھو۔ (۸) کسی سے دُور رہنے سے محبت میں فرق نہیں پڑتا۔ کچھ مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔ یہ دنیا غم تو دیتی ہے شریک غم نہیں ہوتی۔ کسی کے دُور رہنے سے محبت کم نہیں ہوتی۔
(۹) وہ شخص (طنز کرنے والا) کہنے لگا کہ اگر لیلیٰ کو کوئی پیغام بھیجنا ہو تو بتا دو۔ میں تمہارا پیغام لیلیٰ تک پہنچا دوں گا۔
(۱۰) اس (مجنوں) نے کہا کہ میرے محبوب (لیلیٰ) کے سامنے میرا نام بھی مت لینا۔ میں اس قابل کہاں کہ محبوب کی محفل میں میرا ذکر ہو۔

حکایت سلطان محمُود و صُدق محبت او و سیرتِ ایاز

سلطان محمُود اور اس کی سچی محبت اور ایاز کی سیرت کا قصہ

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ ثانی
یکے فردہ بر شاہِ غزنیں گرفت	۲	کہ حسنے ندارد ایاز اے شگفت
غزنین کے بادشاہ کی ایک شخص نے عیب جوئی کی		کہ ہائے تعجب ایاز کوئی حسن بھی نہیں رکھتا
گلے راکہ نے رنگ باشد نہ بو	۳	غریب است سودائے بلبل برو
جس پھول میں نہ رنگ ہو نہ خوشبو		اس سے بلبل کا عشق عجیب ہے
بمحمُود گفت ایں حکایت کسے	۴	بپیچید از اندیشہ برخود بسے
کسی نے یہ قصہ سلطان محمُود سے کہہ دیا		اس نے فکر سے اپنے اوپر بہت پیچ وتاب کھایا
کہ عشقِ من اے خواجہ برخوئے اوست	۵	نہ برقد بالائے نیکوئے اوست
اے صاحب مجھے اسکی عادت سے عشق ہے		نہ کہ اس کے قد اور خوبصورت قامت سے
شنیدم کہ در تنگنائے شتر	۶	بیفتاد و بشکست صندوق در
میں نے سنا ہے کہ اونٹ ایک تنگ جگہ میں		گر پڑا اور موتیوں کا صندوق ٹوٹ گیا
بیغما ملک آستین برفشاند	۷	وز انجا بتعجیل مرکب براند
بادشاہ نے لوٹ لینے کی اجازت دیدی		اور وہاں سے جلدی سے سواری ہنکاری
سواراں پئے درو مرجاں شدند	۸	ز سلطاں بیغما پریشاں شدند
سوار موتی اور مونگے کے درپے ہوگئے		لوٹ مار میں بادشاہ سے جدا ہوگئے
نماند از وشاقان گردن فراز	۹	کسے در قفائے ملک جز ایاز
اونچی گردن کے نوکروں میں سے نہ رہا		کوئی بھی بادشاہ کے پیچھے ایاز کے سوا
نگہ کرد کاے دلبرِ پیچ پیچ	۱۰	ز یغما چہ آوردہ گفت ہیچ
اس نے دیکھا کہ اے خمدار زلف میں دل پھنسانے والے		لوٹ میں سے کیا لایا اس نے کہا کچھ بھی نہیں

(۱) سلطان: بادشاہ۔ محمود: محمود بن سبکتگین بادشاہِ غزنی فاتح سومنات۔ صدق محبت او: اس کی محبت کی سچائی سیرت: حالات زندگی۔ ایاز: محمود کا چہیتا غلام جو اس کا محبوب بھی تھا۔ (۲) یکے: ایک۔ فردہ: عیب۔ برشاہِ غزنیں: غزنی کے بادشاہ پر گرفت: پکڑا۔ حسنے: کوئی حسن۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ شگفت: تعجب کی بات ہے۔ (۳) گلے راکہ: جس پھول کو کہ۔ نے: نہ۔ باشد: ہووے نہ بو: نہ خوشبو۔ غریب است: عجیب ہے۔ سودائے بلبل: بلبل کا عشق۔ برآو: اس پر۔ (۴) بمحمود: محمود کو گفت: کہی۔ ایں حکایت: یہ قصہ۔ کسے: کسی نے۔ بہ پیچید: پیچ کھائے اس نے۔ از اندیشہ: فکر سے یا غصہ سے۔ برخود: اپنے اوپر۔ بسے: بہت۔ (۵) عشق من: میرا عشق خواجہ: صاحب۔ خوئے او: اس کی عادت۔ ست: ہے بر: پر۔ قد بالائے نیکوئے: خوبصورت بلند قامت۔ اوست نیکوئے کا مضاف الیہ یعنی اس کے خوبصورت قد پر ہے۔ (۶) شنیدم: میں نے سنا۔ تنگنائے: تنگ راستہ یا گھاٹی شتر: اونٹ۔ بیفتاد: گر پڑا۔ بشکست: ٹوٹ گیا۔ صندوق در: موتیوں کا صندوق۔ (۷) بیغما: لوٹ کا۔ ملک: بادشاہ۔ آستین برفشاند: آستین جھاڑ دی یعنی اجازت دے دی وز آنجا: اور اس جگہ سے۔ بتعجیل: جلدی سے۔ مرکب: سواری۔ براند: ہانک لیا۔ (۸) پئے درو مرجان: موتیوں اور مونگے کے پیچھے۔ شدند: ہو گئے۔ ز سلطاں: بادشاہ سے۔ بیغما: لوٹ میں لگ کر۔ پریشان شدند: علیحدہ ہو گئے۔ (۹) نماند: نہ رہا۔ وشاقان گردن فراز: بلند گردن والے خادم یا ملازم۔ کسے: کوئی شخص۔ قفائے ملک: بادشاہ کے پیچھے جز ایاز: سوائے ایاز کے۔ (۱۰) نگہ کرد: نگاہ کی۔ کاے: کہ اے۔ دلبر پیچ پیچ: پیچ دار زلفوں والے محبوب۔ زیغما: لوٹ سے۔ چہ آوردہ: کیا لایا ہے تو۔ گفت: اس نے کہا۔ ہیچ: یعنی کچھ نہیں۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ سچی محبت کا محل 'صورت' نہیں بلکہ 'سیرت' ہوتی ہے۔ محبوب کا نظرکرم متاع دنیا سے زیادہ قیمتی ہے۔ (۲) ایک شخص نے محمود غزنوی کو تختۂ مشق بناتے ہوئے کہا کہ ایاز میں خوبصورتی کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ پھر نامعلوم یہ (محمود غزنوی) اس پر کیوں قربان ہوتا رہتا ہے۔ (۳) پھُول دلکش نہ ہو اور نہ ہی اس کی خوشبو اچھی ہو۔ ایسے پھُول پر کوئی بلبل بھی عاشق نہیں ہوتا۔ (۴) کسی (سننے والے) شخص نے یہ بات سلطان محمود غزنوی تک پہنچا دی۔ یہ سن کر سلطان محمود غزنوی غصے کی حالت میں سیخ پا ہو گیا۔ (۵) اس (محمود غزنوی) نے جواباً کہا کہ میں تو اس (ایاز) کی خوبیوں سے متاثر ہو کر محبت کرتا ہوں۔ مجھے اس کے طویل القامت اور خوبصورت ہونے یا نہ ہونے سے کوئی غرض نہیں۔ (۶) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ سلطان محمُود غزنوی اپنے لشکر و خزانہ سمیت سفر کر رہا تھا۔ کہ اچانک اونٹ پھسلا اور موتیوں کا صندوق ٹوٹ گیا۔ (۷) بادشاہ (محمُود غزنوی) نے بکھرے ہوئے موتیوں کو اٹھانا شایان شان نہ سمجھا۔ چنانچہ لشکر والوں کو لوٹنے کا حکم دے کر گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ (۸) اہل لشکر سلطان محمُود غزنوی کا حکم سنتے ہی گرے ہوئے موتیوں کو اٹھانے میں مصروف ہو گئے اور لوٹ کی وجہ سے سلطان سے جُدا ہو گئے۔ (۹) ایاز نے موتیوں کی پرواہ کیے بغیر سلطان (محمود غزنوی) کی رفاقت ترک نہ کی۔ چنانچہ بادشاہ (محمُود غزنوی) کے پیچھے ایاز کے سوا کوئی بھی نہیں تھا۔ (۱۰) تھوڑی دُور جا کر سلطان (محمُود غزنوی) نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایاز اپنے محبوب بادشاہ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے رہا تھا۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
من اندر قفائے تو مے تاختم	۱	زخدمت بنعمت نپرداختم
میں تو آپ کے پیچھے دوڑتا رہا		خدمت گذاری کی وجہ سے میں مال میں نہ لگا
گرت قربتے ہست در بارگاہ	۲	بخلعت مشو غافل از پادشاہ
اگر دربار میں تجھے تقرب حاصل ہے		شاہی پوشاک کی وجہ سے بادشاہ سے غافل نہ ہو
خلافِ طریقت بود کاولیا	۳	تمنا کنند از خدا جز خدا
طریقت کے خلاف ہوگا اگر اولیاء		خدا کے سوا خدا سے تمنا کریں گے
گراز دوست چشمت براحسان اوست	۴	تو در بند خویشی نہ در بند دوست
اگر تیری نگاہیں دوست کے احسان پر لگی ہیں		تو اپنی فکر میں ہے نہ کہ دوست کی
ترا تا دہن باشد از حرص باز	۵	نیاید بگوش دل از غیب راز
جب تک حرص سے تیرا منہ کھلا ہے		دل کے کان میں غیب سے راز نہیں آتا ہے
حقیقت سرائے ست آراستہ	۶	ہوا و ہوس گرد برخاستہ
حقیقت ایک آراستہ محفل ہے		خواہش اور ہوس اڑتی گرد ہے
نہ بینی کہ جائیکہ برخاست گرد	۷	نہ بیند نظر ور چہ بیناست مرد
تو نے نہیں دیکھا کہ جہاں گرد اڑتی ہے		نگاہ نہیں دیکھ سکتی خواہ انسان بیناہی ہو

حکایت در معنیٰ قدم درست مرداں

نیک مردوں کی راست روی کا قصہ

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
قضارا من و پیرے از فاریاب	۹	رسیدیم در خاک مغرب بآب
اتفاقاً میں اور فاریاب کا ایک بوڑھا		دریا کے کنارے مغرب کی سرزمین میں پہنچے
مرا یک درم بود و برداشتند	۱۰	بکشتی و درویش بگذاشتند
میرے پاس ایک درہم تھا انہوں نے سوار کرلیا		کشتی میں اور درویش کو نہ بیٹھنے دیا

(۱) من: میں۔ اندر قفائے تو: تیرے پیچھے۔ مے تاختم: دوڑتا رہا۔ زخدمت: خدمت سے۔ بہ نعمت: نعمت میں یا مال میں۔ نہ پرداختم: نہ مشغول ہوا میں۔ (۲) گرت: اگر تجھ کو۔ قربتے ہست: تقرب ہے۔ در بارگاہ: دربار میں۔ بخلعت: پوشاک میں۔ مشو: مت ہو۔ غافل: بے خبر۔ (۳) خلاف طریقت: راہ تصوف کے خلاف۔ بود: ہووے۔ کاولیا: کہ اولیاء اللہ۔ تمنا کنند: تمنا کرے۔ از خدا: خدا سے۔ جز خدا: خدا کے ماسوا کی۔ (۴) گر از دوست: اگر دوست سے۔ چشمت: تیری آنکھ۔ براحسان اوست: اس کے احسان پر ہے۔ در بند خویشی: اپنی ہی فکر میں ہے تو۔ نہ در بند دوست: دوست کے فکر میں نہیں۔ (۵) ترا: تجھ کو۔ تا: جب تک۔ دہن: منہ۔ باشد: ہووے۔ باز: کھلا۔ نیاید: نہیں آوے گی۔ بگوش دل: دل کے کان میں۔ از غیب: غیب سے۔ راز: خفیہ بات۔ (۶) سرائے ست: ایک گھر ہے۔ آراستہ: سجاہوا۔ ہوا و ہوس: خواہش اور ہوس۔ گرد: دھواں۔ برخاستہ: اٹھی ہوئی۔ (۷) نہ بینی: تو نہیں دیکھتا۔ جائیکہ: جس جگہ کہ۔ برخاست: اٹھ گئی۔ نہ بیند نظر: نظر نہیں دیکھ سکتی۔ ورچہ: اگرچہ۔ بیناست: بیناہے۔ (۸) معنیٰ: مضمون قدم درست: سیدھا قدم۔ مرداں: جمع مرد یعنی مردان حق۔ (۹) قضا: اتفاق یا تقدیر۔ من و پیرے: میں اور ایک بوڑھا۔ فاریاب: خراسان موجودہ روس کا ایک شہر۔ (۱۰) مرا: میرا۔ یک درم: ایک درہم۔ بود: تھا۔ برداشتند: انہوں نے سوار کرلیا۔ بکشتی: کشتی میں۔ بگذاشتند: چھوڑ دیا انہوں نے۔

تشریح: (۱) سلطان (محمود غزنوی) نے ایاز سے دریافت کیا کہ تم اپنے لیے کیا چیز لوٹ کر لائے ہو۔ ایاز نے جواب دیا۔ کہ آپ کی رفاقت وحفاظت کی وجہ سے کچھ نہ لوٹ سکا۔ (۲) میری (شیخ سعدی کی) نصیحت ہے کہ اگر دربار میں بادشاہ کا قرب حاصل ہوجائے تو اس کی قدر دانی یہ ہے کہ شاہ کو چھوڑ کر اس کے مال ومتاع پر نظر نہ رکھے۔ (۳) طریقت اسی کا نام ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا اسی سے کسی اور چیز کو طلب نہ کرے۔ شریعت وطریقت اور محبت کا یہی تقاضیٰ ہے۔ (۴) اگر دوستی کی غرض یہ ہو کہ وہ (دوست) تجھ پر عنایات ونوازشات کرتا رہے تو ایسی دوستی خود غرضی پر مبنی ہے۔ (۵) اگر زبان و قلب حرص وہوس سے پاک ہوں تو عالم غیب سے فیوض وبرکات کی بارش ہوتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ (۶) حقیقت کی مثال آراستہ وپیراستہ (سجاوٹ) مکان کی ہے۔ خود غرضی وخواہشات بجے ہوئے مکان پر پڑی ہوئی گرد وغبار ہے۔ (۷) حقیقت ازلی سے مُراد ذات الٰہی ہے۔ حرص وہوس پر مشتمل گرد وغبار کی موجودگی میں اس (اللہ تعالیٰ) کا دیدار ناممکن ہے۔ (۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اولیاء کرام براہ راست اللہ تعالیٰ کی محافظت ودستگیری میں ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مادی اسباب کے محتاج نہیں ہوتے۔ (۹) میں (شیخ سعدیؒ) اور میرا ایک دوست (روس کے علاقہ، فاریابی) کے ساتھ شام کے علاقہ میں کسی دریا کے کنارے پہنچے۔ (۱۰) میرے (شیخ سعدیؒ کے) پاس ایک درہم تھا۔ اس لیے کشتی والوں نے مجھے (شیخ سعدیؒ کو) سوار کرلیا۔ فاریابی دوست کے پاس کچھ نہ تھا۔ اس لیے اسے وہیں چھوڑ دیا۔

#	مصرع اوّل	مصرع ثانی
۱	سیاہاں براندند کشتی چو دُود	کہ آں ناخدا ناخدا ترس بود
	ملاحوں نے کشتی کو دھوئیں کی طرح اڑا دیا	اس لیئے وہ کشتی والا بے خوف خدا تھا
۲	مرا گریہ آمد زتیمارِ جفت	براں گریہ قہقہہ بخندید و گفت
	ساتھی کے غم پر مجھے رونا آ گیا	اس رونے پر وہ قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا
۳	مخور غم برائے من اے پُر خرد	مرا آں کس آرد کہ کشتی برد
	اے عقل مند مجھ پر غم نہ کر	مجھے وہی ذات لائے گی جو کشتی لیجا رہی ہے
۴	بگسترد سجادہ بر روئے آب	خیالست پنداشتم یا کہ خواب
	پانی کی سطح پر اس نے مصلیٰ بچھایا	میں سمجھا میرا وہم ہے یا خواب ہے
۵	زمدہوشیم دیدہ آں شب نخفت	نگہ نامداداں بمن کرد و گفت
	مدہوشی میں میری اس رات آنکھ نہ لگی	صبح کو اس نے مجھے دیکھا اور کہا
۶	عجب ماندی اے یار فرخندہ رای	ترا کشتی آورد و مارا خُدا
	اے مبارک خیال دوست تو تعجب میں پڑ گیا	تجھے کشتی لائی اور مجھے خدا
۷	مرا اہل صورت بدیں نگروند	کہ ابدال در آب و آتش روند
	میری اس بات کا اہل ظاہر یقین نہ کریں گے	کہ ابدال پانی اور آگ میں چلتے ہیں
۸	نہ طفلے کز آتش ندارد خبر	نگہدار دش مادر مہرور
	کیا ایسا نہیں ہے کہ وہ بچہ جو آگ کو نہیں پہچانتا ہے	مہربان ماں اس کی نگہداشت کرتی ہے
۹	پس آنانکہ در وجد مستغرق اند	چنیں داں کہ منظور عین الحق اند
	تو وہ لوگ جو کہ حال میں مستغرق ہیں	یہ سمجھ کہ وہ اللہ کے منظور نظر ہیں
۱۰	نگہ دارد از تاب آتش خلیلؑ	چو تابوت موسیٰؑ زغرقاب نیل
	آگ کی گرمی سے ابراہیم خلیل اللہ کی نگہداشت کرتا ہے	جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے صندوق کو نیل میں ڈوبنے سے

(۱) سیاہاں: جمع سیاہ، کالے مُراد ملاح، کیونکہ وہ بھی کالے ہوتے ہیں۔ براندند: چلائی انہوں نے۔ چو: مثل۔ دُود: دھواں۔ کہ: کیونکہ۔ آں: وہ ناخدا: اصل ناوَخدا، کشتی والا۔ ناخدا ترس: خدا سے نہ ڈرنے والا۔ بود: تھا۔ (۲) مرا: مجھ کو۔ گریہ: رونا۔ آمد: آیا۔ تیمار: غم۔ جفت: ساتھی۔ براں گریہ: اس رونے پر قہقہہ بخندید: اصل قہقہہ، کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ گفت: اس نے کہا۔ (۳) مخور: مت کھا۔ برائے من: میرے واسطے پُرخرد: عقل والے۔ مرا: مجھ کو۔ آں کس: وہ شخص۔ آرد: لاوے گا۔ برد: لے جاتا ہے۔ (۴) بگسترد: بچھا لیا۔ سجادہ: مصلیٰ۔ روئے آب: پانی کے اوپر۔ خیالست: خیال ہے۔ پنداشتم: میں نے سمجھا۔ خواب: نیند۔ (۵) مدہوشیم: بے ہوشی یا پریشانی، اس کی میم دیدہ کے ساتھ لگتی ہے یعنی میری آنکھیں۔ آں شب: اس رات۔ نخفت: نہیں سوئی نامداداں: صبح۔ بمن: میری طرف۔ کرد: کی اس نے۔ گفت: کہا اس نے۔ (۶) عجب ماندی: تعجب میں رہا تو فرخندہ رای: مبارک رائے والے یار۔ ترا: تجھ کو۔ آورد: لائی۔ مارا: مجھ کو۔ (۷) مرا: مجھ کو۔ اہل صورت: اہل ظاہر۔ بدیں: اس پر۔ نگروند: نہیں یقین کریں گے۔ ابدال: اولیاء اللہ کا ایک طبقہ جو ستر کی تعداد میں ہمیشہ دنیا میں موجود رہتے ہیں۔ آب: پانی۔ آتش: آگ۔ روند: چلتے ہیں۔ (۸) طفلے کہ: جو بچہ کہ۔ از آتش: آگ سے۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ نگہدار دش: اس کی نگاہ رکھتی ہے۔ مادر مہرور: محبت کرنے والی ماں۔ (۹) پس: پھر۔ آنانکہ: جو لوگ کہ۔ در وجد: حال میں۔ مستغرق: ڈوبنے والا۔ اند: ہیں۔ چنیں: ایسے۔ داں: جان۔ منظور عین الحق: حق کی آنکھ کے منظور۔ اند: ہیں۔ (۱۰) دارد: رکھتا ہے۔ تاب آتش: آگ کی تپش۔ خلیل: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام۔ چو: مثل۔ تابوتِ موسیٰ: موسیٰ علیہ السلام کا وہ صندوق جس میں ڈال کر انہیں دریا میں بہا دیا گیا تھا۔ زغرقاب نیل: نیل میں غرق ہونے سے۔ نیل مصر کا ایک دریا جس کے کنارے قاہرہ آباد ہے۔

تشریح: (۱) کشتی والوں نے لنگر اٹھایا اور تیزی سے کشتی چلا دی۔ چونکہ ملاح بے رحم تھا۔ اسلیئے فقیر (فاریابی بزرگ) کا احساس نہ ہوا۔ (۲) کشتی چلنے لگی تو (فاریابی) دوست کی جُدائی نے مجھے (شیخ سعدیؒ) کو غمگین کر دیا۔ (۳) ان (شیخ سعدیؒ) کے فاریابی دوست نے کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ جو ذات یہ کشتیاں چلاتی ہے۔ مجھے وہی ذات لائے گی۔ (۴) اس (شیخ سعدیؒ کے فاریابی دوست) نے یہ الفاظ کہہ کر اپنا مصلّےٰ (جائے نماز) دریا کے پانی پر بچھایا اور تیرنے لگا۔ (۵) میں (شیخ سعدیؒ) اپنے فاریابی دوست کی جدائی کے غم اور پریشانی کی وجہ سے رات بھر نہ سو سکا۔ جب صبح ہوئی تو اس (فاریابی دوست) نے یوں کہا۔ (۶) اے دوست! تجھے تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تو (شیخ سعدیؒ) کشتی کے ذریعے آ گیا اور مجھے (فاریابی دوست کو) اللہ تعالیٰ کی قدرت لے آئی۔ (۷) مادی اسباب پر یقین رکھنے والے ظاہر بین میری (فاریابی فقیر) بات کا یقین نہیں کریں گے کہ اللہ والوں کو آگ نہیں جلاتی اور پانی نہیں ڈبوتا۔ (۸) چھوٹا سا بچہ جب تک چلنا نہیں سیکھ لیتا اس وقت تک اس کی ماں اسے (بچے کو) انگلی پکڑ کر چلاتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی اسی طرح ہوتے ہیں)۔ (۹) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات خود ان کی حفاظت کرتی ہے۔
(۱۰) اللہ تعالیٰ کی جس قدرت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچایا۔ اور موسیٰؑ کے تابوت کو دریائے نیل میں ڈوبنے سے بچایا۔ اسی نے مجھے بغیر کشتی کے پہنچا دیا۔

چو کودک بدست شناور برست	۱	نترسد وگر دجلہ پہناورست
جب بچہ تیراک کے ہاتھ میں ہے		وہ نہیں ڈرتا اگر دجلہ پاٹ دار ہے
تو بر روئے دریا قدم چو زنی	۲	چو مرداں کہ بر خشک تردامنی
تو دریا کی سطح پر کیسے قدم دھر سکتا ہے		ابدال کی طرح کہ تو زمین پر فاسق ہے

گفتار اندر معنی فنائے موجودات باکبریائے باری عزّ اسمہ

خدا کی کبریائی کے مقابلہ میں موجودات کے فنا کا قصہ

رہ عقل جز پیچ بر پیچ نیست	۴	بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست
عقل کا راستہ پیچ در پیچ ہونے کے سوا کچھ نہیں ہے		عارفوں کے نزدیک خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے
تواں گفت ایں با حقائق شناس	۵	ولے خردہ گیرند اہل قیاس
حقیقت شناسوں سے یہ بات کہی جا سکتی ہے		ہاں عقل والے اس پر عیب لگائیں گے
کہ پس آسمان و زمیں چیست اند	۶	بنی آدم و دام و دد کیست اند
کہ پھر آسمان اور زمین کیا ہیں		انسان اور چرندے درندے کیا ہیں
پسندیدہ پرسیدی اے ہوشمند	۷	بگویم گر آید جوابت پسند
اے ہوشمند تونے اچھی بات پوچھی		میں تجھے جواب دیتا ہوں اگر پسند آجائے
کہ ہامون و دریاؤ کوہ و فلک	۸	پری آدمی زاد و دیو و ملک
کہ جنگل اور دریا اور پہاڑ اور آسمان		پری اور انسان اور دیو اور فرشتے
ہمہ ہرچہ ہستند ازاں کمترند	۹	کہ با ہستیش نام ہستی برند
جو کچھ بھی ہیں اس سے کمتر ہیں		کہ اس کے وجود کے سامنے وجود کہلائیں
عظیم ست پیش تو دریا بموج	۱۰	بلندست گردون گرداں باوج
تیرے نزدیک موج کی وجہ سے دریا بڑی چیز ہے		بلندی کی وجہ سے گھومنے والا آسمان بلند ہے

(۱) چو، جب۔ کودک، بچہ۔ بدست شناور، تیراک کے ہاتھ میں۔ بر، زائد۔ ست، ہے۔ نترسد، نہیں ڈرتا۔ دگر، اگرچہ۔ دجلہ، عراق کا ایک دریا جس کے کنارے بغداد آباد ہے۔ پہناور، کھلے پاٹ والا۔ (۲) بر روئے دریا: دریا کی سطح پر۔ چو زنی، کیسے رکھے۔ چوں مرداں: مثل مردوں کی۔ تردامنی: گیلے دامن والا ہے۔
(۳) گفتار، کہاوت۔ معنیٰ، مضمون۔ فنائے موجودات، موجودہ چیزوں کا فنا ہونا۔ باکبریائے باری، باری تعالیٰ کی عظمت کے مقابلہ میں۔ عزّ اسمہ، جس کا نام بابرکت ہے
(۴) رہ عقل، عقل کا راستہ۔ جز، سوائے۔ پیچ بر پیچ: بل دار۔ نیست، نہیں ہے۔ بر عارفاں، عارفان حق کے نزدیک۔ جز خدا، خدا کے سوائے۔ ہیچ نیست: کچھ نہیں ہے۔
(۵) تواں گفت، کہہ سکتے ہیں۔ ایں، یہ۔ حقائق شناس: حقیقتوں کو پہچاننے والے۔ ولے: لیکن۔ خردہ، عیب۔ گیرند، پکڑیں گے۔ اہل قیاس: اہل ظاہر۔ (۶) پس، پھر۔ چیستند: کیا ہیں۔ بنی آدم، آدم کے بیٹے۔ دام، چوپائے۔ دد: درندے۔ کیستند، کون ہیں۔ (۷) پسندیدہ، اچھی۔ پرسیدی، پوچھی تونے۔ ہوشمند: ہوش والے۔ بگویم: میں کہتا ہوں۔ گر آید، اگر آوے۔ جوابت، جواب تجھ کو۔ (۸) ہامون، جنگل۔ کوہ، پہاڑ۔ فلک: آسمان۔ پری: جن کی مادہ یا کوئی غیر مرئی حسین مخلوق۔ آدمی زاد: آدمی کا بیٹا۔ دیو: جن۔ ملک: فرشتہ۔ (۹) ہمہ: سب۔ ہرچہ: جو کچھ کہ۔ ہستند، ہیں۔ ازاں: اس سے۔ کمتر اند، بہت کم ہیں۔ با ہستیش، اس کی ہستی کے ساتھ۔ نام ہستی، ہستی کا نام۔ برند، لیتے ہیں۔ (۱۰) عظیم، بڑا۔ ست، ہے۔ پیش تو، تیرے سامنے۔ بموج، موج کے ساتھ، موج کی وجہ سے۔ گردون گرداں: گھومنے والا آسمان۔ باوج، بلندی میں۔

تشریح: (۱) جب بچہ کسی تیراک (تیرنے کا ماہر) کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو پھر اسے دریائے دجلہ کے گہرے بھنور میں بھی ڈوبنے کا خوف نہیں ہوتا۔ (۲) جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ نہیں ہوتا تو وہ خشکی میں بھی غیر محفوظ رہتا ہے۔ پانی میں ڈوبنے کی وجہ غیر یقینی صورتحال ہوتی ہے۔
(۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر چیز کی بقاء کا انحصار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اس لیئے اصل وجود اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہے۔ (۴) عقل کی راہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا بھول بھلیوں میں راستہ کھو دینے کے مترادف ہے۔ معرفت حق کا حصول ہمیشہ دل کے راستے سے ہوتا ہے۔
(۵) ہر طرف اللہ تعالیٰ کے وجود کا مظہر سوائے اہل نظر کے کسی کو معلوم و محسوس نہیں ہوتا۔ سرسری و سطحی نظر رکھنے والے لوگ کم فہمی کی وجہ سے معترض رہتے ہیں
(۶) جب ہر چیز کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر کرتا ہے تو پھر آسمان و زمین اور انسان، درندے، پرندے وغیرہ ہیچ ہیں۔ (۷) معترض نے سوال کیا ہے چنانچہ میں (شیخ سعدیؒ) اس کا جواب دیتا ہوں۔ اللہ کرے اسے (معترض کو) میرا جواب اچھا لگے۔ (آمین)۔ (۸) بیابان، پہاڑ، آسمان، جن، فرشتے اور انسان، ان تمام چیزوں کا وجود حقیقی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ وہ ذات (اللہ تعالیٰ) انہیں وجود نہ بخشتی تو یہ کچھ بھی نہ ہوتے۔
(۹) حقیقی وجود اللہ تعالیٰ کی ذات کا وجود ہے۔ باقی اس کے عطا کردہ تمام وجود مجازی و فانی ہیں۔ لہٰذا وہی (اللہ تعالیٰ کی) ذات واجب الوجود ہے۔
(۱۰) جو آنکھ معرفت حق سے خالی ہے۔ وہ موجزن دریا اور گردش کرنے والے آسمان کو اس کی بلندی اور وسعت کی وجہ سے بہت بڑا سمجھتی ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	ولے اہل صورت کجا پے برند	کہ ارباب معنی بملکے درانند
	لیکن اہل ظاہر کہاں پتہ پا سکتے ہیں	کہ اہل باطن ایک ایسے ملک میں ہیں
۲	کہ گر آفتاب ست یک ذرہ نیست	وگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست
	کہ اگر آفتاب ہے تو ایک ذرہ نہیں ہے	اگر سات دریا ہیں تو ایک قطرہ نہیں ہیں
۳	چوں سلطان عزت علم برکشد	جہاں سر بجیب عدم دربرد
	عزت کا بادشاہ جب جھنڈا بلند کردے	تو دنیا عدم کے گریبان میں سر ڈال دے

حکایت دہقان [۴] در لشکر سلطان

دیہاتی کا شاہی لشکر میں آنے کا قصہ

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۵	رئیس دہے باپسر در رہے	گزشتند بر قلب شاہنشہے
	گاؤں کا چوہدری مع اپنے لڑکے کے ایک راستے میں	بادشاہ کے لشکر پر سے گذرے
۶	پسر چاؤشاں دید وتیغ وتبر	قباہائے اطلس کمرہائے زر
	لڑکے نے نقیب اور تلوار اور تبر دیکھے	اطلس کی قبا میں پہنے زریں پٹیاں لگائے
۷	یلان کماں دار نخچیر زن	غلامان ترکش کش تیر زن
	تیر کمان والے شکاری پہلوان دیکھے	ترکش اٹھانے والے، تیر انداز غلام دیکھے
۸	یکے در برش پرنیانی قبا	یکے بر سرش خسروانی کلاہ
	کسی کے بدن پر پرنیاں کی قبا	کسی کے سر پر شاہی ٹوپی
۹	پسر کاں ہمہ شوکت وپایہ دید	پدر را بغایت فرومایہ دید
	جس لڑکے نے یہ تمام شوکت اور دبدبہ دیکھا	باپ کو انتہائی کم درجہ دیکھا
۱۰	کہ حالش بگردید و رنگش بریخت	زہیبت بہ پیغولۂ درگریخت
	اس کی حالت بگڑ گئی اور اس کا رنگ اڑ گیا	خوف سے ایک طرف کو بھاگا

(۱) ولے: لیکن۔ اہل صورت: اہل ظاہر۔ کجا: کہاں۔ پے برند: قدم لے جا سکتے ہیں یعنی پہنچ سکتے ہیں۔ ارباب معنی: معنی والے یعنی اہل باطن۔ بملکے: ایک ایسے ملک میں۔ درانند: ہیں وہ۔ (۲) آفتاب: سورج۔ ست: ہے۔ یک ذرہ: ایک ذرہ۔ نیست: نہیں ہے۔ ہفت دریا: سات دریا۔ (۳) چوں: جب۔ سلطان عزت: عزت کا بادشاہ یعنی خدا تعالیٰ۔ علم: جھنڈا۔ برکشد: کھول لے گا۔ بجیب عدم: عدم کے گریبان میں۔ بَرَد: لے جائے گا یعنی فنا ہو جائے گا۔ (۴) دہقان: کسان۔ لشکر سلطان: بادشاہ کا لشکر۔ (۵) رئیس دہے: دیہات کا سردار۔ باپسر: بیٹے کے ساتھ۔ در رہے: ایک راستہ میں۔ گزشتند: گزرے۔ قلب: لشکر کا درمیانی حصہ۔ شاہنشہے: ایک بادشاہ۔ (۶) پسر: بیٹا۔ چاؤشاں: نقیب جو راستہ بناتے ہیں۔ دید: دیکھا اس نے۔ تیغ: تلوار۔ تبر: کلہاڑی۔ قباہا: قبائیں۔ اطلس: سادہ ریشمی کپڑا۔ کمرہائے زر: سونے کی پٹیاں۔ (۷) یلان: پہلوان۔ کماں دار: کمان رکھنے والا۔ نخچیر زن: شکار مارنے والا۔ ترکش کش: تیر دان کھینچنے والا۔ تیر زن: تیر مارنے والا۔ (۸) یکے: ایک۔ در برش: اس کی بغل میں۔ پرنیانی: ریشمی پھول دار کپڑا۔ قبا: اچکن۔ بر سرش: اس کے سر پہ۔ خسروانی: شاہی۔ کلاہ: ٹوپی۔ (۹) پسر: بیٹا۔ کاں ہمہ: جو کہ وہ سب۔ پایہ: مرتبہ۔ دید: دیکھا۔ پدر: باپ۔ بغایت: انتہائی۔ فرومایہ: کمینہ یا کم رتبہ۔ (۱۰) حالش: اس کا حال۔ بگردید: پھر گیا۔ رنگش: اس کا رنگ۔ بریخت: گر گیا، اُڑ گیا۔ زہیبت: دبدبے سے۔ پیغولہ: مکان کا کونہ۔ درگریخت: بھاگ گیا۔

تشریح: (۱) جو لوگ حقیقت و معرفت کا مفہوم سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے حال و مقام میں مگن ہیں۔ ظاہری و مادی اسباب پر یقین رکھنے والے یہ سب کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ (۲) اہل نظر کی نگاہ میں سورج ایک ذرّے کی مانند ہے۔ اور ساتوں سمندر ایک قطرے کی مثل ہے۔ (۳) جس دن (قیامت کے دن) عزیز و عظیم ذات کا ظہور ہوگا۔ اس دن تمام موجودات اس کے مقابلے میں فنا ہو جائیں گے۔ صرف اسی کی صدا لِلّٰهِ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ہوگی۔ (۴) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کا قرب جتنا زیادہ ہوگا۔ اسی قدر اس (اللہ تعالیٰ) کی عظمت و جلال کا غلبہ ہوگا۔ (۵) کوئی دیہات کا باشندہ سردار اپنے بیٹے کے ہمراہ بادشاہ کے لشکر کے پاس سے گذرا۔ (۶) سردار کے لڑکے نے پہلی مرتبہ لاؤ لشکر کو، رہبر و نقیب، تیر و تفنگ، اطلسی و سادہ ریشمی کپڑا، قبائیں اور سونے کی پٹیاں دیکھیں۔

(۷) اسی لشکر میں دیہاتی سردار کے فرزند کو کمان اٹھائے ہوئے پہلوان اور تیر انداز غلام وغیرہ بھی دیکھنے کو ملے۔

(۸) شاہی لشکر میں کوئی ریشمی پھولدار اچکن میں اور کوئی اپنے سر پہ شاہی ٹوپی رکھے ہوئے تھا۔

(۹) جب اس (سردار کے لڑکے) نے شاہی لشکر کی یہ شان و شوکت دیکھی تو اسے اپنا باپ گھٹیا درجے کا آدمی نظر آیا۔

(۱۰) خاص طور پر اس (بیٹے کو) باپ کا گھٹیا مقام اس وقت نظر آیا۔ جب وہ (باپ) شاہی لشکر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔

۱ پسر گفت آخر بزرگ دہی — بسرداری از سر بزرگاں مہی

لڑکے نے اس سے کہا آخر تو گاؤں کا سردار ہے — سرداری میں بڑے سرداروں سے بڑا ہے

۲ چہ بودت کہ ببریدی از جاں امید — بلرزیدی از بادشاہے چو بید

تجھے کیا ہوا کہ جان سے ناامید ہو گیا — بادشاہ سے بید کی طرح لرزنے لگا

۳ بلے گفت سالار و فرماندہم — ولے عزتم ہست تا در دہم

اس نے کہا ہاں میں سردار اور حاکم ہوں — لیکن میری اسی وقت تک عزت ہے جب تک گاؤں میں ہوں

۴ بزرگاں ازاں دہشت آلودہ اند — کہ در بارگاہ ملک بودہ اند

بڑے لوگ اسی وجہ سے دہشت زدہ ہو جاتے ہیں — کیونکہ وہ بادشاہ کے دربار میں رہ چکے ہیں

۵ تو اے بے خبر ہمچناں در دہی — کہ بر خویشتن منصبے مے دہی

اے بے خبر تُو تو گاؤں ہی میں ہے — کہ اپنے لیے کوئی مرتبہ سمجھ رہا ہے

۶ نگفتند حرفے زباں آوراں — کہ سعدیؒ نگوید مثالے براں

شاعروں نے کوئی بات نہیں کہی — کہ سعدیؒ نے اس پر کوئی مثال نہ کہہ دی ہو

حکایت کرم شب تاب

جگنو کا قصہ

۸ مگر دیدہ باشی کہ در باغ و راغ — بتابد بشب کرمکے چوں چراغ

شاید تونے باغ اور سبزہ زار میں دیکھا ہو — رات میں ایک کیڑا چراغ کی طرح چمکتا ہے

۹ یکے گفتش اے کرمکِ شب فروز — چہ بودت کہ بیروں نیائی بروز

کسی نے اس سے کہا اے رات کو روشن کرنے والے کیڑے — تجھے کیا ہوا ہے کہ دن میں نہیں نکلتا ہے

۱۰ ببیں کاتشیں کرمکِ خاک زاد — جواب از سرِ روشنائی چہ داد

دیکھ خاک سے پیدا شدہ آگ جیسے کیڑے نے — روشن دلی سے کیا جواب دیا

(۱) گفت: اس نے کہا۔ بزرگ دہی: گاؤں کا سردار ہے تو۔ سر بزرگاں: بڑے سروالے۔ مہی: بڑا ہے تو۔ (۲) چہ: کیا۔ بودت: ہوا تجھ کو۔ ببریدی: توڑ دی تونے۔ بلرزیدی: کانپ گیا ہے تو۔ از بادشاہے: ایک بادشاہ سے۔ چو بید: بید کی طرح۔ (۳) بلے: ہاں۔ گفت: کہا۔ سالار: سردار۔ فرماندہم: حکم دینے والا ہوں میں۔ ولے: لیکن۔ عزتم: میری عزت۔ ہست: ہے۔ تا: جب تک۔ در دہم: گاؤں میں ہوں۔
(۴) بزرگاں: جمع بزرگ۔ ازاں: اس وجہ سے۔ دہشت آلودہ: خوفزدہ۔ اند: ہیں۔ بارگاہ ملک: بادشاہ کے دربار میں۔ بودہ اند: رہے ہوئے ہیں۔
(۵) ہمچناں: ویسے ہی۔ در دہی: دیہات میں ہے تو۔ برخویشتن: اپنے اوپر۔ منصبے: کوئی مرتبہ۔ مے دہی: دیتا ہے تو۔ (۶) نگفتند: نہیں کہا انہوں نے۔ حرفے: کوئی حرف۔ زباں آوراں: زبان لانے والے یعنی ادیب۔ سعدیؒ: مصنف۔ نگوید: نہیں کہتا۔ مثالے: کوئی مثال۔ براں: اس پر۔ (۷) کرم شب تاب: رات کو چمکنے والا کیڑا۔ (۸) مگر: شاید۔ دیدہ باشی: دیکھا ہو تونے۔ راغ: سبزہ زار۔ بتابد: چمکتا ہے۔ بشب: رات کو۔ کرمکے: ایک چھوٹا سا کیڑا۔ چوں: مثل (۹) یکے: ایک۔ گفتش: اس نے کہا۔ کرمک: چھوٹا سا کیڑا۔ شب فروز: رات کو روشن کرنیوالا۔ چہ: کیا۔ بودت: ہوا تجھے۔ بیروں: باہر۔ نیائی: نہیں آتا تو۔ بروز: دن کو۔ (۱۰) ببیں: دیکھ۔ کاتشیں: کہ آگ جیسا۔ کرمکِ خاک زاد: آگ سے پیدا ہونے والا چھوٹا سا کیڑا۔ سر روشنی: روشنی کے خیال سے۔ چہ داد: کیا دیا۔

تشریح: (۱) بیٹے نے اپنے باپ کی خوفزدگی دیکھی تو کہنے لگا اے اباجان! آپ بھی اپنے گاؤں کے سردار ہیں۔ (۲) اے اباجان (لڑکا بولا) آپ اسقدر خوفزدہ اور دہشت ناک کیوں ہیں۔ (۳) باپ نے کہا۔ اے بیٹے! میں صرف دیہات کی حد تک وقار و عزت کا مقام رکھتا ہوں۔ (۴) عقل مند لوگ ہمیشہ شاہی مرتبہ کی پہچان کے باعث خوفزدہ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت پر یقین رکھنے والوں کا لرزاں و ترساں پر مبنی حال ہوتا ہے۔ (۵) جو شخص شاہی دربار کے مقام سے ناواقف ہوتا ہے۔ وہ جہالت کے خول میں بند رہتا ہے۔ (۶) جو شخص ادبی دنیا سے وابستہ ہے اس کے بارے میں بخوبی علم ہے کہ شیخ سعدیؒ نے اس پر مثال دینے پر قادر ہونے کی صلاحیت ضرور رکھی ہے (۷) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح سورج کے سامنے چراغ بے وقعت ہے۔ اسی طرح جگنو بھی آفتاب کے سامنے کالعدم ہے۔ (۸) ممکن ہے کہ تجھے باغوں اور سبزہ زاروں میں جگنو نامی ایک کیڑا چمکتا ہوا نظر آتا ہوگا۔
(۹) کسی نے اسے (جگنو سے) کہا کہ تو رات کے وقت اپنی روشنی بکھیرنے کے لیے نکلتا ہے۔ دن میں کیوں نہیں نکلتا۔
(۱۰) مٹی کے ساختہ مگر آتشی کیڑے نے بڑی روشن ضمیری سے کیا خوب جواب دیا۔

مصرع اول		مصرع ثانی
کہ من روز و شب جز بصحرا نیم	۱	ولے پیش خورشید پیدا نیم
کہ میں تو دن رات جنگل ہی میں ہوں		لیکن آفتاب کے ہوتے ہوئے نظر نہیں آتا ہوں

حکایت دانشمند با اتابک سعد بن زنگی غفر اللہ لہٗ

ایک عقل مند کا اتابک بن زنگی کے ساتھ قصہ

مصرع اول		مصرع ثانی
ثنا گفت بر سعدِ زنگی کسے	۳	کہ بر تربتش باد رحمت بسے
کسی شخص نے سعد بن زنگی کی تعریف کی		خدا کرے ان کی قبر پر بہت رحمت نازل ہو
درم داد و تشریف و بنواختش	۴	بمقدارِ خود منزلت ساختش
اس کو مال اور پوشاک دی اور اسکو نوازا		اپنی حیثیت کے اعتبار سے اسکی منزلت کی
چوں اللہ و بس دید بر نقش زر	۵	بشورید و برکند خلعت ز بر
جب اس نے زری کی کڑھائی میں اللہ و بس دیکھا		دیوانہ ہوگیا اور بدن سے پوشاک اتار ڈالی
ز سوزش چناں شعلہ در جاں گرفت	۶	کہ برجست و راہِ بیاباں گرفت
دیوانگی سے اس کے بدن میں ایسی آگ لگی		کہ اچھلا اور جنگل کا راستہ لیا
یکے گفتش از ہمنشینان دشت	۷	چہ دیدی کہ حالت دگرگونہ گشت
جنگل کے ساتھیوں میں سے ایکنے اس سے کہا		تونے کیا دیکھا کہ حالت دگرگوں ہو گئی
تو اول زمیں بوسہ دادی سہ جا	۸	نبایستے آخر زدن پشت پا
تونے شروع میں زمین کو تین جگہ بوسہ دیا		آخر میں لات مارنا مناسب نہ تھا
بخندید کاول ز بیم و امید	۹	ہمے لرزہ بر تن فتادم چو بید
وہ ہنسا کہ شروع میں تو خوف اور امید سے		میرے بدن پر بید کی طرح لرزہ پڑا
بآخر ز تمکین اللہ و بس	۱۰	نہ چیزم بہ چشم اندر آمد نہ کس
آخر میں "اللہ و بس" کے دبدبے سے		میری نگاہ میں نہ کوئی چیز آئی نہ کوئی انسان

(۱) من: میں۔ روز و شب: رات دن۔ جز: سوائے۔ بصحرا: جنگل کے۔ نیم: نہیں ہوں میں۔ ولے: لیکن۔ پیش خورشید: سورج کے سامنے۔ پیدا: ظاہر۔ نیم: نہیں ہوں میں۔ (۲) دانشمند: عقل مند۔ باتابک: استاد یا اتالیق ۔ سعد بن زنگی: مصنف کا ہم عصر اور ممدوح بادشاہ ایران۔ غفر اللہ لہٗ: اللہ اسکو بخشے (۳) ثنا: تعریف۔ گفت: کہی۔ کسے: کسی شخص نے۔ تربتش: اس کی قبر۔ باد: ہووے۔ بسے: بہت۔ (۴) درم داد: درہم دیئے۔ تشریف: خلعت یا پوشاک بنواختش: اس پر نوازش کی۔ بمقدارِ خود: اپنی حیثیت کے مطابق۔ منزلت: مرتبہ۔ ساختش: بنایا اس کا۔ (۵) چوں: جب۔ بس: کافی ہے۔ دید: دیکھا۔ بر نقش زر: سونے کے نقش پر۔ بشورید: شور مچانے لگا۔ برکند: نوچ دی۔ خلعت: پوشاک۔ زبر: بغل سے یا جسم سے (۶) سوزش: جلن۔ چناں: ایسے۔ گرفت: لیا، پکڑا۔ برجست: کود پڑا۔ راہ بیاباں: جنگل کا راستہ۔ (۷) یکے: ایک۔ گفتش: اس کو کہا۔ ہمنشیناں: پاس بیٹھنے والے۔ دشت: جنگل۔ چہ دیدی: کیا دیکھا تو نے۔ دگرگونہ: دوسری طرح کی۔ گشت: ہوگئی۔ (۸) بوسہ دادی: بوسہ دیا تونے۔ سہ جا: تین جگہ۔ نبایستے: نہیں لائق تھا۔ زدن: مارنا۔ پشت پا، پاؤں کی ٹھوکر۔ (۹) بخندید: ہنس پڑا۔ کاول: کہ پہلے۔ ز بیم و امید: خوف اور امید سے۔ ہمے فتادم کے ساتھ لگ کر پڑ گیا تھا۔ بر تن: جسم پر۔ فتادم کی میم تن کے ساتھ لگتی ہے' میرے جسم پر۔ چو بید، بید کی طرح۔ (۱۰) بآخر: آخرکار۔ ز تمکین اللہ و بس: اللہ کافی کی عظمت کی وجہ سے۔ چیزم کی میم بچشم کے ساتھ لگ کر میری آنکھ میں۔ آمد: آیا۔ نہ کس: نہ آدمی۔

تشریح: (۱) میں تو دن رات اسی جنگل میں رہتا ہوں۔ لیکن سورج کی بے پناہ روشنی میری چمک ختم کر دیتی ہے۔ (۲) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کی پہچان رکھنے والوں کے ہاں دنیا کی پرکاہ برابر بھی کوئی حیثیت نہیں۔ (۳) شیخ سعدیؒ کا ہم عصر و ممدوح بادشاہ کے سامنے کسی شخص نے اس (سعد بن زنگی) کی شان میں قصیدہ پڑھا۔ (۴) سعد بن زنگی نے اس (قصیدہ سنانے والے) پر عنایات و نوازشات کی بارش کردی۔ خلعت دی اور اپنی حیثیت کے مطابق اسے اعزاز دیا۔ (۵) جب اس (قصیدہ سنانے والے) نے خلعت پر اللہ و بس کا لفظ کڑھائی کیا ہوا دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کے عظمت و جلال کی وجہ سے حواس باختہ ہو گیا۔ (۶) عظمت و جلال کی ایسی سوزش اٹھی کہ وہ (قصیدہ سنانے والا) بے خودی کے عالم میں جنگل کی طرف نکل گیا۔ (۷) جنگل میں کوئی اور دیوانہ مل گیا۔ جس نے اس کا حال جان کر کہا۔ کہ تیرے اندر یہ تبدیلی کیسی آگئی ہے۔ (۸) اس سے پہلے بھی تین بار تونے شاہی دربار کی زمین کی قدم بوسی کی ہے۔ آخر شاہی انعام و اکرام اور خلعت کو ٹھکرانے کا کیا فائدہ ہوا۔ (۹) وہ (قصیدہ سنانے والا دیوانہ) ہنس دیا۔ اور کہنے لگا کہ قبل ازیں میرا کپکپانا شاہی رعب کی وجہ سے تھا جس سے میں لرزہ براندام ہو گیا۔

(۱۰) بعد ازاں میں نے اللہ کافی کا فقرہ دیکھا تو مجھ پر اس (اللہ تعالیٰ) کا جلال اس طرح طاری ہو گیا کہ دنیاوی اعزاز بے وقعت نظر آیا۔

حکایت مرد حق شناس

حق کو پہچاننے والے کا قصہ

مصرع اول		مصرع دوم
بشہرے دراز شام غوغا فتاد	۲	گرفتند پیرے مبارک نہاد
شام کے علاقے کے ایک شہر میں شور ہوا		لوگوں نے ایک مبارک طبیعت انسان کو گرفتار کرلیا
ہنوز آں حدیثم بگوش اندرست	۳	چو قیدش نہادند بر پاؤ دست
وہ بات ابتک میرے کان میں گونج رہی ہے		جب اس کے ہاتھ اور پیر میں بیڑی پہنائی
کہ گفت ار نہ سلطاں اشارت کند	۴	کرا زہرہ باشد کہ غارت کند
کہ اس نے کہا اگر بادشاہ اشارہ نہ کرے		کس کا پتہ ہے کہ لوٹے
بباید چنیں دشمنے دوست داشت	۵	کہ میدانمش دوست بر من گماشت
ایسے دشمن کو دوست سمجھنا چاہیئے		جسکے بارے میں مجھے معلوم ہو کہ دوست نے مسلط کیا ہے
اگر عز و جاہست و گر ذلّ و قید	۶	من از حق شناسم نہ از عمرو زید
خواہ عزت اور مرتبہ ہو، خواہ ذلت اور قید ہو		میں اللہ ہی کی جانب سے سمجھتا ہوں نہ کہ عمر اور زید کی جانب سے
ز علت مدار اے خردمند بیم	۷	چو دارو ئے تلخت فرستد حکیم
اے عقل مند بیماری سے نہ ڈر		اگر طبیب تجھے کڑوی دوا بھیجے
بخور ہر چہ آید ز دست حبیب	۸	نہ بیمار دانا تراست طبیب
جو دوست کے ہاتھ سے آئے وہ کھالے		اس لیئے کہ بیمار، طبیب سے زیادہ عقلمند نہیں ہے

حکایت صاحب نظر پارسا (۹)

نیک عارف کا قصہ

مصرع اول		مصرع دوم
یکے را چو من دل بدست کسے	۱۰	گرو بود و مے برد خواری بسے
میری طرح ایک شخص کا دل ایک کے ہاتھ		گروی تھا اور بہت ذلت برداشت کرتا تھا

(۱) مرد حق شناس: حق پہچاننے والا آدمی۔ (۲) بشہرے: ایک شہر میں۔ در: زائد۔ شام: عرب کا ایک ملک جس کا دارالحکومت دمشق ہے۔ غوغا: شور۔ فتاد: پڑ گیا۔ گرفتند: پکڑا انہوں نے۔ پیرے: ایک بوڑھے کو۔ مبارک نہاد: مبارک طبیعت والا۔ (۳) ہنوز: ابھی۔ آں حدیثم: وہ بات مجھ کو۔ بگوشش: کان میں۔ ہست: ہے۔ چو: جب۔ قیدش: اس کی شیق پاؤ دست کے ساتھ لگ کر اس کے ہاتھ پاؤں پر۔ نہادند: رکھی انہوں نے۔ (۴) کہ گفت: کسی نے کہا۔ ار: اگر۔ سلطان: بادشاہ۔ اشارت: اشارہ۔ کند: کرے۔ کرا: کس کو۔ زہرہ: حوصلہ۔ باشد: ہووے۔ غارت: لوٹ مار۔ (۵) بباید: چاہیئے۔ چنیں: ایسا دوست۔ داشت: دوست رکھنا۔ میدانمش: جانتا ہوں میں اس کو۔ بر من: مجھ پر۔ گماشت: مقرر کیا۔ (۶) عز و جاہست: عزت اور مرتبہ ہے۔ ذلّ: ذلت۔ قید: بیڑی۔ من: میں۔ از حق: حق تعالیٰ کی طرف سے۔ شناسم: میں سمجھتا ہوں۔ عمرو زید: دو فرضی نام مراد مخلوق۔ (۷) علت: بیماری۔ مدار: مت رکھ۔ خردمند: عقل مند۔ بیم: خوف۔ داروئے تلخ: کڑوی دوا۔ اسکی ت فرستد کے ساتھ لگ کر تجھ کو بھیجے۔ حکیم: طبیب۔ (۸) بخور: کھالے۔ ہر چہ: جو کچھ۔ آید: آوے۔ ز دست حبیب: دوست کے ہاتھ سے۔ داناتر: زیادہ جاننے والا۔ طبیب: حکیم۔ (۹) صاحب نظر: نظر والا مراد عارف۔ پارسا: پرہیزگار۔ (۱۰) یکے: ایک۔ چو من: میری طرح۔ بدست کسے: کسی کے ہاتھ میں۔ گرو: گروی۔ بود: تھا۔ برد: لے جاتا تھا، اٹھاتا تھا۔ خواری: ذلت۔ بسے: بہت۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ محبوب کے ہاتھوں کا زہر کسی تریاق سے کم نہیں۔ حقیقی محبوب اللہ تعالیٰ ہے جو تمام دنیا کا مسبب الاسباب ہے۔ (۲) شام کے علاقے میں کسی نیک و شریف الطبع بزرگ کی گرفتاری کا چرچا ہوا۔ (۳) گرفتاری کے وقت بزرگ کی کہی ہوئی بات ابھی تک میرے (شیخ سعدیؒ کے) کانوں میں گونج رہی ہے۔ جب اسے پابہ زنجیر کیا گیا تو یہ الفاظ کہے۔ (۴) انسان پر جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے۔ دنیوی بادشاہ تو کچھ بھی نہیں۔ (۵) جس طرح دوست کا مقرر کردہ دشمن حقیقی دوست کی نظر میں دشمن نہیں ہوتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی مصیبت کو بھی سکون سمجھنا چاہیئے۔ (۶) دنیا میں عزت و ذلت کے معاملات حق تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہوتے ہیں۔ لوگوں کی طرف ان کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔ (۷) مہلک امراض کے لیئے کڑوی دواؤں کا استعمال باعث شفا ہوتا ہے۔ اس لیے طبیب کی کڑوی دوا بیماریوں سے مریض کو بے خوف کر دیتی ہے۔ (۸) طبیب دراصل مریض سے زیادہ عقلمند ہوتا ہے۔ اس لیئے اس کی (کڑوی) دوا قبول کرلینی چاہیئے۔ کیونکہ خیر خواہ سے جو کچھ ملے اسے لے لینا چاہیئے۔
(۹) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب مجازی محبوب کی خاطر سب کچھ لٹا دینا آسان ہے تو محبوب حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے لیئے بطریق اولیٰ لٹانا چاہیئے۔ (۱۰) ایک شخص کسی خوبصورت محبوب پر فریفتہ تھا۔ اور اس کے ہجر و فراق کے تھپیڑے بے حد و حساب برداشت کرتا رہتا تھا۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱	پس از ہوشمندی و فرزانگی	بدف برزدندش ز دیوانگی
	ہوشمندی اور عقل مندی کے بعد	اس کی دیوانگی کے ڈھول پٹوا دیئے
۲	قفا خوردے از دست یارانِ خویش	چو مسمار پیشانی آوردہ پیش
	اپنے دوستوں سے طمانچے کھاتا	کیل کی طرح آگے کو پیشانی نکالے
۳	خیالش چناں بر سر آشوب کرد	کہ بامِ دماغش لگد کوب کرد
	اس کا خیال اس کے سر پر اس طرح مسلط ہو گیا	کہ اس کے دماغ کی اٹاری کو پائمال کر دیا
۴	ز دشمن جفا بردے از بہر دوست	کہ تریاکِ اکبر بود زہر دوست
	دوست کی خاطر دشمن کا ظلم سہتا	اس لیے کہ دوست کا زہر بڑا تریاق ہوتا ہے
۵	بنودش ز تشنیع یاراں خبر	کہ غرقہ ندارد ز باراں خبر
	دوستوں کے طعن و تشنیع کی اس کو خبر نہ تھی	اس لیے کہ ڈوبا ہوا بارش سے بے خبر ہوتا ہے
۶	کرا پائے خاطر برآید بہ سنگ	نیندیشد از شیشۂ نام و ننگ
	جس کی طبیعت کا پاؤں پتھر پر پڑ جائے	وہ نام و ننگ کے شیشے کی فکر نہیں کرتا ہے
۷	شبے دیو خود را پری چہرہ ساخت	در آغوشِ آں مردِ برنا بتافت
	ایک دن شیطان نے اپنے آپ کو پری چہرہ بنایا	اس مرد کی بغل سبز اور اس پر ڈاکہ ڈالا
۸	سحرگہ مجالِ نمازش نبود	زیاراں کس آگہ ز رازش نبود
	صبح کو اس کو نماز کی گنجائش نہ رہی	اس کے راز پر دوستوں میں سے کوئی آگاہ نہ تھا
۹	بآبے فرو رفت نزدیکِ بام	بروبستہ سرما درے از رخام
	صبح کے وقت وہ پانی میں اتر گیا	موسم سرما نے جس کا دروازہ سنگِ مرمر سے بند کر دیا تھا
۱۰	نصیحت گرے لومش آغاز کرد	کہ خود را بکشتی دریں آبِ سرد
	ایک نصیحت کرنے والے نے اس کو ملامت شروع کر دی	کہ تو نے اس ٹھنڈے پانی میں اپنے آپکو مار ڈالا ہے

(۱) پس: بعد۔ فرزانگی: عقلمندی۔ بدف: دف کے ساتھ بر: زائد۔ زدندش: مارا اس کے متعلق۔ (۲) قفا: دھول۔ خوردے: کھاتا وہ۔ دست یاران خویش: اپنے یاروں کا ہاتھ۔ چو: مثل۔ مسمار: میخ۔ آوردہ: لائے ہوئے۔ پیش: سامنے۔ (۳) خیالش: اس کا خیال۔ چناں: ایسا۔ آشوب کرد: ہجوم کیا۔ بام دماغش: اس کے دماغ کی چھت۔ لگد کوب: پائمال۔
(۴) جفا: ظلم۔ برد: لے جاتا یا اٹھاتا۔ از بہر: واسطے۔ تریاک: زہر کی دوا۔ اکبر: بڑا۔ بود: ہووے۔ زہر دوست: دوست کا زہر۔ (۵) بنودش: نہیں تھا اس کو۔ ز تشنیع یاراں: یاروں کی طعن تشنیع سے یعنی برا بھلا کہنے سے۔ غرقہ: ڈوبا ہوا۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ باراں: بارش۔ (۶) کرا: جس کے۔ پائے خاطر: دل کے پاؤں۔ برآید: پڑ جائیں۔ بہ سنگ: پتھر پر۔ نیندیشد: نہیں فکر کرتا۔ نام و ننگ: نام اور شرم۔ (۷) شبے: ایک رات۔ دیو: شیطان۔ خود را: اپنے آپ کو۔ پری چہرہ: پری جیسا چہرہ۔ ساخت: بنالیا۔ در آغوش: بغل میں۔ آں مرد برنا: اس جوان مرد۔ بتافت: چمک پڑا، جلوہ افروز ہوا۔
(۸) سحرگہ: صبح کے وقت۔ مجال نمازش: نماز کی گنجائش اسکو۔ نبود: نہ تھی۔ زیاراں: یاروں میں سے۔ کس: کوئی شخص۔ آگہ: خبردار۔ ز رازش: اس کے راز سے۔ نبود: نہ تھا۔ (۹) بآبے: ایک پانی میں۔ فرو رفت: نیچے اتر گیا۔ نزدیک بام: گھر کے نزدیک۔ بروبستہ: اس پر۔ بستہ: باندھا ہوا۔ سرما: سردی۔ درے: دروازہ۔ رخام: سنگ مرمر۔ (۱۰) نصیحت گرے: ایک نصیحت کرنے والا۔ لومش: ملامت اس کو۔ آغاز کرد: شروع کی۔ خود را: اپنے آپ کو۔ بکشتی: مار ڈالا تو نے۔ دریں آبِ سرد: اس ٹھنڈے پانی میں۔

تشریح: (۱) وہ (پری پیکر چہرے کا عاشق) فریفتگی سے قبل بہت ہی عقل مندی کی شہرت رکھتا تھا۔ لیکن اس (فریفتہ ہونے) کے بعد لوگوں نے اسے مجنوں مشہور کر دیا۔ (۲) اس (فریفتہ) کے قریبی احباب اپنے استہزا کا نشانہ بناتے تھے مگر وہ خندہ پیشانی سے یہ سب کچھ برداشت کرتا تھا۔ (۳) پری پیکر محبوب نے اس کے دماغ پر ایسا غلبہ پایا کہ اس کی عقل پر پردہ پڑ گیا۔ (دماغ میں خرابی پیدا ہونے کو تھی)۔
(۴) وہ (فریفتہ) اپنے محبوب کی خاطر دشمن کا ہر جور و جفا ہنس کر جھیلتا تھا۔ کیونکہ محبوب کے ہاتھوں کا زہر بھی تریاق ہوتا ہے۔ (۵) وہ (عاشق) دوستوں کی لعن و طعن پر لاپرواہی برتتا تھا۔ جیسا کہ ڈوبنے والے کو بارش کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ (۶) جس شخص پر عشق کا بھوت سوار ہو جائے تو اسے کسی قسم کے اعزاز و وقار کے خاتمے کا احساس تک نہیں ہوتا۔ (۷) ایک مرتبہ شیطان اس (عاشق) کے محبوب کی شکل میں خواب میں ایسے دکھائی دیا گویا کہ وہ (محبوب) اس کی آغوش میں ہے۔ (۸) جنبی (غسل واجب) ہونے کے باعث اسے (عاشق کو) نہانے کی ضرورت پیش آنے کی وجہ سے وہ نماز کے قابل نہ رہا تھا۔ اس کے دوست خواب کی سرگزشت سے لاعلم تھے۔ (۹) سخت سردی کے موسم میں وہ (عاشق) غسل جنابت کے لیئے ایسے تالاب میں نہانے لگا جس کا پانی جم کر برف بن چکا تھا۔ (۱۰) کسی گذرنے والے ناصح نے ملامت کرتے ہوئے اسے (عاشق کو) نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ سردی کے سخت موسم میں برف میں پڑا ہوا ہے۔

۱	زبرنائے منصف برآمد خروش	کہ زنہار ازیں حرف منکر خموش
	منصف نوجوان کو جوش آ گیا	کہ خبردار اس بری بات سے چپ رہ
۲	مرا پنج روز ایں پسر دل فریفت	زمہرش چنانم کہ نتواں شکیفت
	کچھ دنوں سے اس لڑکے پر میرا دل فریفتہ ہے	اس کی محبت میں ایسا ہو گیا کہ صبر نہیں کر سکتا
۳	نپرسید بارے بخلق خوشم	نگر تا چہ بارش بجاں مے کشم
	اس نے ایک بار بھی خوش خلقی سے میری مزاج پرسی نہیں کی	دیکھ اس کا کس قدر بار دل سے برداشت کر رہا ہوں
۴	پس آں را کہ شخصم زخاک آفرید	بقدرت درو جان پاک آفرید
	تو وہ ذات کہ جس نے مجھے خاک سے پیدا کیا	قدرت سے اس نے اس میں پاک جان ڈالی
۵	عجب داری گر بار امرش برم	کہ دائم باحسان و فضلش درم
	اگر میں اسکے حکم کا بوجھ برداشت کرتا ہوں تو تجھے تعجب ہے	جبکہ میں ہمیشہ اس کے فضل اور احسان میں ہوں

گفتار اندر سماع اہل دل[۶] و تقریر حق و باطل آں

اہل دل کے گانا سننے اور اس کے حق و باطل ہونے کی گفتگو

۷	اگر مرد عشقی کم خویش گیر	وگرنہ رہ عافیت پیش گیر
	اگر تو عشق کا مرد ہے تو اپنے آپ کو گم کر دے	ورنہ آرام کا راستہ اختیار کر
۸	مترس از محبت کہ خاکت کند	کہ باقی شوی گر ہلاکت کند
	محبت سے نہ ڈر کہ وہ تجھے خاک کر دیگی	اس لیے کہ تو باقی رہے گا اگر وہ تجھے ہلاک کر دیگی
۹	نروید نبات از حبوب درست	مگر خاک بر وے بگردد نخست
	صاف دانوں سے سبزہ نہیں اگتا ہے	بلکہ ان پر پہلے خاک پھرتی ہے
۱۰	ترا با حق آں آشنائی دہد	کہ از دست خویشت رہائی دہد
	تجھے حق سے وہی چیز متعارف کرائیگی	جو تیرے ہاتھ سے تجھے چھٹکارا دلائے گی

(۱) برنائے منصف: انصاف پسند جوان۔ برآمد: نکلی۔ خروش: چیخ۔ زنہار: ہرگز۔ ازیں حرف منکر: اس بری بات سے۔ خموش: چپ رہ۔ (۲) مرا: مجھ کو۔ پنج روز: پانچ دن۔ ایں پسر: یہ لڑکا۔ دل فریفت: دل فریفتہ کیا۔ زمہرش: اس کی محبت سے۔ چنانم: میں ایسا ہوں۔ نتواں شکیفت: صبر نہیں کر سکتا۔ (۳) نپرسید: نہیں پوچھا۔ بارے: ایک بار۔ بخلق خوشم: خوش خلقی سے مجھ کو۔ نگر: دیکھ۔ تا چہ: کس طرح۔ بارش: اس کا بوجھ۔ بجاں: دل سے۔ مے کشم: میں کھینچتا ہوں۔ (۴) پس: پھر۔ آں را: اس کو۔ شخصم: میری ذات۔ زخاک: مٹی سے۔ آفرید: پیدا کی۔ بقدرت: قدرت سے۔ درو: اس میں۔ جان پاک: پاک جان۔ (۵) عجب داری: تو تعجب رکھتا ہے۔ بار امرش: اس کے حکم کا بوجھ۔ برم: اٹھاتا ہوں۔ دائم: ہمیشہ۔ باحسان و فضلش: اس کے فضل و احسان میں۔ درم: ہوں میں۔ (۶) گفتار: بات۔ سماع اہل دل: دل والوں کے گانا سننے۔ تقریر حق و باطل آں: اس کے حق و باطل ہونے کو ثابت کرنا۔ (۷) مرد عشقی: عشق والا مرد ہے تو۔ کم خویش: اپنے آپ کو گم کرنا۔ گیر: پکڑ، اختیار کر۔ رہ عافیت: آرام کا راستہ۔ پیش گیر: اختیار کر۔ (۸) مترس: مت ڈر۔ خاکت: تجھ کو خاک۔ کند: کرے۔ باقی شوی: باقی رہنے والا ہو جاوے تو۔ ہلاکت: تجھ کو ہلاک۔ کند: کرے۔ (۹) نروید: نہیں اگتا۔ نبات: سبزہ۔ حبوب درست: اچھے بیج۔ مگر: لیکن۔ خاک بر وے: اس پر مٹی۔ بگردد: ہو جاوے۔ نخست: پہلے۔ (۱۰) ترا: تجھ کو۔ باحق: حق تعالیٰ سے۔ آں: وہ چیز۔ آشنائی دہد: پہچان دلا دے۔ از دست خویشت: اپنے ہاتھ سے تجھ کو۔ دہد: دیوے۔

تشریح: (۱) ناصح کی بات نے اس (عاشق) پر ایسا اثر کیا کہ اس کی چیخیں نکل گئیں۔ بالآخر وہ (عاشق) ناصح کو خاموش رہنے کی فریاد کرنے لگا اور کہا۔
(۲) محبوب کے عشق نے مجھے (عاشق کو) ایسا اندھا کر دیا کہ اس کے بغیر کچھ سجھائی نہ دینے کے ساتھ ساتھ بے صبری نے مجھے آ لیا ہے۔
(۳) مگر اسے (محبوب لڑکے کو) ایک بار بھی میرا خیال نہ آیا کہ میں (محبوب) اس (عاشق) سے احوال ہی پوچھ لوں۔ لیکن میں اسے غالب کیئے ہوئے ہوں۔
(۴) جس ذات حق نے مجھے مٹی سے پیدا کر کے نطفے سے انسان بنا کر اپنی قدرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ (اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا)
(۵) قادر مطلق کی خاطر تکلیف برداشت کرنے میں کوئی تعجب نہیں۔ کیونکہ اس کے فضل و کرم کا بوجھ ہر وقت اٹھائے رکھتا ہوں۔
(۶) عنوان۔ صوفیاء (اہل دل) ہوں یا علماء (ارباب معنیٰ) ہر چیز پر ان کی گہری نظر ہونے کے باعث انہیں ذات حق کی جلوہ گری نظر آتی ہے جو سماع کے لیے ساز کا محتاج نہیں ہوتی۔ (۷) اگر تو سچا عاشق ہے تو خود کو محبوب (ذات حق) میں فنا کر دے۔ ورنہ عاشقی چھوڑ کر خیر و عافیت کا راستہ اختیار کر لے۔
(۸) محبت کے راستے (راہ حق) میں مصائب سے نہیں گھبرانا چاہیئے۔ کیونکہ شہادت کی موت انسان کو زندہ جاوید کر دیتی ہے۔
(۹) جس طرح دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح محبوب (ذات حق) کا وصال تمام مایوسیوں کو نابود کر دیتا ہے۔
(۱۰) جب تک انسان خود کو خود پرستی (غرور و تکبر) کے خول سے نہیں نکال لیتا۔ اس وقت تک ذات حق کا وصال نصیب نہیں ہوتا۔

کہ تا باخودی در خودت راہ نیست	۱	وزیں نکتہ جز بے خود آگاہ نیست
اسلیئے کہ جبتک تو خودی میں ہے تجھے اپنے اندر کا راستہ نہ ملیگا		اس نکتہ سے سوائے بے خودوں کے کوئی واقف نہیں ہے
نہ مطرب کہ آواز پائے ستور	۲	سماعست گر عشق داری و شور
گویئے کی آواز ہی نہیں بلکہ چوپائے کے پیر کی آواز		گانا ہے اگر تو عشق اور مستی رکھتا ہے
مگس پیش شوریدہ دل پر نزد	۳	کہ او چوں مگس دست بر سر نزد
کسی عاشق مزاج کے سامنے مکھی نے پر نہیں پھڑپھڑائے		کہ اس نے مکھی کی طرح دو ہتھڑ سر پہ نہ مارے ہوں
نہ بم داند آشفتہ ساماں نہ زیر	۴	باواز مرغے بنالد فقیر
عاشق مزاج زیر و بم نہیں جانتا		بلکہ فقیر پرند کی آواز پر رو دیتا ہے
سرایندہ خود مے نگردد خموش	۵	ولیکن نہ ہر وقت بازاست گوش
گانے والا خود کسی وقت بھی خاموش نہیں ہے		لیکن ہر وقت کان کھلے ہوئے نہیں ہیں
چو شوریدگاں مے پرستی کنند	۶	بر آواز دولاب مستی کنند
جب عاشق مے پرستی کرنے لگتے ہیں		رہٹ کی آواز پر جھومنے لگتے ہیں
برقص اندر آیند دولاب وار	۷	چو دولاب برخود بگریند زار
رہٹ کی طرح رقص میں آجاتے ہیں		رہٹ کی طرح اپنے اوپر زار زار رونے لگتے ہیں
بہ تسلیم سر در گریباں برند	۸	چو طاقت نماند گریباں درند
خدا کو سونپنے کے لئے گریبان میں سر ڈال دیتے ہیں		جب طاقت نہیں رہتی تو گریبان پھاڑ دالتے ہیں
بگویم سماع اے برادر کہ چیست	۹	مگر مستمع را بدانم کہ کیست
بھائی میں بتاتا ہوں کہ سماع کیا چیز ہے		ہاں میں سننے والے کو جان لوں کہ وہ کون ہے
گر از برج معنی بود طیر او	۱۰	فرشتہ فرو ماند از سیر او
اگر اس کا طائر (روح) حقیقت کے برج کا ہے		تو اس کی رفتار سے فرشتہ بھی عاجز ہے

(۱) تا باخودی: جبتک تو خودی والا ہے۔ در خودت: اپنے اندر تجھ کو۔ راہ نیست: راستہ نہیں ہے۔ وزیں: اور اس سے۔ جز بے خود: بے خود کے سوا۔ آگاہ نیست: خبردار نہیں ہے۔ (۲) مطرب: گویا۔ پائے ستور: چوپائے کے پاؤں۔ سماعست: گانا ہے، سننے کی چیز ہے۔ عشق داری: عشق رکھتا ہے تو۔ شور: مستی۔ (۳) مگس: مکھی۔ پیش شوریدہ دل: پریشان دل کے سامنے یعنی عاشق کے سامنے۔ پر نزد: پر نہیں مارا۔ او: وہ۔ چوں مگس: مکھی کی طرح۔ دست: ہاتھ۔ بر سر: سر پہ۔ نزد: نہ مارا ہو۔ (۴) بم: راگ کی اونچی آواز۔ داند: جانتا ہے۔ آشفتہ ساماں: پریشاں حالت والا یعنی عاشق۔ زیر: راگ کی آہستہ آواز۔ باواز مرغے: ایک پرندے کی آواز کے ساتھ۔ بنالد: رو پڑتا ہے۔ (۵) سرایندہ: گانے والا۔ مے نگردد: نہیں ہوتا۔ باز است: کھلا ہے۔ گوش: کان۔ (۶) شوریدگان: دیوانے یا عاشق۔ مے پرستی: شراب نوشی۔ کنند: کرتے ہیں۔ دولاب: رہٹ۔ مستی کنند: مستی کرتے ہیں۔ (۷) برقص: رقص میں۔ آیند: آتے ہیں۔ دولاب وار: رہٹ کی طرح۔ چوں: مثل۔ برخود: اپنے اوپر۔ بگریند: روتے ہیں۔ زار: زار و قطار۔ (۸) تسلیم: سپردگی کے ساتھ۔ برند: لے جاتے ہیں۔ چو: جب۔ نماند: نہیں رہتی۔ درند: پھاڑتے ہیں۔ (۹) بگویم: میں کہتا ہوں۔ سماع: گانا۔ برادر: بھائی۔ چیست: کیا ہے۔ مستمع: سننے والا۔ بدانم: جان لوں میں۔ کیست: کون ہے۔ (۱۰) برج معنی: حقیقت کا برج۔ بود: ہوئے۔ طیر او: اس کی روح۔ فرو ماندہ: عاجز رہ جائے۔ سیر او: اس کی رفتار ہے۔

تشریح: (۱) خود پرستی (تکبر) کے باعث انسان کو اپنی حقیقت کا علم نہیں ہوتا۔ یہ نکتہ کوئی فنا فی اللہ کی منزل طے کرنے والا بے خود (عاجز) ہی سمجھ سکتا ہے۔ (۲) اگر مزاج و عقل پر ذات حق کا عشق غالب ہو تو پھر ہر چیز مثل چوپائے وغیرہ کی آہٹ سے بھی ان پر بھی کیفیت طاری ہوسکتی ہے۔ (۳) غلبۂ عشق کا حامل شخص مکھی کے پھڑ پھڑانے پر بے قرار ہوجاتا ہے۔ اور وہ (عاشق) مکھی کی طرح پھڑ پھڑانے لگتا ہے۔

(۴) راگ کی اونچی آواز (بم) ہو یا آہستہ (زیر) یہ دونوں ذات حق کے کسی دیوانے کو متاثر نہیں کرسکتی۔ بلکہ یہ (عاشق) تو پرندے کی آواز پر بھی مضطرب ہوجاتا ہے۔ (۵) قدرتی گیتوں کے سُر پورے عالم میں بکھرے پڑے ہیں۔ چونکہ سامعین ہر وقت ان (سُروں) پر کان نہیں دھرتے۔ اس لئے انہیں (سننے والوں کو) وجد بھی نہیں آتا۔ (۶) جب دیوانے لوگ شراب عشق و معرفت میں مست ہوتے ہیں تو وہ رہٹ کی آواز پر وجد میں آجاتے ہیں۔

(۷) ان (ذات حق کے مستانوں) کی آنکھوں سے آنسو ایسے رواں ہوتے ہیں۔ جیسے رہٹ کے کنوئیں سے پانی جاری ہوتا ہے۔

(۸) اپنی خودی کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرکے اپنے گریبانوں میں جھانکتے ہیں۔ جب ضبط کی قوت نہیں رہتی تو دیوانگی میں گریبان چاک کرلیتے ہیں۔

(۹) سماع کی حلت و حرمت بیان کرنے سے پہلے معلوم کرنا چاہیئے کہ سماع کرنے والے کا مقام کیا ہے۔

(۱۰) اگر سامع کی روحانی قوت کا تعلق ذات حق کے ساتھ ہے تو اس کی رفتار جبرئیل امین سے بھی زیادہ تیز ہوگی۔

#	مصرع اول	مصرع دوم
۱	وگر مرد لہوست و بازی ولاغ	قوی تر شود لہوش اندر دماغ
	اور اگر کھیل کود اور تفریح کا بندہ ہے	تو کھیل ہی اس کے دماغ میں اور قوی ہوگا
۲	چہ مرد سماعست شہوت پرست	بآواز خوش خفتہ خیزد نہ مست
	شہوت پرست کیا مرد سماع ہے	اچھی آواز سے سویا ہوا بیدار ہوتا ہے نہ کہ مدہوش
۳	پریشان شود گل بباد سحر	نہ ہیزم کہ نشگافدش جز تبر
	صبح کی نسیم سے پھول پریشان ہوتا ہے	نہ کہ سوختہ جس کو کلہاڑی پھاڑے
۴	جہاں پرسماع ست و مستی و شور	ولیکن چہ بیند در آئینہ کور
	سماع اور مستی اور شور سے جہاں بھرا پڑا ہے	لیکن اندھا آئینہ میں کیا دیکھ سکتا ہے
۵	مکن عیب درویش حیران و مست	کہ غرقست ازاں مے زند پاؤدست
	حیران اور مست درویش کی عیب جوئی نہ کر	اسلئے کہ وہ تو ڈوبا ہوا ہے اسی وجہ سے ہاتھ پیر مارتا ہے
۶	نہ بینی شتر در حدائے عرب	کہ چونش برقص اندر آرد طرب
	تو نے نہیں دیکھا کہ اونٹ عرب کی حدی پر	اس کو مستی کس طرح رقص میں لے آتی ہے
۷	شتر را چوں شور طرب در سرست	اگر آدمی را نباشد خرست
	جب مستی کا شور اونٹ کے سر میں بھی ہے	اگر آدمی میں نہ ہو تو وہ گدھا ہے

حکایت [8]

کہانی

#	مصرع اول	مصرع دوم
۹	شکرلب جوانے نے آموختے	کہ دلہا در آتش چو نے سوختے
	ایک شیریں لب نوجوان بانسری بجانا سیکھتا	جو نرکل کی طرح دلوں کو آگ میں جلاتا
۱۰	پدر بارہا بانگ بروے زدے	بہ تندی و آتش دراں نے زدے
	باپ بارہا اس پر چیختا	غصے سے اور اس بانسری کو آگ میں جلا دیا

(۱) مردلہو: کھیل کا مرد۔ ست: ہے۔ بازی: کھیل۔ لاغ: تماشا۔ قوی تر: طاقتور۔ شود: ہو جاوے۔ لہوش اس کا کھیل۔ (۲) چہ: کیا۔ مرد سماعست: گانے کا مرد ہے شہوت پرست: شہوت کو پوجنے والا یعنی عیاش۔ خفتہ: سویا ہوا۔ خیزد: اٹھ جاتا ہے۔ (۳) پریشان شود: پریشان ہو جاتا ہے یعنی بکھر جاتا ہے۔ گل: پھول۔ بباد سحر: صبح کی ہوا کے ساتھ۔ ہیزم: خشک لکڑی یا بالن۔ نشگافدش: نہیں پھاڑ سکتا ہے اس کو۔ جز تبر: سوائے کلہاڑی کے۔ (۴) پرسماع: سماع یعنی گانے سے بھرا ہوا۔ چہ بیند: کیا دیکھے۔ کور: اندھا۔ (۵) مکن: مت کر۔ غرقست: ڈوبا ہوا ہے۔ ازآں: اس وجہ سے۔ مے زند: مارتا ہے۔ پاؤدست: ہاتھ پاؤں۔ (۶) نہ بینی: نہیں دیکھتا تو۔ شتر: اونٹ حدائے عرب: عرب کی حدی۔ حدی اونٹوں کو تیز دوڑانے والا گیت۔ چونش: کیسے اس کو۔ برقص اندر: رقص میں۔ آرد: لاتا ہے۔ طرب: شوق، مستی۔ (۷) شتر: اونٹ۔ چوں: جب۔ شور طرب: خوشی کا شور۔ درسرست: سر میں ہے۔ نباشد: نہ ہووے۔ خرست: گدھا ہے۔ (۸) حکایت: کہانی۔ (۹) شکرلب: میٹھے لبوں والا۔ جوانے: کوئی جوان نے: بانسری۔ آموختے: سیکھتا تھا۔ دلہا: جمع دل۔ در آتش: آگ میں۔ چونے: مثل بانسری کے۔ سوختے: جلتے وہ۔ (۱۰) پدر: باپ۔ بارہا: کئی بار۔ بروے: اس پر۔ بانگ: آواز۔ زدے: مارتا۔ بتندی: تیزی سے۔ آتش: آگ۔ دراں نے: اس بانسری میں۔ زدے: لگاتا وہ۔

تشریح: (۱) اگر سماع کرنے والا شخص شہوت پرست (تماشبین) ہے تو سماع سننے سے اس (شہوت پرست سامع) کی شہوت بھڑکتی ہے۔ اس پر سماع حرام ہے۔ (۲) سماع مثل مست کے ہے۔ خوبصورت آواز بیداری کا باعث نہیں ہوتی۔ بلکہ نیند میں مدہوش مطلق آواز سے جاگ اٹھتا ہے۔ لہٰذا شہوت پرست سماع کا اہل نہیں۔ (۳) عارف حق پھول کی طرح ہوتا ہے جو باد صبا کے ہلکے چھونے سے کھل اٹھتا ہے۔ شہوت پرست خشک لکڑی کی مانند ہے جو کلہاڑوں کی ضرب سے چرتی ہے۔ (۴) عالم دنیا کی ہر شئ سماع کی خبر دیتی ہے۔ لیکن نااہل (شہوت پرست) سن ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ نابینا آئینہ میں اپنی شکل کیا دیکھے۔ (۵) اگر کوئی صاحب حال (مجذوب) غلبۂ حال و مستی میں بے خود و مضطرب ہو کر خلاف عقل بات کرے تو برا محسوس نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ معرفت کے سمندر میں غرق ہوتا ہے۔ (۶) عرب شتربان کے گنگنانے سے اونٹ کی مستی میں رقصاں ہونے کی کیفیت سے واقف حال لوگ مجذوبوں کے حال کو بھی اسی (عرب حدی) پر قیاس کرتے ہیں۔

(۷) جب اونٹ جیسی بے عقل مخلوق شتربان کے سماع سے متاثر ہو کر رقصاں ہوتا ہے۔ اگر انسان باشعور ہونے کے باوجود سماع کا اثر قبول نہ کرے تو اس کی مثال گدھے جیسی ہے۔ (۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب انسان سماع کے ذریعے وجد میں آکر بے قابو ہو جاتا ہے تو وہ سرور و مستی میں رقصاں ہوتا ہے۔ (۹) کوئی پرکشش آواز کا حامل نوجوان بانسری بجانے کی تربیت حاصل کرتا تھا۔ اس کی بانسری سن کر لوگوں کے دل آتش کدہ بن جاتے تھے۔ (۱۰) اس (بانسری بجانے والے) کے باپ کو یہ شغل اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس لیئے وہ (باپ) اس (بیٹے) کی بانسری کو جلا دیتا تھا۔ اور ڈانٹ ڈپٹ کا سلسلہ اس کے علاوہ تھا۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱	شبے بر ادائے پسر گوش کرد	سماعش پریشان و مدہوش کرد
	ایک رات کو لڑکے کی ادائیگی کو سنا	سماع نے اس کو پریشان اور مدہوش کر دیا
۲	ہمے گفت و بر چہرہ افگند خوے	کہ آتش بمن زد دریں بار نے
	چہرے پر پسینہ لائے ہوئے یہ کہہ رہا تھا	کہ اس بار تو بانسری نے مجھ میں آگ لگا دی
۳	ندانی کہ شوریدہ حالان مست	چرا بر فشانند در رقص دست
	تجھے معلوم نہیں کہ شوریدہ حال مست	رقص میں ہاتھ کیوں پھینکتے ہیں
۴	کشاید درے بر دل از واردات	فشانند سر دست بر کائنات
	واردات کا دل پر دروازہ کھل جاتا ہے	کائنات سے اپنا ہاتھ جھاڑتا ہے
۵	حلالش بود رقص بر یاد دوست	کہ ہر آستینیش جانے در دوست
	دوست کی یاد پر اس کو رقص جائز ہے	جس کی ہر آستین میں ایک حقیقت ہو
۶	گرفتم کہ خود چابکی در شنا	برہنہ توانی زدن دست و پا
	میں نے مانا کہ تو تیرنے میں خود ہوشیار ہے	لیکن ننگا ہو کر ہی ہاتھ پیر مار سکتا ہے
۷	بکن خرقۂ نام و ناموس و زرق	کہ عاجز بود مرد با جامہ غرق
	نام اور عزت اور مکر کا لباس اتار پھینک	اس لیئے جو کپڑوں میں ڈوبا ہے وہ عاجز ہوتا ہے
۸	تعلق حجاب ست و بے حاصلی	چو پیوندہا بگسلی واصلی
	تعلق ایک پردہ ہے اور تو بے نتیجہ ہے	جب تو تعلق منقطع کر لے گا واصل بحق ہے

حکایت[9]

کہانی

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱۰	کسے گفت پروانہ را کاے حقیر	برو دوستی در خور خود بگیر
	کسی نے پروانے سے کہا اے حقیر	جا اپنے مناسب دوستی کر

(۱) شبے: ایک رات۔ ادائے پسر: بیٹے کی ادا۔ گوش کرد: کان لگایا۔ سماعش: گانے نے اس کو۔ مدہوش کرد: بدمست کر دیا۔ (۲) ہمے گفت: وہ کہتا تھا۔ افگند: ڈالتا تھا۔ خوے: پسینہ۔ آتش: آگ۔ بمن: میرے اندر۔ زد: لگا دی۔ دریں بار: اس بار۔ نے: بانسری۔

(۳) ندانی: تو نہیں جانتا۔ شوریدہ حالان مست: مست دیوانے۔ چرا: کیوں۔ بر فشانند: جھاڑتے ہیں۔ در رقص: رقص میں۔ دست: ہاتھ۔ (۴) کشاید: کھلتا ہے۔ درے: ایک دروازہ۔ واردات: فیضانِ الٰہی جو عارف کے دل پر وارد ہوتا ہے۔ فشاند: جھاڑتا ہے۔ سر دست: ہاتھ۔ بر کائنات: کائنات کے اوپر۔ (۵) حلالش بود: اس کو حلال ہووے۔ رقص: ناچ۔ بر یاد دوست: دوست کی یاد پر۔ ہر آستینیش: اس کی ہر آستین۔ جانے در دست: اس میں ایک قیمتی جان ہے۔ (۶) گرفتم: میں نے مانا۔ چابکی: چالاک ہے تو۔ در شنا: تیراکی میں۔ برہنہ: ننگا۔ توانی زدن: مار سکتا ہے تو۔ دست و پا: ہاتھ پاؤں۔ (۷) بکن: پھاڑ ڈال۔ خرقہ: گودڑی یا لباس فقیری۔ ناموس: عزت۔ زرق: مکر۔ بود: ہووے۔ مرد با جامہ: کپڑوں والا آدمی۔ (۸) حجاب: پردہ۔ بے حاصلی: بے نتیجہ یا محرومی۔ چو: جب۔ پیوندہا: جوڑ۔ بگسلی: توڑ دے تو۔ واصلی: واصل ہے تو یعنی حق سے ملنے والا ہے تو۔

(۹) حکایت: کہانی۔

(۱۰) کسے: کسی شخص نے۔ گفت: کہا۔ کاے حقیر: کہ اے حقیر۔ برو: جا۔ در خور خود: اپنے مناسب۔ بگیر: پکڑ۔

تشریح: (۱) ایک رات ایسی بھی آئی کہ باپ نے بیٹے کی بانسری سنی تو اس کے سوز سے نہ صرف جلنے لگا بلکہ اس (باپ) پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ (۲) ہوش میں آنے کے بعد وہ (باپ) پسینہ پونچھتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ پہلے میں ہمیشہ بانسری کو آگ لگاتا تھا اور آج بانسری نے مجھے جلا کر رکھ دیا۔ (۳) کوئی کیا جانے کہ سماع کی قوت کیا ہے جس سے مجذوب مستی میں آ کر رقصاں ہو جاتا ہے۔ یہ اس (مجذوب) کے دل پر سماع کی واردات ہوتی ہے۔ (۴) ذات حق کی مستی میں مگن لوگ (مجذوب) اپنے دل کے دروازے وجد کے لیئے کھلے رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان (مجذوبوں) کی نظر میں کائنات حقیر ہوتی ہے۔ (۵) جس کی آستین میں جان ہوتی ہے۔ وہ اگر دوستوں کی محفل میں رقص کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس کی رگ رگ میں محبوب کے دیدار کا اشتیاق جاگزیں ہوتا ہے۔ (۶) کوئی آدمی تیراکی میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو (سمندر میں کودتے وقت) جب تک لباس نہ اتارے بات نہیں بنتی۔ لہٰذا ذاتِ حق سے وصال کے لیئے مخلوق سے قطع تعلقی ضروری ہے۔ (۷) مکر و فریب اور نام و نمود کا لباس نہ اتارنے سے غرق ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لیئے وصال حق کے لیئے انہیں (مکر و فریب وغیرہ) ترک کرنا لازمی ہے۔ (۸) مخلوقات سے تعلقات قائم کرنا وصال حق سے محرومی کا باعث ہے۔ لہٰذا ان حجابات سے دوری اختیار کرنا وصال حق نصیب ہونے کا سبب ہے۔ (۹) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ محبوب کے مظالم (اللہ تعالیٰ کے مصائب) سے تنگ آ کر اس سے قطع تعلق نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اسی حال (مصائب) میں مرنا سعادت سمجھے۔

(۱۰) کسی نے پروانے سے کہا کہ تو اور شمع آپس میں میل نہیں کھاتے۔ اس لیئے کسی اپنے برابر کے جوڑ سے دوستی کی پینگیں بڑھا۔

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	رہے رو کہ بینی طریق رجا	تو و مہر شمع از کجا تا کجا
	ایسا راستہ چل جس میں تجھے امید کی راہ نظر آئے	تو اور شمع کی محبت، کہاں وہ کہاں تو
۲	سمندر نۂ گرد آتش مگرد	کہ مردانگی باید آنگہ نبرد
	تو سمندر نہیں ہے آگ کے چکر نہ لگا	اس لیے کہ بہادری چاہیئے پھر لڑائی
۳	زخورشید پنہاں شود موش گور	کہ جہل ست با آہنیں پنجہ زور
	چھچھوندر سورج سے چھپتی ہے	اس لیے کہ آہنی پنجہ سے زور کرنا نادانی ہے
۴	یکے را کہ دانی کہ خصم تو اوست	نہ از عقل باشد گرفتن بدوست
	جس کے بارے میں تجھے علم ہے کہ وہ تیرا دشمن ہے	اس کو دوست بنانا عقل کی بات نہیں ہے
۵	ترا کس نگوید نکو مے کنی	کہ جاں در سر کار او مے کنی
	تجھے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تو اچھا کرتا ہے	کہ اس کی خاطر جان قربان کرتا ہے
۶	گدائے کہ از بادشاہ خواست دخت	قفا خورد و سودائے بیہودہ پخت
	جس فقیر نے بادشاہ سے لڑکی چاہی	اس نے طمانچہ کھایا اور بیہودہ خیال پکایا
۷	کجا در حساب آورد چو تو دوست	کہ روئے ملوک و سلاطیں در وست
	تجھ جیسے دوست کو وہ کس گنتی میں لائے گی	جبکہ ملوک اور سلاطین کا رُخ اس طرف ہے
۸	مپندار کو در چناں مجلسے	مدارا کند با تو چوں مفلسے
	یہ نہ سمجھ کہ وہ اس جیسی مجلس میں	تجھ جیسے مفلس کی خاطر تواضع کرے گی
۹	وگر با ہمہ خلق نرمی کند	تو بے چارہ ای بر تو گرمی کند
	اگر وہ ساری دنیا کے ساتھ نرمی کرے گی	تو مفلس ہے۔ تجھ پر گرمی کرے گی
۱۰	نگہ کن کہ پروانۂ سوزناک	چہ گفت اے عجب گر بسوزم چہ باک
	دیکھ! دردناک پروانے نے	کیا کہا ہائے تعجب اگر میں جلتا ہوں تو کیا پرواہ ہے

(۱) رہے رو: ایسا راستہ چل۔ بینی: دیکھے تو۔ طریق رجا: امید کی راہ۔ تو و مہر شمع: تو اور شمع کی محبت۔ از کجا: کہاں سے۔ تا کجا: کہاں تک۔ (۲) سمندر: آگ کا کیڑا۔ نۂ: نہیں ہے تو۔ گرد آتش: آگ کے گرد۔ مگرد: مت پھر۔ مردانگی: بہادری۔ باید: چاہیئے۔ آنگہ: اس وقت۔ نبرد: لڑائی۔

(۳) زخورشید: سورج سے۔ پنہاں: پوشیدہ۔ شود: ہوجاتا ہے۔ موش گور: قبر کا چوہا یعنی چھچھوندر۔ جہل: نادانی ہے۔ آہنیں پنجہ: لوہے کے پنجے والا۔

(۴) یکے را: ایک کو۔ دانی: تو جانتا ہے خصم تو: تیرا دشمن اوست: وہ ہے۔ از عقل: عقل کی بات۔ باشد: ہووے۔ گرفتن: لینا۔ بدوست: دوستی میں۔ (۵) ترا: تجھ کو۔ کس: کوئی شخص۔ نگوید: نہیں کہے گا۔ نکو: اچھا۔ مے کنی: کرتا ہے تو۔ سر کار او: اس کے عشق کا خیال

(۶) گدائے کہ: جو فقیر کہ۔ خواست: چاہی۔ دخت: بیٹی۔ قفا: دھول۔ خورد: کھائی۔ سودائے بیہودہ: بے ہودہ خیال۔ پخت: پکایا۔ (۷) کجا: کہاں۔ آورد: لاوے۔ چو تو: تیرے جیسے کو۔ روئے ملوک: بادشاہوں کے چہرے۔ سلاطین: جمع سلطان بادشاہ۔ در وست: اس میں ہیں۔

(۸) مپندار: مت سمجھ۔ کو: کہ۔ در چناں مجلسے: ایسی مجلس۔ مدارا: خاطرداری۔ کند: کرے گا۔ با تو چوں مفلسے: تیرے جیسے مفلس کے ساتھ۔

(۹) با ہمہ خلق: ساری مخلوق کے ساتھ۔ کند: کرے گا تو بے چارہ ای: تو بے چارہ ہے۔ بر تو: تیرے اوپر۔

(۱۰) نگہ کن: نگہ کر۔ پروانۂ سوزناک: جلنے والا پروانہ چہ گفت: کیا کہا۔ بسوزم: میں جل جاؤں۔ چہ باک: کیا ڈر۔

تشریح: (۱) شمع تو جلانے والی طاقتور شئے ہے۔ اور تو (پروانہ) معمولی سا پچھر۔ لہٰذا تیرے اور شمع کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے۔ (۲) شمع سے الجھنا تیرا کام نہیں۔ کیونکہ یہ کام آگ کے کیڑے کا ہے۔ مقابلہ اس سے ہونا چاہیئے جس کی تاب لا سکے۔ تجھ میں ایسی جرأت کہاں۔ (۳) اپنی کمزوری کے باعث چھچھوندر سورج کا سامنا نہیں کرتی۔ ضعیفوں کا پہلوانوں سے لڑنا حماقت و جہالت پر مبنی ہے۔ (۴) جس شخص کے بارے میں یقین ہو جائے کہ یہ دشمن ہے۔ پھر اس سے دوستی کرنا بے وقوفی اور خلاف عقل ہے۔ (۵) ایسے شخص (جو دشمن ہو) پر جان نچھاور کرنا لوگوں کی نظروں میں احمقانہ فعل ہے۔ اس لیے ایسے اقدام پر داد ملنا مشکل ہے۔ (۶) تیرا عشق ایسا ہے جیسے کوئی غریب (منگتا) کسی شہزادی کا بادشاہ سے رشتہ مانگ کر ذلت اٹھائے۔ (۷) جسے چاہنے والے بڑے بڑے لوگ ہوں۔ وہ تجھ جیسے غربت زدہ کی طرف نظر التفات کیونکر کرے گا۔ (۸) غریب ہمیشہ امیر کے در پہ ذلت اٹھاتا ہے کے بمصداق بڑوں کی محفل میں تجھ جیسے فقیر کی خاطر مدارات کا ہونا محال ہے۔ (۹) منصب دار لوگوں کی دلجوئی کرنے والے غُربا کو ہمیشہ دھتکارتے آئے ہیں اس لیے بڑوں کی مجلس میں تجھ جیسے بے وقار لوگ دھتکارے جاتے ہیں۔ (۱۰) خود سوز پروانے کا جواب بھی کیا خوب ہے کہ اگر میں جل کر راکھ ہو جاؤں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

نمبر		
۱	مرا چوں خلیل آتشے در دلست	کہ پنداری ایں شعلہ بر من گلست
	خلیل اللہ کی طرح میرے دل میں ایک آگ ہے	گویا کہ یہ آگ میرے لیئے پھول ہے
۲	نہ دل دامنِ دلستاں مے کشد	کہ مہرش گریبان جاں مے کشد
	میرا دل معشوق کا دامن نہیں کھینچتا ہے	بلکہ اس کی محبت جان کا گریبان کھینچتی ہے
۳	نہ خود را بر آتش بخود مے زنم	کہ زنجیر شوق ست در گردنم
	میں اپنے آپ کو خود آگ پر نہیں ڈالتا ہوں	بلکہ عشق کی زنجیر میری گردن میں ہے
۴	مرا ہمچناں دُور بودم کہ سوخت	نہ ایں دم کہ آتش بمن در فروخت
	میں اسی طرح دُور تھا کہ اس نے مجھے پھونک دیا تھا	اس وقت نہیں جب اس نے مجھ میں آگ لگائی ہے
۵	نہ آں مے کند یار در شاہدی	کہ با او تواں گفتن از زاہدی
	معشوقانہ انداز میں یار وہ کچھ کرتا ہے	جو پاکدامنی کی وجہ سے اس سے بتایا بھی نہیں جاسکتا ہے
۶	کہ عیبم کند در تولائے دوست	کہ من راضیم کشتہ در پائے دوست
	دوست کی دوستی میں مجھ پر کون عیب لگا سکتا ہے	جبکہ میں دوست کے قدموں پر مرنے کے لیے راضی ہوں
۷	مرا بر تلف حرص دانی چراست	چو او ہست گر من بناشم رواست
	تجھے معلوم ہے کہ مجھے مرنے کی کیوں حرص ہے	جب وہ ہے اگر میں نہ ہوں تو جائز ہے
۸	بسوزم کہ یارِ پسندیدہ اوست	کہ در وے سرایت کند سوزِ دوست
	میں اس لیے جلتا ہوں کہ بہترین عاشق وہ ہے	جس میں دوست کا سوز سرایت کرجائے
۹	مرا چند گوئی کہ در خوردِ خویش	حریفے بدست آر ہمدردِ خویش
	مجھے یہ کب تک کہے گا کہ اپنے مناسب	اپنا ہمدرد کوئی دوست بنا
۱۰	بداں ماند اندرز شوریدہ حال	کہ گوئی بکژدم گزیدہ منال
	پریشان حال کو نصیحت کرنا ایسا ہے	جیسا کہ تو بچھو کے ڈسے ہوئے کو کہے کہ نہ رو

(۱) مرا: مجھ کو۔ چو خلیل: حضرت خلیل اللہ کی طرح۔ آتشے: آگ۔ در دلست: دل میں ہے۔ پنداری: تو سمجھے۔ ایں شعلہ: یہ شعلہ۔ بر من: مجھ پر۔ گلست: پھول ہے۔ (۲) دامن دلستاں: محبوب کا دامن۔ مے کشد: کھینچتا ہے۔ مہرش: اس کی محبت۔ (۳) خود را: اپنے آپ کو۔ بر آتش: آگ پر۔ بخود: اپنے آپ۔ زنم: مارتا ہوں میں۔ زنجیر شوق: شوق کی زنجیر۔ ست: ہے۔ در گردنم: میری گردن میں۔ (۴) مرا: مجھ کو۔ ہمچناں: ویسے ہی۔ بودم: تھا میں۔ سوخت: جلایا اس نے۔ نہ ایں دم: نہ اس وقت۔ آتش: آگ۔ بمن: میرے اندر۔ در فروخت: روشن ہوئی۔ (۵) نہ آں مے کند: وہ نہیں کرتا۔ شاہدی: معشوقی یا انداز معشوقانہ۔ کہ با او: کہ اس کے باوجود۔ تواں گفتن: کہہ سکتے ہوں۔ از زاہدی: پرہیزگاری کے متعلق۔ (۶) کہ: کون۔ عیبم کند: میرا عیب کرے۔ تولائے دوست: دوست کی محبت۔ من راضیم: میں راضی ہوں۔ کشتہ: مارا ہوا۔ در پائے دوست: دوست کے پاؤں میں۔ (۷) مرا: مجھ کو۔ بر تلف: ہلاکت پر۔ دانی: تو جانتا ہے۔ چراست: کیوں ہے۔ چو او ہست: جب وہ ہے۔ من بناشم: میں نہ ہوؤں۔ رواست: جائز ہے۔ (۸) بسوزم: میں جلتا ہوں۔ یار پسندیدہ: اچھا عاشق۔ اوست: وہ ہے۔ در وے: اس میں۔ سرایت کند: اثر کرجائے۔ سوز دوست: دوست کی جلن۔ (۹) مرا: مجھ کو۔ چند گوئی: کہاں تک کہے گا تو۔ در خورد خویش: اپنے لائق۔ حریفے: کوئی دوست۔ بدست آر: حاصل کر۔ ہمدرد خویش: اپنا ہمدرد۔ (۱۰) بداں ماند: اس کے مشابہ ہے۔ اندرز شوریدہ حال: شوریدہ حال والے کی نصیحت یعنی عاشق کی۔ گوئی: کہے تو۔ بکژدم گزیدہ: بچھو کے کاٹے ہوئے کو۔ منال: مت رو۔

تشریح: (۱) جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں عشق کی آگ بھڑکتی تھی۔ اسی طرح میرا دل بھی پُر سوز ہے۔ لہٰذا یہ آگ مجھ پر گلزار ہے۔ (۲) دل محبوب کا دامن تو نہیں کھینچ سکتا۔ البتہ اس (محبوب) کی محبت اپنی طرف میری جان کھینچ رہی ہے۔ (۳) میں جان بوجھ کر آگ میں نہیں جاتا۔ بلکہ میرا دیدار شوق مجھے آگ کی طرف لے جاتا ہے۔ (۴) میں تو دُور سے اس (شمع) کی آگ کی تپش سے جل چکا ہوتا ہوں۔ اس لیے آگ میں کودنے سے مجھ پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ (۵) محبوب کے دلنشین انداز میں مست رہنا حقیقی زہد و تقویٰ ہے۔ چنانچہ اس کی موجودگی میں پرہیزگاری کیسی۔ (۶) محبوب کی دوستی میرے لیے معیوب نہیں ہے۔ کیونکہ اس (محبوب) کے قدموں میں جان دینا عین سعادتمندی ہے۔ (۷) کسی کو کیا معلوم کہ میں اپنی ہلاکت پر کیوں حرص کرتا ہوں۔ تاکہ دوست کی زندگی ہمیشہ رہے۔ میرا نہ ہونا زیادہ بہتر ہے۔
(۸) بہترین دوستی کی علامت یہ ہے کہ محبوب کی محبت کا سوز و ساز سرایت کرجائے۔ چنانچہ میرے جلنے کا راز اسی میں پنہاں (چھپا) ہے۔ (۹) مجھے اپنے جیسا محبوب تلاش کرنے کی نصیحت کب تک کرتے رہو گے۔ (یہ تو میرا فطری امر حق ہے کہ میں شمع میں جل جاؤں)
(۱۰) عاشق کو محبوب کے عشق سے روکنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بچھو سے ڈسے ہوئے کو مت رونے کا مشورہ دینا۔

	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	کسے را نصیحت مگوائے شگفت	کہ دانی کہ در وے نخواہد گرفت
	ہائے تعجب! ایسے شخص کو نصیحت نہ کر	جس کے بارے میں تجھے معلوم ہو کہ اس میں اثر نہ کرے گی
۲	زکف رفتہ بے چارہ را لگام	نگویند کاہستہ راں اے غلام
	ہاتھ سے لگام چھوٹے ہوئے بیچارے کو	نہیں کہتے ہیں کہ اے لڑکے! آہستہ چلا
۳	چہ نغز آمد ایں نکتہ در سندباد	کہ عشق آتش است اے پسر پند باد
	سندباد میں یہ نکتہ کیسا آیا ہے	کہ اے صاحبزادے عشق آگ اور نصیحت ہوا ہے
۴	بباد آتش تیز برتر شود	پلنگ از زدن کینہ ور تر شود
	تیز ہوا سے آگ اور بھڑکتی ہے	مارنے سے چیتا اور کینہ ور ہو جاتا ہے
۵	چو نیکت بدیدم بدی مے کنی	کہ رویم فرا چو خودے مے کنی
	جب میں نے اچھی طرح غور کیا تو تو برائی کر رہا ہے	کہ میرا رخ خودی کی طرف موڑ رہا ہے
۶	زخود بہترے جوؤ فرصت شمار	کہ با چوں خودے گم کنی روزگار
	خودی سے ہٹ کر بہتری تلاش کر اور غنیمت جان	اسلیئے کہ خودی کے ہوتے ہوئے تو عمر برباد کر رہا ہے
۷	پئے چو خوداں خود پرستاں روند	بکوئے خطرناک مستاں روند
	خود پرست لوگ اپنے جیسوں کے پیچھے چلتے ہیں	بے خود لوگ خطرناک کوچہ میں جاتے ہیں
۸	من اول کہ ایں کار سر داشتم	دل از سر بیک بار بر داشتم
	میں نے جب یہ کام شروع کیا تو ابتدا ہی سے	یکبارگی سر کا خیال ہٹا دیا تھا
۹	سر انداز در عاشقی صادق ست	کہ بد زہرہ بر خویشتن عاشق ست
	عاشقی میں سر کٹا دینے والا سچا ہے	اس لیئے کہ بوالہوس تو اپنا عاشق ہے
۱۰	اجل ناگہے در کمینم کشد	ہماں بہ کہ آں نازنینم کشد
	موت اچانک گھات میں مجھے مار ڈالے گی	تو یہی بہتر ہے کہ مجھے وہ نازنین مار ڈالے

(۱) کسے را: ایسے شخص کو۔ مگو: مت کہہ۔ شگفت: تعجب۔ دانی: تو جانتا ہے۔ در وے: اس میں۔ نخواہد گرفت: نہیں اثر کرے گی۔ (۲) زکف رفتہ: ہاتھ سے چھوٹی ہوئی۔ بے چارہ: بے چارے کے۔ نگویند: نہیں کہتے کاہستہ: کہ آہستہ۔ راں: چلا۔ (۳) چہ: کیا۔ نغز: عجیب آمد: آیا۔ سندباد: اخلاق کے موضوع پر حکیم ارزقی کی مشہور کتاب۔ آتش است: آگ ہے۔ پسر: لڑکا۔ پند: نصیحت۔ باد: ہوا۔ (۴) بباد: ہوا کے ساتھ۔ آتش تیز: تیز آگ۔ برتر: زیادہ۔ شود: ہو جاتی ہے۔ پلنگ: چیتا۔ از زدن: مارنے سے۔ کینہ ور تر: زیادہ کینے والا۔ (۵) چو: جب۔ نیکت بدیدم: تجھے اچھی طرح دیکھا میں نے۔ بدی مے کنی: برائی کرتا ہے تو۔ رویم: میرا چہرا۔ مرا چوں خودے: اپنے جیسے میں مے کنی: کرتا ہے تو۔ (۶) زخود بہترے: اپنے سے بہتر۔ جو: ڈھونڈ۔ فرصت شمار: غنیمت شمار کر۔ با چوں خودے: اپنے جیسے کے ساتھ۔ گم کنی: گم کرے گا تو۔ روزگار: زندگی۔ (۷) پئے چوں خوداں: اپنے جیسوں کے پیچھے۔ خود پرستاں: اپنی پرستش کرنے والے۔ روند: جاتے ہیں۔ بکوئے خطرناک: خطرناک کوچے میں۔ مستاں: مست۔ روند: جاتے ہیں۔ (۸) من اول: میں نے پہلے۔ کہ ایں کار: جبکہ یہ کام۔ سر داشتم: شروع کیا میں نے۔ دل از سر: دل سر سے۔ بیک بار: ایک دم۔ بر داشتم: اٹھا لیا میں نے۔ (۹) سر انداز: سر کٹا دینے والا۔ در عاشقی: عاشقی میں۔ صادق ست: سچا ہے۔ بد زہرہ: برے پتے والا یعنی بے حوصلہ۔ بر خویشتن: اپنے آپ پر۔ عاشق ست: عاشق ہے۔ (۱۰) اجل: موت۔ ناگہاں: اچانک۔ در کمینم: گھات میں مجھ کو۔ کشد: مار ڈالے گی۔ ہماں بہ: وہی بہتر ہے۔ آں نازنینم: وہ محبوب مجھ کو۔

تشریح: (۱) مرد ناداں کو نصیحت اثر نہیں کرتی۔ عاشق بھی ایسا ہی مرد ناداں ہے۔ ع پھول کی پتی سے کٹ جاتا ہے ہیرے کا جگر۔ کہ مرد ناداں پہ ہے کلام نرم و نازک بے اثر۔ (۲) جس کے ہاتھ سے لگام چھوٹ چکی ہو۔ اسے آہستہ چلنے کو کہنا فضول ہے (عاشق کا عشق بھی شتر بے مہار ہوتا ہے) (۳) حکیم ارزقی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "سندباد" میں کیا خوب نکتہ بیان کیا ہے کہ عشق آگ ہے۔ اور نصیحت ہوا ہے۔ ہوا سے آگ اور نصیحت سے عشق بھڑک اٹھتا ہے۔ (۴) جذبہ عشق چیتے کے غضب کی مثل ہے۔ جس طرح چیتے کو مارنے سے اس کا جوش غضب بھڑک اٹھتا ہے۔ اسی طرح ملامت و لعن سے جذبۂ عشق بھڑک جاتا ہے۔ (۵) اپنے جیسے سے محبت کرنے کی نصیحت کرنا بغور و فکر کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ (نصیحت کرنا) سراسر نقصان کا سودا ہے۔ (۶) ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہنا چاہیئے۔ اپنوں جیسے لوگوں میں مشغول رہنا عمر کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ (۷) یہ شغلہ خود پرستوں کا ہے کہ وہ اپنوں جیسے لوگوں میں مگن رہیں۔ جو لوگ کیف و مستی کی لذت اٹھا چکے ہیں وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ (۸) میں (پروانہ) عشق کی کشتی میں سوار ہونے سے پہلے اپنی زندگی مٹا چکا تھا (شمع سے الجھنا میرا وطیرہ ہے)۔ (۹) جن لوگوں کا عشق سچا ہوتا ہے۔ وہ جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ بے صبرے لوگ خود اپنی جان کی سلامتی کے عاشق ہوتے ہیں۔ (۱۰) موت ہمیشہ گھات میں رہتی ہے۔ وہ (موت) آکے رہتی ہے۔ اگر یہی موت نازنین کے ہاتھوں آجائے تو بہتر ہے۔

	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
۱	چو بیشک نبشتست بر سر ہلاک	بدستِ دل آرام خوشتر ہلاک
	جب سر کے لیئے ہلاکت یقیناً لکھی ہے	تو معشوق کے ہاتھ سے ہلاک ہونا بہتر ہے
۲	نہ روزے بہ بیچارگی جاں دہی	پس آں بہ کہ در پائے جاناں دہی
	کیا کسی دن بے چارگی سے تو جان نہ دیگا	تو یہی بہتر ہے کہ معشوق کے قدموں میں دیدے

مخاطبہ[۳] شمع و پروانہ

شمع و پروانہ کی گفتگو

	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
۴	شبے یاد دارم کہ چشمم نخفت	شنیدم کہ پروانہ با شمع گفت
	مجھے یاد ہے کہ ایک رات میری آنکھ نہ لگی	میں نے سنا پروانہ شمع سے کہہ رہا تھا
۵	کہ من عاشقم گر بسوزم رواست	ترا گریہ و سوز بارے چراست
	کہ میں تو عاشق ہوں اگر میں جلوں تو مناسب ہے	تیرا رونا اور جلنا اب کیوں ہے
۶	بگفت اے ہوادارِ مسکین من	برفت انگبیں یارِ شیرین من
	اس نے کہا اے میرے مسکین عاشق	مجھ سے میرا میٹھا دوست شہد بچھڑ گیا
۷	چو شیرینی از من بدر مے رود	چو فرہادم آتش بسر مے رود
	جب سے شیرینی مجھ سے جُدا ہوئی ہے	تو فرہاد کی طرح میرے سر میں آگ لگ گئی ہے
۸	ہمے گفت و ہر لحظہ سیلابِ درد	فرو مے دویدش بر خسارِ زرد
	وہ یہ کہہ رہی تھی اور ہر منٹ درد کا سیلاب	اس کے زرد رخسار پر نیچے کو بہہ رہا تھا
۹	کہ اے مدعی عشق کارِ تو نیست	کہ نہ صبر داری نہ یارائے ایست
	کہ اے بوالہوس تیرا کام عشق نہیں ہے	کہ نہ تو صبر رکھتا ہے نہ ٹھہرنے کی طاقت ہے
۱۰	تو بگریزی از پیش یک شعلہ خام	من استادہ ام تا بسوزم تمام
	اے کچے تو ایک شعلہ کے سامنے سے بھاگتا ہے	میں کھڑی ہوں تاکہ سب جل جاؤں

(۱) چو: جب۔ نبشتست: لکھا ہوا ہے۔ بر سر: سر کے اوپر۔ بدست دلآرام: محبوب کے ہاتھ سے۔ خوشتر: بہت اچھا ہے۔ (۲) نہ روزے: کیا نہ ایک دن۔ بہ بیچارگی: عاجزی کے ساتھ۔ جاں دہی: جان دے گا تو۔ پس آں بہ: پھر وہی بہتر ہے۔ کہ در پائے جاناں: کہ محبوب کے قدموں میں۔ (۳) مخاطبہ: گفتگو۔ شمع: موم بتی۔ (۴) شبے: ایک رات۔ یاد دارم: میں یاد رکھتا ہوں۔ چشمم: میری آنکھ۔ نخفت: نہ سوئی۔ شنیدم: میں نے سنا۔ با شمع: شمع کو۔ گفت: اس نے کہا۔ (۵) من: میں۔ عاشقم: میں عاشق ہوں۔ بسوزم: جلوں میں۔ رواست: جائز ہے۔ ترا: تجھ کو۔ گریہ و سوز: رونا اور جلنا۔ بارے: آخر۔ چراست: کیوں ہے۔ (۶) بگفت: اس نے کہا۔ ہوادار: محبت رکھنے والے۔ مسکینِ من: میرے مسکین۔ برفت: چلا گیا۔ انگبین: شہد۔ یارِ شیریں: میرا شیریں یار۔ (۷) چو: جب۔ از من: مجھ سے۔ بدر: باہر۔ مے رود: نکل جاتی ہے۔ چو: مثل۔ فرہادم: فرہاد شاہ ایران خسرو کی بیوی شیریں کا مشہور عاشق۔ اس کی میم بسر مے رود کے ساتھ لگ کر لے جاتی ہے میرے سر کو۔ آتش: آگ۔ مے رود: جاتی ہے۔ (۸) ہمے گفت: وہ کہہ رہی تھی۔ ہر لحظہ: ہر گھڑی۔ سیلابِ درد: درد کا سیلاب۔ فرو مے دویدش: دوڑتا تھا اس کے۔ بر خسارِ زرد: پیلے رخساروں پر۔ (۹) مدعی: جھوٹا دعویدار۔ کارِ تو: تیرا کام۔ نیست: نہیں ہے۔ صبر داری: صبر رکھتا ہے تو۔ یارائے ایست: ٹھہرنے کی طاقت۔ (۱۰) بگریزی: تو بھاگ جاتا ہے۔ از پیش: سامنے سے۔ یک شعلہ: ایک شعلہ۔ خام: کچا۔ من: میں۔ استادہ ام: کھڑا ہوا ہوں میں۔ تا: یہاں تک کہ۔ بسوزم: جل جاؤں میں۔ تمام: سلا

تشریح: (۱) موت نے بہر صورت آنا ہی ہے۔ اگر یہ موت محبوب کے ہاتھوں آئے تو اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ (۲) جب بیچارگی کی حالت میں جان دینے کا ایک دن مقرر ہے تو وہ محبوب کے قدموں میں نچھاور کر کے ہی گذارنا پُر لطف ہے۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں شمع اور پروانے کی گفتگو میں یہ بتایا گیا ہے کہ موت سے لطف اندوز ہونے کی یہی صورت ہے کہ وہ (موت) محبوب کے قدموں میں آئے۔ (۴) ایک رات ایسی آئی کہ مجھے (شیخ سعدیؒ کو) نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سنا کہ پروانہ شمع سے مخاطب ہو کر کچھ کہہ رہا تھا۔ (۵) میں (پروانہ) عاشق ہوں اور آتشِ عشق میں جلنا عشق کی ریت ہے۔ (میں تو وہی ریت نبھا رہا ہوں) تو معشوق ہو کر کیوں جلتی ہے۔ (۶) اس (شمع) نے جواباً کہا کہ میرا بھی ایک میٹھا محبوب "شہد" تھا۔ جو مجھ سے جُدا ہو گیا ہے۔ اسی کی جُدائی میں جل رہی ہوں۔ (۷) جب مجھ سے مٹھاس نکل جاتی ہے تو فرہاد کی طرح میرے سر پہ آگ لگ جاتی ہے۔

(۸) جب وہ (شمع) اپنا ماجرا سُنا رہی تھی۔ اس وقت اس کے رخسار پر آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا۔

(۹) اے عشق کے جھوٹے دعویدار، تجھ میں نہ صبر ہے نہ ٹھہرنے کی سکت ہے۔ عشق بازی تیرے بس کی بات نہیں۔

(۱۰) اس (شمع) نے بطور طنز یہ کہا کہ تو ایک شعلے کے سامنے نہیں ٹک سکتا۔ اس لیے تیرا عشق کچا ہے جبکہ میں پوری کی پوری جل جاتی ہوں۔ لہٰذا میرا عشق پختہ ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	ترا آتش عشق اگر پر بسوخت عشق کی آگ نے اگر تیرا پر جلایا ہے	مرا بیں کہ از پائے تا سر بسوخت مجھے دیکھ پیر سے سر تک جلا دیا ہے
۲	نرفتہ زشب ہمچناں بہرہٴ اس حالت میں رات کا کچھ تھوڑا سا حصہ نہ گذرا تھا	کہ ناگہ بکشتش پری چہرہٴ کہ اچانک اس کو ایک پری چہرہ نے بجھادیا
۳	ہمے گفت و مے رفت دودش بسر وہ یہ کہہ رہی تھی اور دھواں اسکے سر سے نکل رہا تھا	ہمیں بود پایان عشق اے پسر اے صاحبزادے عشق کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے
۴	اگر عاشقی خواہی آموختن اگر تو عاشقی سیکھنا چاہتا ہے	بکشتن فرج یابی از سوختن تو جلنے سے مرکر ہی راحت پائے گا
۵	مکن گریہ بر گورِ مقتول دوست مقتول دوست کی قبر پر نہ رو	برو خرمی کن کہ مقبول اوست اس پر خوشی کر کہ وہ مقبول ہو گیا ہے
۶	اگر عاشقی سر مشو از مرض اگر تو عاشق ہے تو مرض سے غسل صحت نہ کر	چو سعدیؒ فروشوی دست از غرض سعدیؒ کی طرح غرض سے ہاتھ دھو لے
۷	فدائی ندارد ز مقصود چنگ فدائی معشوق سے ہاتھ نہیں کھینچتا ہے	دگر بر سرش تیر بارند و سنگ خواہ اس کے سر پر تیر اور پتھر برسیں
۸	بدریا مرو گفتمت زینہار میں تجھ سے کہتا ہوں ہرگز دریا میں نہ جا	وگر مے روی تن بطوفاں سپار اگر جاتا ہے تو جسم کو طوفان کے سپرد کردے

باب چہارم در تواضع

چوتھا باب تواضع کے بیان میں

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱۰	زخاک آفریدت خداوند پاک خداوند پاک نے تجھے خاک سے پیدا فرمایا ہے	پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک تو اے بندے خاک کی طرح عاجزی کر

(۱) ترا: تجھ کو۔ آتش عشق: عشق کی آگ۔ بسوخت: جلایا مرا: مجھ کو۔ بیں: دیکھ۔ از پائے تا سر: پاؤں سے سر تک بسوخت: جلادی۔ (۲) نرفتہ: نہیں گیا۔ زشب: رات سے۔ ہمچناں: ویسے ہی۔ بہرہٴ: ایک حصہ۔ ناگہ: اچانک بکشتش: اس کو بجھادیا۔ پری چہرہ: ایک پری جیسی شکل والی نے۔ (۳) ہمے گفت: وہ کہہ رہی تھی مے رفت: جارہی تھی۔ دودش: اس کا دھواں۔ بسر: سر سے۔ ہمیں بود: یہی ہوتا ہے۔ پایان عشق: عشق کا انجام۔ پسر: لڑکا۔ (۴) عاشقی: عشق کرنا۔ خواہی آموختن: تو سیکھنا چاہتا ہے۔ بکشتن: مرجانے سے۔ فرج: رہائی۔ یابی: پاوے تو۔ سوختن: جلانا۔

(۵) مکن: مت کر۔ گریہ: رونا۔ گورِ مقتول دوست: قتل کیئے ہوئے دوست کی قبر۔ برو: جا۔ خرمی: خوشی کن: کر۔ کہ: کیونکہ۔ مقبول اوست: وہ اس کا مقبول ہے (۶) عاشقی: عاشق ہے تو۔ سر مشو: سر مت دھو۔ مرض: بیماری۔ چو: مثل۔ سعدیؒ: مصنف۔ فروشوی: دھو ڈال۔ دست: ہاتھ۔ از غرض: خواہش سے۔

(۷) فدائی: عاشق۔ نہ دارد: نہیں رکھتا، نہیں اٹھاتا۔ زمقصود: مقصد سے۔ چنگ: چنگل۔ دگر: اگرچہ۔ بر سرش: اس کے سر پر۔ تیر بارند: تیر برسیں۔ سنگ: پتھر۔

(۸) مرو: مت جا۔ گفتمت: میں نے تجھے کہا۔ زینہار: ہرگز۔ مے روی: تو جاتا ہے۔ تن: بدن۔ بطوفاں: طوفان کے۔ سپار: سپرد کردے۔ (۹) باب: دروازہ۔ چہارم: چوتھا۔ تواضع: عاجزی۔ (۱۰) خاک: مٹی۔ آفریدت: تجھ کو پیدا کیا۔ خداوند پاک: اللہ تعالیٰ۔ پس: پھر۔ افتادگی: عاجزی۔ کن: کر۔ چوں: مثل۔ خاک: مٹی۔

تشریح: (۱) عشق کی آگ نے تو تیرے (پروانے کے) صرف پَر جلائے ہیں۔ جبکہ میرا پورا جسم جل گیا ہے۔ (۲) ابھی رات پوری نہ گزری تھی کہ کسی خوبصورت چہرے کی مالک (دوشیزہ) نے اسے (شمع کو) بجھادیا۔ (۳) ابھی اس (شمع) سے دھواں نکل رہا تھا کہ وہ حسرت و یاس کے عالم میں کہہ رہی تھی کہ اے پروانے ناکامی و نامرادی عشق کا انجام ہے۔ (۴) عشق کی تربیت کے خواہاں اسی طرح مرنے کے بعد جلنے سے نجات پا سکتے ہیں۔ جس طرح شمع نے بجھ کر جلنے سے چھٹکارا پا لیا۔ (۵) جو محبوب کے ہاتھوں قتل ہو جاتا ہے۔ وہ خوش نصیب ہے۔ اس لیے اس (عاشق) کی موت پر ماتم نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ خوشی منانی چاہیئے۔ کیونکہ وہ مقبول ہو چکا ہے۔ (۶) سچے عاشق ہمیشہ خود غرضی ترک کر کے عشق بازی کرتے ہیں۔ اس لیے سعدیؒ کی طرح تو بھی (شیخ سعدیؒ کا مخاطب) خودغرضی چھوڑ دے۔

(۷) سچا عاشق ہر کٹھن مرحلے پر اپنے محبوب سے خیر خواہی کرتا ہے۔ خواہ اسے سنگسار کیا جائے یا چھلنی کر دیا جائے۔

(۸) میری (شیخ سعدیؒ کی) نصیحت ہے کہ اول تو بحر عشق میں کودنا نہیں چاہیئے۔ اگر کوئی کود پڑا تو پھر طوفانی لہروں میں ڈوبنے کا خیال دل سے نکال دے۔ (۹) باب چہارم در تواضع۔ چوتھا باب تواضع کے بیان میں۔ یہاں سے نیا باب شروع ہو رہا ہے۔ جو تواضع یعنی عاجزی و انکساری سے متعلق ہے۔ چنانچہ اس باب میں شیخ سعدیؒ بوستان کے مخاطبوں کو عجز و تواضع پر مبنی ترغیبی درس دیتے ہیں۔ (۱۰) چونکہ انسان کی اصلیت خاک ہے اور خاک قدموں تلے روندی جاتی ہے۔ اسلیئے انسان کو انکساری اختیار کرنی چاہیئے تاکہ اصلیت کے ساتھ مطابقت رہے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
حریص و جہاں سوز و سرکش مباش	۱	ز خاک آفریدندت آتش مباش
حریص اور جہاں سوز اور سرکش نہ بن		انہوں نے تجھے خاک سے پیدا کیا ہے آگ نہ بن
چوں گردن کشید آتش ہولناک	۲	بہ بیچارگی تن بینداخت خاک
جب بھی ہولناک آگ نے تکبر کیا ہے		خاک نے عاجزی سے اپنا بدن گرادیا ہے
چو ایں سرفرازی نمود آں کمی	۳	ازیں دیو کردند ازآں آدمی
چونکہ اس نے تکبر دکھایا اور اس نے فروتنی دکھائی		اس سے شیطان بنایا اس سے آدمی بنایا

حکایت[4] دریں معنیٰ[1]

قصہ اسی بیان میں

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
یکے قطرہ باراں ز ابرے چکید	۵	خجل شد چو پہنائے دریا بدید
بارش کا ایک قطرہ بادل سے ٹپکا		جب سمندر کی چوڑائی دیکھی شرمندہ ہوا
کہ جائیکہ دریاست من کیستم	۶	گر او ہست حقا کہ من نیستم
کہ جس جگہ سمندر ہے میں کیا ہوں		اگر وہ ہے تو یقیناً میں نہیں ہوں
چو خود را بچشم حقارت بدید	۷	صدف در کنارش بجاں پرورید
جب اس نے اپنے آپ کو حقارت سے دیکھا		سیپی نے اس کی اپنی گود میں دل سے پرورش کی
سپہرش بجائے رسانید کار	۸	کہ شد نامور لؤلوئے شاہوار
آسمان نے اس کا کام اس جگہ پہنچایا		کہ بادشاہ کے لائق نامور موتی بنا
بلندی بداں یافت کو پست شد	۹	در نیستی کوفت تا ہست شد
بلندی اسی کو حاصل ہوئی جو پست ہوا		نیستی کا دروازہ کھٹکھٹایا یہانتک کہ ہست ہوگیا

(۱) حریص: لالچی۔ جہاں سوز: جہان کو جلانے والا۔ سرکش: سر کھینچنے والا، متکبر۔ مباش: مت ہو۔ زخاک: مٹی سے۔ آفریدندت: انہوں نے تجھ کو پیدا کیا۔ آتش: آگ مباش: مت ہو۔ (۲) چوں: جب۔ کشید: کھینچی۔ آتش ہولناک: خطرناک آگ۔ بیچارگی: عاجزی۔ تن: جسم۔ بینداخت: ڈال دیا۔ خاک: مٹی۔ (۳) چوں: جب۔ ایں: یہ۔ سرفرازی: سربلندی۔ نمود: اس نے دکھائی۔ آں: وہ۔ کمی: عاجزی۔ ازیں: اس سے دیو: شیطان۔ کردند: کیا انہوں نے۔ ازآں: اس سے۔ (۴) دریں معنیٰ: اسی معنیٰ میں یا مضمون میں۔ (۵) یکے: ایک۔ باراں: بارش کا قطرہ۔ ز ابرے: کسی بادل سے۔ چکید: ٹپکا۔ خجل: شرمندہ۔ شد: ہوا۔ چو: جب۔ پہنائے دریا: دریا کی چوڑائی۔ بدید: دیکھی اس نے۔ (۶) جائیکہ: جس جگہ کہ۔ ست: ہے۔ من: میں۔ کیستم: کون ہوں۔ او ہست: وہ ہے۔ حقا: یقیناً۔ من: میں۔ نیستم: نہیں ہوں میں۔ (۷) چو: جب۔ خود را: اپنے آپ کو۔ بچشم حقارت: حقارت کی نظر سے۔ بدید: اس نے دیکھا صدف: سیپ۔ در کنارش: اپنی گود میں۔ بجاں: جان کے ساتھ۔ پرورید: اس نے پالا۔ (۸) سپہرش: آسمان نے اس کو۔ بجائے: اس جگہ تک۔ رسانید: پہنچایا۔ کار: کام۔ شد: ہوگیا۔ نامور: مشہور۔ لؤلوئے شاہوار: بادشاہوں کے لائق موتی۔

(۹) بداں: اس وجہ سے۔ یافت: پائی اس نے۔ کو: کہ وہ۔ پست شد: نیچا ہوگیا۔ در نیستی: نیستی کا دروازہ۔ کوفت: اس نے کوٹا۔ تا: یہاں تک کہ۔ ہست شد: ہست ہوگیا۔

تشریح: (۱) شیطان ناری ہے۔ اس لیے اس نے سرکشی کی ہے۔ انسان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ سرکش اور جہاں سوز بنے۔ (۲) شیطان کا مادہ آگ ہے۔ اس لیے اسے اس کی اصلیت کے مطابق (اللہ تعالیٰ نے) مقام دیا۔ اور انسان خاکی ہے۔ اس لیے اسے اس کی مناسبت سے اشرف المخلوقات بنایا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے۔ اس لیے انسان اپنی اصلیت کے باعث اشرف المخلوقات کا مقام پاگیا جبکہ شیطان جبلی مناسبت سے شیطنت کے مقام پر فائز ہوگیا۔ (۴) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس انسان میں عاجزی کا عنصر پایا جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ بلند مقام کے اوج وثریا کو چھوتا ہے۔ (۵) جب بارش کا قطرہ سمندر میں گرا تو اسے اپنی کم مائیگی پر شرمندگی اٹھانی پڑی۔ کیونکہ سمندر اپنی وسعت و گہرائی کے اعتبار سے بہت بڑا تھا۔ (۶) وہ (بارش کا قطرہ) اپنی حقارت کا اعتراف کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ سمندر کی وسعت و گہرائی کے بالمقابل میری تو کوئی اہمیت و حیثیت نہیں۔

(۷) جب اس (بارش کے قطرے) نے بحر بیکراں میں گر کر خود کو حقارت کی نظر سے دیکھا تو قدرت کو اس (بارش کے قطرے) کا عجز پسند آیا۔ سیپ میں ڈال کر موتی بنا دیا۔ (۸) آسمان نے اس (بارش کے قطرے) کا ایسا کام بنایا کہ وہ بادشاہوں کے گلے کا ہار بن گیا۔ (۹) اس (بارش کے قطرے) نے قدرت کے سامنے عاجزی کا اظہار و اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ایسا قیمتی بنایا کہ اس کی ہستی شہرۂ آفاق ہوگئی۔

حکایت در معنی نظر مردانِ حق در خویشتن بحقارت

مردان حق کا اپنے آپ کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کے بیان میں

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۲	جوانے خردمند پاکیزہ بوم	ز دریا بر آمد بدر بند روم
	پاک طبیعت ایک عقل مند نوجوان	دریا سے روم کی بندرگاہ پر آیا
۳	درو فضل دیدند و فقر و تمیز	نہادند رختش بجائے عزیز
	لوگوں نے اس میں بزرگی اور فقر اور تمیز دیکھی	اس کے سامان کو باعزت جگہ پر رکھا
۴	سرِ صالحاں گفت روزے بمرد	کہ خاشاک مسجد بیفشان گرد
	ایک روز اس مرد سے نیکوں کے سردار نے کہا	کہ مسجد کی خاک اور گرد جھاڑ دے
۵	ہماں کیں سخن مرد رہرو شنید	بروں رفت و بازش کس آنجا ندید
	سالک مرد نے جیسے ہی یہ بات سنی	باہر چلا گیا اور پھر کسی نے اسکو اس جگہ نہ دیکھا
۶	براں حمل کردند یاران و پیر	کہ پروائے خدمت ندارد فقیر
	یاروں اور بزرگ نے اس پر محمول کیا	کہ فقیر خدمت گزاری کی رغبت نہیں کرتا
۷	دگر روز خادم گرفتش براہ	کہ ناخوب کردی برائے تباہ
	خادم نے دوسرے دن اسکو راستہ میں پکڑ لیا	کہ برباد رائے کی وجہ سے تونے بہت بُرا کیا
۸	ندانستی اے کودکِ خود پسند	کہ مردان ز خدمت بجائے رسند
	اے متکبر لڑکے تو یہ نہ سمجھا	کہ لوگ خدمت ہی کی وجہ سے کسی مرتبے پر پہنچتے ہیں
۹	گرستن گرفت از سرِ صدق و سوز	کہ اے یارِ جاں پرورِ دل فروز
	اس نے سچائی اور سوز کی وجہ سے رونا شروع کر دیا	کہ اے جان کو پرورش کرنیوالے دل کو روشن کرنیوالے دوست
۱۰	نہ گرد اندراں بقعہ دیدم نہ خاک	من آلودہ بودم دراں جائے پاک
	اس سرزمین میں میں نے نہ گرد دیکھی نہ خاک	اس پاک جگہ میں میں ہی خاک آلودہ تھا

(۱) نظرِ مردانِ حق: اللہ والوں کی نظر۔ در خویشتن: اپنے آپ میں۔ بحقارت: حقارت کے ساتھ۔
(۲) جوانے: ایک جوان۔ خردمند: عقل مند۔ پاکیزہ بوم: پاکیزہ اصل والا۔ بر آمد: آیا۔ بدر بند روم: روم کی بندرگاہ میں۔ (۳) درو: اس میں۔ فضل: علم۔ دیدند: انہوں نے دیکھا۔ فقر: درویشی۔ تمیز: پہچان۔ نہادند: رکھا انہوں نے۔ رختش: اس کا سامان۔ بجائے عزیز: عزت کی جگہ۔
(۴) سرِ صالحاں: نیکوں کا سردار یعنی امام مسجد۔ گفت: اس نے کہا۔ روزے: ایک دن۔ بمرد: مرد کو۔ خاشاک مسجد: مسجد کا کوڑا۔ بیفشاں: جھاڑ۔
(۵) ہماں کیں: اسی وقت جبکہ یہ۔ سخن: بات۔ مردِ رہرو: مسافر مرد۔ شنید: اس نے سنا۔ بروں رفت: باہر چلا گیا۔ بازش: پھر اس کو۔ کس: کسی نے۔ آنجا: اس جگہ۔ ندید: نہ دیکھا۔ (۶) براں: اس پر۔ حمل کردند: محمول کیا۔ یاراں: جمع یار۔ پیر: بزرگ۔ پروائے خدمت: خدمت کی ضرورت۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ فقیر: درویش۔ (۷) دگر روز: دوسرے دن۔ گرفتش: اس کو پکڑ لیا۔ براہ: راستے میں۔ ناخوب: بُرا۔ کردی: کیا تونے۔ برائے غلط: غلط رائے کی وجہ سے۔
(۸) ندانستی: نہیں جانا تونے۔ کودک: بچہ۔ خود پسند: اپنے آپ کو پسند کرنے والا۔ مرداں: جمع مرد۔ بجائے: کسی جگہ کو یا مرتبے کو۔ رسند: پہنچتے ہیں۔ (۹) گرستن: رونا۔ گرفت: شروع کیا۔ از سرِ صدق و سوز: سوز اور سچائی کے خیال سے۔ جاں پرور: جان کو پالنے والا۔ دل فروز: دل کو روشن کرنے والا۔ (۱۰) اندراں بقعہ: اس قطعہ میں۔ دیدم: میں نے دیکھی۔ خاک: مٹی۔ من: میں۔ آلودہ: لتھڑا ہوا۔ بودم: تھا میں۔ دراں جائے: اس جگہ میں۔

تشریح: (۱) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے خود کو حقیر و فقیر سمجھتے ہیں۔ وہ (متقی لوگ) حق تعالیٰ کے سامنے اپنی ہستی مٹا دیتے ہیں۔ (۲) ایک پاکیزہ صفت نوجوان سمندری راستے سے روم کی بندرگاہ پر (بحیثیت نووارد) براجمان ہوا۔ (۳) چونکہ وہ (نوجوان) علم و فضل اور فقر میں امتیازی شان رکھتا تھا۔ اس لیے اس کا مال و منال باوقار طریقے سے پورے اعزاز کے ساتھ رکھوایا گیا۔ (۴) ایک دن مسجد کے پیشوا نے اسے (نوجوان کو) مسجد کی صفائی ستھرائی کے حوالے سے جھاڑ پھونک کرنے کو کہہ دیا۔ (۵) اس (نوجوان) نے جونہی یہ سنا۔ وہاں (مسجد) سے ایسا غائب ہوا کہ پھر کبھی نظر نہ آیا۔ (۶) لوگوں نے سمجھا کہ یہ (پاکیزہ صفت نوجوان) فقیر منش آدمی ہے۔ اس لیئے وہ خدمت کے رموز و اسرار سے ناآشنا ہوگا۔ (۷) اگلے روز وہ (نوجوان) خادم مسجد کو بازار میں ملا تو اس (خادم مسجد) نے اسے (نوجوان کو) مسجد کی صفائی نہ کرنے پر عار دلائی۔ (۸) اس (خادم مسجد) نے کہا کہ اگر تجھ (نوجوان) میں چھچھوراپن نہ ہوتا تو جان لیتا کہ خدمت میں عظمت ہوتی ہے۔ (۹) وہ (نوجوان) صدق و سوز کے باعث زار و قطار رونے لگا۔ اور اسے (خادم مسجد کو) کہا کہ اے دل روشن (فروز) دوست (میری بات سن)۔ (۱۰) مجھے (نوجوان کو) تو مسجد میں کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جس سے مسجد گرد آلود ہو۔ ماسوائے میرے۔ یعنی مسجد میں آلودگی صرف میری وجہ سے تھی۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	گرفتم قدم لاجرم باز پس	کہ پاکیزہ مسجد بہ از خاک وخس
	لامحالہ میں نے قدم واپس لے لیا	کیونکہ مسجد خاک اور تنکوں سے صاف بہتر ہے
۲	بلندیت باید تواضع گزیں	کہ ایں بام رانیست سلم جز ایں
	اگر تجھے بلندی درکار ہے تو تواضع برت	اسلئے کہ اس بالاخانہ کیلئے اسکے علاوہ کوئی سیڑھی نہیں ہے

حکایت سلطان بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ در تواضع

تواضع کے معاملہ میں سلطان بایزید بسطامیؒ کا قصہ

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۴	شنیدم کہ وقتے سحرگاہ عید	زگرما بہ آمد بروں بایزیدؒ
	میں نے سنا ہے کہ عید کی صبح کو	بایزیدؒ غسل خانے سے باہر نکلے
۵	یکے طشت خاکسترش بے خبر	فرو ریختند از سرائے بسر
	بے خبری کی حالت میں راکھ کا ایک طشت	ان کے سر پر لوگوں نے ایک گھر سے گرا دیا
۶	ہمے گفت ژولیدہ دستار و موئے	کف دست شکرانہ مالاں بروئے
	وہ کہہ رہے تھے اور انکی دستار اور داڑھی الجھی ہوئی تھی	وہ شکرانہ کا ہاتھ منہ پر مل رہے تھے
۷	کہ اے نفس من در خور آتشم	بخاکسترے روئے درہم کشم
	کہ اے نفس: میں دوزخ کے قابل ہوں	ذرا سی راکھ سے منہ کیوں بناؤں
۸	بزرگاں نکردند در خود نگاہ	خدا بینی از خویشتن بیں مخواہ
	بزرگوں نے کبھی اپنا دھیان نہیں کیا	خود بین سے خدا بینی کی امید نہ رکھ
۹	بزرگی بناموس وگفتار نیست	بلندی بدعویٰ و پندار نیست
	بزرگی عزت اور کہنے سے نہیں ہے	بڑائی دعویٰ اور غرور سے نہیں ہے
۱۰	قیامت کسے بینی اندر بہشت	کہ معنیٰ طلب کرد و دعویٰ بہشت
	قیامت کے دن تو اس شخص کو بہشت میں دیکھے گا	جس نے حقیقت چاہی اور دعویٰ کو چھوڑا

گرفتم: لے لیے میں نے۔ لاجرم: لازماً۔ باز پس: واپس۔ بہ: بہتر۔ خاک وخس: مٹی اور تنکے۔ (۲) بلندیت: تجھ کو بلندی۔ باید: چاہیے۔ تواضع: عاجزی۔ گزیں: اختیار کر۔ ایں بام را: اس مکان کو۔ نیست: نہیں ہے۔ سلم: سیڑھی۔ جز ایں: اس کے سوا۔

(۳) سلطان: بادشاہ۔ بایزید بسطامیؒ: ایک ولی کامل کا نام جو بسطام کے رہنے والے تھے۔ قدس اللہ سرہٗ: اللہ اس کے باطن کو پاک کرے۔ (۴) شنیدم: میں نے سنا۔ وقتے: ایک وقت۔ سحرگاہ: صبح کا وقت۔ گرمابہ: حمام۔ آمد: آیا۔ بروں: باہر۔ بایزیدؒ: نام ولی۔

(۵) یکے: ایک۔ طشت خاکستر: راکھ کی تھالی۔ شَ: اس کے سر کے ساتھ لگتی ہے۔ فرو ریختند: گرائی انہوں نے۔ از سرائے: ایک مکان سے۔ بسر: شَ لگ کر اس کے سر پر۔ (۶) ہمے گفت: کہہ رہا تھا۔ ژولیدہ: بکھرا ہوا۔ دستار: پگڑی۔ موئے: بال۔ کف دست شکرانہ: شکریے کے ہاتھ کی ہتھیلی۔ مالاں: ملتے ہوئے۔ بروئے: چہرے پر۔ (۷) من: میں۔ درخور آتشم: آگ کے لائق ہوں۔ بخاکسترے: تھوڑی راکھ سے۔ روئے: چہرہ۔ درہم: آپس میں۔ کشم: کھینچوں میں۔ (۸) بکردند: نہیں کی انہوں نے۔ درخود: اپنے آپ میں۔ خدابینی: خدا کو دیکھنا۔ خویشتن بیں: اپنے آپ کو دیکھنے والا۔ مخواہ: مت چاہ۔ (۹) بزرگی: بڑائی۔ بناموس: عزت سے۔ گفتار: بات۔ نیست: نہیں ہے۔ پندار: غرور۔ (۱۰) قیامت: حساب کتاب کا دن۔ کسے: اس شخص کو۔ بینی: دیکھے گا تو۔ اندر بہشت: بہشت میں۔ معنی: حقیقت۔ طلب کرد: طلب کی اس نے۔ بہشت: چھوڑ دیا۔

تشریح: (۱) چنانچہ میں (نوجوان) فی الفور اپنی آلودگی کو اپنے ساتھ لیئے مسجد سے باہر نکل آیا۔ کیونکہ مسجد تو پاکیزہ مقام ہے۔ (اس میں آلودگی کا کیا کام) (۲) بلند مقام حاصل کرنے کے لیئے عجز وانکساری اختیار کرنی چاہیئے۔ ع مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے۔ نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تواضع وانکساری کے ثمرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۴) میں (الشیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن حضرت بایزید بسطامیؒ حمام سے غسل کر کے نکلے۔ (۵) کسی نے لاعلمی وبے خبری کے باعث اپنے بالاخانے سے راکھ کا تھال نیچے کی طرف انڈیل دیا جو ان (حضرت بایزید بسطامیؒ) کے سر پر آگرا۔ (۶) ان (حضرت بایزید بسطامیؒ) کی پگڑی اور بال راکھ سے آلودہ ہوگئے۔ چنانچہ وہ (بایزیدؒ) اپنے چہرے پر بطور تشکر ہاتھ ملتے ہوئے کہنے لگے۔ (۷) انہوں (حضرت بایزید بسطامیؒ) نے اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے ناپاک نفس! تو تو اس قابل ہے کہ تجھ پر آگ گرائی جاتی۔ تونے راکھ گرنے سے بُرا کیوں منایا۔ (۸) متقی وپرہیزگار لوگ عاجزی کے پیکر ہوتے ہیں۔ وہ خود کو کوئی مقام نہیں دیتے۔ اس لیئے وہ عارف باللہ ہوتے ہیں۔ خود بین شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کرسکتا۔ (۹) لوگوں کے اعزاز دینے یا خود ستائی کرنے سے بزرگی کا مقام حاصل نہیں ہوتا۔ کبر وغرور اور دعوؤں سے بلند مرتبہ کا حصول ناممکن ہے۔ (۱۰) روز حشر میں جنت کے داخلے کا فیصلہ اسی کے حق میں ہوگا جو کبر وغرور سے پاک ہوگا۔ جس کے پاس عملی حقیقت ہوگی۔

(۱) تواضع، عاجزی۔ سرِ رفعت، بلندی کا سر۔ افرازدت، بلند کرے تجھ کو۔ بخاک، مٹی میں۔ اندازدت، ڈالے تجھ کو۔ (۲) بگردن، گردن کے بل۔ فتد، گر پڑتا ہے۔ سرکش، متکبر۔ تند خو؛ سخت طبع، بد مزاج۔ بلندیت، بلندی تجھ کو۔ باید؛ چاہیئے۔ مجو؛ مت ڈھونڈ۔ یعنی لوگوں کے سامنے اس کا اظہار یا تقاضا نہ کر۔ (۳) گفتار؛ بات۔ عجب، خود پسندی عاقبت آں؛ اس کا انجام۔ شکستگی، عاجزی اور گراوٹ برکت آں؛ اس کی برکت۔ (۴) زمغرور دنیا، دنیا کا مغرور۔ رہِ دین؛ دین کا راستہ۔ مجو، مت ڈھونڈ۔ خدا بینی خدا کو دیکھنا۔ خویشتن بین؛ اپنے آپ کو دیکھنے والا۔ (۵) گرت، اگر تجھ کو۔ جاہ، مرتبہ۔ باید؛ چاہیئے۔ مکن: مت کر۔ چوں خساں؛ کمینوں کی طرح۔ بچشم حقارت؛ حقارت کی آنکھ سے۔ نگہ، نظر۔ در کساں؛ لوگوں میں۔ (۶) گماں؛ خیال۔ کے؛ کب۔ برد؛ جاوے۔ مردم ہوشمند، ہوش والا آدمی۔ درسر گرانیست؛ تکبر میں ہے۔ قدر بلند، بلند مرتبہ۔ (۷) ازیں نامورتر؛ اس سے زیادہ نام والا۔ محلے؛ مقام۔ مجو، مت ڈھونڈھ۔ خوانند، کہیں لوگ۔ خلقت، مخلوق۔ پسندیدہ خو؛ اچھی عادت والا۔ (۸) نہ؛ نہیں۔ چوں توئی، ترے جیسا۔ برتو؛ تیرے اوپر۔ کبر آورد، تکبر لاوے۔ بزرگش، اس کو بزرگ۔ نہ بینی؛ نہ دیکھے تو۔ بچشم خرد؛ عقل کی آنکھ سے۔ (۹) نیز؛ بھی۔ ار؛ اگر۔ کنی؛ کرے تو۔ ہمچناں؛ ویسے ہی۔ نمائی، دکھائی دیوے کہ۔ پیشت: جیسا کہ تیرے سامنے۔ تکبر کناں؛ تکبر کرنیوالے۔ (۱۰) چو؛ جب۔ استادہ، کھڑا ہے تو۔ مقام بلند؛ اونچی جگہ۔ برافتاد؛ گرے ہوئے پر۔ ہوشمندی؛ تو ہوش والا ہے۔ مخند، مت ہنس۔

#	مصرع اول	مصرع دوم
۱	تواضع سر رفعت افرازدت	تکبر بخاک اندر اندازدت
	تواضع تیرے بلندی کے سر کو اونچا کریگی	تکبر تجھے خاک میں ملائے گا
۲	بگردن فتد سرکش تند خوے	بلندیت باید بلندی مجو
	متکبر بد مزاج سر کے بل گرتا ہے	اگر تجھے بلندی چاہیئے تو بلندی نہ تلاش کر

گفتار در عجب و عاقبت[۳] آں و شکستگی و برکت آں

کہاوت تکبر اور اس کے انجام و کسر نفسی اور اسکی برکت کے بیان میں

#	مصرع اول	مصرع دوم
۴	زمغرور دنیا رہ دیں مجو	خدا بینی از خویشتن بیں مجو
	دنیا کے مغرور سے دین کا راستہ نہ چاہ	خود بین سے خدا بینی نہ تلاش کر
۵	گرت جاہ باید مکن چوں خساں	بچشم حقارت نگہ در کساں
	اگر تجھے مرتبہ درکار ہے تو کمینوں کی طرح	حقارت کی آنکھ سے لوگوں کو نہ دیکھ
۶	گماں کے برد مردم ہوشمند	کہ در سر گرانیست قدر بلند
	ہوشمند انسان کب خیال کرسکتا ہے	کہ تکبر میں بڑا مرتبہ ہے
۷	ازیں نامور تر محلے مجو	کہ خوانند خلقت پسندیدہ خو
	اس سے زیادہ نامور مقام تلاش نہ کر	کہ لوگ تجھے پسندیدہ عادت کہیں
۸	نہ گر چوں توئی بر تو کبر آورد	بزرگش نہ بینی بچشم خرد
	کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر تجھ جیسا تجھ سے تکبر کرے	تو عقل کی آنکھ سے اس کو بڑا نہ دیکھے گا
۹	تو نیز ار تکبر کنی ہمچناں	نمائی کہ پیشت تکبر کناں
	تو بھی اگر تکبر کرے گا، اسی طرح	نظر آئے گا جیسا کہ تیری نگاہ میں متکبر
۱۰	چو استادۂ در مقام بلند	برافتادہ گر ہوشمندی مخند
	جب تو کسی بلند مقام پر کھڑا ہے	اگر تو عقلمند ہے کسی گرے ہوئے کی ہنسی نہ اڑا

تشریح: (۱) عاجزی سربلندی کا سرچشمہ ہے۔ تکبر انسان کو ہمیشہ خاک میں ملا دیتا ہے۔ کیونکہ متکبر اللہ تعالیٰ کی چادر کھینچتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ (۲) بدمزاج متکبر کو سرکشی گردن کے بل گرا دیتی ہے۔ بلند مرتبہ حاصل کرنے کے لیئے عاجزی اختیار کرنی چاہیئے۔ بلندی کو تلاش نہیں کرنا چاہیئے۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خود پسندی و سرکشی کا انجام غلط (بُرا) نکلتا ہے۔ جبکہ عاجزی اِک مبارک چیز ہے۔ (۴) جو شخص دنیوی عیش و طرب میں بدمست ہو۔ اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ خود پسند آدمی اللہ تعالیٰ کی معرفت سے لابلد ہے۔ (۵) کمینہ صفت لوگ دوسروں کو فقیر سمجھتے ہیں۔ جو لوگ بلند مرتبہ چاہتے ہیں۔ وہ خود کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ (۶) دانشمندی یہ ہے کہ غرور و تکبر سے بلند مرتبے کا حصول ناممکن ہے۔ (یہ تو عجز و انکساری سے حاصل ہوتا ہے۔ (۷) اگر کوئی شخص لوگوں کی نظروں میں باوقار اور نیک طبع متصور ہوتا ہے۔ تو اس کے لیئے اتنا کافی ہے۔ اس مقام سے بلند تر مقام کا متلاشی نہیں ہونا چاہیئے۔ (۸) یہ ایک فطری امر ہے کہ جو شخص تجھے فقیر جانے تو تُو اس کی بزرگی کے نغمے نہیں الاپے گا۔ (بلکہ تُو بھی اسے حقیر ہی سمجھے گا۔) (۹) اسی طرح جب تُو تکبر کرے گا تو لوگ تجھے بھی حقیر ہی سمجھیں گے۔ (کیونکہ تکبر انسان کو ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائی میں لے جاتا ہے۔) (۱۰) بلند مقام پر فائز کو چاہیئے کہ وہ ان لوگوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھے جو پستی کی وجہ سے پامال ہوتے رہتے ہیں۔

مصرع اول		مصرع دوم
بسا ایستادہ درآمد زپائے	۱	کہ افتادگانش گرفتند جائے
بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ کھڑا ہوا گرا		کہ گرے ہوؤں نے اس کی جگہ لے لی ہے
گرفتم کہ خود ہستی از عیب پاک	۲	تعنت مکن بر من عیب ناک
میں نے مانا تو خود عیب سے پاک ہے		لیکن مجھ عیب دار پر سرکشی نہ کر
یکے حلقۂ کعبہ دارد بدست	۳	یکے در خراباتے افتادہ مست
ایک کعبہ کا حلقہ ہاتھ میں پکڑے ہے		ایک شراب خانہ میں مست پڑا ہے
گر آں را بخواند کہ نگذاردش	۴	در ایں را براند کہ باز آردش
اگر وہ اسکو طلب کرے تو کون ہے، جو اسکو آنے نہ دیگا		اور اگر اسکو نکال دے کون اس کو واپس لاسکے گا
نہ مستظہر ست ایں باعمال خویش	۵	نہ آں را درِ توبہ بستست پیش
نہ یہ اپنے اعمال کی بدولت طاقت ور ہے		نہ اس کے سامنے توبہ کا دروازہ بند ہے

حکایت عیسیٰ علیہ السلام[6] و عابد ناپارسا

عیسیٰ علیہ السلام اور بد عبادت گذار کا قصہ

مصرع اول		مصرع دوم
شنیدستم از راویانِ کلام	۷	کہ در عہد عیسیٰ علیہ السلام
میں نے بات نقل کرنے والوں سے سنا ہے		کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں
یکے زندگانی تلف کردہ بود	۸	بجہل و ضلالت سر آوردہ بود
ایک شخص نے عمر ضائع کی تھی		نادانی اور گمراہی میں سر بر آوردہ تھا
دلیرے سیاہ نامۂ سخت دل	۹	ز ناپاکی ابلیس از وے خجل
ایسا دلیر، سیاہ نامۂ اعمال والا، سخت دل		کہ اسکی ناپاکی کیوجہ سے شیطان بھی اس سے شرمندہ تھا
بسر بردہ ایام بے حاصلے	۱۰	نیاسودہ تا بودہ از وے دلے
اس نے بے نتیجہ زندگی گزاری تھی		جب سے پیدا ہوا تھا اس سے کسی دل نے آرام نہ پایا تھا

(۱) بسا: بہت سے۔ ایستادہ: کھڑا ہوا۔ درآمد: گر پڑا۔ زپائے: پاؤں سے۔ افتادگانش، گرے ہوؤں نے ان کی۔ گرفتند: لے لی۔ جا: جگہ۔ (۲) گرفتم: میں نے مانا۔ ہستی: ہے تو۔ از عیب: عیب سے۔ تعنت: دشمنی مراد پردہ دری۔ مکن: مت کر۔ من عیب ناک: میں عیب دار۔
(۳) یکے: ایک شخص۔ حلقۂ کعبہ: کعبہ کا ہاتھ۔ دارد: رکھتا ہے۔ بدست: ہاتھ میں۔ یکے: ایک۔ در خراباتے: کسی شراب خانے میں۔ افتادہ: پڑا ہوا۔ (۴) آں را: اس کو۔ بخواند: بلالے۔ کہ: کون۔ نگذاردش: نہیں چھوڑے گا اس کو۔ در ایں را: اور اگر اس کو۔ براند: چلا دے۔ کہ: کون۔ باز آردش: اسے واپس لادے۔
(۵) مستظہر: قوت حاصل کرنیوالا۔ ست: ہے۔ ایں: یہ۔ باعمال خویش: اپنے عملوں سے۔ آں را: اس کو۔ درِ توبہ: توبہ کا دروازہ۔ بستست: بند ہے۔ پیش: سامنے۔
(۶) عیسیٰ علیہ السلام: مشہور پیغمبر جو حضرت مریم کے بطن مبارک سے معجزۂ قدرت کے طور پیدا ہوئے تھے اور ان کا باپ نہیں تھا۔ عابد: عبادت کرنے والا۔ ناپارسا: غیر پرہیزگار۔
(۷) شنیدستم: میں نے سنا ہے۔ راویانِ کلام: بات کے نقل کرنے والے۔ عہد: زمانہ۔ عیسیٰ علیہ السلام: پیغمبر جن کی اُمت کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ (۸) یکے: ایک۔ تلف: برباد۔ کردہ بود: کیے ہوئے تھا۔ بجہل و ضلالت: جہالت اور گمراہی میں۔ سر آوردہ: انتہا کو پہنچا ہوا۔ (۹) دلیرے: نڈر۔ سیاہ نامہ: جس کا نامۂ عمل سیاہ تھا۔ ابلیس: شیطان۔ از وے: اس سے۔ خجل: شرمندہ
(۱۰) بسر بردہ: بسر کیے ہوئے۔ ایام: جمع یوم، دن۔ بے حاصل: بے کار۔ نیاسودہ: نہ آرام پایا۔ تا بودہ: جب تک وہ رہا۔ از وے: اس سے۔ دلے: کسی دل نے۔

تشریح: (۱) دنیا میں یہ منظر بخوبی دیکھنے میں آیا ہے کہ بلندی پر کھڑے لوگ پستی کے اندھیروں میں گمنام ہوجاتے ہیں اور پستی میں پامال ہونے والے بلند مقام پر ہوتے ہیں۔ (۲) زہد و تقویٰ کے باعث عیوب سے پاک شخص کو چاہیئے کہ وہ گناہوں کے پتلے عیب دار آدمی کو طشت از بام نہ کرے۔
(۳) دنیا میں دو طرح کے آدمی ہیں ۱۔ بیت اللہ میں دُعائیں مانگ رہا ہوتا ہے ۲۔ شراب خانے میں نشہ کی حالت میں بدمست ہے۔ (۴) وہ بے نیاز ذات کسی فاخر کو اس کے فخر کی وجہ سے اپنے در سے دھتکار دے اور کسی گناہ گار کو اپنے دروازے پر لے آئے تو کسی کی کیا مجال کہ دم مار سکے۔ (۵) نیکوکار اپنے اعمال کی وجہ سے قرب حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ محض بے نیاز کا التفات و توفیق پر منحصر ہے۔ گناہگار خطاؤں کی وجہ سے دُور نہیں۔ یہ اس نظر اندازی کے سبب سے ہے
(۶) عنوان۔ اس حکایت میں حضرت عیسیٰ اور گنہگار عابد کے حوالے سے خود پسندی سے انسان کی اخروی تباہی اور عاجزی کے باعث آخرت میں کامیابی کا راز بتایا گیا ہے۔ (۷) میں (الشیخ سعدیؒ) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ کلام کے راویوں سے سنا ہے۔ (۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص ایسا بھی تھا جس نے جہالت و گمراہی کی وجہ سے اپنی زندگی برباد کردی تھی۔ (۹) وہ (سخت گناہ گار شخص) خطاکاریوں اور گمراہ کن راہوں پر اتنا آگے جاچکا تھا کہ شرمندگی کے مارے اس نے شیطان کو بھی مات کردیا۔ (۱۰) اس (سخت گنہگار) کی زندگی کا کوئی ماحصل نہیں تھا۔ اس موذی کی تکلیف اور دل شکنی سے کوئی شخص محفوظ نہیں تھا۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
۱	سرش خالی از عقل و پُر ز احتشام	شکم فربہ از لقمہ ہائے حرام
	اُس کا دماغ عقل سے خالی اور تکبر سے پُر تھا	حرام لقموں سے پیٹ موٹا تھا
۲	بناراستی دامن آلودہ	بناداشتی دودہ اندودہ
	غلط کاری سے دامن آلودہ تھا	ناکردنی باتوں کی وجہ سے خاندان کا بدنام کنندہ تھا
۳	نہ پائے چوں بینندگاں راست رو	نہ گوشے چو مردم نصیحت شنو
	نہ تو اسکا قدم دیکھ بھال کرنیوالوں سیدھا چلنے والوں جیسا تھا	نہ نصیحت سننے والے انسانوں کا سا کان تھا
۴	چو سال بد از وے خلائق نفور	نمایاں بہم چوں مہِ نو ز دُور
	بُرے سال کیطرح مخلوق اس سے نفرت کرنیوالی تھی	پہلی رات کے چاند کیطرح دُور سے ایکدوسرے کیلئے نمایاں تھا
۵	ہوا و ہوس خرمنش سوختہ	جوئے نیک نامی نیندوختہ
	ہوا اور ہوس نے اس کا خرمن جلادیا تھا	اس نے نیک نامی کا ایک جو بھی جمع نہ کیا تھا
۶	سیہ نامہ چنداں تنعم براند	کہ در نامہ جائے نبشتن نماند
	اس سیاہ اعمال نامہ والے نے اس قدر عیش پرستی کی تھی	کہ نامۂ اعمال میں لکھنے کی جگہ نہ رہی تھی
۷	گنہگار و خود رائے شہوت پرست	بغفلت شب و روز مخمور و مست
	گنہگار اور خود رائے اور شہوت پرست تھا	رات دن غفلت سے نشہ میں اور مست تھا
۸	شنیدم کہ عیسیٰ در آمد ز دشت	بمقصورۂ عابدے برگذشت
	میں نے سنا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جنگل سے تشریف لائے	ایک عبادت گذار کے حجرے کے پاس سے گذرے
۹	بزیر آمد از غرفہ خلوت نشین	بپایش در افتاد سر بر زمین
	گوشۂ تنہائی میں بیٹھنے والا بالاخانہ سے نیچے اترا	زمین پر سر رکھ کر ان کے قدموں پر گر پڑا
۱۰	گنہ گار برگشتہ اختر ز دُور	چو پروانہ حیران در ایشاں ز نور
	پھرے ہوئے ستارے والا گنہگار دُور ہی سے	پروانہ کی طرح ان کے نور سے حیران تھا

(۱) سرش: اس کا سر۔ پُر ز احتشام: تکبر سے بھرا ہوا۔ شکم: پیٹ۔ فربہ: موٹا۔ لقمہ ہائے حرام: حرام روزی۔ (۲) بناراستی: جھوٹ سے۔ دامن آلودہ: لتھڑے ہوئے دامن والا۔ بناداشتی: نہ رکھنے والی صفات سے۔ دودہ: خاندان۔ اندودہ: بدنام کئے ہوئے۔ (۳) پائے: پاؤں۔ چوں: مثل۔ بینندگاں: دیکھنے والا۔ راست رو: سیدھا چلنے والا۔ گوشے: کان۔ چو مردم: لوگوں کی طرح۔ نصیحت شنو: نصیحت سننے والا۔ (۴) چو: مثل۔ سال بد: بُرا سال۔ از وے: اس سے۔ خلائق: خلقت۔ نفور: نفرت کرنیوالا۔ نمایاں: ظاہر۔ بہم: آپس میں۔ چوں مہ نو: نئے چاند کی طرح۔ (۵) ہوا: خواہش۔ خرمنش: اس کا کھلیان۔ سوختہ: جلایا ہوا۔ جوئے: ایک جو۔ نیندوختہ: نہ جمع کئے ہوئے۔ (۶) سیہ نامہ: جس کا نامۂ عمل سیاہ ہو یعنی گنہگار۔ چنداں: اتنی۔ تنعم: عیش و عشرت۔ براند: چلائی۔ در نامہ: اعمال نامہ میں۔ جائے نبشتن: لکھنے کی جگہ۔ نماند: نہ رہی۔ (۷) خود رائے: اپنی رائے پر اڑنے والا۔ شہوت پرست: شہوت رانی کرنے والا۔ شب و روز: رات اور دن۔ مخمور: نشہ والا۔ (۸) شنیدم: میں نے سنا۔ عیسیٰ: نام پیغمبر۔ در آمد: آیا۔ از دشت: جنگل سے۔ بمقصورہ: حجرے میں۔ عابدے: ایک عبادت گزار۔ در گذشت: گذرا۔ (۹) بزیر: نیچے۔ آمد: آیا۔ از غرفہ: بالاخانہ سے۔ خلوت نشیں: تنہائی میں بیٹھنے والا۔ بپایش: اس کے پاؤں میں۔ در افتاد: گر پڑا۔ بر زمیں: زمین پر۔ (۱۰) برگشتہ اختر: پھرے نصیب والا۔ چو پروانہ: پروانے کی طرح۔ در ایشاں: ان میں۔ ز نور: نور کی وجہ سے۔

تشریح: (۱) اُس (گنہگار آدمی) کی کھوپڑی عقل و خرد سے خالی تھی۔ اور تکبر سے بھرپور تھی۔ حرام خوری کی وجہ سے اس کا پیٹ موٹا ہو چکا تھا۔ (۲) جھوٹ سے اس (گنہگار آدمی) کا دامن داغدار تھا۔ غلط کاریوں کی وجہ سے اپنے خاندان کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ تھا۔ (۳) صراط مستقیم پر چلنے کے لیے اس (سخت خطاکار شخص) کے پاؤں نہیں تھے۔ اور نہ ہی نصیحت آموز باتوں کے لیئے وہ اپنے پاس کان رکھتا تھا۔ (۴) لوگوں میں وہ (سخت گناہ گار) قحط سالی کی طرح نفرت کا نشان تھا۔ اور نئے چاند کی طرح لوگوں کی انگلیوں کا نشانہ تھا۔ (۵) حرص و ہوس میں مگن ہونے کی وجہ سے اس کے اعمال بگڑ چکے تھے۔ نیک نام کی کوئی چیز اس (سخت گناہ گار) کے پاس نہ تھی۔ (۶) عیاشیوں میں اس قدر آگے بڑھ چکا تھا کہ مزید بداعمالیوں کو لکھنے کے لیئے اس کے نامۂ اعمال میں جگہ ختم ہو چکی تھی۔ (یہ صورتحال گناہوں کے حوالے سے مبالغہ ہے)۔ (۷) انتہائی ضدی، شہوت کا متوالا، غفلت کی تمام حدیں پھلانگ چکا تھا۔ کہ دن رات غفلت کی نیند سویا رہتا تھا۔ (۸) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جنگل سے واپسی پر کسی عابد کے گھر قیام فرمایا۔ (۹) عبادت گذار شخص اپنے بالاخانے سے اُتر کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدم بوسی کرنے لگا۔
(۱۰) سخت گناہ گار شخص حیرانی کے عالم میں دور کھڑا یہ تمام منظر و ماجرا اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے پروانہ روشنی کو دیکھتا ہے۔

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	تأمل بحسرت کناں شرمسار	چوں درویش در دستِ سرمایہ دار
	حسرت سے غور کرتا ہوا شرمندہ	جیسا کہ فقیر سرمایہ دار کے ہاتھ میں
۲	خجل زیرِ لب عذر خواہاں بسوز	ز شبہائے در غفلت آوردہ روز
	شرمندہ، سوز کے ساتھ چپکے چپکے عذر خواہ	ان راتوں سے جن کو غفلت میں دن کیا تھا
۳	سرشکِ غم از دیدہ باراں چو میغ	کہ عمرم بغفلت گذشت اے دریغ
	ابر کی طرح آنکھوں سے غم کے آنسو بہا رہا تھا	کہ ہائے افسوس میری عمر غفلت میں گذری
۴	برانداختم نقدِ عمرِ عزیز	بدست از نکوئی نیاوردہ چیز
	پیاری عمر کا نقد میں نے برباد کردیا	نیکی کی کوئی بات ہاتھ نہ آئی
۵	چو من زندہ ہرگز مبادہ کسے	کہ مرگش بہ از زندگانی بسے
	خدا کرے میری طرح کوئی ایسا نہ جیئے	جس کی زندگی سے اس کا مرجانا بہتر ہو
۶	برست آنکہ در عہدِ طفلی بمرد	کہ پیرانہ سر شرمساری نبرد
	جو بچپن میں مرگیا وہ تو چھوٹ گیا	کہ بڑھاپے کی شرمندگی اس کو نہ ہوئی
۷	گناہم بہ بخش اے جہاں آفریں	کہ گر با من آید فبئس القرین
	اے جہاں آفریں میرا گناہ بخش دے	اس لیے کہ اگر وہ میرے ساتھ رہا تو بُرا ساتھی ہے
۸	دریں گوشہ نالاں گنہ گار پیر	کہ فریاد حالم رس اے دستگیر
	اس کنارے میں گنہگار بوڑھا نالاں تھا	کہ اے دستگیری کرنیوالے میرے حال کی فریاد رسی کر
۹	نگوں ماندہ از شرمساری سرش	رواں آبِ حسرت بشیبِ برش
	شرمندگی سے اس کا سر اوندھا تھا	حسرت کے آنسو زیر بغل جاری تھے
۱۰	وزاں نیمہ عابد سرِ پر غرور	ترش کردہ بر فاسق ابرو ز دور
	اور اس جانب سے غرور سے بھرے سر والا عابد	دُور سے ہی گنہگار پر ابرو چڑھائے ہوئے تھا

(۱) تأمل کناں: غور کرتا ہوا۔ بحسرت: حسرت کے ساتھ۔ شرمسار: شرمندہ۔ چوں درویش: درویش کی طرح۔ دستِ سرمایہ دار: سرمایہ دار کا ہاتھ۔ (۲) خجل: شرمندہ۔ زیرِ لب: آہستہ۔ عذر خواہاں: عذر چاہنے والا۔ بسوز: سوز کے ساتھ۔ ز شبہا: راتوں کے متعلق۔ آوردہ روز: دن کیئے ہوئے۔ (۳) سرشکِ غم: غم کے آنسو۔ از دیدہ باراں: آنکھ سے برسنے والے۔ چو میغ: بادل کی طرح۔ عمرم: میری عمر۔ گذشت: گذر گئی۔ دریغ: افسوس۔ (۴) برانداختم: اکھیڑ دی، برباد کردی۔ نقدِ عمر: عمر کی نقدی۔ عزیز: پیاری۔ بدست: ہاتھ میں۔ از نکوئی: نیکی سے۔ نیاوردہ: نہ لایا ہوا۔
(۵) چوں من: میری طرح۔ ہرگز مبادا: ہرگز نہ ہووے۔ کسے: کوئی شخص۔ مرگش: اس کی موت۔ بہ: بہتر۔ بسے: بہت (۶) برست: چھوٹ گیا۔ آنکہ: جو کہ۔ در عہدِ طفلی: بچپن کے زمانہ میں۔ بمرد: مرگیا۔ پیرانہ: بڑھاپا۔ شرمساری: شرمندگی۔ نبرد: نہیں لے گیا۔ (۷) گناہم: میرے گناہ۔ بہ بخش: بخش دے۔ جہاں آفریں: جہاں کے پیدا کرنے والے۔ با من: میرے ساتھ۔ آید: آوے۔ فبئس القرین: تو بُرا ساتھی ہوگا۔
(۸) دریں گوشہ: اس کونہ میں۔ نالاں: رونے والا۔ پیر: بوڑھا۔ فریادِ حالم: میرے حال کی فریاد۔ رس: پہنچ۔ دستگیر: ہاتھ پکڑنے والا۔ (۹) نگوں: اوندھا۔ ماندہ: رہا ہوا۔ سرش: اس کا سر۔ رواں: جاری۔ آبِ حسرت: حسرت کا پانی یعنی آنسو۔ بشیبِ برش: اس کی بغل کے نیچے۔
(۱۰) وزاں نیمہ: اور اس طرف سے۔ عابد: عبادت گزار۔ سرِ پر غرور: غرور سے بھرا ہوا سر۔ ترش کردہ: کھٹا کیئے ہوئے۔ فاسق: گنہگار۔ ابرو: بھنویں۔

تشریح: (۱) جس طرح سرمایہ دار کے ہاتھ میں دولت کو درویش دیکھتا ہے۔ اسی طرح وہ (گناہ گار شخص) بھی حسرت کی نگاہ سے شرمندہ ہوکر دیکھ رہا تھا۔
(۲) وہ (گناہ گار، شرمندگی کے عالم میں مگن ہوکر آہستہ آہستہ سوز دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معذرت خواہانہ انداز اختیار کر رہا تھا۔
(۳) غفلت کی وجہ سے عمر عزیز کے ضائع ہونے کا غم ایسا لاحق ہوا کہ وہ (گنہگار شخص) زار و قطار رونے لگا۔
(۴) خود کلامی کے حال میں مست ہوکر اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ میں نے تمام عمر غفلت میں گذار دی ہے۔ نیکی نام کی کوئی چیز میرے پاس نہیں۔ (۵) جس شخص کے پاس بداعمالیوں کے سوا کچھ نہ ہو اسے پیدا ہوتے ہی مرجانا چاہیئے۔ اللہ کرے مجھ جیسا بدکار دنیا میں کوئی نہ ہو۔
(۶) اگر میں (گنہگار آدمی) پیدا ہوتے ہی مرجاتا تو آج بڑھاپے میں مجھے شرمساری نہ اٹھانی پڑتی۔ (یہ پچھتاوے کے الفاظ ہیں)۔
(۷) اے میرے خالق! میری بخشش فرمادے۔ اگر میری بداعمالیاں قیامت کے دن میرے ساتھ ہوں گی تو ان سے بُرا ساتھی کوئی اور نہ ہوگا۔
(۸) بوڑھا گنہگار زار و قطار رو رو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کر رہا تھا۔ کہ اے اللہ: میری دستگیری فرما۔
(۹) شرمندگی سے اس کا سر جھک گیا تھا۔ اور حسرت و یاس کی حالت میں اس کے آنسو بغل کے نیچے تک بہہ رہے تھے۔
(۱۰) اُدھر مغرور عبادت گذار خطاکار شخص کو دیکھ کر بگڑ چکا تھا۔ کیونکہ وہ (عابد) سمجھتا تھا کہ اس (خطاکار) کا جوڑ نیکی والے سے میل نہیں کھاتا۔ اس لیئے ہمارے قرب سے اس کی کیا غرض ہے۔

#	مصرع اول	مصرع دوم
۱	کہ ایں مدبر اندر پئے ما چراست	نگوں بخت ناداں چہ ہمجنس ماست
	کہ یہ بد بخت کیوں ہمارے در پے ہے	بیوقوف اوندھے نصیبہ والا، کیا یہ ہمارا ہم جنس ہے
۲	بگردن بآتش در افتادۂ	بباد ہوا عمر بردادۂ
	سر کے بل آگ میں گرا ہوا	خواہش کی ہوا میں عمر برباد کیے ہوئے
۳	چہ خیر آمد از نفس تر دامنش	کہ صحبت بود با مسیح ومنش
	اس کے گنہگار نفس سے کیا بھلائی ہوتی ہے	کہ میرا اور مسیح کا اس کا ساتھ ہو
۴	چہ بودے کہ زحمت ببردے زپیش	بدوزخ برفتے پس کار خویش
	کیا اچھا ہوتا کہ وہ یہاں سے دُور ہو جاتا	اپنے کارنامہ کی وجہ سے دوزخ میں جاتا
۵	ہمے رنجم از طلعت ناخوشش	مبادا کہ درمن فتد آتشش
	اس کی منحوس صُورت سے مجھے بھی ڈر ہے	ایسا نہ ہو کہ اس کی آگ مجھے بھی لے لے
۶	بمحشر کہ حاضر شود انجمن	خدایا تو با او مکن حشر من
	جب محشر میں مجمع ہو	اے خدا اس کے ساتھ حشر نہ کرنا
۷	دریں بد کہ وحی از جلیل الصفات	در آمد بعیسیٰ علیہ الصلوٰۃ
	وہ اس میں لگا تھا کہ بڑی صفتوں والے کی جانب سے وحی	عیسیٰ علیہ السلام پر آئی
۸	کہ گر عالمست آں وگر وے جہول	مرا دعوت ہر دو آمد قبول
	خواہ وہ عالم ہے یا جاہل	میرے یہاں دونوں کی دعا مقبول ہے
۹	تبہ کردہ ایام برگشتہ روز	بنالید بر من بزاری وسوز
	عمر کو تباہ کرنے والا دن پھرا ہوا	میرے سامنے عاجزی اور سوز سے رو دیا ہے
۱۰	بہ بیچارگی ہر کہ آمد برم	نیندازمش ز آستانِ کرم
	جو عاجزی سے میرے پاس آتا ہے	میں اس کو بخشش کی چوکھٹ سے نہیں بھگاتا ہوں

(۱) ایں مدبر: یہ بد بخت۔ اندر پئے ما: پیچھے ہمارے۔ چراست: کیوں ہے۔ نگوں بخت: اوندھے نصیب والا۔ چہ: کیا۔ ہم جنس ماست: ہمارا ہم جنس ہے۔
(۲) بگردن: گردن کے بل۔ بآتش: آگ میں۔ در: زائد۔ افتادہ: گرا ہوا۔ بباد ہوا: خواہش کی ہوا کے ساتھ۔ بردادۂ: برباد کیے ہوئے۔ (۳) چہ: کیا۔ آمد: آئی۔ نفس تردامنش: اس کا تر دامن والا نفس مراد گنہ گار۔ صحبت بود: صحبت حاصل ہو۔ با مسیح ومنش: حضرت مسیح اور میرے ساتھ اس کو۔ (۴) چہ بودے: کیا اچھا ہوتا۔ زحمت: تکلیف۔ ببردے: لے جاتا۔ زپیش: سامنے سے۔ برفتے: چلا جاتا ہے۔ کارِ خویش: اپنے کام کے پیچھے۔
(۵) ہمے رنجم: میں رنج ہوتا ہوں۔ از طلعتِ ناخوشش: اس کے بد صورت چہرے سے۔ مبادا: خدا نہ کرے۔ درمن: میرے اندر۔ فتد: پڑ جائے۔ آتشش: اس کی آگ۔
(۶) بمحشر کہ: محشر میں جبکہ۔ حاضر شود: حاضر ہو جاوے۔ انجمن: محفل۔ خدایا: اے خدا۔ باأو: اس کے ساتھ۔ مکن: مت کر۔ حشر من: میرا حشر۔ (۷) دریں بد: اسی حال میں تھا۔ وحی: حکم خداوندی۔ جلیل الصفات: بزرگ صفتوں والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ در آمد: آ گئی۔ بعیسیٰ علیہ السلام: حضرت عیسیٰؑ کو۔ (۸) عالمست: عالم ہے۔ آں: وہ۔ وگر وے: اور اگر وہ۔ جہول: بہت جاہل۔ مرا: مجھ کو۔ دعوت ہر دو: دونوں کی دُعا۔ آمد: آئی۔ (۹) تبہ کردہ: تباہ کیے ہوئے۔ ایام: جمع یوم دن۔ برگشتہ روز: پھرے دنوں والا۔ بنالید: رو پڑا۔ برمن: میرے سامنے۔ بزاری: عاجزی سے۔ سوز: جلن۔
(۱۰) بے چارگی: عاجزی۔ ہر کہ: جو کوئی۔ آمد: آیا۔ برم: میرے پاس۔ نیندازمش: میں اسے نہیں گراتا۔ آستانِ کرم: بخشش کی دہلیز۔

تشریح: (۱) وہ (عابد) آنکھیں تن کر دل ہی دل میں بل کھائے جا رہا تھا کہ یہ (خطاکار) کم بخت ہماری نسبت سے قطعی طور پر متعلق ہی نہیں۔ تو یہ ہمارا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتا۔ (۲) وہ (عابد) خطاکار کے عیوب (ذہن میں) تلاش کر کر کے اسے (خطاکار کو) کوسے جا رہا تھا۔ یعنی یہ جہنمی ہوا و ہوس کا قیدی وغیرہ وغیرہ۔ (۳) یہ (خطاکار) تو ساری عمر برائیوں میں برباد کر چکا ہے۔ اس نے تو کوئی ایسی نیکی ہی نہیں کی جو میری (عابد کی) اور حضرت عیسیٰؑ کی صحبت کا حقدار ہو۔ (۴) بہتر یہی تھا کہ یہ ہمارے (ولی و نبی کے) سامنے نہ آتا۔ اپنی بداعمالیوں کے عوض سیدھا جہنم رسید ہو جاتا۔ (۵) اس کی شکل دیکھ کر مجھے (عابد کو) خوف آتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی عیاشیوں کی آگ میرا (عابد کا) دامن نہ چھو لے۔ (۶) روزِ محشر میں جب (اللہ تعالیٰ کی) عدالت میں حاضری ہو تو اس شقی (گنہگار) کے ساتھ میرا (عابد کا) بُرا حشر نہ ہو۔ (۷) وہ (عابد) انہی متکبرانہ جذبات کی رَو میں بہتے ہوئے گناہ گار کے بارے میں منفی خیالات میں مگن تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کو وحی نازل ہوئی۔ (۸) حضرت عیسیٰؑ کو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا کہ یہ (گناہ گار) عالم ہے یا جاہل میرے دروازے پر نادم ہو کر آنسو بہا رہا ہے۔ اسی لیے میں نے دونوں کی دُعا قبول کر لی ہے۔ (۹) یہ (گناہ گار) شخص اپنی عمر برباد کر کے میرے (اللہ تعالیٰ کے) سامنے عجز و سوز سے رو دیا ہے۔ (عاجزی سے رونا ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے)
(۱۰) جو شخص عجز و انکساری کے ساتھ میری چوکھٹ پر گھٹنے ٹیک دیتا ہے (جیسا کہ گناہ گار نے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں) میں اسے مغفرت کا پروانہ دیئے بغیر واپس نہیں بھیجتا۔

	مصرعِ اوّل		مصرعِ دوم
۱	عفو کردم ازوے عملہائے زشت		در آرم بفضلِ خودش در بہشت
	اس کے بُرے کام میں نے معاف کر دیئے		میں اس کو اپنی مہربانی سے جنت میں لے جاؤں گا
۲	وگر عار دارد عبادت پرست		کہ در خلد باوے بود ہم نشست
	اگر عبادت پرست کو عار ہے		کہ وہ جنت میں اس کے ساتھ رہے
۳	بگو ننگ ازو در قیامت مدار		کہ آں را بہ جنت برند ایں بنار
	تو اس کو بتا دو قیامت میں اس سے ذلت محسوس نہ کرے		اسلیئے کہ اسکو جنت میں اسکو جہنم میں لے جائیں گے
۴	کہ آں را جگر خون شد از سوز و درد		گر ایں تکیہ بر طاعت خویش کرد
	اسلیئے سوز اور درد سے اس کا جگر خون ہو گیا ہے		اگر اس نے اپنی عبادت پر گھمنڈ کیا ہے
۵	ندانست در بارگاہِ غنی		کہ بیچارگی بہ ز کبر و منی
	اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ بے نیاز کے دربار میں		عاجزی، تکبّر اور خودی سے بہت بہتر ہے
۶	کرا جامہ پاکست و سیرت پلید		درِ دوزخش را نباید کلید
	جس کا لباس پاک اور عادت ناپاک ہے		اسکے دوزخ کے دروازے کیلئے کنجی کی ضرورت نہیں ہے
۷	بریں آستاں عجز و مسکینیت		بہ از طاعت و خویشتن بینیت
	اس چوکھٹ پر عاجزی اور مسکنت		عبادت اور خود بینی سے بہتر ہے
۸	چو خود را ز نیکاں شمردی بدی		نمے گنجد اندر خدائی خودی
	اگر تو اپنے آپکو نیکوں میں گنتا ہے تو تُو بد ہے		اس لیئے کہ خدائی میں خودی نہیں سماتی ہے
۹	اگر مردی از مردی خود مگوی		نہ ہر شہسوارے بدر برد گوے
	اگر تو بہادر ہے تو اپنی بہادری نہ جتا		اس لیئے ہر شہسوار گول میں گیند نہیں نکالتا ہے
۱۰	پیاز آمد آں بے ہنر جملہ پوست		کہ پنداشت چوں پستہ مغزے دروست
	وہ بے ہنر سب کا سب پیاز کی طرح ہے		جس کو یہ گھمنڈ ہو کہ اس میں پستہ کا سا مغز ہے

(۱) عفو کردم: معاف کر دیا میں نے۔ ازوے: اس کے۔ عملہائے زشت: بُرے عمل۔ در آرم: لاؤں گا میں۔ بفضلِ خودش: اپنی مہربانی سے اس کو۔ (۲) وگر: اور اگر۔ عار دارد: شرم رکھتا ہے۔ عبادت پرست: عبادت گزار۔ خلد: جنت۔ باوے: اس کے ساتھ۔ بود: ہووے۔ ہم نشست: ہم نشین، یکجا بیٹھنے والا۔ (۳) بگو: تو کہہ۔ ننگ: شرم۔ ازو: اس سے۔ مدار: مت رکھ۔ آں را: اس کو۔ برند: لے جائیں گے۔ ایں را: اس کو۔ بنار: جہنم میں۔ (۴) آں را: اس کا۔ خون شد: خون ہو گیا۔ از سوز و درد: سوز اور درد کی وجہ سے۔ ایں: اس نے۔ بر طاعتِ خویش: اپنی عبادت پر۔ کرد: کیا۔ (۵) ندانست: اس نے نہیں جانا۔ در بارگاہ غنی: بے نیاز کی بارگاہ میں۔ بے چارگی: عاجزی۔ بہ: بہتر۔ کبر و منی: تکبّر اور خودی۔ (۶) کرا: جس کا۔ جامہ: کپڑا۔ پاکست: پاک ہے۔ سیرت: اخلاق۔ درِ دوزخش: اس کے دوزخ کے دروازہ۔ را: کو۔ نباید: نہیں چاہیئے۔ کلید: چابی۔ (۷) بریں آستاں: اس دہلیز پر۔ عجز و مسکینیت: تیری عاجزی اور مسکینی۔ بہ: بہتر۔ طاعت: عبادت۔ خویشتن بینیت: تیری خود بینی۔ (۸) چو خود را: جب اپنے آپ کو۔ ز نیکاں: نیکوں میں سے۔ شمردی: شمار کیا تو نے۔ بدی: بد ہے تو۔ نمے گنجد: نہیں سماتی۔ اندر خدائی: خدائی کے اندر۔ (۹) مردی: مرد ہے تو۔ از مردی خود: اپنی مردمی سے۔ مگوئی: مت کہہ۔ بدر برد: باہر لے گیا۔ گوئی: گیند۔ (۱۰) آمد: آیا۔ آں: وہ۔ جملہ: سب۔ پوست: چھلکا۔ کہ: جس نے کہ۔ پنداشت: سمجھا۔ چوں پستہ: مثل پستے کی۔ مغزے: کوئی مغز۔ دروست: اس میں ہے۔

تشریح: (۱) میں (اللہ تعالیٰ) نے اس کے سیاہ اعمالنامے سے تمام بداعمالیوں کو اپنی مغفرت کے پانی سے دھو ڈالا ہے۔ لہٰذا اب وہ میرے فضل و کرم سے جنت میں ہوگا۔ (۲) اگر نیکوکار عابد جنت میں اپنی ہمنشینی سے شرماتا ہے تو کوئی بات نہیں۔ ہم (اللہ تعالیٰ) گناہ گار کو جنت میں اور متکبر عبادت گذار کو جہنم میں ٹھکانا دے دیں گے۔ (۳) اللہ تعالیٰ قدر دان ہے۔ وہ ہمیشہ عجز و ندامت کی قدر دانی کرتا ہے۔ ریاکاری و غرور کی قدر نہیں کرتا۔ چنانچہ گناہ گار کی قدر دانی ہوئی اور متکبر عابد روندا گیا۔ (۴) وہ (گناہ گار) عجز و ندامت سے اتنا گڑگڑایا کہ اس کا دل کرب و سوز سے خون ہو گیا۔ اور متکبر عابد نے اپنی عبادت پر اِترا کر عبادت کو ریاکاری میں بدل دیا ہے۔ (۵) اسے (مغرور عابد کو) معلوم نہیں کہ بے نیاز ذات کے ہاں غرور اور خود پسندی کے بجائے عجز و سوز کی قدر و قیمت زیادہ ہے۔ (۶) جو بظاہر عبادات کے ذریعے پاکیزگی کا حامل ہو مگر غرور و ریاکاری کے باعث اس کا مَن ناپاک ہو تو وہ ہمیشہ جہنم کا ایندھن بنتا ہے۔ (۷) اللہ تعالیٰ کے دربار میں ریاکاری پر مشتمل عبادت اور خود پسندی سے عاجزی اور مسکنت بہتر امر ہے۔ (۸) جو شخص اپنی نظر میں نیکوکار ہو۔ وہ درحقیقت بدکار ہے۔ کیونکہ یہ خود پسندی کا مرض ہے۔ اور خود پسندی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ (۹) مرد ہمیشہ حوصلہ مند ہوتا ہے۔ وہ اپنی مردانگی کا چرچا نہیں کرتا۔ کیونکہ ہر شاہ سوار میدان کا دھنی نہیں ہوتا۔ (۱۰) جو شخص اپنے آپ کو صاحبِ کمال سمجھتا ہے۔ وہ دراصل پیاز کے چھلکے کی طرح بے کار ہے۔ (وہ صرف زبانی جمع خرچ کرتا ہے۔ اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا)

#	مصرع اول	مصرع دوم
۱	ازیں نوع طاعت نیاید بکار	برو عذر تقصیر طاعت بیار
	اس قسم کی عبادت کام میں نہیں آتی ہے	اس پر عبادت کی کوتاہی کا عذر پیش کر
۲	نخورد از عبادت برآں بے خرد	کہ باحق نکو بود و باخلق بد
	اس بے عقل نے عبادت کا پھل نہیں کھایا ہے	جو اللہ کے ساتھ بھلائی اور مخلوق سے برائی کرے
۳	سخن ماند از عاقلاں یادگار	ز سعدیؒ ہمیں یک سخن یاد دار
	عقل مندوں کی بات یادگار رہتی ہے	سعدیؒ کی ایک بات یاد رکھ
۴	گنہ گار اندیشہ ناک از خدا	بہ از پارسائے عبادت نما
	خدا سے ڈرنے والا گنہگار	عبادت کی نمائش کرنیوالے عبادت گزار سے بہتر ہے

حکایت دانشمند درویش وقاضی متکبر

عقل مند درویش اور متکبر قاضی کا قصہ

#	مصرع اول	مصرع دوم
۶	فقیہے کہن جامۂ تنگ دست	در ایوانِ قاضی بصف برنشست
	پرانے کپڑے والا مفلس ایک فقیہہ	قاضی کے دربار میں صفِ اول میں جا بیٹھا
۷	نگہ کرد قاضی درو تیز تیز	معرّف گرفت آستینش کہ خیز
	قاضی نے اس کو گھور کر دیکھا	معرّف نے اس کی آستین پکڑی کہ اٹھ
۸	ندانی کہ برتر مقام تو نیست	فروتر نشیں یا برو یا بایست
	تجھے معلوم نہیں کہ تیرا مقام اونچا نہیں ہے	پیچھے بیٹھ یا چلا جا یا کھڑا رہ
۹	بجائے بزرگاں دلیری مکن	چو سرپنجہ ات نیست شیری مکن
	بڑوں کی جگہ بیٹھ کر گستاخی نہ کر	جب پنجہ میں طاقت نہیں ہے شیری نہ کر
۱۰	نہ ہر کس سزاوار باشد بصدر	کرامت بجاہست و منزل بقدر
	ہر آدمی صدر مقام کے قابل نہیں ہوتا ہے	اعزاز مرتبہ کی حیثیت سے ہوتا ہے اور مقام اندازے کے مطابق

(۱) ازیں نوع، اس قسم کی۔ طاعت، بندگی۔ نیاید: نہیں آتی۔ بکار، کام میں۔ برو، جا۔ عذر تقصیر طاعت، عبادت کی کوتاہی کا عذر۔ بیار، لا۔ (۲) نخورد: نہیں کھایا۔ بر، پھل۔ آں بے خرد: اس بے عقل نے۔ باحق، حق تعالیٰ کے ساتھ۔ نکو بود: اچھا تھا۔ باخلق، مخلوق کے ساتھ۔ بد: برا۔ (۳) سخن: بات۔ ماند: رہ جاتی ہے۔ از عاقلاں: عقل مندوں سے۔ ہمیں: یہی۔ یک سخن، ایک بات۔ یاد دار، یاد رکھ۔
(۴) اندیشہ ناک، ڈرنے والا۔ بہ: بہتر ہے۔ پارسائے عبادت نما: عبادت دکھانے والا پارسا۔
(۵) دانش مند، عقل مند۔ متکبر: تکبر کرنے والا۔
(۶) فقیہے: ایک فقیہہ۔ کہن جامہ: پرانے کپڑوں والا۔ تنگدست: نادار۔ ایوان قاضی، قاضی کا بنگلہ یا دفتر۔ بصف: صف پر۔ برنشست، بیٹھ گیا
(۷) نگہ کرد: نگاہ کی۔ درو: اس میں۔ معرّف: دربان۔ گرفت: پکڑی۔ آستینش: اس کی آستین۔ خیز: اٹھ کھڑا ہو۔
(۸) ندانی: تو نہیں جانتا۔ برتر: اونچا۔ مقام تو: تیرا مقام۔ نیست: نہیں ہے۔ فروتر: نیچا۔ نشیں: بیٹھ۔ برو: چلا جا۔ بایست: کھڑا رہ۔
(۹) بجائے بزرگاں: بزرگوں کی جگہ۔ دلیری مکن: گستاخی مت کر۔ چو: جب۔ سرپنجہ ات: تیرے پنجہ کا زور۔ نیست: نہیں ہے۔ شیری مکن: بہادری نہ دکھا۔
(۱۰) ہرکس: ہر شخص۔ سزاوار: لائق۔ باشد: ہووے۔ بصدر: صدارت کے۔ کرامت: عزت۔ بجاہست: مرتبے کے مطابق۔ منزل: مقام۔ بقدر: اندازے سے۔

تشریح: (۱) فخریہ عبادت ہمیشہ فضول ہوتی ہے۔ اس سے (فخریہ عبادت سے) بہتر ہے کہ آدمی خود کو قصور وار ٹھہرا کر معافی کا طلبگار ہو جائے۔ (۲) جو شخص حقوق اللہ تو صحیح طور پر ادا کرتا ہے۔ لیکن حقوق العباد میں کوتاہ اندیش ہے۔ اس کا حقوق اللہ ادا کرنا بے کار ہوگا۔ کیونکہ حقوق العباد قابل گرفت اعمال ہیں۔ (۳) دانش مندوں کا کلام (باتیں) ہمیشہ یادگار ہوتا ہے۔ چنانچہ تجھے (بوستان کا قاری) بھی شیخ سعدیؒ کی یہ بات بطور یادگار پلے باندھ لینی چاہیئے۔ (۴) اللہ تعالیٰ سے بے خوف شخص سے وہ گناہ گار زیادہ بہتر ہے جو اپنے گناہوں سے نادم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا خوف کرتا ہے۔ (۵) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی کے علم کا اندازہ اس کی ظاہری حالت کو دیکھ کر نہیں لگانا چاہیئے۔ کیونکہ بہت سے سادہ لوح لوگ علم وفضل میں روشنی کا مینار ہوتے ہیں۔ (۶) کوئی فقیرانہ صفت عالم قاضی صاحب کی عدالت میں اگلی صف پر جا کر بیٹھ گیا۔ (ممکن ہے کہ یہ تنگ دست عالم خود شیخ سعدی ہی ہو)۔ (۷) تنگدستوں کا اگلی صف پر بیٹھنا قاضی صاحب کے ہاں گستاخانہ رویہ تھا۔ اس لیئے اس قاضی نے مسافر تنگدست فقیر کو گھور کر دیکھا تو دربان نے اسے اٹھا دیا۔ (۸) دربان نے سخت لہجے میں یوں کہا کہ تو یہاں سے اٹھ جا۔ کیونکہ یہاں (اگلی صف) پر بیٹھنا تیرے مقام ومرتبے کے لحاظ سے صحیح نہیں۔ چنانچہ کھڑا ہو جا یا باہر چلا جا۔ (۹) جب تجھ (تنگدست عالم) میں ظاہری شان وشوکت نہیں ہے۔ بظاہر کوئی عالمانہ وصف نہیں ہے۔ لہٰذا بزرگوں کی جگہ پر بیٹھنا نہایت گستاخی ہے۔ (۱۰) ہر شخص میں سرداری وعلمیت پر مشتمل وصف وصلاحیت نہیں ہوتی۔ وقار ہمیشہ مرتبے کے مطابق ہوتا ہے۔ اور مقام کی سربلندی بھی شان کے مطابق ہوتی ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	دگره چه حاجت به پند کس ست اب دوبارہ تجھے کسی کی نصیحت کی ضرورت نہیں ہے	همیں شرمساری عقوبت بس ست یہی شرمندگی کی سزا کافی ہے
۲	بعزت هرآنکو فروتر نشست عزت ہوتے ہوئے جو شخص کم درجہ کی جگہ بیٹھا	بخواری نیفتد ز بالا به پست تو ذلت سے اوپر سے نیچے نہیں گرتا ہے
۳	چو آتش برآورد درویش دود درویش نے آگ کی طرح دھواں نکالا	فروتر نشست از مقامے که بود جس مقام پر بیٹھا تھا اس سے کم درجہ پر جا بیٹھا
۴	فقیهاں طریق جدل ساختند فقیہوں نے جدل کا راستہ بنایا	لِمَ وَلاَ نُسَلِّم در انداختند کیوں اور ہمیں تسلیم نہیں" میں کرنے لگے
۵	کشادند برهم در فتنه باز انہوں نے آپس میں فتنہ کا دروازہ کھولا	بلا و نعم کرده گردن دراز نہیں اور ہاں میں گردنیں ابھاریں
۶	تو گفتی خروسان شاطر بجنگ تو یہ کہے گا کہ چالاک مرغے لڑائی میں	فتادند درهم بمنقار و چنگ چونچ اور پنجے کے ذریعہ ایک دوسرے میں گتھ گئے
۷	یکے بے خود از خشمناکی چو مست کوئی دیوانہ کی طرح غصہ کی وجہ سے بے خود تھا	یکے بر زمیں مے زند هر دو دست کوئی زمین پر دو ہاتھ مارتا تھا
۸	فتادند در عقدهٔ پیچ پیچ مشکل گرہ میں پھنس گئے	که در حل آں ره نبردند هیچ جس کے کھولنے کا کسی کو راستہ نہ ملا
۹	کهن جامه در صف آخر ترین پرانے کپڑوں والا آخری صف میں	بغرش در آمد چوں شیر عرین جھاڑی کے شیر کی طرح غرایا
۱۰	که برهاں قوی باید و معنوی قوی اور معنوی برہان لائی جاہیئے	نه رگهائے گردن بحجت قوی نہ کہ دلائل میں پھولی ہوئی رگیں

(۱) دگره: دوبارہ۔ چہ حاجت: کیا ضرورت۔ بہ پند کس ست: کسی کی نصیحت کی۔ ہمیں: یہی۔ عقوبت: سزا۔ بس ست: تجھے کافی ہے۔ (۲) ہرآنکو: جو شخص کہ وہ۔ فروتر: نیچا۔ نشست: بیٹھ گیا۔ بخواری: ذلت کے ساتھ نہیں پڑے گا۔ ز بالا: اوپر سے۔ پست: نیچے۔ (۳) چو آتش: آگ کی طرح۔ برآورد: نکالا۔ دود: دھواں۔ فروتر: نیچے نشست: بیٹھ گیا۔ از مقامے کہ: جس مقام پہ کہ۔ بود: تھا۔ (۴) فقیہاں: دین کی سمجھ رکھنے والے عالم۔ طریق: راستہ۔ جدل: جھگڑا اور مناظرہ۔ ساختند: بنایا انہوں نے۔ لِمَ: کیوں۔ لانسلم: ہم نہیں تسلیم کرتے۔ در انداختند: ڈالا انہوں نے۔ (۵) کشادند: کھولا انہوں نے۔ برہم: ایک دوسرے پر۔ در فتنہ: فتنے کا دروازہ۔ باز: زائد۔ بلا: نہیں کے ساتھ۔ و نعم: اور ہاں۔ کردہ: کیا ہوا۔ دراز: لمبا۔ (۶) گفتی: تو نے کہا۔ خروسان شاطر: چالاک مرغے۔ بجنگ: لڑائی میں۔ فتادند: پڑ گئے ہیں۔ درہم: ایک دوسرے میں۔ بمنقار و چنگ: چونچ اور پنجے کے ساتھ۔ (۷) یکے: ایک۔ از خشمناکی: غصے سے۔ چو مست: مست کی طرح۔ مے زند: مارتا ہے۔ دو دست: دونوں ہاتھ۔ (۸) فتادند: پڑ گئے۔ عقدۂ پیچ پیچ: الجھی ہوئی گرہ۔ در حل آں: اس کے حل میں۔ رہ نبردند: راستہ نہ لے گئے۔ ہیچ: کوئی۔ (۹) کہن جامہ: پرانے کپڑوں والا۔ در صف آخریں: آخری صف میں۔ بغرش در آمد: غراہٹ میں آیا۔ چوں: مثل۔ شیر عرین: جھاڑی کا شیر۔ (۱۰) برہاں: دلیل۔ قوی باید: مضبوط چاہیئے۔ معنوی: پُر معنیٰ۔ نہ رگہائے گردن: نہ گردن کی رگیں۔ بحجت: دلیل کے ساتھ۔ قوی: مضبوط، پھولی ہوئی۔

تشریح: (۱) اگر تو دانا ہے تو تیرے لیئے یہی کافی ہے کہ تجھے نشست گاہ سے اٹھا دیا گیا ہے۔ کسی سے سفارش کی ضرورت نہیں۔ (۲) جو شخص (عجز و انکساری کے ساتھ) پہلے سے ہی نیچے بیٹھ جائے تو اسے کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ ہمیشہ بلندی سے پستی کی طرف گرنا پڑتا ہے۔ (۳) چنانچہ وہ (تنگدست عالم) سرد آہیں بھرتا ہوا اگلی صف کی نشست سے اٹھا اور نیچے بیٹھ گیا۔ (۴) قاضی صاحب کے بنگلے میں بڑے بڑے فقیہہ و علماً رونق افروز ہوئے اور "کیوں" "ہم نہ مانیں" کی بنیاد پر مناظرہ شروع ہو گیا۔ (۵) انہوں (علماء و فقہاء) نے پُرخطر مسائل زیر بحث لا کر فتنوں کے عفریت کو کھلا چھوڑ دیا۔ ہر طرف سے ہاں اور نہیں کے آوازے بلند ہونے لگے۔ (۶) لڑاکے مرغوں کی طرح پنجوں اور چونچوں کے ساتھ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ (پُرجوش مناظرے سے گرما گرم مباحثہ ہونے لگا)، (۷) کوئی غصے میں آگ بگولا ہو کر بے قابو ہو گیا تو کوئی زمین پر ہاتھ مار مار کر جوش و جذبات کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ (۸) وہ (علماء و فقہاء) کبھی نہ حل ہونے والے مسئلے میں ایسے اُلجھے کہ مسئلہ سلجھنے کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ (۹) وقت کے بڑے بڑے علماً و فقہاً کے جوتوں میں بیٹھا ہوا پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس درویش صفت شخص نے جھاڑی سے شیر کے غرانے کی طرح لب کشائی کی (۱۰) کہ صاحبان! جوش و جذبات اور شور و غل سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس مسئلے کا حل مضبوط اور بامعنی دلائل میں پوشیدہ ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	مرا نیز چوگانِ حرفست وگوئی	بگفتند از نیک دانی بگو
	میرے پاس بھی بات کا گیند اور بلا ہے	وہ بولے اگر خوب جانتا ہے تو کہہ
۲	بکلکِ فصاحت بیانے کہ داشت	بدلہا چوں نقشِ نگیں برنگاشت
	جو بیان اسکے پاس تھا اس نے فصاحت کے قلم سے	دلوں پر ایسا منقش کر دیا جیسا کہ نگ کا نقش
۳	سراز کوئے صورت بمعنی کشید	قلم بر سر حرف دعوی کشید
	بات کو ظاہر سے حقیقت کی طرف لے گیا	دعوے کے سر پر قلم پھیر دیا
۴	بگفتندش از ہر کنار آفریں	کہ بر عقل وطبعت ہزار آفریں
	ہر جانب سے لوگوں نے اس کو شاباش کہا	کہ عقل اور طبیعت پر ہزار آفرین ہے
۵	سمندِ سخن تا بجائے براند	کہ قاضی چو خر در خلابے بماند
	بات کے گھوڑے کو یہاں تک دوڑایا	کہ قاضی گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس کر رہ گیا
۶	بروں آمد از طاق ودستار خویش	باکرام ولطفش فرستاد پیش
	اپنی محراب سے نکلا اور اپنی پگڑی	اعزاز اور مہربانی میں اس کے سامنے پیش کر دی
۷	کہ ہیہات قدر تو نشناختم	بشکرِ قدومت نہ پرداختم
	کہ افسوس میں تیرا مرتبہ نہ پہچانا	تیری تشریف آوری کے شکریہ میں نہ لگا
۸	دریغ آمدم باچنیں مایۂ	کہ بینم ترا در چنیں پایۂ
	مجھے افسوس ہے کہ اس پونجی کے ہوتے ہوئے	تجھے اس جگہ پر دیکھ رہا ہوں
۹	معرّف بدلداری آمد برش	کہ دستار قاضی نہد بر سرش
	معرّف دلداری کے لئے اسکے سامنے آیا	تاکہ قاضی کی پگڑی اس کے سر پر رکھدے
۱۰	بدست وزباں منع کردش کہ دور	منہ بر سرم پائے بندِ غرور
	اس کو ہاتھ اور زبان سے روکا کہ دور ہو	میرے سر پر غرور کا پائے بند نہ رکھ

(۱) مرا، مجھ کو۔ نیز، بھی۔ چوگان حرفست: بات کا بلّا ہے وگوئی: اور گیند۔ بگفتند، انہوں نے کہا۔ از نیک دانی: اگر تو خوب جانتا ہے۔ بگو، کہہ۔ (۲) بکلک فصاحت: فصاحت کی قلم کے ساتھ۔ بیانے کہ: جو بیان کہ داشت: وہ رکھتا تھا۔ بدلہا: دلوں میں۔ چوں نقش نگیں: نگینے کے نقش کی طرح۔ برنگاشت: نقش کر دیا۔ (۳) سراز کوئے صورت: سر کو ظاہر کے کوچے سے۔ بمعنی، معنی میں یا حقیقت میں۔ کشید، کھینچ لے گیا۔ بر سر حرف دعوی: دعوی کے حرف کے سر پر۔ کشید، کھینچ دی۔ (۴) بگفتندش: اس کو کہا سب نے۔ از ہر کنار، ہر طرف سے۔ آفریں، شاباش۔ کہ بر عقل وطبعت، تیری عقل اور طبع پر۔ ہزار آفریں: ہزار شاباش۔ (۵) سمند سخن، بات کا گھوڑا۔ تا بجائے اس جگہ تک۔ براند، چلایا اس نے۔ چو خر، گدھے کی طرح۔ در خلابے، کیچڑ میں۔ بماند: رہ گیا۔ (۶) بروں، باہر آیا۔ از طاق: محراب سے۔ دستار خویش، اپنی پگڑی۔ باکرام ولطفش: اعزاز اور مہربانی سے۔ ش پیش کے ساتھ لگتی ہے یعنی اس کے سامنے۔ فرستاد: بھیج دی۔ (۷) ہیہات، افسوس۔ قدر تو، تیری قدر۔ نشناختم، نہ پہچانی میں نے۔ بشکر قدومت: تیری آمد کے شکریے میں۔ نہ پرداختم، نہ مشغول ہوا میں۔ (۸) دریغ آمدم، مجھے افسوس آیا۔ باچنیں مایۂ: ایسے بلند مرتبے کے ساتھ۔ بینم، دیکھوں میں۔ ترا: تجھ کو۔ درچنیں پایۂ: ایسے حقیر مرتبے میں۔ (۹) معرّف، دربان بدلداری: دلداری کے لیے۔ آمد: آیا۔ برش: اس کے پاس۔ کہ: تاکہ۔ دستار قاضی: قاضی کی پگڑی۔ نہد: رکھے۔ بر سرش: اس کے سر پر۔ (۱۰) بدست، ہاتھ سے منع کردش: اس کو منع کیا۔ منہ، مت رکھ۔ بر سرم: میرے سر پر۔ پائے بند غرور، غرور کی بیڑی۔

تشریح: (۱) میں بھی اپنے منہ میں زبان رکھتا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو کچھ میں بھی کہوں۔ ان سب (علماء) نے بیک آواز کہا کہ تم جو کہنا چاہتے ہو کہہ دو۔ (۲) جب وہ (تنگدست عالم) گویا ہوا تو فصاحت وبلاغت کے چشمے پھوٹنے لگے۔ زیر بحث مسئلے کو ایسے بیان کیا کہ گویا وہ انگوٹھی میں نگینہ جڑ چکا ہو۔ (۳) اس (تنگدست عالم) نے بڑے بڑوں کی بولتی بند کر دی اور مسئلے کا رخ ظاہر سے باطن کی طرف اور مجاز سے حقیقت کی طرف پھیر کر تمام حاضرین کو ششدر کر دیا۔ (۴) پھر کیا تھا، ہر طرف سے داد وتحسین، ہدیۂ تبریک اور خراج عقیدت کی پیشکشیں ہونے لگیں۔ (واہ واہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں)۔ (۵) اس (تنگدست عالم) نے فصاحت وبلاغت کا گھوڑا ایسا دوڑایا کہ مغرور قاضی اپنے غرور کی طنابیں توڑ کر گدھے کی طرح کیچڑ میں دھنس اور پھنس گیا۔ (۶) آخر کار قاضی نے اپنی نشست ہی نہیں چھوڑی بلکہ بطور اعزاز اپنی پگڑی تنگدست عالم کی خدمت میں پیش کر دی۔ (۷) قاضی صاحب حیرت وتعجب اور شرمندگی پر مشتمل ملے جلے جذبات میں ڈوب کر اپنی کم مائیگی وکم عقلی اور کوتاہی کا اعتراف کرنے لگا۔ (۸) میں محسوس کرتا ہوں کہ علم کا یہ گوہر معمولی سی گودڑی میں پوشیدہ ہے۔ (گودڑی میں لعل وگوہر ملتے ہیں)۔ (۹) دربان بھی عذر خواہی اور معذرت کی خواستگاری کے لیے آگے بڑھا تاکہ قاضی کی پگڑی اس کے سر پہ رکھ کر اپنی کوتاہی کا ازالہ کرے۔ (۱۰) اس (تنگدست عالم) نے قاضی صاحب کو غرور سے بھرپور پگڑی اپنے سر پہ رکھنے سے روک دیا۔ کیونکہ اسی کی وجہ سے اگلی صف سے اٹھا دیا گیا تھا۔

که فردا شود بر کهن میرزاں ورنہ کل کو پرانے لباس والوں پر	۱	بدستار پنجه گزم سرگراں پانچ گز کی پگڑی کی وجہ سے میں بھی غصے ہوں گا
چو مولام خوانند و صدر کبیر جب مجھے آقا اور بڑا صدر کہہ کر پکاریں گے	۲	نمایند مردم بچشمم حقیر تو لوگ میری نگاہ میں حقیر نظر آئیں گے
تفاوت کند ہرگز آب زلال شیریں پانی کو ہر شخص ممتاز کرلیتا ہے	۳	گرش کوزہ زریں بود یا سفال خواہ وہ زریں پیالے میں ہو یا مٹی کے برتن میں
خرد باید اندر سر مرد و مغز انسان کے سر میں عقل اور گودا چاہیئے	۴	نباید مرا چوں تو دستار نغز تیری طرح مجھے اچھی پگڑی نہیں چاہیئے
کس از سر بزرگی نه باشد بچیز انسان سر کی بڑائی سے کوئی چیز نہیں بن جاتا ہے	۵	کدو سر بزرگست و بے مغز نیز کدو کا سر بڑا ہے اور بے مغز بھی ہے
میفراز گردن بدستار و ریش پگڑی اور داڑھی کی وجہ سے گردن نہ ابھار	۶	که دستار پنبہ ست سبلت حشیش اسلیئے کہ پگڑی کی حقیقت روئی اور تیری مونچھوں کی حقیقت گھاس ہے
بصورت کسانیکه مردم وشند جو لوگ محض دیکھنے میں آدمی ہیں	۷	چو صورت ہماں بہ که دم درکشند تصویر کی طرح تو یہی بہتر ہے کہ وہ چپ رہیں
بقدر ہنر جست باید محل ہنر کے اندازے سے مقام تلاش کرنا چاہیئے	۸	بلندی و نحسی مکن چو زحل زحل کی طرح بلندی اور نحوست نہ ظاہر کر
نئے بوریا را بلندی نکوست کیا نرکل کے لیئے بلندی اچھی چیز ہے	۹	که خاصیت نے شکر خود دروست کیا خود اس میں گنے کی خاصیت ہے
چه خوش گفت خرمہرہ در گلے کوڑی نے جو مٹی میں تھی کیا اچھی بات کہی	۱۰	چو برداشتش پر طمع جاہلے جب اس کو ایک لالچی جاہل نے اٹھایا

(۱) فردا: کل آئندہ۔ شود: ہو جائے گا۔ کہن میرزاں: پرانی چادر والے۔ بدستار پنجہ گزم: پچاس گز کی پگڑی کے ساتھ گزم کی میم سر کے ساتھ لگتی ہے یعنی میرا سر۔ گراں: بھاری (۲) چو: جب۔ مولام: مجھ کو آقا۔ خوانند: کہیں گے۔ صدر کبیر: بڑا صدر۔ نمایند: دکھائی دیں گے۔ بچشم: میری آنکھوں میں (۳) تفاوت: فرق۔ کند: کرتا ہے۔ آب زلال: صاف اور ستھرا پانی۔ گرش: اس کی شین کوزہ کے ساتھ لگ کر اس کا کوزہ۔ زریں: سنہری۔ بود: ہووے۔ سفال: کچی مٹی کا (۴) خرد: عقل۔ باید: چاہیئے۔ اندر سر: سر کے اندر۔ مغز: بھیجا۔ نباید: نہیں چاہیئے۔ مرا: مجھ کو۔ چوں تو: تیرے جیسی۔ دستار نغز: خوبصورت پگڑی۔ (۵) کس: کوئی شخص۔ بسر بزرگی: بڑا سر۔ نباشد: نہیں ہوتا۔ بہ چیز: کوئی چیز۔ سر بزرگست: بڑے سر والا ہے۔ نیز: بھی۔ (۶) میفراز: مت بلند کر۔ بدستار و ریش: داڑھی اور پگڑی سے۔ دستار: پگڑی۔ پنبہ ست: روئی ہے۔ سبلت: تیری مونچھ۔ حشیش: گھاس۔ (۷) بصورت: شکل میں کسانیکہ جو لوگ کہ۔ مردم وشند: انسان نظر آتے ہیں۔ چو صورت: مثل مورتی کے۔ ہماں بہ: وہی بہتر ہے۔ دم درکشند: دم کھینچ لیں۔ (۸) بقدر ہنر: ہنر کے مطابق۔ جست باید: ڈھونڈنا چاہیئے۔ محل: مقام۔ نحسی: نحوست۔ مکن: مت کر۔ چو: مثل۔ زحل: ایک ستارہ جو باوجود بلند ہونے کے منحوس سمجھا جاتا ہے۔ (۹) نئے بوریا: پٹ سن۔ نکوست: مناسب ہے۔ نے شکر: گنا۔ خود دروست: خود اس کے اندر ہے۔ (۱۰) چہ خوش گفت: کیا خوب کہا۔ خرمہرہ: ایک کوڑی۔ درگلے: مٹی کے اندر پڑی ہوئی۔ چو: جب۔ برداشتش: اٹھایا اس کو۔ پرطمع: لالچی۔ جاہلے: ایک جاہل۔

تشریح: (۱) اگر میرے سر پہ پچاس گز لمبی پگڑی رکھ دی گئی تو میرا سر بھی (قاضی صاحب کے سر کی طرح) بھاری ہو جائے گا۔ (۲) جب مجھے مولانا یا صدر جیسے بڑے بڑے القاب سے پکارا جائے تو میں بھی دوسرے لوگوں کو حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگ جاؤں گا۔ (۳) جس طرح صاف و شفاف پانی سنہری برتن کے بجائے مٹی کے برتن میں ہو تو پانی صاف ستھرا ہی رہتا ہے۔ اسی طرح پگڑی کے بغیر میری شان میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ (۴) باوقار بننے کے لیے عقل و شعور کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی پگڑی کی نہیں۔ (کیونکہ اصل چیز علم و فضل ہے۔ ظاہری اعزاز نہیں۔) (۵) بڑا بننے کے لیئے بڑے سر کا ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ کدو بھی بڑا ہوتا ہے۔ لیکن اندر سے خالی ہوتا ہے۔ (۶) پگڑی روئی ہے۔ اور مونچھیں بدن کی گھاس ہیں۔ لہٰذا روئی اور گھاس کے بڑھنے سے تکبر میں بدمست نہیں ہونا چاہیئے۔ (۷) علم و شرف سے کورے لوگ شکل سے تو انسان ہیں۔ لیکن درحقیقت انسان نہیں۔ جاہلوں کو بتوں کی طرح خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ (۸) ہنرمند شخص خود بخود بلند مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ اونچی جگہ پر بیٹھنے سے کوئی بلند مرتبہ نہیں ہو جاتا۔ زحل ستارہ اونچا ہونے کے باوجود نحس ہے۔ (۹) مٹھاس نہ ہونے کی وجہ سے پٹ سن کا اونچا ہونا اس کی مجبوری ہے۔ گنا اپنے مٹھاس کی وجہ سے بلند مقام کی احتیاج نہیں رکھتا۔ (۱۰) مٹی میں لتھڑی ہوئی کوڑی کو قیمتی چیز سمجھ کر کسی جاہل حریص نے اٹھایا تو کوڑی نے کہا۔

۱	مرا کس نہ خواہد خریدن بہ ہیچ	بدیوانگی در حریرم مپیچ
	مجھے کوئی بھی کسی چیز کے بدلے نہ خریدنا چاہے گا	دیوانگی سے مجھے ریشمیں کپڑے میں نہ لپیٹ
۲	نہ منعم بمال از کسے بہتر ست	خر ار جل اطلس بپوشد خر ست
	مالدار مال کی وجہ سے کسی سے بہتر نہیں ہے	اگر گدھا اطلس کی جھول پہن لے تو گدھا ہے
۳	بدیں شیوہ مردِ سخن گوئے چست	بآب سخن کینہ از دل بشست
	چست بات کہنے والے انسان نے اس طور پر	بات کے پانی سے دل کا کینہ دھو لیا
۴	دل آزردہ را سخت باشد سخن	چو خصمت بیفتاد سستی مکن
	ستائے ہوئے دل کی بات سخت ہوتی ہے	جب تیرا دشمن گر پڑے تو سستی نہ کر
۵	چو دستت رسد مغز دشمن برار	کہ فرصت فرو شوید از دل غبار
	جب تجھے دسترسی حاصل ہو جائے دشمن کا بھیجا نکال لے	اس لئے کہ موقع دل کا غبار دھو دیتا ہے
۶	چناں ماند قاضی بدستش اسیر	کہ گفت اِنَّ ھٰذا یَومٌ عَسِیر
	قاضی اپنے ظلم میں خود ایسا گرفتار ہو گیا	کہ بول پڑا بیشک یہ سخت دن ہے
۷	بدنداں گزید از تعجب یدیں	بماندش در و دیدہ چوں فرقدین
	تعجب سے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے	اس میں اسکی آنکھیں فرقدین کی طرح گڑ کر رہ گئیں
۸	وزاں جا جواں روئے ہمت بتافت	بروں رفت و بازش کس نشاں نیافت
	وہاں سے جوان نے ارادہ کا رُخ موڑ دیا	باہر نکل گیا اور پھر کسی نے اس کا نشان نہ پایا
۹	غریو از بزرگانِ مجلس بخاست	کہ گوئی چنیں شوخ چشم از کجاست
	بڑوں کی مجلس سے شور اٹھا	کہ تو بتا کہ ایسا گستاخ کہاں کا رہنے والا ہے
۱۰	نقیب از پیش رفت ہر سو دوید	کہ مردے بدیں نعت و صورت کہ دید
	چوبدار اسکے پیچھے روانہ ہوا اور ہر جانب بھاگا	کہ کسی نے کوئی شخص اس صفت اور صورت کا دیکھا ہے

(۱) مرا: مجھ کو۔ کس: کوئی شخص۔ نہ خواہد خریدن: نہیں خریدے گا۔ بہ ہیچ: کسی چیز میں۔ بدیوانگی: حماقت سے۔ در حریرم: ریشم میں مجھے۔ مپیچ: مت لپیٹ۔ (۲) منعم: مالدار۔ از کسے: کسی شخص سے۔ خر: گدھا۔ ار: اگر۔ جل اطلس: اطلس جھول۔ بپوشد: پہن لے۔ خر ست: گدھا ہی ہے۔

(۳) بدیں شیوہ: اس طریقے سے۔ مرد سخن گوئے: بات کرنے والے مرد نے۔ چست: جلدی۔ بآب سخن: باتوں کے پانی سے۔ بشست: دھو ڈالا۔ (۴) دل آزردہ: رنجیدہ دل۔ باشد: ہوتی ہے۔ سخن: بات۔ چو خصمت: جب تیرا دشمن۔ بیفتاد: گر پڑا۔ سستی مکن: سستی مت کر۔

(۵) چو: جب۔ دست رسد: تیرا ہاتھ پہنچتا ہے۔ مغز دشمن: دشمن کا بھیجا۔ برآر: نکال۔ فرصت: مہلت۔ فرو شوید: دھو ڈالی ہے۔ (۶) چناں ماند: ایسے رہ گیا۔ بدستش: اس کے ہاتھ میں۔ اسیر: قیدی۔ کہ گفت: کہ وہ پکار اٹھا۔ انّ: بیشک۔ ھٰذا: یہ۔ یوم: البتہ دن ہے۔ عسیر: مشکل۔ (۷) بدنداں: دانتوں سے۔ گزید: کاٹا اس نے۔ یدین: دونوں ہاتھ۔ بماندش: رہ گئے۔ اس کی عین دیدہ کے ساتھ لگ کر اس کی آنکھیں۔ درو: اس میں۔ چو: مثل۔ فرقدین: دو ستارے جن کا رخ ہمیشہ جدی کی طرف ہوتا ہے۔ گویا وہ اس کو دیکھتے رہتے ہیں۔ (۸) وزاں جا: اور اس جگہ سے۔ روئے ہمت: ارادے کا چہرہ۔ بتافت: پھیر لیا۔ بروں رفت: باہر چلا گیا۔ بازش: پھر اس کو۔ کس نیافت: کسی نے نہ پایا۔ (۹) غریو: شور۔ از بزرگان مجلس: مجلس کے بڑوں سے۔ بخاست: اٹھا۔ گوئے: تو کہے۔ چنیں: ایسا۔ شوخ چشم: گستاخ۔ از کجاست: کہاں سے ہے۔ (۱۰) نقیب: چوبدار۔ از پیش: اس کے پیچھے۔ ہر سو: ہر طرف۔ دوید: دوڑا۔ مردے: ایک مرد۔ بدیں نعت و صورت: اس صفت اور شکل کا۔ کہ دید: کسی نے دیکھا۔

تشریح (۱) میں (کوڑی) بے وقعت ہوں۔ مجھے کوئی کوڑیوں کے بھاؤ بھی نہیں خریدے گا۔ (مجھے اٹھا کر) دیوانہ وار ریشمی کپڑے میں مت لپیٹ۔ (۲) مال و دولت کی کثرت کسی کو باوقار نہیں بناتی۔ گدھا اگر ریشم میں لپٹ جائے تو وہ گدھا ہی رہتا ہے۔ (۳) تنگدست عالم (شیخ سعدیؒ) نے بامقصد کلام سے تمام فقیہوں کے دل سے حسد و کینہ کا زنگ اتار دیا۔ (۴) مقابل میں آنے والا شخص ذہنی شکست سے دوچار ہو چکا تھا۔ دشمن کے زیر ہوتے ہی فہم و دانش کے ہتھیار سے روند ڈالنا چاہیئے۔ (جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے کیا) (۵) موقع ہاتھ لگتے ہی دشمن کو روندتے ہوئے علم کی برتری کا لوہا منوانا چاہیئے اور جہالت کی تذلیل سے گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ (۶) قاضی صاحب کے غبارے سے ہوا ایسی نکلی کہ بدحواسی میں کہنے لگا۔ کہ آج کا دن مجھ پر بہت بھاری ہے۔ (۷) وہ (قاضی صاحب) سرگردانی کی بنا پر تعجب کے ساتھ ایسے دو ستاروں "فرقدین" کی طرح دیکھتا رہ گیا۔ جیسے وہ (فرقدین) برج جدی کی طرف رُخ کئے ہوئے ہوتے ہیں۔

(۸) اور وہ (شیخ سعدی) بغیر کسی تعارف سے وہاں سے ایسے غائب ہوا کہ وہ (اہلیان مجلس) ڈھونڈتے رہے۔ لیکن وہ نہ مل سکا۔

(۹) مجلس میں موجود بڑے بڑے فقیہہ شور کرتے رہے کہ یہ شوخ چشم (سخت مزاج) کہاں کا باشندہ ہے۔

(۱۰) انہوں (دین کے فقیہوں) نے چاروں طرف ان (شیخ سعدیؒ) کی تلاش میں اپنے آدمی پھیلا دیئے جو حلیہ بیان کر کے لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۱	یکے گفت ازیں نوعِ شیریں نفس	دریں شہر سعدیؒ شناسیم و بس
	ایک بولا اس قسم کا شیریں گفتار	اس شہر میں ہم فقط سعدیؒ کو سمجھتے ہیں
۲	براں صد ہزار آفریں کیں بگفت	حق تلخ بیں تا چہ شیریں بگفت
	اس پر ایک لاکھ شاباشس کہ یہ اس نے کہا	کڑوی سخت بات کو کس میٹھے انداز میں کہہ گیا

حکایت در توبہ کردن [۳] پادشاہزادۂ گنجہ

گنجہ کے شہزادے کے توبہ کرنے کا قصہ

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۴	یکے بادشاہزادۂ گنجہ بود	کہ نااہل و ناپاک و سرپنجہ بود
	گنجہ کا ایک شہزادہ تھا	جو نااہل اور ناپاک اور زور آور تھا
۵	بمسجد در آمد سرایان و مست	مئے اندر سر و ساتگینے بدست
	نشہ میں اور گاتا ہوا مسجد میں آگیا	سر میں شراب اور ہاتھ میں جام
۶	بمقصورہ در پارسائے مقیم	زبان دل آویز و قلب سلیم
	حجرہ میں ایک پارسا ٹھہرا ہوا تھا	جس کی زبان میٹھی اور دل صحیح تھا
۷	تنے چند بر گفت او مجتمع	چو عالم بناشی کم از مستمع
	کچھ آدمی اس کے وعظ پر جمع تھے	اگر تو عالم نہیں ہے تو کم از کم سننے والا بن
۸	چو بے عزتی پیشہ کرد آں حروں	شدند آں عزیزاں خراب اندروں
	جب اس سرکش نے بے عزتی اختیار کی	تو ان باعزت لوگوں کا باطن بگڑنے لگا
۹	چو منکر بود بادشاہ را قدم	کہ یارد زد از امرِ معروف دم
	جب بادشاہ کا قدم بُرا ہو	امر بالمعروف کا دم کون مار سکتا ہے
۱۰	تحکم کند سیر بر بوئے گل	فروماند آوازِ چنگ از دُہل
	لہسن کی بدبو پھول کی خوشبو پر غالب آجاتی ہے	ستار کی آواز ڈھول سے عاجز آجاتی ہے

(۱) یکے: ایک۔ گفت: کہا۔ ازیں نوع: اس قسم کا۔ شیریں نفس: میٹھی ذات والا۔ دریں شہر: اس شہر میں۔ سعدیؒ: مصنف۔ شناسیم: پہچانتے ہیں۔ بس: فقط۔ (۲) براں: اس پر۔ صد ہزار: لاکھ۔ آفریں: شاباش۔ کیں: جس نے کہ یہ۔ بگفت: کہا۔ حق تلخ: کڑوا حق۔ بیں: دیکھ۔ تا چہ: کتنا۔ شیریں: میٹھا۔ بگفت: کہہ دیا۔ (۳) توبہ کردن: توبہ کرنا۔ بادشاہزادۂ گنجہ: گنجہ کے شہزادے کا۔ گنجہ: ایک شہر جو تبریز کے قریب واقع ہے اور نظامی گنجوی کا مسکن ہے۔ (۴) یکے: ایک۔ بادشاہزادۂ گنجہ: گنجہ کا ایک شہزادہ۔ بود: تھا۔ سرپنجہ: زور آور۔ (۵) بمسجد: مسجد میں۔ در آمد: آیا۔ سرایاں: گاتا ہوا۔ مست: شراب میں مدہوش۔ مئے: شراب۔ اندر سرد: سر میں۔ ساتگینے: صراحی۔ بدست: ہاتھ میں۔ (۶) بمقصورہ: حجرہ میں۔ پارسائے: ایک پرہیزگار۔ مقیم: رہنے والا۔ زبان دل آویز: دل سے لپٹ جانے والی زبان یعنی میٹھی۔ قلب سلیم: سلامتی والا دل۔ (۷) تنے چند: کچھ آدمی۔ بر گفت او: اس کے وعظ پر۔ مجتمع: جمع تھے۔ چو: جب۔ عالم بناشی: تو عالم نہ ہو۔ کم از مستمع: سننے والے سے تو کم نہ ہو۔ (۸) چو بے عزتی: جب بے ادبی۔ پیشہ کرد: اختیار کی۔ آں حروں: اس سرکش نے۔ شدند آں عزیزاں: وہ دوست ہو گئے۔ خراب اندروں: بددل یعنی کڑھنے لگے کیونکہ کچھ تو کر سکتے نہ تھے۔ (۹) چو: جب۔ منکر: بُرا۔ بود: ہووے۔ قدم: اقدام یا عمل۔ کہ یارد زد: کون مار سکے۔ از امر معروف: نیکی کے حکم کا۔ (۱۰) تحکم کند: غلبہ کرتا ہے۔ سیر: لہسن۔ بر بوئے گل: پھول کی خوشبو پر۔ فروماند: عاجز رہ گئی۔ چنگ: ستار۔ از دہل: ڈھول سے۔

تشریح: (۱) شیخ سعدیؒ کے کسی شناسا نے بتایا کہ اس حلیے اور شیریں کلام کا متکلم سوائے شیخ سعدیؒ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ (۲) یہ (شیخ سعدیؒ) داد و دہش کے لائق ہے کہ کڑوی بات کو چاشنی میں بدل کر پیش کر دیا۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں بادشاہوں کو راہِ راست پر لانے کے لیئے نرم خوئی اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ (۴) گنجہ شہر کا شہزادہ اکھڑ مزاج، تند خو اور نالائق تھا۔ (وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا) (۵) وہ (شہزادہ) ایک دن شراب کی صراحی ہاتھ میں لیئے نشے میں بدمست گانے بجانے میں مصروف حالت میں مسجد کے اندر آگیا۔ (۶) مسجد کے حجرے میں نیک طبع بزرگ، شیریں زبان، دلوں کو موہ لینے والی نصیحت کرنے والے (بزرگ) رہائش پذیر تھے۔ (۷) اس وقت لوگوں کا اجتماع تھا۔ جو نیک سیرت بزرگ کے نصیحت آموز وعظ سے استفادہ کر رہا تھا۔ (۸) وہ (شہزادہ) مسجد میں بے ادبی کی حالت میں انتہائی ڈھٹائی کی حالت میں داخل ہوا تھا جس کی وجہ سے حاضرین مجلس بدظن ہو گئے تھے۔ (۹) جب سربراہ ہی اپنی نگرانی میں بُرائی پھیلانے پر تُل جائے تو پھر پند و نصائح سے بھرپور مواعظ کیوں اور کیسے ہو سکتے ہیں۔ (۱۰) جیسے لہسن کی بدبو پھول کی خوشبو پر غلبہ پا جاتی ہے۔ ستار کی دھیمی آواز ڈھول کے سامنے دَب جاتی ہے۔ اسی طرح شاہی حکمنامے کے سامنے عام نصیحت ہیچ ہوتی ہے۔

۱	گرت نہی منکر بر آید ز دست	نہ شاید چو بیدست و پایاں نشست
	اگر تیرے ہاتھ سے نہی عن المنکر ہو سکے	تو بے دست و پا ہو کر نہ بیٹھنا چاہیئے
۲	وگر دستِ قوت نداری بگوے	کہ پاکیزہ گردد باندرز خوے
	اگر تو قوت کا ہاتھ نہ رکھتا ہو تو کہہ دے	اسلیئے کہ نصیحت سے بھی عادت پاکیزہ ہو جاتی ہے
۳	چو دست و زبان را نماند مجال	بہمت نمائند مردی رجال
	جب ہاتھ اور زبان میں طاقت نہ رہے	تو لوگ دُعا سے مردانگی دکھلاتے ہیں
۴	یکے پیش دانائے خلوت نشین	بنالید و بگریست سر بر زمین
	گوشہ نشین عقل مند کے سامنے ایک شخص	نالاں ہوا اور زمین پر سر رکھ کر رو دیا
۵	کہ یکبار آخر بریں رند مست	دُعا کن کہ تا بے زبانیم و دست
	اس رند مست کے لیئے آخر ایک مرتبہ	دعا کر دیجئے اسلیئے کہ ہم تو بے زبان اور بے ہاتھ ہیں
۶	دم سوزناک از دلِ باخبر	قوی تر کہ ہفتاد تیغ و تبر
	باخبر دل کی جلا دینے والی ایک آہ	ستر تیغ و تبر سے قوی ہوتی ہے
۷	برآورد مرد جہاندیدہ دست	چہ گفت اے خداوندِ بالا و پست
	جہاندیدہ انسان نے ہاتھ اٹھایا	کیا کہا... اے نشیب و فراز کے مالک
۸	خوش است ایں پسر وقتش از روزگار	خدایا ہمہ وقتِ او خوش بدار
	یہ لڑکا زمانہ سے خوش وقت ہے	اے خدا اس کے تمام اوقات کو خوش بنادے
۹	کسے گفتش اے قدوۂ راستی	بدیں بد چرا نیکوئے خواستی
	کسی نے اس سے کہا اے سچائی کے پیشوا	اس بد کے لیئے کیوں نیکی چاہتے ہو
۱۰	چہ بد عہد را نیک خواہی ز دہر	چہ بد خواستن بر سرِ خلق شہر
	بد عہد کے نصیبہ کی نیک خواہی	شہر کی مخلوق کے سر کی بدخواہی کے برابر ہے

(۱) گرت: اگر تجھ کو۔ نہی منکر: بُرائی سے روکنا۔ برآید: آسکے۔ زدست: ہاتھ سے۔ نہ شاید: نہ چاہیئے۔ چو: مثل۔ بیدست و پایاں: بغیر ہاتھ پاؤں والے۔ نشست: بیٹھا۔ (۲) وگر: اور اگر۔ دستِ قوت: زور کا ہاتھ۔ نداری: تو نہیں رکھتا۔ بگو: کہہ یعنی زبان سے روک۔ پاکیزہ گردد: پاکیزہ ہو جائے۔ باندرز: ہمت سے۔ خوے: عادت۔ (۳) چو: جب۔ دست و زبان را: ہاتھ اور زبان کو۔ نماند: نہ رہے۔ مجال: طاقت۔ بہمت: دُعا کے ساتھ۔ نمائند: دکھاتے ہیں۔ مردی: مردانگی۔ رجال: جمع مرد۔ (۴) یکے: ایک۔ پیش دانائے خلوت نشین: تنہائی میں بیٹھنے والے دانا کے سامنے۔ بنالید: رویا۔ بگریست: رو پڑا۔ بہ زائد ہے۔ سر بر زمین: زمین کے اوپر۔ (۵) یکبار: ایک مرتبہ۔ رند مست: گنہگار مست۔ دعا کن: دعا کیجئے۔ بے زبانیم: بے زبان ہیں۔ دست: ہاتھ۔ (۶) دم سوزناک: جلنے والا سانس مُراد آہ۔ دلِ باخبر: خبر رکھنے والا دل۔ قوی تر: زیادہ مضبوط۔ ہفتاد: ستر۔ تیغ: تلوار۔ تبر: کلہاڑی۔ (۷) برآورد: نکالا۔ مرد جہاندیدہ: جہان دیکھے ہوئے مرد نے۔ دست: ہاتھ۔ چہ گفت: کیا کہا۔ خداوندِ بالا و پست: بلندی اور پستی کے مالک۔ (۸) خوش است: اچھا ہے۔ ایں پسر: یہ لڑکا۔ وقتش: اس کا وقت۔ از روزگار: زمانے سے۔ خدایا: اے خدا۔ ہمہ وقت او: اس کا تمام وقت۔ خوش بدار: خوش رکھ۔ (۹) کسے: کسی نے۔ گفتش: اس کو کہا۔ قدوۂ راستی: سچائی کے پیشوا۔ بدیں بد: اس بد کو۔ چرا: کیوں۔ نیکوئے خواستی: اچھائی مانگی تو نے۔ (۱۰) چہ: کیا۔ بد عہد: بُری اوقات والا۔ نیک خواہی: نیکی چاہتا ہے تو۔ ز دہر: زمانے سے۔ چہ: کیا۔ بد خواستن: برائی چاہنا۔ بر سرِ خلق شہر: شہر کی مخلوق کے سر پہ۔

تشریح: (۱) بُرائی روکنے کے لیئے اعلیٰ درجہ قوت سے روکنا ہے۔ کم درجہ زبان سے منع کرنا اور سب سے کمتر درجہ دل سے بُرا سمجھنا ہے۔ اگر طاقت ہے تو بُرائی روکنے کے لیئے استعمال کی جائے۔ (۲) اگر طاقت نہیں ہے تو پھر دوسرا درجہ زبان سے بُرائی کو روکنے کا ہے۔ کیونکہ نصیحت سے بھی انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ (۳) جب دونوں درجے (طاقت و زبان) نہ ہوں تو پھر بُرائی کو دل سے بُرا سمجھنا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور بُرائی کے خاتمہ کی دُعا کرنی چاہیئے۔ (۴) حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص سراپا فریاد بن کر بزرگ سے التجا کرنے لگا کہ۔ (۵) اے بزرگوار! آپ سے التجا کرتا ہوں کہ اس (شہزادے) کے لیئے دعا کریں۔ کیونکہ ہم تو بے دست و پا ہیں۔ (۶) بسا اوقات جو کام بزرگوں کی دعائیں کر جاتی ہیں۔ وہ تیر و تفنگ سے قطعاً نہیں ہو پاتے۔ (لہٰذا شہزادے کی ہدایت کے لیئے دُعا کی جائے۔) (۷) جہان پر نظر رکھنے والا (جہاندیدہ) بزرگ ہاتھ اٹھا کر دُعا کرتا ہے۔ اور دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کو بلندی و پستی کے مالک کے عنوان سے پکارتا ہے۔ (۸) اے زمین و آسمان کے خالق! یہ (شہزادہ) آسودہ حال ہے۔ اسے ہمیشہ کے لیئے آسودگی و بالیدگی عطا فرما۔ (۹) حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا کہ اے رہنمائے صداقت! آپ اس بُرے آدمی کے لیئے نیکی کی طلب کیوں کرتے ہیں۔ (۱۰) جو شخص (شہزادہ) پورے شہر کے لیئے مصیبت بنا ہوا ہے۔ آپ کا اس کے لیئے دعا کرنا شہر کے باشندوں کے لیئے بُرائی چاہنے کے مترادف ہے۔

شعر	نمبر	شعر
چنیں گفت بینندۂ تیز ہوش	۱	چو سِرّ سخن در نیابی مجوش
تیز ہوش ، دیکھنے والے نے یہ کہا		جب بات کی حقیقت تجھے معلوم نہ ہو تو جوش نہ دیکھا
بطامات مجلس نیارا ستم	۲	ز داد آفریں توبہ اش خواستم
میں نے بڑی باتوں سے مجلس کو سجایا ہے		انصاف کے پیدا کرنیوالے سے میں نے اسکی توبہ کی درخواست کی ہے
کہ ہرگہ کہ باز آید از خوئے زشت	۳	بعیشے رسد جاوداں در بہشت
اس لیئے کہ جب وہ بُری عادت سے باز آجائے گا		تو بہشت میں ہمیشہ باقی رہنے والے عیش کو پہنچ جائیگا
ہمیں پنج روز ست عیش مدام	۴	بترک اندرش عیشہائے مدام
شراب کا عیش تو یہی پانچ روز کا ہے		اس کے چھوڑ دینے میں ہمیشہ کا عیش ہے
حدیثے کہ مردِ سخن ساز گفت	۵	یکے زاں میاں بالملک باز گفت
بات کے بنانے والے نے جو بات کہی		ان میں سے ایک نے بادشاہ سے دہرا دی
ز وجد آب در چشمش آمد چو میغ	۶	ببارید بر چہرہ سیل دریغ
بیخودی کیوجہ سے ابر کیطرح اسکی آنکھوں میں پانی آگیا		اس نے چہرہ پر افسوس کا سیلاب بہایا
بہ نیران شوق اندرونش بسوخت	۷	حیا دیدہ بر پشت پایش بدوخت
شوق کی آگ سے میرا باطن جل اٹھا		حیا نے آنکھوں کو اس کے پیروں کی پشت پر سی دیا
برِ نیک محضر فرستاد کس	۸	در توبہ کو باں کہ فریاد رس
نیک طبیعت کے پاس اس نے کسی کو بھیجا		توبہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے کہ فریاد کو پہنچ
قدم رنجہ فرمائی تا سر نہم	۹	سر جہل و ناراستی بر نہم
قدم رنجہ فرمائیں تاکہ میں سر دھر دوں		نادانی اور بد چلنی کا خیال نکال دوں
دو رویہ ستادند بر در سپاہ	۱۰	سخن پرور آمد در ایوان شاہ
دروازہ پر سپاہی دو رویہ کھڑے ہوگئے		شاہ کے دربار میں سخن پرور پہنچا

(۱) چنیں: ایسے۔ گفت: اس نے کہا۔ بینندۂ تیز ہوش: تیز ہوش دیکھنے والا۔ چو: جب۔ سرِ سخن: بات کا راز۔ در نیابی: نہیں پایا تو۔ مجوش: جوش میں مت آ۔ (۲) بطامات: فضولیات سے۔ نیارا ستم: نہیں سجائی میں نے۔ ز داد آفریں: انصاف پیدا کرنے والے سے۔ توبہ اش، اس کی توبہ۔ خواستم: چاہی میں نے۔ (۳) ہرگہ: جس وقت۔ باز آید: باز آجائے۔ از خوئے زشت: اپنی بُری عادت سے۔ بعیشے رسد: عیش کو پہنچے گا۔ جاوداں: ہمیشہ کا۔ (۴) ہمیں: یہی۔ پنج روز ست: پانچ دن ہے۔ عیش مدام: شراب کا عیش۔ بترک اندرش اس کو چھوڑنے میں۔ عیشہائے مدام: ہمیشہ کا عیش۔ (۵) حدیثے کہ: جو بات کہ۔ مردِ سخن ساز: بات بنانے والے مرد نے۔ گفت: کہی۔ یکے: ایک۔ زاں میاں: ان کے درمیان سے۔ بالملک: بادشاہ کو۔ باز گفت: جا کہی۔ (۶) ز وجد: بے خودی سے۔ آب: پانی۔ در چشمش: اس کی آنکھوں میں۔ آمد: آیا۔ چو میغ: بادل کی طرح۔ ببارید: برسایا۔ سیل دریغ: افسوس کا سیلاب۔ (۷) نیران: جمع نار آگ۔ اندرونش: اس کے اندر۔ بسوخت: جل گیا۔ حیا دیدہ: حیا نے آنکھیں۔ بر پشت پایش: اس کے پاؤں کی پشت پر۔ بدوخت: سی دیا۔ (۸) بر نیک محضر: نیک طبع کے پاس۔ فرستاد کس: کسی کو بھیجا۔ در توبہ کوباں: توبہ کا دروازہ کھٹکھٹانے والا۔ فریاد رس: فریاد کو پہنچ۔ (۹) قدم رنجہ: تشریف لائیے۔ تا سر نہم: تاکہ سر رکھوں میں۔ سر جہل و ناراستی: بد چلنی اور جہالت کا خیال۔ بر نہم: باہر نکالوں میں۔ (۱۰) دو رویہ: دو طرفہ۔ ستادند: کھڑے ہوگئے۔ بردر: دروازے پر۔ سپاہ: لشکر۔ سخن پرور: بات پالنے والا۔ آمد: آیا۔ در ایوان شاہ: بادشاہ کے محل میں۔

تشریح: (۱) بصیرت والے بزرگ نے معترض سے کہا کہ جس بات کا علم نہ ہو۔ اس میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیئے۔ (۲) میری اس مجلس میں فضول باتوں کے لیئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے تو ربِ رحیم سے اس کے لیئے توبہ کی توفیق طلب کی ہے۔ (۳) جب کبھی توبہ کی برکت سے برائی چھوڑ دے گا تو لوگ فائدہ اٹھائیں گے۔ اور آخرت میں اس کے لیئے ہمیشہ ہمیشہ کی خوشحالی ہوگی۔ (۴) دنیاوی شراب کی مستی تو صرف پانچ روزہ ہے۔ جو اس کو ترک کرے گا۔ آخرت میں دائمی عیش و عشرت پائے گا۔ (۵) نیک طبع بزرگ نے شہزادے کے بارے میں جن جذبات و احساسات کا اظہار کیا تھا۔ وہ کسی (حاضرین مجلس میں سے) نے شہزادے کو بتادیا۔ (۶) بزرگ کے اچھے خیالات سنتے ہی شہزادے نے بے خودی کے عالم میں رونا شروع کر دیا۔ (شہزادے کی افسردگی آنسو بن کر باہر نکل آئی تھی)۔ (۷) حرارت شوق نے اس کے دل میں ایسا سوز پیدا کیا کہ حیا سے اس کی آنکھیں زمین پر گڑ گئیں۔ (۸) اطلاع ملتے ہی اس (شہزادے) نے بزرگ کے پاس اپنا ایلچی بھیجا اور کہا۔ کہ انہیں (بزرگ کو) میرے پاس لے کر آؤ۔ (۹) وہ (بزرگ) میرے ہاں تشریف لائیں۔ تاکہ میں (شہزادہ) ان کے ہاتھ پر توبہ کر دوں اور برائیوں کا خیال دل سے نکال دوں۔ (۱۰) ان (بزرگ) کا شایان شان استقبال اس انداز میں کیا گیا کہ فوجی راستے کے دونوں طرف کھڑے ہوگئے۔ اور وہ (بزرگ) شاہی محل میں تشریف لے آئے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	شکر دید و عناب و شمع و شراب	دہ از نعمت آباد و مردم خراب
	اس نے شکر اور عناب اور شمع اور شراب دیکھی	گھر نعمتوں سے آباد اور انسان تباہ دیکھے
۲	یکے غائب از خود یکے نیم مست	یکے شعر گویاں صراحی بدست
	کوئی بے خود، کوئی نیم مست	کوئی ہاتھ میں صراحی لیے شعر پڑھنے والا
۳	زسوئے برآوردہ مطرب خروش	زدیگر سو آوازِ ساقی کہ نوش
	ایک جانب گویے کی آوازیں تھیں	دوسری طرف ساقی کی صدا کہ پی
۴	حریفاں خراب از مئے لعل رنگ	سرِ چنگی از خواب در بر چو چنگ
	لعل جیسے رنگ کی شراب سے ساتھی مست تھے	ستارچی ستار کی طرح نیند سے بغل میں سر دیئے ہوئے تھا
۵	بنود از ندیمان گردن فراز	بجز نرگس آں جا کسے دیدہ باز
	مغرور دوستوں میں سے کسی کی	نرگس کے سوا اس جگہ آنکھ نہ کھلی تھی
۶	دف و چنگ بایک دگر سازگار	برآوردہ زیر از میاں نالہ زار
	طبلہ اور ستار ایک دوسرے سے سازگار تھے	نالہ زار سے دھیمی سُر پیدا ہو رہی تھی
۷	بفرمود در ہم شکستند خورد	مبدّل شد آں عیش صافی بدُرد
	اس نے حکم دے دیا، انہوں نے اس کو چورا کر دیا	وہ صاف عیش تلچھٹ سے بدل گیا
۸	شکستند چنگ و گسستند رود	بدر کرد گوینده از سر سرود
	انہوں نے ستار کو توڑ ڈالا رود کو پھاڑ ڈالا	گویئے نے سر سے گانے کا خیال نکال دیا
۹	بمیخانہ در سنگ بر دن زدند	کدو را نشاندند و گردن زدند
	میخانہ پر ہیں نے مٹکے پر پتھر مارے	انہوں نے کدو کو بٹھایا اور اس کی گردن مار دی
۱۰	رواں خمر و چنگ اوفتادہ نگوں	تو گفتی شدست از بطِ کشتہ خوں
	شراب بہہ گئی ستار اوندھا گر گیا	تو یہ کہے گا کہ کشتہ بطخ سے خون جاری ہو گیا

(۱) دید: دیکھا اس نے۔ دہ: گاؤں مراد محل شاہی۔ مردم: لوگ۔ (۲) یکے: ایک۔ غائب از خود: بے خود۔ نیم مست: آدھا بے ہوش۔ شعر گویاں: شعر پڑھنے والا۔ بدست: ہاتھ میں۔
(۳) زسوئے: ایک طرف سے۔ برآوردہ: نکالا ہوا۔ مطرب: گویا۔ خروش: چیخ۔ زدیگر سو: دوسری طرف سے۔ نوش: پی۔ (۴) حریفاں: جمع ساتھی۔ خراب از مئے: شراب سے مست۔ لعل رنگ: سُرخ رنگ کی۔ سرِ چنگی: ستار والے کا سر۔ خواب: نیند سے۔ در بر: بغل میں۔ (۵) بنود: نہیں تھا۔ ندیمان: جمع ہم نشین۔ گردن فراز: اونچی گردن والا۔ بجز نرگس: نرگس کے سوا۔ آں جا: وہاں۔ کسے: کوئی شخص۔ دیدہ باز: آنکھیں کھلی۔ (۶) دف و چنگ: طبلہ اور ستار۔ بایک دگر: ایک دوسرے کے ساتھ۔ سازگار: موافقت کرنے والا۔ برآوردہ: نکالے ہوئے۔ زیر: دھیمی آواز۔ از میاں: درمیان سے۔ نالہ: موٹی آواز۔ زار: سُر۔ (۷) بفرمود: اس نے حکم دیا۔ درہم شکستند: توڑ ڈالی۔ خورد: چھوٹی چھوٹی۔ مبدّل شد: بدل گیا۔ آں عیش صافی: وہ صاف ستھرا عیش۔ بدُرد: تلچھٹ سے۔ (۸) شکستند: توڑ ڈالی۔ چنگ: ستار۔ گسستند: توڑ ڈالی۔ رود: تار۔ بدر کرد: باہر کیا۔ گوینده: گانے والا۔ از سر: سر سے۔ سرود: گانا۔ (۹) میخانہ: شراب خانہ۔ سنگ: پتھر۔ بر دن: مٹکے پر۔ زدند: مارا انہوں نے۔ کدو را: کدو کو۔ نشاندند: بٹھایا انہوں نے۔ گردن زدند: گردن مار دی۔ (۱۰) رواں: جاری۔ خمر: شراب۔ چنگ: ستار۔ افتادہ: پڑی ہوئی۔ نگوں: اوندھی۔ گفتی: تو نے کہا۔ شدست: ہوا ہے۔ از بطِ کشتہ: مری ہوئی بطخ۔

تشریح: (۱) بزرگ نے شاہی محل کا ماحول مختلف پایا۔ کہیں شراب کی محفل دیکھی۔ ہر طرف لوگ شراب کے نشے میں مدہوش و بدمست پڑے تھے۔ (۲) شراب کی محفل میں مست رندوں کے عجب انداز دیکھنے میں آ رہے تھے۔ کوئی مدہوش تھا تو کوئی نیم بے ہوشی میں تھا تو کوئی ہاتھ میں صراحی لیے گا رہا تھا۔ (۳) ایک طرف گانا گانے والا (گویّا) سُر تال کی لے نکال رہا تھا۔ تو دوسری طرف ساقی (شراب پلانے والا) شراب پینے کی مزید پیش کش کر رہا تھا۔ (۴) تمام شرکائے محفل نشے کی حالت میں ڈگمگا رہے تھے نیند کی وجہ سے ستار نواز کا سر ستار کی طرح بغل میں جھکا ہوا تھا۔ (۵) وہاں (شاہی محل میں) ہم نشینوں سمیت سب لوگ مدہوشی میں کیف و سرور سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ صرف ایک نرگس ہی تھی جس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ (۶) طبلے و سارنگی کی ملی جلی آوازوں اور ڈھول کی بھدی آواز سے نکلنے والی مخصوص آواز (ڈھب ڈھب) نے اک سماں باندھا ہوا تھا۔ (۷) اسی حال میں شہزادے نے آلاتِ مزامیر (موسیقی کا تمام ساز و سامان) توڑنے اور نشے میں چور مدہوشی کی محفل کو برباد کر دینے کا فرمان جاری کر دیا۔ (۸) اس (شہزادے) کا فرمان جاری ہوتے ہی موسیقی کا تمام ساز و سامان توڑ دیا گیا۔ اور گلوکار نے گانے کی سُریں گلے سے نکالنا چھوڑ دی۔ (۹) میخانے میں شراب سے لبریز مٹکوں کو پتھروں سے توڑ دیا گیا۔ اور کدو (تونبا) کی گردن مروڑ دی گئی۔
(۱۰) شراب کو بہا دیا گیا ستار کو اوندھا کر دیا گیا۔ سُرخ شراب کے بہنے سے ایسے لگتا تھا جیسے بطخ کو ذبح کیا گیا ہو۔

مصرعِ اول		مصرعِ دوم
خم آبستن خمر نہ ماہہ بود	۱	دراں فتنہ دختر بینداخت زود
مٹکی نو ماہہ شراب سے حاملہ تھی		اس فتنہ میں اس نے جلد لڑکی جن دی
شکم تا بنافش درید ند مشک	۲	قدح را بروبہ چشم خونیں پُر اشک
انہوں نے مشک کو پیٹ سے ناف تک پھاڑ ڈالا		اس پر پیالہ کی خونین آنکھیں پُر اشک تھیں
بفرمود تا سنگِ صحن سرائے	۳	بکندند و کردند نو باز جائے
اس نے حکم دے دیا کہ مکان کے صحن کے پتھر		اکھاڑ دیں اور انہوں نے اس کی جگہ نئے لگا دیئے
کہ گلگونہ خمر یاقوتِ فام	۴	بشستن نمے شد ز روئے رخام
اس لیئے کہ یاقوت رنگ کی شراب کا ابٹن		سنگِ مرمر کے چہرے سے دھونے سے نہیں جاتا ہے
عجب نیست بالوعہ گر شد خراب	۵	کہ خورد اندراں روز چندیں شراب
اگر چہ بچہ مست ہوا تو کوئی تعجب کی بات نہیں		کیونکہ اس نے ان دنوں بہت شراب پی
دگر ہر کہ بربط گرفتے بکف	۶	قفا خوردے از دست مردم چو دف
پھر جو بھی ہاتھ میں سارنگی پکڑتا		تو ڈھپرے کی طرح لوگوں کے ہاتھ سے طمانچے کھاتا
وگر فاسقے چنگ بردے بدوش	۷	بمالیدے او را چو طنبور گوش
اور اگر کوئی فاسق کندھے پر ستار رکھتا		تو وہ طنبورہ کی طرح اس کے کان اینٹھتا
جوانے سراز کبر و پندار مست	۸	چو پیراں بکنج عبادت نشست
وہ جوان جس کا سر تکبر اور خودی سے مست تھا		بوڑھوں کی طرح عبادت کے گوشہ میں بیٹھ گیا
پدر بارہا گفتہ بودش بہول	۹	کہ پاکیزہ رو باش و شائستہ قول
باپ نے ڈانٹ کر کئی بار اس سے کہا تھا		کہ نیک چلن اور مہذب بات والا بن
جفائے پدر برد و زندان و بند	۱۰	چناں سود مندش نیامد کہ پند
اس نے باپ کی سختی برداشت کی اور قید خانہ اور بیڑیاں		اس کو ایسی مفید نہ ہوئیں جیسی کہ نصیحت

(۱) خم: گھڑا۔ آبستن خمر: شراب کی حاملہ۔ نہ ماہہ: نو ماہ کی۔ بود: تھی۔ دراں فتنہ: اس فتنے میں۔ دختر: بیٹی بینداخت: گرا دی۔ زود: جلدی۔ (۲) شکم: پیٹ۔ تا بنافش: اس کی ناف تک۔ دریدند: پھاڑا انہوں نے۔ قدح: پیالہ۔ چشم خونیں: خونی آنکھیں۔ پُر اشک: آنسوؤں سے بھری ہوئی۔ (۳) بفرمود: حکم دیا۔ سنگ صحن سرائے: گھر کے صحن کے پتھر۔ بکندند: اکھیڑ ڈالے۔ کردند: کر دیئے۔ نو: نئے۔ باز: پھر۔ جائے: جگہ پر۔ (۴) گلگونہ: غازہ۔ خمر یاقوت فام: یاقوتی رنگ کی شراب۔ بشستن: دھونے سے۔ نمے شد: نہیں اتر سکتی۔ ز روئے رخام: سنگ مرمر کے اوپر سے۔ (۵) عجب نیست: تعجب نہیں ہے۔ بالوعہ: چہ بچہ۔ شد: ہو گیا۔ خراب: مست۔ خورد: پی۔ اندراں روز: اس دن میں۔ چندیں شراب: اتنی شراب۔ (۶) دگر ہر کہ: پھر جو کوئی۔ بربط گرفتے: سارنگی پکڑتا۔ بکف: ہاتھ میں۔ قفا خوردے: دھول کھاتا۔ از دست مردم: لوگوں کے ہاتھ سے۔ چو دف: طبلے کی طرح۔ (۷) وگر فاسقے: پھر کوئی بدکار۔ چنگ بردے: ستار لے جاتا۔ بدوش: کندھے پر۔ بمالیدے: ملتا۔ او را: اس کے۔ چو طنبور: طنبورے کی طرح۔ گوش: کان۔ (۸) جوانے: ایک جوان۔ سراز کبر و پندار: سر تکبر اور غرور سے۔ چو پیراں: بوڑھوں کی طرح۔ بکنج عبادت: عبادت کے کونے میں۔ نشست: بیٹھ گیا۔ (۱۰) پدر: باپ۔ بارہا: بہت دفعہ۔ گفتہ بود: کہا تھا۔ بہول: رعب سے۔ پاکیزہ رو: نیک چلن۔ باش: ہو جا۔ شائستہ قول: مہذب بات والا۔ (۱۰) جفائے پدر: باپ کی سختی۔ برد: لے جاتا۔ زندان و بند: قید اور بیڑی۔ چناں: ایسی۔ سود مندش: فائدہ مند اس کو۔ نیامد: نہ آئی۔ کہ پند: جیسی کہ نصیحت۔

تشریح: (۱) شاعرانہ زبان میں نو ماہ کی شراب کو حاملہ قرار دیا گیا ہے۔ اور سرنگی کو لڑکی جنم دینے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (اس شعر میں تشبیہات کا ذکر ہے) (۲) اس شعر میں بھی پہلے شعر کی طرح تشبیہ مذکور ہے۔ کہ شراب کے مشکیزے کو ناف تک پھاڑ گیا اور پیالوں کی اشکبار خونیں آنکھیں نوحہ کناں تھیں۔ (۳) شہزادے کے فرمان کے مطابق پرانے فرش سے شراب آلود پتھر اکھیڑ کر نئے پاکیزہ پتھروں کا فرش بنا دیا گیا تھا۔ (۴) کیونکہ سنگ مرمر سے یاقوتی رنگ کی شراب دھونے سے صاف نہیں ہوگی۔ اور شراب کی ناپاکی کے اثرات باقی رہیں گے۔ (۵) اس شعر میں بھی شاعرانہ زبان میں شراب کے چھوٹے سے حوض کو بدہضمی اور قے سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی ہر طرف شراب بکھرنے سے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا۔ (۶) اب خوف کی وجہ سے سارنگی ہاتھ میں لینے کی جرأت کسی میں نہ تھی۔ جو بھی ایسی غلطی کرتا تو اس کی پٹائی کا اندیشہ تھا۔ (۷) اگر کوئی برا شخص ستار کو کندھے پر لٹکاتا تو شہزادہ طنبورے کی طرح اس کے کان کھینچ دیتا۔ کسی میں ستار وغیرہ کے تار چھیڑنے کی ہمت نہیں تھی) (۸) جس نوجوان (شہزادے) کا سر غرور سے بھرپور تھا۔ آج وہ نیک لوگوں کی طرح گوشہ نشین ہو کر عبادت گذار بن گیا ہے۔ (۹) حالانکہ اس سے قبل بادشاہ نے اپنے بیٹے (شہزادے) کو ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعے خوب سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ (شہزادہ) باز نہ آتا تھا۔ (۱۰) وہ (شہزادہ) اپنے باپ کی تمام تلخیاں، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر گیا۔ لیکن جو کام نصیحت نے کر دکھایا وہ باپ کی زجر و توبیخ نہ کر سکی۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱	گرش سخت گفتے سخنگوئے سہل	کہ بیروں کن از سر جوانی و جہل
	بات کہنے والا نرم اگر اس سے سختی سے کہتا	کہ سر سے جوانی اور نادانی نکال دے
۲	خیال و غرورش براں داشتے	کہ درویش را زندہ نگذاشتے
	اس کا گھمنڈ اور غرور اسکو اس پر آمادہ کردیتا	کہ درویش کو زندہ نہ چھوڑتا
۳	سپر نفگند شیر غراں زجنگ	بیندیشد از تیغ براں چنگ
	دھاڑنے والا شیر لڑائی سے ڈھال نہیں ڈالتا ہے	پنجے کی تیغ براں کی سوچتا ہے
۴	بنرمی ز دشمن تواں کرد دوست	چو با دوست سختی کنی دشمن اوست
	نرمی سے دشمن کو دوست بنایا جاسکتا ہے	جب تو دوست سے ہلکی بات کرے تو وہی دشمن ہے
۵	چو سنداں کسے سخت روئی نکرد	کہ خایسک تادیب بر سر نخورد
	کسی نے بھی اہرن کی طرح سخت روئی نہیں کی	کہ ادب سکھانے کا ہتھوڑا سر پر نہ کھایا ہو
۶	بگفتن درشتی مکن با امیر	چو بینی کہ سختی کند سست گیر
	حاکم کے ساتھ کہنے میں سختی نہ برت	جب تو یہ دیکھے کہ وہ سختی کرتا ہے تو نرمی کر
۷	باخلاق با ہر کہ بینی بساز	اگر زیردست ست وگر سرفراز
	جس کو بھی تو دیکھے اخلاق سے پیش آ	خواہ وہ ماتحت ہو یا سربلند
۸	کہ ایں گردن از نازکی بر کشد	بگفتار خوشش واں سر اندر کشد
	کہ یہ تکبر سے گردن موڑ لے گا	میٹھی بات کی وجہ سے اور وہ فرمانبردار بن جائے گا
۹	بشیریں زبانی تواں برد گوئے	کہ پیوستہ تلخی برد تند خوئے
	شیریں زبانی کی وجہ سے بازی جیتی جاسکتی ہے	اس لیے کہ بدمزاج ہمیشہ تلخی اٹھاتا ہے
۱۰	تو شیریں بیانی ز سعدیؒ بگیر	ترش روئے را گو بتلخی بمیر
	تو سعدیؒ سے شیریں زبانی حاصل کرے	ترش رو کو کہہ دے کہ وہ کڑواہٹ سے مرجائے

(۱) گرش: گر اس کو۔ سخت گفتے: سخت کہنا۔ سخنگوئے سہل: نرم بات کہنے والا۔ بیروں کن: باہر کردے۔ از سر: سر سے۔ جوانی و جہل: جوانی اور نادانی۔

(۲) غرورش: غرور اس کو۔ براں داشتے: اس بات پر آمادہ کرتا۔ نگذاشتے: نہ چھوڑے۔ (۳) سپر: ڈھال۔ نفگند: نہیں ڈالتا۔ شیر غراں: دھاڑنے والا شیر۔ بیندیشد: سوچتا ہے۔ از تیغ براں چنگ: پنجے کی کاٹنے والی تلوار سے۔ (۴) بنرمی: نرمی سے۔ تواں کرد: کرسکتے ہیں۔ چو بادوست: جب دوست کے ساتھ۔ سخن کنی: تو سخن کرے۔ دشمن آوست: دشمن وہ ہے۔

(۵) چو: مثل۔ سنداں: اہرن۔ کسے: کوئی شخص۔ سخت روئی: ناراضگی۔ نکرد: نہیں کی۔ خایسک تادیب: ادب سکھانے کا ہتھوڑا۔ نخورد: نہ کھایا ہو۔

(۶) بگفتن: بات کرنے میں۔ درشتی: سختی۔ مکن: مت کر۔ باامیر: حاکم کے ساتھ۔ چو بینی: جب تو دیکھے۔ سختی کند: سختی کرتا ہے۔ سست گیر: نرمی پکڑ۔

(۷) باخلاق: اخلاق کے ساتھ۔ باہر کہ بینی: جس کو بھی دیکھے تو اس کے ساتھ۔ بساز: موافقت کر۔ زیردست: ماتحت۔ سرفراز: سربلند۔ (۸) ایں: یہ مراد سربلند۔ نازکی: تکبر سے۔ برکشد: کھینچتا ہے۔ بگفتار خوشش: اچھی بات سے۔ واں: اور وہ۔ سر اندر کشد: سر کو اندر کھینچے گا یعنی فرمانبردار ہوجائے گا۔ (۹) بشیریں زبانی: میٹھی بات سے۔ تواں برد: لے جاسکتے ہیں۔ گوئے: گیند، یعنی بازی جیت سکتے ہیں۔ پیوستہ: ہمیشہ۔ تلخی برد: تلخی لے جاتا ہے۔ تند خوئے: بدمزاج۔

(۱۰) شیریں زبانی: میٹھی بات کرنا۔ سعدیؒ: مصنف۔ بگیر: لے لے، سیکھ لے۔ ترش روئے را: ترش رو کو۔ گو: تو کہہ۔ بتلخی بمیر: تلخی میں مرجا۔

تشریح: (۱) اگر وہ (بزرگ) شہزادے کو باپ کی طرح سخت کلامی سے غرور و جہالت کے دور کرنے کا طریقہ اختیار کرتا تو ناکام رہتا۔ (۲) جوانی کے نشے اور بادشاہی کے غرور میں وہ (شہزادہ) بزرگ کو زندہ درگور کرنے کے درپے ہوجاتا۔ (۳) شیر کا مقابلہ کرنے والا خواہ کتنا ہی طاقتور ہو تو وہ (حملہ آور) ہتھیار نہیں ڈالتا۔ بلکہ وہ تیز نوک کے لیے پنجوں کی فکر کرتا ہے۔ (۴) نرمی میں ایسی تاثیر موجود ہے کہ اس سے دشمن کو دوست اور بدکار کو پرہیزگار بنا سکتے ہیں۔ جبکہ سخت مزاجی و تلخ کلامی سے دوست بھی دشمن بن جاتا ہے۔ (۵) جب بھی کسی نے اہرن کی طرح سخت رویہ اختیار کیا تو اسے ہتھوڑوں کی ضربوں کا سامنا کرنا پڑا۔ (کیونکہ رویے کی سختی اسی قابل ہے۔ جیسا کہ اہرن) (۶) حکمران سے بات چیت کرتے وقت نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ گو کہ وہ (حکمران) سختی سے پیش آئے۔ تب بھی نرم کلام سے کام لیا جائے۔ (۷) آقا ہو یا غلام (افسر یا ماتحت) ہر ایک کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا چاہیے۔ (کسی کو رام کرنے کے لیے اخلاق بہت بڑا ہتھیار ہے) (۸) اگر افسر سے بدکلامی یا بداخلاقی کا برتاؤ کروگے تو وہ بگڑنے میں ذرا بھی تامل نہ کرے گا۔ نرم خوئی اور شیریں کلام بڑے سے بڑے کو غلام بنا دیتا ہے۔ (۹) شیریں زبان سے ہمیشہ بازی جیت سکتے ہیں۔ بدمزاج آدمی صرف سختیاں و تلخیاں جھیلنے کے لیے ہوتا ہے۔ (۱۰) اگر کسی نے شیریں گفتار بننا ہے تو وہ شیخ سعدیؒ کی باتوں پر عمل کرے۔ تلخ مزاج کو تلخیوں کی موت مرنے دیا جائے۔

حکایت طُوافِ عسل

شہد لیکر گھومنے والے کا قصہ

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۲	شکر خندۂ انگبیں مے فروخت	کہ دلہا ز شیرینیش مے بسوخت
	ایک ہنس مکھ شہد بیچتا تھا	کہ اس کی مٹھاس سے دل جلے جاتے تھے
۳	بتانے میاں بستہ چوں نیشکر	برو مشتری از مگس بیشتر
	معشوق نیشکر جیسے کمر بستہ	مکھیوں سے بھی زیادہ اس کے خریدار تھے
۴	گر او زہر برداشتے فی المثل	بخوردندے از دست او چوں عسل
	اگر مثلاً وہ زہر بھی اٹھا لاتا	اس کے ہاتھ سے شہد کی طرح کھا جاتے
۵	گرانے نظر کرد در کار او	حسد برد بر روز بازارِ او
	ایک بھدے شخص نے اس کے کاروبار کو دیکھا	اس کے بازار کی رونق پر اس نے حسد کیا
۶	دگر روز شد گرد گیتی رواں	عسل بر سر و سرکہ بر ابرواں
	دوسرے دن اس نے شہر کے چاروں طرف چکر لگایا	سر پر شہد اور ابروؤں پر سرکہ
۷	بسے گرد فریاد خواں پیش وپس	کہ ننشست بر انگبینش مگس
	آگے پیچھے چلاتا ہوا بہت پھرا	چونکہ اس کے شہد پر کوئی مکھی نہ بیٹھی
۸	شبانگہ چو نقدش نیامد بدست	بدلتنگ روئی بکنجے نشست
	رات تک جب کچھ نقد اس کے ہاتھ نہ آیا	دل تنگی کی وجہ سے ایک کونہ میں بیٹھ گیا
۹	چوں عاصی ترش کردہ روی از وعید	چو ابروئے زندانیاں روز عید
	جیساکہ گنہگار اللہ کی دھمکی سے منہ بگاڑتا ہے	جیسا کہ عید کے روز قیدیوں کی ابروئیں
۱۰	زنے گفت بازی کناں شوئے را	عسل تلخ باشد ترش روئے را
	ایک عورت نے شوہر سے مذاق میں کہا	بد مزاج کا شہد بھی کڑوا ہوتا ہے

(۱) طواف: پھیری والا۔ عسل: شہد۔
(۲) شکر خندہ: مسکراہٹ۔ انگبیں: شہد۔ مے فروخت: بیچتا تھا۔ دلہا: جمع دل۔ ز شیرینیش: اس کی شیرینی سے مے بسوخت: جلتے تھے۔ (۳) بتانے: چند محبوب۔ میاں بستہ: کمر باندھے ہوئے۔ چوں: مثل۔ نیشکر: گنا۔ برو: اس پر۔ مشتری: خریدار۔ مگس: مکھی۔ بیشتر: زیادہ۔ (۴) گر او: وہ اگر۔ برداشتے: اٹھا لیتا۔ فی المثل: مثال کے طور پر۔ بخوردند: کھا جاتے۔ از دست او: اس کے ہاتھ سے۔ چوں عسل: مثل شہد کے۔ (۵) گرانے: ایک بھدا آدمی۔ نظر کرد: نظر کی۔ در کار او: اس کے کام میں۔ حسد برد: حسد لے گیا۔ روز: دن مراد رونق۔ روز بازار او: اس کے بازار کی رونق۔ (۶) دگر روز: دوسرے دن۔ شد: ہو گیا۔ گرد گیتی: زمین یا بستی کے گرد۔ رواں: روانہ۔ عسل: شہد۔ بر سر: سر پر۔ بر ابرواں: ابروؤں پر۔ (۷) بسے گرد: بہت گھوما۔ فریاد خواں: چیختا ہوا۔ پیش وپس: آگے اور پیچھے۔ ننشست: نہ بیٹھی۔ بر انگبینش: اس کے شہد پر۔
(۸) شبانگہ: رات کے وقت۔ چو: جب۔ نقدش: نقدی اس کو۔ نیامد: نہ آئی۔ بدست: ہاتھ میں۔ بدلتنگ روئی: ایسی دل تنگی جس کا چہرے پر اثر ہو۔ بکنجے: ایک کونے میں نشست: بیٹھ گیا۔ (۹) چوں عاصی: گنہگار کیطرح ترش کردہ: کھٹا کئے ہوئے۔ روی: چہرہ۔ از وعید: خدا کی دھمکی سے۔ چو: مثل۔ ابروئے زندانیاں: قیدیوں کی ابروؤں کی طرح۔ روز عید: عید کے دن۔
(۱۰) زنے: ایک عورت۔ گفت: کہا۔ بازی کناں: بازی کرتے ہوئے یعنی بطورِ مذاق۔ شوئے را: شوہر کو۔ عسل: شہد۔ تلخ: کڑوا۔ باشد: ہوتا ہے۔ ترش روئے: ترش رُو کا یعنی بد مزاج کا۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ شیریں زبان شخص دل خرید لیتا ہے جبکہ ترش روی تلخ زبانی سے شہد بھی نہیں بیچ سکتے۔ (۲) ایک حسین وجمیل آدمی چل پھر کر شہد بیچتا تھا۔ لوگ اس کے حسن وجمال سے اس قدر متاثر تھے کہ اس کے شوق میں جل بھن جاتے تھے۔ (۳) شہر کے حسینوں کی طرح کمر بستہ محبوب ایسے لگتے تھے جیسے گنا۔ چنانچہ اس کے گاہک مکھیوں سے بھی کثیر تعداد میں تھے۔ (۴) اس (حسین آدمی) کی زبان اور حسن میں ایسی مٹھاس تھی کہ اگر وہ زہر بھی بیچتا تو لوگ شہد سمجھ کر کھا جاتے۔ (۵) ایک بدصورت شخص نے اس کے کاروبار کو دیکھا تو حسد کے مارے اس کا کاروباری رقیب بننے کی ٹھان کر مقابلہ کرنے کے فکر میں لگ گیا۔ (۶) اگلے دن اس (بدصورت) نے چل پھر کر شہد بیچنا شروع کر دیا۔ سر پہ رکھا ہوا شہد ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے ابرو پر سرکہ مَل دیا ہو۔ (۷) وہ (بدصورت) دن بھر ذلت وخواری کے ساتھ شہد خرید کی صدائیں لگاتا رہا۔ لیکن اس کے پاس کوئی گاہک بھی نہ آیا۔ (۸) جب وہ (بدصورت) رات کو اپنے گھر لوٹا تو غمزدہ ہو کر ایک کونے میں بیٹھ کر سوچوں میں ڈوب گیا۔ (۹) قرآن میں آیات وعید پڑھ کر گناہ گار کی طرح منہ پھلائے ہوئے تھا۔ قیدیوں کی طرح عید کے دن اس (بدصورت) کی بھنویں چڑھی ہوئی تھیں۔ (۱۰) کسی عورت نے از روئے مزاح اپنے خاوند سے کہا کہ ترش رُو کا شہد اس لیئے نہیں بکتا کہ وہ (شہد) بھی کڑوا ہوتا ہے۔

مصرعِ اول		مصرعِ دوم
حرامت بود نان آں کس چشید	۱	کہ چوں سفرہ ابرو بہم در کشید
اس آدمی کا کھانا چکھنا میرے لیے حرام ہے		جو دسترخوان کی طرح پیشانی پر شکن ڈالے
مکن خواجہ بر خویشتن کار سخت	۲	کہ بد خوئے باشد نگونسار بخت
اے صاحب اپنا کام سخت نہ بنا		اس لیے کہ بد عادت اوندھے نصیبے کا ہوتا ہے
گرفتم کہ سیم و زرت چیز نیست	۳	چو سعدیؒ زبان خوشت نیز نیست
میں نے مانا کہ چاندی سونا تیرے پاس کچھ نہیں ہے		کیا سعدیؒ کی طرح تیرے پاس میٹھی زبان بھی نہیں ہے

حکایت در معنیٔ[4] تواضع نیک مرداں

حکایت نیک انسانوں کی تواضع کے بیان میں

مصرعِ اول		مصرعِ دوم
شنیدم کہ فرزانۂ حق پرست	۵	گریباں گرفتش یکے رند مست
میں نے سنا ہے کہ ایک حق پرست عقلمند		کا گریبان ایک مست رند نے پکڑ لیا
ازاں تیرہ دل مرد صافی دروں	۶	قفا خورد و سر بر نکرد از سکوں
صاف باطن انسان نے اس سیاہ دل کے		طمانچے کھائے اور سکون کی وجہ سے سر نہ اٹھایا
یکے گفتش آخر نہ مردی تو نیز	۷	تحمل دریغست ازیں بے تمیز
کسی نے اس سے کہا آخر تو بھی مرد ہے		اس بے تمیز کی برداشت قابل افسوس ہے
شنید ایں سخن مرد پاکیزہ خوئے	۸	بدو گفت زیں نوع با من مگوئے
پاکیزہ طبیعت انسان نے یہ بات سنی		اس سے کہا اس قسم کی بات مجھ سے نہ کر
درد مست ناداں گریبان مرد	۹	کہ با شیر جنگی سگالد نبرد
نادان مست ایسے بہادر کا گریبان پھاڑ ڈالتا ہے		جو شیر جیسے پنجہ والے سے لڑائی کی سوچتا ہے
ز ہشیار عاقل نہ زیبد کہ دست	۱۰	زند در گریبانِ نادان مست
ہوشیار آدمی سے عقلمند اس کا اندیشہ نہیں کرتا ہے		کہ وہ نادان مست کے گریبان پر ہاتھ ڈالے گا

(۱) حرامت بود: تجھ کو حرام ہے۔ نان آں کس: اس شخص کی روٹی۔ چشید: چکھنا۔ چوں سفرہ: دسترخوان کی طرح بہم در کشید: سکیڑے ہوئے۔ (۲) مکن: مت کر۔ خواجہ: صاحب۔ بر خویشتن: اپنے آپ پر۔ کار: کام۔ بد خوئے: بُری عادت والا۔ باشد: ہوتا ہے۔ نگونسار بخت اُلٹے نصیب والا۔ (۳) گرفتم: میں نے مانا۔ سیم و زرت تجھ کو سونا چاندی۔ نیست: نہیں ہے۔ چو سعدی: مثل سعدیؒ کے۔ زبان خوشت: تجھ کو اچھی زبان۔ نیز: بھی۔ (۴) معنی: مضمون۔ تواضع: عاجزی۔ (۵) شنیدم: میں نے سنا۔ فرزانہ: عقل مند۔ حق پرست: حق کو پوجنے والا۔ گرفتش: اس کا گریبان پکڑ لیا۔ یکے: ایک۔ رند مست: شرابی مدہوش۔ (۶) ازاں تیرہ دل: اس سیاہ دل سے۔ صافی دروں: صاف دل والا۔ قفا خورد: دھول کھائی۔ سر بر نکرد: سر اوپر نہ اٹھایا۔ ز سکون: سکون کی وجہ سے۔ (۷) یکے گفت: ایک نے کہا۔ نہ مردی تو: مرد نہیں ہے۔ نیز: بھی۔ تحمل: برداشت۔ دریغست: افسوسناک ہے۔ ازیں بے تمیز: اس بے تمیز سے۔ (۸) شنید: سُنی اس نے۔ ایں سخن: یہ بات پاکیزہ خو: پاک عادت والا۔ بدو: اس کو۔ گفت: کہا۔ زیں نوع: اس قسم کی۔ با من: میرے ساتھ۔ مگو: مت کہہ (۹) درد: پھاڑ دیتا ہے۔ مست ناداں: احمق مست گریبان مرد: مرد کا گریبان۔ سگالد: سوچتا ہے۔ نبرد: لڑائی (۱۰) ہشیار عاقل: عقل مند ہوشیار۔ نہ زیبد: نہیں زیب دیتا۔ دست: ہاتھ۔ زند: مارے۔ نادان مست: جاہل نشہ والا۔

تشریح: (۱) کنجوسی اور غصّے کی وجہ سے جس شخص کا چہرہ ہمیشہ بگڑا رہتا ہے۔ اس کے گھر کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے۔
(۲) بد کلام اور بدتمیز قسم کے لوگ ہمیشہ اپنے معاملات کو الجھائے رکھنے کے خود ذمہ دار ہوتے ہیں۔ کیونکہ بدمزاجی بدنصیبی کا موجب ہوتی ہے
(۳) اگر کسی شخص کے پاس زر و دولت نہیں تو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ شیخ سعدیؒ کی طرح شیریں کلام کا انمول خزانہ موجود رہنا چاہیئے۔
(۴) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نیک لوگ ہمیشہ متحمل مزاج ہوا کرتے ہیں۔
(۵) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ کسی بد قماش آدمی نے شریف آدمی سے الجھنے کی وجہ سے اس (شریف آدمی) کا گریبان پکڑ لیا۔
(۶) اس (شریف آدمی) نے بد قماش شخص کی ہر قسم کی تلخ کلامی برداشت کر لی۔ لیکن اس (شریف آدمی) نے خاموشی اختیار کر لی۔
(۷) کسی نے اسے (شریف آدمی کو) اکسانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ کہ جوابی کارروائی نہ کرنا افسوسناک ہے۔
(۸) اس (شریف آدمی) نے یہ سن کر کہا۔ کہ میرے ساتھ اس قسم (اکسانے والی) کی گفت گو مت کر۔
(۹) بیوقوف لوگ ہمیشہ ایسے بہادر اور دلیر کا گریبان پھاڑ دیا کرتے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے دلیروں سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ موجود ہو۔
(۱۰) ہوشمند آدمی کی یہ شان نہیں کہ وہ احمقوں اور نادانوں کے منہ لگتا پھرے۔

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	ہنرور چنیں زندگانی کند	جفا بیند و مہربانی کند
	ہنرمند اس طرح زندگی بسر کرتا ہے	کہ ظلم سہتا ہے اور مہربانی کرتا ہے

حکایت در معنیٔ عزت نفس مرداں

حکایت شریفوں کے نفس کی عزت کے بیان میں

	مصرع اول	مصرع دوم
۳	سگے پائے صحرانشینے گزید	بخشمے کہ زہرش ز دنداں چکید
	ایک کتے نے ایک صحرانشین کے پیر میں کاٹ لیا	ایسے غصے سے کہ اس کا زہر دانتوں سے ٹپک رہا تھا
۴	شب از درد بیچارہ خوابش نبرد	بخیل اندرش دخترے بود خورد
	بیچارہ کو درد کی وجہ سے رات کو نیند نہ آئی	اس کے خاندان میں ایک چھوٹی سی لڑکی تھی
۵	پدر را جفا کرد و تندی نمود	کہ آخر ترا نیز دنداں نہ بود
	باپ پر سختی کرنے لگی اور غصہ ہوئی	کہ آخر تیرے دانت نہ تھے
۶	پس از گریہ مرد پراگندہ روز	بخندید کاے بابک دلفروز
	پریشان روزگار رونے کے بعد	ہنس پڑا کہ اے دل کو روشن کرنیوالی بی بی
۷	مرا گرچہ ہم سلطنت بود بیش	دریغ آمدم کام و دندانِ خویش
	اگرچہ میرے پاس بھی طاقت تھی	میں نے اپنے تالو اور دانتوں کو بچایا
۸	محال ست گر تیغ بر سر خورم	کہ دنداں بپائے سگ اندر برم
	اگر میں سر پر تلوار کھا جاؤں تو بھی ناممکن ہے	کہ میں کتے کے پیر میں دانت گھساؤں
۹	سگاں را طبیعت بود بدرگی	ولیکن نیاید ز مردم سگی
	نالائقوں کے ساتھ برائی کی جا سکتی ہے	لیکن انسان سے کتا پن نہیں ہوسکتا

(۱) ہنرور، ہنرمند چنیں: ایسے بسر کرتا ہے۔ جفا بیند، ظلم سہتا ہے

(۲) معنی: مضمون۔ عزت نفس، نفس کی عزت۔

(۳) سگے: ایک کتا۔ پائے صحرانشینے، ایک جنگل میں بیٹھنے والے کا پاؤں۔ گزید: کاٹ کھایا۔ بخشمے کہ: ایسے غصے کے ساتھ کہ۔ زہرش، اس کی زہر۔ ز دنداں: دانتوں سے۔ چکید، ٹپک پڑا۔

(۴) شب از درد، رات کو درد کی وجہ سے۔ خوابش نبرد: اس کو نیند نہ آئی۔ بخیل اندرش: اس کے کنبہ میں۔ دخترے: ایک لڑکی۔ بود، تھی۔ خورد: چھوٹی۔ (۵) پدر: باپ۔ جفا کرد، سختی کی تندی نمود، تیزی دکھائی۔ ترا: تجھ کو۔ نیز، بھی دنداں نبود: دانت نہ تھے۔

(۶) پس از گریہ: رونے کے بعد۔ مرد پراگندہ روز، پریشان دل والا۔ بخندید، ہنس پڑا۔ کاے: کہ اے بابک، باب بمعنی باپ کی تصغیر، چھوٹی بچی کے لئے بطور پیار کے استعمال ہوتا ہے۔ دلفروز: دل کو روشن کرنے والی۔

(۷) مرا: مجھ کو۔ ہم، بھی۔ سلطنت: طاقت۔ بود: تھی بیش، بہت۔ دریغ آمدم، مجھے نامناسب لگا۔ کام، حلق۔ دنداں، جمع دانت۔

(۸) محال: ناممکن۔ ست، ہے۔ تیغ: تلوار۔ بر سر خورم: سر پہ کھاؤں۔ بپائے سگ: کتے کے پاؤں۔ برم، لے جاؤں میں۔ (۹) سگاں را: کتوں کو۔ بود، ہوتی ہے۔ بدرگی: بدذاتی، کمینگی۔ نیاید: نہیں آسکتی۔ ز مردم: انسان سے سگی: کتے کا کام۔

تشریح: (۱) جو لوگ باشعور ہوتے ہیں وہ لوگوں کی تلخیاں و سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ لیکن ظلم سہنے کے باوجود مہربانی کرنے میں ذرا تاخیر نہیں کرتے۔ (۲) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ شریف آدمی لوفر لفنگوں کی زیادتیاں برداشت کرلیتا ہے۔ لیکن جواب دے کر اپنی شرافت کا دامن داغدار نہیں کرتا۔ (۳) اک صحرانشین (جنگل میں رہائش پذیر) کا پاؤں کسی کتے نے کاٹا۔ کتے کا زہریلا پن اس کے دانتوں سے ٹپکتا ہوا نظر آرہا تھا۔ (۴) وہ (صحرانشین) ساری رات تکلیف کی وجہ سے کراہتا رہا۔ اس کی چھوٹی سی بچی تھی۔ جس سے اس (صحرانشین) کی تکلیف نہیں دیکھی گئی۔ (۵) انتہائی سخت لہجے میں اس (صحرانشین) کی بیٹی نے اپنے باپ سے کہنے لگی کہ جب کتے نے آپ کو کاٹا تھا تو آپ کتے کو کاٹ دیتے۔ (۶) تکلیف سے پریشان حال صحرانشین بچی کی بات سن کر ہنسا اور اپنی بچی سے کہا کہ اے دل ناشاد چشم ما روشن!۔ (۷) مجھ (صحرانشین) میں کتے کو کاٹنے کی طاقت تو تھی۔ لیکن میں نے اسے نہ کاٹنے میں عافیت سمجھی۔ کیونکہ کتے کو کاٹنے سے میرے اپنے دانت ناپاک ہوجاتے۔

(۸) تلوار کے ساتھ میری گردن تو کٹ سکتی ہے۔ لیکن کتے کو کاٹ کر اپنے دانتوں کو پلید نہیں کرسکتا۔

(۹) انسان اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے کتے کی طرح کمینگی پر نہیں اتر سکتا۔

حکایت خواجۂ نیکوکار و بندۂ نافرمان

نیک آقا اور سرکش غلام کا قصہ

مصرع اول		مصرع دوم
بزرگے ہنرمند آفاق بود	۲	غلامش نکوہیدہ اخلاق بود
ایک بزرگ تمام زمانے کا ہنرمند تھا		اس کا غلام بڑے اخلاق کا تھا
ازیں خفرقے موئے بالیدۂ	۳	بدے سرکہ در روئے مالیدۂ
اس بدہیات کے بال بڑھے ہوئے		منہ پر سرکہ ملے ہوتا
چوں ثعبانش آلودہ دنداں بزہر	۴	گرو بردہ از زشت رویان شہر
اس کے دانت اژدہے کیطرح زہر آلودہ		شہر کے بدصورتوں سے بازی لے گیا تھا
مدامش برو آب چشم سبل	۵	دمیدے ولوئے پیاز از بغل
روہوں والی آنکھ کا پانی ہمیشہ چہرہ پر		نمودار رہتا اور بغل کی پیاز کی بدبو
گرہ وقت پختن برابرو زدے	۶	چو پختند با خواجہ زانو زدے
پکانے کے وقت ابرو پر گرہ ڈال لیتا		جب پکا لیتے تو آقا کے ساتھ ران ملا کر بیٹھتا
دمادم بناں خوردنش ہم نفس	۷	وگر مردے آبے ندادے بکس
دمادم روٹی کھانے میں ساتھ رہتا		اگر کوئی مر بھی جاتا تو پانی نہ پلاتا
نہ گفت اندرو کار کردے نہ چوب	۸	شب و روز از و خانہ در کند و کوب
اس میں نہ بات کام کرتی نہ لکڑی		رات اور دن اس کی وجہ سے گھر درہم برہم تھا
گہے خار و خس در رہ انداختے	۹	گہے ماکیاں در چہ انداختے
کبھی کانٹے اور تنکے راستے میں ڈال دیتا		کبھی مرغیوں کو کنوئیں میں پھینک آتا
ز سیماش وحشت فراز آمدے	۱۰	نرفتے بکارے کہ باز آمدے
اس کے چہرے سے وحشت معلوم ہوتی		کسی کام کو نہ جاتا کہ واپس لوٹ کر آتا

(۱) خواجہ: صاحب، آقا۔ نیکوکار، نیک کام والا۔ بندۂ نافرمان: نافرمان غلام۔
(۲) بزرگے، ایک بزرگ۔ ہنرمند آفاق: جہان بھر کا ہنرمند۔ بود: تھا۔ غلامش، اس کا غلام۔ نکوہیدہ اخلاق، بُرے اخلاق والا۔
(۳) ازیں بمعنی چنیں: ایسے۔ خفرقے، بدوضع۔ موئے بالیدۂ: بڑھے بالوں والا۔ در روئے، منہ پر مالیدۂ: ملے ہوئے۔
(۴) چوں ثعبانش، اژدھے کی طرح۔ اس کی شین دنداں کے ساتھ لگ کر اس کے دانت۔ آلودہ بزہر، زہر سے بھرے ہوئے۔ گرو بردہ: بازی لے گیا ہوا۔ از زشت رویان شہر، شہر بھر کے بدصورتوں سے۔
(۵) مدامش، ہمیشہ اس کے۔ برو: چہرے پر۔ آب چشم سبل، پڑوال والی آنکھوں کا پانی۔ دمیدے: پھوٹتا رہتا۔ (۶) وقت پختن، پکانے کا وقت۔ برابرو زدے، ابروؤں پر مار لینا۔ چو پختند، جب پکا لیتے۔ باخواجہ: مالک کے ساتھ۔ زانو زدے: گھٹنا ملا کر۔
(۷) دمادم، لگاتار۔ بناں خوردنش، کھانا کھانے میں اس کے ساتھ۔ ہم نفس: ساتھی۔ مردے، مر بھی جاتا۔ آبے ندادے: ذرا پانی نہ دیتا۔ بکس: کسی کو۔
(۸) گفت، بات۔ اندرو، اس کے اندر۔ کار کردے۔ کام کرتی۔ نہ چوب، نہ ڈنڈا۔ شب و روز: رات دن۔ زو خانہ: اس کی وجہ سے گھر۔ کند و کوب۔ اکھاڑ پچھاڑ۔
(۹) گہے: کبھی۔ خار و خس، کانٹے اور تنکے۔ در رہ، راستہ میں۔ انداختے، ڈال دیا۔ ماکیاں، مرغیاں: در چہ، کنوئیں میں۔ انداختے، ڈالتا۔ (۱۰) ز سیماش: اس کی پیشانی سے۔ وحشت فراز آمدے: ظاہر ہوتی ہے۔ نرفتے بکار، نہ جانے کس کام کو۔ باز آمدے، واپس آتا ہو۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اپنی مصیبت کسی دوسرے پر نہیں ڈالنی چاہیئے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو ثواب کی نیت سے صبر کرنا چاہیئے۔ (۲) ایک شخص انتہائی نیک سیرت اور دانشمند تھا۔ لیکن اس کا غلام اپنے آقا (بزرگ) کی عادات سے قطعی مختلف تھا۔ (یعنی بداخلاق تھا) (۳) اس (غلام) کی صورت بگڑی ہوئی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے سے ترش رویہ نیک رہا تھا۔
(۴) کالے ناگ (اژدھا) کی طرح اس کے دانتوں میں زہر بھرا ہوا تھا۔ بدصورت اتنا کہ شہر میں اس جیسا بھدی شکل والا کوئی نہ تھا۔
(۵) اس کی آنکھیں پرآشوب وپڑوال (اک بیماری ہے) تھیں۔ اور منہ ولبوں سے پیاز کی طرح ہمیشہ بدبو خارج ہوتی تھی۔
(۶) کھانا تیار کرنے کے وقت اسے غصہ آجاتا تھا۔ لیکن کھانا کھانے کے وقت وہ خدمت میں پیش پیش کی بجائے کھانے میں ہمیشہ آگے آگے رہتا تھا۔ (۷) کھانا کھانے میں لگاتار مصروف رہتا تھا۔ لیکن بے صبری اس قدر تھی کہ کسی کو پانی تک پلانا گوارا نہ کرتا تھا۔
(۸) گھر میں روزانہ اس کی پٹائی ہوتی تھی۔ لیکن وہ اتنا ڈھیٹ تھا کہ کسی مار کا اثر قبول ہی نہ کرتا تھا۔ اس کی وجہ سے پورے گھر کا نظام تہ وبالا ہوچکا تھا۔ (۹) اس کی حرکتیں ہمیشہ احمقانہ ہوا کرتی تھیں۔ کیونکہ وہ کبھی کوڑا کرکٹ راستے میں ڈال دیتا تو کبھی مرغیاں کنوئیں میں پھینک دیتا تھا۔ (۱۰) اس (غلام) کی پیشانی سے نحوست ٹپک رہی تھی۔ وہ کسی کام کے لیئے باہر جاتا تو واپسی اس کی نہایت مشکل ودشوار ہوجاتی تھی۔

	مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ ثانی
	کسے گفت ازیں بندۂ بدخصال	۱	چہ خواہی ادب یا ہنر یا جمال
	کسی نے کہا اس بدعادت غلام سے		تو کیا چاہتا ہے ادب یا ہنر یا حسن
	نیرزد وجودے بدیں ناخوشی	۲	کہ جورش پسندی و بارش کشی
	اس برائی کے ساتھ اس کا وجود اس لائق نہیں ہے		کہ تو اس کا ظلم پسند کرے اور اس کا بوجھ اٹھائے
	منت بندۂ خوب نیکو سیر	۳	بدست آرم ایں را بہ نخاس بر
	میں تیرے لیے ایک خوبصورت، نیک عادت غلام		لے آؤں۔ اس کو بردہ فروش کے یہاں لے جا
	وگر یک پشیج آورد سر مپیچ	۴	گرانست اگر راست خواہی بہ ہیچ
	اگر ایک پیسہ لگے تو انکار نہ کرنا		اگر سچ کہلواتا ہے تو وہ مفت بھی گراں ہے
	شنید ایں سخن مرد نیکو نہاد	۵	بخندید کاے یار فرخ نژاد
	نیک طبیعت انسان نے یہ بات سنی		ہنسا کہ اے مبارک ذات یار
	بدست ایں پسر طبع و خویش لیک	۶	مرا زو طبیعت شود خوئے نیک
	اس لڑکے کی طبیعت اور عادت بری ہے لیکن		اس کی وجہ سے میری طبیعت نیک عادت ہوجائیگی
	چو زو کردہ باشم تحمل بسے	۷	توانم جفا بردن از ہر کسے
	جب اس کی بہت برداشت کرلوں گا		تو ہر شخص کا ظلم برداشت کرسکوں گا
	مروت ندانم کہ بفروشمش	۸	بدیگر کسے عیب برگویمش
	میں نے شرافت نہ سمجھا کہ اس کو بیچوں		کسی دوسرے سے اس کا عیب کہوں
	چوں من دربلایش تحمل کنم	۹	بسے بہ بود گر تحول کنم
	میں اس کی مصیبت کو برداشت کروں		یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ اسکو کسی کے حوالے کروں
	چو خود را پسندی کسے را پسند	۱۰	تو در زحمتی دیگرے را مبند
	تو جو اپنے لیے پسند کرے دوسرے کیلئے بھی پسند کر		تو تکلیف میں ہے تو دوسرے کو مبتلا نہ کر

(۱) کسے: کوئی شخص۔ گفت: کہا۔ ازیں بندہ بدخصال: اس بُری عادت والے غلام سے۔ چہ خواہی: تو کیا چاہتا ہے۔ جمال: حسن۔ (۲) نیرزد: نہیں لائق ہے۔ وجودے: ایک وجود۔ بدیں ناخوش: اس مصیبت کے باوجود۔ جورش: اس کا ظلم۔ پسندی: تو پسند کرے۔ بارش: اس کا بوجھ۔ کشی: کھینچے تو۔ (۳) منت: میں تجھ کو۔ بندۂ خوب: اچھا غلام۔ نیکو سیر: اچھے کردار۔ بدست آرم: حاصل کردوں گا۔ ایں را: اس کو۔ بہ نخاس: بردہ فروش کے پاس۔ بر: لے جا۔ (۴) یک پشیج: ایک پیسہ۔ آورد: لادے۔ سر مپیچ: سر مت پھیر۔ گرانست: مہنگا ہے۔ راست خواہی: سچ پوچھے تو۔ ہیچ: کسی بھی چیز کے بدلے یا نکمی چیز کے بدلے۔ (۵) شنید: سنی۔ ایں سخن: یہ بات۔ مرد نیکو نہاد: نیک طبع مرد۔ بخندید: ہنس پڑا۔ کاے: کہ اے۔ یار فرخ نژاد: مبارک ذات والے یار۔

(۶) بدست: بد ہے۔ ایں پسر: یہ لڑکا۔ طبع و خویش: اس کی طبیعت اور عادت۔ ولیک: لیکن۔ مرا: مجھ کو۔ زو: اس سے۔ طبیعت شود: طبیعت ہو جاتی ہے۔ خوئے نیک: نیک عادت۔ (۷) چو: جب۔ زو: اس سے۔ کردہ باشم: کیا ہوگا میں نے۔ تحمل: برداشت۔ بسے: بہت۔ توانم: میں طاقت رکھوں گا۔ جفا بردن: ظلم برداشت کرنے کی۔ از ہر کسے: ہر شخص سے۔ (۸) مروت: شرافت۔ ندانم: نہیں جانتا میں۔ بفروشمش: کہ بیچوں اس کو۔ بدیگر کسے: کسی دوسرے آدمی کو۔ برگویمش: اس کے عیب کہوں میں۔

(۹) چوں: جب۔ من دربلایش: اس کی مصیبت میں۔ تحمل: برداشت۔ کنم: کروں میں۔ بسے: بہت۔ بہ: بہتر۔ بود: ہووے۔ تحول: حوالے کرنا۔ کنم: کروں میں۔
(۱۰) چو خود را: جو کچھ اپنے لیے۔ پسندی: پسند کرے تو۔ کسے را: کسی کے لیے۔ پسند: پسند کر۔ در زحمتی: تکلیف میں ہے تو۔ دیگرے را: کسی دوسرے کو۔ مبند: مت بند کر۔

تشریح: (۱) کسی خیرخواہ نے مالک سے کہا کہ اس بے ڈھب بدطینت غلام سے تجھے کیا غرض ہے۔ احترام، ہنر، خوبصورتی۔ (یہ غلام قسمت کا ہیٹا ہے) (۲) اس (غلام) کی وجہ سے تجھے (بزرگ کو) ہمیشہ مصائب کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ تجھے کیا پڑی کہ اس کا ظلم برداشت کرے یا وزن اٹھائے۔ (اخراجات وغیرہ کا بوجھ اٹھائے) (۳) تو (بزرگ) اسے (غلام کو) کسی بردہ فروش (نخرکار) کے ہاں فروخت کردے۔ میں (خیرخواہ) تجھے نیک سیرت غلام میسر کردوں گا۔ (۴) اس (غلام) کے احمقانہ کرتوتوں کا تقاضی تو یہ ہے کہ اسے ایک پیسے میں بھی کوئی خرید لے تو غنیمت ہے۔ ورنہ یہ تو مفت میں بھی مہنگا ہے۔ (۵) بزرگ نے اس (خیرخواہ) کی بات سنی اور اپنے خیرخواہ دوست کی تعریف و توصیف اور ہنسنے پر ہی اکتفا کیا۔ اس کے بعد۔ (۶) پھر وہ (بزرگ) کہنے لگا کہ اے میرے خیرخواہ دوست! یہ (غلام) گو کہ بدخو ہے لیکن اس سے میں نیک خو ہو جاؤں گا۔ (کیونکہ عقلمند ہمیشہ احمقوں سے عقل سیکھتا ہے) (۷) جب میں (بزرگ) اس کی نازیبا حرکات برداشت کرکے تحمل کی تربیت حاصل کروں گا تو دوسروں کا جور و جفا برداشت کرنے کی ہمت پیدا ہو جائے گی۔ (۸) اسے بیچنے کی غرض سے لوگوں کے سامنے اس (غلام) کے عیوب بیان کروں۔ یہ میری مروت کے خلاف ہے۔ (۹) اگر میں اسے (غلام کو) کسی اور کے حوالے کرکے اُسے (دوسرے کو) مصیبت میں ڈال دوں۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ میں (بزرگ) خود ہی یہ مصیبت برداشت کرلوں۔ (۱۰) رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرو۔ وہی چیز دوسرے بھائی کیلئے بھی پسند کرو۔ چنانچہ میں (بزرگ) اس (غلام) کی ناپسندیدہ حرکات دوسروں کیلئے کیوں پسند کرلوں۔

تحمل چو زہرت نماید نخست	۱	ولے شہد گردد چو در طبع رست
برداشت کرنا ابتداءً تجھے زہر معلوم ہوگا		لیکن شہد بن جائے گا جب طبیعت میں رچ جائیگا

حکایت معروف کرخی و مسافر رنجور

معروف کرخی اور ایک بیمار مسافر کا قصہ

کسے راہِ معروف کرخی بجست	۳	کہ ننہاد معروفی از سر نخست
کسی ایسے شخص نے معروف کرخی کا راستہ نہیں ڈھونڈا		جس نے سب سے پہلے دماغ سے شہرت نہ نکال دی ہو
شنیدم کہ مہمانش آمد یکے	۴	زبیماریش تا بمرگ اندکے
میں نے سنا ہے کہ اس کے پاس ایک مہمان آیا		جس کی بیماری اور موت میں تھوڑا سا فاصلہ تھا
سرش موی و رویش صفا ریختہ	۵	بموئیش جاں در تن آویختہ
اس کا سر بالوں کو اور چہرہ رونق کو ختم کرچکا تھا		ایک بال کی بقدر اس کی جان جسم میں لگی تھی
شب آنجا بیفگند بالش نہاد	۶	رواں دست در بانگ و نالش نہاد
اس نے رات کو اس جگہ پڑاؤ کردیا اور تکیہ لگا لیا		تو فوراً واویلا اور آہ و زاری شروع کردی
نہ خوابش گرفتے بشب یک نفس	۷	نہ از دست فریاد او خواب کس
نہ اس کو ایک سانس کی بقدر نیند آئی		نہ اس کی فریاد کے ہاتھوں کسی دوسرے کو نیند آئی
نہادے پریشان و طبع درشت	۸	نمے مرد و خلقے بحجت بکشت
اس کا مزاج پریشان اور طبیعت سخت تھی		خود تو نہ مرتا تھا اور مخلوق کو حجت بازی سے مار ڈالا تھا
ز فریاد و نالیدن و خفت و خیز	۹	گرفتند از و خلق راہِ گریز
اس فریاد اور رونے اور بے چینی کی وجہ سے		مخلوق نے اس سے راہ گریز اختیار کرلی تھی
ز دیار مردم دراں بقعہ کس	۱۰	ہماں ناتواں ماند و معروف بس
اس جگہ کے رہنے والوں میں اگر کوئی تھا		تو وہی بیمار اور بس معروف کرخی تھے

(۱) تحمل: برداشت۔ چو زہرت: زہر کی طرح تجھ کو۔ نماید: دکھائی دے گا۔ نخست: پہلے۔ ولے: لیکن۔ گردد: ہو جائے گا۔ چو: جب۔ در طبع: طبیعت میں۔ رست: رچ بس گیا۔ (۲) معروف کرخی: ایک ولی کامل جو بغداد کے محلہ کرخ کے رہنے والے تھے۔ رنجور: بیمار۔ (۳) کسے: کوئی شخص۔ راہِ معروف: حضرت معروف کے گھر کا راستہ۔ بجست: نہیں ڈھونڈا۔ ننہاد: نہ رکھی۔ معروفی: مشہوری اور بڑائی۔ از سر: سر سے۔ نخست: پہلے۔ (۴) شنیدم: میں نے سنا۔ مہمانش: اس کا مہمان۔ آمد: آیا۔ یکے: ایک شخص۔ زبیماریش: اس کی بیماری سے۔ تا بمرگ: موت تک۔ اندکے: تھوڑی سی دیر۔ (۵) سرش: اس کا سر۔ موی: بال۔ رویش: اس کا چہرہ۔ صفا: رونق۔ ریختہ: گرائے ہوئے۔ بموئیش: ایک بال کی مقدار۔ در تن: بدن میں۔ آویختہ: لٹکی ہوئی۔ (۶) شب: رات۔ آنجا: وہاں۔ بیفگند: ڈال دی۔ بالش: تکیہ۔ نہاد: رکھ دیا۔ رواں: جلدی۔ دست: ہاتھ۔ در بانگ و نالش: چیخنے اور رونے میں۔ نہاد: رکھا۔ (۷) خوابش: نیند اس کو۔ گرفتے: لے جاتی۔ بشب: رات کو۔ یک نفس: ایک گھڑی۔ از دست فریاد او: اس کے فریاد کے ہاتھوں سے۔ خواب کس: کسی کی نیند۔ (۸) نہادے پریشان: پریشان طبیعت۔ طبع درشت: سخت مزاج۔ نمے مرد: مرتا نہیں تھا۔ خلقے: ایک مخلوق۔ بحجت: حجت بازی سے۔ بکشت: مار ڈالا۔ (۹) زفریاد و نالیدن: رونے اور فریاد کرنے سے۔ خفت و خیز: سونا اور اٹھنا۔ گرفتند: پکڑی انہوں نے۔ از و: اس سے۔ خلق: مخلوق۔ راہ گریز: بھاگنے کا راستہ۔ (۱۰) دیار: آبادکار۔ مردم: لوگ۔ دراں بقعہ: اس علاقے میں۔ ہماں ناتواں: وہی بیمار۔ ماند: رہ گیا۔ معروف: حضرت معروف کرخیؒ۔ بس: صرف۔

تشریح: (۱) صبر و تحمل کا آغاز بڑا کٹھن مرحلہ ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ (صبر) طبیعت ثانیہ بن جائے تو اس کی چاشنی شہد سے بھی زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔ (۲) عنوان۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ مہمان اور مریض کی تلخ نوائیوں کو صبر کے ہتھیار سے شکست دینی چاہیئے۔ (۳) حضرت معروف کرخیؒ سے ملاقات کرنے کے لیے جس رنگ کا آدمی آتا تھا۔ وہ (معروف کرخیؒ) اپنے مقام و مرتبہ کو بالائے طاق رکھ کر اپنے ملاقاتی سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ (۴) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ ایک شخص حضرت معروف کرخیؒ کے ہاں مہمان آکر ٹھہرا جو موت کی دہلیز پر پہنچ چکا تھا۔ (۵) اس (مہمان) کے سر کے بال غائب تھے۔ چہرے کی رونق معدوم تھی۔ اس کی جان لبوں پر تھی۔ (۶) اس (قریب المرگ شخص) نے رات بسر کرنے کے لیے وہاں (معروف کرخیؒ) کے ہاں بسیرا کیا۔ مگر رات بھر رونے دھونے میں لگا رہا۔ (۷) پوری رات لمحہ بھر کے لیے اسے نیند نہیں آئی۔ اس کی آہ و زاری سے دوسرے لوگ بھی آرام سے رہے۔ (۸) وہ (قریب المرگ مہمان) بہت تلخ مزاج اور سخت کلام تھا۔ خود نے کیا مرنا تھا حیل و حجت کے ہتھیار سے لوگوں کی جان کے درپے تھا۔ (۹) تمام لوگ اس کی نازیبا حرکات اور شور و غل سے تنگ آکر فرار ہونے میں عافیت سمجھنے لگے۔ (۱۰) جب اڑوس پڑوس کے تمام لوگ فرار ہوگئے تو صرف وہ (قریب المرگ مہمان) اور حضرت معروف کرخیؒ باقی رہ گئے۔

۱	شنیدم که شبهاز خدمت نه خفت	چو مرداں میاں بست و کرد آنچه گفت
	میں نے سنا بہت سی آیں خدمت گذاری کیو جیسے نہ سوئے	مُردوں کیطرح کمربستہ رہے اور وہی کرتے جو وہ کہتا
۲	شبے بر سرش لشکر آورد خواب	که چند آورد مرد ناخفته تاب
	ایک رات کو ان پر نیند نے لشکر کشی کر دی	اس لیئے کہ بدوں سوئے کوئی کتنی تاب لا سکتا ہے
۳	بیک دم که چشمانش خفتن گرفت	مسافر پراگنده گفتن گرفت
	تھوڑی دیر کیلئے ان کی آنکھوں نے سونا شروع کیا	مسافر نے بکنا شروع کیا
۴	که لعنت بریں نسلِ ناپاک باد	که نامند و ناموس زرق اند و باد
	کہ اس ناپاک نسل پر لعنت ہو	کہ محض نام اور عزت کے ہیں اور مکر اور غرور ہیں
۵	پلید اعتقادان پاکیزہ پوش	فریبندۂ پارسائی فروش
	متکبر ہیں خوش پوشاک ہیں	فریب دینے والے ہیں بزرگی فروش ہیں
۶	چه داند لت انبانے از خواب مست	که بے چارۂ دیدہ برہم نه بست
	شکیزہ پیٹ والے نیند سے مست کو کیا معلوم	کہ کسی بیچارے نے پلک بھی نہیں جھپکائی ہے
۷	سخنہائے منکر بمعروف گفت	که یکدم چرا غافل از وے بخفت
	حضرت معروف کو اس نے بُری باتیں کہیں	کہ وہ تھوڑی دیر کیلئے اس سے غافل ہو کر کیوں سوئے
۸	فرو خورد شیخ ایں حدیث از کرم	شنیدند پوشیدگانِ حرم
	شیخ تو شرافت کی وجہ سے یہ باتیں پی گئے	حرم کی مستورات نے سُن لیں
۹	یکے گفت معروف را در نہفت	ندیدی که درویش نالاں چه گفت
	ایک نے چپکے سے معروف سے کہا	تجھے معلوم نہیں نالاں فقیر نے کیا کہا ہے
۱۰	بروزیں سپس گو سر خویش گیر	تعنُت ببر جائے دیگر بمیر
	اس کے بعد جا اور کہہ اپنا راستہ پکڑ	مصیبت لے جا دوسری جگہ جا کر مر

(۱) شنیدم: میں نے سنا۔ شبہا: جمع بہت سی راتیں۔ نہ خفت: نہیں سویا۔ چو مرداں: مُردوں کی طرح۔ میاں بست: کمر باندھی۔ کرد: کیا۔ آنچہ: جو کچھ۔ گفت: اس نے کہا۔ (۲) شبے: ایک رات۔ بر سرش: اس کے سر پر۔ آورد: لایا۔ خواب: نیند۔ چند آورد: کتنی لا دے۔ مرد ناخفتہ: نہ سویا ہوا آدمی۔ (۳) بیک دم: ایک گھڑی۔ چشمانش: اس کی آنکھیں۔ خفتن گرفت: سونے لگیں۔ پراگندہ گفتن: بے ہودہ بکنا۔ (۴) لعنت: خدا کی رحمت سے دُوری۔ بریں نسل ناپاک: اس ناپاک نسل پر۔ باد: ہو وے۔ نامند: نام کے خواہاں ہیں۔ ناموس: عزت۔ زرق اند: مکر کرنے والے ہیں۔ باد: ہوا (۵) پلید اعتقادان: گندے اعتقاد والے۔ پاکیزہ پوش: اچھا لباس پہننے والے۔ فریبندۂ: فریب دینے والے۔ پارسائی فروش: بزرگی بیچنے والے۔
(۶) چہ داند: کیا جانے۔ لت انبانے: بڑے پیٹ والا۔ از خواب مست: نیند سے مست۔ دیدہ: آنکھ۔ برہم نہ بست: ایک دوسرے پر نہ باندھی یعنی آنکھ نہ لگائی۔ (۷) سخنہائے منکر: بُری باتیں۔ بمعروف: حضرت معروفؒ کو۔ گفت: کہی اس نے۔ چرا: کیوں۔ غافل از وے: اس سے بے خبر۔ بخفت: سویا۔
(۸) فرو خورد: کھا گیا۔ شیخ: یعنی حضرت معروفؒ۔ حدیث: بات۔ از کرم: شرافت کی بنا پر۔ شنیدند: سن لی۔ پوشیدگان حرم: گھر کی پردہ دار خواتین۔
(۹) یکے گفت: ایک نے کہا۔ معروف را: حضرت معروفؒ کو۔ در نہفت: پوشیدگی میں۔ ندیدی: تو نے نہیں دیکھا۔ درویش نالاں: روتے ہوئے درویش نے۔ چہ گفت: کیا کہا۔ (۱۰) برو: جا۔ زیں سپس: اس کے بعد۔ گو: کہہ دے۔ سر خویش گیر: اپنا سر پکڑ یعنی اپنی راہ لے۔ تعنُت ببر: تکلیف اٹھا۔ جائے دیگر: دوسری جگہ۔ بمیر: جا کے مر۔

تشریح: (۱) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ حضرت معروف کرخیؒ نے اس (قریب المرگ مہمان) کی خدمت کرنے کی ٹھان لی۔ اور کئی رات نیند کیئے بغیر اس کی خدمت میں مصروف رہے۔ (۲) راتوں کو متواتر جاگنے کی وجہ سے انہیں (معروف کرخیؒ کو) معمولی سی اونگھ آ گئی۔ (پھر کیا تھا ہڑبونگ مارنے لگا۔)
(۳) قریب المرگ مہمان یہ دیکھتے ہی پھٹ پڑا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جو منہ میں آئی کہہ ڈالی۔ (۴) (یعنی یوں کہا) سستی شہرت کے خواہاں، عبادت و ریاضت میں ریاکاری کرنے والے ایسی مکروہ نسل پر لعنت ہو۔ (۵) جو صوفیانہ گودڑی میں اپنی خام خیالی کو چھپانے والے فریب کار لباس خضر میں رہزنی کرنے والے بزرگ فروش۔ (۶) زیادہ کھا کھا کے پیٹ کی توند بڑھانے والے کیا جانے کہ بھوکا بیمار کا گذر بسر رات بھر کیسے کیا۔
(۷) یہ تمام تر تلخ نوائی و بدکلامی منکر (قریب المرگ مہمان) کی طرف سے صرف اس لیئے ہوئیں کہ معروف (کرخیؒ) کو اونگھ کیوں آ گئی۔ مذکورہ شعر میں منکر و معروف کا تغافل خوب ہے۔ (۸) حضرت معروف کرخیؒ نے اس (قریب المرگ مہمان) کی ان تلخیوں پر کان نہ دھرا۔ لیکن گھر کی عورتوں نے سب کچھ سن لیا تھا۔ (۹) چنانچہ کسی خاتون نے حضرت معروف کرخیؒ کو چپکے سے یہ کہا کہ جو کچھ اس (قریب المرگ مہمان) نے کہا ہے۔ کیا آپ نے نہیں سنا۔ (۱۰) اس (قریب المرگ مہمان) سے کہیں کہ یہاں کا راستہ ناپے۔ یہ دھونس و دھاندلی کہیں اور جا کر دکھائے۔ (یا دوسری جگہ جا مرے۔)

شمار	مصرع اول	مصرع دوم
۱	نکوئی و رحمت بجائے خود است	ولے بابداں نیک مردی بد است
	بھلائی اور رحم اپنی جگہ ہے	لیکن بُروں کے ساتھ نیکی بُری ہے
۲	سر سفلہ را گرد بالش منہ	سر مردم آزار بر سنگ بہ
	کمینہ کا سر تکیہ پر نہ رکھ	لوگوں کو ستانے والے کا سر پتھر پر بہتر ہے
۳	مکن بابداں نیکی اے نیک بخت	کہ در شورہ ناداں نشاند درخت
	اے نیک بخت بُروں کے ساتھ نیکی نہ کر	کھاری زمین میں بیوقوف درخت لگاتا ہے
۴	نگویم مراعاتِ مردم مکن	کرم پیش نامردماں گم مکن
	میں یہ نہیں کہتی ہوں کہ لوگوں کی خاطر تواضع نہ کر	کمینوں پر کرم کرکے ضائع نہ کر
۵	باخلاق نرمی مکن بادرشت	کہ سگ را نمالند چوں گربہ پشت
	سخت کے ساتھ اخلاق کے ساتھ نرمی نہ کر	بلی کی طرح کتے کی کمر نہیں سہلاتے ہیں
۶	گر انصاف پرسی سگِ حق شناس	بسیرت بہ از مردم ناسپاس
	اگر انصاف کی بات چاہتا ہے تو حق شناس کتا	ناشکرگزار انسان سے عادت میں بہتر ہے
۷	ببرف آب رحمت مکن بر خسیس	چو کردی مکافات بر یخ نویس
	کمینہ پر برف کے پانی کی مہربانی نہ کر	اگر کرتا ہے تو بدلہ برف پر لکھ
۸	ندیدم چنیں پیچ بر پیچ کس	مکن ہیچ رحمت بریں ہیچ کس
	میں نے ایسا پیچ در پیچ آدمی نہیں دیکھا	اس ناکس پر کچھ شفقت نہ کر
۹	بخندید و گفت اے دلارام جفت	پریشاں مشو زیں پریشاں کہ گفت
	وہ ہنسے اور بولے کہ اے دل کی راحت بیوی	ان بیہودہ باتوں سے جو اس نے کہیں پریشان نہ ہو
۱۰	گر از ناخوشی کرد بر من خروش	مرا ناخوش از وے خوش آمد بگوش
	اگر ناراضی سے اس نے مجھ پر غصہ کیا ہے	اس کی ناراضی میرے کانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے

(۱) نکوئی و رحمت: نیکی اور رحمت۔ بجائے خود است: اپنی جگہ ہے۔ ولے: لیکن۔ بابداں: بُروں کے ساتھ۔ نیک مردی: شرافت۔ بد است: بُری ہے۔
(۲) سر سفلہ: کمینے سر کے لیے گرد بالش: گول تکیہ۔ سر مردم آزار: لوگوں کو ستانے والے کا سر۔ بر سنگ: پتھر پر۔ بہ: بہتر ہے۔ (۳) مکن: مت کر۔ بابداں: بدوں کے ساتھ۔ نیک بخت: خوش نصیب۔ در شورہ: شوریلی زمین میں۔ نشاند: لگاتا ہے۔ (۴) نگویم: میں نہیں کہتا۔ مراعات مردم: لوگوں کی خاطر تواضع۔ مکن: مت کر۔ کرم: بخشش۔ پیش نامردماں: نااہل مردوں پر۔ گم مکن: ضائع مت کر۔ (۵) باخلاق: اخلاق کے ساتھ۔ مکن: مت کر۔ بادرشت: سخت مزاج کے ساتھ۔ سگ: کتا۔ نمالند: نہیں ملتے ہیں۔ چوں گربہ: بلی کی طرح۔ (۶) پرسی: تو پوچھے۔ سگِ حق شناس: حق پہچاننے والا کتا۔ بسیرت: سیرت میں۔ بہ: بہتر۔ مردم ناسپاس: ناشکرے لوگ۔ (۷) ببرف آب: برف کا پانی۔ رحمت مکن: مہربانی نہ کر۔ بر خسیس: کمینے پر۔ چو کردی: جب تو نے کیا۔ مکافات: بدلہ۔ بر یخ: برف پر۔ نویس: لکھ۔ (۸) ندیدم: میں نے نہیں دیکھا۔ چنیں: ایسا۔ پیچ بر پیچ: سخت الجھا ہوا۔ کس: کوئی شخص۔ مکن: مت کر۔ ہیچ رحمت: کچھ بھی رحمت۔ بریں ہیچ کس: اس کمینے آدمی پر۔
(۹) بخندید: ہنس پڑا۔ گفت: کہا۔ دلارام: محبوبہ۔ جفت: بیوی۔ مشو: مت ہو۔ زیں: پریشان۔ ان پریشان باتوں سے۔ کہ گفت: جو کہ اس نے کہیں۔
(۱۰) ناخوشی: تکلیف یا ناراضگی۔ کرد: کی۔ بر من: مجھ پر۔ خروش: ڈانٹ۔ مرا: مجھ کو۔ ناخوش از وے: اس کی ناراضگی۔ خوش آمد: اچھی لگی۔ بگوش: کان میں۔

تشریح: (۱) نیکی ونوازش اگرچہ کارِ خیر ہے۔ لیکن بدقماش لوگوں کے ساتھ شرافت کا برتاؤ کرنا خود بُرائی ہے۔
(۲) کمینگی کے خوگر تکیہ یا بھروسے کے لائق نہیں ہوتے۔ لوگوں کی تنگی کا باعث بننے والے بدطینتوں کے لیے پتھر زیادہ بہتر ہے۔
(۳) بدخصلتوں سے نیکی کا برتاؤ کرنے کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے سیم وتھور والی زمین میں باغ لگایا ہو۔
(۴) میرا (اہل خانہ کی خاتون کا) کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ لوگوں کی خاطر تواضع نہ کی جائے۔ بلکہ نااہلوں پر وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔
(۵) بدتمیز کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرنا ایسے ہے جیسے کتے کی پیٹھ کو پیار سے سہلانا۔ چونکہ کتا محبت کے قابل نہیں 'ناپاک ہوتا ہے۔ اس لیے بدتمیز کو کتے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (۶) سچی بات تو یہ ہے کہ مالک کی پہچان رکھنے والا وفادار کتا احسان فراموش انسان سے ازروئے کردار بہتر ہے۔
(۷) کمینہ فطرت آدمی کی تواضع برف والے ٹھنڈے پانی سے نہ کر۔ کیونکہ کمینے پر احسان کرنا ایسے ہی ہے جیسے برف پر لکھائی کرنا۔ (یعنی یہ ضائع کرنے والی بات ہے) (۸) میں (اہل خانہ خاتون) نے ایسا خبطی آدمی کبھی اور کہیں نہیں دیکھا۔ چنانچہ یہ شخص معمولی سی ہمدردی کے قابل بھی نہیں۔
(۹) انہوں (معروف کرخیؒ) نے زیرلب مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ میری محبوب زوجہ اس اوٹ پٹانگ باتوں کا بُرا مت منا۔ کیونکہ یہ مرض کی وجہ سے ایسا کر رہا ہے۔ (۱۰) اگر اس (قریب المرگ مہمان) نے مجھے سخت سُست کہا ہے تو گھبرانے کی بات نہیں۔ کیونکہ یہ ناراضی مجھے اچھی لگی ہے۔ اس لیے کہ یہ مرض کی وجہ سے معذور ہے۔

۱ جفائے چنیں کس ببا ید شنود — کہ نتواند از بے قراری غنود

کسی ایسے آدمی کی جفا کو سننا چاہیئے — جو بے چینی کی وجہ سے نہ سو سکے

۲ چو خود را قوی حال بینی و خوش — بشکرانہ بار ضعیفاں بکش

جب تو اپنے آپ کو خوشحال اور قوی دیکھے — تو شکرانہ میں کمزوروں کا بار برداشت کر

۳ اگر خود ہمیں صورتی چو طلسم — بمیری و اسمت بمیرد چو جسم

اگر تو خود طلسم کی صورت ہے — تو تو مرجائے گا اور تیرا نام بھی جسم کیطرح مرجائیگا

۴ دگر پرورانی درخت کرم — بر نیک نامی خوری لاجرم

اگر تو کرم کے درخت کی پرورش کریگا — تو لامحالہ نیک نامی کا پھل کھائے گا

۵ نہ بینی کہ در کرخ تربت بسے ست — بجز گور معروفؒ معروف نیست

تو نے نہیں دیکھا کہ کرخ میں بہت سی قبریں ہیں — لیکن حضرت معروفؒ کی قبر کے سوا کوئی مشہور نہیں ہے

۶ بدولت کسانے سر افراختند — کہ تاج تکبر بیند اختند

دولت کے ذریعہ وہی لوگ سربلند ہوئے ہیں — جنہوں نے تکبر کے تاج کو اتار پھینکا ہے

۷ تکبر کند مرد حشمت پرست — نداند کہ حشمت بحلم اندر ست

دبدبہ پرست انسان تکبر کرتا ہے — اس کو یہ معلوم نہیں کہ دبدبہ بردباری میں ہے

حکایت در معنی سفاہت نااہلاں و تحمل نیک مرداں

قصہ نااہلوں کی بیوقوفی اور نیک مردوں کی بردباری کے بیان میں

۹ طمع برد شوخے بصاحب دلے — نبود آں زماں درمیاں حاصلے

ایک شریر ایک صاحب دل کے پاس ضرورت لیکر گیا — اس وقت ہمیانی میں کچھ نہ تھا

۱۰ کمر بند و دستش تہی بود و پاک — کہ زر برفشاندے بر ویش چو خاک

اس کا کمربند اور ہاتھ بالکل خالی تھا — کہ مٹی کی طرح اس کے منہ پر روپیہ مارتا

(۱) جفا: ظلم چنیں کس، ایسا شخص۔ ببا ید شنود: سن لینی چاہیئے۔ نتواند غنود: سے ملکر اونگھ نہیں سکتا۔ بے قراری: بے چینی۔ (۲) چو، جب۔ خود را، اپنے آپ کو۔ قوی حال، طاقتور۔ بینی: دیکھے تو۔ بشکرانہ: شکریے میں۔ بار ضعیفاں، کمزوروں کا بوجھ۔ بکش، کھینچ۔ (۳) خود: آپ۔ ہمیں، یہی۔ صورتی: صورت ہے۔ چو: مثل۔ طلسم: جادو۔ بمیری: تو مرجائے گا۔ اسمت: تیرا نام۔ بمیرد، مرجائے گا۔ چو: مثل۔ (۴) پرورانی: پرورش کرے تو۔ درخت کرم، مہربانی کا درخت۔ بر نیک نامی، نیک نامی کا پھل۔ خوری کھاوے تو۔ لاجرم: ضرور۔ (۵) نہ بینی، تو نہیں دیکھتا۔ کرخ: بغداد کا ایک محلہ۔ تربت: قبر۔ بسے ست: بہت ہیں۔ بجز: سوائے۔ گور معروفؒ: حضرت معروفؒ کی قبر۔ معروف، مشہور۔ نیست: نہیں ہے۔ (۶) کسانے: وہی لوگ۔ سرافراختند۔ سربلند ہوئے ہیں۔ تاج تکبر، تکبر کا تاج۔ بیند اختند انہوں نے اتار دیا ہے۔ (۷) تکبر، غرور۔ کند: کرتا ہے۔ حشمت پرست، دبدبے کا چاہنے والا۔ نداند: نہیں جانتا۔ حشمت: دبدبہ۔ بحلم: بردباری میں۔ ست: ہے۔ (۸) معنیٰ: مضمون۔ سفاہت نااہلاں: نااہلوں کی بیوقوفی۔ تحمل، بردباری۔ نیک مرداں: شریف لوگ۔ (۹) طمع، لالچ۔ برد: لے گیا۔ شوخے: ایک بے شرم۔ بصاحب دلے: ایک دل والے کے پاس۔ نبود، نہیں تھا۔ آں زماں، اس وقت درمیاں: کمربند میں۔ حاصلے: کوئی چیز یا پیسہ۔ (۱۰) دستش، اس کا ہاتھ۔ تہی، خالی۔ بود، تھا۔ پاک، صاف۔ زر: سونا۔ برفشاندے: بکھیرتا۔ بر ویش، اس کے روبرو۔ چو خاک، مٹی کی طرح۔

تشریح: (۱) جو شخص مرض میں بے قرار ہوکر نیند نہ کرسکے۔ تو اس کی ترش و تلخ باتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیئے۔
(۲) صحت و خوشحالی کا شکر گذاری کا تقاضیٰ یہ ہے کہ ضعیفوں اور رنجیدہ لوگوں کی خدمت میں ذرا تامل نہ کرنا چاہیئے۔
(۳) بے فیض آدمی مٹی کے بت کی طرح بے حقیقت ہوتا ہے۔ جادو کی طرح اس (بے فیض) میں فنا بھری ہوئی ہوتی ہے۔ جیسے جادو فنا ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جادوگر کا نام ونشان بھی مٹ جاتا ہے۔ (۴) اگر کوئی شخص خدمت خلق کو اپنا شعار بنالے تو دنیا و آخرت میں نیک نامی اس کے قدم چومتی ہے۔
(۵) کرخ (معروف کرخیؒ کی بستی کا نام ہے) میں ہزاروں کی تعداد میں قبروں کے نشانات پائے جاتے ہیں لیکن جذبۂ خدمت خلق کی بدولت صرف معروف کرخیؒ کا نام ونشان باقی ہے۔ (۶) دولتمندوں میں صرف انہی لوگوں کو نیک نامی نصیب ہوتی ہے جو تکبر نہیں کرتے بلکہ تواضع و عاجزی اور انکساری سے کام لیتے ہیں۔ (۷) جو لوگ بلند مرتبہ حاصل کرنے کی حرص میں غرور کرتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ عظمت صرف حوصلہ مندی و بردباری میں پوشیدہ ہے۔
(۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نالائق جس قدر احمقانہ کردار اپنائیں۔ لیکن بزرگ صفت لوگ صبر و تحمل کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔
(۹) ایک مرتبہ کسی نیک دل سخی کے پاس ایسا سوالی آیا۔ سوال پورا کرنے کے لیئے اس (نیک دل سخی) کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔
(۱۰) نیک دل سخی کے پاس فی الفور کچھ نہ تھا۔ ورنہ وہ (نیک دل سخی) مال و زر لٹانے میں کبھی دریغ نہ کرتا تھا۔

۱	بروں تاخت خواہندۂ خیرہ روئے	نکوہیدن آغاز کرد ش بکوئے
	بے شرم سائل باہر نکلا	گلی میں پہنچ کر اس کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا
۲	کہ زنہار ازیں کژدمانِ خموش	پلنگان درندۂ صوف پوش
	ان خاموش بچھوؤں سے پناہ	کمبل پوش درندہ چیتے
۳	کہ چوں گربہ زانو بدل برنہند	وگر صیدے افتد چو سگ در جہند
	بلی کی طرح زانو دل پر دھرے بیٹھے رہتے ہیں	اگر کوئی شکار پھنس جائے تو کتے کی طرح چھلانگ لگاتے ہیں
۴	سوئے مسجد آوردہ دکان شید	کہ در خانہ کمتر تواں یافت صید
	وہ مکر کی دکان مسجد میں لایا ہے	اس لیے کہ گھر میں شکار کم پھنستا ہے
۵	رہِ کارواں شیر مردان زنند	ولے جامۂ مردم ایناں کنند
	شیر مرد قافلے پر رہزنی کرتے ہیں	لیکن یہ لوگوں کے کپڑے اتارتے ہیں
۶	سپید و سیاہ پارہ بردوختہ	بسالوس و پنہاں زر اندوختہ
	سفید اور کالے پیوند لگائے ہوئے	مکاری سے اور اندر سونا جمع کیے ہوئے
۷	زہے جَو فروشان گندم نمائے	جہاں گرد و شب کوک و خرمن گدائے
	کیا خوب گندم نما جَو فروش ہیں	دنیا گھومنے والے رات کو دعا دینے والے کھلیان کے بھکاری
۸	مبیں در عبادت کہ پیر اند و سُست	کہ در رقص و حالت جوانند و چست
	عبادت کے وقت یہ نہ سمجھ کہ وہ بوڑھے اور سُست ہیں	اس لیے کہ رقص اور وجد میں جوان اور چست ہیں
۹	عصائے کلیم اند بسیار خوار	پس آنگہ نمایند خود را نزار
	بسیار خوار حضرت موسیٰ ؑ کی لاٹھی ہیں	پھر اپنے آپ کو کمزور ظاہر کرتے ہیں
۱۰	نہ پرہیزگار و نہ دانشورند	ہمیں بس کہ دنیا بدیں مے خورند
	نہ پرہیزگار ہیں نہ عقل مند	بس یہی کافی ہے کہ دین کے ذریعے دنیا کو نگلتے ہیں

(۱) بروں، باہر۔ تاخت، دوڑا وہ۔ خواہندہ: سوالی۔ خیرہ روئے: بے شرم۔ نکوہیدن: بُرا کہنا۔ آغاز کرد: شروع کیا۔ بکوئے: کوچے میں۔ (۲) زنہار: پناہ۔ ازیں کژدماں: ان بچھوؤں سے۔ پلنگان درندہ: پھاڑنے والے چیتے۔ صوف پوش: کمبل پوش۔ (۳) چوں گربہ: بلی کی طرح۔ زانو: گھٹنا۔ بدل: دل پر۔ برنہند: رکھ لیتے ہیں۔ صیدے: کوئی شکار۔ افتد: آپڑے۔ چو سگ: کتے کی طرح۔ برجہند: کودتے ہیں۔ (۴) سوئے مسجد: مسجد کی طرف۔ آوردہ: لایا ہوا۔ دکان شید: مکر کی دکان۔ درخانہ: گھر میں۔ کمتر: بہت کم۔ تواں یافت: پاسکتے ہیں۔ صید: شکار۔ رہ کارواں: قافلے کا راستہ۔ شیر مرداں: بہادر مرد۔ زنند: مارتے ہیں۔ ولے: لیکن۔ جامۂ مردم: لوگوں کے کپڑے۔ ایناں: یہ لوگ۔ کنند: اتارتے ہیں۔ (۶) پارہ: ٹکڑا۔ بردوختہ: سئے ہوئے ہیں۔ بسالوس: مکاری کے ساتھ۔ پنہاں: پوشیدہ۔ زر: سونا۔ اندوختہ: جمع کیے ہوئے۔ (۷) زہے: کیا خوب۔ جَو فروشاں: جَو بیچنے والے۔ گندم نما: گندم دکھانے والے۔ جہاں گرد: جہان میں گھومنے والے۔ شب کوک: رات کو نام بنام دعائیں کرنے والے۔ خرمن گدا: کھلواڑوں پہ مانگنے والے۔ (۸) مبیں: مت دیکھ۔ پیرانند: بوڑھے ہیں۔ در رقص: ناچ میں۔ جوانند: جوان ہیں۔ (۹) عصائے کلیم: موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی۔ بسیار خوار: بہت کھانے والا۔ پس آنگہ: پھر اس وقت۔ نمایند: دکھائی دیتے ہیں۔ نزار: کمزور۔ (۱۰) دانشور: سمجھ دار۔ ہمیں: یہی۔ بس: کافی۔ بدیں: دین کے بدلے۔ مے خورند: کھاتے ہیں۔

تشریح (۱) ناکامی کی وجہ سے سوالی نے اُسے (نیک دل سخی کو) گلی گلی میں بدنام کرنا شروع کر دیا۔
(۲) وہ (ناکام سوالی) کہتا پھر رہا تھا کہ یہ لوگ ولی اللہ نہیں ہوتے بلکہ خاموش بچھو، چیر پھاڑ کرنے والے چیتے ہوتے ہیں۔ بزرگی کا تو صرف لبادہ اوڑھا ہوا ہوتا ہے۔ (۳) یہ (بزرگ) لوگ بلی کی طرح شکار کی گھات میں لگے رہتے ہیں۔ جب کوئی شکار ہتھے چڑھتا ہے۔ تو کتے کی طرح جھپٹتے ہیں۔ (۴) چونکہ انہیں (بزرگوں کو) اپنے گھروں میں شکار نہیں ملتا۔ اس لیے مسجدوں میں مکر و فریب کے بل بوتے پر کاروبار کرتے ہیں۔
(۵) قافلوں کی لوٹ مار کرنے والے بہادر و دلیر لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ (صوفی و بزرگ) لوگ کپڑوں تک کو چھین لیتے ہیں۔
(۶) رنگ برنگی گودڑیاں پہن کر مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔ لیکن ان (گودڑیوں) کے پردے میں سونا چاندی پوشیدہ رکھتے ہیں۔
(۷) یہ کھلیان کے بھکاری گندم دکھا کر جَو بیچتے ہیں۔ رات کے وقت چلّا چلّا کر دنیا داروں کا نام لے لے کر دعائیں دیتے ہیں۔
(۸) بوڑھوں کی طرح عبادت کرتے ہیں۔ رقص (وجد) کے وقت نوجوانوں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔
(۹) موسیٰ ؑ کی لاٹھی کی طرح سانپوں کو نگلنے کی مانند بسیار خوری کرتے ہیں۔ لیکن ناز و انداز سے خود کو ضعیف و پیر ظاہر کرتے ہیں۔
(۱۰) تقویٰ و طہارت ان کے قریب بھی نہیں بھٹکتے۔ دین کے بدلے دنیا بٹورتے ہیں۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱	عبائے بلالانہ درتن کنند	بدخل حبش جامۂ زن کنند
	حضرت بلال حبشیؓ جیسی عبا بدن پر رکھتے ہیں	حبش کی آمدنی سے بیوی کے جوڑے بناتے ہیں
۲	زسنت نہ بینی درایشاں اثر	مگر خواب پیشین و نانِ سحر
	تُو ان میں سنّت کا کوئی نشان نہ دیکھے گا	ہاں دوپہر کا سونا اور سحری کھانا
۳	نخواہم دریں باب ازیں بیش گفت	کہ شنعت بود سیرتِ خویش گفت
	میں اس بارے میں اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتا	اس لیے کہ اپنی حالت بیان کرنا بدنامی کی بات ہے
۴	فروگفت ازیں شیوہ نادیدہ گوئے	نہ بیند ہنر دیدۂ عیب جوئے
	بغیر دیکھے کہنے والے نے اس قسم کی باتیں کہہ ڈالیں	عیب دیکھنے والے کی آنکھ خوبیوں کو نہیں دیکھتی
۵	یکے کردہ بے آبروئی بسے	چہ غم دارد از آبروئے کسے
	جو اپنی بہت بے آبروئی کر چکا ہو	اس کو کسی کی آبرو کی کیا فکر ہوتی ہے
۶	مریدے بشیخ ایں سخن نقل کرد	اگر راست پرسی نہ از عقل کرد
	ایک مرید نے شیخ سے یہ باتیں نقل کردیں	اگر سچ پوچھتا ہے تو اس نے عقل کی بات نہ کی
۷	بدے درقفا عیب من گفت وخفت	بتر زو قرینے کہ آورد وگفت
	بُرے شخص نے پیٹھ پیچھے میرے عیب بیان کیے اور چھپ گیا	وہ ساتھی اس سے بُرا ہے جو لایا اور بیان کیا
۸	یکے تیرے افگند و در رہ فتاد	وجودم نیازرد و رنجم نداد
	ایک شخص نے تیر چلایا اور وہ راستہ میں گر گیا	اس نے میرے جسم کو نہ ستایا اور مجھے تکلیف نہ دی
۹	تو برداشتی وآمدی سوئے من	ہمے در سپوزی بہ پہلوئے من
	تو اٹھا لایا اور میری طرف چلا	اور میرے پہلو میں چبھا رہا ہے
۱۰	بخندید صاحب دل نیک خوئے	کہ سہل ست ازیں بیشتر گو بگوئے
	نیک عادت صاحب دل ہنسا	کہ اس سے زیادہ کہنا آسان ہے، کہے

(۱) عبائے بلالانہ: حضرت بلالؓ جیسی عبا۔ درتن: بدن پر۔ کنند: کرتے ہیں۔ بدخل حبش: حبشے کی آمدنی سے۔ جامۂ زن: عورت کا جوڑا۔ (۲) نہ بینی: نہیں دیکھے گا تو۔ درایشاں: ان میں۔ مگر: شاید۔ خواب پیشین: دوپہر کا سونا۔ نانِ سحر: سحری کا کھانا۔
(۳) نخواہم: میں نہیں چاہتا۔ دریں باب: اس باب میں۔ ازیں بیش: اس سے زیادہ۔ گفت: ماضی بمعنی مصدر کہنا۔ شنعت: بُرائی یا بدنامی۔ بود: ہووے۔ سیرتِ خویش: اپنی حالت۔ (۴) فروگفت: کہہ ڈالیں۔ ازیں شیوہ: اس قسم کی۔ نادیدہ گو: بن دیکھے کہنے والا۔ نہ بیند: نہیں دیکھتی۔ دیدۂ عیب جو: عیب ڈھونڈنے والے کی آنکھ۔ (۵) یکے: ایک شخص۔ کردہ: کیے ہوئے۔ بسے: بہت۔ چہ غم: کیا غم۔ دارد: رکھے۔ از آبروئے کسے: کسی کی آبرو کا۔ (۶) مریدے: ایک مرید۔ بشیخ: شیخ کے پاس۔ ایں سخن: یہ بات۔ نقل کرد: نقل کی۔ راست پرسی: تو سچ پوچھے۔ نہ از عقل کرد: عقل کی بات نہیں کی۔
(۷) بدے: ایک بدآدمی۔ درقفا: پیٹھ پیچھے۔ عیب من: میرا عیب۔ گفت: کہا۔ وخفت: اور سوگیا۔ بترزو: اس سے زیادہ بدتر۔ قرینے: کہ وہ دوست جو کہ۔ آورد: لایا۔ گفت: کہا۔ (۸) یکے: ایک۔ تیرے افگند: ایک تیر ڈالا۔ دررہ: راستہ میں۔ فتاد: گر پڑا۔ وجودم نیازرد: میرا وجود آزردہ نہیں کیا۔ رنج نداد: مجھ کو رنج نہیں دیا۔ (۹) برداشتی: تونے اٹھایا۔ آمدی: تو آیا۔ سوئے من: میری طرف۔ ہمے درسپوزی: چبھوتا ہے تو۔ بر پہلوئے من: میرے پہلو میں۔
(۱۰) بخندید: ہنس پڑا۔ صاحب دل: دل والا۔ نیک خو: نیک عادت والا۔ سہل ست: آسان ہے۔ ازیں بیشتر: اس سے زیادہ۔ گو: امر بمعنی مصدر کہنا۔ بگوئی: تو کہہ

تشریح: (۱) اگر ان کی پوشاک دیکھو تو حضرت بلال حبشیؓ جیسی ہے۔ لیکن اُن کی عورتوں کے لباس بے بہا قیمتی ہیں۔
(۲) سنّت نبویہ کو اپنانے کا نام نہیں لیتے۔ اپنے آرام وسکون کے لئے قیلولہ کرتے ہیں۔ اور مزے لوٹنے کے لئے سحری کھاتے ہیں۔
(۳) کس قدر ان (تنگدست بزرگ) کی بُرائیاں بیان کرتا پھروں۔ چونکہ یہ ہمارے ہمشکل ہیں۔ اس لیئے ان کی رسوائی کرنا خود اپنی بدنامی کرنے کے مترادف ہے۔ (۴) عیب بیان کرنے والے لوگ خوبیوں کی طرف نہیں دیکھا کرتے۔ اس لیئے اس (عیب جو) نے تنگدست بزرگ کی اَن گنت بُرائیاں گنوا ڈالیں۔ (۵) بدطینت آدمی کسی شریف کو رُسوا کرتے وقت اس کی بے عزتی کرنے سے باز نہیں آتا۔
(۶) کسی مُرید نے فقیر کی یادہ گوئی کا تذکرہ تنگدست بزرگ کے سامنے کردیا۔ سچ تو یہ ہے کہ فقیر کی فضول باتوں کا ذکر کرنا اچھا کام نہیں تھا۔
(۷) پس پشت عیب جوئی کرنے والے سے زیادہ فضول باتوں کی مخبری کرنا زیادہ معیوب وخبیث کام ہے۔
(۸) بدخواہ نے زبان سے تیر پھینکا جو راستے میں گر گیا۔ جس سے مجھے (تنگدست بزرگ کو) کسی قسم کی گزند نہیں پہنچی۔
(۹) تو (شکایت کرنے والا) میرا خیر خواہ ہوکر یہ تیر اٹھا لایا اور میرے (تنگدست بزرگ کے) جسم میں چبھو دیا۔
(۱۰) نیک صفت (تنگدست) بزرگ یہ (بدخواہ کی بدگوئی) سُن کر ہنس دیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ اس سے زیادہ سخت تلخ کلامی بھی ہوسکتی ہے۔

(۱) ہنوز: ابھی۔ آنچہ گفت: جو اس نے کہا۔ از بدم: میری بدیوں میں سے۔ اندکیست: تھوڑا سا ہے۔ از انہا کہ: ان میں سے جو کہ۔ من دانم: میں جانتا ہوں۔ از صد یکے: سو میں سے ایک۔ (۲) ز روئے گماں: گماں کی رو سے۔ بر من: مجھ پر۔ اینہا کہ: یہ سب جو کہ۔ بست: اس نے باندھیں۔ من: میں۔ از خود: اپنے آپ بالیقیں: یقین کے ساتھ۔ مے شناسم: پہچانتا ہوں میں۔ ہست: ہے۔ (۳) دے: وہ۔ امسال: اس سال۔ پیوست باما: ہمارے ساتھ متعلق ہوا ہے۔ وصال: جوڑ۔ کجا: کہاں۔ داندم: جانتا ہے۔ میم عیب کے ساتھ لگ کر میرے عیب۔ ہفتاد: ستر۔ (۴) بہ از من: مجھ سے بہتر۔ کس: کوئی شخص عیب من: میرے عیب۔ نداند: نہیں جانتا۔ بجز: سوائے عالم الغیب من: میرا عالم الغیب یعنی خدا تعالیٰ۔ (۵) ندیدم: میں نے نہیں دیکھا۔ چنیں: ایسا۔ نیک پندار: اچھے گمان والا۔ کس: کوئی شخص۔ پنداشت: سمجھا اس نے۔ عیب من: میرے عیب۔ انیست: یہی ہیں۔ بس: صرف۔ (۶) بمحشر: حشر میں۔ گواہِ گناہم: میرے گناہوں کا گواہ۔ گر اوست: اگر وہ ہے نترسم: میں نہیں ڈرتا۔ حالم: میری حالت۔ نکوست: اچھی ہے۔ (۷) گرم: اگر میرے۔ گوید: کہے۔ بداندیش من: میرا بدخواہ۔ بیا گو: کہہ۔ ببر: لے جا۔ نسخہ: کتاب از پیش من: میرے سامنے سے۔ (۸) کساں: مرد مردِ راہِ خدا: خدا کی راہ کے مرد۔ بودہ اند: ہوئے ہیں۔

ہنوز آنچہ گفت از بدم اندکیست	۱	از انہا کہ من دانم از صد یکیست
ابتک جو کچھ اس نے کہا ہے میری بُرائی کا تھوڑا حصہ ہے		جو میں جانتا ہوں ان میں سے سو میں سے ایک ہے
ز رُوئے گماں بر من اینہا کہ بست	۲	من از خود یقیں مے شناسم کہ ہست
گمان سے جو کچھ باتیں اس نے مجھ سے متعلق کی ہیں		میں خود یقین سے جانتا ہوں کہ وہ ہیں
دے امسال پیوست باما وصال	۳	کجا داندم عیب ہفتاد سال
اس نے امسال ہم سے اپنا جوڑ لگایا ہے		وہ میرے ستر سالہ عیبوں کو کہاں جان سکتا ہے
بہ از من کس اندر جہاں عیب من	۴	نداند بجز عالم الغیب من
دنیا میں میرے عیب مجھ سے بہتر		علاوہ عالم الغیب کے کوئی نہیں جانتا ہے
ندیدم چنیں نیک پندار کس	۵	کہ پنداشت عیب من انیست و بس
میں نے ایسا نیک گمان شخص نہ دیکھا		جو یہ سمجھا کہ میرے صرف یہی عیب ہیں
بمحشر گواہِ گناہم گر اوست	۶	ز دوزخ نترسم کہ حالم نکوست
محشر میں اگر وہی میرے گناہوں کا گواہ ہے		تو دوزخ سے میں نہیں ڈرتا اسلئے کہ پھر تو میرا حال بہتر ہوگا
گرم عیب گوید بداندیش من	۷	بیا گو ببر نسخہ از پیش من
اگر میرا کوئی مخالف عیب بیان کرے		اسکو کہہ دو کہ آئے میرے پاس سے کتاب لے جائے
کساں مَردِ راہِ خُدا بودہ اند	۸	کہ بُرجاس تیر بلا بودہ اند
وہی لوگ خدا کی راہ کے مرد ہوتے ہیں		جو مصیبت کے تیر کا نشانہ بنے ہیں
زبوں باش تا پوستینت درند	۹	کہ صاحبدلاں بارِ شوخاں برند
خاموش رہ یہاں تک کہ وہ تیری چمڑی پھاڑ دیں		اسلئے کہ صاحبدل بُروں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں
گر از خاکِ مردم سبوئے کنند	۱۰	بسنگش ملامت کناں بشکنند
اگر لوگ انسانوں کی مٹی کی صراحی بنائیں		تو ملامت کرنے والے پتھر سے اس کو توڑ ڈالیں

برجاس: نشانہ۔ تیر بلا: مصیبت کے تیر۔ بودہ اند: ہوئے ہیں۔ (۹) زبوں: کمزور۔ باش: ہوجا۔ تا: تاکہ۔ پوستینت: تیری کھال۔ درند: پھاڑ دیں۔ صاحبدلاں: دل والے۔ بارِ شوخاں: بے شرموں کا بوجھ۔ برند: اٹھاتے ہیں۔ (۱۰) خاک مردم: انسانوں کی مٹی سے۔ سبوئے: مٹکا یا صراحی۔ کنند: بنادیں۔ بسنگش: پتھر کے ساتھ اس کو۔ ملامت کناں: ملامت کرنے والے۔ بشکنند: توڑ ڈالیں۔

تشریح: (۱) میرے (تنگدست بزرگ کے) عیوب تو اَن گنت ہیں۔ اس (بدخواہ) نے میرے بارے میں جو کچھ کہا ہے۔ وہ تو اس (میرے عیوب) کا عشر عشیر بھی نہیں۔ (۲) اس (بدخواہ) نے اپنے وہم و گمان کے مطابق میرے (تنگدست بزرگ کے) بارے میں کہی ہیں۔ میں ان (عیوب) سے بخوبی واقف ہوں۔ (۳) وہ (بدخواہ) میرے ساتھ چند لمحات گذار کے مجھ سے اچھی طرح واقف نہیں ہوا۔ ورنہ میری ستر سالہ زندگی کے عیوب سے باخبر ہوجاتا۔ (۴) میرے (بزرگ کے) اندر جتنی برائیاں پائی جاتی ہیں۔ ان سے صرف ایک ذات بالیقین واقف ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔ (۵) وہ (بدخواہ فقیر) تو میرے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہے۔ ورنہ صحیح معنوں میں اس (بدخواہ فقیر) نے برائیاں بیان نہیں کیں۔ اس لیئے وہ صحیح طرح واقف نہیں۔ (۶) اللہ کرے قیامت کے دن میرے گناہوں کا عینی گواہ یہی (بدخواہ فقیر) ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو مجھے حساب کتاب کا کوئی خوف نہیں۔ (۷) میرا بدخواہ (فقیر) اگر میرے گناہ بیان کرنا چاہتا ہے تو اس سے کہہ دو کہ میرے پاس آئے اور میری برائیوں کا کچا چٹھہ مجھ سے لے جائے۔ (۸) جو لوگ تقویٰ و طہارت کو اپنا شعار بناتے ہیں۔ وہ صبر و تحمل کے ہتھیار سے مصائب کا مقابلہ کرتے ہیں اسلیئے انہیں نکتہ چینیوں سے گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ (۹) بزرگی کا تقاضی یہ ہے کہ انسان کو بے حس ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص عیب جوئی کرتا ہے تو اس کی زبان نہیں روکنی چاہیئے۔ کیونکہ شرفار و فقرار کا یہی وطیرہ ہے۔ (۱۰) اگر کسی انسان کے جسم کی مٹی سے صراحی بنائی جائے تو لوگ (ملامت کرنے والے) اسے بھی از روئے حسد پتھر مار کر توڑ دیں گے۔

حکایت در گستاخیٔ درویشاں و حلمِ بادشاہاں

قصہ درویشوں کی گستاخی اور بادشاہوں کی بُردباری کے بیان میں

ملک صالح از پادشاہانِ شام	۲	بروں آمدے صبح دم با غلام
صالح بادشاہ جوکہ شام کے بادشاہوں میں سے تھا		صبح کے وقت غلام کے ساتھ باہر نکلتا ہے
بگشتے در اطرافِ بازار و کوئے	۳	برسمِ عرب نیمہ بربستہ رو
چاروں طرف بازار اور کوچوں میں گھومتا		عرب کے طریقے پر آدھا منہ ڈھکے
کہ صاحب نظر بود درویش دوست	۴	ہر آنکیں دو دارد ملک صالح اوست
کیونکہ وہ صاحب نظر اور فقیر دوست تھا		جس میں یہ دو باتیں ہوں نیک بادشاہ وہی ہے
دو درویش در مسجدے خفتہ یافت	۵	پریشاں دل و خاطر آشفتہ یافت
مسجد میں دو درویشوں کو سویا ہوا پایا		پریشان دل اور پراگندہ طبیعت پایا
شب سردِ شاں دیدہ نابردہ خواب	۶	چو حربا تامل کناں ز آفتاب
ٹھنڈی رات میں ان کی آنکھ نہ لگی تھی		وہ گرگٹ کی طرح سورج کو تک رہے تھے
یکے زاں دو میگفت بادیگرے	۷	کہ ہم روزِ محشر بود داورے
ان دونوں میں سے ایک دوسرے سے بولا		کہ قیامت میں بھی کوئی جھگڑا چکانے والا ہوگا
گر ایں بادشاہانِ گردن فراز	۸	کہ در لہو و عیش اند باکام و ناز
اگر یہ متکبر بادشاہ		جو کھیل کود عیش اور مقصد اور ناز میں لگے ہیں
در آیند با عاجزاں در بہشت	۹	من از گور سر برنگیرم ز خشت
غریبوں کے ساتھ بہشت میں آئیں گے		میں قبر کی اینٹ سے سر نہ اٹھاؤں گا
بہشتِ بریں ملک و ماوائے ماست	۱۰	کہ بندِ غم امروز بر پائے ماست
اونچی بہشت ہماری ملکیت اور ٹھکانا ہے		اس لیے کہ آج ہمارے پیر پر غم کی بیڑی ہے

(۱) گستاخی: بدزبانی۔ حلمِ بادشاہاں: بادشاہوں کی بُردباری۔ (۲) ملک: بادشاہ۔ صالح: بادشاہ کا نام۔ پادشاہانِ روم: روم کے بادشاہ۔ بروں: باہر۔ آمدے: آیا کرتا۔ صبحدم: صبح کے وقت۔ (۳) بگشتے: گشت کرتا۔ اطرافِ بازار و کو: بازاروں اور کوچوں کی طرفوں میں۔ برسمِ عرب: عربوں کے رواج کے مطابق۔ نیمہ: آدھا۔ بربستہ رو: چہرہ چھپائے ہوئے۔ (۴) صاحب نظر: دل کی نظر والا۔ بود: تھا۔ درویش دوست: فقیروں کو دوست رکھنے والا۔ ہر آنکیں: جو شخص کہ۔ دارد: رکھے۔ ملک صالح: صالح بادشاہ۔ اوست: وہ ہے۔ (۵) در مسجدے: ایک مسجد میں۔ خفتہ یافت: سوئے ہوئے پائے۔ پریشاں دل: پریشان دل والے۔ خاطر آشفتہ: پریشان طبیعت والے۔ یافت: پایا۔ (۶) شب سرد: ٹھنڈی رات۔ شاں: ضمیر۔ دیدہ کا مضاف الیہ یعنی ان کی آنکھ۔ نابردہ: نہ لے گئی۔ خواب: نیند۔ چو: مثل۔ حربا: گرگٹ۔ تامل کناں: سوچنے والا۔ ز آفتاب: سورج سے۔ (۷) یکے زاں دو: ان دو میں سے ایک۔ میگفت: کہتا تھا۔ بادیگرے: دوسرے کو۔ ہم: بھی۔ روزِ محشر: حشر کے دن۔ بود: تھا، ہووے گا۔ داورے: کوئی انصاف کرنیوالا۔ (۸) ایں بادشاہاں: یہ بادشاہ۔ گردن فراز: اونچی گردن والے۔ لہو و عیش: کھیل اور عیش و عشرت۔ اند: ہیں۔ باکام و ناز: مقصد اور ناز کے ساتھ۔ (۹) در آیند: وہ آویں۔ با عاجزاں: عاجزوں کے ساتھ۔ در بہشت: جنت میں۔ من: میں۔ از گور: قبر سے۔ سر برنگیرم: سر نہیں اٹھاؤں گا۔ ز خشت: اینٹ سے۔

(۱۰) بہشتِ بریں: اونچی بہشت۔ ملک: ملکیت۔ ماوائے ما: ہمارا ٹھکانا۔ ست: ہے۔ بندِ غم: غم کی بیڑی۔ امروز: آج۔ بر پائے ماست: ہمارے پاؤں پر ہے۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے۔ بادشاہوں کو فقرا، سے عقیدت و خدمت کے جذبہ سے پیش آنا چاہیئے۔ اور درویشوں کو نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ (۲) ملک شام کا بادشاہ جس کا نام محمد صالح تھا۔ اس کا معمول تھا کہ وہ صبح سویرے اپنے غلام کے ساتھ تفریح کے لیے باہر نکلتا تھا۔ (۳) عرب دستور کے مطابق وہ (بادشاہ) اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ کر بازاروں اور گلی کوچوں کا چکر لگایا کرتا تھا۔ (۴) وہ (شاہ محمد صالح) کیمیا نظر اور فقرا، کا دوست تھا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ جس بادشاہ میں یہ دونوں صفات (کیمیا نظر، فقر دوستی) ہوں۔ وہ واقعتہً صالح ہوتا ہے۔ (۵) گشت کے دوران وہ (شاہ محمد صالح) ایک مسجد میں گیا جہاں دو شکستہ دل اور افسردہ حال فقیر سوئے ہوئے تھے۔ (۶) سخت سرد موسم کی وجہ سے وہ دونوں (شکستہ دل فقیر) رات بھر نہ سو سکے۔ راحت و سکون پانے کے لیے سورج نکلنے کے منتظر تھے۔ (۷) وہ دونوں (درویش) آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ دنیا میں تو ظلم و ستم ہوتے ہیں۔ کیا آخرت میں انصاف ہوگا یا نہیں۔ (۸) کیا دنیا میں ہر وقت لہو و لعب، کھیل تماشوں میں بدمست شاہ محمد صالح جیسے مغرور لوگ بھی ہمارے جیسے مسکینوں کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔ (۹) ایک درویش یوں بولا کہ اگر ہم جیسے فقیروں کے ساتھ شاہ صالح جیسے اونچی گردن والے لوگ جنت میں گئے تو میں سرے سے قبر سے ہی نہیں اٹھوں گا۔ (۱۰) کیونکہ دنیا میں ہر قسم کا غم و اندوہ ہم فقیر لوگ برداشت کرتے ہیں۔ اس لیے جنت میں جانا صرف ہمارا حق ہے۔

شمار	مصرع اول	مصرع دوم
۱	ہمہ عمر زیناں چہ دیدی خوشی	کہ در آخرت نیز زحمت کشی
	ان سے تمام عمر تونے کیا خوشی دیکھی ہے	کہ آخرت میں بھی تو تکلیف اٹھائے
۲	اگر صالح آں جا بدیوارِ باغ	در آید بکفشش بدرم دماغ
	اگر صالح وہاں جنت کی دیوار کے پاس	بھی آئے گا جوتے سے اس کا سر پھاڑ دونگا
۳	چوں مرد ایں سخن گفت و صالح شنید	دگر بودن آنجا مصالح ندید
	جب مرد نے یہ بات کہی اور صالح نے سنی	پھر وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا
۴	دمے رفت تا چشمۂ آفتاب	ز چشم خلائق فروشست خواب
	تھوڑا وقت گذرا کہ آفتاب کے چشمہ نے	لوگوں کی آنکھوں سے نیند دھودی
۵	رواں ہر دو کس را فرستاد و خواند	بہیبت نشست و بحرمت نشاند
	اس نے ایک شخص کو بھیجا دونوں کو فوراً طلب کیا	دبدبہ سے خود بیٹھا اور ان کو عزت سے بٹھایا
۶	بر ایشاں ببارید بارانِ جود	فروشست شاں گردِ ذل از وجود
	ان پر سخاوت کی بارش برسائی	ان کے جسم سے ذلت کی دھول دھو ڈالی
۷	پس از رنج سرما و باران و سیل	نشستند با نامدارانِ خیل
	جاڑے اور بارش اور بہاؤ کی تکلیف اٹھانے کے بعد	وہ دونوں لشکر کے سرداروں کے ہمنشیں بنے
۸	گدایانِ بے جامہ شب کردہ روز	معطر کناں جامہ بر عود سوز
	وہ فقیر جنہوں نے بغیر کپڑے کے رات سے صبح کی تھی	اگردان پر اپنے کپڑوں کو معطر کیے ہوئے تھے
۹	یکے گفت ازیناں ملک را نہاں	کہ اے حلقہ در گوش حکمت جہاں
	ان میں سے ایک نے آہستہ سے بادشاہ سے کہا	اے وہ کہ جس کی غلامی اور حکم میں دنیا ہے
۱۰	پسندیدگاں در بزرگی رسند	ز ما بندگانت چہ آمد پسند
	پسندیدہ لوگ بڑے مرتبہ کو پہنچتے ہیں	ہم خادموں کا تجھے کیا پسند آیا

(۱) ہمہ عمر، تمام عمر۔ زیناں، ان سے۔ چہ دیدی۔ کیا دیکھا تونے۔ نیز، بھی۔ زحمت، تکلیف۔ کشی، کھینچے تو۔
(۲) صالح: بادشاہ۔ آں جا، وہاں۔ بدیوارِ باغ: باغ کی دیوار کے پاس۔ در آید: آجاوے۔ بکفشش جوتے کے ساتھ اس کا۔ بدرم، پھاڑ ڈالوں میں۔
(۳) چوں، جب۔ ایں سخن، یہ بات۔ گفت: کہی۔ شنید، سُن لی۔ دگر، پھر۔ بودن، ٹھہرنا۔ آنجا: وہاں۔ مصالح، جمع مصلحت، بہتری۔ ندید، نہ دیکھا۔
(۴) دمے، تھوڑی دیر۔ رفت، گیا۔ تا، حتیٰ کہ۔ چشمۂ آفتاب۔ سُورج کی ٹکیا۔ ز چشم خلائق: مخلوق کی آنکھوں سے فروشست: دھو ڈال۔ خواب، نیند۔
(۵) رواں، جلدی۔ ہر دو کس را، دونوں آدمیوں کو۔ فرستاد، بھیجا۔ خواند، بلایا۔ بہیبت، رعب کے ساتھ بحرمت، عزت کے ساتھ۔ نشاند، بٹھایا۔
(۶) بر ایشاں، ان پر۔ ببارید، برسایا۔ بارانِ جود، سخاوت کی بارش۔ فروشست، دھو ڈال۔ شاں: وجود کے ساتھ لگ کر ان کے وجود سے۔ گردِ ذل، ذلت کی گرد۔ (۷) پس، بعد۔ رنج سرما، سردی کی تکلیف۔ باراں، بارش۔ سیل، سیلاب۔ نشستند، بیٹھ گئے۔ با نامدارانِ خیل: لشکر کے سرداروں کے ساتھ۔
(۸) گدایانِ بے جامہ: بغیر کپڑوں کے فقیر۔ شب کردہ روز: رات کو دن کیے ہوئے۔ معطر کناں، عطر کی خوشبو میں بسانے والے۔ جامہ، کپڑا۔ بر عود سوز: عود جلانے والی انگیٹھی۔ (۹) یکے، ایک۔ گفت: کہا۔ ازیناں، ان میں سے۔ ملک را، بادشاہ کو۔ نہاں، پوشیدہ۔ حلقہ در گوش حکمت، تیرے حکم کا حلقہ بگوش۔ (۱۰) پسندیدگاں، پسندیدہ لوگ۔ در بزرگی، بڑائی میں اونچے مقام میں۔ رسند، پہنچتے ہیں۔ ز ما بندگاں، ہم غلاموں سے۔ ت، تجھ کو۔ چہ آمد: کیا آیا۔

تشریح: (۱) زندگی بھر بادشاہوں سے کوئی خوشی ہمیں نہیں ملی۔ آخرت میں یہ لوگ ہمارے لیے کیا زحمت گوارا کریں گے۔ (۲) اگر شاہ محمد صالح جنت کی دیوار کے قریب بھی بھٹکا تو میں جوتوں سے اس کی ایسی مرمت کروں گا کہ اس کا سر پھوڑ دوں گا۔ (۳) جب فقراء کی زبانی شاہ محمد صالح نے اپنی درگت ہوتے ہوئے دیکھی تو اس (شاہ صالح) نے وہاں سے چلے جانا ہی بہتر سمجھا۔ (۴) وہ (شاہ محمد صالح) کچھ دیر کے لیے اپنے گھر گیا اور سورج طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ (۵) لوگوں کے بیدار ہونے پر بادشاہ (محمد صالح) نے اپنے اہلکار بھیج کر دونوں فقیروں کو دربار میں بلوا بھیجا اور خود بارعب ہو کر بیٹھ گیا۔ (۶) دربار میں داخل ہوتے ہی بادشاہ (محمد صالح) نے ان (دونوں فقیروں) پر جود و سخا و عنایات کی بارش کر دی کہ غربت کے تمام نشان مٹا دیئے۔ (۷) دونوں فقیر یا تو مسجد میں رات بھر سردی میں کلفت اٹھاتے رہے یا بادشاہ (محمد صالح) کے دربار میں سپہ سالاروں کے ہم نشین تھے۔ (۸) جو فقیر کپڑوں کے بغیر راتوں کو بے آرامی کے لمحات گذار چکے تھے۔ اب وہ (فقیر) اپنی خلعتوں کو خوشبوؤں میں بسانے لگے۔ (۹) جب انہوں (فقیروں) نے بادشاہ (محمد صالح) کی اچانک نوازشات کو دیکھا تو نہایت رازدارانہ انداز میں بادشاہ سے سرگوشی کرنے لگے۔ (۱۰) کہ اے بادشاہ سلامت! پوری رعایا تیری فرمانبردار ہے۔ انعام و اکرام تو منظورِ نظر لوگوں پر ہوتے ہیں۔ ہمارے اندر کیا خوبی دیکھی ہے۔

مصرع اول		مصرع دوم
شہنشہ زشادی چو گل بر شگفت	۱	بخندید در روئے درویش و گفت
بادشاہ خوشی سے پھول کی طرح کھل گیا		فقیر کے سامنے ہنسا اور کہا
من آں کس نیم کز غرور و حشم	۲	زبے چارگاں روئے در ہم کشم
میں وہ شخص نہیں ہوں کہ دبدبہ کے غرور سے		عاجزوں سے ناراض ہوں
تو ہم با من از سر بنہ خوئے زشت	۳	کہ ناسازگاری کنی در بہشت
تو بھی میرے ساتھ بُری عادت سر سے نکال دے		کہ تو جنت میں ناموافقت کرے
من امروز کردم در صلح باز	۴	تو فردا مکن در برویم فراز
میں نے آج صلح کا دروازہ کھول دیا ہے		تو کل کو میرے اوپر بند نہ کرنا
چنیں راہ گر مقبلی پیش گیر	۵	شرف بایدت دست درویش گیر
اگر تو صاحبِ اقبال ہے تو یہ راستہ اختیار کر		تجھے بزرگی چاہیئے تو فقیر کی دستگیری کر
بر از شاخِ طوبیٰ کسے بر نداشت	۶	کہ امروز تخمِ ارادت نکاشت
طوبیٰ کی شاخ سے کسی ایسے نے پھل حاصل نہ کیا		جس نے آج ارادت مندی کا بیج نہ بویا
ترا کے بود چوں چراغ التہاب	۷	کہ از خود پری ہمچو قندیل زآب
تجھے چراغ کی سی سوزش کب حاصل ہو سکتی ہے		جبکہ تو خود قندیل کی طرح پانی سے بھرا ہوا ہے
وجودے دہد روشنائی بجمع	۸	کہ سوزیش در سینہ باشد چو شمع
وہی وجود کسی مجمع کو روشنی دیتا ہے		جس کے سینہ میں شمع کی سی سوزش ہو

حکایت اندر محرومی[9] خویشتن بیناں

قصہ خود پسندوں کی محرومی کے بیان میں

مصرع اول		مصرع دوم
یکے در نجوم اندکے دست داشت	۱۰	ولیک از تکبر سر مست داشت
ایک شخص کو نجوم سے تھوڑی واقفیت تھی		لیکن تکبر سے سر مست رکھتا تھا

(۱) شہنشہ: بادشاہ۔ زشادی: خوشی سے۔ چو گل: پھول کی طرح۔ بر شگفت: کھل گیا۔ بخندید: ہنس پڑا۔ در روئے درویش: فقیر کے سامنے۔ گفت: کہا۔ (۲) من آں کس: میں وہ شخص۔ نیم: نہیں ہوں۔ کز غرور و حشم: جو کہ غرور اور دبدبے کی وجہ سے۔ زبیچارگاں: بیچاروں سے۔ روئے در ہم کشم: چہرہ پھیر لوں۔ (۳) تو ہم: تو بھی۔ با من: میرے ساتھ۔ از سر بنہ: سر سے نکال دے۔ خوئے زشت: بُری عادت یعنی دشمنی۔ ناسازگاری: ناموافقت۔ کنی: کرے تو۔ در بہشت: جنت میں۔ (۴) من امروز: میں نے آج۔ کردم: کر دیا۔ در صلح: صلح کا دروازہ۔ باز: کھلا۔ تو فردا: تو کل کو۔ مکن: مت کر۔ در برویم: میرے چہرے پر۔ فراز: بند۔ (۵) چنیں راہ: ایسا راستہ۔ مقبلی: نصیب والا ہے تو۔ پیش گیر: اختیار کر۔ شرف بایدت: تجھ کو بزرگی چاہیئے۔ دستِ درویش: درویش کا ہاتھ۔ گیر: پکڑ۔ (۶) بر: پھل۔ از شاخِ طوبیٰ: طوبیٰ کی شاخ۔ طوبیٰ بہشت کا ایک درخت جس کی شاخیں ہر جنتی کے گھر میں پہنچی ہوئی ہوں گی۔ کسے: کوئی شخص۔ بر نداشت: نہ اٹھایا۔ کہ امروز: جس نے کہ آج۔ تخمِ ارادت: ارادتمندی کا بیج۔ نکاشت: نہ بویا ہو۔ (۷) ترا: تجھ کو۔ کے بود: کب ہووے۔ چو چراغ: دیئے کی طرح۔ التہاب: بھڑکنا یا روشنی کرنا۔ از خود پری: تو خودی سے بھرا ہوا ہے۔ ہمچو: مثل۔ قندیل: شیشے کا شمع دان۔ زآب: پانی سے۔ (۸) وجودے: وہ وجود۔ دہد: دیتا ہے۔ بجمع: جماعت کو۔ سوزیش: اس کی تپش سینے کے ساتھ لگ کر اس کے سینہ میں سوز ہو۔ چو شمع: شمع کی طرح۔ (۹) محرومی: بے نصیبی۔ خویشتن بیناں: اپنے آپ کو دیکھنے والے۔ (۱۰) یکے: ایک۔ در نجوم: علم نجوم میں۔ اندکے: تھوڑی سی۔ دست داشت: واقفیت رکھتا تھا۔ ولیک: لیکن۔ از تکبر: تکبر سے۔ سرمست داشت: سر کو مست رکھتا تھا۔

تشریح: (۱) فقیر کی بات سن کر بادشاہ (محمد صالح) ایسا مسرور ہوا کہ مارے خوشی کے پھولے نہ سماتا تھا۔ چنانچہ ہنس کر فقیر سے مخاطب ہوا۔ (۲) کہ میں (شاہ محمد صالح) ایسا مغرور نہیں ہوں جو فقیروں اور کمزور لوگوں سے اپنا رُخ پھیر لے۔ (۳) میں (شاہ محمد صالح) نے صلح جوئی کی خاطر تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا ہے۔ لہٰذا کبھی جنت میں میری مخالفت نہ کرنا۔ (۴) آج میں (شاہ محمد صالح) نے صلح کا دروازہ کھول دیا ہے۔ لہٰذا ہمیشہ مصالحت پر قائم رہنا۔ صلح کا دروازہ کبھی بھی بند نہ کرنا۔ (۵) (بقول شیخ سعدیؒ) اگر تو نے اپنے نصیب جگانے ہیں تو شاہ محمد صالح کی طرح فقیروں کی خدمت کر اور اسی (محمد صالح) کے اخلاق اپنا۔ (۶) جو شخص عقیدت واحترام کی دولت سے مالامال نہیں وہ جنت کے درخت "طوبیٰ" کا پھل نہ کھا سکے گا۔ (۷) اگر قندیل میں پانی بھر دیا جائے تو اس میں چراغ کی روشنی پھیلنا تو درکنار خود چراغ ہی روشن نہیں ہوگا۔ (۸) دوسروں کو روشنی وہی پہنچا سکتا ہے جو شمع کی طرح جلنا جانتا ہو۔ اور ذہنی طور پر عجز وانکساری کا خوگر ہو۔ (۹) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص خود ستا ہوتا ہے وہ ہمیشہ علم سے محروم رہتا ہے۔ (۱۰) ایک شخص علم نجوم میں تھوڑا سا واقف تھا۔ لیکن تکبر کی وجہ سے ہمیشہ اترا تا رہتا تھا۔

مصرع اول		مصرع دوم
سوئے کوشیار آمد از راہِ دُور	١	دلے پُر ارادت سرے پُر غرور
دُور دراز سے کوشیار کے پاس آیا		دل ارادہ سے بھرپور، سر غرور سے پُر
خردمند ازو دیدہ در دوختے	٢	یکش حرفے خدمت نیاموختے
عقل مند نے اس سے آنکھ میچ لی		علم کا ایک حرف اس کو نہ سکھایا
چو بے بہرہ عزمِ سفر کردہ باز	٣	بدو گفت دانائے گردن فراز
جب بے بہرہ کر واپسی کے سفر کا ارادہ کیا		سر بلند عقل مند نے اس سے کہا
تو خود را گماں بردۂ پُر خرد	٤	انائے کہ پُر شد دگر چوں پُرد
تو نے اپنے بارے میں یہ خیال کیا کہ عقل سے بھرا ہے		جو برتن بھرا ہوا اس کو پھر کیسے بھرا جا سکتا ہے
بہ دعویٰ تہی آی تا پُر شوی	٥	تو از خود پُری زاں تہی مے روی
دعویٰ سے خالی ہو کر آ تا کہ پُر ہو سکے		تو خودی سے پُر ہے اسی وجہ سے خالی جا رہا ہے
زہستی در آفاق سعدیؒ صفت	٦	تہی گرد و باز آئی پُر معرفت
دنیا میں سعدیؒ کی طرح خودی سے		خالی ہو کر پھر، معرفت سے پُر ہو کر واپس آئیگا

حکایت در معنیٔ تسلیم وحق شناسی آں

قصہ تسلیم اور اس کا حق پہچاننے کے بیان میں

مصرع اول		مصرع دوم
بخشم از ملک بندۂ سر بتافت	٨	بفرمود جستن کسش در نیافت
ایک غلام نے بادشاہ سے غصہ میں سرتابی کی		اس نے اس کو ڈھونڈھنے کا حکم دیا کسی نے اسکو نہ پایا
چو باز آمد از راہِ خشم و ستیز	٩	بشمشیر زن گفت خونش بریز
جب وہ واپس لوٹا غصہ اور لڑائی کی وجہ سے		بادشاہ نے جلاد سے کہا اس کا خون بہادے
بخوں تشنہ جلادِ نامہرباں	١٠	بروں کرد چوں تشنہ دشنہ زباں
نامہرباں جلاد نے خون کے پیاسے		خنجر کی زبان کو پیاسے کی طرح باہر نکالا

(١) سوئے: طرف۔ کوشیار: مشہور نجومی کا نام جس کی کنیت ابوالحسن ہے اور وہ بو علی سینا کا استاد تھا۔ آمد: وہ آیا۔ از راہِ دُور: دُور کی راہ سے۔ دلے پُر ارادت: عقیدت سے بھرا ہوا دل۔ سرے پُر غرور: غرور سے بھرا ہوا سر۔ (٢) خردمند ازو: عقل مند نے اس سے۔ دیدہ: آنکھیں۔ دوختے: سی لیں۔ یکش: ایک بھی اس کو۔ حرف خدمت: خدمت کا حرف یا علم کا حرف۔ نیاموختے: نہ سکھایا۔ (٣) چوں: جب۔ بے بہرہ: بے نصیب۔ عزمِ سفر: سفر کا ارادہ۔ کردہ باز: کیا واپسی کا۔ بدو گفت: اس کو کہا۔ دانائے گردن فراز: سر بلند دانا نے۔ (٤) خود را: اپنے آپ کو۔ گماں بردۂ: گمان لے گیا تو۔ پُر خرد: عقل مند۔ انائے کہ: جو برتن کہ۔ پُر شد: بھر گیا ہو۔ دگر چوں: دوبارہ کیسے۔ پُرد: بھرے۔ (٥) ز دعویٰ: دعویٰ سے۔ تہی آئی: خالی ہو کر آ۔ تا: تاکہ۔ پُر شوی: بھر جاوے تو۔ تو از خودی پُری: تو خودی سے بھرا ہوا ہے۔ زاں: اس وجہ سے۔ تہی: خالی۔ مے روی: جا رہا ہے تو۔ (٦) ز ہستی: خودی سے۔ در آفاق: جہان میں۔ سعدیؒ صفت: سعدیؒ کی طرح۔ تہی گرد: خالی ہو جا۔ باز آئی: واپس آئے گا تو۔ پُر معرفت: معرفت سے بھرا ہوا۔ (٧) تسلیم: سپرد کرنا۔ حق شناسی آں: اس کی حق شناسی۔ (٨) بخشم: غصے کی وجہ سے۔ از ملک: بادشاہ سے۔ بندۂ: ایک غلام۔ سر بتافت: سر پھیرا۔ بفرمود: اس نے حکم دیا۔ جستن: ڈھونڈنا۔ کسش: کسی نے اس کو۔ در نیافت: نہ پایا۔ (٩) چو: جب۔ باز آمد: واپس آیا۔ از راہ خشم و ستیز: غصے اور لڑائی کی رو سے۔ بشمشیر زن: تلوار مارنے والے یعنی جلاد کو۔ گفت: کہا۔ خونش: اس کا خون۔ بریز: گرا۔ (١٠) بخون تشنہ: خون کا پیاسا۔ جلادِ نامہرباں: بے رحم جلاد۔ بروں کرد: نکالی۔ چوں تشنہ: پیاسے کی طرح۔ دشنہ زباں: خنجر کی زبان۔

تشریح: (١) وہ (متکبر) علم نجوم کے ماہر استاد کوشیار کے پاس بڑی عقیدت مندانہ جذبات کے ساتھ آیا۔ مگر دل میں عقیدت کے باوجود اس کا سر تکبر سے لبریز تھا۔ (٢) علم نجوم کے ماہر (استاد کوشیار) نے اس (مغرور) کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور نہ ہی اسے (مغرور شخص کو) علم نجوم کا کوئی حرف سکھایا۔ (٣) جب وہ (متکبر شخص) مایوس کن حالت میں واپس جانے لگا تو دانشمند استاد (کوشیار) نے اس سے کہا۔ (٤) کہ تو (متکبر شخص) نے اپنے گمان میں یہ سمجھا ہوا ہے کہ صرف میں ہی علم و فضل کا حامل ہوں۔ چنانچہ جو برتن پہلے سے ہی بھرپور ہو اس میں مزید (علم) کی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔ (٥) علم کا طلبگار ہمیشہ دعوؤں سے خالی ہوتا ہے۔ تیرے (متکبر شخص کے) اندر علم کا سمانا مشکل ہے۔ کیونکہ تجھے اپنے علم و فضل پر گھمنڈ ہے۔ (٦) اگر تو (متکبر شخص) شیخ سعدیؒ کی طرح (تکبر سے) خالی ہو جائے تو انشاءاللہ تجھ پر علوم و معارف کے تمام دروازے کھل جائیں گے۔ (٧) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر آقا کا کام بلا چوں و چرا کیا جائے تو وہ بھی بڑے بڑے قصور پس پشت ڈال دیتا ہے۔ (٨) ایک غلام اپنے آقا سے روٹھ کر مفرور ہو گیا۔ آقا نے اسے (غلام کو) بہت تلاش کیا مگر غلام کو پانے میں اسے (آقا کو) ناکامی ہوئی۔ (٩) لیکن کسی موقع پر غلام اپنے آقا کے پاس واپس آ گیا۔ آقا نے حکم دیا کہ اے جلاد! اس (غلام) کی گردن اُڑا دے۔ (١٠) جلاد نے حکم سنتے ہی ایسے تلوار نکال لی۔ جیسے سخت پیاس کی وجہ سے کسی پیاسے نے زبان نکالی ہوئی ہوتی ہے۔

شنیدم کہ گفت از دلِ تنگ ریش	۱	خدایا بحل کردمش خونِ خویش
میں نے سنا ہے کہ اس زخمی تنگ دل نے کہا		اے خدا میں نے اپنا خون بادشاہ کو بخشا
کہ پیوستہ در نعمت و ناز و کام	۲	در اقبال او بودہ ام صبح و شام
اس لیے کہ ہمیشہ نعمت اور ناز اور نام میں		اس کے اقبال میں میں خوش و خرم رہا ہوں
مبادا کہ فردا بخونِ منش	۳	بگیرند و خرم شود دشمنش
ایسا نہ ہو کہ کل کو میرے خون میں		اس کو گرفتار کریں اور اس کے دشمن خوش ہوں
ملک را چو گفت وے آمد بگوش	۴	دگر دیگ خشمش نیاورد جوش
جب بادشاہ کے کان میں اس کی گفتگو پڑی		تو پھر اس کے غصہ کی دیگ کو جوش نہ آیا
بسے بر سرش داد و بر دیدہ بوس	۵	خداوندِ رایت شد و طبل و کوس
اس کے سر اور آنکھوں کے بہت بوسے لیے		وہ جھنڈے اور طبل اور نقارے والا ہو گیا
برفق از چناں سہمگیں جائیگاہ	۶	رسانید دہرش بداں پائگاہ
ایسے خوفناک مقام سے نرمی کی وجہ سے		زمانہ نے اس کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا
غرض زیں حدیث آنکہ گفتارِ نرم	۷	چو آبست بر آتشِ مردِ گرم
اس بات کا مقصد یہ ہے کہ نرم بات		گرم انسان کی آگ پر پانی کی طرح ہے
نہ بینی کہ در معرضِ تیغ و تیر	۸	بپوشند خفتانِ صد تو حریر
تو نے نہیں دیکھا کہ تلوار اور تیر کے میدان میں		ریشمی کپڑے کی سو تہہ کا دستانہ پہنتے ہیں
تواضع کن اے دوست با خصم تند	۹	کہ نرمی کند تیغ برندہ کند
اے دوست بد مزاج دشمن سے تواضع کر		اس لیے کہ نرمی کاٹنے والی تلوار کو کند کر دیتی ہے

(۱) شنیدم: میں نے سنا۔ گفت: کہا۔ دل تنگ ریش: زخمی دل۔ خدایا: اے خدا۔ بحل کردمش: حلال کر دیا میں نے اس کو۔ خونِ خویش: اپنا خون۔

(۲) پیوستہ: ہمیشہ۔ کام: مقصد۔ در اقبال: اس کے اقبال میں۔ بودہ ام: میں رہا ہوں۔

(۳) مبادا: مت ہووے۔ فردا: کل۔ بخونِ منش: میرے خون میں اس کو پکڑ لیویں۔ خرم شود: خوش ہو جاوے۔ دشمنش: اس کا دشمن۔

(۴) ملک را: بادشاہ کو۔ چو: جب۔ گفت وے: اس کی بات۔ آمد بگوشش: کان میں آئی۔ دگر: پھر۔ دیگ خشمش: اس کے غصے کی دیگ۔ نیاورد: نہ لائی۔

(۵) بسے: بہت۔ بر سرش: اس کے سر پر۔ داد: دیا۔ بر دیدہ: آنکھوں پر۔ بوس: بمعنی بوسہ۔ خداوندِ رایت: جھنڈے کا مالک۔ شد: ہو گیا۔ کوس: نقارہ۔

(۶) برفق: نرمی کے ساتھ۔ چناں سہمگیں: ایسی خوفناک۔ جائیگاہ: جگہ۔ رسانید: پہنچایا۔ دہرش: زمانے نے اس کو۔ بداں پائیگاں: اس مقام تک۔ (۷) زیں حدیث: اس بات سے۔ آنکہ: یہ ہے کہ۔ گفتار نرم: نرم بات۔ چو آبست: پانی کی طرح ہے۔ بر آتشِ مردِ گرم: گرم مرد کی آگ پر۔

(۸) نہ بینی: تو نہیں دیکھتا۔ معرضِ تیغ و تیر: تیروں اور تلواروں کے میدان میں۔ بپوشند: پہنتے ہیں۔ خفتان: دستانہ۔ صد تو: سو تہوں والا۔

(۹) تواضع کن: عاجزی کر۔ با خصم تند: تیز دشمن کے ساتھ۔ کند: کرتی ہے۔ تیغ برندہ: کاٹنے والی تلوار۔ کُند: مُٹھی۔

تشریح: (۱) چنانچہ زندگی کے ان مایوس کن حالات میں غلام نے حقیقی آقا (اللہ تعالیٰ) کے دربار میں فریاد کی۔ اے اللہ! میں نے اپنا خون آقا کو معاف کر دیا ہے۔

(۲) کیونکہ میری زندگی کا ہر لمحہ اس (آقا) کے رحم و کرم، عنایات و انعامات میں گذرا ہے۔ میرا صبح و شام کا وقت اسی (آقا) کے احسان و اقبال کے بل بوتے پر کٹا ہے۔ (۳) اس (آقا) کے احسانات کا تقاضیٰ یہ نہیں کہ کل (روزِ قیامت) تیرے دربار میں میرے قتل کے جرم میں گرفتار ہو کر پیش ہو۔ (۴) بادشاہ کے کانوں میں جب اس (غلام) کے یہ (دعائیہ) کلمات پڑے تو اس (آقا) کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

(۵) اس (آقا) نے خوش ہو کر غلام کو بوسے دیئے اور ایک منصب پر فائز کر دیا جو جھنڈے اور نقارے والا تھا۔

(۶) انہی خیر خواہانہ جذبات کی بدولت وہ (غلام) قتل گاہ جیسی خوفناک جگہ سے نجات پا کر منصب دار بن گیا۔

(۷) دانا شخص کے لیے گفتگو کا نرم انداز ایسے ہے جیسے آگ کے لیئے پانی۔ اس حکایت میں یہی مقصد بتایا گیا ہے کہ غصے کی آگ کو نرم گفتگو ہی ٹھنڈا کر سکتی ہے۔ (۸) عموماً دیکھا گیا ہے کہ میدانِ جنگ میں تیر و تیغ سے بچاؤ کے لیے بطور حفاظت ریشم کے دستانے پہنے جاتے ہیں اسی طرح گرمی دُور کرنے کے لیے نرمی بہترین چیز ہے۔ (۹) تند و تیز مزاج دشمن کی خاطر تواضع کرنی چاہیئے۔ کیونکہ تلوار کی کاٹ کو نرم لب لہجہ کند کر دیتا ہے۔

حکایت در عجز و نیاز مندی صالحاں

قصہ نیکوں کی عاجزی اور نیاز مندی کے بیان میں

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۲	ز ویرانۂ عارفؔ ژندہ پوش	یکے را نباح سگ آمد بگوش
	گدڑی پوش عارف کے گھر سے	ایک شخص کے کان میں کتے کے بھونکنے کی آواز آئی
۳	بدل گفت آخر سگ اینجا چراست	درآمد کہ درویشِ صالح کجاست
	دل سے بولا تھا کتا یہاں کیوں ہے	اندر گیا کہ نیک فقیر کہاں ہے
۴	نشانِ سگ از پیش و از پس ندید	بجز عارف آنجا دگر کس ندید
	آگے پیچھے کتے کے نشان نہ دیکھے	عارف کے سوا وہاں کسی دوسرے کو نہ دیکھا
۵	خجل باز گردیدن آغاز کرد	کہ شرم آمدش بحث آں راز کرد
	شرمندہ ہو کر واپس لوٹنا شروع کیا	اس لیے کہ اس راز کو کریدنے سے اسے شرم آئی
۶	شنید از دروں عارفؔ آواز پائے	ہلا گفت بر در چہ پائی درآئے
	عارف نے اندر سے پیروں کی آواز سنی	اس نے کہا خبردار دروازہ پر کیوں کھڑا ہے اندر آجا
۷	بہ پنداری اے دیدۂ روشنم	کز ایدر سگ آواز کرد ایں منم
	اے مری روشن آنکھ یہ خیال نہ کرنا	کہ ابھی کتا بھونکا ہے یہ میں ہی ہوں
۸	چو دیدم کہ بیچارگی مے خرد	نہادم ز سر کبر و رائے و خرد
	جب میں نے دیکھا کہ وہ عاجزی خریدتا ہے	تو میں نے تکبر رائے عقل کو سر سے نکال دیا
۹	چو سگ بر درش بانگ کردم بسے	کہ مسکیں تر از سگ ندیدم کسے
	کتے کی طرح اس کے در پر بہت چلایا	اس لیے کہ کتے سے زیادہ ذلیل میں نے کسی کو نہ دیکھا
۱۰	چو خواہی کہ در قدر والا رسی	ز شیبِ تواضع ببالا رسی
	اگر تو چاہتا ہے کہ بڑے مرتبے کو پہنچے	تو تواضع کی پستی سے اونچائی پر پہنچے گا

(۱) عجز: عاجزی۔ نیاز مندیِ صالحاں: نیک لوگوں کی نیاز مندی۔
(۲) ز ویرانۂ عارف ژندہ پوش، گودڑی پوش عارف کے جھونپڑے سے۔ یکے را: ایک شخص کو۔ نباحِ سگ: کتے کا بھونکنا۔ آمد بگوش، آئی کان میں۔
(۳) بدل گفت: اس نے دل میں کہا۔ سگ: کتا۔ اینجا: یہاں۔ چراست: کیوں ہے۔ درآمد: اندر گیا۔ درویشِ صالح: نیک درویش۔ کجاست: کہاں ہے۔ (۴) نشانِ سگ: کتے کا نشان۔ پیش و پس پیچھے اور آگے۔ ندید: نہ دیکھا۔ بجز: سوائے۔ عارف: خدا کو پہچاننے والا۔ آنجا: وہاں۔ دگر کس: دوسرا آدمی۔ ندید: نہ دیکھا۔ (۵) خجل: شرمندہ۔ باز گردیدن: واپس پھرنا۔ آغاز کرد: شروع کیا۔ آمدش، آئی اس کو۔ بحثِ آں راز، اس راز کا کریدنا۔ کرد: کرنا۔ ماضی بمعنی مصدر۔ (۶) شنید: سنا۔ از دروں: اندر سے۔ عارف: پہچاننے والا۔ آواز پائے: پاؤں کی آواز۔ ہلا: خبردار۔ گفت: کہا۔ بردر: دروازے پر۔ چہ پائی: کیا کھڑا ہے تو۔ درآئے: اندر آجا۔ (۷) بہ پنداری: جان لیوے تو۔ دیدۂ روشنم: اے میری روشن آنکھ۔ کز ایدر: جو کہ ادھر سے۔ سگ: کتا۔ آواز کرد: آواز نکالی۔ ایں منم: یہ میں ہوں۔ (۸) چو دیدم: جب میں نے دیکھا۔ بیچارگی: عاجزی۔ مے خرد: خریدتا ہے۔ نہادم: میں نے رکھ دیا۔ کبر: تکبر۔ خرد: عقل۔
(۹) چو سگ: کتے کی طرح۔ بردرش: اس کے دروازے پر۔ بانگ کردم: آواز کی میں نے۔ بسے: بہت۔ مسکیں تر از سگ: کتے سے زیادہ مسکین۔ ندیدم: نہیں دیکھا میں نے۔ کسے: کوئی شخص۔ (۱۰) چو خواہی: جب تو چاہے۔ قدر والا: بلند مقام۔ رسی: پہنچے تو۔ ز شیبِ تواضع: عاجزی کی پستی سے۔ ببالا: بلندی کو۔ رسی: پہنچے تو۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ متقی حضرات کو دربارِ الٰہی میں عجز و انکساری کی وجہ سے قرب حاصل ہوتا ہے۔ (۲) ایک شخص بیابان میں کسی فقیر کی جھونپڑی کے پاس سے گذرا تو اسے (رہگذر کو) فقیر کی جھونپڑی سے کتے کے بھونکنے کی آواز آئی۔ (۳) کتے کی آواز سن کر وہ (رہگذر) سوچنے لگا کہ یہاں (فقیر کی جھونپڑی میں) کتا کیونکر ہے۔ چنانچہ حقیقت احوال معلوم کرنے کے لیے گودڑی میں گیا تاکہ فقیر کے بارے میں معلوم ہو سکے کہ وہ کہاں ہے۔ (۴) جب فقیر کی جھونپڑی میں داخل ہوا تو اسے (رہگذر کو) کتا کہیں بھی نظر نہ آیا۔ وہاں (جھونپڑی میں) صرف فقیر ہی موجود تھا۔ (۵) چنانچہ وہ (رہگذر) شرم میں شرابور ہو گیا۔ کیونکہ کتے پر مشتمل راز معلوم کرنے میں ناکامی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ (رہگذر) شرمساری کے مارے واپس ہونے لگا۔ (۶) جھونپڑی کے اندر سے رہگذر کے قدموں کی آواز سنی تو فقیر نے کہا کہ دروازے پر کیوں کھڑے ہو۔ جھونپڑی کے اندر آجاؤ۔ (۷) فقیر از خود ہی کہنے لگا کہ اے نورِ نظر! جھونپڑی میں سے جس کتے کی آواز تم (رہگذر) نے سنی تھی۔ وہ در حقیقت میں (فقیر) ہی ہوں۔ (۸) جب میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ عاجزی پسند ہے چنانچہ میں (فقیر) نے اپنے سر سے غرور و تکبر اور عقل و دانش کا بھوت اتار دیا۔ (۹) چونکہ دنیا میں کتے سے ذلیل و عاجز میں (فقیر) نے کسی کو بھی نہ دیکھا۔ اس لیے میں (فقیر) نے بھی اللہ تعالیٰ کو کتے کی آواز میں پکارنا شروع کر دیا۔ (۱۰) اگر تجھے (رہگذر کو) اونچا مرتبہ چاہیئے تو پھر اپنی ہستی کو سرے سے مٹا دے۔ کیونکہ عجز و انکساری کا راستہ بلندی کی طرف جاتا ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	دریں حضرت آناں گرفتند صدر	کہ خود را فروتر نہادند قدر
	اس دربار میں انہی نے صدر مقام حاصل کیا ہے	جنہوں نے اپنا مرتبہ نیچا رکھا ہے
۲	چو سیلاب آمد بہول و نہیب	فتاد از بلندی بسر در نشیب
	جب بہاؤ ہول اور دبدبہ سے اندر آیا ہے	بلندی سے سر کے بل نیچائی میں گرا ہے
۳	چو شبنم بیفتاد مسکین و خرد	نگر کافتابش بعیوق برد
	جب شبنم ذلیل اور مسکین ہو کر گری	دیکھ اس کو آفتاب عیوق تک لے گیا

حکایت حاتم اصمؒ و سیرت او در تواضع

قصۂ حاتم اصم اور تواضع میں ان کی عادت کے بیان میں

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۵	گروہے برانند ز اہل سخن	کہ حاتم اصم بود باور مکن
	اہل سخن کی ایک جماعت اس بات پر متفق ہے	کہ حاتم بہرا تھا، یقین نہ کرنا
۶	برآمد طنین مگس بامداد	کہ در چنبر عنکبوتے فتاد
	صبح کے وقت مکھی کی بھنبھناہٹ آئی	جو مکڑی کے جالے میں پھنس گئی تھی
۷	ہمہ ضعف و خاموشیش کید بود	مگس قند پنداشتش قید بود
	اس کی کمزوری اور خاموشی سب مکر تھا	مکھی نے اس کو شکر سمجھا وہ بیڑی تھی
۸	نگہ کرد شیخ از سر اعتبار	کہ اے پائے بند طمع پائے دار
	عبرت کی رُو سے شیخ نے اس کو دیکھا	کہ اے لالچ کے قیدی ٹھہر
۹	نہ ہر جا شکر باشد و شہد و قند	کہ در گوشہ ہا دام یارست و بند
	ہر جگہ شکر اور شہد اور قند نہیں ہوتی ہے	بلکہ بہت سے گوشوں میں جال والا اور پھندا ہے
۱۰	یکے گفت ازاں حلقہ اہل رائے	عجب دارم اے مرد راہ خدا
	اہل رائے کی جماعت میں سے ایک بولا	اے راہ خدا کے مرد مجھے تعجب ہے

(۱) دریں حضرت: اس درگاہ میں۔ آناں: وہ لوگ۔ گرفتند: پائی انہوں نے۔ صدر: صدارت۔ خود را: اپنے آپ کو۔ فروتر: نیچے۔ نہادند: رکھی انہوں نے۔ قدر: مرتبہ۔ (۲) چو: جب۔ آمد: آیا۔ بہول: رعب کے ساتھ۔ نہیب: ہیبت۔ فتاد: گر پڑا۔ بسر در نشیب: سر نیچان میں۔ (۳) چو شبنم: شبنم کی طرح۔ بیفتاد: گر پڑا۔ خرد: چھوٹا۔ نگر: دیکھ۔ کافتابش: کہ آفتاب نے اس کو۔ بعیوق: عیوق ستارے تک۔ برد: لے گیا۔ (۴) حاتم اصمؒ: خراسان کے ایک مشہور ولی اللہ جو کسی مصلحت کی وجہ سے ساری عمر بہرے بنے رہے۔ سیرت او: اس کی عادت۔ تواضع: عاجزی۔ (۵) گروہے: ایک گروہ۔ برآنند: اس خیال پر ہیں۔ ز اہل سخن: بات والوں سے۔ اصم بود: بہرہ تھا۔ باور مکن: باور مت کر۔ (۶) برآمد: نکل آئی۔ طنین مگس: مکھی کی آواز۔ بامداد: صبح سویرے۔ چنبر عنکبوتے: ایک مکڑی کا جالا۔ فتاد: گر پڑا۔ (۷) ہمہ: تمام۔ ضعف: کمزوری۔ خاموشیش: اس کی خاموشی۔ کید: مکر۔ بود: تھا۔ مگس: مکھی۔ قند: شکر۔ پنداشتش: سمجھی اس کو۔ قید: بیڑی۔ بود: تھی۔ (۸) نگہ کرد: نظر کی۔ شیخ یعنی حاتم۔ از سر اعتبار: عبرت کے لحاظ سے۔ پائے بند طمع: حرص کا قیدی۔ پائے دار: ٹھہر جا۔ (۹) ہر جا: ہر جگہ۔ باشد: ہووے۔ قند: شکر۔ در گوشہ ہا: کئی گوشوں میں۔ دام یارست: شکاری ہے۔ بند: قید یا جال۔ (۱۰) یکے گفت: ایک نے کہا۔ ازاں حلقہ اہل رائے: اہل رائے کے اس حلقے سے۔ عجب دارم: میں تعجب رکھتا ہوں۔ مرد راہ خدا: خدا کی راہ کا مرد۔

تشریح: (۱) جو لوگ پستی دعاجزی کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں۔ وہ ترقیٔ درجات اور بلندیٔ مراتب کا موتی (عجز کے سمندر کی تہہ سے) پالیتے ہیں۔ (۲) طوفان کا ریلا اچھلنے اور شور و غل کرنے کے باوجود گڑھوں اور گھائیوں میں سر کے بل گرتا ہے۔ بالآخر متکبر کا انجام بھی یہی ہوتا ہے۔ (۳) اوس حقارت و مسکنت کی حالت میں نیچے گرتی ہے۔ مگر اُسے (شبنم کو) سورج کی گرمی ایسے بلند مقام تک لے جاتی ہے کہ اوج ثریا عش عش کر اُٹھتے ہیں۔ (۴) عنوان۔ اس حکایت میں حضرت حاتم اصمؒ نامی بزرگ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جو عجز وانکساری اور مصلحت کے باعث پوری زندگی بہرے پن میں مبتلا رہے۔ (۵) داناؤں کی ایک جماعت کا گمان وخیال ہے کہ حضرت حاتمؒ حقیقت میں بہرے نہ تھے۔ بلکہ کسی مصلحت کی وجہ سے انہوں (حاتمؒ) نے خود کو بہرہ بنائے رکھا۔ (۶) بطور استدلال انہوں (دانش مندوں) نے مکڑی کے جال میں پھنسی ہوئی مکھی کی بھنبھناہٹ کی آواز سننے پر مشتمل واقعہ پیش کرتے ہیں۔ (۷) چونکہ مکڑی کے جال میں سناٹا تھا۔ جسے مکھی شکر سمجھ بیٹھی۔ حالانکہ مکڑی کی پُر فریب خاموشی اُسے (مکھی کو) قید میں پھانسنے کی غرض سے تھی۔ (۸) حضرت حاتم اصمؒ نے مکھی کو بطور عبرت مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ حرص وطمع کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی لونڈی رک جا۔ (۹) ہر مقام پر شہد وشکر نہیں ہوتا۔ بلکہ تم جیسی حریصہ کو پھنسانے کے لئے شکاری بھی ہوتے ہیں۔ اور جال بھی بچھائے جاتے ہیں۔ (۱۰) ان (شیخ حاتم اصمؒ) کے حلقۂ ارادت (مریدین) میں سے کسی ایک مُرید نے متعجب ہو کر کہا کہ اے اللہ کے ولی!

۱	مگس را تو چوں فہم کردی خروش	کہ مارا بدُشواری آمد بگوش
	مکھی کا شور تونے کیسے جان لیا	اس لیے کہ ہمارے کان میں بھی مشکل سے آیا ہے
۲	تو کاگاہ کردی ببانگِ مگس	نشاید اصم خواندت زیں سپس
	جب تو مکھی کی آواز سے باخبر ہو گیا	تو اس کے بعد تجھے بہرا نہ کہنا چاہیے
۳	تبسم کناں گفتش اے تیز ہوش	اصم بہ کہ گفتارِ باطل نیوش
	اس نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا اے تیز ہوش	بہرا اچھا ہے یا بیہودہ بات سننے والا
۴	کسانیکہ با من بخلوت در اند	مرا عیب پوش و ہنر گستر اند
	جو لوگ میری خلوت کے ساتھی ہیں	میرے عیب پوش اور ہنر پھیلانے والے ہیں
۵	چو پوشیدہ دارند م اخلاقِ دوں	کند ہستیم زیر و نخوت زبوں
	جب وہ میرے کمزور اخلاق چھپاتے ہیں	تو خودی مجھے مغلوب اور تکبر خراب کردیگا
۶	فرا مے نمایدکہ مے نشنوم	مگر کز تکلف مبرا شوم
	میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں سنتا نہیں ہوں	تاکہ اس بننے کی وجہ سے عیبوں سے پاک ہو جاؤں
۷	چو کالیوہ دانندم اہلِ نشست	بگویند نیک و بدم ہرچہ ہست
	جب ساتھی مجھے بہرا سمجھیں گے	تو میری اچھائی اور بُرائی جو کچھ ہے کہہ ڈالیں گے
۸	اگر بد شنیدن نیاید خوشم	ز کردار بد دامن اندر کشم
	اگر بُرائی سننا مجھے اچھا نہ معلوم ہو گا	تو بدعادت سے میں دامن بچا لوں گا
۹	بحبلِ ستایش فراچہ مشو	چو حاتم اصم باش و غیبت شنو
	تعریف کی رسی کے ذریعہ کنویں میں نہ گر	حاتم کی طرح بہرا بن اور بُرائی سن
۱۰	سعادت نجست و سلامت نیافت	کہ گردن ز گفتارِ سعدیؒ بتافت
	نیک بختی نہ تلاش کی اور سلامتی حاصل نہ کی	جس نے سعدیؒ کی بات سے گردن موڑی

(۱) مگس: مکھی۔ چوں: کیسے۔ فہم کردی: سمجھا تونے۔ خروش: آواز۔ مارا: ہم کو۔ بدشواری: مشکل کے ساتھ۔ آمد: آئی۔ بگوش: کان میں۔ (۲) کاگاہ: جوکہ آگاہ۔ کردی: ہوگیا تو۔ ببانگ مگس: مکھی کی آواز سے۔ نشاید: نہیں چاہیئے۔ اصم: بہرا۔ خواندت: تجھ کو کہنا۔ زیں سپس: اس کے بعد۔ (۳) تبسم کناں: ہنستے ہوئے۔ گفتش: کہا اس کو۔ تیز ہوش: زیادہ ہوشیار۔ اصم: بہرا۔ بہ: بہتر۔ گفتارِ باطل: جھوٹی باتیں۔ نیوش گفتار: کے ساتھ لگ کر باتیں سننے والا۔ (۴) کسانیکہ: جو لوگ کہ۔ با من: میرے ساتھ۔ بخلوت: تنہائی میں۔ در آند: ہیں۔ مرا: میرے۔ عیب پوش: عیب چھپانے والا۔ ہنر گستر: خوبی پھیلانے والا۔ (۵) چو: جب۔ دارندم: رکھیں گے مجھ سے۔ اخلاق دوں: کمینے اخلاق۔ کند: کرے گی۔ ہستیم: خودی مجھ کو۔ نخوت: تکبر۔ زبوں: کمزور، بے حال۔ (۶) فرا مے نماید: ظاہر دکھاتا ہوں میں۔ مے نشنوم: میں نہیں سنتا ہوں۔ مگر کز تکلف: مگر تاکہ تکلف سے۔ مبرا: بری۔ شوم: ہوجاؤں میں۔ (۷) چو: جب۔ کالیوہ: بہرا۔ دانندم: مجھ کو جانیں گے۔ اہل نشست: پاس بیٹھنے والے۔ بگویند: کہیں گے۔ نیک و بدم: میری نیکی بدی۔ ہرچہ: جو کچھ۔ ہست: ہے۔ (۸) بد شنیدن: بُرائی سننا۔ نیاید: نہیں آوے گی۔ خوشم: اچھی مجھ کو۔ کردارِ بد: بُرا کردار۔ دامن اندر کشم: دامن کھینچ لوں گا یعنی چھوڑ دوں گا۔ (۹) بحبل ستائش: تعریف کی رسی سے۔ فراچہ: کنویں میں۔ مشو: مت ہو۔ چو حاتم: حاتم کی طرح۔ اصم باش: بہرا ہوجا۔ غیبت: بُرائی۔ شنو: سُن۔ (۱۰) سعادت: نیک بختی۔ نجست: نہیں ڈھونڈی۔ نیافت: نہیں پائی۔ زگفتارِ سعدیؒ: سعدیؒ کی باتوں سے۔ بتافت: پھیر لی۔

تشریح: (۱) ہمارے (مریدین کے) پاس قوت سماعت انتہا درجے کی ہے ہمیں تو مکھی کی آواز سنائی نہیں دی لیکن آپ (حاتم اصم) کو یہ آواز کس طرح سنائی دی ہے۔ (۲) جب آپ (حاتمؒ) کو مکھی کی باریک آواز بآسانی سنائی دیتی ہے اور سمجھ میں بھی آتی ہے تو پھر آپ (حاتمؒ) کو اصم یعنی بہرا نہیں کہنا چاہیئے۔ (۳) انہوں (حضرت حاتمؒ) نے فرمایا کہ اے ذی ہوش (مرید) جھوٹ اور چغلی پر مبنی باتیں سننے سے بہتر ہے کہ آدمی بہرا رہے (۴) میرے (شیخ حاتم اصم کے) اردگرد کے ماحول میں جو لوگ رہتے ہیں۔ وہ سب کے سب میرے مداح (تعریف کرنے والے) ہیں۔ میرے عیوب کی نشاندہی کرنے والا کوئی بھی نہیں۔ (۵) جب میری بُرائیاں میرے سامنے بیان نہ ہوں گی تو میں (حاتمؒ) بھی خودپسندی اور تکبر میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔ (۶) یہی وجہ ہے کہ میں (شیخ حاتمؒ) نے خود کو بہرا باور کیا ہوا ہے تاکہ لوگ مجھے بہرہ سمجھ کر کوئی تکلف نہ برتیں۔ (۷) جب میرے ہم نشیں مجھے (حاتمؒ) بہرا سمجھ کر خود میرے سامنے میری بُرائیاں کریں گے تو میں اپنی اصلاح کروں گا۔ (۸) جب میں (حاتم اصمؒ) اپنی بُرائی سُن کر بُرا محسوس کروں گا تو لازمی بات ہے کہ اسے (بُرائی کو) چھوڑ دوں گا۔ (۹) اپنی تعریف سن کر تکبر میں آنے کی بجائے شیخ حاتمؒ کی طرح بہرا بن کر اپنی بُرائی سُن تاکہ تجھ میں اصلاح کا مادہ پیدا ہوجائے۔ (۱۰) جو شخص سعدیؒ کے مواعظ و نصائح سے مُنہ موڑتا ہے۔ اسے سعادتمندی حاصل نہیں ہوتی۔

(۱) ازیں بہ نصیحت گرے بایدت ۔۔۔ ندانم پس از وے چہ پیش آیدت

اس سے بڑھ کر تجھے کون سا نصیحت کرنیوالا چاہیئے ۔۔۔ مجھے معلوم نہیں اس کے بعد تجھے کیا پیش آئے

حکایت زاہد و دزد[2]

چور اور پارسا کا قصہ

(۳) عزیزے در اقصائے تبریز بود ۔۔۔ کہ ہموارہ بیدار و شب خیز بود

تبریز کے اطراف میں ایک باعزت شخص تھا ۔۔۔ جو ہمیشہ بیدار اور تہجد گزار تھا

(۴) شبے دید جائے کہ دزدے کمند ۔۔۔ بہ پیچید و برطرف بامے فگند

ایک رات اس نے دیکھا کہ ایک چور نے کمند ۔۔۔ لپیٹی اور ایک بالا خانہ کے کنارے پر پھینکی

(۵) کساں را خبر کرد و آشوب خاست ۔۔۔ ز ہر جانبے مرد باچوب خاست

اس نے لوگوں کو خبردار کردیا اور شور اٹھا ۔۔۔ ہر جانب سے آدمی لکڑی لے کر آئے

(۶) چو نامردم آواز مردم شنید ۔۔۔ میانِ خطر جائے بودن نہ دید

جب چور نے آدمیوں کی آواز سنی ۔۔۔ تو خطرے میں ٹھہرنے کا موقع نہ دیکھا

(۷) نہیبے ازاں گیر و دار آمدش ۔۔۔ گریزے بوقت اختیار آمدش

اس دار و گیر کا اس کو ڈر لگا ۔۔۔ بروقت بھاگ جانا اس کو مناسب معلوم ہوا

(۸) ز رحمت دل پارسا موم شد ۔۔۔ کہ شب دزد بےچارہ محروم شد

رحم سے پارسا کا دل موم ہوگیا ۔۔۔ کہ رات کا چور بیچارہ محروم ہوگیا

(۹) بتاریکی از وے فراز آمدش ۔۔۔ براہِ دگر پیش باز آمدش

اندھیرے میں اس سے آگے نکل گیا ۔۔۔ پلٹ کر دوسرے راستے سے اس کے سامنے آیا

(۱۰) کہ یارا مرو آشنائے توام ۔۔۔ بمردانگی خاک پائے توام

اے یار مت بھاگ میں تیری جان پہچان کا ہوں ۔۔۔ بہادری میں تیرے پیر کی خاک ہوں

(۱) ازیں بہ: اس سے بہتر۔ نصیحت گرے: کوئی نصیحت کرنے والا۔ بایدت: تجھ کو چاہیئے۔ ندانم: میں نہیں جانتا۔ پس از وے: اس کے بعد۔ چہ پیش آیدت: کیا پیش آدے تجھ کو۔ (۲) زاہد: پرہیزگار۔ دزد: چور۔ (۳) عزیزے: ایک عزت دار۔ اقصائے تبریز: تبریز کے اطراف میں۔ تبریز ایران کا ایک شہر جس کی طرف شمس الدین تبریزی منسوب ہیں۔ بود: تھا۔ ہموارہ: ہمیشہ۔ شب خیز: رات کو اٹھ کر عبادت کرنیوالا (۴) شبے: ایک رات۔ دید: اس نے دیکھا۔ جائے: ایک جگہ۔ دزدے: ایک چور۔ بپچید: لپیٹی۔ برطرف بامے: ایک کوٹھے کی منڈیر پر۔ فگند: پھینکی۔
(۵) کساں را: لوگوں کو۔ کرد: کردی۔ آشوب: شور۔ خاست: اٹھا۔ زہر جائے: ہر طرف سے۔ باچوب: لکڑی لے کر۔ خاست: اٹھا۔ (۶) چو نامردم: یعنی چور۔ مردم: لوگ۔ شنید: سنی۔ میانِ خطر: خطرے کے درمیان۔
(۷) نہیبے: خوف۔ ازاں گیر و دار: اس پکڑ دھکڑ سے آمدش: اس کو آیا۔ گریزے: بھاگ جانا۔ بوقت: بروقت۔ اختیار: پسند۔ آمدش: آیا اس کو۔
(۸) ز رحمت: رحم کی وجہ سے۔ دلِ پارسا: پرہیزگار کا دل۔ موم شد: موم ہوگیا۔ شب دزد: رات کا چور۔
(۹) بتاریکی: اندھیرے میں۔ از وے: اس سے۔ فراز: آگے۔ آمدش: آیا اس کے۔ براہِ دگر: دوسری راہ سے پیش باز: واپس اس کے سامنے۔ (۱۰) یارا: اے یار مرو: مت جا۔ آشنائے توام: تیرا دوست ہوں میں بمردانگی: بہادری میں۔ خاک پائے تو: تیرے پاؤں کی مٹی۔ ام: ہوں میں۔

تشریح: (۱) اگر تو اس سے بہتر نصیحت و ناصح کا منتظر ہے تو نا معلوم تیری کیا حالت ہوگی۔ (کیونکہ شیخ سعدیؒ سے اچھا ناصح شاید کوئی اور ہو)۔
(۲) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نیک صفت لوگ اپنے گھر میں آنے والے چوروں اور رہزنوں کو بھی محروم نہیں کرتے۔
(۳) ایران کے شہر تبریز میں ایک ذی وقار شخص رہائش پذیر تھا۔ وہ شب بیداری کو اپنا محبوب مشغلہ سمجھتا تھا۔ (راتوں کو عبادت کرتا تھا)
(۴) ایک رات اس (شب بیدار بزرگ) نے دیکھا کہ کسی چور نے اپنی کمند کسی مکان کی منڈیر پر لپیٹ کر پھینکی۔
(۵) شب بیدار بزرگ کے شور وغل کرنے پر چاروں طرف سے لوگ ڈنڈے لے کر جمع ہوگئے۔
(۶) پست حوصلہ چور نے لوگوں کی آواز سن کر خطرے کو محسوس کیا اور چھپنے کے لیئے کہیں جگہ نہ پائی۔
(۷) گرفتاری کے بعد پٹائی وغیرہ کے خوف سے ناکامی کے عالم میں چور نے وہاں سے فرار ہونا ہی مناسب سمجھا۔
(۸) چور کی ناکامی کا سوچ کر شب بیدار بزرگ نے افسوس کیا کہ رات بھر مشقت اٹھانے کے باوجود اسے (چور کو) ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا دل پسیج گیا۔
(۹) شب بیدار بزرگ دوسرے راستے سے بھاگا اور چور کے آگے کھڑا ہو کر اس کا راستہ روک لیا۔
(۱۰) اور چور سے کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ دلیری میں میں (شب بیدار بزرگ) تجھ سے بہت پیچھے ہوں۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	ندیدم بسرپنجگی چوں تو کس	کہ جنگ آوری بر دو نوع ست بس
	بہادری میں میں نے تجھ جیسا کوئی نہیں دیکھا	اس لیے کہ لڑائی بس دو طریقہ سے ہوتی ہے
۲	یکے پیش خصم آمدن مردوار	دوم جاں بدر بردن از کارزار
	ایک تو دشمن کے مقابلہ میں بہادرانہ آنا	دوسرے لڑائی کے میدان سے جان بچالے آنا
۳	بدیں ہر دو خصلت غلامِ توام	چہ نامی کہ مولائے نامِ توام
	ان دونوں باتوں میں میں تیرا غلام ہوں	تیرا کیا نام ہے میں تیرے نام کا غلام ہوں
۴	گرت رائے باشد بحکم کرم	بجائے کہ میدانمت رہ برم
	اگر تیری عنایت سے رائے ہو	تو ایک جگہ مجھے معلوم ہے تجھے لے چلوں
۵	سرئیست کوتاہ و در بستہ سخت	نہ پندارم آنجا خداوند رخت
	ایک چھوٹا سا مکان ہے اور دروازہ خوب بند ہے	میرا خیال ہے وہاں سامان والا نہیں ہے
۶	کلوخے دو بالائے ہم برنہیم	یکے پائے بر دوش دیگر نہیم
	اوپر تلے کچھ ڈلے رکھ لیں گے	ایک دوسرے کے کندھے پر پیر رکھ لیں گے
۷	بچنداں کہ در دستت افتد بساز	ازاں بہ کہ گردی تہی دست باز
	جو ہاتھ لگ جائے گا اس پر صبر کر لینا	اس سے بہتر ہو گا کہ خالی ہاتھ لوٹے
۸	بدلداری و چاپلوسی و فن	کشیدش سوئے خانۂ خویشتن
	دلداری اور چاپلوسی اور تدبیر سے	اس کو اپنے گھر کی طرف کھینچ لے گیا
۹	جواں مرد شب رو فرو داشت دوش	بکتفش برآمد خداوند ہوش
	رات کو چلنے والے جوان مرد نے کندھا دیا	صاحب ہوش اس کے کندھے پر چڑھا
۱۰	بغلطاق و دستار و رختیکہ داشت	زبالا بدامانِ او درگذاشت
	کرتہ اور عمامہ اور جو سامان بھی اس کے یہاں تھا	اوپر سے اس کے دامن میں ڈال دیا

(۱) ندیدم: نہیں دیکھا میں نے۔ بسرپنجگی: طاقت میں۔ چوں: تو، تیرے جیسا۔ کس: کوئی شخص۔ جنگ آوری: لڑائی۔ بر دو نوع: دو قسموں پر۔ ست: ہے۔ بس: صرف۔ (۲) یکے: ایک۔ پیش خصم: دشمن کے سامنے۔ آمدن: آنا۔ مردوار: مردوں کی طرح۔ دوم: دوسرے۔ بدر بردن: باہر لے جانا۔ از کارزار: لڑائی کے میدان سے۔ (۳) بدیں ہر دو: ان دونوں کے ساتھ۔ خصلت: عادت۔ غلام توام: تیرا غلام ہوں میں۔ چہ نامی: تیرا کیا نام ہے۔ مولائے نام تو: تیرے نام کا غلام۔ آم: ہوں میں۔ (۴) گرت: اگر تیری۔ باشد: ہووے۔ بحکم کرم: بخشش کے لحاظ سے۔ بجائے کہ: جو جگہ کہ۔ میدانمت: میں جانتا ہوں۔ ت: تجھ کو۔ رہ برم: رہبری کروں میں۔ (۵) سرئیست: ایک مکان ہے۔ کوتاہ: نیچا۔ در بستہ: دروازہ بند کیا ہوا۔ نہ پندارم: میں نہیں خیال کرتا۔ آن جا: وہاں۔ خداوند رخت: سامان کا مالک۔ (۶) کلوخے: دو دو ڈھیلے۔ بالائے ہم: ایک دوسرے پر۔ برنہیم: رکھ لیں گے ہم۔ یکے پائے: ایک شخص کے پاؤں کو۔ بر دوش دیگر: دوسرے کے کندھے پر۔ نہیم: رکھ لیں گے۔ (۷) بچنداں کہ: جتنا کہ۔ در دستت: تیرے ہاتھ میں۔ افتد: پڑ جائے۔ بساز: بنالے یعنی غنیمت سمجھ۔ ازاں بہ: اس سے بہتر۔ گردی: لوٹے تو۔ تہی دست: خالی ہاتھ۔ باز: واپس۔ (۸) بدلداری: دلداری کے ساتھ۔ چاپلوسی: خوشامد۔ فن: مکر۔ کشیدش: اس کو کھینچا۔ سوئے خانۂ خویشتن: اپنے گھر کی طرف۔ (۹) جوان مرد شب رو: رات کو چلنے والا نوجوان یعنی چور۔ فرو داشت: نیچے رکھا۔ دوش: کندھا۔ بکتفش: اس کے کندھے پر۔ برآمد: آیا یعنی چڑھا۔ خداوند ہوش: ہوش والا یعنی پارسا۔ (۱۰) غلطاق: کُرتہ۔ دستار: پگڑی۔ رختیکہ: جو سامان کہ۔ داشت: اس نے رکھا۔ زبالا: اوپر سے۔ بدامانِ او: اس کے دامن میں۔ درگذاشت: چھوڑ دیا۔

تشریح: (۱) مجھے (شب بیدار بزرگ کو) تسلیم ہے کہ تجھ (چور) سے زیادہ طاقتور آدمی کسی اور جگہ پر موجود نہیں ہے۔ لڑائی ہمیشہ دو قسم کی ہوتی ہے۔ (۲) لڑائی کی ایک قسم تو یہ ہے کہ مردانہ وار دشمن کا مقابلہ اور جنگ کی دوسری قسم یہ ہے کہ میدان سے اپنی جان بچا کر بھاگ نکلنا۔ (۳) میں (شب بیدار بزرگ) ان دونوں صفتوں میں تجھے پایۂ کمال تک پہنچا ہوا دیکھتا ہوں۔ اپنا نام بتاؤ۔ کیونکہ میں تیرے نام کی غلامی کرتا ہوں۔ (۴) اگر تیرا خیال ہو کہ ناکامی نہ ہو تو میں (شب بیدار بزرگ) ایسے مکان کی طرف رہنمائی کرتا ہوں جو میرے علم میں ہے۔ (۵) یہ نچلی سطح کا (نیچا سا) مکان ہے۔ اس کا دروازہ انتہائی مضبوطی سے بند ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس (مکان) کا مالک کہیں گیا ہوا ہے یعنی گھر پر موجود نہیں۔ (۶) دو دو اینٹیں رکھ کر اور ایک آدمی دوسرے کے کندھے پر کھڑا ہو کر اس تدبیر سے مکان کی چھت تک بآسانی پہنچا جا سکتا ہے۔ (۷) اس مکان سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے۔ وہ لے لے۔ کیونکہ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔ (۸) خوشامد و چاپلوسی کے ہتھیاروں سے اس (شب بیدار بزرگ) نے چور کو زیر کر کے اپنے ہی مکان کی طرف لے آیا۔
(۹) چنانچہ چور نے اس (شب بیدار بزرگ) کی بات مانتے ہوئے نیچے کندھا دیا۔ اور وہ (بزرگ) اس کے کندھوں پر چڑھ کر چھت تک پہنچ گیا۔
(۱۰) اور وہاں (مکان کے اندر) سے کرتہ و پگڑی و دیگر سامان اٹھا کر اس (چور) کے دامن میں پھینک دیا۔

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ دوم
وز آں جا بر آورد غوغا کہ دزد	۱	ثواب اے جواناں و یاری و مزد
اور پھر شور کر دیا کہ چور ہے		اے جوانو! ثواب اور مدد اور اجر کا موقع ہے
بدر جست ز آشوب دزد دغل	۲	دواں جامۂ پارسا در بغل
مکار چور شور کی وجہ سے باہر کو کودا		پارسا کا کپڑا بغل میں دبا کر بھاگا
دل آسودہ شد مرد نیک اعتقاد	۳	کہ سرگشتہ را بر آمد مراد
نیک اعتقاد مرد کا دل ٹھنڈا ہو گیا		اس لیے کہ حیران آدمی کی مراد پوری ہوگئی
خبیثے کہ بر کس ترحم نہ کرد	۴	بہ بخشود بر روئے دل نیک مرد
جس خبیث نے کسی پر رحم نہ کھایا		اس پر ایک نیک شخص کے دل نے رحم کیا
عجب نیست در سیرت بخرداں	۵	کہ نیکی کنند از کرم با بداں
عقلمندوں کی عادت میں یہ تعجب کی بات نہیں ہے		کہ وہ شرافت کی وجہ سے بُروں کے ساتھ نیکی کریں
در اقبالِ نیکاں بداں مے زیند	۶	وگرچہ بداں اہل نیکی نیند
نیکوں کے اقبال میں بُرے جیتے ہیں		اگرچہ بُرے نیکی کے اہل نہیں ہیں

حکایت در معنی جفائے دشمن از بہر دوست

دوست کی خاطر دشمن کے ظلم سہنے کا قصہ

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ دوم
یکے را چو سعدیؒ دل سادہ بود	۸	کہ با سادہ روئے در افتادہ بود
سعدیؒ کی طرح ایک شخص کا دل بھولا تھا		جو ایک بھولی صورت والے پر عاشق تھا
جفا بردے از دشمن سخت گوئے	۹	ز چوگانِ سختی بجستے چو گوئے
سخت بات کہنے والے دشمن کا ظلم سہتا		سختی کے بلّے سے گیند کی طرح اچھلتا
ز کس چیں بر ابرو نینداختے	۱۰	ز بازی بہ تندی نہ پرداختے
کسی سے ابرو پر شکن نہ ڈالتا		ہنسی مذاق سے غصہ میں نہ آتا

(۱) وز آں جا: اور اس جگہ سے۔ بر آورد: نکالا۔ غوغا: شور۔ دزد: چور۔ یاری: مدد۔ مزد: مزدوری۔ (۲) بدر: باہر۔ جست: کود گیا۔ ز آشوب: شور سے۔ دزد دغل: مکار چور۔ دواں: دوڑتا ہوا۔ جامۂ پارسا: پرہیزگار کے کپڑے (۳) آسودہ شد: مطمئن ہو گیا۔ نیک اعتقاد: اچھے اعتقاد والا۔ سرگشتہ را: ایک پریشان کو۔ بر آمد: نکل آئی۔ (۴) خبیثے کہ: جو خبیث کہ۔ بر کس: کسی پر۔ ترحم نکرد: رحم نہیں کیا۔ بہ بخشود: بخشش کی۔ بر روئے: اس پر۔ دل نیک مرد: نیک مرد کے دل نے۔ (۵) عجب نیست: تعجب نہیں۔ بسیرت بخرداں: عقل مندوں کی عادت۔ کنند: کریں۔ از کرم: شرافت کی وجہ سے۔ با بداں: بُروں کے ساتھ۔
(۶) اقبال نیکاں: نیکوں کا اقبال۔ بداں: بُرے لوگ۔ مے زیند: جیتے ہیں۔ بداں: بُرے۔ اہل نیکی: نیکی کے اہل۔ نیند: نہیں ہیں۔ (۷) معنی: مضمون۔ جفائے دشمن: دشمن کا ظلم۔ بہر دوست: دوست کے واسطے (۸) یکے را: ایک شخص کا۔ چو سعدی: سعدیؒ کی طرح۔ دل سادہ: بھولا دل۔ بود: تھا۔ سادہ روئے: ایک خوبصورت۔ در افتادہ: پڑا ہوا۔ بود: تھا۔
(۹) جفا: ظلم۔ بردے: لے جاتا۔ سخت گو: سخت بات کہنے والا۔ ز چوگان سختی: سختی کے بلّے سے یعنی مار پیٹ سے۔ بجستے: وہ کودتا۔ چو گوئے: گیند کی طرح (۱۰) ز کس: کسی شخص سے۔ چیں: بل۔ بر ابرو: ابروؤں پر۔ نینداختے: وہ نہ ڈالتا۔ ز بازی: ہنسی کھیل سے۔ بہ تندی: تیزی میں، غصے میں۔ نہ پرداختے: نہ مشغول ہوتا۔

تشریح: (۱) اس کارروائی سے فراغت کے بعد چور چور کہہ کر شور کرنا شروع کر دیا۔ اور کہا کہ لوگو! میری مدد کرو۔ ثواب کا یہی موقع ہے۔ (۲) چور نے جب شور سنا تو مکان سے باہر کود گیا۔ اور شب بیدار بزرگ کے کپڑے و دیگر سامان بغل میں دبا کر بھاگ نکلا۔ (۳) نیک اعتقاد شخص (شب بیدار بزرگ) کو قلبی اطمینان حاصل ہو گیا کہ ایک ضرورت مند (چور) میرے شور کی وجہ سے محروم ہوا تھا اور میرے واویلا کرنے سے کامیاب ہو گیا۔ (۴) جو خبیث و بے رحم کبھی کسی پر ترس نہیں کھاتا۔ نیک طبع لوگ اس پر بھی داد و دہش سے کام لے کر بخشش کرتے ہیں۔ (۵) اس میں کوئی تعجب نہیں کہ نیک لوگ بُروں کے ساتھ نیک برتاؤ کریں۔ کیونکہ بلا امتیاز حسن سلوک ہمیشہ سے ان (نیک لوگوں) کا محبوب وطیرہ ہے۔ (۶) بُرے لوگ نیکی کے قابل نہیں ہوتے۔ لیکن ان (بدکاروں) کی زندگی نیکوکار لوگوں کے زیر سایہ بسر ہوتی ہے۔ (۷) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو دل سچی محبت کا مسکن ہوتا ہے۔ اس میں بغض و عداوت کا سمانا محال ہے۔ (۸) شیخ سعدیؒ جیسا ایک شخص دل سادہ لوح تھا۔ وہ (سادہ دل شخص) کسی خوبصورت نازنین کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ (۹) اذیت ناک دشمن کی مار پیٹ سے اس طرح کودتا تھا۔ جیسے بلّے کی پٹائی سے گیند اچھلتی ہے۔
(۱۰) وہ (سادہ دل)، ہر قسم کا جبر و تشدد خندہ پیشانی سے جھیلتا تھا۔ اسے (سادہ دل کو) کبھی کسی ظالم پر غصہ نہ آتا تھا۔

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۱	یکے گفتش آخر ترا ننگ نیست	خبر زیں ہمہ سیلی و سنگ نیست
	ایک شخص نے اس سے کہا تجھے ذلت محسوس نہیں ہوتی	ان سب طمانچوں اور پتھروں کا تجھے پتہ نہیں ہے
۲	تنِ خویشتن شغبہ دوناں کنند	ز دشمن تحمل زبوناں کنند
	کمینے اپنا بدن چکنا کرتے ہیں	کمزور انسان دشمن کی برداشت کرتے ہیں
۳	نشاید زجاہل خطا درگزاشت	کہ گویند یارا و مردی نداشت
	جاہل کی خطا معاف نہیں کرنی چاہیئے	ورنہ لوگ کہیں گے بہادری اور طاقت نہ رکھتا تھا
۴	چہ خوش گفت شیدائے شوریدہ سر	جوابے کہ شاید نبشتن بزر
	سر پھرے عاشق نے کیا اچھی بات کہی	ایسا جواب دیا جو سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے
۵	دلم خانۂ مہر یار ست و بس	ازاں مے نگنجد درو کین کس
	میرا دل تو فقط دوست کی محبت کا گھر ہے	اسی وجہ سے اس میں کسی سے کینہ کی گنجائش نہیں ہے

حکایت

کہانی

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۷	چہ خوش گفت بہلولِ فرخندہ خوئے	چو بگذشت بر عارفِ جنگ جوئے
	مبارک عادت بہلول نے کیا اچھی بات کہی	جب ایک لڑاکا بزرگ کے پاس سے گذرا
۸	گر ایں مدعی دوست بشناختے	بہ پیکارِ دشمن نہ پرداختے
	اگر یہ بزرگی کا مدعی دوست کو پہچان لیتا	تو دشمن کے جھگڑے میں نہ لگتا
۹	گر از ہستیٔ حق خبر داشتے	ہمہ خلق را نیست پنداشتے
	اگر اس کو خدا کے وجود کا پتہ لگ جاتا	تو تمام مخلوق کو معدوم سمجھتا

(۱) یکے: ایک۔ گفتش: اس کو کہا۔ ترا: تجھ کو۔ ننگ: شرم۔ نیست: نہیں ہے۔ زیں ہمہ: ان تمام سے۔ سیلی، تھپڑ۔ سنگ: پتھر۔ نیست: نہیں ہے۔

(۲) تنِ خویشتن: اپنا جسم۔ شغبہ: ذلیل پامال۔ دوناں: کمینے۔ کنند: کرتے ہیں۔ تحمل: برداشت۔ زبوناں: کمزور لوگ۔

(۳) نشاید: نہیں چاہیئے۔ زجاہل: بے تمیز سے۔ درگزاشت: معاف کرنا۔ گویند: کہیں گے۔ یارا و مردی: طاقت اور حوصلہ۔ نداشت: نہیں رکھتا۔

(۴) چہ خوش: کیا خوب۔ گفت: کہا۔ شیدائے شوریدہ: سر پھرا عاشق۔ جوابے کہ: ایسا جواب کہ۔ شاید نبشتن: لکھنا چاہیئے۔ بزر: سونے کے ساتھ۔

(۵) دلم: میرا دل۔ خانۂ مہر یار: یار کی محبت کا گھر۔ ست: ہے۔ ازاں: اس وجہ سے۔ نگنجد: نہیں سماتا۔ درو: اس میں۔ کینِ کس: کسی کا کینہ۔ (۶) حکایت: کہانی۔

(۷) چہ خوش گفت: کیا خوب کہا۔ بہلول: ایک ولی کامل جو مجذوب تھا۔ اور اسے بہلول دانا کہتے تھے۔ فرخندہ خو: مبارک عادت والا۔ چو: جب۔ بگذشت: گزرا۔ عارف: خدا کو پہچاننے والا۔ جنگ جو: لڑاکا۔

(۸) ایں: یہ۔ مدعی: دعویدار۔ بشناختے: پہچان لیتا۔ پیکارِ دشمن: دشمن کی لڑائی۔ نہ پرداختے: نہ مشغول ہوتا۔

(۹) ہستیٔ حق: حق تعالیٰ کے وجود۔ خبر داشتے: وہ خبر رکھتا۔ ہمہ خلق: تمام مخلوق۔ نیست: عدم، معدوم۔ پنداشتے: سمجھتا۔

تشریح: (۱) کسی شخص نے اسے (سادہ دل کو) شرم دلاتے ہوئے کہا کہ کیا تجھے ان تھپڑوں اور پتھروں سے ہونے والی ذلت کا احساس نہیں۔

(۲) اپنی ذات کو ذلت و پامالی کے کنوئیں میں صرف کمینے لوگ ڈالتے ہیں۔ اور دشمن کے مصائب محض ضعیف لوگ برداشت کرتے ہیں۔

(۳) جاہلوں کے سامنے تحمل مزاجی اچھی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ایسے شخص کے بارے میں لوگوں کی رائے بے غیرتی کے الفاظ پر مبنی ہوتی ہے۔

(۴) لیکن سادہ دل محب نے ایسا عجیب جواب دیا جو سنہری لفظوں سے لکھنے کے قابل ہے۔ (یعنی اس کا جواب اقوالِ زرّیں میں سے ہے)

(۵) دل کے خانے میں صرف ایک چیز رہ سکتی ہے۔ محبت یا عداوت۔ جب خانۂ دل میں محبت گھر کر جائے تو پھر دل میں بغض و عداوت نہیں آسکتے

(۶) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ والے اپنا وقت مخلوق کی توجہ میں ضائع نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی لڑائی کسی سے نہیں ہوتی

(۷) نیک صفت بزرگ بہلولؒ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرا جو فقیر و درویش ہونے کے باوجود کسی سے جھگڑا کر رہا تھا۔

(۸) اگر یہ (جھگڑالو بزرگ) صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا تو اسے کسی کے ساتھ فساد کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

(۹) جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے۔ اس کی نظر میں دنیا و مافیہا کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ وہ (دنیا و مافیہا) محض ایک جھوٹ ہوتی ہے۔

حکایت لقمانِ حکیم با بغدادیے

ایک بغدادی کے ساتھ لقمان حکیم کا قصہ

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
شنیدم کہ لقمان سیہ فام بود	۲	نہ تن پرور و نازک اندام بود
میں نے سنا ہے کہ لقمان حکیم کالے تھے		تن پرور اور نازک بدن نہ تھے
یکے بندۂ خویش پنداشتش	۳	بہ بغداد و در کارِ گل داشتش
ایک شخص نے ان کو اپنا غلام سمجھ لیا		بغداد میں مٹی کے کام پر لگا دیا
بسالے سرائے بپرداختش	۴	کس از بندۂ خواجہ نشناختش
ایک سال تک اس کے گھر میں لگے رہے		غلام ہونے کے سوا ان کو کوئی آقا نہ سمجھا
چو پیش آمدش بندۂ رفتہ باز	۵	ز لقمانش آمد نہیبے فراز
جب اس کا بھاگا ہوا غلام واپس آ گیا		لقمان سے اسے ڈر لگا
بپایش درافتاد و پوزش نمود	۶	بخندید لقمان کہ پوزش چہ سود
اس کے پیر پر گر پڑا اور معافی چاہی		لقمان ہنسے کہ معافی سے کیا فائدہ
بسالے ز جورت جگر خوں کنم	۷	بیک ساعت از دل بدر چوں کنم
ایک سال تک تیرے ظلم سے میں نے دل کو خون بنایا ہے		ایک دم سے دل سے کیسے نکال دوں
ولے ہم ببخشایم اے نیک مرد	۸	کہ سودِ تو مارا زیانے نکرد
لیکن اے نیک مرد میں معاف کرتا ہوں		اسلئے کہ تیرے فائدے نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا
تو آباد کردی شبستانِ خویش	۹	مرا حکمت و معرفت گشت بیش
تونے اپنا زنان خانہ آباد کیا		میری دانائی اور معرفت بڑھی
غلامے ست در رختم اے نیک بخت	۱۰	کہ فرمایمش وقتہا کارِ سخت
اے نیک بخت میرے مال میں ایک غلام ہے		میں اس کو بسا اوقات سخت کام کو کہہ دیتا ہوں

(۱) لقمان حکیم، حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے کا ایک ناموَر حکیم جس کی حکمت ضرب المثل ہے۔ اور قرآن پاک میں اس کا ذکر اس کی مدح کے لیے کافی ہے (۲) شنیدم: میں نے سنا۔ لقمان: نام حکیم۔ سیہ فام: سیاہ رنگ والا۔ بود: تھا۔ تن پرور: جسم کو پالنے والا۔ نازک اندام: پتلے اور شوخ جسم والا۔ بود: تھا۔ (۳) یکے: ایک۔ بندۂ خویش: اپنا غلام۔ پنداشتش: اس کو سمجھا۔ بغداد: ایک شہر جو عراق کا دارالحکومت ہے اور دجلہ کے کنارے پر آباد ہے۔ کارِ گل: مٹی کا کام۔ داشتش: رکھا اس کو۔ (۴) بسالے: ایک سال تک۔ سرائے: گھر۔ بپرداختش: اس میں مشغول رہا۔ کس: کوئی شخص۔ بندہ: غلام۔ خواجہ: مالک۔ نشناختش: نہ پہچانا اس کو۔ (۵) چو پیش آمدش: سامنے آیا اس کے۔ بندۂ رفتہ: بھاگا ہوا غلام۔ باز: واپس۔ ز لقمانش: اس کو لقمان سے۔ آمد: آیا۔ نہیبے: خوف۔ فراز: کل کا۔ (۶) بپایش: اس کے پاؤں میں۔ درافتاد: گر پڑا۔ پوزش: معذرت۔ نمود: پیش کی۔ بخندید: ہنس پڑا۔ چہ سود: کیا فائدہ۔ (۷) بسالے: ایک سال تک۔ ز جورت: تیرے ظلم سے۔ خوں کنم: خون کروں میں۔ بیک ساعت: ایک دم میں۔ بدر: باہر۔ چوں کنم: کیسے کروں میں۔ (۸) ولے: لیکن۔ ہم: بھی۔ ببخشایم: بخش دیتا ہوں میں۔ سودِ تو: تیرا نفع۔ مارا: ہمارا۔ زیانے: کوئی نقصان۔ نکرد: نہ کیا۔ (۹) کردی: کیا تو نے۔ شبستانِ خویش: اپنی رات گزارنے کی جگہ یعنی گھر۔ مرا: مجھ کو۔ معرفت: پہچان۔ گشت: ہو گئی۔ بیش: زیادہ۔ (۱۰) غلامے: ایک غلام۔ ست: ہے۔ رختم: میرا سامان۔ نیک بخت: نیک نصیب۔ فرمایمش: حکم دیتا ہوں میں اس کو۔ وقتہا: کئی دفعہ۔ کارِ سخت: سخت کام۔

تشریح (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو انتقام کی بجائے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

(۲) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ حضرت لقمانؑ کا رنگ سیاہ تھا۔ ان میں تن پرستی اور نزاکت نہیں تھی۔

(۳) ایک بغدادی (شخص) کا غلام فرار ہو گیا تھا۔ حضرت لقمانؑ کی شکل وصورت اس (بغدادی) کے غلام سے ملتی جلتی تھی۔ اس نے اپنے غلام کے مغالطے میں کام پر لگا دیا۔ (۴) وہ (حضرت لقمانؑ) پورا سال اس (بغدادی) کے مکان کی تعمیر میں کام کرتے رہے۔ کسی کو علم تک نہ ہوا کہ یہ غلام ہے یا آقا ہے۔

(۵) جب اس (بغدادی) کا مفرور غلام واپس آیا تو اسے (بغدادی کو)، خوف محسوس ہوا کہ کہیں جس بے جا کی وجہ سے حضرت لقمانؑ مجھ سے مواخذہ نہ کریں۔

(۶) چنانچہ معذرت کی غرض سے وہ (بغدادی) آپ (حضرت لقمانؑ) کے قدموں میں گر پڑا۔ حضرت لقمانؑ ہنسے اور فرمایا۔ کہ اب معذرت کا کوئی فائدہ نہیں۔

(۷) تیرا (بغدادی کا) سال بھر کا ظلم صرف معافی کے چند لفظوں اور تیری مسکنت کے چند لمحوں سے ایکدم دل سے کیسے نکال دوں۔

(۸) پھر بھی میں تجھے معاف کر دیتا ہوں۔ کیونکہ تیرے مفاد کے باوجود مجھے کوئی خسارہ نہیں ہوا۔

(۹) تیرا (بغدادی کا)، مکان تعمیر ہو گیا اور میری حکمت و معرفت میں اضافہ ہو گیا۔

(۱۰) اے نیک بخت آدمی (بغدادی) میرے پاس بھی ایک غلام ہے۔ کبھی کبھی میں بھی اسے سختی سے کام پر لگا دیتا ہوں۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	دگر رہ نیازارمش سخت دل	چو یاد آمدم سختی کار گل
	میں اس کے دل کو پھر زیادہ نہ ستاؤں گا	جب مجھے مٹی کے کام کی مشقت یاد آگئی
۲	ہر آنکس کہ جورِ بزرگاں نبرد	نسوزد دلش بر ضعیفاں خرد
	جس شخص نے بڑوں کا ظلم نہ سہا ہو	چھوٹے کمزوروں پر اس کا دل نہیں جلتا
۳	چنیں گفت بہرام شہ با وزیر	کہ دشخوار بازیردستاں مگیر
	بہرام بادشاہ نے وزیر سے یہ کہا	کہ ماتحتوں سے سخت کام نہ لے
۴	گر از حاکماں سخت آید سخن	تو بر زیردستاں درشتی مکن
	اگر حاکموں کی بات تجھے سخت لگتی ہے	تو ماتحتوں پر سختی نہ کر

حکایت جنید بغدادیؒ وسیرت او در تواضع

جنیدؒ بغدادی اور تواضع میں ان کی عادت کا قصہ

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۶	شنیدم کہ بر دشتِ صنعا جنیدؒ	سگے دیدہ برکندہ دندانِ صید
	میں نے سنا ہے کہ صنعا کے جنگل میں جنیدؒ نے	ایک کتا دیکھا جس کے شکار کے دانت اکھڑے تھے
۷	زنیروئے سرپنجۂ شیرگیر	فروماندہ عاجز چو روباہ پیر
	شیر کو پکڑ لینے والے پنجہ کی طاقت سے	بوڑھی لومڑی کی طرح لاچار ہو گیا تھا
۸	پس از غرم و آہو گرفتن بہ پے	لگد خوردہ از گوسپندانِ حے
	بھاگ کر ہرن اور پہاڑی بکرے پکڑنے کے بعد	قبیلہ کی بکریوں کی دو لتیاں کھاتا تھا
۹	چو مسکین و بے طاقتش دید و ریش	بدو داد یک نیمہ از زادِ خویش
	جب انہوں نے اسکو کمزور اور عاجز اور زخمی دیکھا	اپنے توشے کا آدھا اس کو دے دیا
۱۰	شنیدم کہ میگفت و خوں میگریست	کہ داند کہ بہتر ز ما ہر دو کیست
	میں نے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے اور خون کے آنسو روتے تھے	کہ کون جانتا ہے کہ ہم دونوں میں بہتر کون ہے

(۱) دگر رہ: دوبارہ۔ نیازارمش: نہیں ستاؤں گا میں اس کو۔ چو: جب۔ یاد آمدم: یاد آئے گی مجھ کو۔ سختی کار گل: مٹی کے کام کی مشقت۔ (۲) ہر آنکس: جو شخص کہ۔ جورِ بزرگاں: بڑوں کا ظلم۔ نبرد: نہیں لے گیا۔ نسوزد: نہیں جلتا۔ دلش: اس کا دل۔ ضعیفاں خورد: چھوٹے کمزور۔ (۳) چنیں: اس طرح۔ گفت: کہا۔ بہرام: ایران کا بادشاہ۔ دشخوار: سختی۔ زیردستاں: ماتحت، ملازم، کمزور۔ مگیر: مت پکڑ، نہ کر۔ (۴) حاکماں: جمع حاکم۔ سخت: تجھ کو سخت۔ آید: آوے۔ سخن: بات۔ زیردستاں: جمع ماتحت۔ درشتی: سختی۔ مکن: مت کر۔ (۵) جنید بغدادیؒ: بغداد کے رہنے والے ایک ولی کامل۔ سیرتِ او: اس کی عادت۔ تواضع: عاجزی۔ (۶) شنیدم: میں نے سنا۔ دشت صنعا: صنعا کا جنگل۔ صنعا ایک شہر جو یمن کا دارالحکومت ہے۔ سگے: ایک کتا۔ دید: دیکھا اس نے۔ برکندہ: اکھڑے ہوئے۔ دندانِ صید: شکار والے دانت۔

(۷) نیروئے: طاقت۔ سرپنجہ: پنجہ۔ شیرگیر: شیر کو پکڑنے والا۔ فروماندہ: عاجز رہ گیا۔ چو: مثل۔ روباہ پیر: بوڑھی لومڑی۔ (۸) پس: پیچھے۔ غرم: پہاڑی بکرا۔ آہو: ہرن۔ گرفتن: پکڑنا۔ بہ پے: پیچھے بھاگ کر۔ لگد: دولتی۔ خوردہ: کھائے ہوئے۔ گوسپنداں: بکریاں۔ حے: محلہ۔ (۹) بے طاقتش: اس کو بے طاقت۔ دید: دیکھا۔ ریش: زخمی۔ بدو داد: اس کو دیا۔ یک نیمہ: آدھا۔ زادِ خویش: اپنا توشہ۔ (۱۰) شنیدم: میں نے سنا۔ مے گفت: کہتا تھا۔ مے گریست: روتا تھا۔ کہ: کون۔ داند: جانے۔ زما ہر دو: ہم دونوں میں سے۔ کیست: کون ہے۔

تشریح: (۱) اب میں (لقمان) کبھی بھی اس (اپنے غلام) کی دل آزاری نہیں کروں گا۔ کیونکہ مجھے تیرے (بغدادی کے) پاس کی ہوئی مشقت کا کام یاد آیا کرے گا۔ (۲) چھوٹوں اور ضعیفوں کی تکلیف اسے محسوس ہوتی ہے جو بڑے لوگوں کے مشقت آمیز احکامات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ (۳) ایک مرتبہ بہرام شاہ اپنے وزیروں سے کہنے لگا کہ اپنے ماتحتوں پر کبھی بھی سختی نہ کرنا۔

(۴) اگر تجھے (بغدادی کو) حکمرانوں کی بدکلامی کا سامنا کرنا پڑے۔ ناگواری ہوگی۔ اس لیے تو بھی اپنے ماتحتوں سے نرمی کا برتاؤ کر۔

(۵) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ کی سیرت د تواضع کی رُو سے کسی کا خاتمہ بالخیر ہو جائے۔ تو وہ کتے سے اچھا ہے۔ ورنہ کتا بہت اچھا ہے۔ (۶) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ حضرت جنید بغدادیؒ نے صنعا کے جنگل میں ایک شکاری کتا دیکھا۔ جس کے دانت اکھڑے ہوئے تھے۔

(۷) کبھی وہ (کتا) بڑا طاقتور ہو گزرا ہوگا۔ کہ جیسے شیر کے پنجے پکڑنے والا ہو۔ مگر اب وہ (کتا) ضعیف العمر لومڑی کی طرح عاجز تھا۔ (۸) دو پہاڑی بکروں اور ہرنوں کا شکار کھیلنے کے بعد اب وہ (کتا) اس حال کو پہنچ چکا تھا کہ وہ (بکرے و ہرن) اسے دو لتیاں مار رہے تھے۔

(۹) اُسے (کتے کو) لاغر و مسکین جان کر آپ (جنید بغدادیؒ) نے اپنے کھانے میں سے نصف توشہ اس (کتے کو) کے سامنے ڈال دیا۔

(۱۰) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ وہ (جنید بغدادیؒ) روتے ہوئے کہتے جا رہے تھے کہ نہ جانے ہم دونوں (جنیدؒ اور کتے) میں کون بہتر ہے۔

	شعر (مصرع اول)	نمبر	شعر (مصرع دوم)
	بظاہر من امروز زیں بہترم بظاہر میں آج اس سے بہتر ہوں	۱	دگر تاچہ راند قضا بر سرم پھر دیکھئے قضا میرے سر پر کیا لا ڈالے
	گرم پائے ایماں نہ لغزد ز جائے اگر ایمان کے پیر نے اپنی جگہ سے لغزش نہ کی	۲	بسر بر نہم تاج عفوِ خدائے تو خدا کی معافی کا تاج سر پر رکھوں گا
	وگر کسوتِ معرفت در برم اور اگر معرفت خداوندی کا لباس میرے جسم پر	۳	نماند بہ بسیار ازیں کمترم نہ رہے تو میں اس سے بہت کمتر ہوں
	کہ سگ باہمہ زشت نامی چو مرد اسلیئے کہ کتا باوجود تمام بدنامی کے جب مرجائے گا	۴	مراو را بدوزخ نخواہند برد اس کو دوزخ میں نہ لے جائیں گے
	رہ اینست سعدیؒ کہ مردانِ راہ سعدیؒ، راستہ یہی ہے کہ طریقت کے لوگوں نے	۵	بعزت نکردند در خود نگاہ عزت سے کبھی اپنے اندر نگاہ نہیں کی
	ازیں بر ملائک شرف داشتند اسی وجہ سے وہ فرشتوں پر بزرگی رکھتے ہیں	۶	کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند چونکہ خود کو کتے سے بہتر نہیں سمجھتے ہیں

حکایت پارسا و بربط زن

پارسا اور گویّے کا قصہ

	شعر (مصرع اول)	نمبر	شعر (مصرع دوم)
	یکے بربطے در بغل داشت مست ایک مست بغل میں بربط رکھتا تھا	۸	بشب در سرِ پارسائے شکست جس کو اس نے رات کے وقت ایک پارسا کے سر پر توڑ ڈالا
	چو روز آمد آں نیک مردِ حلیم جب دن ہوا تو وہ بردبار نیک انسان	۹	بر سنگ دل برد یکمشت سیم اس سنگ دل کے پاس ایک مٹھی چاندی لے گیا
	کہ دوشنبہ مغرور بودی و مست کہ گذشتہ شب تو مغرور اور مست تھا	۱۰	ترا و مرا بربط و سر شکست تیری بربط اور میرا سر ٹوٹا

(۱) من: میں۔ امروز: آج۔ زیں: اس سے۔ بہترم: بہتر ہوں۔ دگر: پھر۔ تاچہ راند: دیکھئے کیا لے آئے۔ قضا: تقدیر۔ برسرم: میرے سر پہ۔ (۲) گرم: اگر میرا۔ پائے ایماں: ایمان کا پاؤں۔ نہ لغزد: نہ پھسلے۔ ز جائے: جگہ سے۔ بسر: سر پر۔ برنہم: رکھوں میں۔ عفو خدا: خدا کی معافی۔ (۳) وگر: اور اگر۔ کسوت معرفت: معرفت الٰہی کی پوشاک۔ در برم: میرے جسم پر۔ نماند: نہ رہے۔ بسیار: بہت۔ ازیں: اس سے۔ کمترم: گھٹیا ہوں میں۔
(۴) کہ: کیونکہ۔ سگ: کتا۔ باہمہ زشت نامی: تمام بدنامی کے باوجود۔ مراو را: خاص اس کو۔ نخواہند برد: نہیں لے جائیں گے۔ (۵) رہ اینست: راستہ یہی ہے۔ سعدیؒ: مصنف۔ مردان راہ خدا: راہ خدا کے مرد۔ بعزت: عزت کے ساتھ۔ نکردند: نہیں کی انہوں نے۔ در خود: اپنے آپ میں۔ (۶) ازیں: اسی وجہ سے۔ بر ملائک: فرشتوں پر۔ شرف: بزرگی۔ داشتند: رکھی انہوں نے۔
خود را: اپنے آپ کو۔ بہ: بہتر۔ از سگ: کتے سے۔
نہ پنداشتند: نہیں سمجھا انہوں نے۔
(۷) پارسا: پرہیزگار۔ بربط زن: بربط بجانے والا۔
(۸) یکے: ایک۔ بربطے: ایک بربط۔ داشت: رکھتا تھا۔ بشب: رات کو۔ در سرِ پارسائے: ایک پرہیزگار کے سر میں۔ شکست: توڑ دی۔
(۹) چو: مثل۔ روز: دن۔ آمد: آیا۔ آں: وہ۔ حلیم: بردبار۔ بر سنگ دل: پتھر دل کے پاس۔ برد: لے گیا۔ یکمشت: ایک مٹھی۔ سیم: چاندی۔
(۱۰) دوشنبہ: کل رات۔ مغرور بودی: مست تھا تو۔ ترا و مرا: تیرا اور میرا۔ بربط: ایک ساز۔ سر شکست: سر ٹوٹ گیا۔

تشریح: (۱) بقول جنید بغدادیؒ، آج ظاہری طور پر اگرچہ میں اس (کتے) سے بہتر ہوں لیکن نتیجے کے طور پر تقدیر کا فیصلہ کیا ہوگا۔
(۲) اگر میرا خاتمہ بالخیر ہوجائے تو میں (جنید بغدادیؒ) اس (کتے) سے بہتر ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا تاج اپنے سر پہ رکھوں گا۔
(۳) اگر میرا خاتمہ خراب ہوا تو مغفرت نہ ہونے کے باعث اس کتے کا مقام مجھ سے زیادہ بلند ہے۔ (کیونکہ آخرت میں اس سے بازپرس نہ ہوگی)
(۴) کتے میں اگرچہ ذلت دخواری پائی جاتی ہے۔ پھر بھی اس تمامتر ذلت اٹھانے کے باوجود مرنے کے بعد اسے (کتے کو) جہنم میں ہرگز نہیں جانا پڑے گا۔ (۵) اے سعدیؒ! اللہ والے لوگ ایک ہی راستہ اختیار کرتے ہیں اور وہ راستہ دوسروں کی عزت کرنا ہے۔ اپنی عزت پر اُن (اللہ والوں) کی نگاہ نہیں جاتی۔ (۶) یہی وجہ ہے کہ اللہ والے لوگ فرشتوں سے بھی بلند مقام رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ (اللہ والے) خود کو کتے سے بہتر نہیں سمجھتے۔
(۷) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جاہلوں کی بے ہودگی برداشت کریں۔ اور ان (جاہلوں) کی دلجوئی کرکے ہدایت کا سبب بنیں۔ (۸) شراب کے نشے میں بدمست ایک شخص اپنے ہاتھ میں بربط (بجانے کا آلہ) لیئے ہوئے تھا۔ رات کے اندھیرے میں کسی ولی اللہ سے جھگڑنے پر اس نے بربط سر پہ مار کر اسے توڑ دیا۔ (۹) دن کے وقت وہ (ولی اللہ) خرمست بدمعاش کے پاس کچھ رقم یا چاندی لے کر جا پہنچ گیا۔
(۱۰) اور کہا کہ کل رات نشے میں چور ہونے کی وجہ سے تو (شرابی) نے میرے سر پہ اپنی بربط (بجانے کا آلہ) توڑ ڈالی۔ اور میرا سر بھی ٹوٹ گیا۔

مرا بہ شد آں زخم و برخاست بیم	۱	ترا بہ نخواہد شد الا بہ سیم
میرا وہ زخم اچھا ہوگیا اور اندیشہ جاتا رہا		تیری بربط روپے سے ہی ٹھیک ہوگی
ازیں دوستانِ خدا برسرند	۲	کہ از خلق بسیار برسر خورند
اسی سبب سے خدا کے دوست سردار ہیں		کیونکہ مخلوق کی بہت سی باتیں برداشت کرتے ہیں

حکایت در معنی صبر مرداں بر جفائے نااہلاں

قصہ نااہلوں کے ظلم پر شریفوں کے صبر کے بیان میں

شنیدم کہ در خاکِ وخش از مہاں	۴	یکے بود در کنج خلوت نہاں
میں نے سنا ہے کہ وخش کی سرزمین میں بڑوں میں سے		ایک تنہائی کے گوشہ میں چھپے تھے
مجرّد بمعنی نہ عارف بدلق	۵	کہ بیروں کند دستِ حاجت بخلق
جو حقیقت میں آزاد تھے نہ کہ گودڑی کے فقیر		جو ضرورت کا ہاتھ مخلوق کے سامنے پھیلائے
سعادت کشادہ درے سوئے او	۶	در از دیگراں بستہ بر روئے او
نیک بختی نے ان کی جانب دروازہ کھول رکھا تھا		ان پر دوسروں کا دروازہ بند کردیا تھا
زباں آورے بے خرد سعی کرد	۷	ز شوخی بہ بد گفتنِ نیک مرد
ایک بیوقوف زبان دراز نے کوشش کی تھی		بدتمیزی سے نیک انسان کو بُرا کہنے کی
کہ زنہار ازیں مکر و دستان ریو	۸	بجائے سلیماں نشستن چو دیو
کہ اس مکر اور حیلے اور فریب سے پناہ		سلیمان کی جگہ پر دیو کا بیٹھنا
دمادم بشویند چو گربہ روئے	۹	طمع کردہ در صید موشان کوئے
بلی کی طرح دمادم منہ صاف کرتے ہیں		گلی کے چوہوں کے شکار کا لالچ کرکے
ریاضت کش از بہرِ نام و غرور	۱۰	کہ طبلِ تہی را رود بانگِ دُور
نام اور دھوکے کیلئے ریاضت کرنے والے ہیں		اسلیئے کہ خالی ڈھول کی آواز دُور تک جاتی ہے

(۱) مرآ: میرا۔ بہ: بہتر۔ شد: ہوگیا۔ آں: وہ۔ برخاست: اٹھ گیا۔ بیم: خطرہ۔ ترا: تیرا۔ بہ: بہتر۔ نخواہد شد: نہیں ہووے گا۔ الا: مگر۔ بہ سیم: چاندی سے۔ (۲) ازیں: اسی وجہ سے۔ دوستانِ خدا: خدا کے دوست۔ برسرند: سر پر ہیں، سردار ہیں۔ از خلق: مخلوق سے۔ برسر: سر پر۔ خورند: کھاتے ہیں۔ (۳) معنی: مضمون۔ صبر مرداں: مَردوں کا صبر کرنا۔ جفائے نااہلاں: نااہلوں کا ظلم۔ (۴) شنیدم: میں نے سنا۔ خاکِ وخش: وخش کا علاقہ۔ ترکستان کا ایک شہر۔ مہاں: جمع بزرگ سردار۔ یکے: ایک۔ بود: تھا۔ کنج: کونہ۔ خلوت: تنہائی۔ نہاں: پوشیدہ۔ مجرّد: آزاد۔ بمعنی: حقیقت میں۔ عارف بدلق: گودڑی پہن کر عارف بننے والا۔ بیروں: باھر۔ کند: کرتا ہے۔ دستِ حاجت: سوال کا ہاتھ۔ بخلق: مخلوق کے سامنے۔ (۶) سعادت کشادہ: نیک بختی نے کھولا ہوا۔ درے: ایک دروازہ۔ سوئے او: اس کی طرف۔ در از دیگراں: دوسروں کے دروازے۔ بستہ: بند کیے ہوئے۔ بر روئے او: اس کے چہرے پر۔ (۷) زباں آورے: ایک زبان دراز۔ بے خرد: بے عقل۔ سعی کرد: کوشش کی۔ بہ بد گفتن: بُرا کہنے کی۔ (۸) زنہار: پناہ۔ ازیں مکر و دستان و ریو: اس مکر اور حیلے اور فریب سے بجائے سلیمان، سلیمان کی جگہ۔ مشہور پیغمبر جو جنوں پر حاکم تھے نشستن: بیٹھنا۔ چو دیو: جنوں کی طرح۔ (۹) دمادم: لگاتار۔ بشویند: دھوتے ہیں۔ چو گربہ: بلی کی طرح۔ روئے: چہرہ۔ طمع کردہ: طمع کیے ہوئے۔ صید موشانِ کوئے: محلے کے چوہوں کا شکار۔ (۱۰) ریاضت کش: محنت برداشت کرنے والے۔ از بہر: واسطے۔ طبل تہی: خالی ڈھول۔ رود: جاتی ہے۔ بانگ: آواز۔

تشریح: (۱) میرا (ولی اللہ کا) پھوٹا ہوا سر درست ہوگیا ہے۔ لیکن تیرا بجانے کا آلہ (بربط) رقم خرچ کیے بغیر ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ (۲) اولیاء اللہ کا مقام اسی لیے بلند ترین ہوتا ہے کہ وہ (اولیاء اللہ) مخلوق کے تمام مظالم و مصائب اپنے سر پہ برداشت کرتے ہیں۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے نااہلوں کی نہ صرف زیادتیاں برداشت کرتے ہیں بلکہ ان کی ہدایت کے لیے دعاگو ہوتے ہیں۔ (۴) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ ترکستان کے علاقہ وخش کے سرداروں میں سے ایک سردار عبادت و ریاضت کی غرض سے گوشہ نشین ہوگیا۔ (۵) وہ (وخش کا گوشہ نشین) صحیح معنوں میں درویش تھا۔ گودڑی پہن کر صدا لگانے والا منگتا نہیں تھا۔ (۶) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس (گوشہ نشین) پر در فیضان کھل گیا تھا کیونکہ اس (گوشہ نشین) نے اپنے اوپر مخلوق کے دروازے بند کردیئے تھے۔ (۷) ایک احمق و بے ہودہ شخص نے ڈھٹائی کے ساتھ اس (گوشہ نشین) کی برائیاں گنوانے کے لیے کمر باندھ لی۔ تاکہ اسے (گوشہ نشین کو) بدنام کرے۔ (۸) وہ (احمق) گوشہ نشین فقیر کے خلاف زہر اگلنے کے لیے کہنے لگا کہ اس (گوشہ نشین) کا فقر سوائے ڈھونگ کے اور کچھ نہیں۔ یہ تو تختِ سلیمانی پر جنات کے قبضے کی مانند ہے۔ (۹) ان (فقراء) کا بار بار وضو کرنا ایسا ہی ہے جیسے بلی چوہے کھا کر اپنا منہ صاف کرتی ہو۔ (۱۰) ڈھول کے پول کی طرح عبادت و ریاضت میں ان کا تکبر کرنا صاف ظاہر ہے۔ کیونکہ ڈھول اندر سے خالی ہونے کی وجہ سے دُور دُور تک سنائی دیتا ہے۔

ہمے گفت و خلقے بروانجمن	۱	برایشاں تفرّج کناں مرد و زن
وہ یہ کہہ رہا تھا اور ایک مخلوق اسکے پاس جمع تھی		مرد اور عورت اس پر ٹھٹھہ کر رہے تھے
شنیدم کہ بگریست دانائے وخش	۲	کہ یارب مرایں شخص را توبہ بخش
میں نے سنا ہے کہ وخش کا عقلمند رو پڑا		کہ اے خدا اس شخص کو توبہ کی توفیق دے
وگر راست گفت اے خداوند پاک	۳	مرا توبہ دہ تا نہ گردم ہلاک
اے خداوند پاک اور اگر اس نے سچ کہا ہے		تو مجھے توبہ کی توفیق دے تاکہ میں تباہ نہ ہوں
پسند آمد از عیب جوئے خودم	۴	کہ معلوم من کرد خوئے بدم
مجھے اپنے عیب جو کی یہ بات پسند آئی ہے		کہ اس نے میری بد عادت مجھے بتا دی ہے
گر آنی کہ دشمنت گوید مرنج	۵	وگر نیستی گو برو باد سنج
اگر تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تیرا دشمن تجھے کہتا ہے تو رنجیدہ نہ ہو		اور اگر تو ایسا نہیں ہے تو کہدے اے بکواسی بھاگ جا
وگر ابلہے مشک را گندہ گفت	۶	تو مجموع شو کو پراگندہ گفت
اگر کسی بیوقوف نے مشک کو بدبودار کہا ہے		تو مطمئن رہ کہ اس نے بکواس کی ہے
وگر مے رود در پیاز ایں سخن	۷	چنیں ست گو گندہ مغزی مکن
اور اگر پیاز کے بارے میں یہ گفتگو چلے		تو کہدے کہ ہاں ایسی ہی لا حاصل بحث نہ کر
نہ آئین عقل ست و رای و خرد	۸	کہ دانا فریب مشعبد خورد
عقل اور رائے اور خرد کا دستور یہ نہیں ہے		کہ عقلمند انسان شعبدہ باز سے دھوکہ کھائے
پسِ کارِ خویش آنکہ عاقل نشست	۹	زبانِ بد اندیش برخود بہ بست
وہ شخص جو اپنے کام میں عقلمندی سے لگا ہے		اس نے مخالف کی اپنے سے زبان بندی کر دی ہے
تو نیکو روش باش تا بدسگال	۱۰	نیابد بنقص تو گفتن مجال
تو نیک چلن رہ، تاکہ بداندیش کو		تیری برائی کرنے کی مجال نہ ہو

(۱) ہمے گفت: کہتا تھا۔ خلقے: ایک مخلوق۔ برو: اس پر۔ انجمن: جمع۔ برایشاں: ان پر۔ تفرج کناں: ٹھٹھہ کرنے والے۔ زن: عورت۔ (۲) شنیدم: میں نے سنا۔ بگریست: رویا۔ دانائے وخش: وخش کا دانا۔ مرایں شخص: خاص اس شخص کو۔ توبہ بخش: توبہ کی توفیق دے۔ (۳) راست گفت: سچ کہا اس نے۔ خداوند پاک: پاک خدا۔ مرا: مجھ کو۔ دہ: عطا کر۔ تا: تاکہ۔ نہ گردم: نہ ہوؤں میں۔ ہلاک: تباہ۔ (۴) پسند آمد: پسند آئی۔ عیب جوئے خودم: اپنے عیب ڈھونڈنے والے سے۔ معلوم من کرد: اس نے مجھے معلوم کرائی۔ خوئے بدم: میری بُری عادت۔ (۵) گر آنی: اگر تو وہ ہے۔ دشمنت: دشمن تجھ کو۔ گوید: کہتا ہے۔ مرنج: رنج نہ کر۔ نیستی: نہیں ہے تو۔ گو: کہہ دے۔ باد سنج: ہوا تول یعنی چلتا بن۔ (۶) ابلہے: کوئی بیوقوف۔ مشک: کستوری۔ گفت: کہا۔ مجموع: دل جمع۔ شو: رہ۔ کو: اس نے۔ پراگندہ: بکواس۔ گفت: کہا۔ (۷) مے رود: چلتی ہے۔ ایں سخن: یہ بات۔ چنیں ست: ایسے ہی ہے۔ گو: کہہ۔ گندہ مغزی مکن: سر نہ کھا یا سر خراب نہ کر یعنی پیاز کے بارے میں تو بدبو مسلم ہے اِس کا اعلان کرنے کی کیا ضرورت ہے فضول سر کھا رہا ہے۔ (۸) آئین: قانون۔ ست: ہے۔ خرد: عقل۔ دانا: سمجھ دار۔ مشعبد: شعبدہ باز۔ خورد: کھاتا ہے۔ (۹) پس کار خویش: اپنے کام کے پیچھے۔ آنکہ: جو شخص کہ۔ عاقل: سمجھ دار ہو کر۔ نشست: بیٹھ گیا۔ بد اندیش: بُرا سوچنے والا۔ برخود: اپنے اوپر۔ بہ بست: باندھ لی۔

(۱۰) نیکو روش: نیک چلن۔ باش: ہو جا۔ بدسگال: بُرائی سوچنے والا۔ نیابد: نہیں پائے گا۔ بنقص تو: تیرے عیب ہیں۔ گفتن: کہنا۔ مجال: طاقت۔

تشریح: (۱) یہ بے ہودہ گفتگو اس (احمق) کی زبان سے جاری تھی اور دوسرے لوگ جہالت کے اندھیرے میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے تمسخر اڑا رہے تھے۔ (۲) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ جب گوشہ نشین کو اپنے خلاف بدگوئی کا علم ہوا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے اس (احمق بدگو) کی ہدایت کے بارے میں دُعا کی۔ (۳) اگر وہ (احمق بدگو) سچا ہے تو پھر مجھے (گوشہ نشین کو) توبہ کی توفیق عطا فرما تاکہ میں ہلاکت سے بچ جاؤں۔ (۴) جو (احمق) شخص میری عیب جوئی کر رہا ہے۔ اس کی تمام باتیں مجھے (گوشہ نشین کو) پسند ہیں۔ کیونکہ اس (عیب جوئی) سے میں اپنی برائیوں سے مطلع ہو گیا ہوں۔

(۵) اگر تجھ (گوشہ نشین) میں اس کی بیان کردہ برائیاں موجود ہیں تو اصلاح کر لے۔ ورنہ اسے (بدگو احمق کو) ہذیان بکنے دے۔

(۶) اگر کوئی احمق کستوری کو برا بھلا کہنا شروع کر دے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کستوری میں کوئی عیب ہے۔ بلکہ ہر شخص احمق کی حماقت کو سمجھ لے گا۔ (اس میں اولیاء اللہ کو کستوری کہا گیا ہے) (۷) اگر کوئی شخص پیاز کے عیب گنواتا ہے تو ہر شخص یہی کہے گا کہ پیاز کے بارے میں عیب جوئی صحیح ہے۔ جا ہم سے مغز خوری نہ کر۔ (یہاں احمقوں کو پیاز سے تشبیہ دی گئی ہے) (۸) جو لوگ دانشمند ہوتے ہیں۔ وہ شعبدے بازوں اور بہروپیوں کے فریب میں نہیں آتے۔ کیونکہ یہ (دھوکا کھانا) عقل و خرد کے قانون کے خلاف ہے۔ (۹) جو لوگ صرف اپنے کام و شغل میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ اپنی ذات پر بدگویوں کی زبان بند کر دیتے ہیں۔ (۱۰) نیکی کا راستہ اختیار کرنے سے دشمن پر زبان بندی کا تالا لگ جاتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں دشمن کو حرف گیری کا موقع نہیں ملتا۔

#	مصرع اول	مصرع دوم
۱	چو دشوارت آید ز دشمن سخن	تو بر زیر دستاں درشتی مکن
	جب تجھے دشمن کی بات گراں گزرتی ہے	تو تو ماتحتوں پر سختی نہ کر
۲	جز آنکس ندانم نکو گوئے من	کہ روشن کند بر من آہوئے من
	میں اپنے آپکو اچھا کہنے والا بجز اس شخص کے کسی کو نہیں سمجھتا ہوں	جو میرا عیب مجھ پر ظاہر کردے

حکایت امیر المومنین علیؓ و سیرت او در تواضع

امیر المومنین علیؓ اور تواضع میں ان کی عادت کا قصہ

#	مصرع اول	مصرع دوم
۴	یکے مشکلے برد پیشِ علیؓ	مگر مشکلش را کند منجلی
	کوئی شخص اپنی مشکل حضرت علیؓ کے پاس لے گیا	شاید وہ اس کی مشکل حل کر دیں
۵	امیرِ عدو بند کشور کشائے	جوابش بگفت از سرِ علم و رائے
	دشمن کو قید کرنیوالے ملک کو فتح کرنیوالے امیر نے	علم اور عقل کی رو سے اس کو جواب دیا
۶	شنیدم کہ شخصے دراں انجمن	بگفتا چنیں نیست یا بوالحسنؓ
	میں نے سنا ہے کہ ایک شخص نے اسی محفل میں	کہا، اے ابوالحسنؓ ایسا نہیں ہے
۷	نرنجید از و حیدرِؓ نامجو	بگفت ار تو دانی ازیں بہ بگو
	نامور حیدر اس سے رنجیدہ نہ ہوئے	کہا اگر تجھے اس سے بہتر معلوم ہے تو تو بتا دے
۸	بگفت آں چہ دانست و پاکیزہ گفت	بگِل چشمۂ خور نشاید نہفت
	جو کچھ وہ جانتا تھا اس نے کہا اور اچھا کہا	آفتاب کے چشمہ کو مٹی میں نہیں چھپایا جا سکتا ہے
۹	پسندید از و شاہِ مرداں جواب	کہ من برخطا بودم او بر صواب
	شاہِ مرداں نے اس کا جواب پسند فرمایا	کہ میں غلطی پر تھا وہ درست ہے
۱۰	بہ از من سخن گفت و دانا یکیست	کہ بالاتر از علمِ او علم نیست
	اس نے مجھ سے بہتر بات کہی ہے اور دانا تو ایک ہی ہے	جس کے علم سے بڑھ کر علم نہیں ہے

(۱) چو: جب۔ دشوارت: سخت تجھ کو۔ آید: آوے۔ سخن: بات۔ زیر دستاں: ماتحت لوگ۔ درشتی: سختی۔ مکن: مت کر۔ (۲) جز آنکس: سوائے اس شخص کے۔ ندانم: میں نہیں جانتا۔ نکو گوئے من: مجھ کو اچھا کہنے والا۔ کند: کرے۔ بر من: مجھ پر۔ آہوئے من: میرا عیب۔ (۳) امیر المومنین: ایمان داروں کا سردار۔ علیؓ: خلیفہ رابع، دامادِ رسولؐ، زوج بتولؓ، والد حسنین رضی اللہ عنہم۔ سیرتِ او: اس کی عادت۔ تواضع: عاجزی۔ (۴) یکے: ایک شخص۔ مشکلے: کوئی مشکل۔ برد: لے گیا۔ پیشِ علیؓ: حضرت علیؓ کے سامنے۔ مگر: شاید۔ مشکلش: اس کی مشکل۔ کند: کر دیوے۔ منجلی: روشن مراد حل۔ (۵) عدو بند: دشمن کو بند کرنے والا۔ کشور کشائے: ملک کو فتح کرنے والا۔ جوابش: اس کو جواب۔ بگفت: دیا۔ از سرِ علم و رائے: علم و رائے کے لحاظ سے۔ (۶) شنیدم: میں نے سنا۔ شخصے: ایک شخص۔ دراں انجمن: اس مجلس میں۔ بگفتا: اس نے کہا۔ چنیں: ایسے۔ نیست: نہیں ہے۔ بوالحسن: اے حسنؓ کے باپ یعنی حضرت علیؓ۔ (۷) نرنجید: رنجیدہ نہ ہوا۔ ازو: اس سے۔ حیدرِ نامجو: نام ڈھونڈنے والا حیدر، یہ علیؓ کا لقب ہے۔ بگفت: کہا۔ ار تو دانی: اگر تو جانتا ہے۔ ازیں بہ: اس سے بہتر۔ بگو: تو کہہ۔ (۸) بگفت: اس نے کہا۔ آنچہ: جو کچھ۔ دانست: جانا۔ پاکیزہ گفت: خوب کہا۔ بگِل: مٹی میں۔ چشمۂ خور: سورج کا چشمہ یا ٹکیہ۔ نشاید نہفت: نہیں چھپا سکتے یعنی حق چھپایا نہیں جا سکتا۔ (۹) پسندید: پسند کیا۔ ازو: اس سے۔ شاہِ مرداں: مردوں کے بادشاہ یعنی علیؓ۔ من: میں۔ برخطا: غلطی پر۔ بودم: تھا۔ او: وہ۔ برصواب: درستی پر۔ (۱۰) بہ از من: مجھ سے بہتر۔ سخن گفت: بات کہی۔ دانا: سمجھ دار۔ یکیست: ایک ہی ہے یعنی خدا۔ بالاتر: زیادہ اونچا۔ از علمِ او: اس کے علم سے۔ نیست: نہیں ہے۔

تشریح: (۱) اگر تجھے کسی سخت و تند مزاج کی بد کلامی ناگوار گذرتی ہے تو پھر تو بھی کمزوروں اور ماتحتوں سے سخت گیری نہ کر۔ (۲) میرے نزدیک خیر خواہ وہ ہے جو مجھے (الشیخ سعدیؒ کو) اپنے عیبوں سے خبردار کرے۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی سیرت و تواضع کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ کبر و نخوت کی وجہ سے "محرومی لینا" عقلمندی نہیں۔ (۴) ایک شخص حضرت علیؓ کی خدمت میں کوئی مشکل مسئلہ لے کر آیا۔ تاکہ اس کی علمی مشکل حل ہو سکے۔ (۵) دشمنوں کو قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کرنے والے اور ملکوں کے فاتح حضرتِ علیؓ نے علم و حکمت سے بھرپور جواب دیا۔ (۶) حضرت علیؓ کی عالمانہ و حکیمانہ محفل میں شریک ایک شخص نے کہا۔ کہ اے امیر المومنین! آپؓ نے اس (سائل) کو صحیح جواب نہیں دیا۔ (۷) حضرت علیؓ نے یہ سن کر کسی قسم کا کوئی سخت ردِ عمل کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ جو کچھ مجھے معلوم تھا۔ میں نے مسئلہ بتا دیا ہے۔ صحیح جواب تو بتا دے۔ (مسلمان حق بات چھپانے کا قائل نہیں)۔ (۸) حضرت علیؓ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے شخص نے اپنی معلومات کے مطابق جواباً جو کچھ کہا وہ صحیح تھا۔ اہل حق کا شیوہ زمانیت نہیں اعتراف حق ہے۔ (۹) حضرت علیؓ نے اس شخص کے جواب کو پسند فرمایا۔ اور اعتراف کی عظمت سے بہرہ ور ہوئے۔ (۱۰) حضرت علیؓ نے اعتراف حق کرتے ہوئے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ اس (صحیح جواب دینے والے) نے صحیح کہا ہے۔ نسیان سے پاک ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	گر امروز بودے خداوندِ جاہ	نکردے خود از کبر در وے نگاہ
	اگر آج کوئی صاحب مرتبہ ہوتا	تو تکبر کی وجہ سے اسکی طرف نگاہ بھی نہ اٹھاتا
۲	بدر کردے از بارگاہ حاجبش	فرو کوفتندے بناواجبش
	اس کا ڈیوڑھی بان اس کو دروازے سے نکالدیتا	ناحق اس کی پٹائی کرتے
۳	کہ من بعد بے آبروئی مکن	ادب نیست پیش از بزرگاں سخن
	کہ اس کے بعد کسی کی بے آبروئی نہ کرنا	بڑوں کے سامنے بات کرنا ادب نہیں ہے
۴	یکے راکہ پندار در سر بود	مپندار ہرگز کہ حق مے شنود
	جس کے سر میں غرور ہو	ہرگز نہ خیال کرنا وہ سچی بات سنے گا
۵	زعلمش ملال آید از وعظ ننگ	شقائق بباراں نروید زسنگ
	علم سے اس کو ملال آتا ہے وعظ سے تنگ ہوتا ہے	گل لالہ بارش سے پتھر سے نہیں اگتا ہے
۶	نہ بینی کہ از خاک افتادہ خوار	بروید گل و بشگفد نوبہار
	تونے نہیں دیکھا کہ گری پڑی ذلیل مٹی سے	پھول اگتا ہے اور نوبہار کھلتی ہے
۷	مریز اے حکیم آستینہائے دُر	کجا بینی از خویشتن خواجہ پُر
	اے دانا موتی بھری آستین نہ بکھیر	جہاں صاحب کو خودی سے پُر دیکھے
۸	بچشم کساں درنیاید کسے	کہ از خود بزرگی نماید بسے
	انسانوں کی نگاہ میں ایسا شخص نہیں بھاتا	جو بہت زیادہ اپنی بڑائی جتائے
۹	مگو تا بگویند شکرت ہزار	چو خود گفتی از کس توقع مدار
	خود نہ کہہ تاکہ ہزاروں تیری بھلائی بیان کریں	جب تو خود کہے تو پھر کسی سے توقع نہ رکھ

(۱) امروز: آج۔ بودے: ہوتا۔ خداوند جاہ: مرتبے کا مالک۔ نکردے: نہ کرتا۔ از کبر: تکبر کی وجہ سے۔ در وے: اس میں۔ (۲) بدر کردے: باہر کردیتا۔ از بارگاہ: دربار سے۔ حاجبش: دربان اس کو۔ فرو کوفتندے: مارتے پیٹتے۔ بناواجبش: ناجائز طور پر اس کو۔ (۳) من بعد: اس کے بعد۔ بے آبروئی: گستاخی۔ مکن: مت کر۔ نیست: نہیں ہے۔ پیش از بزرگاں: بزرگوں کے سامنے۔ سخن: بات۔ (۴) یکے را: جس کو کہ۔ پندار: غرور۔ در سر: سر میں۔ بود: ہووے۔ مپندار: مت سمجھ۔ حق مے شنود: حق کو سنے گا۔ (۵) زعلمش: علم سے اس کو۔ آمد: آتا ہے۔ وعظ: نصیحت۔ ننگ: شرم۔ شقائق: جمع گل لالہ۔ بباراں: بارش سے۔ نروید: نہیں اگتا۔ زسنگ: پتھر سے۔ (۶) نہ بینی: نہیں دیکھتا۔ از خاک: مٹی سے۔ افتادہ: پڑی ہوئی۔ خوار: ذلیل۔ بروید: اُگتا ہے۔ گل: پھول۔ بشگفد: کھلتا ہے۔ نوبہار: نئی بہار۔ (۷) مریز: مت گرا۔ حکیم: حکمت والا۔ آستین ہا: آستینیں۔ دُر: موتی۔ کجا: جہاں۔ بینی: دیکھے تو۔ از خویشتن: خودی سے۔ خواجہ: صاحب۔ پُر: بھرا ہوا۔ (۸) بچشم کساں: لوگوں کی نگاہ میں۔ درنیاید: نہیں آتا۔ کسے: وہ شخص۔ از خود: اپنے آپ۔ نماید: دکھاتا ہو۔ بسے: بہت۔ (۹) مگو: مت کہہ۔ تا: تاکہ۔ بگویند: کہیں۔ شکرت: تیرا شکر۔ چو خود گفتی: جب تو خود کہنے لگا۔ از کس: کسی سے۔ توقع: امید۔ مدار: مت رکھ۔

تشریح: (۱) دورِ حاضر کا صاحب اقتدار تو غرور کی وجہ سے اس کو بات کرنے کی اجازت نہ دیتا یا اس کے جواب کی تردید کرتا۔ تاکہ اس کا پلّہ بھاری رہے۔ (۲) صرف تردید پر اکتفا نہ کیا جاتا۔ بلکہ دربان اسے مجلس سے نکلوا دیتا اور پٹائی اس کے علاوہ ہوتی۔ (۳) نتیجۃً بزرگوں کے سامنے لب کشائی کی گستاخانہ جرأت کسی کو نہ ہوتی۔ لیکن حضرت علیؓ کی محفل میں یہ سب کچھ نہ ہوا۔ کیونکہ یہ عمل گستاخانہ نہیں۔ (۴) تکبر سے بھرا ہوا سر حق سننا برداشت نہیں کرتا۔ کیونکہ متکبرین کے لیئے حق کڑوا ہوتا ہے۔ لیکن عاجزی پسند لوگوں کے لیئے حق "موتی" ہوتا ہے۔ (۵) علم و حکمت سے مغرور کا دل تنگ آتا ہے۔ حق بات سے عار محسوس کرتا ہے جس طرح بارش کے قطرے پتھر پر پھول نہیں اُگا سکتے۔ اسی طرح متکبر کسی نصیحت کو قبول نہیں کرتا۔ (۶) مشاہدہ گواہ ہے کہ ذلت آمیز مٹی سے پھول اُگتے ہیں۔ بہاریں بسیرا کرتی ہیں۔ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے۔ (۷) خود شناس لوگ صرف اپنی بڑائی میں لگے رہتے ہیں۔ ان کے سامنے علم و ادب کے موتی پرکاہ برابر حیثیت نہیں رکھتے۔ (۸) خود پسند اور خود شناس لوگ خود اپنی زبان کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں گر جاتے ہیں۔ (۹) جو لوگ اپنے مُنہ میاں مٹھو بنتے ہیں۔ ان کی کوئی تعریف نہیں کرتا۔ خاموش رہنے سے ہمیشہ دوسرے لوگ تعریف کرتے ہیں۔

حکایت امیر المومنین عمرؓ بن خطابؓ

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قصہ

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۲	گدائے شنیدم کہ در تنگ جائے	نہادش عمرؓ پائے بر پشت پائے
	میں نے سنا ہے کہ ایک تنگ جگہ میں ایک فقیر	کے پیر پر حضرت عمرؓ نے پیر رکھ دیا
۳	ندانست درویش بیچارہ کوست	کہ رنجیدہ دشمن نداند ز دوست
	فقیر بیچارہ نے نہ جانا کہ وہ کون ہے	اسلئے کہ رنجیدہ انسان دشمن اور دوست میں پہچان نہیں کرتا ہے
۴	برآشفت بروے کہ کوری مگر	بدو گفت سالار عادل عمرؓ
	ان پر وہ بگڑ گیا کہ شاید تو اندھا ہے	منصف سردار حضرت عمرؓ نے اس سے کہا
۵	نکورم ولیکن خطا رفت کار	ندانستم از من گنہ در گزار
	میں اندھا تو نہیں ہوں لیکن کام غلط ہوگیا	مجھے محسوس نہ ہوا میری خطا معاف کردے
۶	چہ منصف بزرگان دیں بودہ اند	کہ با زیر دستاں چنیں بودہ اند
	بزرگان دین کس قدر منصف تھے	جو ماتحتوں کے ساتھ ایسے تھے
۷	فروتر بود ہوشمند گزیں	نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمیں
	پسندیدہ ہوشمند منکسر مزاج ہوتا ہے	میوے سے بھری شاخ زمین پر سر رکھدیتی ہے
۸	نیازند فردا تواضع کناں	نگوں از خجالت سر سرکشاں
	تواضع کرنے والے کل کو ناز کریں گے	متکبروں کا سر شرمندگی سے نگوں ہوگا
۹	اگر مے بترسی ز روز شمار	ازاں کز تو ترسد خطا در گزار
	اگر حساب کے دن سے ڈرتا ہے	تو جو تجھ سے ڈرتا ہے اسکی خطا معاف کر
۱۰	مکن چیرہ بر زیر دستاں ستم	کہ دستیست بالائے دست تو ہم
	اے زبردست ماتحتوں پر ظلم نہ کر	اسلئے کہ ایک ہاتھ تیرے ہاتھ سے بھی اوپر ہے

(۱) امیر المومنین: مومنین کے سردار۔ عمر بن الخطابؓ: خلیفۂ ثانی، خسر رسولؐ، جانشین صدیقؓ، پیکر عدل و انصاف، والد عبداللہ بن عمرؓ۔
(۲) گدائے: ایک فقیر۔ شنیدم: میں نے سنا۔ تنگ جا: تنگ جگہ۔ نہادش: رکھ دیا اس کے۔ عمرؓ: نام خلیفہ ثانی۔ پائے: پاؤں۔ بر پشت پائے: پاؤں کی پشت پر۔
(۳) ندانست: نہ جانا۔ کوست: کہ وہ ہے۔ کہ: کیونکہ۔ رنجیدہ: رنج والا۔ نداند: نہیں جانتا یعنی دوست دشمن کی تمیز نہیں کرسکتا۔ (۴) برآشفت: بگڑ گیا، غصے ہوگیا۔ بروے: آپ پر۔ کوری: اندھا ہے تو۔ مگر: شاید۔ بدو گفت: اس کو کہا۔ سالار عادل: انصاف پسند سردار۔
(۵) نکورم: میں اندھا نہیں ہوں۔ خطا رفت: غلطی ہوگئی۔ کار: کام۔ ندانستم: میں نے نہیں جانا۔ از من: مجھ سے۔ در گزار: معاف کر۔
(۶) چہ: کتنے۔ منصف: انصاف کرنے والے۔ بودہ اند: ہوئے ہیں۔ با زیر دستاں: ماتحتوں پر۔ چنیں: ایسے بودہ اند: رہے ہیں۔ (۷) فروتر: عاجز۔ بود: ہوئے گزیں: پسندیدہ۔ نہد: رکھتی ہے۔ شاخ پُر میوہ: میوے سے بھری ہوئی شاخ۔ سر بر زمین: سر زمین پر۔ (۸) نیازند: ناز کریں گے۔ فردا: کل کو یعنی قیامت کو۔ تواضع کناں: عاجزی کرنے والے۔ نگوں: جھکا ہوا۔ خجالت: شرمندگی۔ سر سرکشاں: متکبروں کا سر۔ (۹) مے بترسی: تو ڈرتا ہے۔ ز روز شمار: حساب کا دن۔ ازاں کز تو: اس سے جو کہ تجھ سے۔ ترسد: ڈرتا ہے۔ خطا: غلطی۔ در گزار: معاف کر۔ (۱۰) مکن: مت کر۔ چیرہ: غالب، اس سے پہلے حرف ندا محذوف ہے یعنی اے غالب۔ زیر دستاں: ماتحت۔ ستم: ظلم۔ دستیست: ایک ہاتھ ہے۔ بالائے دست تو: تیرے ہاتھ کے اوپر۔ ہم: بھی۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں حضرت عمرؓ کے واقعہ کی روشنی میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر غلطی صاحب اقتدار سے بھی ہو جائے تو اسے حقدار سے معذرت کرلینی چاہیئے۔ (۲) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ کسی تنگ راستے پر حضرت عمرؓ جا رہے تھے۔ کہ اچانک کسی درویش کے پاؤں سے ان (حضرت عمرؓ) کا پاؤں ٹکرا گیا۔ (۳) رنجیدہ آدمی ہمیشہ کسی کی پہچان نہیں رکھتا۔ اس لیئے اس نے امیر المومنین کے بارے میں انجانے میں سخت سُست کہہ دیا۔ (۴) یعنی لگتا ہے کہ تجھے نظر نہیں آتا۔ اس لیئے تو نے میرے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ یہ سن کر امیر المومنین (حضرت عمرؓ) فرمانے لگے۔ (۵) میں (عمرؓ) نابینا نہیں ہوں۔ بلکہ انجانے میں میرا پاؤں تیرے پاؤں پر آگیا ہے۔ اس لیے میں (حضرت عمرؓ) تجھ سے معذرت خواہ ہوں۔ (۶) بقول شیخ سعدیؒ حضرت عمرؓ جیسے بزرگ ہمیشہ منصف مزاج ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ماتحتوں سے بھی معذرت کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ (۷) ذی ہوش اور عقل مند آدمی ہمیشہ عجز و انکساری کو ہی پسند کرتا ہے۔ مشاہدہ ہے کہ پھلدار ٹہنی ہمیشہ جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ (۸) عاجزی کرنے والے لوگ قیامت کے دن اپنے انجام پر نازاں ہوں گے۔ اور سرکشوں کے سر شرم کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ (۹) (بقول شیخ سعدیؒ) اگر کسی شخص کو فکر آخرت اور خوف لاحق ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ خوفزدہ کو معافی کا پروانہ عطا کر دے۔ (۱۰) (بہ نصیحت شیخ سعدیؒ) غلبہ کی وجہ سے مغلوب لوگوں پر ظلم و تشدد نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ سب سے غالب ذات اللہ تعالیٰ کی بھی ہے۔ (اس کا خوف کرنا چاہیئے)

حکایت

کہانی

یکے خوب کردار خوشخوئے بود	۲	کہ بدسیرتاں رانکوگوئے بود
ایک شخص اچھے چلن کا خوش خلق تھا		جو بُروں کو بھی بھلا کہنے والا تھا
بخوابش کسے دید چو در گزشت	۳	کہ بارے حکایت کن از سرگزشت
جب وہ مرگیا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا		کہ ایک بار اپنی سرگزشت بتا دے
دہانے بخندہ چو گل باز کرد	۴	چو بلبل بصوتِ خوش آغاز کرد
اس نے پھول کی طرح ہنسی سے منہ کھولا		بلبل کی طرح خوش الحانی سے شروع کیا
نگفتند بامن بسختی بسے	۵	کہ من سخت نگرفتمے برکسے
انہوں نے مجھ سے سختی سے بات نہیں کی		اس لیے کہ میں نے کسی کے ساتھ سختی نہ کی تھی

حکایت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ و شکستگی او[6]

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے آزردہ ہونے کا قصہ

چنیں یاد دارم کہ سقائے نیل	۷	نکرد آب بر مصر سالے سبیل
مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ نیل کے سقے نے		ایک سال مصر پر سبیل نہ لگائی
گروہے سوئے کوہساراں شدند	۸	بزاری طلبگارِ باراں شدند
ایک گروہ پہاڑوں کی طرف روانہ ہوا		عاجزی کے ساتھ بارش کے طلبگار بنے
گرستند و از گریہ جوئے رواں	۹	نیامد مگر گریۂ آسماں
وہ روئے اور رونے سے نہر بہہ گئی		شاید آسمان کو رونا آجائے
بذی النون خبر برد زایشاں کسے	۱۰	کہ بر خلق رنجست و سختی بسے
ان میں سے کوئی ذوالنون کے پاس خبر لے گئے		کہ مخلوق پر بہت رنج اور سختی ہے

(۱) حکایت: کہانی۔
(۲) یکے: ایک۔ خوب کردار: اچھے چلن والا۔ خوشخو: خوش اخلاق۔ بود: تھا۔ بدسیرتاں: بُری عادت والے۔ نکوگوئے: اچھا کہنے والا۔
(۳) بخوابش: خواب میں اس کو۔ کسے دید، کسی نے دیکھا۔ چو، جب۔ درگزشت: گزر گیا۔ بارے: ایک بار۔ حکایت کن، بیان کر۔ سرگزشت، جو سر پہ گذری۔ (۴) دہانے: منہ۔ بخندہ، ہنسی سے۔ چوگل: پھول کی طرح۔ بازکرد: کھول لیا۔ چو: مثل۔ بصوتِ خوش: اچھی آواز سے۔ آغازکرد: شروع کیا۔
(۵) نگفتند: انہوں نے نہیں کہا۔ بامن: میرے ساتھ۔ بسختی: سختی سے۔ بسے: بہت۔ من: میں۔ نگرفتمے نہیں پکڑتا تھا۔ برکسے: کسی پر۔
(۶) ذوالنون مصری: مصر کے رہنے والے ایک ولی کامل جو مالکؒ بن انس کے شاگرد و مُرید تھے۔ شکستگی او: اس کی عاجزی۔ (۷) چنیں: ایسے۔ یاد دارم: یاد رکھتا ہوں میں۔ سقائے نیل: نیل کا سقہ یعنی دریائے نیل۔ نکرد: نہیں کیا۔ برمصر: مصر پر۔ مصر افریقہ کا شمال مشرقی ملک۔ سالے: ایک سال۔ سبیل، پانی کا حوض مراد بخشش۔ (۸) گروہے: ایک گروہ سوئے کوہساراں: پہاڑوں کی طرف۔ شدند، گئے۔ بزاری: عاجزی کے ساتھ۔ طلبگارِ باراں، بارش کے طالب۔ شدند: ہوئے۔ (۹) گرستند: روئے وہ ازگریہ: رونے سے۔ جوئے رواں: ندی جاری۔ نیامد: نہ آیا۔ گریۂ آسماں: آسمان کو رونا یعنی بارش نہ ہوئی۔ (۱۰) بذی النون، حضرت ذوالنون کو۔ برد: لے گیا۔ ازایشاں: ان میں سے۔ کسے: کوئی۔ برخلق: مخلوق پر۔ رنجست و سختی: رنج اور سختی ہے۔ بسے: بہت

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص دوسروں سے نرم برتاؤ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ بھی نرمی برتی جاتی ہے۔ (۲) ایک نیک صالح شخص بلا امتیاز ہر اچھے بُرے کو اچھا سمجھ کر لوگوں کے سامنے اس (عام آدمی خواہ نیک ہو یا بد) کی اچھائی بیان کیا کرتا تھا۔ (۳) جب وہ دنیا سے چل بسا تو کسی نے خواب میں اس سے پوچھا کہ مرنے کے بعد تجھ پر کیا بیتی۔
(۴) جب وہ ہنسا تو پھول کی طرح کھل کھلا کر مسکرایا اور بلبل کی طرح چہکتی ہوئی آواز سے گویا ہوا۔
(۵) میں نے دنیا میں کسی پر سختی نہیں کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی میرا احساب نرمی سے لیا ہے۔ (کیونکہ رحم کا بدلہ رحم ہے)
(۶) عنوان۔ اس حکایت میں حضرت ذوالنون مصریؒ کی عجز و انکساری کا تذکرہ کرکے بتایا گیا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ خود کو جانوروں سے بھی زیادہ عاجز سمجھے۔ (۷) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ مصر میں دریائے نیل کے خشک ہونے کی وجہ سے قحط سالی ہوئی۔ (اس شعر میں دریائے نیل کو سقہ (پانی پلانے والا) سے مشابہت دی گئی ہے) (۸) مصر کے باشندوں نے پہاڑوں کی جانب رُخ کیا۔ تاکہ بارش طلب کرنے کے لیے نماز استسقاء اور دُعا کریں۔ (۹) وہ لوگ (مصر کے باشندے) اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائے اور اتنے آنسو بہائے کہ ندیاں بہہ نکلیں۔ لیکن بارش نہ برسی۔
(۱۰) ان (مصریوں) میں سے ایک آدمی مصر کے درویش حضرت ذوالنونؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قحط سالی سے پریشان حال لوگوں کی حالت زار بیان کی۔

نمبر	مصرع اوّل	مصرع ثانی
۱	فرو ماندگاں را دعائے بکن	کہ مقبول را رد نہ باشد سخن
	عاجزوں کے لیئے دُعا کر دیجئے	اس لیئے کہ مقبول شخص کی بات رَد نہیں ہوتی ہے
۲	شنیدم کہ ذی النوں بمدین گریخت	بسے بر نیامد کہ باراں بریخت
	میں نے سنا ہے کہ ذوالنون مدین کو بھاگ گئے	زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ بارش برس گئی
۳	خبر شد بمدین پس از روز بیست	کہ ابرِ سیاہ دل بر ایشاں گریست
	بیس روز بعد مدین میں خبر پہنچی	کہ سیاہ دل اَبر اُن پر رو پڑا ہے
۴	سبک عزم باز آمدن کرد پیر	کہ پر شد بسیل بہاراں غدیر
	بڑے میاں نے فوراً واپسی کا قصد کیا	اس لیئے کہ موسم بہار کے بہاؤ سے تالاب بھر چکے تھے
۵	بپرسید ازو عارفے در نہفت	چہ حکمت دریں رفتنت بود گفت
	ایک بزرگ نے ان سے چپکے سے پوچھا	آپ کے جانے میں کیا حکمت تھی؟ انہوں نے فرمایا
۶	شنیدم کہ بر مُرغ و مور و دواں	شود تنگ روزی بفعل بداں
	میں نے سنا ہے کہ پرند اور چیونٹی اور درندوں پر	بُروں کے کارناموں سے روزی تنگ ہوتی ہے
۷	دریں کشور اندیشہ کردم بسے	پریشاں تر از خود ندیدم کسے
	میں نے بہت سوچا اس ملک میں	اپنے سے زیادہ کسی کو گنہگار نہ دیکھا
۸	برفتم مبادا کہ از شرِ من	بہ بندد درِ خیر بر انجمن
	تو میں نکل گیا، ہو نہ ہو کہ میرے شر کی وجہ سے	خیر کا دروازہ مجمع پر بند ہو جائے
۹	تو آنگہ شوی پیشِ مردم عزیز	کہ مر خویشتن را نگیری بچیز
	تُو لوگوں کے نزدیک باعزت جب ہی ہوگا	کہ خاص اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے
۱۰	بزرگے کہ خود را بخردے شمرد	بدنیا و عقبیٰ بزرگی برد
	جس بڑے نے اپنے آپ کو کسی چھوٹے کے برابر سمجھا	وہ دُنیا اور عقبیٰ میں بزرگی لے گیا

(۱) فرو ماندگاں: عاجز رہے ہوئے۔ بکن: کر۔ مقبول: خدا کا قبول کیا ہوا۔ رد نہ باشد: رَد نہیں ہوتی۔ سخن: بات۔ (۲) شنیدم: میں نے سنا۔ بمدین: مدین کو۔ گریخت: بھاگ گیا۔ بسے: بہت وقت۔ بر نیامد: نہیں گزرا۔ باراں: بارش۔ بریخت: ہو گئی۔ (۳) شد: ہو گئی۔ پس از روز بیست: بیس دن کے بعد۔ ابرِ سیاہ دل: کالے دل والا بادل۔ برایشاں: ان پر۔ گریست: رو دیا یعنی بارش برسا دی۔ (۴) سبک: جلدی۔ عزم باز آمدن: واپس آنے کا ارادہ۔ کرد: کیا۔ پیر: بوڑھے نے۔ پر شد: بھر گئے۔ بسیل بہاراں: موسم بہار کے سیلاب سے۔ غدیر: تالاب۔ (۵) بپرسید: پوچھا۔ ازو: اس سے۔ عارفے: ایک عارف نے۔ در نہفت: پوشیدگی میں۔ چہ حکمت: کیا حکمت۔ دریں رفتنت: اس جانے میں۔ بود: تھی۔ گفت: کہا۔ (۶) شنیدم: میں نے سنا۔ مرغ: پرندہ۔ مور: چیونٹی۔ دواں: درندے۔ شود: ہوتی ہے۔ بفعل بداں: بدکاروں کے کرتوت سے۔ (۷) دریں کشور: اس ملک میں۔ اندیشہ کردم: سوچا میں نے۔ بسے: بہت۔ پریشاں تر: زیادہ پریشانی یعنی زیادہ گنہگار۔ از خود: اپنے سے۔ ندیدم: نہیں دیکھا میں نے۔ کسے: کسی کو۔ (۸) برفتم: چلا گیا میں۔ مبادا: مت ہووے۔ از شرِ من: میرے شر سے۔ بہ بندد: بند ہو جاوے۔ درِ خیر: خیر کا دروازہ۔ بر انجمن: جماعت پر۔ (۹) آنگہ شوی: تو اس وقت ہووے۔ پیشِ مردم: لوگوں کے نزدیک۔ عزیز: عزت والا۔ مر خویشتن: خاص اپنے آپ۔ نگیری: نہ سمجھے۔ بچیز: کوئی چیز۔ (۱۰) بزرگے کہ: جو بزرگ کہ۔ خود را: اپنے آپ کو۔ بخردے: چھوٹا۔ شمرد: شمار کیا۔ عقبیٰ: آخرت۔ برد: لے گیا۔

تشریح: (۱) اس (آدمی) نے کہا کہ آپ (ذوالنون مصریؒ) اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ باران رحمت کی دعا کریں۔ تاکہ قحط سالی کا عذاب ٹل جائے۔ (۲) آپ (ذوالنون مصریؒ) نے جونہی یہ بات سنی۔ آپ مصر سے چلے گئے۔ اور کچھ دن کے لیئے مدین چلے گئے۔ (۳) چنانچہ بیس دن کے بعد معلوم ہوا کہ مصر میں اس قدر موسلا دھار بارش ہوئی ہے کہ الامان۔ (۴) اس بشارت کے بعد آپ (حضرت ذوالنون مصریؒ) مصر میں لوٹ آئے۔ اس لیئے کہ قحط سالی کا دور ختم ہو چکا تھا اور تالاب بھر چکے تھے۔ (۵) کسی درویش (عارف) نے حضرت ذوالنون مصری سے مصر چھوڑنے کی وجہ معلوم کی تو انہوں (ذوالنونؒ) نے کہا۔ (۶) میں (ذوالنون مصریؒ) نے سنا ہے کہ گناہوں کی شامت کی وجہ سے پرند و چرند اور درند وغیرہ کے رزق میں تنگی آجاتی ہے۔ (۷) میں (ذوالنون مصریؒ) نے اپنے اعمال پر خوب توجہ کرتے ہوئے احتسابی تجزیہ کیا تو خود کو تمام لوگوں سے زیادہ خطاکار پایا۔ (۸) چنانچہ میں (ذوالنون مصریؒ) نے اسی میں خیر و عافیت جانی کہ مجھے مصر چھوڑ جانا چاہیئے۔ مبادا کہ میری بداعمالیوں کے نتیجے میں بارش کی بندش نہ ہو۔ (۹) جو شخص خود کو معزز و باوقار ہونا چاہتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اپنی ذات کو مٹا دے۔ (یہ مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے) (۱۰) دنیا و آخرت میں بلند مقام اسی کو حاصل ہوتا ہے جو خود کو حقارت آمیز نظروں سے دیکھے۔

مصرع اول		مصرع دوم
ازیں خاکداں بندۂ پاک شد	۱	کہ در پائے کمتر کسے خاک شد
اس خاندان میں سے وہی بندہ پاک بنا ہے		جو کسی کمتر کے پاؤں کی خاک بن گیا ہے
الا اے کہ بر خاکِ ما بگذری	۲	بخاک عزیزاں کہ یاد آوری
اے وہ انسان جو ہماری مٹی پر سے ہو کر گذرے		تجھے بزرگوں کی مٹی کی قسم کہ یاد کر لینا
کہ گر خاک شد سعدیؒ اورا چہ غم	۳	کہ در زندگی خاک بود ست ہم
کہ اگر سعدیؒ مٹی بن گیا ہے تو اس کو کیا غم ہے		اس لیے کہ وہ تو زندگی میں بھی مٹی تھا
بہ بیچارگی تن فراخاک داد	۴	دگر گردِ عالم برآمد چو باد
عاجزی کے ساتھ جسم کو مٹی کے نیچے دبا دیا ہے		اگرچہ دنیا کے گرد ہوا کی طرح گھوما ہے
بسے برنیاید کہ خاکش خورد	۵	دگر بارہ بادش بعالم برد
زیادہ دن نہ گزریں گے اس کو مٹی کھا جائیگی		ہوا اس کو دوبارہ جہاں میں اڑائے پھریگی
نگر تا گلستانِ معنی شگفت	۶	بروہیچ بلبل چنیں خوش نگفت
غور کر جب سے حقیقت کا باغ کھلا ہے		اس پر کسی بلبل نے ایسی خوش الحانی نہیں کی ہے
عجب گر بمیرد چنیں بلبلے	۷	کہ بر استخوانش نروید گلے
تعجب ہے اگر ایسی بلبل مرجائے		کہ اس کی ہڈیوں پر کوئی پھول نہ کھلے

باب پنجم ۸ در رضا و تسلیم

پانچواں باب رضا کے بیان میں

مصرع اول		مصرع دوم
شبے زیت فکرت ہمے سوختم	۹	چراغِ بلاغت برافروختم
ایک رات میں نے فکر کا تیل جلایا		بلاغت کا چراغ روشن کیا
پراگندہ گوئے حدیثم شنید	۱۰	جز احسنت گفتن طریقے ندید
ایک بیہودہ گو نے میرا کلام سنا		تو نے کیا خوب کہا کہنے کے علاوہ اسکو کوئی راستہ نظر نہ آیا

(۱) ازیں خاکداں: اس خاکداں سے یعنی دنیا نے۔ بندۂ: وہ بندہ۔ پاک شد: پاک ہوا۔ کہ: جو کہ۔ در پائے کمتر: کسی گھٹیا تر آدمی کے پاؤں میں۔ خاک شد: مٹی ہو گیا۔ (۲) الا: خبردار۔ اے کہ: اے وہ شخص کہ۔ برخاکِ ما: ہماری خاک پر۔ بگذری: گزر کرے تو۔ بخاک عزیزاں: عزت داروں کی مٹی کی قسم۔ یاد آوری: یاد کرے تو۔ (۳) خاک شد: مٹی ہو گیا۔ سعدیؒ: مصنف۔ اورا: اس کو۔ چہ غم: کیا غم۔ خاک بود ست: مٹی ہو چکا ہے۔ ہم: بھی۔ (۴) بہ بیچارگی: عاجزی سے۔ تن: جسم۔ فراخاک: مٹی کے نیچے۔ داد: دے دیا۔ گرد عالم: جہان کے گرد۔ برآمد: نکل آیا۔ چو باد: ہوا کی طرح۔ (۵) بسے: زیادہ وقت۔ برنیاید: نہیں گزرے گا۔ خاکش: مٹی اس کو۔ خورد: کھا جائے گی۔ دگر بارہ: دوبارہ۔ بادش: ہوا اس کو۔ بعالم: جہان میں۔ برد: لے جائے گی۔ (۶) نگر: دیکھ۔ تا: جب۔ گلستان معنیٰ: حقیقت یا باطن کا باغ۔ شگفت: کھلا۔ برو: اس پر۔ ہیچ بلبل: کوئی بلبل۔ چنیں: ایسا۔ خوش: اچھا۔ نگفت: نہیں کہا۔ (۷) عجب: تعجب ہے۔ بمیرد: مرجاوے۔ چنیں بلبلے: ایسا بلبل۔ بر استخوانش: اس کی ہڈیوں پر۔ نروید: نہ اُگے۔ گلے: کوئی پھول۔ (۸) پنجم: پانچواں۔ رضا: راضی ہونا۔ تسلیم: مان لینا۔ (۹) شبے: ایک رات۔ زیت فکرت: فکر کا تیل۔ ہمے سوختم: میں جلاتا تھا۔ بلاغت: موقع محل کے مطابق بات کرنا۔ برافروختم: میں نے روشن کیا۔ (۱۰) پراگندہ گوئے: بے ہودہ کہنے والا۔ حدیثم: میری بات۔ شنید: سنی۔ جز: سوائے۔ احسنت: اچھا کہا تو نے۔ گفتن: کہنا۔ طریقے: کوئی راستہ۔ ندید: نہ دیکھا۔

تشریح: (۱) اس دنیا میں صرف اسی شخص کو طہارت و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ جو اپنے سے ادنیٰ درجے کے آدمی کو بلند مقام پر بٹھا کر خود کو پامال کر دیتا ہے۔
(۲) ہماری (شیخ سعدیؒ) قبر سے گزرنے والے شخص تجھ کو اُن قریبی عزیزوں کی قسم جو داغ مفارقت دے گئے ہیں۔ ہمیں اپنی دُعاؤں میں کبھی نہ بُھلانا۔ (۳) سعدیؒ کو خاکستر ہونے کا افسوس نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ تو زندگی میں بھی خود کو خاک میں ملا کر خاکستر ہو چکا تھا۔ (مٹی میں خاک مل گئی تو کیا ہوا) (۴) گو کہ اس (سعدیؒ) نے چار دانگ عالم شہرت حاصل کی۔ لیکن لاچاری کی خاک میں بے چارگی کی قبر میں مدفون ہو چکا تھا۔
(۵) قریب ہے کہ وہ (سعدیؒ) خاک میں مل کر گل سڑ جائے گا۔ اور ہوا اس کی خاک کو جگہ جگہ اڑاتی پھرے گی۔
(۶) جب سے حقائق کی دنیا کا گلزار مہکا ہے۔ تب سے شیخ سعدیؒ جیسا خوش گلو بلبل پیدا نہیں ہوا۔
(۷) اس (شیخ سعدیؒ) جیسے بلبل کی وفات سے قبر پر پھول ضرور اگیں گے۔ ورنہ تعجب کی بات ہوگی۔
(۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تقدیر کے فیصلوں پر رضامند رہنا چاہیے۔ (تقدیر کو کوسنا نہیں چاہیے)
(۹) ایک رات کا واقعہ ہے کہ میں (شیخ سعدیؒ) غور و فکر میں مگن میدان فصاحت و بلاغت میں اشعار کی آمد آمد سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔
(۱۰) کسی فرسودہ صفت شخص نے میرا بلیغ کلام سنا تو اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ناچار اسے (فرسودہ صفت شخص کو) میرے کلام کی داد دینا پڑی۔

۱	ہم از خبث نوعے درو درج کرد	کہ ناچار فریاد خیزد ز درد
	پھر بھی ایک قسم کی خباثت اس میں ملا دی	اس لیئے کہ درد سے مجبوراً ہائے نکلتی ہے
۲	کہ فکرش بلیغست ورایش بلند	دریں شیوۂ زہد و طامات و پند
	کہ اس کا فکر بلیغ ہے اور اسکی رائے بلند ہے	اسی زہد کے شیوے میں اور بزرگوں کی بات اور نصیحت میں
۳	نہ در خشت و گوپال و گرزِ گراں	کہ ایں شیوہ ختم ست بر دیگراں
	نہ کہ خشت اور گوپال اور بھاری گرز کے بیان میں	اس لیئے کہ یہ طریقہ تو دوسروں پر ختم ہے
۴	نداند کہ مارا سرِ جنگ نیست	وگرنہ مجالِ سخن تنگ نیست
	اسے معلوم نہیں کہ ہمیں جنگ سے دلچسپی نہیں ہے	ورنہ بات کا میدان تنگ نہیں ہے
۵	توانم کہ تیغِ زباں برکشم	جہانِ سخن را قلم درکشم
	میں یہ کرسکتا ہوں کہ زبان کی تلوار سونت لوں	بات کی دُنیا پر قلم پھیر دوں
۶	بیا تا دریں شیوہ چالش کنیم	سرِ خصم را سنگ بالش کنیم
	آ اسی طریقہ پر دوڑ لگائیں	دشمن کے سر کو سرہانے کی اینٹ بنائیں

گفتار در صبر و رضا و تسلیم بحکم قضا

کہاوت صبر اور رضا اور قضائے خداوندی پر سر دھرنے کے بیان میں

۸	سعادت بہ بخشائش داورست	نہ در چنگِ بازوئے زور آورست
	نیک بختی اللہ کی دین سے ہے	نہ کہ جنگل اور زور آور کے بازو کی وجہ سے
۹	چو دولت نہ بخشد سپہر بلند	نیاید بمردانگی در کمند
	اگر بلند آسمان دولت نہ بخشے	تو وہ بہادری سے کمند میں نہیں آتی
۱۰	نہ سختی رسید از ضعیفی بمور	نہ شیراں بہ سرپنجہ خوردند زور
	ضعیفی کی وجہ سے چیونٹی کو مشکل پیش نہیں آئی	نہ شیروں نے پنجہ کی طاقت اور زور سے کھایا ہے

(۱) ہم: بھی۔ از خبث: خباثت میں سے۔ نوعے: ایک قسم۔ درو: اس میں۔ درج کرد: داخل کردی۔ خیزد: اٹھتی ہے۔ (۲) فکرش: اس کا فکر۔ بلیغست بلیغ ہے یعنی انتہا کو پہنچا ہوا۔ رایش: اس کی رائے۔ دریں شیوۂ زہد: اسی پرہیزگاری کے طریقے میں۔ طامات: بزرگوں کی کہانیاں۔ پند: نصیحت۔

(۳) خشت: چھوٹا نیزہ۔ گوپال: گرز یا چقمار۔ گراں: بھاری۔ ایں شیوہ: یہ طریقہ۔ بر دیگراں: دوسروں پر۔ (۴) نداند: نہیں جانتا۔ مارا: ہمیں۔ سرِ جنگ: جنگ کا ارادہ۔ نیست: نہیں ہے۔ مجالِ سخن: بات کی طاقت۔ تنگ نیست: تنگ نہیں ہے۔ (۵) توانم: میں طاقت رکھتا ہوں۔ تیغِ زباں: زبان کی تلوار۔ برکشم: کھینچوں میں۔ جہانِ سخن: بات کا جہان۔ درکشم: کھینچ دوں۔

(۶) بیا: آ۔ تا: تاکہ۔ دریں شیوہ: اسی طریقے میں۔ چالش: چال، دوڑ۔ کنیم: کریں ہم۔ سرِ خصم: دشمن کا سر۔ سنگ: پتھر۔ بالش: سرہانہ، تکیہ۔ کنیم: کریں ہم۔ (۷) گفتار: کہاوت۔ صبر و رضا: صبر کرنا اور راضی رہنا۔ تسلیم: مان لینا۔ بحکمِ قضا: تقدیر کے حکم کو۔ (۸) سعادت: نیک بختی۔ بہ بخشائش داور: اللہ کی بخشش سے۔ چنگِ بازوئے زور آور: طاقتور بازو کا جنگل۔ (۹) چو: جب۔ نہ بخشد: نہ بخشے۔ سپہر بلند: اونچا آسمان۔ نیاید: نہیں آتی۔ بمردانگی: بہادری سے۔ در کمند: کمند میں۔ (۱۰) رسید: پہنچی۔ ضعیفی: کمزوری۔ بمور: چیونٹی کو۔ بہ سرپنجہ: پنجے سے۔ خوردند: کھایا انہوں نے۔

تشریح: (۱) لیکن خبث باطن کی وجہ سے اس (داد) میں تنقید کا نشتر بھی شامل کردیا۔ تاکہ داد کے ساتھ ساتھ کلام مجروح بھی ہوجائے۔
(۲) اس (کلام) میں پند و نصائح پر مبنی بلندیٔ فکر تو موجود ہے۔ لیکن یہ سوائے ترک دنیا پر مشتمل قصہ خوانی کے اور کچھ نہیں۔
(۳) تیر و تفنگ کی تباہی کے حوالے سے جنگی حالات کی منظر کشی کرنے کی صلاحیت ناپید ہے۔
(۴) وہ (فرسودہ صفت ناقد) کیا جانے کہ جنگ و جدل سے دلچسپی رکھنا ہمارے (الشیخ سعدیؒ) نزدیک وقت ضائع کرنا ہے۔ ورنہ اس میدان میں بھی ہمارا کوئی ثانی نہ ہوتا۔ (۵) اگر جنگی حالات پر تبصرہ کروں تو لوگوں کی زبانیں گُنگ، عقلیں دنگ اور عاجزی کی وجہ سے سر جھک جائیں۔
(۶) دشمن (فرسودہ صفت ناقد) کی غلط فہمی دُور کرکے اس کی بے قراری میں مزید اضافہ کرنے کی غرض سے آ! جنگی نقشہ کھینچیں۔
(۷) عنوان۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ تقدیر کے فیصلے رَد کرنا ممکن نہیں، اس لیئے اسے تسلیم کرلینے میں بہتری ہے۔
(۸) خوش بختی اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اسے اپنی طاقت و قوت کے بل بوتے پر حاصل کرنا ممکن نہیں۔
(۹) اگر اللہ تعالیٰ تاج و تخت عنایت نہ فرمائے تو اسے محض زورِ بازو کے ذریعے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔
(۱۰) اگر یہ سب کچھ (تاج و تخت کا حصول وغیرہ) ذاتی ہمت کا نتیجہ ہوتا تو چیونٹیوں کا وجود نہ ہوتا اور ہر طرف شیروں کا راج ہوتا۔

۱ — چو نتواں بر افلاک دست آختن — ضرورست باگردشش ساختن

جب آسمانوں پر دست درازی نہیں ہو سکتی — تو اس کی گردش سے بنائے رکھنا ضروری ہے

۲ — گرت زندگانی نبشت ست دیر — نہ مارت گزاید نہ شمشیر و شیر

اگر اس نے تیری زندگی دراز لکھی ہے — نہ تجھے سانپ ڈسے گا، نہ تلوار، نہ شیر

۳ — وگر در حیاتت نہ ماندست بہر — چنانت کشد نوشدارو کہ زہر

اور اگر زندگی میں تیرا حصہ نہیں رہا ہے — تجھے نوشدارو زہر کی طرح مار ڈالے گا

۴ — نہ رستم چو پایان روزی بخورد — شغاد از نہادش برآورد گرد

کیا ایسا نہیں ہوا کہ جب رستم نے روزی کا آخری حصہ کھا لیا — شغاد نے اس کی جڑ سے دھول اڑا دی

حکایت شاطر سپاہانی

چالاک اصفہانی کا قصہ

۶ — مرا در سپاہاں یکے یار بود — کہ جنگ آور و شوخ و عیار بود

اصفہان میں میرا ایک دوست تھا — جو لڑاکا، بدتمیز اور چالاک تھا

۷ — مدامش بخوں دست و خنجر خضاب — بر آتش دل خصم زو چوں کباب

ہمیشہ اس کا ہاتھ اور خنجر خون سے رنگین رہتا — دشمن کا دل اس سے کباب کی طرح آگ پر رہتا

۸ — ندیدمش روزے کہ ترکش نہ بست — ز پولاد پیکانش آتش نہ جست

میں نے اسے کسی روز نہیں دیکھا کہ اس نے ترکش نہ باندھا ہو — اس کے تیروں کے فولاد سے آگ نہ جھڑتی ہو

۹ — دلاور بسرپنجہ و گاؤ زور — ز ہولش بشیراں درافتادہ شور

بہادر، طاقت میں قدرتی طور پر زور آور — اس کے خوف سے شیروں میں غل مچا تھا

۱۰ — بدعوے چناں ناوک انداختے — کہ عدو را بہر یک انداختے

دعوے سے ایسا تیر مارتا — کہ سنبلہ کا ایک ایک دانہ گرا دیتا

(۱) چو: جب۔ نتواں: نہیں طاقت رکھتے۔ افلاک: جمع فلک آسمان۔ دست آختن: ہاتھ کھینچنا۔ باگردشش: اس کی گردش سے۔ ساختن: بنا کے رکھنا۔ (۲) گرت: اگر تیری۔ نبشت ست: لکھی ہے۔ دیر: لمبی۔ مارت: سانپ تجھ کو۔ گزاید: کاٹے۔ شمشیر: تلوار۔ (۳) حیاتت: تیری زندگی۔ نہ ماندست: نہیں رہا ہے۔ بہر: حصہ۔ چنانت: تجھ کو ایسا۔ کشد: مارے گا۔ نوشدارو: پینے کی دوا۔ کہ زہر: جیسا کہ زہر۔ (۴) رستم: ایران کا مشہور پہلوان اور سپہ سالار جو زال بن سام کا بیٹا تھا اور جسے اس کے سوتیلے بھائی شغاد نے کنوئیں میں گرا کر ہلاک کر دیا تھا۔ چو: جب۔ پایان روزی: روزی کا آخری حصہ۔ بخورد: کھا لیں۔ شغاد: رستم کا سوتیلا بھائی۔ نہادش: اس کی طبیعت۔ برآورد: نکال دی۔ (۵) شاطر: چالاک۔ سپاہانی: اصل اصفہانی ایران کے ایک شہر کی طرف منسوب۔ (۶) مرا: میرا۔ در سپاہاں: اصفہان، ایران کا دارالحکومت۔ یکے: ایک۔ بود: تھا۔ جنگ آور: لڑاکا۔ شوخ و عیار: بے باک اور چالاک۔ (۷) مدامش: ہمیشہ اس کا۔ بخوں دست: خون میں ہاتھ۔ خضاب: رنگین۔ بر آتش: آگ پر۔ دل خصم: دشمن کا دل۔ زو: اس سے۔ چوں: مثل۔ (۸) ندیدمش: نہیں دیکھا میں نے اس کو۔ روزے: کسی دن۔ ترکش: تیروں کی تھیلی۔ نہ بست: نہ باندھی ہو۔ پولاد پیکانش: اس کے تیر کا فولاد۔ آتش: آگ۔ نہ جست: نہ کودی ہو۔ (۹) دلاور: بہادر۔ بسرپنجہ: طاقت میں۔ گاؤ زور: بغیر ورزش کے زور آور۔ ز ہولش: اس کے خوف سے۔ بشیراں: شیروں میں۔ درافتادہ: پڑا ہوا۔ (۱۰) بدعوے: دعوے سے۔ چناں: ایسا۔ ناوک: تیر۔ انداختے: ڈالتا۔ عدو را: دشمن کو۔ بہر یک: ہر تیر سے۔ یک: ایک دشمن۔ انداختے: گرا دیتا۔

تشریح: (۱) جب آسمانوں کو زیر کرنا انسان کے بس میں نہیں تو پھر اُسے (انسان کو) اپنے مقدر کے لکھے پر رضامند ہو جانا چاہیئے۔
(۲) اگر زندگی دراز ہو تو سانپ، بچھو اور شیر وغیرہ سے ہلاکت ناممکن ہے۔ (کیونکہ زندگی و موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے)
(۳) اگر قسمت میں موت کا پروانہ تحریر ہو چکا ہے تو دوا اور شربت وغیرہ بھی زہر ہلاہل بن کر موت کا سبب بن جاتے ہیں۔
(۴) جب رستم کا رزق دنیا سے اُٹھ گیا تو اس (رستم) کے سوتیلے بھائی شغاد نے اس کا کام تمام کر دیا۔ (تاریخ میں ہے۔ جنگ قادسیہ میں حضرت بلالؓ نے رستم کو قتل کیا تھا) (۵) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تقدیر کے بالمقابل تدبیر بے بس ہے۔ تقدیر کے فیصلے قوت بازو سے تبدیل نہیں کیئے جا سکتے۔ (۶) اصفہان میں میرا (شیخ سعدیؒ کا) ایک دوست تھا۔ جنگی مہارت میں یکتا تھا۔ عیاری میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ انتہائی نڈر تھا۔
(۷) اس کا ہاتھ اور اسلحہ ہمیشہ خون میں رنگین رہتا تھا۔ دشمن انتقام میں ناکام رہنے کی وجہ سے ہمیشہ بل کھاتے رہتے تھے۔
(۸) کوئی دن خالی نہ جاتا جس میں وہ (دوست) غیر مسلح رہا ہو۔ ہر وقت اس کے تیر و تفنگ سے آگ بھڑکتی نظر آتی تھی۔ (۹) وہ (شیخ سعدیؒ کا دوست) بڑا طاقتور اور دلیر تھا کہ شیر بھی اس کے سامنے لرزہ براندام دکھائی دیتا تھا۔ (۱۰) جب بھی کبھی کسی دشمن پر حملہ آور ہوتا تو اس کے مار گرانے میں سب سے دعویٰ کرتا۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
۱	چناں خار در گل ندیدم کہ رفت	کہ پیکانِ او در سپرہائے جفت
	اس طرح سے میں نے پھول میں کانٹا جاتے نہ دیکھا	جیسا کہ اس کے تیر دوہری ڈھالوں میں
۲	نزد تارک جنگجوئے بخشت	کہ خود و سرش را نہ درہم سرشت
	اس نے کسی بہادر کی کھوپڑی پر چھوٹا نیزہ نہیں مارا	کہ اس کے سر اور خود کو نہ گوندھ دیا ہو
۳	چو کنجشک روزِ ملخ در نبرد	بکشتن چہ کنجشک پیشش چہ مرد
	لڑائی میں ٹڈیوں کے دن میں چڑیا کی طرح نبھاتا	مار ڈالنے میں اُسکے لیے بہادر اور چڑیا یکساں تھے
۴	گرش بر فریدوں بدے تاختن	امانش ندادے بہ تیغ آختن
	اگر فریدوں پر اس کا حملہ ہوتا	تلوار کھینچنے میں اس کو پناہ نہ دیتا
۵	پلنگانش از زورِ سرپنجہ زیر	فرو بردہ چنگال در مغزِ شیر
	اس کے پنجے کی طاقت سے چیتے زیر تھے	شیر کے مغز میں وہ چنگل گھسائے ہوئے تھا
۶	گرفتے کمر بندِ جنگ آزمائے	وگر کوہ بودے بکندے زجائے
	لڑائی آزمائے ہوئے کی پیٹی پکڑتا	اگر وہ پہاڑ بھی ہوتا جگہ سے اکھاڑ پھینکتا
۷	زرہ پوش را گر تبر زیں زدے	گزر کردے از مرد و بر زیں زدے
	زرہ پوش پر اگر کٹار مارتا	انسان سے گزار کر زین پر مارتا
۸	نہ در مردی اُورا نہ در مردمی	دوم در جہاں کس شنید آدمی
	نہ تو بہادری میں، نہ انسانیت میں	دنیا میں کسی نے اس جیسا دوسرا آدمی نہ سنا
۹	مرا یکدم از دست نگذاشتے	کہ با راست طبعاں سرے داشتے
	مجھے تھوڑی دیر کیلئے بھی ہاتھ سے نہ چھوڑتا	اس لیے کہ سیدھی طبیعت والوں کا بھی کچھ خیال رکھتا تھا
۱۰	سفر ناگہم زاں زمیں در ربود	کہ عیشم دراں بقعہ روزی نبود
	سفر اچانک مجھے اس سرزمین سے نکال لے گیا	اسلیے کہ اس سرزمین کی زندگی میرے مقدر میں نہ تھی

(۱) چناں خار: ایسا کانٹا۔ گل: پھول۔ ندیدم: نہیں دیکھا میں نے۔ کہ رفت: کہ گیا ہو۔ پیکانِ او: اس کا تیر۔ سپرہا: ڈھالیں۔ جفت: دوہری، یہ ڈھال کی صفت ہے۔ (۲) نزد: نہیں مارا۔ تارک: چوٹی یا کھوپڑی۔ بخشت: چھوٹے نیزے سے۔ خود و سرش: اس کا سر اور خود۔ درہم: آپس میں۔ سرشت: گوندھ دیا۔
(۳) چو: مثل۔ کنجشک: چڑیا۔ روزِ ملخ: مکڑی کے دن۔ در نبرد: لڑائی میں۔ بکشتن: مار ڈالنے میں۔ چہ: کیا۔ پیشش: اس کے سامنے۔ چہ: کیا۔ (۴) گرش: اگر اس کو۔ فریدوں: ایران کا مشہور بادشاہ جس نے ضحاک کو قتل کر کے تخت حاصل کیا تھا۔ بدے: اصل بودے: ہوتا۔ تاختن: حملہ کرنا۔ امانش: اس کو امان ندادے: نہ دیتا۔ تیغ آختن: تلوار کھینچنا۔ (۵) پلنگانش: اس کی شین سرپنجہ کے ساتھ لگ کر چیتے اس کے پنجے سے۔ زیر: عاجز۔ فرو بردہ: گاڑے ہوئے۔ چنگال: پنجہ۔ در مغزِ شیر: شیر کے مغز میں۔ (۶) گرفتے: پکڑ لیتا۔ جنگ آزما: جنگ آزمانے والا یعنی مدِمقابل۔ کوہ: پہاڑ۔ بودے: ہوتا وہ۔ بکندے: اکھیڑ ڈالتا۔ زجائے: جگہ سے۔ (۷) زرہ پوش: زرہ پہننے والا۔ بر زیں: کٹار زدے: مارتا۔ کردے: کرتی وہ۔ بر زیں: زین کے اوپر۔ زدے: مارتا۔ (۸) مردی: بہادری۔ اُورا: اس کو۔ مردمی: انسانیت۔ دوم: دوسرا۔ کس: کوئی شخص شنید: سنا اس نے۔ (۹) مرا: مجھ کو۔ یکدم: ایک گھڑی۔ از دست: ہاتھ سے۔ نگذاشت: نہ چھوڑتا۔ راست طبعاں: سیدھی طبیعت والے۔ سرے: خیال داشتے: رکھتا وہ۔ (۱۰) ناگہم: اچانک مجھ کو۔ زاں زمیں: اس زمین سے۔ در ربود: لے گیا۔ عیشم: میری زندگی۔ دراں بقعہ: اس خطے میں۔ روزی: مقدر۔ نبود: نہ تھی۔

تشریح: (۱) اس طرح کانٹا بھی کسی پھول میں نہیں گھستا تھا۔ جیسے اس کا تیر ڈبل ڈھالوں میں گھس جاتا تھا۔ (۲) وہ (شیخ سعدیؒ کا فوجی دوست) جب بھی کسی کے سر پر نیزے سے وار کرتا تو خود اور نیزے میں اس کے سر کی سلائی ہو جاتی تھی۔ (۳) میدان جنگ میں وہ (فوجی) اپنے دشمنوں پر ایسے جھپٹتا تھا جیسے چڑیاں شکار کے وقت مکڑیوں پر جھپٹتی ہیں۔ (۴) ایران کا مشہور بادشاہ فریدون بھی اگر اس (فوجی) کے مدِمقابل آجاتا تو وہ (فوجی) فریدون کو تلوار نکالنے اور سنبھلنے کا موقع نہ دیتا۔ (۵) جنگلی درندے (شیر چیتے وغیرہ) اس کے سامنے ہیچ تھے۔ اس (فوجی) نے تو شیر کے دماغ میں اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے۔ (۶) جس قدر سخت جان جنگجو اس (فوجی) کے سامنے آتا تو وہ اسے اکھاڑ کر ہوا میں اچھال پھینکتا۔
(۷) زرہ پوش کو کلہاڑی وغیرہ مارتا تو وہ (کلہاڑی) انسان کو چیرتے ہوئے گھوڑے کی زین تک پہنچ جاتی۔
(۸) دلیری و شرافت میں وہ (فوجی دوست) اپنی مثال آپ تھا (کیونکہ یہ دونوں وصف سوائے اس کے کسی اور میں موجود نہ تھے)
(۹) مجھے (شیخ سعدیؒ) لمحہ بھر کے لیئے بھی نہ چھوڑتا تھا۔ کیونکہ وہ (فوجی) فطری طور پر نیکوکار لوگوں کا قدر دان تھا۔
(۱۰) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) اچانک اصفہان سے رختِ سفر باندھنا پڑا۔ کیونکہ اب وہاں (اصفہان) سے میرا دانہ پانی اُٹھ چکا تھا۔

مصرعِ اول		مصرعِ ثانی
قضا نقل کرد از عراقم بشام	۱	خوش آمد دراں خاک پاکم مقام
قضائے خداوندی نے مجھے عراق سے شام کی طرف منتقل کر دیا		اس خاک پاک میں مجھے قیام بھلا معلوم ہوا
دگر پُر شد از شام پیمانہ ام	۲	کشید آرزومندیٔ خانہ ام
پھر شام سے میرا پیمانہ بھر گیا		گھر کی آرزو نے مجھے کھینچا
قضارا چناں اتفاق اوفتاد	۳	کہ بازم گزر در عراق اوفتاد
تقدیر سے پھر ایسا اتفاق ہوا		کہ پھر میرا عراق سے گزر ہوا
شبے سر فرو شد باندیشہ ام	۴	بدل برگذشت آں ہنر پیشہ ام
ایک شب فکر میں میرا سر نیچے کو ہوا		میرے دل میں اس ہنر پیشہ کا خیال آیا
نمک ریشِ دیرینہ ام تازہ کرد	۵	کہ بودم نمک خوردہ از دستِ مرد
نمک نے پُرانا زخم ہرا کر دیا		اس لیئے کہ اس مرد کے ہاتھ کا میں نمک کھائے ہوئے تھا
بدیدار وے در سپاہاں شدم	۶	بمہرش طلبگار و خواہاں شدم
اس کے دیکھنے کے لیئے میں اصفہان کی طرف چلا		اس کی محبت کا طلبگار اور خواہاں ہوا
جواں دیدم از گردشِ دہر پیر	۷	خدنگش کماں ارغوانش زریر
زمانہ کی گردش سے جوان کو بوڑھا دیکھا		اس کا تیر کمان تھا اس کا ارغوانی رنگ زریر تھا
چو کوہِ سپیدش سر از برفِ موئے	۸	دواں آبش از برفِ پیری بر و
اس کا سر سفید بالوں کی وجہ سے سفید پہاڑ کی طرح تھا		اس کے بڑھاپے کے برف سے چہرے پر پانی دوڑ رہا تھا
فلک دستِ قوت برو یافتہ	۹	سرِ دستِ مردیش برتافتہ
آسمان اس پر قابو پا گیا تھا		اس نے اس کی بہادری کا پنجہ موڑ دیا تھا
بدر کردہ گیتی غرور از سرش	۱۰	سرِ ناتوانی بزانو برش
جہان نے اس کے سر سے غرور نکال دیا تھا		ناتوانی کا سر اس کے زانو پر تھا

(۱) قضا: تقدیر۔ کرد: کیا۔ از عراقم: عراق سے مجھ کو۔ بشام: شام میں۔ عراق ایک ملک جس کا دارالحکومت بغداد ہے۔ شام: ایک ملک جس کا دارالحکومت دمشق ہے۔ خوش آمد: اچھا لگا۔ دراں خاک پاکم: اس پاک مٹی میں۔ مقام: ٹھکانا۔ (۲) دگر: پھر۔ پُر شد: بھر گیا۔ پیمانہ ام: میرا پیمانہ۔ کشید: کھینچا۔ آرزومندیٔ خانہ ام گھر کی یاد نے مجھ کو۔ (۳) قضا: تقدیر۔ چناں: ایسا۔ اوفتاد: پڑا۔ بازم: پھر میرا۔ (۴) شبے: ایک رات۔ سر فرو شد: سر جھک گیا۔ باندیشہ: سوچ میں۔ بدل: دل میں۔ برگذشت: گزر گیا۔ ہنر پیشہ: ہنرمند۔ ام: میرے (۵) ریشِ دیرینہ: پُرانا زخم۔ ام: میرا۔ کرد: کیا۔ بودم: تھا میں۔ نمک خوردہ: نمک کھائے ہوئے۔ دستِ مرد مَرد کا ہاتھ۔ (۶) بدیدار وے: اس کے دیدار کیلئے سپاہاں: اصل اصفہان، ایران کا ایک شہر جو وہاں کا دارالحکومت تھا۔ شدم: گیا میں۔ بمہرش، محبت کی وجہ سے اس کا۔ طلبگار: طلب کرنے والا۔ خواہاں: چاہنے والا۔ شدم: ہوا میں۔ (۷) دیدم: میں نے دیکھا۔ گردشِ دہر: زمانے کا چکر۔ پیر: بوڑھا۔ خدنگش: اس کا تیر۔ ارغوانش: اس کا گلابی رنگ۔ زریر: ایک پیلے رنگ کی گھاس۔ (۸) چو: مثل۔ کوہِ سپید: سفید پہاڑ، ش سر کا مضاف الیہ ہے یعنی اس کا سر۔ برفِ مو: بالوں کی برف۔ دواں: جاری آب: پانی۔ ش برو کے ساتھ لگ کر اس کے چہرے پر۔ برفِ پیری: بڑھاپے کی برف۔ (۹) فلک: آسمان۔ دستِ قوت: زور کا ہاتھ۔ برو: اس پر۔ یافتہ: پا لیا۔ سرِ دستِ مردیش: اس کی بہادری کا پنجہ۔ برتافتہ: موڑ دیا۔ (۱۰) بدر کردہ: باہر کیئے ہوئے۔ گیتی: جہان۔ از سرش: اس کے سر سے۔ سرِ ناتوانی: کمزوری کا سر۔ بزانو: گھٹنے پر۔ برش: اس کے اوپر۔

تشریح: (۱) چنانچہ میں نے (شیخ سعدیؒ) عراق سے شام کی طرف نقل مکانی کی۔ اور شام کی سرزمین مجھے اچھی لگی۔
(۲) عرصہ دراز کے بعد مجھے (شیخ سعدیؒ کو) اپنے وطن (اصفہان) کی یاد نے تنگ و بے قرار کر دیا۔
(۳) ملک عراق سے گذرنا مقدر میں تھا۔ اس لیئے مجھے (شیخ سعدیؒ کو) وہاں (ملک عراق) سے گزرنا پڑا۔
(۴) ایک رات میں (شیخ سعدیؒ) تفکرات کے جنگل میں گھرا ہوا تھا کہ یکایک مجھے اپنے فوجی دوست کی یاد نے ستانا شروع کر دیا۔
(۵) بقول سعدیؒ۔ میں فوجی دوست کا نمک خوار تھا۔ اس لیئے اس کی یاد نے گذشتہ لمحوں کے زخم تازہ کر دیئے۔
(۶) میرے (شیخ سعدیؒ) دل میں اس (فوجی دوست) کی محبت موجزن تھی۔ اس لیئے میں اصفہان گیا اور اس کی تلاش شروع کر دی۔
(۷) اسے دیکھتے ہی میری (شیخ سعدیؒ کی) حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ وقت کی گردش نے اسے (فوجی دوست کو) نحیف و لاغر کر دیا تھا۔ رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔
(۸) سر کے بال سفیدی میں بدل چکے تھے۔ آنکھوں سے پانی ایسے بہہ رہا تھا۔ جیسے برف پگھلنے سے پہاڑوں سے پانی بہتا ہو۔
(۹) قدرت نے ایسی گرفت کی کہ اس کی دلیری کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اس کا جسم کمان کی طرح دوہرا ہو گیا۔
(۱۰) وقت اور حالات نے اسے (فوجی کو) ایسے پیچ کر مارا کہ اس کی جوانی کا سارا تکبر خاک میں ملا دیا۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	بدو گفتم اے سرورِ شیر گیر	چہ فرسودہ کردت چو روباہ پیر
	میں نے اس سے کہا اے شیر کو پکڑنے والے سردار	تجھے بوڑھی لومڑی کی طرح کس چیز نے گھس دیا
۲	بخندید کز روز جنگ تتر	بدر کردم آں جنگ جوئی ز سر
	وہ ہنسا کہ تتاریوں کی جنگ کے دن سے	میں نے جنگجوئی سر سے نکال دی
۳	زمیں دیدم از نیزہ چو نیستاں	گرفتہ علمہا چو آتش دراں
	زمین کو نیزوں کی وجہ سے میں نے نیستان کیطرح دیکھا	اس میں آگ کی طرح جھنڈے لگے ہوئے تھے
۴	برانگیختم گرد ہیجا چو دود	چو دولت نہ باشد تہوّر چہ سود
	میں نے دھوئیں کی طرح لڑائی کی دھول اڑا دی	جب اقبال نہ رہے تو لڑائی سے کیا فائدہ
۵	من آنم کہ چوں حملہ آوردمے	برمح از کف انگشتری بردمے
	میں وہی تھا کہ میں جب حملہ کرتا تھا	تو نیزے کے ذریعہ ہاتھ سے انگوٹھی نکال لیتا تھا
۶	ولے چوں نکرد اخترم یاوری	گرفتند گردم چوں انگشتری
	لیکن جب ستارے نے میری مدد نہ کی	انگوٹھی کی طرح انہوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا
۷	غنیمت شمردم طریق گریز	کہ ناداں کند با قضا پنجہ تیز
	میں نے بھاگنے کا راستہ غنیمت سمجھا	اسلئے کہ قضائے خداوندی سے نادان پنجہ لڑاتا ہے
۸	چہ یاری کند مغفر و جوشنم	چو یاری نکرد اختر روشنم
	ڈھال اور زرہ میری کیا مدد کرے	جب روشن ستارے ہی نے میری مدد نہ کی
۹	کلید ظفر چوں نباشد بدست	ببازو در فتح نتواں شکست
	فتح مندی کی کنجی جب ہاتھ میں نہ ہو	فتح مندی کا دروازہ بازو سے نہیں توڑا جاتا ہے
۱۰	گروہے پلنگ افگن پیل زور	در آہن سر مرد و سم ستور
	چیتے کو پچھاڑنے والا، ہاتھی کی طاقت کا ایک گروہ تھا	انسانوں کا سر اور گھوڑوں کا سم لوہے میں چھپا ہوا تھا

(۱) بدو: اس سے۔ گفتم: میں نے کہا۔ سرور: سردار۔ شیر گیر: شیر پکڑنے والا۔ چہ: کیا چیز۔ فرسودہ کردت: گھٹا دیا تجھ کو۔ چو: مثل۔ روباہ پیر: بوڑھی لومڑی۔ (۲) بخندید: ہنس پڑا۔ کز روز جنگ تتر: تاتاریوں کی جنگ کے دن سے۔ تتر یا تاتار صحرائے منگولیا کی رہنے والی ایک جنگجو قوم جس کا قائد چنگیز خان تھا۔ بدر: باہر۔ کردم: کیا میں نے۔ جنگ جوئی: لڑائی۔ (۳) دیدم: دیکھا میں نے۔ چو: مثل۔ نیستان: سرکنڈوں کا جنگل۔ گرفتہ: گڑا ہوا۔ علمہا: جمع علم جھنڈے۔ چو آتش: آگ کی طرح۔ دراں: اس میں۔ (۴) برانگیختم: اٹھائی میں نے۔ گرد ہیجا: لڑائی کی گرد۔ چو دود: مثل دھوئیں کی۔ چو: جب۔ دولت: اقبال۔ نہ باشد: نہ ہووے۔ تہوّر: بہادری، حوصلہ۔ چہ سود: کیا فائدہ۔ (۵) من: میں۔ آنم: وہ ہوں میں۔ چوں: جب۔ آوردمے: لاتا میں۔ برمح: نیزے کے ساتھ۔ کف: ہتھیلی۔ انگشتری: انگوٹھی۔ بردمے: لے جاتا ہوں۔ (۶) ولے: لیکن۔ چوں: جب۔ نکرد: نہ کی۔ اخترم: میرا ستارہ۔ یاوری: مدد۔ گرفتند: پکڑا انہوں نے۔ گردم: میرا گرد۔ چوں: مثل۔ (۷) شمردم: شمار کیا میں نے۔ طریق گریز: بھاگنے کا راستہ۔ کند: کرتا ہے۔ با قضا: تقدیر کے ساتھ۔ (۸) چہ: کیا۔ یاری: مدد۔ کند: کرے۔ مغفر: خود۔ جوشن: زرہ۔ نکرد: نہ کی۔ اختر روشنم: روشن ستارے نے میری۔ (۹) کلید ظفر: کامیابی کی چابی۔ چوں نباشد: نہ ہووے بدست: ہاتھ میں۔ در فتح: فتح کا دروازہ۔ نتواں شکست: نہیں توڑ سکتے۔ (۱۰) گروہے: ایک گروہ۔ پلنگ: چیتا۔ پلنگ افگن: چیتے کو گرانے والا۔ پیل زور: ہاتھی کے زور والا۔ آہن: لوہا۔ سر مرد: مرد کا سر۔ سم ستور: گھوڑے کے سم۔

تشریح: (۱) میں (شیخ سعدیؒ) نے شیروں کے اس (فوجی) شکاری سے بوڑھی لومڑی کی طرح ہونے والی حالت وکیفیت کی وجہ دریافت کی۔
(۲) اس (فوجی دوست) نے ہنستے ہوئے تاتاریوں سے ہونے والی جنگ کی مکمل روئیداد سنانی شروع کی۔ کہ:
(۳) تاتاریوں کی کثیر فوج کے بے شمار تیروں سے ایسے لگتا تھا جیسے سرکنڈوں کا جنگل ہو۔ ان کے سُرخ جھنڈے شعلہ فگن آگ کا منظر پیش کر رہے تھے۔
(۴) میں (فوجی) بڑی بے جگری سے لڑا، مگر قسمت نے میرا ساتھ نہ دیا۔ وہاں حوصلہ اور بے جگری کس کام کی۔
(۵) میں (فوجی) وہ شخص ہوں۔ جو حملہ کرتے وقت نیزے کے ساتھ ہاتھ سے انگوٹھی بھی نکال دیتا تھا۔
(۶) لیکن جب مقدر میں شکست لکھی ہوئی ہو تو جنگ جیتنا محال ہو جاتا ہے۔ آدمی کی دلیری کافور ہو جاتی ہے۔
(۷) تقدیر کے فیصلوں سے لڑنا حماقت ہے۔ اس لیئے میں نے میدان جنگ سے فرار ہونے میں عافیت سمجھی۔
(۸) جسے مقدر شکست خوردہ بنا دے اسے خود وزرہ اور جنگی تدبیریں تحفظ دینے میں کارگر ثابت نہیں ہوتیں۔
(۹) اگر فتح نصیب میں نہ ہو تو بازوؤں کی طاقت کسی کام کی نہیں رہتی۔ (اس لیئے اگر فتح کی چابی اپنے پاس نہ ہو تو اس کا دروازہ نہیں توڑنا چاہیئے)
(۱۰) تاتاری (جن کا سربراہ چنگیز خان تھا) بڑے زور آور تھے۔ انہوں نے اپنے سر اور گھوڑوں کے سُم لوہے سے چھپا رکھے تھے۔

ہماں دم کہ دیدیم گردِ سپاہ	۱	زرہ جامہ کردیم و مغفر کلاہ
جب ہم نے لشکر کی گرد دیکھی تو فوراً ہی		زرہ کو کرتا اور خود کو ٹوپی بنایا
چو ابراسپِ تازی برانگیختم	۲	چو باراں پلارک فرو ریختم
میں نے تازی گھوڑے کو ابر کی طرح برانگیختہ کیا		جوہر دار تلوار کو بارش کی طرح برسایا
دو لشکر بہم برزدند از کمیں	۳	تو گفتی زدند آسماں بر زمیں
گھات سے نکل کر دونوں لشکر آپس میں گتھ گئے		تو کہے گا کہ انہوں نے آسمان کو زمین پر لا پٹخا
زباریدنِ تیر ہمچو تگرگ	۴	بہر گوشہ برخاست طوفانِ مرگ
اولے کی طرح تیروں کے برسنے سے		ہر گوشہ میں موت کا طوفان امنڈ پڑا
بصید ہزبرانِ پرخاش ساز	۵	کمند اژدہائے دہن کردہ باز
لڑاکا شیروں کا شکار کرنے کے لیے		کمند اژدہوں کی طرح منہ پھاڑتے ہیں
زمیں آسماں شد ز گردِ کبود	۶	چو انجم درو برقِ شمشیر و خود
نیلی گرد سے زمین آسمان بن گئی		تلوار اور خود کی چمک اس میں ستاروں کی طرح تھی
سوارانِ دشمن چو دریافتیم	۷	پیادہ سپر در سپر بافتیم
جب ہم دشمن کے سواروں تک پہنچ گئے		پیادہ ہو کر ڈھال کو ڈھال سے بُن دیا
چہ زور آورد پنجۂ جہدِ مرد	۸	چو بازوئے توفیق یاری نہ کرد
انسان کی کوشش کا پنجہ کیا زور دکھائے		جب توفیق کے بازو نے مدد نہ کی
نہ شمشیر کُند آوراں کند بود	۹	کہ کیں آوری زاخترِ تند بود
تلوار بازوں کی تلواریں کند نہ تھیں		بلکہ ستارے کی کینہ وری سخت تھی
کس از لشکرِ ما زہیجا بروں	۱۰	نیامد جز آغشتہ خفتاں بخوں
ہمارے لشکر کا کوئی شخص لڑائی کے میدان سے باہر		نہ نکلا سوائے خفتان خون میں بھرے کے

(۱) ہماں دم: اسی وقت۔ دیدیم: ہم نے دیکھی۔ گردِ سپاہ: لشکر کی گرد۔ زرہ: لوہے کا کرتہ۔ جامہ: کرتا۔ کردیم: کیا ہم نے۔ مغفر: لوہے کی ٹوپی۔ کلاہ: ٹوپی۔
(۲) چو: جب۔ اسپِ تازی: عربی گھوڑا۔ برانگیختم: اُبھارا میں نے۔ باراں: بارش۔ پلارک: بڑھیا لوہے کی تلوار۔ فرو ریختم: گرائی میں نے۔
(۳) بہم: آپس میں۔ برزدند: حملہ کیا۔ کمیں: گھات۔ گفتی: تو نے کہا۔ زدند: مارا انہوں نے۔
(۴) باریدنِ تیر: تیروں کی بارش۔ ہمچو: مثل۔ تگرگ: اولا۔ بہر گوشہ: ہر طرف میں۔ برخاست: اٹھا۔ طوفانِ مرگ: موت کا طوفان۔
(۵) بصید ہزبراں: شیروں کے شکار میں۔ پرخاش ساز: لڑائی ڈھونڈنے والے۔ کمند اژدہا: اژدہوں جیسی کمندیں۔ دہن: منہ۔ کردہ باز: کھولے ہوئے۔
(۶) شد: ہوگئی۔ گردِ کبود: نیلے رنگ کی گرد۔ چو انجم: مثل ستاروں کی۔ درو: اس میں۔ برقِ شمشیر و خود: خودوں اور تلواروں کی چمک۔
(۷) چوں: جب۔ دریافتیم: پائے ہم نے۔ سپر در سپر: ڈھال ڈھال میں۔ بافتیم: بُن دی ہم نے۔
(۸) چہ: کیا۔ آورد: لاوے۔ جہدِ مرد: مرد کی کوشش۔ بازوئے توفیق: خدا کی توفیق کے بازو۔ یاری نہ کرد: مدد نہ کی۔ (۹) کند آوراں: بہادر یا پہلوان۔ بود: تھی۔ کہ: بلکہ۔ کیں آوری: کینہ لانا یا دشمنی کرنا۔ اخترِ تند: مخالف ستارہ۔
(۱۰) کس: کوئی شخص۔ از لشکرِ ما: ہمارے لشکر سے۔ زہیجا: میدانِ جنگ سے۔ بروں: باہر۔ نیامد: نہ آیا۔ جز: سوائے۔ آغشتہ: بھرے ہوئے۔ خفتاں: دستانے۔ بخوں: خون میں۔

تشریح: (۱) جب تاتاریوں کے لشکر کی آمد آمد دیکھی تو ہم نے بھی جنگی ساز و سامان سے خود کو لیس کر لیا۔ (تاکہ بروقت مقابلہ کیا جا سکے۔)
(۲) میں (فوجی دوست) بادل کی طرح اچانک اپنا گھوڑا آگے بڑھاتا تھا۔ اور تلوار کو اس تیزی سے چلاتا تھا جیسے موسلا دھار بارش برستی ہے۔ (۳) ہمارا اور تاتاریوں کا لشکر اس طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے تو ایسے لگتا تھا جیسے آسمان زمین پر گر پڑا ہو۔
(۴) اولوں کی طرح تیر برسنے کی وجہ سے طوفانی موت کا سماں بندھ چکا تھا۔ (ہر طرف موت کا عفریت مُنہ کھولے کھڑا تھا۔)
(۵) لڑائی کے دھنی نوجوان شیروں کا شکار کھیلنے کے لیے اپنی کمندوں کو ایسے پھیلائے ہوئے تھے۔ جیسے خوفناک اژدہے ہوں۔
(۶) نیلا گرد و غبار آسمان کی کیفیت اختیار کر چکا تھا۔ جبکہ اس میں تلواروں کی چمک ستاروں کی مانند تھی۔
(۷) دشمن کے شاہ سواروں کا مقابلہ اس بے جگری سے کیا کہ ہماری تلواریں اُن کی ڈھالوں سے ٹکرا گئیں۔
(۸) جب اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ساتھ نہ ہو تو صرف جہدِ مسلسل اور تمام تر مساعی لایعنی ہو جاتی ہے۔
(۹) ہماری تلواروں کی تیزی میں کوئی کمی نہیں تھی۔ لیکن ہماری گردش خود ہماری فتح کے درمیان آڑے آگئی۔
(۱۰) ہماری فوج کا ہر سپاہی اس پامردی سے لڑا کہ میدانِ جنگ سے باہر آیا تو جسم پر کوئی نہ کوئی زخم ضرور لے کر آیا۔

مصرع دوم	نمبر	مصرع اول
کہ گفتم بدوزند سنداں بہ تیر	۱	کساں را نہ شد ناوک اندر حریر
جب کہ میں نے کہا کہ اہرن کو تیر سے بیندھتے ہیں		ان لوگوں کے حریر میں ایک تیر نہ گھسا
فتادیم ہر دانہ در گوشۂ	۲	چو صد دانہ مجموع در خوشۂ
ہمارا ہر دانہ ایک گوشہ میں جا پڑا		سو دانوں کی طرح ایک خوشہ میں جمع تھے
چو ماہی کہ با جوشن افتد بشست	۳	بنامردی از ہم بدادیم دست
اس مچھلی کی طرح جو زرہ دار ہوتے ہوئے ڈوری میں پھنس جائے		بزدلی کی وجہ سے ہم نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا
سپر پیش تیر قضا ہیچ بود	۴	چو طالع ز ما روئے برپیچ بود
قضا کے تیر کے سامنے ڈھال ہیچ تھی		جب کہ نصیبہ ہم سے منہ پھیرے ہوئے تھا

حکایتؑ

کہانی

مصرع دوم	نمبر	مصرع اول
ہمے بگذرانید بیلک ز بیل	۶	یکے آہنی پنجہ در اردبیل
تیر بیلچہ سے پار کر دیتا تھا		اردبیل میں ایک شخص لوہے کے سے پنجہ والا
جوانے جہاں سوز پیکار ساز	۷	نمد پوشے آمد بجنگش فراز
جو دُنیا کو آگ لگا دینے والا جنگ باز تھا		ایک کمبل پوش لڑائی میں اس کے سامنے آیا
کمندے بکتفش براز خام گور	۸	بپرخاش جستن چو بہرام گور
اس کے کاندھے پر گورخر کے چمڑے کی کمند تھی		جنگ جوئی میں بہرام گور کی طرح تھا
کہ یک چوبہ بیروں نہ رفت از نمد	۹	بہ پنجاہ تیر خدنگش بزد
لیکن ایک تیر بھی کمبل سے آگے نہ بڑھا		اس نے خدنگ کے بنے ہوئے سو تیر اس پر چلائے
بخمّ کمندش درآورد و برد	۱۰	دلاور درآمد چو دستان گرد
اس کو کمند کے پیچ میں پھنسایا اور لے گیا		وہ بہادر دستان پہلوان کی طرح آگے بڑھا

(۱) کساں را: ان لوگوں کے۔ نہ شد: نہ ہوئے۔ ناوک: تیر۔ اندر حریر: ریشم میں۔ گفتم: میں نے کہا۔ بدوزند: سی دیں گے۔ سنداں: اہرن۔
(۲) چو: مثل۔ صد دانہ: سو دانہ۔ مجموع: جمع۔ در خوشہ: ایک سٹے میں۔ فتادیم: پڑ گئے ہم۔ در گوشۂ: ایک گوشے میں۔ (۳) از ہم: ایک دوسرے سے۔ بدادیم: چھوڑ دیا ہم نے۔ دست: ہاتھ۔ چو ماہی: مچھلی کی طرح۔ با جوشن: ڈھال کے باوجود۔ افتد: پڑی ہے۔ بشست: ڈوری میں۔
(۴) چو طالع: جب نصیب۔ زما: ہم سے۔ روئے: چہرہ۔ برپیچ: پھیرے ہوئے۔ بود: تھا۔ سپر: ڈھال۔ پیش تیر قضا: تقدیر کے تیر کے سامنے۔ ہیچ: بیکار۔ (۵) حکایت: کہانی۔
(۶) یکے: ایک۔ آہنی پنجہ: لوہے جیسے پنجے والا۔ اردبیل، آذربیل: آذربائیجان کا ایک شہر۔ ہمے بگذرانید: گزار دیتا تھا۔ بیلک: دو شاخہ تیر۔ بیل: بیلچہ۔ (۷) نمد پوشے: ایک کمبل پوش۔ آمد: آیا۔ بجنگش: اس کی جنگ میں۔ فراز: سامنے۔ جوانے: ایک جوان۔ جہاں سوز: جہان کو جلانے والا۔ پیکار ساز: لڑائی کرنے والا۔
(۸) بپرخاش جستن: لڑائی ڈھونڈنے میں۔ چو: مثل۔ بہرام گور: ایران کا ایک بادشاہ جو گورخر یعنی نیل گائے پر سوار ہو کر شیر کا شکار کر لیتا تھا۔ بکتفش: اس کے کاندھے پر۔ بر: زائد۔ خام گور: نیل گائے کا چمڑا۔ (۹) تیر خدنگش: خدنگ کی لکڑی کے تیر سے اس کو۔ بزد: مارا۔ یک چوبہ: ایک تیر۔ بیروں: باہر۔ نہ رفت: نہ گیا۔ از نمد: کمبل سے۔ (۱۰) دلاور: بہادر۔ آمد: آیا۔ چو: مثل۔ دستان: دستان رستم کا باپ۔ گرد: پہلوان۔ بخم کمندش: کمند کے خم میں اس کو۔ درآورد: لے آیا۔ برد: لے گیا۔

تشریح: (۱) ہمارے بڑے بڑے شہ زوروں سے ریشم جیسی نرم چیزوں میں سوراخ نہ ہو سکے۔ جبکہ وہ ہاون (اہرن) میں چھید کر دیتے تھے۔
(۲) ہم لوگ سیسہ پلائی دیوار کی طرح بہت مضبوط تھے۔ لیکن جب ٹوٹے تو ہمارے ٹکڑے بہت دُور دُور تک جا پڑے۔
(۳) ہمارے پاس جنگی ساز و سامان کی کوئی کمی نہ تھی۔ لیکن زرہ دار مچھلی کی طرح خود کانٹے کا شکار ہو گئے۔
(۴) جب مقدر ساتھ چھوڑ دے۔ پھر سیدھا کام بھی اُلٹا ہو جاتا ہے۔ میدانِ جنگ میں ہماری حالت بھی کچھ اسی طرح کی تھی۔
(۵) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بدنصیبی کے عالم میں ہر قسم کی منصوبہ بندی ناکام ہو جاتی ہے۔
(۶) آذربائیجان کے شہر اردبیل میں ایک شخص ایسا تھا جو آہنی پنجوں کا حامل تھا۔ اور بیلچے میں سے تیر گذارنے میں کمال مہارت رکھتا تھا۔
(۷) میدانِ جنگ میں اس (اردبیل کے باشندے) کے سامنے ایک ایسا کمبل پوش آیا جو جنگی ماہر اور جہاں سوز (جہاں جلانے والا) تھا۔
(۸) وہ (کمبل پوش) نیل گائے پر سوار ہو کر شکار کرنے والے ایران کے بادشاہ بہرام گور کی طرح ہر وقت اپنے کندھے پر کمند رکھتا تھا۔
(۹) اس (اردبیل کے باشندے) نے کمبل پوش کو پچاس تیروں سے زیر کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی تیر بھی اس (کمبل پوش) کے کمبل سے نہ گزر سکا۔
(۱۰) وہ (کمبل پوش) دلیرانہ، فاتحانہ انداز میں آیا اور اس (اردبیل کے باشندے) کو اپنی کمند میں اُلجھا (پھنسا) کر لے گیا۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	بلشکر گہش بر درِ خیمہ دست	چو دزدانِ خونی بگردن بہ بست
	لشکر گاہ میں خیمہ کے دروازہ پر ہاتھ	خونی چوروں کی طرح گردن سے باندھ دیئے
۲	شب از غیرت و شرمساری نخفت	سحرگہ پرستارے از خیمہ گفت
	وہ تمام رات غیرت اور شرم کی وجہ سے نہ سویا	صبح کو ایک خادم نے خیمہ میں سے کہا
۳	تو کآہن بناوک بدوزی و تیر	نمد پوش را چو فتادی اسیر
	تو جو کہ لوہے کو ناوک اور تیر سے بیندھ دیتا تھا	کمبل پوش کی قید میں کیسے آگیا
۴	شنیدم کہ مے گفت و خوں مے گریست	ندانی کہ روزِ اجل کس نہ زیست
	میں نے سنا ہے کہ وہ کہتا تھا اور خون کے آنسو روتا تھا	تجھے معلوم نہیں کہ موت کے دن کوئی نہیں جیا
۵	من آنم کہ در شیوۂ طعن و ضرب	برستم در آموزم آداب حرب
	میں وہی تھا کہ نیزہ بازی اور تلوار بازی طور طریق میں	رستم کو لڑائی کے طریقے سکھادیئے
۶	چوں بازوئے بختم قوی حال بود	سطبرائے بیلم نمد مے نمود
	جب میرے نصیبہ کا بازو قوی تھا	بیلچے کی موٹائی مجھے کمبل معلوم ہوتی تھی
۷	کنونم کہ در پنجہ اقبیل نیست	نمد پیشِ تیرم کم از بیل نیست
	اب جب کہ اقبال قابو میں نہیں ہے	میرے تیر کے سامنے کمبل بیلچے سے کم نہیں ہے
۸	بروزِ اجل نیزہ جوشن درد	ز پیراہن بے اجل نگزرد
	موت کے دن نیزہ زرہ کو پھاڑ دیتا ہے	بے موت کے کُرتے سے بھی نہیں گزرتا ہے
۹	کرا تیغ قہرِ اجل در قفا ست	برہنہ ست اگر جوشنش چند لاست
	موت کے قہر کی تلوار جس کی گدی میں ہے	وہ ننگا ہے اگرچہ اس کی زرہ چند تہہ کی ہے
۱۰	ورش بخت یاور بود دہر پشت	برہنہ نشاید بساطور کشت
	اور اگر نصیبہ مددگار ہو اور زمانہ پشت پناہی کرے	تو ننگا بھی خنجر سے نہیں مارا جاسکتا ہے

(۱) بلشکر گہش، لشکر گاہ میں اس کو۔ بر درِ خیمہ، خیمے کے دروازے پر۔ دست، ہاتھ۔ چو، مثل۔ دزدانِ خونی، خونی ڈاکو۔ بہ بست، باندھ دیئے۔

(۲) شب، رات۔ نخفت، نہ سویا۔ سحرگہ، صبح کے وقت پرستارے، ایک خادم۔ گفت، کہا۔

(۳) کآہن، اصل کہ آہن، جو کہ لوہا۔ بناوک، تیر سے۔ بدوزی، سی دیتا ہے۔ نمد پوش، کمبل پوش۔ چوں، کیسے۔ فتادی، پڑگیا۔ اسیر، قیدی۔

(۴) شنیدم، میں نے سنا۔ مے گفت، کہتا تھا۔ مے گریست روتا تھا۔ ندانی، تو نہیں جانتا۔ روزِ اجل، موت کے دن کس، کوئی شخص۔ نہ زیست، نہیں جیا۔

(۵) من، میں۔ آنم، وہ ہوں۔ شیوہ طعن و ضرب، تلوار مارنے اور نیزہ چلانے کے طریقہ میں۔ رستم، ایران کا مشہور پہلوان۔ در آموزم، سکھا سکتا ہوں۔ حرب، لڑائی۔

(۶) چوں، جب۔ بازوئے بختم، میرے نصیب کے بازو قوی حال، طاقتور۔ سطبرائے بیلم، بیلچے کی موٹائی مجھ کو۔ نمد، کمبل۔ مے نمود، دکھائی دیتی تھی۔

(۷) کنونم، اب کہ میرے۔ اقبیل، امالہ اقبال، نصیب نیست، نہیں ہے۔ نمد، کمبل۔ پیشِ تیرم، میرے تیر کے آگے۔ کم از بیل، بیلچے سے کم۔

(۸) روزِ اجل، موت کے دن۔ جوشن، زرہ۔ درد، پھاڑ دیتا ہے۔ پیراہن، لباس۔ بے اجل، بغیر موت کے۔ نگزرد، نہیں گزر سکتا۔

(۹) کرا، جس کسی کو۔ تیغ قہرِ اجل، موت کے قہر کی تلوار۔ در قفا، گدی میں یا پیچھے۔ برہنہ است، ننگا ہے۔ جوشنش، اس کی زرہ۔ چندلا، کئی تہہ والی۔ ست، ہے۔ (۱۰) ورش، اور اگر اس کا۔ بخت، نصیب۔ یاور، مددگار۔ بود، ہووے۔ دہر، زمانہ۔ پشت، پشت پر۔ برہنہ، ننگا۔ نشاید کشت کے ساتھ لگ کر نہیں مارا جاسکتا۔ بساطور، بڑی چھری کے ساتھ۔

تشریح: (۱) اور اپنی لشکر گاہ میں اس کے ہاتھ قاتل چوروں کی طرح خیمہ کے دروازے پر پھینک دیا۔ (۲) شرمندگی کی وجہ سے اس (اردبیل کے باشندے) کو ساری رات نیند نہیں آئی۔ صبح کے وقت کسی واقف حال نے تعجباً کہا۔

(۳) کہ آپ (اردبیل کا باشندہ) تو بیلچے (لوہے) میں تیر گذارنے میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ پھر کمبل پوش کے قابو میں کیسے آگئے۔ (۴) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) معلوم ہوا کہ وہ (اردبیل کا باسی) خون کے آنسو روتے ہوئے موت سے چھٹکارا نہ پانے کی بات کر رہا تھا۔ (۵) وہ (اردبیل کا باشندہ) نیزہ بازی و شمشیرزنی کے فن میں استاد ہونے اور رستم کو جنگی تعلیم دینے کا دعویٰ کر رہا تھا۔ (۶) جب تقدیر میرے ساتھ تھی تو اس وقت بیلچے کا موٹا اور مضبوط لوہا کمبل کی طرح نرم تھا۔ (۷) جب مقدر ہار گئے تو کمبل بھی بیلچے کے لوہے کی طرح سخت اور مضبوط ہو گیا۔

(۸) جب موت کا وقت آجائے تو اس وقت نیزہ بھی زرہ جیسی سخت چیز کو چیر دیتا ہے۔ اگر موت نہ آئے تو عام قمیض میں بھی نہیں گزرتا۔

(۹) جب موت سر پہ آجائے۔ تو پھر آدمی بے لباس ہوتا ہے۔ خواہ اس نے دوہری زرہ ہی کیوں نہ پہن رکھی ہو۔

(۱۰) اگر قسمت میں نصرت و حمایت ہو تو برہنہ (ننگا) جسم پر چھری کی کاٹ بھی اثر نہیں کرتی۔

مصرع اول		مصرع ثانی
نہ دانا بسعی از اجل جاں برد	۱	نہ ناداں بنا ساز خوردن بمرد
نہ عقلمند نے کوشش سے موت سے جان بچائی ہے		نہ بیوقوف مضر چیز کھانے سے مرا ہے

حکایت طبیب و کُرد

ایک کُردی اور طبیب کا قصہ

مصرع اول		مصرع ثانی
شبے کُردے از دردِ پہلو نخفت	۳	طبیبے دراں ناحیت بود گفت
ایک رات کو ایک کُردی پہلو کے درد سے نہ سویا		اس طرف ایک حکیم تھا اس نے کہا
ازیں دست کو برگِ رز مے خورد	۴	عجب دارم ار شب بپایاں برد
چونکہ اس نے رز کی پتی کھائی ہے		مجھے تعجب ہوگا اگر اس نے رات پوری کرلی
کہ در سینہ پیکانِ تیرِ تتار	۵	بہ از نقلِ ماکولِ ناسازگار
اس لیئے کہ تتاری کے تیر کی نوک		مضر کھانا کھانے سے بہتر ہے
گر افتد بیک لقمہ در رودہ پیچ	۶	ہمہ عمرِ ناداں برآید بہ ہیچ
اگر ایک لقمہ سے انتڑی میں گرہ پڑ جائے		تو نادان کی تمام عمر رائیگاں جاتی ہے
قضا را طبیب اندراں شب بمرد	۷	چہل سال ازیں رفت زندہ کُرد است
تقدیر سے طبیب اسی رات میں مر گیا		اس قصہ کو چالیس سال ہوئے کُردی زندہ ہے

حکایت

کہانی

مصرع اول		مصرع ثانی
یکے روستائی سقط شد خرش	۹	علم کرد بر تاک بستاں سرش
ایک دیہاتی کا گدھا مر گیا		اس نے اس کا سر انگورستان میں لٹکا دیا
جہاں دیدہ پیرے برو برگزشت	۱۰	چنیں گفت خنداں بنا طور دشت
ایک جہاندیدہ بوڑھا وہاں سے گذرا		اس نے مذاق میں جنگل کے رکھوالے سے کہا

(۱) دانا: عقلمند۔ بسعی: کوشش سے۔ از اجل: موت سے۔ جاں برد: جان لے جاتا ہے۔ ناداں: احمق۔ بنا ساز خوردن: ناموافق کھانے سے۔ بمرد: مرگیا۔ (۲) طبیب: حکیم۔ کُرد: عراق عرب کی ایک قوم۔ (۳) شبے: ایک رات۔ کُردے: ایک کُرد۔ نخفت: نہ سویا۔ طبیبے: ایک طبیب۔ دراں ناحیت: اس طرف میں۔ بود: تھا۔ گفت: اس نے کہا (۴) ازیں دست: اس ہاتھ سے۔ کو: جو کہ وہ برگ رز: انگور کا پتہ۔ مے خورد: کھاتا ہے۔ عجب دارم: میں تعجب رکھتا ہوں۔ ار: اگر۔ شب: رات بپایاں: آخر کو۔ برد: لے گیا۔ (۵) پیکان تیر تتار: تاتاریوں کے تیر کی نوک۔ تاتاری منگولیا کی ایک جنگجو قوم۔ بہ: بہتر۔ نُقل: کھانا۔ ماکولِ ناسازگار: ناموافق کھانا۔ (۶) افتد: پڑ جائے۔ بیک لقمہ: ایک لقمے سے۔ رودہ: انتڑی۔ پیچ: گرہ۔ ہمہ عمر: تمام عمر۔ ناداں: احمق۔ برآید: آتا ہے۔ بہ ہیچ: نکمی چیز کے ساتھ۔ (۷) قضا را: تقدیر سے۔ اندراں شب: اسی رات میں۔ بمرد: مرگیا۔ چہل سال: چالیس سال۔ ازیں رفت: اس سے گذر گئے۔ کُرد: ایک قوم۔ (۸) حکایت: کہانی۔ (۹) یکے: ایک۔ روستائی: دیہاتی۔ سقط شد: مرگیا۔ علم کرد: جھنڈا کر دیا۔ خرش: اس کا گدھا۔ تاک بستان: باغ کی انگور کی بیل۔ سرش: اس کا سر۔ (۱۰) جہاں دیدہ: جہاں دیکھے ہوا، تجربہ کار۔ پیرے: ایک بوڑھا۔ برو: اس پر۔ برگزشت: گزرا۔ چنیں: ایسے۔ گفت: کہا۔ خنداں: ہنستے ہوئے۔ بنا طور دشت: جنگل کے نگران کو۔

تشریح: (۱) عقلمند اپنی کوشش سے جان نہیں بچا سکتا۔ اور احمق آدمی اپنی حماقت (بیوقوفی) کی وجہ سے ہلاک نہیں ہوسکتا۔ (۲) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اطباء کے علاج سے موت کا راستہ نہیں روکا جاسکتا۔ اگر موت نہ آئے تو مایوس بھی تندرست ہوجاتا ہے۔ (۳) ایک کوئی کُرد شخص پہلو کے درد کی وجہ سے رات بھر نہ سو سکا۔ (کیونکہ تکلیف شدید تھی)۔ (۴) وہاں ایک طبیب تھا۔ اس نے مریض کو دیکھ کر کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ انگور کے زرد پتے کھانے والا زندہ کیسے ہے۔ (۵) کیونکہ تاتاریوں کے (چنگیز خان کی قوم) تیروں سے وہ نقصان نہیں پہنچا جو بد پرہیزی سے پہنچتا ہے۔ (۶) بد پرہیزی سے کھایا جانے والا ایک لقمہ انتڑی میں اس طرح بل ڈالتا ہے کہ انسان (بد پرہیز) کو ساری زندگی کے لیئے بے کار کر دیتا ہے۔ (۷) قسمت کا کرنا ایسے ہوا کہ طبیب کی روح اُسی رات پرواز کر گئی۔ اور کُردی (مریض) کو چالیس سال گذر گئے ہیں وہ تاحال زندہ ہے۔ (۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نظر بد سے بچنے یا کسی کو بچانے کے لیئے جادو ٹونے وغیرہ کارگر ثابت نہیں ہوتے۔ (یہ انسان کی اعتقادی بُرائی ہے)۔ (۹) کسی دیہاتی کا گدھا دنیا سے چل بسا تو اس (دیہاتی) نے باغ کو نظر بد سے بچانے کے لیئے گدھے کا سر باغ کی کسی بیل پر لٹکا دیا۔ (۱۰) ایک سمجھ دار بزرگ وہاں سے گزرتے ہوئے کیا دیکھتا ہے کہ گدھے کا سر لٹکا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر اس (بزرگ) نے کہا۔

مپندار جانِ پدر کیں حمار	۱	کند دفع چشمِ بد از کشت زار
جانِ پدر یہ نہ سمجھ کہ یہ گدھا		کھیت سے بد نظر کو دفع کر دے گا
کہ ایں دفع چوب از سر و گوش خویش	۲	نمی کرد تا ناتواں مرد و ریش
اس لیئے کہ یہ تو اپنے سر اور کان سے ڈنڈا دفع		نہ کر سکا۔ یہانتک کہ کمزور اور زخمی ہو کر مرگیا
چہ داند طبیب از کسے رنج برد	۳	کہ بیچارہ خواہد خود از رنج مرد
وہ طبیب کسی کا مرض کیا اچھا کرے گا		جو خود مرض سے مرا چاہتا ہے

حکایت[4]

کہانی

شنیدم کہ دینارے از مفلسے	۵	بیفتاد و مسکیں بجستش بسے
میں نے سنا ہے ایک مفلس کے پاس سے ایک دینار		گر گیا۔ مسکین نے اس کو بہت ڈھونڈا
بآخر سرِ نا امیدی بتافت	۶	یکے دیگرش ناطلب کردہ یافت
انجام کار ناامیدی سے سر پھرا		ایک دوسرے نے وہ بغیر ڈھونڈے پالیا
بہ بدبختی و نیک بختی قلم	۷	بگردید و ما ہمچناں در شکم
بدبختی اور نیک بختی میں قلم		چل چکا تھا اور ہم ابھی پیٹ ہی میں تھے
نہ روزی بسر پنجگی مے خورند	۸	کہ سر پنجگاں تنگ روزی ترند
نہ پنجے کی طاقت سے روزی کھاتے ہیں		اس لیئے طاقتور روزی میں زیادہ تنگ رہتے ہیں

حکایت[9]

کہانی

فرو کوفت پیرے پسر را بچوب	۱۰	بگفت اے پدر بے گناہم مکوب
ایک بوڑھے نے لڑکے کو لکڑی سے مارا		اس نے کہا ابا بے قصور نہ ماریئے

(۱) مپندار، مت سمجھ۔ جانِ پدر، باپ کی جان۔ کیں حمار، کہ یہ گدھا۔ کند دفع، دُور کرے گا۔ چشمِ بد: بُری آنکھ۔ کشت زار، کھیتی۔ (۲) کہ ایں، کیونکہ یہ۔ دفع چوب، لکڑی کا ہٹانا۔ از سر و گوشِ خویش، اپنے کان اور سر سے۔ نمے کرد: نہیں کرسکتا۔ تا، یہاں تک کہ۔ ناتواں: کمزور۔ مرد: مرگیا۔ ریش، زخمی۔ (۳) چہ داند: کیا جانے۔ طبیب، حکیم۔ از کسے، کسی شخص سے۔ رنج برد: تکلیف ہٹا دینا۔ خواہد مرد کے ساتھ لگ کر مرجائے گا۔ خود از رنج، خود تکلیف سے۔ (۴) حکایت، کہانی۔ (۵) شنیدم، میں نے سنا۔ دینارے، ایک دینار۔ از مفلسے، ایک غریب سے۔ بیفتاد، گر پڑا۔ بجستش، ڈھونڈا اس کو۔ بسے، بہت۔ (۶) بآخر، آخر کار۔ سرِ ناامیدی، ناامیدی کا سر۔ بتافت: پھیرا۔ اس نے یکے دیگرش: ایک دوسرے نے اس کو۔ ناطلب کردہ، بغیر ڈھونڈے۔ یافت، پالیا۔ (۷) بہ بدبختی و نیک بختی: بدبختی اور خوش نصیبی کے ساتھ۔ بگردید: پھر گیا۔ و ما ہمچناں حالانکہ ہم ویسے ہی۔ در شکم، پیٹ میں۔ (۸) بسر پنجگی، طاقت سے۔ مے خورند، کھاتے ہیں سر پنجگاں، طاقت والے۔ تنگ روزی تر: زیادہ تنگ روزی والے۔ آند، ہیں۔ (۹) حکایت: کہانی۔ (۱۰) فرو کوفت: کوٹا، مارا۔ پیرے، ایک بوڑھے نے۔ پسر را، لڑکے کو۔ بچوب: لکڑی سے۔ بگفت: اس نے کہا۔ پدر، باپ۔ بے گناہم: مجھ کو بیگناہ۔ مکوب: مت پیٹ۔

تشریح: (۱) اے جانِ پدر! مت بھولو کہ گدھا مرنے کے بعد کھیتی کی حفاظت کرتے ہوئے اُسے نظر بد سے بچالے گا۔
(۲) جو گدھا زندہ ہونے کے باوجود اپنی پیٹھ کو لاٹھیوں سے نہ بچا سکا۔ وہ مرنے کے بعد کھیتی کو کیسے بچا سکے گا۔
(۳) جو طبیب خود امراض کا گھر ہو اور تکالیف کی تاب نہ لاکر موت کو گلے لگا لیتا ہے۔ وہ دوسروں کی تکلیفوں کو کیسے دُور کرسکتا ہے۔
(۴) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر نصیب اچھے ہوں تو بگڑے کام بھی سنور جاتے ہیں۔ اگر مقدر میں خرابی ہو تو تمام کوششیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ (۵) کسی غریب آدمی کا دینار گم ہوگیا۔ اس نے ڈھونڈنے کی بڑی کوشش کی۔ مگر اسے (غریب کو) ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔
(۶) مایوس ہو کر اس (غریب آدمی) نے دینار کی تلاش ترک کر دی۔ مگر وہی دینار کسی دوسرے شخص کو بغیر جستجو کے مل گیا۔
(۷) ہم لوگ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ کاتب تقدیر نے خوش نصیبی اور بدنصیبی مقدر میں لکھ دی تھی۔
(۸) حصول رزق کا مسئلہ قوت اور زور بازو سے حل نہیں ہوتا۔ دگرنہ طاقتور لوگ اکثر و بیشتر فاقہ مستی میں مبتلا نہ ہوتے۔
(۹) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قوتیں مخالف ہوں تو اس (اللہ تعالیٰ) کے مدمقابل کا معالی ناممکن و محال ہے۔
(۱۰) کوئی باپ لاٹھی سے اپنے بیٹے کی پٹائی کرنے لگا۔ بیٹے نے اپنے باپ سے کہا کہ اے ابا جان! ناکردہ جرم کی سزا مجھے مت دے۔

توان بر تو از جورِ مردم گریست	۱	ولے چوں تو جورم کنی چارہ چیست
لوگوں کے ظلم سے آپ کے پاس آکر رو سکتا ہوں		لیکن جب آپ ظلم کریں تو کوئی تدبیر نہیں ہے
بداور خرد وشد خداوندِ ہوش	۲	نہ از دست داور برآرد خروش
ہوش والا خدا کے پاس فریاد لے جاتا ہے		خدا کے ہاتھ کی فریاد نہیں کرتا ہے

حکایت [3]

کہانی

بلند اخترے نام او بختیار	۴	قوی دستگاہ بود و سرمایہ دار
ایک بلند ستارے والا جس کا نام بختیار تھا		قوی مقدر رکھنے والا اور سرمایہ دار تھا
ہمو را دراں بقعہ زر بود و مال	۵	دگر تنگ دستان برگشتہ حال
اس علاقے میں صرف اسی کے پاس مال و زر تھا		دوسرے لوگ تنگدست اور پریشان حال تھے
زنے جنگ پیوست با شوئے خویش	۶	شبانگہ چو رفتش تہیدست پیش
ایک عورت نے اپنے شوہر سے لڑائی جوڑ دی		رات کو جب وہ اس کے سامنے خالی ہاتھ پہنچا
کہ کس چوں تو بدبخت درویش نیست	۷	چو زنبورِ سرخت جزیں نیش نیست
تجھ جیسا بد بخت فقیر کوئی بھی نہیں ہے		لال بھڑ کی طرح تیرے پاس اس ڈنک کے سوا کچھ نہیں ہے
بیاموز مردی ز ہمسائیگاں	۸	کہ آخر نیم قحبۂ رائیگاں
ہمسایوں سے آدمیت سیکھ لے		آخر میں مفت کی رنڈی نہیں ہوں
کساں را زر و سیم و ملکست و رخت	۹	چرا ہمچوں ایشاں نہٗ نیک بخت
لوگوں کے پاس چاندی اور سونا اور سامان ہے		تو اُن جیسا نیک بخت کیوں نہیں ہے
برآورد صافی دلِ صوف پوش	۱۰	چو طبل از تہیگاہ خالی خروش
کمبل پوش صاف دل نے کیا		شور خالی پیٹ سے، ڈھول کی طرح

(۱) تواں گریست کے ساتھ لگ کر رو سکتے ہیں۔ بر تو: تجھ پر۔ از جورِ مردم: لوگوں کے ظلم سے۔ ولے: لیکن۔ چوں: جب۔ جورم کنی: تو ظلم کرے مجھ پر۔ چارہ چیست: علاج کیا ہے۔ (۲) بداور: منصف کے پاس یعنی خدا کے سامنے۔ خرد وشد: چیختا ہے۔ خداوند ہوش: ہوش والا۔ از دست داور: خدا کے ہاتھ سے۔ برآرد: نکالتا ہے۔ خروش: چیخ۔ (۳) حکایت: کہانی۔ (۴) بلند اخترے: ایک اونچے ستارے والا۔ نام او: اس کا نام۔ بختیار: نصیب والا۔ قوی دستگاہ: بڑے وسائل والا۔ بود: تھا۔ سرمایہ دار: مالدار۔ (۵) ہموں را: اسی کو۔ دراں بقعہ: اس علاقے میں۔ زر بود: سونا تھا۔ دگر: دوسرے۔ تنگ دستاں: غریب۔ برگشتہ حال: پھرے نصیب والے۔ (۶) زنے: ایک عورت۔ پیوست: ملائی۔ باشوئے خویش: اپنے شوہر سے۔ شبانگہ: رات کو۔ چو رفتش: جب گیا اس کے پاس۔ تہیدست: خالی ہاتھ۔ پیش: سامنے۔ (۷) کس: کوئی شخص۔ چوں تو: تجھ جیسا۔ بدبخت: بدنصیب۔ نیست: نہیں ہے۔ چو زنبورِ سرخ: سرخ بھڑ کی طرح۔ جزیں نیش: اس ڈنک کے سوا۔ (۸) بیاموز: سیکھ۔ مردی: مردمی۔ ز ہمسائیگاں: ہمسایوں سے۔ نیم: نہیں ہوں میں۔ قحبۂ رائیگاں: مفت کی رنڈی۔ (۹) کساں را: لوگوں کو۔ زر و سیم: سونا چاندی۔ ملکست: ملکیت ہے۔ رخت: سامان۔ چرا: کیوں۔ ہمچوں ایشاں: ان کی طرح۔ نہٗ: نہیں ہے تو۔ نیک بخت: خوش نصیب۔ (۱۰) برآورد: نکالی۔ صافی دلِ صوف پوش: کمبل پوش صاف دل والے نے۔ چوں طبل: ڈھول کی طرح۔ از تہیگاہ خالی: خالی پیٹ سے۔ خروش: چیخ۔

تشریح: (۱) اگر دوسرا آدمی ہمیں ظلماً ستاتا ہے تو اس کی فریاد ہم تیرے سامنے کرتے ہیں۔ جب تو ہی ہم پہ ظلم کرنے لگے تو ہم کس سے فریاد کریں۔
(۲) باشعور آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکوہ کسی کے سامنے نہیں کرتا۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مال و دولت کی کثرت اپنے مقدر سے ہوتی ہے۔ محنت و مشقت اور قوت سے تونگری نہیں ملتی۔ (۴) ایک شخص جس کا نام بختیار تھا۔ وہ بہت بلند بخت و سرمایہ دار اور صاحب ثروت و دولت مند تھا۔ (۵) علاقے کے لوگ انتہائی تنگدست تھے۔ صرف بختیار کے پاس دولت کی ریل پیل تھی۔ (۶) اسی علاقے کا ایک شخص غربت کا مارا تھا۔ شام کے وقت جب وہ خالی ہاتھ اپنے گھر گیا تو اس کی بیوی نے لڑائی شروع کردی۔ (۷) تجھ سا نا ہنجار میں (بیوی) نے کہیں نہیں دیکھا۔ سُرخ بھڑ کی طرح سوائے ڈنک (عضو تناسل) کے اور کچھ نہیں ہے۔
(۸) ہمسایوں کی طرح مردانہ وار کمانا سیکھ۔ اس لئے کہ مجھے مفت کی رنڈی نہ سمجھ۔ جب جی چاہا پکڑ کے ڈس لیا۔
(۹) لوگ تو اپنے پاس مال و زر اور ہر قسم کے وسائل رکھتے ہیں۔ تو بھی خوب کمائی کر کے ان جیسا خوش نصیب ہو سکتا ہے۔
(۱۰) اس طعنہ زنی کی وجہ سے وہ درویش صفت آدمی صرف آہ بھر کے رہ گیا۔ خالی ڈھول سے آواز کی طرح خالی پیٹ سے صرف آہ نکلتی ہے۔

۱ — که من دستِ قدرت ندارم بہیچ ۔ بسر پنجہ دستِ قضا بر مپیچ
کہ مجھے کسی چیز پر بھی دست قدرت نہیں ہے ۔ طاقت سے قضا کے ہاتھ کو نہ موڑ

۲ — نکردند در دست من اختیار ۔ که من خویشتن را کنم بختیار
انہوں نے میرے ہاتھ میں اختیار نہیں دیا ۔ کہ میں اپنے آپ کو بختیار بنا لوں

حکایت

کہانی

۴ — یکے مردِ درویش در خاکِ کیش ۔ نکو گفت با ہمسرِ زشتِ خویش
کیش کی سرزمین میں ایک درویش مرد نے ۔ اپنی بدصورت بیوی سے کیا خوب کہا

۵ — چو دستِ قضا زشت رویت نوشت ۔ میندائے گلگونہ بر روئے زشت
جبکہ تقدیر کے ہاتھ نے تیرا بُرا چہرہ لکھا ہے ۔ بدنما چہرے پر غازہ نہ لیپ

۶ — که حاصل کند نیک بختی بزور ۔ بسرمہ که بینا کند چشم کور
زور سے نیک بختی کون حاصل کرسکتا ہے ۔ اندھی آنکھ کو سُرمہ سے کون بینا کر سکتا ہے

۷ — نیاید نکو بختی از بدرگاں ۔ محالست دوزندگی از سگاں
بدذات انسانوں سے نیکی نہیں ہوسکتی ہے ۔ کتوں سے سلائی ناممکن ہے

۸ — ہمہ فیلسوفانِ یونان و روم ۔ ندانند کردِ انگبیں از زقوم
یونان اور روم کے سارے فلسفی ۔ تھور سے شہد بنانا نہیں جانتے ہیں

۹ — ز وحشی نیاید که مردم شود ۔ بسعی اندر و تربیت گم شود
وحشی سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ انسان بن جائے ۔ کوشش کرنے سے اس میں تربیت رائیگاں جاتی ہے

۱۰ — تواں پاک کردن ز زنگ آئینہ ۔ ولیکن نباشد ز سنگ آئینہ
آئینہ سے زنگ صاف کیا جاسکتا ہے ۔ لیکن پتھر سے آئینہ نہیں بنتا ہے

(۱) مَن: میں۔ دستِ قدرت: قدرت کا ہاتھ۔ ندارم: نہیں رکھتا میں۔ بہیچ: کسی چیز پر۔ بسر پنجہ: طاقت کے ساتھ۔ دستِ قضا: تقدیر کا ہاتھ۔ مپیچ: مت پھیر۔ (۲) نکردند: نہیں کیا انہوں نے۔ در دستِ من: میرے ہاتھ میں۔ مَن: میں۔ خویشتن را: اپنے آپ کو۔ کنم: کرلوں میں۔ بختیار: نصیب والا۔
(۳) حکایت: کہانی۔
(۴) یکے: ایک۔ درِ خاکِ کیش: کیش کے علاقے میں۔ کیش ایران کا ایک جزیرہ۔ نکو گفت: خوب کہا۔ ہمسرِ زشتِ خویش: اپنی بدصورت بیوی۔
(۵) چو: جب۔ دستِ قضا: تقدیر کا ہاتھ۔ زشت رویت: تجھ کو بدصورت۔ نوشت: اس نے لکھا۔ میندائے: مت لیپ۔ گلگونہ: ابٹنا یا پاؤڈر۔ روئے زشت: بدصورت چہرہ۔ (۶) کند: کرسکتا ہے۔ نیک بختی: خوش نصیبی۔ بینا: دیکھنے والا، سوانکھا۔ کند: کرے۔ چشمِ کور: اندھی آنکھ۔
(۷) نیاید: نہیں آتی۔ نکو بختی: خوش نصیبی۔ بدرگاں: جمع بدذات۔ محالست: ناممکن ہے۔ دوزندگی: سلائی۔ سگاں: جمع سگ کتے۔
(۸) ہمہ: تمام۔ فیلسوفان: جمع فلسفی، حکیم۔ یونان: یورپ کا ایک چھوٹا سا ملک جہاں کے فلسفی مشہور ہیں۔ روم: ایک ملک، موجودہ اٹلی۔ ندانند کرد: نہیں کرنا جانتے۔ انگبیں: شہد۔ زقوم: تھور۔
(۹) وحشی: جنگلی جانور۔ نیاید: نہ آوے۔ مردم: انسان شود: ہوجاوے۔ بسعی: کوشش کے ساتھ۔ اندرو: اس میں۔ تربیت: پالنا۔ (۱۰) تواں پاک کردن: پاک کرسکتے ہیں۔ ز زنگ: زنگار سے۔ آئینہ: شیشہ۔ نباشد: نہیں ہوسکتا۔ ز سنگ: پتھر سے۔

تشریح: (۱) تقدیر کا لکھا نہیں ٹل سکتا۔ جبراً مقدر کو تبدیل کرنا سوائے ناکامی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (۲) خوش نصیبی قدرت کی طرف سے ہوتی ہے۔ قدرت نے مجھے یہ حق نہیں دیا کہ میں چند خوش نصیبوں میں ہوجاؤں۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مقدر کی مصلحت سے سمجھوتہ کرکے بسر اوقات کرنا مفید ہے۔ اس کی مخالفت سودمند نہیں۔ (۴) ایران کے جزیرہ کیش کے ایک آدمی نے اپنی بدصورت بیوی سے بڑی اچھی بات کہی۔ (۵) قدرت کی طرف سے ملنے والی بدصورتی سولہ سنگھار سے خوبصورتی میں تبدیل نہیں ہوسکتی۔
(۶) زور بازو سے خوش بختی کا حصول ناممکن ہے۔ جو آنکھ مادر زاد نابینا ہو۔ سُرمہ ڈالنے سے بینا نہیں ہوسکتی۔
(۷) جن کی فطرت ازل سے بدذاتوں جیسی ہو۔ ان سے نیکی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ کتے پھاڑ کھاتے ہیں۔ سینے اور جوڑنے کا کام ان سے محال و ناممکن ہے۔ (۸) دنیا بھر کے فلسفی جمع ہوکر زہر ہلاہل (تھوہر) کو شہد نہیں بنا سکتے۔ کیونکہ ان (فلسفیوں) میں یہ قدرت نہیں ہے۔
(۹) جنگل کے وحشی جانور کبھی انسان نہیں بن سکتے۔ کیونکہ تربیتی کوششیں ہمیشہ ناکام رہتی ہیں۔ یعنی فطرت نہیں بدل سکتی۔
(۱۰) زنگ آلود آئینہ کھرچنے سے صاف ہوسکتا ہے۔ لیکن پتھر سے آئینہ بن جائے۔ تو یہ ناممکن ہے۔

۱	بکوشش نروید گل از شاخ بید	نہ زنگی بگرما بہ گردد سفید
	بید کی شاخ سے کوشش کرنے سے پھول نہیں اگتا ہے	حمام سے حبشی سفید نہیں ہو جاتا ہے
۲	چو رد مے نگردد خدنگِ قضا	سپر نیست مر بندہ را جز رضا
	جب قضائے خداوندی کا تیر واپس نہیں لوٹتا ہے	تو رضا کے سوا بندے کے پاس کوئی ڈھال نہیں ہے

حکایت کرگس وزغن

قصہ گدھ اور چیل کا

۴	چنیں گفت پیش زغن کرگسے	کہ نبود ز من دُوربیں ترکسے
	ایک گدھ چیل کے سامنے یہ بولا	مجھ سے زیادہ دُوربین کوئی نہیں ہو گا
۵	زغن گفت ازیں در نشاید گزشت	بیا تا چہ بینی در اطراف دشت
	چیل بولی اس سے آگے نہ بڑھنا چاہیئے	آ تو جنگل کے اطراف میں کیا دیکھتا ہے
۶	شنیدم کہ مقدارِ یک روزہ راہ	بکرد از بلندی بہ پستی نگاہ
	میں نے سنا ہے کہ ایک دن کے فاصلہ سے	اس نے اوپر سے نیچے نظر ڈالی
۷	چنیں گفت دیدم گرت باورست	کہ یک دانہ گندم بہاموں برست
	اس نے کہا اگر تجھے یقین آئے تو میں نے دیکھا ہے	کہ گیہوں کا ایک دانہ زمین پر پڑا ہے
۸	زغن را نماند از تعجب شکیب	ز بالا نہادند سر در نشیب
	چیل کو تعجب کی وجہ سے صبر نہ آیا	انہوں نے سر اونچائی سے نشیب کی طرف کر دیا
۹	چو کرگس بر دانہ آمد فراز	برو بر بہ پیچید قیدے دراز
	جب گدھ دانہ کے قریب پہنچا	اس پر لمبی قید چمٹ گئی
۱۰	ندانست ازاں دانہ خوردنش	کہ دہر افگند دام در گردنش
	وہ یہ نہ سمجھا کہ اس دانے کے کھانے سے	زمانہ اس کی گردن میں جال ڈال دے گا

(۱) نروید: نہیں اگتا۔ گل: پھول۔ بید: ایک لکڑی جس کی چھال کرسیاں بُننے کے کام آتی ہے۔ زنگی: حبشی بگرمابہ: حمام میں۔ گردد: ہو جاوے۔
(۲) چو: جب۔ رد مے نگردد: رد نہ ہو سکے۔ خدنگ قضا تقدیر کا تیر۔ سپر: ڈھال۔ نیست: نہیں ہے۔ مر: خاص جز رضا: سوائے تقدیر کے۔
(۳) کرگس: گدھ ۔ زغن: چیل۔
(۴) چنیں: ایسے۔ گفت: کہا اس نے۔ پیش زغن: چیل کے سامنے۔ کرگس: ایک گدھ نے۔ نبود: نہ ہووے۔ زمن: مجھ سے۔ دُوربیں تر: بہت دور دیکھنے والا۔ کسے: کوئی شخص۔
(۵) زغن: چیل۔ گفت: کہا۔ ازیں: اس سے۔ در زائد۔ نشاید گزشت: نہیں گزرنا چاہیئے۔ بیا تا: تاکہ۔ چہ: کیا۔ بینی: تو دیکھتا ہے۔ اطراف: جمع طرف دشت: جنگل۔ (۶) شنیدم: میں نے سنا۔ یک روزہ راہ: ایک دن کا راستہ۔ بکرد: کی اس نے
(۷) چنیں: ایسے۔ گفت: کہا۔ دیدم: میں نے دیکھا گرت: اگر تجھ کو۔ باورست: یقین ہے۔ بہاموں: جنگل میں۔ بر: زائد۔ ست: ہے۔
(۸) زغن: چیل۔ نماند: نہ رہا۔ شکیب: صبر۔ زبالا اوپر سے۔ نہادند: رکھا انہوں نے۔ در نشیب: نیچان میں یعنی زمین کی طرف۔ (۹) چو: جب۔ کرگس: گدھ۔ آمد: آئے۔ فراز: سامنے یا نزدیک برو: اس پر۔ بہ پیچید: لپٹ گیا۔ قیدے: ایک پھندا۔ دراز: لمبا۔ (۱۰) ندانست: نہ جانا۔ ازاں: اس سے۔ خوردنش: اس کو کھانا۔ اپنے اس دانہ کھانے کی وجہ سے۔ دہر: زمانہ۔ افگند: ڈالتا ہے۔ دام: جال۔ در گردنش: اس کی گردن میں۔

تشریح: (۱) محنت ومشقت کے ذریعے بید کے درخت پر پھول کا اگنا محال ہے۔ اور کسی حبشی کا غسل کے ذریعے گورا ہونا ناممکن ہے۔ (۲) چونکہ قسمت کا لکھا ٹل نہیں سکتا۔ اس لیئے بہتر یہی ہے کہ اپنے مقدر پر تسلیم و رضا اختیار کرے۔
(۳) عنوان۔ اس حکایت میں گدھ اور چیل کی کہانی بیان کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ مقدر ہارنے پر تیز بینائی والوں کی آنکھیں نابینا ہو جاتی ہیں۔
(۴) کسی گدھ نے چیل کے سامنے اتراتے ہوئے کہا کہ مجھ سے زیادہ تیز نگاہ کسی میں نہیں۔ (۵) اس پر چیل نے گدھ سے کہا کہ اپنا دعویٰ سچ ثابت کرنے کے لیئے تجھے (گدھ کو) بتلانا پڑے گا کہ جنگل کے آس پاس کیا ہے۔ (۶) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ وہ دونوں (چیل اور گدھ) آسمان کی بلندی پر ایک دن کے فاصلے کے مطابق اڑ رہے تھے کہ اسی بلندی سے نگاہ دوڑائی۔ (۷) اس (گدھ) نے کہا کہ اگر تجھے (چیل کو) میری بات پر یقین ہے تو مجھے (گدھ کو) جنگل میں ایک دانہ پڑا ہوا نظر آ رہا ہے۔ (۸) چنانچہ بوجہ تعجب چیل کو بے صبری نے گھیرا اور وہ دونوں (گدھ و چیل) بلندی سے پستی کی طرف رُخ کر کے اُڑنے لگے۔ (۹) دانے پر گدھ کے اترنے کی اثنا میں یکایک ایک پھندا اس (گدھ) کی گردن میں لپٹ گیا۔ (۱۰) اسے (گدھ کو) یہ خبر نہ تھی کہ دانہ کھانے سے زمانہ گردن میں پھندا ڈال کے اس کا شکار بھی کر سکتا ہے۔

نہ آبستن دُر بود ہر صدف	۱	نہ ہر بار شاطر زند بر ہدف
ہر سیپی موتی سے حاملہ نہیں بنتی ہے		نہ ہر بار چالاک نشانہ پر مار سکتا ہے
زغن گفت ازاں دانہ دیدن چہ سود	۲	چو بینائی دامِ خصمت نبود
چیل بولی اس دانہ کے دیکھنے سے کیا فائدہ		جب تجھ میں دشمنی کے جال کی بینائی نہ تھی
شنیدم کہ مے گفت و گردن بہ بند	۳	نہ باشد حذر با قدر سودمند
میں نے سنا ہے کہ وہ کہہ رہا تھا اور اسکی گردن پھنسی تھی		تقدیر سے بچاؤ مفید نہیں ہے
اجل چوں بخونش بر آورد دست	۴	قضا چشم باریک بینش بہ بست
موت نے جب اس کا خون بہانے کیلئے ہاتھ نکال لیا		تقدیر نے اس کی باریک بینی بند کردی
در آبے کہ پیدا نہ دارد کنار	۵	غرورِ شناور نیاید بکار
جس پانی کا کنارہ موجود نہ ہو اس میں		تیراک کا غرور کام نہیں آتا ہے

حکایت[۶]

کہانی

چہ خوش گفت شاگرد منسوج باف	۷	چو عنقا بر آورد و پیل و زراف
منسوج بُننے والے کے شاگرد نے کیا خوب کہا		جب اس نے عنقا ہاتھی اور زرافہ بنا دیا
مرا صورتے بر نیاید ز دست	۸	کہ نقشش معلم ز بالا نہ بست
مجھ سے کوئی ایسی تصویر نہیں بنتی ہے		جس کا نقشہ سکھانے والے نے پہلے سے نہ بنا دیا ہو
گرت صورتِ حال بد یا نکوست	۹	نگاریدۂ دستِ تقدیرِ اوست
اگر تیری صورتِ حال اچھی یا بُری ہے		اس کے تقدیر کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے
دریں نوعے از شرک پوشیدہ ہست	۱۰	کہ زیدم بیازرد و عمرم بخست
اس بات میں ایک قسم کا شرک چھپا ہوا ہے		کہ مجھے زید نے ستایا اور مجھے عمرو نے خستہ کر دیا

(۱) آبستن دُر: موتی کی حاملہ۔ بود: ہووے۔ ہر صدف: ہر سیپ۔ شاطر: چالاک یا شطرنج کا کھلاڑی۔ زند: مارتا ہے۔ ہدف: نشانہ۔ (۲) زغن: چیل۔ گفت: کہا۔ ازاں دانہ دیدن: اس دانہ دیکھنے سے۔ چہ سود: کیا فائدہ۔ چو: جب۔ بینائی دام خصمت: اپنے دشمن کے جال کو دیکھنے کی قوت۔ نہ بود: نہ تھی۔ (۳) شنیدم: میں نے سنا۔ مے گفت: کہتا تھا۔ بہ بند: قید میں۔ نہ باشد: نہ ہووے۔ حذر: احتیاط۔ با قدر: تقدیر کے ساتھ۔ سُود مند: نفع مند۔ (۴) اجل: موت۔ چوں: جب۔ بخونش: اس کے خون میں۔ بر آورد: نکال لائی۔ دست: ہاتھ۔ قضا: تقدیر۔ چشم باریک بینش: اس کی باریک بیں آنکھیں۔ بہ بست: باندھ دیں۔ (۵) در آبے: ایسے پانی میں۔ پیدا: ظاہر۔ نہ دارد: نہ رکھے۔ کنار: کنارہ۔ شناور: تیراک۔ نیاید: نہیں آتا۔ بکار: کام میں۔ (۶) حکایت: کہانی۔

(۷) چہ: کیا۔ خوش گفت: خوب کہا۔ منسوج باف: بنے ہوئے کپڑے پر کڑھائی کرنے والا۔ عنقا: ایک فرضی جانور۔ بر آورد: نکالا یعنی بنایا۔ پیل: ہاتھی۔ زراف: زرافہ: اونٹ جیسی لمبی گردن، گائے جیسے کھُر اور گھوڑی جیسے جسم والا جانور۔ (۸) مرا: مجھ کو۔ صورتے: کوئی تصویر۔ بر نیاید: نہیں بنتی۔ ز دست: ہاتھ سے۔ نقشش: اس کا نقشہ۔ معلم: استاد۔ ز بالا: اوپر سے یا پہلے سے۔ نہ بست: نہ باندھا ہو۔ (۹) گرت: اگر تیری۔ بد: بُری۔ نکوست: اچھی ہے۔ نگاریدہ: بنائی ہوئی۔ دست تقدیر اوست: اس کی تقدیر کے ہاتھ کی۔ (۱۰) دریں: اس میں۔ نوعے: ایک قسم۔ شرک: کسی مخلوق کو خدا کی ذات وصفات میں برابر کرنا۔ پوشیدہ: چھپی ہوئی۔ ہست: ہے۔ زیدم: زید نے مجھ کو۔ بیازرد: ستایا۔ عمرم: عمرو نے مجھ کو۔ بخست: زخمی کیا۔

تشریح: (۱) ہر صدف (سیپ) کے پیٹ میں موتی نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی ہر چالاک نشانے باز کا ہدف (نشانہ) ہر بار صحیح ہوتا ہے۔ (۲) چیل نے کہا۔ کہ ایسے دانے پر نظر رکھنا بے کار ہے جس کے پیچھے دشمن کا چھپا ہوا جال بھی دکھائی نہ دے۔ (۳) وہ (گدھ) جال میں پھنسے ہوئے یہی کہہ رہی تھی کہ تقدیر کے سامنے ہر قسم کی احتیاطی تدابیر لغو (بے کار) ہو جاتی ہیں۔ (۴) جب موت نے اسے (گدھ کو) اپنے پنجے میں دبوچا تو قسمت نے اس (گدھ) کی بینائی کی تیزی ختم کر دی۔ (۵) بحر بے کنار (ایسا سمندر جس کا کنارہ نہ ہو) میں غوطہ زن ماہر تیراک بھی بالآخر تھکاوٹ کے بعد ڈوب جاتا ہے۔ (۶) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کے اختیارات ایک مخصوص دائرے تک محدود ہیں۔ قسمت نے جس کا نقشہ خود تیار کیا ہوا ہے۔

(۷) ایک دن کپڑے پر کشیدہ کاری کرنے والے استاد کے شاگرد نے اس وقت کیا خوب بات کہی۔ جب اس نے عنقا، ہاتھی اور زرافہ (کپڑے پر) بنایا۔

(۸) میں (شاگرد) اس وقت تک (کپڑے پر) تصویر نہیں بنا سکتا۔ جب تک استاد کے بتائے ہوئے طریقے کو نہ اپناؤں۔

(۹) انسان کی صورتحال تقدیر میں پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے۔ خواہ اچھی ہو یا بُری۔ سب کچھ تقدیر میں لکھے ہوئے کے مطابق ہوتا ہے۔

(۱۰) اچھی یا بُری حالت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کی طرف منسوب کرنا شرک کے زمرے میں آتا ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	گرت دیدہ بخشد خداوند امر	نہ بینی دگر صورت زید و عمرو
	حکم کا مالک اگر تجھے آنکھ عنایت فرمائے	تو تو پھر زید اور عمرو کی صورت نہ دیکھ سکے
۲	نہ پندارم از بندہ دم در کشد	خدایش بروزی قلم در کشد
	مجھے یہ یقین نہیں ہے کہ اگر بندہ خاموش رہے	تو خدا اس کی روزی کاٹ دے
۳	جہاں آفرینت کشایش دہاد	اگر وے بہ بندد نشاید کشاد
	جہان کا پیدا کرنے والا تجھے فراخی بخشے	اگر وہ بند کر دے تو کھل نہ سکے

حکایت

کہانی

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۵	شتر کرہ با مادرِ خویش گفت	پس از رفتن آخر زمانے بخفت
	اونٹ کے بچے نے اپنی ماں سے کہا	چلنے کے بعد پھر تھوڑی دیر سو جا
۶	بگفت ار بدستِ منستے مہار	ندیدے کسم بارکش در قطار
	اس نے کہا اگر مہار میرے ہاتھ میں ہوتی	مجھے قطار میں بوجھ کھینچنے والا کوئی نہ دیکھتا
۷	قضا کشتی آنجا کہ خواہد برد	وگر ناخدا جامہ بر خود درد
	کشتی کو قضا جہاں چاہتی ہے لے جاتی ہے	خواہ ناخدا اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے
۸	مکن سعدیا دیدہ بر دستِ کس	کہ بخشندہ پروردگار ست و بس
	اے سعدی کسی کا دست نگر نہ بن	اس لیے کہ دینے والا صرف خدا ہے
۹	اگر حق پرستی ز درہا بہ بست	کہ گر وے براند نخواند کست
	اگر تو حق پرست ہے تو بہت سے دروازوں سے وہ کافی ہے	اس لیے کہ اگر وہ بھگا دے تو تجھے کوئی نہ بلائے گا
۱۰	گر او نیک بختت کند سر بر آر	وگرنہ سرِ ناامیدی بخار
	اگر وہ تجھے نیک بخت کر دے تو سر بلند کر	ورنہ سر ناامیدی سے کھجاتا رہ

(۱) دیدہ: آنکھ۔ بخشد: بخش دیوے۔ خداوند امر: حکم کا مالک یعنی خدا۔ نہ بینی: نہ دیکھے تو۔ دگر: پھر۔ صورت زید و عمرو: زید و عمرو کی صورت۔ زید و عمرو بطور مثال ہیں، مراد مخلوق۔ (۲) نہ پندارم: میں نہیں سمجھتا۔ ار: اگر۔ دم در کشد: سانس اندر کھینچ لے یعنی چپ رہے۔ خدایش: خدا اس کی۔ قلم در کشد: قلم کھینچ دے یعنی روزی بند کر دے۔ (۳) جہاں آفرینت: جہان کا پیدا کرنے والا تجھ کو۔ کشایش: رزق کی فراخی۔ دہاد: دیوے۔ وے: وہ۔ بہ بندد: بند کر دے۔ نشاید کشاد: کھولا نہیں جا سکتا۔
(۴) حکایت: کہانی۔ (۵) شتر کرہ: اونٹ کا بچہ۔ مادرِ خویش: اپنی ماں۔ گفت: کہا۔ پس از رفتن: چلنے کے بعد۔ زمانے: تھوڑی دیر۔ بخفت: سو جا ماضی بمعنی امر بضرورتِ شعری۔ (۶) بگفت: اس نے کہا۔ ار: اگر۔ بدستِ منستے: میرے ہاتھ میں ہوتی۔ ندیدے: نہ دیکھتا۔ کسم: کوئی شخص مجھ کو۔ بارکش: بوجھ کھینچنے والی۔ (۷) قضا: تقدیر۔ آنجا کہ: جہاں کہ۔ خواہد: چاہتی ہے۔ برد: لے جاتی ہے۔ دگر: اگرچہ۔ ناخدا: اصل ناؤ خدا یعنی کشتی چلانے والا۔ جامہ: کپڑا۔ بر خود: اپنے اوپر۔ درد: پھاڑ ڈالے۔
(۸) مکن: مت کر۔ سعدیا: اے سعدیؒ۔ دیدہ: آنکھ۔ بر دست کس: کسی کے ہاتھ پر۔ بخشندہ: بخشنے والا۔ پروردگار: خدا۔ ست: ہے۔ بس: صرف۔ (۹) حق پرستی: حق کو پوجنے والا ہے۔ ز درہا: بہت سے دروازوں سے۔ بست: کافی ہے تجھ کو۔ گر وے: اگر وہ۔ براند: ہانک دیوے۔ نخواند: نہ بلاوے۔ کست: کوئی تجھ کو۔ (۱۰) او: وہ۔ کند: کر دے۔ سر بر آر: سر اونچا کر۔ سرِ ناامیدی: ناامیدی کا سر۔ بخار: کھجا۔

تشریح: (۱) جس شخص کو نورِ معرفت حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا میں ظاہر ہونے والے ہر کام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسوب کرتا ہے۔ (۲) جو شخص اپنے مقدر کو تسلیم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر حال میں رزق پہنچاتا ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا (کسی جانور کو اللہ کے سوا کوئی رزق نہیں دیتا) (۳) کشائش رزق کی استدعا اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ (رزق کا) دروازہ وہی (اللہ تعالیٰ) کھولتا ہے۔ اور وہی بند کرتا ہے۔ (۴) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اونٹ کی لگام انسان کے ہاتھ میں ہے۔ (۵) اونٹ کے بچے (ٹوڈا) نے تھکاوٹ محسوس کرتے ہوئے اپنی ماں (اونٹنی) سے کہا کہ بہت چل لیا۔ اب تھوڑا سا آرام کرنا چاہیے۔ (۶) اس (اونٹنی) نے کہا کہ اگر میری لگام میرے پاس ہوتی تو میں کبھی بھی اونٹوں کی قطار میں مال برداری نہ کرتی۔ (۷) کشتی ہمیشہ تقدیر میں طے شدہ پروگرام کے مطابق اس جگہ کنارے لگتی ہے۔ جہاں تقدیر کی منشا ہوتی ہے۔ اس میں ملاح کا کوئی اختیار نہیں۔ (۸) بقول شیخ سعدیؒ، اللہ تعالیٰ کے سامنے دست بدعا ہونا چاہیے کیونکہ اُن داتا ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ (۹) اگر کسی کو اللہ تعالیٰ حق پرستی کی معرفت عطا فرما دے تو صرف اسی (اللہ تعالیٰ) کی ذات کافی ہے۔ کیونکہ اس کے دھتکارے ہوئے ہمیشہ بے یار و مددگار ہوتے ہیں۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ خوشحالی فخر کا باعث ہے۔ بصورت دیگر ناکامی کو اپنا مقدر سمجھنا چاہیے۔

گفتار اندر اخلاص و برکتِ آں و ریاؤ آفتِ آں

کہادت اخلاص اور اس کی برکت اور ریا اور اس کی آفت کے بیان میں

عبادت باخلاص نیت نکوست	۲	وگرنہ چہ آید زبے مغز پوست
نیت کے اخلاص کے ساتھ عبادت اچھی ہے		ورنہ بے گری کے چھلکے سے کیا ہوتا ہے
چہ زنارِ مغ بر میانت چہ دلق	۳	کہ در پوشی از بہرِ پندار خلق
آتش پرست کا جنیؤ اور کمر پر گدڑی یکساں ہے		جو تو لوگوں کے اعتقاد کے لیئے پہنے
مکن گفتمت مردی خویش فاش	۴	چو مردی نمودی مخنث مباش
میں تجھ سے کہتا ہوں اپنی بزرگی ظاہر نہ کر		جب بزرگی دکھائی ہے تو ہیجڑا نہ بن
باندازۂ بود باید نمود	۵	خجالت نبرد آنکہ بنمود و بود
ہونے کے مطابق دکھانا چاہیئے		وہ شرمندگی نہیں اٹھاتا جس نے دکھایا جو تھا
کہ چوں عاریت برکشند از سرش	۶	بماند کہن جامۂ در برش
اس لیئے کہ جب مانگا ہوا اس کے سر سے اتار لیں گے		تو اس کے بدن پر پرانا لباس رہ جائے گا
اگر کوتہ ای پائے چوبیں مبند	۷	کہ در چشمِ طفلاں نمائی بلند
اگر تو پست قد ہے تو لکڑی کے پیر نہ باندھ		کہ بچوں کو اونچا معلوم ہونے لگے
وگر نقرہ اندودہ باشد نحاس	۸	تواں خرج کردن بر ناشناس
اگر تانبے پر چاندی کا ملمع ہو		نہ جاننے والے کے پاس چلایا جا سکتا ہے
منہ جانِ من آبِ زر بر پشیز	۹	کہ صرافِ دانا نگیرد بہ چیز
میری جان پیسے پر سونے کا پانی نہ پھیر		اس لیئے کہ دانا صراف کسی چیز کے بدلے اسکو نہ لے گا
زراندودگاں را بآتش برند	۱۰	پدید آید آنگہ کہ مس یا زر اند
سونے کے ملمع والوں کو آگ پر تپائیں گے		تب معلوم ہو جائے گا کہ وہ پیتل ہیں یا سونا

(۱) گفتار: کہادت۔ اخلاص: نیک نیتی۔ ریا: دکھاوا۔ آفتِ آں: اس کی آفت۔ (۲) عبادت: بندگی۔ باخلاصِ نیت: نیت کے خلوص کے ساتھ۔ نکوست: اچھی ہے۔ چہ: کیا۔ آید: آوے۔ بے مغز پوست: بغیر گری کا چھلکا۔ (۳) چہ: کیا۔ زنار: جنیؤ۔ زنارِ مغ: آتش پرست کا جنیؤ، ایک دھاگہ جو بغل میں ڈالتے ہیں۔ بر میانت: تیری کمر پر۔ دلق: گودڑی۔ در پوشی: پہنے تو۔ از بہر: واسطے۔ پندارِ خلق: مخلوق کا اعتقاد۔ (۴) مکن: مت کر۔ گفتمت: میں نے تجھ کو کہا۔ مردی خویش: اپنی مردی، اپنی بزرگی۔ فاش: ظاہر۔ مردی: بہادری۔ نمودی: دکھائی تونے۔ مخنث: ہیجڑا۔ مباش: مت ہو۔ (۵) باندازۂ بود: ہونے کے اندازے کے مطابق یعنی جتنی حقیقت ہو۔ باید نمود: دکھانا چاہیئے۔ خجالت: شرمندگی۔ نہ برد: نہ لے گیا۔ آنکہ: جس نے کہ۔ بنمود: دکھایا۔ بود: تھا۔ (۶) چوں: جب۔ عاریت: مانگواں لباس۔ برکشند: اتار لیں گے۔ از سرش: اس کے سر سے۔ بماند: رہ جائے گا۔ کہن جامہ: پرانا کپڑا۔ در برش: اس کی بغل میں یا اس کے جسم پر۔ (۷) کوتہ ای: تو چھوٹے قد والا ہے۔ پائے چوبیں: لکڑی کے پاؤں۔ مبند: مت باندھ۔ چشمِ طفلاں: بچوں کی آنکھ۔ نمائی: دکھائی دیوے تو۔ (۸) نقرہ: چاندی۔ اندودہ باشد: لیپا ہوا ہو۔ نحاس: تانبہ۔ تواں خرج کردن: خرچ کر سکتے ہیں۔ ناشناس: نہ پہچاننے والا۔ (۹) منہ: مت رکھ۔ جانِ من: میری جان۔ آبِ زر: سونے کا پانی۔ پشیز: پیسے۔ صرافِ دانا: سمجھ دار سنار۔ نگیرد: نہیں لیوے گا۔ بہ چیز: کسی چیز کے بدلے۔ (۱۰) زر اندودگاں: سونا چڑھے ہوئے۔ بآتش: آگ میں۔ برند: لے جائیں گے۔ پدید آید: ظاہر ہو جائے گا۔ آنگہ: اس وقت۔ مس: پیتل۔ زر: سونا۔ اند: ہیں۔

تشریح (۱) اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اصل مدارِ عبادت خلوصِ نیت پر منحصر ہے۔ ریا کاری سے عبادت ضائع ہو جاتی ہے۔

(۲) خلوصِ نیت کے ساتھ عبادت کا حق ادا کرنا چاہیئے۔ بصورتِ دیگر ریا کاری کی عبادت بے کار ہوتی ہے۔

(۳) اگر بزرگی کا لباس لوگوں کی عقیدتمندی کی غرض سے پہنا جائے۔ تو پھر آتش پرست کی زنار اور لباس خضر میں کوئی فرق نہیں۔ (۴) بزرگی و کرامات کا اظہار کرنے کی بجائے عمل و کردار سے بزرگی ثابت کرنی چاہیئے۔ ورنہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور والی بات ہوگی۔ (۵) اپنی صفت کے مطابق اظہار خیال کرنا چاہیئے۔ ورنہ شرمساری ہوتی ہے۔ ہنرمند کبھی بھی اپنے ہنر میں مار نہیں کھاتا۔ (۶) جھوٹی شہرت کی مثال مانگے ہوئے لباس جیسی ہے۔ کیونکہ مانگا ہوا لباس اتر جانے کے بعد یا تو پرانے لباس کی چغلی کھاتا ہے یا برہنہ (ننگا) کر دیتا ہے۔ (۷) لکڑی کے پاؤں قد کو لمبا نہیں کرتے۔ اس لیئے ایسی بات کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیئے جس کا وجود تمہارے جسم میں نہ ہو۔ (۸) عالمانہ لباس میں جاہل کی مثال ایسی ہے۔ جیسے تانبے پر چاندی کا پانی چڑھا دیا جائے۔ چاندی کا پانی اترنے سے اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ (۹) کرنسی کے سکے (پیسے) پر سونے کا ملمع کرنا بے سود ہے۔ کیونکہ عقلمند زرگر کی آنکھ سے حقیقت نہیں چھپ سکتی۔ (۱۰) جس طرح ملمع شدہ چیز آگ میں پرکھنے کے بعد اصلی یا نقلی ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح ظاہر و باطن کی پرکھ کے لیئے انسان کو دوزخ میں جلنا پڑے گا۔

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
ندانی کہ بابائے کوہی چہ گفت	۲	بمردے کہ ناموس را شب نخفت
تجھے معلوم نہیں پہاڑی بابا نے کیا کہا		اس شخص کو جو شہرت کی خاطر تمام رات نہ سویا
برو جان بابا باخلاص پیچ	۳	کہ نتوانی از خلق بربست ہیچ
جا بابا کی جان ! اخلاص پیدا کر		اس لیے کہ تو مخلوق سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے
کسانیکہ فعلت پسندیدہ اند	۴	ہنوز از تو نقش بروں دیدہ اند
جنہوں نے تیرا فعل پسند کیا ہے		انہوں نے ابھی تیرے ظاہری نقش دیکھے ہیں
چہ قدر آورد بندۂ حور ویس	۵	کہ زیر قبا دارد اندام پیس
حور جیسا غلام کیا قدر پیدا کر سکتا ہے		جو قبا کے نیچے برص کا جسم رکھتا ہو
نشاید بدستاں شدن در بہشت	۶	کہ بازت رود چادر از روئے زشت
مکر سے بہشت میں جانا ممکن نہیں ہے		اس لیے کہ تیرے بھدے چہرے سے چادر ہٹا دی جائے گی

حکایت طفل روزہ دار

روزہ دار بچہ کا قصہ

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
شنیدم کہ نابالغے روزہ داشت	۸	بصد محنت آورد روزے بچاشت
میں نے سنا ہے کہ ایک نابالغ نے روزہ رکھ لیا		سو مشقتوں سے چاشت تک دن پہنچایا
زکتابش آں روز سابق بہ برد	۹	بزرگ آمدش طاعت از طفل خرد
اس دن اس کو مکتب سے خلیفہ لے گیا		چھوٹے بچے کی عبادت اس کو بڑی معلوم ہوئی
پدر دیدہ بوسید و مادر سرش	۱۰	فشاندند بادام و زر بر سرش
باپ نے آنکھیں چومیں ماں نے اس کا سر		انہوں نے بادام اور چاندی اس کے سر پر نچھاور کی

(۱) حکایت: کہانی۔ (۲) ندانی: تو نہیں جانتا۔ بابائے کوہی: پہاڑی بابا۔ چہ گفت: کیا کہا۔ بمردے کہ: ایسے مرد کو جو کہ۔ ناموس را: شہرت کے لیے۔ شب: رات کو۔ نخفت: نہ سویا۔
(۳) برو: جا۔ جان بابا: بابا کی جان۔ باخلاص: اخلاص میں۔ پیچ: لپیٹ یعنی کوشش کر۔ نتوانی بربست کے ساتھ لگ کر نہیں باندھ سکے گا یعنی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ از خلق: مخلوق سے۔ ہیچ: کچھ۔
(۴) کسانیکہ: جو لوگ کہ۔ فعلت: تیرا کام پسندیدہ پسند کیا ہے۔ ہنوز: ابھی۔ از تو: تجھ سے۔ نقش بیروں: باہر کے نقش۔ (۵) چہ: کیا۔ قدر آورد: قیمت پاوے۔ بندۂ حور ویس: حور جیسا غلام۔ زیر قبا: اچکن کے نیچے۔ دارد: رکھے۔ اندام پیس: برص والا جسم۔ (۶) نشاید شدن کے ساتھ لگ کر نہیں جا سکتے۔ بدستاں: مکر سے۔ بازت رود: اتر جائے گی۔ ت، از روئے کے ساتھ لگ کر تیرے چہرے سے۔ زشت: برا۔ (۷) طفل: بچہ۔ روزہ دار: روزے والا۔
(۸) شنیدم: میں نے سنا۔ نابالغے: ایک نابالغ۔ روزہ داشت: روزہ رکھا۔ بصد محنت: سو مشقت سے۔ آورد: لایا۔ بچاشت: چاشت کے وقت تک۔ (۹) زکتابش: مکتب سے اس کو۔ آں روز: اس دن۔ سابق: خلیفہ یا جماعت کا مانیٹر۔ بہ برد: لے گیا۔ بزرگ آمدش: بڑی لگی اس کو۔ طاعت: عبادت۔ طفل خرد: چھوٹا بچہ۔
(۱۰) پدر: باپ۔ دیدہ: آنکھ۔ بوسید: چومیں۔ مادر: ماں۔ سرش: اس کا سر۔ فشاندند: بکھیرے۔ زر: سونا یا پیسہ۔ برسرش: اس کے سر پر۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ عیاری و ریاکاری کی عبادت کارگر ہونے کے بجائے وبال جان بن جاتی ہے۔
(۲) ایک شخص ساری رات عبادت میں مصروف رہا۔ تاکہ لوگ اسے صاحب کمال بزرگ سمجھیں۔ اسے پہاڑی بابا نے بہت اچھی بات کہی۔ (۳) میری جان! اگر ممکن ہو تو خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔ ورنہ ریاکاری کی عبادت سے مخلوق کی عنایات ناممکن ہیں۔
(۴) جو لوگ بظاہر تیری تعریف کرتے ہیں۔ وہ صرف تیرے ظاہر سے واقف ہیں۔ (باطن سے تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات واقفیت رکھتی ہے)
(۵) برص (کوڑھ) زدہ غلام چہرے کی خوبصورتی کے باوجود قیمتی نہیں ہوتا۔ (کیونکہ کوڑھ خوبصورتی کو کھا جاتی ہے۔) (۶) کوئی شخص مکر و حیلہ سے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن چہروں سے منافقت کا نقاب اتار پھینکے گا۔ (۷) عنوان۔ اس حکایت میں روزے دار بچے کی کہانی کے ضمن میں یہ بتایا گیا ہے کہ ریاکاری کی عبادت کا اجر و ثواب نہیں ملتا۔ بلکہ وہ موجب عذاب ہے۔
(۸) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ ایک چھوٹے سے بچے نے روزہ رکھا۔ اور بمشکل چاشت تک جانبر ہو سکا۔
(۹) کلاس کے مانیٹر کو چھوٹے بچے کا روزہ تعجب خیز معلوم ہوا۔ اس لیے اس نے وقت سے پہلے چھٹی دے کر گھر بھیج دیا۔
(۱۰) والدین نے بچے کو خوب پیار کیا۔ اور بادام و رقم اس پر نچھاور کرتے ہوئے اس (اپنے بیٹے) کی دلجوئی کی۔

شعر	نمبر	شعر
چو بروے گزر کرد یک نیمہ روز	۱	فتاد اندروز آتشِ معدہ سوز
جب اس پر آدھا دن گزرا		اس کے اندر معدہ کی آگ سے جلن پیدا ہو گئی
بدل گفت اگر لقمہ چندے خورم	۲	چہ داند پدر غیب یا مادرم
اس نے دل میں کہا کہ اگر میں چند لقمے کھاؤں		میرے باپ یا ماں غیب کو کیا جانیں گے
چو روئے پسر در پدر بود و قوم	۳	نہاں خورد و پیدا بسر برد صوم
جب کہ لڑکے کا رُخ باپ اور قوم کی طرف تھا		تو چھپ کے کھالیا بظاہر روزہ پورا کر لیا
کہ داند چو در بند حق نیستی	۴	اگر بے وضو در نماز استی
اگر تو خدا کی فکر میں نہیں ہے تو کسی کو کیا معلوم		اگر تو بے وضو نماز میں کھڑا ہو جائے
پس ایں پیر زاں طفل ناداں تر ست	۵	کہ از بہرِ مردم بطاعت درست
یہ بوڑھا اس بچہ سے بھی زیادہ نادان ہے		جو انسانوں کی خاطر عبادت میں لگا ہے
کلید درِ دوزخ ست آں نماز	۶	کہ در چشمِ مردم گزاری دراز
وہ نماز دوزخ کے دروازے کی کنجی ہے		جو تو لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لمبی پڑھے
اگر جز بحق مے رود جادہ ات	۷	در آتش فشانند سجادہ ات
اگر تیرا راستہ اللہ کی جانب کے سوا ہے		تیرے مصلے کو آگ میں ڈال دیں گے
نکو سیرتِ بے تکلف بروں	۸	بہ از پارسائے خراب اندروں
اچھی سیرت والا، بظاہر بے تکلف		اس پارسا سے بہتر ہے جس کا باطن خراب ہے
بہ نزدیکِ من شب رو راہ زن	۹	بہ از فاسقِ پارسا پیرہن
میرے نزدیک ڈاکہ مارنے والا چور		نیک لباس کے فاسق سے بہتر ہے
یکے بر درِ خلق رنج آزمائے	۱۰	چہ مزدش دہد در قیامت خدا
ایک وہ انسان جو مخلوق کے دروازے پر محنت کر رہا ہے		اس کو قیامت میں خدا کیا مزدوری دے گا

(۱) چو: جب۔ بروے: اس پر۔ کرد: کیا۔ یک نیمہ روز: ایک آدھا دن۔ فتاد: پڑ گئی۔ اندرو: اس کے اندر ز آتش معدہ: معدے کی آگ سے۔ سوز: جلن۔ (۲) بدل گفت: دل میں کہا۔ چندے: تھوڑے سے۔ خورم: کھاؤں میں۔ چہ داند: کیا جانے۔ پدر: باپ۔ غیب: چھپی بات۔ مادرم: میری ماں۔ (۳) چو: جب۔ روئے پسر: بیٹے کا چہرہ۔ در پدر: باپ میں یا باپ کی طرف بود: تھا۔ نہاں خورد: پوشیدہ طور کھالیا۔ پیدا: ظاہر۔ بسر برد: آخر کو لے لیا۔ صوم: روزہ۔ (۴) کہ داند: کون جانے۔ چوں: جب۔ در بندِ حق: حق تعالیٰ کی فکر میں۔ نیستی: نہیں ہے۔ استی: کھڑا ہے تو (۵) پس: پھر۔ ایں پیر: یہ بوڑھا۔ زاں طفل: اس بچے سے۔ ناداں تر: زیادہ جاہل۔ ست: ہے۔ از بہر مردم: لوگوں کے واسطے۔ بطاعت: عبادت میں۔ (۶) کلید: چابی۔ درِ دوزخ: دوزخ کا دروازہ۔ ست: ہے۔ آں نماز: وہ نماز۔ چشمِ مردم: لوگوں کی آنکھ۔ گزاری: ادا کرے تو۔ دراز: لمبی۔ (۷) جز بحق: حق تعالیٰ کے سوا۔ مے رود: جاتا ہے۔ جادہ ات: تیرا راستہ۔ در آتش: آگ میں۔ فشانند: ڈال دیں گے۔ سجادہ ات: تیرا مصلی۔ (۸) نکو سیرت: خوش کردار بے تکلف: بغیر بناوٹ کے۔ بروں: ظاہر۔ بہ: بہتر۔ پارسائے خراب اندروں: گندے باطن والا پرہیزگار۔ (۹) بنزدیک من: میرے نزدیک۔ شب رو: رات کو چلنے والا یعنی چور۔ راہ زن: راستہ مارنے والا یعنی ڈاکو۔ بہ: بہتر۔ فاسق پارسا پیرہن: پرہیزگاروں کے کپڑوں والا گنہ گار۔ (۱۰) یکے: ایک۔ بر درِ خلق: مخلوق کے دروازے پر۔ رنج آزما: تکلیف اٹھانے والا۔ چہ: کیا۔ مزدش: مزدوری اس کو۔ دہد: دیوے گا۔ قیامت: دنیا کا آخری اور آخرت کا پہلا دن۔

تشریح: (۱) دوپہر کے کھانے کے وقت بچّے کے معدے میں جلن پیدا ہوئی۔ جس کی وجہ سے بچے کو بھوک نے آستایا۔ (۲) اس (بچے) نے دل میں سوچا کہ چوری چھپے کھالینے سے والدین کو معلوم نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ (والدین) علم غیب کے حامل نہیں ہیں۔ (۳) بچوں کے دل میں والدین کا خوف ہوتا ہے۔ اس لیئے اس (روزہ دار بچے) نے بظاہر روزہ رکھا اور خفیہ طور پر کھا ہی لیا۔ (۴) جس دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں۔ اس کی اکثر عبادات ریاکاری پر مبنی ہوتی ہیں۔ کسی کو کیا علم کہ نمازی بے وضو نماز پڑھ رہا ہے۔ (۵) ریاکار بوڑھا اس روزے دار بچے کے مقابلے میں زیادہ احمق ہے۔ کیونکہ بچے میں ماں باپ کا خوف ہے۔ بوڑھا اللہ تعالیٰ کی ذات کو جاننے کے باوجود ریاکار ہے۔ (۶) ریاکاری کی طویل نماز بہشت کی بجائے دوزخ کا ایندھن بناتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود اصلی نہیں ہوتی۔ بلکہ مخلوق کی خوشنودی ہوتی ہے۔ (۷) جس جائے نماز پر اللہ تعالیٰ کے سوا (ریاکاری کی صورت میں) مخلوق کی عبادت کی جاتی ہے۔ وہ مصلّیٰ ریاکار عابد کو دوزخ میں جھونک دیتا ہے۔ (۸) جس نیکوکار آدمی کا ظاہری احوال پارسائی کے حوالے سے پوشیدہ ہو۔ ایسے ظاہری نیکوکار سے بہتر ہے۔ جس کا اندر (باطن) پلید ہو۔ (۹) جو شخص لباسِ خضر میں بدکاری کرتا ہے۔ اس سے کھلم کھلا رہزن خطرے کا باعث نہیں۔ کیونکہ رہزن مال کا لٹیرا ہے اور یہ ایمان لوٹتا ہے۔ (۱۰) ریاکار عابد کو اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نہیں بلکہ مخلوق کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے عبادت کی ہے۔

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	زعمرو اے پسر چشم اجرت مدار	چو در خانۂ زید باشی بکار
	اے صاحبزادے! عمرو سے اجرت کی توقع نہ رکھ	جب تو زید کے گھر میں کام پر لگا ہے
۲	نگویم تواند رسیدن بدوست	دریں رہ جز آنکس کہ درویش اوست
	میں نہیں کہتا کہ دوست تک پہنچ سکتا ہے	اس راہ میں سوائے اس کے جو اس کا فقیر ہے
۳	رہِ راست رو تا بمنزل رسی	تو بر رہ نۂ زیں قبل واپسی
	سیدھا راستہ چل تاکہ منزل تک پہنچ جائے	چونکہ تو راستہ پر نہیں ہے اسی لیے پیچھے ہے
۴	چوں گاوے کہ عصار چشمش بہ بست	دواں تا بہ شب شب ہماں جاکہ ہست
	اس بیل کی طرح جس کی آنکھیں تیلی نے باندھ دی ہوں	تمام رات چلنے کے باوجود رات کو وہیں ہے جہاں تھا
۵	کسے گر بہ تابد ز محراب روئے	بکفرش گواہی دہند اہلِ کوئے
	اگر کوئی قبلہ سے منہ موڑے	محلہ والے اس کے کفر کی گواہی دے دیں گے
۶	تو ہم پشت بر قبلہ در نماز	گرت در خدا نیست روئے نیاز
	تو بھی نماز میں قبلہ کو پیٹھ کیے ہے	اگر تیرا عاجزی کا چہرہ خدا کی طرف نہیں ہے
۷	درختیکہ بیخش بود برقرار	بپرور کہ روزے دہد میوہ باز
	جس درخت کی جڑ برقرار ہو	اس کی پرورش کر کیونکہ کسی دن میوے کا پھل دے گا
۸	گرت بیخ اخلاص در بوم نیست	ازیں بر کسے چوں تو محروم نیست
	اگر تیرے اخلاص کی جڑ زمین میں نہیں ہے	اس پھل سے تیری طرح کوئی محروم نہیں ہے
۹	ہر آنکہ افگند تخم بر روئے سنگ	جوئے وقتِ دخلش نیاید بدست
	جو شخص پتھر پر بیج بکھیرے	پیداوار کے وقت اس کے ہاتھ ایک جَو بھی نہ آئے گا
۱۰	منہ آب روئے ریا را محل	کہ ایں آب در زیر دارد وحل
	ریا کی آبرو کو کوئی مرتبہ نہ دے	اس لیے کہ اس پانی کے نیچے کیچڑ ہے

(۱) عمرو: ایک مثالی نام، اس کی عین پر زبر پڑھی جاتی ہے۔ پسر: لڑکا۔ درخانۂ زید: زید کے گھر میں۔ باشی: ہووے تو۔ بکار: کام میں۔ (۲) نگویم: میں نہیں کہتا۔ تواند رسیدن: پہنچ سکتے ہیں۔ بدوست: دوست تک۔ دریں راہ: اس راستہ میں۔ جز آنکس: سوائے اس شخص کے۔ کہ: جو کہ۔ درویش اوست: اس کا فقیر ہے۔ (۳) رہ راست: سیدھی راہ۔ رو: چل۔ تا: تاکہ۔ رسی: پہنچے۔ بر رہ: راستے پر۔ نۂ: نہیں ہے تو۔ زیں قبل: اس وجہ سے۔ واپسی: پیچھے ہے تو۔ (۴) چوں گاوے: مثل بیل کی۔ عصار: نچوڑنے والا یعنی تیلی۔ چشمش: اس کی آنکھیں۔ بہ بست: باندھ دی۔ دواں: دوڑ رہا ہے۔ تا بہ شب: رات تک۔ ہماں جا: اسی جگہ کہ۔ ہست: جہاں کہ تھا۔ (۵) کسے: کوئی شخص۔ بہ تابد: پھیر لے۔ روئے: چہرہ۔ بکفرش: اس کے کفر کی۔ دہند: دیویں گے۔ اہل کوئے: محلے والے۔ (۶) ہم: بھی۔ پشت بر قبلہ: قبلہ کی طرف پشت کیے ہوئے ہے تو۔ گرت: اگر تیری۔ نیست: نہیں ہے۔ روئے نیاز: نیاز مندی کا چہرہ۔ (۷) درختیکہ: جو درخت کہ۔ بیخش: اس کی جڑ۔ بود: ہووے۔ برقرار: قائم۔ بپرور: پال۔ روزے: ایک دن۔ دہد: دیوے گا۔ میوہ باز: پھل (۸) گرت: اس کی تا بیخِ اخلاص کے ساتھ لگ کر تیرے اخلاص کی جڑ۔ بوم: زمین۔ نیست: نہیں ہے۔ ازیں بر: اس پھل سے۔ چوں تو: تیری طرح کسے: کوئی شخص۔ (۹) ہر آنکہ: جو شخص کہ۔ افگند: ڈالے۔ تخم: بیج۔ بر روئے سنگ: پتھر کے اوپر۔ جوئے: ایک جَو۔ وقتِ دخلش: آمدن کے وقت۔ نیاید: نہ آوے۔ بدست: ہاتھ میں۔ (۱۰) منہ: مت رکھ۔ آب روئی: عزت۔ ریا: دکھاوا۔ محل: مرتبہ ایں: یہ۔ آب: پانی۔ در زیر: نیچے۔ دارد: رکھتا ہے۔ وحل: کیچڑ۔

تشریح: (۱) زید کے گھر کی مزدوری کرنے والے کو عمرو کے گھر سے کچھ نہیں ملتا۔ ریاکار عابد مخلوق کی مزدوری کرتا ہے۔ اس لیے اسے اللہ تعالیٰ سے کچھ نہ ملے گا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی معرفت اسے حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر مخلوق سے کنارہ کش رہے۔ (متروک الدنیا کو کیا ملے گا کچھ بھی نہیں) (۳) صراط مستقیم پر چلنے سے منزل مل سکتی ہے۔ جو شخص صراط مستقیم سے ہٹ کر چلتا ہے۔ وہ ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتا رہتا ہے (جیسے دینی تعلیم ترک کرکے) (۴) کولہو کا بیل دن بھر چلتا رہے۔ جب رات ہو تو وہ اسی جگہ پر کھڑا ہے۔ جہاں سے وہ صبح کو چلا تھا۔ راہ حق سے ہٹ کر چلنے والے کی مثال کولہو کے بیل جیسی ہے۔ (۵) اگر کوئی شخص قبلہ رُخ سے ہٹ کر نماز ادا کرے تو لوگ اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیں گے۔ (دورِ حاضر کی انگریزی تعلیم کا حال بھی قبلہ رُخ سے ہٹ کر ہے۔) (۶) ریاکاری یا مکر وحیلہ کی عبادت کے باعث ہر ریاکار آدمی کا رُخ قبلہ کی طرف نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نیاز مندی شامل نہیں۔ (۷) موسم خزاں میں پتے جھڑنے سے درخت بے رونق ہو جاتے ہیں۔ لیکن جڑ قائم رہنے کی وجہ سے موسم بہار میں دوبارہ سرسبز ہو جاتے ہیں۔ مخلص عابد کی بھی یہی مثال ہے۔ (۸) بغیر خلوص کے عبادت محرومی کا باعث ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن ایسی عبادت (خلوص کے بغیر) وزنی نہ ہوگی۔ (۹) جس طرح پتھریلی زمین پر بیج ڈالنے سے وہ (پتھریلی زمین) سرسبز نہیں ہوتی۔ اسی طرح ریاکاری کی عبادت کا بیج بھی قیامت کے دن بار آور نہ ہوگا۔ (۱۰) ریاکار عابد کی عزت غیر معتبر ہے کیونکہ راز کھلنے پر ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جیساکہ دلدل پر چلنے والا غرق ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ریاکار غرق ہوتا ہے۔

چو در خفیہ بد باشم و خاکسار جب میں باطن میں بد اور خاک جیسا ہوں	۱	چہ سود آب ناموس بر روئے کار تو ظاہر پر عزت کی آب سے کیا فائدہ
بروئے دریا خرقہ سہلست دوخت مکر اور ریاکاری سے گدڑی سی لینا آسان ہے	۲	گرش با خدا در توانی فروخت اگر تو اس کو خدا کے ہاتھ فروخت کر سکے
چہ دانند مردم کہ در جامہ کیست لوگوں کو کیا معلوم کہ لباس میں کون ہے	۳	نویسندہ داند کہ در نامہ چیست لکھنے والا جانتا ہے کہ خط میں کیا لکھا ہے
چہ وزن آورد جائے انبان باد ہوا بھرا مشکیزہ اس جگہ کیا وزن رکھے گا	۴	کہ میزان عدلست و دیوان داد جہاں انصاف کی ترازو اور انصاف کا اجلاس ہے
مرائی کہ چنداں ورع مے نمود جس ریاکار نے اس قدر پرہیزگاری دکھائی	۵	بدیدند و ہیچش در انبان نبود انہوں نے اس کو دیکھا اور اس کے مشکیزہ میں کچھ نہ تھا
کنند ابرہ پاکیزہ تر ز استر ابرہ استر سے بہتر بناتے ہیں	۶	کہ آں در حجاب ست و ایں در نظر اس لیے کہ وہ چھپا ہے اور یہ نظر میں ہے
بزرگاں فراغ از نظر داشتند بزرگ لوگ نظر سے بے نیاز ہوتے ہیں	۷	ازاں پرنیاں آستر داشتند اس لیے پرنیاں کا استر بناتے ہیں
ور آوازہ خواہی در اقلیم فاش اگر تو ملک میں کھلی شہرت چاہتا ہے	۸	بروں حلہ کن گو دروں حشو باش باہر ریشمیں کپڑا لگا خواہ اندر بھراؤ ہو
ببازی نگفت ایں سخن بایزیدؒ بایزیدؒ نے یہ بات مذاق میں نہیں کہی	۹	کہ از منکر ایمن ترم از مرید کہ میں مرید کے اعتبار سے منکر سے زیادہ مطمئن ہوں
کسانیکہ سلطان و شاہنشہ اند جو لوگ شاہ اور شاہنشاہ ہیں	۱۰	سراسر گدایان ایں درگہ اند اس درگاہ کے بالکل فقیر ہیں

(۱) چو: جب۔ خفیہ: پوشیدہ۔ بد: بُرا۔ باشم: ہوں میں خاکسار: ذلیل۔ چہ: کیا۔ سود: فائدہ۔ آب ناموس عزت کا ملمع۔ بر روئے کار: کام کے چہرے پر یعنی ظاہر پر۔ (۲) بروئے دریا: لحاظ اور دکھاوے کے ساتھ۔ خرقہ: گودڑی۔ سہلست: آسان ہے۔ دوخت: سینا۔ گرش: اگر اس کو۔ توانی فروخت: تو بیچ سکتا ہے۔ (۳) چہ دانند: کیا جانیں۔ مردم: لوگ۔ در جامہ: کپڑے میں۔ کیست: کون ہے۔ نویسندہ: لکھنے والا۔ داند: جانتا ہے۔ در نامہ: خط میں۔ چیست: کیا ہے۔
(۴) چہ: کیا۔ آورد: لاوے۔ جائیکہ: جس جگہ کہ۔ انبان باد: ہوا بھرا تھیلا۔ میزان عدلست: عدل کی ترازو ہے۔ دیوان داد: انصاف کا دفتر۔ (۵) مرائی کہ: جو ریاکار کہ۔ چنداں: اتنی۔ ورع: پرہیزگاری۔ مے نمود: دکھلاتا تھا۔ بدیدند: انہوں نے دیکھا۔ ہیچش: کچھ بھی اس کے۔ در انبان: تھیلے میں۔ نبود: نہ تھا۔ (۶) کنند: کرتے ہیں۔ ابرہ: لحاف کا اوپر والا کپڑا۔ پاکیزہ تر: زیادہ اچھا۔ استر: لحاف کا اندرونی کپڑا۔ آں: وہ۔ حجاب: پردہ۔ ایں: یہ۔ در نظر: نظروں میں۔ (۷) بزرگان: جمع بزرگ فراغ: خالی ہونا۔ داشتند: رکھتے ہیں۔ ازاں: اسی وجہ سے۔ پرنیاں: ایک قسم کا ریشم۔ آستر: اندرونی کپڑا۔ (۸) ور: اگر۔ آوازہ: شہرت۔ خواہی: چاہتا ہے تو۔ در اقلیم: ملک میں۔ فاش: ظاہر۔ بروں: باہر۔ دروں: اندر۔ حشو: بھرتی۔ باش: ہووے۔
(۹) ببازی: کھیل یا مذاق سے۔ نگفت: نہیں کہا۔ ایں سخن: یہ بات۔ بایزید: ایک مشہور صوفی بزرگ جن کی نسبت بسطامی ہے۔ منکر: بُرائی۔ ایمن تر: زیادہ بے خوف۔ تم: ہوں میں۔ مرید: ارادتمند۔ (۱۰) کسانیکہ: جو لوگ کہ۔ سلطان: بادشاہ۔ اند: ہیں وہ۔ سراسر: بالکل۔ گدایان ایں درگہ: اس درگاہ کے فقیر۔ اند: ہیں۔

تشریح: (۱) جب کسی کا باطن ناپاک ہے تو ظاہری پاکیزگی کس کام کی۔ کیونکہ اصل انسان کا باطن ہوتا ہے۔ جس سے بظاہر عکاسی ہوتی ہے۔ (۲) اگر ریاکاری کی عبادت کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت بخش دے۔ کارگر ثابت ہوگی۔ لیکن اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ریاکاری کو پسند نہیں کرتا۔ (۳) لباس خضر میں رہزن کی پہچان ناممکن ہے۔ کیونکہ لفافے میں مضمون کی خبر صرف لکھنے والے کو ہوتی ہے۔ باقی لوگ لاعلم ہوتے ہیں۔ (۴) اللہ تعالیٰ کے محاسبے میں ریاکار کی عبادت ہمیشہ بے وزن ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ عدل وانصاف یا عفو و درگذر سے کام لیتا ہے۔ (۵) دنیا میں جو ریاکار اپنی پرہیزگاری کے نغمے الاپتا تھا۔ جب اس کا اعمالنامہ دیکھا گیا تو اس میں کوئی نیکی بھی موجود نہیں تھی۔ (۶) اس شعر میں ابرہ واستر کی مثال سے عام لوگوں کی ظاہرداری کی عکاسی کی گئی ہے کہ لوگ عموماً ظاہری احوال کی درستی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۷) بزرگوں کی اصل توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح معنوں کے بزرگ باطن کو آراستہ کرتے ہیں۔ (۸) اگر منزل مقصود صرف مخلوق کی عزت تک ہے۔ تو پھر ظاہری احوال کو بنا سنوار کر رکھنا چاہیئے۔ چاہے باطن غلاظت سے آلودہ رہے۔ (۹) حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول مبنی برحق ہے کہ مجھے اپنے منکر سے زیادہ مُرید سے خوف آتا ہے۔ کیونکہ منکر عیوب بیان کرتا ہے اور مُرید نیکیاں بیان کرتا ہے۔ (۱۰) قطب وابدال اور اولیائے کرام دربار الٰہی میں ادنیٰ سے غلام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (شعر میں بادشاہ سے مُراد اولیاء اللہ ہیں)

مصرع اول		مصرع ثانی
طمع در گدا مردِ معنیٰ نہ بست	۱	نشاید گرفتن در افتادہ دست
بھکاری شخص میں لالچ نے کوئی حقیقت نہ بنائی		گرے ہوئے کا سہارا نہ لینا چاہیے
ہماں بہ کہ آبستنِ جوہری	۲	کہ ہمچو صدف سر بخود در بری
اگر تو کسی جوہر کا حامل ہے تو یہ بہتر ہے		کہ سیپی کی طرح سر اندر کرلے
چو روئے پرستیدنت در خداست	۳	اگر جبرئیلت نہ بیند رواست
جب تیری عبادت کا رُخ خدا کی طرف ہے		اگر تجھے جبرئیل بھی نہ دیکھے تو مناسب ہے
ترا پندِ سعدیؒ بسست اے پسر	۴	اگر گوش گیری چو پندِ پدر
اے لڑکے تیرے لیے سعدیؒ کی نصیحت کافی ہے		اگر تو باپ کی نصیحت کی طرح لے
گر امروز گفتارِ ما نشنوی	۵	مبادا کہ فردا پشیماں شوی
اگر آج ہماری نصیحت تو نہ سنے گا		ایسا نہ ہو کہ کل کو پریشان ہو

باب ششم^۶ در قناعت

چھٹا باب قناعت میں

مصرع اول		مصرع ثانی
خدا را نہ دانست و طاعت نکرد	۷	کہ بر بختِ روزی قناعت نکرد
وہ خدا کو نہ پہچانا اور نہ اس نے فرماں برداری کی		جس نے روزی کے نصیبہ پر قناعت نہ کی
قناعت توانگر کند مرد را	۸	خبر کن حریصِ جہاں گرد را
قناعت انسان کو مال دار بناتی ہے		دُنیا کے چکر کاٹنے والے حریص کو بتا دو
سکونے بدست آور اے بے ثبات	۹	کہ بر سنگِ گرداں نہ روید نبات
اے بے قرار انسان! سکون حاصل کر		اس لیے کہ لڑھکتے ہوئے پتھر پر گھاس نہیں جمتی
مپرور تن ار مرد رای و ہشی	۱۰	کہ او را چو می پروری میکشی
اگر تو ہوش اور تدبیر کا آدمی ہے تو تن پروری نہ کر		اسلیے کہ تو اسکو جسقدر پالتا ہے اسی قدر ہلاک کرتا ہے

(۱) طمع: لالچ۔ گدا: فقیر۔ مردِ معنیٰ: حقیقت تک رسائی والا آدمی۔ نہ بست: نہیں باندھی۔ نشاید گرفتن: نہیں پکڑنا چاہیے۔ در افتادہ: گرے ہوئے ہیں۔ دست: ہاتھ۔ (۲) ہماں: وہی۔ بہ: بہتر۔ آبستن جوہری: موتی سے حاملہ ہے تو۔ ہمچو: مثل۔ صدف: سیپی۔ سر بخود: سر نیچے۔ در بری: لیجادے تو۔ (۳) چو: جب۔ روئے پرستیدن تیری پوجا کا چہرہ۔ در خدا: خدا کی طرف۔ ہست: ہے۔ جبرئیلت: جبریل تجھ کو، فرشتوں کے سردار کا نام۔ نہ بیند: نہ دیکھے۔ رواست: جائز ہے۔ (۴) ترا: تجھ کو۔ پندِ سعدیؒ: سعدیؒ کی نصیحت۔ بسست: کافی ہے۔ پسر: لڑکا۔ گوش گیری: کان میں لیوے تو یعنی توجہ کرے۔ چو: مثل۔ پندِ پدر: باپ کی نصیحت۔ (۵) امروز: آج۔ گفتارِ ما: ہماری بات۔ نشنوی: نہ سنے تو۔ مبادا: مت ہو یعنی خدا نہ کرے۔ فردا: کل، آئندہ۔ پشیماں: شرمندہ۔ شوی: ہووے تو۔ (۶) ششم: چھٹا۔ قناعت: تھوڑے پر صبر کر لینا۔ (۷) نہ دانست: نہ جانا۔ طاعت: بندگی۔ نکرد: نہ کی۔ بختِ روزی: روزی کا نصیب۔ قناعت: صبر۔ (۸) قناعت: جو مل جائے اس پر صبر کر لینا۔ توانگر: دولتمند۔ کند: کرتی ہے۔ خبر کن: خبر کر دے۔ حریص: لالچی۔ جہانگرد: جہان میں پھرنے والا۔ (۹) سکونے: تھوڑا سا سکون۔ بدست آور: ہاتھ میں لا۔ بے ثبات: قائم نہ رہنے والا۔ سنگ گرداں: گھومنے والا پتھر۔ نہ روید: نہیں اگتی ہے۔ نبات: گھاس۔ (۱۰) مپرور: مت پرورش کر۔ تن: جسم۔ ار: اگر۔ مردِ رای و ہشی: ہوش اور رائے والا مرد ہشی: ہوش ای کا مخفف۔ اورا: اس کو۔ چوں: جب۔ می پروری: پالتا ہے تو۔ میکشی: مارتا ہے تو۔

تشریح: (۱) جب بادشاہ (اللہ تعالیٰ) موجود ہو تو فقراء و مساکین (اولیاء) سے مانگنا حماقت ہے۔ اپنا دست سوال صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے پھیلانا چاہیے۔
(۲) موتیوں بھرے سیپ کا سر اپنے گریبان میں چھپا اور جھکا رہتا ہے۔ اس لیے صاحب کمال شخص کو بھی چُپ کر اور جھک کر رہنا چاہیے۔
(۳) اگر عبادت اللہ تعالیٰ کی رضا پر مبنی ہے تو پھر جبرئیلؑ جیسے مقرب فرشتے کی نظر بھی نہیں پڑنی چاہیے۔
(۴) جو شخص خلوص سے کچھ کر گزرنے کا خواہاں ہے تو اسے شیخ سعدیؒ کی نصیحت پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اس کے لیے یہی کافی ہے۔
(۵) اگر شیخ سعدیؒ کی نصیحت پر دنیا میں عمل نہ کیا تو قیامت کے دن سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔
(۶) عنوان۔ یہ باب صبر و قناعت پر مبنی حکایات و نصائح پر ترتیب دیا گیا ہے۔ بوستان کا چھٹا باب شروع ہو رہا ہے۔
(۷) جس شخص میں تقسیم رزق پر قناعت کا جذبہ موجود نہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور عبادت کی توفیق نہیں ہوتی۔
(۸) حرص و ہوس کے پھندوں میں الجھے ہوئے لوگوں کو بتا دینا چاہیے کہ تونگری کا راز قناعت اختیار کرنے میں ہے۔ اس سے دل کو غنا حاصل ہوتا ہے۔
(۹) سکون قلب کا حصول تقدیر پر راضی ہونے سے ہوتا ہے مشاہدہ ہے۔ متحرک پتھر پر کبھی سبزہ نہیں اگتا۔
(۱۰) چونکہ جسم فانی ہے۔ اس لیے اس کی پرورش کرنا سوائے فنا کے کچھ نہیں۔ لہٰذا جسم کی خاطر تواضع سے گریز کرنا چاہیے۔

۱	خردمند مردم ہنر پرورند	کہ تن پروراں از ہنر لاغراند
	عقل مند انسان ہنرور ہوتے ہیں	تن پرور لوگ ہنر میں کمزور ہوتے ہیں
۲	کسے سیرتِ آدمی گوش کرد	کہ اوّل سگِ نفس خاموش کرد
	انسان کی سیرت اس کے کان میں پڑی ہے	جس نے سب سے پہلے نفس کے کتے کو خاموش کر دیا ہے
۳	خور و خواب تنہا طریقِ دد است	بریں بودن آئینِ نابخرد است
	کھانا اور سونا صرف درندوں کا کام ہے	اس طور پر رہنا بیوقوفوں کا طریقہ ہے
۴	خنک نیک بختے کہ در گوشۂ	بدست آرد از معرفت توشۂ
	وہ نیک بخت آرام سے ہے جو ایک گوشہ میں	معرفت خداوندی کا توشہ حاصل کر لے
۵	برآنانکہ شد سرِّ حق آشکار	نکردند باطل بروا اختیار
	جن لوگوں پر حق کا راز کھل گیا ہے	انہوں نے اس پر باطل کو پسند نہیں کیا ہے
۶	ولیکن چو ظلمت نداند ز نور	چہ دیدارِ دیوش چہ رخسارِ حور
	لیکن جو شخص نور اور ظلمت میں فرق نہیں کرتا ہے	اس کیلئے دیو کا دیدار اور حور کا رخسار یکساں ہے
۷	تو خود را ازاں در چہ انداختی	کہ چہ را ز راہ باز نشناختی
	تو نے اپنے آپ کو اسی لیے کنوئیں میں گرا لیا	کہ کنوئیں اور سڑک کو نہ پہچانا
۸	باوجِ فلک چو پرد جرّہ باز	کہ در شہپرش بستہ سنگِ آز
	نر باز آسمان کی بلندی پر کیسے پہنچ سکتا ہے	جب کہ تو نے اس کے شہپر میں حرص کا پتھر باندھ دیا ہے
۹	گرش دامن از چنگِ شہوت رہا	کنی رفت تا سدرۃ المنتہےٰ
	اگر تو اس کا دامن شہوت کے چنگل سے چھڑا دے	وہ سدرۃ المنتہےٰ تک پہنچے
۱۰	بکم کردن از عادتِ خویش خورد	تواں خویشتن را ملک خوئے کرد
	اپنی عادت سے کم کرکے کھانے میں	اپنے آپ کو فرشتہ خصلت کر سکتا ہے

(۱) خردمند: عقل مند۔ مردم: لوگ۔ ہنر پرور: ہنر کو پالنے والے۔ اند: ہیں۔ تن پروراں: جسم کو پالنے والے۔ لاغراند: کمزور ہیں، دبلے ہیں۔ (۲) کسے: وہی شخص۔ گوش کرد: سنی اس نے۔ اوّل: پہلے۔ سگِ نفس: نفس کا کتا۔ (۳) خور و خواب: کھانا اور سونا۔ طریق: رستہ۔ دد: درندہ۔ است: ہے۔ بریں بودن: اس پر کاربند ہونا۔ آئین: اصول۔ نابخرد: بے عقل۔ است: ہے۔ (۴) خنک: مبارک۔ نیک بختے: خوش نصیب۔ کہ: جو کہ۔ در گوشۂ: کسی کونے میں۔ بدست آرد: ہاتھ میں لائے۔ معرفت: خدا کی پہچان۔ توشۂ: راستے کا خرچہ جو کھانے سے تعلق رکھتا ہو۔ (۵) آنانکہ: جو لوگ کہ۔ شد: ہوا۔ سرِّ حق: حق کا راز۔ آشکار: ظاہر۔ نکردند: انہوں نے نہیں کی۔ باطل: جھوٹ۔ برو: اس پر۔ اختیار: پسند۔ (۶) چو: جب۔ ظلمت: تاریکی۔ نداند: نہ جانے۔ چہ: کیا۔ دیدارِ دیوش: دیو کا دیدار اس کو۔ رخسارِ حور: حور کا رخسار۔ (۷) خود را: اپنے آپ کو۔ ازاں: اس وجہ سے۔ در چہ: کنوئیں میں۔ انداختی: ڈالا تو نے۔ چہ: کنوئیں میں۔ باز: الگ۔ (۸) باوجِ فلک: آسمان کی بلندی تک۔ چو پرد: کیسے اڑے۔ جرّہ باز: سفید نر باز۔ اس کے بازو۔ بستہ: بندھا ہوا۔ سنگِ آز: حرص کا پتھر۔ (۹) گرش دامن: اگر اس کا دامن۔ چنگِ شہوت: شہوت کا ہاتھ۔ رہا کنی: چھڑا لیوے تو۔ رفت: چلا جاوے۔ سدرۃ المنتہےٰ: انتہائی بیری یہ ساتویں آسمان کا ایک درخت ہے۔ جہاں زمین کے منتظم فرشتوں کی انتہا ہوتی ہے۔ (۱۰) بکم کردن: کم کرنے سے۔ خورد: ماضی بمعنی حاصل مصدر۔ تواں کرد کے ساتھ لگ کر کر سکتے ہیں۔ خویشتن: اپنا آپ۔ ملک خوئے: فرشتوں کی صفت والا۔ کرد: کر سکتا ہے۔

تشریح: (۱) دانشمند لوگ ہمیشہ ہنرمند ہوتے ہیں۔ جو لوگ جسم کو پالتے رہتے ہیں۔ ان کے پاس ہنر نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ (۲) انسان کی سیرت کا وجدان صرف وہ شخص حاصل کر سکتا ہے۔ جس نے اپنا نفس کچل دیا ہو۔ کیونکہ نفس کا کتا کچھ نہیں سننے دیتا۔ (۳) جن لوگوں کا مقصدِ زندگی صرف کھانا پینا اور نیند کرنا ہے تو وہ جانوروں سے تفریق نہیں رکھتا۔ کیونکہ کھانے سونے پر وہ (جانور) بھی کاربند ہیں۔ (۴) جو شخص گوشہ نشین ہو کر معرفتِ الٰہیہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ وہ شخص بڑا بابرکت (مبارک) ہے۔ (۵) جو لوگ حق سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ وہ باطل کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (اس لیے اہل باطل کی طاقت انہیں نہیں دبا سکتی۔) (۶) جسے حق کی معرفت حاصل نہیں۔ وہ حق و باطل میں فرق محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ نابینا روشنی و اندھیرے کا فرق محسوس نہیں کر سکتا۔ (۷) جو شخص حق و باطل کی پہچان نہیں رکھتا۔ وہ گمراہی اور بطلان کے کنوئیں میں گرا ہوا ہے۔ (۸) اگر باز کے پروں سے پتھر باندھ دیئے جائیں تو وہ طاقتور ہونے کے باوجود اڑنے اور پرواز کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔
(۹) اگر تیری روح حرص و شہوت سے پاک ہے تو اس (روح) کی پرواز سدرۃ المنتہےٰ تک ممکن ہے۔
(۱۰) اگر کھانا کم کھانے کی عادت پڑ جائے تو صفت ملائکہ سے متصف ہو کر کمال معرفت تک پہنچ سکتا ہے۔

کجا سیرِ وحشی رسد در ملک وحشی کی سیر فرشتہ تک کیا پہنچے گی	۱	نشاید پرید از ثریٰ تا فلک وہ تو زمین سے آسمان تک بھی نہیں اڑ سکتا
نخست آدمی سیرتے پیشہ کن پہلے آدمی کی سیرت اختیار کر	۲	پس آنگہ ملک خوئی اندیشہ کن پھر فرشتہ کی خصلت کی فکر کر
تو بر کرّہ توسنے بر کمر تو سرکش بچھیرے کی کمر پر سوار ہے	۳	نگر تا نہ پیچد ز حکمِ تو سر نگرانی کر وہ تیرے حکم سے سرتابی نہ کرے
کہ گر پالہنگ از کفت در گسیخت اگر تیرے ہاتھ سے باگ ڈور چھوٹ گئی	۴	تن خویشتن کشت وخون تو ریخت اس نے اپنے آپ کو بھی مارا تیرا بھی خون بہا دیا
باندازہ خور زاد اگر مردمی اگر تو آدمی ہے تو اندازہ سے توشہ کھا	۵	چنیں پر شکم آدمی یا خمی اس طرح سے پیٹ بھرا، تو آدمی ہے یا مٹکا
دروں جائے ذکر ست وقوّت ونفس باطن، ذکر اور روزی اور سانس کی جگہ ہے	۶	تو پنداری از بہر نان ست وبس تو سمجھتا ہے کہ بس روٹی کے لیئے ہے
کجا ذکر گنجد کز انبار آز ذکر کہاں سمائے گا اس لیئے کہ حرص کے انبار سے	۷	بسختی نفس مے کند پا دراز لمبے پیر کرکے مشکل سے سانس لیتا ہے
نہ دارند تن پروراں آگہی تن پروروں کو یہ معلوم نہیں ہے	۸	کہ پر معدہ باشد ز حکمت تہی کہ بھرا ہوا معدہ دانائی سے خالی ہے
دو چشم وشکم پر نکردد بہیچ دو آنکھیں اور پیٹ کسی چیز سے نہیں بھرتے	۹	تہی بہتر ایں رودۂ پیچ پیچ پیچ در پیچ انتڑی کا خالی رہنا بہتر ہے
چو دوزخ کہ سیرش کنند از وقید دوزخ کی طرح، کہ جب اس کو ایندھن سے بھریں گے	۱۰	دگر بانگِ دارد کہ ہل من مزید وہ شور کرے گی کیا کچھ اور ہے

(۱) کجا: کہاں۔ سیرِ وحشی: جنگلی جانور کی چال یا سفر۔ رسد: پہنچے۔ در ملک: فرشتوں کو۔ نشاید پرید: نہیں اڑ سکتا۔ ثریٰ: زمین کی نچلی گیلی مٹی۔ فلک: آسمان۔ (۲) نخست: پہلے آدمی۔ سیرتے: انسان کی سیرت۔ پیشہ کن: اختیار کر۔ پس: پھر۔ آنگہ: اس وقت۔ ملک خوئی: فرشتے کی صفت یا عادت۔ اندیشہ کن: فکر کر یا سوچ۔ (۳) کرّہ: بچھیرا۔ توسنے: سرکش۔ نگر: دیکھ۔ تا نہ پیچد: تاکہ نہ پھیرے۔ ز حکمِ تو: تیرے حکم سے۔ (۴) پالہنگ: باگ ڈور یا لگام۔ کفت: تیرا ہاتھ۔ در گسیخت: چھڑالی۔ تن خویشتن: اپنا جسم۔ کشت: مار ڈالا۔ خونِ تو: تیرا خون۔ ریخت: گرادیا۔ (۵) خور: کھانا و توشہ۔ مردمی: انسان ہے تو۔ چنیں: ایسے۔ پر شکم: پیٹ بھرا ہوا۔ آدمی: انسان ہے تو۔ خمی: اصل خم آی گھڑا ہے تو۔ (۶) دروں: اندر یا پیٹ۔ جائے ذکر: ذکر کی جگہ۔ ست: ہے۔ قوت: روزی۔ نفس: سانس۔ پنداری: تو سمجھتا ہے۔ از بہر نان: روٹی کے واسطے۔ بس: صرف۔ (۷) کجا: کہاں۔ ذکر: یاد خدا۔ گنجد: سما دے۔ کز انبار آز: حرص کے ڈھیر سے۔ نفس: سانس مے کند: کرتا ہے۔ پا: پاؤں۔ دراز: لمبا۔ (۸) نہ دارند: نہیں رکھتے۔ تن پروراں: بدن کو پالنے والے۔ آگہی: خبر۔ پر معدہ: بھرے معدے والا۔ باشد: ہووے۔ حکمت: سمجھ۔ تہی: خالی۔ (۹) دو چشم: دو آنکھیں۔ شکم: پیٹ۔ پر نکردد: نہیں بھر سکتا۔ بہیچ: کسی چیز سے۔ تہی: خالی۔ ایں رودہ: یہ انتڑی پیچ پیچ: بل دار۔ (۱۰) چو دوزخ: دوزخ کی طرح۔ سیرش کنند: سیر کریں اس کو۔ وقید: ایندھن۔ دگر: پھر۔ بانگ دارد: آواز دیتا ہے۔ ہل من مزید: کیا اور ہے یہ دوزخ کا جواب ہے۔ جب اس سے پوچھا جائے گا۔ کیا تو سیر ہوگیا۔ تو وہ کہے گا۔ ہل من مزید کہ کیا اور ہے۔

تشریح: (۱) ریاکار و بدکار لوگوں کی روحانی پرواز قطعی ناممکن ہے۔ کیونکہ گناہوں کے بوجھ سے ان کی پرواز فرشتوں تک پہنچنا تو درکنار آسمان تک بھی ناممکن ہے۔ (۲) اگر کوئی یہ چاہتا ہو کہ اس (انسان) میں فرشتوں جیسی خصلتیں پائی جائیں تو اسے نیکوکار انسان بننا چاہیئے۔ (۳) سرکش گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہونے والے شخص کو چاہیئے کہ وہ اسے (نفس جیسے سرکش گھوڑے کو) لگام دے تاکہ نیچے (جہنم میں) نہ گرا دے۔ (۴) نفس ایک سرکش گھوڑے کی مانند ہے۔ اسے لگام ڈھیل نہیں دینی چاہیئے۔ ورنہ یہ خود بھی اور سوار کو بھی جہنم میں گرادے گا۔ (۵) انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے وزن کے مطابق مناسب غذا کھلئے بسیار خوری جانوروں کا خاصہ ہے۔ (۶) انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں رکھی ہیں۔ ۱۔ زبان و دل، ذکرِ الٰہی کے لیئے۔ ۲۔ معدہ، غذا ہضم کرنے کے لیئے۔ ۳۔ پھیپھڑا، سانس کے لیئے ہے بسیار خوری سے تینوں چیزیں مقصد سے ہٹ جاتی ہیں۔ (۷) بسیار خوری سے سانس لینا مشکل ہوجاتا ہے۔ (زبان و دل سے) ذکرِ الٰہی کس طرح جاری ہوسکتا ہے۔ (۸) زیادہ کھانے والے لوگ یہ نہیں جانتے کہ پُر خور معدے حکمت و دانائی سے خالی ہوتے ہیں۔ (۹) آنکھیں اور پیٹ ہمیشہ بھوکے رہتے ہیں۔ اگر پیچ و خم پر مشتمل انتڑیوں کو خالی رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ (۱۰) جہنم کی طرح پیٹ بھی ہمیشہ ایک ہی صدا لگاتا ہے۔ ہل من مزید (کیا اور بھی ہے)۔

مصرع اول		مصرع دوم
ہمے میردت عیسیٰؑ از لاغری	۱	تو در بندِ آنی کہ خر پروری
تیرا عیسیٰ تو کمزوری سے مر رہا ہے		تو اس فکر میں ہے گدھے کی پرورش کرے
بدیں اے فرومایہ دُنیا مخر	۲	جو خر بانجیل عیسیٰؑ مخر
اے کمینے دنیا کو دین کے بدلے نہ خرید		گدھے کی جَو عیسیٰ کی انجیل کے بدلے نہ خرید
مگر مے ندانی کہ دد راو دام	۳	نینداخت جز حرصِ خوردن بدام
شاید تجھے معلوم نہیں کہ درندوں اور چوپایوں کو		حرص کے علاوہ کسی چیز نے جال میں نہیں پھنسایا
پلنگے کہ گردن کشد بر دحوش	۴	بدام افتد از بہرِ خوردن چو موش
چیتا جو وحشی جانوروں پر بڑائی جتاتا ہے		کھانے کی خاطر چوہے کی طرح جال میں پھنس جاتا ہے
چو موش آنکہ نان و پنیرش خوری	۵	بدامش درافتی و تیرش خوری
تو جس کی روٹی اور پنیر کھا رہا ہے، چوہے کی طرح		اس کے جال میں پھنس جائے گا اور اس کا تیر کھائے گا

حکایت

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
مرا حاجئے شانۂ عاج داد	۷	کہ رحمت بر اخلاق حجاج باد
مجھے ایک حاجی نے ہاتھی دانت کی کنگھی دی		حاجیوں کے اخلاق پر خدا کی رحمت ہو
شنیدم کہ بارے سگم خواندہ بود	۸	کہ از من بنوعے دلش ماندہ بود
میں نے سنا ہے کہ اس نے ایکبار مجھے کتا کہا تھا		اسلئے کہ مجھ سے اس کے دل کو کسی طرح کی تکلیف پہنچی تھی
بینداختم شانہ کیں استخواں	۹	نمے بایدم دیگرم سگ مخواں
میں نے کنگھی پھینک دی کہ یہ ہڈی		مجھے نہیں چاہیئے، مجھے پھر کتا نہ کہہ
مپندار چوں سرکۂ خود خورم	۱۰	کہ جورِ خداوندِ حلوا برم
جب کہ میں اپنا سرکہ کھالیتا ہوں تو یہ نہ سمجھ		کہ حلوے والے کا ظلم سہوں گا

(۱) ہمے میردت: تیرا مر رہا ہے۔ عیسیٰؑ: مشہور پیغمبر۔ لاغری: کمزوری۔ در بندِ آنی: تو اس کے فکر میں ہے۔ خر: گدھا۔ پروری: پالے تو۔ (۲) بدیں: دین کے بدلے۔ فرومایہ: کمینہ۔ مخر: مت خرید۔ جو خر: گدھے کے جو۔ بانجیل عیسیٰؑ: عیسیٰؑ کی انجیل۔ مخر: مت خرید۔ (۳) مگر: شاید۔ مے ندانی: تو نہیں جانتا۔ دد: درندہ۔ دام: چوپایہ۔ نینداخت: نہیں ڈالا۔ جز: سوائے۔ حرص خوردن: کھانے کی حرص۔ بدام: جال میں۔ (۴) پلنگے: جو چیتا کہ۔ گردن کشد: گردن کھینچتا ہے۔ یعنی بڑائی جتلاتا ہے۔ دحوش: جمع وحشی جنگلی جانور۔ بدام: جال میں۔ افتد: پڑجاتا ہے۔ از بہر خوردن: کھانے کے واسطے۔ چو موش: چوہے کی طرح۔ (۵) چو موش: چوہے کی طرح۔ آنکہ: جو شخص کہ۔ نان: روٹی۔ پنیرش: اس کا پنیر۔ خوری: تو کھاوے۔ بدامش: اس کے جال میں۔ درافتی: پڑجاوے۔ تیرش: اس کے تیر۔ خوری: کھاوے تو۔ (۶) حکایت: کہانی۔ (۷) مرا: مجھ کو۔ حاجئے: ایک حاجی۔ شانۂ عاج: ہاتھی دانت کی کنگھی۔ داد: دی۔ اخلاق حجاج: حاجیوں کا اخلاق۔ باد: ہووے۔ (۸) شنیدم: میں نے سنا۔ بارے: ایک بار۔ سگم: مجھ کو کتا۔ خواندہ بود: اس نے کہا تھا۔ کہ: کیونکہ۔ از من: مجھ سے۔ بنوعے: ایک قسم کا۔ دلش: اس کا دل۔ ماندہ بود: تھکا ہوا یا تکلیف اٹھایا ہوا۔ (۹) بینداختم: میں نے گرایا۔ شانہ: کنگھی۔ استخواں: ہڈی۔ نمے بایدم: مجھے نہیں چاہیئے۔ دیگرم: پھر مجھ کو۔ مخواں: مت کہہ۔ (۱۰) مپندار: مت خیال کر۔ چوں: جب۔ سرکۂ خود: اپنا سرکہ۔ خورم: کھاتا ہوں۔ جور خداوند حلوا: حلوے کے مالک کا ظلم۔ برم: برداشت کروں میں۔

تشریح: (۱) اس شعر میں روحانیت کو عیسیٰؑ سے اور ماحیت کو گدھے کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ کہ روح دم توڑ رہی ہے۔ اور تجھے گدھے (بدن) کی پرورش کی پڑی ہوئی ہے۔ (۲) جو شخص دین کو دنیا کے عوض اور گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خریدتا ہے۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جیسا انجیل بیچ کر گدھے کی خوراک خریدے۔ (۳) عموماً دیکھا جاتا ہے کہ درند، چرند، پرند، اگر جال میں پھنستے ہیں تو محض حرص کی بنا پر۔ لالچی انسان بھی ہمیشہ حرص کے جال میں پھنستا ہے۔ (۴) چیتا اپنی درندگی میں دیگر تمام درندوں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن پیٹ بھرنے میں وہ (چیتا) بھی چوہے کی طرح جال میں پھنس جاتا ہے۔ (۵) جس گھر میں چوہا کھاتا پیتا ہے۔ ایک دن انہیں (گھر والوں) کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ جو لوگ ماسویٰ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ بھی ایک دن انہیں (غیر اللہ) کے شیطانی جال میں پھنس جاتے ہیں۔ (۶) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بے عزتی سے بہتر یہ ہے کہ عزت سے محروم رہا جائے۔ کیونکہ بے عزت آدمی کی عزتِ نفس کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ (۷) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) ایک حاجی صاحب نے ہاتھی کے دانت سے تیار کردہ کنگھی عنایت کی۔ حجاج کرام کے یہ اخلاق بہت بھلے ہوتے ہیں۔ (۸) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ اس (حاجی صاحب) نے مجھے کتا کہا تھا۔ اس لیے کہ میں (شیخ سعدیؒ) نے اس کے دل کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ یہ مجھے بخوبی یاد تھا۔ (۹) چنانچہ شیخ سعدیؒ نے وہ کنگھی یہ کہہ کر واپس کردی کہ اس تحفے سے یہ بہتر ہے کہ آئندہ کبھی مجھے کتا نہ کہا جائے۔ (۱۰) جو آدمی اپنی کمائی کی روکھی سوکھی کھاتا ہے۔ تو اسے کسی مالدار کا ظلم سہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

قناعت کن اے نفس براندکے	۱	کہ سلطان و درویش بینی یکے
اے نفس تھوڑے پر صبر کرلے		تاکہ تو بادشاہ اور فقیر کو یکساں دیکھے
چرا پیش خسرو بخواہش روی	۲	چو یکسو نہادی طمع خسروی
تمنا لے کر بادشاہ کے سامنے کیوں جاتا ہے		جب تونے لالچ نکال دیا تو تو بادشاہ ہے
وگر خود پرستی شکم طبلہ کن	۳	در خانۂ ایں و آں قبلہ کن
اگر تو خود پرست ہے تو پیٹ کا طبلہ بجا		اس اور اُس کے گھر کے دروازے کو قبلہ بنا

حکایت

کہانی

یکے باطمع پیش خوارزم شاہ	۵	شنیدم کہ شد بامدادِ پگاہ
ایک لالچی خوارزم کے بادشاہ کے سامنے		میں نے سنا ہے کہ صبح کے تڑکے میں گیا
چو دیدش بخدمت دوتا گشت و راست	۶	دگر روئے بر خاک مالید و خواست
جب اس نے اس کو دیکھا، جُھکا اور سیدھا ہوا		پھر زمین پر چہرہ رگڑا اور مانگا
پسر گفت اے بابکِ نامجوی	۷	یکے مشکلت مے بپرسم بگوی
لڑکے نے اس سے کہا اے نامور ابا		میں تجھ سے ایک مشکل بات پوچھتا ہوں بتادے
نگفتی کہ قبلہ ست خاکِ حجاز	۸	چرا کردی امروز ازیں سو نماز
کیا تونے یہ نہ کہا تھا حجاز کی زمین قبلہ ہے		تونے آج اس طرف کو نماز کیوں پڑھی ہے
مبر طاعتِ نفس شہوت پرست	۹	کہ ہر ساعتش قبلۂ دیگر ست
شہوت پرست نفس کی فرمانبرداری نہ کر		اس لیے کہ اس کا ہر گھڑی ایک دوسرا قبلہ ہے
مبر اے برادر بفرمانش دست	۱۰	کہ ہر کس کہ فرماں نبردش برست
اے بھائی اس کے حکم سے ہاتھ نہ پھیلا		اس لیے کہ جس نے اس کا کہنا نہ مانا وہ چھوٹ گیا

(۱) قناعت کن: صبر کر۔ اندکے: تھوڑا۔ سلطان: بادشاہ۔ درویش: فقیر۔ بینی: دیکھے تو۔ یکے: ایک برابر۔ (۲) چرا: کیوں۔ پیشِ خسرو: بادشاہ کے سامنے۔ بخواہش: خواہش کے لیے۔ روی: جاوے۔ چو: جب۔ یکسو: ایک طرف۔ نہادی: رکھ دیا تونے۔ طمع: لالچ۔ خسروی: بادشاہ ہے تو۔ (۳) خود پرستی: اپنے آپ کو پوجنا۔ شکم: پیٹ۔ طبلہ کن: طبلہ کرلے یعنی موٹا کرلے۔ در خانہ: گھر کا دروازہ۔ ایں و آں: یہ اور وہ۔ قبلہ کن: قبلہ بنالے۔ (۴) حکایت: کہانی۔ (۵) یکے: ایک۔ باطمع: لالچی۔ پیش: سامنے۔ خوارزم شاہ: خراسان کے صوبہ خوارزم کا بادشاہ۔ شنیدم: میں نے سنا۔ شد: گیا۔ بامداد پگاہ: دونوں کا معنی صبح ہے۔ اضافتِ تاکیدی ہے، صبح سویرے۔ (۶) چو: جب۔ دیدش: اس کو دیکھا۔ بخدمت: تعظیم کے لیے۔ دوتا: دوہرا۔ گشت: ہوگیا۔ راست: سیدھا۔ دگر: پھر۔ خاک: مٹی۔ مالید: ملا۔ خواست: چاہا۔ (۷) پسر: بیٹا۔ گفت: کہا۔ بابک: باب کی تصغیر، پیارے باپ۔ نامجو: مشہور۔ یکے: ایک۔ مشکلت: مشکل تجھ سے۔ مے بپرسم: پوچھتا ہوں میں۔ بگوی: کہہ۔ (۸) نگفتی: تونے نہیں کہا۔ قبلہ: وہ رُخ جدھر نماز پڑھی جاتی ہے۔ خاکِ حجاز: حجاز کی مٹی۔ حجاز سعودی عرب کا وہ صوبہ جس میں مکہ اور مدینہ واقع ہیں۔ چرا: کیوں۔ کردی: کی تونے۔ امروز: آج۔ ازیں سو: اس طرف۔ (۹) مبر: مت لے جا۔ طاعتِ نفس: نفس کی فرمانبرداری۔ شہوت پرست: شہوت میں مشغول رہنے والا۔ ہر ساعتش: ہر گھڑی اس کا۔ قبلہ دیگر: دوسرا قبلہ۔ ست: ہے۔ (۱۰) مبر: مت لے جا۔ برادر: بھائی۔ بفرمانش: اس کے حکم سے۔ دست: ہاتھ۔ ہر کس: جو شخص کہ۔ فرماں نبردش: اس کا حکم نہ مانا۔ برست: چھوٹ گیا۔

تشریح: (۱) قناعت کی خاصیت ہے کہ وہ آدمی کو بے نیاز کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قناعت پسند آدمی کے فقر اور بادشاہ کی سلطنت یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ (۲) اصل منگتا وہ ہے جس کے دل میں دنیا کا طمع ہو۔ جس شخص کے دل سے حرص و ہوس کا مرض نکل جائے تو وہ گداگر نہیں۔ کیونکہ وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ (۳) خود پرستی کے مرض میں مبتلا شخص بسیار خوری کی وجہ سے اپنے پیٹ کو ڈھول کی طرح فربہ کرتا ہے۔ اس کے نزدیک دروازہ قبلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ (۴) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ لالچ بُری بلا ہے۔ جو کہ انسان کو ذلت کے اندھیروں میں بھٹکائے رہتی ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے۔ طمع نہ کر، منع نہ کر، جمع نہ کر۔ (۵) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ ایک دن صبح کے وقت ایک حریص آدمی نے خراسان کے صوبہ خوارزم کے حکمران (شاہِ خوارزم) کے سامنے دستِ سوال دراز کیا۔ (۶) وہ (سوالی حریص) شاہ خوارزم کو دیکھتے ہی پہلے رکوع کی حالت کی طرح جُھکا اور پھر سجدے کی حالت میں اپنی پیشانی زمین پر رگڑنے لگا۔ (بعد ازاں سوال کیا۔) (۷) اس (حریص) کے بیٹے نے حیرت زدہ ہو کر اپنے باپ سے پوچھا کہ اے نامور پیارے باپ میرا مشکل سوال حل کر دیجئے۔ (۸) آپ (سوال کرنے والے کا باپ) نے ہمارا قبلہ حجاز مقدس بتایا تھا۔ پھر آپ نے بادشاہ کو قبلہ تصور کر کے نماز پڑھنی کیوں شروع کر دی ہے۔ (۹) نفس کے مطیع کا قبلہ ہمیشہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں سے اس (نفس پرست) کی مُراد برآتی ہے۔ وہی اس کا قبلہ بن جاتا ہے۔ (۱۰) نفس پرست حریص شخص کا سر ہمیشہ جھکا رہتا ہے۔ لہٰذا اس کی نہیں ماننی چاہیئے۔

۔ یہی ایک سجدہ جو تجھے گراں گزرتا ہے ، ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات۔

مصرع اول	#	مصرع دوم
قناعت سرافرازد اے مردِ ہوش	۱	سرِ پُر طمع بر نیاید ز دوش
اے ہوش والے انسان قناعت سربلند کرتی ہے		لالچ بھرا سر کندھے سے نہیں اٹھتا ہے
طمع آبروئے توا قر بریخت	۲	برائے دو جَو دامنِ دُر بریخت
لالچ نے وقار کی آبروریزی کی ہے		دو جَو کی خاطر موتیوں کا دامن بکھیر دیا ہے
چو سیراب خواہی شدن ز آبجوئے	۳	چرا ریزی از بہر برف آبروی
جب تو نہر کے پانی سے سیراب ہو سکتا ہے		تو برف کی خاطر کیوں آبرو خراب کرتا ہے
مگر گز تنعم شکیبا شوی	۴	وگرنہ ضرورت بدرہا شوی
شاید تو عیش پرستی سے صبر کرلے		ورنہ تو ضرور دروازوں پر جائے گا
برو خواجہ کوتاہ کن دستِ آز	۵	چہ مے بایدت ز آستین دراز
جا صاحب، حرص کا ہاتھ کوتاہ کر		تجھے دراز آستین سے کیا چاہیئے ہے
کسے راکہ درج طمع درنوشت	۶	نباید بکس عبد و خادم بنشت
جس شخص نے لالچ کی ڈبیا لپیٹ دی ہے		اس کو کسی کو بندہ اور خادم لکھنے کی ضرورت نہیں ہے
توقع براند ز ہر مجلست	۷	براں از خودش تا نراند کست
تجھے ہر مجلس سے توقع نکالتی ہے		تو اپنے اندر سے اسے نکال تاکہ تجھے کوئی نہ نکالے

حکایت

کہانی

مصرع اول	#	مصرع دوم
یکے راتب آمد ز صاحبدلاں	۹	کسے گفت شکر بخواہ از فلاں
صاحبدلوں میں سے ایک کو بخار آگیا		کسی نے کہا فلاں سے گلقند مانگ لے
بگفت اے پسر تلخیٔ مردنم	۱۰	بہ از جورِ روئے ترش بردنم
اس نے کہا اے صاحبزادے میرے لیئے مرنے کی کڑواہٹ		بد مزاج کا ظلم سہنے سے بہتر ہے

(۱) قناعت، صبر۔ سرافرازد: سربلند کرتی ہے۔ مردِ ہوش، ہوش والے۔ سرِ پُر طمع: لالچ سے بھرا ہوا سر۔ بر نیاید: اٹھ نہیں سکتا۔ ز دوش: کندھوں سے۔ (۲) طمع: لالچ۔ آبروئے توا قر، وقار کی عزت۔ بریخت، گرادی۔ برائے دو جَو: دو جَو کے واسطے۔ دامنِ دُر، موتیوں کا دامن۔
(۳) چو: جب۔ سیراب خواہی شدن: سیراب ہونا چاہیئے ز آبجوئے: ندی سے۔ چرا، کیوں۔ ریزی: گراتا ہے تو۔ از بہر: واسطے۔ آبروی، عزت۔ (۴) مگر گز تنعم: یا تو عیش پرستی سے۔ شکیبا: صبر والا۔ شوی: ہوجاوے تو۔ بدرہا: مخلوق کے دروازوں پر۔ شوی: جاوے گا تو۔
(۵) برو: جا۔ خواجہ، صاحب۔ کوتاہ کن، چھوٹا کر۔ دستِ آز حرص کا ہاتھ۔ چہ مے بایدت: تجھے کیا چاہیئے۔ آستین دراز: لمبی آستین۔ (۶) کسے راکہ، جس کسی کو کہ۔ درج طمع، لالچ کی ڈبیا۔ درنوشت، لپیٹ دی' بند کردی۔ نباید بنشت، نہیں لکھ سکے گا۔ بکس، کسی کو۔ عبد: غلام۔ (۷) توقع، اُمید۔ براند: ہنکاتی ہے زہر مجلست، ہر مجلس سے تجھ کو۔ براں: نکال دے۔ از خودش، اپنے سے اس کو۔ تا، تاکہ۔ نراند، نہ نکالے کست، کوئی تجھ کو۔ (۸) حکایت، کہانی۔
(۹) یکے را: ایک شخص کو۔ تب آمد: بخار آیا۔ ز صاحبدلاں: دل والوں میں سے۔ کسے، کسی نے۔ گفت، کہا۔ بخواہ: مانگ لا۔ از فلاں: فلانے سے۔
(۱۰) بگفت، اس نے کہا۔ پسر: لڑکا۔ تلخیٔ مردنم: موت کی تلخی مجھ کو۔ بہ، بہتر۔ جورِ روئے ترش، ترش چہرے کا ظلم۔

تشریح: (۱) اے باشعور انسان، سربلندی صرف قناعت وصبر اختیار کرنے میں ہے۔ حرص وطمع سے ہمیشہ سر نیچا رہتا ہے۔
(۲) حریص (لالچی) انسان کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ وہ (لالچی) چند ٹکڑوں کی خاطر موتیوں سے زیادہ قیمتی عزت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔
(۳) جب نہر کے پانی سے پیاس بجھ سکتی ہے تو پھر معمولی سی برف یا ٹھنڈا پانی مانگ کر ذلت کیوں اختیار کرتا ہے۔
(۴) انسان کو عیاشی کرنے اور قناعت سے دُور ہونے کی وجہ سے اکثر وبیشتر مخلوق کے دروازے پر جھک کر ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔
(۵) منگتا بن کر ہاتھ پھیلانا ترک کردے۔ لالچ کا دامن چھوڑ کر آبرو سے جینا سیکھ لے۔
(۶) جو شخص حرص ولالچ سے اپنا دامن چھڑا لیتا ہے۔ اسے کسی کے سامنے آپ کا تابعدار' فدوی' غلام وغیرہ لکھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔
(۷) ضرورت مند شخص کی ضرورت پوری کرنے کے بجائے لوگ اس غرض مند کو اپنی محفلوں سے نکال دیتے ہیں۔ چنانچہ غرض کو دل سے خارج کردے۔ تاکہ تجھے کوئی نہ نکال سکے۔ (۸) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ توحید پرست اور غیرت مند شخص کٹ تو سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے جھکنا گوارا نہیں کرتا۔ (۹) کسی خوددار شخص کو بخار آگیا۔ (تندرست ہونے کے لیئے) کسی نے اُسے (بیمار) سے کہا کہ فلاں شخص سے شکر لے کر آؤ۔
(۱۰) اس (صاحب دل بیمار) نے کہا کہ اے برخوردار! میں موت کی تلخی قبول کرسکتا ہوں۔ لیکن قرض خواہ کی ترش رُوی برداشت نہیں کرسکتا

۱	شکر عاقل از دست آنکس نخورد	که روا از تکبر برو سر کہ کرد
	عقل مند نے اس شخص کے ہاتھ سے کبھی شکر نہیں کھائی	جس نے تکبر کی وجہ سے اس پر منہ بگاڑا
۲	مرو در پئے ہر چہ دل خواہدت	کہ تمکین تن نور جاں کاہدت
	دل کی ہر خواہش پر مارا نہ پھر	جسم کا آرام تیری جان کے نور کو گھٹا دے گا
۳	کند مرد را نفس امارہ خوار	اگر ہوشمندی عزیزش مدار
	انسان کو نفس امارہ ذلیل کرتا ہے	اگر تو ہوشمند ہے اس کو پیارا نہ رکھ
۴	دگر ہر چہ باشد مرادش خوری	زدوراں بسے نامرادی بری
	اگر جو اس کی منشا ہوگی تو وہ کھائے گا	دنیا سے بہت سی نامرادی لے جائے گا
۵	تنورِ شکم دمبدم تافتن	مصیبت بود روزِ نا یافتن
	پیٹ کے تنور کو ہر وقت روشن رکھنا	نہ پانے کے دن مصیبت بن جاتا ہے
۶	بہ تنگی بریزاندت آب و رنگ	چو وقتِ فراخی کنی معدہ تنگ
	تنگی کے وقت تیرے چہرے کا رنگ بگاڑ دے گا	اگر فراخی کے وقت معدے کو پُر کرے گا
۷	کشد مرد پر خوارہ بارِ شکم	وگر در نیابد کشد بارِ غم
	بسیار خور کو پیٹ کا بار مار ڈالتا ہے	اور اگر نہیں ملتا تو غم کا بار مار ڈالتا ہے
۸	شکم بندہ بسیار بینی خجل	شکم پیش من تنگ بہتر کہ دل
	پیٹ کے غلام کو تو بہت شرمندہ دیکھے گا	میری رائے میں بھوکا پیٹ تنگ دل سے اچھا ہے

حکایت در مذلت بسیار خوردن[۹]

بہت کھانے کی ذلت کے بیان میں

۱۰	چہ آوردم از بصرہ دانی عجب	حدیثے کہ شیریں تر از رطب
	تجھے معلوم ہے میں بصرے سے کیا لایا ہوں عجیب بات	ایسی جو تر کھجور سے بھی میٹھی ہے

(۱) عاقل: عقلمند آدمی۔ از دست آں کس: اس شخص کے ہاتھ سے۔ نخورد: نہیں کھاتا۔ روا ز تکبر: چہرہ تکبر سے۔ برو: اس پر۔ ترکہ کرد: ترش کرے۔ (۲) مرو: مت جا۔ در پئے: پیچھے۔ ہر چہ دل خواہدت: جو کچھ تیرا دل چاہے۔ تمکین تن: جسم کا آرام۔ کاہدت: گھٹا دے گا۔ (۳) کند: کرتا ہے۔ نفس امارہ: گناہوں کا حکم دینے والا نفس۔ خوار: ذلیل۔ ہوشمندی: ہوشمند ہے تو۔ عزیزش: اس کو پیارا۔ مدار: مت رکھ۔ (۴) دگر: اور اگر۔ ہر چہ باشد: جو کچھ ہووے۔ مرادش: اس کی مُراد۔ خوری: کھاوے تو۔ زدوراں: زمانے سے۔ بسے: بہت سی۔ بری: لے جائے تو۔ (۵) تنور شکم: پیٹ کا تنور۔ دمبدم: ہر وقت۔ تافتن: گرم کرنا۔ بود: ہووے۔ روزِ نایافتن: نہ پانے کے دن۔ (۶) بہ تنگی: تنگی کے وقت میں۔ بریزاندت: گرا دے گا تیرا۔ آب و رنگ: رونق اور رنگ۔ (۷) کشد: کھینچتا ہے۔ مردِ پُرخوارہ: زیادہ کھانے والا آدمی۔ بارِ شکم: پیٹ کا بوجھ۔ در نیابد: نہ پاوے۔ کشد: کھینچے۔ بارِ غم: غم کا بوجھ۔ (۸) شکم بندہ: پیٹ کا غلام۔ بسیار: بہت۔ بینی: دیکھے تو۔ خجل: شرمندہ۔ پیش من: میرے سامنے۔ کہ دل: دل سے۔ (۹) مذلت: ذلت۔ بسیار خوردن: بہت کھانا۔ (۱۰) چہ: کیا۔ آوردم: لایا ہوں۔ بصرہ: عراق کا ایک شہر۔ دانی: تو جانتا ہے۔ حدیثے: ایسی بات جو کہ۔ شیریں تر: زیادہ میٹھی۔ رطب: تازہ کھجور۔

تشریح: (۱) صاحب عقل آدمی ایسے شخص سے شکر (قرض) نہیں لیتا جو ضرورت مند کا سوال سُن کر سر کے کی طرح کھٹا (ترش) ہو جائے۔
(۲) نفس و دل کی خواہشات کی تکمیل میں مصروف نہیں رہنا چاہیئے۔ کیونکہ جسم کے آرام سے روح کی روشنی (نور) کم ہو جاتی ہے۔
(۳) عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ انسان نفس امارہ کی وجہ سے ذلت اٹھاتا ہے۔ لہٰذا ہوشیار آدمی کو چاہیئے کہ وہ نفسِ امارہ کو محبوب نہ بنائے۔
(۴) نفس تو کبھی نہ مکمل ہونے والی خواہشات کی تمنا رکھتا ہے۔ اس لیئے نفس کو صرف وہی کچھ کھلایا پلایا جائے جو اس (نفس) کی ضرورت ہے۔
(۵) پیٹ بھر کے کھانا تنگدستی کے دنوں میں مصیبت کھڑی کر دیتا ہے۔ اس لیئے مومن کی طرح ایک انتڑی بھر کھائے۔ کافر کی طرح ساتوں انتڑیاں بھر کے نہیں کھانا چاہیئے۔ (۶) خوش حالی کے دنوں میں بھرپور معدے سے کھانا بُرے دنوں میں گداگری کر کے عزتِ نفس کو کچلنے کا سبب بن جاتا ہے۔
(۷) زیادہ کھانے کا عادی ہمیشہ پیٹ اٹھاتا ہے۔ اور بھوک کی وجہ سے اس (بسیار خور) کو غم کا بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔
(۸) شکم پرست لوگ ہمیشہ ذلت اٹھاتے ہیں۔ اس لیئے کم کھا کر پیٹ کو تنگی دینی چاہیئے۔ کیونکہ دل کی تنگی سے پیٹ کی تنگی اچھی ہے۔
(۹) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ زیادہ کھانے کی عادت ذلت کا سبب بنتی ہے۔ اور بسا اوقات موت کا سبب بھی بن جاتی ہے۔
(۱۰) اس شعر میں جو حکایت بیان کی جا رہی ہے۔ اس کی اہمیت و خصوصیت کے پیش نظر بصرہ کی اس حکایت کو تازہ کھجوروں سے زیادہ مٹھاس کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے۔

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	تنے چند در خرقۂ راستاں	گذشتیم بر خاکِ خرماستاں
	سچوں کی گدڑی میں چند انسان	ہم گذرے ایک کھجورستان کے کنارے سے
۲	یکے درمیاں معدہ انبار بود	زپرخواریٔ خویش پرخوار بود
	ان میں ایک معدہ کو ٹھونسنے والا تھا	اپنی بسیار خوری کی وجہ سے ذلیل تھا
۳	میاں بست مسکین شد و بر درخت	وزاں جا بگردن در افتاد سخت
	بیچارے نے کمر کسی اور درخت پر چڑھ گیا	وہاں سے بُری طرح گردن کے بل گرا
۴	نہ ہر بار خرما تواں خورد و برد	لت انبان بد عاقبت خورد و مرد
	ہر بار چھوارے کھائے اور لے جائے نہیں جا سکتے ہیں	بدانجام بسیار خور نے کھایا اور مَر گیا
۵	رئیس دہ آمد کہ ایں راکہ کشت	بگفتم مزن بانگ برما درشت
	گاؤں کا سردار آیا کہ اس کو کس نے مار ڈالا ہے	میں نے کہا کہ ہم پر نہ چیخ
۶	شکم دامن اندر کشیدش زشاخ	بود تنگ دل رودگانے فراخ
	پیٹ نے اس کا دامن شاخ سے کھینچا ہے	چوڑی آنتوں والا تنگ دل ہوتا ہے
۷	شکم بندِ دست ست و زنجیر پائے	شکم بندہ نادر پرستد خدائے
	پیٹ ہاتھ کی بیڑی اور پیر کی زنجیر ہے	پیٹ کا بندہ خدا کی عبادت کم کرتا ہے
۸	سراسر شکم شد ملخ لاجرم	بپایش کشد مورِ کوچک شکم
	ٹڈی کا پیٹ ہی پیٹ ہے لا محالہ	چھوٹے پیٹ والی چیونٹی اس کا پیر پکڑ کر کھینچتی ہے
۹	برو اندرونے بدست آر پاک	شکم پر نخواہد شد الّا بخاک
	جا پاک باطن حاصل کر	پیٹ تو خاک کے علاوہ کسی چیز سے پُر نہیں ہوتا ہے

(۱) تنے چند: چند آدمی۔ خرقۂ راستاں: سچوں کی گودڑی میں۔ گذشتیم: گذرے ہم۔ خاک خرماستاں: نخلستان کی مٹی۔ (۲) یکے درمیاں: ایک بیچ میں۔ معدہ انبار: بڑے معدے والا۔ بود: تھا۔ پرخواری: زیادہ کھانا۔ خویش: اپنا۔ پرخوار: بہت ذلیل۔ (۳) میاں: کمر۔ بست: باندھی اس نے۔ شد: چڑھ گیا۔ وزاں جا: اور اس جگہ سے۔ بگردن: گردن کے بل۔ در افتاد: گر پڑا۔ (۴) خرما: کھجور۔ تواں خورد: کھا سکتے ہیں۔ تواں برد: لے جا سکتے ہیں۔ لت انباں: لت: پیٹ، انباں: مشکیزہ۔ یعنی بڑے پیٹ والا۔ بد: بُرا۔ عاقبت: انجام۔ خورد: کھایا۔ مرد: مرگیا۔ (۵) رئیس دہ: گاؤں کا سردار۔ آمد: آیا۔ ایں را: اس کو۔ کہ کشت: کس نے مارا۔ بگفتم: میں نے کہا۔ مزن: مت مار۔ بانگ: آواز۔ برما: ہم پر۔ درشت: سخت۔ (۶) شکم: پیٹ۔ اندر کشیدش: اس کو اندر کھینچا۔ بود: ہوتا ہے۔ رودگانے فراخ: چوڑی انتڑی والا۔ (۷) شکم: پیٹ۔ بندِ دست ست: ہاتھ کی قید ہے۔ زنجیر پا: پاؤں کی بیڑی۔ شکم بندہ: پیٹ کا غلام۔ نادر پرستد: کم پوجتا ہے۔ (۸) سراسر: بالکل۔ شکم شد: پیٹ بن گئی۔ لاجرم: لازماً۔ بپایش: پاؤں سے اس کو۔ کشد: کھینچتی ہے۔ مورِ کوچک شکم: چھوٹے پیٹ والی چیونٹی۔ (۹) برو: جا۔ اندرونے: پاک صاف باطن۔ بدست آر: ہاتھ میں لا۔ شکم: پیٹ۔ پر نخواہد شد: بھر نہیں سکتا۔ الّا: مگر۔ بخاک: مٹی سے۔

تشریح: (۱) ہم (شیخ سعدیؒ اور ان کے ہمسفر رفقاء) چند آدمی درویشوں کے لباس میں کھجور کے ایک باغ سے گذرے۔
(۲) ہمارے (شیخ و رفقاء کے) ساتھ ایسا شخص تھا۔ جس کا معدہ تیز ہاضمے کا حامل تھا۔ اسے ہمیشہ زیادہ کھانے کی وجہ سے ذلیل ہونا پڑتا تھا۔ (۳) چنانچہ اس (بسیار خور آدمی) نے کھجوروں کو دیکھا تو کمر بستہ ہوا۔ اور کھجور کے ایک درخت پر چڑھا اور گردن کے بل نیچے گر پڑا۔
(۴) کھجوریں ہر مرتبہ کھانا اور لے جانا ناممکن ہے۔ اس لیۓ مشکیزے جیسے پیٹ والا بھی اپنے انجام کو پہنچ کر ہلاکت کی آغوش میں چلا گیا۔ (مرگیا)
(۵) علاقے کا سربراہ (نمبردار) آیا۔ اور ڈانٹنے لگ گیا۔ اور پوچھنے لگا۔ کہ اس کا قاتل کون ہے۔ میں (شیخ سعدیؒ) نے کہا۔ کہ ہمیں ڈانٹنے کی ضرورت نہیں۔ (۶) یہ (مرنے والا) شخص پیٹ کا پجاری تھا۔ چنانچہ اس نے پیٹ پوجا کرنے کے لیۓ اپنا دامن شاخ (کھجور) کی طرف کھینچا۔ سچ ہے کہ بڑے پیٹ والا (بسیار خور) تنگ دل ہوتا ہے۔
(۷) انسان کے لیۓ پیٹ ہتھکڑی اور بیڑی کا کام دیتا ہے۔ پیٹ کے پجاری بہت کم عبادت کرتے ہیں۔
(۸) جب مکڑی بسیار خوری کا مظاہرہ کرتی ہے تو اس کا پیٹ پھول جاتا ہے۔ اور پھر کمزور چیونٹی اس کی ٹانگ سے کھینچ کر ذلیل کرتی رہتی ہے
(۹) انسان کو چاہیۓ کہ وہ باطنی پاکیزگی حاصل کرے۔ پیٹ کو سوائے قبر کی مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

حکایت

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
شکم صوفئے را زبوں کرد و فرج	۲	دو دینار بد ہر دو آں کرد خرج
ایک صوفی کو پیٹ اور شرمگاہ نے عاجز کر دیا		دو دینار تھے دونوں خرچ کر دیئے
یکے گفتش از دوستاں در نہفت	۳	چہ کردی بدیں ہر دو دینار گفت
چپکے سے ایک دوست نے اس سے کہا		ان دونوں دیناروں کا تونے کیا کیا۔ اس نے کہا
بدینارے از پشت راندم نشاط	۴	بدیگر شکم را کشیدم سماط
ایک دینار سے کمر کی مستی نکالی		دوسرے سے پیٹ کے لیئے دسترخوان بچھایا
فرومایگی کردم و ابلہی	۵	کہ ایں ہمچناں پر نشد آں تہی
میں نے کمینہ پن اور بیوقوفی کی		کہ یہ تو نہ بھرا اور وہ خالی ہو گئی
غذا گر لطیف است و گر سرسری	٦	چو دیرت بدست او فتد خوشخوری
کھانا خواہ عمدہ ہو خواہ معمولی		جب دیر سے ہاتھ لگے گا تو خوب کھائے گا
سر آنگہ بہ بالیں نہد ہوشمند	۷	کہ خوابش بقہر آورد در کمند
ہوشمند اس وقت تکیہ پر سر رکھتا ہے		جب کہ نیند اس کو جبراً کمند میں پھانس لے
مجال سخن تا نیابی مگوئے	۸	چو میداں نہ بینی نگہدار گوئے
جب تک بات کی گنجائش نہ ہو نہ کہہ		جب تو میدان نہ دیکھے گیند کو بچائے رکھ
مگوئی و منہ تا توانی قدم	۹	از اندازہ بیروں و ز اندازہ کم
جب تک ممکن ہو نہ بات کر نہ قدم رکھ		اندازے سے آگے اور اندازے سے کم

(۱) حکایت: قصہ یا کہانی۔
(۲) صوفئے: ایک صوفی کو۔ زبوں کرد: عاجز کیا۔ فرج: شرمگاہ۔ دینار: اشرفی، سونے کا سکہ۔ بُد: اصل میں بود: تھا۔ ہر دو: دونوں۔ آں: اس نے۔ کرد خرج: خرچ کر دیئے۔
(۳) یکے: ایک۔ گفتش: اس کو کہا۔ در نہفت: تنہائی میں چھپا کر۔ چہ کردی: کیا کیئے تونے۔ بدیں ہر دو دینار: وہ دونوں دینار۔ گفت: اس نے کہا۔
(۴) بدینارے: ایک دینار سے۔ از پشت: کمر سے۔ راندم: چلائی میں نے۔ نشاط: مستی یعنی شہوت نکالی۔ بدیگر: دوسرے سے۔ شکم را: پیٹ کے لیئے۔ کشیدم: کھینچا میں نے۔ سماط: دسترخوان۔
(۵) فرومایگی: کمینگی۔ کردم: کی میں نے۔ ابلہی: بیوقوفی۔ کہ ایں: کیونکہ یہ مُرَدُ د پیٹ۔ ہمچناں: ویسے ہی۔ پُر نشد: نہ بھرا۔ آں: وہ مُراد پشت تہی: خالی۔ (٦) غذا: خوراک۔ لطیف: پُر لطف مزیدار۔ ست: ہے۔ سرسری: معمولی۔ چو: جب۔ دیرت: دیر سے تجھ کو۔ بدست او فتد: ہاتھ میں پڑے خوشخوری: اچھی طرح کھائے تو۔
(۷) آنگہ: اس وقت۔ بہ بالیں: تکیئے پر۔ نہد: رکھتا ہے کہ خوابش: جبکہ نینداس کو۔ بقہر: زبردستی۔ آورد: لادے۔ در کمند: جال میں۔
(۸) مجال سخن: بات کی گنجائش۔ تا نیابی: جب تک نہ پاوے تو۔ مگوئے: مت کہہ۔ چو: جب۔ نہ بینی: نہ دیکھے تو۔ نگہدار گوئے: گیند کو محفوظ رکھ۔ (۹) مگو و منہ: مت کہہ اور مت رکھ۔ تا توانی: جب تک تو طاقت رکھے۔ بیروں: باہر۔ و ز اندازہ: اور اندازے سے۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ پیٹ اور شہوت انسان کی ذلت کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں روکنا چاہیئے۔
(۲) کسی صوفی کو فرج اور پیٹ نے تنگ کیا۔ اس کے پاس دو دینار تھے۔ ان دیناروں سے اس نے دونوں خواہشات پوری کیں۔
(۳) کسی دوست نے اس (صوفی) سے پوچھا کہ تمہارے پاس دو دینار تھے۔ وہ کہاں گئے۔ تو اس (صوفی) نے جواب دیا۔
(۴) ایک دینار کے ساتھ شہوت کو پورا کیا ہے۔ دوسرے دینار کے ساتھ پیٹ بھرا ہے۔
(۵) شہوت کی پیاس بجھنے سے میری بیٹھ خالی ہو گئی اور پیٹ سرے سے بھرا ہی نہیں۔ یہ میری زندگی کی سب سے بڑی حماقت تھی۔
(٦) انتہائی بھوک کی حالت میں غذا اچھی لگتی ہے۔ چاہے وہ (خوراک) لذیذ ہو یا معمولی قسم کی ہو۔
(۷) سمجھ دار لوگ اس وقت تک نہیں سوتے۔ جب تک انہیں اچھی طرح نیند نہ ستائے۔
(۸) بے موقع محل گفتگو کرنے سے بہتر ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔ میدان صاف نہ ہو تو گیند اپنے پاس محفوظ رکھنی چاہیئے۔
(۹) حد سے زیادہ بولنا اور قدم رکھنا اچھا عمل نہیں۔ اور حد سے زیادہ کم بولنا اور قدم رکھنا مناسب ہے۔

حکایت

کہانی

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ دوم
۲	یکے نیشکر داشت در طبقری	چپ وراست گردید بر مشتری
	طبقری میں ایک شخص کے پاس گنا تھا	وہ دائیں بائیں خریداروں میں گھوما
۳	بصاحبدلے گفت در کنج دہ	کہ بستان وچوں دست یابی بدہ
	اس نے گاؤں کے گوشہ میں ایک صاحبدل سے کہا	کہ لے لے جب تیرا موقع ہو دے دینا
۴	بگفت آں خردمند نیکو سرشت	جوابے کہ بر دل بباید نوشت
	اس نیک فطرت عقل مند نے دیا	ایسا جواب جو دل پر لکھنا چاہیئے
۵	ترا صبر بر من نباشد مگر	ولیکن مرا باشد از نیشکر
	شاید تجھے میرے اوپر صبر نہ آئے	لیکن مجھے گنّے سے صبر ہو سکے گا
۶	حلاوت ندارد شکر در نیش	چو باشد تقاضائے تلخ از پیش
	اُس گنے میں شکر مٹھاس نہیں رکھتی ہے	جس کے پیچھے تلخ تقاضا ہو

حکایت

کہانی

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ دوم
۸	امیرِ ختن جامۂ از حریر	بہ پیرے فرستاد روشن ضمیر
	ختن کے سردار نے ایک ریشمی لباس	ایک روشن دل والے بوڑھے کو بھیجا
۹	بپوشید وبوسید دست وزمین	کہ بر شاہِ عالم ہزار آفرین
	اس نے پہنا، ہاتھ اور زمین کو بوسہ دیا	کہ شاہِ عالم پر ہزاروں آفرین ہے
۱۰	چہ خوبست تشریف شاہِ ختن	وزو خوب ترخرقۂ خویشتن
	شاہِ ختن کی خلعت کیا اچھی ہے	اور اس سے اپنی گودڑی زیادہ اچھی ہے

(۱) حکایت، کہانی۔ (۲) یکے، ایک۔ نیشکر، گنا۔ داشت؛ رکھتا تھا۔ طبقری، ترکستان کا ایک شہر۔ چپ وراست، دائیں بائیں۔ گردید؛ پھرا وہ۔ بر مشتری، گاہک پر۔ (۳) بصاحبدلے؛ ایک دل والے کو۔ گفت، کہا اس نے۔ کنج دہ، گاؤں کا کونہ۔ بستان؛ لے لے۔ چوں؛ جب۔ دست یابی، ہاتھ پاوے تو یعنی گنجائش پاوے۔ بدہ: دے دے۔

(۴) بگفت؛ اس نے کہا۔ آں خردمند؛ اس عقل مند نے۔ نیکو سرشت؛ نیک طبع یا طبیعت والا۔ جوابے کہ؛ ایسا جواب جو کہ۔ بباید نوشت: لکھنا چاہیئے۔

(۵) ترا، تجھ کو۔ برمن؛ مجھ پر۔ نباشد؛ نہیں ہوگا۔ مگر؛ شاید۔ مرا؛ مجھ کو۔ باشد، ہو سکے گا۔ از نیشکر، گنے سے۔ (۶) حلاوت، مٹھاس۔ ندارد، نہیں رکھتا۔ در نیش، اپنے گنے میں۔ چو باشد، جب کہ ہو دے۔ تقاضائے تلخ، کڑوا تقاضا۔ از پیش، اس کے پیچھے۔

(۷) حکایت؛ کہانی۔

(۸) امیرِ ختن، ختن کا حکمران۔ ختن؛ ترکستان کا ایک صوبہ ہے جو دنیا بھر کو کستوری جیسی قیمتی چیز برآمد کرتا ہے۔ جامہ؛ کپڑا۔ حریر؛ ریشم۔ بہ پیرے؛ ایک بوڑھے کو۔ فرستاد؛ بھیجا۔ روشن ضمیر؛ روشن دل والا۔

(۹) بپوشید، اس نے پہنا۔ بوسید؛ چوما۔ دست: ہاتھ۔ شاہِ عالم، جہان کا بادشاہ۔ آفرین: شاباش۔ (۱۰) چہ؛ کیا۔ خوبست، اچھا ہے۔ تشریف، خلعت۔ شاہِ ختن: ختن کا بادشاہ۔ وزو: اور اس سے۔ خوبتر: زیادہ اچھی۔ خرقۂ خویشتن، اپنی گودڑی۔

تشریح: (۱) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرض لے کر نفس کے تقاضے پورے نہیں کرنے چاہئیں۔ بلکہ صبر وتحمل سے نفس سے قرض لینا چاہیئے۔
(۲) ترکستان کے شہر طبقری میں گنے کے کھیت کا مالک خرید وفروخت کے لیئے اپنے کھیت کے گاہک کی تلاش وجستجو میں لگا رہا۔
(۳) گاہک کی تلاش میں ناکامی کے باعث گاؤں کے کسی صاحب دل سے اس (گنے کے کھیت کا مالک) نے کہا کہ قرض پر گنے کا کھیت خرید لو۔
(۴) اس سمجھ دار آدمی نے اسے (کھیت کے مالک کو) ایسا بہترین جواب دیا کہ جو سنہری لفظوں کے ساتھ دل پر لکھنے کے قابل ہے۔
(۵) میں (سمجھ دار آدمی) گنے کے بغیر صبر کر لوں گا۔ لیکن تم (کھیت کا مالک) قرض کا تقاضا کئے بغیر نہ رہ سکو گے۔ اس لیئے میں ایسا ہی بھلا۔
(۶) گنے کی مٹھاس سے زیادہ تلخ (کڑوا) مسئلہ قرض خواہ کا تقاضا ہوتا ہے (لہٰذا میں مٹھاس کے بدلے تلخی نہیں خریدتا۔)
(۷) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ شاہی لباس سے بوسیدہ گودڑی اچھی ہے۔ کیونکہ اس میں کسی کا مشکور نہیں ہونا پڑتا۔
(۸) ترکستان کے صوبہ ختن کے سربراہ نے ایک باشعور بزرگ کے پاس ریشمی لباس ارسال کیا۔
(۹) اس (بزرگ) نے شاہ ختن کا ارسال کردہ ریشمی لباس پہنا اور قاصد کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور جھک کر شاہ ختن کے لیئے دُعا کی۔
(۱۰) اس (بزرگ) نے کہا کہ شاہ ختن کا لباس بہت ہی عمدہ ہے۔ لیکن میری گودڑی آزاد منش آدمی کی حیثیت سے زیادہ اچھی ہے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
گر آزادۂ بر زمیں خسپ و بس	۱	مکن بہر قالی زمیں بوس کس
اگر تو آزاد ہے بس زمین پر سو لے		قالین کے لئے کسی کی زمین کو بوسہ نہ دے
حکایت		
کہانی		
یکے ناں خورش جز پیازے نداشت	۳	چو دیگر کساں برگ و سازے نداشت
ایک شخص کے پاس پیاز کے علاوہ کوئی سالن نہ تھا		دوسروں کی طرح اس کے پاس ساز و سامان نہ تھا
براگندۂ گفتش اے خاکسار	۴	برو طبخے از خوان یغما بیار
اس سے ایک بیہودہ نے کہا اے خاکسار		جا لنگر سے سالن لے آ
بخواہ و مدار از کس اے خواجہ باک	۵	کہ مقطوع روزی شود شرمناک
مانگ لے اور اے خواجہ کسی سے نہ شرما		اس لئے کہ شرمیلا روزی سے محروم رہتا ہے
قبا بست و چابک نوردید دست	۶	قبایش دریدند و دستش شکست
اس نے قبا سمیٹی اور جلدی سے آستین چڑھائی		لوگوں نے اس کی قبا پھاڑ دی اور اس کا ہاتھ توڑ دیا
شنیدم کہ میگفت و خوں مے گریست	۷	کہ اے نفس خود کردہ را چارہ نیست
میں نے سنا ہے کہ وہ کہتا تھا اور خوب روتا تھا		کہ اے نفس اپنے کیئے کا کیا علاج ہے
بلا جوئے باشد گرفتار آز	۸	من و خانہ من بعد و نان و پیاز
حرص کا قیدی مصیبت کا متلاشی ہوتا ہے		اس کے بعد میں ہوں گا اور گھر روٹی ہو گی اور پیاز
جویں نان کہ از سعی بازو خورم	۹	بہ از میدہ بر خوان اہل کرم
جو کی وہ روٹی جو میں اپنے بازو کی محنت سے کھاؤں		اہل کرم کے دسترخوان کے شیرمال سے بہتر ہے
چہ دل تنگ خفت آں فرومایہ دوش	۱۰	کہ بر سفرۂ دیگراں داشت گوش
گذشتہ رات وہ کمینہ کس قدر دل تنگ سویا		جو دوسروں کے دسترخوان پر کان دھرے تھا

(۱) آزادۂ: آزاد آدمی ہے تو۔ خسپ: سو جا۔ بس: صرف۔ مکن: مت کر۔ بہر قالی: قالین کے واسطے۔ زمیں بوس کس: کسی کی زمین کو چومنا۔
(۲) حکایت: کہانی۔ (۳) یکے: ایک۔ نان خورش: روٹی کھانے کی چیز یعنی سالن۔ جز: سوائے۔ نداشت: نہیں رکھتا تھا۔ چو: مثل۔ دیگر کساں: دوسرے لوگ۔ برگ و سازے: ساز و سامان۔
(۴) براگندۂ: ایک پریشان باتیں کرنے والا۔ گفتش: کہا اس کو۔ خاکسار: ذلیل۔ برو: جا۔ طبخے: کوئی سالن۔ خوان یغما: لوٹ کا دسترخوان مراد لنگر۔ بیار: لے آ۔ (۵) بخواہ: مانگ لے۔ مدار: مت رکھ۔ اے خواجہ: اے صاحب۔ از کس: کسی سے۔ باک: خوف۔ مقطوع روزی: کٹی ہوئی روزی والا یعنی محروم۔ شود: ہوتا ہے۔ شرمناک: شرمیلا۔ (۶) قبا بست: اس نے قبا باندھ لی۔ چابک: جلدی۔ نوردید: لپیٹ لیا۔ دست: ہاتھ۔ قبایش: اس کی قبا۔ دریدند: پھاڑ دی۔ دستش: اس کا ہاتھ۔ شکست: ٹوٹ گیا۔
(۷) شنیدم: میں نے سنا۔ میگفت: کہتا تھا۔ مے گریست: روتا تھا۔ خود کردہ: اپنے کیئے ہوئے کا۔ چارہ: علاج۔ نیست: نہیں ہے۔ (۸) بلا جوئے: مصیبت ڈھونڈنے والا۔ باشد: ہوتا ہے۔ گرفتار آز: حرص کا قیدی۔ من و خانہ: میں اور گھر۔ من بعد: اس کے بعد۔ نان: روٹی۔ (۹) جویں نان: جو کی روٹی۔ سعی بازو: بازو کی کوشش۔ خورم: کھاؤں میں۔ بہ: بہتر۔ خوان اہل کرم: بخشش کرنے والوں کا دسترخوان۔ (۱۰) چہ: کیا۔ دل تنگ: رنجیدہ۔ خفت: سویا۔ آں فرومایہ: وہ کمینہ۔ دوش: کل رات۔ سفرۂ دیگراں: دوسروں کا دسترخوان۔ داشت: رکھتا تھا۔ گوش: کان۔

تشریح: (۱) اگر تو (بزرگ و قاصد) آزاد طبع انسان ہے تو اس (گودڑی) کے ساتھ زمین پر سو جاتا ہے۔ لیکن قالین مانگنے کے لیئے سوالی نہیں بنتا۔ (۲) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بیگانے دسترخوان پر گوشت وغیرہ کھانے سے بہتر ہے کہ اپنے دسترخوان پر پیاز سے روٹی کھالے۔ (۳) ایک شخص کھانا کھاتے وقت ہمیشہ پیاز کو بطور سالن استعمال کرتا تھا۔ (یعنی سوائے پیاز کے اس کے پاس کوئی دوسری چیز نہ تھی)۔
(۴) کسی بدگو شخص نے اس (پیاز خور) سے کہا۔ کہ شاہی لنگر کے ہوتے ہوئے تجھے پیاز سے کھانا کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ (۵) منگتا بن کر کھانے میں شرم نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ شرم کرنے والا ہمیشہ فاقہ مست (بھوکا) رہتا ہے۔ (۶) وہ (پیاز خور) فی الفور قبا (اچکن) پہن کر لنگر پہنچ گیا۔ رش کی وجہ سے اس (پیاز خور) کی قبا پھٹ گئی۔ اور ہاتھ ٹوٹ گیا۔ (۷) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ وہ آنسو بہاتا (روتا) ہوا واپس اپنے گھر آیا اور کہنے لگا کہ یہ سب کچھ تیرا اپنا کیا دھرا ہے۔ اس کا کوئی علاج نہیں۔ (۸) لالچی آدمی ہمیشہ مصیبتوں میں گھرا رہتا ہے۔ لہٰذا آج کے بعد میں اپنے گھر میں ہی پیاز روٹی سے وقت پاس کروں گا۔ (۹) اپنے ہاتھ کی کمائی سے حاصل ہونے والی جو کی روٹی دوسرے کرم فرماؤں کے میدے کی روٹی سے اچھی ہے۔
(۱۰) اپنے دیگر کرم فرماؤں کے دسترخوان سے اُمیدیں وابستہ کر کے سونے والے زخم خوردہ لوگوں کو مجھ سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
یکے گربہ در خانۂ زال بود	۲	کہ برگشتہ ایام و بدحال بود
ایک بلی ایک بڑھیا کے گھر میں تھی		جس کا زمانہ برگشتہ تھا اور بُرے حال تھی
رواں شد بمہماں سرائے امیر	۳	غلامان حاکم زدندش بہ تیر
وہ بلی ایک امیر کے مسافر خانہ میں چلی گئی		حاکم کے نوکروں نے اس کو تیر سے مارا
رواں خونش از استخواں مے چکید	۴	ہمے گفت از ہولِ جاں میدوید
وہ اس حال میں دوڑ رہی تھی کہ خون اسکی ہڈیوں سے ٹپک رہا تھا		کہہ رہی تھی جان کے خوف سے دوڑ رہی تھی
اگر جستم از دستِ ایں تیر زن	۵	من و موش و ویرانۂ پیر زن
اس تیرانداز کے ہاتھ سے اگر میں بچ نکلی		میں ہوں گی اور چوہے اور بڑھیا کا ویرانہ
نیرزد عسل جانِ من زخمِ نیش	۶	قناعت نکوتر بدوشابِ خویش
اے جانِ من شہد ڈنک کے زخم کے لائق نہیں ہے		اپنے انگور کے شیرہ پر قناعت بہتر ہے
خداوند ازاں بندہ خرسند نیست	۷	کہ راضی بقسمِ خداوند نیست
خدا اس بندہ سے خوش نہیں ہے		جو خدا کی تقسیم پر راضی نہیں ہے

حکایت مردِ کوتاہ نظر و زنِ عالی ہمت

کوتاہ نظر مرد اور بلند ہمت عورت کا قصہ

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
یکے طفل دنداں برآوردہ بود	۹	پدر سر بفکرت فرو بردہ بود
ایک بچے کے دانت نکل آئے تھے		باپ فکر میں سر نیچے کیے ہوئے تھا
کہ من نان و برگ از کجا آرمش	۱۰	مروت نباشد کہ بگذارمش
کہ میں اس کے لیئے روٹی اور توشہ کہاں سے لاؤں		آدمیت نہ ہوگی اگر میں اس کو چھوڑ بھاگوں

(۱) حکایت، کہانی۔ (۲) یکے، ایک۔ گربہ، بلی۔ خانۂ زال، بڑھیا کا گھر۔ بود، تھی۔ برگشتہ ایام، پھرے دنوں والی۔ بدحال، بُری حالت والی۔
(۳) رواں شد، چلی گئی۔ بمہماں سرائے امیر، امیر کے مہمان خانے میں۔ غلامانِ حاکم۔ حاکم کے غلام زدندش، مارا اس کو۔ بہ تیر، تیر سے۔
(۴) رواں خونش، اس کا جاری خون۔ استخواں، ہڈی۔ مے چکید، ٹپکتا تھا۔ ہمے گفت، کہتی تھی وہ۔ ہولِ جاں، جان کا خوف۔ میدوید، دوڑتی تھی۔
(۵) از دست ایں تیرزن، اس تیر مارنے والے کے ہاتھ سے۔ من و موش، میں اور چوہا۔ ویرانۂ پیرزن، بوڑھی عورت کا ویران گھر۔ (۶) نیرزد: برابر نہیں ہو سکتا۔ عسل، شہد۔ جانِ من، میری جان۔ زخم نیش، ڈنک کا زخم۔ قناعت، صبر۔ نکوتر: بہت اچھی۔ بدوشاب خویش: اپنے انگور کے شیرے پر۔
(۷) ازآں بندہ، اس بندے سے۔ خرسند، خوش۔ نیست: نہیں ہے۔ بقسم خداوند، خدا کی تقسیم پر۔
(۸) کوتاہ نظر، تنگ نظر۔ زنِ عالی ہمت: بلند ہمت عورت۔
(۹) یکے: ایک۔ طفل: بچہ۔ دنداں: جمع دانت۔ برآوردہ: نکالے ہوئے۔ بود: تھا۔ پدر: باپ۔ سر بفکرت، سر فکر میں۔ فرو بردہ، جھکائے ہوئے۔ بود: تھا۔ (۱۰) من: میں۔ نان و برگ: روٹی اور سامان کجا: کہاں۔ آرمش: اس کو لا کر دوں۔ مروت: احسان نباشد: نہیں ہوگا۔ بگذارمش: کہ اس کو چھوڑ جاؤں۔

تشریح: (۱) اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ لالچ انسان کو ہمیشہ ذلت و مصائب کے گڑھے میں پھینک دیتی ہے۔ اس لیئے حرص کو ترک کر دینا چاہیئے۔ (۲) کسی تنگدست معمر خاتون کے گھر میں ایک بلی نے بسیرا کیا ہوا تھا۔ اسے بچا کھچا کھانا مل جاتا تھا۔
(۳) ایک دن وہ (بلی) شہر کے رئیس کے مہمان خانہ کی طرف چل دی۔ تاکہ تر نوالے کھائے۔ لیکن وہاں کے خدام نے اسے تیر مارا۔
(۴) وہ (بلی) زخمی حالت میں بھاگ رہی تھی کہ اس کی ہڈیوں سے خون رِس (ٹپک) رہا تھا۔
(۵) وہ (بلی) اپنی جان بچانے کی فکر میں تھی۔ اور کہہ رہی تھی کہ اگر میری جان بچ گئی تو صرف میں، چوہے اور بڑھیا کا ویران گھر ہوگا اور بس۔
(۶) شہد حاصل کرنے کے لیئے مکھیوں سے اپنا جسم ڈسوانا پڑتا ہے۔ اس لیئے اپنے شیرے پر قناعت کرنا شہد کھانے سے بہتر ہے۔
(۷) جو شخص اپنے مقدر پہ رضامند نہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات بھی خوش نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر اشکال و اعتراض ہے۔ (۸) عنوان۔ اس حکایت میں تنگ نظر مرد اور بلند ہمت خاتون کے حوالے سے یہ بتایا گیا ہے کہ گھریلو اخراجات میں مرد کو منصوبہ بندی د فرار اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خالق حقیقی درحقیقت روزی رساں ہے۔ (اُسی پر توکل کرنا چاہیئے)۔
(۹) ایک شخص کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی۔ جب بچے کے دانت نکلنا شروع ہوئے تو باپ کو فکر لاحق ہوئی۔
(۱۰) کہ میں (باپ) اس (بچے) کے کھانے پینے کا بندوبست کہاں سے کروں گا۔ اسے چھوڑ کر بھاگنا بھی مناسب نہیں۔

(۱) گفت: کہا۔ ایں سخن: یہ بات۔ پیش جفت: بیوی کے سامنے۔ نگر: دیکھ۔ تا: کہ۔ زن: عورت۔ چہ مردانہ: کیسا مردانہ۔ گفت: کہا۔
(۲) مخور: مت کھا۔ ہولِ ابلیس: شیطان کا خوف۔ تا جاں دہد: جب تک وہ جان دیوے یعنی مرے۔ ہماں کس کہ: وہی شخص جو کہ۔ دنداں دہد: دانت دیتا ہے۔ ناں: روٹی۔ دہد: دیوے گا۔ تواناست: قدرت والا ہے۔ خداوندِ زور: طاقت کا مالک۔ رساند: پہنچا دے۔ چندیں: اتنا۔ مشور: مت شور کر۔
(۴) نگارندۂ کودک: بچے کے نقش بنانے والا۔ اندر شکم: پیٹ میں۔ نویسندۂ عمر و روزی است: روزی اور عمر کا بھی لکھنے والا ہے۔ ہم: بھی۔
(۵) خداوندگارے: وہ خداوند یعنی آقا۔ عبدے: کوئی غلام۔ خرید: اس نے خریدا۔ بدارد: اس کو رکھتا ہے۔ تکیف: پس کیسے۔ آنکہ: جو کہ۔ عبد آفرید: غلام کو پیدا کیا۔ (۶) ترا نیست: تجھ کو نہیں ہے۔ آں تکیہ: وہ بھروسہ۔ کردگار: خدا۔ کہ: جتنا کہ۔ مملوک: غلام۔ خداوندگار: مالک۔ (۷) شنیدی: تو نے سنا۔ روزگارِ قدیم: پرانا زمانہ۔ شدے: ہو جاتا تھا۔ سنگ: پتھر۔ دستِ ابدال: ابدال کا ہاتھ۔ ابدال: اولیاء اللہ کا ایک طبقہ۔ سیم: چاندی۔ (۸) نہ پنداری: تو نہ سمجھے۔ ایں قول: یہ بات۔ معقول: عقل کے مطابق۔ نیست: نہیں ہے۔ چو: جب۔ قانع: صبر کرنے والا۔ شدی: ہو جائے تو۔ سیم و سنگت: تیرے سامنے چاندی اور پتھر۔ یکیست: برابر ہے۔ (۹) چوں: جب۔

مصرع اول	شمار	مصرع ثانی
چو بیچارہ گفت ایں سخن پیش جفت	۱	نگر تا زن او را چہ مردانہ گفت
جب بیچارے نے یہ بات بیوی سے کہی		دیکھ عورت نے اس سے کیسی مردانہ بات کہی
مخور ہولِ ابلیس تا جاں دہد	۲	ہماں کس کہ دنداں دہد ناں دہد
شیطان سے نہ گھبرا کہ بچے کے مرتے دم تک		اس کو جس نے دانت دیئے ہیں وہی روٹی دے گا
تواناست آخر خداوندِ زور	۳	کہ روزی رساند تو چندیں مشور
آخر طاقت والا قادر ہے		کہ روزی پہنچائے تو اس قدر پریشان نہ ہو
نگارندۂ کودک اندر شکم	۴	نویسندۂ عمر و روزیست ہم
پیٹ میں بچے کا نقش و نگار بنانے والا		عمر اور روزی کا لکھ دینے والا بھی ہے
خداوندگارے کہ عبدے خرید	۵	بدارد فکیف آنکہ عبد آفرید
وہ آقا جو ایک غلام خریدتا ہے		اسکو سنبھالتا ہے پھر اسکے بارے میں کیا خیال ہے جس نے پیدا کیا ہے
ترا نیست آں تکیہ بر کردگار	۶	کہ مملوک را بر خداوندگار
تجھے خدا پر اس قدر بھی بھروسہ نہیں ہے		جس قدر غلام کو آقا پر
شنیدی کہ در روزگارِ قدیم	۷	شدے سنگ در دستِ ابدال سیم
تو نے سنا ہے کہ پہلے زمانے میں		ابدال کے ہاتھ میں پتھر چاندی بن جاتا تھا
نہ پنداری ایں قول معقول نیست	۸	چو قانع شدی سیم و سنگت یکیست
یہ نہ سمجھ کہ یہ بات عقل میں آنے والی نہیں ہے		جب تو قانع بن جائے گا تو چاندی اور پتھر یکساں ہے
چوں طفل اندروں دارد از حرص پاک	۹	چہ مشتے زرش پیش و چہ مشتِ خاک
چونکہ بچے کا باطن حرص سے پاک ہے		اس کے سامنے ایک مٹھی سونا اور مٹھی بھر خاک برابر ہے
خبر دِہ بدرویشِ سلطاں پرست	۱۰	کہ سلطاں ز درویش مسکیں تر ست
بادشاہ کے پجاری فقیر کو بتا دو		کہ بادشاہ تو فقیر سے بھی زیادہ مسکین ہے

جب۔ طفل: بچہ۔ اندروں: اندر۔ دارد: رکھتا ہے۔ چہ مشتے زرش: اس کے سامنے کیا سونے کی مٹھی۔ چہ: کیا۔ مشتِ خاک: مٹی کی مٹھی۔ (۱۰) خبر دِہ: خبر کر دے۔ بدرویشِ سلطاں پرست: شاہ پرست فقیر کو۔ سلطاں: بادشاہ۔ مسکیں تر: زیادہ مسکین۔ ست: ہے۔

تشریح: (۱) اس (بچے کے باپ) نے اپنی اہلیہ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو اس (بیوی) نے مردوں والا جواب دیا۔ (۲) شیطانی وساوس کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں جس نے بچے کو دانت دیئے ہیں۔ وہ ذات اس کے کھانے پینے کا انتظام بھی کرے گی۔ (۳) تجھے اتنا پریشان نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ روزی رساں ذات خود ہی رزق پہنچانے پر قدرت رکھتی ہے۔ (۴) جو ذات ماں کے پیٹ میں شکل وصورت بنانے پر قادر ہے۔ وہ طویل زندگی اور رزق کے انتظامات بھی کر سکتی ہے۔ (۵) آقا اپنے زرخرید غلام کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ بندوں (غلام) کا خالق اگر اپنے پیدا کردہ غلام کی خبر نہیں رکھے گا تو پھر کون ہوگا جو دیکھ بھال کرے۔ (۶) تجھے (بچے کے باپ کو) اللہ تعالیٰ پر اتنا توکل نہیں۔ جتنا ایک غلام کو اپنے آقا پر بھروسہ ہے۔ (مقام تعجب ہے) (۷) جب انسان صبر و شکر کا دامن تھام لیتا ہے تو پھر اس کی نظر میں پتھر اور سونا ایک ہی چیز ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ پہلے وقتوں میں ابدال پتھر کو سونا بنا دیتے تھے۔ (۸) تجھے (قاری کو) یہ بات عجیب محسوس نہیں ہونی چاہیئے کہ ابدال پتھر کا سونا بناتے ہیں۔ اگر تو قناعت پسند ہو جائے تو یہ کمال تجھ میں بھی ہو سکتا ہے۔ (۹) گناہوں سے پاک معصوم بچے کی نظر میں مٹی اور سونے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ (۱۰) شاہی دربار میں سر جھکانے والے درویشوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بادشاہ درویشوں سے زیادہ محتاج ہوتے ہیں۔

گدارا کند یک درم سیم سیر	۱	فریدوں بملکِ عجم نیم سیر
فقیر کو ایک درہم چاندی پیٹ بھرا بنا دیتی ہے		فریدوں عجم کے ملک سے بھی آدھا پیٹ بھرا تھا
نگہبانیٔ ملک و دولت بلاست	۲	گدا پادشاہ است و نامش گداست
ملک اور دولت کی نگہبانی مصیبت ہے		فقیر بادشاہ ہے اور نام کا فقیر ہے
گدائے کہ برخاطرش بند نیست	۳	بہ از بادشاہے کہ خرسند نیست
وہ فقیر جس کی طبیعت پر کوئی فکر نہیں ہے		اس بادشاہ سے بہتر ہے جو آرام سے نہیں ہے
بخسپند خوش روستائی و جفت	۴	بذوقے کہ سلطاں در ایواں نخفت
دہقانی بیوی کے ساتھ آرام سے سوتا ہے		ایسے ذوق سے کہ بادشاہ محل میں نہ سویا
چو سیلاب خواب آمد و مرد برد	۵	چہ بر تختِ سلطاں چہ بر دشتِ کرد
جب نیند کا سیلاب آیا اور مرد کو بہا لے گیا		بادشاہ کا تخت اور کردی کا جنگل یکساں ہے
اگر پادشاہ است وگر پارہ دوز	۶	چو خفتند گردد شبِ ہر دو روز
خواہ بادشاہ ہے خواہ پیوند لگانے والا		جب سو گئے تو دونوں کی رات کو دن بننا ہے
چو بینی توانگر سر از کبر مست	۷	برو شکرِ یزداں کن اے تنگدست
جب تو کسی مالدار کا سر تکبر سے مست دیکھے		اے تنگ دست جا خدا کا شکر ادا کر
نداری بحمد اللہ آں دسترس	۸	کہ برخیزد از دستت آزار کس
خدا کا شکر ہے کہ تو وہ طاقت نہیں رکھتا ہے		کہ تیرے ہاتھ سے کسی کی تکلیف سرزد ہو

حکایت(۹)

کہانی

رباخوارے از نردبانے فتاد	۱۰	شنیدم کہ ہم در نفس جاں بداد
ایک سود خور ایک سیڑھی سے گر گیا		میں نے سنا ہے کہ اس نے فوراً دم توڑ دیا

(۱) گدا: فقیر۔ کند: کر دیتا ہے۔ یک درم: ایک درم یعنی چونی۔ سیم: چاندی۔ سیر: پیٹ بھرا۔ فریدوں: ایران کا ایک بادشاہ جسے گاؤ پرور بھی کہتے ہیں۔ بملکِ عجم: عجم کے ملک کے ساتھ۔ نیم سیر: آدھا پیٹ بھرا۔ بلاست: مصیبت ہے۔ گدا: فقیر۔ است: ہے۔ نامش: اس کا نام۔ گداست: فقیر ہے۔ (۳) گدائے کہ: جو فقیر کہ۔ برخاطرش: اس کے دل پر۔ بند نیست: فکر نہیں ہے۔ بہ: بہتر۔ بادشاہے کہ: جو بادشاہ کہ۔ خرسند: خوش۔ (۴) بخسپند: سوتے ہیں۔ روستائی: دیہاتی۔ جفت: جوڑا یعنی بیوی۔ بذوقے کہ: ایسے مزے سے کہ۔ سلطان: بادشاہ۔ در ایواں: محل میں۔ نخفت: نہیں سویا۔ (۵) چو: جب۔ سیلاب خواب: نیند کا سیلاب۔ آمد: آیا۔ برد: لے گیا۔ چہ: کیا۔ تختِ سلطاں: بادشاہ کا تخت۔ دشتِ کرد: کردستان کا جنگل، عراق میں، کرد قوم کا علاقہ۔ (۶) پارہ دوز: رفوگر۔ چو: جب۔ خفتند: سو گئے۔ گردد: ہو جاوے گی۔ شبِ ہر دو: دونوں کی رات۔ روز: دن۔ (۷) چو: جب۔ بینی: دیکھے تو۔ توانگر: دولت مند۔ سر از کبر: تکبر سے بھرا ہوا سر۔ برو: جا۔ شکر یزداں: اللہ کا شکر۔ کن: کر۔ تنگدست: فقیر۔ (۸) نداری: نہیں رکھتا۔ بحمد اللہ: اللہ کے شکر سے۔ آں: وہ۔ دسترس: طاقت۔ برخیزد: اٹھ سکے، پہنچ سکے۔ از دستت: تیرے ہاتھ سے۔ آزار کس: کسی کی تکلیف۔ (۹) حکایت: کہانی۔ (۱۰) رباخوارے: ایک سود خور۔ نردبانے: سیڑھی فتاد: گر پڑا۔ شنیدم: میں نے سنا۔ ہم در نفس: اسی وقت میں۔ جاں بداد: جان دے دی۔

تشریح: (۱) درویش کم رقم پر بخوشی گذر بسر کر لیتا ہے۔ جبکہ ایران کا بادشاہ فریدوں پورے عجم پر قابض ہو کر بھی خوش نہیں رہتا۔
(۲) مال و جاہ کی حفاظت کسی مصیبت سے کم نہیں۔ درویش ان تفکرات سے آزاد ہوتا ہے۔ اس لیے حقیقی بادشاہ فقیر ہے۔ لیکن لوگ اسے فقیر کہتے ہیں۔ (۳) بے فکر فقیر فکرمند بادشاہ سے کہیں بہتر ہے۔ کیونکہ فکر سے پریشانی بڑھتی ہے۔ (۴) بادشاہ محلات میں سونے کے باوجود تفکرات میں گھرا رہتا ہے۔ جبکہ غریب کسان دیہاتوں میں پُرسکون زندگی گزارتے ہیں۔ (۵) جب نیند آتی ہے تو تخت شاہی اور فرشی بستر دونوں برابر ہوتے ہیں۔ (۶) نیند طاری ہونے کے بعد بادشاہ اور ملازم (خیاط) کے لیے دن رات یکساں ہو جاتے ہیں۔
(۷) جب کسی متکبر کو غرور میں دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ تشکر ادا کرو۔ کیونکہ قوت و اقتدار کی وجہ سے تم مصائب و آلام کا سبب نہیں۔
(۸) اللہ تعالیٰ کے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں۔ (الحمد للہ) اللہ نے تجھے عجز و انکساری سے نوازا ہے۔ یہ وہ نعمت ہے۔ جو تکلیف کا باعث نہیں۔
(۹) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ حرام کھانے سے انسان کو جہنم کا ایندھن بننا پڑتا ہے۔
(۱۰) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ کوئی سُود خور سیڑھی سے گرا۔ اور گرتے ہی جاں بحق ہو گیا۔

پسر چند روزے گرستن گرفت	۱	دگر با حریفاں نشستن گرفت
لڑکا چند دن روتا رہا		پھر اس نے یاروں کے ساتھ بیٹھنا شروع کر دیا
بخواب اندرش دید و پرسید حال	۲	کہ چو رستی از حشر و نشر و سوال
اس کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا		کہ حشر اور نشر اور سوال سے کیسا چھوٹا
بگفت اے پسر قصہ برمن مخواں	۳	بدوزخ در افتادم از نردباں
بولا، اے بیٹا یہ قصہ نہ دہرا		میں سیڑھی سے دوزخ میں گرا

حکایت

کہانی

شنیدم کہ صاحبدلے نیک مرد	۵	یکے خانہ بر قامت خویش کرد
میں نے سنا ہے کہ ایک نیک انسان، صاحبدل نے		ایک گھر اپنے قد کے مطابق بنایا
کسے گفت میدانمت دسترس	۶	کزیں خانہ بہتر کنی گفت بس
کسی نے اس سے کہا میں تیری طاقت سے واقف ہوں		تو اس سے بہتر گھر بنا سکتا ہے اس نے کہا خاموش رہ
چہ مے خواہم از طارم افراشتن	۷	ہمینم بس از بہر بگذاشتن
بالا خانہ بلند کرنے سے میرا کیا مطلب		چھوڑ جانے کے لیے میرے لیے یہی کافی ہے
مکن خانہ بر راہِ سیل اے غلام	۸	کہ کس را نہ گشت ایں عمارت تمام
اے صاحبزادے بہاؤ کے راستہ پر گھر نہ چن		اس لیے کہ یہ عمارت کسی کی مکمل نہیں ہوئی ہے
نہ از معرفت باشد و عقل و رائے	۹	کہ بردہ کند کاروانے سرائے
عقل اور رائے اور تمیز کی یہ بات نہیں ہے		کہ مسافر راستہ میں کارواں سرائے بنائے

(۱) پسر؛ بیٹا۔ چند روزے؛ چند دن۔ گرستن، رونا گرفت؛ شروع کیا۔ دگر؛ پھر۔ با حریفاں، دوستوں کے ساتھ۔ نشستن؛ بیٹھنا۔ گرفت؛ شروع کیا۔

(۲) بخواب اندرش، خواب میں اس کو۔ دید؛ دیکھا پرسید؛ پوچھا۔ چو رستی؛ کیسے چھوٹا تو۔ حشر؛ اٹھانا نشر؛ پھیلانا مراد قیامت۔ سوال، حساب کتاب۔

(۳) بگفت؛ اس نے کہا۔ پسر؛ بیٹا۔ برمن؛ مجھ پر۔ مخواں؛ مت کہہ۔ بدوزخ، دوزخ میں۔ درفتادم، گر پڑا میں۔ نردبان، سیڑھی۔

(۴) حکایت، کہانی۔

(۵) شنیدم؛ میں نے سنا۔ صاحبدلے؛ ایک دل والا۔ یکے خانہ؛ ایک گھر۔ قامت خویش، اپنا قد۔ کرد؛ کیا۔ (۶) کسے؛ کسی نے۔ گفت؛ کہا۔ میدانمت؛ میں تیرے متعلق جانتا ہوں۔ دسترس؛ طاقت۔ کزیں خانہ؛ کہ اس گھر سے۔ کنی؛ کر سکتا ہے تو۔ گفت؛ اس نے کہا۔ بس؛ بس بس۔

(۷) چہ؛ کیا۔ مے خواہم؛ چاہتا ہوں میں۔ طارم؛ بالا خانہ۔ افراشتن؛ بلند کرنا۔ ہمینم، مجھے یہی۔ بس؛ کافی۔ از بہر بگذاشتن؛ چھوڑ جانے کے واسطے

(۸) مکن؛ مت کر۔ خانہ؛ گھر۔ بر راہِ سیل، سیلاب کی گذرگاہ۔ غلام؛ لڑکا۔ کس را؛ کسی کو۔ نہ گشت، نہیں ہوا۔ تمام؛ پورا۔

(۹) معرفت؛ پہچان اور تمیز۔ باشد، ہوگا۔ بر راہ، راستے پر۔ کند؛ کرے۔ کاروانے؛ کوئی قافلہ۔ سرائے، گھر۔

تشریح: (۱) اس (سود خور) کا بیٹا کافی دنوں تک باپ کے افسوس میں آنسو بہاتا رہا۔ بالآخر دوستوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا۔

(۲) باپ کے مرنے کے بعد بیٹے نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا اور حساب و کتاب سے چھٹکارے سے متعلق دریافت کیا۔

(۳) اس (باپ) نے جواب دیا۔ کہ بیٹا یہ قصہ نہ ہی چھیڑ دو تو بہتر ہے۔ کیونکہ میں تو سیڑھیوں سے گرتے ہی دوزخ میں جا پڑا۔

(۴) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو بقدر ضرورت مناسب اخراجات کرنے چاہئیں۔ بلا ضرورت خرچ کرنا بیوقوفی ہے۔

(۵) کسی نیک سیرت شخص نے اپنی ہمت و طاقت کے مطابق ایک چھوٹا سا مکان تیار کیا۔

(۶) اس (نیک سیرت شخص) کے دوست نے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا۔ کہ دولت مند ہونے کے باوجود اتنا چھوٹا سا مکان بنایا ہے۔ (تعجب خیز مقام ہے)

(۷) وسیع و عریض محلات اور بلند و بالا مکانات بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ بالآخر انہیں چھوڑ کر چلے جانا ہے۔ چھوڑنے کو یہی چھوٹا سا مکان کافی ہے۔

(۸) دنیا اِک گذرگاہ ہے۔ اور کوئی قافلہ یا مسافر کسی گذرگاہ پر بڑے بڑے محلات تعمیر نہیں کرتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یہ سراسر حماقت ہے۔

(۹) عقل و شعور اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ جہاں پڑاؤ ڈالا جائے۔ وہاں فلک بوس عمارات تعمیر کی جائیں۔

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
یکے سلطنت ران صاحب شکوہ	۲	فرو خواست رفت آفتابش بکوہ
ایک صاحب دبدبہ حاکم کے		آفتاب نے پہاڑ میں جانا چاہا
بشیخے دراں بقعہ کشور گزاشت	۳	کہ در دودہ قائم مقامے نداشت
اس علاقہ کے ایک بزرگ کو ملک سپرد کردیا		کیونکہ خاندان میں کوئی اس کا قائم مقام نہ تھا
چوں خلوت نشیں کوس دولت شنید	۴	دگر ذوق در کنجِ خلوت ندید
جب خلوت نشین نے دولت کا نقارہ سنا		پھر اس کو تنہائی کے گوشہ میں مزا نہ آیا
چپ و راست لشکر کشیدن گرفت	۵	دلِ پُر دلاں زو رمیدن گرفت
دائیں اور بائیں لشکر کشی شروع کردی		بہادروں کے دِلوں نے اس سے بھاگنا شروع کردیا
چناں سخت بازو شد و تیز چنگ	۶	کہ با جنگ جویاں طلب کرد جنگ
ایسا سخت بازو اور تیز چنگل والا ہو گیا		کہ جنگ جویوں سے لڑائی کا خواہاں ہوا
ز خصمِ پراگندہ خلقے بکشت	۷	دگر جمع گشتند ہم رای و پشت
متفرق دشمنوں میں سے ایک مجمع مار ڈالا		پھر وہ ہم رائے اور ایک سرے کے مددگار ہو کر جمع ہو گئے
چناں در حصارش کشیدند تنگ	۸	کہ عاجز شد از تیر باران و سنگ
انہوں نے اس کو ایسے سخت محاصرے میں لے لیا		کہ وہ تیروں اور پتھروں کی بارش سے عاجز آ گیا
بر نیک مَردے فرستاد کس	۹	کہ صعبم فرو ماندہ فریاد رس
اس نے کسی کو ایک نیک انسان کے پاس بھیجا		کہ میں سخت عاجز آ گیا ہوں مدد کیجئے
بہمت مدد کن کہ شمشیر و تیر	۱۰	نہ در ہر وغائے بود دستگیر
دعا سے مدد کیجئے اس لیے کہ تلوار اور تیر		ہر لڑائی میں مددگار نہیں ہوتے ہیں

(۱) حکایت: کہانی۔
(۲) یکے: ایک۔ سلطنت ران: حکومت چلانے والا۔ صاحب شکوہ: دبدبے کا مالک۔ فرو خواست رفت: جانے لگا۔ آفتابش: اس کا سورج۔ بکوہ: پہاڑ میں۔
(۳) بشیخے: ایک بزرگ کو۔ دراں بقعہ: اس علاقے میں۔ کشور گزاشت: حکومت سپرد کردی۔ دودہ: خاندان۔ قائم مقام: جانشین۔ نداشت: نہ رکھتا تھا۔
(۴) چوں: جب۔ خلوت نشیں: تنہائی میں بیٹھنے والا۔ کوس دولت: حکومت کا نقارہ۔ شنید: سنا۔ دگر: پھر۔ ذوق: مزا۔ کنج خلوت: تنہائی کا کونہ۔ دید: دیکھا۔
(۵) چپ و راست: دائیں اور بائیں۔ لشکر کشیدن: فوج کشی۔ گرفت: شروع کردی۔ دل پُر دلاں: بہادروں کے دل۔ زو: اس سے۔ رمیدن: بھاگنا۔
(۶) چناں: ایسا۔ شد: ہوگیا۔ تیز چنگ: تیز پنجے والا۔ جنگ جویاں: جنگ ڈھونڈنے والا۔ طلب کرد: چاہی اس نے۔
(۷) خصم پراگندہ: بکھرا ہوا دشمن۔ خلقے: ایک مخلوق۔ بکشت: مار ڈالا۔ دگر: پھر۔ جمع گشتند: جمع ہو گئے۔ ہم رای و پشت: ایک رائے اور ایک پشت والے۔
(۸) چناں: ایسا۔ در حصارش: محاصرے میں اس کو۔ کشیدند تنگ: سخت کھینچا۔ عاجز شد: عاجز ہوگیا۔ تیر باران: برسنے والے تیر۔ سنگ: پتھر۔
(۹) بر نیک مردے: ایک نیک آدمی کے پاس۔ فرستاد: اس نے بھیجا۔ کس: کسی کو۔ صعبم فرو ماندہ: میں سخت عاجز آ گیا ہوں۔ فریاد رس: فریاد کو پہنچ۔
(۱۰) بہمت: دعا سے۔ مدد کن: مدد کر۔ شمشیر: تلوار۔ ہر وغا: ہر لڑائی۔ بود: ہووے۔ دستگیر: ہاتھ پکڑنے والا مُراد کار آمد۔

تشریح: (۱) اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ راحت و سکون فقیرانہ زندگی میں ہے۔ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ میں نہیں۔
(۲) ایک رعب و دبدبہ کا حامل بادشاہ تھا۔ ایک دن اس کی حکومت کا سورج موت کے پہاڑ میں ڈوبنے لگا۔
(۳) وہ (بادشاہ) بے اولاد ہونے کی وجہ سے مرتے وقت اپنا تخت شاہی کسی گوشہ نشین درویش کے حوالے کر گیا۔
(۴) جب درویش کو حکمرانی کا لطف آیا تو فقیری کو خانۂ نسیان میں ڈال کر مکمل دنیا داری اختیار کرلی۔
(۵) چنانچہ اردگرد کی حکومتوں پر حملے شروع کردیئے۔ دلیروں کے ایسے چھکے چھڑائے کہ وہ لرزہ براندام ہونے لگے۔
(۶) بلند حوصلگی کی وجہ سے جنگی ماہرین پر یلغار و للکار کرنے لگا۔ (اس کا ہر قدم جارحانہ ہوگیا)
(۷) لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے بہت سے لوگوں کا خون میدانِ جنگ میں بہا دیا۔ بالآخر وہ لوگ جمع ہو کر دوبارہ میدانِ جنگ میں اُتر آئے۔ (۸) چنانچہ شکست خوردہ دشمن نے متحد ہو کر اس کا محاصرہ کرلیا اور تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کردی۔
(۹) چنانچہ اس (فقیر سے بادشاہ) نے محاصرے سے تنگ آکر کسی فقیر کے پاس ایلچی بھیج کر فریاد رسی کی درخواست کی۔
(۱۰) کہ میرے حق میں دُعا کریں کہ ربّ ذوالجلال میرے دشمن کی تباہی کا سامان کرے۔ اس کے علاوہ میرے بچنے کا کوئی راستہ نہیں۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
چو بشنید عابد بخندید و گفت	۱	چرا نیم نانے نخورد و نخفت
جب عابد نے سنا وہ ہنسا اور بولا		اس نے آدھی روٹی کیوں نہ کھائی اور کیوں نہ سویا
ندانست قارون نعمت پرست	۲	کہ گنج سلامت بکنج اندر است
دولت کا پجاری قارون یہ نہ سمجھا		کہ سلامتی کا خزانہ گوشۂ تنہائی میں ہے

گفتار اندر صبر بر ناتوانی بہ امید بہروزی

گفتار کامیابی کی امید پر کمزوری پر صبر کرنے کے بیان میں

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
کمالست در نفس مرد کریم	۴	گرش زر نباشد چہ نقصان و بیم
سخی انسان میں ایک کمال ہے		اگر اس کے پاس دولت نہیں ہے تو کیا کمی اور ڈر ہے
مپندار گر سفلہ قارون شود	۵	کہ طبع لئیمش دگر گوں شود
اگر کمینہ انسان قارون بن جائے تو یہ نہ سمجھ		کہ اس کی کمینی طبیعت دوسری قسم کی ہوجائیگی
وگر در نیابد کرم پیشہ ناں	۶	نہادش توانگر بود ہمچناں
اگر سخی کو روٹی نہ ملے		اس کی طبیعت اسی طرح مال دار ہوگی
سخاوت زمین ست سرمایہ زرع	۷	بدہ کاصل خالی نماند ز فرع
سخاوت زمین اور سرمایہ کھیتی ہے		دیتا رہ اس لئے کہ جڑ شاخ سے خالی نہیں رہتی ہے
خدائے کہ از خاک مردم کند	۸	عجب دارم ار مردمی گم کند
وہ خدا جو خاک سے آدمی بناتا ہے		مجھے تعجب ہوگا اگر وہ آدمیت کو رائیگاں کریگا
زنعمت نہادن بلندی مجوے	۹	کہ ناخوش کند آب استادہ بوے
دولت کو جمع رکھ کر بلندی کا خواہاں نہ بن		اس لیے کہ ٹھہرا ہوا پانی بدبو دیتا ہے
بہ بخشندگی کوش کآب رواں	۱۰	بسیلش تفقد کند آسماں
دینے کی کوشش کر اس لیۓ کہ جاری پانی پر		آسمان اپنے بہاؤ کی مہربانی کرتا ہے

(۱) چو: جب۔ بشنید: سنا۔ عابد: عبادت گزار۔ بخندید: ہنس پڑا۔ گفت: کہا۔ چرا: کیوں۔ نیم ناں: آدھی روٹی۔ نخورد: نہ کھائی۔ نخفت: نہ سویا۔
(۲) ندانست: نہ جانا۔ قارون: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا ایک مالدار جو زکوٰۃ کا منکر تھا۔ نعمت پرست: مال کو پوجنے والا۔ گنج سلامت: سلامتی کا خزانہ۔ بکنج اندر ست: کونے میں ہے۔ (۳) گفتار: بات ناتوانی: کمزوری۔ بہروزی: کامیابی۔
(۴) کمالست: کمال ہے۔ نفس مرد کریم: سخی مرد کی ذات گرش: اگر اس کو۔ زر: سونا۔ نباشد: نہ ہووے چہ: کیا۔ بیم: خطرہ۔ (۵) مپندار: مت سمجھ۔ سفلہ: کمینہ۔ قارون: مالدار۔ شود: ہووے۔ طبع لئیمش: اس کی کمینی طبیعت۔ دگر گوں: تبدیل شود: ہوجائے۔ (۶) وگر: اور اگر۔ در نیابد: نہ پاوے۔ کرم پیشہ: بخشش کے پیشے والا۔ ناں: روٹی نہادش: اس کی طبیعت۔ توانگر: دولت مند بود: ہوتی ہے۔ ہمچناں: ویسے ہی۔ (۷) است: ہے سرمایہ: پونجی۔ زرع: کھیتی۔ بدہ: دیتا رہ۔ کاصل: کہ اصل۔ نماند: نہ رہے۔ ز فرع: شاخ سے۔
(۸) خدائے کہ: جو خدا کہ۔ خاک: مٹی۔ مردم: آدمی یا لوگ۔ کند: بناتا ہے۔ عجب دارم: میں تعجب رکھتا ہوں۔ مردمی: انسانیت۔ گم کند: ضائع کردے۔
(۹) نعمت نہادن: مال جمع کرکے رکھنا۔ مجو: مت ڈھونڈ۔ ناخوش: بو کے ساتھ لگ کر بدبو۔ کند: کرنا آب استادہ: کھڑا پانی۔
(۱۰) بخشندگی: سخاوت۔ کوش: کوشش کر۔ کآب رواں: کہ آب رواں: کیونکہ جاری پانی۔ بسیلش: اس کے بہاؤ کی۔ تفقد کند: مدد کرتا ہے۔

تشریح: (۱) درویش نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ اچھا بھلا روکھی سوکھی پر گذر بسر کرتا تھا۔ حکومت کے بکھیڑوں میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ (۲) قارون بھی ساری زندگی دولت جمع کرنے میں لگا رہا۔ اسے اتنی سی بات سمجھ نہ آئی کہ حقیقی سکون درویش کے خلوت خانہ میں ہوتا ہے۔ (۳) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ سخاوت پرست آدمی اگر فقر کی زندگی اختیار کرلے تو تب بھی سخی رہتا ہے۔ تونگری کے باوجود بخل کی عادت باقی رہتی ہے۔ (۴) سخی باکمال شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی ذات میں پوشیدہ سخاوت کا خزانہ مال و دولت کی برابری نہیں کرسکتا۔ (۵) کمینہ صفت شخص کے پاس قارون کا خزانہ بھی کیوں نہ ہو۔ اس کی طبعی کمینگی (بخل) میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (۶) سخی پر اگر برے دن آبھی جائیں تو وہ غربت میں بھی غنا کی دولت سے مالا مال رہتا ہے۔ (۷) سخاوت زمین کی مانند ہے۔ اور سرمایہ (مال و دولت) کھیتی کی مثل ہے۔ داد و دہش کی آبیاری سے کھیتی (سرمایہ) بڑھتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ایک کے سو بنا دیتے ہیں۔ (۸) مٹی کے خمیرے انسان بنانے والی رب کی ذات انسانیت کو ضائع کرنے کی غرض سے احسان کا صلہ نہ دے تو یہ بات تعجب خیز ہے۔ (۹) دولت جمع کرنے سے بلند مرتبے کا گمان غلط ہے۔ کیونکہ ایک جگہ پر کھڑا رہنے والا پانی بدبو چھوڑ جاتا ہے۔ (دولت جمع کرنے کی مثال کھڑے پانی جیسی ہے۔) (۱۰) اگر سخاوت کے محور پر جاری پانی کے بہاؤ کی طرح دولت کی نکاسی ہوتی رہے تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد حاصل ہوتی ہے۔

مصرع اول		مصرع دوم
گر از جاہ و دولت بیفتد لئیم	۱	دگر بارہ نادر شود مستقیم
اگر کمینہ مرتبہ اور دولت سے گر جاتا ہے		پھر کم سیدھا ہوتا ہے
وگر قیمتی گوہری غم مدار	۲	کہ ضائع نگرداندت روزگار
اور اگر تو ہنر مند ہے تو غم نہ کر		اس لیئے کہ تجھے زمانہ ضائع نہ کرے گا
کلوخ ارچہ افتادہ باشد براہ	۳	نہ بینم کہ در وے کند کس نگاہ
ڈھیلا اگرچہ راستہ میں پڑا ہوا		میں نہیں سمجھتا کہ اس کی طرف کوئی بھی نگاہ کریگا
وگر خوردۂ زر ز دندانِ گاز	۴	بیفتد بشمعش بجویند باز
اگر سونے کا ریزہ کیترے کے دندانہ سے		گر جاتا ہے چراغ سے اس کو دوبارہ ڈھونڈتے ہیں
بدر مے کنند آبگینہ ز سنگ	۵	کجا ماند آئینہ در زیرِ زنگ
آئینہ کو پتھر سے برآمد کرتے ہیں		تو آئینہ زنگ میں کہاں رہ سکتا ہے
پسندیدہ و نغز باید خصال	۶	کہ گاہ آید و گہ رود جاہ و مال
خصلتیں پسندیدہ اور اچھی ہونی چاہئیں		مرتبہ اور مال تو کبھی آتا ہے کبھی جاتا ہے

حکایت در معنیٔ آسانی در پئے دشواری

قصہ دشواری کے بعد آسانی کے بیان میں

مصرع اول		مصرع دوم
شنیدم ز پیرانِ شیریں سخن	۸	کہ بود اندریں شہر پیرے کہن
میٹھی بات والے بوڑھوں سے میں نے سنا ہے		کہ اس شہر میں ایک بہت بوڑھا تھا
بسے دیدہ شاہان و دوران و امر	۹	سر آوردہ عمرے ز تاریخ عمرو
اس نے بہت سے بادشاہ اور زمانے اور حکم دیکھا تھا		اس نے عمرو کے زمانہ سے عمر شروع کی تھی
درختِ کہن میوۂ تازہ داشت	۱۰	کہ شہر از نکوئی پر آوازہ داشت
پرانا درخت تازہ پھل رکھتا تھا		جس کی خوبصورتی کی شہر میں شہرت تھی

(۱) جاہ و دولت: مرتبہ اور دولت۔ بیفتد: گر پڑے۔ لئیم: کمینہ۔ دگر بارہ: دوبارہ۔ نادر شود: کم ہی ہوتا ہے۔ مستقیم: سیدھا۔ (۲) قیمتی گوہری: اگر تو قیمتی موتی ہے۔ مدار: مت رکھ۔ نگرداندت: نہیں کرے گا تجھ کو۔ روزگار: زمانہ۔
(۳) کلوخ: ڈھیلا۔ ارچہ: اگرچہ۔ براہ: راستے میں۔ نہ بینم: میں نہیں دیکھتا۔ در وے: اس میں۔ کند: کرتا ہے۔ نگاہ: نظر۔ (۴) خوردۂ زر: سونے کا ذرہ۔ دندانِ گاز: کیترے کے دانت۔ بیفتد: گر پڑے۔ بشمعش: چراغ کے ساتھ اس کو۔ بجویند: ڈھونڈتے ہیں۔ باز: پھر۔ (۵) بدر: باہر۔ مے کنند: کرتے ہیں۔ آبگینہ: شیشہ۔ سنگ: پتھر۔ کجا: کہاں۔ ماند: رہے۔ در زیرِ زنگ: زنگار کے نیچے۔ (۶) نغز: عجیب اور خوبصورت۔ باید: چاہیئے۔ خصال: جمع خصلت، عادت۔ گاہ: کبھی۔ آید: آتا ہے۔ گہ: کبھی۔ رود: جاتا ہے۔ جاہ و مال: مرتبہ اور مال۔ (۷) معنیٰ: مضمون۔ در پئے: پیچھے۔ دشواری: سختی۔
(۸) شنیدم: میں نے سنا۔ پیراں: جمع پیر، بوڑھے۔ شیریں سخن: میٹھی بات والے۔ بود: تھا۔ اندریں شہر: اس شہر میں۔ پیرے کہن: پرانا بوڑھا۔ (۹) بسے: بہت۔ دیدہ: دیکھے ہوئے۔ شاہاں: جمع بادشاہ۔ دوراں: زمانہ۔ امر: حکم۔ سر آوردہ: گزارے ہوئے۔ عمرے: ایک عمر۔ تاریخ عمرو: عمرو کا زمانہ۔ عمرو سے مُراد عمرو بن لیث بانیٔ شیراز ہے۔ (۱۰) درختِ کہن: پُرانا درخت یعنی بوڑھا۔ میوۂ تازہ یعنی خوبصورت بیٹا۔ داشت: رکھتا تھا۔ از نکوئی: خوبصورتی سے۔ پُر آوازہ: شہرت سے بھرا ہوا۔

تشریح: (۱) کمینگی کے باعث دولت چھن جانے سے اس (کمینے آدمی) کا وقار اور اعزاز اس طرح خاک میں مل جاتا ہے کہ دوبارہ بحال نہیں ہوتا۔ (۲) اگر اللہ تعالیٰ نے مزاج وطبیعت میں سخاوت کا مادہ وصفت رکھی ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ صرف دن پھیر دے بلکہ مال ودولت سے بھی نوازے۔ (۳) لوگوں کے دلوں میں مٹی کے ڈھیلے کی وقعت وحیثیت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس (ڈھیلے) کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ (مٹی کا ڈھیلا بخیل کی مثال ہے۔) (۴) سونا اس قدر قیمتی ہے کہ اس (سونے) کا معمولی سا ریزہ بھی لوگوں کی تلاش وتوجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ (سخی کی مثال سونے جیسی ہے) (۵) شیشہ پتھروں کی تہہ میں چھپا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ (آئینہ) تیار ہو جاتا ہے۔ تو اسے بھی پتھروں سے دُور کر دیا جاتا ہے۔ (۶) انسان کو حصولِ مال کی بجائے اچھی عادات اپنانی چاہئیں۔ اس لیئے کہ مال ودولت عارضی ہے اور اخلاق وخصائل حمیدہ ابدی و پائیدار ہیں۔ (۷) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تنگدستی کے ایام میں صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ وقت ایک سا نہیں رہتا۔ (۸) میں (شیخ سعدیؒ) نے بزرگوں سے سنا ہے کہ شیراز میں ایک عمر رسیدہ شخص رہتا تھا۔ (۹) اس (عمر رسیدہ) شخص نے بہت سے بادشاہوں کے ادوار ونظامہائے حکمرانی کا بالمشافہ مشاہدہ کیا ہوا تھا۔ اس کی پیدائش عمرو بن لیث کے دور میں ہوئی تھی۔ (۱۰) وہ (بوڑھا شخص) بذاتِ خود عمر رسیدہ تھا۔ لیکن اس کے بیٹے کی خوبصورتی کے چرچے پورے شہر میں بامِ عروج پر تھے۔

۱ — عجب در زنخدانِ آں دلفریب ‏ ‏ کہ ہرگز نبود ست بر سرو سیب

اس دل لبھانے والی کی ٹھوڑی پر حیرت تھی ‏ ‏ اس لیے کہ سرو پر سیب کبھی نہیں لگے ہیں

۲ — زشوخی و مردم خراشیدنش ‏ ‏ فرح دید در سر تراشیدنش

اس کی شوخی اور انسانوں کو زخمی کرنے کی وجہ سے ‏ ‏ اس نے اس کا سر منڈا دینے میں راحت سمجھی

۳ — بموسیٰ کہن عمر کوتہ امید ‏ ‏ سرش کرد چو دستِ موسیٰ سفید

پرانے اُسترے سے کوتاہ امید عمر والے نے ‏ ‏ اس کا سر حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی طرح سفید کر دیا

۴ — ز سرتیزی آں آہن سنگ زاد ‏ ‏ بہ عیب پری رُخ زباں بر نہاد

اس پتھر کے جنے لوہے نے شرارت کی وجہ سے ‏ ‏ پری جیسے چہرہ والے کے عیب پر زبان کھولی

۵ — بموئے کہ کرد از نکوئیش کم ‏ ‏ نہادند حالی سرش در شکم

ان بالوں کی وجہ کہ جنہوں نے اس کے حسن کو گھٹایا ‏ ‏ فوراً انہوں نے اس استرہ کا پھل پیٹ میں کر دیا

۶ — چو چنگ از خجالت سر خوبروئے ‏ ‏ نگونسار در پیشش افتادہ موئے

ستار کی طرح، شرمندگی سے اس کا خوبصورت سر ‏ ‏ اوندھا تھا اور اس کے سامنے بال پڑے ہوئے تھے

۷ — یکے را کہ خاطر درو رفتہ بود ‏ ‏ چو چشمانِ دلبندش آشفتہ بود

ایک وہ شخص جس کا دل اس میں گم تھا ‏ ‏ اس کی دل بھانے والی آنکھوں کی طرح پریشان تھا

۸ — کسے گفت جور آزمودی و درد ‏ ‏ دگر گردِ سودائے باطل مگرد

کسی نے کہا تو نے ظلم اور درد کو آزما لیا ‏ ‏ پھر باطل خیال کے پیچھے چکر نہ کاٹ

۹ — ز مہرش بگرداں چو پروانہ پشت ‏ ‏ کہ مقراض شمعِ جمالش بکشت

اس کی محبت سے پروانہ کی طرح پشت پھیر لے ‏ ‏ اس لیے کہ قینچی نے اس کے حسن کی شمع گل کر دی ہے

۱۰ — بر آمد خروشش از ہوا دار چست ‏ ‏ کہ تردامناں را بود عہد سست

مستعد عاشق نے فریاد کی ‏ ‏ کہ بدکاروں کا عہد کمزور ہوتا ہے

(۱) عجب: عجیب۔ زنخدان آں دلفریب: اس دلفریب کی ٹھوڑی۔ نبود ست: نہیں ہوا ہے۔ بر سرو: سرو پر۔
(۲) شوخی: نخرہ۔ مردم خراشیدنش: اس کا لوگوں کو اپنے حسن سے زخمی کرنا۔ فرح: خوشی۔ دید: دیکھی۔ سر تراشیدنش: اس کا سر منڈا دینا۔
(۳) موسیٰ کہن عمر: پرانا استرہ۔ کوتہ امید: چھوٹی امید والا یعنی قریب المرگ باپ۔ سرش: اس کا سر۔ کرد: کر دیا۔ چو دستِ موسیٰ: موسیٰؑ کے ہاتھ کی طرح، ان کے ید بیضا کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے۔
(۴) ز سرتیزی: شرارت سے۔ آں: وہ۔ آہن سنگ زاد: پتھر سے نکلنے والے لوہے نے یعنی استرے نے۔ پری رخ: پری کے رخ والا یعنی بیٹا۔ زباں برنہاد: زبان رکھ دی یعنی بال کاٹ کر اس کو بدصورت بنا دیا۔ (۵) بموئے کہ: جن بالوں کی وجہ سے کہ۔ کرد: کیا۔ نکوئیش: اس کا حسن۔ نہادند: رکھ دیا۔ حالی: اس وقت۔ سرش: اس کا سر۔ شکم: پیٹ۔
(۶) چو چنگ: ستار کی طرح۔ خجالت: شرمندگی۔ سر خوبرو: حسین کا سر۔ نگونسار: جھکا ہوا یا ذلیل۔ پیشش: اس کے سامنے۔ افتادہ: بال پڑے ہوئے۔
(۷) یکے را کہ: جس شخص کا کہ۔ خاطر: دل۔ درو: اس میں۔ رفتہ بود: گیا ہوا تھا۔ چو: مثل۔ چشمانِ دلبندش: اس کی دل میں کھب جانے والی آنکھیں۔ آشفتہ بود: پریشان تھا۔ (۸) کسے: کسی نے۔ گفت: کہا۔ جور آزمودی: ظلم آزمایا تو نے۔ دگر: پھر۔ گردِ سودائے باطل: جھوٹے خیال کے گرد۔ مگرد: مت گھوم۔
(۹) ز مہرش: اس کی محبت سے۔ بگرداں: پھیر لے۔ چو پروانہ: پروانے کی مثل۔ پشت: پیٹھ۔ مقراض: قینچی۔ شمعِ جمالش: اس کے حسن کی شمع۔ بکشت: بجھا دی۔
(۱۰) برآمد خروشش: چیخ نکلی۔ ہوادار: عاشق۔ چست: چالاک یا سچا۔ تردامناں: بھیگے دامن والے گندے۔ بود: ہوتا ہے۔ عہد: وعدہ۔ سست: کمزور۔

تشریح: (۱) اس (عمر رسیدہ کے بیٹے) کی ٹھوڑی عجب سماں پیدا کر رہی تھی کہ دیکھنے والا سرو کے درخت پر سیب لگا ہوا محسوس کرتا تھا۔ (۲) چونکہ لوگ اس (لڑکے) پر فریفتہ تھے اس لیے عمر رسیدہ نے اس (اپنے خوبصورت بیٹے) کا سر منڈوا دیا۔ تاکہ لوگوں کی رغبت کم ہو جائے۔ (۳) زندگی سے مایوس عمر رسیدہ آدمی نے پرانے استرے سے اپنے بیٹے کا سر مونڈا تو اس (لڑکے) کا سر موسیٰؑ کے ید بیضا کی طرح چمکنے لگا۔ (۴) پتھر سے تخلیق کردہ استرے نے خوبصورت لڑکے کے بال مونڈ کر اسے (لڑکے کو) عیب دار بنا دیا۔ (۵) پری پیکر (خوبصورت لڑکے) کے حسن میں نقص پیدا کرنے والے استرے کو بھی بطور سزا اپنے بطن (پیٹ) میں قید ہونا پڑا۔ (۶) حسین لڑکے کے بال سامنے پڑے ہوئے تھے اور اس کا سر شرمساری کی وجہ سے یوں جھکا ہوا تھا۔ جیسے ستار نواز کا سر ستار پر جھکا ہوا ہوتا ہے۔ (۷) عمر رسیدہ کے خوبرو بیٹے پر حقیقی فریفتہ شخص اپنے معشوق کے بال کٹنے سے خاصا پریشان ہوا۔ (۸) کسی خیر خواہ نے اسے (عاشق کو) سمجھایا کہ جفا کے تیر کھانے اور ستم کے پہاڑ ٹوٹنے کے بعد غلط خیال کو چھوڑ دینا چاہیے۔ (۹) کیونکہ جب خوبصورتی نہ رہی تو محبت کا خاتمہ ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ اس حسن کی خوبصورتی کیا حقیقت رکھتی ہے۔ جسے صرف ایک استرا ختم کر دے۔ (۱۰) سچے عاشق نے اپنے ناصح کی یہ باتیں سن کر ایک چیخ ماری اور کہا کہ عہد شکنی پر مبنی سوچ ہوس پرست رکھتے ہیں۔ جبکہ میں ہوس سے پاک ہوں۔

(۱) پسر خوش منش باید و خوبرو ۔ پدر گو بجہلش بیند از موئے

لڑکا خوش طبع اور خوبصورت چاہیئے ۔ گو باپ نے نادانی سے اس کے بال کاٹ دیئے

(۲) مراجاں بمہرش بر آمیخت است ۔ نہ خاطر بموئے در آویخت است

میری جان اس کی محبت سے وابستہ ہے ۔ نہ کہ دل بالوں سے لگا ہے

(۳) چو روئے نکو داری اندوہ مخور ۔ کہ موئی ار بیفتد بروید دگر

جب تیرا چہرہ خوبصورت ہے غم نہ کھا ۔ اس لیے کہ اگر بال گر جائیں گے دوبارہ اُگ آئیں گے

(۴) نہ پیوستہ رز خوشۂ تر دہد ۔ گہے برگ ریزد گہے بر دہد

انگور ہر وقت تر خوشہ نہیں دیتا ہے ۔ کبھی پتے جھاڑتا ہے کبھی پھل دیتا ہے

(۵) بزرگاں چو خور در حجاب اوفتند ۔ حسوداں چو اخگر در آب اوفتند

شریف لوگ سورج کی طرح پردہ میں ہو جاتے ہیں ۔ حاسد لوگ انگارے کی طرح پانی میں گرتے ہیں

(۶) بروں آید از زیر ابر آفتاب ۔ بتدریج و اخگر بمیرد در آب

سورج ابر کے نیچے سے برآمد ہو جاتا ہے ۔ رفتہ رفتہ اور انگارا پانی میں بجھ جاتا ہے

(۷) ز ظلمت مترس اے پسندیدہ دوست ۔ چہ دانی کہ آبِ حیات اندر وست

اے پیارے دوست اندھیرے سے نہ گھبرا ۔ تجھے کیا معلوم کہ آب حیات اسی میں ہے

(۸) نہ گیتی پس از جنبش آرام یافت ۔ نہ سعدیؒ سفر کرد تا کام یافت

کیا دنیا نے حرکت کے بعد آرام حاصل نہیں کیا ۔ کیا سعدیؒ نے سفر نہیں کیا یہاں تک کہ مقصد حاصل کر لیا

(۹) دل از بے مرادی بفکرت مسوز ۔ شب آبستن ست اے برادر بروز

ناکامی سے دل فکر میں نہ جلا ۔ اے بھائی رات دن سے حاملہ ہے

(۱) پسر: لڑکا۔ خوش منش، خوش طبع۔ باید: چاہیئے۔ خوبرو، خوبصورت۔ پدر، باپ۔ گو: اگرچہ۔ بجہلش، جہالت سے اس کا۔ بیند از: امر بمعنی ماضی یعنی گرا دیئے ہوں۔ موئی، بال۔ (۲) مراجاں: میری جان۔ بمہرش: اس کی محبت سے۔ بر آمیخت است، ملی ہوئی ہے۔ خاطر: دل۔ بموئے: بالوں میں۔ در آویخت است، لٹکا ہوا ہے۔ (۳) چو: جب۔ روئے نکو: خوبصورت چہرہ۔ داری: رکھتا ہے تو۔ اندوہ مخور: غم نہ کھا۔ موئی: بال۔ ار: اگر۔ بیفتد: گر پڑیں۔ بروید: اُگ آئیں گے۔ دگر، دوسرے۔ (۴) پیوستہ: ہمیشہ۔ رز، انگور کی بیل۔ خوشۂ تر: تازہ خوشہ۔ دہد: دیتی ہے۔ گہے: کبھی۔ برگ ریزد: پتے گراتی ہے۔ گہے: کبھی۔ بر دہد: پھل دیتی ہے۔ (۵) بزرگاں: جمع بزرگ۔ چو خور: سورج کی طرح۔ در حجاب: پردے میں۔ اوفتند: پڑ جاتے ہیں۔ حسوداں: جمع حاسد۔ چو اخگر: انگارے کی طرح۔ در آب، پانی میں۔ (۶) بروں، باہر۔ آید، آجاتا ہے۔ از زیر ابر، بادل کے نیچے سے۔ آفتاب: سورج۔ بتدریج: آہستہ آہستہ۔ اخگر: انگارہ۔ بمیرد: مرجاتا ہے۔ در آب: پانی میں۔ (۷) ظلمت: تاریکی۔ مترس، مت ڈر۔ پسندیدہ دوست، اچھے دوست۔ چہ دانی، تو کیا جانے۔ آبِ حیات، زندگی بخشنے والا پانی۔ اندر وست، اس کے اندر ہے۔ (۸) گیتی، زمین یا دُنیا۔ پس از جنبش، غیر مربوط حرکت کے بعد۔ یافت: پالیا۔ سعدیؒ، مصنف۔ سفر کرد، سفر کیا۔ تا: یہاں تک کہ۔ کام یافت، مقصد پالیا۔ (۹) بے مرادی، ناکامی۔ بفکرت، سوچ میں۔ مسوز، مت جلا۔ شب: رات۔ آبستن روز: دن کی حاملہ یعنی اس سے دن نکلتا ہے۔ ست، ہے۔ برادر: بھائی۔ روز: دن۔

تشریح: (۱) محبوب میں خوش طبعی وحُسن ایسی صفات موجود ہونی چاہئیں۔ سَر کے منڈنے سے محبت و عشق پر کوئی گزند نہیں پڑتی۔ (۲) اس (خوبصورت لڑکے) کی محبت میری رگ و ریشے میں رَچ بس چکی ہے۔ صرف میرا دل ہی اس کی زلفوں میں اٹکا ہوا نہیں تھا۔ (۳) بال منڈنے سے چہرے کا رنگ و روپ سلامت ہے۔ بال تو پھر بھی اُگ آئیں گے۔ اگر بال کٹ گئے تو کیا ہوا۔
(۴) انگور کی بیل بہار کے موسم میں تازہ پھل دیتی ہے۔ اور خزاں کے موسم میں اس (انگور کی بیل) کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔
(۵) حقیقی بزرگوں کے حالات کی تبدیلی ایسی ہوتی ہے۔ جیسے بادلوں کی آڑ میں سورج کی پوشید گی۔ جبکہ حاسدین جلتے کوئلے کی طرح پانی میں بجھ جاتے ہیں۔ (۶) سورج بادلوں سے نکل کر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور حاسد لوگ ہمیشہ کے لیئے پانی میں گر کر انگارے کی طرح تدریجاً اپنا وقار و مقام کھو بیٹھتے ہیں۔ (۷) اے پیارے دوست! تاریکیوں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اسی تاریکی میں آبِ حیات پوشیدہ ہو۔ (۸) تخلیق پاتے ہی زمین متحرک ہو گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے زمین کو مستقر رکھنے کے لیئے اس (زمین) پر پہاڑ قائم کر دیئے۔ شیخ سعدیؒ نے بھی مسلسل سفر میں متحرک ہو کر مقصود کو پایا ہے۔ (۹) ناکامی کے باعث سوچوں میں گم ہو کر فکر مند نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ رات کی تاریکی سے دن کی روشنی نکلتی ہے۔

(۱) بابِ ہفتم، ساتواں باب۔ تربیّت، اخلاق کو سنوارنے کی کوشش کرنا۔ (۲) سخن: بات۔ صلاحست: نیکی ہے۔ تدبیر: انتظام۔ خوئے: عادت۔ اسپ: گھوڑا۔ چوگان: بلّا۔ گوئے: گیند۔
(۳) دشمنِ نفس، نفس کا دشمن۔ ہمخانہ: ایک گھر والا ہے تو۔ چہ: کیا۔ دربند پیکارِ بے گانہ: بیگانے کی لڑائی کی فکر میں ہے تو۔
(۴) عناں: باگ۔ باز پیچاں: واپس موڑ لینے والے۔ نفس مراد خواہشِ نفس۔ بمردی: بہادری میں۔ رستم: ایران کا مشہور پہلوان۔ سام: رستم کا دادا۔ گزشتند: گزر گئے۔
(۵) کس: کوئی شخص۔ از چو تو: تیرے جیسے سے۔ ندارد: نہ رکھے۔ غمے: کوئی غم۔ باخویشتن: اپنے آپ کے ساتھ۔ برنیائی: پورا نہیں آتا تو۔
(۶) خود را: اپنے آپ کو۔ چو کودک: بچّے کی طرح۔ ادب کن: تہذیب سکھا، یا سزا دے۔ بہ چوب: لکڑی سے۔ بگرزِ گراں: بھاری گرز سے۔ مغزِ مردم: لوگوں کا بھیجا۔ مکوب: مت کوٹ۔ (۷) وجودِ تو: تیرا جسم۔ شہریست: ایک شہر ہے۔ پُر نیک وبد: نیکی اور بدی سے بھرا ہوا۔ سلطان: بادشاہ۔ دستورِ دانا: سمجھدار وزیر۔ خرد: عقل۔ (۸) ہماناں: یقیناً کہ۔ دونانِ گردن فراز: بلند گردن والے کمینے۔ دریں شہر: اس شہر میں۔ کبر: تکبر۔ اند: ہیں۔ سودائی: غصّہ۔ آز: حرص۔
(۹) رضا: راضی ہونا۔ ورع: پرہیزگاری۔ نیک نامانِ حُر: آزاد نیک نام۔ ہوا و ہوس: خواہشِ نفس اور ہوس۔ رہزن: ڈاکو۔ کیسہ بُر: جیب کترا۔ (۱۰) چو: جب۔ سلطان: بادشاہ۔ عنایت کند: مہربانی کرے۔ بابداں: بدکاروں کے ساتھ۔ کجا: کہاں۔ ماند: رہے۔ آسایشِ بخرداں: عقل مندوں کا آرام۔

بابِ ہفتم در تربیّت

ساتواں باب تربیّت میں

سخن در صلاحست وتدبیر وخوئے	۲	نہ در اسپ ومیدان وچوگان وگوئے
گفتگو صلاحیت اور تدبیر عادت میں ہے		نہ کہ گھوڑے اور میدان اور بلّے اور گیند میں
تو با دشمنِ نفس ہمخانہٗ	۳	چہ دربند پیکارِ بے گانہٗ
دشمن کے ساتھ رہنا جو گھر کا ساتھی نفس ہے		غیر کی بیگار کی قید کی برابر ہے
عناں باز پیچانِ نفس از حرام	۴	بمردی زرستم گزشتند وسام
حرام سے نفس کی باگ موڑ دینے والے		بہادری میں رستم اور سام سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں
کس از چو تو دشمن ندارد غمے	۵	کہ با خویشتن برنیائی ہمے
تجھ جیسے دشمن سے کسی کو کیا فکر ہو گی		جو اپنے آپ پر بھی غالب نہیں آ سکتا
تو خود را چو کودک ادب کن بہ چوب	۶	بگرزِ گراں مغزِ مردم مکوب
تو اپنے آپ کو بچّہ کی طرح لکڑی سے ادب سکھا		بھاری گرز سے انسانوں کا سر نہ کوٹ
وجودِ تو شہریست پُر نیک وبد	۷	تو سلطان ودستورِ دانا خرد
تیرا وجود ایک شہر ہے جو اچھے اور بُرے سے بھرا ہے		تو بادشاہ ہے اور عقل دانا وزیر ہے
ہماناں کہ دونانِ گردن فراز	۸	دریں شہر کبر اند وسودائی وآز
یقیناً متکبر کمینے		اس شہر میں تکبّر اور غصّہ اور حرص ہیں
رضا وورع نیک نامانِ حُر	۹	ہوا وہوس رہزن وکیسہ بُر
رضا اور پرہیزگاری نیک نام شریف ہیں		خواہشِ نفسانی اور ہوس ڈاکو اور جیب کترے ہیں
چو سلطاں عنایت کند بابداں	۱۰	کجا ماند آسایشِ بخرداں
جب بادشاہ بدوں پر عنایت کرے		تو عقل مندوں کو آرام کہاں رہے

تشریح: (۱) ساتواں باب تربیّت کے بیان میں۔ انسانی اخلاقیات کے حوالے سے عموماً تعلیم وتربیّت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تعلیم کا مفہوم یہ ہے کہ انسان جہالت کے اندھیروں سے نکل کر علم کی روشنی میں زندگی کے ایّام بسر کرتا ہے جبکہ اخلاقِ حمیدہ اور بلند کرداری کے لیئے عملی اقدام پر تربیّت کا لفظ مستعمل ہوتا ہے (۲) یہاں پر ہمارا گفتگو کرنے کا مقصد اخلاقیات کے حوالے سے ہے۔ جنگ وجدال اور کھیل کود کے بارے میں نہیں ہے۔ (۳) نفسِ بد کے ساتھ کبھی بھی دوستی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ہر وقت اس (نفسِ بد) سے دشمنی رہے جس نے نفسِ بد سے مصالحت کرلی اسے نفس خود ہی ہلاک کر دے گا۔ (۴) جو لوگ نفسِ بد کو زیر کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ وہ بہادری وجوانمردی میں رستم وسام کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ (۵) جو شخص اپنے نفسِ بد سے جنگ نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے دشمن سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی لیئے ایسے شخص سے اس کا دشمن بے خوف رہتا ہے۔ (۶) انسان کو چاہیئے کہ وہ بچّوں کی طرح پٹائی کے ذریعے اپنی اصلاح کرے نفس کا بندہ بن کر بھاری گرز سے لوگوں کا سر نہ پھاڑتا رہے۔ (۷) انسانی جسم کی مثال ایک شہر کی مانند ہے جس میں دل حکمران اور عقل وزیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (۸) اس شہر (انسانی جسم) میں غرور، غصّہ، حرص کی حیثیت شر پسند (کمینے) عناصر جیسی ہے۔ (۹) تسلیم ورضا، تقویٰ اس (جسمِ انسانی) کے ممتاز وآزاد شہری کی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ خواہشات اور ہوس رہزن اور جیب کترے کی مثل ہیں۔ (۱۰) اگر بادشاہ (دل) بدقماش لوگوں (حرص وکبر وغیرہ) پر مہربان ہو جائے تو پھر شرفاء (نیکی ورضا وغیرہ) کی پگڑیاں اچھلنے لگ جاتی ہیں۔

۱. ترا شہوت و حرص و کین و حسد — چو خوں در رگانند و جاں در جسد
شہوت اور حرص اور کینہ اور حسد تیرے لیئے — ایسے ہیں جیسے رگوں میں خون اور جسم میں جان

۲. گر ایں دشمناں تربیّت یافتند — سر از حکم و رائے تو بر تافتند
اگر یہ دشمن پرورش پا گئے — تو تیرے حکم اور رائے سے منہ موڑیں گے

۳. ہواؤ ہوس را نماند ستیز — چو بینند سر پنجۂ عقل تیز
خواہش نفسانی اور ہوس میں لڑائی کی طاقت نہیں رہتی — جب وہ عقل کی طاقت کو قوی دیکھتے ہیں

۴. نہ بینی کہ شب دزد او باش و خس — نگردند جائے کہ گردد عسس
تونے نہیں دیکھا کہ رات کا چور اور اوباش اور کمینہ — اس جگہ نہیں گھومتے جہاں چوکیدار گھومتا ہے

۵. رئیسے کہ دشمن سیاست نہ کرد — ہم از دستِ دشمن ریاست نہ کرد
وہ سردار جس نے دشمن کو تنبیہ نہ کی — اس نے دشمن کے ہاتھوں سرداری نہ کی

۶. نخواہم دریں نوع گفتن بسے — کہ حرفے بس ار کار بندد کسے
اس قسم کی میں بہت سی باتیں کہنا نہیں چاہتا ہوں — اس لیئے کہ ایک حرف کافی ہے اگر کوئی کار بند ہو

گفتار اندر فضیلت خاموشی و حلاوتِ خویشتن داری

کہاوت خاموشی کی فضیلت اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھنے کی شیرینی کے بیان میں

۸. اگر پائے در دامن آری چو کوہ — سرت ز آسمان بگزرد در شکوہ
اگر تو پہاڑ کی طرح دامن میں پاؤں سمیٹے رکھے — تو دبدبہ میں تیرا سر آسمان سے گزر جائے

۹. زباں در کش اے مردِ بسیار داں — کہ فردا قلم نیست بر بے زباں
اے بہت کچھ جاننے والے انسان زبان بند رکھ — اس لیئے کہ کل کو بے زبان پر قلم نہیں چلے گا

۱۰. صدف وار گوہر شناسان راز — دہن جز بلؤ لؤ نکردند باز
راز کے جوہر شناسوں نے سیپی کی طرح — مونہہ کو موتی کے سوا نہیں کھولا ہے

(۱) ترا: تیرے لیئے۔ کیں: کینہ۔ حسد: کسی کی نعمت دیکھ کر جلنا۔ چوں: مثل۔ رگانند: رگیں ہیں۔ جسد: جسم۔ (۲) ایں دشمناں: یہ دشمن۔ تربیت یافتند: پرورش پالیں۔ سر از حکم و رائے تو: تیری رائے اور حکم سے سرکو۔ بر تافتند: پھیرلیں۔
(۳) ہواؤ ہوس: خواہش نفس اور ہوس۔ نماند: نہ رہے۔ ستیز: لڑائی۔ چو بیند: جب دیکھیں۔ سرپنجۂ عقل: عقل کا پنجہ یا طاقت۔
(۴) نہ بینی: تو نہیں دیکھتا۔ شب دزد: رات کا چور۔ اوباش: لچے لوگ۔ خس: کمینے۔ نگردند: نہیں جاتے۔ جائیکہ: جس جگہ۔ گردد: پھرتا ہے۔ عسس: چوکیدار۔
(۵) رئیسے کہ: جو سردار کہ۔ سیاست نہ کرد: سزا نہ دی۔ ہم: بھی۔ از دست دشمن: دشمن کے ہاتھ سے۔ ریاست نہ کرد: حکومت نہ کی۔ (۶) نخواہم: نہیں چاہتا ہیں۔ دریں نوع: اس قسم میں۔ گفتن بسے: زیادہ کہنا۔ حرفے: ایک حرف۔ بس: کافی۔ ار: اگر۔ کاربندد: کام میں لاوے۔ کسے: کوئی شخص۔
(۷) حلاوت: لذت۔ خویشتن داری: خود کو سنبھالنا اور خود داری دکھانا۔ (۸) پائے: پاؤں۔ در دامن: دامن میں۔ آری: لے آوے تو۔ چو کوہ: پہاڑ کی طرح۔ سرت: تیرا سر۔ بگزرد: گزر جاوے۔ شکوہ: دبدبہ۔
(۹) در کش: کھینچ لے، روک لے۔ مرد بسیار داں: زیادہ جاننے والے مرد۔ فردا: کل آئندہ مراد روز قیامت۔ قلم نیست: حساب نہیں ہے۔ (۱۰) صدف وار: سیپ کی طرح۔ گوہر شناسان راز: راز کے موتی پہچاننے والے۔ دہن: منہ۔ جز بلؤ لؤ: موتی کے سوا۔ نکردند: نہیں کیا۔ باز: کھلا۔

تشریح: (۱) شہوت، بغض، حسد وغیرہ خون کی طرح انسان کے رگ و ریشے میں دَور کرتے ہیں۔ اور یکجا ہوکر جزو جاں بنتے ہیں۔
(۲) اگر ان (شہوت و کینہ وغیرہ) کی بیخ کنی نہ کی جائے تو پھر یہ انسانی جسم کے اندر علمِ بغاوت بلند کردیتے ہیں۔ اور انسان کو کٹھ پتلی بننا پڑتا ہے۔ (۳) اگر عقل ہوشیار ہو تو پھر ہواؤ ہوس کا باہم مقابلہ ناممکن ہے۔ کیونکہ عقل کا تیز پنجہ ان (ہواؤ ہوس) پر قابو پالیتا ہے۔
(۴) جہاں چوکیدار کا پہرہ سخت ہوتا ہے۔ وہاں چور و ڈاکو کا گذر نہیں ہوتا۔ اسی طرح جہاں عقل و خرد بیدار ہو۔ وہاں وہ (ہواؤ ہوس) گذرنا محال سمجھتے ہیں۔ (۵) جو سربراہ دشمن کی سرزنش نہیں کرتا۔ وہ دشمن کے ہاتھوں اپنی حکومت کا تختہ الٹا دیکھ کر ذلت کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔
(۶) میرے (شیخ سعدیؒ کے) لیئے اس موضوع پر مزید کچھ کہنا مناسب نہیں۔ کیونکہ عاقل کے لیئے اشارہ اور عامل کے لیئے اک دفِ ناصحانہ کافی ہے۔
(۷) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خاموشی سے انسان کا وقار بلند ہوتا ہے۔ اس لیئے انسان کو "کم گو" ہونا چاہیئے۔
(۸) اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو خاموشی کے بدلے میں مضبوطی و سربلندی عنایت فرمائی ہے۔ (۹) علوم و معارف کے خوگر اپنی زبان بند رکھتے ہیں۔ کیونکہ قیامت کے دن یہ لوگ بے حساب مغفرت کا پروانہ پائیں گے۔ (زیادہ فضول بولنا جہالت کی علامت ہے۔)
(۱۰) سیپ کی طرح اپنے سینوں میں علوم و معارف کا خزینہ رکھنے والے لوگ اس وقت تک نہیں بولتے۔ جب تک علم و معرفت سے متعلق کوئی بات نہ ہو۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
١	فراواں سخن باشد آگندہ گوش	نصیحت نگیرد مگر در خموش
	بہت باتونی بہرا ہوتا ہے	نصیحت خاموش ہی میں اثر کرتی ہے
٢	چو خواہی کہ گوئی نفس بر نفس	حلاوت نیابی زگفتار کس
	جب تو یہ چاہے کہ دم بدم کہے	کسی کی گفتگو کی شیرینی محسوس نہ کریگا
٣	نباید سخن گفت ناساختہ	نشاید بریدن بیند اختہ
	بدوں سنوارے بات نہ کہنی چاہیئے	کسی کی نامکمل بات نہ کاٹنی چاہیئے
٤	تأمل کناں در خطا و صواب	بہ از ژاژ خایان حاضر جواب
	اچھے اور بُرے پر غور کرنے والے	حاضر جواب بکواسی سے بہتر ہیں
٥	کمالست در نفس انساں سخن	تو خود را بگفتار ناقص مکن
	قوت گویائی انسان کے نفس میں کمال ہے	تو بول کر اپنے آپ کو ناقص نہ کر
٦	کم آواز ہرگز نہ بینی خجل	جوئے مشک بہتر کہ یک تودہ گل
	کم گو کو تو کبھی شرمندہ نہ دیکھے گا	ایک ڈھیر مٹی سے ایک جو مشک بہتر ہے
٧	حذر کن زناداں دہ مُردہ گو	چو دانا یکے گو و پروردہ گوئے
	دس غلط باتیں کرنے والے نادان سے بچ	عقل مند کی طرح ایک بات کہہ اور پختہ کہہ
٨	صد انداختی تیر و ہر صد خطاست	اگر ہوشمندی یک انداز و راست
	تونے سو تیر چلائے اور سینکڑہ غلط ہوا	اگر تو ہوشمند ہے، ایک چلا اور سیدھا چلا
٩	چرا گوید آں چیز در خفیہ مرد	کہ گر فاش گردد شود روئے زرد
	چپکے سے آدمی ایسی بات کیوں کہے	کہ اگر وہ ظاہر ہو جائے تو چہرہ زرد ہو
١٠	مکن پیش دیوار غیبت بسے	بود کز پسش گوش دارد کسے
	دیوار کے سامنے غیبت نہ کر، بسا اوقات	ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی کان لگائے ہو

(١) فراواں سخن: زیادہ باتیں کرنے والا۔ آگندہ گوش: بہرے کانوں والا۔ نگیرد: نہیں اثر کرتی ہے۔ مگر: لیکن۔ (٢) چو خواہی، جب تو چاہے۔ گوئی، کہے تو نفس بر نفس، ہر سانس کے ساتھ یعنی دم بدم۔ حلاوت، لذت۔ نیابی: نہ پاوے تو۔ گفتار کس: کسی کی بات۔ (٣) نباید: نہ چاہیے۔ سخن گفت: بات کہنا۔ ناساختہ، بغیر بنائے ہوئے۔ نشاید بریدن نہ کاٹنی چاہیئے۔ بیند آختہ، طرح ڈالی ہوئی بات یعنی جو شروع ہو سکے (٤) تأمل کناں، غور کرنے والے۔ خطا و صواب، غلطی اور درستی۔ بہ: بہتر۔ ژاژ خایان، بکواس کرنے والے لوگ۔

(٥) کمالست: کمال ہے۔ در نفس انساں: انسان کی ذات میں۔ سخن: بات۔ خود را: اپنے آپ کو۔ بگفتار، بات کر کے۔ ناقص مکن: ناقص نہ کر۔ (٦) کم آواز: کم بولنے والا۔ نہ بینی: نہ دیکھے تو۔ خجل، شرمندہ۔ جوئے مشک: کستوری کا ایک جو۔ یک تودہ، ایک ٹیلہ۔ گل: مٹی۔

(٧) حذر کن، بچ کے رہ۔ دہ مُردہ گو: دس بے جان باتیں کرنے والا۔ دانا، سمجھ دار۔ یکے گو، ایک بات کہہ۔ پروردہ گو، اچھی طرح بنا کے کہہ۔

(٨) صد انداختی: سو ڈالے تو نے۔ ہر صد، سو کے سو۔ خطاست، غلط ہیں۔ ہوشمندی: تو ہوشمند ہے۔ یک انداز: ایک چلا۔ راست: سیدھا یا صحیح۔ (٩) چرا گوید، کیوں کہے۔ در خفیہ، پوشیدگی میں فاش گردد: ظاہر ہو جاوے۔ شود، ہو جاوے روئے زرد، زرد چہرہ۔ (١٠) مکن، مت کر پیش دیوار غیبت: دیوار کے سامنے چغل خوری۔ بسے: بہت زیادہ۔ بود: ہو سکتا ہے۔ کز پسش گوش دارد: اس کے پیچھے کان رکھے۔ کسے: کوئی شخص۔

تشریح: (١) باتونی آدمی صرف اپنی ہانکتا ہے۔ دوسروں کی نہیں سنتا۔ اس لیئے اس (باتونی) پر نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ بخلاف خاموش رہنے کے کہ اس سے وہ نصیحت سے متاثر ہوتا ہے۔ (٢) خود ہی بولتے رہنا اور دوسروں کو موقع نہ دینے سے صرف اپنی بات مزہ دیتی ہے دوسروں کی بات سے لطف اندوز ہونا ممکن نہیں۔ (٣) کلام کا آغاز خوب تدبر و تفکر کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ جب تک متکلم (کلام کرنے والا) کی بات مکمل نہ ہو۔ تب تک اپنی بات شروع نہیں کرنی چاہیئے۔ (٤) جو لوگ کلام کی صحت و تغلیط میں امتیاز کر کے حاضر جوابی سے بات کرتے ہیں وہ لوگ بلا سوچے سمجھے گفتگو کرنے والوں سے بہتر ہوتے ہیں۔ (٥) باکمال انسان اپنے کلام سے پہچانا جاتا ہے۔ جہلاء اپنی یاوہ گوئی اور بے موقع کلام سے اپنا کمال کھو دیتے ہیں۔ (اَلانسان تحت اللسان۔ انسان زبان کے تحت ہے) (٦) کم بولنے والے لوگ شرمندگی نہیں اٹھاتے۔ تھوڑی سی کستوری مٹی کے پہاڑ سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ (یہاں کم گو کی بات کو کستوری سے اور بسیار گو کی بات مٹی سے مشابہ ہے۔) (٧) جاہل کی بات میں وزن نہیں ہوتا گو کہ وہ (بات) تعداد میں زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن عقل مند کی بات مقدار میں کم ہونے کے باوجود معقول و پائیدار ہوتی ہے۔

(٨) بغیر نشانے کے سو تیر چلانا فضول اور ضیاع وقت کا باعث ہے۔ صحیح نشانے پر چلایا جانے والا ایک ہی تیر کافی ہوتا ہے۔ (یہاں صحیح و غلط کلام کو تیر سے تشبیہ دی گئی ہے) (٩) عقلمندی کا ثبوت اسی میں ہے کہ چھپ کر بھی ایسی بات کرے کہ جو ظاہر ہونے کے بعد بھی شرمندگی کا سبب نہ بنے۔ (١٠) حجاب میں غیبت کرتے وقت یہ سوچنا چاہیئے کہ مبادا کہیں دوسری طرف کسی نے کان تو نہیں لگا رکھا

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
درونِ دلت شہر بند است راز	۱	نگر تا نہ بیند در شہر باز
تیرے دل میں راز قیدی ہے		دیکھ بھال کرتا رہ وہ شہر کا دروازہ کھلا نہ دیکھ لے
ازاں مردِ دانا دہاں دوختہ ست	۲	کہ بیند کہ شمع از زباں سوختہ ست
دانا انسان نے اسی لیئے منہ سی لیا ہے		کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ شمع زبان کی وجہ سے جلی ہے

حکایت در حفظِ اسرار

قصہ راز داروں کی حفاظت کے بیان میں

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
تکش با غلاماں یکے راز گفت	۴	کہ ایں را نباید بکس باز گفت
تکش نے غلاموں سے ایک راز کہا		کہ اس کو کسی سے نہ کہنا چاہیئے
بسالے نیامد ز دل بر دہاں	۵	بیک روز شد منتشر در جہاں
ایک سال تک وہ راز دل سے منہ پر نہ آیا		ایک روز دنیا میں پھیل گیا
بہ فرمود جلاد را بے دریغ	۶	کہ بردار سرہائے ایناں بہ تیغ
بغیر کسی افسوس کے جلاد کو حکم دے دیا		کہ ان کے سر تلوار سے جدا کر دو
یکے زاں میاں گفت و زنہار خواست	۷	مکش بندگاں کیں گنہ از تو خاست
ان میں سے ایک نے کہا اور امان چاہی		غلاموں کو نہ قتل کر، یہ گناہ تو تجھ سے ہوا ہے
تو اول نہ بستی کہ سرچشمہ بود	۸	چو سیلاب شد پیش بستن چہ سود
تو نے شروع ہی میں کیوں نہ بند کیا کہ چشمہ کی ابتدا تھی		جب سیلاب بن گیا تو آگے سے بند کرنے سے کیا فائدہ
تو پیدا مکن رازِ دل بر کسے	۹	کہ او خود بگوید بر ہر کسے
تو دل کا راز کسی پر ظاہر نہ کر		کہ وہ خود ہر کسی کے سامنے کہے گا
جواہر بگنجینہ داراں سپار	۱۰	ولے راز را خویشتن پاسدار
جواہر کو خزانچیوں کے سپرد کر دے		لیکن اپنے راز کو اپنے پاس رکھ

(۱) درونِ دلت: تیرے دل کے اندر۔ شہر بند است: نظر بند ہے۔ نگر: دیکھ۔ تا نہ بیند: تاکہ نہ دیکھے۔ درِ شہر: شہر کا دروازہ۔ باز: کھلا۔
(۲) ازآں: اس وجہ سے۔ مردِ دانا: سمجھ دار آدمی۔ دہاں: منہ۔ دوختہ ست: سیئے ہوئے ہے۔ کہ بیند: کیونکہ دیکھتا ہے۔ از زباں: زبان کی وجہ سے۔ سوختہ ست: جلی ہے۔ (۳) حفظِ اسرار: رازوں کی حفاظت۔ (۴) تکش: ایک ترک بادشاہ۔ یکے راز: ایک راز۔ گفت: کہا۔ ایں را: اس کو۔ نباید گفت کے ساتھ لگ کر نہ کہنا چاہیئے۔ بکس: کسی سے۔ (۵) بسالے: ایک سال تک۔ نیامد: نہ آئی۔ بر دہاں: منہ پر۔ بیک روز: ایک دن۔ شد منتشر: پھیل گئی۔ در جہاں: دنیا میں۔
(۶) بہ فرمود: حکم دیا۔ بے دریغ: بغیر افسوس کے۔ بردار: اتار دے۔ سرہائے ایناں: ان کے سر۔ تیغ: تلوار۔ (۷) یکے زاں میاں: ان کے درمیان سے ایک۔ گفت: کہا۔ زنہار خواست: امان چاہی۔ مکش: مت مار۔ بندگاں: غلاموں کو۔ کیں گنہ: کیونکہ یہ گناہ۔ از تو خاست: تجھ سے صادر ہوا ہے۔ (۸) اوّل: شروع میں۔ نہ بستی: نہ باندھا۔ سرچشمہ: چشمہ کی ابتدا۔ بود: تھی۔ چو سیلاب شد: جب سیلاب بن گیا۔ پیش بستن: آگے بند لگانا۔ چہ سود: کیا فائدہ۔
(۹) پیدا مکن: ظاہر نہ کر۔ رازِ دل: دل کا راز۔ بر کسے: کسی شخص کے سامنے۔ کہ او: جو کہ وہ۔ بگوید: کہتا پھرے۔ بر ہر کسے: ہر شخص کے سامنے۔
(۱۰) جواہر: جمع جوہر، موتی۔ بگنجینہ داراں: خزانہ رکھنے والوں کے۔ سپار: سپرد کر دے۔ ولے: لیکن۔ خویشتن: خود۔ پاسدار: محفوظ رکھ۔

تشریح: (۱) اسرار (راز) دل کے ایسے قیدی ہوتے ہیں۔ جو دل کا دروازہ کھلتے ہی فرار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا دل کا دروازہ کبھی نہیں کھولنا چاہیئے۔
(۲) شمع جلنے کا سبب خود اپنی زبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقلاء نے اپنی زبان بند رکھی ہوئی ہے۔ تاکہ شمع جلنے نہ پائے۔
(۳) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے سینے کو راز داری کا قبرستان بنا دینا چاہیئے۔
(۴) تکش نامی ترک بادشاہ نے اپنے غلاموں سے راز افشا نہ کرنے کی تنبیہ کرتے ہوئے راز کی بات بیان کی۔
(۵) راز داری کی وہ بات ایک سال کے عرصہ تک پوشیدہ رہی۔ لیکن سال کے بعد اچانک اس (راز) کا اظہار ایسا ہوا کہ پورے شہر میں اس (راز) کا افشاء ہو گیا۔ (۶) تکش نامی بادشاہ نے افشائے راز کے جرم میں تمام غلاموں کا سر قلم کرنے کا حکم صادر کر دیا۔
(۷) ان (مجرم غلاموں) میں سے ایک غلام نے جان کی امان طلب کرتے ہوئے گذارش کی کہ انہیں (غلاموں کو) بے قصور قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ اصل مجرم آپ خود ہیں۔ (۸) افشائے راز کا جرم درحقیقت خود آپ (بادشاہ) ہی سے سرزد ہوا ہے۔ اب یہ (راز) سیلاب کی طرح پھیل چکا ہے۔ اس لیئے اب اسے روکنا ناممکن ہے۔ (۹) ایسے شخص کے سامنے راز داری کی بات نہیں کرنی چاہیئے۔ جو ہر ایک کے سامنے راز اگلتا پھرے۔
(۱۰) لال و گہر اور ہیرے جواہرات تو دوسرے با اعتماد افراد کے سپرد کیئے جا سکتے ہیں۔ لیکن راز کے بارے میں سوائے اپنی ذات کے کسی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ دوم
سخن تا نہ گوئی برو دست ہست	۱	چو گفتہ شود یابد او بر تو دست
تو نے جب تک بات نہیں کہی ہے تیرا اس پر قابو ہے		جب کہہ دی گئی وہ تیرے اوپر قابو پالے گی
سخن دیو بندیست در چاہِ دل	۲	ببالائے کام و زبانش مہل
دل کے کنوئیں میں بات کا دیو بند ہے		اس کو تالو اور زبان پر نہ آنے دے
تواں باز دادن رہِ نرہ دیو	۳	ولے باز نتواں گرفتن بہ ریو
سرکش دیو کا راستہ کھولا جا سکتا ہے		لیکن مکر سے دوبارہ گرفتار نہیں کیا جا سکتا
تو دانی کہ چوں دیو رفت از قفس	۴	نیاید بہ لاحول کس باز پس
تو جانتا ہے جب دیو پنجرہ سے نکل گیا		کسی کے لاحول پڑھنے سے پھر واپس نہیں آتا ہے
یکے طفل بردارد از رخش بند	۵	نیاید بصد رستم اندر کمند
رخش کا پھندا ایک بچہ کھول سکتا ہے		پھر تو سو رستم سے بھی پھندے میں نہیں آتا
مگو آنکہ گر برملا اوفتد	۶	وجودے ازاں در بلا اوفتد
وہ بات نہ کہہ کہ اگر وہ ظاہر ہو جائے		تو اس سے وجود مصیبت میں آ جائے
بدہقان ناداں چہ خوش گفت زن	۷	بدانش سخن گوئی و یا دم مزن
بیوقوف گنوار سے بیوی نے کیا اچھی بات کہی		بات سمجھ کر کر ورنہ سانس نہ لے

حکایت سلامت جاہل در حجاب خاموشی

خاموشی کے پردے میں جاہل کے بچاؤ کا قصہ

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ دوم
یکے خوب خلق و خلق پوش بود	۹	کہ در مصر یک چند خاموش بود
ایک شخص خوش خلق اور گدڑی پوش تھا		جو مصر میں ایک مدت سے چپ تھا
خرد مند مردم ز نزدیک و دور	۱۰	بگردش چو پروانہ جویانِ نور
نزدیک اور دور کے عقل مند انسان		اس کے گرد پروانوں کی طرح نور کے متلاشی تھے

(۱) سخن، بات۔ تا نہ گوئی، تو جب تک نہ کہے۔ برد، اس پر۔ دست ہست: ہاتھ ہے یعنی قابو ہے۔ چو گفتہ شود: جب کہہ دی جائے۔ یابد او: وہ پالے گی۔ بر تو، تیرے اوپر۔ دست، قابو۔ (۲) سخن: بات۔ دیو بندیست، ایک بند دیو ہے۔ چاہِ دل: دل کا کنواں۔ ببالائے کام، تالو کے اوپر۔ مہل، مت چھوڑ۔ (۳) تواں باز دادن، کھول سکتے ہیں۔ نرہ باز: سرکش دیو کا راستہ۔ ولے، لیکن۔ باز نتواں گرفتن، نہیں پکڑ سکتے۔ بہ ریو، مکر سے۔ (۴) تو دانی، تو جانتا ہے۔ چوں، جب۔ دیو: جن۔ رفت: چلا گیا۔ از قفس، پنجرے سے۔ نیاید: نہیں آتا۔ بہ لاحول کس، کسی کے لاحول پڑھنے سے۔ باز پس، واپس۔ (۵) یکے طفل: ایک بچہ۔ بردارد اٹھا دیتا ہے۔ از رخش بند: رخش گھوڑے کی رسی۔ رخش: رستم کا گھوڑا یا سیاہ و سفید گھوڑا۔ نیاید، نہیں آتا۔ بصد رستم، سو رستم سے۔ اندر کمند جال میں۔ (۶) مگو: مت کہہ۔ آنکہ، جو کچھ کہ۔ برملا ظاہر۔ اوفتد: پڑ جائے۔ وجودے ازاں: ایک وجود اس سے۔ در بلا، مصیبت میں۔ اوفتد: پڑ جاوے۔ (۷) بدہقانِ ناداں: احمق کسان کو۔ چہ خوش: کیا اچھا۔ گفت زن: عورت نے کہا۔ بدانش: سمجھ سے۔ سخن گوئی: بات کہہ۔ دم مزن: دم نہ مار۔ (۸) سلامت جاہل، جاہل کی سلامتی۔ حجابِ خاموشی، خاموشی کا پردہ۔ (۹) یکے: ایک۔ خوب خلق: اچھے اخلاق والا۔ خلق: پرانا کپڑا۔ خلق پوش، گودڑی پہننے والا۔ بود: تھا۔ مصر: ایک ملک۔ یک چند: کچھ دن۔ (۱۰) خرد مند مردم: عقل مند آدمی۔ بگردش، اس کے گرد۔ چو پروانہ: پروانے کی طرح۔ جویانِ نور: نور کے متلاشی۔

تشریح: (۱) راز کی بات جب تک اپنے پاس ہے، سو ہے۔ جب اپنی زبان سے نکل گئی تو وہ ناقابل اعتماد ہے۔ کسی وقت بھی رسوائی کا باعث بن سکتی ہے۔ (۲) بات کی مثال "دیو" جیسی ہے۔ جو دل کے کنوئیں میں بند رہتا ہے۔ جب یہ (بات کا دیو) ایک بار کنوئیں (دل) سے نکل جائے تو پھر اس کا قابو میں آنا دشوار ہے۔ (۳) جب بات کا دیو اپنی بوتل (دل) سے نکل جائے تو پھر دوبارہ واپس آنا محال و مشکل ہے۔ (یہاں راز کی بات کو دیو سے اور دل کو بوتل سے تشبیہ دی گئی ہے۔) (۴) جب ایک دیو بوتل سے نکل جائے تو لاکھ لاحول پڑھتے رہیں۔ اس کا واپس آنا مشکل ہے۔ (دانا کا قول ہے کہ بات زبان سے اور تیر کمان سے ایک بار نکل جائے تو پھر واپس نہیں آتے۔) (۵) بندھے ہوئے مشکی گھوڑے کو ایک چھوٹا سا بچہ باآسانی کھول سکتا ہے۔ لیکن کھل جانے کے بعد بہت سے رستم بھی مل جائیں تو اسے (مشکی گھوڑے کو) زیر کر کے نہیں باندھ سکتے۔ (۶) جس کلام سے لوگوں پر یا کسی کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تو ایسی بات نہیں کہنی چاہیئے۔ (مثلاً چغلی، شکایت، پُرفریب کلام وغیرہ) (۷) کسی اجڈ (بے وقوف) کسان کو اس کی عقل مند بیوی نے سمجھاتے ہوئے کہا کہ بلا سوچے سمجھے بات کہنے سے خاموشی بہتر ہے۔ (۸) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خاموشی کے پردے میں انسان کی جہالت پوشیدہ رہتی ہے۔ لہٰذا بے علم آدمی کیلئے خاموشی بہتر ہے۔ (۹) ملک مصر میں ایک خوش خلق درویش رہائش پذیر تھا جو عرصہ دراز تک خود کو خاموشی کے پردے میں چھپائے ہوئے تھا۔ (۱۰) اس (خوش خلق درویش) سے فیض حاصل کرنے کیلئے بڑی دور دور سے لوگوں کی آمد آمد رہتی تھی۔ جیسا کہ اندھیروں میں بھٹکنے والے پروانوں کی آمد آمد شمع کے گرد ہوتی ہے۔

	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	تفکر شبے با دلِ خویش کرد	کہ پوشیدہ زیرِ زبانست مرد
	ایک رات اس نے اپنے دل میں سوچا	کہ انسان زبان کے نیچے پوشیدہ ہے
۲	اگر من چنیں سر بخود در برم	چہ دانند مردم کہ دانشورم
	اگر میں اسی طرح خاموش رہوں	تو لوگ کیا سمجھیں گے کہ میں عقل مند ہوں
۳	سخن گفت و دشمن بدانست و دوست	کہ در مصر ناداں تر از وے ہموست
	اس نے بات کہی اور دشمن اور دوست نے جان لیا	کہ مصر میں اس سے زیادہ نادان وہی ہے
۴	حضورش پریشان شد و کار زشت	سفر کرد و بر طاق مسجد نوشت
	اس کے یہاں کی حاضری بکھر گئی اور کام بگڑ گیا	وہ وہاں سے چل دیا اور مسجد کی محراب پر لکھدیا
۵	در آئینہ گر خویشتن دیدمے	بہ بے دانشی پردہ ندریدمے
	اگر میں اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھ لیتا	تو میں بے وقوفی سے اپنا پردہ چاک نہ کرتا
۶	چنیں زشت ازاں پردہ برداشتم	کہ خود را نکو روئے پنداشتم
	ایسی بُرائی کے ہوتے ہوئے میں نے اسی لیے پردہ اٹھادیا	کہ میں نے اپنے آپ کو خوبصورت سمجھا
۷	کم آواز را باشد آوازہ تیز	چو گفتی و رونق نماندت گریز
	کم گو کی شہرت تیز ہوتی ہے	جب تو بول پڑے اور تیری رونق باقی نہ رہے تو بھاگ جا
۸	ترا خامشی اے خداوندِ ہوش	وقار ست و نااہل را پردہ پوش
	اے صاحب ہوش تیری خاموشی	بردباری ہے اور نااہل کے لیۓ پردہ پوش ہے
۹	اگر عالمی ہیبتِ خود مبر	و گر عامئی پردۂ خود مدر
	اگر تو عالم ہے اپنی ہیبت نہ کھو	اگر تو عامی ہے تو اپنا پردہ چاک نہ کر
۱۰	ضمیرِ دلِ خویش منمائے زود	کہ ہر گہ کہ خواہی توانی نمود
	دل کی چھپی بات کو جلد نہ دکھا	اس لیۓ کہ تو جب بھی چاہے گا دکھا سکے گا

(۱) تفکر: غور و فکر کرنا۔ شبے: ایک رات۔ با دلِ خویش: اپنے دل سے۔ کرد: کیا اس نے۔ پوشیدہ: چھپا ہوا۔ زیرِ زبان: زبان کے نیچے۔ ست: ہے۔
(۲) من: میں۔ چنیں: ایسے ہی۔ سر بخود: اپنے سر۔ اندر برم: لے جاؤں یعنی چپ رہوں۔ چہ دانند: کیا جانیں گے۔ مردم: لوگ۔ دانشورم: میں دانشور ہوں۔ (۳) سخن گفت: بات کہی اس نے۔ بدانست: جان لیا۔ در مصر: مصر کے اندر۔ ناداں تر از وے: اس سے زیادہ نادان۔ ہموست: وہی ہے۔
(۴) حضورش: اس کی حاضری۔ پریشان شد: بکھر گئی۔ کار: کام۔ زشت: بُرا۔ سفر کرد: سفر کر گیا۔ طاقِ مسجد: مسجد کا محراب۔ نوشت: لکھا۔ (۵) در آئینہ: شیشہ میں۔ خویشتن دیدمے: اپنے آپ کو میں دیکھ لیتا۔ بے دانشی: بے سمجھی۔ ندریدمے: نہ پھاڑتا میں یعنی نہ بولتا۔ (۶) چنیں زشت: ایسا بدصورت۔ ازاں: اس وجہ سے۔ برداشتم: اٹھایا میں نے۔ خود را: اپنے آپ کو۔ نکو روئے: خوبصورت۔ پنداشتم: سمجھا میں نے۔
(۷) کم آواز: کم بولنے والا۔ باشد: ہووے۔ آوازہ تیز: شہرت زیادہ۔ چو گفتی: جب تو نے کہہ دیا۔ نماندت: نہ رہی تجھے۔ گریز: بھاگ جا۔ (۸) ترا: تجھ کو۔ خداوند ہوش: ہوش کا مالک۔ وقار ست: زینت ہے۔ پردہ پوش: پردہ ڈھانپنے والی۔ (۹) عالمی: اصل عالم ای عالم ہے تو۔ ہیبتِ خود: اپنی ہیبت۔ مبر: مت لے جا۔ عامئی: اصل عامی ہستی جاہل ہے تو۔ پردۂ خود: اپنا پردہ۔ مدر: مت پھاڑ۔

(۱۰) ضمیرِ دلِ خویش: اپنے دل کا بھید۔ منمائے: مت دکھا۔ زود: جلدی۔ ہرگہ: کہ جس وقت۔ خواہی: تو چاہے۔ توانی نمود: دکھا سکتا ہے تو۔

تشریح: (۱) اسی اثناء میں اس (درویش) نے سوچا کہ انسان اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ بایں وجہ کہ خوش کلامی سے دلوں کا شکار کیا جاتا ہے۔ (۲) خاموش رہنے سے لوگ میرے دانشورانہ خیالات سے لاعلم رہیں گے۔ (یعنی کسی کو کیا معلوم کہ میری فہم و فراست کس قدر گہرائی پر مبنی ہے) (۳) چنانچہ جونہی اس (درویش) نے اپنی دانست میں دانشورانہ کلام ظاہر کیا تو لوگوں پر اس کی جہالت و حماقت کھل کر سامنے آگئی۔ (۴) اس (درویش) کی اصلیت ظاہر ہونے کے بعد لوگوں کا ہجوم ختم ہوتا گیا۔ عقیدت کے بجائے نفرت نے لوگوں کے دلوں میں جڑ پکڑ لی۔ بالآخر اسے وہاں سے جانا پڑا۔ (۵) جاتے جاتے مسجد کے محراب میں ایک نوشتہ لکھا کہ اگر میں (درویش) آئینے میں اپنی صورت دیکھ لیتا تو منہ کے ذریعے اپنی حماقت کو بے نقاب نہ کرتا۔ (۶) بزعم خویش عقل و دانش کی خوبصورتی درحقیقت بدصورتی ظاہر ہوئی۔ زبان کھولتے ہی حماقت و جہالت کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ گیا۔ (اس کا ذمہ دار میں خود ہوں) (۷) کم بولنے والے شخص کو بہت جلد شہرت ملتی ہے۔ لیکن اگر بولنے سے سب کچھ خاک میں مل جائے تو وہاں سے چلے جانا بہتر ہے۔ (۸) علم و حکمت کے حامل کے لیۓ وقار و اعزاز خاموشی میں مضمر ہے۔ جبکہ جہلاء کے لیۓ خاموشی پردہ پوشی کا کام دیتی ہے۔ (۹) علم و حکمت سے بھرپور شخصیت کا زیادہ کلام کرنا اسے اپنے وقار سے گرا دیتا ہے۔ عام (جاہل) آدمی کے زیادہ بولنے سے اس کی جہالت کا پردہ چاک ہوجاتا ہے۔ (۱۰) دل کا راز افشا کرنے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ کیونکہ افشائے راز کا معاملہ اپنے اختیار میں ہے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
ولیکن چو پیدا شود رازِ مرد	۱	بکوشش نشاید نہاں باز کرد
لیکن جب انسان کا راز ظاہر ہو جاتا ہے		تو اس کو دوبارہ کوشش سے پوشیدہ نہیں کیا جاسکتا
قلم سِرِّ سلطاں چہ نیکو نہفت	۲	کہ تا کارد بر سر نبودش نہ گفت
قلم نے شاہی راز کو کس قدر بہتر طریقہ پر چھپایا		جب تک اس کے سر پر چھری نہ رکھی گئی اس نے نہ کہا
بہائم خموشند و گویا بشر	۳	پراگندہ گو از بہائم بتر
چوپائے خاموش ہیں اور انسان گویا ہے		اگر تو بکے گا تو چوپایوں سے بدتر ہے
چو مردم سخن گفت باید بہوش	۴	وگرنہ شدن چو بہائم خموش
ہوش کے ساتھ انسانوں کی طرح بات کرنا چاہیئے		ورنہ چوپایوں کی طرح چپ رہنا چاہیئے
بنطق است و عقل آدمی زادہ فاش	۵	چو طوطی سخن گوئی و ناداں مباش
انسان کا بچہ قوتِ گویائی اور عقل سے مشہور ہے		طوطی کی طرح بولنے والا اور نادان نہ بن

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
یکے ناسزا گفت در وقتِ جنگ	۷	گریبان دریدند وے را بہ چنگ
ایک شخص نے لڑائی میں نامناسب بات کہی		لوگوں نے ہاتھ سے اس کا گریبان پھاڑ ڈالا
قفا خوردہ عریاں و گریاں نشست	۸	جہاندیدۂ گفتش اے خود پرست
پٹ کر ننگا اور روتا ہوا بیٹھ گیا		ایک جہاندیدہ نے اس سے کہا، اے خود پرست
چو غنچہ گرت بستہ بودے دہن	۹	دریدہ ندیدے چو گل پیرہن
اگر تیرا منہ غنچہ کی طرح بند ہوتا		پھول کی طرح لباس چاک نہ دیکھتا
سراسیمہ گوید سخن پر گزاف	۱۰	چو طنبور بے مغز بسیار لاف
پریشان آدمی بیہودگی سے بھری بات کرتا ہے		بہت ڈینگیں مارنے والا طنبورہ کی طرح بے مغز ہوتا ہے

(۱) چو: جب۔ پیدا شود: ظاہر ہو جاوے۔ رازِ مرد: مرد کا راز۔ نشاید: نہیں ممکن۔ نہاں: پوشیدہ۔ باز کرد: پھر کرنا۔ (۲) سِرِّ سلطاں: بادشاہ کا راز۔ چہ نیکو: کیا خوب۔ نہفت: چھپایا۔ کہ تا: جب تک کہ۔ کارد: چھری۔ بر سر: سر پر۔ نبودش: نہ تھی اس کے۔ نہ گفت: نہیں کہا۔ (۳) بہائم: جمع بہیمہ چوپایہ۔ خموشند: چپ ہیں۔ گویا: بولنے والا۔ بشر: آدمی۔ پراگندہ گو: بیہودہ بکنے والا۔ بتر: زیادہ بُرا۔

(۴) چو مردم: انسانوں کی طرح۔ سخن گفت باید: بات کہنی چاہیئے۔ بہوش: ہوش سے۔ شدن خموش: مل کر خاموش رہنا چاہیئے۔ چو بہائم: چوپایوں کی طرح۔ (۵) بنطق: بولی کے ساتھ۔ است: ہے۔ آدمی زادہ: آدمی کا جنا ہوا۔ فاش: ظاہر۔ چو طوطی: طوطی کی طرح۔ سخن گوئی: بات کہہ۔ مباش: مت ہو۔ (۶) حکایت: کہانی۔

(۷) ناسزا: نامناسب۔ گفت: کہا۔ وقتِ جنگ: جنگ کے وقت۔ دریدند: پھاڑا انہوں نے۔ وے را: اس کو۔ بہ چنگ: چنگل سے۔ (۸) قفا خورد: دھول کھائی۔ عریاں: ننگا۔ گریاں: روتا ہوا۔ نشست: بیٹھ گیا۔ جہاندیدہ: ایک تجربہ کار نے۔ گفتش: اس کو کہا خود پرست: اپنے آپ کو پوجنے والے۔ (۹) چو غنچہ: غنچے کی طرح۔ گرت: اگر تیرا۔ بستہ بودے: بند رہتا۔ دہن: منہ۔ دریدہ: پھٹا ہوا۔ ندیدے: نہ دیکھتا۔ چو گل: پھول کی طرح۔ پیرہن: لباس۔

(۱۰) سراسیمہ: پریشان۔ گوید: کہتا ہے۔ سخن: بات۔ پر گزاف: بیہودہ۔ چو طنبور: طنبورے کی طرح۔ بسیار لاف: بہت ڈینگیں مارنے والا۔

تشریح: (۱) جب کسی شخص کا راز ایک بار افشار ہو جائے تو بسیار کوشش کے باوجود وہ (راز) صیغۂ راز نہیں بنتا۔
(۲) چونکہ راز کا اصل تعلق دِل سے ہے۔ خواہ وہ شاہی راز ہو یا عامی۔ جب تک قلم تراشا نہیں جاتا۔ اس وقت تک وہ لکھتا نہیں۔ چنانچہ رازِ شاہی بھی قلم کے بغیر افشا نہیں ہوتا۔ (۳) جانور ہمیشہ بے زبان ہوتے ہیں۔ اور انسان اہل زبان ہے۔ لیکن جو شخص ہر وقت ہذیان بکتا ہے۔ وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ (۴) آدمی کو چاہیئے کہ وہ کلام کرنے سے پہلے انسانوں کی طرح سوچے، تولے پھر بولے۔ ورنہ جانوروں کی طرح خاموشی بہتر ہے۔
(۵) جانوروں کے بالمقابل انسان کو دو طرح سے امتیاز حاصل ہے: قوتِ گویائی سے اچھے الفاظ ادا کرنا؛ دانشورانہ طرزِ تکلم۔ چنانچہ انسان کو طوطی کی طرح خوش روئی سے بات کرنی چاہیئے۔ احمقانہ ہڑبونگ سے تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ (۶) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان زبان کی وجہ سے تختِ شاہی پر بیٹھتا ہے اور زبان ہی کی وجہ سے تختۂ دار پر چڑھ جاتا ہے۔ (۷) ایک آدمی نے جھگڑا کرتے وقت خصم (مدمقابل) کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیئے۔ جس کی وجہ سے خصم نے اس کا گریبان چاک کر دیا۔ (۸) پٹائی ہونے اور کپڑے پھٹنے کے بعد وہ (ہذیان بکنے والا شخص) رونے بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں ایک عقل مند آدمی نے اسے "خود پرست" کہہ کر پکارا۔ (۹) اگر تو اپنا منہ غنچے کی طرح بند رکھتا (بدزبانی نہ کرتا) تو پھول کی طرح تیرے کپڑے پھٹنے نہ پاتے۔ (یعنی تیرا بُرا حال خود تیری بدزبانی کا نتیجہ ہے) (۱۰) جو شخص عقل و شعور کی دولت سے محروم ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ نہ صرف خالی طنبور کی طرح ڈینگیں مارتا ہے۔ بلکہ بے ہودہ قسم کی باتیں کرتا رہتا ہے۔

نہ بینی کہ آتش زبان ست و بس	۱	بآبے تواں کشتنش در نفس
تو نہیں دیکھتا کہ آگ فقط شعلہ ہے		اس کو فوراً ہی پانی سے بجھایا جا سکتا ہے
اگر ہست مرد از ہنر بہرہ ور	۲	ہنر خود بگوید نہ صاحب ہنر
اگر انسان ہنر سے بہرہ ور ہے		تو ہنر خود بولتا ہے نہ کہ صاحب ہنر
اگر مشک خالص نداری مگوئی	۳	گرت ہست خود فاش گردد ببوئی
اگر تیرے پاس خالص مشک نہیں ہے تو نہ کہہ		اگر ہے تو وہ خود خوشبو سے ظاہر ہو جائے گا
بسوگند گفتن کہ زر مغربی ست	۴	چہ حاجت محک خود بگوید کہ چیست
قسم کھا کر کہنا کہ مغربی سونا ہے		اس کی کیا ضرورت! کسوٹی خود بتا دے گی کہ کیا ہے
بگویند ازیں حرف گیراں ہزار	۵	کہ سعدی نہ اہلست و آمیزگار
نکتہ چیں اس قسم کی ہزار باتیں کرتے ہیں		کہ سعدیؒ نہ تو اہل ہے، نہ میل جول کا
روا باشد ار پوستینم درند	۶	کہ طاقت ندارند مغزم برند
مناسب ہے اگر وہ میری پوستین پھاڑ ڈالیں		اس لئے کہ مجھ میں طاقت نہیں ہے کہ وہ میرا بھیجا کھائیں

حکایت

کہانی

عضد را پسر نیک رنجور بود	۸	شکیب از نہادِ پدر دُور بود
عضدالدولہ کا لڑکا بہت بیمار تھا		باپ کی طبیعت سے صبر دور ہو چکا تھا
یکے پارسا گفتنش از روئے پند	۹	کہ بگزار مرغانِ وحشی ز بند
نصیحت کے طور پر اس سے نیک شخص نے کہا		کہ وحشی پرندوں کو قید سے آزاد کر دے
قفسہائے مُرغ سحر خواں شکست	۱۰	کہ در بند ماند چو زنداں شکست
اس نے صبح کے چہچہانے والے پرندوں کے پنجرے توڑ دیئے		جب قید خانہ ٹوٹ جائے، قید میں کون ٹھہرتا ہے

(۱) نہ بینی: تو نہیں دیکھتا۔ آتش: آگ۔ زبان مراد شعلہ۔ بس: فقط۔ بآبے: پانی کے ساتھ۔ تواں کشتنش: اس کو بجھا سکتے ہیں۔ در نفس: ایک دم میں۔ (۲) ہست: ہے۔ بہرہ ور: حصہ دار۔ بگوید: کہے گا۔ زصاحب ہنر: ہنر مند کے متعلق۔ (۳) مشک: کستوری۔ نداری: نہیں رکھتا تو۔ مگوئی: مت کہہ۔ گرت ہست: اگر تیرے پاس ہے۔ فاش گردد: ظاہر ہو جائے گا۔ ببوئی: خوشبو سے۔ (۴) بسوگند گفتن: قسم کھا کر کہنا۔ زر: سونا۔ مغربی ست: مغربی کا ہے۔ چہ حاجت: کیا ضرورت۔ محک: کسوٹی۔ خود بگوید: خود بتلائے گی۔ کہ چیست: کہ کیا رکھتا ہے۔ (۵) بگویند: کہیں گے۔ ازیں: اسی وجہ سے۔ حرف گیراں: عیب چیں۔ سعدی: مصنف۔ نہ اہلست: اہل نہیں ہے۔ آمیزگار: میل جول والا۔ (۶) روا: جائز۔ باشد: ہووے۔ پوستینم: میری پوستین یا کھال۔ درند: پھاڑ ڈالیں۔ ندارند: نہیں رکھتے ہیں۔ مغزم: میرا مغز۔ برند: لے جاویں (۷) حکایت: کہانی۔ (۸) عضد: بنو دیم کا مشہور بادشاہ عضدالدولہ۔ نیک: بہت۔ رنجور: بیمار بود: تھا۔ شکیب: صبر۔ نہاد پدر: باپ کی طبیعت (۹) یکے پارسا: ایک پرہیزگار۔ گفتنش: اس کو کہا از روئے پند: بطور نصیحت کے۔ بگزار: چھوڑ دے مرغان وحشی: جنگلی پرندے جو بند کئے ہوئے ہیں۔ بند: قید۔ (۱۰) قفسہائے مُرغ سحر: صبح کو گانے والے پرندوں کے پنجرے۔ شکست: توڑ دیئے۔ کہ: کون۔ در بند: قید میں۔ ماند: رہے۔ چو زنداں: جب قید خانہ۔ شکست: ٹوٹ جائے۔

تشریح: (۱) آگ صرف ایسا شعلہ ہوتی ہے جو پانی کے معمولی سے چھینٹے سے بجھ جاتی ہے۔ اس شعر میں زبان کو شعلہ سے اور زبان دراز کی حالت کو پانی سے بجھنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ (۲) آدمی خود کو اس وقت تک ہنرمند ثابت نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ عملی طور پر با ہنر ثابت نہ کرے۔ (کیونکہ ہنرمند کی پہچان اس کے ہنر سے ہوتی ہے) (۳) خالص کستوری کی خوشبو از خود اپنے وجود کا احساس دلاتی ہے محض تعریف سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (یہاں عقل و شعور اور خوش کلامی کو کستوری سے تشبیہہ دی گئی ہے) (۴) سونے کو مغربی ثابت کرنے کے لیے حلفیہ بیان دینے کی ضرورت نہیں۔ کسوٹی پر پرکھنے سے خود بخود اس (سونے) کی اصلیت معلوم ہو جاتی ہے۔ (باشعور کو سونے کی تشبیہہ ہے) (۵) عیب جوئی کرنے والے لوگ ہمیشہ نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں۔ شیخ سعدیؒ جیسی شخصیت کی نااہلی کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں۔ جبکہ بوستان و گلستان ان کی اہلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (۶) میرے (شیخ سعدیؒ کے) نکتہ چیں لوگ حسد کی وجہ سے کھال وغیرہ تو اتار سکتے ہیں۔ لیکن دماغ نہیں چھین سکتے۔ (یعنی مقابلے میں بہتر کلام پیش نہیں کر سکتے) (۷) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان خوش نوا بلبل کی طرح مصائب کے جیل خانوں میں قید ہو جاتا ہے۔ خاموش رہنے سے محاسبہ نہیں ہوتا۔ (۸) بنو دیم کے معروف بادشاہ عضدالدولہ کا بیٹا مریض تھا مرض کی انتہا کے باعث عضدالدولہ کا دامن صبر سے چھوٹ چکا تھا۔ (۹) ایک دن کسی بزرگ نے اسے (عضدالدولہ کو) نصیحت کی کہ اگر تم اپنے بیٹے کی صحتیابی و سلامتی چاہتے ہو تو پنجرے میں قید تمام پنچھی رہا کر دو۔ (۱۰) چنانچہ اس (عضدالدولہ) نے صبح کے وقت چہکنے والے تمام پرندے اڑا دیئے۔ (اور لڑکا تندرست ہو گیا)

	مصرع اوّل		مصرع دوم
۱	نگہداشت بر طاقِ بستاں سرائے		یکے نامور بلبلِ خوش سرائے
	پائیں باغ کے کنگرے پر محفوظ رکھی		ایک مشہور عمدہ گانے والی بلبل
۲	پسر صبحدم سوئے بستاں شتافت		جز آں مرغ بر طاقِ ایواں نیافت
	لڑکا صبح کے وقت باغ میں گیا		محل کی محراب پر اس پرندے کے سوا کسی کو نہ پایا
۳	بخندید کاے بلبلِ خوش نفس		تو از گفت خود ماندۂ در قفس
	وہ ہنسا کہ اے خوش الحان بلبل		تو اپنی گفتار کی خاطر پنجرے میں رہی ہے
۴	ندارد کسے با تو ناگفتہ کار		ولیکن چو گفتی دلیلش بیار
	تیرے نہ کہے ہوئے سے کسی کا کوئی تعلق نہیں ہے		لیکن جب تو نے کہا ہے تو اُس کی دلیل لا
۵	چو سعدی کہ چندے زباں بستہ بود		ز طعنِ زباں آوراں رستہ بود
	جیسا کہ سعدی ہے کہ جبتک وہ زبان بند کیئے ہوئے تھا		زبان درازوں کے طعنہ سے چھوٹا ہوا تھا
۶	کسے گیرد آرامِ دل در کنار		کہ از صحبتِ خلق گیرد کنار
	گوشہ میں دل کا آرام وہی پا سکتا ہے		جو لوگوں کی صحبت سے کنارا اختیار کرے
۷	مکن عیبِ خلق اے خردمند فاش		بعیبِ خود از خلق مشغول باش
	اے عقل مند: لوگوں کا عیب ظاہر نہ کر		اپنے عیب میں لگ لوگوں سے دھیان ہٹالے
۸	چو باطل سرایند مگمار گوش		چو بے ستر بینی بصیرت بپوش
	اگر وہ بکیں تو کان نہ دھر		تو جب کسی کو ننگا دیکھے آنکھ بند کرلے

حکایت

کہانی

۱۰	شنیدم کہ در بزمِ ترکانِ مست		مُریدے دف و چنگِ مطرب شکست
	میں نے سنا ہے کہ مست ترکوں کی محفل میں		ایک مریدنے گویے کا دھپڑا اور ستار توڑ ڈالا

(۱) نگہداشت: محفوظ رکھا۔ طاق بستاں سرائے: باغ کی محراب۔ یکے نامور: ایک مشہور۔ بلبل خوش سرائے: اچھا گانے والا بلبل۔ (۲) پسر: بیٹا۔ صبحدم: سویرے۔ سوئے بستاں: باغ کی طرف۔ شتافت: دوڑا۔ جز آں مرغ: اس پرندے کے سوا۔ طاق ایواں: محل کی محراب۔ نیافت: نہ پایا۔ (۳) بخندید: ہنسا۔ کاے: کہ اے۔ بلبل خوش نفس: اچھی آواز والی بلبل۔ از گفت خود: اپنے قول سے۔ ماندۂ: رہی ہے تو۔ قفس: پنجرا۔ (۴) ندارد: نہیں رکھتا۔ کسے: کوئی شخص۔ باتو: تیرے ساتھ۔ ناگفتہ: بغیر کہے۔ کار: کام۔ چو گفتی: جب کہا تو نے۔ دلیلش: اس کی دلیل۔ بیار: لا۔ (۵) چو سعدی: سعدی کی طرح۔ چندے: کچھ دیر۔ بستہ: بند کیے ہوئے تھا۔ طعن زباں آوراں: زبان دانوں کا طعنہ۔ رستہ بود: چھوٹا ہوا تھا۔ (۶) کسے: کوئی شخص۔ گیرد: حاصل کرے گا۔ آرام دل: دل کا آرام۔ صحبت خلق: مخلوق کی صحبت۔ گیرد: پکڑے۔ کنار: کنارہ۔ (۷) مکن: مت کر۔ عیب خلق: مخلوق کا عیب۔ خردمند: عقل مند۔ فاش: ظاہر۔ بعیب خود: اپنے عیب میں۔ از خلق: مخلوق سے۔ مشغول باش: مشغول ہوجا۔ (۸) چو: جب۔ باطل سرایند: جھوٹ بولیں۔ مگمار گوش: کان نہ لگا۔ چو: جب: بے ستر: بے پردہ: بینی: دیکھے تو۔ بصیرت: آنکھ۔ بپوش: بند کرلے۔ (۹) حکایت: کہانی۔ (۱۰) شنیدم: میں نے سنا۔ بزم ترکان مست: مست ترکوں کی مجلس۔ مریدے: ایک مرید۔ چنگ مطرب: گویے کی ستار۔ شکست: توڑ دی۔

تشریح: (۱) صرف باغ کے محراب میں لٹکے ہوئے خوشنوا بلبل کو پنجرے سے آزاد نہ کیا۔ (کیونکہ صبح کے وقت کی خوشنوائی بھلی لگتی ہے۔) (۲) علی الصبح جب لڑکا باغ کی سیر و تفریح کرنے کے لیئے گیا تو اسے (عضد الدولہ کے لڑکے کو) صرف ایک بلبل محراب میں لٹکا ہوا پایا۔
(۳) بلبل کو دیکھ کر وہ (عضد الدولہ کا لڑکا) ہنسا اور کہا کہ تجھے تیری خوشنوائی نے یہاں قید کرا رکھا ہے۔ (ورنہ تجھے بھی آزادی مل جاتی)
(۴) انسان جب تک خاموش رہتا ہے۔ اس وقت تک کسی کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ جب کوئی بات کہے گا تو اس کی دلیل طلب کی جائے گی۔
(۵) ایک وقت تھا کہ میں (شیخ سعدیؒ) نے شعر گوئی کا سلسلہ منقطع کردیا تھا۔ چنانچہ اس دور میں مجھے کسی زبان دان نے طعنہ کا نشانہ نہیں بنایا۔
(۶) سکون قلب تو صرف اسی کو نصیب ہوتا ہے جو تارک دنیا ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرلے۔ (۷) لوگوں کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے معائب پر نظر رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ: ؎ جب پڑی اپنے عیبوں پہ نظر تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا۔ (۸) جب کوئی شخص بدزبانی میں مصروف ہو تو اس کی بیہودہ باتوں پر کان نہیں لگانے چاہئیں۔ برہنہ کو دیکھ کر نظریں نیچی کرنی چاہئیں۔ (۹) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان جب تک خاموش رہتا ہے۔ تب تک سُکھی رہتا ہے۔ جونہی زبان کھولتا ہے۔ تو پھنس جاتا ہے۔
(۱۰) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ ترک سپاہی مستی میں گا بجا رہے تھے کہ کسی پیر کے مُرید نے ان (ترک سپاہیوں) کی دف اور ستار توڑ دی۔

مصرع اول		مصرع دوم
چو چنگش کشیدند حالے بموئے	۱	غلامان و چوں دف زدندش بروئے
اسے فوراً ستار کی طرح کھینچا		نوکروں نے اور دھپڑے کی طرح اس کے منہ کو پیٹا
شب از درد چوگان و سیلی نخفت	۲	دگر روز پیرش بہ تعلیم گفت
چوب اور چپت کے درد سے رات کو نہ سو سکا		دوسرے دن پیر نے تعلیم کے طور پر اس سے کہا
نخواہی کہ باشی چو دف روئے ریش	۳	چو چنگ اے برادر سر انداز پیش
اگر تو چاہتا ہے کہ دھپڑے کی طرح تیرا چہرہ زخمی ہو		تو ستار کی طرح آگے کو سر ڈالے رکھ

مثل

مثال

مصرع اول		مصرع دوم
دو کس گرد دیدند و آشوب و جنگ	۵	پراگندہ نعلین و پرندہ سنگ
دو آدمیوں نے گرد اور غل اور لڑائی دیکھی		چلتے جوتے اور اڑتے پتھر دیکھے
یکے فتنہ دید از طرف برشکست	۶	یکے درمیاں آمد و سر شکست
ایک نے جھگڑا دیکھا، کنارے ہٹ گیا		ایک درمیان میں گیا اور سر پھوڑا
کسے خوشتر از خویشتن دار نیست	۷	کہ با خوب و زشت کسش کار نیست
کوئی شخص اپنے آپ کو بچائے رکھنے والے سے اچھا نہیں ہے		کہ اس کو کسی کے اچھے اور بُرے سے مطلب نہیں ہے
ترا دیدہ در سر نہادند و گوش	۸	دہن جائے گفتار و دل جائے ہوش
تیرے سر میں آنکھیں اور کان لگائے ہیں		منہ بات کرنے کی جگہ اور دل عقل کا مقام ہے
مگر باز دانی نشیب و فراز	۹	نہ گوئی کہ ایں کوتہ ست آں دراز
تاکہ تو پستی کو بلندی سے پہچان سکے		نہ کہ تو یہ کہے کہ یہ کوتاہ ہے، وہ لمبا ہے

(۱) چو چنگش، ستار کی طرح اس کو۔ کشیدند، کھینچا انہوں نے۔ حالے، فی الحال۔ بموئے، بالوں سے۔ چوں دف، دف کی طرح۔ زدندش، مارا انہوں نے اس کو۔ بروئے، چہرے پر۔ (۲) شب: رات کو۔ درد چوگان، بلے کا درد۔ سیلی، تھپڑ۔ نخفت، نہ سویا۔ دگر روز: اگلے دن۔ پیرش، پیر نے اس کو۔ بہ تعلیم: سمجھانے کے لیے۔ گفت، کہا۔

(۳) نخواہی: تو نہیں چاہتا۔ کہ باشی، ہووے تو۔ چو دف: مثل دف کے۔ روئے ریش: زخمی چہرہ۔ چو چنگ: مثل ستار کے۔ برادر، بھائی۔ سر انداز: سر ڈالے۔ پیش: سامنے۔ (۴) مثل، مثال۔

(۵) دو کس: دو شخص۔ دیدند، دیکھا انہوں نے۔ آشوب: شور و غل۔ پراگندہ، بکھرے ہوئے۔ نعلین، جوتے۔ پرندہ سنگ، اڑتے ہوئے پتھر۔

(۶) یکے: ایک نے۔ فتنہ دید، فتنہ دیکھا۔ از طرف، کنارے سے۔ برشکست، ٹوٹ گیا۔ درمیاں: بیچ میں آمد: آیا۔ سر شکست، سر پھڑوا لیا۔ (۷) کسے، کوئی شخص۔ خوشتر: اچھا۔ خویشتن دار: اپنے آپ محفوظ رکھنے والا۔ نیست: نہیں ہے۔ خوب و زشت، اچھا اور بُرا۔ زشت کسش، کسی کی بدی کے ساتھ کار، کام۔ (۸) ترا: تیرا۔ دیدہ: آنکھ۔ در سر: سر میں۔ نہاد: رکھی۔ گوش، کان۔ دہن، منہ جائے گفتار، بولنے کی جگہ۔ جائے ہوش: عقل کی جگہ۔ (۹) مگر، تاکہ۔ باز دانی، جان سکے تو۔ نشیب و فراز: نیچ اونچ۔ نہ گوئی: نہ کہے تو۔ ایں: یہ۔ کوتہ: چھوٹا۔ ست: ہے۔ آں: وہ۔ دراز: لمبا۔

تشریح: (۱) ترک سپاہیوں نے بھی اس (مرید) کی خوب پٹائی کی۔ بالوں سے دف کی طرح گھسیٹا اور اس (مرید) کے چہرے پر ضربیں لگائیں۔

(۲) وہ (مرید) تکلیف کی شدت کے باعث رات بھر نہ سو سکا۔ اور کراہتا رہا۔ دوسرے دن اپنے پیر کے پاس گیا تو اس (پیر) نے نصیحت کی۔

(۳) اگر تو (مرید) چاہتا ہے کہ تیرا یہ حشر نہ ہو تو پھر تجھے ستار کی طرح جھک جانا چاہیئے۔ یعنی عجز و انکساری سے کام لینا چاہیئے۔

(۴) عنوان، اس مثل (حکایت) میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کرنے کے بجائے محض اپنے کام سے غرض رکھنی چاہیئے۔

(۵) دو آدمیوں نے گرد و غبار و شور سنا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ لڑائی ہو رہی ہے جس میں جوتوں اور پتھروں کا آزادانہ استعمال ہو رہا ہے۔

(۶) ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے مصلحت کوشی سے کام لیتے ہوئے وہاں (جنگ) سے کنارہ کشی اختیار کی۔ جبکہ دوسرا جنگ میں مخل ہو کر اپنا سر پھڑوا بیٹھا۔ (۷) بہترین شخص وہ ہے جو خود دار ہو اور کسی کے معاملے میں خلل نہ ڈالے اور نہ ہی اسے کسی کی بھلائی و بُرائی میں دخل دینا چاہیئے۔

(۸) انسان کے پاس کان اور آنکھیں ہیں۔ بات کرنے کے لیئے منہ اور سمجھنے کے لیئے دل ہے۔ لہٰذا اسے چاہیئے کہ وہ سوچ سمجھ کر سُنے، دیکھے اور گفتگو کرے۔

(۹) تاکہ کسی پر تنقید و تنقیص یا تنقید برائے تنقید یا کج بحثی کے بجائے اونچ نیچ کے معاملات سمجھنے کے لیئے عقل و شعور سے کام لے سکے۔

حکایت در معنئ راحت خاموشی و آفت بسیار سخنی

قصہ چپ رہنے کی راحت اور بہت بولنے کی مصیبت کے بیان میں

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۲	چنیں گفت پیرے پسندیدہ ہوش	خوش آید سخنہائے پیراں بگوش
	پسندیدہ عقل بوڑھے نے اس طرح کہا ہے	بوڑھوں کی باتیں کان کو بھلی لگتی ہیں
۳	کہ در ہند رفتم بکنجے فراز	چہ دیدم چو یلدا سیاہے دراز
	کہ میں ہندوستان میں ایک دور کے گوشہ میں گیا	میں نے کیا دیکھا، ایک لمبا حبشی اندھیری رات جیسا
۴	در آغوش او دخترے چوں قمر	فرو بردہ دنداں بہ لبہاش در
	اس کی بغل میں ایک چاند جیسی لڑکی	وہ اس کے ہونٹوں کو دانتوں سے دبائے ہوئے
۵	چناں تنگش آوردہ اندر کنار	کہ پنداری اللیل یغشی النہار
	بغل میں اس کو اس طرح بھینچے ہوئے	کہ تو یہ سمجھے کہ رات دن کو ڈھانپے ہے
۶	مرا امر معروف دامن گرفت	فضول آتشے گشت و در من گرفت
	امر بالمعروف نے میرا دامن پکڑ لیا	بے کار بات آگ بنی اور مجھ میں لگ گئی
۷	طلب کردم از پیش و پس چوب و سنگ	کہ اے ناخدا ترس بے نام و ننگ
	میں نے آگے اور پیچھے سے لکڑی اور پتھر تلاش کیا	کہ اے خدا سے نہ ڈرنے والے، بے عزت اور بے شرم
۸	بہ تشنیع و دشنام و آشوب و زجر	سپید از سیہ فرق کردم چو فجر
	طعنہ زنی اور گالی اور شور اور جھڑکی سے	گورے کو کالے سے میں نے فجر کی طرح جدا کر دیا
۹	شد آں ابر ناخوش ز بالائے باغ	پدید آمد آں بیضہ از زیر زاغ
	وہ بھیانک بدلی باغ پر سے ہٹ گئی	کوے کے نیچے سے وہ انڈا نکل آیا
۱۰	ز لاحولم آں دیو ہیکل بجست	پری پیکر اندر من آویخت دست
	میرے لاحول پڑھنے سے وہ دیو شکل بھاگا	پری جیسے جسم والی نے مجھ پر ہاتھ ڈال دیا

(۱) معنیٰ: مضمون۔ راحتِ خاموشی: خاموشی کا آرام۔ آفت بسیار: زیادہ بولنے کی مصیبت۔ (۲) چنیں: ایسے۔ گفت: کہا۔ پیرے: ایک بوڑھا۔ پسندیدہ ہوش: اچھی ہوش والا۔ خوش آید: اچھی لگتی ہیں۔ سخنہائے پیراں: بوڑھوں کی باتیں۔ بگوشش: کان میں۔ (۳) ہند: ہندوستان، ایشیا کا ایک ملک جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ رفتم: گیا میں۔ بکنجے: ایک کونے میں۔ فراز زائد ہے۔ چہ دیدم: کیا دیکھا میں نے۔ چو: مثل۔ یلدا: سیاہ رات۔ سیاہے: ایک حبشی۔ دراز: لمبا۔ (۴) آغوش او: اس کی آغوش۔ دخترے: ایک لڑکی۔ چوں قمر: چاند جیسی۔ فرو بردہ: نیچے لے گیا ہو۔ دنداں جمع دانت۔ بہ لبہاش: اس کے لبوں میں۔ در زائد۔ (۵) چناں: ایسا۔ تنگش آوردہ: سخت بھینچا اس کو۔ پنداری: تو سمجھے۔ اللیل: رات۔ یغشی: ڈھانپ رہی ہے۔ النہار: دن کو۔ (۶) مرا: مجھ کو۔ امر معروف: نیکی کا حکم کرنا۔ گرفت: پکڑا۔ فضول: بے کار۔ آتشے: آگ۔ گشت: بن گئی۔ درمن: میرے اندر۔ گرفت: لگ گئی۔ (۷) طلب کردم: میں نے تلاش کیے۔ پیش و پس: پیچھے اور آگے۔ چوب و سنگ: لکڑی اور پتھر۔ ناخدا ترس: خدا سے نہ ڈرنے والے۔ بے نام: بے غیرت۔ (۸) بہ تشنیع: برائی سے۔ دشنام: گالی۔ آشوب: شور۔ زجر: جھڑکی۔ سپید: مراد لڑکی۔ سیہ: مراد حبشی۔ فرق کردم: جدا کر دیا میں نے۔ چو فجر: صبح کی طرح۔ (۹) شد: چلا گیا۔ آں: وہ۔ ابر ناخوش: ناگوار بادل۔ بالائے باغ: باغ کے اوپر۔ پدید آمد: ظاہر ہو گیا۔ آں بیضہ: وہ انڈا۔ زیر زاغ: کوے کے نیچے۔ (۱۰) ز لاحولم: میرا لاحول پڑھنا۔ آں دیو ہیکل: وہ دیو کی شکل والا۔ بجست: کودا۔ پری پیکر: پری کی شکل والی۔ اندر من: میرے اندر۔ آویخت: ڈال دیا۔ دست: ہاتھ۔

تشریح: (۱) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بلا وجہ پرائی آگ میں نہیں کودنا چاہیئے۔ البتہ اگر انتہائی ضروری ہو تو معاملے میں مُخل ہونا چاہیئے۔ (۲) ایک سمجھ دار بزرگ نے یوں کہا کہ بزرگوں کی گفتگو کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ (۳) دورانِ سیاحت ہندوستان میں کسی مقام کے کونے میں جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھنے میں یہ آیا کہ سیاہ فام حبشی جو دراز قد تھا۔ (قابل اعتراض حالت میں مصروف تھا) (۴) اس (حبشی) کی گود میں حسن و جمال کی پیکر خوبصورت لڑکی پڑی تھی۔ اس (لڑکی) نے ہونٹوں میں ہونٹ ڈالے ہوئے تھے۔ (۵) اس (حبشی) نے اسے (خوبصورت لڑکی کو) اپنی بغلوں میں یوں دبوچا ہوا تھا جیسے کسی رات نے دن کو اپنے اندر ڈھانپا ہوا ہو۔ (۶) چنانچہ مجھے (بزرگ کو) اَمر بالمعروف کے فریضے نے مجبور کرتے ہوئے میرے تن من میں آگ لگا دی۔ (۷) میں (بزرگ) نے اردگرد سے پتھر وغیرہ جمع کیے اور بُرا بھلا کہتے ہوئے (پتھر) مارنے لگا۔ (۸) چنانچہ وہ (حبشی) لعنت ملامت، رعب و دبدبہ اور دھمکیوں سے متاثر ہو کر بھاگ گیا اور دن کی طرح اس لڑکی کو سیاہ حبشی سے الگ کر دیا۔ (۹) خوبصورت باغ سے وہ سیاہ بادل (حبشی) چھٹ گیا۔ اور کالے کوے تلے سے سفید انڈے جیسی لڑکی نکل آئی۔ (اس شعر میں باغ سے لڑکی کی خوبصورتی کو تشبیہ دی گئی ہے) (۱۰) میرے (بزرگ کے) بُرا بھلا کہنے (لاحول) سے وہ سیاہ جن (حبشی) تو رفوچکر ہو گیا۔ لیکن لڑکی نے میرا دامن تھام کے میری (بزرگ کی) درگت خوب بنائی۔

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
کہ اے زرق سجادۂ زرق پوش	۱	سیہ کارِ دُنیا خرِ دیں فروش
کہ اے مکر کے مصلے والے اور مکر کی پوشاک والے		سیہ کار، دنیا خریدنے والے، دین بیچنے والے
مرا عمرہا دل زکف رفتہ بود	۲	بریں شخص و جاں بروئے آشفتہ بود
مرا دل عرصے ہاتھ سے گیا ہوا تھا		اس شخص پر اور جان اس پر فریفتہ تھی
کنوں پختہ شد لقمۂ خامِ من	۳	کہ گرمش بدر کردی از کامِ من
میرا کچا لقمہ اب پکا تھا		کہ فوراً تو نے اس کو میرے حلق سے نکال دیا
تظلم برآورد و فریاد خواند	۴	کہ شفقت برافتاد و رحمت نہ ماند
ظلم کا اظہار کرنے لگی اور فریاد کی		کہ مہربانی جاتی رہی اور رحم نہ آیا
نماند از جواناں کسے دستگیر	۵	کہ بستانَدم داد از دستِ پیر
جوانوں میں کوئی دستگیر نہیں رہا		کہ میں اس بوڑھے سے بدلہ لے سکوں
کہ شرمش نیاید ز پیری ہمے	۶	زدن دستِ در سترِ نامحرمے
کہ اس کو بڑھاپے کی بھی شرم نہ آئی		نامحرم کے پردے میں ہاتھ مارنے سے
ہمے کرد فریاد و دامن بہ چنگ	۷	مرا ماندہ سر در گریباں زننگ
وہ شور کرتی تھی اور دامن چنگل میں تھا		میرا سر ذلت سے گریبان میں تھا
بروں رفتم از جامہ در دم چو سیر	۸	کہ ترسیدم از زجر برنا و پیر
لہسن کی طرح میں کپڑوں سے نکل بھاگا		اس لیے کہ میں جوان اور بوڑھے کی سرزنش سے ڈرا
برہنہ دواں رفتم از پیشِ زن	۹	کہ در دستِ او جامہ بہتر کہ من
لڑکی کے سامنے سے میں ننگا بھاگا		اس لیے کہ میں اس کے ہاتھ میں ہوں اس سے یہ بہتر تھا کہ کپڑا
پس از مدتے کرد برمن گزار	۱۰	کہ مے دانیم گفتمش زینہار
ایک زمانہ کے بعد وہ لڑکی میرے پاس سے گزری		کہ تو مجھے جانتا ہے، میں نے اس سے کہا یقیناً

(۱) زرق سجادہ: مکر کے مصلے والے۔ زرق پوش، مکر کے لباس والے۔ دُنیا خر، دنیا خریدنے والے دیں فروش، دین بیچنے والے۔ (۲) مرا عمرہا: شروع عمر سے میرا۔ زکف: ہاتھ سے۔ رفتہ بود: گیا ہوا تھا۔ بریں شخص: اس شخص پر۔ بروئے: اس پر۔ آشفتہ بود: فریفتہ تھا۔ (۳) کنوں: اب۔ پختہ شد: پک گیا۔ لقمۂ خام من: میرا کچا لقمہ۔ گرمش: جلدی سے اس کو۔ بدر کردی: نکال دیا تو نے۔ از کام من: میرے حلق سے۔ (۴) تظلم برآورد: ظلم کی شکایت کرنے لگی۔ فریاد خواند: فریاد کی اس نے۔ برافتاد: نکل گئی رحمت نہ ماند، رحم نہ رہا۔ (۵) نماند: نہ رہا۔ کسے: کوئی شخص۔ دستگیر: ہاتھ پکڑنے والا۔ بستانَدم: لیوے میرا۔ داد: انصاف۔ دستِ پیر: بوڑھے کا ہاتھ۔ (۶) نیاید: نہیں آتی۔ ز پیری: بڑھاپے سے۔ زدن دست: ہاتھ مارنا۔ سترِ نامحرمے: نامحرم کے پردے میں۔ (۷) ہمے کرد: کرتی تھی وہ۔ دامن بچنگ: دامن ہاتھ میں تھا۔ مرا ماندہ سر: میرا سر رہ گیا۔ در گریباں: گریبان میں۔ زننگ: شرم کی وجہ سے۔ (۸) بروں رفتم: باہر چلا گیا میں۔ از جامہ: کپڑوں میں سے۔ در دم: ایک دم۔ چو سیر: لہسن کی طرح۔ کہ ترسیدم: کیونکہ میں ڈرا۔ از زجر برنا و پیر: جوانوں اور بوڑھوں کی سرزنش۔ (۹) برہنہ: ننگا۔ دواں رفتم: دوڑتا ہوا چلا گیا میں۔ پیشِ زن: عورت کے آگے سے۔ دستِ او: اس کا ہاتھ۔ جامہ: کپڑا۔ کہ من: مجھ سے۔ (۱۰) پس از مدتے: ایک مدت کے بعد۔ کرد: کیا اس نے۔ برمن: مجھ پر۔ گزار: گزری۔ مے دانیم: تو جانتا ہے مجھ کو۔ گفتمش: میں نے اسے کہا۔ زینہار: خدا بچائے یا خدا کی پناہ

تشریح: (۱) یعنی اس (لڑکی) نے کہا۔ عیار عابد، لباسِ خضر میں رہزن، دنیا کے عوض دین فروخت کرنے والے نام نہاد بزرگ، سیہ کار آدمی وغیرہ وغیرہ (۲) میں (خوبصورت لڑکی) تو اسے (سیاہ حبشی کو) دل و جان سے چاہتی تھی۔ میں تو اس پر جان چھڑکتی تھی۔ یہ (سیاہ حبشی) تو میرے عشق کی منزل تھی۔ (۳) آج مجھے بمشکل اس (سیاہ حبشی) کا قرب حاصل ہوا تھا۔ تو نے میرا سارا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ میرے پیار کا نشہ کافور کر دیا۔
(۴) اس (لڑکی) نے ساری بازی مجھ (بزرگ) پر پلٹ دی ظلم و شکایت کو میری طرف منسوب کر کے فریاد کرنے لگی۔ شفقت نہ رہی۔ رحم جاتا رہا۔
(۵) چنانچہ وہ (لڑکی) فریادی لہجے میں چلائی۔ اور نوجوانوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے مدد طلب کرنے لگی۔ کہ کوئی ہے جو اس بڈھے سے میرے ساتھ کی گئی زیادتی کا انتقام لے۔ (۶) اسے (بزرگ کو) بڑھاپے کی حالت میں عار نہ آئی کہ بڑھاپے میں میرا (لڑکی کا) دامن داغدار کرنے کی غرض سے ستر میں ہاتھ ڈال دیا۔ (۷) وہ (لڑکی) میرا دامن ہاتھ میں پکڑے فریاد کر رہی تھی۔ بے حیائی کو میری طرف منسوب کر کے مجھ سے بدلہ لینے کی ٹھان لی تھی اور میں (بزرگ) شرم کے مارے سر جھکائے ہوئے تھا۔ (۸) میں نے (بزرگ) اچانک اپنا دامن چھڑا کے بھاگنے میں عافیت سمجھی۔ چنانچہ میں چھیلے ہوئے لہسن کی طرح پھٹے ہوئے دامن کے ساتھ بھاگ نکلا۔ (۹) لڑکی کے ہاتھوں بے عزت ہونے سے بہتر ہے کہ میں (بزرگ) برہنہ حالت میں موقع واردات سے بھاگ جاؤں۔ لہٰذا مجھے (بزرگ کو) وہاں سے بھاگنے کی ہی سوجھی۔ (۱۰) عرصہ دراز کے بعد وہی لڑکی مجھے (بزرگ کو) دیکھ کر کہنے لگی کہ کیا تم نے مجھے پہچانا ہے۔ جواباً میں نے کہا کہ تیرے شر سے اللہ بچائے۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
۱	کہ من توبہ کردم بدست تو بر	کہ گردِ فضولے نہ گردم دگر
	اس لیئے کہ میں نے تیرے ہاتھ پر توبہ کی تھی	کہ فضول بات کا کبھی چکر نہ لگاؤں گا
۲	کسے را نیاید چنیں کار پیش	کہ عاقل نشیند پس کارِ خویش
	کسی ایسے آدمی کو ایسا موقع پیش نہیں آسکتا ہے	جو عقل مندی کے ساتھ اپنے کام میں لگا ہو
۳	ازیں شنعت ایں پند برداشتم	دگر دیدہ نادیدہ انگاشتم
	اس برائی سے میں نے یہ نصیحت حاصل کی	کہ پھر دیکھے ہوئے کو نہ دیکھا ہوا سمجھوں گا
۴	گرت عقل ورائیست وتدبیر و ہوش	چو سعدی سخن گوئی ورنہ خموش
	اگر تجھ میں عقل اور رائے اور تدبیر اور ہوش ہے	تو سعدیؒ کی طرح بات کر ورنہ چپ رہ

حکایت در فضیلت ستر پوشی

قصہ پردہ پوشی کی فضیلت کے بیان میں

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
۶	یکے پیش داؤد طائی نشست	کہ دیدم فلاں صوفی افتادہ مست
	ایک شخص داؤد طائیؒ کے پاس آکر بیٹھا	کہ میں نے دیکھا ہے کہ فلاں صوفی بے ہوش پڑا ہے
۷	قے آلودہ دستار و پیراہنش	گروہے سگاں حلقہ پیرامنش
	اس کا لباس اور پگڑی قے آلودہ ہے	کتوں کا مجمع اس کے گرد حلقہ بنائے ہوئے ہے
۸	چو فرخندہ خوئی ایں حکایت شنید	ز گوئندہ ابرو بہم درکشید
	نیک عادت والے نے جب یہ قصہ سنا	تو کہنے والے سے ابرو کھینچ لیں
۹	زمانے برآشفت وگفت اے رفیق	بکار آید امروز یارِ شفیق
	تھوڑی دیر تک بگڑتا رہا اور کہا، اے دوست	مہربان دوست آج ہی کے دن کام آتا ہے
۱۰	بروزاں مقام شنیعش بیار	کہ در شرع نہی است و برخرقہ عار
	جا: اور اس بری جگہ سے اس کو لے آ	کہ وہ شرع میں ممنوع ہے اور گدڑی پر عار ہے

(۱) من توبہ کردم، توبہ کرلی تھی۔ بدست تو: تیرے ہاتھ پر۔ گردِ فضولے: بیکار بات کے پیچھے۔ نہ گردم، نہیں پھروں گا میں۔ دگر، دوبارہ۔ (۲) کسے را، کسی کو۔ نیاید، نہیں آتا۔ چنیں کار، ایسا کام۔ پیش، سامنے۔ عاقل نشیند، عقل مند ہو کر بیٹھے۔ پس کارِ خویش، اپنے کام کے پیچھے۔ (۳) ازیں شنعت، اس برائی سے۔ ایں پند: یہ نصیحت۔ برداشتم، حاصل کی میں نے۔ دگر، پھر۔ دیدہ: دیکھا ہوا۔ نادیدہ، نہ دیکھا ہوا۔ انگاشتم، گنوں گا میں۔ (۴) گرت: اگر تجھ کو۔ رائیست رائے ہے۔ چو سعدی، مثل سعدیؒ کے۔ سخن گوئی: بات کر۔ (۵) ستر پوشی، کسی کے عیب کو چھپانا۔
(۶) یکے، ایک۔ پیش داؤد طائیؒ؛ حضرت داؤد طائیؒ کے سامنے جو ایک ولی کامل تھے۔ نشست، بیٹھا۔ دیدم: میں نے دیکھا۔ صوفی؛ صوف کے لباس والا درویش۔ افتادہ مست: مست پڑا ہوا۔ (۷) قے آلودہ قے سے بھرا ہوا۔ دستار، پگڑی۔ پیراہنش، اس کا کرتہ۔ گروہے: ایک جماعت۔ سگاں، جمع کتے۔ حلقہ پیرامنش اس کے گرداگرد حلقہ باندھے ہوئے۔ (۸) چو؛ جب۔ فرخندہ خوئے: مبارک عادت والا۔ شنید، سنی۔ ز گوئندہ، کہنے والے سے۔ بہم درکشید؛ آپس میں کھینچ لیئے۔ (۹) زمانے؛ تھوڑی دیر۔ برآشفت: برہم ہوئے۔ گفت: کہا۔ رفیق، ساتھی۔ بکار آید: کام میں آتا ہے۔ امروز: آج۔ یارِ شفیق، مہربان یار۔ (۱۰) برو: جا۔ زاں: مقام شنیعش، اس برے مقام سے۔ بیار: لے آ۔ در شرع: شریعت میں۔ نہی است، منع ہے۔ برخرقہ؛ گودڑی پر۔ عار: بھاری۔

تشریح: (۱) میں (بزرگ) نے یہ بھی کہا کہ تو وہی لڑکی ہے۔ جس کی وجہ سے میں نے فضول کاموں میں مداخلت نہ کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔
(۲) جس شخص کا یہ وطیرہ ہو کہ وہ صرف اپنے کام سے غرض رکھے۔ اسے ایسی (لڑکی کے پھانسنے جیسی) صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔
(۳) میں (بزرگ) نے اس ناگوار سانحہ سے یہی نصیحت حاصل کی ہے۔ کہ آئندہ ایسے واقعات دیکھ کر چشم پوشی کروں گا۔
(۴) اگر تجھ میں عقل ورائے، تدبیر و ہوش مندی ایسے جواہر موجود ہیں تو شیخ سعدیؒ کی طرح حکیمانہ کلام کہنا چاہیئے۔ ورنہ خاموش رہنا چاہیئے۔
(۵) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دوسروں کی عیب جوئی کرنے سے خود اپنی بدنامی و رسوائی بھی ہوتی ہے۔
(۶) ایک شخص حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ علیہ) کی محفل میں بیٹھا ہوا کہنے لگا کہ میں نے ایک صوفی کو نشہ میں دُھت پڑا ہوا دیکھا ہے۔
(۷) اس (صوفی) کے کپڑے اور پگڑی شراب کی قے سے آلودہ ہیں۔ اور اس (صوفی) کے گرد کتوں کا جمگھٹا لگا ہوا ہے۔ جو انہیں چاٹ رہا ہے۔
(۸) حضرت داؤد طائیؒ کو یہ بات ناگوار محسوس ہوئی۔ اس لیئے انہوں نے جب یہ بات سُنی تو اُن (داؤد طائیؒ) کی پیشانی پر شکنیں (بل) پڑ گئیں۔
(۹) برہمی کے باعث وہ (داؤد طائیؒ) خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ اے دوست آج صرف وہی دوست کام آسکتا ہے جو مہربان ہے۔
(۱۰) چونکہ وہ (صوفی) اس وقت بُری جگہ پر ہے۔ لہٰذا اُسے (صوفی کو) وہاں سے لے کر آنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ (بُری) جگہ شرعاً ممنوع اور درویشی کے حق میں شرمناک ہے۔

نیوشندہ شد زیں سخن تنگ دل	۱	بفکرت فرو رفت چوں خر بگل
سننے والا اس بات سے تنگ دل ہوا		فکر میں پھنس گیا جیسا کہ گدھا دلدل میں
نہ یارا کہ فرماں نگیرد بگوش	۲	نہ رغبت کہ مست اندر آرد بدوش
نہ تو اس بات کی طاقت کہ حکم نہ سنے		نہ اس بات کی رغبت کہ مست کو کندھے پر لے آئے
زمانے بہ پیچید و درماں ندید	۳	رہ سرکشیدن ز فرماں ندید
تھوڑی دیر تک پیچ و تاب کھاتا رہا اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی		حکم سے سرکشی کا راستہ نہ دیکھا
میاں بست و بے اختیارش بدوش	۴	در آورد و شہرے برو عام جوش
کمر باندھی اس کو مجبوراً کندھے پر		لے آیا اور پورا شہر اس پر امنڈ پڑا
یکے طعنہ مے زد کہ درویش ہیں	۵	زہے پارسائی و تقویٰ و دیں
ایک طعنہ دیتا تھا کہ فقیر کو دیکھو		کیا پارسائی اور تقویٰ اور دین ہے
یکے صوفیاں ہیں کہ مے خوردہ اند	۶	مرقع بسیکی گرو کردہ اند
ایک یہ کہتا تھا صوفیوں کو دیکھو شراب پئے ہیں		چوغہ شراب کے بدلے گروی کیے ہوئے ہیں
اشارت کناں ایں و آں را بدست	۷	کہ ایں سرگراں ست و آں نیم مست
اس اور اُس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے		کہ یہ مدہوش ہے، وہ نیم بے ہوش ہے
بگردن بر از جورِ دشمن حسام	۸	بہ از شنعتِ شہر و جوشِ عوام
گردن پر دشمن کے ظلم کی تلوار		شہر کی بدنامی اور عوام کے جوش سے بہتر ہے
بلا خورد روزے بہ محنت گذاشت	۹	بناکام بردش بجائے کہ داشت
غم کھایا اور پورا دن مصیبت میں گذارا		مجبوراً اس کو اس کی جگہ لے گیا
شب از شرمساری و فکرت نخفت	۱۰	بخندید طائی دگر روز و گفت
رات بھر شرم اور فکر میں نہ سویا		دوسرے دن طائی ہنسا اور بولا

(۱) نیوشندہ، سننے والا۔ شد، ہو گیا۔ زیں سخن، اس بات سے۔ بفکرت، فکر میں۔ فرو رفت، پیچھے چلا گیا۔ چوخر، گدھے کی طرح۔ بگل، کیچڑ میں۔ (۲) یارا، طاقت۔ فرماں نگیرد، حکم لیوے۔ بگوشش، کان میں۔ اندر آرد، اندر لے آوے۔ بدوش، کندھوں پر۔
(۳) زمانے: کچھ دیر۔ بپیچید: پیچ و تاب کھائے۔ درماں: علاج۔ ندید: نہ دیکھا۔ رہ سرکشیدن: سرکشی کا راستہ۔ ز فرماں، حکم سے۔ (۴) میاں بست، کمر باندھی۔ بے اختیارش، مجبوراً اس کو۔ بدوش: کندھوں پر۔ در آورد، لے آیا۔ شہرے برو: اہل شہر اس پر۔ (۵) یکے: ایک۔ طعنہ مے زد، طعنہ مارتا تھا۔ بیں، دیکھ۔ زہے پارسائی، کیا اچھی پارسائی ہے۔ تقویٰ، پرہیزگاری۔ (۶) یکے، ایک۔ صوفیاں ہیں: صوفیوں کو دیکھو۔ مے خوردہ اند، شراب پئے ہوئے ہیں۔ مرقع، پیوند لگا ہوا کپڑا۔ بسیکی، شراب کے بدلے۔ گرو کردہ: رہن کیے ہوئے۔ اند: ہیں۔ (۷) اشارت کناں: اشارہ کرنے والے۔ ایں و آں را، اس اور اُس۔ بدست: ہاتھ سے۔ ایں سرگراں: یہ پورا مدہوش۔ ست، ہے۔ آں، وہ۔ نیم مست، آدھا مست۔ (۸) بگردن، گردن کے اوپر۔ جورِ دشمن، دشمن کا ظلم۔ حسام: تلوار۔ بہ: بہتر۔ شنعتِ شہر: شہر کی ملامت۔ جوشِ عوام: عام لوگوں کا جوش۔ (۹) بلا خورد: مصیبت اٹھانے والا۔ روزے، ایک دن۔ بہ محنت، مشقت میں۔ گذاشت، گزارا یا چھوڑا۔ بناکام: ناچار۔ بردش، لے گیا اس کو۔ بجائے کہ داشت، جو جگہ کہ وہ رکھتا تھا۔ (۱۰) شب: رات۔ شرمساری، شرمندگی۔ فکرت: سوچ۔ نخفت: نہ سویا۔ بخندید ہنس پڑا۔ دگر روز: دوسرے دن۔ طائی: حضرت داؤد طائی مشہور بزرگ۔ گفت، کہا۔

تشریح: (۱) متکلم (بات کرنے والا) تنگدلی کے باعث فکرمند ہوا۔ چنانچہ وہ (متکلم) تذبذب (پریشانی) کی دلدل میں پھنس گیا۔ (۲) اس (متکلم) میں اپنے شیخ (داؤد طائیؒ) کی حکم عدولی کرنے کی قوت بھی نہیں تھی اور شرابی صُوفی کو کندھوں پر اُٹھا لانے کا حوصلہ بھی نہ تھا۔ (۳) کچھ دیر بعد وہ (متکلم) اس نتیجے تک پہنچا کہ اپنے شیخ (حضرت داؤد طائیؒ) کا حکم بجا لایا جائے۔ شہر میں غلط شہرت کی پرواہ نہ کی جائے۔ (۴) چنانچہ وہ (متکلم) کمربستہ ہوا اور نشہ میں دُھت صوفی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے آیا۔ لیکن شہر میں بُری شہرت کا چرچا ہو گیا۔ (۵) کسی نے مطعون کرتے ہوئے کہا کہ تقویٰ و پرہیزگاری اور دین کیا خوب ہے۔ ان کی درویشی بھی دیکھو۔ (۶) کوئی طعنہ یوں دیتا کہ درویشوں پر نظر کرو کہ شراب نہ صرف پیتے ہیں بلکہ شراب کے عوض گوڈری کو رہن رکھتے ہیں۔ (۷) کچھ لوگ اشاروں کی زبان میں طعنہ زن ہوتے کہ جو صوفی کندھوں پہ لدا ہوا ہے۔ وہ مکمل مست ہے۔ اور جس نے کندھوں پہ اٹھایا ہوا ہے۔ وہ نیم مدہوش ہے۔ (۸) شہر میں بُری شہرت کے باعث طعنہ زنی سے بہتر ہے کہ ظالم دشمن کی تلوار سے گردن کٹ جائے۔ (۹) وہ (متکلم) دن بھر اسے (مست صوفی کو) کندھوں پہ لاد کر سنبھالا دیتا رہا اور رات کے وقت اسے اپنے ٹھکانے چھوڑ آیا۔ (۱۰) وہ (متکلم) پوری رات تفکرات کے باعث نیند کی آغوش میں نہ جا سکا۔ دوسرے دن حضرت داؤد طائیؒ نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ:

مصرع اول		مصرع دوم
مریز آبروئے برادر بکوئے	۱	کہ دہرت بریزد بشہر آبرو
گلی کوچہ میں بھائی کی آبروریزی نہ کر		ورنہ زمانہ شہر میں تیری آبروریزی کرے گا

حکایت

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
بد اندر حق مردم نیک وبد	۳	مگو اے جواں مردِ صاحب خرد
نیک اور بد انسانوں کے بارے میں بُرا		نہ کہہ اے عقل مند جواں مرد
کہ بد مرد را خصم خود مے کنی	۴	وگر نیک مرد است بد مے کنی
اس لیئے کہ بد کو تو اپنا دشمن بنالے گا		اور اگر وہ نیک ہے تو تُو بُرا کرتا ہے
ترا ہر کہ گوید فلاں کس بدست	۵	چنیں داں کہ در پوستین خود ست
تجھ سے جو بھی یہ کہے کہ فلانہ بُرا ہے		یہ سمجھ کہ وہ اپنی کھال میں ہے
کہ فعل فلاں را بباید بیاں	۶	وزیں فعل بد مے ترا بد عیاں
اس لیئے کہ فلانہ کے فعل کی دلیل چاہیئے		اور اس سے بُرا کام کھلم کھلا سرزد ہو رہا ہے
بہ بد گفتنِ خلق بہ جو دم زدی	۷	اگر راست گوئی سخن ہم بدی
جب تو مخلوق کو بُرا کہنے کا دم بھرے		اگر تو سچی بات بھی کہہ رہا ہے تو بھی بُری ہے

حکایت

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
زباں کرد شخصے بہ غیبت دراز	۹	بدو گفت دانندۂ سرفراز
ایک شخص نے غیبت میں زبان دراز کی		ایک سربلند، سمجھ دار نے اس سے کہا
کہ یادِ کساں پیشِ من بد مکن	۱۰	مرا بد گماں در حق خود مکن
کہ بُرائی کے ساتھ میرے سامنے لوگوں کا ذکر نہ کر		مجھے اپنے بارے میں بد گماں نہ بنا

(۱) مریز: مت گرا۔ آبروئے برادر: بھائی کی آبرو بکوئے: گلی میں۔ دہرت: زمانہ تیری۔ بریزد: گرادے گا۔ بشہر: شہر میں۔ آبرو: عزت۔ (۲) حکایت: کہانی۔ (۳) بد: بُرائی۔ مردم نیک وبد: اچھے بُرے آدمی مگو: مت کہہ۔ صاحب خرد: عقل والا۔ (۴) بدمرد: بُرا آدمی۔ خصم خود: اپنا دشمن۔ مے کنی: کرتا ہے تو۔ نیک مرد است: اچھا آدمی ہے۔ بدمے کنی: بُرائی کرتا ہے تو۔ (۵) ترا: تجھ کو۔ ہر کہ گوید: جو کوئی کہتا ہے۔ فلاں کس: فلانا آدمی۔ بدست: بُرا ہے۔ چنیں داں: ایسے جان۔ در پوستینِ خود: اپنی کھال میں۔ ست: ہے۔ یعنی اپنا عیب بیان کر رہا ہے۔ (۶) فعل فلاں: فلانے کا فعل۔ بباید: چاہیئے۔ بیاں: دلیل۔ وزیں: اور اس کا۔ فعل بد: بُرا فعل۔ بد: بُرا۔ مے ترا بد: ٹپک رہا ہے۔ عیاں: ظاہر۔ (۷) بہ بد گفتن خلق: مخلوق کے بُرا کہنے میں۔ بہ جو دم زدی: تو جب دم مارتا ہے۔ راست گوئی: سچ کہے تو۔ سخن: بات۔ ہم: بھی۔ بدی: بُرا ہے تو۔ (۸) حکایت: کہانی۔ (۹) کرد: کیا۔ شخصے: ایک شخص۔ بہ غیبت: چغلی میں۔ دراز: لمبی۔ بدو گفت: اس کو کہا۔ دانندۂ سرفراز: سربلند جاننے والے نے۔ (۱۰) یاد کساں: لوگوں کی یاد۔ پیش من: میرے سامنے۔ بد مکن: بُرائی سے مت کر۔ مرا: مجھ کو۔ در حق خود: اپنے حق میں۔

تشریح: (۱) اگر تو (متکلم) میری محفل میں اپنے بھائی (مست صوفی) کی آبروریزی نہ کرتا تو شہر بھر میں تیری رسوائی قطعاً نہ ہوتی۔ (۲) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کی بد گوئی کر کے انہیں (لوگوں) کو بدظن کرنے سے بہتر ہے کہ ان کی پردہ پوشی کرے۔
(۳) عقل مندی یہی ہے کہ لوگوں کی اچھائی و بُرائی پر لب کشائی نہ کی جائے۔ تاکہ لوگ تیرے دشمن نہ ہوں۔
(۴) کیونکہ بُرا شخص اپنی رسوائی کے خوف سے دشمنی پر اُتر آئے گا اور نیک آدمی کی بُرائی بجائے خود غلط ہے۔
(۵) دوسروں کی بُرائی کرنا چغل خوری ہے۔ اور چغل خور آدمی چغلی کر کے خود اپنی بُرائی کا اعلان کرتا ہے۔
(۶) بُرے شخص کی بُرائی اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتی۔ جب تک اسے بیان نہ کیا جائے۔ لیکن دوسروں کی بُرائی کرنے والا خود بخود لوگوں کی زد میں آجاتا ہے۔ (۷) دوسروں کی بُرائی کرنا جس کا وطیرہ یا عادت ہو تو وہ شخص اگر سچی بات بھی کہے تو لوگوں کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ کیونکہ چغل خوری قبیح فعل ہے۔ (۸) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دوسروں کی غیبت کرنے والا شخص خود اپنا مقام بلند نہیں کر سکتا۔ (۹) کسی محفل میں ایک شخص نے کسی کی غیبت کی تو اس پر محفل میں موجود کسی عالم دین نے اس سے (غیبت کرنے والے سے) کہا۔ (۱۰) کہ میرے (عالم کے) سامنے کسی کی غیبت مت کر۔ کیونکہ ایسا کرنے سے میں تیرے (غیبت کرنے والے کے) بارے میں یہ رائے قائم کروں گا کہ غیبت کرنا تیرا پیشہ ہے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
گرفتم ز تمکینِ او کم بود	۱	نخواہد بجاہِ تو اندر فزود
میں نے مانا اس کی عزت گھٹ جائے گی		لیکن وہ تیری عزت تو نہ بڑھائے گی

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
یکے گفت وپنداشتم طیبت است	۳	کہ وزدی بساماں تراز غیبت است
کسی نے کہا اور میں سمجھا کہ مذاق ہے		کہ چوری غیبت سے زیادہ مفید ہے
بدو گفتم اے یارِ آشفتہ ہوش	۴	شگفت آمدایں داستانم بگوش
میں نے اس سے کہا اے پریشان یار		یہ بات میرے کانوں کو عجب معلوم ہوئی ہے
بنارا ستی درچہ بینی بہی	۵	کہ برغیبتش مرتبت مے نہی
چوری میں تونے کیا خوبی دیکھی ہے		کہ اس کو غیبت پر رتبہ دیتا ہے
بلے گفت وزداں تہوّر کنند	۶	ببازوئے مردی شکم پر کنند
اس نے کہا ہاں چور بہادری کرتے ہیں		بہادری کے بازو سے پیٹ بھرتے ہیں
زغیبت چہ مے خواہد آں سادہ مرد	۷	کہ دیواں سیہ کرد وچیزے نخورد
وہ بیوقوف غیبت سے کیا چاہتا ہے		کہ دفتر کالے کرلیئے اور کچھ نہ کھایا

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
مرا در نظامیہ ادرار بود	۹	شب وروز تلقین وتکرار بود
نظامیہ مدرسہ میں میرا وظیفہ مقرر تھا		رات دن پڑھانا اور دُہرانا تھا
مرا استاد را گفتم اے پُر خرد	۱۰	فلاں یار برمن حسد مے برد
میں نے خاص استاد سے کہا اے صاحب عقل		فلاں دوست مجھ سے حسد کرتا ہے

(۱) گرفتم: میں نے مانا۔ تمکینِ او: اس کا مقام۔ کم بود: کم ہوگیا۔ نخواہد فزود کے ساتھ لگ کر: نہیں بڑھ سکے گا۔ بجاہِ تو: تیرا مرتبہ (۲) حکایت: کہانی۔
(۳) یکے گفت: ایک نے کہا۔ پنداشتم: میں نے سمجھا۔ طیبت است: مذاق ہے۔ وزدی: چوری۔ بساماں تر: زیادہ منافع بخش۔ از غیبت: چغلی سے۔ است: ہے۔ (۴) بدو: اس سے۔ گفتم: میں نے کہا۔ آشفتہ ہوش: پریشان ہوش والا۔ شگفت آمد: عجیب لگی۔ ایں داستانم: یہ کہانی مجھ کو۔ بگوش: کان میں۔
(۵) بنارا ستی: جھوٹ میں مراد چوری۔ در: زائد۔ چہ بینی: کیا دیکھتا ہے تو۔ بہی: بہتری۔ برغیبتش: غیبت پر اس کو۔ مرتبت: مرتبہ۔ مے نہی: رکھتا ہے تو۔ (۶) بلے: ہاں۔ گفت: کہا اس نے۔ وزداں: چور۔ تہوّر: بہادری۔ کنند: کرتے ہیں۔ ببازوئے مردی: بہادری کے بازو سے۔ شکم: پیٹ۔ پر کنند: بھرتے ہیں۔ (۷) زغیبت: چغلی سے۔ چہ مے خواہد: کیا چاہتا ہے۔ آں سادہ مرد: وہ احمق آدمی۔ دیواں: دفتر۔ سیہ کرد: کالا کرلیا۔ چیزے نخورد: کوئی چیز نہ کھائی
(۸) حکایت: کہانی۔
(۹) مرا: میرا۔ نظامیہ: بغداد کا مشہور مدرسہ جو نظام الملک طوسی کا بنوایا ہوا ہے۔ ادرار: وظیفہ۔ بود: تھا۔ شب وروز: رات اور دن۔ تلقین: سمجھانا۔ تکرار: دہرانا۔ بود: تھا۔ (۱۰) مرا: خاص۔ گفتم: میں نے کہا۔ پرخرد: عقل والا۔ برمن: مجھ پر۔ حسد: کسی کی نعمت دیکھ کر جلنا۔ مے برد: لے جاتا ہے۔

تشریح: (۱) میں (عالم) تسلیم کرتا ہوں کہ غیبت کرنے سے اس (جس کی غیبت ہوئی) کا مقام ومرتبہ کم ہو جائے گا۔ لیکن تیرے مرتبے میں بھی ضرور کمی آجائے گی۔ (۲) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی کی بدگمانی بیان کرنے سے خود وہی شخص (بدگمانی پیدا کرنے والا) غیر معتبر ہو جاتا ہے۔ (۳) کسی شخص نے یہ بات کہی کہ غیبت سے زیادہ چوری فائدہ مند ہے۔ لیکن میں (شیخ سعدیؒ) نے اس (قائل) کی سنجیدہ بات کو مزاح سمجھا۔
(۴) میں (شیخ سعدیؒ) نے کہا۔ کہ چوری کے مفاد پر مبنی بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ چغلی کے مقابلے میں چوری کیونکر مفید ہے۔ یہ بات تعجب خیز ہے۔ (۵) چوری میں کونسی ایسی خوبی پائی جاتی ہے۔ جس کے باعث غیبت پر چوری ایسے قبیح فعل کو فوقیت حاصل ہے۔
(۶) چونکہ چور اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے چوری کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس سے کم از کم وہ (چور) اپنا پیٹ تو پال لیتا ہے۔
(۷) چغل خور جب کسی کی چغلی یا غیبت کرتا ہے تو اسے (چغل خور کو) سوائے نامۂ اعمال سیاہ ہونے کے کچھ (کھانا پینا کا سامان) حاصل نہیں ہوتا۔
(۸) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ گو کہ حسد کرنا برائی ہے۔ لیکن بدگوئی وبدکلامی اس (حسد) سے بھی بڑھ کر برائی ہے۔
(۹) نظام الملک طوسی کا بنوایا ہوا بغداد کا مشہور مدرسہ نظامیہ میں بحیثیت متعلم میں (شیخ سعدیؒ) رہائش پذیر تھا۔ وہاں وظیفہ مقرر تھا۔ دن رات تعلیم میں معروف تھا۔ (۱۰) میں (شیخ سعدیؒ) نے اپنے استادِ محترم سے شکایت کی کہ فلاں ساتھی مجھ سے حسد کرتا ہے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
چو من دادِ معنی دہم در حدیث	۱	برآید بہم اندرونِ خبیث
جب میں کسی بات کا مطلب بیان کرتا ہوں		خبیث کا باطن بگڑ جاتا ہے
شنید ایں سخن پیشوائے ادب	۲	بہ تندی برآشفت و گفت اے عجب
ادب کے استاد نے یہ بات سنی		غصہ سے بگڑ گیا اور کہا ہائے تعجب!
حسودی پسندت نیاید ز دوست	۳	ندانم کہ گفتت کہ غیبت نکوست
دوست کا حسد کرنا تو تجھے پسند نہ آیا		نہ معلوم تجھے کس نے بتایا ہے کہ غیبت اچھی چیز ہے
گر اُو راہِ دوزخ گرفت از خسی	۴	ازیں راہِ دیگر تو در وے رسی
اگر اس نے کمینہ پن سے دوزخ کا ایک راستہ اختیار کیا ہے		دوسرے راستے سے تو بھی اسی میں پہنچے گا

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
کسے گفت حجاج خونخوارہ ایست	۶	دلش ہمچو سنگ سیاہ پارہ ایست
کسی نے کہا حجاج خونخوار ہے		اس کا دل کالے پتھر کے ٹکڑے کی طرح ہے
نترسد ہمے ز آہ و فریادِ خلق	۷	خدایا تو بستاں ازو دادِ خلق
مخلوق کی فریاد اور آہ سے نہیں ڈرتا ہے		اے خدا تو اس سے مخلوق کا انصاف دلا
جہاں دیدۂ پیر دیرینہ زاد	۸	جواں را یکے پندِ پیرانہ داد
زیادہ عمر کے بوڑھے جہاندیدہ نے		جوان کو ایک بزرگانہ نصیحت کی
کزو دادِ مظلوم مسکین او	۹	بخواہند و از دیگراں کین او
کہ اس سے تو اس کے مسکین مظلوم کا بدلہ		لیں گے اور دوسروں سے اس کے کینہ کا
تو دست ازوے و روزگارش بدار	۱۰	کہ خود زیر دستش کند روزگار
تو اس سے اور اس کے زمانہ سے ہاتھ اٹھالے		اس لیے کہ اس کو زمانہ خود کمزور کردے گا

(۱) چو: جب۔ من: میں۔ دادِ معنی: معنی کی داد۔ دہم: دیتا ہوں یعنی معنی بیان کرتا ہوں۔ حدیث: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان۔ برآید بہم: بگڑ جاتا ہے۔ اندرونِ خبیث: خبیث کا اندر۔ (۲) شنید: سنی۔ ایں سخن: یہ بات۔ پیشوائے ادب: ادب کا پیشوا۔ بہ تندی: تیزی سے۔ برآشفت: غصہ سے بھر گیا۔ گفت: کہا۔ اے عجب: تعجب ہے۔ (۳) حسودی: حسد۔ پسندت نیاید: تجھ کو پسند نہیں آیا۔ ندانم: میں نہیں جانتا۔ گفتت: تجھ کو کہا۔ کہ: کس نے۔ غیبت: چغلی۔ نکوست: اچھی ہے۔ (۴) گر او: اگر اس نے۔ راہِ دوزخ: دوزخ کی راہ۔ گرفت: لی۔ از خسی: کمینے پن سے۔ ازیں راہِ دیگر: اس دوسری راہ سے۔ در وے: اس میں۔ رسی: پہنچ جائے گا تو۔ (۵) حکایت: کہانی۔ (۶) کسے: کسی نے۔ گفت: کہا۔ حجاج: ابن یوسف ولید ابن عبدالملک کی طرف سے عراق کا گورنر جو بڑا ظالم تھا۔ خونخوارہ: خون پینے والا۔ ایست: ہے۔ ہمچو: مثل۔ سنگ سیاہ پارہ: سیاہ پتھر کا ٹکڑا۔ (۷) نترسد ہمے: نہیں ڈرتا ہے۔ فریادِ خلق: مخلوق کی فریاد۔ خدایا: اے خدا۔ بستاں: تو لے۔ ازو: اس سے۔ دادِ خلق: مخلوق کی داد۔ (۸) جہاندیدہ: ایک جہان کو دیکھے ہوئے۔ پیر دیرینہ زاد: دیر سے پیدا ہوا یا ہوا بوڑھا۔ یکے: ایک۔ پندِ پیرانہ: بوڑھوں جیسی نصیحت۔ داد: دی۔ (۹) کزو: کیونکہ اس سے۔ دادِ مظلوم مسکین او: اس کے مسکین مظلوم کا انصاف۔ بخواہند: چاہیں گے۔ از دیگراں: دوسروں سے۔ کین او: اس کا کینہ۔ (۱۰) دست ازوے: ہاتھ اس سے۔ روزگارش: اس کا زمانہ۔ بدار: اٹھالے۔ زیر دستش: عاجز اس کو۔ کند: کردے گا۔ روزگار: زمانہ۔

تشریح: (۱) میں (شیخ سعدیؒ) جب بھی احادیث مبارکہ معانی و مطالب اور مفاہیم پر بحث و تکرار کرتا ہوں تو اسے (حاسد کو) تکلیف ہوتی ہے۔ (۲) ادب کے استاد نے جب مجھ (شیخ سعدیؒ) سے شکایت کے الفاظ سنے تو برہم ہو کر تعجب خیز لب و لہجے میں گویا ہوئے۔ (۳) تجھے (شیخ سعدیؒ کو) اپنے ہم سبق ساتھی کا حسد ناپسندیدہ امر محسوس ہوا لیکن معلوم نہیں کہ غیبت کا نیکی ہونا تجھے کس نے بتایا ہے۔ (۴) اگر وہ (حاسد) حسد کی برائی کر کے جہنمی قرار پایا ہے تو تو نے غیبت ایسی بدی اختیار کر کے دوزخ کی راہ لی ہے۔ (۵) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص کسی بدکار کی بدگوئی کرتا ہے۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے دوزخ میں جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ (۶) کون کہتا ہے کہ حجاج بن یوسف سفاک و خونخوار ہے۔ اس کا دل انسان کے سینے میں تراشا ہوا سیاہ پتھر ہے۔ (کسی نے اللہ تعالیٰ کے سامنے یوں بدگوئی کی) (۷) اس (حجاج بن یوسف) کی سنگدلی کا عالم یہ ہے کہ خلق خدا کی آہ و فغاں سے وہ متاثر ہی نہیں ہوتا۔ اے اللہ تو ہی اس سے زیادتیوں کا حساب لے۔ (۸) کسی عمر رسیدہ شخص نے اپنے تجربات کی بنیاد پر ایسی نصیحت کی جو بزرگی و درویشی کے خلوص سے بھرپور تھی۔ (۹) اس (حجاج بن یوسف) سے تو مظلوموں پر کیے گئے مظالم کا حساب لیا جائے گا۔ لیکن بغض و عداوت کے حاملین سے بھی ضرور انتقام لیا جائے گا۔ (۱۰) باشعور لوگوں کا شیوہ یہ ہے کہ اسے (ظالم کو) اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اُن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے۔ وہ مناسب پر از خود انتقامی کارروائی کرے گا۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
نہ پندار ازو بہرہ مند آمدم	۱	نہ نیز از تو غیبت پسند آمدم
نہ اس کا غرور مجھے پسند آیا		نیز تیری بدگوئی بھی مجھے پسند نہیں آئی
بدوزخ برد مدبرے را گناہ	۲	کہ پیمانہ پُر کرد و دیوان سیاہ
بدبخت کو گناہ دوزخ میں لے جائے گا		اس لیے کہ اس نے پیمانہ بھر لیا اور اعمالنامہ کالا کر لیا
دگر کس بہ غیبت پیش مے دود	۳	مبادا کہ تنہا بدوزخ رود
دوسرا آدمی بدگوئی کرکے اس کے پیچھے دوڑتا ہے		ایسا نہ ہو کہ وہ تنہا دوزخ میں جائے

حکایت ۴
کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
شنیدم کہ از پارسایاں یکے	۵	بطیبت بخندید با کودکے
میں نے سنا ہے کہ نیک لوگوں میں سے ایک شخص		ایک بچہ سے مذاق میں ہنسا
دگر پارسایان خلوت نشین	۶	بغیبش فتادند در پوستین
دوسرے خلوت نشین پارسا		اس کی پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرنے لگے
بآخر نماند ایں حکایت نہفت	۷	بصاحب نظر باز گفتند و گفت
آخرکار یہ قصہ چھپا نہ رہا		انہوں نے صاحب نظر سے کہا وہ بولا
مدر پردہ بر یار شوریدہ حال	۸	نہ طیبت حرام است و غیبت حلال
پریشان حال دوست کا پردہ چاک نہ کر		یہ نہیں ہے کہ مذاق تو حرام ہے اور غیبت حلال ہے

حکایت ۹
کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
بطفلی درم رغبت روزہ خاست	۱۰	ندانستمے چپ کدامست و راست
بچپن میں میرا روزہ رکھنے کو جی چاہا		میں نہ سمجھتا تھا کہ بایاں کونسا ہے اور دایاں کونسا

(۱) پندار: غرور۔ ازو، اس کا۔ بہرہ مند پسند۔ آمدم: آیا مجھ کو۔ نیز: بھی۔ از تو، تجھ سے۔ غیبت: چغلی۔ آمدم: آئی مجھ کو۔ (۲) بَرَد: لے جائے گا۔ مدبرے: بدبخت۔ پیمانہ پُر کرد: پیمانہ بھر لیا۔ دیواں، دفتر۔ (۳) دگر کس، دوسرا شخص۔ بہ غیبت چغلی سے۔ پیش، اس کے پیچھے۔ مے دود، دوڑتا ہے۔ مبادا، خدا نہ کرے۔ بدوزخ، دوزخ میں۔ رود، چلا جاوے۔ (۴) حکایت، کہانی۔
(۵) شنیدم، میں نے سنا۔ پارسایاں، پرہیزگار۔ یکے، ایک۔ بطیبت، مذاق سے۔ بخندید: ہنسا۔ باکودکے: ایک بچے کے ساتھ۔
(۶) دگر، دوسرے۔ پارسایاں، پرہیزگار۔ خلوت نشین تنہائی میں بیٹھنے والا۔ بغیبش، اس کی غیر حاضری میں۔ فتادند: پڑ گئے۔ در پوستین: کھال میں یعنی چغلی کرنے لگے۔
(۷) بآخر: آخرکار۔ حکایت، کہانی۔ نماند نہفت: چھپی نہ رہی۔ بصاحب نظر: نظر والے کو۔
(۸) مدر، مت پھاڑ۔ یار شوریدہ حال، پریشان حالت والا یار۔ طیبت، مذاق۔ است، ہے۔ غیبت، چغلی۔
(۹) حکایت، کہانی۔
(۱۰) بطفلی: بچپن میں۔ درم: میرے اندر۔ خاست، اٹھا۔ ندانستمے: نہیں جانتا تھا میں۔ چپ: بایاں۔ کدامست، کون سا ہے۔ راست، دایاں۔

تشریح: (۱) اس (حجاج بن یوسف) کا تکبر ناقابل ستائش ہے۔ لیکن تمہاری بدگوئی بھی پسندیدہ امر نہیں۔ (۲) وہ (حجاج بن یوسف) اگر اپنے مظالم کی وجہ سے جہنم رسید ہو رہا ہے تو تم لوگ اس کی غیبت کرکے دوزخ کو اپنا ٹھکانہ بنا رہے ہو۔ (۳) غیبت کرنے والا آدمی بھی دوزخ کی طرف دوڑ رہا ہے۔ گویا کہ اسے یہ فکر لاحق ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ (حجاج بن یوسف) تنہا جہنم میں نہ چلا جائے۔ (۴) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے گردہ کے ساتھی کی غلطیوں کو درگذر کرنا چاہیئے۔ اس کی برائیوں کو شہرت دینے کا مقصد خود کو برہنہ کرنا ہے۔

(۵) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ ایک متقی شخص باوجود پرہیزگاری کے بطور مزاح کسی لڑکے کے ساتھ ہنسنے لگا۔

(۶) اس (پرہیزگار آدمی) کے دوسرے ساتھی شکوک اور معنی خیز انداز میں باہم چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ (۷) چنانچہ یہ چہ میگوئیاں ہر طرف پھیلنے لگیں۔ ایسے میں یہ (شکوک و شبہات پر مبنی چہ میگوئیاں) کسی اہل نظر تک پہنچیں تو اس نے کہا۔

(۸) اپنے ہی جیسے (پرہیزگار) شخص کے عیوب پر نظر نہ کرو کیونکہ اگر مزاح حرام ہے تو غیبت بھی حرام فعل ہے۔

(۹) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح بظاہر طہارت و پاکیزگی کے لیئے غسل اور وضو لازمی ہے۔ بالکل اسی طرح باطنی و اندرونی صفائی کے لیئے غیبت سے احتراز و بچنا ضروری ہے۔ (۱۰) سن شعور سے قبل کے عہد (بچپن) میں مجھے روزہ رکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ جبکہ مجھے اردگرد کے ماحول سے واقفیت نہ تھی۔

نمبر	مصرعۂ اول	مصرعۂ ثانی
۱	یکے عابدے از پارسایان کوئے	ہمے شستن آموختم دست و روئے
	گلی کے نیکوں میں سے ایک عبادت گزار نے	مجھے ہاتھ اور منہ دھونا سکھایا
۲	کہ بسم اللہ اول بسنت بگوئے	دوم نیت آور سوم کف بشوئے
	کہ پہلے سنت کے طور پر بسم اللہ پڑھ	دوسرے نیت کر، تیسرے ہاتھ دھو
۳	پس آنگہ دہن شوئے و بینی سہ بار	مناخر بانگشت کوچک بخار
	پھر تین بار منہ اور ناک دھو	نتھنوں کو چھنگلی سے صاف کر
۴	بسبابہ دندان پیشین بمال	کہ نہیست در روزہ بعد زوال
	شہادت کی انگلی سے اگلے دانت مل	جو زوال کے بعد روزہ میں ممنوع ہے
۵	وزاں پس سہ مشت آب بر روئے زن	ز رستنگہ موئے سر تا ذقن
	اس کے بعد تین چلو پانی منہ پر ڈال	پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی تک
۶	دگر دستہا تا بمرفق بشوئے	ز تسبیح و ذکر آنچہ دانی بگوئے
	پھر کہنیوں تک ہاتھ دھو	جو کچھ تجھے معلوم ہے تسبیح اور ذکر کر
۷	دگر مسح سر بعد ازاں غسل پائے	ہمیں ست و ختمش بنامِ خدائے
	پھر سر کا مسح پھر پاؤں کا دھونا	یہی ہے اور اس کا ختم خدا کے نام پر ہے
۸	کس از من نداند دریں شیوہ بہ	نہ بینی کہ فرتوت شد پیر دہ
	اس طریقے کو مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا ہے	تو نہیں دیکھتا کہ گاؤں کا بوڑھا سٹھیا گیا
۹	شنید ایں سخن دہ خدائے قدیم	بشورید و گفت اے خبیثِ رجیم
	اس بات کو گاؤں کے پرانے چودھری نے سنا	غصہ میں بھر گیا اور بولا "اے پلید، مردود
۱۰	نہ مسواک در روزہ گفتی خطاست	بنی آدم مُردہ خوردن رواست
	کیا تونے نہیں بتایا کہ روزہ میں مسواک کرنا غلط ہے	انسان کا مُردہ کھانا درست ہے!

(۱) یکے عابدے، ایک عبادت گزار۔ از پارسایان کوئے: گلی کے پرہیزگاروں میں سے۔ ہمے شستن: دھونا۔ آموختم، مجھ کو سکھاتا تھا۔ دست و روئے: ہاتھ اور منہ۔ (۲) بسم اللہ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ بسنت بطور سنت۔ بگوئے: کہہ۔ دوم: دوسرے۔ آور: لا۔ سوم، تیسرے۔ کف بشوئی، ہاتھ دھو۔ (۳) پس آنگہ، پھر اس وقت۔ دہن شوئی، منہ دھو۔ بینی، ناک۔ سہ بار، تین دفعہ۔ بناخر، جمع منخر، نتھنے۔ بانگشت کوچک، چھوٹی انگلی سے۔ بخار، کھجا۔ (۴) بسبابہ؛ انگشتِ شہادت سے۔ دندانِ پیش؛ اگلے دانت۔ بمال، مَل۔ نہیست، منع ہے۔ بعد زوال، دن ڈھلنے کے بعد۔ (۵) وزاں پس؛ اور اس کے بعد۔ سہ مشت؛ تین چلو۔ آب، پانی۔ بر روئے، منہ پر۔ زن؛ مار۔ رستنگہ موئے، بالوں کے اُگنے کی جگہ۔ تا ذقن، ٹھوڑی تک۔ (۶) دگر: پھر۔ دستہا، ہاتھ۔ تا بمرفق: کہنیوں سمیت۔ بشوئے، دھو۔ تسبیح و ذکر، سبحان اللہ پڑھنا اور ذکر کرنا۔ آنکہ دانی، جو کچھ تو جانے۔ بگوئے، کہہ۔ (۷) دگر، پھر۔ مسح سر، سر کا مسح۔ بعد ازاں: اس کے بعد۔ غسل پائے، پاؤں کا دھونا۔ ہمیں ست، یہی ہے۔ ختمش، اس کو ختم کرنا۔ بنامِ خدا، خدا کے نام پر۔ (۸) کس، شخص۔ از من، مجھ سے۔ نداند، نہیں جانتا۔ دریں شیوہ: اس طریقے میں۔ بہ، بہتر۔ نہ بینی، تو نہیں دیکھتا۔ فرتوت شد، بہت بوڑھا ہو گیا یا سٹھیا گیا۔ پیرِ دہ، دیہات کا بوڑھا۔ (۹) شنید، سُنی۔ ایں سخن، یہ بات۔ دہ خدائے قدیم: دیہات کا پرانا چودھری۔ بشوریدہ: غصہ میں آیا۔ گفت، کہا۔ خبیثِ رجیم: مردود خبیث۔ (۱۰) گفتی، تونے کہا۔ خطاست، غلط ہے۔ بنی آدم مُردہ: مرا ہوا آدمی۔ خوردن: کھانا۔ رواست، جائز۔

تشریح: (۱) محلے کی اہم بزرگ شخصیت مجھے (شیخ سعدیؒ کو) وضو کا طریقہ سکھایا کرتے تھے۔ (یہ محترم بزرگ عبادت گذار تھے۔)
(۲) وضو کرتے وقت پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا سنت ہے۔ اور دوسرے نمبر پر نیت کرنا اور تیسرے نمبر پر ہاتھ دھونا سنت ہے۔
(۳) بعدازاں چوتھے نمبر پر منہ اور ناک تین تین مرتبہ دھونا اور پانچویں نمبر پر چھوٹی انگلی (چھنگیا) کو ناک کے اندر ڈال کر صاف کرنا سنت ہے۔
(۴) چھٹے نمبر پر شہادت کی انگلی کے ساتھ اگلے دانتوں کو مَلنا سنت ہے۔ البتہ روزہ کی حالت میں زوال کے بعد دانتوں کو مَلنا ممنوع ہے۔
(۵) پھر ساتویں نمبر پر تین چلو پانی سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک منہ دھونا سنت ہے۔ (پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک منہ دھونا وضو میں فرض ہے۔) (۶) آٹھویں نمبر پر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوتے وقت تین بار پانی بہانا سنت اور ایک بار پانی بہانا فرض ہے۔ جو تسبیح و دعا یاد ہو اسے دوران وضو پڑھتے رہنا مسنون عمل ہے۔ (۷) نویں نمبر پر پورے سر کا مسح کرنا سنت اور چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ پھر دسویں نمبر پر تین بار پاؤں پر پانی بہانا مسنون اور ایک بار ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر ختم کرنا چاہیئے۔ افعال وضو یہی ہیں۔ (۸) وہ بزرگ یہی چیلنج کیا کرتے تھے کہ مجھ سے زیادہ بہتر وضو کوئی نہیں کر سکتا۔ دیہاتی لوگ سٹھیائے ہوئے ہیں۔ وہ کیا جانیں کہ وضو کیسے کیا جاتا ہے۔ (۹) جب گاؤں کے بڑے آدمی (چوہدری) نے یہ بات سُنی تو آگ بگولا ہوا اور کہنے لگا کہ اے مردود، خبیث۔ (۱۰) تونے روزہ کی حالت میں وضو کے اندر مسواک کرنا جائز قرار دیا ہے۔ لیکن دیہاتیوں کی غیبت کرکے مُردہ انسان کا گوشت کھانا جائز کر دیا (یعنی خود گوشت کھالیا)۔

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۱	دہاں گو زنا گفتنیہا نخست کہہ دو کہ پہلے نہ کہنے کے لائق باتوں سے منہ	بشوئی کہ از خوردنیہا بشست دھولے جیسا کہ کھانے کی چیزوں سے دھویا ہے
۲	کسے را کہ نام آمد اندر میاں جب کسی کا ذکر درمیان میں آئے	بہ نیکو تریں نام و نعتش بخواں اس کا نام اور عادتیں نیکی کے ساتھ ذکر کر
۳	چو ہموارہ گوئی کہ مردم خر اند جب تو ہمیشہ یہ کہے گا کہ آدمی گدھے ہیں	مبر ظن کہ نامت چو مردم برند تو یہ خیال نہ کر کہ وہ آدمیوں کی طرح تیرا نام لیں گے
۴	چناں گوئی سیرت بکوئی اندرم میری عادت اس طرح گلی میں بیان کر	کہ گفتن توانی بروی اندرم جس طرح تو میرے روبرو بیان کر سکے
۵	و گر شرمت از دیدۂ ناظر است اور اگر تجھے دیکھنے والے کی آنکھ کی شرم ہے	نہ بے بصر غیب داں حاضر است تو اندھا نہیں ہے غیب داں جاننے والا موجود ہے
۶	نیاید ہمے شرمت از خویشتن تجھے آپ سے شرم نہیں آتی	کز و فارغ و شرم داری زمن کہ تو اس سے بے فکر ہے اور مجھ سے شرم کرتا ہے

حکایت

کہانی

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۸	طریقت شناسانِ ثابت قدم طریقت کے جانکار مضبوط قدم والے	بخلوت نشستند چندے بہم تنہائی میں کچھ مل بیٹھے
۹	یکے زاں میاں غیبت آغاز کرد ان میں سے ایک نے بدگوئی شروع کر دی	در ذکر بے چارۂ باز کرد ایک بے چارے کا ذکر شروع کر دیا
۱۰	کسے گفتش اے یار شوریدہ رنگ کسی نے اس سے کہا اے دیوانے دوست	تو ہرگز غزا کردۂ در فرنگ تو نے کبھی فرنگیوں سے جہاد کیا ہے

(۱) دہاں: منہ۔ گو: کہہ۔ زنا گفتنیہا: کہنے کے ناقابل باتوں سے۔ نخست: پہلے۔ بشوئی: دھو دے تو۔ کہ از خوردنیہا: جیسا کہ کھانے کی چیزوں سے بشست: دھویا۔ (۲) کسے را کہ: جس کسی کا کہ۔ آمد: آیا۔ اندر میاں: بیچ میں۔ نیکو ترین: بہت اچھا۔ نعتش: اس کی صفت۔ بخواں: کہہ۔ (۳) چو ہموارہ: جب ہمیشہ۔ گوئی: کہے تو۔ مردم: لوگ۔ خر اند: گدھے ہیں مبر ظن: خیال نہ کر۔ نامت: تیرا نام۔ چو مردم: انسانوں کی طرح۔ برند: لیویں گے۔ (۴) چناں: ایسا۔ گوئی: کہے تو۔ سیرت: طریقہ۔ بکوئی اندرم: کوچے میں میری۔ گفتن توانی: کہہ سکتا ہو تو۔ بروی اندرم: میرے روبرو۔ (۵) شرمت: تجھ کو شرم۔ از دیدۂ ناظر: دیکھنے والے کی آنکھ سے۔ است: ہے۔ نہ بے بصر: تو نابینا نہیں ہے۔ غیب دان: غیب کا جاننے والا یعنی خدا۔ حاضر است: حاضر ہے۔ (۶) نیاید ہمے شرمت: تجھے شرم نہیں آتی۔ از خویشتن: اپنے آپ سے۔ کز و فارغ: کہ تو اس سے فارغ۔ شرم داری: شرم رکھتا ہے تو۔ زمن: مجھ سے۔ (۷) حکایت: کہانی۔

(۸) طریقت شناساں: طریقت کے پہچاننے والے ثابت قدم: مضبوط قدموں والے۔ بخلوت نشستند: تنہائی میں بیٹھے۔ چندے بہم: کچھ دیر مل کر۔

(۹) یکے زاں میاں: ان میں سے ایک۔ غیبت: چغلی۔ آغاز کرد: شروع کی۔ در ذکر: ذکر کا دروازہ۔ باز کرد: کھول دیا۔ (۱۰) کسے گفتش: کسی نے اس کو کہا یار شوریدہ رنگ: اڑے رنگ والے یار یا دیوانوں جیسے یار۔ ہرگز: کبھی۔ غزا کردۂ: لڑائی کی ہے تو نے۔ فرنگ: انگریز۔

تشریح: (۱) اس سے کہہ دو کہ جس طرح کھانے کی چیزیں کھانے سے پہلے منہ دھویا جاتا ہے۔ اسی طرح نازیبا الفاظ کہنے سے پہلے اپنا منہ دھو لینا چاہیئے۔ (۲) اگر دورانِ گفتگو کسی شخص کا نام آجائے تو اس کا نام عزت سے لینا چاہیئے۔ (تاکہ غیبت سے بچاؤ ہو سکے۔) (۳) جب کوئی شخص ہمیشہ ہر کسی کا نام اُٹھائے گا یا ہر ایک کو گدھا کہہ کر پکارے گا یا اس کا غلط نام لے کر یاد کرے گا تو کل کو تیرا نام بھی اچھے لفظوں میں نہیں لیا جائے گا۔

(۴) مردہ کا گوشت کھانا غیبت ہے۔ اور جو بات کسی کے منہ پر کہنے سے اس کی ناگواری کے باعث نہ کہی جا سکے۔ وہی بات پس پشت کہنا غیبت کہلاتا ہے پس پشت وہی بات کہو جو سامنے کہو۔ (۵) اگر تجھے دیکھنے والے سے شرم محسوس ہوتی ہے تو پھر سمیعٌ بصیر (اللہ تعالیٰ) کی ذات بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ لہٰذا اس سے بھی ایسے ہی شرم کرنی چاہیئے۔ جیسے ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ (۶) جو شخص اپنی ذات کو دیکھ کر نہیں شرماتا۔ اس کا لوگوں سے شرمانا تعجب خیز و اچنبے کی بات ہے۔ (۷) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرتا ہے۔ وہ زبان کے تیر سے کافروں کی بجائے مسلمانوں سے جہاد میں مصروف ہے۔ (۸) کچھ اہلِ طریقت (صوفی) حضرات تھوڑی دیر کے لیے خلوت میں مل کر بیٹھے ہوئے تھے۔

(۹) ان (اہل طریقت حضرات) میں سے ایک شخص نے کسی بے چارے آدمی کی غیبت شروع کر دی۔

(۱۰) کسی درویش نے اس (غیبت کرنے والے) سے دریافت کیا کہ اے نادان دوست! تو نے کبھی فرنگی کفار سے جہاد بھی کیا ہے۔

مصرع اوّل		مصرع ثانی
بگفت از پس چار دیوار خویش	۱	ہمہ عمر ننہادہ ام پائے پیش
اس نے کہا میں نے اپنی چار دیواری سے		تمام عمر کبھی قدم باہر نہیں دھرا
چنیں گفت درویش صادق نفس	۲	ندیدم چنیں بخت برگشتہ کس
سچے سانسوں والے درویش نے یہ کہا		میں نے ایسا بد بخت کوئی نہیں دیکھا
کہ کافر ز پیکارش ایمن نشست	۳	مسلماں ز جور زبانش نرست
کہ کافر تو اس کی جنگ سے امن میں ہو کر بیٹھے		مسلمان اس کی زبان کے ظلم سے نہ چھوٹے

حکایت

کہانی

مصرع اوّل		مصرع ثانی
چہ خوش گفت دیوانۂ مرغزی	۵	حدیثے کزاں لب بدنداں گزی
مرغز کے دیوانے نے کیا خوب کہا		ایسی بات جس سے تو دانتوں سے ہونٹ کاٹے
من ار نام مردم بزشتی برم	۶	نگویم بجز غیبت مادرم
میں اگر لوگوں کا نام برائی سے لوں		تو اپنی ماں کی بدگوئی کے سوا کچھ نہ کروں گا
کہ دانند پروردگان خرد	۷	کہ طاعت ہماں بہ کہ مادر برد
کیونکہ عقل کے پالے جانتے ہیں		عبادت وہی بہتر ہے جو ماں لے جائے
رفیقے کہ غائب شد اے نیک نام	۸	دو چیز است ازو بر رفیقاں حرام
اے نیک نام جو دوست غائب ہو		دوستوں پر اس کی دو چیزیں حرام ہیں
یکے آنکہ مالش بباطل خورند	۹	دوم آنکہ نامش بزشتی برند
ایک تو یہ کہ اس کا مال خواہ مخواہ اڑائیں		دوسرے یہ کہ اس کا نام برائی سے لیں
ہر آنکو برد نام مردم بعار	۱۰	تو چشم نکو گوئی از وے مدار
جو شخص دوسروں کا نام برائی سے لے		تو اس سے اچھا کہنے کی توقع نہ رکھ

(۱) بگفت: اس نے کہا۔ از پس چار دیوار خویش: اپنی چار دیواری کے پیچھے۔ ہمہ عمر: تمام عمر۔ ننہادہ ام: نہیں رکھا ہے میں نے۔ پائے پیش: پاؤں آگے۔
(۲) چنیں گفت: ایسے کہا۔ درویش صادق نفس: سچی سانس والا درویش۔ ندیدم: نہیں دیکھا میں نے۔ چنیں بخت برگشتہ: پھرے نصیب والا۔ کس: کوئی آدمی۔ (۳) کافر: خدا کا منکر۔ پیکارش: اس کی لڑائی۔ ایمن: بے خوف۔ نشست: بیٹھا۔ جور زبانش: اس کی زبان کا ظلم۔ نرست: نہ چھوٹا۔
(۴) حکایت: کہانی۔ (۵) چہ: کیا۔ خوش گفت: خوب کہا۔ دیوانۂ مرغزی: مرغز کا دیوانہ۔ مرغز کسی شہر کا نام۔ حدیثے کزاں: ایسی بات جس سے کہ۔ لب بدنداں: لب دانتوں سے۔ گزی: کاٹے تو۔
(۶) من ار: میں اگر۔ نام مردم: لوگوں کا نام۔ بزشتی: برائی سے۔ برم: لوں میں۔ نگویم: نہیں کہوں گا میں۔ بجز: سوائے۔ غیبت مادرم: اپنی ماں کی چغلی۔
(۷) کہ دانند: کیونکہ جانتے ہیں۔ پروردگان خرد: عقل کے پالے ہوئے۔ طاعت: نیکی۔ ہماں بہ: وہی بہتر۔ مادر: ماں۔ برد: لے جائے۔ (۸) رفیقے کہ: جو ساتھی کہ۔ غائب شد: غائب ہو گیا۔ ازو: اس سے۔ بر رفیقاں: ساتھیوں پر۔ (۹) یکے آنکہ: ایک یہ کہ۔ مالش: اس کا مال۔ بباطل: ناحق۔ خورند: کھا دیں۔ دوم: دوسرے۔ آنکہ: یہ کہ۔ نامش: اس کا نام۔ بزشتی: برائی سے۔ برند: لے جاویں۔
(۱۰) ہر آنکو: جو شخص کہ وہ۔ برد: لیوے۔ نام مردم: لوگوں کا نام۔ بعار: برائی سے۔ چشم نکو گوئی: اچھا کہنے کی امید۔ از وے: اس سے۔ مدار: مت رکھ۔

تشریح: (۱) اس (غیبت کرنے والے) نے کہا کہ زندگی بھر اپنے گھر سے باہر قدم نہیں رکھا۔ (پھر فرنگیوں سے جہاد کیسے کرتا) (۲) پوچھنے والے صادق نفس درویش نے کہا کہ میں نے تجھ (غیبت کرنے والے) جیسا بد نصیب کہیں نہیں دیکھا۔
(۳) کہ کفار تو اس کی لڑائی سے بحفاظت رہے اور مسلمان تیری زبان کے ستم سے نہ بچ سکا۔ (۴) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی غیبت کے بغیر نہیں رہ سکتا تو وہ اپنے کسی پیارے کی غیبت کر لیا کرے۔ تاکہ نیکیاں کوئی دوسرا نہ لے جا سکے۔ (۵) شہر مرغز کے مجنوں نے ایسی عجب بات کہی کہ جسے سن کر تو مارے حیرت کے اپنے ہونٹ کاٹنے لگ جائے۔ (۶) اس (مرغز کے دیوانے) نے کہا کہ اگر میں پس پشت کسی کی برائی کروں تو اس سے بہتر ہے کہ میں اپنی ماں کی غیبت کروں۔ (۷) عقل و شعور رکھنے والا شخص یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ اس نیکی سے بہتر اور کوئی نیکی نہیں جو ماں لے جائے۔ (کیونکہ جس کی غیبت کی جاتی ہے۔ نیکیاں اسی کو ملتی ہیں) (۸) اگر ایک ساتھی کہیں چلا جائے تو دوستوں سمیت اس کے پس ماندگان پر دو چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں۔ (۹) حرام شدہ دو چیزوں میں ایک چیز جو حرام ہے۔ وہ یہ ہے کہ ناحق اس کا مال کھا جائیں تاکہ قیامت کے دن اس کا حساب دینا پڑے اور دوسرے یہ کہ اس کی غیبت کریں۔ (۱۰) جو شخص تیرے سامنے دوسروں کی بدگوئی کرتا ہے۔ اس سے یہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے کہ وہ دوسروں کے سامنے تیری نیک نامی کرے گا۔

مصرع اول		مصرع ثانی
کہ اندر قفائے تو گوید ہماں	۱	کہ پیشِ تو گفت از پسِ مردماں
اس لیے کہ وہ تیرے پیٹھ پیچھے بھی وہی کہے گا		جو تیرے سامنے لوگوں کے پیٹھ پیچھے کہاہے
کسے پیشِ من درجہاں عاقلست	۲	کہ مشغول خود وز جہاں غافلست
میرے سامنے تو دنیا میں وہ عقلمند ہے		جو اپنے آپ میں لگاہے اور دنیا سے غافل ہے

حکایت

کہانی

مصرع اول		مصرع ثانی
سہ کس را شنیدم کہ غیبت رواست	۴	چو زیں در گزشتی چہارم خطاست
میں نے سناہے تین شخصوں کی بدگوئی مناسب ہے		اگر تو اس سے بڑھا چوتھے کی غیبت گناہ ہے
یکے پادشاہِ ملامت پسند	۵	کزو بر دلِ خلق بینی گزند
ایک ظالم بادشاہ		جس سے تو لوگوں کے دل پر تکلیف دیکھے
حلالست ازو نقل کردن خبر	۶	مگر خلق باشند ازو پرحذر
اس کی بات نقل کرنا جائز ہے		تاکہ لوگ اس سے محتاط رہیں
دوم پردہ بر بے حیائے متن	۷	کہ خود مے درد پردۂ خویشتن
دوسرے بے حیا پر پردہ نہ تان		اس لیئے کہ وہ خود اپنا پردہ چاک کرتاہے
زحوضش مدار اے برادر نگاہ	۸	کہ او مے درافتد بگردن بچاہ
اے بھائی اس میں گھسنے کو گناہ نہ سمجھ		اس لیئے کہ وہ خود سرکے بل کنوئیں میں گرتاہے
سوم کثر ترازوئے ناراست خوئے	۹	زفعلِ بدش ہرچہ دانی بگوئے
تیسرا بدمعاملہ جھوٹا		اس کے بُرے کام کی جو کچھ تجھے خبر ہے کہہ دے

(۱) اندر قفائے تو: تیرے پیچھے۔ گوید: کہے گا۔ ہماں: وہی۔ پیشِ تو: تیرے سامنے۔ گفت: کہا۔ از پسِ مردماں: لوگوں کے پیچھے۔ (۲) کسے: کوئی شخص۔ پیشِ من: میرے سامنے۔ عاقلست: عقل مند ہے۔ مشغولِ خود: اپنے آپ میں مشغول۔ وز جہاں: اور جہاں سے۔ غافلست: غافل ہے۔ (۳) حکایت: کہانی۔ (۴) سہ کس: تین آدمی۔ شنیدم: میں نے سنا۔ غیبت: چغلی۔ رواست: جائز ہے۔ چو زیں: جب اس سے۔ بگزری: تو گزرے۔ چہارم: چوتھا۔ خطاست: غلط ہے۔ (۵) یکے: ایک۔ ملامت پسند: ملامت کو پسند کرنے والا۔ کزو: جس سے کہ۔ بر دلِ خلق: مخلوق کے دل پر۔ بینی: تو دیکھے۔ گزند: تکلیف۔ (۶) حلالست: حلال ہے۔ ازو: اس سے۔ کردن: کرنا۔ خبر: بات۔ مگر: شاید۔ خلق: مخلوق۔ باشند: ہوجاویں۔ ازو: اس سے۔ پرحذر: محتاط۔ (۷) دوم: دوسرا۔ متن: مت ڈال۔ مے درد: پھاڑتا ہے۔ پردۂ خویشتن: اپنا پردہ۔ (۸) زحوضش: اس کو حوض سے۔ مدار: مت رکھ۔ برادر: بھائی۔ او: وہ۔ مے درافتد: گرتاہے۔ بگردن: گردن کے بل۔ بچاہ: کنوئیں میں۔ (۹) سوم: تیسرا۔ کثر ترازو: ٹیڑھی ترازو والا یعنی بدمعاملہ۔ ناراست خوئے: غلط طبیعت والا۔ زفعلِ بدش: اس کے بُرے فعل کو۔ ہرچہ دانی: تو جتنا جانتا ہے۔ بگو: کہہ دے۔

تشریح: (۱) عربی کا مقولہ ہے: مَنْ نَقَلَ عَلَيْكَ وَعَنْكَ۔ یعنی جو شخص تیرے سامنے دوسروں کی بُرائی کرتا ہے۔ وہ دوسروں کے سامنے تیری غیبت کرتا ہے۔ (۲) میں (مرغزی کا دیوانہ) دنیا میں اسی کو دانشمند تصور کرتا ہوں۔ جو دنیا جہان سے بے خبر ہوکر صرف اپنے کام میں مشغول رہے۔ (۳) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیاہے کہ ظالم حکمران، بے غیرت (دیوث) شخص اور بدمعاملہ آدمی کے ماسوا کسی کی غیبت جائز نہیں۔ (۴) میں (شیخ سعدیؒ) نے سناہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی غیبت کا جواز موجود ہے۔ چنانچہ ان تینوں کے علاوہ کسی چوتھے شخص کی غیبت کرنا حرام ہے۔ (۵) جس بادشاہ کے جَور وستم سے مخلوق ایذا میں مبتلا ہے۔ اس کے ستم پر مبنی داستانیں بیان کرنا گناہ نہیں۔ کیونکہ مظلوم کے پاس سوائے ظالم کی بدگوئی کے اور کچھ نہیں۔ (۶) ہوسکتا ہے کہ لوگ اس (بادشاہ) کے مظالم سے محتاط ہو جائیں۔ یا انقلاب کے ذریعے اس کی تباہی کا سامان کرکے لوگوں کو نجات دلائیں۔ (۷) دوسرا شخص وہ بے حیا ہے جو سرِعام بے حیائی کرتا ہے اس کے عیبوں پر پردہ نہیں ڈالنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ خود اپنا پردہ چاک کرچکا ہے۔ (۸) چنانچہ ایسے شخص کی عیب جوئی کرنے سے کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ جو شخص گردن کے بل کنوئیں میں گر چکا ہو اُسے حوض سے بچانا فضول ہے۔ (بے حیائی کنواں اور عیب جوئی حوض ہے) (۹) تیسرا وہ اخبث الناس آدمی جو لین دین میں گڑبڑ کرتا ہے۔ اس کی عیب جوئی خوب کرنی چاہیئے۔ تاکہ اس کی بدمعاملگی سے واقف ہوکر لوگ نقصان سے محفوظ رہیں۔

حکایت[1]

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
شنیدم کہ دزدے درآمد زدشت	۲	بدروازۂ سیستاں درگزشت
میں نے سنا ہے کہ ایک چور جنگل سے نکلا		سیستان کے دروازے پر سے گذرا
چو چیزے خرید از بقال کوے	۳	زماکول و طعمیکہ بایستش او
جب اس نے کوچہ کے بقال سے کوئی چیز خریدی		کھانے کی اور وہ کھانا جو اس کو چاہیئے تھا
بدزدید بقال ازو نیم دانگ	۴	برآورد دزدے سیاہ کار بانگ
دوکاندار نے اس کا آدھا دانگ چرا لیا		سیہ کار چور پکار اٹھا
خدایا تو شب رو بآتش بسوز	۵	کہ رہ مے زند سیستانی بروز
اے خدا تو رات کے چور کو جلا ڈال		اس لیئے کہ اب تو سیستانی دن میں ڈاکہ ڈالنے لگے

حکایت[6]

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
یکے گفت با صوفیٔ باصفا	۷	نہ دانی فلانت چہ گفت از قفا
باطن کی صفائی والے ایک صوفی سے کسی نے کہا		تجھے معلوم نہیں پیٹھ پیچھے فلاں نے تجھے کیا کہا ہے
بگفتا خموش اے برادر بخفت	۸	ندانستہ بہتر کہ دشمن چہ گفت
اس نے کہا اے بھائی خاموش رہ، آرام کر		دشمن نے کیا کہا ہے، اس کا نہ جاننا بہتر ہے
کسانیکہ پیغام دشمن برند	۹	زدشمن ہماناں کہ دشمن ترند
وہ لوگ جو دشمن کا پیغام پہنچاتے ہیں		وہ دشمن سے بھی زیادہ دشمن ہیں
کسے قول دشمن نیارد بدوست	۱۰	جز آنکس کہ در دشمنی یار اوست
کوئی شخص دشمن کی بات دوست کے پاس نہیں لاتا		سوائے اس شخص کے جو دشمنی میں اس کا دوست ہے

(۱) حکایت، کہانی۔ (۲) شنیدم، میں نے سنا۔ دزدے، ایک چور۔ درآمد، آیا۔ دشت، جنگل۔ بدروازۂ سیستان، سیستان کا دروازہ۔ سیستان ایک شہر کا نام جو غالباً خراسان میں واقع ہے۔ درگزشت، گزرا۔ (۳) چو، جب۔ چیزے، کوئی چیز۔ خرید، خریدی۔ بقال کوئے، گلی کے دوکاندار۔ ماکول، کھانے کی چیز۔ طعمیکہ، جو کھانا کہ۔ بایستش او، اس کو چاہیئے تھا۔ (۴) بدزدید، چرالیا۔ بقال، دوکاندار۔ ازو: اس سے۔ نیم دانگ، آدھا دانگ تقریباً ایک پیسہ۔ برآورد، نکالی۔ دزدے سیاہ کار، سیاہ کار چور۔ بانگ، آواز۔ (۵) خدایا، اے خدا۔ شب رو: رات کو چلنے والا یعنی چور۔ بآتش، آگ میں۔ بسوز، جلا۔ رہ مے زند: راستہ مارتا ہے۔ سیستانی: سیستان کا رہنے والا۔ بروز، دن میں۔

(۶) حکایت، کہانی۔ (۷) یکے گفت: ایک نے کہا۔ باصوفیٔ باصفا: صاف معاملہ صوفی کو۔ نہ دانی: تو نہیں جانتا۔ فلانت، فلاں نے تجھ کو۔ چہ گفت، کیا کہا۔ قفا، پیچھے۔ (۸) بگفتا، اس نے کہا۔ برادر، بھائی۔ بخفت، سوجا۔ ندانستہ، نہ جانا۔ چہ گفت، کیا کہا۔ (۹) کسانیکہ، جو لوگ کہ۔ برند، لے جاتے ہیں۔ ہماناں کہ، یقیناً کہ۔ دشمن تراند، تیرے دشمن ہیں۔ (۱۰) کسے، جو شخص۔ قول دشمن، دشمن کی بات۔ نیارد، نہیں لاتا۔ بدوست: دوست کے پاس۔ جز آنکس، سوائے اس شخص کے۔ یار اوست: اس کا مددگار ہے۔

تشریح: (۱) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ لین دین کے معاملات میں گڑبڑ کرنے والا شخص چوروں سے بھی گیا گزرا ہے۔ (۲) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ خراسان میں واقع شہر سیستان میں کسی جنگل سے کوئی چور وارد ہوا۔

(۳) جب اس (چور) نے سیستان کے محلے میں کسی پرچون فروش سے اشیائے خوردنی خریدیں جن کی اسے (چور کو) ضرورت تھی۔

(۴) پرچون فروش نے نصف دانگ (سیستان کی مروجہ کرنسی) دبالیا۔ چنانچہ چور نے اس صورتحال پر شور کرنا شروع کردیا۔

(۵) وہ (چور) کہنے لگا۔ اے اللہ! رات کے ڈاکوؤں کو جہنم رسید کر۔ کیونکہ اب سیستانیوں نے دن کو ہیرا پھیری کا کام شروع کردیا ہے۔

(۶) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ لگائی بُجھائی کر کے لوگوں کو لڑانے کا کام کرتے ہیں۔ وہ دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔

(۷) ایک آدمی نے کسی درویش کے سامنے ایسے شخص کی غیبت شروع کی جو انہیں (درویش کو) بُرا بھلا کہتا تھا کہا کہ آپ (درویش) کو معلوم ہے کہ وہ درپردہ کیا کہتا ہے (۸) انہوں (درویش) نے اسے خاموش کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کچھ دشمن نے کہا ہے۔ اس سے بے خبر رہنا بہتر ہے۔

(۹) دشمن کے پیغام رساں لوگ خود دشمن کے مقابلے میں سب سے بڑے دشمن ہیں۔ کیونکہ دشمن کا تیر خطا گیا تھا اور پیغام رساں نے وہ تیر اٹھا کر سینے میں پیوست کردیا۔ (۱۰) دشمن کی زبان کے تیر دستوں کے سینے میں وہی لوگ پیوست کرتے ہیں جو اندرون خانہ دشمن کے یار و مددگار اور دوست کے یار مار ہوتے ہیں۔

#	مصرع اول	مصرع دوم
۱	نیارست دشمن جفا گفتنم دشمن مجھے ایسا سخت نہ کہہ سکا	چناں کز شنیدن بلرزد تنم جس کے سننے سے میرا جسم لرزے
۲	تو دشمن تری کاوری بر دہاں تو زیادہ دشمن ہے کہ زبان پر لاتا ہے	کہ دشمن چنیں گفت اندر نہاں کہ دشمن نے خفیہ طور پر یہ کہا ہے
۳	سخن چیں کند تازہ جنگِ قدیم چغل خور پرانی لڑائی کو تازہ کرتا ہے	بخشم آورد نیک مردِ سلیم سادہ دل نیک انسان کو غصہ میں مبتلا کرتا ہے
۴	ازاں ہم نشیں تا توانی گریز جس قدر ممکن ہو ایسے ہمنشین سے بھاگ	کہ مر فتنۂ خفتہ را گفت خیز کہ جو خاص مُردہ فتنہ کو کہے کہ اٹھ
۵	سیہ چال و مرد اندر و بستہ پائے اندھا کنواں اور اس میں پیر بندھا آدمی	بہ از فتنہ از جائے بردن بجائے بہتر ہے فتنہ کو جگہ بجگہ لے جانے سے
۶	میان دو تن جنگ چوں آتش ست دو شخصوں کے درمیان لڑائی مثل آگ ہے	سخن چیں بدبخت ہیزم کش ست بدبخت چغل خور لکڑہارا ہے

حکایت

کہانی

#	مصرع اول	مصرع دوم
۸	فریدوں وزیرے پسندیدہ داشت فریدوں ایک ایسا عمدہ وزیر رکھتا تھا	کہ روشن دل و دُور بیں دیدہ داشت جو روشن دل اور دُور بیں نگاہ رکھتا تھا
۹	رضائے حق اوّل نگہ داشتے سب سے پہلے خدا کی رضامندی کا خیال رکھتا	دگر پاسِ فرمان شہ داشتے پھر بادشاہ کے حکم کا لحاظ رکھتا
۱۰	نہد عامل سفلہ بر خلق رنج کمینہ حاکم لوگوں کو رنج پہنچاتا ہے	کہ تدبیر ملکست و توفیر گنج کہ یہی ملک کی تدبیر اور خزانہ کی بڑھوتری ہے

(۱) نیارست: نہ طاقت رکھی۔ جفا گفتنم: میری جفاکاری بیان کرنے کی۔ چناں کز شنیدن: ایسی کہ اس کے سننے سے۔ بلرزد: لرزتا ہے۔ تنم: میرا جسم۔
(۲) دشمن تری: زیادہ دشمن ہے تو۔ کاوری: جو کہ لاتا ہے۔ بر دہاں: منہ پر۔ چنیں گفت: دشمن نے ایسے کہا۔ اندر نہاں: پوشیدگی میں۔ (۳) سخن چیں: چغلخور کند: کرتا ہے۔ جنگ قدیم: پرانی جنگ کو۔ بخشم آورد: غصہ میں لاتا ہے۔ نیک مرد سلیم: سلامتی والے نیک مرد کو۔ (۴) ازاں ہم نشیں: اس ہم نشین سے۔ تا توانی: تو جب تک طاقت رکھے۔ گریز: بھاگ۔ مر فتنۂ خفتہ: خاص سویا ہوا فتنہ۔ گفت: کہا۔ خیز: اٹھ۔ (۵) سیہ چال: اندھا کنواں۔ اندر و بستہ پائے: اس کے اندر پاؤں بندھا ہوا۔ بہ: بہتر۔ از جائے بردن بجائے: ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا۔
(۶) میان دو تن: دو شخصوں کے درمیان۔ چوں آتش: آگ کی طرح۔ ست: ہے۔ سخن چیں بدبخت: بدبخت چغل خور۔ ہیزم کش: لکڑی ڈالنے والا۔
(۷) حکایت: کہانی۔ (۸) فریدوں: ایران کا ایک زبردست بادشاہ۔ پسندیدہ: عمدہ۔ داشت: رکھتا تھا۔ دُور بیں: دُور دیکھنے والی۔ دیدہ: آنکھ۔
(۹) رضائے حق: اللہ کی رضا۔ نگہ داشتے: ملحوظ رکھتا۔ دگر: پھر۔ پاس فرمان شاہ: بادشاہ کے فرمان کا پاس۔ داشتے: وہ رکھتا۔ (۱۰) نہد: رکھتا ہے۔ عامل سفلہ: کمینہ حاکم۔ بر خلق: مخلوق پر۔ تدبیر ملکست: ملک کی تدبیر ہے۔ توفیر گنج: خزانے کا بڑھانا۔

تشریح: (۱) میری جفاکاری بیان کرتے ہوئے مجھے لرزہ براندام کرنے کے حوالے سے جو کام دشمن نہ کر سکا۔ وہ کام دوست نے کر دکھایا۔
(۲) دشمن تو میرے منہ پر میری بُرائی نہ کر سکا۔ لیکن تو نے دوست ہو کر میرے سامنے میری بُرائی کر دی۔ لہٰذا دشمن سے زیادہ جری دشمن تو ہی ہے۔
(۳) بڑھا چڑھا کر باتیں بنانا چغل خور کا وطیرہ ہے۔ سلیم الطبع شخصیت کو برانگیختہ کر کے غضبناک کرنا اور دیرینہ جنگ کو نیا (تازہ) کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ (۴) ایسے دوست سے دُور رہنا چاہیئے جس کی فطرت میں سوئے ہوئے فتنوں کو جگانے کی صلاحیت موجود ہو۔
(۵) جا بجا فتنہ انگیزی کرنے سے بہتر ہے۔ انسان تنہا اندھے کنوئیں میں بند ہو کر جاں بحق ہو جائے۔
(۶) دو آدمیوں کے مابین جنگ آگ کی مانند ہے جبکہ چغل خور کی لگائی بجھائی اُسے (جنگ کی آگ کو) ہوا دینا ایندھن بھرنے کے مترادف ہے۔
(۷) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کمینہ فطرت حکمران ہی لوگوں پر ٹیکسوں کی بھرمار کر کے ملک کو منظم اور خزانے کو بھرنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ (۸) فریدون (ایران کا بادشاہ) کے پاس ایک ایسا وزیر تھا جو انتہائی نیک دل، سمجھدار اور دُوربین نگاہ رکھتا تھا۔
(۹) وہ (فریدون کا وزیر) رضائے الٰہی کو اوّلین حیثیت دیتا تھا اور بعد ازاں شاہی فرمان کو اہمیت دیتا تھا۔
(۱۰) جو حکمران کمینہ فطرت کا حامل ہوتا ہے وہ بے شمار ٹیکسوں کے ذریعے رعایا کو ایذاء پہنچاتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک خزانہ بڑھانا ہی ملکی تدبیر ہے۔

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	اگر جانب حق نداری نگاہ	گزندت رساند ہم از پادشاہ
	اگر تجھے خدا کا دھیان نہیں ہے	تجھے بادشاہ کی جانب سے نقصان پہنچائے گا
۲	یکے رفت پیش ملک بامداد	کہ ہر روزت آسائش و کام باد
	ایک شخص صبح کو بادشاہ کے سامنے گیا	کہ ہر روز تجھے آرام اور مقصد حاصل ہے
۳	غرض مشنو از من نصیحت پذیر	ترا در نہاں دشمنست ایں وزیر
	کوئی غرض نہ سمجھ، میری نصیحت سُن لے	یہ وزیر درپردہ تیرا دشمن ہے
۴	کس از خاص لشکر نماندست و عام	کہ سیم و زر از وے ندارد بہ دام
	خاص لشکر اور عوام میں سے کوئی نہیں بچا	کہ جس کو اس نے چاندی اور سونا اُدھار نہ دیا ہو
۵	بشرطیکہ چوں شاہ گردن فراز	بمیرد دہند آں زر و سیم باز
	اس شرط پر کہ جب بلند گردن بادشاہ	مرجائے گا وہ سونا اور چاندی لوٹائیں گے
۶	نخواہد ترا زندہ آں خود پرست	مبادا کہ نقدش نیاید بدست
	وہ متکبر تیرا زندہ رہنا نہیں چاہتا ہے	ایسا نہ ہو کہ اس کا نقد ہاتھ میں نہ آسکے
۷	یکے سوئے دستورِ دولت پناہ	بچشم سیاست نگاہ کرد شاہ
	دولت پناہ وزیر کی جانب یکبارگی	بادشاہ نے غصہ کی نگاہ سے دیکھا
۸	کہ در صورتِ دوستاں پیش من	بخاطر چرائی بداندیش من
	کہ میرے سامنے دوستوں کی سی صورت	تو دل میں میرا بدخواہ کیوں ہے
۹	زمیں پیش تختش ببوسید و گفت	چوں پرسیدی اکنوں نشاید نہفت
	اس نے تخت کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور بولا	جب آپ نے دریافت کرلیا ہے تو چھپانا مناسب نہیں ہے
۱۰	چنیں خواہم اے نامور بادشاہ	کہ باشند خلقت ہمہ نیک خواہ
	اے نامور بادشاہ میں یہ چاہتا ہوں	کہ تمام مخلوق تیری نیک خواہ رہے

(۱) جانب حق: اللہ کی جانب۔ نداری: نہ رکھے تو۔ گزندت رساند: تجھے تکلیف پہنچائے۔ ہم از پادشاہ: بادشاہ سے بھی۔ (۲) یکے رفت: ایک شخص گیا۔ پیش ملک: بادشاہ کے سامنے۔ بامداد: صبح سویرے۔ ہر روزت: تجھے ہر دن۔ آسائش: آرام۔ کام: مقصد۔ باد: حاصل ہو۔ (۳) غرض مشنو: میری غرض نہ سُن۔ نصیحت پذیر: نصیحت قبول کرلے۔ ترا در نہاں: تیرا پوشیدگی میں۔ دشمنست: دشمن ہے۔ ایں وزیر: یہ وزیر۔ (۴) کس از خاص لشکر: لشکر کے خاص لوگوں میں سے۔ نماندست: نہیں رہا ہے۔ سیم و زر: سونا چاندی۔ از وے: اس سے۔ ندارد: نہ رکھتا ہو۔ بدام: قرض میں۔ (۵) بشرطیکہ: اس شرط سے کہ۔ چوں: جب۔ شاہ گردن فراز: بلند گردن بادشاہ۔ بمیرد: مرجاوے۔ دہند: دیویں۔ آں زر و سیم: وہ سونا چاندی۔ باز: واپس۔ (۶) نخواہد: نہیں چاہتا مرا: مجھ کو۔ آں خود پرست: وہ خود پرست۔ مبادا: مت ہووے۔ نقدش: اس کی نقدی۔ نیاید بدست: نہ آوے ہاتھ میں۔ (۷) یکے: ایک۔ سوئے دستور: وزیر کی طرف۔ دولت پناہ: حکومت کا پشتیبان۔ بچشم سیاست: غصہ کی نگاہ سے۔ نگاہ کرد: نظر کی۔ (۸) درصورت دوستاں: دوستوں کی شکل۔ پیش من: میرے سامنے۔ بخاطر: دل میں۔ چرائی: کیوں ہے تو۔ بداندیش من: میرا بدخواہ۔ (۹) زمین پیش تختش: اس کے تخت کے سامنے کی زمین۔ ببوسید: چومی اس نے۔ گفت: کہا۔ چوں پرسیدی: جب تونے پوچھ لیا۔ اکنوں: اب۔ نشاید نہفت: چھپانا نہیں چاہیئے۔ (۱۰) چنیں خواہم: میں ایسے چاہتا ہوں۔ باشند: ہوویں۔ خلقت: مخلوق۔ ہمہ: تمام۔ نیک خواہ: نیکی چاہنے والے۔

تشریح: (۱) جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلقات توڑ کر صرف بادشاہ سے ناطہ جوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی بادشاہ کے ذریعے ذلّت و رسوائی کا سامان پیدا کردیتا ہے۔ (۲) فریدون کے وزیر کا کوئی بدخواہ شخص روزانہ علی الصبح بادشاہ کے پاس وزیر کی شکایت کرنے کے لیے جایا کرتا تھا۔ تاکہ خود سکون حاصل کرسکے۔ (۳) اس (وزیر کے بدخواہ) نے کہا۔ بادشاہ سلامت! میں اپنی غرض و غایت کی وجہ سے نہیں آیا۔ بلکہ وزیر کی خفیہ دشمنی سے مطلع کرنے آیا ہوں۔ (۴) وہ یہ کہ وزیر نے ہر خاص و عام آدمی کو قرض دے رکھا ہے۔ تاکہ سونے چاندی سے خزانہ خالی رہے۔ (۵) اور قرض دیتے وقت یہ شرط بھی عائد کرتا ہے کہ قرض کی واپسی بادشاہ کی وفات کے بعد ہوگی۔ (۶) اس شرط سے وزیر کی یہی مُراد ہے کہ وہ آپ کی درازیٔ عمر کا خواہاں نہیں۔ ورنہ یہ شرط عائد نہ کرتا۔ (۷) چنانچہ روز روز کی لگائی بجھائی سے متاثر ہوکر بادشاہ نے اس کی طرف غضبناک حالت میں نظر کی۔ تاکہ اسے (وزیر کو) زجر و توبیخ کی جائے۔ (۸) بادشاہ نے زبان حال سے وزیر کے سامنے سوال اٹھایا کہ بظاہر تو تم میرے وفادار ہو۔ لیکن اندرون خانہ میری جلد موت کے خواہاں ہونے کی صورت میں جان کے درپے ہو۔ (۹) وزیر نے دربار شاہی کے تمام آداب کی بجاآوری کرتے ہوئے عرض کیا کہ جب آپ نے یہ قصۂ پارینہ چھیڑ دیا ہے تو میرے لیے اس کا چھپانا مناسب نہیں۔ (۱۰) اس سے میرا مقصود آپ کی جلد موت نہیں۔ بلکہ لوگوں میں قرض واپس نہ کرنے کی سکت نہ ہونے کے باعث آپ (بادشاہ) کی طویل عمر کے لیے دُعاگو رہیں گے۔

مصرعِ اول		مصرعِ ثانی
چو مرگت بود وعدۂ سیم من	۱	بقا بیشش خواہندت از بیم من
جب میری چاندی دینے کا وعدہ تیری موت پر ہو گا		میرے خوف سے تیری زندگی زیادہ چاہیں گے
نخواہی کہ مردم بصدق و نیاز	۲	سرت سبز خواہند و عمرت دراز
کیا تو نہیں چاہتا کہ سچائی اور نیازمندی کے ساتھ		لوگ تیری سرسبزی اور دراز عمر چاہیں
غنیمت شمارند مرداں دعا	۳	کہ جوشن بود پیش تیر بلا
لوگ دُعا کو غنیمت سمجھتے ہیں		کہ وہ بلا کے تیر کے مقابلہ میں زرہ ہے
پسندیدہ از و شہریار آنچہ گفت	۴	زگل رویش از تازگی بر شگفت
جو کچھ اس نے کہا بادشاہ نے اس کو پسند کیا		تازگی سے اس کے چہرے پر پھول کھل گئے
زقدر و مکانیکہ دستور داشت	۵	مکانش بیفزود و قدرش فراشت
وزیر جو مرتبہ اور مقام رکھتا تھا		اس کا مقام بلند کر دیا اور اس کا رتبہ بڑھا دیا
ندیدم زغمّاز سرگشتہ تر	۶	نگوں طالع و بخت برگشتہ تر
میں نے چغل خور سے زیادہ حیران کسی کو نہیں دیکھا		زیادہ اوندھے ستارے والا اور پھرے نصیبہ والا
زنادانی و تیرہ رائی کہ اوست	۷	خلاف افگند درمیان دو دوست
اپنی نادانی اور بدعقلی سے		دو دوستوں میں اختلاف پیدا کرتا ہے
میان دو کس آتش افروختن	۸	نہ عقلست و خود درمیاں سوختن
دو انسانوں کے درمیان آگ بھڑکانا		اور خود درمیان میں جلنا عقل کی بات نہیں ہے
چو سعدیؒ کسے ذوق خلوت چشید	۹	کہ از ہر دو عالم زباں در کشید
سعدیؒ کی طرح جس کسی نے خلوت کا مزہ چکھ لیا ہے		اس نے دونوں جہان سے زبان بند کر لی ہے
بگو آنچہ دانی سخن سودمند	۱۰	وگر ہیچ کس را نیاید پسند
جو کچھ تجھے معلوم ہے مفید بات کر		خواہ کسی کو بھی پسند نہ آئے

(۱) چو: جب۔ مرگت: تیری موت۔ بود: ہووے گی۔ وعدۂ سیم من: میری چاندی کا وعدہ۔ بقا بیشش خواہندت: تیری زندگی لمبی چاہیں گے۔ (۲) نخواہی: تو نہیں چاہتا۔ مردم: لوگ۔ بصدق و نیاز: سچائی اور نیازمندی سے۔ سرت سبز: تجھے سرسبز۔ خواہند: چاہیں گے۔ عمرت دراز: تیری عمر لمبی۔ (۳) شمارند: شمار کریں گے۔ مرداں: لوگ۔ جوشن: زرہ۔ بود: ہووے۔ پیش تیر بلا: مصیبت کے تیر کے سامنے۔ (۴) ازو: اس سے۔ شہریار: بادشاہ۔ آنچہ گفت: جو کچھ اس نے کہا۔ زگل: پھول سے۔ رویش: اس کا چہرہ۔ بر شگفت: کھِل اُٹھا۔

(۵) قدر و مکانیکہ: جو قدر اور مرتبہ۔ دستور: وزیر۔ داشت: رکھتا تھا۔ مکانش: اس کا مرتبہ۔ بیفزود: بڑھا دیا۔ قدرش: اس کی قدر۔ فراشت: بلند کر دی۔

(۶) ندیدم: نہیں دیکھا میں نے۔ غمّاز: چغل خور۔ سرگشتہ تر: زیادہ پریشان۔ نگوں طالع: اوندھے ستارے والا۔ بخت برگشتہ تر: بہت پھرے نصیب والا۔

(۷) تیرہ رائی: غلط رائے۔ کہ: جو کہ۔ اوست: وہ ہے۔ خلاف افگند: جھگڑا ڈال دیتا ہے۔ (۸) میان دو کس: دو شخصوں کے درمیان۔ آتش افروختن: آگ جلا دینا۔ نہ عقلست: عقل نہیں ہے۔ درمیاں سوختن: بیچ میں جلنا۔ (۹) چو سعدیؒ: سعدیؒ کی طرح۔ کسے: جو شخص۔ ذوق خلوت: تنہائی کا مزا۔ چشید: چکھ لیا۔ از ہر دو عالم: دونوں جہان سے۔ زباں در کشید: زبان روک لی۔ (۱۰) بگو آنچہ دانی: جو کچھ جانتا ہے کہہ۔ سخن: بات۔ سودمند: مفید۔ وگر: اگرچہ۔ ہیچ کس را: کسی آدمی کو۔ نیاید پسند: پسند نہ آوے۔

تشریح: (۱) جب قرض کی ادائی آپ (بادشاہ) کی عمر کے ساتھ مشروط ہے تو اس صورت میں میرے (وزیر) خوف سے بچنے کے لیئے آپ (بادشاہ) کے لیئے طوالت عمر کے لیئے خواہاں ہوں گے۔ (۲) کیا آپ (بادشاہ) کی آرزو نہیں کہ لوگ آپ (بادشاہ) کی شاداب زندگی اور طویل عمری کی دُعا کریں۔

(۳) چونکہ دُعاؤں کے ذریعے مصائب و آلام کے تیر روکے جا سکتے ہیں۔ اس لیئے ہر شخص دُعا کو غنیمت جان کر اسی پر قناعت کرتا ہے۔

(۴) وزیر کا خوبصورت جواب بادشاہ کو نہ صرف پسند آیا۔ بلکہ درازیٔ عمر کی یہ تدبیر بھی خوب اچھی لگی۔ جس کے باعث بادشاہ کا چہرہ کھِل اٹھا۔

(۵) چنانچہ بادشاہ نے وزیر کے دل میں محبت بھرے جذبات محسوس کرتے ہوئے اسے مزید ترقی دے دی۔ یعنی اپنے تئیں وزیر کی قدر و منزلت میں اضافہ کر دیا۔ (۶) اس نوعیت کے اوقات میں چغل خور کی پریشان کن حالت دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسے وقت اس کا ستارہ گردش میں ہوتا ہے۔

(۷) چغل خور اپنی نادانی اور بدخواہی کی بنا پر دوستوں کے درمیان فساد برپا کر کے ان (دوستوں) کے دلوں میں نفرت کی دیوار کھڑی کر دیتا ہے۔

(۸) بطور نتیجہ فساد کی آگ بھڑکا کر درمیان میں خود کو نفرتوں پر مشتمل آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں لانا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔

(۹) جس شخص نے اپنی زبان کو چغل خوری سے روک لیا۔ وہ شیخ سعدیؒ کی طرح خلوت نشینی کا خوگر ہو چکا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی کام کی بات ہو تو کہہ دینی چاہیئے۔ خواہ اسے کوئی شخص پسندیدگی کی نظر سے دیکھے یا نہ دیکھے۔

که فردا پشیماں برآرد خروش	۱	که آیا چرا حق نه کردم بگوش
اس لیئے کہ وہ کل شرمندہ ہو کر چیخے گا		کہ میں نے حق بات کیوں نہ سنی تھی

حکایت

کہانی

زنِ خوب فرماں برو پارسا	۳	کند مردِ درویش را بادشاہ
اچھی فرماں بردار، نیک بیوی		فقیر شوہر کو بادشاہ بنا دیتی ہے
برو پنج نوبت بزن بر درت	۴	کہ یارِ موافق بود در برت
جا! پانچ مرتبہ اپنے دروازہ پر نقارہ بجوا		جب موافقت کرنے والا یار تیری بغل میں ہو
ہمہ روز گر غم خوری غم مدار	۵	چو شب غمگسارت بود در کنار
اگر تمام دن تو غم کھاتا ہے تو فکر نہ کر		جب رات کو ایک غمگسار تیری بغل میں ہو
کرا خانہ آباد و ہم خانہ دوست	۶	خدا را برحمت نظر سوئے اوست
جس کا گھر آباد ہو اور بیوی دوست ہو		اس پر خداوند کی رحمت کی نگاہ ہے
چو مستور باشد زنِ خوب رو	۷	بدیدارِ او در بہشت ست شو
جب خوبصورت بیوی گھر میں چھپی ہو		تو اس کے دیدار کی وجہ سے شوہر جنت میں ہے
کسے برگرفت از جہاں کامِ دل	۸	کہ یک دِل بود با وے آرامِ دِل
اس شخص نے دنیا میں مقصد حاصل کر لیا		کہ جس کی بیوی اس کے ساتھ ہم رائے ہو
اگر پارسا باشد و خوش سخن	۹	نگہ در نکوئی و زشتی مکن
اگر وہ نیک اور خوش کلام ہو		تو خوبصورتی اور بدصورتی کا دھیان نہ کر
زنِ خوش منش دل ستاں بہ کہ خوب	۱۰	کہ آمیزگاری بپوشد عیوب
خوش مزاج دلچسپ بیوی خوبصورت سے بہتر ہے		اس لیئے کہ گھول میل عیوب چھپا دیتا ہے

(۱) فردا، کل آئندہ۔ پشیمان، شرمندہ۔ برآرد، نکالے گا۔ کہ آیا، ہے افسوس۔ چرا، کیوں۔ نہ کردم، نہ کیا میں نے۔ بگوش، کان میں۔ (۲) حکایت، کہانی۔

(۳) زنِ خوب، اچھی بیوی۔ فرماں بر، حکم ماننے والی۔ پارسا، پرہیزگار۔ کند، کرتی ہے۔ مردِ درویش، فقیر آدمی۔

(۴) برو، جا۔ پنج نوبت بزن، پانچ دفعہ نقارہ بجا۔ بر درت، اپنے دروازہ پر۔ کہ، جبکہ۔ یارِ موافق: موافقت کرنے والا یار یعنی بیوی۔ بود، ہووے۔ در برت، تیری بغل میں۔

(۵) ہمہ روز، سارا دن۔ غم خوری، غم کھائے تو۔ مدار، مت رکھ۔ چو، جب۔ شب، رات۔ غمگسارت، غم خوار تیری۔ بود، ہووے۔ در کنار، گود میں۔

(۶) کرا، جس کا۔ خانہ، گھر۔ ہم خانہ، مراد بیوی۔ خدا را، خدا کو۔ برحمت، رحمت کی۔ سوئے اوست، اس کی طرف ہے۔ (۷) چو، جب۔ مستور، چھپی ہوئی۔ باشد، ہووے۔ زن خوب رو، خوبصورت بیوی۔ بدیدار او، اس کے دیدار سے۔ شو، شوہر۔

(۸) کسے، وہی شخص۔ برگرفت، حاصل کیا۔ کامِ دل، دل کا مقصود۔ یک دل بود، دل سے دل ملا ہو۔ با وے، اس کے ساتھ۔ آرامِ دل، دل کا آرام مراد بیوی۔ (۹) پارسا، پرہیزگار۔ باشد، ہووے۔ خوش سخن، میٹھی بات والی۔ نکوئی و زشتی، خوبصورتی اور بدصورتی۔ مکن، مت کر۔

(۱۰) زن خوش منش، اچھی طبیعت والی بیوی۔ دل ستاں، دل موہ لینے والی۔ بہ، بہتر۔ کہ خوب، خوبصورت سے۔ آمیزگاری، میل ملاپ۔ بپوشد، ڈھانپ لیتی ہے۔ عیوب، جمع عیب۔

تشریح: (۱) کیونکہ جس شخص نے حق بات پر کان نہ دھرے۔ وہ کل قیامت کے دن پچھتائے گا۔ اور حسرت و یاس کے عالم میں کہے گا کہ اے کاش: دنیا میں حق بات قبول کر لی ہوتی۔ (۲) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اچھی بیوی وہی ہے۔ جو فرمانبردار اور نیک سیرت ہو۔ خوبصورت بیوی نافرمانی کی وجہ سے گھر کو جہنم کدہ بنا دیتی ہے۔ (۳) اگر بیوی نیک سیرت اور فرمانبردار ہو تو وہ فقیر کو بادشاہوں جیسی خوشیاں مہیا کر کے اپنا سرتاج بنا دیتی ہے۔ (۴) اس دَور (شیخ سعدیؒ کے دَور) میں اعزازی طور پر بادشاہوں کے لیئے پانچ وقت نوبت (نقارہ) بجائی جاتی تھی۔ فرمانبردار بیوی ملنے پر خوشی کے اظہار کے لیئے کہا گیا ہے۔ (۵) جو شخص دن بھر کی مشقت کر کے حسرت و یاس کے باعث غمگین ہوتا ہے۔ اسے غمخوار بیوی کی طرف سے رات کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ (۶) جس کے پاس محبت کرنے والی بیوی ہو تو اس کا گھر نہ صرف جنت کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت بھی نازل ہوتی ہے۔ (۷) حسن و جمال کی پیکر بیوی اگر پردہ دار ہو تو خاوند یہ احساس کر کے پھُولے نہیں سماتا کہ وہ اپنی بیوی کا نہیں بلکہ جنت کی حُور کا دیدار کر رہا ہے۔

(۸) دنیا میں اسی شخص کے دل کی مُراد پوری ہوتی ہے۔ جس کو ہمدرد و دمساز اور ہمدم بیوی کا ملاپ حاصل ہوا ہو۔

(۹) اگر بیوی کی گفتگو میں مٹھاس اور کردار میں پرہیزگاری کا عنصر نمایاں طور پر پایا جاتا ہو تو بدصورت ہونے کے باوجود وہ (بیوی) قابل قدر ہے۔

(۱۰) اگر وہ (بیوی) خوش مزاج، دل نشین، صاحب ذوق ہے تو وہ بدصورتی کے باوجود خوبصورت بیوی سے بہت بہتر ہے۔ کیونکہ یہ اوصاف عیب کو چھپا دیتے ہیں۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
چو حلوا خورد سرکہ از دست شوئے	۱	نہ حلوا خورد سرکہ اندودہ رو
جو شوہر کے ہاتھ سے سرکہ حلوے کی طرح کھالے		نہ کہ حلوا منہ کو سرکہ ملے ہوئے کھائے
برداز پری چہرہ زشت خوی	۲	زن دیو سیمائے خوش طبع گوئے
پری جیسی چہرہ والی بدعادت سے بازی لے جاتی ہے		دیو جیسی شکل والی خوش طبع بات کرنے والی بیوی
دل آرام باشد زنِ نیک خواہ	۳	ولیکن زنِ بد خدایا پناہ
نیک خواہ بیوی دل کا سکون ہوتی ہے		لیکن بد بیوی! اے خدا پناہ ہے
چو طوطی کلاغش بود ہم نفس	۴	غنیمت شمارد خلاص از قفس
جب طوطے کا ہمدم کالا کوا ہو		وہ پنجرے سے چھٹکارے کو غنیمت سمجھے گا
سر اندر جہان نہ باآوارگی	۵	وگرنہ بنہ دل بہ بےچارگی
دنیا میں آوارگی پر سر رکھ دے		ورنہ عاجزی پر صبر کر لے
بزندانِ قاضی گرفتار بہ	۶	کہ در خانہ دیدن برابرو گرہ
قاضی کی قید میں گرفتار ہو جانا بہتر ہے		گھر میں پیشانی پر بل دیکھنے سے
سفر عید باشد بران کدخدا	۷	کہ بانوئے زشتش بود در سرائے
اس شوہر کے سفر عید ہوتا ہے		جس کے گھر میں بُری بیوی ہو
درِ خرمی بر سرائے بہ بند	۸	کہ بانگ زن از وے برآید بلند
اس مکان پر خوشی کا دروازہ بند کردے		جس سے بیوی کی چیخیں بلند ہوں
چو زن راہ بازار گیرد بزن	۹	وگرنہ تو در خانہ بنشیں چو زن
جب بیوی بازار کا راستہ لے اس کو مار		ورنہ تو گھر میں عورت کی طرح بیٹھ جا
اگر زن ندارد سوئے مرد گوش	۱۰	سراویل کحلش در مرد پوش
اگر بیوی شوہر کی طرف کان نہ دھرے		اس کا سرمئی پاجامہ شوہر کو پہنا دو

(۱) چو حلوہ، حلوے کی طرح۔ خورد، کھالیتی ہے۔ از دستِ شوئے، شوہر کے ہاتھ سے۔ خورد، کھاتی ہے۔ سرکہ اندودہ رو، چہرے پر سرکہ ملے ہوئے یعنی بدمزاجی سے چہرہ سکیڑنے والی۔ (۲) برد، لے جاتی ہے۔ پری چہرہ، پری جیسے چہرے والی۔ زشت خو، بُری عادت والی۔ زن دیو سیمائے، جن جیسی شکل والی بیوی۔ خوش طبع گو، اچھی بات کرنے والی۔ (۳) باشد، ہوتی ہے۔ زن نیک خواہ، نیک چاہنے والی بیوی۔ زنِ بد، بدخواہ بیوی۔ خدایا پناہ، اے خدا پناہ دے۔ (۴) چو، جب۔ کلاغش، کوا اس کا۔ بود، ہووے۔ ہم نفس، ایک سانس، ہمدم۔ شمارد، شمار کرتا ہے۔ خلاص از قفس، پنجرے سے رہائی۔ (۵) نہ، رکھ۔ باآوارگی، آوارہ گردی سے۔ بنہ دل، دل رکھ لے۔ بہ بیچارگی، عاجزی پر۔ (۶) بزندانِ قاضی، قاضی کے جیل خانہ میں۔ گرفتار، قیدی۔ بہ، بہتر۔ کہ در خانہ دیدن، گھر میں دیکھنے سے۔ برابرو، ابروؤں پر۔ (۷) باشد، ہوتا ہے۔ بران کدخدا، اس شوہر پر۔ بانوئے زشتش، اس کی بدمزاج بیوی۔ بود، ہووے۔ در سرائے، گھر میں۔ (۸) درِ خرمی، خوشی کا دروازہ۔ بر سرائے، ایسے گھر پہ۔ بہ بند، بند کردے۔ بانگ زن، عورت کی آواز۔ از وے، اس سے۔ برآید بلند، نکلتی ہو بلند۔ (۹) چو زن، جب عورت۔ راہ بازار، بازار کا راستہ۔ گیرد، اختیار کرے۔ بزن، مار۔ در خانہ، گھر میں۔ بنشیں، تو بیٹھ جا۔ چو زن، عورت کی طرح۔ (۱۰) زن، عورت۔ ندارد، نہیں رکھتی۔ سوئے مرد، مرد کی طرف۔ گوش، کان۔ سراویل کحلش، اس کا سرمئی رنگ کا پاجامہ۔ در مرد، مرد کو۔ پوش، پہنا دے۔

تشریح: (۱) مذکورہ تینوں صفات (خوش مزاج، دلنشین، صاحب ذوق) سے متصف بیوی تنگی کے دن خوشی کے ساتھ (حلوہ کی طرح) گذارتی ہے۔ اور بدمزاج بیوی خوشحالی کے دن کو بھی بدحالی کی فضا (سرکہ کی طرح ترش) میں تبدیل کردیتی ہے۔ (۲) اگر بدصورت بیوی شیریں کلام و خوش گفتار ہو تو وہ تند خو اور بدمزاج خوبصورت بیوی کو مات دے دیتی ہے۔ (۳) جو بیوی اپنے خاوند کی خیر خواہ ہوتی ہے۔ وہ دل کو سکون و سرور پہنچاتی ہے۔ اور بدخواہ بیوی سے اللہ کی پناہ۔ (اُف توبہ) (۴) جس طوطی کے ساتھ کالا کوا بند کردیا جائے۔ وہ (طوطی) پنجرے سے چھٹکارا حاصل کرنے کو ترجیح دیتی ہے۔
(۵) بدمزاج بیوی سے گذر بسر کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ گھر سے باہر آوارگی۔ گھر کے اندر ذلت و خواری اور بےچارگی۔ (۶) جو بیوی اپنے شوہر کا استقبال تندخوئی و تندمزاجی سے کرتی ہے۔ ایسے گھر میں داخل ہونے سے بہتر ہے کہ آدمی جیل کی کال کوٹھڑی میں قید ہوجائے۔ (۷) جس کے گھر میں تندمزاج بیوی ہو۔ اس خاوند کا سفر عید جیسی خوشیاں لاتا ہے۔ کیونکہ کچھ دن بیوی سے دُور رہنے سے راحت حاصل ہوگی۔ (۸) جس گھر میں جھگڑالو بیوی چلاّ چلاّ کر بولتی ہے۔ اس گھر میں کبھی بھی خوشیوں کا بسیرا نہیں ہوتا۔ کیونکہ جھگڑے سے رحمت و برکت اُٹھ جاتی ہے۔ (۹) اپنی بیوی کو بازار جانے سے روک دینا چاہیئے۔ اگر باز نہیں آتی تو اس کی پٹائی کرو۔ ورنہ خود ہی گھر میں منہ چھپا کر بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ یوں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں۔ (۱۰) بیوی اگر خاوند کی نافرمان ہے اور مرد کی بات کو توجہ سے نہیں سنتی تو اس صورت میں مرد کو خود بیوی بن کر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	زنے را کہ جہل ست و ناراستی	بلائے سرِ خود نہ زن خواستی
	جس بیوی میں نادانی اور بدچلنی ہے	تونے اپنے سر کی بلا چاہی ہے نہ کہ بیوی
۲	چو در کیلہ جَو امانت شکست	از انبارِ گندم فروشوئی دست
	جو ایک جَو میں امانت ختم کردے	گیہوں کے ڈھیر سے ہاتھ دھولے
۳	براں بندۂ حق نیکوئی خواستست	کہ با او دل و دست زن راستست
	اس بندہ کی خدانے بھلائی چاہی ہے	جس کے لئے بیوی کا ہاتھ اور دل سچا ہو
۴	چو در روئے بیگانہ خندید زن	دگر مرد گو لاف مردی مزن
	جب اجنبی کے سامنے بیوی ہنس پڑی	پھر شوہر سے کہو مردانگی کی ڈینگیں نہ مارے
۵	زنِ شوخ چوں دست در قلیہ کرد	برو گو بنہ پنجہ بر روئے مرد
	بے حیا بیوی جب قورمہ پر ہاتھ مارنے لگے	جاؤ اس سے کہہ دو کہ شوہر کے منہ پر ہاتھ دھر دے
۶	ز بیگانگاں چشمِ زن کور باد	چوں بیروں شد از خانہ در گور باد
	اجنبی لوگوں سے بیوی کی آنکھ اندھی ہو	جب گھر سے باہر نکلی پھر قبر میں ہو
۷	چو بینی کہ زن پائے برجائے نیست	ثبات از خردمندی ورائے نیست
	جب تو دیکھے کہ بیوی کا قدم اپنی جگہ نہیں ہے	پھر ٹکاؤ عقل مندی اور تدبیر کی بات نہیں ہے
۸	گریز از کفش در دہانِ نہنگ	برفتن بہ از زندگانی بہ ننگ
	اس کے ہاتھ سے مگرمچھ کے منہ میں بھاگ جا	ذلت کے جینے سے مرجانا بہتر ہے
۹	بپوشانش از مردِ بیگانہ روئے	وگر نشنود چہ زن آنکہ چہ شو
	غیر مرد سے اس کا منہ چھپا	اگر نہ مانے تو پھر کیا بیوی کیا شوہر
۱۰	زن خوب و خوش طبع جو زینہار	رہا کن زن زشت ناسازگار
	خوش طبع، خوبصورت بیوی بھی باعثِ رنج اور بوجھ ہے	ناموافق بدصورت بیوی کو طلاق دیدے

(۱) زنے را کہ، جس عورت کو کہ۔ جہل است، جہالت ہے۔ ناراستی، بدچلنی۔ بلائے سرِ خود، اپنے سر کی بلا۔ نہ زن خواستی، عورت نہیں چاہی ہے تونے۔ (۲) کیلہ جو، جَو کا لُوپ۔ شکست، توڑ دی۔ انبار گندم، گندم کا ڈھیر۔ فروشو، دھو ڈال۔ دست، ہاتھ۔ (۳) براں بندہ، اس بندے پر۔ حق، اللہ تعالیٰ۔ نیکوئی خواستست، بھلائی چاہی ہے۔ با او، اس کے ساتھ دل و دست زن، عورت کا دل اور ہاتھ۔ راستست، ٹھیک ہے۔ (۴) چو، جب۔ روئے بیگانہ، بیگانے کے سامنے۔ خندید زن، ہنسی عورت۔ دگر، پھر۔ گو، کہہ۔ لاف مردی، مردانگی کی ڈینگ۔ مزن، مت مار۔ (۵) زن شوخ، بے حیا عورت۔ چوں دست، جب ہاتھ۔ قلیہ، قورمہ۔ کرد، کیا۔ برو، جا۔ گو، کہہ دے۔ بنہ، رکھ دے۔ پنجہ، ہاتھ۔ بر روئے مرد، مرد کے منہ پر یعنی وہ مرد بولنے کے قابل نہیں رہا۔ (۶) بیگانگاں، غیر لوگ چشم زن، عورت کی آنکھ۔ کور باد، اندھی ہو جائے۔ چوں، جب۔ بیروں شد، باہر نکل گئی۔ از خانہ، گھر سے۔ در گور، قبر میں۔ باد، ہو وے۔ (۷) چو بینی، جب تو دیکھے زن، عورت۔ پائے برجائے، پاؤں جگہ پر۔ نیست، نہیں ہیں۔ ثبات، تحمل۔ از خردمندی، عقل مندی سے۔ (۸) گریز، بھاگ۔ از کفش، اس کے ہاتھ سے۔ دہاں نہنگ، مگرمچھ کا منہ۔ برفتن بہ، چلا جانا بہتر ہے۔ بہ ننگ، ذلت سے۔ (۹) بپوشانش، اس کو چھپا دے۔ رو، چہرہ۔ نشنود، نہ سنے۔ چہ زن، کیا عورت۔ چہ شو، کیا شوہر۔ (۱۰) زن خوب، خوبصورت عورت۔ جو، ڈھونڈ۔ زینہار، ہرگز یا ہمیشہ۔ رہا کن، چھوڑ دے یعنی طلاق دیدے۔ زن زشت، بدصورت عورت۔ ناسازگار، موافقت نہ کرنے والی۔

تشریح: (۱) جو عورت جہالت کی پیکر، بدچلنی کی خوگر ہو۔ وہ دراصل عورت نہیں بلکہ وہ آفت ہے، قیامت ہے، مصیبت ہے۔
(۲) جب عورت جَو جیسی معمولی چیز میں امانت کا خیال نہیں رکھتی۔ تو گندم جیسی قیمتی شے میں خیانت کا عمل بھی لازمی ہوگا۔
(۳) اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا سامان دنیا میں مہیا کرتا ہے تو اسے ایسی بیوی عطا فرماتا ہے جو ہر لحاظ سے شوہر کی تابعدار ہوتی ہے۔
(۴) جس شخص کی بیوی غیروں کے ساتھ ہنستی کھیلتی یا موج میلہ اڑاتی ہے۔ تو مرد کو چاہیئے کہ وہ اپنی مردانہ وجاہت کے نغمے نہ الاپے۔
(۵) جو عورت اپنے خاوند کا مال و دولت بے دردی کے ساتھ خرچ کرتی ہے تو گویا اس (عورت) نے اپنے شوہر کو کہیں بات کرنے کے قابل نہیں چھوڑا۔
(۶) جب کوئی عورت اپنے گھر سے باہر قدم رکھنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ وہ قبر میں دفن ہو جائے۔ اس کے لئے یہی بہتر ہے۔ اور غیر مردوں کے لئے ایسے ہو جائے جیسے اس کی آنکھیں نہیں ہیں۔ (۷) جب کوئی مرد اپنی بیوی کے قدم ڈگمگاتے ہوئے دیکھے تو برداشت کرنا غیرت مندی کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسی کا نام بے غیرتی ہے۔
(۸) ایسی بدچلن عورت کو گھر میں جگہ دینے سے بہتر ہے۔ آدمی موت کی آغوش میں چلا جائے۔ ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کرنے سے یہی بہتر ہے۔
(۹) اپنی عورت کو ہوس پرست نگاہوں سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ اسے شرعی پردہ کرانا چاہیئے۔ اگر وہ پردہ نہ کرے تو پھر تیری نامردی میں کوئی شک نہیں۔ (۱۰) خوبصورت اور خوش گفتار بیوی وہی ہے جس کا دل، دماغ اور مزاج اپنے خاوند کے موافق ہو۔ چنانچہ بیوی تلاش کرتے وقت خوبصورتی کا یہی معیار ہونا چاہیئے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
چہ نغز آمد ایں یک سخن از دو تن	۱	کہ بودند سرگشتہ از دستِ زن
دو شخصوں کی یہ بات کتنی عجیب ہے		جو بیویوں کے ہاتھ سے پریشان تھے
یکے گفت کس را زنِ بد مباد	۲	دگر گفت زن در جہاں خود مباد
ایک نے کہا خدا کرے کسی کی بیوی بد نہ ہو		دوسرے نے کہا خدا کرے دنیا میں عورت ہی نہ ہو
زنِ نو کن اے دوست ہر نوبہار	۳	کہ تقویم پاری نیاید بکار
اے دوست ہر نوبہار میں نئی بیوی بنا		اس لئے کہ گذشتہ سال کی جنتری کام میں نہیں آتی ہے
تہی پائے رفتن بہ از کفش تنگ	۴	بلائے سفر بہ کہ در خانہ جنگ
ننگے پیر چلنا تنگ جوتے سے بہتر ہے		سفر کی مصیبت اٹھانا خانہ جنگی سے بہتر ہے
زناں شوخ و فرمانده و سرکشند	۵	ولیکن شنیدم کہ در بر خوش اند
عورتیں شوخ اور حکم چلانے والی اور سرکش ہیں		لیکن میں نے سنا ہے کہ بغل میں راضی رہتی ہیں
کسے را کہ بینی گرفتارِ زن	۶	مکن سعدیا طعنہ بر وئے مزن
اگر تو کسی کو بیوی میں پھنسا دیکھے		اے سعدی تو اس پر طعنہ زنی نہ کر
تو ہم جور بینی و بارش کشی	۷	اگر یک زماں در کنارش کشی
تو بھی اس کا ظلم سہے گا اور اس کا بوجھ اٹھائے گا		اگر تھوڑی دیر کے لیئے اس کو بغل میں دبا لے گا

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
جوانے ز ناسازگاری جفت	۹	بر پیر مردے بنالید و گفت
ایک نوجوان، بیوی کی مخالفت سے		ایک بوڑھے آدمی کے سامنے نالاں ہوا اور کہا
گراں باری از دستِ ایں خصم چیر	۱۰	چناں مے برم کآسیا سنگِ زیر
اس غالب دشمن کے ہاتھ سے میں بوجھ		اس طرح برداشت کر رہا ہوں جیسے چکی کا نچلا پاٹ

(۱) چہ نغز: کیا عجیب۔ آمد: آیا۔ ایں سخن: یہ بات۔ از دو تن: دو شخصوں سے۔ کہ بودند: جو کہ تھے۔ سرگشتہ پریشان۔ از دستِ زن: عورت کے ہاتھ سے۔
(۲) یکے گفت: ایک نے کہا۔ کس را: کسی کو۔ زن بد: بری عورت۔ مباد: نہ ہووے۔ دگر گفت: دوسرے نے کہا۔ زن خود: عورت ہی۔ مباد: نہ ہووے۔
(۳) زنِ نو: نئی بیوی۔ کن: کر۔ نوبہار: نئی بہار مُراد نیا سال۔ تقویم پاری: پچھلے سال کی جنتری۔ نیاید: نہیں آتی۔ بکار: کام میں۔ (۴) تہی پائے: ننگے پاؤں۔ رفتن: چلنا۔ بہ: بہتر۔ کفش تنگ: تنگ جوتی۔ بلائے سفر: سفر کی مصیبت۔ بہ: بہتر۔ در خانہ: گھر میں۔ (۵) زناں: عورتیں۔ فرمانده: حکم چلانے والی۔ سرکشند: نافرمان ہیں۔ شنیدم: میں نے سنا۔ در بر: بغل میں۔ خوش اند: خوش رہتی ہیں یا اچھی لگتی ہیں۔ (۶) کسے را: جس کسی کو۔ بینی: تو دیکھے۔ گرفتارِ زن: عورت کا گرفتار۔ مکن: مت کر۔ سعدیا: اے سعدیؒ۔ طعنہ بر وئے: اس پر طعنہ۔ مزن: مت مار۔ (۷) تو ہم: تو بھی۔ جور: ظلم۔ بینی: دیکھے تو۔ بارش اس کا بوجھ۔ کشی: کھینچے تو۔ یک زماں: تھوڑی دیر۔ در کنارش: بغل میں اس کو۔ کشی: کھینچے تو۔
(۸) حکایت: کہانی۔ (۹) جوانے: ایک جوان۔ ناسازگاری جفت: بیوی کی ناموافقت سے۔ بر پیر مردے: ایک بزرگ آدمی کے پاس۔ بنالید: رو دیا۔ گفت: کہا۔
(۱۰) گراں باری: بھاری بوجھ ہونا۔ دستِ ایں خصم چیر: اس غالب دشمن کا ہاتھ۔ چناں: ایسے۔ مے برم: لے جاتا ہوں۔ کآسیا: جیسا کہ چکی۔ سنگِ زیر: نچلا پاٹ۔

تشریح: (۱) اپنی بیویوں کی غلط روش سے تنگ آنے والے دو آدمیوں نے بہت ہی عجیب بات بیان کی ہے۔
(۲) ایک شخص کا کہنا تھا کہ دنیا میں کوئی بیوی بدمزاج نہ ہو اور دوسرے آدمی کا کہنا تھا کہ دنیا میں سرے سے عورت کا وجود ہی نہیں ہونا چاہیئے
(۳) ایک آدمی کا موقف تھا کہ دنیا میں بیوی جنتری کی مثل ہے۔ اس لیئے جنتری کی طرح ہر سال نئی بیوی ہونی چاہیئے۔
(۴) دوسرے شخص کا نظریہ تھا کہ تنگ جوتے پہننے سے ننگے پاؤں چلنا اچھا ہے۔ اگر گھر میں فساد ہو تو سفر کی مشقت و مصیبت کاٹ لینا بہتر ہے۔
(۵) جو عورتیں شوخ مزاج اور تحکمانہ طبیعت اور مغرور ہوتی ہیں۔ لیکن سننے میں آیا ہے کہ وہ ملاپ میں لطف آمیز ہوتی ہیں۔
(۶) جو آدمی بیوی کا دلدادہ ہو اسے اپنے حال پر چھوڑ دے۔ مطعون کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ ایسی شے ہے جس کے بغیر چارۂ کار نہیں۔
(۷) (شیخ سعدیؒ خود کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) عورتوں کی چبھتی ہوئی تنقید برداشت کر۔ کیونکہ ان سے محظوظ ہونے کی لذت عجب چیز ہے۔
(۸) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب بھی کبھی بیوی کی طرف سے خلافِ مزاج بات پائے تو خوشگوار لمحات کی خاطر تحمل سے برداشت کرنی چاہیئے۔
(۹) ایک نوجوان شخص اپنی بیوی کی ناگفتہ بہ باتوں سے اداس ہو کر کسی بزرگ کے سامنے اپنا رونا رو دیا اور کہا۔
(۱۰) میں اپنی ستمگر بیوی کا وزن ایسے اٹھا رہا ہوں کہ جس طرح چکی کا نچلا پاٹ اوپر والے پاٹ کو اٹھاتا ہے۔

(۱) بسختی بنہ گفتش اے خواجہ دل — کس از صبر کردن نگردد خجل

اس نے اس سے کہا اے صاحب سختی پر صبر کر لے — اس لیے کہ صبر کرنے سے کوئی شرمندہ نہیں ہوتا

(۲) بشب سنگِ بالائی اے خانہ سوز — چرا سنگِ زیریں نباشی بروز

اے گھر کو پھونکنے والے رات کو تو اوپر کا پاٹ ہے — تو پھر دن میں تو نچلا پاٹ کیوں نہیں بنتا

(۳) چوں از گلبنے دیدہ باشی خوشی — روا باشد ار بارِ خارش کشی

جب تو نے پھولوں کی شاخ سے خوشی دیکھی ہو — مناسب ہوگا اگر تو اس کے کانٹے کا بوجھ برداشت کرے

(۴) درختیکہ پیوستہ بارش خوری — تحمل کن آنگہ کہ خارش خوری

جس درخت کا تو مسلسل پھل کھائے — اس وقت برداشت کر جب تو اس کا کانٹا کھائے

گفتار در بیان تربیتِ اولاد

کہاوت اولاد کی تربیت کے بیان میں

(۶) پسر چو زدہ برگزشتش سنیں — ز نامحرماں گو فراتر نشیں

جب لڑکے کی عمر دس سال سے زیادہ ہو جائے — اس سے کہو کہ وہ نامحرموں سے دُور ہو کر بیٹھے

(۷) بر پنبہ آتش نشاید فروخت — کہ تا چشم برہم زنی خانہ سوخت

روئی کے پاس آگ نہ سلگانی چاہیئے — اس لیے کہ جب تک تو پلک جھپکائے گا گھر جل جائے گا

(۸) چو خواہی کہ نامت بماند بجائے — پسر را خردمندی آموز و رائے

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا نام باقی رہے — لڑکے کو عقل مندی اور رائے سکھا

(۹) کہ گر عقل و رائش نباشد بسے — بمیری و از تو نماند کسے

اگر اس کے پاس اچھی عقل اور رائے نہ ہو گی — تو مر جائے گا اور تیرے بعد کوئی اہل نہ رہے گا

(۱۰) بسا روزگارے کہ سختی برد — پسر چوں پدر نازکش پرورد

بہت عرصہ تک سختی اٹھائے گا — لڑکا جب کہ باپ اس کو نازوں سے پالے گا

(۱) بسختی: سختی پر۔ بنہ: رکھ لے۔ گفتش: اس کو کہا۔ اے خواجہ: اے صاحب۔ کس: کوئی شخص۔ صبر کردن: صبر کرنا۔ نہ گردد: نہیں ہوتا۔ خجل: شرمندہ۔
(۲) بشب: رات کو۔ سنگِ بالائی: اوپر کا پاٹ ہے تو۔ خانہ سوز: گھر جلانے والے۔ چرا: کیوں۔ سنگِ زیریں: نچلا پاٹ۔ نباشی: نہیں ہوتا تو۔ بروز: دن کو۔
(۳) چوں: جب۔ از گلبنے: گلاب کی کسی شاخ سے۔ دیدہ باشی: دیکھی ہو تو نے۔ روا باشد: جائز ہو دے۔ ار: اگر۔ بارِ خارش: اس کے کانٹوں کا بوجھ۔ کشی: کھینچے۔ (۴) درختیکہ: جو درخت کہ۔ پیوستہ: ہمیشہ۔ بارش: اس کا پھل۔ خوری: کھاوے تو۔ تحمل کن: برداشت کر۔ آنگہ: جس وقت۔ خارش: اس کا کانٹا۔ خوری: کھاوے تو۔ (۵) تربیتِ اولاد: بچوں کی پرورش۔ (۶) پسر: بیٹا۔ چو: جب۔ زدہ سنیں: دس سال سے۔ برگزشتش: اگر زجاوے تو اس کو۔ ز نامحرماں: نامحرموں سے جن سے نکاح ابدی حرام ہے۔ گو: کہہ۔ فراتر: علیحدہ۔ نشیں: بیٹھ۔ (۷) بر پنبہ: روئی کے پاس۔ آتش: آگ۔ نشاید فروخت: نہیں روشن کرنی چاہیئے۔ تا چشم برہم زنی: جب تک تو آنکھ جھپکے۔ خانہ سوخت: گھر جل جائے گا۔
(۸) چو خواہی: جب تو چاہے۔ نامت: تیرا نام۔ بماند: رہ جائے۔ بجائے: جگہ پر۔ پسر را: بیٹے کو۔ خردمندی: عقل مندی۔ آموز: سکھا۔ (۹) رائش: رائے اس کو۔ نباشد: نہیں ہوگی۔ بسے: بہت۔ بمیری: تو مرے گا۔ واز تو: اور تجھ سے۔ نماند: نہیں رہے گا۔ کسے: کوئی۔
(۱۰) بسا: بہت سا۔ روزگارے: زمانہ۔ سختی برد: سختی اٹھائے گا۔ پسر: بیٹا۔ چوں: جب۔ پدر: باپ۔ نازکش: نزاکت سے اس کو۔ پرورد: پالے۔

تشریح: (۱) اس (بزرگ) نے کہا کہ بیوی کی جانب سے سختی برداشت کرنے کے لیے صبر کرنا چاہیئے کیونکہ صبر کرنا شرم کی بات نہیں۔
(۲) اگر تو دن کو چکی کا نچلا پاٹ بنتا ہے تو کیا ہوا۔ رات کو تو تجھے پاٹ کا اوپر والا حصہ بننا پڑتا ہے۔
(۳) گلاب کا پھول سونگھنے کے لیے شاخ سے کانٹے چبھتے ہیں تو پھول کی خاطر کانٹوں کی چبھن کو برداشت کرنا چاہیئے۔
(۴) پھلدار درخت سے پھل کھا کر اس کے کانٹوں کی چبھن برداشت کرنی چاہیئے کیونکہ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے۔
(۵) عنوان۔ اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اولاد کی تربیت کے لیئے والدین کو غفلت نہیں برتنی چاہیئے۔ دس سال کے بچوں کی پٹائی کر کے تربیت کرنی چاہیئے۔ (۶) جب بچے دس سال کے ہو جائیں تو انہیں غیر محرموں سے الگ تھلگ رکھنا چاہیئے۔ تاکہ بُری صحبت کے اثرات سے تحفظ حاصل ہو سکے۔
(۷) جہاں روئی (کپاس) رکھی ہو۔ وہاں آگ جلانا اچھا نہیں۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے پل جھپکتے میں آگ بھڑک سکتی ہے۔
(۸) اگر دنیا میں نیک نامی چاہیئے تو اپنی اولاد کی بہتر تربیت کرنی چاہیئے۔ تاکہ دنیا میں لوگ اولاد کی وجہ سے والدین کو اچھے لفظوں میں یاد کریں۔
(۹) اگر اپنے پیچھے (موت کے بعد) کم عقل و احمق اولاد چھوڑے گا تو دنیا میں نام و نشان مٹ جائے گا۔
(۱۰) اگر اولاد کو مشقت کا عادی نہ بنایا جائے تو اُسے (اولاد کو) سخت حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ناز و نعم کے بجائے مشقتوں کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

خردمند و پرہیزگارش برار	۱	گرش دوستداری بنازش مدار
اس کو عقل مند اور پرہیزگار اٹھا		اگر تجھے اس سے محبت ہے اس کو ناز میں نہ رکھ
بخردی درش زجر و تعلیم کن	۲	بہ نیک و بدش وعدہ و بیم کن
بچپن میں اس کو جھڑک اور سکھا		اچھے اور بُرے کا وعدہ اور خوف دلا
نوآموز را ذکر و تحسین و زہ	۳	ز توبیخ و تہدید استاد بہ
نوآموز کے لیے ذکر اور تعریف اور شاباش		استاد کی سرزنش اور دھمکی سے زیادہ مفید ہے
بیاموز پروردہ را دسترنج	۴	دگر دست داری چو قارون بگنج
پالے ہوئے کو دستکاری سکھا		اگرچہ تو قارون کی طرح خزانہ پر قابو رکھتا ہو
مکن تکیہ بر دستگاہے کہ ہست	۵	کہ باشد کہ نعمت نماند بدست
اس قدرت پر جو تجھے حاصل ہے بھروسہ کر		اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ دولت ہاتھ میں نہ رہے
بپایان رسد کیسۂ سیم و زر	۶	نگردد تہی کیسۂ پیشہ ور
سونے اور چاندی کی تھیلی ختم ہو جاتی ہے		پیشہ ور کی تھیلی خالی نہیں ہوتی ہے
چہ دانی کہ گردیدن روزگار	۷	بغربت بگرداندش در دیار
تجھے کیا معلوم ہے کہ زمانہ کی گردش		اس کو سفر میں گھمائے پھرے ملکوں میں
چو بر پیشۂ باشدش دسترس	۸	کجا دست حاجت برد پیش کس
اگر اس کو کسی پیشہ پر قدرت حاصل ہوگی		پھر وہ ضرورت کا ہاتھ کسی کے سامنے کب لے جائے گا
ندانی کہ سعدیؒ مکاں از چہ یافت	۹	نہ ہاموں نوشت و نہ دریا شگافت
تجھے معلوم نہیں سعدیؒ کو مرتبہ کس چیز سے ملا		نہ جنگل طے کیے نہ دریا پھاڑا
بخردی بخورد از بزرگاں قفا	۱۰	خدا دادش اندر بزرگی صفا
بچپن میں بزرگوں کے طمانچے کھائے		خدا نے اس کو بزرگی میں صفائی عنایت فرمائی

(۱) خردمند: عقل مند۔ پرہیزگارش: اس کو پرہیزگار۔ برآر: نکال۔ گرش: اگر اس کو۔ دوستداری: دوست رکھتا ہے تو۔ بنازش: ناز سے اس کو۔ مدار: مت رکھ۔ (۲) بخردی: بچپن میں۔ درش: اس کو۔ زجر: جھڑکی۔ تعلیم کن: سکھا۔ نیک و بدش: اس کو نیکی اور بدی۔ وعدۂ و بیم: وعدہ اور خوف۔ کن: کر۔ (۳) نوآموز: نیا سیکھنے والا۔ ذکر و تحسین: ذکر اور تعریف۔ زہ: خوف۔ شاباش۔ توبیخ: سرزنش۔ تہدید: دھمکی۔ بہ: بہتر۔ (۴) بیاموز: سکھا۔ پروردہ را: پالے ہوئے کو۔ دسترنج: ہاتھ کی محنت یعنی ہنر۔ دست داری: ہاتھ رکھتا ہو تو۔ چو قارون: قارون کی طرح۔ ایک مالدار جو حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ہوا ہے۔ بگنج: خزانے میں۔ (۵) مکن: مت کر۔ دستگاہے کہ: جو طاقت کہ۔ ہست: ہے۔ ناشد نعمت: دولت۔ نماند: نہ رہے۔ بدست: ہاتھ میں۔ (۶) بپایاں: انتہا کو۔ رسد: پہنچے گی۔ کیسۂ سیم و زر: سونے چاندی کی تھیلی۔ نگردد: نہیں ہوگی۔ تہی: خالی۔ کیسۂ پیشہ ور: ہنرمند کی تھیلی۔ (۷) چہ دانی: تو کیا جانے۔ گردیدن روزگار: زمانے کی گردش۔ بغربت: مسافری میں۔ بگرداندش: پھرائے گی اس کو۔ در دیار: ملکوں میں۔ (۸) چو: جب۔ پیشۂ: کوئی پیشہ۔ باشدش: ہووے اس کو۔ دسترس: قابو۔ کجا: کہاں۔ دست حاجت: ضرورت کا ہاتھ۔ برد: لے جاوے۔ پیش کس: کسی کے آگے۔ (۹) ندانی: تو نہیں جانتا۔ سعدی: مصنف۔ مکاں: مرتبہ۔ از چہ: کس چیز سے۔ یافت: پایا۔ ہاموں: جنگل۔ نوشت: طے کیا۔ شگافت: پھاڑا۔
(۱۰) بخردی: بچپن میں۔ از بزرگاں: بزرگوں کی۔ قفا: دھول۔ بخورد: کھائی۔ دادش: اس کو دی۔ اندر بزرگی: بزرگی میں۔ صفا: صفائی۔

تشریح: (۱) اولاد کے ساتھ محبت کا تقاضیٰ یہ ہے کہ اسے تقویٰ و پرہیزگاری کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ محنت و مشقت کا عادی بنایا جائے۔
(۲) اسے (اولاد کو) زجر و تنبیہہ کی جائے۔ اور اچھے و بُرے کے درمیان امتیاز اور نیکی و بدی کے انجام کی تربیت دی جائے۔
(۳) چھوٹے چھوٹے بچوں کو توصیف و تحسین اور تعریف و شاباش دے کر استاد کی ڈانٹ ڈپٹ کے مقابلے میں بخوبی کام لیا جا سکتا ہے۔
(۴) والدین کتنے ہی دولت مند اور غنی ہوں۔ پھر بھی انہیں چاہیئے کہ وہ اپنی اولاد کی ہنرمندی پر مبنی تعلیم و تربیت کا سامان کریں۔ تاکہ آڑے وقت کام آسکے۔
(۵) اپنے پاس مال و دولت کی کثرت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس (مال و دولت) کے اضافے کی تدبیریں اختیار کرنی چاہئیں۔
(۶) سونے چاندی سے زیادہ کارآمد و قیمتی سرمایہ صرف ہنرمندی پر مبنی تعلیم و تربیّت ہے۔ کیونکہ ہنر کبھی ختم نہیں ہوتا۔
(۷) مبادا کہ اگر گردش زمانہ کے باعث اولاد پر بُرا وقت آجائے تو وہ ہنر کے ذریعے بُرے حالات پر قابو پانے کی صلاحیت حاصل کر لیں گے۔
(۸) جو لوگ اپنے ہنر میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔ انہیں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہیں آتی۔
(۹) شیخ سعدیؒ کے بارے میں معلوم ہونا چاہیئے کہ اسے (شیخ سعدیؒ کو) بلند مرتبہ پانے کے لیے جنگل کی خاک نہیں چھاننی پڑی۔
(۱۰) بلکہ کمال مرتبہ تک پہنچنے کے لیئے اساتذہ و اکابرین کی زجر و توبیخ اور تنبیہہ پر صبر و استقامت سے کام لیا تھا۔

(۱) ہرآں کس کہ گردن بفرمان نہد — بسے برنیاید کہ فرماں دہد
جو شخص حکم کی اطاعت کرتا ہے — زیادہ وقت نہیں گزرتا کہ حکم چلانے والا بن جاتا ہے

(۲) ہرآں طفل کو جور آموزگار — نہ بیند جفا بیند از روزگار
ہر وہ بچہ جو استاد کا ظلم — نہیں سہتا ہے زمانہ کا ظلم سہتا ہے

(۳) پسر را نکو دار و راحت رساں — کہ چشمش نماند بدستِ کساں
لڑکے کو عمدہ طریقے پر رکھ اور آرام پہنچا — تاکہ دوسروں کے ہاتھ کی طرف اس کی نگاہ نہ رہے

(۴) ہرآں کس کہ فرزند را غم نخورد — دگر کس غمش خورد و آوارہ کرد
جس شخص نے اولاد کا غم نہ کھایا — دوسرا شخص اس کا غم اٹھاتا ہے اور اس کو آوارہ کر دیتا ہے

(۵) نگہدار ز آمیزگارِ بدش — کہ بدبخت و بے راہ کند چوں خودش
بُد کے میل جول سے اس کی نگرانی کر — ورنہ وہ اس کو اپنی طرح بدبخت اور بے راہ کر دے گا

(۶) سیاہ نامہ تر زاں مخنث مخواہ — کہ پیش از خطش روئے گردد سیاہ
اس ہیجڑے سے زیادہ سیاہ نامہ اعمال والا کسی کو نہ تلاش کر — جس کا خط آنے سے پہلے منہ کالا ہو جائے

(۷) ازاں بے حمیّت بباید گریخت — کہ نامردیش آبِ مرداں بریخت
اس بے غیرت سے بھاگنا چاہیئے — جس کی نامردی نے مَردوں کی آبرو بہائی

(۸) پسر کو میان قلندر نشست — پدر گو ز خیرش فرو شوئے دست
وہ لڑکا جو قلندروں میں بیٹھا — باپ سے کہہ دو اس کی بھلائی سے ہاتھ دھولے

(۹) دریغش مخور بر ہلاک و تلف — کہ پیش از پدر مردہ بہ ناخلف
اس کے ہلاک اور برباد ہونے پر افسوس کر — اس لیے ناخلف کا باپ سے پہلے مرجانا بہتر ہے

(۱) ہرآں کس کہ، جو شخص کہ۔ بفرماں نہد: حکم پر رکھ دے۔ بسے، زیادہ۔ برنیاید: نہیں گزرے گا۔ فرماں دہد: حکم دینے لگے گا۔ (۲) ہرآں طفل، جو بچہ کہ۔ جور آموزگار، استاد کی سختی۔ نہ بیند: نہ دیکھے۔ جفا بیند، سختی دیکھے گا۔ روزگار: زمانہ۔ (۳) پسر، بیٹا۔ نکو دار: اچھی طرح رکھ۔ راحت رساں: آرام پہنچا۔ چشمش، اس کی آنکھ نہ اٹھے۔ بدست کساں: لوگوں کے ہاتھ کی طرف۔ (۴) ہرآں کس کہ: جو شخص کہ۔ فرزند را، بیٹے کا۔ نخورد: نہ کھایا۔ دگر کس: دوسرا شخص۔ غمش خورد، اس کا غم کھایا۔ کرد: کر دیا۔ (۵) نگہدار: محفوظ رکھ۔ آمیزگار بدش: بُرے ساتھی سے اس کو۔ بے راہ، گمراہ۔ کند: کر دے گا۔ چو خودش: اپنی طرح اس کو۔

(۶) سیاہ نامہ تر: زیادہ سیاہ نامۂ اعمال والا۔ زاں مخنث، اس ہیجڑے سے۔ مخواہ: مت ڈھونڈ۔ پیش از خطش: خط نکلنے سے پہلے اس کو۔ روئے، چہرہ۔ گردد: ہوجاوے۔ (۷) ازاں بے حمیت: اس بے حمیت سے۔ بباید گریخت، گرادی۔ (۸) پسر، بیٹا۔ کو، جو کہ وہ۔ میان قلندر، ملنگوں کے درمیان نشست، بیٹھا۔ پدر، باپ۔ گو، کہہ۔ ز خیرش، اس کی خیر سے۔ فرو شوئے دست، ہاتھ دھولے۔ (۹) دریغش، اس کا افسوس۔ مخور، مت کھا۔ بر ہلاک و تلف، ہلاک اور برباد ہونے پر۔ پیش از پدر، باپ سے پہلے۔ مُردہ بہ، مَرا بہتر ہے۔ ناخلف: جانشیں ہونے کے قابل نہیں۔

تشریح: (۱) جو شخص (والدین واساتذہ اور اکابرین کے) حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتا ہے۔ تو بہت جلد وہ حکمرانی کا مرتبہ پالیتا ہے۔ (۲) جو بچہ استاد کی سختی برداشت نہیں کرتا۔ اسے جہالت کی وجہ سے زمانے میں دربدر کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں۔ (۳) اپنے بچوں کی نگہداشت میں کمی نہیں کرنی چاہیئے۔ ان کی جائز ضروریات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہیئے۔ تاکہ بچے احساس کمتری کا شکار ہو کر دوسروں پر نظر نہ رکھیں۔ (۴) والدین کی بے رحمی و بے رُخی اولاد کے لیئے زہر قاتل ہے۔ کیونکہ جب اسے (اولاد کو) غیروں کی صحبت حاصل ہوگی تو وہ (اولاد) آوارگی اختیار کر لے گی۔ (۵) اپنے رحم و کرم کی تلوار سے اپنی اولاد کو بُروں کی صحبت سے بچانا چاہیئے۔ کیونکہ وہ (بُرے لوگ) اسے اپنے جیسا معاشرے کا گمراہ فرد بنا دیتے ہیں۔ (۶) اپنی اولاد کو ایسے ہیجڑے کی مانند نہیں بنانا چاہیئے۔ بایں وجہ کہ مسلسل بدکاری کے باعث جس کے چہرے پر جوانی سے پہلے ہی سیاہی چھا جاتی ہے۔ (۷) ایسے (ہیجڑوں کی مثل) بے غیرت مَردوں سے اپنے بچوں کو دُور رکھنا چاہیئے۔ ان کی صحبت میں رہ کر نامردوں جیسی حرکات کے سبب مردانہ آبرو کھو بیٹھیں گے۔ (۸) رِند و ملنگ مزاج کے حاملین کی صحبت سے دین و دنیا تباہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا بچوں کے لیئے ایسے لوگوں کی صحبت انتہائی نقصان دہ ہے۔ (۹) رندوں کی محفلوں سے متاثر بچے کی عاقبت خراب ہونے کا صدمہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ (بچے) والدین کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہوتے ہیں۔

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
شبے دعوتے بود در کوئے من	۲	زہر جنس مُردم دراں انجمن
میری گلی میں ایک رات دعوت تھی		اس محفل میں ہر قسم کے آدمی تھے
چو آوازِ مطرب در آمد ز کوئے	۳	بگردوں شد آوازۂ ہای و ہوئے
جب کوچے سے گویئے کی آواز آئی		ہائے و ہو کی آوازیں آسمان پر پہنچیں
پری پیکرے بود محبوبِ من	۴	بدو گفتم اے لعبت خوب من
ایک میرا معشوق پری جیسے جسم والا تھا		میں نے اس سے کہا اے میرے خوبصورت کھلونے
چرا با جواناں نیائی بجمع	۵	کہ روشن کنی مجلس ما چو شمع
جوانوں کے ساتھ تو مجمع میں کیوں نہیں آتا		تاکہ شمع کی طرح ہماری مجلس کو روشن کرے
شنیدم سہی قامتِ سیم تن	۶	کہ مے رفت و مے گفت باخویشتن
میں نے سنا کہ سیدھے قد والا چاندی کے جسم والا		چلا جارہا تھا اور اپنے آپ سے کہہ رہا تھا
محاسن چو مرداں ندارم بدست	۷	نہ مردی بود پیش مرداں نشست
مردوں کی سی خوبیاں میرے پاس نہیں ہیں		تو مردوں کے سامنے بیٹھنا انسانیت نہیں ہے

گفتار در احتراز از صحبت امرداں

کہاوت نوخیز لڑکوں کی صحبت سے بچاؤ کے بیان میں

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
خرابت کند شاہد خانہ کن	۹	برو خانہ آباد گرداں بزن
گھر برباد کرنے والا معشوق تجھے خراب کردیگا		جا بیوی سے گھر آباد کر
نشاید ہوس باختن باگلے	۱۰	کہ ہر بامدادش بود بلبلے
ہوس بازی ایسے پھول سے مناسب نہیں ہے		جس کے لیئے ہر صبح ایک نئی بلبل ہو

(۱) حکایت: کہانی۔ (۲) شبے: ایک رات۔ دعوتے: ایک دعوت۔ بود: تھی۔ کوئے من: میرا محلہ۔ زہر جنس: ہر طرح کے۔ مردم: لوگ۔ دراں انجمن: اس محفل میں۔
(۳) چو: جب۔ آوازِ مطرب: گویئے کی آواز۔ در آمد: آئی۔ زکو: کوچے سے۔ بگردوں: آسمانوں پر۔ شد: جاتا تھا۔ آوازہ: شور۔ (۴) پری پیکرے: ایک پری کے جسم والا۔ بود: تھا۔ محبوب من: میرا محبوب۔ بدو گفتم: میں نے اس سے کہا۔ لعبت خوب من: میرے خوبصورت کھلونے۔ (۵) چرا: کیوں۔ باجواناں: جوانوں کے ساتھ نیائی: نہیں آتا تو۔ بجمع: محفل میں۔ کنی: کرے تو۔ مجلس ما: ہماری مجلس۔ چو شمع: شمع کی طرح۔
(۶) شنیدم: میں نے سنا۔ سہی قامت: سیدھے قد والا۔ سیم تن: چاندی کے جسم والا۔ مے رفت: جاتا تھا۔ مے گفت: کہتا تھا۔ باخویشتن: اپنے آپ سے۔
(۷) محاسن: خوبیاں۔ چو مرداں: مردوں کی طرح۔ ندارم: میں نہیں رکھتا۔ بدست: ہاتھ میں۔ نہ مردی بود: نامردی ہووے۔ پیش مرداں: مردوں کے سامنے۔ نشست: بیٹھنا۔ ماضی بمعنی مصدر۔
(۸) در احتراز: بچاؤ میں۔ صحبتِ امرداں: نوخیز لڑکوں کی صحبت۔ (۹) خرابت کند: تجھ کو خراب کرے گا۔ شاہد خانہ کن: گھر برباد کرنے والا محبوب۔ برو: جا۔ خانہ: گھر۔ گرداں: کرلے۔ بزن: عورت سے
(۱۰) نشاید: نہیں چاہیئے۔ ہوس باختن: ہوس بازی کرنا۔ باگلے: ایسے پھول سے۔ ہر بامدادش: ہر صبح اس کا۔ بود: ہووے۔ بلبلے: ایک بلبل۔

تشریح: (۱) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ محبوب کو شمع محفل بنانے کی بجائے چراغ خانہ بنانا چاہیئے۔ (۲) (شیخ سعدیؒ کے بقول) ایک رات ہمارے محلے میں دعوت تھی۔ اس دعوت میں ہر قسم اور ہر طبقے کے لوگ مدعو تھے۔
(۳) جب گلوکار (گویا) نے اپنی مترنم آواز بلند کی تو لوگوں کا فلک شگاف شور و غل بلند ہونے لگا۔ (۴) میرا ایک پری جیسا چہرہ رکھنے والا ناز پرور دوست میرے پاس موجود تھا۔ جسے میں نے خوبصورت کھلونا کہہ کر پکارا۔ (۵) اور کہا کہ ہم بھی اس محفل میں شرکت کریں۔ تاکہ تیرے جیسے خوبصورت چہرے کی بدولت اس محفل کی رونق مزید دوبالا ہوجائے۔ (۶) وہ (پری چہرہ محبوب) بہترین چال چلن اور خوبصورت بدن والے شخص نے نہ صرف جانے سے انکار کردیا بلکہ خود کلامی میں یہ کہنے لگا۔ (۷) کہ تاحال میرے اندر مردانہ وجاہت نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا میرے لیئے مُردوں کی محفل میں شرکت کرنا نہ صرف نامناسب ہے۔ بلکہ مردانگی کے بھی خلاف ہے۔ (۸) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اپنی ہی جنس سے تعلق رکھنے والے (بے ریش) محبوب کا مقابلہ بخت بھری زوجہ سے ناممکن ہے۔ لہٰذا بے ریشوں کے پیچھے ذلّت اٹھانے کی بجائے کسی صنف نازک بیوی سے نکاح کرکے گھر آباد کرنے کی عزت حاصل کی جائے۔ (۹) بے ریش لڑکوں کی محبت سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔ اس لیئے کسی عورت سے نکاح کرکے گھر کو آباد کرنا چاہیئے۔
(۱۰) نوخیز (بے ریش) لڑکے ایسے پھول ہیں۔ جن سے ہر روز نئے چاہنے والے ہوس بازی کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کا قرب فائدہ نہیں دیتا۔

چو خود را بہر مجلسے شمع کرد	۱	تو دیگر چو پروانہ گردش مگرد
جس نے اپنے آپ کو ہر محفل کی شمع بنایا		پھر تو پروانہ کی طرح اس کا چکر نہ کاٹ
زنِ خوب خوش خوئے آراستہ	۲	چہ ماند بنادانِ نوخاستہ
خوبصورت، خوش مزاج، بنی سنوری بیوی		نوعمر نادان سے کیا مشابہت رکھتی ہے
درو دم چو غنچہ دمے از وفا	۳	کہ از خندہ افتد چو گل در قفا
غنچہ کی طرح اس کی وفا کا دم بھر		خوشی سے وہ پھول بن کر تیرے پیچھے لگے گی
نہ چو کودک پیچ بر پیچ شنگ	۴	کہ چو مقل نتواں شکستن بسنگ
وہ لڑکے کی طرح پیچ در پیچ اور شوخ نہیں ہے		کہ جس کو گوگل کی طرح پتھر سے بھی نہ توڑا جا سکے
مبیں دلفریبش چو حورِ بہشت	۵	کزاں روئے دیگر چو غولست دشت
اس کو بہشت کی حور کی طرح دل لبھانے والا نہ سمجھ		اس لئے کہ وہ دوسری طرف سے بھوت کی طرح بُرا ہے
گرش پائے بوسی ندارد ت پاس	۶	ورش خاک باشی نداند سپاس
اگر تو اس کے پیر بھی چومے گا وہ تیرا لحاظ نہ کرے گا		اگر تو اس کی خاک بھی بن جائے گا شکر گزار نہ ہوگا
سر از مغز و دست از درم کن تہی	۷	چو خاطر بفرزندِ مردم نہی
بھیجے سے سر روپے پیسے سے ہاتھ خالی کرے		اگر انسان کے بچے پر دل دے
مکن بد بفرزندِ مردم نگاہ	۸	کہ فرزند خویشت برآید تباہ
لوگوں کی اولاد پر بد نگاہ نہ ڈال		ورنہ تیری اولاد تباہ ہو جائے گی

حکایت[9]

کہانی

دریں شہر بارے بسمعم رسید	۱۰	کہ بازارگانے غلامے خرید
اس شہر میں ایک بار میرے کان میں یہ بات پہنچی		ایک تاجر نے ایک غلام خریدا ہے

(۱) چو خود را: جب اپنے آپ کو۔ بہر مجلسے: ہر مجلس میں۔ کرد: کرلیا۔ دیگر: پھر۔ چو: مثل۔ گردش: اس کے گرد۔ مگرد: مت پھر۔ (۲) زنِ خوب: خوبصورت عورت۔ خوش خو: اچھی عادت والی۔ آراستہ: سجی ہوئی۔ چہ ماند: کیا مشابہت رکھے۔ نوخاستہ: نوعمر لڑکا۔

(۳) درو: اس میں۔ دم: پھونک مار۔ چو غنچہ: غنچے کی طرح دمے از وفا: وفا کی پھونک۔ از خندہ: ہنسی کی وجہ سے۔ افتد: گر پڑے گی۔ چو گل: پھول کی طرح۔ در قفا: پیچھے (۴) چو کودک پیچ بر پیچ: پیچ دار لڑکے کی طرح۔ شنگ: شوخ۔ چو مقل: گوگل کی طرح۔ نتواں شکستن: نہیں توڑ سکتے۔ بسنگ: پتھر سے۔

(۵) مبیں: مت دیکھ۔ دلفریبش: دل فریب اس کو۔ چو: مثل۔ حورِ بہشت: بہشت کی حور۔ کزاں روئے دیگر: کہ دوسرے رخ سے۔ چو غولست: بھوت کی طرح ہے۔ دشت: جنگل۔ (۶) گرش: اگر اس کے۔ پائے بوسی: پاؤں چومے تو۔ ندارت: نہ رکھے تیرا۔ ورش: اور اگر اس کی۔ باشی: ہو جاوے تو۔ نداند: نہ جانے۔ سپاس: شکریہ۔ (۷) دست: ہاتھ۔ درم: ایک سکہ جو چونی برابر ہوتا ہے۔ کن تہی: خالی کر۔ چو: جب۔ خاطر: دل۔ بفرزندِ مردم: لوگوں کے لڑکے کی طرف۔ نہی: رکھے تو۔ (۸) مکن: مت کر۔ بد: بُری۔ بفرزندِ مردم: لوگوں کے بیٹے کی طرف۔ فرزند خویشت: تیرا اپنا بیٹا۔ برآید: نکلے گا۔ (۹) حکایت: کہانی۔ (۱۰) دریں شہر: اس شہر میں۔ بارے: ایک بار۔ بسمعم: میرے کانوں میں۔ رسید: پہنچی۔ بازارگانے: ایک سوداگر۔ خرید: خریدا۔

تشریح: (۱) وہ (نوخیز بے ریش لڑکا) ایسا ہرجائی ہے کہ ہر جگہ پر شمع محفل بن جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے ہرجائی کا پروانہ بننا حماقت ہے۔
(۲) سولہ سنگھار سے مزین بیوی کا مقابلہ بے ریش لڑکے کے ساتھ قطعاً نہیں ہو سکتا۔ (کیونکہ بے ریش کا حسن جوانی میں ماند پڑ جاتا ہے)
(۳) شائستہ مزاج بیوی اپنے خاوند سے پیار بھری باتیں سن کر پھولے نہیں سماتی۔ (کیونکہ اسی میں وہ اپنا وقار سمجھتی ہے)
(۴) شوخ مزاج لڑکا گوگل کی طرح سخت ہوتا ہے۔ جو پتھروں سے بھی نہیں ٹوٹتا۔ اس پر وفا و محبت جیسے نرم و نازک الفاظ کیسے اثر کر سکتے ہیں۔
(۵) گو کہ بے ریش لڑکا جنت کی حور جیسا خوبصورت ہوتا ہے۔ لیکن وفا و محبت کی ابجد سے عاری ہونے کے باعث جنگل کے دیو سے بھی بدترین ہے۔
(۶) اگر اس (بے ریش لڑکے) کے پاؤں چومے جائیں تو وہ اسے خاطر میں نہیں لاتا۔ اگر اس کی خاطر خاکستر ہو جائیں تو شکریہ تک ادا نہیں کرتا۔
(۷) جس شخص کے دل میں بے ریش لڑکوں کا عشق سمایا ہوا ہوتا ہے۔ وہ مال اور عقل کی دولت سے محروم ہوتا ہے۔
(۸) اگر کوئی شخص دوسروں کے لڑکوں پر بدنگاہی کرتا ہے تو اس کے اپنے لڑکے کی تباہی و بربادی بھی ہو جاتی ہے۔ (یعنی دوسرے لوگ اس کی بدنگاہی کریں گے) (۹) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بے ریش و خوبصورت ملازموں اور غلاموں سے صرف خدمت لینی چاہیئے۔ ان کی محبت میں گرفتار نہیں ہونا چاہیئے۔ (۱۰) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ شہر شیراز میں کسی سوداگر نے اپنے لئے ایک پری چہرہ (بے ریش لڑکا) بطور غلام خریدا۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
۱	شبانگہ مگر دست بردش بہ شیب	کہ سیمیں زنخ بود و خاطر فریب
	رات کے وقت شاید اس نے اسکے نچلے حصے پر ہاتھ ڈالدیا	اسلیئے کہ وہ چاندی جیسے رخسار والا اور دلفریب تھا
۲	پری چہرہ ہر چہ افتادش بہ دست	بہ کیں در سر و مغزِ ناداں شکست
	پری جیسے چہرے والے کے ہاتھ میں جو کچھ آیا	کینہ سے نادان کے سر اور بھیجے پر توڑ ڈالا
۳	گواہ کرد بر خود خُدا و رسولؐ	کہ دیگر نہ گردم بگردِ فضول
	اس نے اپنے اوپر خدا اور رسولؐ کو گواہ بنایا	کہ پھر میں فضول بات کا چکر نہ کاٹوں گا
۴	رحیل آمدش ہم دراں ہفتہ پیش	دل افگار و سر بستہ و روئے ریش
	اس کو اسی ہفتہ سفر پیش آگیا	دل زخمی اور سر بندھا ہوا اور چہرہ زخمی
۵	چو بیروں شد از گازروں یک دو میل	بہ پیش آمدش سنگلاخے مہیل
	جب گازروں سے ایک دو میل آگے نکلا	ایک پتھریلی خوفناک زمین اس کے سامنے آگئی
۶	بپرسید کیں قلہ را نام چیست	کہ بسیار بیند عجب ہر کہ زیست
	اس نے معلوم کیا کہ اس پہاڑی کا کیا نام ہے	اس لیئے کہ جو زندہ رہتا ہے وہ بہت عجائب دیکھتا ہے
۷	چنیں گفت از کارواں ہمدمے	مگر تنگِ ترکاں ندانی ہمے
	قافلہ سے ایک ساتھی نے اس سے یہ کہا	شاید تو تنگ ترکاں کو نہیں جانتا
۸	سیہ را یکے بانگ برداشت سخت	کہ دیگر چہ رانی بینداز رخت
	اس نے غلام کو سختی سے پکارا	کہ آگے کیوں ہانکتا ہے، سامان ڈال دے
۹	نہ عقل ست و نہ معرفت یک جوم	اگر من دگر تنگِ ترکاں روم
	مجھ میں ایک جو برابر بھی عقل اور پہچان نہیں ہے	اگر میں پھر ترکوں کی "تنگ" میں گھسوں
۱۰	درِ شہوتِ نفس کافر بہ بند	وگر عاشقی لت خور و سر بہ بند
	کافر نفس کی شہوت کا دروازہ بند کردے	اگر عاشق ہے تو لاتیں کھا اور سر کو پٹی لپیٹ

(۱) شبانگہ: رات کے وقت۔ مگر: شاید۔ دست: ہاتھ۔ بردش: لے گیا اس کے۔ بہ شیب: ڈھلان میں۔ سیمیں زنخ: چاندی کی ٹھوڑی والا۔ بود: تھا۔ خاطر فریب: دلفریب۔ (۲) پری چہرہ: خوبصورت۔ ہر چہ: جو کچھ۔ افتادش: پڑا اس کے۔ بہ دست: ہاتھ میں۔ بہ کیں: غصے سے۔ مغزِ ناداں: نادان کی کھوپڑی۔ شکست: توڑ دیا۔ (۳) کرد: کیا۔ بر خود: اپنے آپ پر۔ خدا: اصل خود آ، جو اپنی قدرت سے موجود ہے۔ رسولؐ: پیغام لانے والا۔ دیگر: پھر۔ نہ گردم: نہیں پھروں گا میں۔ بگردِ فضول: بے ہودگی کے گرد۔ (۴) رحیل: سفر۔ آمدش: آیا اس کو۔ ہم دراں ہفتہ: اسی ہفتے میں۔ پیش: سامنے۔ دل افگار: زخمی دل۔ سر بستہ: سر باندھے ہوئے۔ روئے ریش: زخمی چہرہ۔ (۵) چو: جب۔ بیروں: باہر۔ شد: ہو گیا۔ گازروں: ایک شہر کا نام۔ یک دو میل: ایک دو میل۔ پیش: سامنے۔ آمدش: آیا اس کے۔ سنگلاخ: ایک پتھریلی زمین۔ مہیل: ہولناک۔

(۶) بپرسید: اس نے پوچھا۔ کیں: کہ یہ۔ قلہ: چوٹی۔ چیست: کیا ہے۔ بسیار: بہت۔ بیند: دیکھتا ہے۔ عجب: عجیب۔ ہر کہ زیست: جو شخص جیتا رہا۔ (۷) چنیں: ایسے۔ گفت: کہا۔ کارواں: قافلہ۔ ہمدمے: ایک ساتھی۔ مگر: شاید۔ تنگ ترکاں: ایک ترکستانی شہر یا پہاڑی چوٹی کا نام یاد رہ۔ ندانی: تو نہیں جانتا۔ (۸) سیہ: کالا مراد حبشی غلام۔ یکے بانگ: ایک آواز۔ برداشت: اٹھائی۔ دیگر چہ رانی: اور کیا چلاتا ہے۔

(۹) معرفت: پہچان۔ یک جوم: ایک جو مجھ کو۔ من: میں۔ دگر: دوبارہ۔ تنگ ترکاں: پہاڑی درے کا نام۔ روم: جاؤں میں۔ (۱۰) درِ شہوت: شہوت کا دروازہ۔ بہ بند: بند کردے۔ عاشقی: تو عاشق ہے۔ لت خورد: لات کھا۔ سر بہ بند: سر باندھ۔

تشریح: (۱) چونکہ اس (غلام) کی خوبصورتی بلا کی دلفریب تھی۔ اس لیئے اس (سوداگر) نے رات کے وقت بدنیتی کے سبب دست درازی کی۔
(۲) چونکہ خوبصورت غلام کو اس عادت بد (لواطت) سے نفرت تھی۔ اس لیئے اس (غلام) نے کسی قسم کا لحاظ کیئے بغیر جو اس کے ہاتھ لگا۔ اس احمق (آقا) کے سر پہ دے مارا۔ (۳) چنانچہ اس (سوداگر آقا) نے اللہ و رسولؐ کو گواہ بنا کر عہد کیا کہ وہ آئندہ اس قسم (لواطت جیسی) کی حرکت کبھی نہیں کرے گا۔
(۴) اسی اثنا میں، جبکہ اس (سوداگر آقا) کا دل زخمی سر پہ پٹیاں بندھی ہوئیں اور چہرے پر زخم کے نشانات تھے، فی الفور سفر کے لیئے نکلنا پڑا۔
(۵) گازروں نامی شہر سے کچھ دُور چل کر ایک ایسا مقام آیا جس کی زمین پتھر کی طرح سخت تھی۔ اور درّہ تنگ تھا۔ اس (سوداگر) نے اس مقام کا نام دریافت کیا۔ (۶) اسے (سوداگر آقا) کو اپنے ایک دوست کے ذریعے معلوم ہوا کہ یہ سخت زمین اور تنگ درّے والی جگہ کا نام "تنگ ترکان" ہے۔
(۷) قافلے میں موجود ایک فرد نے اس (سوداگر آقا) سے پوچھا کہ کیا تجھے (سوداگر کو) تنگ ترکان جیسی سخت جگہ کا علم نہیں ہے۔
(۸) اس (سوداگر آقا) نے اپنے غلام کو ترش کلامی سے پکارا اور کہا کہ ہمیں تنگ ترکان جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لہٰذا سامان جلدی سے اتارا جائے۔
(۹) اگر میں تنگ ترکان میں دوسری بار آؤں تو یہ میری (سوداگر کی) حماقت کی انتہا ہوگی۔ (چونکہ غلام اسی علاقے "تنگ ترکان" کا تھا۔ اور رات کے واقعہ کا تاثر ذہن پر تھا اس لیئے نفرت ہوئی۔) (۱۰) عقل و خرد کا تقاضی یہی ہے کہ شہوتِ نفسانیہ کو بند باندھا جائے۔ ورنہ عشق میں تو سر پھٹول ہوتی ہی رہتی ہے

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
چو مر بندہ را ہمے پروری	۱	بہیبت برآرش کزو برخوری
جب تو کسی نوکر کی پرورش کرے		اس کو رعب میں رکھ تاکہ اس سے فائدہ اٹھائے
وگر سیدش لب بدنداں گزد	۲	دماغ خداوندگاری پزد
اور اگر اس کا آقا اس کے ہونٹ دانتوں سے دبائے		وہ آقائی کا خیال پکائے گا
غلام آبکش باید وخشت زن	۳	بود بندۂ نازنیں مشت زن
نوکر پانی کھینچنے والا اور اینٹیں پاتھنے والا چاہیئے		نازنین نوکر مکے باز ہوتا ہے
نہ ہر جا کہ بینی خط دلفریب	۴	توانی طمع کردنش درکتیب
یہ مناسب نہیں کہ جہاں کہیں بھی دلفریب خط دیکھے		اس کو کتاب میں کر لینے کا لالچ کرے

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
گروہے نشیند باخوش پسر	۶	کہ ما پاک بازیم وصاحب نظر
بہت سے لوگ خوبصورت لڑکے کے ساتھ بیٹھتے ہیں		کہ ہم تو پاک باز اور دیکھا بھالی کے ہیں
زمن پرس فرسودۂ روزگار	۷	کہ برسفرہ حسرت خورد روزہ دار
مجھ زمانہ کے گھسے ہوئے سے پوچھ		کہ روزہ دار دسترخوان پر بیٹھ کر حسرت کھاتا ہے
ازاں تخم خرما خورد گوسپند	۸	کہ قفل ست برتنگ خرما وبند
بکری اسی وجہ سے چھوارے کی گٹھلی کھاتی ہے		کہ چھوارے کے بورے پر بند اور تالا ہے
سرگاؤ عصار ازاں درگہ است	۹	کہ از کنجدش ریسماں کوتہ است
تیلی کے بیل کا سر اسی وجہ سے گھاس میں ہے		کہ تلوں تک پہنچنے سے اس کی رسی تنگ ہے

(۱) چو: جب۔ مر: خاص بندہ را: کسی غلام کو۔ ہمے پروری: پالتا ہے تو۔ بہیبت: رعب کے ساتھ۔ برآرش: نکال اس کو۔ کزو: کہ اس سے۔ برخوری: پھل کھائے تو۔ (۲) سیدش: اس کا آقا۔ لب بدنداں: ہونٹ دانتوں سے۔ گزد: کاٹے۔ دماغ خداوندگاری: آقائی کا دماغ۔ پزد: پکا دے گا۔ (۳) آبکش: پانی کھینچنے والا۔ باید: چاہیئے۔ خشت زن: اینٹیں پاتھنے والا۔ بود: ہوتا ہے۔ بندۂ نازنین: نازنین غلام۔ مشت زن: مکا مارنے والا۔ (۴) ہر جا کہ: جہاں کہیں کہ۔ بینی: تو دیکھے۔ خط دلفریب: دلفریب خط۔ توانی طمع کردنش: طمع کرسکتا ہے تو۔ درکتیب: اس کو کتاب میں کرنے کی۔ (۵) حکایت: کہانی۔ (۶) گروہے: ایک گروہ۔ نشیند: بیٹھتا ہے۔ خوش پسر: خوبصورت لڑکا۔ ماہم پاکبازیم: پاک باز ہیں ہم۔ صاحب نظر: نظر والے (۷) زمن پرس: مجھ سے پوچھ۔ فرسودۂ روزگار: زمانے کا گھسا ہوا۔ برسفرہ: دسترخوان پر۔ خورد: کھاتا ہے۔ روزہ دار: روزہ رکھنے والا۔
(۸) ازآں: اس وجہ سے۔ تخم خرما: کھجور کی گٹھلی۔ خورد: کھاتی ہے۔ گوسپند: بکری۔ قفل: تالا۔ ست: ہے۔ تنگ خرما: کھجوروں کا بورا۔ بند: گرہ۔
(۹) سرگاؤ عصار: تیلی کے بیل کا سر۔ ازآں: اس وجہ سے۔ درگہ: گھاس میں۔ است: ہے۔ از کنجدش: تلوں سے۔ ریسماں: رسی۔ کوتہ است: چھوٹی ہے۔

تشریح: (۱) اگر کسی زیر تربیت غلام سے خدمت گاری لینی ہو تو بلا رُو رعایت اسے (غلام کو) دبدبے میں رکھا جائے۔ تاکہ وہ (غلام) اپنی اوقات میں رہے۔ (۲) اگر آقا غلام کے ساتھ شہوت رانی اور عاشقی ایسے کرتوت کرتا ہے تو ایک دن وہ (غلام) خود اپنے آقا پر حکم چلانے کا عمل کرے گا۔ (اپنی اوقات بھول جائے گا) (۳) غلام کا کام صرف اپنے آقا کی خدمت کرنا ہوتا ہے۔ خواہ وہ پانی بھرنے کی صورت میں ہو یا اینٹیں بنانے کی شکل میں۔ بے جا لاڈ پیار سے غلام کی عادتیں بگڑ جاتی ہیں۔ (۴) یہ ضروری نہیں کہ ہر خوبصورت خط تمہاری کتاب کی زینت بنے۔ لہٰذا ہر خوبصورت چہرے پر ہوس کی نگاہ نہیں کرنی چاہیئے۔ (۵) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بے ریش لڑکوں سے عشق و محبت سے انسان کا دامن محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ایسی حالت میں پاکدامنی کا مُدعی اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔
(۶) جو لوگ بے ریش لڑکوں سے تعلقات رکھتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا مقصد صرف نظر بازی اور اللہ تعالیٰ کی کاریگری کا مشاہدہ ہے۔
(۷) میں (شیخ سعدیؒ) اپنے مشاہدہ و تجربہ کی بنا پر یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ لوگ بے ریش لڑکوں کو حسرت بھری نظروں سے اس طرح دیکھتے ہیں۔ جیسے روزہ دار دسترخوان کو دیکھتا ہے۔ (۸) بکری کو اگر کھجوریں کھانے کو مل جائیں تو وہ گٹھلیاں کبھی نہ کھاتی۔ یہ (صوفی) لوگ بھی بکری کی طرح مجبور ہیں۔ ورنہ بس لگنے پر بدفعلی کا ضرور شکار ہو جاتے۔ (اگر صوفیانہ وجاہت نہ ہوتی)
(۹) اگر تیلی کے بیل کی رسی تلوں تک پہنچ سکتی تو وہ تل ضرور کھاتا۔ گھاس کھانا اس کی مجبوری ہے۔ اسی طرح اگر صوفیانہ وجاہت ملحوظ خاطر نہ ہوتی تو یہ بھی لواطت کا شکار ضرور ہوتے۔

حکایت

کہانی

مصرع اوّل	نمبر	مصرع دوم
یکے صورتے دید صاحب جمال	۲	بگردیدش از شورش عشق حال
ایک صاحب نے ایک حسین صورت دیکھی		عشق کے پاگل پن سے اسکی حالت دگرگوں ہو گئی
برانداخت بیچارہ چنداں عرق	۳	کہ شبنم برار دی بہشتی ورق
بے چارے نے اسقدر پسینہ ٹپکایا		جتنا چیت کے مہینہ میں پتہ پر شبنم
گزر کرد بقراط بروے سوار	۴	بپرسید کیں راچہ افتاد کار
بقراط سوار ہو کر اس کے پاس سے گذرا		اس نے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے
کسے گفتش ایں عابد پارساست	۵	کہ ہرگز خطائے ز دستش نخاست
کسی نے اس سے کہا کہ یہ ایسا نیک عبادت گزار ہے		جس کے ہاتھ سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے
رود روز و شب در بیابان و کوہ	۶	ز صحبت گریزاں ز مردم ستوہ
رات اور دن کو جنگل اور پہاڑ میں چلا جاتا ہے		صحبت سے گریز کرنے والا ہے اور انسانوں سے عاجز ہے
ببرد ست خاطر فریبے دلش	۷	فرو رفتہ پائے نظر در گلش
ایک دل لبھانے والا اس کا دل لے گیا ہے		نگاہ کا قدم اس کی مٹی میں دھنس گیا ہے
چو آید ز خلقت ملامت بگوش	۸	بگرید کہ چند از ملامت خموش
جب لوگوں کی ملامت اس کے کان میں آتی ہے		روتا ہے کہ ملامت کب تک! خاموش رہو
مگو ار بنالم کہ معذور نیست	۹	کہ فریادم از علتے دور نیست
اگر میں روؤں تو تم یہ نہ کہو کہ معذور نہیں ہے		کیونکہ میرا چیخنا سبب سے دور نہیں
نہ ایں نقش دل مے رباید ز دست	۱۰	دل آں مے رباید کہ ایں نقش بست
یہ صورت دل کو ہاتھ سے نہیں اچکتی ہے		دل کو وہ اچکتا ہے جس نے یہ صورت بنائی ہے

(۱) حکایت، کہانی۔ (۲) یکے، ایک۔ صورتے، ایک صورت۔ دید، دیکھی۔ صاحب جمال، حسن والی۔ بگردیدش، پھر گیا اس کا۔ شورشِ عشق، عشق کی دیوانگی۔ (۳) برانداخت، گرایا۔ چنداں، اتنا۔ عرق، پسینہ۔ برابر۔ اردی بہشت، ایک ایرانی مہینہ جو چیت کے برابر ہوتا ہے۔ ورق، پتہ۔
(۴) گزر کرد، گزر گیا۔ بقراط، ایک یونانی حکیم جو سکندر اعظم کا ہمعصر تھا۔ بروئے، اس پر۔ بپرسید، اس نے پوچھا۔ کیں را، کہ اس کو۔ چہ افتاد کار، کیا کام پڑا۔ (۵) کسے گفتش، کسی نے اس کو کہا۔ عابد پارسا، پرہیزگار عابد۔ ست، ہے۔ خطائے، کوئی گناہ۔ ز دستش، اس کے ہاتھ سے۔ نخاست، نہیں اٹھا۔
(۶) رود، چلتا ہے۔ روز و شب، رات اور دن۔ بیابان و کوہ، جنگل اور پہاڑ۔ صحبت، ہمنشینی۔ گریزاں، بھاگنے والا۔ مردم، لوگ۔ ستوہ، عاجز۔
(۷) ببرد ست، لے گیا ہے۔ خاطر فریبے، ایک دل کو فریب دینے والا۔ دلش، اس کے دل کو۔ فرو رفتہ، دھنس گیا۔ پائے نظر، نظر کا پاؤں۔ گلش، اس کی مٹی۔
(۸) چو آید، جب آتی ہے۔ ز خلقت، مخلوق سے۔ ملامت، لعن طعن۔ بگوش، کان میں۔ بگرید، روتا ہے۔ چند از ملامت، کہاں تک ملامت۔ خموش، چپ ہو۔ (۹) مگو، مت کہہ۔ ار، اگر۔ بنالم، روؤں میں۔ معذور، عذر والا۔ از علتے، کسی سبب سے۔ نیست، نہیں ہے۔ (۱۰) ایں، یہ۔ دل مے رباید، دل لے جاتا ہے۔ ز دست، ہاتھ سے۔ آں مے رباید، وہ لے جاتا ہے۔ ایں، یہ۔ نقش بست، نقش بنایا۔

تشریح: (۱) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خوبصورت بے ریش لڑکوں کی نظر بازی کا مقصد مشاہدۂ حق نہیں ہوتا۔ ورنہ مشاہدۂ حق کے لئے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں موجود ہیں۔ (۲) ایک شخص (درویش) نے انتہائی خوبصورت لڑکے پر نظر بازی کی تو وہ (درویش) اس (لڑکے) کی محبت میں حال مست ہو گیا۔ (۳) وہ (درویش) حال کی مستی میں پسینہ میں اس قدر شرابور ہو گیا کہ محسوس ہوتا تھا۔ جیسے چیت کے ماہ میں پتوں پر شبنم کا راج ہوتا ہے۔ (اردی بہشت: چیت کا مہینہ) (۴) اسی اثنا میں اچانک حکیم بقراط (یہ ایک یونانی حکیم ہے جو سکندر اعظم کا ہمعصر ہے) کا گذر ہوا۔ اس (بقراط) نے دیکھتے ہی دریافت کیا کہ اسے (درویش کو) کیا آفت آن پڑی ہے۔ (۵) واقفان حال میں سے کسی ایک آدمی نے بتایا کہ یہ (درویش) نہایت متقی و عبادت گذار ہے۔ اور اس سے کبھی بھی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا۔ (۶) دنیا ترک کرنے، تعلقات ختم کرنے کی بنا پر جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپ چھپ کر رہنے کو پسند کرتا ہے (تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت تنہائی میں میسر ہو سکے) (۷) اس (درویش) نے جب ایک انتہائی خوبصورت امرد (بے ریش لڑکا) کو دیکھا تو اس کے عشق میں اس (درویش) پر دیوانگی چھا گئی ہے۔ (۸) جب لوگ اسے (درویش کو) لعنت ملامت کرتے ہیں تو روتے ہوئے کہتا ہے کہ مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ کب تک ملامت کرتے رہو گے۔ (۹) میرا رونا بلا وجہ نہیں۔ بلکہ میں سوزِ عشق سے مجبور ہو کر روتا ہوں۔ مجھے (درویش کو) معذور جان کر بخش دو۔ (۱۰) اس (درویش) نے کہا کہ اس خوبصورت لڑکے کی وجہ سے میرے دل میں دیوانگی نے بسیرا نہیں کیا۔ بلکہ میں تو اس لڑکے کی صورت میں خالقِ حقیقی کا دیدار کرتا ہوں۔

۱	شنید ایں سخن مردِ کار آزمائے	کہن سال پروردۂ و پختہ رائے
	کار آزمودہ شخص نے یہ بات سنی	جو کہ پرانی عمر کا اور پختہ رائے تھا
۲	بگفت ارچہ صیت نکوئی رُود	نہ با ہر کسے ہرچہ گوئی رُود
	اس نے کہا اگرچہ نیکی کی شہرت پھیلتی ہے	لیکن ہر شخص کے سامنے ہر بات نہیں چلتی ہے
۳	نگارندہ را خود ہمیں نقش بود	کہ شوریدہ را دل بہ یغما بود
	نقش و نگار کرنے والے کا صرف یہی ایک نقش تھا	جو دیوانے کے دل کو لوٹ لے گیا
۴	چرا طفلِ یک روزہ ہوشش نبرد	کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خورد
	ایک دن کا بچہ اس کا ہوش کیوں نہ لے گیا	اس لئے کہ کاریگری دیکھنے میں بالغ اور بچہ برابر ہے
۵	محقق ہماں بیند اندر ابل	کہ در خوبرویان چین و چگل
	محقق شخص اونٹ میں بھی وہی بات دیکھتا ہے	جو چین اور چگل کے حسینوں میں
۶	نقابیست ہر سطرِ من زیں کتیب	فروہشتہ بر عارضِ دلفریب
	میری اس کتاب کی ہر سطر ایک نقاب ہے	جو دل فریب رخسارہ پر پڑا ہوا ہے
۷	معانی ست در زیرِ حرفِ سیاہ	چو در پردہ معشوق و در میغ ماہ
	کالے حرفوں کے نیچے ایسے معانی ہیں	جیسے پردہ میں معشوق اور بدلی میں چاند
۸	در اوقاتِ سعدیؒ نگنجد ملال	کہ دارد پسِ پردہ چندیں جمال
	سعدیؒ کے اوقات میں ملال کی گنجائش نہیں ہے	جو پردہ کے پیچھے بہت سی خوبیاں رکھتا ہے
۹	مرا کیں سخنہاست مجلس فروز	چو آتش درو روشنائی و سوز
	جبکہ مجلس کو رونق بخشنے والی میری یہ باتیں ہیں	جن میں آگ کی طرح روشنی اور جلن ہے
۱۰	نرنجم زخصماں اگر برطپند	کزیں آتشِ پارسی در تپ اند
	اگر دشمن تڑپیں تو میں رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں	کہ وہ اس پارسی آگ سے بخار میں مبتلا ہیں

(۱) شنید: سُنی۔ ایں سخن: یہ بات۔ مردِ کار آزمائے: تجربہ کار آدمی۔ کہن سال پروردہ: عمر رسیدہ شخص (۲) بگفت: اس نے کہا۔ ارچہ: اگرچہ۔ صیت نکوئی: نیکی کی شہرت۔ نہ با ہر کسے: ہر شخص کے ساتھ نہیں۔ ہرچہ گوئی: جو کچھ کہے تو۔ رَوَد: چلتی ہے۔ (۳) نگارندہ: نقش بنانے والا۔ ہمیں: یہی۔ بود: تھا۔ شوریدہ: دیوانہ۔ یغمار بود: لوٹ لے گیا۔ (۴) چرا: کیوں۔ طفلِ یک روزہ: ایک دن کا بچہ۔ ہوشش: اس کی ہوش۔ نبرد: نہیں لے گیا۔ صنع: کاریگری۔ دیدن: دیکھنا۔ بالغ: پندرہ سال سے اوپر کا۔ خورد: چھوٹا۔ (۵) محقق: تحقیق کرنے والا۔ ہماں بیند: وہی دیکھتا ہے۔ ابل: اونٹ۔ خوبرویان: حسین۔ چگل: ترکستان کا ایک علاقہ جہاں کے حسین مشہور ہیں۔ (۶) نقابیست: ایک نقاب ہے۔ ہر سطرِ من: میری ہر سطر۔ زیں کتیب: اس کتاب سے۔ فروہشتہ: چھوڑے ہوئے۔ عارضِ دلفریب: دلفریب رخسار۔ (۷) معانی ست: معنی ہیں۔ زیرِ حرفِ سیاہ: کالے حرفوں کے نیچے۔ چو: مثل۔ معشوق: محبوب۔ میغ: بادل۔ ماہ: چاند۔ (۸) اوقاتِ سعدیؒ: سعدیؒ کے وقت۔ نگنجد: نہیں سماتا۔ ملال: رنجیدگی۔ دارد: رکھتا ہے۔ پسِ پردہ: پردے کے پیچھے۔ چندیں: اتنا۔ جمال: حسن۔ (۹) مرا: مجھ کو۔ کیں سخنہا: جو کہ یہ باتیں۔ ست: ہیں۔ مجلس فروز: مجلس کو روشن کرنے والی۔ چو آتش: آگ جیسی۔ سوز: جلن۔ (۱۰) نرنجم: میں رنجیدہ نہیں ہوتا۔ زخصماں: دشمنوں سے۔ برطپند: تڑپیں وہ۔ کزیں آتش پارسی: کیونکہ وہ اس فارسی آگ سے۔ در تپ اند: بخار میں مبتلا ہیں۔

تشریح: (۱) چنانچہ معمر و جہاندیدہ شخصیت (بقراط) نے درویش کے بارے میں خوبصورت لڑکے کے حق میں بوالعجمی پر مبنی بات سنی تو کہا کہ۔ (۲) یہ بات درست ہے کہ تیری (درویش) نیکیوں اور عبادات کا چرچا ہر سُو ہے لیکن لڑکے سے عشق بازی کے سبب تیری پاکدامنی بہت متاثر ہوئی ہے۔ (۳) ہر باشعور یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ خالق کائنات نے صرف یہی ایک نقش تخلیق نہیں کیا۔ جو تیرے دل کو موہ کر لے گیا ہے۔ (۴) کاریگر کی بنائی ہوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی یکساں حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ انتہائی کم سن (غیر مشتہات) بچہ اس کی ہوش اڑانے کے لئے کافی تھا۔ (۵) جو لوگ حقیقت پسندی پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ اونٹ میں بھی صناع (کاریگر) کا کمال وجاہت کا معائنہ کرتے ہیں۔ کیونکہ چین کے حسینوں کی طرح اونٹ میں بھی وہی کمال ہے۔ (۶) میری (شیخ سعدیؒ کی) یہ کتاب (بوستان) کی ہر سطر دلفریب رخسار پر پڑے ہوئے نقاب کی مثل ہے۔ (۷) جس طرح محبوب و معشوق پردے کی اوٹ میں اور چاند بادلوں کے پیچھے چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح کتاب کے کالے حروف کی تہ میں معانی و مفاہیم چھپے ہوئے ہیں۔

(۸) جس شخص (سعدیؒ) کی اندر کی دُنیا (دل و دماغ) حسن و جمال کی بہاروں سے پُر رونق ہو اسے رنج و ملال قطعی طور پر نہیں ہوتا۔

(۹) میری روشن مجلس کی باتیں دہکتی آگ کی مثل ہیں۔ ان باتوں سے صاحب بصیرت لوگوں کو روشنی اور صاحب دل افراد کو سوز کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ (۱۰) اگر میرے (شیخ سعدیؒ کے) دشمن میری ان باتوں سے اذیت محسوس کرتے ہوئے کلبلاتے ہیں تو مجھے اس کا صدمہ نہیں۔ کیونکہ میری فارسی ادب سے چڑ ہے۔

گفتار در عدم التفات بر قولِ اہل دنیا

کہاوت دنیاداروں کی بات کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں

مصرع اول		مصرع ثانی
اگر در جہاں از جہاں رستہ ایست	۲	دراز خلق بر خویشتن بستہ ایست
اگر دنیا میں کوئی شخص دنیا والوں سے بچا ہوا ہے		تو وہی ہے جو اپنا دروازہ لوگوں پر بند کئے ہوئے ہے
کس از دست و جورِ زبانہا نرست	۳	اگر خود نمایست وگر حق پرست
زبانوں کے ظلم سے کوئی شخص نہیں چھوٹا		خواہ ریاکار ہے خواہ حق پرست ہے
اگر بر پری چو ملک ز آسماں	۴	بدامن در آویزدت بدگماں
اگر تو فرشتہ کی طرح آسمان سے اڑ کر آئے گا		بدگمان تیرے دامن میں لٹکے گا
بکوشش تواں دجلہ را پیش بست	۵	نشاید زبان بداندیش بست
کوشش سے دجلہ پر پشتہ باندھا جا سکتا ہے		بداندیش کی زبان بند نہیں کی جا سکتی ہے
فراہم نشینند تردامناں	۶	کہ ایں زہد خشک است واں دامِ ناں
گنہگار جمع ہو کر بیٹھتے ہیں (اور کہتے ہیں)		کہ یہ تو خشک پرہیزگاری ہے اور وہ روٹی کا جال ہے
تو رو از پرستیدنِ حق مپیچ	۷	بہل تا نہ گیرند خلقت بہیچ
تو حق کی پرستش سے منہ نہ موڑ		چھوڑ یہانتک کہ وہ تجھے کسی چیز کے قابل نہ سمجھیں
چوں راضی شد از بندۂ یزدانِ پاک	۸	گر ایں ہا نگردند راضی چہ باک
جب خدائے پاک بندہ سے راضی ہو گیا		اگر یہ راضی نہ ہوئے تو کیا پرواہ ہے
بداندیش خلق از حق آگاہ نیست	۹	ز غوغائے خلقش بحق راہ نیست
مخلوق کا بدخواہ خدا سے واقف نہیں ہے		مخلوق کے شور و غل سے ہٹ کر خدا کی طرف اس کا راستہ نہیں
ازاں رہ بجائے نیاوردہ اند	۱۰	کہ اوّل قدم پے غلط کردہ اند
اسی سبب سے وہ کسی مقام تک نہیں پہنچے ہیں		کیونکہ انہوں نے پہلے ہی قدم پر راستہ غلط کر دیا ہے

(۱) گفتار، کہاوت۔ عدمِ التفات، توجہ نہ کرنا۔ قولِ اہلِ دنیا: دنیا والوں کی بات۔ (۲) رستہ ایست: چھوٹا ہوا ہے۔ درآز خلق، مخلوق سے دروازہ۔ برخویشتن: اپنے آپ پر بستہ ایست، بند کیے ہوئے ہے۔
(۳) کس، کوئی شخص۔ دست و جورِ زبانہا: ہاتھ اور زبانوں کا ظلم۔ نرست: نہیں چھوٹا۔ خود نمایست: اپنے آپ کو ظاہر کرنے والا۔ حق پرست، حق کو پوجنے والا۔
(۴) برپری، تو اوپر اُڑے۔ چو ملک، فرشتے کی طرح زآسماں، آسمان سے۔ در آویزدت، تیرے دامن سے لٹک جائے۔ بدگماں، بُرے خیال والا۔
(۵) تواں پیش بست، پیش بندی کر سکتے ہیں۔ دجلہ: عراق کا ایک دریا۔ نشاید بست: نہیں باندھ سکتے۔ زبانِ بداندیش: بُرا سوچنے والے کی زبان۔ (۶) فراہم نشینند، اکٹھے بیٹھتے ہیں۔ تردامناں، تردامن والے یعنی گناہگار۔ ایں زہدِ خشک: یہ خشک پرہیزگاری۔ واں، اور وہ۔ دامِ ناں: روٹی کا جال۔ (۷) رُو: چہرہ۔ پرستیدنِ حق: حق تعالیٰ کو پوجنا۔ مپیچ: مت پھیر۔ بہل: چھوڑ دے۔ تا نہ گیرند: یہاں تک کہ نہ لیویں۔ خلقت، مخلوق تجھ کو۔ بہیچ: کسی بھی چیز کے بدلے۔
(۸) چوں: جب۔ راضی شد: راضی ہو گیا۔ یزدانِ پاک: اللہ پاک۔ ایں ہا: یہ سب۔ نگردند: نہیں ہوتا۔ چہ باک: کیا ڈر۔ (۹) بداندیشِ خلق: مخلوق کا بدخواہ۔ آگاہ: خبردار۔ نیست: نہیں ہے۔ غوغائے خلقش: مخلوق کا شور اس کو۔ بحق: حق کی طرف۔ (۱۰) ازآں: اسی وجہ سے۔ رہ: راستہ۔ بجائے نیاوردہ اند: جگہ پر نہیں لائے ہیں۔ پے: پاؤں۔ کردہ اند: کیا ہے انہوں نے۔

تشریح: (۱) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان اپنے کردار کے اعتبار سے فرشتوں سے بھی بڑھ جائے۔ پھر بھی دنیا والے راضی نہیں ہوتے۔ لہٰذا دنیا سے بے نیاز ہو جائے۔ (۲) جو شخص اہلِ دنیا سے بے غرض ہو کر اپنی لگن میں مگن رہتا ہے۔ وہ مخلوق کو اپنی ذات پر سے دُور کر دیتا ہے۔
(۳) جو شخص دکھلاوے کی عبادت کرتا ہے یا خلوصِ نیت سے تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ وہ اہلِ دنیا کی طعن و تشنیع سے نہیں بچ سکا۔
(۴) اگر کوئی متقی پرہیزگار شخص عبادت و ریاضت کے باعث اس قدر عروج پالے کہ ہوا میں اڑنے لگ جائے۔ تب بھی بدگمان کے غیظ و غضب سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (۵) انسان کوشش کر کے دریا پر بند باندھ سکتا ہے لیکن کسی حاسد و بدخو کی زبان پر بند نہیں باندھا جا سکتا۔
(۶) گناہوں میں ڈوبے ہوئے لوگ علماء و صلحاء کی وجاہت کے قائل نہیں ہوتے۔ چنانچہ وہ علماء کو خشک مولوی اور عبادت گذار کو مفت کی روٹیاں توڑنے والا کہتے ہیں۔ (۷) عالم و صالح کو دنیاداروں کی گیدڑ بھبکیوں پر توجہ نہیں دینی چاہیئے۔ بلکہ قبولِ حق میں مستغرق رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا اجر صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (۸) جس بندے کو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو جائے۔ تو اس کی خوش نصیبی میں کوئی شک نہیں۔ اسے دنیا کی ناراضی سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔ (۹) خلق اللہ کی بدخواہی کرنے والا ہمیشہ راہِ حق سے محروم رہتا ہے۔ کیونکہ اسے خلق کی بدخواہی سے فرصت نہیں ملتی۔ راہِ حق کی فرصت کیسے ملے گی۔ (۱۰) خلق اللہ کے بدخواہ اصل راہ سے بھٹکنے کی وجہ سے منزلِ مقصود تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ ان کی پیٹھ منزلِ مقصود کی طرف اور منہ مخلوق کی طرف ہوتا ہے۔

	مصرعِ اوّل	مصرعِ دوم
۱	دو کس بر حدیثے گمارند گوش	ازیں تا بداں زاہرمن تا سروش
	دو آدمی کسی بات پر کان دھرتے ہیں	اس سے اس تک اتنا فاصلہ ہے جیسے اہرمن سے فرشتہ تک
۲	یکے پند گیرد دگر ناپسند	نہ پرداز داز حرف گیری بہ پند
	ایک نصیحت حاصل کرتا ہے دوسرا ناپسند کرتا ہے	نکتہ چینی کو چھوڑ کر نصیحت قبول نہیں کرتا ہے
۳	فرو ماندہ در کنج تاریک جائے	چہ دریابد از جام گیتی نمائے
	تاریک گوشہ میں عاجز ہو کر رہ گیا ہوا	جہاں نما جام سے کیا حاصل کرسکتا ہے
۴	مپندار گر شیر و گر روبہی	کز ینان بمردی و حیلت رہی
	خواہ تو شیر ہے خواہ لومڑی یہ نہ سمجھ	کہ تو ان سے شرافت اور حیلہ کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کرے گا
۵	اگر کنج خلوت گزیند کسے	کہ پروائے صحبت ندارد بسے
	اگر کوئی شخص تنہائی کا گوشہ اختیار کرلے	اس لیے کہ میل جول کی زیادہ پرواہ نہیں کرتا ہے
۶	مذمت کنندش کہ زرق است وریو	ز مردم چناں مے گریزد کہ دیو
	تو اس کی برائی کریں گے کہ مکر اور فریب ہے	لوگوں سے بھوت کی طرح بھاگتا ہے
۷	وگر خندہ رویست و آمیزگار	عفیفش ندانند و پرہیزگار
	اور اگر ہنس مکھ ہے اور گھل ملنے والا ہے	اس کو پاک دامن اور پرہیزگار نہ سمجھیں گے
۸	غنی را بغیبت بکاوند پوست	کہ فرعون اگر ہست در عالم اوست
	بدگوئی کرکے مالدار کی کھال ادھیڑ دیں گے	کہ دنیا میں اگر فرعون ہے تو وہی ہے
۹	وگر مرد درویش در سختی ست	بگویند ز ادبار و بدبختی ست
	اور اگر کوئی فقیر مصیبت میں ہے	تو کہیں گے ادبار اور بدبختی کی وجہ سے ہے
۱۰	وگر کامرانے در آید ز پائے	غنیمت شمارند و فضل خدائے
	اگر کوئی بامراد مرتبہ سے گرجائے	تو اس کو غنیمت اور خدا کا فضل شمار کریں گے

(۱) دو کس، دو شخص۔ بر حدیثے، کسی بات پر۔ گمارند گوش، کان لگاتے ہیں۔ ازیں، اس سے۔ تا بداں، اس تک۔ اہرمن، برائی کا خدا یا شیطان۔ سروش، غیبی فرشتہ۔ (۲) یکے، ایک۔ پند گیرد، نصیحت حاصل کرتا ہے۔ دگر، دوسرا۔ نہ پردازد، نہیں مشغول ہوتا۔ از حرف گیری: عیب جوئی سے۔ بہ پند، نصیحت میں۔ (۳) فرو ماندہ، عاجز رہا ہوا۔ کنج تاریک جائے، تاریک جگہ کا کونہ۔ چہ دریابد، کیا پاوے۔ جام گیتی نمائے: جہان دکھانے والا پیالہ۔ یونانی حکماء نے جمشید کے لیے ایک پیالہ بنایا جو اسے رصد گاہ کا کام دیتا تھا۔ اس میں ستاروں تک کا مشاہدہ ہوسکتا تھا۔ (۴) مپندار: مت سمجھ۔ روبہی، لومڑی ہے تو۔ کز ینان: کہ ان لوگوں سے۔ بمردی: بہادری سے۔ حیلت: تدبیر۔ رہی: چھوٹے تو۔ (۵) کنج خلوت، تنہائی کا گوشہ۔ گزیند: اختیار کرے۔ کسے، کوئی شخص۔ پروائے صحبت: لوگوں کے پاس بیٹھنے کی۔ ندارد: نہ رکھے۔ بسے: زیادہ۔ (۶) مذمت: برائی۔ کنندش: کریں اس کی۔ زرق ست: مکر ہے۔ ریو: فریب۔ مردم: لوگ۔ چناں: ایسے۔ مے گریزد: بھاگتا ہے۔ دیو، جن۔ (۷) خندہ رویست، ہنس مکھ ہے۔ آمیزگار، ملنسار۔ عفیفش، اس کو پاکدامن۔ ندانند، نہ جانیں۔ (۸) غنی: دولت مند۔ بغیبت: چغلی سے۔ بکاوند، ادھیڑیں۔ پوست، کھال۔ فرعون: حضرت موسیٰ کے زمانہ میں مصر کا بادشاہ جس کی طرف آپؑ مبعوث ہوئے تھے۔ ہست، ہے۔ در عالم: جہان میں۔ اوست، وہی ہے۔ (۹) مرد درویش، فقیر آدمی۔ بگویند: کہیں گے۔ ادبار، بدبختی۔ (۱۰) کامرانے، کوئی کامیاب۔ در آید، اگر پڑے۔ ز پائے، پاؤں سے۔ شمارند، شمار کریں۔ فضل خدائے، خدا کی مہربانی۔

تشریح: (۱) دو آدمی ایک ہی بات کا مختلف مفہوم اور متضاد نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے فہم و شعور میں حق و باطل کا امتیاز ہوتا ہے۔ (۲) ایک ہی بات سے اختلافِ فہم کے باعث ایک شخص نصیحت حاصل کرتا ہے اور دوسرا آدمی نصیحت آموز کلام کو نکتہ چینی کی وجہ سے ضائع کردیتا ہے۔ (۳) تاریکیوں میں رہنے کا عادی جامِ جہاں نما (ایسا پیالہ جس میں ستاروں تک کا مشاہدہ ہوسکتا تھا) کو کبھی نہیں دیکھ سکتا۔ (۴) شیر کی بہادری ہو یا لومڑی کی حیلہ سازی ناقدین کی تنقید سے محفوظ رہنا ناممکن ہے۔ (۵) اگر کوئی شخص گوشہ نشینی اختیار کرکے لوگوں سے علیحدگی اختیار کرلے تو لوگ اسے فریب کاری کا نام دیتے ہیں۔ (۶) اور کہتے ہیں کہ یہ انسان نہیں بلکہ دیو ہے۔ جو مکر و فریب کے اظہار کی خاطر انسانوں سے دُور بھاگتا ہے۔ (۷) جو شخص خندہ پیشانی اور ملنساری کا خوگر ہو تو لوگ اس کے تقویٰ و شرافت کو تسلیم نہیں کرتے۔

(۸) اگر کوئی شخص مال و دولت کی نعمت سے مالامال ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس (مالدار) جیسا کوئی فرعون ہی نہیں۔

(۹) اگر کوئی شخص تنگدست ہے تو اس کے فقر و درویشی کو شقاوت (بدبختی) پر محمول کیا جاتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص اپنے منصب و اقتدار سے محروم کردیا جاتا ہے تو لوگ اس کی فرعونیت کو مطعون کرکے شکر بجالاتے ہیں۔

	مصرعِ اوّل	مصرعِ دوم
۱	کہ تا چند ازیں جاہ گردن کشی کہ اس مرتبہ کی وجہ سے کب تک تکبر کرتا	خوشی را بود در قفا ناخوشی خوشی کے پیچھے ناخوشی ہوتی ہے
۲	دگر تنگ دستے تنک مایۂ اور اگر کبھی تنگ، کم سرمایہ والے کا	سعادت بلندش کند پایۂ نیک بختی مرتبہ بڑھا دے
۳	بخایندش از کینہ دنداں بزہر کینہ کی وجہ سے زہر کے بجھے دانت پیسیں گے	کہ دوں پرور است ایں فرومایہ دہر کہ یہ کمینہ زمانہ، کمینہ پرور ہے
۴	چو بینند کارے بدستت درست اگر تیرے ہاتھوں کوئی کام سیدھا دیکھیں گے	حریصت شمارند و دنیا پرست تجھے لالچی اور دنیا پرست شمار کریں گے
۵	دگر دستِ ہمت بداری زکار اگر تو کسی کام سے ہمت کا ہاتھ اٹھالے	گدا پیشہ خوانندت و پختہ خوار تجھے گداگر اور پکی پکائی کھانے والا کہیں گے
۶	دگر ناطقی طبلِ پر یاوہٗ اگر تو بولنے والا ہے تو بکواس بھرا ڈھول ہے	وگر خامشی نقشِ گرماوہٗ اگر تو چپ ہے حمام کی تصویر ہے
۷	تحمل کناں را نخوانند مرد برداشت کرنے والوں کو مرد نہ کہیں گے	کہ بیچارہ از بیم سر بر نکرد کہ بے چارہ نے خوف سے سر نہ اٹھایا
۸	وگر در سرش ہولِ مردانگیست اور اگر اس کے سر میں بہادری کی دہشت ہے	گریزند ازو کیں چہ دیوانگیست اس سے بھاگیں گے کہ یہ کیا دیوانگی ہے
۹	تعنت کنندش گر اندک خوراست اگر کم خوراک ہے اس کو رنجیدہ کریں گے	کہ مالش مگر روزئے دیگر ست کہ اس کا مال تو شاید دوسرے کی روزی ہے
۱۰	وگر نغز و پاکیزہ باشد خورش اور اگر اس کی خوراک اچھی اور پاکیزہ ہو	شکم بندہ خوانند و تن پرورش تو اس کو پیٹ کا غلام اور تن پرور کہیں گے

(۱) تاچند: کب تک۔ ازیں جاہ: اس مرتبے کی وجہ سے۔ گردن کشی: گردن کھینچنا، تکبر کرنا۔ بود: ہووے۔ در قفا: پیچھے۔ ناخوشی: غمی۔ (۲) تنگ دستے: کوئی غریب۔ تنک مایہ: تھوڑے سرمائے والا۔ سعادت: نیک بختی۔ بلندش کند: اس کا اونچا کر دے۔ پایہ: مرتبہ۔
(۳) بخایندش: گھسائیں گے اس کے۔ از کینہ: حسد کی وجہ سے۔ دنداں: جمع دانت۔ بزہر: زہر میں۔ دوں پرور ست: کمینوں کو پالنے والا ہے۔ ایں فرومایہ: یہ کمینہ دہر: زمانہ۔ (۴) چو بینند: جب دیکھیں۔ کارے: کوئی کام بدستت: تیرے ہاتھ میں۔ حریصت: تجھ کو لالچی۔ شمارند: شمار کریں گے۔ دنیا پرست: دنیا کو پوجنے والا۔
(۵) دستِ ہمت: ہمت کا ہاتھ۔ بداری: اٹھالے تو۔ زکار: کام سے۔ گدا پیشہ: گداگر۔ خوانندت: تجھ کو کہیں۔ پختہ خوار: پکی پکائی کھانے والا۔ (۶) ناطقی: بولنے والا ہے تو۔ طبلِ پر یاوہ: بکواس سے بھرا ہوا ڈھول ہے تو۔ خامشی: خاموش ہے تو۔ گرماوہ: حمام۔ (۷) تحمل کناں: تحمل کرنے والے۔ نخوانند: نہ کہیں گے۔ از بیم: ڈر کی وجہ سے۔ بر نکرد: نہیں اٹھایا۔ (۸) ہول مردانگیست: مردانگی کا رعب ہے۔ گریزند: بھاگیں گے۔ ازو: اس سے۔ کیں: کہ یہ۔ چہ: کیا۔ دیوانگیست: دیوانگی ہے۔
(۹) تعنت کنندش: اس کو طعنہ دیں گے۔ اندک خور: تھوڑا کھانے والا۔ مگر: شاید۔ روزئے دیگرست: دوسرے کی روزی ہے۔ (۱۰) وگر: اور اگر۔ نغز: عجیب۔ باشد: ہووے۔ خورش: اس کی خوراک۔ شکم بندہ: پیٹ کا بندہ۔ خوانند: کہیں گے۔ تن پرورش: جسم پالنے والا۔

تشریح: (۱) اور کہتے ہیں کہ اسی منصب کی وجہ سے یہ شخص (منصب سے محروم) غرور و تکبر میں مبتلا تھا۔ (اس کے دماغ میں فرعون گھسا ہوا تھا)
(۲) اگر کوئی فاقہ مست ترقی کر کے بلند اقبال ہو جائے تو لوگ اس سے حسد کرتے ہیں۔ (۳) اسی حسد کی وجہ سے نہ صرف دانت پیستے ہیں۔ بلکہ یوں کہتے ہیں۔ کہ وقت کا کمینہ (زمانہ کمینہ ہے) کمینے لوگوں کی بندہ پروری کرتا ہے۔
(۴) اگر کسی شخص کے کاروباری حالات و معاملات صحیح رخ پر ہوں تو اسے دنیادار، جاہ و حشمت کا لالچی کہتے ہیں۔
(۵) اگر کوئی آدمی توکلتُ علی اللہ کا پیکر دخوگر ہو تو لوگ اسے مفت کی روٹیاں توڑنے والا اور مشقت و محنت سے عاری و جی چرانے والا کہتے ہیں۔
(۶) بولنے والے شخص کو لوگ فضول یاوہ گوئی کا ڈھول کہتے ہیں اور خاموش رہنے والے کو حمام (غسل خانے) کی تصویر کہتے ہیں۔
(۷) جو شخص حوصلہ و بردباری سے کام لیتا ہے تو اُسے بُزدل اور ڈرپوک کہتے ہیں۔
(۸) اور جو آدمی دلیرانہ گفت گو کرتا ہے۔ یا کوئی بہادری پر مشتمل کارنامہ سرانجام دیتا ہے تو اسے بدتمیز اور بدمزاج کہتے ہیں۔
(۹) جو شخص بسیار خوری سے پرہیز کرتے ہوئے کم کھاتا ہے تو لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں بُخل کا مرض پایا جاتا ہے۔
(۱۰) اگر کوئی آدمی اچھا کھاتا اور اچھا پہنتا ہے تو اس کے بارے میں لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ یہ شخص پیٹ کا پجاری اور تن پرور ہے۔

۱ وگر بے تکلف زید مالدار — کہ زینت بر اہل تمیز است عار
اور اگر کوئی مالدار سادہ زندگی گزارے — اس لیئے کہ تمیزداروں کے لیئے بناؤ سنگھار عیب ہے

۲ زباں در نہندش بایذا چو تیغ — کہ بدبخت زر دارد از خود دریغ
اس کی ایذاء میں تلوار کی طرح زبان کھولیں گے — کہ بدبخت اپنے اوپر مال خرچ کرنے سے ڈرتا ہے

۳ وگر کاخ و ایواں منقش کند — تن خویش را کسوت خوش کند
اور اگر قلعہ اور محل منقش کرے — اپنے لیئے اچھا لباس اختیار کرے

۴ بجاں آید از طعنہ بروے زناں — کہ خود را بیاراست ہمچو زناں
اپنے اوپر طعنہ زنوں سے عاجز آجائے گا — کہ اپنے آپ کو عورتوں کی طرح بنایا سنوارا ہے

۵ وگر پارسائے سیاحت نکرد — سفر کردگانش نخوانند مرد
اور اگر کسی نیک آدمی نے سفر نہ کیا ہو — تو سفر کرنے والے اس کو مرد نہ سمجھیں گے

۶ کہ نارفتہ بیروں ز آغوش زن — کدامش ہنر باشد و رای و فن
کہ جو بیوی کی گود سے باہر نہ نکلا ہو — اس کو کیا ہنر اور رائے اور فن حاصل ہو سکتا ہے

۷ جہاندیدہ را ہم بدرند پوست — کہ سرگشتہ بخت برگشتہ اوست
جہاندیدہ کی بھی چمڑی ادھیڑ دیں گے — کہ سر پھرا، بدبخت وہی ہے

۸ گرش خط ز اقبال بودے و بہر — زمانہ نراندے ز شہرش بہ شہر
اگر اقبال مندی میں اس کا نصیبہ اور حصہ ہوتا — زمانہ اس کو شہر بہ شہر نہ لیئے پھرتا

۹ عزب را نکوہش کند خردہ بیں — کہ مے رنجد از خفت و خیزش زمیں
عیب جو بے شادی شدہ کی بُرائی کرتا ہے — کہ اس کے سونے اور جاگنے سے زمین رنجیدہ ہوتی ہے

۱۰ وگر زن کند گوید از دستِ دل — بگردن در افتاد چو خر بہ گل
اور اگر وہ شادی کرلے تو کہے گا کہ دل کے ہاتھوں — گردن کے بل گرا ہے جیسا کہ کیچڑ میں گدھا

(۱) بے تکلف: سادہ۔ زید: جیوے۔ زینت: سجاوٹ۔ اہل تمیز: تمیز والے۔ عار: شرم۔ (۲) در نہندش: رکھیں گے اس کے۔ بایذا: تکلیف میں۔ چو تیغ: تلوار کی طرح۔ زر: سونا۔ دارد: رکھتا ہے۔ از خود: اپنے سے۔ دریغ: روک۔ (۳) کاخ: قلعہ۔ ایواں: محل۔ منقش کند: نقش و نگار کرے۔ تنِ خویش: اپنا جسم۔ کسوتِ خوش: اچھا لباس۔ (۴) بجاں آید: جان پہ بن آئے۔ طعنہ زناں: طعنہ مارنے والے۔ بروے: اس پر۔ خود را: اپنے آپ کو۔ بیاراست: سجایا۔ ہمچوں زناں: مثل عورتوں کی۔ (۵) پارسائے: کوئی پرہیزگار۔ سیاحت: سفر۔ نکرد: نہ کیا۔ سفر کردگانش: سفر کرنے والے اس کو۔ نخوانند مرد: مرد نہیں کہتے۔ (۶) نارفتہ: نہ گیا ہوا۔ بیروں: باہر۔ آغوشِ زن: بیوی کی آغوش۔ کدامش: کون سا اس کو۔ باشد: ہوگا۔ (۷) جہاندیدہ: جہان کو دیکھے ہوئے۔ بدرند: پھاڑ دیں گے۔ پوست: کھال۔ سرگشتہ: سر پھرا۔ بخت برگشتہ: پھرے نصیب والا۔ (۸) گرش: اگر اس کو۔ خط: حصہ۔ اقبال: نصیب۔ بودے: ہوتا۔ بہر: حصہ۔ نراندے: نہ چلاتا۔ ز شہرش: اس کے شہر سے۔ بہ شہر: شہر کو۔ (۹) عزب: غیر شادی شدہ۔ نکوہش: بُرائی۔ کند: کرتا ہے۔ خردہ بیں: چھوٹی چیز کو دیکھنے والا یعنی عیب گیر۔ مے رنجید: رنجیدہ ہوتا ہے۔ خفت و خیزش: اس کے سونے جاگنے سے۔ (۱۰) زن کند: عورت کرلے۔ گوید: کہتا ہے۔ دستِ دل: دل کا ہاتھ۔ بگردن: گردن کے بل۔ در افتاد: گر پڑا۔ چو خر: گدھے کی طرح۔ بہ گل: کیچڑ میں۔

تشریح: (۱) اگر کوئی امیر آدمی سادہ طرح زندگی بسر کرتا ہے تو اسے لوگ بخیل اور کنجوسی کا طعنہ دیتے ہیں۔
(۲) جو شخص مالدار ہونے کے باوجود سادگی اختیار کرتا ہے تو اسے لوگ کہتے ہیں کہ تیری سادگی بھی اک فریب ہے۔
(۳) جو شخص اپنا گھر زیب و زینت سے آراستہ کرتا ہے اور خوبصورت لباس پہنتا ہے تو لوگ اسے بھی طعنہ زن کرتے ہیں۔
(۴) کہ یہ شخص عورتوں کی طرح اپنے آپ کو بناؤ سنوار کے رکھتا ہے۔ چنانچہ طعنہ زن لوگوں سے اس کی جان کو خلاصی نہیں ملتی۔
(۵) اگر کوئی درویش صفت آدمی سیر و سیاحت نہیں کرتا تو سفر و سیاحت کے شوقین اسے (درویش کو) مَردوں میں شمار نہیں کرتے۔
(۶) اس (درویش) کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ جو شخص بیوی کی گود کو نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ فن اور تجربہ میں کس طرح مہارت حاصل کر سکتا ہے۔
(۷) جو شخص ملکوں اور شہروں کا مطالعاتی دورہ کرنے کے لیئے سیاحت کرتا ہے تو لوگ اسے بدنصیب اور سرگشتہ (سر پھرا) کہتے ہیں۔
(۸) اگر یہ بخت آور اور خوش بختی کا پیکر و خوگر ہوتا تو اسے (سیاح کو) زمانے کی ٹھوکریں نہ کھانی پڑتیں۔
(۹) جو شخص غیر شادی شدہ ہوتا ہے۔ تو لوگ اس کی بُرائی کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ کہتے ہیں کہ یہ (غیر شادی شدہ) دھرتی کا بوجھ ہے۔
(۱۰) جو شخص شادی شدہ ہوتا ہے تو لوگ اسے (شادی شدہ کو) کہتے ہیں کہ یہ گردن کے بل ایسے گرا ہے۔ جیسے گدھا کیچڑ میں گرا ہوا ہو۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
نہ از جورِ مردم رہد زشت روئے	۱	نہ شاہد ز نامردم زشت گوئے
نہ بدصورت انسانوں کے ظلم سے رہائی پاتا ہے		نہ معشوق، بُرا کہنے والے نالائقوں سے

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
غلامے بمصر اندرم بندہ بود	۳	کہ چشم از حیا در بر افگندہ بود
مصر میں ایک لڑکا میرے پاس نوکر تھا		جو شرم کی وجہ سے آنکھیں نیچی کیئے رکھتا تھا
کسے گفت ہیچ ایں پسر عقل وہوش	۴	ندارد بمالش بہ تعلیم گوش
کسی نے کہا یہ لڑکا کچھ عقل اور ہوش		نہیں رکھتا سکھانے کے لیئے اس کے کان اینٹھ
شبے برزدم بانگ بروئے درشت	۵	ہمو گفت مسکیں بجورش بکشت
ایک رات کو میں اس پر سختی سے چیخ پڑا		وہی بولا، مسکین کو اس کے ظلم نے مار ڈالا
گرت برکند خشم روزے زجائے	۶	سراسیمہ خوانندت وخیرہ رائے
اگر تجھے غصہ کسی دن جگہ سے برانگیختہ کردے		تو تجھے دیوانہ اور بدعقل کہیں گے
وگر بُردباری کنی از کسے	۷	بگویند غیرت ندارد بسے
اور اگر تو کسی سے بُردباری کرے گا		تو تجھے کہیں گے کہ غیرت نہیں رکھتا ہے
سخی را باندرز گویند بس	۸	کہ فردا دو دستت بود پیش وپس
سخی کو نصیحت میں کہیں گے بس		ورنہ کل کو تیرے دونوں ہاتھ آگے اور پیچھے ہونگے
وگر قانع وخویشتن دار گشت	۹	بہ تشنیع خلقے گرفتار گشت
اور اگر تھوڑے پر صبر کرنے والا اور خوددار ہوگیا		مخلوق کے لعن طعن میں گرفتار ہوا
کہ ہمچو پدر خواہد ایں سفلہ مرد	۱۰	کہ دنیا رہا کرد وحسرت برد
کہ باپ کی طرح یہ کمینہ بھی مرجائے گا		جو دنیا کو چھوڑ گیا اور حسرت لے گیا

(۱) جورِ مردم، لوگوں کا ظلم۔ رہد، چھوٹتا ہے۔ زشت روئے، بدصورت۔ شاہد، محبوب حسین۔ نامردم، نامرد۔ زشت گوئے، بُرا کہنے والا۔
(۲) حکایت، کہانی۔ (۳) غلامے، ایک لڑکا۔ بمصر، مصر میں۔ بندہ بود، غلام تھا۔ چشم، آنکھ۔ از حیا، حیا کی وجہ سے۔ در بر، بغل میں۔ افگندہ بود، ڈالے ہوئے تھا۔ (۴) کسے گفت، کسی نے کہا۔ ہیچ، کچھ۔ ایں پسر، یہ لڑکا۔ ندارد، نہیں رکھتا۔ بمالش، مل اس کے۔ گوش، کان۔
(۵) شبے، ایک رات۔ برزدم، میں نے ماری۔ بانگ، آواز۔ بروئے، اس پر۔ درشت، سخت۔ ہمو گفت، اُسی نے کہا۔ بجورش، ظلم سے اس کو۔ بکشت، مار ڈالا۔ (۶) گرت، اگر تجھ کو۔ برکند، اکھیڑ دے۔ خشم، غصہ۔ روزے، کسی دن۔ زجائے، جگہ سے۔ سراسیمہ، پریشان۔ خوانندت، کہیں گے تجھ کو۔ خیرہ رائے، بے عقل۔
(۷) بردباری، برداشت۔ کنی، کرے تو۔ از کسے، کسی نے۔ بگویند، کہیں گے۔ ندارد، نہیں رکھتا۔ بسے، زیادہ
(۸) سخی، بخشش کرنے والا۔ اندرز، نصیحت۔ گویند، کہیں گے۔ فردا، کل آئندہ۔ دستت، تیرا ہاتھ۔ بود، ہووے گا۔ پیش وپس، آگے اور پیچھے۔
(۹) قانع، تھوڑی روزی پہ صبر کرنے والا۔ خویشتن دار، خوددار۔ گشت، ہوگیا۔ تشنیع خلقے، مخلوق کی ملامت۔ گرفتار گشت، گرفتار ہوگیا۔ (۱۰) ہمچو پدر، باپ کی طرح۔ خواہد مرد، مرے گا۔ ایں سفلہ، یہ کمینہ۔ رہا کرد، چھوڑ دی۔ برد، لے گیا۔

تشریح: (۱) لوگوں کی طعن وتشنیع سے کسی بھی طبقے کا آدمی نہیں بچ سکتا۔ لہٰذا لوگوں کی بد زبانی سے لاپرواہ ہوکر اپنے کام میں مگن رہنا چاہیئے۔ (۲) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگ تو اللہ ورسولؐ پر زبان درازی کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ ہم اور تم کیا چیز ہیں۔ لہٰذا اپنے کام سے مطلب رہنا چاہیئے۔ (۳) اس شعر میں شیخ سعدیؒ اپنے غلام کی شرم وحیا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شرم وحیا کی وجہ سے وہ (غلام) ہمیشہ اپنی گردن جھکائے رکھتا تھا۔ (۴) ایک شخص نے مجھے (شیخ سعدیؒ کو) کہا کہ یہ غلام عقل وہوش سے عاری ہے۔ اس لیئے اسے (غلام کو) چست وچالاک بنانے کے لیئے گوشمال کیا جائے۔ (کان کھینچے جائیں)۔ (۵) ایک رات میں (شیخ سعدیؒ) نے اسے (غلام کو) ڈانٹ دیا تو وہی شخص (جس نے گوشمالی کرنے کا مشورہ دیا تھا) کہنے لگا کہ مسکین کو ستم سے مار دیا۔ (۶) اگر کسی دن غصہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے تندخوئی کرو تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو پاگل ہے۔ (اس کو بات کرنے کی تمیز نہیں) (۷) اگر کسی دن حلم وحوصلہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے خوش مزاجی سے پیش آؤ تو لوگ کہتے ہیں کہ اس میں غیرت نام کی چیز نہیں۔ (یہ بے وقوف ہے) (۸) اگر کسی شخص کو جود وسخا کا پیکر دیکھتے ہیں تو اسے لوگ کہتے ہیں کہ ایک دن تجھ پر ایسا آئے گا کہ تنگدستی سے، بھوک پیاس سے بلبلاتے رہوگے۔ (۹) اگر کوئی شخص صبر وخودداری کا مظاہرہ کرتا ہے تو لوگ اس کی قناعت اور کفالت کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ (۱۰) اور کہتے ہیں کہ یہ (قناعت وکفایت کا پیکر شخص) بھی اپنے باپ کی طرح حسرت ویاس کی حالت میں مرجائے گا۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	کہ یارد. بکنج سلامت نشست	کہ پیغمبر از خبث دشمن نرست
	سلامتی کے گوشہ میں کون بیٹھ سکتا ہے	کہ پیغمبر بھی دشمن کی خباثت سے نہ بچے
۲	خدا را کہ مانند و انباز و جفت	ندارد شنیدی کہ ترسا چہ گفت
	جو خدا مثال اور شریک اور جوڑا	نہیں رکھتا تونے سنا ہے نصاریٰ نے کیا کہا
۳	رہائی نیابد کس از دست کس	گرفتار را چارہ صبر است و بس
	کوئی کسی کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا ہے	قیدی کے لئے تدبیر صرف صبر ہے

حکایت

کہانی

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۵	جوانے ہنرمند و فرزانہ بود	کہ در وعظ چالاک و مردانہ بود
	ایک جوان ہنرمند اور عقلمند تھا	وعظ کہنے میں ہوشیار اور بہادر تھا
۶	نکو نام و صاحبدل و حق پرست	خطِ عارضش خوشتر از خطِ دست
	نیک نام اور صاحب دل اور حق پرست	اس کے رخسار کا ہاتھ کے خط سے زیادہ خوبصورت تھا
۷	قوی در بلاغات و در نحو چست	ولے حرفِ ابجد نگفتے درست
	بلاغتوں میں قوی اور نحو میں تیز	لیکن ابجد کے حروف صاف نہ کہہ سکتا تھا
۸	یکے را بگفتم ز صاحبدلاں	کہ دندانِ پیشیں ندارد فلاں
	میں نے صاحب دلوں میں سے ایک سے کہا	کہ فلانہ شخص اگلے دانت نہیں رکھتا ہے
۹	برآمد ز سودائے من سرخروئے	کزیں جنس بیہودہ دیگر مگوئے
	میرے پاگل پن سے اس کا چہرہ لال ہو گیا	کہ اس قسم کی بیہودہ بات پھر نہ کہنا
۱۰	تو در وے ہماں عیب دیدی کہ ہست	ز چنداں ہنر چشمِ عقلت ببست
	تونے اس میں وہی عیب دیکھا جو ہے	تونے اتنے ہنروں سے عقل کی آنکھ بند کر لی

(۱) کہ یارد: کون طاقت رکھتا ہے۔ بکنج سلامت: سلامتی کے کونے میں نشست، ماضی بمعنی مصدر یعنی بیٹھنا۔ پیغمبر: خدا کا رسولؐ۔ خبث دشمن: دشمن کی خباثت۔ نرست: نہ چھوٹا۔ (۲) خدارا کہ: جس خدا کا کہ۔ مانند: مثل۔ انباز: شریک۔ جفت: بیوی۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ شنیدی: تونے سنا۔ ترسا: آتش پرست نصرانی۔ چہ گفت: کیا کہا۔ (۳) نیابد: نہ پاوے۔ کس: کوئی شخص۔ دست کس: کسی کا ہاتھ۔ گرفتار: پکڑا ہوا۔ چارہ: علاج۔ بس: صرف۔ (۴) حکایت: کہانی۔ (۵) جوانے: ایک جوان۔ فرزانہ: عقل مند۔ بود: تھا۔ وعظ: نصیحت کرنا۔ مردانہ: مردوں کی طرح مُراد بہادر۔ (۶) نکو نام: نیک نام۔ صاحبدل: دل والا۔ حق پرست: حق کو پوجنے والا۔ خطِ عارضش: اس کے رخسار کا خط۔ خوشتر: زیادہ خوبصورت۔ خطِ دست: ہاتھ کا خط۔ (۷) قوی: مضبوط۔ بلاغات: فصاحت و بلاغت۔ نحو: ایک علم جس سے عبارت کو صحیح پڑھنا آتا ہے۔ ولے: لیکن۔ حرفِ ابجد: حروفِ تہجی جو اٹھائیس ہیں۔ نگفتے: درست صحیح نہیں کہہ سکتا۔ (۸) یکے را: ایک کو۔ بگفتم: میں نے کہا۔ صاحب دلاں: دل والے۔ دندان پیشیں: اگلے دانت۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ (۹) برآمد: نکل آیا۔ سودائے من: میرا پاگل پن۔ سرخرو: لال چہرے والا۔ کزیں جنس بے ہودہ: کہ اس طرح کی بے ہودہ۔ دیگر: پھر۔ مگوئے: مت کہہ۔ (۱۰) در وے: اس میں۔ ہماں: وہی۔ دیدی: تونے دیکھا۔ کہ ہست: جو کہ ہے۔ چنداں ہنر: اتنے ہنر۔ چشم عقلت: تیری عقل کی آنکھ۔ ببست: بند کر دی۔

تشریح: (۱) جب لوگوں کی تنقید سے پیغمبروں کی ذوات مقدسہ نہ بچ سکیں تو عام آدمی کا بچنا کیسے ممکن ہے۔ (۲) لوگوں نے تو اللہ تعالیٰ جیسی وحدہٗ لاشریک ذات کو بیٹے اور بے مثل ہستی (اللہ تعالیٰ) کو بیوی کے بہتان سے طعنہ زن کر دیا۔ کسی مجوسی نصرانی نے کہا کہ: (۳) جب مخلوق کی زبان درازی سے بچنا ناممکن ہے تو بہتر یہی ہے کہ انسان کو صبر اور کنارہ کشی سے کام لینا چاہیئے۔

(۴) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے عیوب پر نظر رکھنے کی بجائے اس کی خوبیوں کو دیکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ہر شخص قابل قدر ہے۔

(۵) ایک نوجوان عقل و ہنر، پند و نصیحت میں ہوشیار اور نڈر و بہادری جیسی خوبیوں سے مالا مال تھا۔

(۶) نیک نامی و صاحب دلی، حق پرستی ایسی خوبیوں کے ساتھ ساتھ چہرے کے خد و خال میں دلکشی بھی پائی جاتی تھی۔

(۷) وہ (نوجوان) فصیح الکلام، بلیغ اللسان اور علم نحو میں مہارت رکھنے کے باوجود حروف ابجد کی ادائیگی میں اس (نوجوان) کا سُقم پایا جاتا تھا۔

(۸) میں (شیخ سعدیؒ) نے کسی اہل دل (درویش) سے کہا کہ اس (نوجوان) کے حروف ابجد کی ادا صحت سے عاری ہے۔

(۹) اس (اہل دل) نے میرا جنون پن دیکھ کر غضب ناک ہوتے ہوئے کہا کہ اس کے بعد پھر کبھی بھی اس قسم کی بیہودہ بات مت کرنا۔

(۱۰) تجھے نوجوان میں اتنی بے شمار خوبیاں نظر نہیں آئیں۔ صرف یہ ایک عیب (حروف ابجد کی عدم تصحیح) ہی نظر آیا ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	یقیں بشنو از من کہ روزِ یقیں	نہ بیند بدی مردمِ نیک بیں
	یقیناً مجھ سے سن لے کہ یقین کے دن	نیک بیں انسان بدی نہ دیکھے گا
۲	یکے را کہ علم است و تدبیر و رائے	گرش پائے عصمت بخیزد ز جائے
	جس شخص کے پاس علم اور تدبیر اور رائے ہے	اگر اس کی عصمت کا پیر جگہ سے اکھڑ جائے
۳	بیک خردہ مپسند بروئے جفا	بزرگاں چہ گفتند خُذ ما صفا
	ایک غلطی سے اس پر ظلم پسند نہ کر	بزرگوں نے کیا کہا ہے، جو صاف ہو وہ لے لے
۴	بود خار و گل باہم اے ہوشمند	چہ در بند خاری تو گلدستہ بند
	اے ہوشمند، کانٹا اور پھول ملے جلے ہوتے ہیں	تو کانٹے کی فکر میں کیوں لگا ہے گلدستہ بنالے
۵	کرا زشت خوئی بود در سرشت	نہ بیند ز طاؤس جز پائے زشت
	جس کی طبیعت میں بد عادت ہو	وہ مور میں سوائے بُرے پیروں کے کچھ نہ دیکھے گا
۶	صفائی بدست آور اے بے تمیز	کہ ننماید آئینہ تیرہ چیز
	اے بے تمیز! صفائی حاصل کر	اس لیے کہ اندھا آئینہ کچھ نہیں دکھاتا ہے
۷	طریقے طلب کز عقوبت رہی	نہ حرفے کہ انگشت بروئے نہی
	ایسا راستہ طلب کر کہ عذاب سے چھوٹے	نہ کہ ایسا حرف جس پر انگلی دھرے
۸	منہ عیبِ خلق اے فرومایہ پیش	کہ چشمت فرو دوزد از عیب خویش
	اے کمینے! مخلوق کے عیب پیش نظر نہ رکھ	ورنہ وہ اپنے عیب سے تیری آنکھیں سی دے گا
۹	چرا دامن آلودہ را حد زنم	چو در خود شناسم کہ تر دامنم
	خطا کار کو میں کیسے سزا دوں	جب میں اپنے آپ کو جانتا ہوں کہ خطا کار ہوں
۱۰	نشاید کہ بر کس درشتی کنی	چہ خود را بتاویل پشتی کنی
	مناسب نہیں کہ تو کسی پر سختی کرے	جب کہ تاویل کر کے اپنی مدد کرتا ہے

(۱) یقیں بشنو: یقین سے سن۔ از من: مجھ سے۔ روزِ یقیں: یقین کے دن۔ نہ بیند: نہیں دیکھے گا۔ بدی: بُرائی۔ مردمِ نیک بیں: نیکی دیکھنے والا آدمی۔ (۲) یکے را کہ: جس کسی کو کہ۔ است: ہے۔ گرش: اگر اس کو۔ پائے عصمت: پاکدامنی کا پاؤں۔ بخیزد: اٹھ جائے۔ ز جائے: جگہ سے۔ (۳) بیک خردہ: ایک غلطی سے۔ مپسند: مت پسند کر۔ بروئے: اس پر۔ جفا: ظلم۔ بزرگاں: بڑے۔ چہ گفتند: کیا کہا انہوں نے۔ خذ ما صفا: لے لے جو صاف ہو۔ (۴) بود: ہوتا ہے۔ خار و گل: کانٹا اور پھول۔ باہم: اکٹھے۔ چہ در بند خاری: تو کانٹے کی فکر میں کیا ہے۔ گلدستہ بند: گلدستہ بنالے۔

(۵) کرا: جس کسی کے۔ زشت خوئی: بُری عادت۔ بود: ہووے۔ سرشت: طبیعت۔ نہ بیند: نہیں دیکھتا۔ طاؤس: مور۔ جز: سوائے۔ پائے زشت: بدصورت پاؤں۔ (۶) بدست آور: ہاتھ میں۔ ننماید: نہیں دکھائی دیتا۔ آئینہ تیرہ: اندھا آئینہ۔ (۷) طریقے طلب: تو ایسا راستہ تلاش کر۔ کز عقوبت: کہ سزا سے۔ رہی: چھوٹ جائے تو۔ حرفے کہ: ایسا حرف کہ۔ انگشت: انگلی۔ بروئے: اس پر۔ نہی: رکھ دیوے تو۔ (۸) منہ: مت رکھ۔ عیب خلق: مخلوق کا عیب۔ فرومایہ: کمینہ۔ پیش: سامنے۔ چشمت: تیری آنکھ۔ فرو دوزد: سی دے گا۔ عیب خویش: اپنا عیب۔ (۹) چرا: کیوں۔ دامن آلودہ: لتھڑے ہوئے دامن والا۔ مُراد گنہ گار۔ حد زنم: حد لگاؤں میں۔ چو: جب۔ در خود: اپنے میں۔ شناسم: پہچانتا ہوں۔ تر دامنم: میں گنہ گار ہوں۔ (۱۰) نشاید: نہیں چاہیئے۔ بر کس: کسی پر۔ درشتی: سختی کنی: کرے تو۔ چہ خود را: جب کہ اپنے آپ کو۔ بتاویل: تاویل کے ساتھ یعنی مطلب بیان کر کے۔ پشتی کنی: امداد کرتا ہے تو۔

تشریح: (۱) یہ یقینی امر ہے کہ جو شخص دنیا میں لوگوں کی نیکیاں اپنی نظر میں رکھتا ہے۔ وہ قیامت میں بُرائی کا مُنہ کبھی نہ دیکھے گا۔

(۲) جس شخص کے پاس علم، تدبیر، رائے ہے۔ اس کی عصمت (پاکدامنی) کا یقین کرنا چاہیئے۔ (ناپسندیدگی کا ظلم نہیں کرنا چاہیئے)

(۳) محض ایک غلطی کی وجہ سے اس کی تمام خوبیوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ خوبی لینی چاہیئے۔ بُرائی کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔

(۴) پھول اور کانٹوں کا ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ محض کانٹوں کی وجہ سے پھولوں کو نظر انداز کرنا عقلمندی نہیں۔ کانٹے چھوڑ کر پھولوں کا گلدستہ بنانا چاہیئے۔

(۵) جو شخص ازل سے بدعادت ہو۔ وہ صرف مور کے پاؤں کی بدصورتی کو ترجیح دیتا ہے۔ اس (مور) کے پورے جسم کی خوبصورتی نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔

(۶) اپنے آئینۂ دل کو صاف و شفاف رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ زنگ آلود آئینے میں صاف و روشن چیزیں دیکھنے میں نہیں آتیں۔

(۷) لوگوں کی خوبیوں کو تلاش کر کے تعریف و تحسین کا راستہ تلاش کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بُرائیاں بیان کرنے سے راہ نجات حاصل نہیں ہوتی۔

(۸) جو شخص لوگوں کی بُرائیاں بیان کرتا ہے۔ وہ اپنے عیوب پر نظر نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک وقت ایسا آتا ہے۔ اسے اپنے عیوب خوبیاں لگتے ہیں۔

(۹) میں گناہ گار کو سزا دینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں خود کتنا بڑا گناہ گار ہوں۔

(۱۰) بعض لوگوں میں یہ کمینگی موجود ہوتی ہے کہ وہ اپنی غلطی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے تاویل کو بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ لیکن دوسروں کے معاملے میں سخت ہوتے ہیں۔

(۱) چو بد ناپسند آیدت خود مکن — پس آنگہ بہ ہمسایہ گو بد مکن

اگر بُرائی تجھے ناپسند ہے خود نہ کر — پھر پڑوسی سے کہہ کہ نہ کرے

(۲) من ار حق شناسم وگر خود نمائے — بروں با تو دارم دروں با خدائے

خواہ میں حق شناس ہوں یا ریاکار — ظاہر تیرے ساتھ رکھتا ہوں باطن خدا کے ساتھ

(۳) چو ظاہر بعفت بیاراستم — تصرف مکن در کژ و راستم

جب میں نے ظاہر کو پاکدامنی سے آراستہ کرلیا ہے — میرے جھوٹ اور سچ میں دخل اندازی نہ کر

(۴) تو خاموش اگر من بہ ام یا بدم — کہ حمال سود و زیان خود ام

خواہ میں اچھا ہوں یا بُرا تو چُپ رہ — اسلیئے کہ میں اپنے نفع اور نقصان کا خود برداشت کرنیوالا ہوں

(۵) اگر سیرتم خوب وگر منکر است — خدایم بسراز تو دانا تر است

خواہ میری سیرت اچھی ہے یا بُری — میرا خدا راز کو تجھ سے زیادہ جاننے والا ہے

(۶) نہ چشم از تو دارم بہ نیکی ثواب — کہ بینم بجرم از تو چندیں عذاب

میں نیکی کرکے تجھ سے بدلے کی توقع نہیں رکھتا ہوں — کہ جُرم کرنے میں تیرا اسقدر عذاب جھیلوں

(۷) نکوکاری از مردم نیک رائے — یکے را بدہ مے نویسد خدائے

نیک رائے انسانوں کی نیکی — ایک کے بدلے میں خدا دس لکھتا ہے

(۸) تو نیز اے عجب ہر کرا یک ہنر — بہ بینی زدہ عیبش اندر گزر

تو بھی اے نرالے جس کسی کا ایک ہنر — دیکھے اس کے دس عیبوں سے درگذر کر

(۹) نہ یک عیب او را بہ انگشت پیچ — جہانے فضیلت برآور زہیچ

اس کے ایک عیب کو انگلی پر اس طرح نہ لپیٹ — کہ بزرگی کے ایک جہان کو ہیچ بنائے

(۱۰) چو دشمن کہ در شعر سعدیؒ نگاہ — بنفرت کند ز اندروں تباہ

اس دشمن کی طرح جو سعدی کے اشعار میں نگاہ — نفرت سے کرے باطن کی خرابی کی وجہ سے

(۱) چو: جب۔ بد: بُرائی۔ ناپسند آیدت: تجھ کو ناپسند آئے۔ مکن: مت کر۔ پس: پھر۔ آنگہ: اس وقت۔ گو: کہہ۔ بد مکن: بُرائی مت کر۔ (۲) من: میں۔ ار: اگر۔ حق شناسم: حق شناس ہوں۔ خود نمائے: اپنی نمائش کرنے والا۔ بروں: باہر۔ با تو: تیرے ساتھ۔ دارم: رکھتا ہوں میں۔ دروں: اندر۔ باخدا: خدا کے ساتھ۔ (۳) چو: جب۔ بعفت: پاک دامنی سے۔ بیاراستم: سجالیا میں نے۔ تصرف مکن: دخل مت دے، تعرض نہ کر۔ کژ و راستم: میری کجی اور سیدھ میں۔ (۴) من: میں۔ بہ ام: بہتر ہوں میں۔ بدم: بُرا ہوں میں۔ حمال: اٹھانے والا یا قلی۔ سود و زیاں: نفع اور نقصان۔ ام: ہوں میں۔

(۵) سیرتم: میری سیرت۔ خوب: اچھی۔ منکر: بُری۔ است: ہے۔ خدایم: میرا خدا۔ بسر: راز کو یا اندر کو۔ از تو: تجھ سے۔ داناتر: زیادہ جاننے والا۔ (۶) چشم: آنکھ، اُمید۔ از تو: تجھ سے۔ دارم: رکھتا ہوں میں۔ بہ نیکی: نیکی میں۔ ثواب: بدلہ۔ بینم: دیکھوں میں۔ بجرم: جرم میں۔ چندیں عذاب: اتنا عذاب۔ (۷) نکوکاری: نیکی۔ از مردم: انسان کی۔ نیک رائے: اچھی نیت والا۔ یکے را: ایک کی۔ بدہ: دس تک۔ مے نویسد: لکھتا ہے۔ (۸) نیز: بھی۔ عجب: نرالا۔ ہر کرا: جس کسی کو۔ یک: ایک۔ بہ بینی: دیکھے تو۔ زدہ: دس سے۔ عیبش: اس کے عیب۔ گزر: چھوڑ۔

(۹) یک عیب او: اس کا ایک عیب۔ بہ انگشت: انگلی پر۔ پیچ: لپیٹ۔ جہانے فضیلت: فضیلت کا ایک جہان۔ برآور: نکال۔ ز ہیچ: کسی چیز کے بدلے۔ (۱۰) چو دشمن: دشمن کی طرح۔ شعر سعدیؒ: سعدیؒ کا شعر۔ بنفرت: نفرت کے ساتھ۔ کند: کرتا ہے۔ اندروں تباہ: خراب دل۔

تشریح: (۱) جب بُرائی ناپسندیدگی کی وجہ سے خود کو ناپسند ہے تو پھر اپنے قریبی لوگوں کو بھی اسے (برائی کو) ناپسند کرکے اک ناپسندیدہ چیز (بُرائی) سے بچانا چاہیئے۔ (۲) انسان اگر بظاہر اچھا ہے تو اس کی اچھائی کو تسلیم کرنا چاہیئے۔ باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیئے۔ (مبادا کہ اس کا باطن کیسا ہے)
(۳) اگر شرعی طور پر میرے ظاہری معاملات درست ہیں تو پھر میرے اندرونی معاملات (ذہنی وقلبی سلسلہ) کے بارے میں کج روی اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔
(۴) میری اندرونی (ذہنی وقلبی) کیفیت غلط ہے یا صحیح۔ کسی شخص کو اس بارے میں تبصرہ وتجزیہ نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اچھے یا بُرے کا بوجھ اٹھانے کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ (۵) میں از روئے سیرت صحیح ہوں یا غلط۔ میری ذہنی وقلبی کیفیت کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بہتر جانتی ہے۔ کسی کا اس پر لب کشائی کرنا مناسب نہیں۔
(۶) جب میں اپنی نیکیوں کا اجر وثواب تجھ سے طلب نہیں کرتا تو پھر میری برائیوں کی سزا دینے کا بھی کسی کو کوئی حق نہیں۔ (۷) اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا اجر دس گنا دیتا ہے۔ اور ایک بُرائی کا بدلہ اس کی مثل ایک گنا دیتا ہے۔ (۸) اے انسان! تجھے بھی انسان کی ایک خوبی دیکھ کر دس بُرائیوں کو نظر انداز کرنا چاہیئے۔ تاکہ تخلقوا باخلاق اللہ (اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپناؤ) پر عمل ہو جائے۔ (۹) یہ بات اچھی نہیں کہ کسی کی ایک بُرائی پر گرفت کرکے دوسری تمام اچھائیوں (لاکھوں خوبیوں) پر سیاہی پھیر دی جائے۔ (۱۰) میرے (شیخ سعدیؒ کے) دشمن بھی یہی کچھ کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی بد باطنی کی وجہ سے میرے (شیخ سعدیؒ کے) بہترین اشعار سے نفرت کرتے ہیں۔

مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ دوم
ندارد بصد نکتۂ نغز گوش	۱	چو زحفے بہ بیند برارد خروش
سو بہتر نکتوں پر کان نہیں دھرتا ہے		جب ایک زحاف دیکھ لیتا ہے تو شور کرتا ہے
جز ایں علتش نیست کاں بدپسند	۲	حسد دیدۂ نیک بینش بہ بند
اس کی علت اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس بُرائی پسند کرنیوالے کی		نیک بینی کی آنکھ حسد نے نکال لی ہے
نہ مر خلق را صنع باری سرشت	۳	سیاہ و سفید آمد و خوب و زشت
کیا مخلوق کو اللہ کی صناعی نے نہیں پیدا فرمایا ہے		کالے اور گورے ہوئے اور اچھے اور بُرے
نہ ہر چشم و ابرو کہ بینی نکوست	۴	بخور مغز پستہ بیند از پوست
ہر آنکھ اور ابرو جو تو دیکھے اچھی نہیں ہے		پستہ کی گری کھالے اور چھلکا پھینکدے

باب ہشتم در شکر

آٹھواں باب شکر کے بیان میں

مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ دوم
نفس مے نیارم زد از شکر دوست	۶	کہ شکرے ندانم کہ در خورد اوست
میں دوست کے شکریہ کا ایک دم بھی نہیں بھر سکتا		اس لیئے کہ مجھے وہ شکر ہی معلوم نہیں جو اُسکے مناسب ہے
عطائیست ہر موئے از و بر تنم	۷	چگونہ بہر موئے شکرے کنم
میرے جسم پر ہر رونگٹا اس کی عطا ہے		ہر رونگٹے کا میں کیسے شکریہ ادا کروں
ستایش خداوند بخشندہ را	۸	کہ موجود کرد از عدم بندہ را
بخشنے والے خدا کے لیئے تعریف ہے		جس نے عدم سے بندہ کو موجود کیا
کرا قوت وصف احسان اوست	۹	کہ اوصاف مستغرق شان اوست
اس کے احسان کی تعریف کرنیکی کس کو قوت ہے		کونسی تعریفیں اس کی شان کا احاطہ کر سکتی ہیں
بدیعیکہ شخص آفریند ز گِل	۱۰	روان و خرد بخشد و ہوش و دِل
ایسا پیدا کرنے والا کہ مٹی سے انسان کو پیدا کیا		جان اور عقل اور ہوش اور دِل بخشا

(۱) ندارد: نہیں رکھتا۔ بصد نکتۂ نغز: سو عجیب نکتوں پر۔ گوش: کان۔ چو زحفے: جب کوئی سکتہ یا شعری عیب۔ بہ بیند: دیکھتا ہے۔ برارد خروش: چیخ پڑتا ہے۔
(۲) جز ایں علتش: اس بیماری کے سوا اس کو۔ نیست: نہیں ہے۔ کاں بدپسند: کہ وہ بُرائی پسند کرنے والا۔ حسد: کسی کی نعمت کا زوال چاہنا۔ دیدۂ نیک بینش: اس کی نیک بینی کی آنکھ۔ بہ بند: بند کر دی ہے۔ (۳) مر: خاص خلق: مخلوق۔ صنع باری: اللہ تعالیٰ کی صنعت۔ سرشت طبیعت۔ آمد: آیا۔ زشت: بُرا۔ (۴) چشم: آنکھ۔ بینی: دیکھے تو۔ نکوست: اچھی ہے۔ بخور: کھالے۔ بیند از: گرا دے۔ پوست: چھلکا۔ (۵) ہشتم: آٹھواں۔
(۶) نفس: سانس۔ مے نیارم زد: نہیں پا سکتا تھا میں۔ شکر دوست: دوست کا شکریہ۔ شکرے: کوئی شکر۔ ندانم: نہیں جانتا ہیں۔ درخورد اوست: اس کے لائق ہے۔ (۷) عطائیست: ایک عطا ہے۔ ہر موئے: ہر بال۔ از و: اس کی طرف سے۔ تنم: میرا جسم۔ چگونہ: کیسے۔ بہر موئے: ہر بال کے بدلے۔ شکرے کنم: شکریہ کروں میں۔ (۸) ستایش: تعریف۔ خداوند بخشندہ: بخشنے والا خدا۔ کرد: کیا۔ عدم: نہ ہونا۔ بندہ: آدمی۔
(۹) کرا: کس کو۔ قوت وصف احسان او: اس کے احسان کی تعریف کی قوت۔ اوصاف جمع وصف: صفتیں۔ مستغرق شان اوست: اس کی شان میں ڈوبے ہوئے ہیں۔
(۱۰) بدیعیکہ: جو ایجاد کرنے والا کہ۔ شخص: ذات۔ آفریند: پیدا کرتا ہے۔ گل: مٹی۔ روان: جان۔ خرد: عقل۔ بخشد: بخشتا ہے۔

تشریح: (۱) میرے (شیخ سعدیؒ کے) اشعار میں عجیب نکات پر توجہ نہیں دی جاتی۔ لیکن اگر معمولی سا نقص پاتے ہیں تو چیخ و پکار کرنے لگ جاتے ہیں۔ (۲) ایسے بدپسند لوگوں کی سرشت یہی ہے کہ اپنی نااہلی پر پردہ ڈالنے کے لیئے میرے اشعار و شخصیت کی قیمت کم کر کے اپنا حسد مارتے ہیں۔
(۳) انسان اپنے فطری آثار چڑھاؤ اور امتیازات پر نظر کرے کہ کوئی سیاہ ہے تو کوئی سفید، کوئی نیک ہے تو کوئی بُرا۔ خود ربّ ذوالجلال کی تخلیق میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ (۴) دنیا میں دونوں قسم (اچھے، بُرے) کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ہر چیز میں نفع و نقصان کا عنصر موجود ہے۔ لہٰذا پستے کے مغز و چھلکے کی طرح مغز کھالیں، چھلکا پھینک دیں۔ (۵) عنوان: آٹھواں باب شکر کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے بہا و بے شمار ہیں۔ اس لیئے ہر نعمت کا شکر بجالانا جہاں انسانی فطرت کا وطیرہ ہے۔ وہاں عقلی تقاضیٰ اور اخلاقی و شرعی فریضہ بھی ہے۔ (۶) میں (شیخ سعدیؒ) اللہ تعالیٰ کی ذات کا شکریہ اس کی شایانِ شان ادا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میرے خزینۂ الفاظ میں وہ لفظ ہی موجود نہیں جو شکریہ کے لائق ہوں۔ (۷) میرے جسم پر اَن گنت بال اس ذات (اللہ تعالیٰ) کا عطا کردہ ہے۔ چنانچہ ہر بال کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ (۸) انسان کے لیئے اس کے عدم سے وجود پر مبنی نعمت ہی ایسی ہے جس کا کما حقہٗ شکر بجالانا دشوار ہے۔ (۹) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا خود ایک احسان ہے۔ چنانچہ احسان کی تعریف ناممکن ہے۔ لہٰذا اس کے احسانات کی تعریف و تحسین انسانی اختیار میں نہیں۔ ھَل جزآء الاحسان الا الاحسان۔ (۱۰) مٹی سے تیار شدہ عجب کمالات کا حامل انسان ہی اس (اللہ تعالیٰ) کی عجیب تخلیق ہے۔ جسے اس نے عقل و ہوش اور دل جیسی انوکھی اشیا، ودیعت فرمائی ہیں۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
۱	ز پشتِ پدر تا بپایانِ شیب	نگر تا چہ تشریف دادت زغیب
	باپ کی کمر سے بڑھاپے کے ختم تک	غور کر تجھے غیب سے کیا کیا خلعت بخشی ہے
۲	چو پاک آفریدت بہش باش و پاک	کہ ننگست ناپاک رفتن بخاک
	جبکہ تجھے پاک پیدا کیا ہے ہوش میں رہ اور پاک رہ	اس لیے کہ مٹی میں ناپاک بن کر جانا بڑی ذلت ہے
۳	پیاپے بیفشاں از آئینہ گرد	کہ مصقل نہ گیرد چو زنگار خورد
	آئینہ سے گرد کو پے در پے جھاڑ	جب وہ زنگ کھا جاتا ہے صیقل کو قبول نہ کرے گا
۴	نہ در ابتدا بودی آبِ منی	اگر مردی از سر بدر کن منی
	کیا تو شروع میں منی کا نطفہ نہ تھا	اگر انسان ہے تو سر سے خودی کو نکال دے
۵	چو روزی بسعی آوری سوئے خویش	مکن تکیہ بر زورِ بازوئے خویش
	تو جب روزی کوشش سے اپنی طرف لاتا ہے	اپنے زورِ بازو پر بھروسہ نہ کر
۶	چرا حق نمے بینی اے خود پرست	کہ یارد بگردش در آورد دست
	اے خود پرست تو صحیح بات کیوں نہیں دیکھتا	کہ ہاتھ کو گردش میں کون لا سکتا ہے
۷	چو آید بکوشیدنت خیر پیش	بتوفیق حق داں نہ از سعی خویش
	اگر تیری کوشش سے کوئی بہتر بات سامنے آئے	تو اس کو حق کی توفیق سے سمجھ نہ کہ اپنی کوشش سے
۸	بسر پنجگی کس نبردست گوئے	سپاسِ خداوندِ توفیق گوئے
	طاقت کی وجہ سے کوئی بازی نہیں جیت سکا ہے	توفیق دینے والے خدا کا شکر ادا کر
۹	تو قائم بخود نیستی یک قدم	زغیبت مدد مے رسد دمبدم
	تو ایک قدم بھی خود کھڑا نہیں ہو سکتا ہے	پے در پے تجھے غیب سے مدد پہنچتی ہے
۱۰	نہ طفلک زباں بستہ بودی زلاف	ہمے روزی آمد بشخصت زناف
	کیا تو ڈینگیں مارنے سے زباں بستہ بچہ نہ تھا	تو بھی تیرے جسم میں ناف کے ذریعہ روزی آرہی تھی

(۱) پشتِ پدر، باپ کی پشت۔ پایانِ شیب، بڑھاپے کا آخر۔ نگر، دیکھ۔ تا چہ، کیا کچھ۔ تشریف دادت، تجھ کو عزت دی۔ غیب، جو نظر نہ آئے۔ (۲) چو، جب آفریدت، تجھ کو پیدا کیا۔ بہش، ہوش کے ساتھ۔ باش، ہو۔ ننگست، شرم ہے۔ رفتن: جانا۔ بخاک مٹی میں۔ (۳) پیاپے، لگاتار۔ بیفشاں، جھاڑ۔ مصقل نقل۔ نہ گیرد، نہیں پکڑتا۔ چو؛ جب۔ زنگار خورد: جب زنگ لگ گیا۔ (۴) ابتدا؛ شروع۔ بودی: تھا تو۔ آبِ منی، منی کا پانی۔ مردی: مرد ہے تو۔ بدر کن: باہر کر۔ منی؛ خودی۔ (۵) چو: جب۔ بسعی، کوشش سے۔ آوری، لاوے تو۔ سوئے خویش، اپنی طرف۔ مکن: مت کر۔ بازوئے خویش: اپنا بازو۔ (۶) چرا: کیوں۔ نمے بینی؛ نہیں دیکھتا ہے تو۔ خود پرست، اپنے آپ کی پرستش کرنے والا۔ کہ؛ کون۔ یارد، طاقت رکھتا ہے۔ بگردش، چکر میں۔ در آورد، لادے۔ دست، ہاتھ۔ (۷) چو آید؛ جب آئے بکوشیدنت، تیرے کوشش کرنے سے۔ خیر، بھلائی۔ پیش، سامنے۔ بتوفیق حق، حق تعالیٰ کی توفیق سے۔ داں؛ جان۔ سعی خویش، اپنی کوشش۔ (۸) بسر پنجگی؛ طاقت سے۔ کس، کوئی شخص۔ نبردست گوئے، نہیں لے گیا ہے گیند۔ سپاسِ خداوندِ توفیق، توفیق دینے والے خدا کا شکریہ۔ گوئے؛ کہہ تو۔ (۹) قائم بخود: اپنے آپ قائم۔ نیستی، نہیں ہے تو۔ یک قدم، ایک قدم زغیبت، غیب سے تجھ کو۔ مدد مے رسد، مدد پہنچتی ہے۔ دمبدم، ہر دم۔ (۱۰) طفلک؛ چھوٹا سا بچہ۔ زباں بستہ، بند زبان والا۔ بودی، تھا تو۔ ز لاف؛ ڈینگ مارنے سے۔ ہمے آمد، آئی تھی بشخصت، تیری ذات کو۔ زناف؛ ناف سے۔

تشریح: (۱) اگر انسان اپنی تخلیق اور ولادت سے لے کر بڑھاپے تک کے تمام مراحل پر غور کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مرحلے میں غیب سے کس کس اعزاز سے نوازا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدائشی طور پر صفت مآب و پاکیزہ بنایا ہے تو ولادت کے بعد زندگی کے دیگر تمام مراحل بھی پاکیزگی سے طے کرے۔ کیونکہ قبر میں گناہوں کا بوجھ لاد کر جانا شرم کی بات ہے۔ (۳) استغفار کے ذریعے آئینۂ دل سے ہمیشہ زنگ آتارتے رہنا چاہیئے کیونکہ زنگ آلود قلب (دل) پر انوارِ الٰہیہ کی چمک پیدا نہیں ہوتی۔ (۴) انسان کی اصلیت نطفہ کا ناپاک قطرہ ہے۔ انسان کی مردانگی اسی میں ہے۔ کہ وہ اپنے سر سے خودی" کا بھوت اتار دے۔ (۵) چونکہ بازوؤں کی قوت اللہ تعالیٰ کا ودیعت کردہ انعام ہے۔ اس لیے حصولِ رزق میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ اپنی قوت بازو پر نہیں اترانا چاہیئے۔ (۶) انسان کے لیے مقام فکر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تیرے بازوؤں میں قوت نہ ہوتی تو حصولِ رزق اور کسب کا معاملہ کیسے حل ہوتا۔ (۷) اگر کسب و رزق کا مسئلہ انسان کے زور بازو پر منحصر ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی صفت رزاق کا ظہور بھی نہ ہوتا۔ لہٰذا اسے اپنی کوشش نہیں سمجھنی چاہیئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سمجھنی چاہیئے۔ (۸) کامیابی کا سہرا انسان کی ذاتی طاقت کے بل بوتے پر نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے۔ اس لیے اسی ذات (اللہ تعالیٰ) کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ (۹) انسان کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت پر قائم ہے۔ اگر اس (اللہ تعالیٰ) کی نصرت و حمایت علیحدہ ہو جائے تو یہ (انسان) ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں رہ سکتا۔ (۱۰) جب انسان عہد طفولیت سے قبل (شکم مادر میں) اپنے زورِ بازو پر مبنی بلند بانگ دعوؤں کی زبان کا حامل نہیں تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے بذریعہ ناف رزق کا انتظام کیا تھا۔

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ ثانی
چو نافت بریدند روزی گسست	۱	بہ پستانِ مادر دراویخت دست
جب انہوں نے اس کی ناف کاٹی اور روزی منقطع ہوئی		تو ماں کے پستان میں ہاتھ لٹکائے
غریبے کہ رنج آردش دہر پیش	۲	بدارو دہند آبش از شہرِ خویش
وہ مسافر جس کے سامنے زمانہ بیماری لا ڈالے		تو اس کو اس کے شہر کا پانی دوا میں دیتے ہیں
پس او در شکم پرورش یافتست	۳	ز انبوبِ معدہ خورش یافتست
پس اس نے بھی پیٹ میں پرورش پائی ہے		معدہ کی نلی سے خوراک پائی ہے
دو پستاں کہ امروز دل خواہِ اوست	۴	دو چشمہ ہم از پرورش گاہِ اوست
دو پستان جو آج اس کے دل کی خواہش ہیں		اس کی پرورش گاہ ہی کے دو چشمے ہیں
کنار و برِ مادرِ دلپذیر	۵	بہشتست و پستان درو جوئے شیر
دل کو پسند آنے والی ماں کی بغل اور گود		بہشت ہے اور اس میں چھاتیاں دودھ کی نہریں ہیں
درختست بالائے جاں پرورش	۶	ولد میوۂ نازنین در برش
اس کا جان پرور قد ایک درخت ہے		نازوں کا پالا اس کی گود میں میوہ ہے
نہ رگ ہائے پستاں درونِ دل ست	۷	پس ار بنگری شیر خونِ دل ست
کیا پستان کی رگیں دل میں پہنچی ہوئی نہیں ہیں		پس اگر تو غور کرے گا تو دودھ دل کا خون ہے
چو بازو قوی کرد و دنداں سطبر	۸	براندایدش دایہ پستاں بہ صبر
جب بازو قوی اور دانت چوڑے کر لیے		اس کے پستان کو دایہ ایلوے سے لیپ دیتی ہے
چناں صبر از شیر خامش کند	۹	کہ پستان شیریں فرامش کند
صبر اس کو دودھ مانگنے سے ایسا چپ کر دیتا ہے		کہ وہ پستان کو بھی بھلا دیتا ہے
تو نیز اے کہ در توبہ طفلِ راہ	۱۰	بصبرت فراموش گردد گناہ
اے وہ انسان جو توبہ میں طفلِ راہ ہے		صبر کرنے سے تو گناہ کو فراموش کر سکتا ہے

(۱) چو: جب۔ نافت: تیری ناف۔ بریدند: کاٹ دی انہوں نے۔ گسست: ٹوٹ گئی۔ پستانِ مادر: ماں کا پستان۔ دراویخت: لٹکا لیا۔ دست: ہاتھ۔
(۲) غریبے کہ: جو مسافر کہ۔ رنج: تکلیف۔ آردش: لاوے اس کو۔ دہر: زمانہ۔ پیش: سامنے۔ بدارو: دوا کے طور۔ آبش: پانی اس کو۔ شہرِ خویش: اپنا شہر۔
(۳) پس او: پس وہ۔ شکم: پیٹ۔ یافتست: پائی ہے۔ انبوبِ معدہ: معدہ کی نالیاں۔ خورش: خوراک۔
(۴) پستان: عورت کے تھن۔ امروز: آج۔ دل خواہِ اوست: اس کے دل خواہ ہیں۔ ہم: بھی۔ پرورش گاہ: پرورش کرنے کی جگہ۔ (۵) کنار: گود۔ بر: بغل۔ مادرِ دلپذیر: دل کو پسند آنے والی ماں۔ پستان: تھن۔ درو: اس میں۔ جوئے شیر: دُودھ کی نہر۔
(۶) بالائے: قد۔ جاں پرورش: اس کا جان کو پالنے والا۔ ولد: اولاد۔ میوۂ نازنین: ناز والا میوہ۔ برش: اس کی بغل۔ (۷) رگ ہائے: رگیں۔ درونِ دل است: دل کے اندر ہے۔ پس: پھر۔ ار: اگر۔ بنگری: دیکھے تو۔ شیر: دُودھ۔ خونِ دل است: دل کا خون ہے۔ (۸) قوی کرد: مضبوط کر لیے۔ سطبر: موٹا۔ براندایدش: اس کو لیپ دیتی ہے۔ صبر: ایلوا۔ (۹) چناں: ایسا۔ صبر: ایلوا۔ شیر: دودھ۔ خامش: مخفف خاموش۔ کند: کرتا ہے۔ پستانِ شیریں: میٹھے یا دودھ والے تھن۔ فرامش کند: بھلا دیتا ہے۔
(۱۰) نیز: بھی۔ در توبہ: توبہ میں ہے تو۔ طفلِ راہ: راستے کا بچہ۔ بصبرت: صبر کے ساتھ تیرے۔ فراموش گردد: بھول جائیں گے۔

تشریح: (۱) ناف کے ذریعے رزق کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ماں کی چھاتی سے انسان کو رزق عطا فرمایا۔ (ماں کی ناف و چھاتی حصول رزق کے مراحل بطور یادداشت موجود ہیں) (۲) اگر کوئی شخص سفر میں بیمار ہو جاتا ہے تو وہ اکثر و بیشتر وطن کی آب و ہوا سے صحت مند ہو جاتا ہے۔ (یہاں مسافر سے مُراد بچہ اور وطن سے مُراد ماں کا پیٹ ہے) (۳) اس شعر میں ماں کے پیٹ سے بچے کے سفر کو بیان کر کے اسے وطن سے تشبیہ دی گئی ہے کہ ماں کی چھاتی سے وطن کی خوراک مہیا ہونے سے مسافر (بچہ) کی صحت تندرست رہتی ہے۔ (۴) ماں کی چھاتی دراصل مقامِ پرورش کے دو چشمے ہیں۔ جو وطن (ماں کا پیٹ) سے نکلنے والے مسافر (بچے) کو صحت مند رکھنے کا دُودھ مہیا کرتے ہیں۔ (۵) پیاری ماں کی گود اور بغل جنت کی مانند ہیں۔ اور ماں کی چھاتی پر اُبھرے ہوئے دُودھ کے خزانے جنت کی دو نہروں جیسی ہیں۔ (۶) جاں پروری کرنے والا ماں کا قد و قامت جنت کے درخت کی طرح ہے۔ اور ماں کی گود میں اولاد ایک ناز پرور میوہ کی مثل ہے۔ (۷) چونکہ ماں کی چھاتی کا تعلق دل کی رگوں سے ہے۔ اس لیے ماں اپنے دل کا خون پلا کر بچوں کو پالتی ہے۔ (یہی وجہ ہے کہ ماں کے حقوق باپ سے بھی زیادہ ہیں) (۸) جب بچے میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ کھانے پینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تو اس (بچے) کا دُودھ چھڑانے کے لیے ماں اپنی چھاتی پر کڑوی چیز مثل ایلوا لگا دیتی ہے۔ (۹) چنانچہ ایلوے کی کڑواہٹ بچے کو چھاتی کی لذت، دودھ کی شیرینی، وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔ (۱۰) توبہ کے مسئلے میں گناہ گار شخص بھی بچے کی طرح ہے۔ اگر سچی توبہ کرنے کی منشا ہے تو صبر و تحمل کے ذریعے گناہ کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔ تاکہ توبہ پر قائم رہ سکے۔

حکایت

کہانی

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۲	جوانے سراز رائے مادر بتافت	دلِ دردمندش چو آذر بتافت
	ایک جوان نے ماں کی رائے سے سرتابی کی	اس کا دردمند دل آگ کی طرح بھڑکا
۳	چو بیچارہ شد پیشش آورد مہد	کہ اے سست مہر و فراموش عہد
	جب لاچار ہو گئی اس کے سامنے پالنا لائی	کہ اے کمزور محبت والے وقت کو بھولنے والے
۴	نہ گریان و درماندہ بودی و خورد	کہ شبہا ز دستِ تو خوابم نبرد
	کیا تو ایسا رونے والا عاجز اور بچہ نہ تھا	کہ بہت سی راتیں میں تیری وجہ سے نہ سو سکی
۵	نہ در مہد نیروئے بالت نہ بود	مگس راندن از خود مجالت نہ بود
	کیا ایسا نہ تھا کہ پالنے میں تیری اب کی سی طاقت نہ تھی	تجھ میں مکھی اڑانے کی طاقت نہ تھی
۶	تو آنی کزاں یک مگس رنجہ	کہ امروز سالارِ سر پنجہ
	تو وہی ہے کہ اس مکھی سے رنجیدہ تھا	جو آج قوت کا سردار ہے
۷	بحالے شوی باز در قعرِ گور	کہ نتوانی از خویشتن دفع مور
	اسی حالت میں تو پھر قبر کے گڑھے میں جائے گا	کہ اپنے سے ایک چیونٹی کو نہ ہٹا سکے گا
۸	دگر دیدہ چو برفروزد چراغ	چو کرمِ لحد خورد پیہہِ دماغ
	پھر آنکھ کیسے روشن کرے گی	جب لحد کے کیڑے دماغ کی چربی کھا جائیں گے
۹	چو پوشیدہ چشمے بہ بینی کہ راہ	نداند ہمے وقت رفتن زچاہ
	اگر تو کسی ایسے اندھے کو دیکھے جو راستہ	اور کنوئیں میں چلتے وقت فرق نہیں کر سکتا تو شکر کرنا چاہیئے
۱۰	تو گر شکر کردی کہ با دیدۂ	وگرنہ تو ہم چشم پوشیدۂ
	اگر تو نے شکر ادا کیا تو تو آنکھوں والا ہے	ورنہ تو بھی اندھا ہے

(۱) حکایت: کہانی۔ (۲) جوانے: ایک جوان۔ رائے مادر: ماں کی رائے۔ بتافت: پھیرا۔ دلِ دردمندش اس کا دردمند دل۔ چو: مثل۔ آذر: آگ۔ بتافت چمک پڑا۔ (۳) چو: جب۔ بے چارہ: لاچار، عاجز۔ شد: ہو گئی۔ پیشش: اس کے سامنے۔ آورد: لائی۔ مہد: گود یا پالنا۔ سست مہر: کمزور محبت والے۔ فراموش عہد: وقت کو بھول جانے والے۔ (۴) گریاں: رونے والا۔ درماندہ: عاجز، تھکا ہوا۔ بودی: تھا تو۔ خورد: چھوٹا۔ شبہا: بہت سی راتیں۔ ز دستِ تو: تیرے ہاتھ سے۔ خوابم نبرد: مجھے نیند نہ لے گئی۔ (۵) مہد: گود۔ نیروئے بالت: تیرے بازو کی طاقت۔ نہ بود: نہ تھی۔ مگس راندن: مکھی اڑانا۔ از خود: اپنے اوپر سے۔ مجالت: تجھ کو مجال۔ نہ بود: نہ تھی۔ (۶) تو آنی: تو وہی ہے۔ کزاں یک مگس: جو اس ایک مکھی سے۔ رنجہ: رنج ہو جاتا تھا۔ امروز: آج کے دن۔ سالار: سردار۔ سر پنجہ: طاقت والا ہے تو۔ (۶) بحالے کہ: اس حالت میں کہ۔ شوی: ہو جائے گا تو۔ باز: پھر۔ قعر گور: قبر کی گہرائی۔ نتوانی: نہیں طاقت رکھتا تو۔ از خویشتن: اپنے سے۔ دفع مور: چیونٹی ہٹانا۔ (۸) دگر: پھر۔ دیدہ: آنکھ۔ چو: کیسے۔ برفروزد: روشن کرے گی۔ چو: جب۔ کرم لحد: قبر کا کیڑا۔ خورد: کھا لے گا۔ پیہ: چربی۔ (۹) چو: جب۔ پوشیدہ چشمے: اندھی آنکھ والا۔ بہ بینی: تو دیکھے۔ نداند: نہیں جانتا۔ وقت رفتن: چلنے کے وقت۔ چاہ: کنواں۔ (۱۰) کردی: کیا تو نے۔ با دیدۂ: آنکھوں والا ہے تو۔ ہم: بھی۔ چشم پوشیدۂ: اندھی آنکھ والا ہے تو۔

تشریح: (۱) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان میں موجود تمام قوتیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں۔ اس لیئے ہر حال میں اس ذات (اللہ تعالیٰ) کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ (۲) ایک نوجوان شخص نے ماں کی حکم عدولی کی جس سے ماں کو دکھ ہوا۔ چنانچہ ماں کے دل میں درد کی ایک چنگاری سی اُٹھ گئی۔ (۳) جب ماں نے بارہا مرتبہ بیٹے کی سرتابی کو دیکھا تو بالآخر بے چارگی کے عالم میں اس (بیٹے) کی محبت جگانے کے لیئے گود پھیلاتے ہوئے کہا۔ کہ کیا تو وہ وقت بھول گیا ہے۔ (۴) کہ تو اک کمزور و لاچار بچہ تھا۔ تیرے رونے سے میری راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی تھیں۔ (۵) کیا یہ صحیح نہیں کہ تو پنگھوڑے میں ایسی بے بسی کی حالت میں پڑا رہتا تھا کہ تجھ میں مکھی اڑانے کی سکت بھی نہیں ہوتی تھی۔ (۶) تو وہی طفل سادہ ہے جو ایک مکھی سے تنگ آ کر چلانے لگتا تھا۔ آج بڑا طاقتور سردار بن گیا ہے۔ (۷) یاد رکھ! تجھ پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا۔ جب تو قبر کی مٹی میں مٹی بن جائے گا۔ اور تیری بے بسی کی حالت یہ ہو گی کہ تو اپنے جسم سے چیونٹیاں بھی دُور نہیں کر سکے گا۔ (۸) جب قبر کے کیڑے مکوڑے تیرے دماغ کی چربی چٹ کر جائیں گے تو تیری آنکھیں بینائی سے محروم ہو جائیں گی۔ (۹) اگر تیری نظر کسی نابینا پر پڑے تو تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کی احسان مندی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ تو تجھ میں انسانیت کا جوہر موجود ہے۔ (۱۰) ورنہ تجھ میں بھی بینائی نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ راستہ نہیں دیکھ سکتا۔ اور تو اپنے محسن کی پہچان نہیں کر سکتا۔

معلم نیاموختت فہم و رائے	۱	سرشت ایں صفت در وجودت خدائے
سمجھ اور تدبیر تجھے استاد نے نہیں سکھائی ہے		خدانے تیرے وجود میں یہ صفت پیدا کی ہے
گرت منع کردے دل حق نیوش	۲	حقت عین باطل نمودے بگوش
اگر خدا حق سننے والا دل تجھے نہ دیتا		تجھے حق بات عین باطل معلوم ہوگی

گفتار اندر صنع باری در ترکیب خلقت انسان

کہاوت اللہ تعالیٰ کی کاریگری اور انسان کی پیدائش کی ترکیب کے بیان میں

بہ بیں تا یک انگشت از چند بند	۴	باقلیدس صنع درہم فگند
غور کر کہ ایک انگلی کتنے جوڑوں کے ذریعہ		کاریگری کی اقلیدس سے جوڑی ہے
پس آشفتگی باشد وابلہی	۵	کہ انگشت بر حرف صنعش نہی
پس دیوانگی اور بے وقوفی ہوگی		کہ تو اس کی کاریگری کے حرف پر انگلی دھرے
تأمل کن از بہر رفتار مرد	۶	کہ چند استخواں پے زد و وصل کرد
غور کر، انسان کے چلنے کے لیے		کتنی ہڈیوں میں پٹھا لگایا اور جوڑا ہے
کہ بے گردش لعب وزانو و پائے	۷	نشاید قدم بر گرفتن زجائے
کہ ٹخنے اور ران اور پاؤں کے گھومے بغیر		جگہ سے قدم بھی نہیں اٹھایا جا سکتا ہے
ازاں سجدہ بر آدمی سخت نیست	۸	کہ در صلب او مہرہ یک لخت نیست
اسی وجہ سے آدمی کو سجدہ کرنا دشوار نہیں ہے		کہ اس کی کمر میں منکا ایک ٹکڑا نہیں ہے
دو صد مہرہ در یک دگر ساختست	۹	کہ گل مہرۂ چوں تو پرداختست
دو سو منکے ایک دوسرے میں بنائے ہیں		جب تجھ جیسا مٹی کا پتلا بنا دیا ہے
رگت بر تنست اے پسندیدہ خوئے	۱۰	زمینے درو سی صد و شصت جوئے
اے پسندیدہ عادت جسم میں تیری رگیں		ایک زمین ہے جس میں تین سو ساٹھ نہریں ہیں

(۱) مُعلّم: استاد۔ نیاموختت: نہیں سکھایا۔ فہم: سمجھ۔ سرشت: گوندھ دی۔ ایں صفت: اس صفت۔ در وجودت: تیرے وجود میں۔ (۲) گرت: اگر تجھ کو۔ منع کردے: روک دیتا یا نادیتا۔ حق نیوش: حق سننے والا۔ حقت: حق تجھ کو۔ عین باطل: بالکل باطل۔ نمودے: دکھائی دیتا۔ بگوش: کان میں۔ (۳) گفتار: بات۔ صنع باری: اللہ کی صنعت یا کاریگری۔ ترکیب: جوڑنا۔ خلقت انسان: انسان کی پیدائش۔ (۴) بہ بیں: دیکھ۔ تا: کہ۔ یک انگشت: ایک انگلی۔ چند بند: کتنے جوڑ۔ باقلیدس: اقلیدس ایک یونانی فلسفی کا نام جس کی طرف علم ہندسہ منسوب ہے۔ صنع: کاریگری۔ درہم: آپس میں۔ فگند: ڈالدی۔ (۵) پس: پھر۔ آشفتگی: دیوانگی۔ ابلہی: بے وقوفی۔ انگشت: انگلی۔ حرف صنعش: اس کی کاریگری کے حرف پر۔ نہی: رکھے تو۔ (۶) تأمل کن: غور کر۔ بہر رفتار مرد: آدمی کے چلنے کے واسطے۔ چند استخواں: چند ہڈیاں۔ پے زد: پٹھا لگادیا۔ وصل کرد: جوڑ دیا۔ (۷) بے گردش لعب: ٹخنے کی گردش کے بغیر۔ زانو: گھٹنا۔ پائے: پاؤں۔ نشاید بر گرفتن: نہیں اٹھا سکتا۔ زجائے: جگہ سے۔ (۸) ازاں: اس وجہ سے۔ سخت نیست: مشکل نہیں ہے۔ صلب او: اس کی پیٹھ میں۔ مہرہ: منکا۔ یک لخت: ایک ٹکڑا۔ نیست: نہیں ہے۔ (۹) دو صد مہرہ: دو سو منکے۔ در یک دگر: ایک دوسرے میں۔ ساختست: بنائے ہیں اس نے۔ گل مہرہ: مٹی کا پتلا۔ چوں تو: تیرے جیسا۔ پرداختست: بنایا ہے۔ (۱۰) رگت: تیری رگیں۔ بر تنست: بدن پر ہیں۔ پسندیدہ خوئے: اچھی عادت والے۔ زمینے درو: ایک زمین ہے جس میں۔ سی صد و شصت: تین سو ساٹھ۔ جوئے: ندی۔

تشریح: (۱) اللہ تعالیٰ نے تیرے اندر فہم و فراست اور فکر و نظر کی صفت رکھی ہے۔ یہ کسی استاد کی عنایت کردہ نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا مشکور ہونا چاہیے۔ (۲) اگر اللہ تعالیٰ حق و صداقت کی معرفت حاصل کرنے والا دل عطا نہ کرتا تو تجھ میں حق و باطل کی معرفت قطعاً حاصل نہ ہوتی۔

(۳) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تقویم احسن بنائی ہے۔ لہٰذا اسے چاہیئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری کرتے ہوئے اس ذات کا شکور رہو۔ (۴) اگر انسان اپنی ایک انگلی پر توجہ کرے تو معلوم ہوگا کہ ذات باری تعالیٰ نے ایک انگلی کی تیاری میں کتنے جوڑوں کو اقلیدس (علم ہندسہ کا ماہر) کی صنعت کی طرح جوڑا ہے۔ (۵) ایسے شخص کی حماقت میں کوئی شک نہیں جو اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں نقائص تلاش کر کے ذاتِ حق کو مطعون کرتا ہے۔ (۶) انسان کی چال قابل توجہ ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صناعی پوشیدہ ہے کہ ٹانگوں کی ہڈیوں کو عجیب انداز سے جوڑ کر پیچھے پٹھا لگادیا۔ تاکہ یہ ادھر اُدھر نہ ہوں۔ (۷) اگر اس (انسان) کی ٹانگ میں گھٹنا، ٹخنہ اور پاؤں نہ ہوتے تو اس (انسان) کے لیے ایک قدم چلنا بھی دو بھر ہو جاتا۔

(۸) انسان کی پیٹھ میں ریڑھ کی ہڈی کے مہرے جھکنے اور سجدہ کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ورنہ ایک لمبی ہڈی ڈال دینے سے یہ سب کچھ ناممکن تھا۔

(۹) انسان کے خوبصورت جسم کو بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس میں دو سو مہرے ایکدوسرے میں پیوست کر دیئے۔

(۱۰) انسانی جسم میں تین سو ساٹھ رگیں یا ایک ہی رگ جو تین سو ساٹھ میل لمبی موجود ہے جو زمین میں تین سو ساٹھ نہروں کی مانند ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	بصر در سر و فکر و رای و تمیز	جوارح بدل دل بدانش عزیز
	سر کو بینائی اور فکر اور رائے اور تمیز کے ذریعہ	اور اعضاء کو دل کے ذریعہ اور دل کو سمجھ کے ذریعے عزت بخشا
۲	بہائم برو اندر افتادہ خوار	تو ہمچو الف بر قدمہا سوار
	چوپائے منہ کے بل گرے ہوئے ذلیل ہیں	تو الف کی طرح پیروں پر سوار ہے
۳	نگوں کردہ ایشاں سر از بہر خور	تو آری بعزت خورش پیش سر
	وہ کھانے کے لیئے سر اوندھا کرتے ہیں	تو عزت سے کھانا سر کے سامنے لاتا ہے
۴	نزیبد ترا با چنیں سروری	کہ سر جز بطاعت فرود آوری
	اس سرداری کے ہوتے ہوئے تجھے زیب نہیں دیتا ہے	کہ خدا کی عبادت کے سوا تو سر نیچا کرے
۵	ولیکن بدیں صورتِ دلپذیر	فریفتہ مشو سیرتِ خوب گیر
	لیکن دل کو بھانے والی اس صورت پر	فریفتہ نہ ہو پسندیدہ اخلاق اختیار کر
۶	رہِ راست باید نہ بالائے راست	کہ کافر ہم از روئے صورت چو ماست
	سیدھا راستہ چاہیئے نہ کہ سیدھا قد	ورنہ صورت کے اعتبار سے کافر بھی ہم جیسا ہے
۷	ترا آنکہ چشم و دہن داد و گوش	اگر عاقلی در خلافش مکوش
	جس ذات نے تجھے آنکھ اور منہ اور کان دیا ہے	اگر تو سمجھ دار ہے اس کے خلاف کوشش نہ کر
۸	گرفتم کہ دشمن نکوبی بہ سنگ	مکن بارے از جہل با دوست جنگ
	میں نے مانا کہ تو دشمن کو پتھر سے نہیں کچل سکتا ہے	لیکن نادانی کی وجہ سے اب دوست سے نہ لڑ
۹	خردمند طبعانِ منت شناس	بدوزند نعمت بہ میخ سپاس
	احسان کو پہچاننے والی طبیعت والے عقل مند	شکر کی کیل سے نعمت کو جڑ دیتے ہیں

(۱) بصر: نظر یا آنکھ۔ فکر: سوچ۔ تمیز: پہچان۔ جوارح: جمع جارحہ، جوڑ اور عضو جو ظاہر ہوں۔ بدانش: سمجھ سے۔ عزیز: عزت والے۔ (۲) بہائم: چوپائے۔ برو: منہ کے بل۔ افتادہ: پڑے ہوئے۔ خوار: ذلیل۔ ہمچو الف: الف کی طرح۔ بر قدمہا: قدموں پر سوار۔ (۳) نگوں کردہ: جھکایا ہوا۔ ایشاں: انہوں نے۔ از بہر خور: کھانے کے واسطے۔ آری: لاتا ہے تو۔ خورش: خوراک۔ پیش سر: سر کے پاس۔ (۴) نزیبد: زیب نہیں دیتا۔ ترا: تجھ کو۔ با چنیں سروری: ایسی سرداری کے ساتھ۔ جز بطاعت: اطاعت کے بغیر۔ فرود آوری: نیچے لادے تو۔

(۵) بدیں صورت: اس صورت کے ساتھ۔ دلپذیر: دل کو قبول کرنے والی۔ فریفتہ مشو: فریفتہ مت ہو۔ سیرتِ خوب: اچھی سیرت۔ گیر: قبول کر۔ (۶) رہ راست: سیدھی راہ۔ باید: چاہیئے۔ بالائے راست: سیدھا قد۔ کافر: خدا کا منکر۔ از روئے صورت: صورت کے لحاظ سے۔ چو ماست: ہماری طرح ہے۔ (۷) ترا: تجھ کو۔ آنکہ: جس نے کہ۔ چشم و دہن: آنکھ اور منہ۔ داد: دیا۔ گوش: کان۔ عاقلی: تو عقل مند ہے۔ خلافش: اس کے خلاف۔ مکوش: مت کوشش کر۔ (۸) گرفتم: میں نے مانا۔ نکوبی: نہیں پیٹ سکتا۔ بہ سنگ: پتھر سے۔ مکن: مت کر۔ بارے: ایکبار یا خدا کے لیئے۔ از جہل: نادانی سے۔ (۹) خردمند طبعاں: عقل مند طبیعت والے۔ منت شناس: احسان پہچاننے والے۔ بدوزند: سیتے ہیں۔ نعمت: اللہ کا انعام۔ میخ سپاس: شکریے کی میخ۔

تشریح: (۱) انسانی سر میں آنکھ، سمجھ بوجھ کی صلاحیت دل پر منحصر ہے۔ اور دل کا اعزاز فہم و بصیرت پر مبنی ہے۔ (۲) جانوروں کو گھاس کھانے کے لیئے اپنا سر جھکانا پڑتا ہے۔ جبکہ انسان سر اٹھا کے کھاتا ہے۔ اور کھانا خود اس کے منہ تک پہنچتا ہے۔ (انسان کا سر اللہ کے سامنے جھکنے کے لیئے ہے) (۳) یہ بات مشاہدہ و تجربے سے ثابت و تسلیم شدہ ہے کہ چرند پرند کو کھانے کے لیئے جھکنا پڑتا ہے۔ اور انسان کے لیئے کھانے کو جھکنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ (۴) جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو کھانے کے مقابلے میں بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے تو انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنا سر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دے۔ (۵) انسان کو اپنے خوبصورت خد و خال پر نہیں جانا چاہیئے۔ بلکہ سیرت و کردار کو صحیح خطوط پر لانا چاہیئے۔ (۶) قد و قامت اور صورت کا صحیح خد و خال پر ہونا لازمی نہیں۔ اس لیئے کہ ان باتوں (قد و قامت اور صورت) میں کافر اور ہمارے (مسلمانوں کے) درمیان کوئی فرق نہیں۔ (۷) جس رب العالمین نے انسان کو آنکھ، منہ، کان وغیرہ ودیعت فرمائے ہیں۔ صرف اسی (اللہ تعالیٰ) کی اتباع کو اپنا وطیرہ بنانا چاہیئے کیونکہ عقل و دانش اسی کا مقتضی ہیں۔ (۸) اپنے ضعف کے باعث اگر تجھ (انسان) میں جہاد کرنے کی سکت نہیں تو کم از کم اللہ تعالیٰ سے مصالحت کر لے اور دوستوں (اللہ تعالیٰ، انبیاء، اولیاء وغیرہ) سے جنگ نہ کر۔ (۹) جس شخص میں عقل و خرد ہے۔ وہ اپنے محسن (اللہ تعالیٰ) کے احسان کو تشکر و سپاس کے کیل سے اس (اللہ تعالیٰ) کی نعمتوں کو مضبوط جوڑ دیتا ہے۔

حکایت

کہانی

مصرع اول		مصرع دوم
نبرد آزمائے ز ادہم فتاد	۲	بگردن درش مہرہ برہم فتاد
ایک جنگجو (بادشاہ) مشکیں گھوڑے سے گر گیا		اس کے گردن کے جوڑ گڑ بڑ ہو گئے
چو پیلش فرو رفت گردن بتن	۳	نگشتے سرش تا نہ گشتے بدن
ہاتھی کی طرح اس کی گردن بدن میں دھنس گئی		اس کا سر نہ گھومتا جب تک بدن نہ گھومتا
پزشکاں بماندند حیراں دریں	۴	مگر فیلسوفے ز یوناں زمیں
طبیب اس معاملہ میں حیران ہو گئے		یونان کی سرزمین کے ایک فلسفی کے سوا
سرش باز پیچید و تن راست شد	۵	و گر وے نہ بودے زمن خواست شد
اس نے اس کا سر موڑ دیا اور بدن ٹھیک ہو گیا		اور اگر وہ نہ ہوتا تو یہ اپاہج ہو جاتا
دگر نوبت آمد بہ نزدیکِ شاہ	۶	نکرد آں فرومایہ در وے نگاہ
اس کو بادشاہ کے پاس آنے کی دوبارہ نوبت آئی		اس کمینہ نے اس کی طرف نگاہ نہ کی
خردمند را سر فرو شد بشرم	۷	شنیدم کہ مے رفت و مے گفت نرم
شرم سے عقل مند کا سر نیچا ہو گیا		میں نے سنا ہے کہ وہ جا رہا تھا اور چپکے سے کہہ رہا تھا
اگر دے نہ پیچیدمے گردنش	۸	نہ پیچیدے امروز روئی از منش
اگر میں کل اس کی گردن نہ پھیرتا		تو آج وہ مجھ سے منہ نہ موڑتا
فرستاد تخمے بدستِ رہی	۹	کہ باید کہ بر عود سوزش نہی
اس نے غلام کے ہاتھ ایک بیج بھیجا		کہ اس کو تجھے اگردان پر رکھ دینا چاہیئے
ملک را یکے عطسہ آمد ز دود	۱۰	سر و گردنش ہمچناں شد کہ بود
بادشاہ کو دھوئیں سے ایک چھینک آئی		اس کا سر اور گردن جیسی تھی ویسی ہو گئی

(۱) حکایت، کہانی۔
(۲) نبرد آزمائے، ایک جنگجو۔ ادہم، مشکی گھوڑا۔ فتاد، گر پڑا۔ بگردن، گردن کے بل۔ برہم فتاد، گڑ بڑ ہو گئے
(۳) چو پیلش، ہاتھی کی طرح اس کی۔ فرو رفت، اندر چلی گئی۔ بہ تن، بدن میں۔ نگشتے، نہ گھومتا۔ سرش، اس کا سر۔ تا: جب تک۔ نہ گشتے: نہ گھومتا۔
(۴) پزشکاں: جمع طبیب۔ بماندند، رہ گئے۔ دریں: اس معاملہ میں۔ فیلسوفے، ایک فلسفی۔ یوناں: یورپ کا ایک چھوٹا سا ملک جو ترکیہ اور اٹلی کے درمیان ہے۔
(۵) سرش، اس کا سر۔ باز پیچید: پھیر دیا۔ تن: بدن۔ راست، سیدھا۔ شد: ہو گیا۔ وے نہ بودے: وہ نہ ہوتا۔ زمن، اپاہج۔ خواست شد، ہو جاتا۔
(۶) دگر نوبت، دوسری بار۔ نزدیک شاہ، بادشاہ کے پاس۔ نکرد: نہ کی۔ آں فرومایہ: اس کمینے نے۔ در وے، اس میں۔
(۷) خردمند، عقلمند۔ سر فرو شد: سر جھک گیا۔ بشرم: شرم سے۔ شنیدم: میں نے سنا۔ مے رفت، جاتا تھا۔ مے گفت، کہتا تھا۔ نرم: آہستہ۔
(۸) دے: کل۔ نہ پیچیدمے: نہ پھیرتا میں۔ نہ پیچیدے، نہ پھیرتا وہ۔ امروز: آج۔ روئے از منش: میری طرف سے چہرہ۔ (۹) فرستاد: بھیجا اس نے۔ تخمے: ایک بیج۔ بدستِ رہی، غلام کے ہاتھ۔ باید کہ: چاہیئے کہ۔ عود سوزش: اگردان پر اس کو۔ نہی: رکھے تو۔ (۱۰) ملک، بادشاہ۔ یکے عطسہ، ایک چھینک آمد: آئی۔ دود: دھواں۔ سر و گردنش، اس کا سر اور گردن۔ ہمچناں شد، ویسی ہو گئی۔ کہ بود، جیسی کہ تھی۔

تشریح: (۱) اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو محسن کے احسان کا احسان مند رہنا چاہیئے۔ ورنہ بصورتِ دیگر وہ (محسن) احسان ختم بھی کر سکتا ہے۔ (۲) ایک دلیر بادشاہ اپنے گھوڑے سے گردن کے بل گر گیا۔ جس کی وجہ سے اس کی گردن بیٹھ گئی۔ (۳) ہاتھی کی طرح اس کی گردن جسم میں گھس کر چھوٹی ہو گئی۔ اور وہ اپنا سر گھمانے کے قابل نہ رہا۔ (۴) قرب و جوار کے تمام اطبا و حکما اس (دلیر بادشاہ) کے علاج میں ناکام ہو گئے البتہ ایک یونانی فلسفی (حکیم) نے کامیابی سے علاج کر دیا۔ (۵) چنانچہ بادشاہ کا سر پہلے کی طرح گھومنے لگ گیا اور جسمانی قد و قامت بھی بحال ہو گئی۔ یعنی بادشاہ تندرست ہو گیا۔ (۶) جب وہ (یونانی فلسفی) حکیم دوسری مرتبہ (صحت مندی کے بعد) دربار میں (کسی ضرورت کے تحت) حاضر ہوا تو بادشاہ نے اس کی طرف نظر التفات نہ کی۔ (۷) ندامت کی وجہ سے وہ (بادشاہ کا کامیاب معالج) سر نہ اٹھا سکا۔ اور آہستگی سے کچھ کہنے لگا۔
(۸) یہی کہ۔ اگر میں کل اس کا صحیح طریقے سے علاج نہ کرتا تو آج یہ (خود غرض بادشاہ) مجھ سے نظریں نہ پھیرتا۔
(۹) فلسفی حکیم نے اپنا استحقاق مجروح ہونے پر عزم بالمصمم کر لیا۔ کہ اس (خود غرض بادشاہ) سے ضرور انتقام لوں گا۔ چنانچہ کسی غلام کے ہاتھ ایک بیج بھیجا اور کہا۔ کہ اس کی خوشبو اچھی ہے۔ (۱۰) جب غلام نے وہ بیج اگردان پر رکھا تو اس (بیج) کے دھوئیں سے خود غرض بادشاہ کو ایک چھینک آئی تو اس کا سر اور گردن پھر سے اندر کو دھنس گئے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	بعذر از پئے مرد بشتافتند	بجستند بسیار و کم یافتند
	عذر خواہی کے لیئے مرد کے پیچھے دوڑے	انہوں نے بہت ڈھونڈا اور نہ پایا
۲	مکن گردن از شکرِ منعم مپیچ	کہ روزِ پسیں سر برآری ز ہیچ
	ایسا نہ کر، بخشش کرنیوالے کے شکر سے گردن نہ موڑ	ورنہ آخری دن ذرا بھی گردن نہ ابھار سکے گا

گفتار اندر نظر در صنع باری تعالیٰ

کہاوت اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرنے کے بیان میں

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۴	شب از بہر آسائش تست و روز	مہ روشن و مہر گیتی فروز
	رات ہیں اور دن ہیں تیرے آرام کیلئے ہے	روشن چاند اور دنیا کو روشن کرنیوالا سورج
۵	نسیم از برائے تو فراش وار	ہمے گسترانند بساطِ بہار
	آسمان فراش کی طرح تیرے لیئے	موسم بہار کی بساط بچھاتا ہے
۶	اگر باد و برف ست و باران و میغ	وگر رعد چوگاں زند برق تیغ
	خواہ ہوا اور برف ہے اور بارش اور بدلی	خواہ کڑک بلا چلانے اور بجلی تلوار چلانے والی
۷	ہمہ کار دارانِ فرمانبرند	کہ تخمِ تو در خاک مے پرورند
	سب حکم ماننے والے کارکن ہیں	کہ تیرا بیج مٹی میں پرورش کرتے ہیں
۸	وگر تشنہ مانی ز سختی مجوش	کہ سقائے ابر آبت آرد بدوش
	اور اگر تو پیاسا ہے تو سختی کی وجہ سے جوش میں نہ آ	اس لیئے کہ ابر کا سقا تیرے لیئے کندھے پر پانی لائے گا
۹	ز خاک آورد رنگ و بوئی و طعام	تماشاگہِ دیدہ و مغز و کام
	خاک سے پیدا فرمادیتا ہے رنگ اور خوشبو اور کھانے کی چیز	جو کہ آنکھ اور دماغ اور حلق کی تماشا گاہ ہیں
۱۰	عسل دادت از نحل و من از ہوا	رطب دادت از نخل و نخل از نوا
	تجھے مکھی سے شہد اور ہوا سے من دیا	کھجور کے درخت سے تر کھجور اور گٹھلی سے کھجور سوی

(۱) بعذر، عذر خواہی کے لیئے۔ از پئے مرد، مرد کے پیچھے۔ بشتافتند، دوڑے وہ۔ بجستند، ڈھونڈا۔ بسیار، بہت کم۔ یافتند، تھوڑا پایا۔ (۲) مکن، مت کر۔ شکرِ منعم، احسان کرنے والے کا شکریہ۔ مپیچ، مت پھیر۔ روزِ پسیں، آخرت کے دن۔ سر برآری، سر نکال سکے۔ (۳) گفتار، بات۔ صنعِ باری، اللہ تعالیٰ کی کاریگری۔ تعالیٰ، بلند ہے وہ۔ (۴) شب، رات۔ از بہر آسائش تست، تیرے آرام کے واسطے ہے۔ روز، دن۔ مہِ روشن روشن چاند۔ مہرِ گیتی فروز، جہان کو روشن کرنیوالا سورج۔ (۵) نسیم، بادِ صبا۔ برائے تو، تیرے واسطے۔ فراش وار، فرش بچھانے والے چوکیدار کی طرح۔ ہمے گسترانند، بچھاتی ہے۔ بساطِ بہار، بہار کا بستر۔ (۶) باد، ہوا۔ باراں، بارش۔ میغ، بادل۔ رعد، گرج۔ چوگاں، بلا۔ زند، مارتی ہے۔ برق، بجلی۔ تیغ، تلوار۔ (۷) ہمہ، تمام۔ کارداراں، کارندے۔ فرمانبرند، حکم ماننے والے ہیں۔ تخمِ تو، تیرا بیج۔ خاک، مٹی۔ مے پرورند، پالتے ہیں (۸) تشنہ مانی، پیاسا رہے تو۔ مجوش، مت جوش کر۔ سقائے ابر، بادل کا ماشکی۔ آبت، تیرا پانی۔ آرد، لاتا ہے۔ بدوش، کندھے پہ۔ (۹) زخاک، مٹی سے۔ آورد، لاتا ہے۔ طعام، کھانا۔ تماشاگاہِ دیدہ، آنکھوں کی تماشاگاہ۔ کام، حلق۔ (۱۰) عسل، شہد۔ دادت، دیا تجھ کو۔ نحل، شہد کی مکھی۔ من، میٹھی شبنم۔ رطب، تر کھجور۔ دادت، دی تجھ کو۔ نخل، کھجور کے درخت سے۔ نوا، گٹھلی۔

تشریح: (۱) یہ حالت دیکھ کر خود غرض بادشاہ یونانی فلسفی کی انتقامی کارروائی سمجھ گیا۔ چنانچہ اس نے ایک آدمی کو تعاقب کے لیے بھیجا تاکہ معذرت کرے۔ لیکن یونانی فلسفی نہ مل سکا۔ (۲) انسان پر اللہ تعالیٰ کے بیشمار احسانات ہیں، چنانچہ اس ذات کا مشکور ہونا چاہیئے۔ تاکہ قیامت کے دن سرخرو ہونے کی وجہ سے سر اٹھایا جا سکے۔ (۳) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کل کائنات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت پر مامور کیا ہے۔ لہٰذا اسے اللہ تعالیٰ کے لیے سراپا سپاس ہونا چاہیئے۔

(۴) رات ہو یا دن، چاند ہو سورج یہ تمام مخلوقات انسان کی خدمت کے لیئے ہی پیدا ہوئی ہے۔ چاند کی چاندنی، سورج کی روشنی دنیا کو اجالا کرتی ہے۔

(۵) دن کی ہر صبح کو بادِ صبا ملازموں کی طرح انسان کے لیئے بہاریں لاتی ہے۔ جس سے پھول، کلیاں مہک اٹھتے ہیں۔ (۶) ہوا ہو یا بارش، بادل کی گرج ہو یا بجلی کی چمک یہ تمام چیزیں خدمتگار کی حیثیت سے مصروفِ عمل ہیں۔ (۷) اِک فرمانبردار خادم کی طرح زمین میں ڈالے ہوئے بیج کو پالتے ہیں۔ (اَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ)

(۸) اللہ تعالیٰ نے پیاس بجھانے کے لیئے بادلوں کو سقہ (ماشکی) بناکر ذمہ داری سونپ دی ہے جو بوقت ضرورت پانی کی بے حساب مشکیں پیش کرتے ہیں۔

(۹) اس (اللہ تعالیٰ) نے مختلف ذائقوں میں مختلف رنگت و خوشبو پر مبنی پھل پھول پیدا کیئے ہیں تاکہ تیرا لطف دوبالا ہو۔ حظِ بصر برقرار رہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ نے مکھی سے شہد نکالا، ہوا سے شیریں شبنم ظاہر کی، درخت سے تازہ کھجور اور گٹھلی سے درخت نکالا (يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ)

مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ دوم
ہمہ نخل بنداں بخایند دست	۱	زحیرت کہ نخلے چنیں کس نہ بست
سب باغبان ہاتھ چباتے ہیں		حیرت سے کہ ایسی نخلبندی کسی نے نہیں کی ہے
خور و ماہ و پرویں برائے تو اند	۲	قنادیل سقفِ سرائے تو اند
سورج اور چاند اور کہکشاں تیرے لیے ہے		تیری سرائے کی چھت کے قندیل ہیں
زخارت گل آورد وار نافہ مشک	۳	زر از کان و برگِ تر از چوب خشک
کانٹے سے پھول اور نافہ سے مشک		کان سے سونا اور خشک لکڑی سے سبز پتے تیرے لیے پیدا کیے ہیں
بدستِ خودت چشم و ابرو نگاشت	۴	کہ محرم باغیار نتواں گزاشت
خود اپنے ہاتھ سے چشم و ابرو بنایا		اس لیے کہ محرم کو غیروں کے سپرد نہیں کیا جاسکتا ہے
بجاں گفت باید نفس بر نفس	۵	کہ شکرش نہ کارِ زبان ست و بس
دم بدم جان سے کہنا چاہیئے		کیونکہ اس کا شکر صرف زبان کا کام نہیں ہے
توانا کہ آں نازنیں پرورد	۶	بالوانِ نعمت چنیں پرورد
وہ ایسا توانا ہے کہ اس نازوں کے پالے کو پالتا ہے		رنگارنگ نعمتوں سے اس طرح سے پالتا ہے
خدایا دلم خوں شد و دیدہ ریش	۷	کہ مے بینم انعامت از گفت بیش
اے خدا میرا دل خون ہوگیا ہے اور آنکھ زخمی		کیونکہ تیرا انعام طاقت گفتار سے زیادہ دیکھتا ہوں
نگویم دد و دام و مور و سمک	۸	کہ فوجِ ملائک بر اوجِ فلک
میں یہ نہیں کہتا کہ درندا ور چرند اور چیونٹی اور مچھلی		بلکہ آسمان کی بلندی پر فرشتوں کی جماعت
ہنوزت سپاس اندکے گفتہ اند	۹	کہ از صد ہزاراں یکے گفتہ اند
ابھی تک وہ تھوڑا سا شکر ادا کرسکے ہیں		سو ہزاروں میں سے ایک کہہ سکے ہیں
برو سعدیا دست و دفتر بشوئے	۱۰	براہے کہ پایاں ندارد مپوئے
جا اے سعدی ہاتھ اور کتاب دھو ڈال		جس راستے کی انتہا نہ ہو اس پر نہ دوڑ

(۱) ہمہ نخل بنداں: تمام کھجوریں باندھنے والے یعنی مالی۔ بخایند: ملتے ہیں۔ دست: ہاتھ۔ زحیرت: حیرت سے۔ نخلے چنیں: ایسی کھجور۔ کس نہ بست: کسی نے نہیں باندھی۔ (۲) خور: خورشید۔ ماہ: چاند۔ پرویں: ستاروں کا ایک جھنڈ۔ برائے تو اند: تیرے واسطے ہیں۔ قنادیل: جمع قندیل یعنی دیا۔ سقفِ سرائے تو: تیرے گھر کی چھت۔ (۳) زخارت: کانٹے سے تیرے لیے۔ گل آورد: پھول لایا۔ نافہ: ایک قسم کے ہرن کی ناف جس میں سے مُشک یعنی کستوری نکلتی ہے۔ زر: سونا۔ برگِ تر: سبز پتا۔ چوب خشک: خشک لکڑی۔

(۴) بدستِ خودت: اپنے ہاتھ سے تیری۔ چشم و ابرو: آنکھ اور ابرو۔ نگاشت: بنائی۔ محرم: وہ رشتہ دار جس سے نکاح ابدی طور پر حرام ہو۔ باغیار: غیروں پر۔ نتواں گزاشت: نہیں چھوڑ سکتے۔ (۶) توانا کہ: ایسا طاقتور کہ۔ نازنیں: محبوب۔ پرورد: پالتا ہے۔ بالوانِ نعمت: رنگ برنگی نعمتیں۔ چنیں: ایسے۔ پرورد: پالتا ہے۔ (۵) بجاں: جان کے ساتھ۔ گفت باید: کہنا چاہیئے۔ نفس بر نفس: ہر سانس میں۔ شکرش: اس کا شکر۔ کارِ زباں: زبان کا کام۔ ست: ہے۔ بس: فقط۔

(۷) خدایا: اے خدا۔ دلم: میرا دل۔ شد: ہوگیا۔ دیدہ: آنکھیں۔ ریش: زخمی۔ مے بینم: دیکھتا ہوں میں۔ انعامت: تیرا انعام۔ از گفت بیش: بیان سے زیادہ۔ (۸) نگویم: میں نہیں کہتا۔ دد: درندے۔ دام: پرندے۔ مور: چیونٹیاں۔ سمک: مچھلی۔ ملائک: فرشتے۔ اوجِ فلک: آسمان کی بلندی۔

(۹) ہنوزت: ابھی تیرا۔ سپاس: شکریہ۔ اندکے: تھوڑا سا۔ گفتہ اند: کہا ہے۔ صد ہزاراں: لاکھوں۔ یکے: ایک۔ گفتہ اند: کہا ہے انہوں نے۔ (۱۰) برو: جا۔ سعدیا: اے سعدی۔ دست: ہاتھ۔ دفتر: کتاب۔ بشوئے: دھو ڈال۔ براہے کہ: جو راستہ کہ۔ پایاں: انتہا۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ مپوئے: مت دوڑ۔

تشریح: (۱) ماہرین نباتات حیرت زدہ ہیں کہ یہ کیا عجب قدرت ہے کہ کھجوروں کو اس انداز میں باندھنے کی قوت کسی ماہر نباتات میں نہیں۔
(۲) سورج، چاند، ستاروں کے جُھنڈ (پروین) یہ سب کچھ انسان کی خاطر ہے۔ یہ تو چھت کی قندیلوں کی مثل ہیں۔
(۳) اللہ تعالیٰ اتنی بڑی قدرت کا مالک ہے کہ کانٹوں سے پھول، ہرن کی ناف سے کستوری، کان سے سونا اور خشک لکڑی سے ہرے بھرے پتے پیدا کرتا ہے۔
(۴) اللہ تعالیٰ نے انسان کے ناک، آنکھ، ابرو کو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ اس لیے کہ محبت و الفت کی وجہ سے انسان اس کا پیارا ہے اور کوئی اپنے پیاروں کو غیروں کے حوالے نہیں کرتا۔ (۵) ہر دم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ محض زبان سے شکر کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ بدل و جان ہمہ وقت اس کی شکر گزاری میں گزارنا چاہیئے۔ (۶) وہ (اللہ تعالیٰ) طاقتور ذات ہونے کے باوجود نازنین پرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے محبوب بندوں کی پرورش اسی طرح کرتا ہے جس طرح رنگارنگ نعمتوں کی۔ (۷) اے پروردگار عالم! مجھ پر تیرے انعامات کی بہتات ہے۔ میں کماحقہٗ ان کا شکر بجا نہیں لاسکتا۔ یہی فکر مجھے خون کے آنسو رُلاتی ہے۔
(۸) زمین کی پشت پر درند، چرند، چیونٹیاں، سمندر کی لہروں میں مچھلیاں، آسمان کی بلندیوں پر فرشتوں کی فوج ہے۔ (وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ)
(۹) ہر خطہ و گوشہ میں تیری مخلوق تیرا (اللہ تعالیٰ کا) شکریہ اس طرح ادا نہیں کرسکی جیسا کہ اس (شکریہ) کا حق ہے۔ (وَقَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔)
(۱۰) اے سعدیؒ! اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنے کا جنون ترک کر دے اور کتاب کو بند کر دے۔ کیونکہ اس لامتناہی راستے کی منزل پانا کسی کے بس میں نہیں۔

حکایت

کہانی

یکے گوش کودک بمالید سخت	۲	کہ اے بوالعجب گوئے برگشتہ بخت
ایک صاحب نے ایک بچہ کے کان سخت اینٹھے		کہ اے عجیب باتیں کرنے والے بدبخت
ترا تیشہ دادم کہ ہیزم شکن	۳	نگفتم کہ دیوارِ مسجد بکن
میں نے تجھے بسولا دیا تھا کہ لکڑیاں پھاڑ		میں نے یہ نہیں کہا کہ مسجد کی دیوار ڈھادے
زباں آمد از بہر شکر و سپاس	۴	بغیبت نگرداندش حق شناس
زبان ملی ہے شکر و سپاس کے لیے		حق شناس اس کو بدگوئی میں نہیں چلاتا ہے
گزرگاہِ قرآن و پنداست گوش	۵	بہتان و باطل شنیدن مکوش
کان، قرآن اور نصیحت کی گذرگاہ ہے		بہتان اور باطل سننے کی کوشش نہ کر
دو چشم از پئے صنع باری نکوست	۶	زعیب برادر فروگیر و دوست
دونوں آنکھیں اللہ کی کاریگری دیکھنے کیلئے بھلی ہیں		بھائی اور دوست کے عیب سے بند کرلے

گفتار اندر نظر در حال ناتواناں و شکرِ نعمت حق تعالیٰ

کہاوت کمزوروں کی حالت پر غور کرنے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کے شکریہ کے بیان میں

نداند کسے قدرِ روزِ خوشی	۸	مگر روزِ افتد بہ سختی کشی
خوشی کے دن کی کوئی قدر نہیں جانتا ہے		ہاں اس روز جانتا ہے جب محنت کشی میں مبتلا ہو جائے
زمستان و درویش در تنگ سال	۹	چہ سہلست پیش خداوندِ مال
قحط سالی میں فقیر اور جاڑا		مالدار کے سامنے کسقدر آسان بات ہے
سلیمے کہ یک چند نالاں بخفت	۱۰	خداوند را شکرِ صحت بگفت
وہ سانپ کا ڈسا ہوا کچھ دیر جو روتے روتے سویا		تندرستی پر خدا کا شکر ادا کیا

(۱) حکایت: کہانی۔

(۲) یکے: ایک۔ گوش کودک: بچے کا کان۔ بمالید: ملا۔ بوالعجب گو: عجیب باتوں والے۔ برگشتہ بخت: پھرے نصیب والے۔

(۳) ترا: تجھ کو۔ دادم: دیا میں نے۔ ہیزم: خشک لکڑی شکن: پھاڑ۔ نگفتم: نہیں کہا میں نے۔ بکن: اکھیڑ۔

(۴) آمد: آئی۔ از بہر شکر: شکر کے واسطے سپاس: شکر۔ بغیبت: چغلی سے۔ نگرداندش: نہیں کرتا اس کو۔ حق شناس: حق کو پہچاننے والا۔

(۵) قرآن: خدا کی آخری کتاب جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ پند: وعظ۔ گوش: کان۔ بہتان: جھوٹا الزام باطل: جھوٹ یا ناحق۔ شنیدن: سننا۔ مکوش: مت کوشش کر۔ (۶) چشم: آنکھ۔ از پئے: واسطے۔ صنع باری: اللہ تعالیٰ کی کاریگری۔ نکوست: اچھی ہے۔ برادر: بھائی فروگیر: بند کردے۔

(۷) گفتار: کہاوت۔ ناتواں: کمزور لوگ۔ نعمت حق تعالیٰ: اللہ تعالیٰ کی نعمت۔

(۸) نداند: نہیں جانتا۔ کسے: کوئی شخص۔ قدرِ روزِ خوشی: خوشی کے دن کی قدر۔ روزے: اس دن۔ افتد: پڑجاوے سختی کشی: مصیبت کھینچنا۔

(۹) زمستاں: موسم سرما، سردی۔ تنگ سال: قحط کا سال۔ چہ: کیا۔ سہلست: آسان ہے۔ پیش خداوند مال: مال والے کے سامنے۔

(۱۰) سلیمے کہ: جو سانپ کا ڈسا ہوا۔ یک چند: تھوڑا سا۔ نالاں: رونے والا۔ بخفت: سوگیا۔ شکر صحت: صحت کا شکر۔ بگفت: کہا اس نے

تشریح: (۱) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانی اعضاء و جوارح اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تخلیق ہوئے ہیں۔ اس لیے اس کی عبادت بکثرت کرنی چاہیے۔ (۲) ایک شخص نے سختی کے ساتھ کسی بچے کے کان مروڑے اور کہا کہ اے بیہودہ فطرت کے حامل بدبخت۔

(۳) میں نے تجھے (بچے کو) لکڑیاں پھاڑنے کے لیے کلہاڑا دیا تھا۔ لیکن تو نے اس تیشے سے مسجد گرانا شروع کر دی۔ میں نے مسجد گرانے کا تو نہیں کہا تھا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان ذکر و شکر کے لیے دی ہے۔ عقل مند لوگ اسے (زبان کو) جھوٹ، غیبت، چغلی میں استعمال کر کے ضائع نہیں کرتے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے انسان کو کان کلام الٰہی، پند و نصیحت سننے کے لیے دیئے ہیں۔ انہیں (کانوں کو) الزام اور جھوٹ سننے کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

(۶) کل کائنات میں اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے مناظر دیکھنے کے لیے انسان کو دو آنکھیں عطا فرمائی ہیں۔ لہٰذا انہیں (آنکھوں کو) عیوب دیکھنے میں صرف نہیں کرنا چاہیئے۔ (۷) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ضعیف و لاچار لوگوں کو دیکھ کر اپنی تندرستی پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

(۸) کسی کو خوشحالی کی قدر و منزلت کا احساس نہیں ہوتا۔ جب تک وہ تنگدستی میں بذات خود مبتلا نہ ہو جائے۔

(۹) نرم و گرم لباس میں ملبوس مالدار آدمی کو سردی کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی بے لباس یا پھٹے پرانے لباس میں ملبوس فقیر کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ (۱۰) اگر کسی کو سانپ ڈس لے تو وہ چیخ و پکار کے بعد بالآخر نیند کی آغوش میں چلا جائے تو اپنی تندرستی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
چو مردانہ رو باشی وتیز پائے	۱	بشکرانہ پاکند پویاں بپائے
اگر تو مردانہ رفتار والا اور تیز قدم ہو		شکرانہ میں سُست قدموں کے ساتھ ٹھہر
بہ پیرِ کہن بر بہ. بخشد جواں	۲	توانا کند رحم بر ناتواں
جوان پرانے بوڑھے پر کرم کرے		ناتواں پر توانا رحم کرے
چہ دانند جیحونیاں قدرِ آب	۳	زوا ماندگاں پرس در آفتاب
جیحون والے پانی کی قدر کیا جانیں		دھوپ میں تھکے ہوؤں سے معلوم کر
عرب راکہ بر دجلہ باشد قعود	۴	چہ غم دارد از تشتگانِ زرود
جس عرب کی دجلہ پر نشست ہو		اس کو زرود کے پیاسوں کا کیا غم ہے
کسے قیمت تندرستی شناخت	۵	کہ یک چند بیچارہ در تپ گداخت
تندرستی کی قیمت اسی نے جانی ہے		جو بے چارہ چند روز بخار میں پگھلا
ترا تیرہ شب کے نماید دراز	۶	کہ غلطی ز پہلو بہ پہلوئے باز
تجھے اندھیری رات کب لمبی معلوم ہو سکتی ہے		جبکہ تو ایک پہلو سے دوسرے کھلے پہلو کیطرف کروٹیں لیتا ہے
بر اندیش زافتان و خیزانِ تب	۷	کہ رنجور داند درازئ شب
بخار میں اٹھ بیٹھ کرنے والے کے بارے میں سوچ		اس لیئے کہ رات کی درازی کو بیمار جانتا ہے
بہ بانگِ دہل خواجہ بیدار گشت	۸	چہ داند شب پاسباں چوں گزشت
نقارے کی آواز سے آقا بیدار ہوا ہے		اسے کیا معلوم کہ چوکیدار کی رات کس طرح کٹی ہے

حکایت سلطان طغرل با ہندوئے پاسباں (۹)

چوکیدار غلام کے ساتھ سلطان طغرل کا قصہ

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
شنیدم کہ طغرل شبے در خزاں	۱۰	گزر کرد بر ہندوئے پاسباں
میں نے سنا ہے کہ طغرل خزاں کی رات میں		ایک غلام چوکیدار کے پاس سے گذرا

(۱) چو، جب۔ مردانہ رو، مردوں کی طرح چلنے والا۔ باشی، ہووے تو۔ تیز پائے، تیز قدموں والا۔ بشکرانہ، شکریے میں کند پویاں، آہستہ چلنے والے۔ بپائے: ٹھہر۔
(۲) پیر کہن، پرانا بوڑھا۔ بر، زائد۔ بخشد، بخشتا ہے۔ توانا، طاقتور۔ کند رحم، رحم کرتا ہے۔ ناتواں، کمزور۔
(۳) چہ دانند، کیا جانیں۔ جیحونیاں، دریائے جیحون کے پاس بسنے والے۔ یہ دریا خراسان میں بہتا ہے۔ قدر آب، پانی کی قدر۔ زوا ماندگاں، تھکے ہوئے۔ پرس، پوچھ۔ آفتاب، سورج۔ (۴) دجلہ، عراق کا ایک دریا جس کے کنارے بغداد آباد ہے۔ باشد، ہووے۔ قعود، بیٹھنا۔ چہ، کیا۔ غم دارد: غم رکھے تشنگاں، پیاسے۔ زرود، عرب کا ایک صحرا۔ (۵) کسے، وہی شخص۔ شناخت، پہچانی۔ یک چند، کچھ دیر۔ در تپ، بخار میں۔ گداخت، پگھلا۔
(۶) ترا، تجھ کو۔ تیرہ شب، اندھیری رات۔ نماند، دکھائی دیتی ہے۔ دراز، لمبی۔ غلطی، لوٹتا ہے تو۔ پہلوئے باز، کھلا پہلو۔ (۷) بر اندیش، سوچ۔ افتاں و خیزاں، پڑنے والا اور اٹھنے والا۔ تپ، بخار۔ رنجور، بیمار۔ داند، جانتا ہے درازئ شب، رات کی لمبائی۔ (۸) بانگ دہل، ڈھول کی آواز۔ خواجہ، صاحب۔ بیدار گشت، بیدار رہا۔ چہ داند، کیا جانے۔ شب پاسباں، پہرے دار کی رات۔ چوں، کیسے۔ گزشت، گزری۔ (۹) سلطان طغرل، طغرل بادشاہ۔ ہندوئے پاسباں، پہریدار غلام۔
(۱۰) شنیدم، میں نے سنا۔ طغرل، ایک بادشاہ۔ شبے، ایک رات۔ خزاں، پت جھڑ کا موسم۔ گزر کرد، گزرا۔ ہندوئے پاسباں، پہریدار غلام۔

تشریح: (۱) اگر تجھ میں چلنے کی اتنی قوت ہے کہ تیز رفتاری تیری ہمت کا منہ بولتا ثبوت ہے تو ناتواں اور آہستہ چلنے والوں کو اپنے ساتھ لیکر چلنا چاہیئے۔
(۲) نوجوان کمزور بوڑھوں پر اور قوت والے کو ضعیفوں پر رحم کرنا چاہیئے۔ (مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمْ) ورنہ جو رحم نہیں کرتا وہ رحم نہیں کیا جاتا۔
(۳) پانی کی قدر و قیمت وہ لوگ نہیں جانتے جو دریا کے کنارے پر بسیرا کرتے ہیں۔ پانی کی قدر اُن سے پوچھ جو دھوپ میں قافلے سے بچھڑ گئے ہیں۔ پیاسے ہیں مگر پانی نہیں۔ (۴) جو عربی دریائے دجلہ کے کنارے پر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ صحرائے درود (عرب کا ایک صحرا) کے پیاسوں کی تکلیف کیسے محسوس کر سکتا ہے۔
(۵) جو لوگ مرض میں مبتلا ہو کر تکلیف کو قریب سے مشاہدہ کر چکے ہوں۔ صحت و تندرستی کی قدر وہی کرتے ہیں۔
(۶) جو شخص نرم و نازک اور آرام دہ بستر پر پہلو بدل رہا ہو۔ اسے اندھیری رات کی طوالت محسوس نہیں ہوتی۔
(۷) طویل رات کا احساس اسے ہوتا ہے جو درد و الم کی وجہ سے بے قرار اور مضطرب الحال ہوتا ہے۔
(۸) گہری نیند سونے والا ڈھول کی آواز سن کر اٹھتا ہے۔ وہ کیا جانے کہ پہریدار کی رات کس طرح مشقت سے گذری ہے۔
(۹) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بڑے چھوٹوں کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ عیاشی میں ڈوب کر انہیں (چھوٹوں کو) نہیں بھولنا چاہیئے۔
(۱۰) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا کہ ایک مرتبہ خزاں کے موسم میں ایک رات چوکیدار کے قریب سے گذرا۔

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	زباریدنِ برف و باران و سیل	بلرزش درافتادہ ہمچوں سہیل
	برف اور بارش اور بہاؤ کے برسنے سے	وہ سہیل کی طرح کپکپی میں مبتلا تھا
۲	دلش برقے از رحمت آمد بجوش	کہ اینک قباپوستینم بپوش
	رحم سے اس کا دل اس پر جوش میں آگیا	کہ ابھی میری پوستین کی قبا پہن لے
۳	دمے منتظر باش برطرفِ بام	کہ بیروں فرستم بدستِ غلام
	بالاخانے کے کنارے تھوڑی دیر انتظار کر	میں غلام کے ہاتھ باہر بھیجتا ہوں
۴	دریں بود بادِ بہاری وزید	شہنشاہ درایواں شاہی خزید
	وہ یہی کہہ رہا تھا کہ موسم بہار کی ہوا چل پڑی	بادشاہ شاہی محل میں گھس گیا
۵	وشاقے پری چہرہ درخیل داشت	کہ طبعش بدو اندکے میل داشت
	پری جیسے چہرہ والا غلام لڑکا جماعت میں تھا	جس کی طرف اس کی طبیعت کا جھکاؤ تھا
۶	تماشائے ترکش چناں خوش فتاد	کہ ہندوئے مسکیں برفتش زیاد
	اس ترک کا نظارہ اس کو ایسا بھلا معلوم ہوا	کہ مسکین چوکیدار اس کے ذہن سے نکل گیا
۷	قباپوستینے گزشتش بگوش	زبدبختیش درنیامد بدوش
	پوستین کی قبا اس کے کان میں آئی	اس کی بدبختی کی وجہ سے کاندھے پر نہ آئی
۸	مگر رنج سرما بر و بس نبود	کہ جورِ سپہر انتظارش فزود
	شاید کہ جاڑے کی تکلیف اس کیلئے کافی نہ تھی	کہ آسمان کے ظلم نے اس کیلئے انتظار کا اور اضافہ کر دیا
۹	نگہ کن چو سلطان بہ غفلت بخفت	کہ چوبک زنش بامداداں چہ گفت
	غور کر جب بادشاہ غفلت میں سو گیا	کہ نقارچی نے صبح کو اس کو کیا کہا
۱۰	مگر نیکِ بختت فراموش شد	چو دستت در آغوش آغوش شد
	شاید نیک بخت کو تو بھول گیا	جب تیرا ہاتھ معشوق کی بغل میں پہنچا

(۱) باریدنِ برف: برفباری۔ باراں: بارش۔ سیل: سیلاب۔ بلرزش: کپکپی میں۔ درافتادہ: پڑا ہوا۔ ہمچوں: مثل۔ سہیل: ایک ستارہ جو لرزتا دکھائی دیتا ہے۔ (۲) دلش: اس کا دل۔ برقے: اس پر۔ آمد: آیا۔ بجوش: جوش میں۔ اینک: ابھی۔ قباپوستینم: میری پوستین کی قبا۔ بپوش: پہن لے۔ (۳) دمے: تھوڑی دیر۔ منتظر: انتظار کرنے والا۔ باش: رہ۔ طرفِ بام: کوٹھے کی ایک طرف۔ بیروں: باہر۔ فرستم: میں بھیجتا ہوں۔ بدستِ غلام: غلام کے ہاتھ۔ (۴) دریں بود: وہ اسی گفتگو میں تھا۔ بادِ بہاری: بہار کی ہوا یعنی ٹھنڈی ہوا۔ وزید: چل پڑی۔ شہنشاہ: بادشاہ۔ ایوان شاہی: بادشاہی محل۔ خزید: گھس گیا۔ (۵) وشاقے: ایک غلام۔ پری چہرہ: خوبصورت۔ خیل: جماعت یا گھرانہ۔ داشت: رکھتا تھا۔ طبعش: اس کی طبیعت۔ بدو: اس کے ساتھ۔ اندکے: تھوڑی سی۔ میل داشت: رغبت رکھتی تھی۔ (۶) تماشائے ترکش: غلام کا نظارہ اس کو۔ چناں: ایسا۔ خوش فتاد: اچھا لگا۔ ہندوئے مسکیں: بیچارہ پہرے دار۔ برفتش: چلا گیا۔ زیاد: ذہن سے۔ (۷) قباپوستینے: پوستین کی قبا۔ گزشتش: گزری اس کے۔ بگوش: کان میں۔ زبدبختیش: اس کی بےنصیبی کی وجہ سے۔ درنیامد: نہ آئی۔ بدوش: کندھوں پر۔

(۸) مگر: شاید۔ رنج سرما: سردی کی تکلیف۔ برو: اس پر۔ بس نبود: کافی نہ تھی۔ جورِ سپہر: آسمان کا ظلم۔ انتظارش فزود: اس کو انتظار بڑھا دیا۔ (۹) نگہ کن: دیکھ۔ چو: جب۔ سلطاں: بادشاہ۔ خفت: سو گیا۔ چوبک زنش: نقارچی نے اس کو۔ چہ گفت: کیا کہا۔ بامداداں: صبح۔

(۱۰) مگر: شاید۔ نیک بختت: وہ نیک بخت تجھ کو۔ فراموش شد: بھول گیا۔ چودستت: جب تیرا ہاتھ۔ درآغوش آغوش: غلام کی آغوش میں۔ شد: پڑ گیا۔

تشریح: (۱) وہ (چوکیدار) برف باری، بارش اور سیلاب کی وجہ سے ایسے کانپ رہا تھا جیسے طلوع آفتاب کے وقت سہیل ستارہ کانپتا ہے۔ (۲) اسے (چوکیدار کو) دیکھ کر سلطان طغرل کے دل میں رحم آیا اور کہا کہ کچھ دیر بعد میری اس پوستین کا تو مالک ہوگا۔ (۳) چنانچہ تجھے مکان کی ایک طرف کھڑا ہو کر کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ میں اپنی پوستین کسی غلام کے ہاتھ بھیج دیتا ہوں۔ (۴) ابھی وہ (سلطان طغرل) یہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ سرد ہوا چلی اور سلطان طغرل اپنے محل میں چلا گیا۔ (۵) اس (سلطان طغرل) کے لشکر میں ایک نہایت ہی خوبصورت غلام موجود تھا۔ چنانچہ اس (غلام) کی طرف سلطان طغرل کا طبعی میلان تھا۔ (۶) وہ (سلطان طغرل) اپنے خوبصورت غلام کے ساتھ لہو ولعب میں ایسا منہمک ہوا کہ سردی میں بدحال پہریدار کا خیال ذہن سے اتر گیا۔ (۷) وہ (سردی میں بدحال پہریدار) اپنے کانوں سے پوستین کا نام تو سن سکا لیکن اسے (پوستین کو) پہن کر سردی سے بچاؤ نہ کر سکا۔ (۸) اے قدرت کی ستمگری کہیے کہ پہلے سردی کی تکلیف سے وہ (پہریدار) بے قرار تھا اب اس (پوستین) کے انتظار کی شدت بڑھ گئی۔ (۹) جب بادشاہ دنیا و مافیہا سے غافل ہو کر نیند کی آغوش میں چلا گیا تو صبح کے وقت نقارچی (نقارہ بجانے والا) نے بادشاہ پر طنز کیا۔ (۱۰) جب تو (بادشاہ) اپنے محبوب کی باہوں میں لطف اندوز ہونے لگا تو غریب چوکیدار تو نسیاً منسیاً (بھول) ہو جانا چاہیے تھا۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
تراشب بعیش وطرب مے رود	۱	چہ دانی کہ برما چہ شب مے رود
تیری رات عیش و مستی میں کٹتی ہے		تجھے کیا معلوم رات میں ہم پر کیا گزرتی ہے
فرو بردہ سرکاروانے بدیگ	۲	چہ از پا فرو رفتگانش بریگ
قافلہ کا سردار دیگ میں سر دیئے ہے		اسس کو ریت میں دھنسے ہوؤں کی کیا فکر ہے
بدار اے خداوند زورق بہ آب	۳	کہ بےچارگاں را گزشت از سر آب
اے کشتی والے پانی پر کھڑا کرلے		اس لیئے کہ بےسہارا لوگوں کے سر سے پانی گزر گیا ہے
توقف کنید اے جوانانِ چست	۴	کہ در کاروانند پیران سست
اے چست جوانو! ٹھہرو		اس لیئے کہ قافلہ میں سُست بوڑھے بھی ہیں
تو خوش خفتہ در ہودج کارواں	۵	مہارِ شتر در کفِ ساروان
تُو تو قافلہ کے ہودج میں آرام سے سویا ہے		اونٹ کی مہار ساربان کے ہاتھ میں ہے
چہ ہامون و کوہت چہ سنگ و رمال	۶	زرہ باز پس ماندگاں پرس حال
پھر تیرے لیئے کیا جنگل اور پہاڑ کیا پتھر اور ریتا		راستے سے تھکے ہوؤں سے حال پوچھ
ترا کوہ پیکر ہیوں مے برد	۷	پیادہ چہ دانی کہ خوں مے خورد
تجھے تو پہاڑ جیسے جسم والا اونٹ لیئے جارہا ہے		تجھے کیا معلوم کہ پیدل چلنے والا خون پی رہا ہے
باآرامِ دل خفتگاں در بنہ	۸	نہ دانند حال شکم گرسنہ
قیام گاہ پر دل کے آرام سے سونے والے		بھوکے پیٹ والوں کا حال نہیں جانتے ہیں

حکایت[9]

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
یکے را عسس دست بربستہ بود	۱۰	ہمہ شب پریشان و دل خستہ بود
چوکیدار نے ایک شخص کے ہاتھ باندھ دیئے تھے		وہ تمام رات پریشان اور دل خستہ رہا تھا

(۱) تراشب: تیری رات۔ بعیش وطرب، عیش اور خوشی میں۔ مے گزشت، گزرتی ہے۔ چہ دانی، تو کیا جانے۔ برما، ہم پر۔ چہ شب، کتنی رات یعنی کتنی لمبی رات۔ مے رود، جاتی ہے۔ (۲) فرو بردہ، پیچھے لے گیا ہوا۔ کاروانے، قافلے والا۔ بدیگ، دیگ میں۔ چہ، کیا۔ از پا فرو رفتگاں، پاؤں دھنسے ہوئے والوں پر۔ بریگ، ریت میں۔ (۳) بدار، ٹھہرالے۔ خداوند زورق، چھوٹی کشتی والا۔ بہ آب، پانی میں۔ بیچارگاں، بیچاروں کا۔ گزشت، گزر گیا۔ آب، پانی۔
(۴) توقف کنید، ذرا وقفہ کرو۔ جوانان چست، چالاک جوانو۔ درکاروانند، قافلے میں ہیں۔ پیران سست، کمزور بوڑھے
(۵) خوش خفتہ: مزے سے سویا ہوا۔ ہودج کارواں: قافلے کا ہودہ۔ مہار شتر، اونٹ کی مہار۔ کف ساروان، شتربان کا ہاتھ۔ (۶) چہ، کیا۔ ہاموں، جنگل۔ کوہت، پہاڑ تجھ کو۔ سنگ: پتھر۔ رمال، ریت۔ زرہ، راستے سے۔ باز پس ماندگاں، پیچھے رہے ہوئے۔ پرس: پوچھ۔
(۷) ترا، تجھ کو۔ کوہ پیکر، ہاتھی کے قد والا یعنی اونٹ۔ ہیوں: تیز رفتار اونٹ۔ مے برد، لے جا رہا ہے۔ چہ دانی، کیا جانے تو۔ خوں مے خورد، خون پیتا ہے۔
(۸) باآرام دل: دل کے آرام سے۔ خفتگاں، سوئے ہوئے۔ بنہ، گھریلو سامان یا صحن۔ نہ دانند، نہیں جانتے۔ شکم گرسنہ، بھوکے پیٹ والا۔ (۹) حکایت، کہانی۔
(۱۰) یکے را، ایک کو۔ عسس، چوکیدار۔ دست، ہاتھ۔ بربستہ، باندھے ہوئے۔ بود، تھا۔ ہمہ شب، ساری رات۔ دل خستہ، زخمی دل۔ بود، تھا۔

تشریح: (۱) جن لوگوں (سلطان طغرل جیسے) کی راتیں عیش وطرب میں گزرتی ہوں وہ کیا جانیں کہ ہم جیسوں (بدحالی کا شکار لوگ) کی طویل راتیں کتنی کربناک ہوتی ہیں۔ (۲) جب قافلے کا سربراہ اپنی سرمستی میں مگن ہو جائے تو تپتی صحرا کے باسیوں (رہنے والوں) سے اسے (بادشاہ کو) کیا غرض و غایت ہو سکتی ہے۔ (۳) اے ناخدا! کچھ دیر کے لیئے کشتی کو چلنے سے روک لے۔ کیونکہ دریا میں کچھ بدنصیب ڈوب رہے ہیں۔ تاکہ وہ بھی کشتی میں سوار ہو جائیں۔
(۴) اے چالاک و ہوشیار جوانو! ذرا ٹھہر ٹھہر کر چلو۔ کیونکہ قافلے میں ضعیف و لاغر بھی تمہارے ہمسفر ہیں۔ (۵) تُو (قافلے کا سردار) ہودج میں مزے سے لیٹا ہوا ہے۔ تجھے سفر کی تلخیوں کا کیا علم۔ سفر کی تلخیاں تو شتربان (جس کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار ہوتی ہے) محسوس کر رہا ہے۔ (۶) جنگل کی ہولناکی، پہاڑ کی ہیبت، پتھروں کی تکلیف اور ریت کی تپش شتربان یا قافلے سے بچھڑے ہوئے مسافر ہی بتا سکتے ہیں۔ (۷) جو شخص ہاتھی جیسے طاقتور اونٹ پر سوار ہو وہ کیا جانے کہ پیدل چلنے والا مصیبت کے کن مراحل سے گزر رہا ہے۔ (۸) جو شخص اپنے بچوں میں شکم پروری و بسیار خوری کرتا ہے۔ وہ بھوک کی شدت کو محسوس نہیں کر سکتا۔ (۹) عنوان: اسس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف اپنی تکلیف کی شدت میں مگن نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ دوسروں کی مصیبت پر بھی خاص توجہ دینی چاہیئے۔ (۱۰) کسی چور کو پہریدار نے باندھ دیا۔ بے بسی کی وجہ سے وہ (چور) بے قرار ہونے کے باعث رات بھر نیند نہ کر سکا۔

مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ دوم
بگوش آمدش در شب تیرہ رنگ	۱	کہ شخصے تنک نالد از دستِ تنگ
کالے رنگ کی رات میں اس کے کان میں آیا		کہ ایک شخص تنگ دستی سے رو رہا ہے
شنید ایں سخن دزدِ مغلول و گفت	۲	تو بارے ز غم چند نالی بخفت
بیڑی پڑے چور نے یہ بات سنی اور بولا		تو غم سے کتنا روئے گا سو جا
برو شکرِ یزداں کن اے تنگدست	۳	کہ دستت عسس تنگ برہم نہ بست
اے تنگ دست جا خدا کا شکر کر		کہ چوکیدار نے تیرا ہاتھ کس کے نہیں باندھا ہے
مکن نالہ از بے نوائی بسے	۴	چو بینی ز خود بے نوا تر کسے
بے سامانی کی وجہ سے زیادہ نہ رو		جبکہ اپنے سے زیادہ کسی کو بے سامان دیکھ لے
حکایت		
کہانی		
برہنہ تنے یک درم وام کرد	۶	تنِ خویش را کسوتِ خام کرد
ایک ننگے نے ایک درہم قرض لیا		اپنے بدن کے لیے کچے چمڑے کا لباس بنوایا
بنالید کاے طالع بدلگام	۷	بگرما بپختم دریں زیرِ خام
رو پڑا کہ اے سرکش ستارے		اس کچے چمڑے میں میں گرمی میں پک گیا
چو ناپختہ آمد ز سختی بجوش	۸	یکے گفتش از چاہ زنداں خموش
جب وہ ناتجربہ کار سختی کی وجہ سے جوش میں آگیا		قید کے کنوئیں سے کسی نے اس کو کہا چپ رہ
بجا آور اے خام شکرِ خدائے	۹	کہ چوں ما نہ خام بر دست و پائے
اے ناتجربہ کار خدا کا شکر بجا لا		کہ ہماری طرح ہاتھ پاؤں پر کچا چمڑا نہیں ہے

(۱) بگوشش آمدش، اس کے کان میں آئی۔ شب تیرہ رنگ، کالے رنگ والی رات۔ شخصے: کوئی شخص۔ بے نالد، روتا ہے۔ دست، ہاتھ۔ تنگ دستی، ناداری۔
(۲) شنید: سنی۔ ایں سخن، یہ بات۔ دزدِ مغلول، بیڑی میں جکڑا ہوا چور۔ گفت، اس نے کہا۔ تو بارے، تو کہاں تک یا خدا کے لیے۔ چند نالی، کتنا روئے گا۔ بخفت: سو جا۔
(۳) برو: جا۔ شکرِ یزداں: اللہ کا شکر۔ کن، کر۔ دستت: تیرے ہاتھ۔ عسس، چوکیدار۔ تنگ برہم: کس کر آپس میں۔ نہ بست، نہیں باندھے۔ (۴) مکن، مت کر۔ نالہ: رونا۔ بے نوائی، بے سامانی۔ بسے، بہت۔ چو بینی، جب دیکھے تو۔ ز خود، اپنے سے۔ بے نوا تر، بے سروسامان۔ کسے، کسی کو۔ (۵) حکایت: کہانی۔
(۶) برہنہ تنے: ایک ننگے جسم والا۔ یک درہم، ایک چونی۔ وام کرد، قرض لیا۔ تنِ خویش، اپنا جسم۔ کسوتِ خام: کچے چمڑے کی پوشاک۔ کرد، کیا۔
(۷) بنالید، وہ رو دیا۔ کاے: کہ اے۔ طالع بدلگام، بری لگام والا ستارہ۔ بگرما، گرمی میں۔ بپختم، میں پک گیا۔ دریں زیرِ خام، اس کچے چمڑے کے نیچے۔
(۸) چو: جب۔ ناپختہ: نہ پکا ہوا۔ آمد، آیا۔ بجوش: جوش میں۔ یکے، ایک۔ گفتش، اس کو کہا۔ چاہ زنداں، قید کا کنواں۔ خموش: چپ رہ۔ (۹) بجا آور: بجا لا۔ اے خام: اے کچے۔ شکرِ خدا، خدا کا شکر۔ چوں ما، ہماری طرح۔ نہ: نہیں ہے تو۔ خام بر دست و پا، ہاتھ پاؤں پہ کچا چمڑہ۔

تشریح: (۱) سیاہ رات کے کسی حصّے میں چور کو کسی کے کراہنے اور رونے کی آواز سنائی دی۔
(۲) زنجیروں یا رسیوں میں جکڑے ہوئے چور نے کہا کہ یہاں رونے دھونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ لہٰذا آرام سے سو جا۔
(۳) تجھے (کراہنے والے کو) اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس نے تجھے کسی پہرے دار کے بس میں نہیں ڈالا جو مشکیں کس کے زمین پر پھینک دیتا ہے۔
(۴) دنیا میں تجھ سے زیادہ نادار و لاچار موجود ہیں چنانچہ اپنی بے بسی و تنگدستی کی وجہ سے رونا فضول و بے موقع ہے۔
(۵) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دوسروں کی تکلیف کو اپنی مصیبت جان کر اس کا مداوا کرنا چاہیئے۔
(۶) کسی برہنہ جسم فقیر نے قرض لے کر اپنے لیے کچے چمڑے کا لباس بنوایا۔ تاکہ وہ اپنا جسم ڈھانپ سکے۔
(۷) اے (فقیر کو) اپنی بے کسی پر رونا آ گیا کہ میرے لیے یہی کچے چمڑے کا لباس ہی رہ گیا ہے۔ جس کی گرمی سے میرا دم گھُٹ رہا ہے۔
(۸) جب وہ (فقیر) خام ہونے کی وجہ سے جوش میں آیا تو ساتھ ہی کنوئیں میں قید شخص بول پڑا کہ خاموش ہو جا۔
(۹) اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ اگر تیرے پاس عمدہ لباس نہیں تو کیا ہوا۔ اس اللہ تعالیٰ نے تجھے کچے چمڑے کی بیڑیاں تو نہیں پہنائی ہیں۔

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
یکے کرد بر پارسائے گزر	۲	بصورت جہود آمدش در نظر
ایک شخص ایک پارسا کے پاس سے گزرا		وہ اس کو بظاہر یہودی نظر آیا
قفائے فرو کوفت بر گردنش	۳	بہ بخشید درویش پیراہنش
اس نے اس کی گُدّی پر طمانچے مارے		پارسا نے اس کو اپنا لباس بخش دیا
خجل گفت کاں چہ از من خطاست	۴	بہ بخشائے بر من چہ جائے عطاست
وہ شرمندہ ہو کر بولا مجھ سے جو کچھ ہوا وہ غلطی تھی		مجھے معاف کر دے بخشش کا کیا موقع ہے
بشکرانہ گفتا بہ شر نیستم	۵	کہ آنم کہ پنداشتی نیستم
اس نے کہا شکرانہ میں، میں شر پر آمادہ نہیں ہوں		جو کچھ تو نے مجھے سمجھا میں ایسا نہیں ہوں
نکو سیرتِ بے تکلف بروں	۶	بہ از نیک نام خراب اندروں
نیک باطن بظاہر سادہ		اس نیک نام سے بہتر ہے جس کا باطن خراب ہو
بہ نزدیکِ من شب رو راہزن	۷	بہ از فاسقِ پارسا پیراہن
میرے نزدیک چور ڈاکو		اس بدکار سے بہتر ہے جو پارسا کے لباس میں ہو

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
زرہ باز پس ماندۂ میگریست	۹	کہ مسکیں تر از من دریں دشت کیست
ایک شخص راستے سے تھکا ہوا رو رہا تھا		کہ اس جنگل میں مجھ سے زیادہ مسکین کون ہوگا
خرے بارکش گفتش اے بے تمیز	۱۰	زجور فلک چند نالی تو نیز
اس لدھو گدھے نے کہا اے بے تمیز		تو بھی آسمان کے ظلم سے اس قدر نالاں ہے

(۱) حکایت، کہانی۔ (۲) یکے کرد، ایک نے کیا۔ پارسائے: ایک پرہیزگار۔ بصورت، شکل میں۔ جہود، یہودی۔ آمدش، آیا اس کو۔ (۳) قفائے، ایک دھول۔ فرو کوفت، کوٹ دی۔ بر گردنش: اس کی گردن پر۔ بہ بخشید، بخش دیا۔ پیراہنش، اپنا لباس اس کو۔ (۴) خجل، شرمندہ۔ گفت، اس نے کہا۔ کاں چہ: جو کچھ کہ۔ از من: مجھ سے۔ آمد: آئی۔ خطا: غلطی بہ بخشائے، بخش دے۔ بر من: مجھ کو۔ چہ جائے عطا: بخشش کا کیا موقع۔ است: ہے۔

(۵) بشکرانہ: شکریے میں۔ گفتا، اس نے کہا۔ بہ شر: شر کے ساتھ یا شریر۔ نیستم: نہیں ہوں میں۔ کہ آنم: کہ جو کچھ کہ مجھ کو۔ پنداشتی: سمجھا تو نے۔ نیستم، نہیں ہوں میں۔ (۶) نکو سیرت، نیک سیرت۔ بے تکلف: سادہ۔ بروں: ظاہر۔ بہ: بہتر۔ خراب اندروں: گندے باطن والا۔ (۷) نزدیک من، میرے نزدیک۔ شب رو: رات کو چلنے والے یعنی چور۔ راہزن، راستہ مارنے والا یعنی ڈاکو۔ بہ، بہتر۔ فاسق: گنہگار۔ پارسا پیرہن، پرہیزگاروں کے لباس والا۔ (۸) حکایت، کہانی۔

(۹) زرہ: راستے سے۔ باز پس ماندہ، پیچھے رہا ہوا یا تھکا ہوا۔ میگریست: روتا تھا۔ مسکیں تر: زیادہ مسکین۔ از من، مجھ سے۔ دریں دشت، اس جنگل میں۔ کیست: کون ہے۔ (۱۰) خرے بارکش، بوجھ کھینچنے والا ایک گدھا۔ گفتش، اس کو کہا۔ جورِ فلک: آسمان کا ظلم۔ چند نالی، کتنا روئے گا تو۔ نیز، بھی۔

تشریح: (۱) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی کے ظاہر کو دیکھ کر اس کے باطن کا اندازہ نہیں کرنا چاہیئے۔ ؎ زاہد نگاہ کم سے کسی رند کو نہ دیکھ۔ نہ جانے اس کریم کو تُو ہے کہ وہ پسند۔ (۲) ایک شخص کا کسی متقی درویش کے پاس سے گزر ہوا۔ جو بظاہر یہودی لگتا تھا۔
(۳) اس (گزرنے والے شخص) نے یہودی سمجھ کر دھول ماری۔ لیکن متقی فقیر نے اسے اپنی خلعت (قمیص) بطور ہدیہ پیش کر دی۔
(۴) اس (گزرنے والے شخص) نے شرمندہ ہو کر اپنی خطا کی معافی مانگی۔ اور پوچھا کہ غصّے کی بجائے خلعت پیش کرنے کا کیا مقصد ہے۔
(۵) جواباً اس (متقی فقیر) نے کہا کہ میں یہ خلعت بطورِ شکرانہ کی ہے۔ تاکہ تجھے (گزرنے والے شخص کو) معلوم ہو کہ جو سمجھ کر مجھے دھول رسید کی ہے۔ میں وہ (یہودی) نہیں ہوں۔ (۶) ظاہری طور پر سادگی پسند شخص ایسے بد باطن سے بہتر ہے جو بظاہر تو نیک نام ہو۔ لیکن اندرون خانہ بد طینت و بد فطرت ہو۔
(۷) میں (شیخ سعدیؒ) ایسے شخص سے چور، ڈاکو کو اچھا سمجھتا ہوں جو لباس خضر میں رہزنی کرتا ہے۔ ؎ لباس خضر میں ہزاروں رہزن بھی پھرتے ہیں۔ اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر۔ (۸) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے سے کم حیثیت شخص کی طرف نظر کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیئے کہ اس نے مجھے ایسا نہیں بنایا۔ (۹) راستے میں تھکن سے چور ایک شخص آہ و زاری کر رہا تھا کہ مجھ سے زیادہ مسکین و کمتر آدمی کوئی بھی نہیں۔
(۱۰) اس (آہ و زاری کرنے والے) کی آہ و پکار سن کر گدھے نے کہا کہ تُو کب تک آہ و بکا میں لگا رہے گا۔

(۱) بردُ شکر کن چوں بخر بر نۂ ۔۔۔ کہ آخر بزیر کساں خر نۂ
جا شکر ادا کر اگرچہ تو گدھے پر سوار نہیں ہے ۔۔۔ لیکن انسان کے نیچے گدھا تو نہیں ہے

حکایت[۲]

کہانی

(۳) فقیہے برافتادہ مستے گزشت ۔۔۔ بمستوریٔ خویش مغرور گشت
ایک فقیہہ ایک بیہوش پڑے ہوئے پر سے گزرا ۔۔۔ اپنی پارسائی پر مغرور ہو گیا

(۴) ز نخوت بر و التفاتے نہ کرد ۔۔۔ جواں سر برآورد کاے پیر مرد
تکبر سے اس کی طرف دھیان نہ کیا ۔۔۔ جوان نے سر اُبھارا کہ اے بوڑھے

(۵) برو شکر کن چو بنعمت دری ۔۔۔ کہ محرومی آید ز مستکبری
جا! شکر کر جب کہ تو نعمت میں ہے ۔۔۔ اس لیے کہ تکبّر کرنے سے محرومی آتی ہے

(۶) یکے را کہ دربند بینی مخند ۔۔۔ مبادا کہ ناگاہ درافتی بہ بند
اگر تو کسی کو قید میں دیکھے تو نہ ہنس ۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ تو قید میں پڑ جائے

(۷) نہ آخر در امکانِ تقدیر ہست ۔۔۔ کہ فردا چو من باشی افتادہ مست
کیا آخر تقدیر کے امکان میں یہ نہیں ہے ۔۔۔ کہ کل کو میری طرح تو بھی مست پڑا ہو

(۸) ترا آسماں حظ بمسجد نبشت ۔۔۔ مزن طعنہ بر دیگرے در کنشت
آسمان نے تیرا حصہ مسجد میں لکھ دیا ہے ۔۔۔ دوسرا جو کنشت میں ہے اس پر طعنہ زنی نہ کر

(۹) بہ بند اے مسلماں بشکرانہ دست ۔۔۔ کہ زنّارِ مغ بر میانت نہ بست
اے مسلمان! شکرانہ میں ہاتھ جوڑ ۔۔۔ کہ آتش پرست کا جنیو تیری کمر پر نہیں بندھا ہے

(۱۰) نہ خود مے رود ہر کہ جویانِ اوست ۔۔۔ بعنفش کشاں مے برد لطفِ دوست
جو اس کا متلاشی ہے وہ خود نہیں جاتا ۔۔۔ دوست کی مہربانی اس کو سختی سے کھینچ کر لے جاتی ہے

(۱) بردُ: جا۔ شکر کن: شکر کر۔ چو: جب۔ بخر بر: گدھے پر۔ نۂ: نہیں ہے تو۔ بزیر کساں: لوگوں کے نیچے۔ خر نۂ: گدھا نہیں ہے تو۔ (۲) حکایت: کہانی۔
(۳) فقیہے: ایک فقیہہ۔ افتادہ مستے: ایک گرا ہوا مست۔ گزشت: گزرا۔ بمستوریٔ خویش: اپنی پاکدامنی پر۔ گشت: ہو گیا۔
(۴) نخوت: تکبّر۔ برو: اس پر۔ التفاتے: کوئی توجہ۔ نہ کرد: نہ کی۔ برآورد: نکالا۔ کاے: کہ اے۔ پیر مرد: بوڑھے آدمی۔
(۵) برو: جا۔ کن: کر۔ چو: جب۔ بنعمت دری: نعمت میں ہے تو۔ آید: آتی ہے۔ مستکبری: تکبّر۔
(۶) یکے را کہ: جس کسی کو کہ۔ دربند: قید میں۔ بینی: دیکھے تو۔ مخند: مت ہنس۔ مبادا: مت ہووے۔ ناگاہ: اچانک۔ درافتی: پڑ جاوے تو۔ بہ بند: قید میں۔
(۷) در امکانِ تقدیر: تقدیر کے امکان میں۔ ہست: ہے۔ فردا: کل آئندہ۔ چو من باشی: میری طرح ہو جاوے تو۔ افتادہ: گرا ہوا۔ مست: مدہوش۔
(۸) حظ: حصہ۔ بمسجد: مسجد میں۔ بنشت: لکھ دیا۔ مزن طعنہ: طعنہ نہ مار۔ دیگرے: دوسرا۔ کنشت: گرجا یا آتش کدہ۔
(۹) بہ بند: باندھ لے۔ بشکرانہ: شکریے میں۔ دست: ہاتھ۔ زنّارِ مغ: آتش پرست کا جنیو۔ برمیانت: تیری کمر پر۔ نہ بست: نہیں بندھا۔
(۱۰) نہ خود مے رود: خود نہیں چلتا ہے۔ ہر کہ: جو کہ۔ جویانِ اوست: اس کا ڈھونڈنے والا ہے۔ بعنفش: سختی سے اس کو۔ کشاں: کھینچ کر۔ مے برد: لے جا رہا ہے۔ لطف: مہربانی۔

تشریح: (۱) اگر تیرے پاس سواری کے لیے گدھا نہیں تو کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے تو گدھا نہیں بنایا۔ چنانچہ تجھے اللہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ (۲) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی خطاکار کو دیکھ کر اپنے زہد و تقویٰ پر نازاں نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ نیکی و بدی کی توفیق اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (۳) ایک فقیہہ نے کسی شخص کو نشے میں دُھت پا کر اپنے زہد و تقویٰ اور فقاہت پر تفاخر کرنے لگا۔ (۴) اور غرور کے باعث اسے (نشے میں بدمست کو) دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ اس پر مست نے زاہد و فقیہہ سے کہا۔ (۵) اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل ہیں تو اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ تکبّر کی وجہ سے انسان کو محرومی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنا تکبّر کی علامت ہے)۔ (۶) اگر کوئی شخص قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا ہے تو اس پر خوش نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کل کلاں تجھے بھی اسی مصیبت میں مبتلا ہونا پڑے۔ (۷) تقدیر کے ہاں یہ بعید نہیں کہ آئندہ تو بھی (زاہد و فقیہہ) مصائب و آلام کے نشے میں چُور ہو کر لوگوں کی نظروں سے گر جائے۔ (۸) اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے زاہد و فقیہہ بنا کر مسجد سے وابستہ کر دیا ہے تو آتش کدوں میں بیٹھنے والوں کا تمسخر نہیں اڑانا چاہیے۔ کیونکہ معاملہ برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ (۹) مسلمان کو اسلام کی نعمت و برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس (اللہ تعالیٰ) نے انہیں (مسلمانوں کو) آتش پرستوں کا زنار نہیں بندھوا دیا۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر پتا نہیں ہل سکتا۔ یہ تو اس (اللہ تعالیٰ) کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔ ؎ تقدیر کے پابند ہیں نباتات و جمادات — مومن ہے فقط احکامِ الٰہی کا پابند۔

(۱) نگر تا قضا از کجا سیر کرد ۔ کہ کوری بود تکیہ بر غیر کرد

غور کر قضا کہاں سے چلی ہے ۔ غیر پر بھروسہ کرنا اندھا پن ہوگا

گفتار اندر نظر صاحبدلاں در حق نہ در اسباب

کہاوت اس بیان میں کہ صاحبدلوں کی نظر اللہ کیطرف ہوتی ہے نہ کہ اسباب کی طرف

(۳) سرشتست باری شفا در نبات ۔ اگر شخص را ماندہ باشد حیات

مصری میں خدا نے شفا ملادی ہے ۔ اگر انسان کی زندگی باقی ہو

(۴) عسل خوش کند زندگاں را مزاج ۔ ولے دردِ مردن ندارد علاج

شہد زندوں کا مزاج ٹھیک کردیتا ہے ۔ لیکن موت کے درد کا کوئی علاج نہیں ہے

(۵) رمق ماندۂ را کہ جاں از بدن ۔ برآید چہ سود انگبیں در دہن

آخری سانس والے جب بدن سے جان ۔ نکل گئی۔ شہد منہ میں ڈالنے سے کیا فائدہ

(۶) یکے گرز پولاد بر مغز خورد ۔ کسے گفت صندل بمالش بدرد

ایک شخص نے فولاد کا گرز سر پر کھایا ۔ کسی نے کہا اس کے درد پر صندل مل دو

(۷) ز پیشِ خطر تا توانی گریز ۔ ولیکن مکن با قضا پنجہ تیز

جب تک ہو سکے خطرے کے سامنے گریز کر ۔ لیکن قضا کے ساتھ پنجہ تیز نہ کر

(۸) دروں تا بود قابلِ شرب و اکل ۔ بداں تازہ رو لیست و پاکیزہ شکل

جب تک باطن پینے اور کھانے کے قابل ہے ۔ اسی سے چہرہ تازہ اور صورت پاکیزہ ہے

(۹) خراب آنگہ ایں خانہ گردد تمام ۔ کہ باہم نسازند طبع و طعام

یہ گھر اسی وقت پورا تباہ ہوتا ہے ۔ جب کھانا اور مزاج باہمی موافقت نہ کریں

(۱۰) مزاجت تر و خشک و گرم است و سرد ۔ مرکب ازیں چار طبع است مرد

تیرا مزاج تر اور خشک اور گرم اور سرد ہے ۔ ان چار طبیعتوں سے انسان مُرکب ہے

(۱) نگر: دیکھ۔ قضا: تقدیر۔ از کجا: کہاں سے۔ سیر کرد: چلی ہے۔ کوری: اندھاپن۔ بود: ہووے۔ تکیہ: بھروسہ۔ کرد: کیا۔ (۲) گفتار: کہاوت۔ نظر صاحبدلاں: دل والوں کی نظر۔ در حق: حق تعالیٰ میں۔ نہ در اسباب: نہ کہ اسباب میں۔ (۳) سرشتست: گوندھ دیا ہے۔ باری: پیدا کرنے والا۔ در نبات: مصری میں یا گھاس میں۔ ماندہ باشد: رہی ہووے۔ حیات: زندگی۔ (۴) عسل: شہد۔ خوش کن: خوش کرتا ہے۔ زندگاں: زندہ لوگ۔ مزاج: طبیعت۔ ولے: لیکن۔ دردِ مردن: مرنے کی تکلیف۔ ندارد: نہیں رکھتی۔ (۵) رمق: جان کا آخری حصہ۔ رمق ماندہ: جس کی معمولی سی جان اٹکی ہوئی ہو۔ برآمد: نکل آئی۔ چہ سود: کیا فائدہ۔ انگبیں: شہد۔ دہن: منہ۔ (۶) یکے: ایک۔ گرز پولاد: لوہے کی گرز۔ بر مغز: کھوپڑی پر۔ خورد: کھائی۔ کسے گفت: کسی نے کہا۔ صندل: ایک دوا جس کی مالش سر درد کے لیے مفید ہے۔ بمالش: مل اس کے۔ بدرد: درد کی جگہ۔ (۷) پیشِ خطر: خطرے کے ساتھ۔ تا توانی: جب تک تو طاقت رکھے۔ گریز: بھاگ۔ مکن: مت کر۔ با قضا: تقدیر کے ساتھ۔ پنجہ تیز: پنجہ نہ لڑا۔ (۸) دروں: اندر یعنی پیٹ۔ تا بود: جب تک ہووے۔ شراب و اکل: پینا اور کھانا۔ بداں: اس کے ساتھ۔ تازہ رو لیست: تازہ چہرے والا ہے۔ (۹) آنگہ: اس وقت۔ ایں خانہ: یہ گھر۔ گردد: ہووے۔ تمام: سارا۔ باہم: آپس میں۔ نسازند: موافقت نہیں کرتے۔ طبع: طبیعت۔ طعام: کھانا۔ (۱۰) مزاجت: تیرا مزاج۔ مرکب: ملا ہوا۔ ازیں چار: ان چار سے۔ طبع: طبیعت۔ است: ہے۔

تشریح: (۱) اپنے اعمال صالحہ پر نازاں و متکبر نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی اور پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ (۲) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ والے ذاتِ حق پر توکل کرتے ہیں۔ ظاہری اسباب پر ان کی نظر نہیں رہتی۔ (۳) اگر انسان کی زندگی طویل ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے گھاس میں بھی شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ (۴) شہد میں اللہ تعالیٰ نے شفا، و فرحت رکھی ہے۔ لیکن رفع موت کا سبب وہ (شہد) بھی نہیں۔ (۵) عین موت کے وقت جس شخص کی جان بلب ہو رہی ہو تو اسے شہد استعمال کرانا فائدہ مند نہیں۔ (۶) سر میں معمولی سے درد کے لیئے صندل کی مالش فائدہ دیتی ہے۔ لیکن اگر فولادی گرز کے لگنے سے سر پہ صندل کی مالش کی جائے تو غیر مفید ہے۔ (۷) خطروں کی جگہ سے جہاں تک ہو سکے دُور رہنا چاہیئے۔ لیکن تقدیر سے جنگ کرنا مناسب نہیں۔ (۸) اگر معدہ و پیٹ تندرست ہو تو چہرے کی شگفتگی عیاں ہوتی ہے۔ جو ظاہری و باطنی پاکیزگی کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ (۹) پیٹ کی خرابی سے بیماریاں انسان کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں۔ جو عقل و مزاج کو بھی متاثر کرتی ہیں۔ (۱۰) انسان کا مزاج اور طبیعت چار عناصر سے ترکیب پاتا ہے۔ ۱۔ تر ۲۔ خشک ۳۔ گرم ۴۔ سرد۔ اِن عناصر اربعہ کی مقدار برابری کی سطح پر ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	یکے زیں چوں بر دیگرے یافت دست	ترازوئے عدل طبیعت شکست
	جب ان میں سے ایک نے دوسرے پر غلبہ پا لیا	مزاج کے عدل کی ترازو ٹوٹی
۲	اگر بادِ سردِ نفس نگزرد	تفِ سینہ جاں درخروش آورد
	اگر سانس کی ٹھنڈی ہوا نہیں گزرتی ہے	سینہ کی گرمی جان میں جوش پیدا کردیتی ہے
۳	وگر دیگِ معدہ بجوشد طعام	تن نازنین را شود کار خام
	اور اگر معدے کی دیگ کھانے کو جوش دیدے	نازوں والے جسم کا کام کچا ہوجائے
۴	دریناں نہ بندد دل اہل شناخت	کہ پیوستہ باہم نخواہند ساخت
	اہل شناخت نے اسی وجہ سے ان سے دل وابستہ نہیں کیا	کیونکہ وہ ہمیشہ آپس میں موافق نہیں ہوسکتی ہیں
۵	توانائیٔ تن مداں از خورش	کہ لطفِ حقت مے دہد پرورش
	جسم کی طاقت خوراک سے نہ سمجھ	اس لیئے کہ اللہ کی مہربانی تیری پرورش کرتی ہے
۶	بحقش کہ گر دیدہ بر تیغ و کارد	نہی حقِ شکرش نخواہی گزارد
	اس خدا کے حق کی قسم تو اگر آنکھیں تلوار اور چھری پر	رکھ دے گا۔ اس کے شکر کا حق ادا نہیں کرسکتا
۷	چو روئے بخدمت نہی بر زمین	خدا را ثنا گوئے و خود را مبین
	جب چہرہ زمین پر خدمت میں رکھے	خدا کی تعریف کر اپنے آپ کو نہ دیکھ
۸	گدائیست تسبیح و ذکر و درود	گدا را نباید کہ باشد غرور
	تسبیح اور ذکر اور حاضری بھکاری پن ہے	بھکاری کے لیئے غرور مناسب نہیں ہے
۹	گرفتم کہ خود خدمتے کردہٗ	نہ پیوستہ اقطاع او خوردہٗ
	میں نے مانا کہ تونے کوئی بڑی خدمت کی ہے	کیا تونے ہمیشہ اس کی جاگیر نہیں کھائی

(۱) یکے زیں: ان میں سے ایک۔ چوں: جب۔ بر دیگرے: دوسرے پر۔ یافت دست: پالیا ہاتھ۔ عدل طبیعت: طبیعت کا اعتدال۔ شکست: ٹوٹ گیا۔
(۲) بادِ سرد نفس، سانس کی ٹھنڈی ہوا۔ نگزرد: نہ گزرے۔ تفِ سینہ: سینے کی گرمی۔ درخروش: جوش میں۔ آورد: لے آوے۔
(۳) بجوشد طعام، کھانے کو جوش نہ دے۔ تنِ نازنین: نازنین جسم۔ شود: ہووے۔ کار: کام۔ خام: کچا۔
(۴) دریناں: ان میں۔ نہ بندد: نہیں باندھتے ہیں۔ شناخت: پہچان والے۔ پیوستہ: ہمیشہ۔ باہم: آپس میں۔ نخواہند ساخت: نہیں بناتے۔
(۵) توانائیٔ تن: بدن کی طاقت۔ مداں: مت جان۔ خورش: خوراک۔ لطفِ حقت: اللہ کی مہربانی تجھ کو۔ مے دہد: دیتی ہے۔ (۶) بحقش: اس کے حق کی قسم۔ دیدہ، آنکھیں۔ تیغ: تلوار۔ کارد: چھری۔ نہی: رکھے تو۔ حق شکرش: اس کے شکر کا حق۔ نخواہی گزارد: تو ادا نہیں کرسکتا۔
(۷) چو: جب۔ روئے، چہرہ۔ نہی، رکھے تو۔ خدا را، اللہ کی۔ ثنا گوئے، تعریف کہہ۔ خود را، اپنے آپ کو۔ مبین: مت دیکھ۔
(۸) گدائیست: فقیری ہے۔ تسبیح: سبحان اللہ کہنا۔ ذکر، خدا کو یاد کرنا۔ درود: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعائے رحمت۔ گدا: فقیر۔ نباید، نہیں چاہیئے۔ باشد، ہووے۔ غرور، تکبر۔ (۹) گرفتم: میں نے مانا۔ خدمتے، بڑی خدمت۔ کردہٗ: کی ہے تونے۔ پیوستہ، ہمیشہ۔ اقطاع: اس کی جاگیر۔ خوردہٗ، کھائی ہے تونے۔

تشریح: (۱) ان عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر نے بھی حد اعتدال سے منقطع ہوکر غلبہ پالیا تو انسانی مزاج وطبیعت بیماری کی لپیٹ میں آجاتی ہے۔ (۲) اگر بذریعہ سانس ہوا کا گزر نہ ہو تو سینے کی حرارت بہت سی بیماریوں کا پیغام دینے لگتی ہے۔ (۳) اگر معدے کی تمازت (گرمی) کھانے کو ابال نہ دے تو تب بھی انسان کے نازنین جسم میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔ (۴) انسان میں موجود عناصر اربعہ کے مابین باہم تطابق نہیں پایا جاتا۔ جس کے باعث اہل دل، باشعور لوگ ان (عناصر اربعہ) کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ (۵) چونکہ انسان کی پرورش خود اللہ تعالیٰ کی ذات کرتی ہے۔ چنانچہ اس کا انحصار خوراک پر نہیں۔ کیونکہ خوراک تو اک ظاہری ذریعہ وصورت ہوتی ہے۔ (۶) اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کے مقابلے میں انسان کا چھری و تلوار سے سر کٹوانا بھی ہیچ ہے۔ کیونکہ اس کی کسی بھی نعمت کا شکر کرنا حق ادا نہیں کرتا۔ (۷) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے وقت اپنی ہمت ومشقت کو نہیں دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق پر نظر کرنی چاہیئے۔ لہٰذا ہر دم رب کی تعریف میں گزرے۔ (۸) حمد وثناء، تسبیح و ذکر کاسۂ گدائی کی مانند ہے۔ اور تو عابد کی صورت میں اس کا منگتا ہے۔ لہٰذا گداگر کو تکبر زیب نہیں دیتا۔ (۹) اگر یہ امر تسلیم کرلیا جائے کہ تو (زاہد فقیہ) نے کوئی بہت بڑی عبادت کی ہے۔ لیکن اس کے بدلے میں کہیں زیادہ انعام واکرام کی صورت میں وظیفہ خواری بھی کرتا ہے۔

گفتار در سابقۂ حکم ازل و توفیق خیر

کہاوت ازل کے قدیم حکم اور توفیق خیر کے بیان میں

مصرع اول	شعر	مصرع دوم
نخست او ارادت بدل در نہاد	۲	پس ایں بندہ بر آستاں سر نہاد
اس نے پہلے دل میں ارادہ پیدا کیا		تب اس بندہ نے آستانہ پر سر دھرا
گر از حق نہ توفیق خیرے رسد	۳	کے از بندہ خیرے بغیرے رسد
اگر اللہ کی جانب سے خیر کی توفیق نہ پہنچے		بندہ سے دوسرے تک بھلائی کب پہنچے
زباں راچہ بینی کہ اقرار داد	۴	بہ بیں تا زباں را کہ گفتار داد
زبان کو کیا دیکھتا ہے کہ اس نے اقرار کیا ہے		یہ دیکھ زبان میں گویائی کس نے دی ہے
در معرفت دیدۂ آدمی ست	۵	کہ بکشادہ بر آسمان و زمی ست
آدمی کی آنکھ پہچان کا دروازہ ہے		جو آسمان اور زمین پر کھلا ہے
کیت فہم بودے نشیب و فراز	۶	گر ایں در نکردے بروئے تو باز
نیچ اور اونچ کی تجھے کیا سمجھ ہوتی		اگر وہ تیرے اوپر یہ دروازہ نہ کھولتا
سر آورد و دست از عدم در وجود	۷	دریں جود بنہاد و درو ے سجود
سر اور ہاتھ کو عدم سے وجود میں لایا		اس میں سخاوت رکھی اور اس میں سجدہ
وگرنہ کے از دست جود آمدے	۸	محال ست کز سر سجود آمدے
ورنہ ہاتھ سے سخاوت کب ہو سکتی		ناممکن تھا کہ سر سجدے سے ادا ہوتا
بحکمت زبان داد و گوش آفرید	۹	کہ باشند صندوق دل را کلید
دانائی سے زبان دی اور کان پیدا کیا		تاکہ وہ دل کے صندوق کی چابی بنیں
اگر نہ زباں قصہ برداشتے	۱۰	کس از سر دل کے خبر داشتے
اگر زبان قصہ نہ اٹھاتی		کوئی دل کے راز سے کب خبردار ہوتا

(۱) گفتار: کہاوت۔ سابقۂ حکم ازل: ازل کا پیشگی حکم۔ توفیق خیر: نیکی کی توفیق۔
(۲) نخست: پہلے۔ ارادت: ارادہ۔ در نہاد: اس نے رکھا۔ پس: پھر۔ ایں بندہ: اس بندہ نے۔ بر آستاں: دہلیز پر۔ نہاد: رکھا۔
(۳) حق: اللہ تعالیٰ۔ توفیق خیرے: کسی نیکی کی توفیق۔ رسد: پہنچے۔ کے: کیا۔ خیرے: کوئی نیکی۔ بغیرے: کسی غیر کو۔ (۴) چہ بینی: کیا دیکھتا ہے تو۔ اقرار داد: اقرار دیا اس نے۔ بہ بیں: دیکھ۔ تا، کہ: کہ کس نے۔ گفتار: قوت گویائی۔ داد: دی۔
(۵) در معرفت: پہچان کا دروازہ۔ دیدۂ آدمی ست: آدمی کی آنکھ ہے۔ بکشادہ: کھولی ہوئی۔
(۶) کیت: کب تجھ کو۔ فہم: سمجھ۔ بودے: ہوتی۔ نشیب: نیچ۔ فراز: بلند۔ ایں در: یہ دروازہ۔ نکردے: نہ کرتا وہ۔ بروئے تو: تیرے چہرے پہ۔ باز: کھلا۔
(۷) آورد: لایا۔ دست: ہاتھ۔ عدم: نہ ہونا۔ دریں: اس میں۔ جود: سخاوت۔ بنہاد: رکھ لی۔ درو ے: اس میں۔ سجود: سجدہ۔ (۸) کے: کب۔ دست: ہاتھ۔ جود: سخاوت۔ آمدے: آتی۔ محال: ناممکن۔ ست: ہے۔ کز سر: کہ سر سے۔ سجود: سجدہ۔ آمدے: آتا۔
(۹) بحکمت: حکمت کے ساتھ۔ داد: دی۔ گوش: کان۔ آفرید: پیدا کیا۔ کہ باشند: تاکہ ہوویں۔ کلید: چابی۔ (۱۰) قصہ برداشتے: بات کو چلاتی۔ کس: کوئی شخص۔ از سر دل: دل کے راز سے۔ کے: کب۔ خبر داشتے: خبر رکھتا۔

تشریح: (۱) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر انسانی اعضاء عبادت اور ریاضت میں مصروف رہتے ہیں تو اس میں انسان کا کمال نہیں۔ بلکہ رب ذوالجلال کا فضل ہے۔ (۲) پہلے پہل وہ (اللہ تعالیٰ) عبادت و ریاضت کی نیت دل میں پیدا کرتا ہے۔ پھر بندہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ (۳) اگر اللہ تعالیٰ کار خیر کی توفیق نہ دے تو بندے کی طرف خیر و بھلائی کا صدور و ظہور نہیں ہوتا۔ (یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق کا کرشمہ ہے) (۴) اگر زبان اس (اللہ تعالیٰ کی) ذات کے گن گاتی یا کلمہ پڑھتی ہے۔ تو اس میں زبان کا یا انسان کا کمال موجود نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس (اللہ تعالیٰ) کا فضل ہے جس نے زبان کو بولنا سکھایا۔ (۵) ذات حق اور صفات حق کی معرفت کا دروازہ انسان کی آنکھ ہے۔ جو زمین و آسمان کا مشاہدہ کر کے معرفتِ حق کا مرتبہ پاتی ہے۔ (۶) انسان کو ہمہ قسم کے نشیب و فراز کا علم آنکھ کے ذریعے ہوتا ہے۔ لیکن مقام فکر ہے کہ تیرے چہرے پر مشاہدۂ حق کا دروازہ اسی ذاتِ حق نے کھولا ہے۔ (۷) انسان کو اللہ تعالیٰ نے سر اور ہاتھ ودیعت فرمائے ہیں۔ سر کو سجدہ کے لئے اور ہاتھ کو جود و کرم کی غرض سے پیدا کیا ہے۔ (سر و ہاتھ کا مقصد بیان کیا گیا ہے) (۸) اگر سر میں سجدہ ریز ہونے کی اور ہاتھ میں جود و سخا کی صلاحیتیں قدرت کی طرف سے ودیعت نہ ہوتیں تو ان کے لئے سجدہ و سخاوت کرنا دشوار تھا (۹) زبان اور کان دل کی چابی ہیں۔ کیونکہ حکمت یا غیر حکمت باتیں کان کے ذریعے دل میں داخل ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں (زبان، کان) دل کے صندوق کی چابی ہیں۔ (۱۰) حکیمانہ و غیر حکیمانہ کلام کان کے ذریعے دل میں جاتا ہے۔ اور زبان کے ذریعے نکلتا ہے۔ کیونکہ اگر زبان باتیں نہ کرتی تو دل کے راز کون جان سکتا۔

مصرع اول		مصرع دوم
وگر نیستے سعی جاسوسِ گوش	۱	خبر کے رسیدے بہ سلطانِ ہوش
اگر کان کے جاسوس کی کوشش نہ ہوتی		ہوش کے بادشاہ کے پاس خبر کب پہنچتی
مرا لفظِ شیریں خوانندہ داد	۲	ترا سمع دراک دانندہ داد
مجھے میٹھے پڑھے جانے والے لفظ دیئے		تجھے جاننے والے اور اک کرنے والے کان دیئے
مدام ایں دو چوں حاجباں بردراند	۳	ز سلطاں بہ سلطاں خبر مے برند
یہ دونوں ڈیوڑھی بانوں کی طرح ہمیشہ دروازے پر ہیں		بادشاہ کی بادشاہ کے پاس خبر لے جاتے ہیں
چہ اندیشی از خود کہ فعلم نکوست	۴	ازاں در نگہ کن کہ توفیق اوست
اپنے بارے میں کیا سوچتا ہے کہ میرا کام اچھا ہے		اس طور پر اس کو دیکھ کہ اس کی جانب سے مقدر اچھا ہے
برد بوستاں باں بایوانِ شاہ	۵	بہ تحفہ ثمر ہم ز بستانِ شاہ
باغباں شاہی محل میں لے جاتا ہے		تحفہ، پھل بھی بادشاہ کے باغ کے ہیں
حکایت سفرِ ہندوستان۶ وضلالت بُت پرستاں		
ہندوستان کے سفر اور بت پرستوں کی گمراہی کا قصہ		
بتے دیدم از عاج در سومنات	۷	مرصع چو در جاہلیت منات
میں نے سومنات میں ہاتھی دانت کا ایک بت دیکھا		جڑاؤ جیسے جاہلیت میں منات
چناں صورتش بستہ تمثال گر	۸	کہ صورت نہ بندد ازاں خوبتر
مصور نے اس کی ایسی صورت بنائی تھی		جس سے زیادہ خوبصورت صورت نہ بن سکے
ز ہر ناحیت کارواں ہا رواں	۹	بدیدارِ آں صورتِ بے رواں
ہر گوشہ سے قافلے رواں تھے		اس بے جان صورت کو دیکھنے کے لیے
طمع کردہ رایان چین وچگل	۱۰	چو سعدیؒ وفا زاں بتِ سنگدل
چین اور چگل کے رائے صاحبان لالچ میں تھے		سعدی کی طرح اس سنگدل بت کی وفا کے

(۱) نیستے: نہ ہوتا۔ سعی جاسوس گوش: کان کے جاسوس کی کوشش۔ کے رسیدے: کب پہنچتی۔ سلطانِ ہوش: ہوش کا بادشاہ۔ (۲) مرا: مجھ کو۔ لفظِ شیریں: میٹھی بات۔ خوانندہ: پڑھی جانے والی۔ داد: اس نے دی۔ ترا: تجھ کو۔ سمع: کان۔ دراک: سمجھ رکھنے والے۔ دانندہ: جاننے والے (۳) مدام: ہمیشہ۔ ایں دو: یہ دونوں۔ چوں: مثل۔ حاجباں: دربان۔ بردر: دروازے پر۔ اند: ہیں (۴) چہ اندیشی: کیا سوچتا ہے تو۔ از خود: اپنے متعلق فعلم: میرا فعل۔ نکوست: اچھا ہے۔ ازاں در: اس طرف۔ نگہ کن: نظر کر۔ توفیق اوست: اس کی توفیق ہے۔ (۵) برد: لے جاتا ہے۔ بوستاں باں: باغبان۔ بایوانِ شاہ: شاہی محل میں۔ ثمر: پھل۔ ہم: بھی۔ بستانِ شاہ: شاہ کا باغ۔

(۶) ہندوستان: ایشیا کا ایک بڑا ملک جس کی اکثر آبادی بُت پرست ہے اور وہ ایران کے جنوب مشرق میں واقع ہے ضلالت: گمراہی۔ بت پرستاں: بتوں کے پجاری۔ (۷) بتے: ایک بُت۔ دیدم: میں نے دیکھا۔ عاج: ہاتھی دانت۔ سومنات: جوناگڑھ میں ایک بُت خانہ تھا جسے محمودؒ غزنوئیؒ نے تباہ کر دیا تھا۔ اب ہندوستانی حکومت نے اسے دوبارہ تعمیر کرایا ہے۔ (۸) چناں: ایسا۔ صورتش: اس کی صورت۔ بستہ: باندھی۔ تمثال گر: مُورتی بنانے والا۔ نہ بندد: نہیں بنا سکتا۔ ازآں: اس سے۔ خوبتر: زیادہ خوبصورت۔ (۹) زہر ناحیت: ہر طرف سے۔ کارواں ہا: قافلے۔ رواں: جاری۔ بدیدار آں: اس کے دیدار کے لیے صورتِ بے رواں: بے جان صورت۔ (۱۰) طمع کردہ: طمع کیے ہوئے۔ رایان: جمع رائے جو راجپوت کا مخفف ہے۔ چین: مشرق بعید کا ایک بڑا ملک جس کی آبادی دنیا میں سب سے زیادہ ہے اور اکثریت کمیونزم پہ ایمان رکھتی ہے۔ چگل: خراسان کا ایک علاقہ۔ چو: مثل۔ سعدی: مصنف۔ زاں: اس سے۔ بُت سنگدل: پتھر دل بُت۔

تشریح: (۱) دماغ کو کان کے ذریعے خبریں وصول ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کان، دماغ کے لیے جاسوسی کرتا ہے۔ (۲) یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ کسی کو خوش الحانی بخشی اور کسی کو فہم و ادراک کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا۔ (۳) زبان اور دل چیڑاسی کی مانند ہیں۔ یہ دونوں ایک بادشاہ سے دوسرے بادشاہ تک پیغام رسانی کا کام کرتے ہیں۔ (۴) انسان کو اپنے نیک اعمال پر نازاں نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اعمال صالحہ کا صدور محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے۔ (۵) عبادت گزار کی مثال باغبان جیسی ہے۔ اور عبادت پھلوں کا تحفہ ہے۔ اگر عابد پھلوں کا تحفہ بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں پیش کرتا ہے تو اس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی نوازش ہے۔ (۶) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہدایت و گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ورنہ بڑے بڑے دانشور پتھر کے صنم نہ پوجتے۔ جو یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ خود ساختہ بت معبود نہیں ہوتا۔ (۷) میں (شیخ سعدیؒ) نے بمبئی کے علاقہ سومنات میں دوران سیاحت سومنات نامی بت کی ایسی سجاوٹ دیکھی جیسا کہ دور جاہلیت میں عربوں کے بت "منات" کی ہوتی ہے۔ (۸) بت گر نے سومنات کو اس خوبصورت انداز میں بنایا کہ شاید ایسی خوبصورتی کسی اور میں ممکن نہ ہو۔ (۹) اس بے جان مورتی (سومنات) کا درشن کرنے کے لیے لوگ دور دراز کا سفر طے کر کے وہاں (سومنات۔ بمبئی) پہنچتے تھے۔ (۱۰) مشرق بعید کے ملک چین کے سردار ہوں یا خراسان کے علاقہ چگل کے نواب یہ تمام کے تمام پتھر دل (سومنات) بت سے وفا کے حریص تھے۔

۱ — زباں آوراں رفتہ از ہر مکاں — تضرع کناں پیش آں بے زباں

بڑے زبان آور ہر جگہ سے چل کر — اس بے زبان کے آگے گڑگڑاتے تھے

۲ — فرو ماندم از کشفِ آں ماجرا — کہ حیئے جمادے پرستند چرا

اس ماجرے کے کھولنے سے میں عاجز آ گیا — کہ جان دار، بے جان کو کیوں پوجتا ہے

۳ — مغے را کہ با من سروکار بود — نکو گوئی و ہم حجرہ و یار بود

ایک پجاری جس کا مجھ سے تعلق تھا — بھلی بات کہنے والا اور حجرہ کا شریک اور یار تھا

۴ — بنرمی بپرسیدم اے برہمن — عجب دارم از کارِ ایں بقعہ من

میں نے نرمی سے پوچھا اے برہمن — اس سرزمین کے کارناموں سے مجھے تعجب ہے

۵ — کہ مدہوشِ ایں ناتواں پیکر اند — مقید بچاہِ ضلال اندر اند

کہ اس بے طاقت جسم پر فریفتہ ہیں — گمراہی کے کنویں میں قیدی بنے ہیں

۶ — نہ نیروے دستش نہ رفتارِ پائے — ورش بفگنی برنخیزد ز جائے

نہ اس کے ہاتھ میں طاقت نہ پاؤں میں رفتار — اگر تو اس کو گرا دے وہ جگہ سے اُٹھ نہ سکے

۷ — نہ بینی کہ چشمانش از کہربا ست — وفا جستن از سنگ چشماں خطا ست

تو نے نہیں دیکھا اس کی آنکھیں کہربائی ہیں — تنگ چشموں سے وفا ڈھونڈھنا غلطی ہے

۸ — بریں گفتم آں دوست دشمن گرفت — چوں آتش شد از خشم و در من گرفت

میری اس گفتگو پر اس دوست نے دشمن سمجھا — غصہ سے آگ کی طرح ہو گیا اور مجھ میں لگ گیا

۹ — مغاں را خبر کرد و پیرانِ دیر — ندیدم دراں انجمن روئے خیر

پجاریوں اور بت خانہ کے پیر کو خبر کر دی — میں نے اس انجمن میں بھلائی کا منہ نہ دیکھا

۱۰ — چو آں راہِ کج پیش شاں راست بود — رہِ راست در چشمِ شاں کج نمود

چونکہ ٹیڑھا راستہ ان کے نزدیک سیدھا تھا — ان کی آنکھوں میں سیدھا راستہ ٹیڑھا نظر آیا

(۱) زباں آوراں: زبان لانے والے یعنی ادیب۔ رفتہ: گئے۔ تضرع کناں: زاری کرتے ہوئے۔ پیش آں بے زباں: اس بے زبان کے آگے۔ (۲) فرو ماندم: عاجز رہ گیا میں۔ کشفِ آں ماجرا: اس ماجرے کی تحقیق۔ حیئے: زندہ آدمی۔ جمادے: بے جان۔ پرستند: پوجتا ہے۔ چرا: کیوں۔ (۳) مغے را: ایک بت پرست کو۔ با من: میرے ساتھ۔ سروکار: تعلق۔ بود: تھا۔ نکو گوئی: اچھا بولنے والا۔ ہم حجرہ: ایک حجرہ میں رہنے والا۔ (۴) بنرمی بپرسیدم: میں نے نرمی سے پوچھا۔ عجب دارم: میں تعجب رکھتا ہوں۔ کارِ ایں بقعہ: اس علاقے کا کام۔ من: میں۔ (۵) مدہوشِ ایں ناتواں: اس بے طاقت کے فریفتہ۔ پیکر: جسم۔ اند: ہیں۔ مقید: قید کیا ہوا۔ بچاہِ ضلال: گمراہی کے کنویں میں۔ اند: ہیں۔ (۶) نیروے: طاقت۔ دستش: اس کا ہاتھ۔ رفتارِ پائے: پاؤں کو چلنے کی طاقت۔ ورش: اور اگر اس کو۔ بفگنی: گرا دے تو۔ برنخیزد: نہ اٹھ سکے۔ ز جائے: جگہ سے۔ (۷) نہ بینی: نہیں دیکھتا تو۔ چشمانش: اس کی آنکھیں۔ کہربا: ایک زرد رنگ کا پتھر جسے ہندی میں کپور کہتے ہیں۔ جستن: ڈھونڈنا۔ سنگ چشماں: پتھر کی آنکھ والے۔ خطا ست: غلطی ہے۔ (۸) بریں گفتم: میرے اس کہنے پر۔ دشمن گرفت: مجھ کو دشمن سمجھ لیا۔ چوں: مثل۔ آتش: آگ۔ شد: ہو گیا۔ در من: میرے اندر۔ گرفت: لگ گئی۔ (۹) مغاں: پجاری۔ خبر کرد: خبر کر دی۔ پیرانِ دیر: بت خانے کے پروہت۔ ندیدم: میں نے نہیں دیکھا۔ دراں انجمن: اس انجمن میں۔ روئے خیر: خیر کا چہرہ۔ (۱۰) چو: جب۔ آں راہِ کج: وہ ٹیڑھی راہ۔ پیش شاں: ان کے سامنے۔ راست: سیدھا۔ بود: تھا۔ رہِ راست: سیدھی راہ۔ چشمِ شاں: ان کی آنکھ۔ کج: ٹیڑھی۔ نمود: دکھائی دی۔

تشریح: (۱) نامور اور منجھے ہوئے ادیب و مقرر اپنی زبان دانی کے باوجود اس بے زبان بت (سومنات) کے سامنے آہ و فغاں کرتے تھے۔ (۲) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) یہ تحقیق درکار تھی کہ جاندار، ذی شعور اور صاحب عقل لوگ اک بے جان لاشعور مجسمہ کی پوجا کیوں کرتے ہیں۔ (۳) ایک ایسا بت پرست (مہنت) میرا دوست، ایک ہی کمرے میں میرے ساتھ رہتا تھا جو کہ میرا ہمنشیں تھا۔ (۴) میں (شیخ سعدیؒ) نے انتہائی نرم لہجے سے اپنے برہمن دوست سے پوچھا کہ اس علاقے کے رسم و رواج بڑے تعجب خیز ہیں۔ (۵) میں (شیخ سعدیؒ) حیرت زدہ ہوں کہ تمام دانشمند اور دانشور اس بے جان و بے شعور مجسمے (سومنات) پہ فریفتہ کیوں ہیں۔ یہ تو بہت بڑی گمراہی ہے۔ (۶) اس (سومنات کے بت) میں گرفت کرنے، چلنے پھرنے کی سکت نہیں۔ اگر کوئی شخص اسے گرا دے تو اس میں خود اٹھ کر کھڑا ہونے کی قوت نہیں۔ (۷) جس کی زرد رنگ پتھر کہربا کی آنکھیں ہوں، اس سے وفا تلاش کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ (۸) میری (شیخ سعدیؒ کی) یہ باتیں سن کر میرا دوست ایسا غضبناک ہوا کہ وہ میری جان کا دشمن بن گیا۔ (۹) چنانچہ اس (برہمن) نے سومنات میں موجود تمام پجاریوں اور پروہتوں کو میرے خلاف خبر دے دی۔ اور مجھے ہر طرف خطرہ ہی خطرہ محسوس ہونے لگا۔ (۱۰) جب ان لوگوں کے نزدیک گمراہی سیدھی راہ تھی تو میرا راہ راست پر ہونا ان کے نزدیک کسی گمراہی سے کم نہ تھا۔

مصرع اول	#	مصرع دوم
کہ مرد ارچہ دانا و صاحبدل است	۱	بہ نزدیکِ بے دانشاں جاہل است
کیونکہ انسان اگرچہ عقل مند اور صاحبدل ہو		بے عقلوں کے نزدیک جاہل ہے
فروماندم از چارہ، ہمچوں غریق	۲	بروں از مدارا نہ دیدم طریق
ڈوبنے والے کی طرح میں بھی تدبیر سے عاجز ہو گیا		میں نے خاطر تواضع کے علاوہ کوئی راستہ نہ دیکھا
چو بینی کہ جاہل بہ کیں اندر است	۳	سلامت بہ تسلیم و لین اندر است
جب تو یہ دیکھے کہ جاہل کینہ میں مبتلا ہے		سلامتی، مان لینے اور نرمی میں ہے
مہیں برہمن را ستودم بلند	۴	کہ اے پیر تفسیر استا و ژند
بڑے برہمن کی میں نے بہت تعریف کی		کہ اے استا اور ژند کی تفسیر کے پیر
مرا نیز با نقش ایں بت خوش است	۵	کہ شکلے خوش و صورتے دلکش است
مجھے بھی اس بت کے نقش کے ساتھ خوش اعتقادی ہے		اس لیے کہ عمدہ شکل اور دل کش صورت ہے
بدیع آیدم صورتش در نظر	۶	ولیکن ز معنیٰ ندارم خبر
میری نگاہ میں اس کی صورت نادر معلوم ہوتی ہے		لیکن مجھے حقیقت کا پتہ نہیں ہے
کہ سالوکِ ایں منزلم عنقریب	۷	بد از نیک نادر شناسد غریب
اس لیے کہ میں ابھی ابھی اس رستہ کا سالک بنا ہوں		مسافر بد اور نیک میں کم تمیز کرتا ہے
تو دانی کہ فرزین ایں رقعۂ	۸	نصیحت گر شاہِ ایں بقعۂ
تُو تو سمجھتا ہے کیونکہ اس بساط کا فرزین ہے		اس زمین کے بادشاہ کا مخلص ہے
عبادت بہ تقلید گمراہی است	۹	خنک رہروے را کہ آگاہی است
کہ دیکھا دیکھی کی عبادت گمراہی ہے		ٹھنڈک اسی مسافر کو ہے جو باخبر ہے
چہ معنی است در صورتِ ایں صنم	۱۰	کہ اول پرستندگانش منم
اس بت کی صورت میں کیا حقیقت ہے		تاکہ میں سب سے پہلے عبادت گزاروں میں ہوں

(۱) ارچہ: اگرچہ۔ دانا: عقلمند۔ صاحبدل، دل والا۔ است: ہے۔ بے دانشاں، بے سمجھ لوگ۔ جاہل، ان پڑھ۔
(۲) فرو ماندم: عاجز رہا میں۔ چارہ: علاج۔ ہمچوں غریق: ڈوبنے والے کی طرح۔ بروں: باہر۔ مدارا، چاپلوسی۔ نہ دیدم: نہیں دیکھا میں نے۔ طریق، راستہ۔
(۳) چو بینی: جب تو دیکھے۔ جاہل، ان پڑھ۔ بہ کیں: کینے میں۔ ست: ہے۔ سلامت، سلامتی۔ تسلیم، مان لینا۔ لین، نرمی۔ (۴) مہیں، بڑا۔ برہمن، ہندوؤں کی ایک قوم جو اعلیٰ تسلیم کی گئی ہے۔ ستودم، میں نے تعریف کی۔ پیر تفسیر، تفسیر کے پیر۔ استا و ژند: ژند ایک کتاب ہے جو زرتشت کی لکھی ہوئی ہے اور استا اسکی شرح ہے۔ گویا شرح اور متن دونوں کے ماہر۔ (۵) مرا: مجھ کو۔ نیز: بھی۔ نقش ایں بت: اس بت کا نقش۔ خوش است، اچھا لگتا ہے۔ شکلے خوش، خوبصورت۔ دلکش، دل کو کھینچنے والی۔ است، ہے۔ (۶) بدیع: عجیب۔ آیدم: آئی مجھ کو۔ صورتش، اس کی صورت۔ معنیٰ: حقیقت۔ ندارم: نہیں رکھتا میں۔ (۷) سالوکِ ایں منزلم: میں اس منزل کا سالک ہوں یعنی مسافر ہوں۔ عنقریب: نیا۔ نیا آیا، برا۔ نادر، کم۔ شناسد، پہچانتا ہے۔ غریب: مسافر۔ (۸) دانی، تو جانتا ہے۔ فرزین، شطرنج کا مہرہ جسے وزیر بھی کہتے ہیں۔ نصیحت گر، نصیحت کرنے والا۔ شاہِ ایں بقعۂ: اس علاقے کا بادشاہ۔ (۹) تقلید، دیکھا دیکھی پیروی کرنا۔ خنک: مبارک۔ رہروے کہ، جو مسافر کہ۔ آگاہی، خبرداری۔ (۱۰) چہ معنی، کیا حقیقت ہے۔ ایں صنم، یہ بت۔ اول، پہلا۔ پرستندگانش، اسکے پوجنے والے۔ منم: میں ہوں۔

تشریح: (۱) انسان کتنا ہی بڑا عالم اور باشعور کیوں نہ ہو۔ حماقت پسند لوگوں کی نظروں میں وہ جاہل ہی ہوتا ہے۔
(۲) میری (شیخ سعدیؒ کی) کیفیت ڈوبتے کو تنکے کا سہارا جیسی تھی۔ اس لیے میں (شیخ سعدیؒ) نے چاپلوسی کے ذریعے نجات حاصل کرنے میں عافیت سمجھی۔ (۳) جب کینہ ور جاہل کو غصے وہٹ دھرمی کی حالت میں دیکھو تو اس کی ہٹ دھرمی کو تسلیم کرتے ہوئے اور نرم رویہ اختیار کر کے خلاصی حاصل کر لینی چاہیئے۔ (۴) چنانچہ میں نے (شیخ سعدیؒ) نے بڑے برہمن کو ژند و استا (زرتشت کی لکھی کتاب ژند اور استا شرح) یعنی متن و شرح کا ماہر قرار دیتے ہوئے تعریف کے پُل باندھ دیئے۔ (۵) یہ بت (سومنات) اپنے نقش و نگار کے اعتبار سے بہت ہی دلکش اور بھلا لگتا ہے۔ میں اس سے بداعتقادی نہیں رکھتا۔ (۶) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) اس کی دلکشی خوب اور عجب سی لگتی ہے۔ لیکن مجھے اس کی حقیقت کا علم نہیں۔
(۷) چونکہ میں (شیخ سعدیؒ) اس راہ کا نیا مسافر ہوں۔ اور مسافر لوگ نئے سفر کی اونچ نیچ سے بہت ہی کم واقفیت رکھتا ہے۔
(۸) میرا مقصد یہ تھا کہ تو (ہمنشین دوست) ہندو معاشرے کے اصول و قواعد اُن میں مہارت رکھنے والے پروہت اور بُت خانے کے طریقۂ کار کو بخوبی جانتا ہے۔ (۹) محض عبادت بہ تقلید (دیکھا دیکھی کی عبادت) راستی پر مبنی نہیں۔ بلکہ مبارک و عقلمند مسافر وہ ہے جو عبادت کی ہر نوک پلک سے خبردار ہو۔ (۱۰) اگر مجھے (شیخ سعدیؒ کو) یہ معلوم ہو جائے کہ اس (سومنات) کی کیا خوبی ہے تو سب سے پہلا پجاری میں ہوں گا۔

نمبر	مصرع اول	ترجمہ	مصرع دوم	ترجمہ
۱	برہمن زشادی برافروخت روئے	برہمن کا خوشی سے منہ چمک اٹھا	پسندید وگفت اے پسندیدہ گوئی	اس نے بات پسند کی اور کہا اے اچھا بولنے والے
۲	سوالت صوابست وفعلت جمیل	تیرا سوال ٹھیک ہے اور تیرا کام عمدہ ہے	بمنزل رسد ہرکہ جوید دلیل	جو شخص دلیل کا متلاشی ہوتا ہے وہ مقصد تک پہنچ جاتا ہے
۳	بسے چوں تو گردیدم اندر سفر	تیری طرح میں بھی سفر میں بہت گھوما ہوں	بتاں دیدم از خویشتن بے خبر	بتوں کو اپنے آپ سے بے خبر دیکھا ہے
۴	جزایں بت کہ ہر صبح ازیں جاکہ ہست	اس بُت کے علاوہ، اسلئے کہ ہر صبح جہاں وہ ہے وہاں سے	برارد بہ یزداں داداردست	منصف خدا کے سامنے ہاتھ اٹھاتا ہے
۵	وگر خواہی امشب ہمیں جاباش	اگر تو چاہتا ہے آج رات تو بھی اس جگہ ٹھہرجا	کہ فردا شود سرایں برتو فاش	کیونکہ کل کو تیرے اوپر یہ راز کُھل جائے گا
۶	شب آں جا بودم بفرمان پیر	پیر کے حکم پر میں رات کو وہاں رہا	چو بیژن بہ چاہِ بلا در اسیر	جیسا بیژن مصیبت کے کنوئیں میں قیدی
۷	شبے ہمچو روزِ قیامت دراز	وہ رات قیامت کے دن کی طرح لمبی تھی	مغاں گردمن بے وضو درنماز	پجاری میرے چاروں طرف بلا وضو نماز میں تھے
۸	کشیشان ہرگز نیازردہ آب	وہ برہمن جنہوں نے پانی کو کبھی تکلیف نہ دی تھی	بغلہا چو مُردار در آفتاب	ان کی بغلیں ایسی تھیں جیسے سورج میں مردہ
۹	مگر کردہ بودم گناہِ عظیم	شاید میں نے کوئی بڑا گناہ کیا تھا	کہ بردم دراں شب عذاب الیم	اس لیئے میں نے اس رات بڑا عذاب اٹھایا
۱۰	ہمہ شب دریں قید غم مبتلا	تمام رات اسی غم کی قید میں پھنسا رہا	یکم دست بردل یکے بردعا	ایک ہاتھ دل پر تھا ایک دُعا میں

(۱) شادی، خوشی۔ برافروخت، روشن ہوگیا۔ روئے، چہرہ۔ پسندید، اس نے پسند کی۔ گفت، کہا۔ پسندیدہ گو، پسند کی بات کہنے والے۔ (۲) صوابست، درست ہے فعلت، تیرا فعل۔ جمیل، اچھا۔ بمنزل، منزل پر۔ رسد، پہنچ جاتا ہے۔ ہرکہ، جو کوئی کہ۔ جوید، ڈھونڈنے۔ دلیل، رہنما۔ (۳) بسے، بہت۔ چوں تو، تیری طرح۔ گردیدم، گھوما ہوں میں۔ بتاں دیدم، بت دیکھے میں نے۔ ازخویشتن، اپنے آپ سے۔ (۴) جزایں بت، سوائے اس بت کے۔ ازیں جاکہ ہست، جہاں کہ ہے۔ برارد، لاتا ہے۔ یزداں دادر، انصاف کرنے والا خدا۔ دست، ہاتھ (۵) دگر، اور اگر۔ خواہی، تو چاہے۔ امشب، آج رات ہمیں جا، اسی جگہ۔ بباش، رہ جا۔ فردا، کل آئندہ۔ شود، ہوویگا۔ سرایں، اس کا راز۔ برتو، تیرے اوپر۔ فاش، ظاہر۔ (۶) شب، رات۔ آں جا، وہاں۔ بودم، رہا میں بفرمان پیر، بوڑھے کے حکم سے۔ چو، مثل۔ بیژن، ایران کا ایک شہزادہ جسے افراسیاب نے کنوئیں میں قید کردیا تھا۔ چاہ بلا، مصیبت کا کنواں۔ اسیر، قیدی۔ (۷) شبے، ایک رات۔ ہمچو، مثل۔ روز قیامت، قیامت کا دن۔ دراز، لمبی۔ مغاں، پجاری۔ گردمن، میرے اردگرد۔ (۸) کشیشاں، اصل اس کی قیسلاں ہے، برہمنوں کے سردار مراد بڑے مہنت۔ نیازردہ، نہ ستائے ہوئے۔ آب، پانی۔ بغلہا، بغلیں۔ چو، مثل۔ آفتاب، دھوپ۔ (۹) مگر، شاید۔ کردہ بودم، کیا تھا میں نے۔ عظیم، بڑا (۱۰) ہمہ شب، ساری رات۔ دریں قید غم، اس غم کی قید میں۔ مبتلا، پڑا ہوا۔ یکم دست، میرا ایک ہاتھ۔ یکے، ایک

تشریح: (۱) شیخ سعدیؒ کی یہ باتیں سن کر سومنات کے بڑے پروہت کا دل خوشی سے اچھل اٹھا اور میری (شیخ سعدیؒ کی) گفتگو کو پسند کرتے ہوئے مجھے خوش گفتار سے ملقب کیا۔ (۲) تیرے (شیخ سعدیؒ کے) سوال میں بڑی صداقت اور عمدگی محسوس ہو رہی ہے۔ جو راہی کسی منجھے ہوئے کو رہبر بنا لے تو وہ بہت جلد اپنی منزل کو پالیتا ہے۔ (۳) میں (پروہت) نے بھی تیری طرح بڑی سیاحت کی ہے۔ بھانت بھانت کے بتوں کو دیکھا ہے۔ لیکن انہیں بے خبر پایا۔ اور جو حقیقت اس بت میں ہے۔ وہ دوسروں میں نہیں۔ (۴) اس بت (سومنات) میں غیر معمولی بات اور ظاہری و باطنی کرامت نے مجھے اس کی بزرگی کا قائل کردیا ہے۔ (۵) اگر تجھے (شیخ سعدیؒ کو) اس کی کرامت دیکھنا درکار ہے تو صبح کے وقت خود ہی مشاہدہ کرلینا۔
(۶) پروہت (بت خانے کا سربراہ) کے کہنے پر میں (شیخ سعدیؒ) رستم بھانجے کی طرح انتہائی خوف و گھبراہٹ کے عالم میں وہاں (بت خانے میں) رات بسر کی۔ (۷) وہ رات میرے (شیخ سعدیؒ) لیئے شب قیامت کی طرح طویل تھی۔ اور بت پرست اپنے طریقہ کار کے مطابق پوجا پاٹ میں مصروف تھے۔
(۸) وہاں (بت خانے میں) بڑے مہنت (برہمنوں کا سربراہ) ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے کبھی پانی کو چھوا تک نہیں تھا۔ ان کی بغلوں سے مُردار جیسی بدبو اُٹھ رہی تھی۔ (۹) شاید مجھے (شیخ سعدیؒ) کسی گناہ کی سزا بھگتنا پڑ رہی تھی کہ یہ رات (بت خانے میں گزاری گئی) میرے لیئے کسی المناک عذاب سے کم نہ تھی۔
(۱۰) میری (شیخ سعدیؒ کی) تمام رات غمزدگی میں گزری۔ کبھی بے قراری کے عالم میں دل پر ہاتھ رکھتا اور کبھی اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہو کر دعا کرتا تھا۔

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
کہ ناگاہ دہل زن فرد کوفت کوس	۱	بخواند از قفا برہمن چو خروس
کہ اچانک نقارچی نے نقارہ پیٹ دیا		مرغ نے برہمن کی موت کا اعلان کردیا
خطیب سیہ پوش شب بے خلاف	۲	برآورد شمشیر روز از غلاف
رات کے سیاہ پوش خطیب نے بلا کسی اختلاف کے		دن کی تلوار میان سے سونت لی
فتاد آتش صبح در سوختہ	۳	بیک دم جہانے شد افروختہ
سوختے میں صبح کی آگ لگ گئی		ایک دم سے پوری دنیا روشن ہوگئی
تو گفتی کہ در خطۂ زنگ بار	۴	زیک گوشہ ناگہ آمد تتار
تو یہ کہے گا کہ زنجبار کے خطہ میں		اچانک تاتاری ایک گوشہ سے گھس آئے ہیں
مغان تبہ رائے ناشستہ روئے	۵	بدیر آمدند از در و دشت و کوئے
بے عقل پجاری بغیر منہ دھوئے		دروازے اور جنگل اور کوچہ سے بت خانہ میں آگئے
کس از مرد در شہر و برزن نماند	۶	دراں بت کدہ جائے ارزن نماند
انسانوں میں سے کوئی شخص شہر اور کوچہ میں نہ رہا		اس بت خانہ میں سوئی دھرنے کی جگہ نہ رہی
من از غصہ رنجور و از خواب مست	۷	کہ ناگاہ تماثیل برداشت دست
میں غصہ سے رنجیدہ اور نیند سے متوالا		کہ اچانک بت نے ہاتھ اٹھا دیئے
بیک بار ازیں ہا برآمد خروش	۸	تو گفتی کہ دریا درآمد بجوش
ایک بارگی ان سے شور پیدا ہوا		تو یہ کہے گا کہ دریا میں جوش آگیا
چوں بت خانہ خالی شد از انجمن	۹	برہمن نگاہ کرد خنداں بمن
جب مجمع سے بت خانہ خالی ہو گیا		برہمن نے ہنستے ہوئے مجھے دیکھا
کہ دانم ترا پیش مشکل نماند	۱۰	حقیقت عیاں گشت و باطل نماند
کہ میں سمجھتا ہوں اب تیرے سامنے مشکل نہیں رہی		حقیقت کھل گئی ہے اور باطل ختم ہوگیا ہے

(۱) ناگاہ: اچانک۔ دہل زن، ڈھول بجانے والا۔ فرد کوفت، کوٹ دیا۔ کوس، نقارہ۔ بخواند، پکارا۔ قفا: پیچھا یا گدی۔ چو خروس: مثل مرغے کے۔ (۲) خطیب، خطبہ دینے والا۔ سیہ پوش، کالے کپڑے پہننے والا۔ بے خلاف: بغیر اختلاف کے۔ برآورد: نکال لی۔ شمشیر روز: دن کی تلوار۔ غلاف، نیام۔ (۳) فتاد: پڑ گئی۔ آتش صبح، صبح کی آگ۔ سوختہ: گھاس پھونس۔ شد افروختہ، روشن ہو گیا۔ (۴) تو گفتی: تو کہے۔ خطۂ زنگبار، زنجی بار کا علاقہ۔ یہ حبشیوں کا ایک جزیرہ ہے۔ زیک گوشہ، ایک کونے سے۔ ناگہ آمد: اچانک آگھسے۔ تتار: تاتاری چنگیز خان کی قوم۔ (۵) مغاں، جمع مغ۔ تبہ رائے، خراب رائے والے۔ ناشستہ رو: منہ دھوئے بغیر۔ بدیر، بت خانہ میں۔ آمدند: آگئے۔ در، دروازہ۔ دشت، جنگل۔ کوئے، کوچہ۔ (۶) کس: کوئی شخص۔ برزن کوچہ، محلہ۔ نماند: نہ رہا۔ دراں بت کدہ: اس بت خانہ میں۔ جائے ارزن، چینا رکھنے کی جگہ۔ (۷) من، میں۔ رنجور، غمگین۔ خواب: نیند۔ ناگاہ: اچانک۔ تماثیل، جمع تمثال مورتی۔ برداشت: اٹھایا۔ دست: ہاتھ۔ (۸) بیک بار، ایکدم ازیں ہا، ان سے۔ برآمد، آیا۔ تو گفتی، تونے کہا۔ درآمد، آیا۔ بجوش، جوش میں۔ (۹) چوں: جب۔ خالی شد، خالی ہوگیا۔ انجمن، لوگوں کی بھیڑ۔ نگاہ کرد، نظر کی۔ خنداں: ہنستے ہوئے۔ بمن، میری طرف۔ (۱۰) دانم: میں جانتا ہوں۔ ترا پیش، تیرے سامنے۔ نماند، نہیں رہی عیاں گشت: ظاہر ہو گئی۔ باطل نماند: باطل نہ رہا۔

تشریح: (۱) اسی تفکر میں صبح کا نقارہ بجنے لگا۔ اور ساتھ ہی برہمنوں کے آوازے بلند ہوئے جو مرغ کی ککڑ کوں جیسے محسوس ہوتے تھے۔
(۲) دن کے تیغ (تلوار) بردار سورج نے رات کی سیاہی کو کافور کر دیا۔ یعنی رات گزر گئی اور دن کی روشنی چمکنے لگی۔
(۳) سورج کی شعاعوں نے رات کی تاریکی کو خاکستر کر دیا۔ جس کی وجہ سے رات کا اندھیرا چھٹ گیا۔
(۴) دیکھنے سے یوں لگتا تھا جیسے حبشیوں کے جزیرے زنجبار میں اچانک چنگیز خان کے سفید فام لشکری ٹوٹ پڑے ہیں۔ (یہاں حبشی سے رات اور تتار سے دن مُراد ہے) (۵) عقل و خرد اور طہارت سے قاصر پجاری ہر طرف سے طہارت و غسل اور وضو کے بغیر ہی بُت خانے میں اُمڈ آئے۔
(۶) کوئی شہر و محلّہ اور کوچہ ایسا نہ تھا جہاں سے لوگ پوجا پاٹ کی غرض سے اِس بُت کدے میں نہ پہنچے ہوں۔ حتّیٰ کہ تل دھرنے کے برابر جگہ نہ رہی۔
(۷) میں (شیخ سعدیؒ) رت جگے اور غصّہ کی وجہ سے بے حال تھا کہ اسی دوران یکلخت سومنات نامی بُت نے دُعا کے لیئے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔
(۸) جونہی اُس (سومنات کے بُت) نے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں میں جوش اور جذبات کا ایسا غلغلہ اٹھا جیسے دریا کی موجوں میں تلاطم آجاتا ہے۔
(۹) جب لوگوں کا طوفان ختم گیا۔ (یعنی بُت خانہ سے تمام لوگ چلے گئے) تو اسی اثناء میں پروہت نے میری (شیخ سعدیؒ کی) طرف معنی خیز انداز میں دیکھا۔ (۱۰) میرے (پروہت کے) خیال میں حقیقت عیاں ہو چکی ہے اور اُس (سومنات) کی پوجا پاٹ کے بارے میں تمام شکوک و شبہات دُور ہو چکے ہوں گے۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱	چو دیدم کہ جہل اندرو محکم است	خیال محال اندرو مدغم است
	جب میں نے دیکھا کہ اس میں نادانی پکی ہے	ایک ناممکن خیال اس میں گھسا ہوا ہے
۲	نیارستم از حق دگر ہیچ گفت	کہ حق ز اہل باطل بباید نہفت
	میں پھر کوئی صحیح بات نہ کہہ سکا	کیونکہ صحیح بات اہل باطل سے چھپانی چاہیئے
۳	چو بینی زبردست را زیردست	نہ مردی بود پنجۂ خود شکست
	جب تو اپنے آپ کو زبردست کے مقابلہ میں زیردست دیکھے	اپنا پنجہ توڑنا بہادری نہیں ہے
۴	زمانے بسالوس گریاں شدم	کہ من زانچہ گفتم پشیماں شدم
	تھوڑی دیر کے لیئے مکاری سے رو پڑا	کہ میں اس بات سے شرمندہ ہوں جو میں نے کہی تھی
۵	بگریہ دل کافراں کرد میل	عجب نیست سنگ ار بگردد بسیل
	رونے سے کافروں کا دل جھکا	اگر پتھر بہاؤ سے گھوم جائے تو تعجب کی بات نہیں ہے
۶	دویدند خدمت کناں سوئے من	بعزت گرفتند بازوئے من
	خدمت کے لیئے میری طرف دوڑ پڑے	عزت سے میرا بازو تھاما
۷	شدم عذر گویاں بر شخص عاج	بکرسی زرکوفت بر تخت ساج
	میں ہاتھی دانت کے جسم کے پاس عذر خواہ ہوں	جو سونے کے پتروں جڑی کرسی اور سال کے تخت پر تھا
۸	بتک را یکے بوسہ دادم بدست	کہ لعنت بر و باد و بر بت پرست
	میں نے ایسے بُت کی دست بوسی کی	کہ اس پر اور اس کے پجاری پر خدا کی پھٹکار ہو
۹	بتقلید کافر شدم روز چند	برہمن شدم در مقالاتِ ژند
	دیکھا دیکھی میں بھی چند دن کے لیئے کافر بن گیا	ژند کے منتروں میں برہمن بن گیا
۱۰	چو دیدم کہ در دیر گشتم امیں	نہ گنجیدم از خرمی در زمیں
	میں نے جب دیکھا کہ بت خانہ میں اعتبار والا بن گیا ہوں	میں خوشی سے زمین میں نہ سمایا

(۱) چو دیدم: جب میں نے دیکھا۔ جہل: جہالت۔ اندرو: اس کے اندر۔ محکم ست: مضبوط ہے۔ محال: ناممکن۔ مدغم: ملا ہوا۔ است: ہے۔ (۲) نیارستم: نہ طاقت رکھی میں نے۔ دگر: پھر۔ ہیچ گفت: کچھ کہنے کی۔ اہل باطل: ناحق والے۔ بباید نہفت: چھپانا چاہیئے۔ (۳) چو بینی: جب تو دیکھے۔ زبردست: طاقت ور۔ زیردست: کمزور۔ نہ مردی بود: بہادری نہ ہووے۔ پنجۂ خود: اپنا پنجہ۔ شکست: لڑانا۔ (۴) زمانے: کچھ دیر۔ بسالوس: مکر سے۔ گریاں شدم: رونے والا ہو گیا۔ من: میں۔ زاں چہ گفتم: جو کچھ میں نے کہا اس سے۔ پشیماں: شرمندہ۔ (۵) بگریہ: رونے سے۔ دل کافراں: کافروں کا دل۔ کرد میل: رغبت کی یا جھک گیا۔ عجب نیست: تعجب نہیں ہے۔ سنگ: پتھر۔ ار: اگر۔ بگردد: بدل جائے۔ بسیل: سیلاب سے۔ (۶) دویدند: وہ دوڑے۔ خدمت کناں: خدمت کرنے والے۔ سوئے من: میری طرف۔ گرفتند: پکڑا انہوں نے۔ بازوئے من: میرا بازو۔ (۷) شدم: گیا میں۔ عذر گویاں: عذر بیان کرنے والا۔ بر شخص عاج: ہاتھی دانت کے مجسمے پر۔ بکرسی زرکوفت: سونا مڑھی ہوئی کرسی۔ تخت ساج: ساگوان کا تخت۔ (۸) بتک: ذلیل بُت۔ یکے: ایک۔ دادم: دیا میں نے۔ بدست: ہاتھ پر۔ برو: اس پر۔ باد: ہووے۔ بر بُت پرست: بُت پوجنے والے پر۔ (۹) بتقلید: دیکھا دیکھی سے۔ کافر شدم: کافر ہو گیا میں۔ مقالاتِ ژند: ژند کے مضامین۔ (۱۰) چو دیدم: جب میں نے دیکھا۔ دیر: بُت خانہ۔ گشتم امیں: امانتدار ہو گیا ہوں۔ نہ گنجیدم: نہ سمایا میں۔ خرمی: خوشی۔

تشریح: (۱) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) پختہ یقین ہو گیا کہ اس (پروہت) میں کفر و جہالت کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ پیوست ہو چکی ہیں۔
(۲) چنانچہ میں (شیخ سعدیؒ) نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس باطل پرست (برہمن قوم) کے سامنے حق پیش کرنا خود حق و اہلِ حق کی ذلت ہے۔
(۳) جب مقابلے میں طاقتور فریق ہو تو اس سے مقابلہ کر کے اپنی مرمت (ٹھکائی) کا بندوبست خود اپنے ہاتھوں سے نہیں کرنا چاہیئے۔
(۴) میں (شیخ سعدیؒ) مکر و حیلہ کے طور پر رونے لگا۔ اور یہ باور کیا کہ میں اپنے کہے اور کیئے پر انتہائی پشیمان ہوں۔
(۵) کافر لوگ میرے (شیخ سعدیؒ) رونے سے ایسے متاثر ہوئے کہ ان کا دل نرم ہو گیا۔ اگر سیلاب کی قوت سے پتھر الٹ پلٹ ہو جائے تو تعجب خیز بات نہیں۔ (۶) وہ لوگ (بُت خانے کے مستقل کارندے و باشندے) میرے اعزاز و اکرام کی خاطر میری طرف لپکے اور مجھے (شیخ سعدیؒ کو) تھام لیا۔
(۷) میں (شیخ سعدیؒ) بغرض معذرت ہاتھی دانت کے بنے ہوئے بُت (سومنات) کے پاس گیا۔ جو سونے اور ساگوان (لکڑی کا نام) کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ (۸) میں (شیخ سعدیؒ) نے مکر و حیلہ سے ذلت مآب بُت (سومنات) کا ہاتھ چوما۔ یہ یقینی بات ہے کہ اس (سومنات) کے اصل پجاری لعنت کا استحقاق رکھتے ہیں۔ (۹) چند روز میں (شیخ سعدیؒ) نے بظاہر کفر کا لبادہ اوڑھ لیا اور ژند (زرتشت کی لکھی ہوئی کتاب) کے منتر جپنے لگا۔
(۱۰) میری (شیخ سعدیؒ) ظاہری کارروائیوں اور صورتحال کے پیشِ نظر تمام پروہت اعتماد کرنے لگے۔ اور میں خوشی سے پھولے نہ سمایا۔

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ دوم
۱	در دیر محکم بہ بستم شبے	دویدم چپ و راست چوں عقربے
	ایک رات میں نے مضبوطی سے بُت خانہ کا دروازہ بند کیا	بچھو کی طرح دائیں اور بائیں دوڑا
۲	نگہ کردم از زیر تخت و زبر	یکے پردہ دیدم مکلّل بہ زر
	میں نے تخت کے نیچے اور اوپر نظر ڈالی	میں نے زردوزی کا ایک پردہ دیکھا
۳	پس پردہ مطرانے آذر پرست	مجاور سرِ ریسمانے بدست
	پردہ کے پیچھے ایک آتش پرست پنڈا	رسی کا سرا ہاتھ میں لیئے بیٹھا ہے
۴	بہ فورم ازاں حال معلوم شد	چو داؤد کاہن برو موم شد
	مجھے فوراً ہی حال معلوم ہو گیا	جیسا کہ حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہا موم ہو گیا تھا
۵	کہ ناچار چو درکشد ریسماں	برآرد صنم دست فریاد خواں
	کہ لا محالہ جب وہ رسّی کھینچتا ہے	بُت دُعا کا ہاتھ اٹھا دیتا ہے
۶	برہمن شد از روئے من شرمسار	کہ شنعت بود بخیہ بر روئے کار
	برہمن مجھے دیکھ کر شرمندہ ہو گیا	کیونکہ عیب کھل جانا بدنامی ہے
۷	بتازید و من در پیش تاختم	نگونش بچاہے در انداختم
	وہ بھاگا اور میں اس کے پیچھے دوڑا	میں نے اس کو ایک کنوئیں میں اوندھا گرا دیا
۸	کہ دانستم ار زندہ آں برہمن	بماند کند سعی در خون من
	اس لیئے کہ میں سمجھتا تھا کہ اگر وہ برہمن	زندہ بچ گیا تو میرے قتل کی کوشش کرے گا
۹	پسندد کہ از من برآید دمار	مبادا کہ رازش کنم آشکار
	وہ چاہے گا کہ مجھے ہلاک کر دے	تاکہ میں اس کا راز ظاہر نہ کر سکوں
۱۰	چو از کارِ مفسد خبر یافتی	دمارش برآور چو دریافتی
	جب تجھے کسی مفسد کے کارنامے کا پتہ لگ جائے	جب تو قابو پا جائے تو اس کو ختم کرے

(۱) در دیر: بُت خانے کا دروازہ۔ محکم: مضبوط۔ بہ بستم: بند کیا میں نے۔ شبے: ایک رات۔ دویدم: دوڑا میں۔ چپ و راست: بائیں اور دائیں۔ چوں: مثل۔ عقربے: بچھو۔ (۲) نگہ کردم: دیکھا میں نے۔ مکلّل: پالش کیا ہوا۔ بہ زر: سونے سے۔ زیر تخت: تخت کے نیچے۔ زبر: اوپر۔ یکے: ایک۔ دیدم: دیکھا میں نے۔ (۳) پس پردہ: پردہ کے پیچھے۔ مطرانے: بڑا پروہت۔ آذر پرست: آگ پوجنے والا۔ مجاور: پاس بیٹھنے والا۔ سر ریسمانے: ایک رسی کا سرا۔ بدست: ہاتھ میں۔ (۴) بہ فورم: جلدی مجھ کو۔ ازاں حال: اس حالت سے۔ معلوم شد: معلوم ہو گیا۔ چو: مثل۔ داؤد علیہ السلام: ایک مشہور پیغمبر جن کے ہاتھ میں معجزانہ طور پر لوہا موم ہو جاتا تھا۔ کاہن: کہ لوہا۔ برو: اس پر۔ شد: ہو گیا۔ (۵) ناچار: لازماً۔ چو: جب۔ درکشد: کھینچتا ہے۔ ریسماں: رسّی۔ برآرد: نکالتا ہے۔ صنم: پتھر۔ دست: ہاتھ۔ فریاد خواں: فریاد کرتا ہوا یعنی دُعا کرتا ہوا۔ (۶) شد: ہو گیا۔ از روئے من: میرے چہرے سے۔ شرمسار: شرمندہ۔ شنعت: بدنامی۔ بود: ہووے۔ بخیہ بر روئے کار: اس محاورے کا مطلب ہے ظاہر ہو جانا۔ (۷) بتازید: وہ دوڑا۔ من: میں۔ در پیش: اس کے پیچھے۔ تاختم: دوڑا میں۔ نگونش: الٹا کر کے اس کو۔ بچاہے: ایک کنوئیں میں۔ در انداختم: ڈال دیا میں نے۔ (۸) دانستم: میں نے جان لیا۔ ار: اگر۔ آں: وہ۔ بماند: رہے گا۔ کند: کریگا۔ سعی: کوشش۔ در خون من: میرے خون میں۔ (۹) پسندد: پسند کریگا۔ از من: مجھ سے۔ برآید: نکل آوے۔ دمار: ہلاکت۔ مبادا کہ: مت ہووے کہ۔ رازش: اس کا راز۔ کنم: کروں میں۔ آشکار: ظاہر۔ (۱۰) چو: جب۔ از کار مفسد: فساد پھیلانے والے کے کام سے۔ خبر یافتی: خبر پاوے تو۔ دمارش: اس کی ہلاکت۔ برآور: نکال۔ چو: جب۔ دریافتی: پالیا تو نے۔

تشریح: (۱) ایک دن موقع پاکر میں (شیخ سعدیؒ) نے بُت خانے کے تمام دروازے بند کر کے نہایت چابکدستی کے ساتھ دائیں بائیں دوڑ کر تجسس کرنے لگا۔ (۲) اسی اثنا میں سومنات کے تخت پر اوپر نیچے نظر دوڑائی۔ اور سونے کی کڑھائی پر مشتمل کام کیئے ہوئے پردہ پر نگاہ رُک گئی۔

(۳) پس پردہ ایک آتش پرست پروہت اپنے ہاتھ میں رسّی تھامے ہوئے بیٹھا تھا۔

(۴) یہ منظر دیکھتے ہی سارا معمہ ایسے حل ہو گیا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم اور موم ہو جاتا تھا۔

(۵) یہ معمہ حل ہونے کی صورت یہ تھی کہ جونہی وہ بدقماش رسی کو کھینچتا۔ توں ہی دُعا کے لیئے سومنات کا بُت ہاتھ اٹھا لیتا۔ کرامت کا پس منظر یہی ہے۔

(۶) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) دیکھتے ہی وہ (برہمن) مارے شرمندگی کے پسینے میں شرابور ہو گیا۔ کیونکہ راز کھل جانے پر رسوائی کے خوف سے ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ (۷) وہ (رسّی تھامنے والا برہمن) خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔ اور میں (شیخ سعدیؒ) نے بھی اس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ اور کنوئیں میں پھینک دیا۔ (۸) مجھے معلوم تھا کہ اگر یہ (برہمن) بچ گیا تو مجھے (شیخ سعدیؒ کو) قتل کرنے کے درپے ہو گا۔ لہٰذا میں نے اسی کو جان سے ختم کرنے میں عافیت سمجھی۔ (۹) اس (برہمن) کا زندہ رہنا میرے (شیخ سعدیؒ کے) لیئے کسی خطرے سے خالی نہ تھا کیونکہ مبادا میرے راز فاش کر دینے کے خوف سے میری جان کا دشمن ہو جائے۔ (۱۰) جب فسادی کی مفسدانہ کارروائی ظاہر ہو جائے تو پھر اسے مہلت دینا خود اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

کہ گر زندہ مانی تو آں بے ہنر	۱	نخواہد ترا زندگانی دگر،
اس لیے کہ اگر تو اس بے ہنر کو زندہ چھوڑے گا		تو پھر وہ تیری زندگی نہ چاہے گا
وگر سر بخدمت نہد بر درت	۲	اگر دست یابد بہ برد سرت
اگر وہ تیری چوکھٹ پر بھی خدمت گزاری کا سر رکھے		اگر وہ قابو پا جائے گا تیرا سر کاٹ دیگا
فریبندہ را پائے در پئے منہ	۳	چو رفتی و دیدی امانش مدہ
فریبی کا پیچھا نہ کر		اگر تو نے کیا ہے اور دیکھ لیا ہے تو اس کو امن نہ دے
تمامش بکشتم بہ سنگ آں خبیث	۴	کہ از مردہ دیگر نیاید حدیث
اس خبیث کو میں نے پتھر سے پورا مار ڈالا		اس لیے کہ مرا ہوا پھر بات نہیں کہہ سکتا ہے
چو دیدم کہ غوغائے انگیختم	۵	رہا کردم آں بوم و بگریختم
جب میں نے دیکھا کہ میں نے شور برپا کر دیا ہے		میں نے اس جگہ کو چھوڑ دیا اور بھاگ گیا
چو اندر نیستانش آتش زدی	۶	ز شیراں بہ پرہیز اگر بخردی
جب تو نے اس کے کچھار میں آگ لگا دی		اگر تو عقل مند ہے تو شیروں سے بچاؤ کر
مکش بچۂ مار مردم گزائے	۷	چوں کشتی دراں خانہ دیگر مپای
انسان کو ڈسنے والے سانپ کا بچہ نہ مار		اگر تو نے مار دیا ہے تو اس گھر میں نہ ٹھہر
چو زنبور خانہ بیاشوفتی	۸	گریز از محلت کہ گرم اوفتی
جب تو نے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا ہے		اپنی جگہ سے بھاگ جا ورنہ جلد گر پڑے گا
بچابک تر از خود میند از تیر	۹	چو افتاد دامن بدنداں بگیر
اپنے سے زیادہ ہوشیار سے تیر اندازی نہ کر		اگر موقع پڑ ہی جائے تو دامن دانتوں سے پکڑ لے
در اوراق سعدی جزیں پند نیست	۱۰	کہ چوں پائے دیوار کندی مالیست
سعدیؒ کی کتاب میں اس جیسی نصیحت نہیں ہے		کہ جب تو دیوار کی جڑ کھود دے تو کھڑا نہ رہ

(۱) مانی: رہے تو۔ آں بے ہنر: وہ بے ہنر۔ نخواہد: نہیں چاہے گا۔ مانی: رکھے تو۔ آں: وہ۔ نخواہد: نہیں چاہے گا۔ دگر: پھر۔ (۲) بخدمت: خدمت کے لیے۔ نہد: رکھے۔ بر درت: تیرے دروازے پر۔ دست: ہاتھ۔ یابد: پاوے یعنی قابو پاوے۔ بہ برد: کاٹے گا۔ سرت: تیرا سر۔ (۳) فریبندہ: فریب دینے والا۔ پائے در پئے: پاؤں پر پاؤں۔ منہ: مت رکھ۔ چو رفتی: جب تو چلا۔ دیدی: تو نے دیکھا۔ امانش: اس کو امان۔ مدہ: مت دے۔ (۴) تمامش: اس کو پوری طرح۔ بکشتم: مارا میں نے۔ بہ سنگ: پتھر سے۔ آں خبیث: اس خبیث کو۔ از مردہ: مرے ہوئے سے۔ دیگر: پھر۔ نیاید: نہیں آسکتی۔ حدیث: یہ بات۔ (۵) چو دیدم: جب دیکھا میں نے۔ غوغائے: شور۔ انگیختم: اٹھا دیا میں نے۔ رہا کردم: چھوڑ دیا میں نے۔ آں بوم: وہ علاقہ۔ بگریختم: بھاگ گیا میں۔ (۶) چو: جب۔ نیستاں: کانوں کا جنگل۔ آتش: آگ۔ زدی: لگائی تو نے۔ بپرہیز: احتیاط کر۔ بخردی: عقل مند ہے تو۔ (۷) مکش: مت مار۔ بچۂ مار: سانپ کا بچہ۔ مردم گزائے: انسانوں کو ڈسنے والا۔ چو کشتی: جب مارا تو نے۔ دراں خانہ: اس گھر میں۔ دیگر: پھر۔ مپائی: مت ٹھہر۔ (۸) چو: جب۔ زنبور: بھڑ۔ خانہ: گھر۔ بیاشوفتی: چھیڑ دیا تو نے۔ گریز: بھاگ۔ از محلت: جگہ سے۔ گرم اوفتی: جلدی گر پڑیگا تو۔ (۹) بچابک تر: زیادہ چالاک۔ از خود: اپنے سے۔ میند از: مت گرا۔ چو افتاد: جب اتفاق پڑ جائے۔ دامن بدنداں بگیر: دامن دانتوں سے پکڑ لے یعنی سمیٹ بھاگ جا۔ (۱۰) اوراق: جمع ورق، مراد کتاب۔ سعدیؒ: مصنف۔ جزیں پند: اس نصیحت کے سوا۔ چوں: جب۔ پائے دیوار: دیوار کی بنیاد۔ کندی: کھودے تو۔ مالیست: مت ٹھہر۔

تشریح: (۱) اس لیے کہ وہ (فسادی) مہلت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنی رسوائی کا انتقام لینے کی غرض سے تیری زندگی کے لیے خطرہ بن جائے گا۔
(۲) اگر وہ (فسادی) منت سماجت کر کے تیری ملازمت بھی کرنے لگ جائے تو وہ موقع ملتے ہی تیرا سر قلم کر دے گا۔
(۳) عیار و مکار شخص کا تعاقب کرنا کسی نقصان سے خالی نہیں۔ اگر اس کا تعاقب کر لیا ہے تو پھر اس کی عذر خواہی قبول نہیں کرنی چاہیئے۔
(۴) اسی بنیاد پر میں (شیخ سعدیؒ) نے کنوئیں میں گرنے کے باوجود برہمن کو سنگسار کر کے جان سے مار ڈالا۔
(۵) جب میں نے محسوس کیا کہ ہر طرف شور اُٹھ چکا ہے تو میں (شیخ سعدیؒ) بُت خانہ چھوڑ کر بھاگنے کو ترجیح دی۔
(۶) اگر کسی شخص نے شیروں کی کچھار یا جنگل میں آگ لگا دی تو عقل مندی کا تقاضیٰ یہ ہے کہ شیروں کے حملے سے تحفظ کے لیے خود کو محتاط کر لے۔
(۷) اگر سنپولیا (سانپ کا بچہ) مار دیا ہے تو پھر سانپ کے انتقام سے بچنے کے لیئے وہ گھر ہی چھوڑ دینا چاہیئے۔ جہاں سنپولیئے کو قتل کیا تھا۔ یا پھر سرے سے سنپولیا مارنا نہیں چاہیئے۔ (۸) بھڑوں کو چھیڑنے سے اس جگہ پر رکنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ بھاگ جانا چاہیئے۔ ورنہ بھڑوں کا حملہ جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔ یا سخت ضرر کا باعث ہوگا۔ (۹) تیر اندازی میں مہارت رکھنے والے کا مقابلہ کرنا عقل و خرد کے منافی ہے۔ چنانچہ وہاں (ماہر تیر انداز) سے موقع پاتے ہی فرار کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ (۱۰) شیخ سعدیؒ کی کتاب بوستان میں یہ نصیحت سب سے بہترین ہے کہ دیوار گرانے کے بعد وہاں بسیرا کرنا حماقت ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	بہند آمدم بعد ازاں رستخیز	وزاں جا براہِ یمن تا حجیز
	اس قیامت کے بعد میں ہندوستان آگیا	اور وہاں سے یمن کے راستہ سے حجاز میں
۲	ازاں جملہ تلخی کہ برمن گزشت	دہانم جز امروز شیریں نہ گشت
	اس تمام کڑواہٹ سے جو مجھ پر گزری تھی	آج کے علاوہ میرا منہ میٹھا نہ ہوا
۳	در اقبال تائید بو بکر سعد	کہ مادر نزاید چنوں قبل و بعد
	ایسے ابو بکر سعد کے اقبال کی تائید میں	کہ کسی ماں نے پہلے اور بعد اس جیسا نہ جنا
۴	ز جورِ فلک داد خواہ آمدم	دریں سایہ گستر پناہ آمدم
	آسمان کے ظلم سے فریادی بن کر آیا ہوں	سایہ ڈالنے والے کی پناہ میں آیا ہوں
۵	دعا گوئے ایں دولتم بندہ وار	خدایا تو ایں سایہ پائندہ دار
	میں غلامانہ انداز پر اس دولت کا دعا گو ہوں	اے خدا تو اس سایہ کو ہمیشہ رکھ
۶	کہ مرہم نہادم نہ درخورد خویش	کہ درخورد انعام و اکرامِ خویش
	میرے اپنے مناسب اس نے مرہم نہیں رکھا	بلکہ اپنے انعام اور اکرام کے مطابق
۷	کے ایں شکر نعمت بجا آورم	وگر پائے گردد بخدمت سرم
	اس نعمت کا میں کیسے شکر ادا کرسکتا ہوں	خواہ خدمت میں میرا سر پیر بن جائے
۸	فرج یافتم بعد ازاں بند ہا	ہنوزم بگوش است ازاں پند ہا
	اس کے بعد میں نے مصیبتوں سے نجات پالی	لیکن ابتک اس قصہ سے حاصل شدہ نصیحتیں کان میں گونج رہی ہیں
۹	یکے آنکہ ہرگہ کہ دستِ نیاز	برارم بدرگاہ دانائے راز
	ایک تو یہ کہ میں جب بھی دُعا کے لیئے ہاتھ	اٹھاتا ہوں رازوں کے جاننے والے کی درگاہ میں
۱۰	بیاد آید آں لعبتِ چینیم	کند خاک در چشم خود بینیم
	مجھے وہ چینی کی گڑیا یاد آجاتی ہے	میری خود بینی کی آنکھ میں دھول جھونکتی ہے

(۱) بہند: ہندوستان میں۔ آمدم: آیا میں یعنی وسط ہند میں کیونکہ سومنات جنوب مغربی ہند میں ہے۔ بعد ازاں: اس کے بعد۔ رستخیز: قیامت۔ وزاں جا: اور اس جگہ سے۔ براہ یمن: یمن کے راستے۔ یمن سعودی عرب کے جنوب شمال میں واقع ایک عرب ملک ہے۔ حجیز: حجاز کا امالہ۔ (۲) ازاں جملہ تلخی: اس تمام کڑواہٹ کے۔ برمن: مجھ پر۔ گزشت: گزری۔ دہانم: میرا منہ۔ جز امروز: آج کے سوا۔ شیریں: میٹھا۔ نہ گشت: نہیں ہوا۔ (۳) اقبال: نصیب یا اقتدار۔ تائید: مدد کرنا۔ بو بکر سعد: سعدی کا ہمعصر بادشاہ والیٔ شیراز۔ مادر: ماں۔ نزاید: نہیں جنا۔ چنوں: ایسا۔ قبل و بعد: پہلے اور پیچھے۔ (۴) جورِ فلک: آسمان کا ظلم۔ داد خواہ: انصاف چاہنے والا۔ آمدم: آیا میں۔ درایں سایہ گستر: اس سایہ پھیلانے والے۔

(۵) دُعا گوئے ایں دولت: اس حکومت کے لیے دعا مانگنے والا۔ بندہ وار: غلاموں کی طرح۔ خدایا: اے خدا۔ ایں سایہ: اس سائے کو۔ پائندہ دار: دیر تک رکھ۔ (۶) مرہم نہادم: اس نے میرے اوپر مرہم رکھی۔ درخورد: لائق۔ خویش: اپنا۔ (۷) کے: کب۔ ایں شکر نعمت: اس نعمت کا شکریہ۔ بجا آورم: بجالاؤں میں۔ پائے گردد: پاؤں بن جائے۔ بخدمت: خدمت میں۔ سرم: میرا سر۔ (۸) فرج یافتم: فراخی یا خلاصی پائی میں نے۔ بعد ازاں بند ہا: ان قیدوں کے بعد۔ ہنوزم: ابھی میرے۔ بگوش است: کان میں ہے۔ ازاں پند ہا: ان نصیحتوں سے۔ (۹) یکے: ایک۔ آنکہ: وہ جو کہ۔ ہرگہ: کہ جب کبھی کہ۔ دستِ نیاز: دعا کا ہاتھ۔ برآرم: نکالتا ہوں میں۔ بدرگاہ دانائے راز: رازوں کے جاننے والے کی درگاہ میں یعنی خدا کی۔

(۱۰) بیاد آید: یاد آجاتی ہے۔ آں لعبت چینیم: وہ چینی کی گڑیا مجھ کو یعنی بُت۔ کند: کردیتی ہے۔ خاک: مٹی۔ در چشم خود بینم: میری خود بینی کی آنکھ میں۔

تشریح: (۱) چنانچہ میں بت خانے میں قیامت برپا کرنے کے بعد وسطی ہندوستان میں آگیا۔ اور پھر وہاں سے براستہ یمن حجاز پہنچ گیا۔

(۲) بت خانے میں رہنے اور قیامت خیز ہنگامہ کی تلخی تاحال میرے (شیخ سعدیؒ کے) منہ میں موجود ہے۔

(۳) والیٔ شیراز ابوبکر بن سعدؒ کی نوازشات و مہربانیوں نے میرے (شیخ سعدیؒ) منہ کی کڑواہٹ دُور کرکے اس (منہ) میں مٹھاس و شیرینی بھردی ہے۔

(۴) سیرت و کردار: اخلاق و مکارم اور جود و سخا و صدق و صفا کے اعتبار سے ابوبکر بن سعدؒ جیسی شخصیت ماں کی کسی گود کو نصیب نہیں ہوئی۔

(۵) میں (شیخ سعدیؒ) اک وفادار غلام کی طرح اس (ابوبکر بن سعد) کی حکومت کی طوالت اور تادیر سایۂ عاطفت باقی رہنے کی دُعا کرتا ہوں۔

(۶) اس (ابوبکر بن سعدؒ) نے نہ صرف میری (شیخ سعدیؒ کی) اوقات کے مطابق میرے زخموں کا مداوا کیا ہے۔ بلکہ اپنی شایانِ شان نوازشات کی داد و دہش بھی کی ہے۔ (۷) اگر میں (شیخ سعدیؒ) اس (ابوبکر بن سعدؒ) کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیئے سر کے بل بھی چلوں تو اس کی عطاکردہ نوازشات کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

(۸) گو کہ میری (شیخ سعدیؒ کی) مصیبتوں کا دُور گزر چکا ہے۔ لیکن سومنات کے سفر کے دوران مجھے جو نصیحتیں حاصل ہوئی تھیں وہ تاحال یاد ہیں۔

(۹) ان نصیحتوں میں سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ میں (شیخ سعدیؒ) جب بھی رب ذوالجلال کے سامنے دعا کے لیئے ہاتھ پھیلاتا ہوں۔

(۱۰) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) چینی کی وہ گڑیا نہیں بھولتی جو میری خود بینی کی آنکھ میں خاک جھونک دیتی ہے۔ یا وہ چینی (چین کا باشندہ) جس نے میری خود بینی کو شکست دی۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱	به دانم که دستے که برداشتم	به نیروئے خود بر نیفراشتم
	میں یقین کرتا ہوں کہ جو ہاتھ میں نے اٹھایا ہے	میں نے اپنی طاقت سے بلند نہیں کیا ہے
۲	در خیر بازاست وطاعت ولیک	نہ ہر کس تواناست بر فعلِ نیک
	اطاعت اور بھلائی کا دروازہ کھلا ہے لیکن	ہر شخص نیک کام پر قادر نہیں ہے
۳	ہمیں است مانع کہ در بارگاہ	نشاید شدن جز بفرمان شاہ
	روک اِک یہ ہے کہ دربار میں	شاہی حکم کے بدون نہیں جایا جا سکتا ہے
۴	کلید قدر نیست در دستِ کس	توانائے مطلق خدالیست و بس
	تقدیر کی کنجی کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے	مطلق توانا صرف خدا ہے
۵	پس اے مرد پوینده بر راہِ راست	ترا نیست منت خداوند راست
	اے سیدھے راستے پر دوڑنے والے انسان	تیرا کوئی احسان نہیں ہے خدا کا احسان ہے
۶	چو در غیب نیکو نہادت سرشت	نیاید ز خوئے تو کردار زشت
	چونکہ غیب میں تیری فطرت نیک بنائی ہے	تیری عادت سے کوئی برا کام نہیں ہوتا ہے
۷	ز زنبور کرد ایں حلاوت پدید	ہماں کس کہ در مار زہر آفرید
	شہد کی مکھی میں اسی ذات نے شیرینی پیدا فرمائی ہے	جس نے سانپ میں زہر پیدا فرما دیا ہے
۸	چو خواہد کہ ملک تو ویراں کند	نخست از تو خلقے پریشاں کند
	جب وہ چاہتا ہے کہ تیرا ملک ویران کردے	سب سے پہلے تجھ سے مخلوق کو پریشان کرتا ہے
۹	دگر باشدش بر تو بخشائشے	رساند بخلق از تو آسائشے
	اور اگر اس کی تجھ پر عنایت ہوتی ہے	تو مخلوق کو تجھ سے آرام پہنچاتا ہے
۱۰	تکبر مکن بر رہ راستی	کہ دستت گرفتند و برخاستی
	سیدھا راستہ چلنے پر غرور نہ کر	انہوں نے تیری دستگیری کی ہے اور تو اٹھا ہے

(۱) بدانم: میں جانتا ہوں۔ دستے کہ: جو ہاتھ کہ۔ برداشتم، اٹھایا میں نے۔ بہ نیروئے خود: اپنی طاقت سے۔ نیفراشتم، نہیں اٹھایا میں نے۔ (۲) درِ خیر: نیکی کا دروازہ۔ باز آست: کھلا ہے۔ طاعت، فرمانبرداری، نیکی۔ ولیک: لیکن۔ ہر کس، ہر شخص۔ توانا است، طاقت والا ہے۔ بر فعل نیک: نیک عمل پر۔ (۳) ہمیں آست، یہی ہے مانع: رکاوٹ۔ در بارگاہ، دربار میں۔ نشاید شدن: نہیں جا سکتے۔ جز: سوائے۔ بفرمان شہ: بادشاہ کا حکم۔ (۴) کلید قدر: تقدیر کی چابی۔ نیست: نہیں ہے۔ دست کس: کسی کا ہاتھ۔ توانائے مطلق: مطلق قدرت رکھنے والا۔ خدا است، خدا ہے۔ (۵) پوینده: دوڑنے والا۔ راہ راست، سیدھی راہ۔ ترا: تیرا۔ نیست، نہیں ہے۔ منت، احسان۔ خداوند راست: اللہ تعالیٰ کا ہے۔ (۶) چو: جب۔ در غیب عالم: غیب میں یعنی تقدیر میں۔ نیکو نہادت سرشت: تیری فطرت کو نیک لکھ دیا ہے۔ نیاید: نہیں آسکتا۔ ز خوئے تو: تیری عادت سے۔ کردار زشت، برا کردار۔ (۷) زنبور: بھڑ مراد شہد کی مکھی۔ کرد: کی۔ ایں حلاوت: یہ مٹھاس۔ پدید: ظاہر۔ ہماں کس، وہی شخص کہ۔ در مار: سانپ میں۔ آفرید: پیدا کی۔ (۸) چو خواہد، جب چاہے۔ ملک تو، تیرا ملک۔ ویران کند، ویراں کرے۔ نخست: پہلے۔ از تو، تجھ سے۔ خلقے: ایک مخلوق کو۔ پریشان کند: پریشان کریگا۔ (۹) باشدش، ہووے اس کو۔ بر تو، تیرے اوپر۔ بخشائشے: بخشش یا مہربانی۔ رساند، پہنچائے گا۔ بخلق، مخلوق کو۔ از تو: تجھ سے۔ آسائشے، کوئی آرام۔ (۱۰) مکن: مت کر۔ راہ راستی: سیدھی راہ۔ دستت: تیرا ہاتھ۔ گرفتند، انہوں نے پکڑا۔ برخاستی، اٹھا تو۔

تشریح: (۱) مجھے (شیخ سعدی کو) معلوم ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق و رحمت شامل حال نہ ہوتی تو میں کبھی بھی اس (اللہ تعالیٰ) کے حضور ہاتھ نہ اٹھا سکتا۔

(۲) نیکی و عبادت کے دروازے ہر وقت اور ہر ایک کے لئے کھلے ہوئے ہیں لیکن انہیں (نیکی و عبادت کو) صرف وہی سعادت مند ہی ادا کر سکتا ہے۔ جسے توفیق ہو۔ (۳) شاہی دربار میں داخلے کی اجازت صرف اسی کو ملتی ہے جس کے پاس شاہی فرمان ہوتا ہے۔ عبادت و نیکی میں سب سے بڑی رکاوٹ فرمان شاہی ہے۔ (۴) صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی قادر مطلق ہے۔ کیونکہ تقدیر کی چابیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ (وَمَا قَدَرُ اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ)

(۵) جو شخص صراط مستقیم پر چل رہا ہے۔ اسے یہ گمان نہیں ہونا چاہیئے کہ اس (راہ پر چلنے) میں میرا کمال ہے۔ نہیں بلکہ حضرت حق تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہے۔ (۶) اللہ تعالیٰ نے تیرے (الشیخ سعدیؒ کے) مقدر میں نیک فطرت کا بیج رکھ دیا ہے۔ اس لیئے اگر تو برائی کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔

(۷) قادر مطلق ذات کی قدرت کا ظہور یہ بھی ہے کہ اس نے سانپ کو زہریلا بنایا اور شہد کی مکھی کو مٹھاس عطا فرمایا۔

(۸) اللہ تعالیٰ جس ملک کی بربادی کا فیصلہ کرتا ہے تو پہلے وہاں کی عوام کا دل اپنے بادشاہ (حکمران) سے متنفر کر دیتا ہے۔

(۹) جس حکمران پر اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں اور نزول رحمت کا سلسلہ ہوتا ہے۔ اسے خلق اللہ کی خدمت پر مامور فرما دیتا ہے۔

(۱۰) صراط مستقیم پر چلنے والے راہی کو ناز اں نہیں رہنا چاہیئے۔ کیونکہ صراط مستقیم اس کا اپنا راستہ ہے۔ وہ ہر کسی کو اپنے راستے (صراط مستقیم) پر نہیں چلنے دیتا۔

مصرع اول		مصرع دوم
سخن سود مند است اگر بشنوی	۱	بمرداں رسی گر طریقت روی
اگر تو سنے تو بات مفید ہے		اگر طریقت پر چلے گا مردانِ خدا تک پہنچ جائے گا
مقامے بیابی گرت رَہ دہند	۲	کہ بر خوانِ عزت سماطت نہند
اگر وہ تجھے راستہ دیدیں گے تو تو ایسے مقام پر پہنچ جائیگا		عزت کے خوان پر تیرا دستر خوان بچھادیں گے
ولیکن نباید کہ تنہا خوری	۳	ز درویش درماندہ یاد آوری
لیکن تیرے لیے تنہا خوری مناسب نہ ہوگی		عاجز فقیر کو بھی یاد رکھنا
فرستی مگر رحمتے در پیم	۴	کہ بر کردۂ خویش واثق نیم
شاید تو میرے پیچھے رحمت کی دُعا کردے		اس لیے مجھے اپنے کیے پر تو بھروسہ نہیں ہے

بابِ نہم در توبہ

نواں باب توبہ کے بیان میں

مصرع اول		مصرع دوم
بیا اے کہ عمرت بہ ہفتاد رفت	۶	مگر خفتہ بودی کہ برباد رفت
اے کہ تیری عمر ستر کی گزر گئی ہے آجا		شاید تو سویا ہوا تھا کہ وہ برباد ہوگئی ہے
ہمہ برگِ بودن ہمے ساختی	۷	بتدبیر رفتن نہ پرداختی
تو نے رہنے کے تمام سامان کیے		جانے کی تدبیر میں نہ لگا
قیامت کہ بازارِ مینو نہند	۸	منازل باعمال نیکو دہند
قیامت میں جب جنت کا بازار بھریں گے		نیک کاموں کے اعتبار سے مرتبے مقرر کریں گے
بضاعت بچند آنکہ آری بری	۹	وگر مفلسی شرمساری بری
جس قدر پونجی لائے گا سودا خرید کرلے جائے گا		اور اگر تو نادار ہوگا شرمندگی اٹھائے گا
کہ بازار چندانکہ آگندہ تر	۱۰	تہیدست را دل پراگندہ تر
اس لیے کہ بازار جسقدر بھرا ہوتا ہے		خالی ہاتھ والے کا اسی قدر دل پریشان ہوتا ہے

(۱) سخن: بات۔ سود مند: نفع دینے والی۔ است: ہے۔ بشنوی: سُنے تو۔ بمرداں رسی: مردوں تک پہنچ جائے تو۔ طریقت: تصوف کی راہ۔ روی: چلے تو۔ (۲) مقامے: ایک مقام۔ بیابی: پالے تو۔ گرت: اگر تجھ کو۔ رَہ دہند: راستہ دے دیویں۔ خوانِ عزت: عزت کی میز۔ سماطت: تیرا دستر خوان۔ نہند: رکھیں گے۔ (۳) نباید: نہیں چاہیئے۔ خوری: کھاوے تو۔ درماندہ: تھکا ہوا۔ یاد آوری: یاد کرے تو۔ (۴) فرستی: بھیجے تو۔ مگر: شاید۔ رحمتے: کوئی دعائے رحمت۔ در پیم: میرے پیچھے۔ کردۂ خویش: اپنا کیا ہوا۔ واثق: یقین کرنے والا۔ نیم: نہیں ہوں میں۔ (۵) نہم: نواں۔ توبہ: خدا کی طرف رجوع کرنا۔ (۶) بیا آ۔ عمرت: تیری عمر۔ ہفتاد: ستر۔ رفت: گئی۔ مگر: شاید۔ خفتہ بودی: تو سویا ہوا تھا۔ (۷) ہمہ: تمام۔ برگ بودن: رہنے کا سامان۔ ہمے ساختی: بناتا تھا تو۔ بتدبیر رفتن: جانے کی تدبیر میں۔ نہ پرداختی: نہ مشغول ہوا تو۔ (۸) مینو: بہشت۔ نہند: رکھیں گے۔ منازل: جمع منزل۔ باعمال نیکو: اچھے اعمال کی بدولت۔ دہند: دیویں گے۔ (۹) بضاعت: پونجی۔ بچند آنکہ: جتنی کہ۔ آری: لادے تو۔ بری: لے جائے گا تو۔ مفلسی: مفلس ہے تو۔ (۱۰) چند آنکہ: جتنا کہ۔ آگندہ تر: زیادہ بھرا ہوا۔ تہیدست: خالی ہاتھ۔ پراگندہ تر: زیادہ پریشان۔

تشریح (۱) اگر تجھے (شیخ سعدیؒ کو) اپنی نفع مندی کا احساس ہو جائے تو پھر تجھے راہ طریقت (تصوف) کی طرف رجوع کرلینا چاہیئے۔ مردانِ حق تک پہنچ جائے گا۔ (۲) جس کی رہبری خود ذاتِ حق کرے اور اسے اپنی طرف راغب کر دے تو اعزاز و احترام اور وقار کا دستر خوان بچھا کر اس کی عجیب ضیافت کرتا ہے۔ (۳) جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی میزبانی کا شرف حاصل ہو جائے تو اسے تن تنہا لطف اندوز نہیں ہونا چاہیئے بلکہ دوسرے ساتھیوں کو بھی وہاں تک لے جانے کی کوشش کرے۔ (۴) چونکہ مجھے (شیخ سعدیؒ کو) اپنے اعمال نامہ پر توکل و بھروسہ نہیں۔ اس لیے میں اپنے قارئین (بوستان پڑھنے والے) سے مغفرت و رحمت کی دُعا کا بھروسہ رکھتا ہوں۔ (۵) یہ باب توبہ کے بیان میں ہے۔ اس باب میں شیخ سعدیؒ نے توبہ کی حقیقت و فوائد پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ چونکہ انسان خطا کا پُتلا ہے اور انسان کو بہکانے کے لیے شیطان لعین بھی وساوس اور عیارانہ چالوں کے ہتھیاروں سے لیس ہمہ وقت دھاک میں لگا رہتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے توبہ کے ذریعے شیطان کی ذلت اور انسان کی مغفرت کا سامان کیا ہے۔ اگر سو سالہ گنہگار بھی سچی توبہ کرلے تو پل بھر میں اس کے تمام گناہ کافور ہو جاتے ہیں۔ (۶) اے ستر سال سے غفلت کی نیند میں مگن شخص! اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلے۔ تیری عمر برباد ہوگئی۔ توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے صلح کرلے۔ موت سر پہ آگئی ہے (۷) زندگی کے تمام لمحات ایسے صرف کر دیئے جیسے دُنیا میں ہمیشہ کے لیے رہنا ہو موت کے بعد عالم برزخ، عالم محشر، عالم آخرت میں جانے کیلئے طویل سفر کی تیاری نہ کی۔ (۸) روزِ قیامت جنت کے بازار میں بلند مرتبہ اسی کو ملے گا جس کے اعمال نامہ میں اونچے درجے کے قیمتی اعمال درج ہوں گے۔ (واللہ الموفق) (۹) آخرت کا سکہ نیک اعمال ہیں۔ جس کے اعمال صالحہ بکثرت ہوں گے وہ آخرت میں سب سے بڑا مالدار ہوگا۔ اعمال صالحہ سے عاری شخص نہ صرف مفلس ہوگا بلکہ شرمندہ ہوگا۔ (۱۰) انسانی فطرت کا اصول ہے کہ بازار جتنا پُر رونق ہوگا خریداری میں اسی قدر اضافہ ہوگا۔ لیکن ایسے پُر رونق بازار میں تنگدست فقیر حسرت و یاس کا ملال اٹھائے گا۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
ز پنجہ درم پنج اگر کم شود	١	دلت ریش سر پنجۂ غم شود
پچاس درم میں اگر پانچ کا گھاٹا ہوتا ہے		تیرے زخمی دل پر رنج غالب آجاتا ہے
چوں پنجاہ سالت بروں شد زدست	٢	غنیمت شمر پنج روزیکہ ہست
جب تیرے پچاس سال ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں		ان پانچ روز کو غنیمت جان لے جو باقی ہیں
اگر مُردہ مسکیں زباں داشتے	٣	بفریاد و زاری فغاں داشتے
اگر مسکین مُردہ زبان رکھتا		فریاد و زاری سے چیختا
کہ اے زندہ چو ہستت امکانِ گفت	٤	لب از ذکر چوں مردہ برہم مخفت
اے زندہ جب تک تیرے بولنے کا امکان ہے		ہونٹ کو مُردے کی طرح بند کرکے نہ سو
چو مارا بغفلت بشد روزگار	٥	تو بارے دمے چند فرصت شمار
ہمارا زمانہ تو غفلت میں گزر گیا		تو اب چند سانس غنیمت جان لے

حکایت پیر مرد و تحسّر بر روزگار جوانی

بوڑھے انسان کا قصہ اور جوانی کے زمانہ پر اس کی حسرت

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
شبے در جوانی و طیبِ نعم	٧	جواناں نشستیم چندے بہم
ایک رات جوانی اور نعمتوں کی خوشی میں		ہم چند نوجوان مل کر بیٹھے
چو بلبل سرایاں چو گل تازہ روئے	٨	ز شوخی در افگندہ غلغل بکوئے
بلبل کی طرح چہچہاتے ہوئے پھول کی طرح تازہ چہرے والے		شوخی سے کوچہ میں شور مچاتے ہوئے
جہاں دیدہ پیرے زما بر کنار	٩	ز دورِ فلک لیلِ مویش نہار
ایک جہاں دیدہ بوڑھا ہم سے علیحدہ تھا		زمانہ کی گردش سے جس کے بالوں کی رات دن ہو چکی تھی
چو فندق زباں از سخن بستہ بود	١٠	نہ چوں ما لب از خندہ چوں پستہ بود
عناب کی طرح بات کرنے سے زبان کو بند کیے ہوئے تھا		ہماری طرح ہونٹ پستہ کی طرح مسکرانے والا نہ تھا

(١) پنجہ: پچاس۔ درم: ایک سکہ جو چونی کے برابر ہوتا ہے۔ پنج: پانچ۔ شود: ہووے۔ دلت: تیرا دل۔ ریش: زخمی۔ سر پنجۂ غم: غم کا پنجہ۔ (٢) چوں: جب۔ پنجاہ سالت: تیرے پچاس سال۔ بروں شد: نکل گئے۔ دست: ہاتھ۔ غنیمت شمر: غنیمت شمار کر۔ پنج روزیکہ: جو پانچ دن کہ۔ (٣) زباں داشتے: زبان رکھتا۔ فغاں داشتے: چیختا۔ (٤) چو: جب۔ ہستت: ہے تجھ کو۔ امکان گفت: بولنے کا امکان۔ لب از ذکر: ہونٹ ذکر سے۔ چوں مُردہ: مردے کی طرح۔ برہم: ایک دوسرے پر۔ مخفت: مت سو، ماضی بمعنی امر۔ (٥) چو: جب۔ مارا: ہم کو۔ بغفلت بشد: غفلت میں گزر گیا۔ روزگار: زمانہ۔ بارے: خدا کے لیے۔ دمے چند: کچھ سانس۔ فرصت شمار: غنیمت سمجھ۔

(٦) پیر مرد: بوڑھا آدمی۔ تحسّر: حسرت کھانا۔ بر روزگار جوانی: جوانی کے دنوں پر۔

(٧) شبے: ایک رات۔ طیب نعم: نعم جمع نعمت، نعمتوں کی خوشی۔ نشستیم: بیٹھے ہم۔ چندے: کچھ دیر۔ بہم: آپس میں۔ (٨) چو: مثل۔ سرایاں: گانے والے۔ چو گل: پھول کی طرح۔ تازہ روئے: تازہ چہرے والے۔ در افگندہ: ڈالے ہوئے۔ غلغل: شور۔ بکو: کوچے میں۔ (٩) جہاں دیدہ: جہان کو دیکھے ہوئے یعنی تجربہ کار۔ پیرے: ایک بوڑھا۔ زما: ہم سے۔ بر کنار: کنارے پر۔ دورِ فلک: آسمان کی گردش۔ لیلِ مویش: اس کے بالوں کی رات۔ نہار: دن۔ (١٠) چو فندق: عناب کی طرح۔ سخن: بات۔ بستہ بود: بند کیے ہوئے تھا۔ چوں ما: ہماری طرح۔ لب: ہونٹ۔ از خندہ: ہنسی سے۔ چوں پستہ: پستہ کی طرح۔

تشریح: (١) اس نوعیت کے بارونق بازار میں اگر پچاس درہموں میں سے پانچ درہموں کی کمی آجائے تو افسوس ہوتا ہے اور دل و جگر زخمی ہو جاتا ہے (٢) لیکن زندگی پچاس درہم (سال) ضائع کرکے باقی پانچ درہموں (سالوں) کی فکر کرنی چاہیے۔ تاکہ وہی پانچ درہم (سال) پچاس کے برابر ہو جائیں۔ (یہ اخلاص پر منحصر ہے) (٣) اگر مُردوں کو زبان مل جاتی تو وہ فریاد، آہ و زاری سے چلّا اٹھتے۔ (لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت یہی ہے کہ دنیا میں مُردوں کی آواز سنائی نہیں دیتی) (٤) وہ (مُردے) یہی کہتے کہ اے زندہ انسان! تو جب بھی زبان کھولے۔ وہ ذکرِ الٰہی سے مرطوب (تر) ہو۔ اپنے ہونٹوں کو مُردوں کی طرح بندش نہ دے۔ (٥) ہماری (مُردوں کی) زندگی تو تباہ ہو گئی ہے۔ لیکن تُو اپنی بقایا عمر کو بچا لے۔ اسے ذکر و عبادت اور فکر و ریاضت میں گزارنا چاہیے۔ (٦) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جوانی کے ایام گزر جانے کے بعد بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی لہو و لعب ترک کرکے ذکر و عبادت میں مشغول ہو جانا چاہیے۔ (٧) ایک رات ہم (شیخ سعدیؒ و رفقاء) چند نوجوان، جوانی کی لہر میں اور نعمتوں کی فرحت میں بطورِ تفریح محفل سجا بیٹھے۔ (٨) ہمارا ہنسنا پھولوں جیسا اور گانے ترانے کا انداز بلبل کے چہکنے کی مانند تھا۔ چنانچہ راگ الاپنے، نغمہ سرائی اور خوش گپیوں کی ملی جلی کیفیت سے پورے محلے میں اک شور سا اُٹھ گیا۔ (٩) اسی اثناء میں ایک ایسا عمر رسیدہ بزرگ ہم سے کچھ دُور بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے بالوں کی سفیدی سے دن کا سماں محسوس ہوتا تھا۔ (١٠) اس (عمر رسیدہ) کی زبان ایسے بند تھی جیسے عناب ہوتا ہے۔ اس کے لبوں پر بھی مُہرِ خاموشی تھی۔ (وہ بالکل خاموش تھا)

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	جوانے فرارفت کاے پیر مرد	چہ در کنج حسرت نشینی بدرد
	ایک جوان اس کے سامنے پہنچا کہ اے بوڑھے	حسرت کے گوشہ میں درد سے کیوں بیٹھا ہے
۲	یکے سر برار از گریبانِ غم	بآرامِ دل با جواناں بچم
	غم کے گریبان سے ذرا سر ابھار	دل کی راحت کے ساتھ جوانوں کے ساتھ چہل قدمی کر
۳	برآورد سر سالخورد از نہفت	جوابش نگر تاچہ پیرانہ گفت
	بوڑھے نے گریبان سے سر ابھارا	اس کے جواب پر غور کر کیا بزرگانہ دیا
۴	چو بادِ صبا بر گلستاں وزد	چمیدن درخت جواں را سزد
	جب باغ میں بادِ صبا چلے	جوان درختوں کو جھومنا بھتا ہے
۵	چمد تا جوانست و سر سبز خوید	شکستہ شود چو بزردی رسید
	جو جب تک جوان اور سر سبز ہے لہلہاتا ہے	جب زرد ہو جاتا ہے ٹوٹ جاتا ہے
۶	بہار آں کہ بار آورد بید مشک	بزیر درخت کہن برگ خشک
	جب موسم بہار بید مشک کی خوشبو پیدا کر دیتا ہے	تو نوجوان درخت پرانے پتے جھاڑ دیتا ہے
۷	نزیبد مرا با جواناں چمید	کہ بر عارضم صبح پیری دمید
	جوانوں کے ساتھ ٹہلنا مجھے زیب نہیں دیتا ہے	اس لیے کہ میرے رخسار پر بڑھاپے کی صبح نمودار ہو گئی ہے
۸	بقید اندرم جرّہ بازے کہ بود	دمادم سر رشتہ خواہد درود
	میری قید میں جو قوی باز تھا	وہ پے در پے دھاگا کاٹ رہا ہے
۹	شماراست نوبت بریں خوان نشست	کہ ما از تنعم بشستیم دست
	اس دسترخوان پر بیٹھنے کی تمہاری باری ہے	اس لیے کہ ہم تو نعمتوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں
۱۰	چوں بر سر نشست از بزرگی غبار	دگر چشمِ عیشِ جوانی مدار
	جب بزرگی کا غبار سر پر جم جائے	پھر جوانی کے عیش کی امید نہ رکھ

(۱) جوانے: ایک جوان۔ فرارفت: سامنے گیا۔ کاے پیر مرد: کہ اے بوڑھے آدمی۔ چہ: کیا۔ کنج حسرت: حسرت کا کونہ۔ نشینی: بیٹھا ہے تو۔ بدرد: درد سے۔
(۲) یکے: ایک۔ برآر: نکال۔ گریبان غم: غم کا گریبان۔ بآرام دل: دل کے آرام سے۔ باجواناں: جوانوں کے ساتھ۔ بچم: ٹہل۔ (۳) برآورد: نکالا۔ سالخوردہ: سال کھایا ہوا یعنی عمر رسیدہ۔ نہفت: پوشیدگی مراد گریبان۔ جوابش: اس کا جواب۔ چہ پیرانہ: کیا بزرگوں جیسا۔ گفت: کہا۔ (۴) چو: مثل۔ بادصبا: صبح کی ہوا۔ گلستاں: باغ۔ وزد: چلے۔ چمیدن: جھومنا۔ سزد: سجتا ہے۔ (۵) چمد: جھومتا ہے۔ تاجوانست: جب تک جوان ہے۔ خوید: جو یا چارہ۔ شکستہ: ٹوٹا ہوا۔ شود: ہو جاتا ہے۔ چو: جب۔ بزردی: زردی کو۔ رسید: پہنچا۔ (۶) آنکہ: جو کہ۔ بار آورد: پھل لایا۔ بید مشک: ایک قسم کی خوشبودار بید۔ بزیر: نیچے۔ درخت کہن: پرانا درخت۔ برگ خشک: خشک پتے۔
(۷) نزیبد: نہیں زیب دیتا۔ مرا: مجھ کو۔ چمید: ٹہلنا۔ عارضم: میرا رخسار۔ صبح پیری: بڑھاپے کی صبح۔ دمید: پھوٹ پڑی۔ (۸) بقید اندرم: میری قید میں۔ جرہ باز: سفید یا نر باز۔ بود: تھا۔ دمادم: لگاتار۔ سر رشتہ: رسی کا سرا۔ خواہد درود: کاٹے گا۔ (۹) شمار است: تمہارے لیے ہے۔ نوبت: باری۔ بریں خوان: اس دسترخوان پر۔ نشست: بیٹھنا۔ ماہم از تنعم: عیش و عشرت سے۔ بشستیم: دھولیے ہم نے۔ دست: ہاتھ۔ (۱۰) چوں: جب۔ بر سر: سر پر۔ نشست: بیٹھ گیا۔ از بزرگی: بڑھاپے کا۔ دگر: پھر۔ چشم عیش: زندگی کی اُمید۔ مدار: مت رکھ۔

تشریح: (۱) ہماری محفل میں سے ایک جوان اس (بزرگ) کی طرف گیا اور کہا کہ اس فضائے فرحاں میں حسرت و یاس کے ساتھ وقت کا ضیاع کرنا مناسب نہیں۔ (۲) ذرا دیکھ تو سہی ہر طرف خوشیاں کھیل رہی ہیں۔ مسرتیں رقص کر رہی ہیں۔ چنانچہ خوشیوں کے اس راج میں تو (بزرگ) بھی ہم جوانوں کے ساتھ شریک ہو جا۔ (۳) اس (عمر رسیدہ) نے جب یہ سنا تو اپنے گریبان سے سر نکالتے ہوئے بزرگانہ کلام کا سلسلہ گفتگو شروع کیا۔
(۴) جب موسم گل گلزار ہو، باغوں میں بادِ صبا راج کر رہی ہو تو اس وقت ہرے بھرے جواں درخت جھومتے ہیں۔ (۵) جو جب تک جوانی کی وجہ سے سر سبز و شاداب رہتی ہے تو وہ بھی خوب جھومتی ہے۔ لیکن اس پر (بڑھاپے کی) زردی چڑھ جاتی ہے۔ تو ٹوٹ کر گر جاتی ہے۔
(۶) جس وقت بید مشک پھلوں کا بوجھ اٹھا کر مسکراتا ہے تو اس وقت پرانے درختوں سے صرف پت جھڑ کا منظر دکھائی دیتا ہے۔
(۷) میری (بزرگ کی) مثال بھی اس پرانے درخت جیسی ہے۔ جیسے بہار کے موسم میں پت جھڑ لگ جاتی ہے۔ میرے رخساروں پر سفیدی آگئی ہے۔ اس لیے مجھے جھومنا اچھا نہیں لگتا۔ (۸) میری عمر دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ کیونکہ اب میں (بزرگ) بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچ چکا ہوں۔
(۹) جوانی کا یہ دسترخوان اب تمہارے (جوانوں) کے لیے چنا گیا ہے۔ اس پر چنے گئے عیش و عشرت کے کھانے تمہارے نصیبے کے ہیں۔ ہمارا وقت گزر چکا ہے۔ (۱۰) جب انسان کے سر پہ سفید بالوں کے ذریعے بزرگانہ وجاہت آجاتی ہے تو جوانی کی تمام اُمیدیں اور وابستگیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

۱	مرا برف بارید بر پرِّ زاغ	نشاید چو بلبل تماشائے باغ
	میرے کوّے کے پروں پر برف گر چکی ہے	اب بلبل کی طرح باغ کی سیر مناسب نہیں ہے
۲	کند جلوہ طاؤس صاحب جمال	چہ مے خواہی از باز برکندہ بال
	خوبصورت مور جلوہ دکھاتا ہے	نچے بالوں والے باز سے تو کیا چاہتا ہے
۳	مرا غلہ تنگ اند آمد درو	شمارا کنوں مے دمد سبزہ نو
	میری کھیتی کٹ کر بورے میں آچکی	تمہارا اپنا سبزہ اب اُگ رہا ہے
۴	گلستانِ مارا طراوت گزشت	کہ گلدستہ بندد چو پژمردہ گشت
	ہمارے باغ کی شادابی ختم ہو چکی ہے	جب پژمردہ ہو جاتا ہے کون گلدستہ بناتا ہے
۵	مرا تکیہ جانِ پدر بر عصاست	دگر تکیہ بر زندگانی خطاست
	اے جان پدر ہماری ٹیک لاٹھی ہے	اب زندگانی پر بھروسہ کرنا غلطی ہے
۶	مسلم جواں راست بر پائے جست	کہ پیراں برند استعانت بدست
	اُچھل کود جوانوں کے لیے ٹھیک ہے	اس لیے کہ بوڑھے تو ہاتھ کا سہارا چاہتے ہیں
۷	گل سرخ رویم نگر زرِ ناب	فرو رفت چوں زرد شد آفتاب
	میرے چہرے کے گلاب کو دیکھو خالص سونا بن گیا ہے	جب سورج پیلا پڑ جاتا ہے ڈوب جاتا ہے
۸	ہوس پختن از کودکِ ناتمام	چناں زشت نبود کہ از پیر خام
	نابالغ بچہ کی ہوس پرستی	اتنی بُری نہیں ہے جس قدر خامکار بوڑھے کی
۹	مرا مے بباید چو طفلاں گریست	ز شرم گناہاں نہ طفلانہ زیست
	مجھے بچوں کی طرح رونا چاہیئے	گناہوں کی شرم سے نہ کہ بچوں کی طرح جینا
۱۰	نکو گفت لقمانؑ کہ نازیستن	بہ از سالہا بر خطا زیستن
	لقمان نے بہت اچھا کہا تھا کہ مرجانا	سالوں غلطی پر جینے سے بہتر ہے

(۱) مرا: مجھ کو۔ بارید: برسی۔ بر پرّ زاغ: کوّے کے پر پر۔ نشاید: نہیں چاہیئے۔ چو بلبل: بلبل کی طرح۔ تماشائے باغ: باغ کا تماشا۔ (۲) کند: کرتا ہے۔ طاؤس: مور۔ صاحب جمال: حسن والا۔ چہ مے خواہی: کیا چاہتا ہے تو۔ باز پرکندہ بال: نوچے ہوئے پروں والا باز۔

(۳) مرا: میرا۔ تنگ: بورا۔ آمد: آیا۔ درو: زائد۔ شمارا: تمہارا۔ کنوں: اب۔ مے دمد: پھوٹتا ہے۔ سبزۂ نو: نیا سبزہ۔ (۴) گلستان مارا: ہمارے باغ کر۔ طراوت: تازگی۔ گزشت: گزر گئی۔ کہ: کون۔ بندد: باندھے۔ چو: جب۔ پژمردہ: کملایا۔ گشت: ہوگیا۔ (۵) مرا: میرا۔ تکیہ: بھروسہ جان پدر: باپ کی جان۔ عصا: لاٹھی۔ ست: ہے۔ دگر: پھر بر زندگانی: زندگی پر۔ خطاست: غلطی ہے۔

(۶) مسلم: درست۔ جواں راست: جوان کے لیئے ہے۔ بر پائے جست: پاؤں پر اچھلنا۔ پیراں: بوڑھے۔ برند: لیتے ہیں۔ استعانت: مدد۔ بدست: ہاتھ سے۔

(۷) گل سرخ رویم: میرے چہرے کا سرخ پھول یا گلاب۔ نگر: دیکھ۔ زرناب: خالص سونا۔ فرو رفت: ڈوب گیا۔ چوں: جب۔ زرد شد: پیلا پڑ گیا۔ آفتاب: سورج۔

(۸) ہوس پختن: ہوس پکانا۔ کودک ناتمام: ناقص بچہ یا نابالغ۔ چناں: ایسا۔ زشت: برا۔ نبود: ہووے۔ کہ: جب کہ۔ پیر خام: کچے کام والا بوڑھا۔ (۹) مرا: مجھے۔ مے بباید: چاہیئے۔ چو طفلاں: بچوں کی طرح۔ گریست: رونا۔ شرم گناہاں: گناہوں کی شرم۔ طفلانہ: بچوں کی طرح زیست: جینا۔

(۱۰) نکو گفت: اچھا کہا۔ لقمان: مشہور حکیم۔ نازیستن: نہ جینا یا مرجانا۔ بہ: بہتر۔ سالہا: کئی سال۔ بر خطا: گناہ پر۔ زیستن: جینا۔

تشریح: (۱) میرے (عمر رسیدہ بزرگ کے) سیاہ بال کسی برف پوش پہاڑی کی طرح سفید ہو چکے ہیں۔ اب باغ میں بلبل کا تماشا بے کار ہے۔ (۲) اگر خوبصورت مور جلوہ نمائی کرے تو اسے زیب دیتا ہے۔ جس باز کے پر نوچے جا چکے ہوں۔ اس سے تماشائے نغمگیں کی اُمید نہیں رکھنی چاہیئے۔

(۳) اب ہماری (بزرگ کی) فصل بہاراں کٹ چکی ہے۔ بند بوریوں میں قید ہو چکی ہے۔ اب تو تم جیسے جوانوں کی فصل بہاراں کا وقت ہے۔

(۴) جس طرح ویران باغ کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا، مرجھائے ہوئے پھولوں کا گلدستہ کوئی نہیں بناتا۔ اسی طرح ہم جیسے بوڑھوں کو بھی کوئی نہیں پوچھتا۔

(۵) جس بوڑھے کا بھروسہ لاٹھی پر ہو۔ اسے زندگی پر تکیہ کر کے حماقت نہیں کرنی چاہیئے۔ (کیونکہ بڑھاپا موت کا پیغام ہوتا ہے)

(۶) چونکہ جوانی میں انسان کے اعضا مضبوط اور طاقتور ہوتے ہیں۔ اس لیئے ان کا مسرتوں سے رقصاں ہونا بھلا لگتا ہے۔ جو بوڑھا خود چلنے میں دوسروں کا سہارا لیتا ہے۔ اس کا اچھلنا بے معنی ہے۔ (۷) میرے (بزرگ کے) چہرے کی لالی زردی میں بدل چکی ہے۔ دیکھتے نہیں جب سورج میں زردی آتی ہے تو وہ غروب (ڈوبنے) ہونے کی تیاریوں میں معروف ہو جاتا ہے۔ (۸) اگر نابالغ بچے زندگی کی تمنا کریں تو ان کے لیئے اس میں کوئی بُرائی نہیں۔ اگر کوئی عمر رسیدہ شخص بچوں کی طرح زندگی کا آرزومند ہو تو یہ عجیب سا لگتا ہے۔ (۹) مجھے (بزرگ) گناہوں کی کثرت کے باعث شرمندگی سے بچوں کی طرح بلبلا کر رونا چاہیئے۔ نہ کہ بچوں کی طرح زندگی کی خواہش رکھنی چاہیئے۔ (۱۰) جناب لقمان حکیم کی بات بھی کیا خوب ہے کہ تکثیر گناہ سے بہتر ہے انسان مرجائے۔ کیونکہ مرنا جرم نہیں بلکہ گناہ کرنا ناقابل معافی جُرم ہے۔

(۱) ہم از بامداداں درِ کلبہ بست — بہ از سود و سرمایہ دادن زدست

صبح ہی سے دوکان کا دروازہ بند کر دینا — ہاتھ سے نفع اور پونجی دینے سے بہتر ہے

(۲) جواں تا رساند سیاہی بنور — برد پیر مسکیں سیاہی بگور

جوان جب تک سیاہی کو سفیدی تک پہنچاتا ہے — بے چارا بوڑھا سیاہی کو قبر میں لے جاتا ہے

حکایت

کہانی

(۴) کہن سالے آمد بہ نزدِ طبیب — زنالیدنش تا بمردن قریب

ایک طبیب کے پاس ایک ایسا بوڑھا آیا — کہ وہ اپنی موت کے اپنے شکوہ وشکایت کے اعتبار سے زیادہ قریب تھا

(۵) کہ دستم برگ برنہ اے نیک رائے — کہ پایم ہمے بر نیاید ز جائے

کہ اے نیک رائے میری نبض پر ہاتھ رکھ — کہ میرا ایک پیر دوسرے پیر سے نہیں اٹھتا ہے

(۶) بداں ماند ایں قامتِ خفتہ ام — کہ گوئی بہ گل در فرو رفتہ ام

میرا سویا ہوا قد اس کی مانند ہے — کہ گویا میں مٹی میں دھنسا ہوا ہوں

(۷) بدو گفت دست از جہاں برگسل — کہ پایت قیامت برآید ز گل

اس نے اس سے کہا دنیا سے ہاتھ اٹھالے — اس لیے کہ تیرا پیر قیامت ہی میں مٹی سے نکلے گا

(۸) اگر در جوانی زدی دست و پائے — در ایامِ پیری بہش باش رائے

اگر تونے جوانی میں ہاتھ پیر مارے ہیں — بڑھاپے میں ہوش اور تدبیر سے رہ

(۹) چو دورانِ عمر از چہل بر گزشت — مزن دست و پا آبت از سر گزشت

جب تیری عمر کا زمانہ چالیس سے گزر گیا ہے — تو اب ہاتھ پیر نہ مار پانی سرسے گزر گیا ہے

(۱۰) نشاط آنگہ از من رمیدن گرفت — کہ شامم سپیدہ دمیدن گرفت

خوش طبعی نے اس وقت مجھ سے بھاگنا شروع کر دیا ہے — جب سے کہ میری شام نے سفیدہ اگانا شروع کر دیا ہے

(۱) ہم: بھی۔ بامداداں، صبح کے اوقات۔ در کلبہ، جھونپڑی یا دُکان کا دروازہ۔ بست: بند کرنا۔ بہ: بہتر۔ سود: نفع۔ سرمایہ، پونجی۔ دادن: دینا۔ زدست، ہاتھ سے۔

(۲) تا رساند: جب تک پہنچادے۔ بنور، روشنی تک۔ برد: لے جاتا ہے۔ پیر مسکین: بیچارہ بوڑھا۔ بگور، قبر میں۔

(۳) حکایت، کہانی۔ (۴) کہن سالے: پرانی عمر والا۔ آمد: آیا۔ نزد طبیب، حکیم کے پاس۔ زنالیدنش: اس کے رونے کے مطابق۔ تا بمردن، مرنے کے۔

(۵) دستم برگ، ہاتھ میری رگ پر۔ نہ، رکھ۔ نیک رائے اچھی رائے والا۔ پایم، میرے پاؤں۔ ہمے بر نیاید، نہیں اٹھتے ہیں۔ زجائے: جگہ سے۔

(۶) بداں ماند: اس کے مشابہ ہے۔ ایں قامت خفتہ ام، میرا یہ سویا ہوا قد۔ گوئی، تو کہے۔ بہ گل، مٹی میں۔ فرو رفتہ ام: دھنس گیا ہوں میں۔

(۷) بدو گفت، اس سے کہا۔ دست از جہاں، ہاتھ جہان سے۔ برگسل، توڑ لے۔ پایت، تیرے پاؤں۔ برآید: نکلیں گے۔ ز گل، مٹی سے۔

(۸) زدی، مارے تو۔ دست دپا: ہاتھ پاؤں۔ ایام پیری: بڑھاپے کے دن۔ بہش باش، ہوش کے ساتھ رہ۔

(۹) چو، جب۔ دوران عمر، عمر کا چکر۔ چہل: چالیس۔ برگذشت، گزر گئی۔ مزن، مت مار۔ دست و پا: ہاتھ پاؤں۔ آبت از سر، پانی تیرے سر سے۔ گزشت، گزر گیا۔

(۱۰) نشاط، خوشی۔ از من، مجھ سے۔ آنگہ: اس وقت۔ رمیدن گرفت: بھاگنے لگی۔ شامم: میری شام۔ سپیدہ دمیدن گرفت، سفیدی اگانے لگی۔

تشریح: (۱) شام کے وقت رہزنوں کے ہاتھوں دن بھر کی کمائی لٹانے سے بہتر ہے کہ صبح ہی سے اپنی دُکان بند کر دے۔ (یوں کم از کم لٹنے سے تو بچ جائے گا) (۲) بڑھاپے تک پہنچتے پہنچتے جوانی کے سیاہ بال سفیدی میں بدل جاتے ہیں۔ اتنے میں بوڑھا آدمی اپنے گناہوں کی سیاہی سمیت قبر میں دفن ہو جاتا ہے۔ (۳) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بڑھاپے کا علاج صرف موت ہے۔ لہٰذا جو شخص کبر سنی میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ موت کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ (۴) ایک طبیب کے پاس انتہائی ضعیف العمر شخص آیا۔ اس کی چیخ و پکار سے ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی فوت ہو جائے گا۔ (۵) طبیب سے مخاطب ہو کر وہ (انتہائی ضعیف العمر شخص) کہنے لگا کہ اے صائب الرائے میری نبض کا معائنہ کر۔ کیونکہ اب چلنے کے لیے میرے قدموں میں سکت نہیں رہی۔ (۶) میرا (ضعیف العمر کا) جسم اس طرح شل اور بے حس ہو چکا ہے۔ جیسے دلدل میں دھنسنے کی وجہ سے حرکت نہ کرتا ہو۔ (۷) طبیب نے جواب دیا کہ اب تجھے (عمر رسیدہ کو) دنیا سے رخصت ہونے کی تیاری میں معروف ہو جانا چاہیئے کیونکہ بڑھاپے کا کوئی علاج نہیں۔ (۸) اگر تو (معمر شخص) نے جوانی کو بے احتیاطیوں اور کوتاہیوں کے حوالے کر دیا تھا تو اب عقل مندی یہی ہے کہ بڑھاپے میں ان کی تلافی کر لے۔ (۹) چالیس سال گزر جانے کے بعد انسان کو ہوا و ہوس سے باز آنا چاہیئے۔ کیونکہ ڈوبے ہوئے شخص کی تمام سر توڑ کوششیں بے کار جاتی ہیں۔ (۱۰) جب سر میں چاندی (سفید بال) اگنے لگ جاتی ہے تو پھر ہر قسم کی عیاشی خراماں خراماں (آہستہ آہستہ) رخصت ہونے لگ جاتی ہے۔

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ دوم
بباید ہوس کردن از سر بدر	۱	کہ دورِ ہوس بازی آمد بسر
ہوس کرنے کو سر سے نکال دینا چاہیئے		اس لیئے کہ ہوس بازی کا زمانہ ختم ہو چکا ہے
بسبزی کجا تازہ گردد دلم	۲	کہ سبزی بخواہد دمید از دلم
میرا دل سبزی سے کب تازہ ہو سکتا ہے		اس لیئے کہ اب تو میری مٹی سے سبزہ اگنا چاہتا ہے
تفرج کناں در ہوا و ہوس	۳	گزشتیم بر خاک بسیار کس
ہوا د ہوس میں تفریح کرتے ہوئے		بہت سے انسانوں کی خاک پر سے میں گزرا ہوں
کسانیکہ دیگر بغیب اندر اند	۴	بیایند و بر خاک ما بگزرند
دوسرے لوگ جو اللہ کے عِلم میں ہیں		وہ آئیں گے اور ہماری مٹی پر سے گزریں گے
دریغا کہ فصلِ جوانی برفت	۵	بلہو ولعب زندگانی برفت
ہائے افسوس، جوانی کا زمانہ گزر گیا		زندگی کھیل کُود میں ختم ہو گئی
دریغا چناں رُوح پرور زماں	۶	کہ بگزشت بر ما چو برق یماں
اس روح پرور زمانہ پر افسوس ہے جو		ہم پر سے یمنی بجلی کی طرح گزر گیا
زسودائے آں پوشم و ایں خورم	۷	نپرداختم تا غمِ دیں خورم
وہ پہنوں اور یہ کھاؤں کے خیال میں		دین کی فکر کرنے میں ہم مشغول نہ ہوئے
دریغا کہ مشغولِ باطل شدیم	۸	زحق دُور ماندیم و غافل شدیم
ہائے افسوس، ہم باطل میں مشغول ہو گئے		حق سے دُور رہ گئے اور غافل ہو گئے
چہ خوش گفت باکودک آموزگار	۹	کہ کارے نکردیم و شد روزگار
استاد نے بچے سے کیا اچھی بات کہی		کہ ہم نے کچھ نہ کیا اور زمانہ گزر گیا

(۱) بباید، چاہیئے۔ ہوس کردن، ہوس کرنا۔ از سر بدر، سر سے باہر۔ دورِ ہوس بازی: ہوس بازی کا زمانہ۔ آمد، آگیا۔ بسر: سر کو، انتہا کو۔

(۲) کجا: کہاں۔ تازہ گردد، تازہ ہو سکتا ہے۔ دلم، میرا دل۔ بخواہد دمید، پھوٹ پڑے گی۔ از دلم: میرے دل سے۔

(۳) تفرج کناں، تفریح کرتے ہوئے۔ ہوا و ہوس: خواہش اور ہوس۔ گزشتیم: گزرے ہم۔ خاکِ بسیار کس، بہت لوگوں کی مٹی۔

(۴) کسانیکہ: جو لوگ کہ۔ دیگر، اور۔ بغیب اندر، غیب میں۔ اند، ہیں۔ بیایند، آویں گے۔ برخاکِ ما، ہماری مٹی پر۔ بگزرند: گزریں گے۔

(۵) دریغا: افسوس۔ فصلِ جوانی، جوانی کا موسم۔ برفت، نکل گیا۔ بلہو ولعب، کھیل کود میں۔ برفت، نکل گئی۔

(۶) دریغا: افسوس۔ چناں: ایسا۔ روح پرور، روح کو پالنے والا۔ زماں: زمانہ۔ بگزشت: گزر گیا۔ برما، ہمارے اوپر۔ چو: مثل۔ برق یماں، یمن کے علاقہ کی بجلی

(۷) سودائے فکر آں پوشم: وہ پہنوں۔ ایں خورم: یہ کھاؤں نپرداختم، نہ مشغول ہوا میں۔ تا: تاکہ۔ غم دین، دین کا غم۔ خورم: کھاؤں میں۔

(۸) دریغا، افسوس مشغولِ باطل: باطل میں مشغول۔ شدیم: ہوئے ہم۔ دور ماندیم: دور رہے ہم۔ شدیم، ہوئے ہم۔ (۹) چہ: کیا۔ خوش گفت، اچھا کہا۔ باکودک: بچے کو۔ آموزگار: استاد۔ کارے نکردیم: ہم نے کوئی کام نہ کیا۔ شد: گزر گیا۔ روزگار، زمانہ۔

تشریح: (۱) جب آدمی بڑھاپے کی دہلیز میں قدم رکھ لیتا ہے تو اسے شہوت پرستی اور ہوس پرستی سے منہ موڑ لینا چاہیئے۔ کیونکہ اب یہ وقت ان باتوں کا نہیں رہا۔ (۲) جس شخص کا دل بڑھاپے کے مرض سے سفید ہو چکا ہو وہ (دل) جوانی کے سبزہ زار میں بھی سر سبز نہیں ہو سکتا۔

(۳) ہم لوگ حرص و ہوس میں زندگی کی سیر کرتے ہوئے مٹی کی بہت سی ڈھیریوں (قبروں) سے گزر جاتے ہیں۔

(۴) لیکن جو لوگ ابھی دنیا میں نہیں آئے۔ ایک وقت آئے گا۔ وہ ہماری قبروں سے بھی گزر کر چلے جائیں گے۔

(۵) افسوس کہ جوانی کی تمام تر شادابی ختم ہو گئی۔ لیکن عیش وطرب میں پوری زندگی تباہ کر دی۔

(۶) ہائے افسوس: جوانی کا وہ روح پرور زمانہ برق یمانی کی طرح گزر گیا۔ لیکن اسے ضائع کر دیا۔

(۷) میں نے اپنی زندگی کو کھانے وپینے کی فکر میں گنوا دیا۔ دنیوی تفکرات سے فرصت ہی نہ ملی۔ دین کا فکر کیسے ہوتا۔

(۸) افسوس اسی بات کا ہے کہ زندگی بھر باطل کی تاریکیوں میں ڈوبا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حق وصداقت کی زندگی سے دُوری وغفلت رہی۔

(۹) کسی استاد نے اپنے شاگردوں سے بہت اچھی بات کہی کہ تمام عمر خواہشات کے حصول کے لیئے منصوبہ بندی کرتے رہے۔ لیکن مقصدِ زندگی (فکرِ دین) ترک کر بیٹھے۔

گفتار اندر غنیمت شمردنِ قوتِ جوانی پیش از ضعف پیری

کہاوت قوت جوانی کو بڑھاپے کے ضعف سے پہلے غنیمت سمجھ لینے کے بیان میں

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
جوانا رہِ طاعت امروز گیر	۲	کہ فردا جوانی نیاید ز پیر
اے جوان بندگی کا راستہ آج اختیار کرلے		اس لیئے کہ کل بوڑھے سے جوانی نہیں ہو سکتی
فراغِ دلت ہست و نیروئے تن	۳	چو میداں فراخست گوئے بزن
تیرے دل کی بےفکری ہی بدن کی طاقت ہے		جب میدان کھلا ہے گیند پھینک
من ایں روز را قدر نشناختم	۴	بدانستم اکنوں کہ در باختم
میں نے اس وقت کی قدر نہ پہچانی		اب میں سمجھا جب میں ہار گیا
قضا روزگارے ز من در ربود	۵	کہ ہر روزے از وئے شبِ قدر بود
قضا ایسا زمانہ مجھ سے اُچک لے گئی		کہ جس کا ہر دن شب قدر تھا
چہ کوشش کند پیرِ خر زیر بار	۶	تو مے رو کہ بر باد پائی سوار
بوجھ کے نیچے بوڑھا گدھا کیا کوشش کرے		تو چلا چل کہ تیز رو گھوڑے پر سوار ہے
شکستہ قدح گر بہ بندند چست	۷	نیاورد خواہد بہائے درست
ٹوٹے ہوئے پیالے کو اگر مضبوط بھی باندھ دیں		وہ نئے کی قیمت نہیں دے سکتا ہے
کنوں کوفتادت بہ غفلت ز دست	۸	طریقے ندارد بجز باز بست
اب جبکہ وہ غفلت سے تیرے ہاتھ سے گر گیا ہے		اور کوئی تدبیر نہیں ہے کس دینے کے علاوہ
کہ گفتت بجیحوں در انداز تن	۹	چو افتاد ہم دست و پائے بزن
تجھ سے کس نے کہا تھا کہ جیحون میں کُود پڑ		جب کُودا ہے تو ہاتھ پیر مار
بہ غفلت بدادی ز دست آب پاک	۱۰	چہ چارہ کنوں جز تیمم بخاک
پاک پانی تو تُونے غفلت سے ہاتھ سے دیدیا		اب سوائے مٹی سے تیمم کرنے کے اور کیا تدبیر ہے

(۱) گفتار: کہاوت۔ غنیمت شمردن: شمار کرنا۔ قوتِ جوانی: جوانی کی قوت۔ پیش از ضعفِ پیری: بڑھاپے کی کمزوری سے پہلے۔ (۲) جوانا: اے جوان۔ رہ طاعت: عبادت کا راستہ۔ امروز: آج۔ گیر: پکڑ۔ فردا: کل۔ جوانی نیاید: جوانی نہیں آئے گی۔ ز پیر: بوڑھے سے۔ (۳) فراغ دلت: تجھے دل کی فراغت۔ ہست: ہے۔ نیروئے تن: بدن کی طاقت۔ چو: جب۔ فراخست: فراخ ہے۔ گوئے بزن: گیند مار۔ (۴) من: میں۔ ایں روز: اس دن۔ نشناختم: نہ پہچانی میں نے۔ بدانستم: میں نے جانا۔ اکنوں: اب۔ درباختم: ہار گیا میں۔ (۵) قضا: تقدیر۔ روزگارے: زمانہ۔ ز من: مجھ سے۔ در ربود: لے گئی۔ ہر روزے: ہر دن۔ از وئے: اس سے۔ شب قدر: قدر والی رات جسے قرآن میں لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔ جو ہزاروں مہینوں سے افضل ہے۔ (۶) چہ: کیا۔ کند: کرے۔ پیرِ خر: بوڑھا گدھا۔ زیر بار: بوجھ کے نیچے۔ تو مے رو: تو چلتا رہ۔ بادپائے: ہوا کے پاؤں والا گھوڑا۔ ائی: ہے تو۔ (۷) شکستہ: ٹوٹا ہوا۔ قدح: پیالہ۔ بہ بندند: باندھیں۔ چست: مضبوط۔ نیاورد خورد: نہیں پا سکے گا۔ بہائے درست: ٹھیک پیالے کی قیمت (۸) کنوں: اب۔ کو: جب کہ وہ۔ فتادت: گر پڑا تیرے ز دست: ہاتھ سے۔ طریقے: کوئی راستہ۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ بجز: سوائے۔ باز بست: پھر باندھنا۔ (۹) کہ گفتت: تجھے کس نے کہا۔ جیحون: خراسان کا ایک دریا۔ در انداز: گرا۔ تن: جسم۔ چو افتاد: جب گر پڑا۔ ہم: بھی۔ دست و پائے: ہاتھ پاؤں۔ (۱۰) بدادی: دیا تو نے۔ ز دست: ہاتھ سے۔ آب پاک: صاف پانی۔ چہ چارہ: کیا علاج۔ کنوں: اب۔ جز: سوائے۔ تیمم: قصد کرنا مراد مٹی سے وضو کرنا۔ بخاک: مٹی سے۔

تشریح: (۱) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ بڑھاپے کے ضعف سے قبل جوانی کی قوت سے ذکر و عبادت پر مبنی کام لینا چاہیئے۔ (۲) چونکہ بڑھاپے کی حالت میں عبادت گزاری دشوار ہوتی ہے۔ اس لیئے جوانی کے عہد میں انسان کو ذکر و عبادت اور فکر و ریاضت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ (۳) جب دل کو فراغت اور جسم کو قوت حاصل ہو تو زندگی کے میدان میں عبادت کی گیند پھینکنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔
(۴) جب جوانی کا میدان میرے ہاتھ میں تھا۔ اس وقت میں نے قدر دانی نہ کی۔ جب میدان ہاتھ سے نکل گیا تب جوانی ہار چکی تھی۔
(۵) مقدر نے مجھ سے وہ دن چھین لیئے۔ جس کا ہر دن و رات لیلۃ القدر کی مانند تھا۔ کہاوت مشہور ہے کہ ایام جوانی اوقات خوشحالی۔
(۶) جس طرح بوجھ تلے دبے ہوئے گدھے کی ہر کوشش رائیگاں جاتی ہے۔ اسی طرح بڑھاپے کی عبادت بھی کالعدم ہے۔ اے جوان! تو جوانی کے منہ زور گھوڑے پر سوار ہو کر ذکر و عبادت میں مشغول ہو جا۔ (۷) جب پیالہ ٹوٹ جائے تو جوڑنے سے بھی نئے پیالے کی قیمت تک نہیں پہنچ سکتا۔ بڑھاپا بھی اک ٹوٹا ہوا پیالہ ہے۔ (۸) تیری زندگی کا پیالہ غفلت کے نشے کی وجہ سے ٹوٹ چکا ہے۔ اگر اس کی مرمت ہو بھی جائے۔ پھر بھی جوانی کے نئے پیالے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔
(۹) کسی شخص کے کہنے پر تُونے خود کو جیحوں (خراسان کا دریا) میں گرا دیا ہے۔ اگر دریا میں گر چکا ہے تو پھر ذکر و عبادت کی صورت میں ہاتھ پاؤں مار۔
(۱۰) لاپرواہی کے باعث کسی نے جوانی کا صاف پانی گنوا دیا ہے تو پھر بڑھاپے کی مٹی سے کم از کم تیمم ہی کر لینا چاہیئے۔ (تاکہ عبادت کے قابل ہو سکے۔)

	مصرع اول	مصرع دوم
۱	چو از چابکاں در دویدن گرو	نبردی ہم افتان و خیزاں برو
	جب تو تیز چلنے والوں سے دوڑنے میں سبقت	نہ لے گیا تو گرتا پڑتا ہی چلا چل
۲	گر آں باد پایاں برفتند تیز	تو بے دست و پائے از نشستن بخیز
	اگر وہ تیز رو تیز چلے گئے	تو بے ہاتھ اور پیر والا بیٹھے رہنے سے اٹھ کھڑا ہو

حکایت در معنی ادراک پیش از فوت

حکایت فوت ہونے سے پہلے حاصل کر لینے کے بیان میں

	مصرع اول	مصرع دوم
۴	شبے خوابم اندر بیابان فید	فرو بست پائے دویدن بقید
	ایک رات فید کے جنگل میں نیند نے میرے	چلنے کے پیر قید میں باندھ دیئے
۵	شتربانے آمد بہول و ستیز	زمام شتر برسرم زد کہ خیز
	شتربان خوفناکی اور رعب کے ساتھ آیا	اونٹ کی مہار میرے سر پر ماری کہ اٹھ
۶	مگر دل نہادی بمردن زپس	کہ برمے نخیزی ببانگ جرس
	شاید پیچھے رہ کر تیرا مرنے کو جی چاہ رہا ہے	کہ گھنٹے کی آواز سے تو نہیں اٹھتا ہے
۷	مرا ہمچو تو خواب خوش در سرست	ولیکن بیاباں بہ پیش اندرست
	تیری طرح ہمارے سروں میں بھی میٹھی نیند ہے	لیکن صحرا سامنے ہے
۸	تو کز خواب نوشیں بہ بانگ رحیل	نخیزی دگر کے رسی در سبیل
	تو جو کوچ کی آواز سے میٹھی نیند سے	بیدار نہیں ہوتا ہے راستہ پر کب پہنچے گا
۹	فرو کوفت طبل سفر ساروان	بمنزل رسید اول کارواں
	شتربان نے ڈھول پیٹ دیا	شروع کا قافلہ منزل پر پہنچ گیا ہے
۱۰	خنک ہوشیاران فرخندہ بخت	کہ پیش از دہل زن بسازند رخت
	وہ ہوشیار مبارک نصیبہ والے ٹھنڈے دل ہیں	جو ڈھول پیٹنے والے سے پہلے سامان باندھ لیں

(۱) چو: جب۔ چابکاں: تیز لوگ۔ دویدن: بھاگنا۔ گرو: سبقت۔ نبردی: نہ لے جاسکا۔ ہم افتان و خیزاں: گرتا اور اٹھتا ہی۔ برو: چل۔
(۲) آں بادپایاں: وہ ہوا کے پاؤں والے۔ برفتند: چلے گئے۔ بے دست و پا: بغیر ہاتھ پاؤں کے۔ نشستن: بیٹھنا۔ بخیز: کھڑا ہو جا۔
(۳) ادراک: پالینا۔ پیش از فوت: نقصان ہونے سے پہلے۔ (۴) شبے: ایک رات۔ خوابم: نیند نے میرے۔ فید: مکہ کے راستہ میں ایک پڑاؤ کا نام۔ فروبست: باندھ دیئے۔ پائے دویدن: دوڑنے کے پاؤں۔ بقید: بیڑی میں۔ (۵) شتربانے: ایک اونٹ والا۔ آمد: آیا۔ بہول: رعب کے ساتھ۔ ستیز: لڑائی۔ زمام شتر: اونٹ کی مہار۔ برسرم: میرے سر پر۔ زد: ماری۔ خیز: اُٹھ۔ (۶) مگر: شاید۔ نہادی: رکھا تونے۔ بمردن: مرنے پر۔ زپس: پیچھے سے۔ برمے نخیزی: کھڑا نہیں ہوتا ہے تو۔ ببانگ جرس: گھنٹے کی آواز سے۔
(۷) مرا: مجھ کو۔ ہمچو تو: تیری طرح۔ خواب خوش: میٹھی نیند۔ در سرست: سر میں ہے۔ بہ پیش: سامنے۔ اندر: زائد۔ است: ہے۔ (۸) تو کز خواب نوشیں: تو جو میٹھی نیند سے۔ بانگ رحیل: کوچ کی آواز۔ نخیزی: نہیں اٹھتا ہے۔ دگر: پھر۔ کے رسی: کب پہنچے گا۔ در سبیل: راستے میں۔
(۹) فرو کوفت: کوٹ دیا۔ طبل سفر: سفر کا نقارہ۔ ساروان: اونٹ والا۔ بمنزل: منزل پر۔ رسید: پہنچ گیا۔ اول کارواں: قافلے کا شروع۔ (۱۰) خنک: مبارک۔ فرخندہ بخت: مبارک نصیب والا۔ پیش: پہلے۔ دہل زن: ڈھول پیٹنے والا۔ بسازند رخت: سامان باندھ لیں۔

تشریح: (۱) اگر کوئی شخص تیز رفتار لوگوں سے سبقت نہیں لے جاسکتا تو گرتے پڑتے سفر کر کے منزل کو پالینا چاہیئے۔ (تیز رفتار سے جوانی اور گرتے پڑتے سے مراد بڑھاپا ہے) (۲) اگر تیز رفتاری سے منزل تک جلدی سے پہنچنے کی ہمت نہیں رہی تو آہستہ سے سفر کرنا چاہیئے۔ ؎ چلے تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ
(۳) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ موت سے قبل اپنی عقبیٰ سنوارنے کے لیئے ذکر و عبادت میں مشغول ہو جائیے۔ (۴) ایک رات میں (شیخ سعدیؒ) مکہ کی طرف جاتے ہوئے فید کے جنگل میں نیند آگئی اور میں (شیخ سعدیؒ) وہیں سو گیا۔ (۵) ایک شتربان (اونٹ کی مہار کھینچنے والا) نے راستے میں سوئے ہوئے شخص (شیخ سعدیؒ) کو نیند سے بیدار کرنے کے لیئے سر پہ اونٹ کی مہار دے ماری۔ (۶) اور کہا کہ خودکشی کا ارادہ ہے جو گھنٹے کی آواز سن کر بھی نہیں اٹھتا۔ (جنگل میں اس طرح غفلت کے ساتھ سونا خودکشی کرنے کی مانند ہے) (۷) جس طرح تو (شیخ سعدیؒ) جنگل میں میٹھی نیند میں مگن ہے۔ اسی طرح میرے (شتربان کے) سر میں بھی میٹھی نیند کا وجود ہے۔ لیکن جنگل کے خطرات مجھے سونے نہیں دیتے۔ (۸) جو شخص قافلے کے جانے (کوچ) کا اعلان سن کر بھی نیند سے بیدار نہیں رہتا۔ وہ ہمیشہ قافلے سے بچھڑے ہوئے مسافر کی طرح ٹھوکریں کھاتا ہے۔ (۹) ساربان (ملک الموت) نے سفر (آخرت) کا اعلان کر دیا ہے اور قافلے کا اگلا حصہ (پہلے آنے والے لوگ) منزل تک پہنچ گئے ہیں۔ (۱۰) وہ شخص بہت ہی مبارک ہے جو اعلان سفر (موت) سے پہلے دنیا سے خواہشات کا بستر لپیٹ کر آخرت کے سفر کے لیئے تیار ہو جائے۔

(۱) برہ خفتگاں: راستے میں سوئے ہوئے۔ تا برآرند: جب تک اٹھائیں گے۔ نہ بینند: نہیں دیکھیں گے۔ رہ رفتگاں: راستے پر گزرے ہوئے۔ اثر: نشان قدم۔
(۲) سبق برد: سبقت لے گیا۔ رہ رو: راستہ چلنے والا۔ برخاست زود: جلدی اٹھا۔ پس از نقل: روانہ ہو جانے کے بعد۔ بودن: ہونا۔ چہ سود: کیا فائدہ۔
(۳) چو: جب۔ شیبت درآمد: تجھ کو بڑھاپا آگیا۔ بروئے شباب: جوانی کے چہرے پر۔ شبت: تیری رات۔ روز شد: دن ہو گئی۔ دیدہ برکن: آنکھیں کھول۔ زخواب: نیند سے۔ (۴) من: میں۔ آں روز: اسی دن۔ برکندم: ختم کر دی۔ افتادم: پڑ گئی میرے۔
(۵) دریغا: افسوس۔ بگزشت: گزر گئی۔ عمر عزیز: پیاری عمر۔ بخواہد گزشت: گزر جائیں گے۔ ایں دم چند: یہ چند سانسیں۔ نیز: بھی۔ (۶) گزشت: گزرا۔ آنچہ: جو کچھ کہ۔ ناصوابی: غلطی۔ وزیں نیز: اور ان میں سے بھی۔ درنیابی: نہیں پاوے گا تو۔ گزشت: گزر جائے گا۔
(۷) کنوں: اب۔ وقت تخم: بیج ڈالنے کا وقت۔ است: ہے۔ پروری: پالے تو۔ امید داری: امید رکھتا ہے تو۔ خرمن: کھلیان۔ بری: لے جاوے تو۔
(۸) بشہر قیامت: قیامت کے شہر میں۔ مرو: مت جا۔ تنگ دست: تنگ ہاتھ والا۔ وجہے ندارد: کوئی سبب نہیں رکھتا۔ بحسرت نشست: حسرت کے ساتھ بیٹھنا۔ (۹) چشم عقلست: عقل کی آنکھ ہے۔ تدبیر گور: قبر کی تدبیر۔ کنوں کن: اب کر۔ چشمت: تیری آنکھ۔ نخورد است: نہیں کھائی ہیں۔ مور: چیونٹی۔
(۱۰) بمایہ: پونجی سے۔ تواں سود کرد: نفع کما سکتے ہیں۔ پسر: لڑکا۔ چہ: کیا۔ سود افتد: نفع حاصل ہو۔ آں راکہ: اس کو کہ۔ سرمایہ خورد: پونجی کھا گیا۔

۱	بره خفتگاں تا برارند سر	نہ بینند رہ رفتگاں را اثر
	راستہ میں سوئے ہوئے جب تک سر اٹھائیں گے	وہ راستہ چلنے والوں کا نشان بھی نہ دیکھیں گے
۲	سبق برد رہ رو کہ برخاست زود	پس از نقل بیدار بودن چہ سود
	وہ مسافر بازی لے گیا جو جلدی اٹھ بیٹھا	روانگی کے بعد بیدار ہونے سے کیا فائدہ
۳	چو شیبت درآمد بروئے شباب	شبت روز شد دیدہ برکن زخواب
	جب تیری جوانی کے چہرے پر بڑھاپا آجائے	تیری رات دن ہو چکی ہے نیند سے آنکھ کھول دے
۴	من آں روز برکندم از عمر امید	کہ افتادم اندر سیاہی سپید
	میں نے اس دن زندگی سے امید ختم کر دی	جب میری سیاہی میں سفیدی آ گئی
۵	دریغا کہ بگزشت عمر عزیز	بخواہد گزشت ایں دم چند نیز
	ہائے افسوس کہ پیاری عمر گزر گئی	یہ چند سانسیں بھی گزر جائیں گی
۶	گزشت آنچہ در ناصوابی گزشت	وزیں نیز دم درنیابی گزشت
	جو بھی گزرا خرابی میں گزرا	اگر ان سانسوں کو بھی نہ سنبھالا تو یہ بھی گئے
۷	کنوں وقت تخم است اگر پروری	گر امید داری کہ خرمن بری
	اگر تو پالنا چاہتا ہے اب بھی تخم ریزی کا وقت ہے	اگر امید رکھتا ہے کہ کھلیان اٹھائے
۸	بشہر قیامت مرو تنگ دست	کہ وجہے ندارد بحسرت نشست
	تنگ دست ہو کر قیامت کے شہر میں نہ جا	اس لیے کہ حسرت سے بیٹھے رہنا کوئی وجہ نہیں ہے
۹	گرت چشم عقلست تدبیر گور	کنوں کن کہ چشمت نخورد است مور
	اگر تیری عقل کی آنکھ ہے تو قبر کی تدبیر	اب کر لے کیونکہ تیری آنکھیں چیونٹیوں نے نہیں کھائی ہیں
۱۰	بمایہ تواں اے پسر سود کرد	چہ سود افتد آں را کہ سرمایہ خورد
	اے صاحبزادے سرمایہ سے نفع کمایا جا سکتا ہے	اسے کیا نفع ہو سکتا ہے جو کہ سرمایہ کھا لے

تشریح: (۱) دنیا کی بھول بھلیوں میں کھو جانے والے جب غفلت کی نیند سے بیدار ہوں گے۔ (بڑھاپے میں قدم رکھیں گے) زندگی کے قافلے کا نشان تک نہ پائیں گے۔ (۲) جو مسافر پچھلے پہر کی رات میں بیدار ہو کر (نماز تہجد سے) سفر شروع کرتا ہے۔ وہ کامیابی سے جنگل (دنیا) عبور کرتا ہے۔ اور قافلے کی روانگی کے بعد جاگنے والا پیچھے رہ جاتا ہے۔ (۳) جب چہرے پہ جھریاں آنا شروع ہو جائیں تو یہ جوانی کی رات ختم ہونے اور بڑھاپے کی صبح شروع ہونے کے آثار ہوتے ہیں۔ لہٰذا غفلت کی نیند سے بیدار ہونے کا وقت آن پہنچا۔ (۴) مجھ (شیخ سعدیؒ) پر زندگی کی مایوسی اس وقت چھا گئی تھی۔ جب میں نے سفید بالوں کی شکل میں بڑھاپے کی آمد آمد محسوس کی۔ (۵) زندگی کے (بچپن و جوانی کے) تمام لمحات گزر گئے اور میں غافل رہا۔ اب یہ بڑھاپے کے چند سانس ہیں۔ سو یہ بھی گزر جائیں۔ (ذکر و عبادت سے انہیں قیمتی بنالے) (۶) جوانی خواہشات، حرص و ہوس میں گزر گئی ہے۔ اگر بڑھاپے کے چند بے ربط سانسوں کو فکر دین، فکر آخرت کا سنبھالا نہ دیا تو یہ بھی گزر جائیں گے۔ (۷) دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اعمال صالحہ اس کا بیج ہے۔ اگر اس کو پھلا پھولا دیکھنا ہے تو پھر آخرت کی کھیتی (دنیا) میں اعمال صالحہ کا بیج ڈال دے۔ (۸) آخرت کا سکہ نیکی ہے۔ جس کے پاس نیکیاں جس قدر ہوں گی۔ وہ اسی کے بقدر غنی یا مفلس ہو گا۔ اس لیئے دنیا سے خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیئے۔ (۹) اگر عقل و خرد کی آنکھ موجود ہے تو پھر قبر میں آسانی کی تدابیر پر توجہ دینی چاہیئے۔ کیونکہ ابھی تک اعضاء سلامت ہیں۔ نیکیوں کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ (۱۰) ابھی تیرے پاس تیرا سرمایہ (زندگی) موجود ہے۔ اس سے عمل کا منافع حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جس شخص کا سرمایہ (زندگی) ہی ختم ہو جائے وہ منافع (عمل) کیا کمائے گا۔

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	کنوں کوش کآب از کمر درگذشت	نہ وقتے کہ سیلاب از سر گذشت
	اب کوشش کرلے کہ پانی کمر سے بڑھا ہوا ہے	نہ اس وقت جب سیلاب سر پر سے گزر جائے گا
۲	کنونت کہ چشمست اشکے ببار	زباں در دہاں است عذرے بیار
	اب جب کہ تیری آنکھیں ہیں کچھ آنسو بہالے	منہ میں زبان ہے کچھ عذر بیان کردے
۳	نہ پیوستہ باشد رواں در بدن	نہ ہموارہ گردد زباں در دہن
	روح بدن میں ہمیشہ نہ رہے گی	منہ میں زبان ہمیشہ نہ رہے گی
۴	ز دانندگاں بشنو امروز قول	کہ فردا نکیرت نہ پُرسد زہول
	جاننے والوں سے آج بات سن لے	تاکہ کل منکر نکیر تجھ سے رعب کے ساتھ نہ پوچھے
۵	غنیمت شمار ایں گرامی نفس	کہ بے مرغ قیمت ندارد قفس
	اس قابل قدر سانس کو غنیمت شمار کر	بے پرند کا پنجرا کوئی قیمت نہیں رکھتا ہے
۶	مکن عمر ضائع بافسوس وحیف	کہ فرصت عزیز است والوقت سیف
	حسرت اور افسوس کے ساتھ عمر ضائع نہ کر	اس لئے کہ فرصت کمیاب ہے اور وقت ایک تلوار ہے

حکایت

کہانی

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۸	قضا زندۂ را رگِ جاں برید	دگر کس بمرگش گریباں درید
	قضا نے ایک زندہ کی جان کی رگ کاٹ دی	دوسرے کسی نے اس کی موت پر گریبان چاک کیا
۹	چنیں گفت بنیندۂ تیز ہوش	چو فریاد و زاری رسیدش بگوش
	ایک عقل مند دیکھنے والے نے یہ کہا	جب آہ و زاری اس کے کان میں پڑی
۱۰	ز دستِ شما مردہ برخویشتن	گرش دست بودے دریدے کفن
	تمہارے ہاتھوں مردہ اپنا	کفن پھاڑ ڈالتا اگر اسے قدرت ہوتی

(۱) کنوں: اب۔ کوش: کوشش کر۔ کآب: جب کہ پانی درگزشت: گزر گیا۔ نہ وقتے کہ: نہ ایسے وقت کہ۔
(۲) کنونت: اب کہ تیری۔ چشمست: آنکھ ہے۔ اشکے ببار: کوئی آنسو بہا۔ دہاں: منہ۔ است: ہے۔ عذرے: کوئی عذر۔ بیار: لا۔ (۳) پیوستہ: ہمیشہ۔ باشد: ہوتی ہے۔ رواں: چالو۔ ہموارہ: ہمیشہ۔ گردد: گھومتی ہے۔ دہن: منہ۔ (۴) دانندگاں: جاننے والے۔ بشنو: سن۔ امروز: آج۔ قول: بات۔ فردا: کل آئندہ۔ نکیرت: منکر نکیر تجھ کو۔ نہ پُرسد: نہ پوچھے۔ زہول: رعب سے۔ (۵) شمار: گن۔ گرامی نفس: عزت والا نفس۔ بے مرغ: بغیر پرندے کے۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ قفس: پنجرا۔
(۶) مکن: مت کر۔ حیف: حسرت۔ عزیز: نایاب است: ہے۔ الوقت سیف: وقت تلوار ہے۔
(۷) حکایت: کہانی۔
(۸) قضا: موت۔ رگِ جاں: جان کی رگ یعنی شاہرگ۔ برید: کاٹ دی۔ دگر کس: دوسرا شخص۔ بمرگش: اس کی موت پر۔ درید: پھاڑ لیا۔
(۹) چنیں: ایسے۔ گفت: کہا۔ بنیندہ: دیکھنے والا۔ تیز ہوش: تیز سمجھ والا۔ چو: جب۔ رسیدش: پہنچی اس کو۔ بگوش: کان میں۔
(۱۰) دست شما: تمہارا ہاتھ۔ برخویشتن: اپنے آپ پر۔ گرش: اگر اس کے۔ دست بودے: ہاتھ ہوتے۔ دریدے: پھاڑ لیتا۔

تشریح: (۱) ابھی زندگی کے حسین لمحات کافی حد تک باقی ہیں۔ انہیں فکر دین و آخرت کے ذریعے قیمتی بنالے۔ جب پانی سر سے گزر جائے گا تو پھر کچھ نہیں رہے گا۔ (۲) آنکھوں کی موجودگی میں آنسو بہا کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرو۔ اور زبان سے توبہ و استغفار کی صورت میں عذر خواہی اس (اللہ تعالیٰ) کے ہاں قبول ہو جائے گی۔ (۳) ابھی نفس و بدن میں جان موجود ہے اور منہ میں زبان موجود ہے۔ اس لئے رضائے الٰہی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ورنہ ایک دن آئے گا کہ جسم و جان اور زبان کچھ بھی نہ ہوگا۔ (۴) اگر منکر نکیر کی سخت گیری سے بچنا ہے تو پھر علما و صلحا سے حصول علم اور ذکر و فکر پر مبنی معلومات حاصل کرنی چاہیئے۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ (۵) اپنی جان عزیز کو قیمتی جان کر ذکر و فکر میں مشغولیت اختیار کرنی چاہیئے۔ کیونکہ پرندے کے بغیر پنجرہ "عمل کے بغیر زندگی بے کار ہے۔ (زندگی بے بندگی شرمندگی) (۶) حسرت و یاس میں احساس کمتری کا شکار ہو کر زندگی ضائع کرنا عقل مندی نہیں۔ آج کی فرصت کو غنیمت جان کر ذکر و فکر میں صرف کرنا چاہیئے۔ وقت کو تلوار کاٹے جا رہی ہے۔ (۷) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ مرنے والے پر رونے کی بجائے خود اپنی موت کی تیاری لازماً کی جائے۔ (۸) ایک شخص موت کی آغوش میں چلا گیا۔ دوسرا شخص پہلے شخص کی موت کا صدمہ برداشت نہ کرتے ہوئے اپنا گریبان چاک کر دیا۔ (۹) کسی عقلمند آدمی کے کانوں میں ماتم و نوحہ کی آواز پہنچی تو اس پر گفتگو کرتے ہوئے اس نے یوں لب کشائی کی۔ (۱۰) کہ اگر اس مُردہ میں زندگی کے کچھ آثار ہوتے یا موت کی حالت میں عقل اور شعور کی لہر دوڑ رہی ہوتی تو تمہاری اس حالت سے تنگ آکر اپنا کفن پھاڑ دیتا۔

۱	کہ چندیں زتیمار و دردم مپیچ	کہ روزے دو پیش از تو کردم بسیج
	کہ میرے غم اور درد میں اس قدر بل نہ کھا	اس لیے کہ میں نے تجھ سے دو ایک دن پہلے سفر کا ارادہ کیا ہے
۲	فراموش کردی مگر مرگِ خویش	کہ مرگِ منت ناتواں کرد و ریش
	شاید تو اپنی موت کو بھول گیا ہے	کہ میرے مرنے نے تجھے کمزور اور زخمی کر دیا ہے
۳	مبصر چوں بر مردہ ریزد گلش	نہ بروئے کہ برخود بسوزد دلش
	جانکار جب مُردے پر اس کی مٹی ڈالتا ہے	اس پر نہیں بلکہ اپنے اوپر اس کا دل جلتا ہے
۴	زہجرانِ طفلے کہ در خاک رفت	چہ نالی کہ پاک آمد و پاک رفت
	اس بچہ کے فراق میں جو مٹی میں چلا گیا	کیا روتا ہے وہ تو پاک آیا تھا پاک چلا گیا
۵	تو پاک آمدی پر حذر باش و پاک	کہ ننگ است ناپاک رفتن بخاک
	تو پاک آیا ہے احتیاط اور خطرہ سے رہ	اسلئے کہ مٹی میں ناپاک ہو کر جانا بڑے شرم کی بات ہے
۶	کنوں باید ایں مرغ را پائے بست	نہ وقتے کہ سررشتہ بردت زدست
	اس پرند کا اب پیر باندھ دینا چاہیئے	نہ کہ اس وقت جب تیرے ہاتھ سے رسی چھڑا لے جائیگا
۷	نشستی بجائے دگر کس بسے	نشیند بجائے تو دیگر کسے
	تو دوسرے کی جگہ پر بیٹھا ہے	اب تیری جگہ کوئی دوسرا بیٹھے گا
۸	اگر پہلوانی وگر تیغ زن	نخواہی بدر بردن الا کفن
	خواہ تو پہلوان ہے خواہ تلوار باز	سوائے کفن کے کچھ نہ لے جاسکے گا
۹	خرو خش اگر بگسلاند کمند	جو در ریگ ماند شود پائے بند
	گورخر اگر پھانسا پھسلا دے	جب ریت میں دھنس جائے پابند ہو جاتا ہے
۱۰	ترا نیز چنداں بود دست زور	کہ پا نرفت است در ریگ گور
	تجھ میں بھی طاقت اسی وقت تک ہے	جب تک تیرا پیر قبر کی ریت میں نہیں گیا ہے

(۱) چندیں: اتنا۔ تیمار: غم۔ مپیچ: مت بیچ کھا۔ روزے دو: ایک دن۔ پیش از تو: تجھ سے پہلے۔ کردم: کیا میں نے۔ بسیج: ارادہ۔ (۲) فراموش کردی: بھلا دیا تونے۔ مگر: شاید۔ مرگِ خویش: اپنی موت۔ مرگِ منت: میری موت نے تجھ کو۔ ناتواں: کمزور۔ کرد: کر دیا۔ ریش: زخمی۔ (۳) مبصر: بصیرت والا یا محقق۔ چوں: جب۔ ریزد: ڈالتا ہے۔ گلش: اس کی مٹی۔ بروئے: اس پر۔ کہ: بلکہ۔ برخود: اپنے اوپر۔ بسوزد: جلتا ہے۔ دلش: اس کا دل۔ (۴) ہجران طفلے کہ: اس بچے کی فرقت سے جو کہ۔ در خاک: مٹی میں۔ رفت: چلا گیا۔ چہ نالی: کیا روتا ہے تو۔ پاک آمد: پاک آیا۔ پاک رفت: پاک چلا گیا۔ (۵) آمدی: آیا تو۔ پر حذر باش: پرہیز گار ہو۔ ننگ است: شرم کی بات ہے۔ رفتن: جانا۔ بخاک: مٹی میں۔ (۶) کنوں باید: اب چاہیئے۔ ایں مرغ: اس پرند۔ پائے بست: پاؤں باندھنا۔ وقتے کہ: جس وقت کہ۔ سررشتہ: دھاگہ۔ بردت: لے گیا۔ زدست: ہاتھ سے۔ (۷) نشستی: بیٹھا ہے تو۔ بجائے دگر کس: دوسرے لوگوں کی جگہ۔ بسے: بہت دفعہ۔ نشیند: بیٹھیں گے۔ بجائے تو: تیری جگہ۔ دیگر کسے: دوسرے شخص۔ (۸) پہلوانی: پہلوان ہے تو۔ تیغ زن: تلوار مارنے والا۔ نخواہی بدر بردن: نہیں لے جاسکے گا تو۔ الا: سوائے۔ کفن: میت کے کپڑے۔ (۹) خرو خش: گورخر یا جنگلی گدھا۔ بگسلاند: تڑا لے۔ کمند: پھندا۔ چو: جب۔ در ریگ: ریت میں۔ ماند: رہے گا۔ شود: ہو جائے گا۔ پائے بند: قیدی۔ (۱۰) ترا: تجھ کو۔ نیز: بھی۔ چنداں بود: اس قدر ہوتے دست زور: قوت۔ پا مت: تیرے پاؤں۔ نرفت است: نہیں کھنچے ہیں۔ ریگ گور: قبر کی ریت۔

تشریح: (۱) اور زبان حال سے یوں گویا ہوتا کہ میرے مرنے پر اس قدر بیقراری مت دکھاؤ کیونکہ آج مجھے موت آئی ہے۔ اور کل تم لوگ وفات پا جاؤ گے۔ (۲) تمہارے اس رونے (ماتم و نوحہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں موت یاد نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تم لوگوں کو میری موت سے اتنا صدمہ ہوا ہے۔

(۳) عقل و خرد کا حامل شخص جب مُردے پر مٹی ڈالتا ہے تو یہ سوچ کر اس کا دل پسیج جاتا ہے کہ کل کلاں اسی طرح مجھ پر بھی مٹی ڈالی جائے گی۔

(۴) صغر سنی کی حالت میں جس بچے کو موت آتی ہے۔ اس کا غم کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ وہ (بچہ) اپنی تمام تر معصومیتوں سمیت دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔

(۵) ہر انسان دنیا میں بچے کی طرح پاکیزہ ہو کر آتا ہے۔ لیکن جوانی کے جوش میں گناہوں کی غلاظت اپنے سر لادتا ہے۔ اسے چاہیئے پرہیز گاری اختیار کر کے پاک ہو کر دُنیا سے جائے۔ (۶) جسم کے پنجرے میں بند روح کے پرندے کو تقویٰ و پرہیز گاری کے شکنجے میں جکڑ دینا چاہیئے کیونکہ روح قفس عنصری سے پرواز کر جانا سب کچھ ختم کرنے کے مترادف ہے۔ (۷) اپنے وقت کا انسان جس جگہ پر بیٹھتا ہے۔ وہ یہ بھی سوچے کہ کل یہاں وہ لوگ بھی بیٹھے تھے جو آج دنیا میں موجود نہیں۔ (۸) اس دنیا میں کوئی بھی شخص ضعیف ہے یا طاقتور، جب دُنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کے پاس صرف "کفن" ہوتا ہے۔

(۹) جنگلی گدھا (گورخر) اگر اپنے گلے سے پھندا نکلوا کر یا تڑا کر بھاگتا ہے تو ریت میں دھنس کر پھر گرفتار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی موت میں دھنس کر گرفتار ہو جاتا ہے۔ (۱۰) انسان کے جسم و جان میں اس وقت تک قوت ہے جب تک قبر کی ریت میں اس کے قدم دھنس نہیں جاتے۔

#	مصرع اول	مصرع دوم
۱	منہ دل بریں سالخوردہ مکاں	کہ گنبد نیاید برو گردگاں
	اس پرانے مکان سے دل نہ لگا	اس لیئے کہ گنبد پر اخروٹ نہیں ٹھہرتے ہیں
۲	چوں دے رفت فردا نیاید بدست	حساب از ہمیں یک نفس کن کہ ہست
	جبکہ کل گزشتہ چلی گئی کل آئندہ ہاتھ میں آنیوالی نہیں ہے	اسی ایک سانس کا حساب کرلے جو موجود ہے

حکایت[3]

کہانی

#	مصرع اول	مصرع دوم
۴	فرو رفت جم را یکے نازنین	کفن کرد چوں کرمش ابریشمین
	جمشید کا ایک نازوں کا پالا مر گیا	ریشم کے کیڑے کی طرح اس کا کفن ریشمیں بنا دیا
۵	بدخمہ درآمد پس از چند روز	کہ بروے بگرید بزاری و سوز
	چند روز بعد قبر کے گنبد کے پاس آیا	تاکہ اس پر زاری اور سوز سے روئے
۶	چو پوسیدہ دیدش حریریں کفن	بفکرت چنیں گفت با خویشتن
	جب اس کا ریشمیں کفن بوسیدہ دیکھا	فکر میں اپنے آپ سے یہ کہا
۷	من از کرم برکندہ بودم بزور	بکندند ازو باز کرمانِ گور
	میں نے ریشم کے کیڑے سے جبراً چھینا تھا	قبر کے کیڑوں نے اس سے دوبارہ چھین لیا
۸	دو بیتم جگر کرد روزے کباب	کہ مے گفت گویندۂ بارباب
	ایک دن دو شعروں نے میرا جگر کباب بنادیا	جو پڑھنے والا رباب پر پڑھ رہا تھا
۹	دریغا کہ بے ما بسے روزگار	بروید گل و بشگفد لالہ زار
	ہائے افسوس، ہمارے بغیر عرصے تک	پھول اگیں گے اور لالہ زار کھلے گا
۱۰	بسے تیر و دے ماہ و اُردی بہشت	برآید کہ ما خاک باشیم و خشت
	بہت سے تیرے اور دے اور اردی بہشت	گزریں گے کہ ہم مٹی اور اینٹ ہوں گے

(۱) منہ: مت رکھ۔ بریں: اس پر۔ سال خوردہ: پرانا۔ نیاید: نہیں ٹھہرتا۔ برو: اس پر۔ گردگاں: اخروٹ۔
(۲) چوں: جب۔ دے: کل گزشتہ۔ رفت: نکل گیا۔ فردا: کل آئندہ۔ نیاید: نہیں آوے گا۔ بدست: ہاتھ میں۔ ہمیں یک نفس: یہی ایک سانس۔ کن: کر۔ کہ ہست: جو کہ ہے۔
(۳) حکایت: کہانی۔
(۴) فرو رفت: نیچے چلی گئی یعنی قبر میں۔ جم: جمشید کا مخفف ہے جو ایران کا بادشاہ تھا۔ یکے: ایک۔ نازنین: نزاکت والی محبوبہ۔ کرد: کیا۔ چو کرمش: ریشم کے کیڑے کی طرح اس کا۔ ابریشمین: ریشم والا۔
(۵) بدخمہ: مقبرے میں۔ درآید: آیا۔ پس از چند روز: چند دنوں کے بعد۔ بروے: اس پر۔ بگرید: رووے۔ بزاری و سوز: زاری اور سوز کے ساتھ۔ (۶) چو: جب۔ پوسیدہ: گھسا ہوا۔ دیدش: دیکھا اس کا۔ حریریں کفن: ریشمی کفن۔ بفکرت: فکر میں۔ چنیں: ایسے۔ گفت: کہا۔ با خویشتن: اپنے آپ سے۔ (۷) من: میں۔ کرم: کیڑا۔ برکندہ بودم: اتارا تھا میں نے۔ بزور: طاقت سے۔ بکندند: چھین لیں گے۔ باز: پھر۔ کرمانِ گور: قبر کے کیڑے۔
(۸) دو بیتم: دو شعروں نے مجھ کو۔ کرد: کردیا۔ روزے: ایک دن۔ کباب: آگ پر بھنے ہوئے گوشت کی طرح۔ مے گفت: کہہ رہا تھا۔ گویندہ: ایک کہنے والا۔ بارباب: رباب پر۔ (۹) دریغا: ہائے افسوس۔ بے ما: ہمارے بغیر۔ بسے: بہت۔ روزگار: زمانہ۔ بروید گل: اگیں گے پھول۔ بشگفد: کھلیں گے۔ لالہ زار: باغ۔
(۱۰) بسے: بہت۔ تیر ماہ: ساون۔ دے: ماگھ۔ اُردی بہشت: جیٹھ۔ برآید: آویں گے۔ ما: ہم۔ خاک باشیم: مٹی ہو جائیں گے۔ خشت: اینٹ۔

تشریح: (۱) یہ دنیا بہت پرانی ہے۔ گنبد کی طرح گول ہے۔ جس طرح گنبد پر اخروٹ نہیں ٹک سکتا۔ اسی طرح دنیا میں انسان بھی نہیں ٹھہر سکتا۔
(۲) انسان کے جسم میں چلنے والی سانس جو ایک بار باہر نکل جاتی ہے وہ پھر واپس نہیں آتی۔ کل گزر گئی آج بھی گزر جائے گا۔ چنانچہ انسان آج ہی ذکر و عبادت شروع کردے۔ (۳) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کفن ادنی کپڑے کا ہو یا اعلیٰ کا، قبر دونوں کو ختم کردیتی ہے۔ مُردے کو کیڑے ختم کردیتے ہیں۔ لیکن اعمال صالحہ سے دونوں محفوظ رہتے ہیں۔ (۴) ایران کے بادشاہ جمشید کی محبوبہ فوت ہوگئی۔ اس نے فرطِ محبت میں آکر اسے ریشمی کفن پہنا دیا۔
(۵) کچھ عرصہ گزرا کہ وہ (جمشید) اپنی محبوبہ کی قبر پر آیا۔ تاکہ گریہ وزاری کرے۔ (اور اپنے فراق و ہجر کے زخم دکھائے) (۶) اس (محبوبہ) کی قبر پہ کیا دیکھتا ہے کہ قبر گر چکی ہے۔ کفن تار تار ہے اور محبوبہ کے جسم کو کیڑے کھا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر اس نے خود کلامی شروع کردی اور کہا۔
(۷) میں (جمشید) نے طاقت کے بل بوتے پر ریشم کے کیڑوں سے یہ کفن چھینا تھا۔ لیکن قبر کے کیڑوں نے پھر اس (محبوبہ) سے چھین لیا۔
(۸) ایک دن کوئی گلوکار رباب کے سُروں کے ساتھ گا نا گا رہا تھا۔ جب میں (جمشید) نے سنا تو دو شعروں نے میرا جگر جلا دیا۔
(۹) ان دو شعروں کا مفہوم یہ تھا کہ ہائے افسوس۔ اس دنیا سے ہم چلے جائیں گے۔ ہزاروں بہاریں آئیں گی۔ پھول اُگتے رہیں گے۔ لالہ زار کھلتے رہیں گے۔
(۱۰) یہ سال، یہ مہینے، یہ ہفتے، یہ دن (ساون، ماگھ، جیٹھ) اپنی گردش پر آتے رہیں گے۔ لیکن ہم مٹی بن چکے ہوں گے۔ لوگ اس کی اینٹیں بنا چکے ہوں گے۔

حکایت

کہانی

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۲	یکے پارسا سیرت حق پرست	فتادش یکے خشت زریں بدست
	ایک حق پرست، پارسا سیرت	کے ہاتھ سونے کی ایک اینٹ لگ گئی
۳	سر ہوشمندش چناں خیرہ کرد	کہ سودا دل روشنش تیرہ کرد
	اس کے ہوشمند سر کو ایسا دیوانہ کر دیا	کہ جنون نے اس کے روشن دل کو تاریک کر دیا
۴	ہمہ شب در اندیشہ کیں گنج و مال	درو تازیم رہ نیابد زوال
	تمام رات اسی خیال میں رہا کہ یہ خزانہ اور مال	جب تک میں زندہ ہوں اس پر زوال نہ آئے گا
۵	دگر قامت عجزم از بہر خواست	نباید بر کس دوتا کرد راست
	اب مجھے درخواست کیلئے اپنے عاجزی کے قد کو	کسی کے سامنے سیدھا ٹیڑھا نہ کرنا چاہیئے
۶	سرائے کنم پائے بستش رخام	درختان سقفش ہمہ عود خام
	ایسی حویلی بناؤں گا جس کی بنیادیں سنگ مرمر کی	اس کی چھت کی کڑیاں سب خالص عود کی ہوں گی
۷	یکے حجرہ خاص از پئے دوستاں	در حجرہ اندر سرا بوستاں
	دوستوں کے لیئے ایک مخصوص کمرہ ہو گا	جس کا دروازہ پائیں باغ میں ہو گا
۸	بفرسودم از رقعہ بر رقعہ دوخت	تف دیگراں چشم و مغزم بسوخت
	پیوند پر پیوند لگانے سے میں گھس گیا	دوسروں کے مطبخ کی گرمی نے میری آنکھیں اور بھیجا جلا دیا
۹	دگر زیردستاں پزندم خورش	براحت دہم روح را پرورش
	اب ماتحت میرا کھانا پکائیں گے	تو میں آرام سے روح کی پرورش کروں گا
۱۰	بسختی بکشت ایں نمد بسترم	روم زیں سپس عبقری گسترم
	میرے بستر کے کمبل نے سختی کی وجہ سے مجھے مار ڈالا	اب اس کے بعد میں قیمتی کپڑا بچھاؤں گا

(۱) حکایت، کہانی۔
(۲) یکے، ایک۔ پارسا، پرہیزگار۔ سیرت، عادت یا حالت۔ حق پرست، حق کو پوجنے والا۔ فتادش، پڑ گئی اس کے۔ یکے خشت، ایک اینٹ۔ زریں، سونے کی۔ بدست، ہاتھ میں۔ (۳) سر ہوشمندش، اس کا ہوش والا سر۔ چناں، ایسا۔ خیرہ کرد، خراب کیا۔ سودا، جنون۔ دل روشنش، اس کا روشن دل۔ تیرہ کرد، تاریک کر دیا۔
(۴) ہمہ شب، تمام رات۔ در اندیشہ، سوچ میں۔ کیں گنج و مال، کہ یہ خزانہ اور مال۔ درو، اس میں۔ تازیم، جب تک میں جیوں۔ نیابد، نہ پاوے۔ زوال، نقصان۔ (۵) دگر، پھر۔ قامت عجزم، اپنی عاجزی کا قد۔ از بہر خواست، سوال کے واسطے۔ نباید، نہیں چاہیئے۔ برکس، کسی شخص کے پاس۔ دوتا، دوہرا۔ کرد، کرنا۔ راست، سیدھا۔ (۶) سرائے، ایک گھر۔ کنم، بناؤں گا میں۔ پائے بستش، اس کی دیواریں۔ رخام، سنگ مرمر۔ درختان سقفش، اس کے چھت کے درخت یعنی لکڑیاں۔ ہمہ، تمام۔ عود خام، کچا صندل۔
(۷) یکے، ایک۔ از پئے دوستاں، دوستوں کے واسطے۔ در حجرہ، حجرے کا دروازہ۔ سرا بوستاں، وہ گھر جو باغ میں ہو۔ (۸) بفرسودم، میں گھس گیا ہوں۔ رقعہ، ٹکڑا۔ دوخت، ماضی بمعنی مصدر، سینا۔ تف دیگراں، چولہے کی گرمی۔ چشم و مغزم، میرا بھیجا اور آنکھ۔ بسوخت، جلا دیا۔ (۹) دگر، پھر۔ زیردستاں، ماتحت لوگ۔ پزندم، پکائیں گے میرا۔ خورش، کھانا۔ براحت دہم، آرام سے دوں گا میں۔ (۱۰) بسختی، سختی سے۔ بکشت، مار ڈالا۔ ایں نمد بسترم، نمدے کے اس بستر نے مجھ کو۔ روم، جاؤں گا میں۔ زیں سپس، اس کے پیچھے۔ عبقری، عبقر کا بنا ہوا ریشم۔ گسترم، بچھاؤں گا میں۔

تشریح: (۱) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر انسان کے پاس سونے کی اینٹیں بھی ہوں تو اسے حرص و طمع نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ انفاق فی سبیل اللہ سے اپنی آخرت سنوارنی چاہیئے۔ (۲) کسی نیک سیرت و متقی آدمی کو (قدرت کی طرف سے آزمائش تھی) سونے کی اینٹ مل گئی۔
(۳) سونے کی اینٹ ملنے سے اس کا دماغ فتور میں آگیا۔ اور دل پہ تاریکی چھا گئی۔ چنانچہ تمام تر زہد و تقویٰ سیرت و کردار کافور ہو گئے۔
(۴) اسے ہر وقت یہی فکر لاحق ہو گئی کہ سونے کی اینٹ کی صورت جو خزانہ ملا ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے میرے پاس رہے۔
(۵) اس خزانے کی موجودگی میں مجھے ضروریات کی تکمیل کے لیئے نہ سر جھکانا پڑے گا اور نہ ہی کسی کی خوشامد کے لیئے آداب کا تکلف کرنا پڑے گا۔
(۶) چنانچہ اس (متقی) کے دل میں ہزاروں خواہشیں جنم لینے لگیں۔ وہ سوچنے لگا کہ ایک ایسا گھر بناؤں گا۔ جس کی دیواریں سنگ مرمر کی اور چھت صندل (لکڑی) کی ہو گی۔ (۷) قریبی دوستوں کے لیئے ایسی بنگلہ نما بیٹھک بناؤں گا کہ بہاروں کے مزوں سے لطف اندوز ہونے کے لیئے اس (بیٹھک) کے دروازے پائیں باغ کی طرف کھلتے ہوں گے۔ (۸) پیوند لگے گھسے پٹے کپڑے پہن پہن کر تنگ آ گیا ہوں۔ کھانا تیار کرتے وقت چولہے کی گرمی سے میری آنکھیں اور دماغ جل گئے ہیں۔
(۹) اب ملازموں سے کھانا تیار کرا کے تناول کیا کروں گا۔ فراغت کی وجہ سے آرام و سکون کی زندگی خوب بسر ہو گی۔
(۱۰) کھردرے کمبل پر سو سو کر تنگی نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ لہٰذا اب میں ریشم کے نرم و نازک بستر پر آرام سے سویا کروں گا۔

مصرع اول		مصرع دوم
خیالش خرف کرد کالیوہ رنگ	۱	بمغزش فرو برد خرچنگ چنگ
خیال نے اس کو مبہوت اور دیوانہ وار بنا دیا		کیکڑے نے اس کے دماغ میں پنجے گھسا دیئے
فراغ مناجات و رازش نماند	۲	خور و خواب و ذکر و نمازش نماند
اللہ سے ہمکلامی اور راز کی اس کو فرصت نہ رہی		اس کے لیئے کھانا اور سونا اور ذکر اور نماز نہ رہا
بصحرا بر آمد سر از کبر مست	۳	کہ جائے بنودش قرار و نشست
فریب سے مست ہو کر جنگل کو نکل گیا		اسلیئے کہ اب اس کا ٹکاؤ اور بیٹھنا ایک جگہ نہ رہا تھا
یکے بر سر گور گل مے سرشت	۴	کہ حاصل کند زاں گل گور خشت
ایک شخص ایک قبر پر مٹی گوندھ رہا تھا		تاکہ اس قبر کی مٹی سے اینٹ بنائے
باندیشہ در خود فرو رفت پیر	۵	کہ اے نفس کوتہ نظر پند گیر
بوڑھا فکر میں ڈوب گیا		کہ اے کوتاہ نظر نفس نصیحت حاصل کر
چہ بندی دریں خشت زریں دلت	۶	کہ یک روز خشتے کنند از گلت
اس سونے کی اینٹ میں کیا دل لگاتا ہے		ایک روز تیری مٹی سے بھی اینٹ بنائیں گے
طمع را نہ چنداں دہانست باز	۷	کہ بازش نشیند بیک لقمہ آز
لالچ کا منہ ایسا کھلا ہوا نہیں ہے		کہ اس کی حرص ایک لقمہ میں فرو ہو جائے
بدار اے فرو مایہ زیں خشت دست	۸	کہ جیحوں نشاید بہ یک خشت بست
اے کمینے! اس اینٹ سے دست کش ہو جا		جیحون کو ایک اینٹ سے نہیں روکا جا سکتا
تو غافل در اندیشۂ سود و مال	۹	کہ سرمایۂ عمر شد پائے مال
نفع اور مال کی فکر میں تو اس سے غافل ہے		کہ زندگی کا سرمایہ پامال ہو گیا ہے
بریں خاک چنداں صبا بگزرد	۱۰	کہ ہر ذرہ از ما بجائے برد
اس خاک پر اس قدر باد صبا گزرے گی		کہ ہمارا ہر ذرہ ایک جگہ اڑا لے جائے گی

(۱) خیالش، اس کا خیال۔ خرف کرد، گڈمڈ ہو گئے۔ کالیوہ رنگ، دیوانے کی طرح بمغزش، اس کے مغز میں۔ فرو برد، گاڑ دیا۔ خرچنگ، کیکڑا۔ چنگ، پنجا۔
(۲) فراغ مناجات، خدا سے سرگوشی کی فراغت۔ رازش: اس کے ساتھ راز۔ نماند، نہ رہی۔ خورد خواب، کھانا کھانا اور سونا۔ (۳) بصحرا بر آمد، جنگل میں آیا۔ سر از کبر مست، سر تکبر سے بھرا۔ جائے بنودش: جگہ نہ رہی اس کے لیئے نشست، بیٹھا۔ (۴) یکے، ایک۔ بر سر گور: قبر کے سرہانے۔ گل، مٹی۔ مے سرشت، گوندھتا تھا۔ حاصل کند، حاصل کرے۔ زاں گل گور، اس قبر کی مٹی سے۔ خشت، اینٹ۔ (۵) اندیشہ: فکر۔ در خود، اپنے آپ میں۔ فرو رفت: نیچے چلا گیا۔ پیر، بوڑھا۔ نفس کوتہ نظر، چھوٹی نظر والے نفس۔ پند گیر، نصیحت حاصل کر۔ (۶) چہ بندی، کیا باندھتا ہے تو۔ دریں خشت زریں، سونے کی اس اینٹ میں۔ دلت، اپنا دل۔ یک روز: ایک دن۔ خشتے کنند، اینٹ بنالیں گے۔ از گلت: تیری مٹی سے۔ (۷) طمع، لالچ۔ چنداں، اتنا۔ دہانست: منہ ہے۔ باز: کھلا۔ بازش نشیند: واپس بیٹھ جائے یعنی بند ہو جائے۔ بیک لقمہ آز: حرص کے ایک لقمے سے۔
(۸) بدار: اٹھالے۔ فرو مایہ: کمینہ۔ زیں خشت: اس اینٹ سے۔ دست: ہاتھ۔ جیحوں: خراسان کا ایک دریا۔ نشاید بست، نہیں باندھ سکتے۔ بہ یک خشت: ایک اینٹ سے۔ (۹) اندیشۂ سود و مال: مال اور نفع کی فکر میں۔ سرمایۂ عمر، زندگی کا سرمایہ۔ شد پائمال: برباد ہو گیا۔ (۱۰) بریں خاک: اس مٹی پر۔ چنداں، اس قدر۔ صبا: صبح کی ہوا۔
بگزرد: گزرے گی۔ از ما، ہمارے۔ بجائے برد: کسی جگہ لے جائے گی۔

تشریح: (۱) ان تفکرات و خیالات نے اس کے دماغ میں ایک کھلبلی سی مچادی۔ اس پر خواہشات کا اک جنون سوار ہو گیا۔
(۲) وہ ان فرسودہ فکر میں ایسا گم ہوا کہ اسے خورد و نوش، ذکر اور عبادت، فکر دین و آخرت سب کچھ بھول گیا۔
(۳) وہ (متقی) اپنے دماغ کے تمام کبر و غرور کے ساتھ جنگل کی طرف چلا گیا۔ کیونکہ اب چھوٹی سی جھونپڑی سے اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔
(۴) جنگل میں جاکر دیکھا کہ وہاں ایک شخص مٹی گوندھ رہا ہے۔ تاکہ اس سے اینٹیں بنا کر قبر پر لگائی جائیں۔
(۵) عمر رسیدہ (متقی) نے یہ منظر دیکھا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اور اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے کوتاہ نظر! تجھے کچھ نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ (۶) تو (نفس) نے سونے کی اینٹ پاکر اپنی سوچ و مزاج ہی تبدیل کر دیا۔ اس (سونے کی اینٹ) سے دل لگانا صحیح نہیں۔ کیونکہ اک دن تیری مٹی کی بھی اینٹ بنے گی۔ (۷) جب کسی پر حرص و طمع کا دروازہ کھلتا ہے تو پھر وہ ننانوے کے چکر میں آگے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ (سونے کی ایک اینٹ کے بعد دوسری پھر تیسری کی طمع) (۸) حرص و طمع میں دریائے جیحوں سے بھی زیادہ وسعت پائی جاتی ہے۔ ان (حرص و طمع) کے سیلاب کے سامنے ایک آدھ اینٹ بند باندھنے کے لیئے کافی نہیں ہے۔ (۹) تیری (متقی کی) کھوپڑی میں دنیوی مال و منال بڑھانے کی فکر جاگزیں ہو چکی ہے۔ جبکہ دین و آخرت کا سرمایہ و ذخیرہ تباہی کے دہانے پر آچکا ہے۔
(۱۰) جب تو (انسان) مر کر خاک ہو جائے گا تو اس خاک کو نہ جانے ہوائیں کہاں سے کہاں تک اڑا لے جائیں گی۔

غبارِ ہوا چشم عقلت بدوخت	۱	سمومِ ہوس کشت عمرت بسوخت
خواہش کے غبار نے تیری عقل کی آنکھیں سی دی ہیں		ہوس کی لو نے تیری زندگی کی کھیتی جلادی ہے
بکن سرمۂ غفلت از چشم پاک	۲	کہ فردا شوی سرمہ در زیرِ خاک
غفلت کا سُرمہ آنکھ سے صاف کردے		اس لیے کہ کل کو تو مٹی کے نیچے سُرمہ ہوگا

حکایت عداوت[3] درمیانِ دو شخص

دو شخصوں کے درمیان عداوت کا قصہ

میانِ دو تن دشمنی بود و جنگ	۴	سر از کبر بر یک دگر چوں پلنگ
دو شخصوں میں دشمنی اور لڑائی تھی		تکبّر کی وجہ سے ایک کا سر دوسرے پر چیتے کی طرح تھا
ز دیدار ہم تا بحدے رماں	۵	کہ بر ہر دو تنگ آمدے آسمان
ایک دوسرے کے دیکھنے سے بھی اسقدر متنفر تھا		کہ دونوں پر آسمان تنگ ہو گیا تھا
یکے را اجل در سر آورد جیش	۶	سر آمد برو روزگارانِ عیش
ایک کے سر پر موت لشکر دوڑا لائی		اس کی زندگی کا زمانہ ختم ہو گیا
بداندیش وے را دروں شاد گشت	۷	بگورش پس از مدتے بر گزشت
اس کے مخالف کا دل خوش ہوا		وہ ایک زمانہ کے بعد اس کی قبر پر سے گزرا
شبستان گورش گل اندودہ دید	۸	کہ وقتے سرایش زر اندودہ دید
اس کی قبر کے شبستان کا دروازہ لپا ہوا دیکھا		جبکہ ایک وقت اس کا محل سونے سے پُتا تھا
ز روئے عداوت بباز وئے زور	۹	یکے تختہ برکندش از روئے گور
بازو کی طاقت سے عداوت کی وجہ سے		اس کی قبر پر سے ایک تختہ اکھاڑا
سرِ تاجور دیدش اندر مغاک	۱۰	دو چشمِ جہاں بینش آگندہ خاک
اس کا تاج والا سر گڑھے میں دیکھا		اس کی دنیا کو دیکھنے والی دونوں آنکھیں خاک بھری دیکھیں

(۱) غبارِ ہوا، خواہش کا غبار۔ چشم عقلت، تیری عقل کی آنکھ۔ بدوخت، سی دی ہے۔ سمومِ ہوس، ہوس کی لو۔ کشتِ عمرت، تیری عمر کی کھیتی۔ بسوخت، جلادی۔
(۲) بکن، کر۔ سُرمہ غفلت، غفلت کا سرمہ۔ از چشم، آنکھ سے۔ فردا، کل آئندہ۔ شوی، ہووے گا تو۔ زیرِ خاک مٹی کے نیچے۔
(۳) عداوت، دشمنی۔ درمیانِ دو شخص، دو شخصوں کے درمیان۔
(۴) میانِ دو تن: دو شخصوں کے درمیان۔ بود: تھی۔ سر از کبر، سر تکبر سے۔ بر یک دگر، ایک دوسرے پر۔ چوں پلنگ، چیتے کی طرح۔ (۵) ز دیدار، دیکھنے سے ہم، بھی۔ تا بحدے: اس حد تک۔ رماں: بھاگنے والے بر ہر دو، دونوں کے اوپر۔ تنگ آمدے، تنگ آجاتا۔
(۶) یکے را: ایک کو۔ اجل: موت۔ در سر، سر میں۔ آورد: لایا۔ جیش، لشکر۔ سر آمد، سر سے پہنچ گیا۔ برو، اس پر۔ روزگارانِ عیش: زندگی کا زمانہ۔
(۷) بداندیش وے، اس کا دشمن۔ دروں: اندر یا دل۔ شاد گشت، خوش ہوگیا۔ بگورش، اس کی قبر پر۔ پس از مدتے: ایک مدت کے بعد۔ بر گزشت، گزرا۔
(۸) شبستان گورش، اس کی قبر کی خواب گاہ۔ گل اندودہ مٹی سے لیپی ہوئی۔ دید، دیکھی۔ کہ وقتے، جو کہ ایک وقت سرایش: اس کا گھر۔ زر اندودہ: سونے سے لیپا ہوا۔
(۹) ز روئے عداوت: دشمنی کی وجہ سے۔ بباز وئے زور، طاقت کے بازو سے۔ یکے، ایک۔ برکندش، اکھاڑ دیا اس کا۔ از روئے گور، قبر کے اوپر سے۔ (۱۰) سرِ تاجور، تاج والا سر۔ دیدش، دیکھا اس کا۔ مغاک: گڑھا۔ دو چشمِ جہاں بینش: اس کی جہان دیکھنے والی دو آنکھیں۔ آگندہ خاک: مٹی سے بھری ہوئی۔

تشریح: (۱) خواہشوں کے غبار نے تیری آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ اور ہوس کی تیز لُو نے تیری (حریص انسان کی) دنیوی و اخروی زندگی کی فصل کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ (۲) تیری (حریص انسان کی) آنکھوں میں حرص و طمع اور غفلت کا سُرمہ پڑ چکا ہے۔ اسے نکالے بغیر فکرِ دین و آخرت کا ہوش لانے ہوئے آنکھیں نہیں کھلیں گی۔ (۳) عنوان؛ اس حکایت میں دو شخصوں کی دشمنی کے واقعہ میں قبر کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ قبر کی مٹی تمام گناہ گاروں کو سُرمہ بنا دیتی ہے۔ لہٰذا عبرت حاصل کر کے آخرت سنواری جائے۔ (۴) دو شخص ایک دوسرے کی دشمنی میں اس طرح سرگرم تھے کہ ہر وقت چیتے کی طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کی تدابیر سوچا کرتے تھے۔ (۵) وہ (دونوں دشمن) باہمی مخالفت و عداوت کی آگ میں اتنے جل چکے تھے کہ ایک دوسرے کو دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ (۶) ان دونوں میں سے ایک کو موت آگئی اور وہ دنیا سے چل بسا۔ قبر کی گود میں جا کر اُسے پناہ ملی۔ (۷) اپنے دشمن کے مرنے کی خبر سن کر دوسرے آدمی (دشمن) کو از حد مسرت ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد وہ اپنے دشمن کی قبر سے گزرا۔ (۸) جب اس نے اپنے دشمن کی قبر دیکھی تو اس کے تصور میں قبر میں پڑے ہوئے مغرور شخص کا وہ مکان آگیا جس پر سونے کی پالش کی ہوئی تھی۔ (۹) اس (زندہ دشمن) کی آنکھوں میں غصہ اتر آیا اور طاقتور بازو کو دشمنی کی وجہ قرار دیتے ہوئے غصے کی حالت میں اس (مُردہ دشمن) کی قبر اکھیڑ دی۔ (۱۰) قبر میں دیکھتا ہے کہ اپنے سر پہ تاج سجانے والا سر بوسیدہ و خستہ حالت میں ڈھلکا ہوا پڑا ہے۔ دُنیا میں خوبصورت مقامات اور لہو و لعب کا نظارہ کرنے والی آنکھوں میں مٹی بھر چکی ہے۔

۱	وجودش گرفتارِ زندانِ گور اس کے جسم کو قبر کے قید خانہ میں گرفتار دیکھا	تنش طعمۂ کرم و تاراجِ مور اس کا جسم کیڑوں کا چارہ اور چیونٹیوں کی لوٹ دیکھا
۲	ز دورِ فلک بدرِ رویش ہلال آسمان کے چکر سے اس کے چہرے کا چاند ہلال تھا	ز جورِ زماں سروِ قدش خلال زمانہ کے ظلم سے اس کے قد کا سرو تنکا تھا
۳	کف دست و سر پنجۂ زورمند اس کی طاقت ور ہتھیلیوں اور انگلیوں	جُدا کردہ ایام بندش ز بند کے جوڑ جوڑ کو زمانہ نے علیحدہ علیحدہ کر دیا تھا
۴	چنانش برو رحمت آمد ز دل اس کے دل میں اس پر ایسا رحم آیا	کہ بسرشت بر خاک از گریہ گل کہ رونے سے زمین پر مٹی گوندھ دی
۵	پشیماں شد از کردۂ خوئے زشت بد عادت کے کیئے سے شرمندہ ہوا	بفرمود بر سنگِ گورش نبشت اس کی قبر کے پتھر پر لکھنے کا حکم دیا
۶	مکن شادمانی بمرگِ کسے کسی کے مرنے پر خوشی نہ ہو	کہ دہرت پس از وے نماند بسے اس لیئے کہ اس کے بعد تیرا زمانہ بھی زیادہ نہ رہیگا
۷	شنید ایں سخن عارفِ ہوشیار ایک ہوشیار عارف نے یہ بات سنی	بنالید کاے قادرِ کردگار تو رو پڑا کہ اے خدائے قادر
۸	عجب گر تو رحمت نیاری برو تعجب ہوگا اگر تو اس پر رحمت نازل نہ کریگا	کہ بگریست دشمن بزاری برو اس لیئے کہ دشمن بھی اس پر رو پڑا
۹	تنِ ما شود نیز روزے چناں ہمارا جسم بھی ایک دن ایسا ہو جائے گا	کہ بروے بسوزد دلِ دشمناں کہ اس پر دشمنوں کے دل جلیں گے
۱۰	مگر در دلِ دوست رحم آیدم شاید دوست کے دل میں مجھ پر رحم آجائے	چو بیند کہ دشمن بہ بخشایدم جب وہ دیکھے کہ دشمن بھی مجھے معاف کر رہا ہے

(۱) وجودش، اس کا وجود۔ گرفتارِ زندانِ گور، قبر کی جیل کا قیدی۔ تنش، اس کا جسم۔ طعمۂ کرمِ گور، قبر کے کیڑوں کا لقمہ۔ تاراجِ مور، چیونٹیوں کی لوٹ۔ (۲) دورِ فلک، آسمان کی گردش۔ بدرِ رویش، اس کے چہرے کا چودہویں کا چاند۔ ہلال، پہلی رات کا چاند۔ جورِ زماں؛ زمانے کا ظلم۔ سروِ قدش؛ اس کا سرو جیسا قد۔ خلال؛ تنکا دانتوں میں پھیرنے والا۔ (۳) کفِ دست؛ ہتھیلی۔ سرپنجۂ زورمند، طاقتور پنجہ۔ جدا کردہ؛ الگ کر دیا۔ ایام؛ جمع یوم دن۔ بندش، اس کے جوڑ۔ (۴) چنانش، ایسے اس کو۔ برو؛ اس پر۔ آمد؛ آئی۔ ز دل؛ دل سے۔ بسرشت، گوندھ دی۔ برخاک؛ مٹی پر۔ از گریہ، رونے سے۔ گل؛ مٹی۔ (۵) پشیماں؛ شرمندہ۔ شد، ہو گیا۔ کردۂ خوئے زشت، بُری عادت کا کیا ہوا۔ بفرمود؛ حکم دیا۔ بر سنگِ گورش: اس کی قبر کا پتھر۔ نبشت؛ لکھ دیا۔ (۶) مکن: مت کر۔ شادمانی؛ خوشی۔ بمرگِ کسے؛ کسی کی موت پر۔ دہرت: تیرا زمانہ۔ پس از وے، اس کے بعد۔ نماند؛ نہیں رہے گا۔ بسے؛ زیادہ۔ (۷) شنید؛ سُنی۔ ایں سخن؛ یہ بات۔ عارفِ ہوشیار، ہوش والے عارف نے۔ بنالید؛ رو پڑا۔ کاے؛ کہ اے۔ قادرِ کردگار، قدرت والے خدا۔ (۸) عجب، تعجب ہے۔ نیاری، نہ لاوے تو۔ برو؛ اس پر۔ بگریست، رو پڑا۔ بزاری، زاری سے۔ برو؛ اس پر۔ (۹) تنِ ما: ہمارا جسم۔ شود، ہو جاوے گا۔ نیز؛ بھی۔ روزے: ایک دن۔ چناں، ایسا۔ بروے: اس پر۔ بسوزد: جلے گا۔ دلِ دشمناں، دشمنوں کا دل۔ (۱۰) مگر، شاید۔ دلِ دوست، دوست کا دل۔ آیدم؛ آجاوے مجھ پر۔ چو بیند، جب وہ دیکھے۔ بہ بخشایدم، مجھے بخش رہا ہے۔

تشریح: (۱) وہ (مُردہ دشمن) قبر کا قیدی بن چکا تھا۔ وہ کیڑے مکوڑوں کی خوراک بن گیا تھا۔ اس (مُردہ دشمن) کے جسم پر چیونٹیاں گھوم رہی تھیں۔ (۲) اس (مُردہ دشمن) کی جسمانی وجاہت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ وہ پہلی رات کے چاند کی طرح بالکل باریک جسم لیئے ہوئے قبر کی جیل میں بے بس پڑا تھا۔ (۳) اس (مُردہ دشمن) کے پورے جسم کا جوڑ جوڑ الگ ہو چکا تھا۔ (دیکھنے سے دنیا کا وہ مغرور شہنشاہ نہیں لگتا تھا)
(۴) زندہ دشمن نے جب قبر میں اپنے مُردہ دشمن کا یہ حال دیکھا تو اس کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ وہ رونے لگ گیا۔ یہاں تک کہ اس کی ہچکی بندھ گئی۔
(۵) اسے (زندہ دشمن کو) اپنے کیئے پر شرمندگی ہوئی۔ بطور تلافی اس (مُردہ دشمن) کی قبر پہ لکھنے کا حکم دیا۔ (۶) کہ کسی شخص کو اپنے دشمن یا کسی کی موت پر خوشی کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ موت پر خوش ہونے والا شخص بھی ایک دن موت کے پنجوں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔
(۷) یہ منظر و کلام سن کر ایک صاحب بصیرت معرفتِ حق درویش کو بھی رونا آگیا۔ اور اسی حالت میں قادرِ مطلق کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
(۸) اے مہربان ذات! قبر میں جس (مُردہ دشمن) کی دگرگوں و خستہ حالت دیکھ کر زندہ دشمن بھی آہ و بکا کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اگر تیری رحمت جوش میں نہ آئے۔ اس کی بخشش نہ ہو تو تعجب ہے۔ (۹) ایک دن ہم (عارفِ حق) بھی قبر میں اسی حالتِ زار کا شکار ہو جائیں گے۔ ہمیں دیکھ کر دشمن کو جلایا ہو جائے۔
(۱۰) دشمن کا رحم کھا کر بخشش دینے سے شاید میرے دوست کی رحمت جوش میں آکر میری مغفرت کا پروانہ جاری کر دے کہ دشمن نے تو معاف کر دیا ہے۔ کیا دوست رحم نہیں کرے گا۔

(۱) بجائے رسد کارِ سر دیر و زود — کہ گوئی درو دیدہ ہرگز نہ بود

جلد یا بدیر سر کا انجام یہ ہو گا — کہ تو کہے گا کہ اس میں آنکھ کبھی نہ تھی

(۲) زدم تیشہ یک روز برتلِ خاک — بگوشم آمد نالۂ دردناک

میں نے ایک دن خاک کے ایک ٹیلہ پر کدال چلائی — میرے کان میں ایک دردناک رونا آیا

(۳) کہ زنہار اگر مردی آہستہ تر — کہ چشم و بناگوش و رویست و سر

کہ خبردار اگر تو آدمی ہے تو (کدال) آہستہ چلا — اسلئے کہ اس میں آنکھ اور کان کی لو اور چہرہ اور سر ہے

حکایت[۴] پدر و دختر

باپ اور بیٹی کا قصہ

(۵) شبے خفتہ بودم بعزمِ سفر — پئے کاروانے گرفتم سحر

میں ایک رات سفر کے ارادہ سے سویا ہوا تھا — شاید میں نے ایک قافلہ کا ساتھ پکڑا تھا

(۶) برآمد یکے سہمگیں باد و گرد — کہ بر چشم مردم جہاں تیرہ کرد

ایک خوفناک ہوا اور گرد آئی — جس نے انسانوں کی آنکھوں میں دنیا اندھیر کردی

(۷) برہ بر یکے دخترِ خورد بود — بمعجر غبار از پدر مے زدود

راستہ میں ایک چھوٹی سی لڑکی تھی — جو اوڑھنی سے باپ سے غبار جھاڑ رہی تھی

(۸) پدر گفت اے نازنین چہرِ من — کہ شوریدہ داری دل از مہرِ من

باپ نے اس سے کہا اے میری نازوں پلے چہرہ والی — میری محبت میں دل کیوں پریشان کرتی ہے

(۹) نچنداں نشیند دریں دیدہ گرد — کہ بازش بمعجر تواں پاک کرد

کیا اس آنکھ میں اس قدر گرد نہ پڑے گی — کہ پھر اس کو اوڑھنی سے صاف نہ کیا جائے گا

(۱۰) ترا نفسِ رعنا چو سرکش ستور — دواں مے برد تا بسر شیبِ گور

سرکش نفس، سرکش گھوڑے کی طرح تجھے — دوڑائے لیے جارہا ہے قبر کے گڑھے کی طرف

(۱) بجائے رسد: اس جگہ تک پہنچے گا۔ کارِ سر: سر کا کام۔ دیر و زود: دیر سے یا جلدی سے۔ گوئی: تو کہے۔ درو: اس میں۔ دیدہ: آنکھیں۔ نبود: نہ تھیں۔

(۲) زدم: مارا میں نے۔ یک روز: ایک دن۔ تلِ خاک: مٹی کا ٹیلہ۔ بگوشم: کان میں۔ آمدم: آیا میرے۔ نالۂ دردناک: دردناک رونا۔

(۳) زنہار: خبردار۔ مردی: مرد ہے تو۔ آہستہ تر: بہت آہستہ۔ چشم: آنکھ۔ بناگوش: کان کی لو۔ رویست: چہرہ ہے۔ (۴) پدر: باپ۔ دختر: لڑکی۔

(۵) شبے: ایک رات۔ خفتہ بودم: سویا تھا میں۔ بعزمِ سفر: سفر کے ارادے سے۔ پئے کاروانے: کسی قافلے کے نشانِ قدم۔ گرفتم: پکڑلوں میں۔ سحر: صبح۔

(۶) برآمد: آیا۔ یکے: ایک۔ سہمگیں: خوفناک۔ باد و گرد: ہوا اور گرد۔ بر چشم مردم: لوگوں کی آنکھوں پر۔ تیرہ کرد: تاریک کردیا۔

(۷) برہ بر: راستے پر۔ یکے: ایک۔ دختر خورد: چھوٹی بچی۔ بود: تھی۔ بہ معجر: اوڑھنی سے۔ غبار از پدر: باپ کی گرد۔ مے زدود: جھاڑتی تھی۔

(۸) پدر: باپ۔ گفت: کہا۔ نازنین چہر من: میری پرنزاکت چہرے والی۔ شوریدہ داری: پریشان رکھتی ہے۔ مہر من: میری محبت۔

(۹) نچنداں: اتنی نہیں۔ نشیند: بیٹھے گی۔ دریں دیدہ: ان آنکھوں میں۔ بازش: پھر اس کو۔ بہ معجر: اوڑھنی سے۔ تواں پاک کرد: صاف کرسکیں۔

(۱۰) ترا: تیرا۔ نفسِ رعنا: چالاک نفس۔ چو: مثل۔ ستور: گھوڑا۔ دواں مے برد: دوڑائے لیے جارہا ہے۔ تا بسر شیب گور: قبر کے گڑھے کی طرف۔

تشریح: (۱) ایک دن ایسا آئے گا کہ سر کی حالت ایسی ہو جائے گی کہ دیکھنے والے نہ صرف یہ سمجھیں گے کہ اس میں آنکھیں ہی نہ تھیں۔ بلکہ عبرت بھی حاصل کریں گے۔ (۲) میں (شیخ سعدیؒ) نے ایک دن مٹی کی ڈھیری پر کدال یا تیشہ چلایا تو وہاں سے المناک رونے کی آواز سنائی دی۔ (۳) اس آواز سے یہ الفاظ وارد ہوئے کہ تیشہ ذرا آہستہ سے چلانا۔ کیونکہ یہ ڈھیری لوگوں کے آنکھ، کان، سر وغیرہ سے تبدیل ہو کر تیار ہوئی ہے۔ (۴) عنوان، اس حکایت میں باپ اور بیٹی کی کہانی میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا میں اپنے جسم کو گرد و غبار سے جس قدر محفوظ کرلو۔ لیکن مرنے کے بعد قبر تلے جسم کا خاک ہونا یا خاک آلود ہونا یقینی امر ہو گا۔ (۵) میں (شیخ سعدیؒ) ایک سفر کی غرض سے سویا ہوا تھا۔ اور چاہتا یہ تھا کہ صبح سویرے کسی قافلے سے جا ملوں گا۔ (۶) اسی اثنا میں ایک خوفناک بگولے نے ایسا اندھیر اطاری کردیا کہ پوری دنیا تاریکی میں ڈوب گئی۔ (۷) ایک چھوٹی سی بچی اوڑھنی کے ساتھ اپنے باپ کے جسم سے گرد و غبار صاف کر رہی تھی۔ (۸) باپ نے اپنی بچی کی مخلصانہ خدمت سے متاثر ہوتے ہوئے کہا کہ اے نازنین! تجھے مجھ سے بے انتہا محبت ہے تو اس قدر پریشان حال ہے۔ (۹) مرنے کے بعد قبر میں ان آنکھوں کے اندر جو گرد و غبار پڑے گی وہ اوڑھنیوں (دوپٹوں) سے بھی نہیں جھاڑی جاسکے گی۔ (۱۰) کسی سرکش گھوڑے کی طرح ہر شخص کی روح قبر کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ بقول سیدنا علی المرتضیٰؓ ہر سانس سے ایک قدم آخرت کی طرف بڑھ جاتا ہے۔

اجل ناگہت بگسلاند رکیب	۱	عناں باز نتواں گرفت از نشیب
موت اچانک تیری رکاب پھسلا دیگی		پھر تو گڑھے کی طرف سے باگ نہ پکڑ سکے گا

موعظۂ[2] و پند

وعظ اور نصیحت

خبر داری از استخوانی قفس	۳	کہ جانِ تو مرغست و نامش نفس
تجھے ہڈیوں کے پنجرے کی بھی خبر ہے		جس کا پرند تیری جان ہے اور اس کا نام نفس ہے
چوں مرغ از قفس رفت و بگسست قید	۴	دگر رہ نگردد بسعی تو صید
جب پرند پنجرے سے نکل گیا اور پھندا ٹوٹ گیا		پھر دوبارہ تیری کوشش سے شکار نہیں ہوسکتا ہے
نگہدار فرصت کہ عالم دمے ست	۵	دمے پیش دانا بہ از عالمے ست
فرصت کی دیکھ بھال رکھ اسلیئے کہ جہان ایک سانس ہے		ایک سانس عقل مند کے نزدیک جہان سے اچھا ہے
سکندر کہ بر عالمے حکم داشت	۶	دراں دم کہ بگزشت و عالم گزاشت
وہ سکندر جو دنیا پر حکومت رکھتا تھا		جب وہ چلا اور اس نے دنیا کو چھوڑا
میسر بنودش کز و عالمے	۷	ستانند و مہلت دہندش دمے
اس کے لیئے یہ ممکن نہ تھا کہ اس سے دنیا		لے لیں اور اس کو ایک سانس کی مہلت دے دیں
برفتند و ہر کس درود آنچہ کشت	۸	نماند بجز نام نیکو و زشت
لوگ چلے گئے اور ہر شخص نے وہ کاٹا جو اس نے بویا تھا		اچھے اور بُرے نام کے سوا کچھ نہیں رہتا
چرا دل بریں کاروانگہ نہیم	۹	کہ یاراں برفتند و ما در رہیم
اس سرائے سے ہم کیوں دل لگائیں		اس لیئے کہ ساتھی تو چلے گئے اور ہم راستہ پر ہیں
پس از ما ہمیں گل دہد بوستاں	۱۰	نشیند بایک دگر دوستاں
ہمارے بعد بھی باغ یہی پھول کھلائے گا		دوست ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھیں گے

(۱) اجل: موت۔ ناگہت: اچانک تیری۔ بگسلاند: توڑ دے گی۔ رکیب: امالۂ رکاب۔ عناں: باگ۔ باز نتواں گرفت: پھر نہیں پکڑی جاسکتی۔ نشیب: گڑھا۔
(۲) موعظہ: وعظ۔ پند: نصیحت۔
(۳) خبر داری: تو خبر رکھتا ہے۔ استخوانی قفس: ہڈیوں کا پنجرہ۔ مرغست: پرندہ ہے۔ نامش: اس کا نام۔ نفس: جان۔
(۴) چوں: جب۔ مرغ: پرندہ۔ قفس: پنجرہ۔ رفت: چلا گیا۔ بگسست: توڑ دی۔ قید: رسی۔ دگر رہ: دوبارہ بگردد: نہیں ہوگا۔ بسعی تو: تیری کوشش سے۔ صید: شکار۔ (۵) نگہدار: حفاظت کر۔ عالم: جہان۔ دمے ست: ایک دم کا ہے۔ دمے: ایک سانس۔ پیش دانا: سمجھ دار کے نزدیک۔ بہ: بہتر۔ عالمے: ایک جہان۔ (۶) سکندر: یونان کے ایک بادشاہ کا نام جو بہت بڑا فاتح تھا۔ بر عالمے: ایک جہان پر۔ حکم داشت: حکم رکھتا تھا۔ دراں دم کہ: جس وقت کہ۔ بگزشت: دنیا سے گزرا۔ عالم گزاشت: جہان چھوڑ گیا۔ (۷) میسر: حاصل بنودش: نہیں تھا اس کو۔ کز و عالمے: کہ اس سے ایک جہان۔ ستانند: لے لیویں۔ دہندش: دیویں اس کو۔ دمے: ایک سانس کی۔ (۸) برفتند: چلے گئے۔ ہر کس: ہر شخص۔ درود: کاٹا۔ آنچہ: جو کچھ کہ۔ کشت: بویا۔ نماند: نہیں رہے گا۔ بجز: سوائے۔ نام نیکو: نیک نامی۔ زشت: بدنامی۔ (۹) چرا: کیوں۔ بریں کاروانگہ: مسافرخانہ میں۔ بنہیم: رکھیں ہم۔ برفتند: چلے گئے۔ ما: ہم۔ در رہیم: راستے میں ہیں۔ (۱۰) پس از ما: ہمارے بعد۔ ہمیں: یہی۔ گل: پھول۔ دہد: دیوے گا۔ بوستان: باغ۔ نشینند: بیٹھیں گے۔ بایک دگر: ایک دوسرے کے ساتھ۔ دوستاں: جمع دوست۔

تشریح: (۱) موت کا ایک ہی جھٹکا جب جسم کی رکاب توڑے گا تو پھر یہ سوار یعنی جسم قبر کے گڑھے میں جا گرے گا۔ (۲) عنوان: اس حکایت میں وعظ و نصیحت کے انداز میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کے جسم کو فنا ہے۔ قفس عنصری سے روح پرواز کرتے ہی یہ قبر کا باشندہ بن جائے گا۔ اور قبر میں صرف اعمال صالحہ ہی کام آئیں گے۔ (۳) انسانی جسم کی حقیقت یہ ہے کہ جسم ایک پنجرہ ہے۔ اور روح کی حیثیت پرندے جیسی ہے۔ چنانچہ جسم اور روح کے مرکب پر نفس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (۴) جس طرح پنجرے سے ایک بار پرندے کے نکل جانے سے اس کی واپسی ناممکن ہے۔ اسی طرح قفس عنصری سے روح پرواز کرنے کے بعد دنیا میں واپس نہیں آتی۔ (۵) فارغ آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنی فرصت کو غنیمت جان کر اس کو ذکر و عبادت کے ذریعے قیمتی بنائے۔ کیونکہ دم بھر کی دنیا میں دم سے جہان بہتر ہے۔ (۶) جب سکندر دنیا سے جا رہا تھا تو دنیا بھر کی مفتوحہ سلطنت کے معاوضے میں ایک سانس نہ خرید سکا۔ سکندر جب دنیا سے گیا تو دونوں ہاتھ خالی تھے۔ (۷) سکندر کے رخصت ہونے کے بعد اس کے پاس اتنی پونجی بھی نہ تھی۔ جس کے بدلے میں اسے (سکندر کو) مہلت دے دی جاتی۔ (۸) دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اگر دنیا میں نیک نامی کا بیج ڈالا جائے تو آخرت میں نیک نامی کی فصل اُگے گی اور بدنامی کے بیج سے بدنامی کی فصل کاٹنی پڑے گی۔ (۹) دنیا تو اک مسافرخانہ ہے۔ اس میں دل لگانا حماقت ہے۔ اس مسافرخانہ (دنیا) سے ہمارے دوست جا چکے ہیں اور ہم ابھی تک مسافر ہیں۔ (۱۰) دنیا سے ہم چلے جائیں گے اور ہمارے بعد بھی بہاروں میں پھول کھلیں گے۔ اور دوست و احباب مل بیٹھیں گے۔

۱	دل اندر دلارامِ دنیا مبند	کہ ننشست باکس کہ دل بر نہ کند
	دنیا کے معشوق میں دل نہ پھنسا	اسلیئے کہ وہ کسی ایسے کی ہمنشیں نہیں ہوئی کہ جس کا دل نہ گھبرا گیا ہو
۲	چو در خاکدانِ لحد خفت مرد	قیامت بیفشاند از روئے گرد
	جب انسان لحد کے خاکدان میں سویا	قیامت ہی چہرے سے گرد جھاڑے گی
۳	سر از جیبِ غفلت بر آور کنوں	کہ فردا نماند بحسرت نگوں
	غفلت کے گریبان سے اب سر نکال لے	تاکہ کل کو حسرت سے اوندھا نہ بنے
۴	نہ چوں خواہی آمد بشیراز در	سر و تن بشوئی زگردِ سفر
	کیا ایسا نہیں ہے کہ جب تو شیراز میں داخل ہوتا ہے	سفر کے گرد و غبار سے سر اور جسم دھوتا ہے
۵	پس اے خاکسارِ گنہ عنقریب	سفر کرد خواہی زشہرِ غریب
	اے گناہوں سے خاک آلودہ عنقریب	تو اجنبی شہر میں سفر کرے گا
۶	براں از دو سر چشمۂ دیدہ جوے	ور آلائشے دانی از خود بشوے
	آنکھوں کے دونوں سرچشموں سے نہر بہادے	اور جس ناپاکی کا تجھے علم ہے دھوڈال

حکایت در عالمِ طفولیت

بچپن کے زمانہ کا قصہ

۸	زعہدِ پدر یادم آید ہمے	کہ بارانِ رحمت برو ہر دمے
	مجھے باپ کے زمانہ کا ایک قصہ یاد ہے	کہ اس پر ہر دم خدا کی رحمت ہو
۹	کہ در خوردیم لوح و دفتر خرید	زبہرم یکے خاتمِ زر خرید
	کہ اس نے میرے بچپن میں تختی اور کاپی خریدی	سونے کی انگوٹھی میرے لیئے خریدی
۱۰	بدر کرد ناگہ یکے مشتری	بخرمائے از دستم انگشتری
	ایک خریدار نے اچانک نکال لی	ایک چھوارے کے بدلے میرے ہاتھ سے انگوٹھی

(۱) دلارام: دل کا آرام مُراد محبوب۔ مبند: مت باندھ۔ ننشست: نہیں بیٹھا۔ باکس: کسی کے ساتھ۔ بر نہ کند: اکھیڑا نہ ہو۔ (۲) خاکدانِ لحد: لحد کا خاکدان۔ خفت مرد: سو گیا۔ قیامت: دنیا کا آخری اور آخرت کا پہلا دن۔ بیفشاند: جھاڑے گا۔ از روئے: چہرے سے۔
(۳) جیبِ غفلت: غفلت کا گریبان۔ بر آور: نکال۔ کنوں: اب۔ فردا: کل آئندہ۔ نماند: نہ رہے۔ بحسرت: حسرت سے۔ نگوں: جھکا ہوا۔ (۴) چوں خواہی آمد: جب تو آئے گا۔ بشیراز در: شہر شیراز میں جو سعدیؒ کا مولد و مدفن ہے۔ سر و تن: سر اور جسم۔ بشوئی: دھوتا ہے تو۔ زگردِ سفر: سفر کی گرد سے۔
(۵) خاکسار گنہ: گناہ کے خاکسار۔ عنقریب: جلدی۔ سفر کرد خواہی: سفر کرے گا تو۔ زشہر غریب: اوپرے شہر کا۔ (۶) براں: چلا۔ دو سر چشمۂ دیدہ: آنکھوں کے دو چشمے۔ ور: اگر۔ الائشے: کوئی گندگی۔ دانی: تو جانتا ہے۔ بشوئے: دھو ڈال۔
(۷) عالم طفولیت: بچپن کا جہان۔
(۸) زعہدِ پدر: باپ کے زمانے سے۔ یادم آید: مجھے یاد آتا ہے۔ بارانِ رحمت: رحمت کی بارش۔ برو: اس پر۔ ہر دمے: ہر گھڑی ہو۔
(۹) در خوردیم: میرے بچپن میں۔ لوح و دفتر: تختی اور کاپی۔ زبہرم: میرے واسطے۔ یکے: ایک۔ خاتم زر: سونے کی انگوٹھی۔ خرید: خریدی۔ (۱۰) بدر کرد: باہر کرلی۔ ناگہ: اچانک۔ یکے مشتری: ایک خریدار۔ بخرمائے: ایک کھجور کے بدلے۔ از دستم: میرے ہاتھ سے۔ انگشتری: انگوٹھی۔

تشریح: (۱) دنیا ایسا ہرجائی محبوب ہے کہ ابھی ایک کے ساتھ دل لگایا ہی نہیں تھا کہ دوسرے شخص کا ہمنشین ہوگیا۔ (۲) قبر کی لحد ایسا خاکدان ہے کہ جو اس میں ایک بار سوگیا۔ وہ قیامت سے پہلے خاک جھاڑتا ہوا نہیں اٹھ سکے گا۔
(۳) انسان کو چاہیئے کہ وہ غفلت سے خود کو دُور کردے۔ کیونکہ قیامت کے دن غافل لوگ شرمندگی سے اپنا سر نہیں اٹھا سکیں گے۔
(۴) جب تو (شیخ سعدیؒ) سفر سے لوٹ کر گھر واپس آتا ہے۔ تو اپنے سر اور جسم سے گرد و غبار کو دھوڈالتا ہے۔
(۵) دنیا اک اجنبی شہر ہے۔ بالآخر اس سے ایک دن سفر آخرت کا سامان باندھنا ہے۔ (۶) توبہ کے پانی سے گناہوں کی خاک دھونے کے لیئے آنکھوں سے جاری ہونے والی دو نہروں میں غوطہ زن ہو کر اپنا جسم پاکیزہ کرلے۔ (۷) عنوان، اس حکایت میں بچپن کے جہان کی کہانی کے ضمن میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ دنیا کی چار روزہ متاع کے معاوضے میں قیمتی زندگی کو برباد نہ کیا جائے۔ (۸) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آگیا ہے۔ جو میرے والد صاحب اللہ انہیں (شیخ سعدیؒ کے باپ کو) غریق رحمت کرے۔ آمین۔ (۹) میرے (شیخ سعدیؒ کے) باپ نے مجھے بچپن کے زمانہ میں تختی۔ کاپی اور سونے کی انگوٹھی خرید کردی۔
(۱۰) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) سونے کی انگوٹھی کی قدر و قیمت کے حوالے سے شعور نہیں تھا۔ اس لیئے ایک خریدار نے کھجور کے بدلے میں مجھ سے انگوٹھی چھین لی۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ ثانی
۱	چوں نشناسد انگشتری طفل خورد	بشیرینی از وے توانند برد
	جب چھوٹا بچہ انگوٹھی کو نہ سمجھے	اس سے مٹھائی کے بدلے لی جا سکتی ہے
۲	تو ہم قیمت عمر نشناختی	کہ در عیش شیریں برانداختی
	تو بھی عمر کی قیمت نہیں سمجھتا ہے	کہ تونے میٹھے عیش میں اس کو ضائع کر دیا ہے
۳	قیامت کہ نیکاں براعلیٰ رسند	زقعر ثریٰ بر ثریا رسند
	قیامت میں جب نیک لوگ اعلیٰ رُتبے پر پہنچیں گے	مٹی کی گہرائی سے ثریا پر پہنچیں گے
۴	ترا خود بماند سر از ننگ پیش	کہ گردت برآید عملہائے خویش
	شرمندگی کی وجہ سے تیرا سر آگے کو جُھکا ہوگا	جب کہ تیرے کارنامے تیرے گرد ہونگے
۵	برادر زکارِ بداں شرم دار	کہ در روئے نیکاں شوی شرمسار
	اے بھائی بُروں کے کاموں سے شرم کر	ورنہ نیکوں کے سامنے شرمندہ ہوگا
۶	دراں روز کز فعل پرسند وقول	اولوالعزم راتن بلرزد زہول
	اس دن جب فعل اور قول کے بارے میں دریافت کریں گے	صاحب عزم کا جسم بھی خوف سے لرزتے ہوگا
۷	بجائے کہ دہشت خورند انبیاء	تو عذر گناہاں چہ داری بیا
	اس جگہ جہاں نبی دہشت کھائیں گے	تیرے پاس گناہ کا کیا عُذر ہے لا
۸	زنانے کہ طاعت برغبت برند	زمردان ناپارسا بگزرند
	وہ عورتیں جو رغبت سے عبادت کرتی ہیں	غیر متقی مردوں سے بڑھ جاتی ہیں
۹	ترا شرم ناید زمردی خویش	کہ باشد زناں را قبول از تو بیش
	تجھے اپنی مردانگی سے شرم نہیں آتی	کہ عورتوں کو تجھ سے زیادہ مقبولیّت حاصل ہو
۱۰	زناں رابعذرِ معیّن کہ ہست	زطاعت بدارند گہ گاہ دست
	عورتیں اس ایک معیّن عُذر کی وجہ سے جواُن کو لاحق ہوتا ہے	کبھی کبھی عبادت سے دست کش ہو جاتی ہے

(۱) چوں: جب۔ نشناسد: نہیں پہچانتا۔ انگشتری: انگوٹھی۔ طفل خورد: چھوٹا بچہ۔ بشیرینی: شیرینی کے بدلے۔ از وے: اس سے۔ توانند برد: لے جا سکتے ہیں۔
(۲) توہم: تو بھی۔ قیمت عمر: عمر کی قیمت۔ نشناختی: نہیں پہچانی تونے۔ عیش شیریں: میٹھی عیش۔ برانداختی: برباد کر دی۔ (۳) قیامت: دنیا کا آخری دن۔ نیکاں: نیک لوگ۔ براعلیٰ: اونچے مقام پر۔ رسند: پہنچیں گے۔ قعر: گہرائی۔ ثریٰ: زمین کے نیچے کی گیلی مٹی۔ ثریا: ستاروں کا ایک جھنڈ۔ (۴) ترا: تیرا۔ بماند: رہے گا۔ سر از ننگ: سر شرم سے۔ پیش: سامنے۔ گردت: تیرے گرد۔ برآید: آویں گے۔ عملہائے خویش: اپنے اعمال۔
(۵) برادر: بھائی۔ کار بداں: بُروں کے کام۔ شرم دار: شرم رکھ۔ در روئے نیکاں: نیکوں کے سامنے۔ شوی: ہووے گا تو۔ شرمسار: شرمندہ۔ (۶) دراں روز: اس دن میں۔ کز فعل: کہ فعل کے متعلق۔ پرسند: پوچھیں گے۔ قول: بات۔ اولوالعزم: مضبوط ارادے والے مراد پیغمبر۔ تن: بدن۔ بلرزد: لرز جائے گا۔ ہول: خوف۔ (۷) بجائے کہ: جس جگہ کہ۔ دہشت خورند: خوف کھائیں۔ انبیاء: جمع نبی، خدا کی طرف سے خبر دینے والا۔ عذر گناہاں: گناہوں کا عذر۔ چہ داری: کیا رکھتا ہے۔ بیا: آ یعنی لا۔ (۸) زنانے کہ: جو عورتیں کہ۔ طاعت: عبادت۔ برغبت: خواہش سے۔ برند: لے جاتی ہیں۔ مردان ناپارسا: ناپرہیزگار مرد۔ بگزرند: گزر جائیں گی۔ (۹) ترا: تجھ کو۔ شرم ناید: شرم نہیں آتی۔ مردی خویش: اپنی مردانگی۔ باشد: ہووے۔ زناں را: عورتوں کو۔ قبول: مقبولیت۔ از تو بیش: تجھ سے زیادہ۔
(۱۰) زناں را: عورتوں کو۔ بعذر معیّن: مقرر عذر کی وجہ سے یعنی حیض و نفاس کی وجہ سے۔ ہست: ہے۔ طاعت: عبادت۔ بدارند: اٹھالیں گے۔ گہ گاہ: کبھی کبھی۔ دست: ہاتھ۔

تشریح: (۱) عموماً چھوٹے چھوٹے بچے سونے کی انگوٹھی جیسی قیمتی اشیاء کی قدر و منزلت سے آشنا نہیں ہوتے۔ اس لیئے ان سے قیمتی اشیاء چھینی جا سکتی ہیں۔
(۲) یہی وجہ ہے کہ تجھے (بوستان پڑھنے والا) سونے کی انگوٹھی جیسی قیمتی زندگی کا شعور نہیں ہے جبھی تو دنیا کی شیریں عشرت کے بدلے گنوا بیٹھا ہے۔ (۳) روز قیامت جب نیکوکار لوگوں کو بلند مرتبے حاصل ہوں گے یہی وجہ ہے کہ وہ (نیکوکار لوگ) قبر کی گہرائی سے نکل کر ایک دم بلند مرتبہ پالیں گے۔
(۴) لیکن تیری (بوستان کے قاری یا شیخ سعدیؒ کی) بداعمالیوں کے آس پاس ہونے کے باعث شرم کے مارے سر جھکا رہے گا۔
(۵) برادرِ من! دنیا میں بداعمالیوں کو ترک کر دے۔ کیونکہ کل قیامت کے دن برگزیدہ بندوں کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔
(۶) قیامت کے دن انسان سے ان کے اقوال و افعال کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ اس دن بڑے بڑے انبیاء لرزہ براندام ہوں گے۔
(۷) جس مقام پر انبیاء علیہم السلام بھی انجام کار کے حوالے سے متفکر نظر آئیں گے وہاں عام لوگوں کی بداعمالیوں کی کیا عذر خواہی ہوگی۔
(۸) جن خواتین کی رغبت عبادت کی طرف ہوتی ہے وہ قیامت کے دن ایسے مَردوں سے بازی لے جائیں گی جو بدکاری کے خوگر رہتے ہیں۔
(۹) یہ ایک مَرد کی مَردانگی کے لیئے باعث شرم و عار کی بات ہوگی کہ پرہیزگار عورتیں بُرے مَردوں کے بالمقابل مقبولیت کے درجے پر فائز ہوں گی۔
(۱۰) حیض و نفاس کے حوالے سے عورتوں کے پاس عبادت نہ کرنے کا معقول عذر موجود ہے جس کی بنا پر گا ہے بگا ہے ان (عورتوں) کی عبادت معاف کر دی جاتی ہے۔

مصرع اول		مصرع دوم
تو بے عذر یکسو نشینی چو زن	۱	روا اے کم از زن لاف مردی مزن
تو بلا عذر کے عورت کی طرح علیحدہ ہو بیٹھا ہے		اے عورت سے بھی گھٹیا، جا مردانگی کی ڈینگیں نہ مار
مرا خود چہ باشد زباں آوری	۲	چنیں گفت شاہِ سخن عنصری
میری خود فصاحت کیا ہوتی ہے		سخن کے بادشاہ عنصری نے بھی یہی کہا ہے
مرا خود مبیں اے عجب درمیاں	۳	ببیں تا چہ گفتند پیشینیاں
اے عجب! مجھے درمیاں میں نہ دیکھ		دیکھ اگلے لوگوں نے کیا کہا ہے
چو از راستی بگزری خم بود	۴	چہ مردی بود کز زنے کم بود
جب تو سیدھائی سے ہٹ جائے گا کجی ہو جائے گی		کیا مردانگی ہوگی جب تو ایک عورت سے کم ہو گا
بناز و طرب نفس پروردہ گیر	۵	باَیّام دشمن قوی کردہ گیر
ناز اور عیش میں پلے ہوئے نفس کو		کچھ زمانہ میں قوی بنایا ہوا دشمن سمجھ
یکے بچۂ گرگ مے پرورید	۶	چو پروردہ شد خواجہ برہم درید
ایک شخص بھیڑیے کے بچے کو پالتا تھا		جب پل گیا اس نے مالک کو پھاڑ ڈالا
چو بر پہلوئے جاں سپردن بخفت	۷	جہاندیدۂ بر سرش رفت و گفت
جب جان دینے کی کروٹ پر سو گیا		ایک جہاندیدہ اس کے سرہانے گیا اور بولا
تو دشمن چنیں نازنیں پروری	۸	ندانی کہ ناچار زخمش خوری
تو نے دشمن کو نازوں سے پالا		یہ نہ جانا کہ لا محالہ اس کا زخم کھائیگا
نہ ابلیس در حق ما طعنہ زد	۹	کز نیاں نیاید بجز کار بد
کیا شیطان نے تمہیں طعنہ نہ دیا تھا		کہ ان سے بُرے کام کے سوا کچھ نہ ہو گا
فغاں از بدیہا کہ در نفس ماست	۱۰	کہ ترسم شود ظنِ ابلیس راست
جو برائیاں ہمارے نفس میں ہیں ان سے فریاد ہے		مجھے ڈر ہے کہ کہیں شیطان کا گمان سچا نہ ہو جائے

(۱) بے عذر، بغیر عذر کے۔ یکسو نشینی، ایک طرف بیٹھا ہے۔ چو زن، عورتوں کی طرح۔ رَو، جا۔ کم اَز زن، عورتوں سے گھٹیا۔ لافِ مردی: مردانگی کی ڈینگیں۔ مزن: مت مار (۲) مرا، مجھ کو۔ چہ باشد، کیا ہووے۔ زبان آوری، زبان لانا یعنی زبان کا جاننا۔ چنیں گفت: ایسے ہی کہا ہے۔ شاہِ سخن، کلام کے بادشاہ۔ عنصری: محمود غزنوی کا ملک الشعراء۔ (۳) مرا خود، خود مجھے مبیں، مت دیکھ۔ اے عجب، اے عجب۔ درمیاں، بیچ میں ببیں، دیکھ۔ تا، کہ چہ گفتند، کیا کہا ہے پیشینیاں، پہلے لوگ۔

(۴) چو، جب۔ راستی، سیدھائی۔ بگزری، ہٹ جائے تو۔ خم بود، ٹیڑھا ہو گا۔ چہ مردی بود، کیا مردانگی ہووے۔ کز زنے، کہ ایک عورت سے۔ کم بود، کم ہووے۔

(۵) بناز و طرب، عیش اور ناز سے نفس: جان۔ پروردہ گیر، پلا ہوا سمجھ۔ باَیّام، چند دنوں میں۔ دشمن، مراد نفس۔ قوی کردہ مضبوط کیا ہوا۔ گیر، سمجھ۔ (۶) یکے، ایک۔ بچۂ گرگ، بھیڑیے کا بچہ۔ مے پرورید، پالتا تھا۔ چوں، جب۔ پروردہ شد: پل گیا۔ خواجہ: سردار۔ برہم درید، پھاڑ ڈالا۔ (۷) چوں، جب۔ پہلوئے جاں سپردن، جان دینے کا پہلو۔ بخفت: سو گیا۔ جہاندیدہ، جہان کو دیکھے ہوئے۔ بر سرش، اس کے سر پر۔ رفت، گیا۔ گفت: کہا۔ (۸) چنیں: ایسا۔ نازنیں، نزاکت والا۔ پروری: پالتا ہے۔ ندانی: نہیں جانتا۔ ناچار: لازماً۔ زخمش: اس کا زخم۔ خوری: کھائے گا تو۔ (۹) ابلیس، شیطان کا نام۔ در حق ما: ہمارے حق میں۔ طعنہ زن: طعنہ مارا۔ کز نیاں: کہ ان سے۔ نیاید: نہ آوے گا۔ بجز: سوائے۔ کارِ بد: بُرا کام۔ (۱۰) فغاں، فریاد از بدیہا: برائیوں سے۔ در نفس ماست، ہمارے نفس میں ہیں۔ ترسم، میں ڈرتا ہوں۔ شود، ہووے گا ظنِ ابلیس، شیطان کا خیال۔ راست، صحیح۔

تشریح: (۱) اور مرد بغیر معقول عذر کے عورتوں کی طرح عبادت سے عاری ہے۔ ایسا مرد عورتوں سے بھی گھٹیا ہے۔ ایسے مرد کو اپنی مردانگی پر اترانا نہیں چاہیئے۔ (۲) یہ بات میں (شیخ سعدیؒ) خود ساختہ نہیں کہہ رہا۔ بلکہ اسی مفہوم کا قول رب کائنات سے بھی منقول ہے۔ ع: یہ نہ دیکھو کہ کون ہے کیا نام ہے۔ بلکہ یہ دیکھو کہ کیا کہتا ہے کس کا پیغام ہے۔ (۳) لہٰذا یہ قول میرا کلام سمجھ کر نہ ٹھکرایا جائے بلکہ یہ دیکھا جائے کہ جو بات میں (شیخ سعدیؒ) نقل کر رہا ہوں۔ وہ ذات کون ہے یعنی یہ میری بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بات ہے۔ (۴) جب کوئی آدمی صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) چھوڑ دیتا ہے۔ پھر وہ از خود گمراہی کی راہ پر چل نکلتا ہے۔ ایسی مردانگی تو عورتوں سے بھی گئی گزری ہے۔ (۵) ناز و نعم اور طرب (عیش) کی وجہ سے نفس نہ صرف فربہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ مستی کا گھر بھی بن جاتا ہے جو چند دنوں بعد تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔ (۶) نفس امارہ اس بھیڑیے کی مانند ہے جو بڑا ہو کر اپنے پالنے والے کو پھاڑ دیتا ہے۔ یعنی نفس کو ناز و نعم کے ذریعے نہیں پالنا چاہیئے۔ کیونکہ عاقبت برباد کرنا اس (نفس) کی سرشت میں داخل ہے۔ (۷) جب وہ (نفس کو پالنے والا شخص) موت کی آغوش میں جانے لگا تو ایک جہاندیدہ (تجربہ کار) بزرگ نے یوں کہا۔ (۸) جو شخص اپنے دشمن (نفس امارہ) کی پرورش کرتا ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ یہ (نفس امارہ) اس پر ضرور حملہ آور ہو گا۔ (۹) آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کرتے وقت شیطان ملعون نے ہمارے بارے میں یہی طعنہ زنی کی تھی۔ یہ (انسان) آفت (بُرائی) کا پرکالہ ہو گا۔ (۱۰) اب جو ہم (انسان) اپنی بُرائیوں پر اور نفس امارہ کی پرورش پر نظر ڈالتے ہیں تو ابلیس ملعون کا طعنہ پر مبنی قول سچائی پر محمول تھا۔

چو ملعون پسند آمدش قہر ما	۱	خدایش براند اخت از بہر ما
جب ملعون کو ہماری ذلت پسند آئی		اُس کو خدا نے ہماری خاطر باہر نکال دیا
کجا سر برآریم ازیں عار و ننگ	۲	کہ با او بصلحیم و با حق جنگ
ہم اس ذلت اور عار سے کیسے سر اٹھا سکتے ہیں		کہ اس کے ساتھ ہم صلح سے ہیں اور خدا کے ساتھ جنگ ہے
نظر دوست نادر کند سوئے تو	۳	چو در روئے دشمن بود روئے تو
دوست بہت کم تیری طرف نظر کرے گا		جب تیرا رُخ دشمن کے رُخ کی طرف ہوگا
گرت دوست باید کزو برخوری	۴	نباید کہ فرمان دشمن بری
اگر تجھے ایسا دوست چاہیئے جس سے تو نفع اٹھائے		تو یہ نہ چاہیئے کہ تو دشمن کی اطاعت کرے
بسیم سیہ تا چہ خواہی خرید	۵	کہ خواہی دل از مہر یوسفؑ برید
تو کالی چاندی سے کیا خرید سکے گا		جب کہ تو یوسفؑ کی محبت سے دل ہٹانا چاہتا ہے
روا دارد از دوست بیگانگی	۶	کہ دشمن گزیند بہم خانگی
دوست کی جانب سے بیگانگی کو وہ شخص جائز رکھتا ہے		جو دشمن کے ساتھ ایک گھر میں رہنا پسند کرے
ندانی کہ کمتر نہد دوست پائے	۷	چو بیند کہ دشمن بود در سرائے
تو نہیں جانتا کہ دوست بہت کم قدم دھرتا ہے		جب وہ دیکھتا ہے کہ دشمن گھر میں ہے

(۱) چو: جب۔ ملعون، لعنتی۔ پسند آمدش، آئی اُس کو۔ قہر ما، ہماری ذلت۔ خدایش، خدا نے اس کو۔ براند اخت، باہر پھینک دیا۔ از بہر ما: ہمارے واسطے۔ (۲) کجا، کہاں سر برآریم: سر نکالیں ہم۔ ازیں عار و ننگ: اس عار اور شرم سے۔ با او، اس کے ساتھ۔ بصلحیم، صلح سے ہیں ہم۔ با حق: خدا کے ساتھ۔ (۳) نادر کند، کم کرے گا۔ سوئے تو، تیری طرف۔ چو، جب۔ در روئے دشمن: دشمن کی طرف۔ بود، ہووے گا۔ روئے تو، تیرا چہرہ۔ (۴) گرت: اگر تجھ کو۔ باید: چاہیئے۔ کزو: تاکہ اس سے۔ برخوری: پھل کھاوے تو۔ نباید، نہیں چاہیئے۔ فرمان دشمن، دشمن کا حکم۔ بری: لے جاوے تو۔ (۵) بسیم سیہ، کالی چاندی سے۔ تا چہ خواہی خرید، کیا خریدے گا تو۔ کہ: جبکہ۔ خواہی برید، کاٹے گا تو۔ از مہر یوسفؑ: یوسفؑ کی محبت سے۔ مشہور پیغمبر ہیں جو حضرت یعقوبؑ کے بیٹے تھے۔ (۶) روا دارد، جائز رکھتا ہے۔ دشمن گزیند، دشمن کے ساتھ اختیار کرے۔ بہم خانگی، ایک گھر میں رہنا (۷) ندانی، تو نہیں جانتا۔ کمتر نہد، بہت کم رکھتا ہے۔ پائے، پاؤں۔ چو بیند، جب دیکھے۔ بود: ہوگا۔ در سرائے، گھر میں۔

(۸) حکایت، کہانی۔ (۹) یکے: ایک۔ برد، لے گیا۔ با پادشاہے: ایک بادشاہ کے ساتھ۔ ستیز: لڑائی۔ سپردش، سپرد کر دیا اس کو۔ خونش: اس کا خون۔ بریز: گرا دے۔ (۱۰) گرفتار، پکڑا ہوا۔ در دستِ آں کینہ توز: اُس کینہ والے کے ہاتھ میں۔ ہمے گفت: کہتا تھا۔ با خود، اپنے آپ سے۔ بزاری: عاجزی سے۔ سوز: جلن۔

حکایت

کہانی

یکے برد با پادشاہے ستیز	۹	بدشمن سپردش کہ خونش بریز
ایک شخص نے بادشاہ سے جنگ کی		اس نے اس کو جلاّد کے سپرد کر دیا کہ اس کا خون بہا دے
گرفتار در دستِ آں کینہ توز	۱۰	ہمے گفت با خود بزاری و سوز
اُس کینہ ور کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر		اپنے آپ سے سوز اور عاجزی کے ساتھ کہہ رہا تھا

تشریح: (۱) اسے (شیطان لعین کو) ہماری ذلت پسند تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطور آزمائش ہماری خاطر زمین پر بھیج دیا۔
(۲) آج شیطان مردود کے ساتھ ہماری دوستی ہے۔ رب العٰلمین کے احکامات سے سرتابی کیئے ہوئے ہیں۔ اسی شرم کے مارے ہمارا سر نہیں اُٹھ سکتا۔ (۳) جب کسی شخص کے تعلقات دشمن کے ساتھ استوار ہو جاتے ہیں تو پھر دوست کی نظرِ عنایت و التفات اٹھ جاتی ہے۔
(۴) دوست سے تمام مفادات اٹھانے کے لیئے اس (دوست) کے دشمن کی نافرمانی کر کے دوستی کے حقوق و تقاضے پورے کرنے چاہئیں۔
(۵) کوئی شخص کھوٹے سکوں (بداعمالیوں) کے ذریعے محبوب حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی محبت نہیں خرید سکتا۔ کیونکہ اُس (اللہ تعالیٰ) سے گہری محبت نہیں بلکہ صرف واجبی تعلق ہے۔ (۶) حقیقی دوست (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ صرف وہی شخص (بدعمل) بے پرواہی برت سکتا ہے جو دشمن (شیطان) کے ساتھ رہنا پسند کرے۔ (۷) تجھے (انسان کو) معلوم نہیں کہ جب دوست یہ جان لے کہ یہاں دشمن (شیطان) کا بسیرا ہے تو دوست (اللہ تعالیٰ) کے قدم بہت کم پڑتے ہیں۔ یعنی ایسے گھر پر نظرِ رحمت نہیں ہوتی۔ (۸) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دوست کے ساتھ بگاڑ رکھنے والا ہمیشہ ذلت و رسوائی اٹھاتا ہے۔
(۹) کسی شخص کا حکمران (بادشاہ) کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ چنانچہ بادشاہ نے اسے (جھگڑالو شخص کو) دشمن کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اسے جان سے مار ڈالے۔
(۱۰) جب وہ کینہ توز دشمن کے ہاتھوں گرفتار شخص آہ و بکا کرتے ہوئے خود سے ہم کلام ہو کر کہنے لگا۔

اگر دوست برخود نیازردمے	۱	کے از دستِ دشمن جفا بردمے
اگر میں اپنے دوست کو اپنی جانب سے آمادہ نہ کرتا		دشمن کے ہاتھ سے کب ظلم برداشت کرتا
تو از دوست گر عاقلی برمگرد	۲	کہ دشمن نیارد نگہ در تو کرد
اگر تو عقلمند ہے دوست سے نہ بگڑ		تاکہ دشمن تیرے اوپر نگاہ نہ ڈال سکے
بناچار دشمن بدرّید پوست	۳	رفیقے کہ برخود بیازرد دوست
یقیناً دشمن اس دوست کی کھال ادھیڑتا ہے		جو دوست کو اپنے سے آزردہ کرے
تو بادوست یک دل شو و یک سخن	۴	کہ خود بیخ دشمن برآید زبن
تو دوست کے ساتھ ایک دل اور ایک زبان ہو جا		تاکہ دشمن کی جڑ خود اکھڑ آئے
نہ پندارم ایں زشت نامی نکوست	۵	بخشنودیٔ دشمن آزارِ دوست
میں نہیں سمجھتا کہ یہ بدنامی بھلی ہے		دشمن کی خوشنودی کیلئے دوست کو ستانا

حکایت

کہانی

یکے مال مردم بہ تلبیس خورد	۷	چو برخاست لعنت بر ابلیس کرد
ایک شخص مکاری سے انسانوں کا مال کھا گیا		جب اٹھا تو شیطان پر لعنت کی
چنیں گفت ابلیس اندر رہے	۸	کہ ہرگز ندیدم چنیں ابلہے
راستہ میں شیطان نے یہ کہا		میں نے ایسا بیوقوف کبھی نہیں دیکھا
ترا بامنست از نہاں آشتی	۹	چرا تیغ پیکار برداشتی
تیری مجھ سے پوشیدہ طور پر صلح ہے		پھر تونے لڑائی کی تلوار کیوں اٹھائی ہے
دریغست فرمودۂ دیو زشت	۱۰	کہ دستِ ملک برتو خواہد نبشت
یہ بات افسوسناک ہے کہ بدشیطان کا کہا ہوا		فرشتوں کے ہاتھ تیرے بارے میں لکھیں

برخود: اپنے اوپر۔ نیازردمے: میں رنجیدہ نہ کرتا۔ کے: کب۔ از دستِ دشمن: دشمن کے ہاتھ سے۔ جفا بردمے: ظلم برداشت کرتا میں۔ (۲) گر عاقلی: اگر تو عقلمند ہے۔ برمگرد: مت پھر۔ نیارد: نہیں طاقت رکھتا۔ نگہ در تو کرد: نظر تیری طرف کرنے کی۔ (۳) بناچار: لازماً۔ بدرّید: پھاڑے گا۔ پوست: کھال۔ رفیقے کہ: اس ساتھی کی جوکہ۔ برخود: اپنے اوپر۔ بیازرد: رنجیدہ کیا۔

(۴) یک دل شو: ایک دل والا ہو جا۔ یک سخن: ایک زبان والا۔ بیخ دشمن: دشمن کی جڑ۔ برآید: نکل آئے گی۔ (۵) نہ پندارم: میں نہیں سمجھتا۔ ایں زشت نامی: یہ بدنامی۔ نکوست: اچھی ہے۔ بخشنودی دشمن: دشمن کی خوشنودی کے لیئے۔ آزارِ دوست: دوست کی تکلیف۔

(۶) حکایت: کہانی۔

(۷) یکے: ایک۔ مال مردم: لوگوں کا مال۔ بہ تلبیس: دھوکے سے۔ خورد: کھایا۔ چو برخاست: جب اٹھا۔ برابلیس: شیطان پر۔ کرد: کی۔

(۸) چنیں گفت: ایسے کہا۔ اندر رہے: ایک راستے میں۔ ندیدم: میں نے نہیں دیکھا۔ چنیں ابلہے: ایسا بیوقوف۔

(۹) ترا: تجھ کو۔ بامنست: میرے ساتھ ہے۔ از نہاں: پوشیدہ۔ آشتی: صلح۔ چرا: کیوں۔ تیغ پیکار: جنگ کی تلوار۔ برداشتی: اٹھائی تونے۔ (۱۰) دریغست: افسوس ہے۔ فرمودۂ دیو زشت: بُرے شیطان کا کہا ہوا۔ دستِ ملک: فرشتے کا ہاتھ۔ برتو: تجھ پر۔ خواہد نبشت: لکھے گا۔

تشریح: (۱) کہ اگر میں اپنے دوست سے جھگڑا کرکے اسے ناراض نہ کرتا تو آج میں دشمن کا ظلم کیوں برداشت کرتا۔ (۲) عقلمندی کا تقاضیٰ یہ ہے کہ دوست سے مُنہ نہیں موڑنا چاہیئے۔ تاکہ دشمن ٹیڑھی و میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ کرے۔ (۳) جو شخص اپنے دوست کو ستاتا اور ناراض کرتا ہے تو ایک دن دشمن کھال ادھیڑ کے رکھ دے گا۔ (اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے سے شیطان عقبیٰ کی تباہی کر دیتا ہے۔)

(۴) جو شخص دوست کے دل سے اپنا دل اور زبان کے ساتھ زبان کی یکسوئی کرتا ہے تو دشمن (شیطان) اس کے سرسے نکل جاتا ہے۔

(۵) دوست کی دل آزاری کرنے اور دشمن کو خوش کرنے سے رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جائے تاکہ رسوائی نہ ہو۔

(۶) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بُرائی کرکے شیطان کو رسوا کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ انسان کا خود اپنا نفس ہی شیطان ہے۔ یے فعل بد کرے خود ملامت کرے شیطان پر۔ (۷) ایک شخص کا وطیرہ تھا کہ وہ دھوکہ دہی سے لوگوں کا مال ہڑپ کر جاتا تھا۔ اور اٹھتے بیٹھتے شیطان پر لعنت بھی بھیجتا رہتا تھا۔ (۸) کسی دن راہ چلتے شیطان نے اس (دغاباز مال خور) سے ملاقات کی اور کہا کہ مجھ سے خفیہ راہ و رسم رکھ کے مجھے ملامت کرنا انتہا درجے کی حماقت ہے۔

(۹) ایک طرف تو مجھے خفیہ دوست سمجھتا ہے۔ اور دوسری طرف مجھ (شیطان) پر لعنت و ملامت کی تلوار چلاتا ہے۔

(۱۰) جو بات روزِ ازل سے (انسان کے بارے میں) شیطان نے کہی تھی۔ آج وہی بات معصوم فرشتوں کو لکھنی پڑ رہی ہے۔ تیری (انسان کی) اس روش پر افسوس ہے۔

۱ — روادارى از جہل و ناپاکیت ‖ کہ پاکاں نویسند ناپاکیت
نادانی اور بے خوفی کی وجہ سے تو یہ جائز سمجھتا ہے ‖ کہ پاک تیری ناپاکی کو لکھیں

۲ — طریقے بدست آرو صلحے بجوئی ‖ شفیعے برانگیز و عذرے بگوئے
ایک طریقہ حاصل کر اور صلح چاہ ‖ کوئی سفارشی پیدا کر اور معذرت کر

۳ — کہ یک لحظہ صورت نہ بندد اماں ‖ چو پیمانہ پُر شد بدورِ زماں
اس لیے کہ ایک لحظہ کے لیے پناہ کی صورت نہ ہو گی ‖ زمانہ کی گردش کا جب پیمانہ بھر جائے گا

۴ — وگر دستِ قوت نداری بکار ‖ چو بیچارگاں دست زاری برار
اگر تو قوت کا ہاتھ کسی کام کا نہیں رکھتا ہے ‖ تو عاجزوں کی طرح عجز کا ہاتھ اٹھا

۵ — وگر رفت زاندازہ بیروں بدی ‖ چو گفتی کہ بدرفت نیک آمدی
اگر بُرائی اندازہ سے بھی بڑھ جائے ‖ جب تونے یہ کہدیا کہ بُرائی ہوئی تو نیک بن گیا

۶ — فراشو چو بینی درِ صلح باز ‖ کہ ناگہ درِ توبہ گردد فراز
جب تو صلح کا دروازہ کھلا دیکھے آگے بڑھ ‖ اس لیے کہ اچانک توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا

۷ — مرو زیر بارِ گنہ اے پسر ‖ کہ حمّال عاجز بود در سفر
اے صاحبزادے! گناہوں کے بوجھ کے نیچے نہ جا ‖ اس لیے کہ بوجھ اٹھانے والا سفر میں تھک جاتا ہے

۸ — پئے نیک مرداں بباید شتافت ‖ کہ ہرکیں سعادت طلب کرد یافت
نیک انسانوں کے پیچھے دوڑنا چاہیئے ‖ اس لیے کہ جس نے یہ نیک بختی چاہی حاصل کرلی ہے

۹ — ولیکن تو دنبالِ دیو خسی ‖ ندانم کہ در صالحاں چوں رسی
لیکن تو کمینہ شیطان کے پیچھے ہے ‖ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تو نیکوں میں کس طرح پہنچے گا

۱۰ — پیمبر کسے را شفاعت گرست ‖ کہ بر جادۂ شرع پیغمبرست
پیغمبر اسی کے سفارشی ہیں ‖ جو پیغمبر کی شریعت کے راستہ پر ہے

(۱) رواداری، جائز رکھتا ہے تو۔ جہل و ناپاکیت، تیری جہالت اور بے خوفی۔ نویسند، لکھیں۔ ناپاکیت، تیری ناپاکی۔ (۲) طریقے، کوئی طریقہ۔ بدست آر، ہاتھ میں لا۔ صلحے بجوئی، صلح ڈھونڈ۔ شفیعے، کوئی سفارشی۔ برانگیز، کھڑا کر۔ عذرے، کوئی عذر۔ بگوئے، کہہ۔ (۳) یک لحظہ، ایک سیکنڈ۔ صورت نہ بندد، صورت نہیں باندھتی۔ اماں، پناہ۔ چو، جب۔ پُر شد، بھر گیا۔ بدورِ زماں، زمانے کی گردش۔ (۴) دستِ قوت، زور کا ہاتھ۔ نداری، نہیں رکھتا تو۔ بکار، کام پر۔ چو بیچارگاں، بیچاروں کی طرح۔ دست زاری، عاجزی کا ہاتھ۔ برآر، نکال۔ (۵) وگر، اور اگر۔ رفت، گئی۔ زاندازہ بیروں، اندازے سے باہر۔ بدی، برائی۔ چو گفتی، جب تونے کہا۔ بدرفت، بُرائی ہوگئی۔ نیک آمدی، نیک بن گیا تو۔ (۶) فراشو، آگے ہو جا۔ چو بینی، جب دیکھے تو۔ درِ صلح، صلح کا دروازہ۔ باز، کھلا۔ ناگہ، اچانک۔ درِ توبہ، توبہ کا دروازہ۔ گردد فراز، بند ہو جائے گا۔ (۷) مرو، مت جا۔ زیر بارِ گنہ، گناہوں کے بوجھ کے نیچے۔ پسر، لڑکا۔ حمّال، بوجھ اٹھانے والا۔ عاجز بود، عاجز ہووے۔ (۸) پئے نیک مرداں، نیک لوگوں کے پیچھے۔ بباید شتافت، دوڑنا چاہیئے۔ ہرکیں، جس نے کہ یہ۔ سعادت، نیک بختی۔ طلب کرد، طلب کی۔ یافت، پالی۔ (۹) دنبالِ دیو خسی، کمینے شیطان کے پیچھے۔ ندانم، میں نہیں جانتا۔ صالحاں، نیک لوگ۔ چوں رسی، کیسے پہنچے گا تو۔ (۱۰) پیمبر، خدا کا پیغام لانے والا۔ کسے را، اس شخص کا۔ شفاعت گر، سفارش کرنے والا۔ ست، ہے۔ جادہ شرع پیغمبر، پیغمبر کی شریعت کی راہ۔

تشریح: (۱) تیری (انسان کی) جہالت اور بے رحمی کی وجہ سے یہ بات تیری سمجھ سے بالاتر ہوگئی ہے کہ فرشتے تیری بُرائیاں لکھیں۔ ورنہ یہ بہت بڑی بات ہے (۲) اے انسان! دنیوی زندگی میں کوئی موقع غنیمت جان کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ صلح کی کوئی راہ نکال لے۔ کسی سفارشی کے ذریعے عذرخواہی کا سامان کرلے۔ (۳) کیونکہ موت کی صورت میں جب زمانے کی گردش نے پلٹا کھایا تو ایک لمحہ کے لیۓ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی مہلت نہیں ملے گی۔
(۴) اگر تجھ (انسان) میں اعمال صالحہ کو بروئے کار لانے کی قوت نہیں تو کم از کم برائیوں سے معذرت کرکے گناہوں کی توبہ کرنی چاہیئے۔
(۵) اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ جس شخص کے گناہ لا محدود ہوں۔ اگر وہ اقرار و استغفار کرکے معافی مانگ لے تو وہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔
(۶) ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ لہٰذا کوئی لمحہ ضائع کیۓ بغیر طلب مغفرت کی سبیل کرنی چاہیئے۔ ورنہ توبہ کا دروازہ اچانک بند ہونے والا ہے۔
(۷) گناہوں کا بوجھ اٹھائے پھرنا دانشمندی نہیں۔ کیونکہ گناہوں کا بوجھ آتارا نہ گیا تو آخرت کے سفر میں لاچاری ہوگی۔
(۸) صلحاء کی خدمت و اطاعت میں پیش پیش رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ان (صلحاء) کی اطاعت و خدمت سعادتمندی ہے۔ اور سعادت کا طلبگار ہمیشہ خوش بختی کو پالیتا ہے۔ (۹) لیکن تیرا (انسان کا) لگاؤ مکار و عیار ابلیس کے ساتھ ہے۔ اس صورت میں صلحاءؒ کی صحبت و خدمت اور اطاعت کبھی حاصل نہ ہو گی۔
(۱۰) روز قیامت شفاعت مبنی برحق ہے۔ لیکن رسُول علیہ السلام ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جو لوگ دنیا میں اتباع شریعت کا التزام کرتے ہیں۔

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۱	رہ راست رو تا بمنزل رسی	تو بر رہ نۂ زیں قبل واپسی
	سیدھا راستہ چل تاکہ تو منزل پر پہنچے	چونکہ تو راستہ پر نہیں ہے اسلئے پیچھے ہے
۲	چو گاو یکہ عصار چشمش بہ بست	دواں تا بہ شب شب ہماں جا کہ ہست
	اس بیل کی طرح جس کی تیلی نے آنکھیں باندھ دی ہیں	شام تک دوڑتا ہے شام کو وہیں ہے جہاں تھا

حکایت
کہانی

نمبر	مصرع اول	مصرع ثانی
۴	گِل آلودۂ راہ مسجد گرفت	زبختِ نگوں طالع اندر شگفت
	مٹی میں سنے ہوئے نے مسجد کا راستہ لیا	اوندھے ستارے والے نصیبے سے تعجب میں تھا
۵	یکے زجر کردش کہ تبّت یداک	مرو دامن آلودہ در جائے پاک
	کسی نے اسے جھڑکا کہ تیرے ہاتھ ہلاک ہوں	آلودہ دامن کے ساتھ پاک جگہ نہ جا
۶	مرا رقتے در دل آمد بریں	کہ پاکست و خرم بہشت بریں
	اس پر میرے دل میں رقت آگئی	کہ بہشت برتر تو مبارک اور پاک ہے
۷	دراں جائے پاکاں امیدوار	گِل آلودۂ معصیت را چہ کار
	اس میں تو پاک امیدواروں کی جگہ ہے	گناہ کی مٹی سے سنے ہوئے کا کیا کام
۸	بہشت آں ستاند کہ طاعت برد	گرا نقدر باشد بضاعت برد
	بہشت تو وہ حاصل کریگا جو تابعداری کرے گا	جس کے پاس نقد ہوگا سامان خرید لے جائیگا
۹	مکن دامن از گردِ ذلت بشوئے	کہ ناگہ زبالا بہ بندند جوئے
	دیر نہ کر! ذلت کی گرد سے دامن دھولے	کہیں اچانک اوپر سے نہر بند نہ کردیں
۱۰	مگو مرغ دولت زقیدم بجست	ہنوزش سر رشتہ داری بدست
	یہ نہ کہہ کہ دولت کی چڑیا میرے پھندے سے نکل گئی ہے	ابھی اس کا دھاگا تو ہاتھ میں رکھتا ہے

(۱) رہ راست، سیدھی راہ۔ رو، چل۔ تا، تاکہ۔ بمنزل، منزل پہ۔ رسی، پہنچے تو۔ بر رہ، راستے پر۔ نہ: نہیں ہے تو۔ زیں قبل اس وجہ سے۔ واپسی، پیچھے ہے تو۔ (۲) چو گاو یکہ، اس بیل کی طرح جوکہ۔ عصار، تیلی۔ چشمش، اس کی آنکھیں۔ بہ بست: باندھ دی۔ دواں، دوڑ رہا ہے۔ تا بہ شب، رات تک۔ ہماں جا۔ اسی جگہ کہ۔ ہست، جہاں کہ ہے۔

(۳) حکایت، کہانی۔ (۴) گل آلودہ: مٹی سے لتھڑا ہوا۔ راہ مسجد، مسجد کا راستہ۔ گرفت: لیا۔ بخت نگوں طالع، اوندے ستارے والا نصیب۔ اندر شگفت، تعجب میں تھا۔ (۵) یکے: ایک۔ زجر کرد: جھڑکی دی۔ ش، اس کو۔ تبت یداک: ٹوٹ جائیں تیرے ہاتھ۔ مرو: مت جا۔ دامن آلودہ: لتھڑے دامن والا۔ جائے پاک۔ پاک جگہ۔ (۶) مرا، مجھ کو۔ رقتے: نرمی۔ در دل، دل میں۔ آمد، آئی۔ بریں، اس پر۔ پاکست، پاک ہے۔ خرم: بابرکت بہشت بریں اونچی بہشت۔ (۷) دراں جائے پاکاں: پاک لوگوں کی اس جگہ میں۔ گل آلودۂ معصیت: گناہوں کی مٹی کا لتھڑا ہوا۔ چہ کار: کیا کام۔ (۸) آں ستاند: وہ حاصل کرے گا۔ کہ طاعت برد: جوکہ عبادت لائے۔ گرا نقدر باشد: جس کے پاس نقدی ہو۔ بضاعت برد، سامان لے جائے گا۔ (۹) مکن: مت کر۔ از گرد ذلت، ذلت کی گرد سے۔ بشو، دھولے۔ ناگہ، اچانک۔ زبالا، اوپر سے۔ بہ بندند، بند کردیں گے۔ جوئے، ندی۔ (۱۰) مگو، مت کہہ۔ مرغ دولت، دولت کا پرندہ۔ زقیدم، میری قید سے۔ بہ جست، کود گیا۔ ہنوزش، ابھی اس کا۔ سر رشتہ، دھاگے کا سرا۔ داری۔ تو رکھتا ہے۔ بدست، ہاتھ میں۔

تشریح: (۱) انسان کو چاہیئے کہ وہ سیدھا راستہ (صراط مستقیم) اختیار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اعمال صالحہ میں صفر ہے۔ کیونکہ راہ شریعت پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ (۲) خود غرض اور بے عمل انسان کی مثال کولہو کے بیل جیسی ہے۔ جس طرح وہ (کولہو کا بیل) دن رات کولہو کے ارد گرد سفر کرتا ہے۔ تو وہیں کا وہیں رہتا ہے جہاں سے چلا تھا۔ (۳) عنوان، اگر غلاظت سے لتھڑا ہوا شخص مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا تو گناہوں سے آلودہ انسان جنت میں کیسے داخل ہوگا۔ (۴) ایک آدمی مسجد میں اس حالت کے ساتھ آیا کہ اس کے کپڑے مٹی گارے سے آلودہ تھے۔ وہ تعجب میں تھا کہ مجھ جیسا گناہوں میں لتھڑا غلیظ شخص مسجد میں کیسے آگیا۔ (۵) اسی اثناء میں ایک نمازی نے اسے ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہا کہ ذرا اپنی صورت اور لباس پر نظر ڈال۔ کیا تو اس لائق ہے کہ مسجد میں داخل ہوسکے۔ (۶) نمازی کی ڈانٹ بھری بات سن کر اس (آلودہ شخص) کا دل بھر آیا۔ اور سوچنے لگا کہ جنت تو اس سے بھی پاکیزہ مقام ہے۔ (۷) جنت تو پاکیزہ صفت انسانوں کی جگہ ہے۔ وہاں ہم جیسے آلودہ جسم اور آلودہ قلب لوگوں کو گھسنے کی اجازت کیسے ہوگی۔ (۸) دنیا کے بازار میں سامان کی خریداری وہی کرسکتا ہے جس کے پاس نقد رقم موجود ہو۔ اسی طرح آخرت کے بازار میں بھی اعمال صالحہ کی صورت میں نقد رقم رکھنے والا جنت خریدے گا۔ (۹) اپنے دل سے گناہوں کی آلودگی صاف کرنے کے لیے تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ توبہ کا در بند ہونے کی صورت میں نہر اچانک بند ہونے والی ہے۔ (۱۰) اگر جوانی کے دن گذر گئے ہیں۔ تو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بڑھاپے کی عمر میں بھی عبادت گزاری کا وقت موجود ہے۔ لہٰذا گزرتے وقت کی تلافی کرنی چاہیئے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	وگر دیر شد گرم رو باش چست	ز دیر آمدن غم ندارد درست
	اور اگر دیر ہو گئی ہے چست اور تیز چل	صحیح بات دیر میں حاصل ہونے سے کوئی غم نہیں ہے
۲	ہنوزت اجل دست خواہش نبست	برآور بدرگاہ دادار دست
	ابھی موت نے تیری خواہش کا ہاتھ نہیں باندھا ہے	خدا کے دربار میں اپنا ہاتھ اٹھا
۳	چو حکم ضرورت بود کابروئے	بریزند بارے بریں خاک کوئے
	جب یہ ضروری ہو جائے کہ وہ تیری آبرو	ریزی کریں گے تو ابھی اسی گلی کی خاک پر بہا دے
۴	ور آبت نماند شفیع آر پیش	کسے را کہ ہست آبرو از تو بیش
	اگر تیری آبرو نہ رہے تو کوئی ایسا سفارشی پیش کر دے	جس کی آبرو تجھ سے زیادہ ہو
۵	بقہر ار براند خدائے از درم	روانِ بزرگاں شفیع آورم
	اگر خدا غصہ سے مجھے دروازہ سے بھگا دیگا	تو میں بزرگوں کی روح کو سفارشی بناؤنگا

حکایت[6]

کہانی

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۷	ہمے یادم آید ز عہدِ صغر	کہ عیدے بروں آمدم با پدر
	مجھے بچپن کی بات یاد ہے	کہ ایک عید کو میں ابا کے ساتھ باہر گیا
۸	ببازیچہ مشغولِ مردم شدم	در آشوبِ خلق از پدر گم شدم
	کھیل کود میں لوگوں میں لگ گیا	لوگوں کے ہنگامہ میں ابا سے گم ہو گیا
۹	برآوردم از ہول و دہشت خروش	پدر ناگہانم بمالید گوش
	میں خوف اور دہشت سے چیخنے چلانے لگا	اچانک ابا نے میری گوشمالی کی
۱۰	کہ اے شوخِ چشم آخرت چند بار	بگفتم کہ دستم ز دامن مدار
	کہ اے بے حیا! آخر میں نے کئی مرتبہ تجھ سے	نہیں کہا ہے کہ میرا پلو نہ چھوڑ

(۱) دیر شد، دیر ہو گئی۔ گرم رو: تیز چلنے والا۔ شو، ہو جا۔ ز دیر آمدن، دیر کر کے آنے سے۔ ندارد، نہیں رکھتا۔ درست، صحیح۔ (۲) ہنوزت: ابھی تیرے۔ اجل، موت دست خواہش: خواہش کے ہاتھ۔ نہ بست، نہیں باندھے۔ برآور، لا۔ بدرگاہ دادار، انصاف کرنیوالے کی درگاہ میں۔ دست، ہاتھ۔ (۳) چو: جب۔ حکم ضرورت، ضرورت کا تقاضا۔ بود، ہو دے۔ کابرو، کہ آبرو۔ بریزند، گرادیں۔ بارے، ابھی۔ بریں خاک کوئے: ابھی محلے کی مٹی پر۔

(۴) ور: اور اگر۔ آبت نماند، تیری آبرو نہیں رہی۔ شفیع: سفارشی۔ آر: لا۔ پیش، سامنے۔ کسے را کہ: جس کسی کو کہ۔ ہست، ہے۔ آبرو: عزت۔ از تو بیش: تجھ سے زیادہ۔ (۵) بقہر: غصے سے۔ ار براند، اگر دھتکارے۔ از درم: دروازے سے مجھ کو۔ روانِ بزرگاں: بزرگوں کی روح۔ شفیع: سفارشی۔ آورم، لاؤں گا میں۔ (۶) حکایت: کہانی۔

(۷) ہمے یادم آید: مجھے یاد آتا ہے۔ عہد صغر: بچپن کا زمانہ۔ عیدے، ایک عید کو۔ بروں آمدم: باہر آیا میں۔ با پدر: باپ کے ساتھ۔

(۸) ببازیچہ، کھیل کود میں۔ مشغول مردم: لوگوں میں مشغول۔ شدم: ہو گیا میں۔ در آشوب خلق: مخلوق کے ہنگامے میں۔ از پدر: باپ سے۔ گم شدم، گم ہو گیا میں۔ (۹) برآوردم: نکالی میں نے۔ ہول، خوف۔ خروش، چیخ۔ پدر: باپ۔ ناگہانم: اچانک میرے۔ بمالید، ملے۔ گوش، کان۔ (۱۰) شوخ چشم، بے حیا۔ آخرت، آخر تجھ کو۔ چند بار، کتنی دفعہ۔ بگفتم: میں نے کہا۔ دستم ز دامن، ہاتھ میرے دامن سے۔ مدار، مت اٹھا۔

تشریح: (۱) اگر جوانی گزرنے کے باعث تاخیر ہو گئی ہے تو کوئی بات نہیں۔ اگر معافی تلافی سے تاخیر سے جنت میں داخلے کا بندوبست ہو جائے تو سودا مہنگا نہیں۔ (۲) موت آنے سے قبل ربّ ذوالجلال کے سامنے ہاتھ اٹھا کر معذرت کے لیئے دعا مانگنی چاہیئے۔ ورنہ موت آکر دونوں ہاتھ باندھ دیگی۔

(۳) روز محشر میں بے آبرو ہونے سے بہتر ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رُو برُو سجدہ ریز ہو کر اپنی آبرو ختم کر دے۔ تاکہ قیامت کے دن آبرو محفوظ ہو جائے۔

(۴) اگر تو (بوستان کا قاری) آبرومند نہیں ہے تو کسی اللہ والے کی صحبت اور ملازمت اختیار کر کے اسے اپنا سفارشی بنا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مغفرت کر دے۔

(۵) اگر تو دربار الٰہی سے ٹھکرایا جا چکا ہے تو اللہ والوں سے سلسلۂ بیعت متعلق کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور مغفرت کا استحقاق حاصل کر لے۔

(۶) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لیئے راہ منزل کے شناساں سے مضبوط تعلق قائم کر لے۔

(۷) مجھے (شیخ سعدیؒ کو) بچپن کا ایک واقعہ یاد آگیا ہے کہ ایک دفعہ میں (شیخ سعدیؒ) اپنے والد محترم کے ساتھ عید کے روز باہر نکلا۔

(۸) میں بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف ہو گیا اور والد صاحب کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گئے ہیں۔

(۹) میں (شیخ سعدیؒ) خود کو تنہا محسوس کر کے گھبرایا اور چلانا شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں میرے والد محترم نے اچانک میری گوشمالی کی اور فرمایا۔

(۱۰) اے شوخ چشم (بے حیا) میں نے بارہا مرتبہ کہا ہے کہ میرے دامن سے اپنا ہاتھ نہ چھڑایا کر ورنہ گم ہو جائے گا۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	بہ تنہا نداند شدن طفلِ خرد	کہ مشکل بود راہِ نادیدہ برد
	چھوٹا بچہ اکیلا پھرنا نہیں جانتا ہے	اس لیے کہ اَن دیکھا راستہ چلنا مشکل ہوتا ہے
۲	تو ہم طفلِ راہی بسعی اے فقیر	برو دامنِ نیک مرداں بگیر
	اے فقیر چلنے میں تو بھی طفلِ راہ ہے	جا نیک انسانوں کا دامن پکڑ لے
۳	مکن با فرومایہ مردم نشست	چو کردی ز ہیبت فروشوئی دست
	کمینوں کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھ	اگر تونے ایسا کیا تو عزت سے ہاتھ دھولے
۴	بفتراکِ پاکاں دل آویز چنگ	کہ عارف ندارد ز دریوزہ ننگ
	پاک دل والوں کے شکار دان میں ہاتھ لٹکا دے	اس لیے کہ با خدا گداگری سے ذلت محسوس نہیں کرتا ہے
۵	مریداں بقوت ز طفلاں کم اند	مشائخ چو دیوارِ مستحکم اند
	مُرید طاقت میں بچوں سے بھی کم ہیں	پیر مضبوط دیوار کی طرح ہیں
۶	بیاموز رفتار ازاں طفلِ خورد	کہ چوں استعانت بہ دیوار برد
	چھوٹے بچے سے چلنا سیکھ لے	اس نے کس طرح دیوار کا سہارا لیا
۷	ز زنجیرِ ناپارسایاں برست	کہ در حلقۂ پارسایاں نشست
	بُروں کی زنجیر سے اس شخص نے رہائی حاصل کر لی	جو نیکوں کے حلقہ میں بیٹھا
۸	اگر حاجتے داری ایں حلقہ گیر	کہ سلطاں ازیں در ندارد گزیر
	اگر تجھے ضرورت ہے اس حلقہ کو پکڑ لے	اس لیے کہ بادشاہ کو بھی اس حلقہ کے سوا چارہ نہیں ہے
۹	برو خوشہ چیں باش سعدی صفت	کہ گرد آوری خرمنِ معرفت
	جا سعدیؒ کی طرح خوشہ چیں بن	تاکہ معرفت خداوندی کا انبار جمع کرلے

(۱) نداند شدن: جانا نہیں سوجھتا۔ طفلِ خورد: چھوٹا بچہ۔ بود: ہوتا ہے۔ راہ نادیدہ: اَن دیکھا راستہ۔ برد: لے جانا
(۲) تو ہم: تو بھی۔ طفلِ راہی: راستے کا بچہ ہے۔ بسعی: چلنے میں۔ برو: جا۔ دامنِ نیک مرداں: نیک لوگوں کا دامن۔ بگیر: پکڑ لے۔
(۳) مکن: مت کر۔ فرومایہ مردم: کمینے لوگ۔ نشست: بیٹھنا۔ چو کردی: جب کیا تو نے۔ ز ہیبت: رعب سے۔ فروشوئی دست: ہاتھ دھولے۔
(۴) بفتراکِ پاکاں: نیک لوگوں کے شکار دان میں۔ آویز چنگ: ڈال لے ہاتھ۔ عارف: خدا کا پہچاننے والا۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ ز دریوزہ: بھیک سے۔ ننگ: شرم۔
(۵) بقوت: طاقت میں۔ ز طفلاں: بچوں سے۔ کم اند: کم ہیں۔ مشائخ: جمع شیخ۔ چو: مثل۔ مستحکم: مضبوط۔ اند: ہیں۔
(۶) بیاموز: سیکھ لے۔ ازاں طفلِ خورد: اس چھوٹے بچے سے۔ چوں: کیسے۔ استعانت: مدد۔ برد: لے گیا۔
(۷) ناپارسایاں: غیر پرہیزگار۔ برست: چھوٹ گیا۔ حلقۂ پارسایاں: پرہیزگاروں کا حلقہ۔ نشست: بیٹھا
(۸) حاجتے داری: تو کوئی حاجت رکھتا ہے۔ ایں حلقہ: یہ حلقہ۔ گیر: پکڑ۔ سلطاں: بادشاہ۔ ازیں در: اس دروازے سے۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ گزیر: چارہ۔ (۹) برو: جا۔ خوشہ چیں: سٹے چُننے والا۔ باش: ہوجا۔ سعدی صفت: سعدیؒ کی طرح۔ گرد آوری: گرد لادے تو۔ خرمنِ معرفت: معرفتِ الٰہی کے علم و عمل کا ذخیرہ۔

تشریح: (۱) راہ سے لاعلمی کی وجہ سے بچہ تن تنہا راستے کو طے نہیں کر سکتا۔ یہی حال صراطِ مستقیم پر چلنے والے کا ہے کہ اس کے لیے اللہ والے کا دامن پکڑنا لازمی ہے۔ (۲) اے درویش! (کوئی بھی شخص ہو) اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے تو بھی طفلِ راہ ہے۔ اس لیے کسی مقرب الی اللہ سے تعلق قائم کرکے سیدھی راہ اختیار کر۔ (۳) جس شخص کا اٹھنا بیٹھنا بدقماش لوگوں کے ساتھ ہو تو اس کا مقام، مرتبہ، اعزاز و وقار سب خاک میں مل جاتا ہے۔
(۴) نیک سیرت لوگوں کی صحبت و معیت اختیار کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ معرفتِ حق کا راہی نیکوکار بزرگوں سے شرم محسوس نہیں کرتا۔
(۵) راہِ حق پر چلنے والے (مرید) لوگ بچوں کی مانند ہیں۔ اور صوفیاء و صلحاء کی مثال مضبوط دیوار جیسی ہے۔
(۶) عموماً مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ کم سن بچے دیوار کا سہارا لے کر چلتے ہیں۔ مُرید کو بھی اپنے پیر و مُرشد کے سہارے چلنا چاہیئے۔
(۷) جو شخص صلحاء و صوفیاء کے حلقہ، صحبت و معیت اور ارادت میں بیٹھ گیا۔ اسے بدطینت لوگوں کے فریبی جال میں کوئی نہیں پھنسا سکتا۔
(۸) اگر تجھے (بوستان پڑھنے والے کو) صلحاء و صوفیاء کی صحبت و معیت کی حاجت ہے۔ ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوجا۔ کیونکہ اس راہِ سلوک کے ضرورتمند بادشاہ بھی ہیں۔
(۹) شیخ سعدیؒ کی طرح ہر شخص کو معرفتِ حق کے علم و عمل کا خوشہ چیں ہونا چاہیئے۔ تاکہ معرفت کا خرمن (ذخیرہ) جمع کرلے۔

حکایت مستِ خرمن سوز

انبار کو جلانے والے دیوانہ کا قصّہ

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
یکے غلہ مرداد مہ تودہ کرد	۲	ز تیمار دے خاطر آسودہ کرد
ایک شخص نے مرداد کے مہینہ میں غلّہ جمع کیا		دے (ماگھ کا مہینہ) کے فکر سے دل کو مطمئن کیا
شبے مست شد آتشے برفروخت	۳	نگوں بخت کالیوہ خرمن بسوخت
ایک رات کو مست ہو گیا اور آگ جلائی		احمق اوندھے نصیبہ والے نے انبار جلا دیا
دگر روز در خوشہ چیدن نشست	۴	کہ یک جو ز خرمن نماندش بدست
دوسرے دن خوشے چننے بیٹھا		اس لیے کہ انبار میں سے ایک جَو بھی اسکے ہاتھ میں نہ رہا تھا
چو سرگشتہ دیدند درویش را	۵	یکے گفت پروردۂ خویش را
جب لوگوں نے فقیر کو پریشان دیکھا		ایک شخص نے اپنے لڑکے سے کہا
نخواہی کہ گردی چنیں تیرہ روز	۶	بدیوانگی خرمنِ خود مسوز
اگر تو چاہتا ہے کہ ایسا بدبخت نہ بنے		دیوانگی سے اپنا انبار نہ جلا
گر از دست عمرت شد اندر بدی	۷	تو آنی کہ در خرمن آتش زدی
اگر تیرے ہاتھوں تیری زندگی برائی میں ختم ہو گئی ہے		تو وہی ہے جس نے انبار میں آگ لگائی ہے
فضیحت بود خوشہ اندوختن	۸	پس از خرمنِ خویشتن سوختن
رسوائی کی بات ہے انبار جمع کرنا		اپنے انبار کو آگ لگا دینے کے بعد
مکن جانِ من تخم دیں ریز و داد	۹	مدہ خرمنِ نیک نامی بباد
اے جانِ من ایسا نہ کر؛ دین اور انصاف کا بیج بو		نیک نامی کے انبار کو برباد نہ کر
چو برگشتہ بختے در افتد بہ بند	۱۰	از و نیک بختاں بگیرند پند
اگر کوئی بدبخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے		نیک بخت اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں

(۱) خرمن سوز: کھلواڑہ جلانے والا۔
(۲) یکے: ایک۔ مرداد مہ: ایرانیوں کا پانچواں شمسی مہینہ جو بھادوں کے برابر ہوتا ہے۔ تودہ کرد: ڈھیر کر لیا۔ تیمار دے: ماگھ کا غم۔ خاطر آسودہ: آرام والا دل۔
(۳) شبے: ایک رات۔ مست شد: نشہ پی لیا۔ آتشے برفروخت: آگ جلائی۔ نگوں بخت: اوندھے نصیب والا۔ کالیوہ: دیوانہ۔ خرمن بسوخت: کھلیان جلا لیا۔
(۴) دگر روز: دوسرے دن۔ خوشہ چیدن: سٹے چننا۔ نشست: بیٹھا۔ یک جو: ایک جَو۔ نماندش: نہیں رہا اس کے۔ بدست: ہاتھ میں۔
(۵) چو: جب۔ سرگشتہ: حیران۔ دیدند: انہوں نے دیکھا۔ یکے گفت: ایک نے کہا۔ پروردۂ خویش: اپنا پالا ہوا۔
(۶) نخواہی: تو نہیں چاہتا۔ کہ گردی: کہ ہووے تو۔ چنیں تیرہ روز: ایسا سیاہ دنوں والا۔ بدیوانگی: پاگل پن سے۔ خرمن خود: اپنا کھلیان۔ مسوز: مت جلا۔
(۷) دست: ہاتھ۔ عمرت: تیری عمر۔ شد: گزر گئی۔ اندر بدی: برائی میں۔ تو آنی: تو وہ ہے۔ در خرمن: کھلیان میں۔ آتش زدی: آگ لگا دی تو نے۔
(۸) فضیحت بود: رسوائی ہووے۔ خوشہ اندوختن: سٹے جمع کرنا۔ پس: پیچھے۔ خرمن خویش: اپنا کھلواڑہ۔ سوختن: جلانا۔
(۹) مکن: مت کر۔ جان من: میری جان۔ تخم دین: دین کا بیج۔ ریز: گرا۔ داد: انصاف۔ مدہ: مت دے۔ خرمن نیک نامی: نیک نامی کا کھلیان۔ بباد: ہوا میں یعنی برباد۔
(۱۰) چو: جب۔ برگشتہ بختے: پھرے نصیب والا۔ در افتد: پڑ جاوے۔ بہ بند: قید میں۔ ازو: اس سے۔ نیک بختاں: خوش نصیب۔ بگیرند: لیتے ہیں۔

تشریح: (۱) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ غفلت و بے عملی کی زندگی گزارنے والے شخص کی مثال ایسے ہے۔ جس نے اپنا ذخیرہ خود جلا دیا ہو۔
(۲) کسی شخص نے فصل کے موسم میں پورے سال کا غلّہ جمع کیا اور نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ بیٹھ گیا۔
(۳) بے فکری کے باعث عیاشی میں مشغول ہو گیا۔ ایک رات نشہ میں دُھت اپنے ہی خرمن کو آگ لگا دی جس سے اس کا سب کچھ جل کر خاکستر ہو گیا۔
(۴) وہ دوسرے دن پھر خوشہ چیں (سٹے چننے والا) ہو گیا۔ کیونکہ اس کا سارا خرمن (کھلیان یا گندم کا ذخیرہ) خود اسی کے ہاتھوں جل چکا تھا۔
(۵) خرمن جلانے والے شخص کو پریشان حال دیکھ کر ایک شخص اپنے بیٹے کو نصیحت آموز درس دینے لگا۔
(۶) اگر تُو (بیٹا) یہ خواہش رکھتا ہے کہ تجھے بدبختی کا دن دیکھنا نصیب نہ ہو تو تُو کبھی بھی نشے میں بدحواس ہو کر اپنا خرمن (گندم کا ذخیرہ) مت جلانا۔
(۷) جو شخص بداعمالیوں میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے زندگی کا خرمن (کھلیان) جلا دیا ہو۔
(۸) رسوائی کے اصل لمحات یہی ہوتے ہیں جس میں انسان اپنے ہی ہاتھوں سے خرمن (گندم کا ذخیرہ) جلائے اور پھر خوشہ چیں (سٹے چُننا) ہو جائے۔
(۹) جانِ عزیز! دین حق کا بیج کاشت کر کے نیک نامی حاصل کرنی چاہیئے۔ زندیق و بددین بن کر رسوائی کی کاشت نہیں کرنی چاہیئے۔
(۱۰) اگر کسی بدنصیب پر مصیبت آن پڑتی ہے تو نیکوکار و خوش بخت لوگ ایسے اعمال سے گریزاں ہوتے ہیں جو مصائب کا سبب بنتے ہیں۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
تو پیش از عقوبت درِ عفو کوب	۱	کہ سودے ندارد فغاں زیرِ چوب
تو سزا سے پہلے معافی کا دروازہ کھٹکھٹا لے		اس لیئے کہ چھڑی کے نیچے چیخ و پکار مفید نہیں ہے
برآر از گریبانِ غفلت سرت	۲	کہ فردا نماند خجل در برت
غفلت کے گریبان سے اپنا سر نکال لے		تاکہ وہ کل کو شرمندہ تیری بغل میں جھکا نہ رہے

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
یکے متفق بود بر منکرے	۴	گزر کرد بر وئے نکو محضرے
ایک شخص ایک بُرے کام کا پابند تھا		ایک نیک طبیعت انسان اس کے پاس سے گزرا
نشست از خجالت عرق کردہ روئے	۵	کہ آیا خجل گشتم از شیخ کوئے
وہ شرمندگی سے چہرہ پسینہ میں ڈبوئے بیٹھ گیا		کہ یقیناً میں محلہ کے شیخ سے شرمندہ ہوں
شنید ایں سخن پیر روشن رواں	۶	برو بر بشورید و گفت اے جواں
روشن روح پیر نے یہ بات سنی		تو اس پر بگڑ گیا اور بولا اے جوان
نیاید ہمے شرمت از خویشتن	۷	کہ حق حاضر و شرم داری زمن
تجھے اپنے آپ سے شرم نہیں آتی ہے		کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور مجھ سے شرما رہا ہے
نیاسائی از جانبِ ہیچ کس	۸	برو جانبِ حق نگہدار و بس
کسی شخص سے تجھے آرام حاصل نہ ہوگا		جا بس خدا کی طرف دھیان لگا
چناں شرم دار از خداوند خویش	۹	کہ شرمت ز بیگانگانست و خویش
اپنے خدا سے اس طرح شرما		جس طرح تجھے اپنے اور بیگانے سے شرم آتی ہے

(۱) پیش از عقوبت، سزا سے پہلے۔ درِ عفو، معافی کا دروازہ۔ بکوب، کوٹ۔ سودے، کوئی فائدہ۔ ندارد، نہیں رکھتا۔ فغاں، فریاد۔ زیرِ چوب، لکڑی کے نیچے۔
(۲) برآر، نکال۔ گریبانِ غفلت، غفلت کا گریبان۔ سرت، اپنا سر۔ فردا، کل آئندہ۔ نماند، نہ رہے۔ خجل، شرمندہ۔ در برت، تیری بغل میں۔
(۳) حکایت: کہانی۔
(۴) یکے: ایک۔ بود: تھا۔ منکرے: کوئی گناہ گار۔ گزر کرد، گزر گیا۔ برو ئے: اس پر۔ نکو محضرے: نیک طبع آدمی۔ (۵) نشست: بیٹھا۔ از خجالت: شرمندگی کی وجہ سے۔ عرق کردہ روئے، چہرے پر پسینہ آیا ہوا۔ خجل: شرمندہ۔ گشتم، ہوا میں۔ شیخ کوئے، محلّے کا بزرگ۔ (۶) شنید، سُنی۔ ایں سخن: یہ بات۔ پیر روشن رواں، روشن جان والا پیر۔ برو: اس پر۔ بشورید، بگڑ گیا۔ گفت، کہا۔
(۷) نیاید، نہیں آتی۔ شرمت، شرم تجھ کو۔ از خویشتن، اپنے آپ سے۔ حق حاضر، حق تعالیٰ حاضر۔ شرم داری: شرم رکھتا ہے تو۔ زمن: مجھ سے۔
(۸) نیاسائی: نہیں آرام پاتا۔ جانبِ ہیچ: کسی شخص کی طرف۔ برو: جا۔ جانبِ حق، حق تعالیٰ کی جانب۔ نگہدار: نگاہ رکھ۔ بس: صرف۔
(۹) چناں، ایسا۔ شرم دار: شرم رکھ۔ خداوند خویش، اپنا حق تعالیٰ۔ شرمت تجھ کو شرم۔ ز بیگانگاں، بیگانوں سے۔ خویش: اپنا۔

تشریح: (۱) سزا ملنے سے پہلے آہ و زاری کرکے توبہ کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہیئے۔ کیونکہ عین سزا کے وقت چیخنا چلانا بے کار جاتا ہے۔
(۲) کل قیامت کے دن کی شرمندگی سے بچنے کے خواہشمند کو چاہیئے کہ وہ دنیا میں غافلانہ زندگی سے گریز کرے۔
(۳) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو اپنے جیسے انسان سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا خوف کرنا چاہیئے۔ اور اپنے آپ سے عار و شرم کرے۔ (۴) ایک شخص عادی مجرم تھا۔ کسی موقع پر اسے (عادی مجرم کو) گناہ کرتے ہوئے بزرگ نے دیکھ لیا۔
(۵) عین حالتِ گناہ میں محلے کے بزرگ کی موجودگی کے باعث وہ (گناہ کا عادی) پسینہ میں شرابور ہو کر شرمندگی و افسوس کا اظہار کرنے لگا۔
(۶) نورانی روح و روشنی سے مالا مال بزرگ نے جب یہ سُنا تو اس گناہ کے عادی پر غضبناک ہوتے ہوئے کہا کہ اے جوان!
(۷) جب تجھے اپنی ذات سے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے شرم نہیں آتی تو میری ذات سے شرمندگی کا کیا مقصد۔
(۸) نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ جسے چاہے نفع دے۔ اور جسے چاہے نقصان دے۔ لہٰذا تجھے (عادی مجرم کو) صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی نظر رکھنی چاہیئے۔
(۹) اللہ تعالیٰ سے اسی طرح شرم و حیا رکھنی چاہیئے جیسا کہ انسان ایک دوسرے سے شرم و حیا کرتا ہے۔

حکایت

کہانی

مصرعِ اول	نمبر	مصرعِ دوم
زلیخا چو گشت از مئے عشق مست	۲	بداماں یوسف در آویخت دست
زلیخا جب عشق کی شراب سے مست ہوگئی		اس نے حضرت یوسفؑ کا دامن پکڑ لیا
چناں دیو شہوت رضا دادہ بود	۳	کہ چوں گرگ در یوسف افتادہ بود
شہوت کا بھوت اس طرح راضی ہو گیا		کہ زلیخا بھیڑیئے کی طرح حضرت یوسفؑ کے پیچھے پڑ گئی
بتے داشت بانوئے مصر از رخام	۴	برو معتکف بامداداں و شام
مصر کی بیگم کے پاس ایک سنگ مرمر کا بت تھا		جس کے پاس وہ صبح اور شام اعتکاف کرتی تھی
دراں لحظہ رویش بپوشید و سر	۵	مبادا کہ زشت آیدش در نظر
اس وقت اس کا سر اور چہرہ ڈھانپ دیا		تاکہ اس کی نظر میں زلیخا بری نہ ہو جائے
غم آلودہ یوسفؑ بکنجے نشست	۶	بسر بر ز نفس ستمگارہ دست
غمگین یوسفؑ ایک کنارے پر جا بیٹھے		ظالم نفس کی وجہ سے سر پر ہاتھ رکھے
زلیخا دو دستش ببوسید و پائے	۷	کہ اے سست پیماں و سرکش در آئے
زلیخا نے ان کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا		کہ اے بیوفا اور سرکش آ
بسنداں دلی روئے در ہم مکش	۸	بہ بندے پریشاں مکن وقت خوش
سخت دلی سے ناراض نہ ہو		کسی فکر میں اچھے وقت کو پریشان نہ کر
رواں گشتش از دیدہ بر چہرہ جو	۹	کہ برگرد ناپاکی از من مجوئے
ان کی آنکھوں سے چہرہ پر نہر بہہ پڑی		کہ ہٹ اور مجھ سے ناپاکی نہ چاہ
تو در روئے سنگے شدی شرمسار	۱۰	مرا شرم ناید ز پروردگار
تو ایک پتھر کے سامنے شرمندہ ہوئی		مجھے خدا سے شرم نہ آئے گی

(۱) حکایت، کہانی۔
(۲) زلیخا، عزیز مصر کی بیوی جو حضرت یوسف علیہ السلام پہ عاشق تھی۔ چو، جب۔ گشت، ہوگئی۔ مئے عشق، عشق کی شراب۔ بداماں یوسفؑ، یوسف علیہ السلام کے دامن میں۔ در آویخت، ڈال لیا اس نے۔ دست، ہاتھ۔ (۳) چناں، ایسا۔ دیو شہوت، شہوت کا دیو۔ رضا دادہ، راضی ہوا۔ بود، تھا۔ چوں گرگ، بھیڑیئے کی طرح۔ افتادہ بود، پڑ گئی تھی۔
(۴) بتے داشت، ایک بت رکھتی تھی۔ بانوئے مصر، خاتونِ مصر زلیخا۔ رخام، سنگ مرمر۔ برو، اس پر۔ معتکف: اعتکاف کرنے والی۔ بامداداں: صبح۔
(۵) دراں لحظہ: اس وقت میں۔ رویش: اس کا چہرہ۔ بپوشید، ڈھانپ دیا۔ مبادا کہ: خدا نہ کرے کہ۔ زشت آیدش، برا لگے اس کو۔ (۶) غم آلودہ، غم سے بھرا ہوا۔ یوسفؑ، مشہور پیمبر جو نہایت حسین و جمیل اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ بکنجے، ایک کونے میں۔ نشست، بیٹھ گئے۔ بسر بر، سر پر۔ نفس ستمگارہ: ظالم نفس۔ دست: ہاتھ۔ (۷) دو دستش: اس کے دونوں ہاتھ۔ ببوسید، چومے۔ پائے، پاؤں۔ سست پیماں، کمزور عہد والے۔ سرکش: بات نہ ماننے والا۔ در آئے، آجا۔ (۸) بسنداں دل، سخت دلی سے۔ روئے، چہرہ۔ درہم مکش، مت سکیڑ۔ بہ بندے، کسی فکر میں۔ پریشاں مکن، خراب نہ کر۔ وقت خویش، اچھا وقت۔
(۹) رواں گشتش: جاری ہوگئے اس کے۔ از دیدہ: آنکھوں سے۔ جو: ندی۔ برگرد: پھر جا۔ از من، مجھ سے۔ مجو، مت ڈھونڈ۔ (۱۰) در روئے، سامنے۔ سنگے: ایک پتھر۔ شدی: ہوگئی۔ مرا، مجھ کو۔ شرم ناید، شرم نہ آوے۔ پروردگار، پالنے والا خدا۔

تشریح: (۱) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ مخلوق سے ڈرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا خوف کرے۔ کیونکہ وہی حاضر و ناظر اور خبیر و علیم ذات ہے۔ (۲) عزیزِ مصر کی اہلیہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام پر ہوسناکی کی غرض سے انہیں (یوسفؑ کو) داغدار کرنے کی کوشش کی۔ (۳) اس (زلیخا) کی ہوسناک مستی اسقدر غلبہ کر چکی تھی کہ اس نے یوسفؑ کو بھیڑیئے کی طرح بھینچ لیا۔ (۴) سنگ مرمر کا ساختہ بت زلیخا کے پاس موجود تھا۔ جسے وہ صبح و شام دیوانہ وار پوجتی تھی۔ (۵) جب اس (زلیخا) نے یوسفؑ کے ساتھ اپنی ہوسناکی کا مظاہرہ کرنا چاہا تو اس (زلیخا) نے بت کو پردے میں چھپا دیا۔ (۶) جب حضرت یوسفؑ نے دل و دماغ کے لیئے ضرر رساں صورتحال پر نظر کی تو وہ (یوسفؑ) نہایت ہی افسردہ و دکھی حالت میں ایک طرف کونے میں بیٹھ گئے۔ (۷) یوسفؑ پر سکتہ طاری ہوتا ہوا دیکھ کر زلیخا نے ان (یوسفؑ) کے ہاتھ پاؤں چومنا شروع کر دیئے اور بے وفائی و سرکشی کا طعنہ دینے لگی۔ (۸) زلیخا نے یہ بھی کہا کہ تنہائی کے اس وقت کو تفکرات میں ضائع کرنے کی بجائے موقع اور وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میری دلی مراد بر لانے کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ (۹) حضرت یوسفؑ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی برسنے لگے اور فرمایا کہ تو (زلیخا) مجھ سے دور ہو جا۔ مجھ سے ایسے ناپاک عزائم کی امید نہ رکھ۔ (۱۰) تجھے (زلیخا کو) تو پتھر کی اس مورتی سے شرم آگئی۔ کیا مجھے اس ذات علیم و خبیر سے حیا نہ آئے جو ہمارے اعمال سے غافل نہیں۔ (وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ)

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
چہ سود ار پشیمانی آید بکف	۱	چو سرمایۂ عمر کردی تلف
کیا فائدہ اگر شرمندگی اس وقت ہوئی		جب عمر کا سرمایہ تباہ کر دیا
شراب از پئے سرخروئی خورند	۲	وزو عاقبت زرد روئی برند
سُرخ روئی کے لیئے شراب پیتے ہیں		اور اس سے انجام کار زرد روئی حاصل کرتے ہیں
بعذر آوری خواہش امروز کن	۳	کہ فردا نماند مجال سخن
عذر خواہی کی آج خواہش کر		اس لیئے کہ کل کو بات کی گنجائش نہ رہے گی

حکایت

کہانی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
پلیدی کند گربہ برجائے پاک	۵	چو زشتش نماید بپوشد بخاک
بلی پاک جگہ پر ناپاکی کر دیتی ہے		جب اس کو بُرا لگتا ہے اس کو مٹی سے چھپاتی ہے
تو آزادی از ناپسندیدہا	۶	نترسی کہ بروئے فتد دیدہا
تو ناپسندیدگیوں سے بھی آزاد ہے		اس سے نہیں ڈرتا کہ اس پر نگاہیں پڑیں گی
براندیش ازاں بندۂ پرگناہ	۷	کہ از خواجہ آبق شود چندگاہ
اس خطاوار غلام کے بارے میں سوچ		جو مالک کے پاس سے کچھ مدت کیلئے بھاگ گیا ہو
اگر باز گردد بصدق و نیاز	۸	بزنجیر و بندش نیارند باز
اگر وہ سچائی اور عاجزی سے واپس آجائے		پھر اس کو زنجیر اور قید میں نہیں رکھتے ہیں
بکیں آوری با کسے برستیز	۹	کہ از وئے گزیرت بود یا گریز
کینہ وری سے اس سے لڑ		جس سے تجھے چارہ یا بچاؤ ممکن ہو
کنوں کرد باید عمل را حساب	۱۰	نہ وقتے کہ منشور گردد کتاب
عمل کا اب حساب کر لینا چاہیئے		نہ کہ اس وقت جب کتاب شائع ہو جائے

(۱) چہ سود: کیا فائدہ۔ پشیمانی آید: شرمندگی حاصل ہو۔ بکف: ہاتھ میں۔ چو: جب۔ سرمایۂ عمر: زندگی کا سرمایہ۔ کردی: کیا تونے۔ تلف: برباد۔
(۲) از پئے: واسطے۔ سرخروئی: سُرخ چہرہ ہو جانا۔ خورند: پیتے ہیں۔ وزو: اور اس سے۔ عاقبت: آخرکار۔ زرد روئی: زرد چہرہ ہونا۔ برند: لے جاتے ہیں۔
(۳) بعذر آوری: عذر لانے کی۔ امروز: آج۔ کن: کرے۔ فردا: کل۔ نماند: نہیں رہے گی۔ مجالِ سخن: بات کرنے کی مجال۔
(۴) حکایت: کہانی۔ (۵) کند: کرتی ہے۔ گربہ: بلی۔ برجائے پاک: پاک جگہ پر۔ چو: جب۔ زشتش: اس کو بُری۔ نماید: دکھائی دیتی ہے۔ بپوشد: ڈھانپ دیتی ہے۔ بخاک: مٹی سے۔
(۶) ناپسندیدہا: ناپسند ہونا۔ نترسی: تو نہیں ڈرتا۔ بروئے: اس پر۔ فتد: پڑیں گی۔ دیدہا: نظریں۔
(۷) براندیش: غور کر۔ ازاں بندۂ پرگناہ: اس خطاکار غلام کے متعلق۔ از خواجہ: آقا سے۔ آبق شود: بھاگ جاوے۔ چندگاہ: کئی دفعہ۔
(۸) باز گردد: واپس آجائے۔ بصدق و نیاز: سچائی اور عاجزی سے۔ بندش: قید۔ نیارند: نہیں رکھتے ہیں۔ (۹) بکیں آوری: کینہ لانے سے۔ باکسے: کسی کے ساتھ۔ برستیز: لڑائی کر۔ از وئے: اس سے۔ گزیرت بود: تجھے چارہ ہو۔
(۱۰) کنوں: اب۔ کرد باید: کرنا چاہیئے۔ وقتے کہ: جس وقت کہ۔ منشور گردد: کھل جائے۔ کتاب: نامۂ اعمال۔

تشریح: (۱) انسان کی زندگی کے وہ لمحات جو بدکاری میں گذر جاتے ہیں۔ اگر توبہ کیئے بغیر زندگی کے یہ لمحات یونہی رہ گئے تو قیامت کی شرمندگی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (۲) شراب پینے سے وقتی ہیجان کی وجہ سے چہرہ سُرخ اور چستی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن نشہ کافور ہونے کے بعد انجام کار تاسف سے چہرہ زرد ہوتا ہے۔ (یہی حال قیامت کے انجام کا ہے)
(۳) آج (دنیا میں) وقت ہے کہ گناہوں سے معذرت کرلے۔ ورنہ موت کے لمحات میں زبان کی بندش سے عذر خواہی کا موقع نہیں ملے گا۔
(۴) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کا یہ تصور ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ اس تصور کے پیشِ نظر گناہ ترک کردے۔
(۵) جب بلی کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ صاف ستھری جگہ ڈھونڈتی ہے۔ قضائے حاجت پوری ہونے کے بعد اپنی غلاظت کو چھپا لیتی ہے۔
(۶) اے انسان! کیا تجھے اپنی بدکاریوں کی پرواہ نہیں کہ ہر دیکھنے والا اُسے (بدکاریوں کو) بُرا محسوس کرے گا لہٰذا تجھے اپنے گناہوں کو توبہ کے پردے سے چھپا دینا چاہیئے۔ (۷) جب کوئی غلام اپنے آقا سے بار بار فرار ہوتا ہے۔ اور پھر ایک دن سچے دل سے واپس آتا ہے تو آقا اُسے (غلام کو) قید نہیں کرتا۔
(۸) اسی لیئے تجھے (انسان کو) بھی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے بار بار فرار ہونے کی بجائے سچی توبہ کرکے اس (اللہ تعالیٰ) کے سایۂ رحمت میں آجانا چاہیئے۔
(۹) اندرونی کینہ توزی کے باعث انسان کو اُس سے جنگ کرنی چاہیئے جس سے جیتنے یا بچاؤ کی تدابیر کامیابی کے ساتھ بروئے کار لائی جا سکتی ہوں۔
(۱۰) انسان کو دنیا میں ہی اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ قیامت کے دن اعمالنامہ ظاہر ہونے کے بعد محاسبہ کارگر ثابت نہ ہوگا۔

مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ ثانی
کسے گرچہ بد کرد ہم بد نہ کرد	۱	کہ پیش از قیامت غمِ خود بخورد
اگر کسی نے بُرائی کی ہے تو اس نے کوئی بُرائی نہیں کی		جب کہ قیامت سے پہلے اپنی فکر کر لی ہو
گر آئینہ از آہ گردد سیاہ	۲	شود روشن آئینۂ دل بآہ
آہ کرنے سے اگر آئینہ کالا پڑتا ہے		تو دل کا آئینہ آہ کرنے سے روشن ہوتا ہے
بترس از گناہانِ خویش ایں نفس	۳	کہ روزِ قیامت نترسی ز کس
اِس وقت اپنے گناہوں سے ڈر		تاکہ قیامت کے دن کسی سے نہ ڈرے

حکایت

کہانی

مصرعِ اوّل	نمبر	مصرعِ ثانی
غریب آمدم در سوادِ حبش	۵	دل از دہر فارغ سر از عیش خوش
حبش کے دیہات میں مَیں مسافر بن کے پہنچا		دل زمانہ سے فارغ، سر عیش سے خوش تھا
بَرہ بر یکے دکّہ دیدم بلند	۶	تنے چند مسکیں برو پائے بند
راستہ میں مَیں نے ایک اونچا چبوترا دیکھا		چند مسکین اس پر پیر بندھے تھے
بسیجِ سفر کردم اندر نفس	۷	بیاباں گرفتم چوں مرغ از قفس
فوراً ہی میں نے سفر کی تیاری کر لی		جنگل کو نکل گیا جس طرح پنجرے سے پرند
یکے گفت کیں بندیاں شب روند	۸	نصیحت نگیرند و حق نشنوند
کسی نے کہا کہ یہ قیدی چور ہیں		نصیحت حاصل نہیں کرتے ہیں اور صحیح بات نہیں سنتے ہیں
چو بر کس نماند ز دستت ستم	۹	ترا گر جہاں شحنہ گردد چہ غم
جب تیرے ہاتھ سے کسی پر ظلم نہ ہوا ہو		اگر دُنیا کا بادشاہ تجھے گرفتار کر لے تو کیا غم ہے
نکو نام را کس نگیرد اسیر	۱۰	بترس از خدائے و مترس از امیر
نیک نام کو کوئی قید نہیں کرتا ہے		خدا سے ڈر اور حاکم سے نہ ڈر

(۱) کسے، کوئی شخص۔ بد کرد: بُرائی کی۔ ہم بد نہ کرد، ابھی بُرائی نہیں کی۔ پیش از قیامت، قیامت سے پہلے۔ غمِ خود، اپنا غم۔ بخورد، کھا لیا۔ (۲) گردد سیاہ، کالا ہو جائے۔ شود، ہو جاوے۔ آئینۂ دل: دل کا شیشہ۔ (۳) بترس: ڈر۔ از گناہانِ خویش، اپنے گناہوں سے۔ ایں نفس، اس دم۔ روزِ قیامت: قیامت کے دن۔ نترسی، نہ ڈرے تو۔ زکس: کسی سے۔ (۴) حکایت: کہانی۔ (۵) غریب، مسافر۔ آمدم: آیا میں۔ سوادِ حبش، حبش کی آبادی۔ حبشہ افریقہ کا شمال مشرقی ملک جو یمن کے جنوب میں واقع ہے۔ دہر، زمانہ۔ سر از عیش، عیش سے (۶) برہ بر: راستے پر۔ یکے، ایک۔ دکہ، چبوترہ دیدم: دیکھا میں نے۔ تنے چند: چند شخص۔ برو: اس پر۔ پائے بند، پاؤں بندھے ہوئے۔ (۷) بسیجِ سفر: سفر کا ارادہ۔ کردم، کیا میں نے۔ اندر نفس، اسی وقت۔ بیاباں گرفتم: جنگل کا راستہ لے لیا میں نے۔ چو مرغ: مثل پرندے کی۔ از قفس، پنجرے سے۔ (۸) یکے گفت، ایک نے کہا۔ کیں: کہ یہ۔ بندیاں: قیدی۔ شب روند: رات کو چلنے والے ہیں یعنی چور۔ نگیرند، نہیں پکڑتے۔ نشنوند، نہیں سُنتے۔ (۹) چو: جب۔ بر کس، کسی پر۔ نماند: نہیں رہا۔ ز دستت، تیرے ہاتھ سے۔ ستم: ظلم۔ ترا، تجھ کو۔ جہاں شحنہ، سارا جہان کو توال۔ گردد: ہو جاوے۔ چہ غم: کیا غم۔ (۱۰) نکو نام: نیک نام۔ کس، کوئی شخص۔ نگیرد: نہیں پکڑتا۔ اسیر: قیدی۔ بترس، ڈر۔ از خدا: خدا سے۔ مترس، مت ڈر۔ از امیر: حاکم سے۔

تشریح: (۱) جس شخص نے موت سے قبل توبہ کر لی۔ تو وہ ایسے ہو گیا گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ چنانچہ اسے قیامت کی گرفت سے بے فکر ہو جانا چاہیئے۔ (۲) اگر دنیا کا آئینہ (شیشہ) آہ کرنے سے دھندلا جاتا ہے۔ تو اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ و زاری کرنے سے دل کا آئینہ روشن بھی ہو جاتا ہے۔ (۳) دنیا میں اپنے گناہوں کے باعث اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے کی وجہ سے توبہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ قیامت کے دن کوئی خوف نہ ہو۔ (۴) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو ہر وقت اپنا محاسبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حساب صاف رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس طرح قیامت کے دن معائنے کا فکر نہ ہوگا۔ (۵) میں (شیخ سعدیؒ) ایسے حالات میں سیاحت کی غرض سے حبشہ کی سرزمین پر گیا۔ جب میں ہر طرح سے بے فکر اور پُر سکون تھا۔ (۶) دورانِ سفر ایک ایسا چبوترہ دیکھا جس پر کچھ مسکین لوگ تھے۔ جن کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور مشکیں باندھی ہوئی تھیں۔ (۷) میں (شیخ سعدیؒ) نے خطرہ بھانپ کر وہاں سے چل دیا اور جنگل کے راستے سے سفر اختیار کیا۔ (۸) ایک شخص نے بتایا کہ چبوترے پر بیٹھنے والے پابند سلاسل لوگ چور تھے۔ کسی کے سمجھائے سمجھتے نہیں۔ کوئی نصیحت قبول نہیں کرتے۔ (۹) جب تو (شیخ سعدیؒ) نے کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا تو تجھے ڈر کے مارے بھاگ نکلنے کی کیا پڑی۔ چاہے کل جہان کو توال بن جائے۔ کسی بے گناہ کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔
(۱۰) نیک نام کو کوئی گرفتار نہیں کر سکتا۔ انسان کو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔ حکمران سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	نیاورده عامل غش اندر میاں	نیندیشد از رفع دیوانیاں
	جس کارکن نے معاملہ میں کھوٹ نہ کیا ہو	وہ دفتر والوں کی فکر نہیں کرتا ہے
۲	وگر عِفتش را فریب ست زیر	زبانِ حسابش نگردد دلیر
	اگر اس کی پاکدامنی میں خیانت چھپی ہے	اس کے حساب کی زبان دلیر نہ ہوگی
۳	چوں خدمت پسندیدہ آرم بجائے	نیندیشم از دشمن تیرہ رائے
	جب میں نے اچھی کارگذاری کی ہے	تاریک خیال دشمن سے مجھے اندیشہ نہیں ہے
۴	اگر بندہ کوشش کند بندہ وار	عزیزش بدارد خداوندگار
	اگر غلام غلامانہ کوشش کرے	آقا اس کو پیارا رکھے گا
۵	وگر کند رالیست در بندگی	زجانداری افتد بخر بندگی
	اگر غلامی میں سست رائے ہے	انسانوں کی خدمت سے گدھوں کی خدمتگاری پر لگے گا
۶	قدم پیش نہ کز ملک بگزری	کہ گر باز مانی زدد کمتری
	قدم آگے بڑھا تاکہ فرشتے سے بھی آگے بڑھ جائے	اسلئے کہ اگر تو پیچھے رہ گیا تو وحشی جانور سے بھی کم ہے

حکایت

کہانی

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۸	یکے را بچوگاں شہِ دامغاں	بزد تا چو طبلش برآمد فغاں
	دامغان کے بادشاہ نے ایک شخص کو بلے سے	اتنا مارا کہ اس سے ڈھول کی سی آواز نکلی
۹	شب از بیقراری نیارست خفت	برو پارسائے گزر کرد و گفت
	وہ بیقراری کی وجہ سے رات بھر نہ سو سکا	اس کے پاس سے ایک پارسا گزرا اور بولا
۱۰	بہ شب گر ببردے بر شحنہ سوز	گناہ آبرویش نبردے بروز
	رات کو اگر کوتوال سے خوشامد سے کام لیتا	دن میں خطا اس کی آبروریزی نہ کرتی

(۱) نیاوردہ: نہ لایا ہوا۔ عامل: حاکم یا کارندہ۔ غش: کھوٹ۔ اندر میاں: بیچ میں۔ نیندیشد: نہیں ڈرتا۔ رفع دیوانیاں: دفتر والوں کی شکایت۔ (۲) عفتش: اس کی پاکدامنی۔ ست: ہے۔ زیر: نیچے۔ زبانِ حسابش: اس کی حساب کی زبان۔ نگردد: نہیں ہوتی۔ (۳) چوں: جب۔ پسندیدہ آرم: اچھی طرح لاؤں میں۔ بجائے: جگہ پر۔ نیندیشم: نہیں ڈرتا میں۔ تیرہ رائے: کالی رائے۔ (۴) بندہ: غلام۔ کند: کرے۔ بندہ دار: غلاموں کی طرح۔ عزیزش: اس کو پیارا۔ بدارد: رکھتا ہے۔ خداوندگار: مالک۔ (۵) کند رالیست: سست رائے والا ہے۔ در بندگی: غلامی میں یا خدمت میں۔ جانداری: اسلحہ داری یا بادشاہ کی حفاظت۔ افتد: پڑے گا۔ بخر بندگی۔ گدھے کی خدمت میں (۶) پیش نہ: آگے رکھ۔ کز ملک: کہ فرشتوں سے۔ بگزری: گزر جائے تو۔ باز مانی: پیچھے رہ جائے تو۔ زدد: درندے سے۔ کمتری: گھٹیا ہے تو۔ (۷) حکایت: کہانی۔
(۸) یکے را: ایک کو۔ بچوگاں: بلے سے۔ شہ دامغاں: دامغاں کا بادشاہ۔ دامغاں طبرستان کا ایک شہر۔ بزد: مارا۔ چو طبلش: ڈھول کی طرح اس کی۔ برآمد: نکلی۔ فغاں: چیخ۔
(۹) شب: رات۔ از بے قراری: بے آرامی سے۔ نیارست خفت: نہ سو سکا۔ برو: اس پر۔ پارسائے: ایک پارسا۔ گزر کرد: پاس سے گزرا۔ گفت: کہا۔
(۱۰) شب: رات۔ ببردے: لے جاتا۔ بر شحنہ: کوتوال کے پاس۔ سوز منت: خوشامد کی جلن۔ آبرویش: اس کی آبرو۔ نبردے: نہ لے جاتا۔ بروز: دن کو۔

تشریح: (۱) حکومت کا امانت دار کارندہ کسی ناہنجار کی شکایت سے نہیں گھبراتا۔ (لیکن آجکل کے سیاہ دور میں بیگناہوں کے ساتھ بدسلوکی بعید نہیں) (۲) اگر کوئی شخص امانت و دیانت کا پیکر ہے۔ تو جواب دہی کے وقت جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ بصورتِ دیگر زبان اس کا ساتھ نہیں دیتی۔ (۳) امانت و دیانت کے حوالے سے اگر معاملات کی درستی قابل تسلیم ہے تو پھر بدخواہ دشمن کچھ نہیں کر سکتا۔
(۴) اگر غلام پوری چستی و ہوشمندی کے ساتھ غلاموں کی طرح آقا کی خدمت کرتا ہے تو وہ (چُست غلام) آقا کی نظروں میں محبوب ہو جاتا ہے۔
(۵) اگر غلام کی طرف سے آقا کی خدمت میں سستی کا مظاہرہ ہو تو آقا خفا ہوگا اور بطور سزا یا ذلت و حقارت گدھے ہانکنے پر لگا دے گا۔
(۶) اگر انسان عبادت و ریاضت میں تندہی دکھائے تو اس کا مقام فرشتوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر عبادت میں سست روی کرے تو جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ (۷) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر دن کی روشنی میں گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو رات کے اندھیرے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر عذرخواہی کر لے۔ (۸) طبرستان کے علاقے دامغان کے حکمران نے ایک شخص کی بلّے کے ساتھ اتنی پٹائی کی کہ وہ (مار کھانے والا شخص) ڈھول کی طرح چلانے لگا۔ (ڈھول سے مُراد چیخنے کی شدت ہے) (۹) رات کے وقت تکلیف کے باعث اضطراب تھا۔ جس کی وجہ سے اس (مار کھانے والے) کو رات نیند نہ آئی۔ اسی اثنا میں ایک درویش نے گزرتے ہوئے کہا۔ (۱۰) اگر یہ شخص رات کے وقت کوتوال کو راضی کر لیتا تو دن کی رُسوائی سے اس کا بچاؤ ہو جاتا۔ ہر گناہگار کو چاہیے کہ وہ رات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رو لے۔

۱ کسے روز محشر نگردد خجل ۔ کہ شبہا بدرگہ برد سوز دل

محشر کے دن وہ شخص شرمندہ نہ ہوگا ۔ جو راتوں کو درگاہ (خداوندی) میں سوزِ دل پیش کرے

۲ اگر ہوشمندی زداور بخواہ ۔ شبِ توبہ تقصیرِ روزِ گناہ

اگر تو عقلمند ہے خدا سے مانگ لے ۔ توبہ کی رات میں گناہ کے دن کی معافی

۳ ہنوز ار سرِ صلح داری چہ بیم ۔ درِ عذر خواہاں نہ بندد کریم

اب بھی اگر تجھے صلح کا خیال ہے تو کیا ڈر ہے ۔ عذر خواہوں کیلئے (اللہ) کریم دروازہ بند نہیں کرتا ہے

۴ لطیفے کہ آوردت از نیست ہست ۔ عجب گر بیفتی نگیردت دست

وہ مہربان جس نے تجھے نیست سے ہست کیا ہے ۔ اگر تو گر پڑے اور وہ تیری دستگیری نہ کرے تو تعجب کی بات ہے

۵ اگر بندۂ دستِ حاجت برآر ۔ وگر شرمسار آبِ حسرت ببار

اگر تو بندہ ہے تو دستِ سوال دراز کر ۔ اگر تو شرمندہ ہے حسرت کا پانی برسا

۶ نیامد بریں در کسے عذر خواہ ۔ کہ سیلِ ندامت نشستش گناہ

اس دروازے پر کوئی ایسا معافی چاہنے والا نہیں آیا ۔ ندامت کے پانی نے جس کے گناہ نہ دھودیئے ہوں

۷ نریزد خدا آبروئے کسے ۔ کہ ریزد بہ شب آبِ چشمش بسے

خدا اس شخص کی آبروریزی نہیں کرتا ہے ۔ جس کی آنکھوں کا پانی گناہ کو اکثر بہاتا ہو

حکایت

کہانی

۹ بصنعا درم طفلے اندر گزشت ۔ چہ گویم کزانم چہ بر سر گزشت

صنعا میں میرا ایک لڑکا گزر گیا ۔ میں کیا کہوں کہ اس سے میرے سر پر کیا گزری

۱۰ قضا نقشِ یوسفؑ جمالے نکرد ۔ کہ ماہی گورش چو یونسؑ نہ خورد

قضا نے کوئی یوسف جیسے جمال والا ایسا نقش نہیں بنایا ۔ جس کو قبر کی مچھلی نے حضرت یونسؑ کی طرح نہ نگل لیا ہو

(۱) کسے: کوئی شخص۔ روزِ محشر: حشر کے دن۔ نگردد: نہ ہووے۔ خجل: شرمندہ۔ شبہا: راتوں کو۔ بدرگہ: درگاہ خدا میں۔ برد: لے جاوے۔ سوزِ دل: دل کا سوز یعنی دعا کرے۔ (۲) داور: انصاف کرنے والا یعنی خدا۔ بخواہ: چاہ۔ شبِ توبہ: توبہ کی رات کو۔ تقصیر روزِ گناہ: گناہ کے دن کی کوتاہی۔ (۳) ہنوز: ابھی سرِ صلح: صلح کا خیال۔ داری: رکھتا ہے تو۔ چہ بیم: کیا ڈر۔ درِ عذر خواہاں: عذر چاہنے والوں کا دروازہ۔ نہ بندد: نہیں بند کرتا ہے۔ کریم: سخی۔
(۴) لطیفے کہ: جو مہربان کہ۔ آوردت: تجھ کو لایا۔ نیست: نہ ہونا۔ ہست: ہونا۔ عجب: تعجب ہے۔ بیفتی: گر پڑے تو۔ نگیردت: نہ پکڑے تیرا۔ دست: ہاتھ۔
(۵) بندۂ: بندہ ہے تو۔ دستِ حاجت: ضرورت کا ہاتھ۔ برآر: نکال۔ شرمسار: شرمندہ۔ آبِ حسرت: حسرت کا پانی۔ ببار: برسا۔ (۶) نیامد: نہیں آیا۔ بریں در: اس دروازے پر۔ کسے: کوئی شخص۔ عذر خواہ: عذر چاہنے والا۔ سیلِ ندامت: شرمندگی کا سیلاب۔ نشستش: اس کے نہ دھوئے۔ (۹) نریزد: نہیں گراتا۔ آبروئے کسے: کسی کی آبرو۔ کہ ریزد: جو کہ گراتا ہو۔ بہ شب: رات کو۔ آبِ چشمش: اپنی آنکھوں کا پانی۔ بسے: بہت۔
(۸) حکایت: کہانی۔ (۹) بہ صنعا: صنعا شہر میں جو یمن کا دار الحکومت ہے۔ طفلے: ایک لڑکا۔ گزشت: گزر گیا۔ چہ گویم: میں کیا کہوں۔ کزانم: کہ اس سے مجھ پر۔ چہ: کیا۔ برسر: سر پر۔ گزشت: گزر گئی۔
(۱۰) قضا: تقدیر۔ نقش یوسف جمالے: یوسف سے حسین کا نقش۔ نکرد: نہیں بنایا۔ ماہی گورش: قبر کی مچھلی نے اس کو۔ چو یونسؑ: یونسؑ کی طرح۔ نہ خورد: نہ کھایا ہو۔

تشریح: (۱) قیامت کے دن اس شخص کو قطعی شرمندگی نہ ہوگی جو دنیا میں رات کو بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتا ہے۔ لہٰذا راتوں کی تاریکی کو آہ وزاری سے قیمتی بنانا چاہیئے۔ (۲) عقلمند لوگوں کا شیوہ ہے کہ دن میں کیئے ہوئے گناہوں کی معافی آنے والی رات کو مانگ لینی چاہیئے۔

(۳) اب بھی وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیئے اس سے مصالحت کی جائے۔ کیونکہ دنیا میں موت سے قبل تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

(۴) جو مہربان ذات انسان کو عدم سے وجود بخشنے پر قادر ہے۔ وہ گناہوں کے کھڈ میں گرے ہوئے کو توبہ کے ذریعے نہ نکالے تو تعجب خیز بات ہوگی۔

(۵) اگر انسان میں بندگی کا جذبہ موجزن ہے تو سوال ودُعا کے لیئے ہاتھ پھیلانا چاہیئے۔ اگر شرمندگی میں ڈوبا ہوا ہے تو پھر آنسوؤں کے ذریعے رحمت کو جوش دینا ہوگا۔ (۶) اللہ تعالیٰ کا در ایسا ہے کہ اس سے کوئی شخص بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ لہٰذا درِ کریم پر اشکبار ہو کر عذر خواہی کرنی چاہیئے۔

(۷) جو شخص راتوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور آہ وبکا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دن کی روشنی میں اس کی رسوائی نہیں کرتا۔

(۸) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا میں آنے والا ہر انسان قبر کی گود میں ضرور جاتا ہے۔ قبر کی وحشت وتاریکی کو روشنی میں بدلنے کے لیئے اعمال صالحہ ہوں۔ (۹) جب میں (شیخ سعدیؒ) یمن کے دار الحکومت صنعا میں سکونت پذیر تھا۔ تو وہاں میرا (شیخ سعدیؒ کا) ایک بیٹا فوت ہو گیا۔ اس کی موت کا صدمہ مجھ پر بہت گراں گزرا۔ (۱۰) قدرت نے بہت سے حسین چہرے تخلیق کیئے ہیں۔ کوئی خوبصورت چہرہ ایسا نہیں جو یونسؑ کی طرح قبر کی مچھلی میں نہ گیا ہو۔ خواہ وہ حسن یوسفؑ کا ثانی ہی کیوں نہ ہو۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	دریں باغ سروے نیامد بلند اس باغ میں ایسا کوئی بلند سرو نہیں پیدا ہوا ہے	کہ باد اجل بیخش از بن نہ کند کہ موت کی ہوا نے اس کی جڑ بنیاد سے نہ اکھاڑی ہو
۲	عجب نیست بر خاک اگر گل شگفت اگر زمین پر پھول کھلے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے	کہ چندیں گل اندام در خاک خفت اسلیے کہ کسقدر پھول جیسے جسم زمین میں سوئے ہوئے ہیں
۳	بدل گفتم اے ننگ مرداں بمیر میں نے دل میں کہا اے انسانوں کیلئے باعثِ ذلت تو مر جا	کہ کودک رود پاک و آلودہ پیر بچہ پاک جائے اور بوڑھا آلودہ ہو کر
۴	ز سودا و آشفتگی بر قدش اس کے قد پر فریفتگی اور جنون کی وجہ سے	بر انداختم سنگے از مرقدش میں نے اس کی قبر پر ایک پتھر اکھاڑا
۵	چو باز آمدم زاں تغیر بہوش جب اس تغیر سے میں ہوش میں آیا	ز فرزند دلبندم آمد بگوش فرزند دلبند کی جانب سے میرے کان میں یہ آواز آئی
۶	گرت وحشت آمد ز تاریک جائے اگر تجھے تاریک جگہ سے وحشت ہوئی ہے	بہش باش و با روشنائی در آئے تو ہوشیار رہ اور روشنی لے کر آ
۷	شبِ گور خواہی منور چو روز اگر تو چاہتا ہے کہ قبر کی رات دن کی طرح روشن ہو	ازیں جا چراغِ عمل بر فروز یہیں سے عمل کا چراغ روشن کرلے
۸	تن کارکن مے بلرزد ز تب کاشتکار کا بدن بخار سے لرزتا ہے	مبادا کہ نخلش نیارد رطب کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی کھجور پر کھجور رس نہ لگیں
۹	گروہے فراواں طمع ظن برند بہت لالچی گروہ یہ گمان کرتا ہے	کہ گندم نیفشاندہ خرمن برند کہ گیہوں بکھیرے بغیر کھلیان اٹھالے جائے گا
۱۰	بر آں خورد سعدیؒ کہ بیخے نشاند اے سعدیؒ! پھل وہ کھائے گا جو پودا لگائے گا	کسے برد خرمن کہ تخمے فشاند کھلیان وہ اٹھائے گا جو بیج بکھیرے گا

(۱) دریں باغ: اس باغ میں۔ سروے: کوئی سرو۔ نیامد: نہیں آیا۔ باد اجل: موت کی ہوا۔ بیخش: اس کی جڑ۔ از بن: بنیاد سے۔ نہ کند: نہ اکھیڑی ہو۔ (۲) عجب نیست: تعجب نہیں ہے۔ بر خاک: مٹی پر۔ گل شگفت: پھول کھلائے۔ چندیں: اتنے۔ گل اندام: پھول کے جسم والے۔ در خاک: مٹی میں۔ خفت: سوئے ہیں۔ (۳) بدل گفتم: میں نے دل میں کہا۔ اے ننگ مرداں: اے مردوں کے واسطے شرم کا باعث۔ بمیر: مر جا۔ کودک: چھوٹا بچہ۔ رود: جاوے۔ آلودہ: لتھڑا ہوا۔ پیر: بوڑھا۔ (۴) سودا: جنون۔ آشفتگی: پریشانی۔ بر قدش: اس کے قد پر۔ بر انداختم: اکھیڑ دیا میں نے۔ سنگے: ایک پتھر۔ از مرقدش: اس کی قبر سے۔ (۵) چو باز آمدم: جب واپس آیا میں۔ زاں تغیر: اس تبدیلی سے۔ بہوش: ہوش میں۔ فرزند دلبند: میرا دل کو باندھنے والا بیٹا۔ آمد: آئی۔ بگوش: کان میں۔ (۶) گرت: اگر تجھ کو۔ وحشت آمد: وحشت آئی۔ تاریک جا: اندھیری جگہ۔ بہش باش: ہوشیار ہو جا۔ در آئے: اندر آئے۔ (۷) شب گور: قبر کی رات۔ خواہی: تو چاہتا ہے۔ منور: روشن۔ چوں روز: دن کی طرح۔ ازیں جا: اس جگہ سے۔ چراغ عمل: عمل کا چراغ۔ بر فروز: روشن کرلے۔ (۸) تن کارکن: کام کرنے والے کا جسم۔ بلرزد: کانپ جاتا ہے۔ ز تب: بخار سے۔ مبادا: خدا نہ کرے۔ نخلش: اس کا کھجور کا درخت۔ نیارد: نہ لاوے۔ رطب: تازہ کھجور۔ (۹) گروہے: ایک گروہ۔ فراواں طمع: زیادہ طمع والے۔ ظن برند: گمان کرتے ہیں۔ نیفشاندہ: بغیر بوئے ہوئے۔ خرمن: کھلواڑہ۔ برند: لے جاویں گے۔ (۱۰) بر: پھل۔ آں خورد: اس نے کھایا۔ سعدیؒ: مصنف۔ بیخے: کوئی جڑ۔ نشاند: بٹھائی اس نے۔ کسے برد: وہی شخص لے گیا۔ خرمن: کھلواڑہ۔ تخمے: بیج۔ فشاند: بکھیرا۔

تشریح: (۱) دنیا کے اس باغ میں جو پودا (انسان) بھی بلندی کی فضا میں پہنچا موت نے اس کی جڑیں اکھیڑ کر پھینک دیں۔ (۲) مٹی سے ہر قسم کے رنگا رنگ پھول اگتے اور کھلتے ہیں۔ اس پر کوئی اچنبھا نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بہت سے حسین و جمیل پھول ایسے بھی ہیں جو خاک میں مل جاتے ہیں۔ (۳) صدمات کی اسی اشتاد میں میں (شیخ سعدیؒ) نے دل میں کہا کہ بچہ موت کی حالت میں گناہوں سے پاکیزہ فوت ہوا۔ اور تو بڑھاپے میں بھی گناہوں سے لتھڑا ہوا ہے۔
(۴) میں (شیخ سعدیؒ) نے صدمے کی تاب نہ لاتے ہوئے جذباتی کیفیت میں اپنے بچے کی قبر کا پتھر اکھیڑ لیا۔ (۵) جب میرے (شیخ سعدیؒ کے) ہوش و حواس قائم ہوئے تو میرے کانوں میں لختِ جگر کی آواز سنائی دی۔ (۶) اس (بچے) کا کہنا تھا کہ اے ابا جان! اگر آپ کو قبر کی وحشت سے خوف آتا ہے تو پھر یہاں اعمال صالحہ کی روشنی لیکر آنا۔ (۷) اگر قبر کی تاریکی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر عمل صالح کا چراغ اپنی قبر میں ساتھ لے کر آنا۔
(۸) جس طرح کاشتکار فصل نہ اُگنے کے تصور سے کانپ اٹھتا ہے۔ اسی طرح عالم و عابد کو بھی اپنے اعمال کے رد ہونے کے خوف سے لرزہ براندام ہونا چاہیئے۔
(۹) احمق حریص گروہ کی یہ خام خیالی ہے کہ اعمال صالحہ کیئے بغیر ہی اجر و ثواب حاصل ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ سوچ غلط ہے۔ کیونکہ کاشت کیئے بغیر کوئی چیز نہیں اُگتی۔ (۱۰) پودا لگانے والا شخص ہی اس کا پھل کھاتا ہے۔ خرمن (گندم کا ذخیرہ) اٹھانا اسی کے نصیبے میں ہے جو بیج بوتا ہے۔

باب دہم در مناجات

دسواں باب اللہ سے دُعا کے بیان میں

بیا تا برآریم دستے ز دِل	۲	کہ نتواں برآورد فردا ز گِل
آ تاکہ دل کا ہاتھ (دُعا کے لیئے) اٹھائیں		اس لیئے کہ کل کو مٹی سے نہ نکالا جا سکے گا
بفصلِ خزاں در نہ بینی درخت	۳	کہ بے برگ ماند ز سرمائے سخت
تونے نہیں دیکھا ہے کہ خزاں کے موسم میں جو درخت		سخت جاڑے کی وجہ سے بے پتوں کے رہ جاتا ہے
برآرد تہی دست ہائے نیاز	۴	ز رحمت نگردد تہی دست باز
عاجزی کے خالی ہاتھ اٹھاتا ہے		رحمت (خداوندی) سے خالی ہاتھ واپس نہیں ہوتا ہے
مپندار زیں در کہ ہرگز نہ بست	۵	کہ نومید گردد برآوردہ دست
اس دروازے سے جو کبھی بند نہیں ہوا یہ خیال نہ کر		کہ ہاتھ اٹھانے والا مایوس ہوگا
ہمہ طاعت آرند و مسکیں نیاز	۶	بیا تا بدرگاہِ مسکیں نواز
سب بندگی پیش کرتے ہیں اور مسکین عاجزی		مسکین کو نوازنے والے کے دربار تک تو آ
چو شاخِ برہنہ برآریم دست	۷	کہ بے برگ ازیں بیش نتواں نشست
ننگی شاخ کی طرح ہم بھی ہاتھ اٹھائیں		اسلیئے کہ بے سر و سامان اس سے زیادہ نہیں بیٹھا جا سکتا ہے
خداوندگارا نظر کن بجود	۸	کہ جرم آمد از بندگاں در وجود
اے خدا بخشش کی نظر فرما		اس لیئے کہ بندوں سے خطا وجود میں آئی ہے
گناہ آید از بندۂ خاکسار	۹	بامیدِ عفوِ خداوندگار
ذلیل بندے سے گناہ ہو جاتا ہے		آقا سے معافی کی امید پر
کریما برزقِ تو پروردہ ایم	۱۰	بانعام و لطفِ تو خو کردہ ایم
اے داتا! ہم تیرے رزق سے پلے ہیں		تیری مہربانی اور انعام کے عادی ہوگئے ہیں

(۱) بابِ دہم، دسواں باب۔ مناجات، خدا سے سرگوشی کرنا، دُعا کرنا۔
(۲) بیا: آ۔ تا: تاکہ۔ برآریم: نکال لیں ہم۔ دستے، کوئی ہاتھ۔ نتواں برآورد: نہیں نکال سکتے۔ فردا: کل کو۔ زگل، مٹی سے۔
(۳) بفصلِ خزاں: پت جھڑ کے موسم میں۔ نہ بینی: نہیں دیکھتا تو۔ بے برگ: بغیر ساماں کے، بغیر پتوں کے۔ ماند: رہ جاتا ہے۔ سرمائے سخت، سخت سردی۔
(۴) برآرد: نکالتا ہے۔ تہی دست ہائے نیاز: نیازمندی کے خالی ہاتھ۔ ز رحمت، رحمت سے۔ نگردد، نہیں پھرتا۔ تہی دست: خالی ہاتھ۔ باز، واپس۔
(۵) مپندار: مت سمجھ۔ زیں در: اس دروازے سے۔ ہرگز نہ بست: کبھی بند نہیں ہوا۔ نومید گردد: نا امید ہو جاوے۔ برآوردہ دست، ہاتھ اٹھانے والا۔
(۶) ہمہ، تمام۔ طاعت، عبادت۔ آرند، لاویں گے۔ نیاز، عاجزی۔ بیا: آ۔ تا بدرگاہ: درگاہ تک۔ مسکین نواز: مسکینوں کو پالنے والا۔ (۷) چو شاخ برہنہ: ننگی شاخ کی طرح۔ برآریم: نکالیں ہم۔ دست، ہاتھ۔ بے برگ: بغیر ساز و سامان کے۔ ازیں بیش، اس سے زیادہ نتواں نشست، نہیں بیٹھ سکتے۔ (۸) خداوندگارا: اے خدا۔ نظر کن، نظر کر۔ بجود، بخشش سے۔ جرم آمد: جرم سرزد ہوا۔ از بندگاں، بندوں سے۔ در وجود، وجود میں (۹) آید، آتا ہے۔ بندۂ خاکسار، ذلیل بندہ۔ بامید عفو خداوندگار، خدا سے معافی کی اُمید پر۔
(۱۰) کریما: اے کریم۔ برزق تو، تیرے رزق سے۔ پروردہ ایم، پلے ہوئے ہیں ہم۔ بانعام و لطف تو، تیری مہربانی اور انعام کے۔ خو کردہ ایم: ہم عادی ہو چکے ہیں۔

تشریح: (۱) عنوان، دُعا و مناجات عبادت کا مغز ہوتے ہیں جیسا کہ الدعا مخ العبادۃ سے واضح ہے بقول حضرت علیؓ الدعا سلاح المؤمن، دُعا ایمان والے کا ہتھیار ہے۔ اگر رسول علیہ السلام کی زندگی پر بغور نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ زندگی کے چار حصوں میں پونے چار حصوں کا تعلق دُعا سے ہے دُعا کے ذریعے بندہ اپنے خالق و مالک سے ربط، ناز و نیاز رکھتا ہے مسلمان کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جو دُعا سے خالی ہو۔ روزمرہ زندگی کے تمام امور کیلئے علیحدہ مستقل دُعا ہے الغرض کہ جس پر دُعا کا دروازہ کھلتا ہے وہ خیر و برکت کا حامل ہے۔ (۲) اے بوستان پڑھنے والے! آجا وہاب و تواب ذات کے حضور دُعا کیلئے ہاتھ اٹھائیں۔ ورنہ کل قبر میں ہاتھوں میں اٹھنے کی سکت نہ ہوگی۔ (۳) موسم خزاں میں پتوں سے خالی درختوں کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ اپنی زبان حال سے رب کائنات کے حضور دُعا میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور پھر سے ہرے ہو جاتے ہیں۔ (۴) جو شخص بھی کریم و سمیع ذات کے سامنے دُعا کے لیئے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ وہ کبھی بھی اس (اللہ تعالیٰ) کی رحمت سے مایوس و محروم نہیں ہوتا۔ (۵) اللہ تعالیٰ نے اپنا دروازہ کبھی بھی کسی پر کسی حال میں بند نہیں کیا۔ چنانچہ یہاں (اللہ تعالیٰ کے در پہ) ہر شخص کی اُمید بر آتی ہے۔ (۶) دربار الٰہی میں تمام لوگ عبادت کے تحفے لائیں گے لیکن مسکین (بے سہارا) کے پاس عجز و دُعا کے ماسوا کچھ بھی نہ ہوگا۔ (۷) جس درخت کے پتے نہیں ہوتے وہ بے سر و سامان ہوتا ہے جس بندے کی عبادت نہیں وہ بے سر و سامان ہوتا ہے یہی بے سر و سامانی رحمت کو جوش دلاتی ہے۔ (۸) گناہگار بندوں سے گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہے! اے پروردگار! تو مغفرت کا پروانہ جاری کر دے۔ (۹) عجز و انکساری کے سمندر میں ڈوبے ہوئے بندوں سے اس اُمید پر گناہوں کا ارتکاب ہو جاتا ہے کہ ہمارا مولا بڑا بخشنے والا ہے۔
(۱۰) اے کریم ذات تو ہماری پرورش اپنے رزق سے کرتا ہے۔ اور ہم تیرے لطف و کرم کے عادی ہو گئے ہیں۔

۱	گدا چو کرم بیند لطف و ناز	نگردد ز دنبال بخشندہ باز
	بھکاری جب مہربانی، بخشش اور ناز برداری دیکھتا ہے	تو وہ دینے والے کا پیچھا نہیں چھوڑتا ہے
۲	چو مارا بدنیا تو کردی عزیز	بعقبیٰ ہمیں چشم داریم نیز
	جب تونے ہمیں دنیا میں باعزت کیا ہے	آخرت میں بھی ہمیں یہی توقع ہے
۳	عزیزی و خواری تو بخشی و بس	عزیزِ تو خواری نہ بیند زکس
	عزت اور ذلت صرف تو بخشتا ہے	جس کو تونے عزت دیدی وہ کسی کی جانب سے ذلت نہیں دیکھتا ہے
۴	خدایا بعزت کہ خوارم مکن	بذلِ گنہ شرمسارم مکن
	اے خدا اپنی عزت کے طفیل مجھے ذلیل نہ کر	گناہ کی ذلت سے مجھے شرمندہ نہ کر
۵	مسلّط مکن چو منی بر سرم	زدستِ تو بہ گر عقوبت برم
	مجھ جیسا میرے سر پر مسلّط نہ کر	اگر میں سزا پاؤں تو تیرے ہاتھ ہی سے بہتر ہے
۶	بگیتی بتر زیں نباشد بدے	جفا بردن از دست ہمچوں خودے
	دُنیا میں اس سے بُری بات کوئی نہیں ہے	اپنے جیسے کے ہاتھوں سے ظلم سہنا
۷	مرا شرمساری ز روئے تو بس	دگر شرمسارم مکن پیش کس
	تیرے سامنے ہی میری شرمندگی کافی ہے	پھر مجھے کسی کے سامنے شرمندہ نہ کر
۸	گرم بر سر افتد ز تو سایۂ	سپہرم بود کمتریں پایۂ
	اگر میرے سر پر تیرا سایہ پڑ جائے	تو آسمان بھی مجھ سے کمتر مرتبہ ہو جائے
۹	اگر تاج بخشی سرافرازدم	تو بردار تا کس نیفگند ازدم
	اگر تو تاج بخش دے میں سربلند ہو جاؤں	تو بلند کردے تاکہ مجھے کوئی گرا نہ سکے

(۱) گدا: فقیر۔ چوں: جب۔ کرم بیند: سخاوت دیکھتا ہے۔ لطف: مہربانی۔ نگردد: نہیں پھرتا۔ دنبال بخشندہ: دینے والے کا پیچھا۔ باز: واپس۔ (۲) چو مارا: جب ہم کو۔ بدنیا: دنیا میں۔ تو کردی: تونے کیا۔ عزیز: عزت والا۔ بعقبیٰ: آخرت میں۔ ہمیں: یہی۔ چشم دارم: اُمید رکھتا ہوں میں۔ نیز: بھی۔ (۳) عزیزی: عزت۔ خواری: ذلت۔ بخشی: تو بخشتا ہے۔ بس: فقط۔ عزیز تو: تیرا عزت والا۔ خواری نہ بیند: ذلت نہ دیکھے۔ زکس: کسی سے۔ (۴) خدایا: اے خدا۔ بعزت: عزت کی قسم یا عزت کے طفیل۔ خوارم: مجھ کو ذلیل۔ مکن: مت کر۔ بذلِ گنہ: گناہ کی ذلت سے۔ شرمسارم: مجھ کو شرمسار۔ مکن: مت کر۔ (۵) مسلّط مکن: مسلّط نہ کر۔ چو منی: میرے جیسا۔ برسرم: میرے سر پر۔ زدست تو: تیرے ہاتھ سے۔ بہ: بہتر۔ عقوبت: سزا۔ برم: لے جاؤں میں۔ (۶) بگیتی: جہان میں۔ بتر زیں: اس سے زیادہ بُرا۔ نباشد: نہیں ہوگا۔ بدے: کوئی بُرا۔ جفا بردن: ظلم اٹھانا۔ دست ہمچوں خودے: اپنے جیسے کا ہاتھ۔ (۷) مرا: مجھ کو۔ ز روئے تو: تیرے چہرے سے۔ بس: کافی ہے۔ دگر: اور۔ شرمسارم: مجھ کو شرمندہ۔ مکن: مت کر۔ پیش کس: کسی کے سامنے۔ (۸) گرم: اگر میرے۔ برسر: سر پر۔ افتد: پڑ جاوے۔ ز تو: تیرا سایہ، کوئی سایہ۔ سپہرم: آسمان مجھ سے۔ بود: ہووے۔ کمتریں پایۂ: گھٹیا درجے کا۔
(۹) بخشی: دیوے تو۔ سرافرازدم: میں سربلند ہو جاؤں گا۔ بردار: اٹھالے۔ تا کس: تاکہ کوئی شخص نیفگند ازم: نہ گرا دے مجھ کو۔

تشریح: (۱) جب کسی منگتے کو داتا میں نوازش و کرم نظر آتی ہے تو وہ اس کا پیچھا اس وقت تک نہیں چھوڑتا۔ جب تک اس سے حسب دلخواہ وصول نہ کرلے۔ (۲) جب تونے دُنیا میں بنی نوع انسان کے سر پہ عزت کا تاج رکھ دیا ہے تو آخرت میں بھی ہم اسی عزت کے اُمیدوار ہیں۔ (ولقد کرمنا بنی آدم)
(۳) عزت و ذلت کا خزانہ تیرے پاس ہے۔ جسے تونے عزت بخش دی ہے وہ کبھی ذلت و رسوائی کی تاریکیوں میں نہیں بھٹکا۔
(۴) اے رب العزت تجھے تیری عزت کی قسم! تو ہمیں کبھی ذلت کے غار میں نہ گرانا۔ گناہوں کی شرمندگی سے محفوظ رکھنا۔
(۵) اگر مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کی سزا خود ہی دینا۔ کسی انسان کے سپرد نہ کرنا۔ کیونکہ تو غفور الرحیم ہے اور انسان ظلوم و جہول ہے۔
(۶) دنیا میں اس سے بڑی بُرائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں اپنے جیسے انسان کے مظالم کا شکار ہوتا رہوں۔
(۷) تو (اللہ تعالیٰ) عالم الغیب ہے ہماری رسوائیوں سے بخوبی واقف ہے۔ اس لیے مجھے تیرے دَر کی ذلت قبول ہے۔ مجھے کسی غیر کے سامنے رسوا نہ کرنا۔
(۸) اگر مجھے تیری رحمت کا سایہ نصیب ہو جائے تو میرا مقام آسمان کی بلندیوں سے بھی بلند تر ہو جائے گا۔
(۹) تیری عطائے عزت سے میری سربلندی ہے۔ میرے بلند مراتب کی عطا تجھ سے ہو تاکہ مجھے کوئی ذلت نہ دے سکے۔

حکایت

کہانی

تنم مے بلرزد چو یاد آمدم	۲	مناجاتِ شوریدۂ در حرم
میرا جسم لرزتا ہے جب مجھے یاد آجاتی ہے		حرم میں ایک مستانے کی دُعا
کہ مے گفت باحق بزاری بسے	۳	میفگن کہ دستم نگیرد کسے
بہت عاجزی سے اللہ سے کہہ رہا تھا		کہ مجھے نہ گرا اسلئے کہ میری کوئی دستگیری کرنے والا نہیں ہے
بلطفم بخواں یا براں از درم	۴	ندارد بجز آستانت سرم
مجھے مہربانی سے بُلالے یا دروازہ سے بھگا دے		میرے سر کے لیئے تو تیری چوکھٹ کے سوا نہیں ہے
تو دانی کہ مسکین و بے چارہ ایم	۵	فرو ماندہ بانفسِ امّارہ ایم
تو جانتا ہے کہ میں مسکین اور بے چارہ ہوں		نفسِ امّارہ سے عاجز ہوں
نمے تازد ایں نفسِ سرکش چناں	۶	کہ عقلش تواند گرفتن عناں
یہ سرکش نفس ایسا نہیں دوڑتا ہے		کہ عقل اس کی باگ تھام سکے
کہ بانفس و شیطاں برآید بزور	۷	نبردِ پلنگاں نیاید زمور
نفس اور شیطان سے طاقت سے کون جیتا ہے		چیونٹی سے چیتوں کی لڑائی نہیں ہے
بمردانِ راہت کہ راہے بدہ	۸	وزیں دشمنانم پناہے بدہ
اپنے راستے کے مَردوں کے طفیل مجھے راستہ دیدے		ان دشمنوں سے مجھے پناہ دیدے
خدایا بذاتِ خداوندیت	۹	باوصافِ بے مثل و مانندیت
اے خدا اپنی خداوندی ذات کے طفیل		بے مثل اور بے مانند اوصاف کے طفیل
بہ لبیکِ حُجاجِ بیتُ الحرام	۱۰	بمدفونِ یثرب علیہ السلام
بیت الحرام کے حاجیوں کی لبیک کے طفیل		مدینہ میں دفن شدہ (ان پر سلام ہو) کے طفیل

(۱) حکایت: کہانی۔ (۲) تنم: میرا جسم۔ مے بلرزد: کانپ جاتا ہے۔ چو: جب۔ یاد آمدم: مجھے یاد آتی ہے۔ مناجات: سرگوشی دُعا۔ شوریدۂ: ایک دیوانہ۔ درحرم: حرم شریف یعنی خانہ کعبہ میں۔
(۳) مے گفت: کہتا تھا۔ باحق: حق تعالیٰ کو۔ بزاری: عاجزی سے۔ بسے: بہت۔ میفگن: مت گرا۔ دستم: میرا ہاتھ۔ نگیرد: نہیں پکڑے گا۔ کسے: کوئی شخص۔ (۴) بلطفم: مہربانی سے مجھ کو۔ بخواں: بلالے۔ براں: چلا دے۔ از درم: دروازے سے مجھ کو۔ ندارد: نہیں رکھتا۔ بجز آستانت: تیرے آستاں کے سوا۔ سرم: میرا سر۔ (۵) تو دانی: تو جانتا ہے۔ ایم: ہیں ہم۔ فروماندہ: عاجز رہے ہوئے۔ نفسِ امّارہ: بُرائیوں کا حکم دینے والا نفس۔ (۶) نمے تازد: نہیں دوڑتا۔ ایں نفسِ سرکش: یہ سرکش نفس۔ چناں: اس طرح۔ عقلش: عقل اس کو۔ تواند گرفتن: پکڑ سکتی ہو۔ عناں: باگ۔ (۷) کہ: کون۔ بانفس و شیطان: نفس اور شیطان کے ساتھ۔ برآید: پورا آئے۔ نبردِ پلنگاں: چیتوں کی لڑائی۔ نیاید: نہیں آسکتی زمور: چیونٹی سے۔ (۸) بمردانِ راہت: تیری راہ کے مَردوں کے طفیل۔ راہے بدہ: کوئی راستہ دے۔ وزیں دشمنانم: اور ان دشمنوں سے مجھ کو۔ پناہے بدہ: کوئی پناہ دے۔ (۹) خدایا: اے خدا۔ بذاتِ خداوندیت: اپنی ذاتِ خداوندی کے طفیل۔ باوصافِ بے مثل۔ بے مثل وصفوں کے طفیل۔ مانندیت: اپنی مثال۔ (۱۰) لبیک: میں حاضر ہوں۔ ایک کلمہ جو حاجی سفرِ حج میں پکارتا رہتا ہے۔ حجاج: جمع حاجی۔ بیت الحرام: حرمت والا گھر یعنی خانہ کعبہ۔ بمدفون: دفن شدہ کے طفیل۔ یثرب: مدینہ منورہ۔ علیہ السلام: اس پر سلام ہو۔

تشریح: (۱) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نفس اور شیطان سے جنگ جیتنے کے لیئے اللہ تعالیٰ کی مدد درکار ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اس کے بغیر جنگ جیتنا مشکل ہے۔ (۲) حرم شریف کی وہ دُعا مجھے لرزہ براندام کردیتی ہے جو کسی مجذوب درویش نے اللہ تعالیٰ کے حضور مانگی تھی۔

(۳) وہ (مجذوب) نہایت زار و قطار رو رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ اے اللہ! مجھے مت گرا۔ کیونکہ مجھے اٹھاکر تھامنے والا کوئی نہیں ہے۔

(۴) چاہے تُو مجھے مہربانی کے ساتھ بُلایا ناراض ہوکر دھتکار دے۔ لیکن میرا سر تیرے سوا کسی اور کے سامنے نہیں جُھکے گا۔

(۵) تُو (اللہ تعالیٰ) بخوبی جانتا ہے کہ ہم مسکین اور بے چارے لوگ ہیں۔ نفسِ امارہ نے ہمیں عاجز و لاچار کر دیا ہے۔

(۶) ہمارے سرکش نفس کی رفتار اتنی تیز ہے کہ یہ عقل کے قابو میں نہیں آسکتی۔ یہ نفس بے قابو ہے۔

(۷) نفس اور شیطان کے ساتھ زور آزمائی کرنا ممکن و مناسب نہیں۔ ان چیتوں کے ساتھ چیونٹی جیسی عقل جنگ نہیں کر سکتی۔

(۸) اے اللہ! جو لوگ تیری راہ (صراطِ مستقیم) پر چل رہے ہیں۔ تجھے ان کا واسطہ مجھے ان دشمنوں (نفس و شیطان) سے پناہ دے۔

(۹) اے اللہ! تجھے اپنی ذات کا واسطہ۔ تجھے اپنی بے مثال صفات کا واسطہ۔ (ہمیں بخش دے)۔

(۱۰) بیتُ اللہ میں حجاج کرام کی لبیک کا واسطہ، یثرب کی وادی میں مدفون حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ۔

به تکبیر مردانِ شمشیر زن	۱	که مردِ وغا را شمارند زن
ایسے تلوار باز مجاہدوں کی تکبیر کے طفیل		جو میدان جنگ کے بہادروں کو عورت سمجھیں
به طاعاتِ پیران آراسته	۲	به صدقِ جوانانِ نوخاسته
آراستہ پیروں کی عبادت کے طفیل		نوخیز جوانوں کی سچائی کے طفیل
که مارا دریں ورطۂ یک نفس	۳	زننگِ دو گفتن بفریاد رس
ہمیں اس ایک سانس کی ہلاکت کے گڑھے میں		دو کہنے کی ذلت کی فریاد کو پہنچ
امیداست ازاناں که طاعت کنند	۴	که بے طاعتاں را شفاعت کنند
جو لوگ فرمانبرداری کرتے ہیں ان سے امید ہے		کہ نا فرمانوں کی سفارش کر دیں گے
بپاکاں کز آلایشم دور دار	۵	وگر زلتے رفت معذور دار
پاکوں کے طفیل مجھے ناپاکی سے دور رکھ		اگر کوئی لغزش ہو جائے معذور رکھ
به پیران پشت از عبادت دوتا	۶	ز شرمِ گنه دیده بر پشتِ پا
ان بزرگوں کے طفیل جنکی عبادت کی وجہ سے کمر دوہری ہے		گناہوں کی شرم کی وجہ سے آنکھیں قدموں پر ہیں
که چشمم ز روئے سعادت مبند	۷	زبانم بوقتِ شہادت مبند
کہ نیک بختی کے چہرے سے میری آنکھیں بند نہ کر		شہادت کے وقت میری زبان بند نہ کر
چراغِ یقینم فرا راہ دار	۸	ز بد کردنم دست کوتاہ دار
میرے یقین کے چراغ کو آگے راستہ دے		برائی کرنے سے میرے ہاتھ کو کوتاہ کردے
بگرداں ز نادیدنی دیده ام	۹	مده دست بر ناپسندیده ام
نہ دیکھنے کی چیز سے میری آنکھیں پھیر دے		ناپسندیدہ چیز پر مجھے قابو نہ دے
من آں ذره ام در ہوائے تو نیست	۱۰	وجود و عدم در ظلامم یکیست
میں وہ ذرہ ہوں جو تیری محبت میں مبتلا نہیں ہے		تاریکی میں میرے لیے وجود و عدم یکساں ہیں

(۱) تکبیرِ مردان شمشیر زن: تلوار چلانے والے مردوں کی تکبیر کے طفیل۔ مردِ وغا، لڑائی والا مرد۔ شمارند: گنتے ہیں۔ زن، عورت۔ (۲) طاعات پیران آراستہ: پیروں کی سنوری ہوئی عبادت۔ صدق جوانانِ نوخاستہ، نوخیز جوانوں کی سچائی۔

(۳) مارا: ہم کو۔ دریں ورطہ، اس بھنور میں۔ یک نفس: ایک سانس مراد دنیا۔ ننگ دو گفتن: دو کہنے کی ذلت۔ بفریاد رس: فریاد کو پہنچ۔

(۴) امید آست، امید ہے۔ ازاناں کہ: ان سے جو کہ۔ طاعت کنند، عبادت کرتے ہیں۔ بے طاعتاں، بغیر عبادت والے۔ شفاعت، سفارش۔ کنند، کریں گے۔ (۵) بپاکاں، پاک لوگوں کے طفیل۔ کز آلایشم، کہ آلائش سے مجھ کو۔ دور دار: دور رکھ۔ زلتے: کوئی لغزش۔ رفت: ہوگئی۔ معذور دار، معذور رکھ۔ (۶) پیراں، بزرگ۔ پشت از عبادت: کمر عبادت سے۔ دوتا، دوہری۔ ز شرمِ گنہ، گناہ کی شرم سے۔ دیدہ: آنکھیں۔ بر پشتِ پا، پاؤں کی پشت پر۔ (۷) چشمم: میری آنکھیں۔ ز روئے سعادت: نیک بختی کے چہرے سے۔ مبند: مت باندھ۔ زبانم، میری زبان۔ بوقتِ شہادت، شہادت کے وقت۔ (۸) چراغِ یقینم، یقین کا چراغ میرے۔ فراراہ: راستے میں۔ دار: رکھ۔ ز بد کردنم، برائی کرنے سے مجھ کو۔ دست، ہاتھ۔ کوتاہ دار، چھوٹے رکھ۔ (۹) بگرداں، پھیر دے۔ زنادیدنی: نہ دیکھنے کی چیزوں سے۔ دیدہ ام، میری آنکھیں۔ مدہ، مت دے دست، ہاتھ، قابو۔ ناپسندیدہ ام، بری بات پر مجھ کو۔

(۱۰) من، میں۔ آں ذرہ ام، وہ ذرہ ہوں۔ در ہوائے تو، تیری فضا میں نیست: نہیں ہے۔ وجود و عدم: ہونا اور نہ ہونا۔ در ظلامم: تاریکیوں میں میرا۔ یکیست، ایک جیسا ہے۔

تشریح: (۱) جنگجو کفار کو عورتوں کی مثل سمجھنے والے مجاہدین کی تکبیروں کا واسطہ۔ (جس سے زمین دہل جاتی تھی) (۲) بزرگوں کی ان عبادات کا واسطہ جو خلوص و محبت اور عجز سے آراستہ ہیں۔ نوجوانوں کی صداقت کا واسطہ۔ (۳) ہمیں اس فانی دنیا میں جو چند سانسوں پر مبنی ہے، ہمیں اپنی ذات کا شریک ٹھہرانے کی ذلت سے بچا۔ جو ناقابل معافی جرم ہے۔ (۴) عبادت گزار زاہدوں سے امید وابستہ ہے کہ وہ ہم جیسے ناکارہ لوگوں کی ضرور بالضرور شفاعت کریں گے۔ (۵) تجھے پاکیزہ لوگوں کا واسطہ کہ تو ہمیں ہر قسم کی غلیظ اور رذیل صفت سے دور رکھ۔ اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو ہماری معذوری کو دیکھ۔ (۶) اے اللہ: تجھے ان عبادت گزار لوگوں کا واسطہ جن کی کمریں دوہری ہو چکی ہیں۔ گناہوں کے باعث شرم کی وجہ سے جن کی نگاہیں جھکی ہوئی ہیں۔ (۷) خوش نصیبی کا چہرہ مجھے ضرور دکھانا اور حالت نزع کے وقت میری زبان کو کلمہ شہادت کہنے سے بند نہ رکھنا۔ (۸) میرا راستہ یقین کے چراغ سے روشن رکھ۔ برائیوں سے میرے ہاتھوں کو روک دے۔ (گناہوں کی توفیق نہ دے) (۹) از روئے شریعت جن اشیاء کو دیکھنا ممنوع ہے۔ ان سے میری آنکھیں پھیر دے۔ جو افعال تجھے ناپسند ہیں ان پر مجھے قدرت نہ دے۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے۔ اس کے سامنے کسی چیز کا وجود بھی ہستی (ہونا) کے قابل نہیں۔ چنانچہ میرا (شیخ سعدیؒ کا) وجود کالعدم ہے۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم
۱	زخورشید لطفت شعاعے بسم	کہ جز در شعاعت نہ بیند کسم
	تیری مہربانی کے سورج سے میرے لیے ایک کرن بھی کافی ہے	اسلیے کہ تیری کرن کے بغیر مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا
۲	مرا گر بگیری بانصاف و داد	بنالم کہ عفوم نہ ایں وعدہ داد
	تو اگر مجھے انصاف اور عدل سے پکڑے گا	میں فریاد کروں گا کیونکہ معافی نے تو یہ وعدہ نہ کیا تھا
۳	خدایا بذلت مراں از درم	کہ صورت نہ بندد درِ دیگرم
	اے خدا مجھے ذلت سے دروازہ سے نہ بھگا	اسلیے کہ میرے لیے دوسرے دروازہ کی کوئی صورت نہیں ہے
۴	ور از جہل غائب شدم روز چند	کنوں کامدم در بروئیم مبند
	اگر نادانی کی وجہ سے میں چند روز غائب رہا ہوں	اب میں آگیا ہوں میرے اوپر دروازہ بند نہ کر
۵	چہ عذر آرم از ننگ تر دامنی	مگر عجز پیش آورم کاے غنی
	گناہگاری کا میں کیا عذر پیش کروں	ہاں عاجزی پیش کروں گا کہ اے بے نیاز
۶	فقیرم بجرمِ گناہم مگیر	غنی را ترحم بود بر فقیر
	میں فقیر ہوں گناہوں کی سزا میں مجھے نہ پکڑ	مالدار فقیر پر ترس کھاتا ہے
۷	چرا باید از ضعفِ حالم گریست	اگر من ضعیفم پناہم قویست
	میں اپنے حال کی کمزوری پر کیوں روؤں	اگرچہ میں کمزور ہوں میری پناہ تو قوی ہے
۸	خدایا بغفلت شکستیم عہد	چہ زور آورد با قضا دستِ جہد
	اے خدا ہم نے غفلت میں عہد شکنی کی ہے	تقدیر کے مقابلہ میں کوشش کا ہاتھ کیا زور دکھا سکتا ہے
۹	چہ برخیزد از دستِ تدبیر ما	ہمیں نکتہ بس عذر تقصیر ما
	ہماری تدبیر کے ہاتھ سے کیا بن سکتا ہے	ہماری کوتاہی کے عذر کا یہی نکتہ کافی ہے
۱۰	ہمہ ہرچہ کردم تو برہم زدی	چہ قوت کند با خدائی خودی
	ہم نے جو کچھ کیا تو نے اس کو برہم کر دیا	خدائی کے مقابلہ میں خودی کیا زور لگا سکتی ہے

(۱) زخورشید لطفت، اپنی مہربانی کے سورج سے۔ شعائے بسم: ایک کرن کافی ہے مجھ کو۔ جز در شعاعت، بغیر تیری کرن کے۔ نہ بیند، نہیں دیکھے گا۔ کسم، کوئی مجھ کو۔ (۲) مرا، مجھ کو۔ گر بگیری: اگر تو پکڑ لے۔ بانصاف وداد، عدل وانصاف سے۔ بنالم، میں رووں گا۔ عفوم، معافی نے میرے ساتھ۔ ایں وعدہ: یہ وعدہ۔ داد، دیا۔ (۳) خدایا، اے خدا۔ بذلت، ذلت سے۔ مراں، مت چلا۔ از درم، دروازے سے مجھ کو۔ صورت نہ بندد، صورت نہیں بنتی۔ درِ دیگرم، دوسرے دروازے کی میرے لیے۔ (۴) از جہل، جہالت سے۔ غائب شدم، غیر حاضر ہوگیا میں۔ روز چند، چند دن۔ کنوں کامدم، اب جبکہ میں آگیا ہوں۔ (۵) چہ عذر آرم: کیا عذر لاؤں میں۔ ننگ تردامنی، تردامن کی شرم۔ عجز پیش آرم: عاجزی سامنے لاؤں۔ کاے غنی: کہ اے بے نیاز۔ (۶) فقیرم، میں فقیر ہوں۔ بجرم گناہم: گناہ کے جرم میں مجھ کو۔ مگیر، مت پکڑ۔ غنی را، مالدار کو۔ ترحم بود، رحمت ہوتی ہے۔ (۷) چرا، کیوں۔ باید گریست: رونا چاہیے۔ ضعفِ حالم: اپنے حال کی کمزوری۔ من ضعیفم: میں کمزور ہوں۔ پناہم: میری پناہ۔ قویست، مضبوط ہے۔ (۸) خدایا، اے خدا۔ بغفلت، غفلت سے۔ شکستیم، ہم نے توڑا۔ عہد: وعدہ۔ چہ: کیا۔ آورد، لادے۔ باقضا: تقدیر کے ساتھ۔ دستِ جہد، کوشش کا ہاتھ۔ (۹) چہ برخیزد، کیا حاصل ہو۔ دستِ تدبیرا، ہماری تدبیر کا ہاتھ۔ ہمیں نکتہ، یہی نکتہ۔ بس: کافی ہے۔ عذر تقصیرما، ہماری کوتاہی کا عذر۔ (۱۰) ہمہ: تمام۔ ہرچہ کردم، جو کچھ کیا میں نے۔ برہم زدی، تو نے برہم کر دیا۔ چہ، کیا۔ قوت کند: مقابلہ کرے۔ باخدائی، خدائی کے ساتھ۔ خودی: انسانی طاقت۔

تشریح: (۱) تیرے (اللہ تعالیٰ کے) رحم وکرم کے نور کی شعاعیں میرے (شیخ سعدیؒ) وجود کو نمایاں کر سکتی ہیں۔ ان (شعاعوں) کے ماسوا میں ہیچ ہوں۔ (یہاں ہر انسان کا وجود مُراد ہے) (۲) اگر تو (اللہ تعالیٰ) بامر انصاف گرفت کرلے تو میرا (شیخ سعدیؒ کا) کوئی ٹھکانہ نہیں۔ مجھے صرف تیرے فضل وکرم کی ضرورت ہے۔ (۳) اے اللہ! تیرے دَر کے سوا کوئی اور دروازہ نہیں۔ اس لیے تو (اللہ تعالیٰ) مجھے ذلیل کرکے اپنے دَر سے مت ہٹا۔ (۴) یہ میری حماقت ونادانی ہے کہ میں (شیخ سعدیؒ) تیرے دربار میں حاضری نہ دے سکا۔ اب جبکہ حاضری دینے آگیا ہوں تو اپنا دروازہ بند نہ کر۔ (۵) میں (شیخ سعدیؒ) گناہوں کی وجہ سے شرمندہ ہوں۔ عذر خواہی کے لیے میرے پاس ماسوائے عجز وانکساری کے اور کچھ نہیں اے غنی! (۶) میں (شیخ سعدیؒ) محتاج ہوں۔ براہ کرم گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے میری گرفت نہ کر۔ کیونکہ غنی ہمیشہ محتاجوں پر رحم کرتا ہے۔ (۷) گو کہ میری حالت میں ضُعف ہے۔ لیکن مجھے رونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میرے (شیخ سعدیؒ کے) ضعف کے باوجود میری جائے پناہ قوی ہے۔ (۸) اے اللہ تعالیٰ! ہم (انسانوں) نے غفلت کی چادر اوڑھ کر تیرا عہد وپیمان توڑا ہے۔ کیونکہ میرے مقدر میں یہی لکھا تھا۔ تقدیر کا لکھا ٹل نہیں سکتا۔ (۹) تقدیر کے مدِمقابل تدبیر بے حیثیت ہے۔ میرے گناہوں کی سب سے بڑی یہی عذر خواہی ہے۔ (۱۰) انسان کی تمام منصوبہ بندیاں تقدیر الٰہی کے مقابلے میں نیست ونابود ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا انسان اللہ تعالیٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

مصرع اول	#	مصرع دوم
نہ من سر ز حکمت بدر مے برم	۱	کہ حکمت چنیں مے رود بر سرم
میں تیرے حکم سے سر باہر نہیں لے جاتا		بلکہ تیرا ہی فیصلہ میرے بارے میں ایسا ہوا
حکایت		
کہانی		
سیہ چردئے را کسے زشت خواند	۳	جوابے بگفتش کہ حیراں بماند
ایک کالی چمڑے والے کو کسی نے بُرا کہا		اس نے اسے ایسا جواب دیا کہ وہ حیران رہ گیا
نہ من صورتِ خویش خود کردہ ام	۴	کہ عیبم شماری کہ بد کردہ ام
میں نے اپنی صورت خود نہیں بنائی ہے		کہ تو میرا عیب گن رہا ہے کہ میں نے بُرا کیا ہے
ترا با من ار زشت رویم چہ کار	۵	نہ آخر منم زشت و زیبا نگار
اگر میں بدصورت ہوں تجھے مجھ سے کیا سروکار		آخر بُرے اور اچھے نقش بنانے والا میں تو نہیں ہوں
ازانم کہ بر سر نبشتی زپیش	۶	نہ کم گردم اے بندہ پرور نہ بیش
جو کچھ تو نے پہلے ہی سے میرے لیئے لکھ دیا ہے		اے بندہ پرور میں اس سے نہ کم ہو سکتا ہوں نہ زیادہ
تو دانی نہ آخر کہ قادر نیم	۷	توانائے مطلق توئی من کیم
تو جانتا ہے کہ آخر میں قدرت والا تو نہیں ہوں		علی الاطلاق تو قادر ہے، میں کون ہوں
گرم رہنمائی رسیدم بخیر	۸	وگر گم کنی باز مانم زسیر
اگر تو میری رہنمائی کرتا ہے میں بھلائی تک پہنچا ہوں		اور اگر تو گم کردے تو میں سیر سے رُک جاتا ہوں
جہاں آفریں گر نہ یاری کند	۹	کجا بندہ پرہیزگاری کند
جہان کا پیدا کرنے والا اگر مدد نہ کرے		بندہ کب پرہیزگاری کر سکتا ہے

(۱) مَن: میں۔ زحکمت: تیرے حکم سے۔ بدرمے برم: باہر لے جارہا ہوں۔ حکمت: تیرا حکم۔ چنیں: ایسے۔ مے رود: چلتا ہے۔ برسرم: میرے سر پر۔ (۲) حکایت: کہانی۔ (۳) سیہ چردئے: ایک سیاہ رنگ والا۔ کسے: کسی نے۔ زشت: بدصورت۔ خواند: کہہ دیا۔ جوابے بگفتش: اس کو ایسا جواب دیا۔ بماند: رہ گیا۔ (۴) مَن: میں۔ صورتِ خویش: اپنی صورت۔ خود کردہ ام: خود بنائی ہے میں نے۔ عیبم شماری: تو میرے عیب شمار کرتا ہے۔ بدکردہ ام: میں نے بُرا کیا ہے۔ (۵) ترا با من: تجھے میرے ساتھ۔ زشت رویم: میں بدصورت ہوں۔ چہ کار: کیا کام۔ منم: میں ہوں۔ زشت: بُرا۔ زیبا نگار: خوبصورتی بنانے والا۔ (۶) ازانم کہ: میں اس سے جو کچھ کہ۔ برسر: میرے سر پر۔ نبشتی: تو نے لکھ دیا۔ زپیش: پہلے سے۔ نہ کم گردم: نہ کم ہو سکتا ہوں۔ بندہ پرور: بندہ کو پالنے والے۔ نہ بیش: نہ زیادہ۔ (۷) تو دانی: تو جاننے والا ہے۔ قادر نیم: میں قدرت والا نہیں ہوں۔ توانائے مطلق: غیر محدود قدرت والا۔ توئی: تو ہی ہے۔ من کیم: میں کون ہوں۔ (۸) گرم: اگر میری۔ رہنمائی: راستہ دکھائے تو۔ رسیدم بخیر: میں نیکی کو پہنچ جاؤں گا۔ گم کنی: گم کردے تو۔ باز مانم: پیچھے رہ جاؤں گا۔ زسیر: سیر سے۔

(۹) جہاں آفریں: جہان کو پیدا کرنے والا۔ یاری کند: مدد کرے۔ کجا: کہاں۔ کند: کرے۔

تشریح: (۱) میری (شیخ سعدی یا ہر انسان کی) سرتابی کاتب تقدیر کے لکھنے کے ماسوا نہیں ہوتی۔ چنانچہ مجھ (شیخ سعدیؒ) سے وہی سرزد ہوتا ہے۔ جو تقدیر میں لکھا جاچکا ہے۔ (۲) عنوان: اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بھلائی و برائی کا صدور و ظہور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ممکن ہے۔ لہٰذا اپنے اعمال صالحہ (نیکیوں) پر تکبر نہیں کرنا چاہیئے۔ (۳) کسی شخص نے ایک حبشی (سیاہ فام) کو بدصورتی کا طعنہ دیا۔ اس (حبشی) نے ایسا جواب دیا کرو وہ (طعنہ دینے والا) حیرت میں پڑ گیا۔ (۴) حبشی کا حیران کن جواب یہ تھا کہ میرے عیب کے جتلانے کے بجائے یہ سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ بدصورتی خود میری بنا کردہ ہے۔ (۵) میری (حبشی کی) بدصورتی سے تجھے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بدصورتی و خوبصورتی پر مبنی نقش و نگار میرا شاہکار نہیں۔
(۶) اللہ تعالیٰ نے ازل سے جو کچھ میرے لیئے تخلیق و تحریر کردیا ہے۔ اس میں کمی یا زیادتی ناممکن ہے۔
(۷) تجھے (طعنہ دینے والے کو) معلوم ہے کہ قادر مطلق ہونے کی صفت میرے (حبشی کے) اندر نہیں ہے۔ قادر مطلق محض اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔
(۸) اگر تیری (اللہ تعالیٰ کی) رہنمائی میں کار خیر کا پیکر بن جاؤں تو کامیابی ہے۔ ورنہ تیرے اعراض سے نیکی کی ذرہ برابر توفیق نہیں ہو سکتی۔
(۹) اگر خالق کائنات کی نصرت نہ ہو تو زہد و تقویٰ کا حصول دشوار ہے۔ کیونکہ انسان کی پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کی مدد سے ممکن ہے۔

حکایت[1]

کہانی

مصرعِ اوّل		مصرعِ ثانی
چہ خوش گفت درویش کوتاہ دست	۲	کہ شب توبہ کرد و سحرگہ شکست
ایک مفلس درویش نے کیا اچھا کہا		جس نے رات کو توبہ کی اور صبح کو توڑ دی
گر او توبہ بخشد بماند درست	۳	کہ پیمانِ ما بے ثبات است و سست
اگر وہ توبہ کی توفیق دیدے تو وہ ٹھیک ہو سکتی ہے		اس لیئے کہ ہمارا عہد تو ناپائیدار اور کمزور ہے
بحقت کہ چشمم ز باطل بدوز	۴	بنورت کہ فردا بنارم مسوز
تجھے اپنے حق کی قسم کہ میری آنکھیں باطل سے سی دے		تجھے اپنے نور کی قسم کل کو مجھے آگ میں نہ جلانا
ز مسکینیم رُوئے در خاک رُفت	۵	غبارِ گناہم بر افلاک رفت
مسکینی کی وجہ سے میرا چہرہ تو مٹی میں رل گیا		میرے گناہوں کی دھول آسمانوں پر چڑھ گئی
تو یک نوبت اے ابرِ رحمت ببار	۶	کہ در پیش باراں نیاید غبار
اے ابرِ رحمت تو ایک بار برس جا		اس لیئے کہ بارش کے سامنے غبار نہیں ٹھہرتا ہے
ز جُرمم دریں مملکت جاہ نیست	۷	ولیکن بملکِ دگر راہ نیست
گناہوں کی وجہ سے اس ملک میں میرا کوئی مرتبہ نہیں ہے		لیکن دوسرے ملک کا کوئی راستہ بھی نہیں ہے
تو دانی ضمیرِ زباں بستگاں	۸	تو مرہم نہی بر دلِ خستگاں
زبان بند کیئے ہوؤں کے دل کی بات تو جانتا ہے		زخمیوں کے دل پر تو ہی مرہم رکھنے والا ہے

حکایت[9]

کہانی

مصرعِ اوّل		مصرعِ ثانی
مُغے در بروی از جہاں بستہ بود	۱۰	بُتے را بخدمت میاں بستہ بود
ایک آتش پرست اپنے اوپر دنیا سے دروازہ بند کیئے ہوئے تھا	-	ایک بُت کی خدمت میں کمربستہ تھا

(۱) حکایت، کہانی۔ (۲) چہ، کیا۔ خوش گفت: خوب کہا۔ کوتاہ دست، تنگ دست، فقیر۔ شب، رات۔ کرد، کی۔ سحرگہ، صبح کو۔ شکست: توڑ دی۔ (۳) توبہ بخشد، توبہ عطا کرے۔ بماند درست: ٹھیک رہے۔ پیمانِ ما: ہمارا عہد۔ بے ثبات: ناپائیدار۔ ست، ہے۔ سست، ناپائیدار، کمزور (۴) بحقت: تیرے حق کی قسم۔ چشمم، میری آنکھ۔ بدوز: سی دے۔ بنورت: اپنے نور کے طفیل۔ فردا، کل۔ بنارم، آگ میں مجھ کو۔ مسوز، مت جلا (۵) ز مسکینیم، میری مسکینی کی وجہ سے۔ روئے، چہرہ۔ در خاک: مٹی میں۔ رفت، چلا گیا۔ غبارِ گناہم، میرے گناہوں کا غبار۔ افلاک: جمع فلک آسمان۔ (۶) یک نوبت، ایک بار۔ ابرِ رحمت: رحمت کا بادل۔ ببار: برس جا۔ پیشِ باراں، بارش کے سامنے۔ نیاید، نہیں آتا۔ (۷) ز جرمم: میرے جُرم کی وجہ سے۔ دریں مملکت: اس ملک میں۔ جاہ، مرتبہ۔ نیست، نہیں ہے بملکِ دگر، دوسرے ملک کو۔ راہِ نیست: راستہ نہیں ہے۔ (۸) تو دانی، تو جانتا ہے۔ ضمیر: دل کی بات۔ زبان بستگاں: بند زبان والے۔ نہی: رکھے تو۔ دلِ خستگاں: زخمیوں کا دِل۔ (۹) حکایت، کہانی۔ (۱۰) مغے: ایک آتش پرست۔ در بروی: اپنے اوپر دروازہ۔ بستہ بود: بند کر رکھا تھا۔ بتے را، ایک بُت کی۔ میاں بستہ بود: کمر باندھے ہوئے تھا۔

تشریح: (۱) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل ہوئے بغیر انسان کو توبۃ النصوح حاصل نہیں ہو سکتی۔
(۲) ایک معلوک الحال درویش رات بھر استغفار کرتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو اپنی توبہ توڑ بیٹھا۔
(۳) توبہ صرف اسی (اللہ تعالیٰ) کی توفیق سے ہی کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔ ورنہ ہمارے (درویش کے) عہد و پیمان تو کچے دھاگے کی مانند ٹوٹ جاتے ہیں۔
(۴) اے اللہ! تجھے تیرے حق ہونے کی قسم کہ مجھے لایعنی اشیاء کی طرف دیکھنے سے محفوظ کر دے۔ تیرے نور کا واسطہ ہے کہ مجھے جہنم میں نہ جلانا۔
(۵) غایت مسکینی کی وجہ سے میرا چہرہ خاک آلود ہو گیا۔ اور میری بُرائیوں کی گرد آسمان تک جا پہنچی۔
(۶) رحمت کے بادلوں کو برس جانا چاہیئے۔ تاکہ میری بُرائیوں کا گرد و غبار بیٹھ جائے۔ اس لیئے کہ ابرِ رحمت کے مقابلے میں گناہوں کی گرد ٹِک نہیں سکتی۔ (۷) میرے گناہوں کی وجہ سے دنیا میں میری عزت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ لیکن تیری کے ماسوا دوسری دُنیا نہ ہونے کے باعث کہیں نہیں جا سکتا۔ (۸) تو (اللہ تعالیٰ) بے زبانوں کے کلام کا علم رکھتا ہے۔ زخمی قلب پر تیری رحمت اِک مرہم ہے۔
(۹) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کسی کافر کی زبان پہ اللہ تعالیٰ کا نام بھولے سے بھی جاری ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر چھا جاتی ہے۔ (۱۰) ایک مجوسی نے دُنیا سے ماوراء ہو کر ایک بُت کی پوجا پاٹ اور خدمت پر خود کو مامور کر دیا۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
پس از چند سال آں نکوہیدہ کیش	۱	قضا حالتے صعبش آورد پیش
چند سال کے بعد اس بد مذہب کو		خدا کے کرنے سے ایک سخت حالت درپیش آگئی
بپائے بت اندر بامید خیر	۲	بنالید بے چارہ بر خاک دیر
بھلائی کی اُمید پر بُت کے پیروں میں		بے چارہ بت خانہ میں رو رہا تھا
کہ درماندہ ام دستگیرا ے صنم	۳	بجاں آمدم رحم کن بر تنم
کہ اے بُت میں عاجز ہوں میری دستگیری کر		میں عاجز آگیا ہوں مجھ پر رحم کر
بزارید در خدمتش بارہا	۴	کہ ہیچش بساماں نشد کارہا
اس کی خدمت میں بار بار عاجزی کی		اس کا کام کچھ بھی نہ بنا
بتے چوں برآرد مہمات کس	۵	کہ نتواند از خود براندن مگس
ایسا بُت کس طرح کسی کے بڑے کام پورے کرسکتا ہے		جو اپنے اوپر سے مکھی نہیں اڑا سکتا ہے
برآشفت کاے پائے بندِ ضلال	۶	بباطل پرستیدمت چند سال
وہ بگڑ گیا کہ اے گمراہی کے قیدی		میں نے تجھے اتنے سال خواہ مخواہ پوجا
مہمے کہ درپیش دارم برآر	۷	وگرنہ بخواہم ز پروردگار
جو کام مجھے درپیش ہے وہ پورا کردے		ورنہ میں یزداں سے مانگوں گا
ہنوز از بت آلودہ رویش بخاک	۸	کہ کامش برآورد یزدانِ پاک
ابھی اس کا چہرہ بت کی خاک میں آلودہ تھا		کہ اللہ پاک نے اس کا کام کردیا
حقائق شناسے دریں خیرہ شد	۹	سرِ وقتِ صافی برو تیرہ شد
ایک حقیقتوں کا جاننے والا اس معاملہ میں حیران ہوگیا		اس کا صاف وقت اس پر تاریک ہوگیا
کہ سرگشتہ دونِ آذر پرست	۱۰	ہنوزش سر از خمِ بُت خانہ مست
کہ ایک یزداں کو پوجنے والا حیران کمینہ		جس کا سر ابھی بُت خانہ کے مٹکے سے مست ہے

(۱) پس: پیچھے۔ چند سال: کچھ سال۔ آں: وہ۔ نکوہیدہ کیش: بدمذہب۔ قضا: تقدیراً۔ حالتے صعبش: ایک سخت حالت اس کو۔ آورد پیش: سامنے لائی۔
(۲) بپائے بت: بُت کے پاؤں میں۔ بامید خیر: خیر کی اُمید میں۔ بنالید: رویا۔ برخاک دیر: بُت خانے کی زمین پر۔ (۳) درماندہ ام: میں عاجز رہ گیا ہوں۔ دستگیر: ہاتھ پکڑ۔ صنم: بُت۔ بجاں آمدم: جان کو آگیا ہوں میں۔ رحم کن: رحم کر۔ برتنم: میرے جسم پر۔
(۴) بزارید: رویا۔ درخدمتش: اس کی خدمت میں۔ بارہا: کئی دفعہ۔ ہیچش: کچھ بھی اس کا۔ بساماں نشد: سامان کے ساتھ نہ ہوا۔ کارہا: جمع کار، کام۔
(۵) بتے: بُت۔ چوں برآرد: کیسے پوری کرے۔ مہمات کس: کسی کی مہمیں۔ کہ نتواند: جو کہ نہیں طاقت رکھتا۔ از خود: اپنے سے۔ براندن مگس: مکھی اڑانے کی۔
(۶) برآشفت: ناراض ہوگیا۔ کاے پائے بند ضلال: کہ اے گمراہی کے پابند۔ باطل: بیکار۔ پرستیدمت: میں نے تیری پرستش کی۔ چند سال: کئی سال۔
(۷) مہمے کہ: جو مہم کہ۔ درپیش دارم: میں سامنے رکھتا ہوں۔ برآر: پوری کر۔ بخواہم: میں مانگوں گا۔ پروردگار: اللہ تعالیٰ۔ (۸) ہنوز: ابھی۔ از بت آلودہ: بُت سے آلودہ۔ رویش بخاک: اس کا چہرہ خاک میں۔ کامش: اس کا مقصد۔ برآورد: پورا کردیا۔ یزدانِ پاک: اللہ پاک
(۹) حقائق شناسے: حقیقتوں کو پہچاننے والا۔ دریں خیرہ شد: اس میں حیران رہ گیا۔ سرِ وقت صافی: اس کا صاف وقت۔ برو: اس پر۔ تیرہ شد: تاریک ہوگیا
(۱۰) سرگشتہ دون: کمینہ حیران۔ یزداں پرست: خدا کو پوجنے والا۔ ہنوزش سر: ابھی اس کا سر۔ از خم بت خانہ: بُت خانہ کے مٹکے سے۔

تشریح: (۱) چند سال گزر جانے کے بعد اس (مجوسی) کے حالات دگرگوں اور ناگفتہ بہ ہوگئے۔ (۲) حالات کی درستی اور بُت سے خیر و بھلائی کی امید وابستہ کرتے ہوئے وہ صنم (بُت) کے قدموں میں سر رکھ کے روتا رہا۔ (۳) اس (مجوسی) نے بُت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میری جان جوکھوں میں آچکی ہے۔ تو (بُت) میری دستگیری و رحم کر۔ (۴) بُت کے سامنے بارہا مرتبہ رونے کے باوجود اس کی کوئی اُمید نہ برآئی۔ اور نہ ہی حالات درست ہوئے۔ (۵) پتھر کا صنم کسی کی حاجات و مشکلات کا مداوا کیسے کرسکتا ہے۔ جبکہ وہ (بُت) اپنے اوپر بیٹھی ہوئی مکھی اڑانے پر بھی قادر نہیں۔
(۶) وہ (مجوسی) مسلسل پوجا پاٹ اور آہ و بکا کرنے کے باعث ذہناً باغی ہوگیا۔ اے بُرائی کے پابند! میں نے عرصہ دراز سے تیری مفت کی پوجا کی ہے۔
(۷) اور یہ بھی کہا کہ میری جو بھی مشکل ہے۔ اس کا حل ہونا چاہیئے۔ ورنہ میں رب العلمین کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں گا۔
(۸) ابھی اس (مجوسی) کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا خیال آیا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس (مجوسی) کی دستگیری کردی۔
(۹) یہ انہونی دیکھ کر اک صاحب بصیرت (درویش) کو حیرانی ہوئی۔ کہ ابھی اس (مجوسی) کے ذہن سے بُت پرستی کے بادل نہیں چھٹے تھے کہ اس کی دستگیری ہوگئی۔ (۱۰) ابھی تو وہ (مجوسی) بُت پرستی سے تائب ہی نہیں ہوا۔ اتنی سُرعت (جلدی) کے ساتھ اس (مجوسی) کے حالات کیوں درست ہوگئے۔

مصرع اول		مصرع دوم
دِل از کفر و دست از جنابت نشست	۱	خدایش بر آورد کامیکہ جست
جس نے دل کو کفر سے اور ہاتھ کو گناہ سے نہیں دھویا		جو مقصد اس نے چاہا خدا نے وہ پورا کر دیا
فرو رفتہ خاطر دریں مشکلش	۲	کہ پیغامے آمد بگوشِ دلش
اس مشکل میں اس کی طبیعت بیٹھی جا رہی تھی		کہ اس کے دل کے کان میں پیغام آیا
کہ پیشِ صنم پیرِ ناقص عقول	۳	بسے گفت و قولش نیامد قبول
کہ ناقص عقل بوڑھے نے بُت کے سامنے		بہت کچھ کہا اور اس کی بات اس نے نہ مانی
گر از درگہِ ما شود نیز رد	۴	پس آنگہ چہ فرق از صنم تا صمد
اگر ہمارے دربار سے بھی رد ہو جائے		پھر بُت اور بے نیاز میں کیا فرق ہے
دل اندر صمد باید اے دوست بست	۵	کہ عاجز تر اند از صنم ہر کہ ہست
اے دوست (اللہ) صمد سے دل لگانا چاہیئے		اس لیے اور جو بھی ہے بُت سے بھی عاجز ہے
محالست اگر سر بریں در نہی	۶	کہ باز آیدت دست حاجت تہی
اگر تو اس دروازہ پر سر دھرے تو ناممکن ہے		کہ تیری ضرورت کا ہاتھ خالی لوٹے
خدایا مقصر بکار آمدیم	۷	گناہگار و امیدوار آمدیم
اے خدا ہم کام میں کوتاہی کرنے والے آئے ہیں		گنہگار ہیں اور امیدوار بن کر آئے ہیں

(۱) دست آز جنابت: ہاتھ گناہ سے نشست، نہیں دھویا۔ خدایش: خدا نے اس کی۔ برآورد، پورا کر دیا۔ کامیکہ، جو مقصد کہ۔ جست، اس نے ڈھونڈا۔ (۲) فرو رفتہ، ڈوب گیا۔ خاطر، دل۔ دریں مشکلش، اس مشکل میں اس کا۔ پیغامے آمد، ایک پیغام آیا۔ بگوشِ دلش، اس کے دل کے کان میں۔ (۳) پیشِ صنم: بُت کے سامنے۔ پیرِ ناقص عقول: ناقص عقل والا بوڑھا۔ بسے گفت، بہت کہا۔ قولش، اس کی بات۔ نیامد قبول، قبول نہ ہوئی۔

(۴) از درگہِ ما، ہماری درگاہ سے۔ شود، ہو جاوے۔ نیز، بھی پس آنگہ، پھر اس وقت۔ چہ فرق، کیا فرق۔ صنم، بُت تا صمد، بے نیاز تک۔ (۵) صمد، بے نیاز۔ باید بست، باندھنا چاہیئے۔ عاجز تر اند، زیادہ عاجز ہیں۔ از صنم: بُت سے۔ ہر کہ ہست، جو کوئی ہے۔ (۶) محالست، محال ہے۔ سر بریں در، سر اس دروازے پر۔ نہی، رکھے تو۔ باز آیدت، واپس آوے تیرا۔ دست حاجت: سوالی کا ہاتھ۔ تہی، خالی۔ (۷) خدایا: اے خدا۔ مقصر، کوتاہ کار بکار آمدیم، کام میں آئے ہم۔ آمدیم، آئے ہم۔

(۸) مؤذن، اذان دینے والا۔

(۹) شنیدم، میں نے سنا۔ زتاب نبیذ: نبیذ کی گرمی سے۔ نبیذ: کھجوروں کا شربت۔ بمقصورہ: ایک حجرے میں۔ در دوید، اندر جا گھسا۔

(۱۰) بنالید، رویا۔ آستانِ کرم: بخشش کی دہلیز۔ بفردوسِ اعلیٰ: بہشتِ بریں۔ برم، لے جا مجھ کو۔

حکایت مست و مؤذن

ایک مست اور مؤذن کا قصہ

مصرع اول		مصرع دوم
شنیدم کہ مستے زتاب نبیذ	۹	بمقصورۂ مسجدے در دوید
میں نے سنا ہے کہ ایک مست شراب کی گرمی سے		ایک مسجد کے حجرے میں گھس آیا
بنالید بر آستانِ کرم	۱۰	کہ یارب بفردوسِ اعلیٰ برم
خدا کی چوکھٹ پر رونے لگا		اے پروردگار مجھے اعلیٰ فردوس میں پہنچا دے

تشریح: (۱) ابھی تک تو اس (مجوسی) کے دل میں بُت پرستی کے اثرات موجود ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے اس کی مُراد بر لائی۔
(۲) ابھی وہ (صاحبِ بصیرت درویش) اسی کشمکش میں مبتلا تھا کہ اس کے (درویش کے) دل کے کانوں میں یہ آواز گونجی کہ۔
(۳) اس احمق بوڑھے (مجوسی) نے بُت کے سامنے بہت ناک رگڑی۔ لیکن اسے (مجوسی کو) حاصل وصول کچھ بھی نہ ہوا۔
(۴) اگر ہم (اللہ تعالیٰ) بھی اُسے اپنے دربار سے دھتکار دیتے تو پھر اک بُت (صنم) اور مالک و صمد میں امتیاز ناممکن تھا۔
(۵) پتھر کے صنم سے دل نہیں لگانا چاہیئے۔ بلکہ دل لگانے کا اصل مقام ذات صمد ہے۔ کیونکہ اس (صمد) کے سوا تمام چیزیں عاجز ہیں۔
(۶) صمد کے دَر کا سوالی کبھی خالی نہیں لَوٹتا۔ اس (صمد) کے سامنے ہر اُٹھنے (پھیلنے والا) ہاتھ رحمتوں و مُرادوں سے لبریز ہوتا ہے۔
(۷) اے اللہ تعالیٰ! ہماری نظر کوتاہ ہے۔ سیہ کار و خطا کار ہیں۔ لیکن تیری رحمت سے اُمیدیں بھی وابستہ کیے ہوئے ہیں۔
(۸) عنوان، اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خطا کار شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ (لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ)
(۹) میں (شیخ سعدیؒ) نے سنا ہے کہ ایک شخص نشے میں دُھت مسجد میں چلا گیا۔
(۱۰) اور پروردگار عالم کے رُوبرو زار و قطار رونے لگ گیا۔ اور اسی (روتی ہوئی) حالت میں اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرنے لگا۔

نمبر	مصرعِ اول	مصرعِ دوم
۱	مؤذن گریباں گرفتش کہ ہیں	سگ و مسجد اے فارغ از عقل و دیں
	مؤذن نے اس کا گریبان پکڑا کہ ہائیں	کتا اور مسجد، اے عقل اور دین سے خالی
۲	چہ شائستہ کردی کہ خواہی بہشت	نمے زیبدت ناز با روئے زشت
	تو نے کیا نیکی کی ہے کہ بہشت چاہتا ہے	بدصورتی کے ہوتے ہوئے ناز کرنا تجھے زیبا نہیں ہے
۳	بگفت ایں سخن پیر و بگریست مست	کہ مستم بدار از من اے خواجہ دست
	بوڑھے نے یہ بات کہی اور مست رو دیا	کہ میں تو مست ہوں اے صاحب مجھ سے ہاتھ اٹھالے
۴	عجب داری از لطف پروردگار	کہ باشد گناہگارے اُمیدوار
	تجھے تعجب ہے کہ خدا کی مہربانی کا	ایک گناہگار امیدوار ہو
۵	ترا مے نگویم کہ عذرم پذیر	در توبہ باز است و حق دستگیر
	میں تجھ سے تو نہیں کہتا ہوں کہ میرا عذر قبول کرلے	توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور خدا دستگیر ہے
۶	ہمے شرم دارم ز لطفِ کریم	کہ خوانم گناہ پیشِ عفوش عظیم
	مجھے تو کریم کی مہربانی سے شرم آتی ہے	کہ اس کی معافی کے مقابلہ میں اپنے گناہ کو بڑا کہوں
۷	کسے را کہ پیری در آرد ز پائے	چو دستش نگیرد نخیزد ز جائے
	جس کسی کو بڑھاپا گرا دے	اگر کوئی اس کی دستگیری نہ کرے وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھے گا
۸	من آنم ز پائے اندر افتادہ پیر	خدایا بفضلت توام دستگیر
	میں وہی گرا ہوا بوڑھا ہوں	اے خدا تو اپنے فضل سے میری دستگیری فرما
۹	نگویم بزرگی و جاہم بہ بخش	فرو ماندگی و گناہم بہ بخش
	میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ مجھے بزرگی اور مرتبہ عنایت کر	میری کوتاہیوں اور گناہ کو بخش دے
۱۰	اگر یارے اندک زللے داندم	بنابخردی شہرہ گرداندم
	اگر کوئی دوست میری تھوڑی سی خطا دیکھ لے	مجھے بے عقل مشہور کردے

(۱) مؤذن: اذان دینے والا۔ گرفتش: پکڑا اس کا۔ سگ و مسجد: کتا اور مسجد۔ فارغ: خالی۔ از عقل و دیں: عقل اور دین سے۔ (۲) چہ: کیا۔ شائستہ: لائق۔ کردی: کیا تو نے۔ خواہی بہشت: چاہتا ہے بہشت۔ نمے زیبدت: نہیں زیب دیتا تجھ کو۔ با روئے زشت: بُری شکل کے ساتھ۔ (۳) بگفت: اس نے کہا۔ ایں سخن: یہ بات۔ پیر: بوڑھا۔ بگریست: رو پڑا۔ مستم: میں مست ہوں۔ بدار: اٹھالے۔ از من: مجھ سے۔ اے خواجہ: اے صاحب۔ دست: ہاتھ۔ (۴) عجب داری: تعجب رکھتا ہے تو۔ از لطف پروردگار: اللہ پاک کی مہربانی سے۔ باشد: ہووے۔ گناہگارے: ایک گناہگار۔

(۵) ترا مے نگویم: تجھ کو نہیں کہتا ہیں۔ عذرم پذیر: میرا عذر قبول کر۔ درِ توبہ: توبہ کا دروازہ۔ باز است: کھلا ہے۔ حق دستگیر: حق تعالیٰ ہاتھ پکڑنے والا ہے۔ (۶) ہمے شرم دارم: میں شرم رکھتا ہوں۔ ز لطف کریم: سخی کی مہربانی سے۔ خوانم: کہوں میں۔ پیش عفوش: اس کی بخشش کے سامنے۔ عظیم: بڑا۔ (۷) کسے را: کہ جس کو کہ۔ پیری: بڑھاپا۔ در آرد: نکال دیوے۔ ز پائے: پاؤں سے۔ چو دستش: جب اس کا ہاتھ۔ گیرد: نہ پکڑے۔ نخیزد: نہ اٹھے۔ ز جائے: جگہ سے۔

(۸) من آنم: میں وہ ہوں۔ ز پائے: پاؤں سے۔ افتادہ پیر: گرا ہوا بوڑھا۔ بفضلت: اپنے فضل کے ساتھ۔ توام: تو ہی ہے میرا۔ دستگیر: ہاتھ پکڑنے والا۔ (۹) نگویم: میں نہیں کہتا۔ جاہم: مرتبہ مجھ کو۔ بہ بخش: عطا کر۔ فرو ماندگی: کوتاہی۔ گناہم: میرے گناہ۔ (۱۰) یارے: کوئی دوست۔ اندک زلل: تھوڑی سی لغزش۔ داندم: میری جان لے۔ بنابخردی: بے عقل کے ساتھ۔ شہرہ گرداندم: میری شہرت کردے۔

تشریح: (۱) نشے میں دُھت شرابی کو مسجد میں دیکھ کر مؤذن غضبناک ہو گیا اور گریبان پکڑ کر کہنے لگا۔ کہ کتے اور دین سے خالی آدمی کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں۔ (۲) جس شخص کے پاس کوئی نیکی نہ ہو۔ نشہ میں بدمست ہونے کے باعث بدشکل کو اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرنے کا کوئی حق نہیں۔
(۳) جب بوڑھے مست نے مؤذن کی کڑوی کسیلی باتیں سنیں تو اس (مست بوڑھا) پر مزید آہ و زاری طاری ہو گئی اور کہا کہ مست کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔
(۴) اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اگر کوئی سیہ کار عین خطا کی حالت میں اس (اللہ تعالیٰ) سے رحمت و جنت طلب کرتا ہے تو یہ اچنبھے و تعجب کی بات نہیں۔ (۵) میں (مست بوڑھا) رحمت و جنت کی طلب اور عذر خواہی کی قبولیت کا سوال تجھ (مؤذن) سے نہیں کر رہا ہے۔ توبہ کا در کھلا ہے۔ حق تعالیٰ ہی دستگیری کرنے والا ہے۔ (۶) مجھے (مست بوڑھے کو) جواد و کریم تعالیٰ ذات سے اپنی اس سوچ پر شرمندگی ہوتی ہے کہ میری خطائیں اس (اللہ تعالیٰ) کے جود و کرم سے بڑی ہیں۔ (۷) بڑھاپا ایسا ضعف و لاچاری ہے کہ گر جانے کے بعد اس وقت وہ (بوڑھا) نہیں اٹھ سکتا۔ جب تک اسے تھام کر اٹھایا نہ جائے۔
(۸) میرا (مست بوڑھے کا) شمار بھی انہیں بوڑھوں میں ہے۔ جو انتہائی لاغر ہو چکے ہیں اے اللہ تعالیٰ! تیرے فضل و کرم کا واسطہ ہے کہ تو میری دستگیری کرتے ہوئے مجھے تھام لے۔ (۹) میری (مست بوڑھے کی) یہ خواہش نہیں کہ مجھے بزرگی اور ولایت کا مرتبہ عطا کیا جائے۔ میری صرف یہی گزارش ہے کہ میری خطائیں بخش دی جائیں۔ (۱۰) لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ اگر وہ کسی کے گناہوں سے باخبر ہو جائیں تو اسے اُچھالتے اُچھالتے شہرت کے بام عروج تک لے جاتے ہیں۔

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
تو بینا وَ ما خائف از یکد گر	۱	کہ تو پردہ پوشی و ما پردہ در
تو دیکھنے والا ہے اور ہم ایک دوسرے سے ڈرتے ہیں		اسلئے کہ تو پردہ رکھنے والا ہے اور ہم پردہ چاک کرنیوالے ہیں
برآوردہ مردم زبیروں خروش	۲	تو با بندہ در پردہ و پردہ پوش
انسان باہر ہی سے شور مچا دیتے ہیں		تو پردے میں بھی بندے کے ساتھ ہے اور پردہ رکھنے والا ہے
بنادانی از بندگاں سرکشند	۳	خداوندگاراں قلم درکشند
اگر غلام نادانی سے سرکشی کرتے ہیں		تو مالک معاف کر دیتے ہیں
اگر جُرم بخشی. بمقدار جود	۴	نماند گرفتارے اندر وجود
اگر تو اپنی سخاوت کے اندازے کے مطابق خطائیں معاف کرے		تو کوئی گرفتار موجود نہیں رہ سکتا
وگر خشم گیری بقدر گناہ	۵	بدوزخ فرست و ترازو مخواہ
اور اگر تو گناہ کے مطابق غصہ کرے		تو دوزخ میں بھیج دے اور ترازو نہ منگا
گرم دستگیری. بجائے رسم	۶	وگر بفگنی برنگیرد کسم
اگر تو میری دستگیری کرے تو میں کسی جگہ پہنچ جاؤں		اور اگر تو گرائے تو کوئی دستگیری نہیں کرسکتا ہے
کہ زور آورد گر نہ یاری دہی	۷	کہ گیرد چو تو رستگاری دہی
اگر تو مدد کرے تو کون زور دکھا سکتا ہے		اگر تو چھٹکارا دیدے تو کون گرفتار کرسکتا ہے
دو خواہند بودن. بمحشر فریق	۸	ندانم کداماں دہندم طریق
محشر میں دو فریق ہوں گے		معلوم نہیں مجھے (فرشتے) کونسے کا راستہ دیں گے
عجب گر بود راہم از دستِ راست	۹	کہ از دستِ من جز کژی برنخواست
تعجب ہوگا اگر میرا راستہ دائیں ہاتھ کی طرف ہوگا		اسلئے کہ میرے ہاتھ سے تو کجی کے علاوہ کچھ نہیں ہوا ہے
دلم مے دہد وقت ایں امید	۱۰	کہ حق شرم دارد ز موئے سپید
میرا دل مجھے ہر وقت یہ امید دلاتا ہے		کہ اللہ تعالیٰ کو سفید بالوں سے حیا آتی ہے

(۱) بینا، دیکھنے والا۔ ما خائف: ہم ڈرنے والے۔ یکدگر: ایک دوسرا۔ تو پردہ پوشی، تو پردہ ڈھانپنے والا ہے۔ ما پردہ در: ہم پردہ پھاڑنے والے ہیں۔ (۲) برآوردہ: نکالے ہوئے۔ مردم، لوگ۔ زبیروں: باہر سے۔ خروش: شور۔ با بندہ: بندے کے ساتھ۔ در پردہ، پردے میں۔ پردہ پوش، پردہ ڈھانپنے والا۔ (۳) بنادانی: بیوقوفی سے۔ آر، اگر۔ بندگاں: بندے۔ سرکشند، نافرمان ہیں۔ خداوندگاراں، مالک۔ قلم درکشند، معاف کردیتے ہیں۔ (۴) جُرم بخشی: جُرم بخشے تو۔ بمقدارِ جود: اپنی سخاوت کی مقدار میں۔ نماند: نہ رہے۔ گرفتارے: کوئی قیدی۔ اندر وجود: وجود میں۔

(۵) خشم گیری، غصہ پکڑے تو۔ بقدر گناہ، ہمارے گناہوں کے مطابق۔ بدوزخ: دوزخ میں بھیج دے۔ ترازو مخواہ: ترازو نہ منگوا۔ (۶) گرم دستگیری، اگر تو میری دستگیری کرے۔ بجائے رسم: میں کسی مرتبے کو پہنچ جاؤں۔ بفگنی: گرادے تو۔ برنگیرد، نہ پکڑے۔ کسم، کوئی مجھ کو۔

(۷) کہ زور آورد، کون زور آوری کرے۔ نہ یاری دہی: نہ مدد کرے تو۔ کہ گیرد، کون پکڑے۔ چو تو، جب تو۔ دستگاری دہی، خلاصی دیوے تو۔ (۸) خواہند بودن: ہوجائیں گے۔ بمحشر: محشر میں۔ فریق: جماعت۔ ندانم: میں نہیں جانتا۔ کداماں: کون سے۔ دہندم دیویں گے مجھ کو۔ طریق: راستہ۔ (۹) عجب، تعجب ہے۔ بود راہم، ہوئے میرا راستہ۔ دستِ راست: دائیں طرف۔ دستِ من، میرا ہاتھ۔ جز کژی: سوائے ٹیڑھ کے۔ برنخواست: کچھ نہیں ہوا۔ (۱۰) دلم مے دہد، میرا دل دیتا ہے۔ ایں امید: یہ امید۔ حق شرم دارد: حق تعالیٰ شرم رکھتے ہیں۔ زموئے سپید: سفید بالوں سے۔

تشریح: (۱) اے اللہ تعالیٰ: تو ہمارے کسی عمل سے غافل نہیں۔ ہمارا کوئی عمل تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ چونکہ تو ستار العیوب (عیوب چھپانے والا) ہے۔ اس لیئے ہم تیرے سامنے اظہار خطائے نہیں گھبراتے۔ (۲) رحمان اور انسان میں یہی امتیاز ہے کہ رحمان خطاؤں کو دیکھ کر لغزشوں کو چھپا دیتا ہے۔ کسی خطاکار کی رسوائی نہیں کرتا۔ اور انسان غیبت وچغلی کر کے خطاکار کو بدنام کر دیتا ہے۔ (۳) اگر بندہ و غلام کم فہمی وحماقت کے باعث جُرم کرتا ہے تو مہربان آقا کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے خطاکار غلام اور بندہ کو معافی کا پروانہ دے دیتا ہے۔ (۴) اے اللہ تعالیٰ! اگر تو ہم خطاکاروں کی دستگیری فرماتے ہوئے مغفرت کردے تو ہمارا (گناہگار انسانوں کا) کوئی ٹھکانہ بن سکتا ہے۔ ورنہ ہم (خطاکار لوگ) کہیں کے نہیں ہیں۔ (۵) اگر تو (اللہ تعالیٰ) ہماری خطاؤں کی نسبت سے اپنے غیظ وغضب کا اظہار کرے تو پھر میدان وحساب کی ضرورت نہیں۔ بلا حساب ہمیں جہنم کا ایندھن بنا دے۔ (۶) اے اللہ تعالیٰ: تو ہی ہمارا حامی و ناصر ہے۔ اگر ہمارے ساتھ تیری حمایت و نصرت نہ ہو تو ہماری دستگیری کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ تیری دستگیری سے ہمیں کوئی مقام مل سکتا ہے۔ (۷) اے اللہ تعالیٰ: تیری حمایت و نصرت سے محرومی ہمیں کسی دوسرے مددگار کو توجہ نہیں دلا سکتی۔ تیری نجات و مغفرت سے ہماری گرفت کوئی بھی نہیں کرسکتا۔

(۸) روزِ قیامت اتقیا، واشقیا پر مشتمل دو گروپ ہوجائیں گے۔ نہ جانے میرا خطاکار (سعدیؒ کا) شمار کن لوگوں میں ہوگا۔ (وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ)

(۹) اگر تو (اللہ تعالیٰ) مجھے راہ راست پر چلنے والوں میں شامل کردے تو تنگ نظر لوگوں کے نزدیک تعجب خیز بات ہوگی اس لیئے کہ ان کی نظر میں میں بھٹکا ہوا ہوں۔

(۱۰) اپنے بزرگوں سے سُنا ہے کہ تو (اللہ تعالیٰ) سفید بالوں کی لاج رکھتا ہے۔ اس لیئے میرے دل میں بارہا مرتبہ یہ اُمید ڈھارس بندھاتی ہے کہ تو (اللہ تعالیٰ) میرے سفید بالوں کی شرم رکھے گا۔

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
۱	عجب دارم ار شرم دارد زمن	کہ شرمم نمے آید از خویشتن
	مجھے تعجب ہوگا اگر وہ مجھ سے حیا برتے گا	اسلیئے کہ مجھے اپنے آپ سے تو شرم نہیں ہوتی
۲	نہ یوسفؑ کہ چندیں بلا دید و بند	چو حکمش رواں گشت وقدرش بلند
	یوسفؑ نے ایسا نہیں کیا کہ اسقدر مصیبت اور قید دیکھی	جب ان کا حکم جاری ہوگیا اور مرتبہ بلند
۳	گنہ عفو کرد آلِ یعقوبؑ را	کہ معنیٰ بود صورتِ خوب را
	تو یعقوبؑ کی اولاد کی خطا معاف کردی	اس لیئے کہ اچھی صورت بھی کوئی معنی رکھتی ہے
۴	بکردار بد شاں مقید نہ کرد	بضاعات مزجات شاں رد نہ کرد
	بُرائی کی وجہ سے اُن کو قیدی نہ بنایا	ان کی کھوٹی پونجی کو نہ لوٹایا
۵	زلطفت ہمے چشم داریم نیز	بدیں بے بضاعت بہ بخش اے عزیز
	تیری مہربانی سے ہم بھی اُمید کرتے ہیں	اے عزیز اس بے بضاعت کی بھی بخشش فرمایئے
۶	بضاعت نیاوردم الاّ اُمید	خُدایا زعفوم مکن نا اُمید
	اُمید کے علاوہ میں کوئی سرمایہ نہیں لایا ہوں	اے خدا مجھے معافی سے نا اُمید نہ کر

(۱) عجب دارم: میں تعجب کروں۔ ار شرم دارد: اگر شرم رکھے۔ زمن: مجھ سے۔ شرمم نمے آید: مجھ کو شرم نہیں آتی۔ از خویشتن: اپنے آپ سے۔

(۲) یوسفؑ: مشہور پیغمبر جو بڑے حسین وجمیل اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ چندیں بلا: اتنی مصیبت۔ بند: قید۔ دید: دیکھی۔ چو: جب۔ حکمش: اس کا حکم۔ رواں: جاری۔ گشت: ہوگیا۔ قدرش: اس کا مرتبہ۔

(۳) عفو کرد: معاف کردیا۔ آلِ یعقوبؑ: یعقوبؑ کی اولاد جو اس کے بھائی تھے۔ معنیٰ بود: معنی ہو دیں۔ صورتِ خوب: اچھی شکل۔

(۴) بکردارِ بد: بُرے کردار کی وجہ سے۔ شاں: ان کو۔ مقید: قید۔ نہ کرد: نہ کیا۔ بضاعاتِ مزجات: کھوٹی پونجی۔ شاں: ان کی۔ رد نکرد: رد نہ کی۔

(۵) زلطفت: تیری مہربانی سے۔ ہمے چشم داریم: ہم امید رکھتے ہیں۔ نیز: بھی۔ بدیں بے بضاعت: اس بغیر پونجی والے کو۔ اے عزیز: اے عزت والے۔

(۶) بضاعت: پونجی۔ نیاوردم: نہیں لایا ہیں۔ الاّ: مگر۔ خدایا: اے خدا۔ از عفوم: بخشش سے مجھ کو۔ مکن: مت کر۔

تشریح: (۱) اگر اللہ تعالیٰ میری لاج رکھ لے تو اس کی نوازش وکرم نوازی ہوگی۔ کیونکہ میں تو ایسا بے حیا ہوں کہ جسے خود اپنے آپ سے شرم نہیں آتی۔ (۲) اے اللہ تعالیٰ! کیا تیری رحمت کی وسعت یوسفؑ کے حوصلہ کے برابر بھی نہیں (بلکہ اس سے بھی بہت وسیع ہے) کہ یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے سخت مصائب جھیلے۔ پھر اقتدار حاصل ہوگیا۔ (۳) بعد از حصولِ اقتدار جب وہی برادران یوسفؑ بحیثیت مجرم سامنے آئے تو انہوں (یوسفؑ) نے اپنے برادران کو معاف کرکے حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کا حسین امتزاج قائم کردیا۔ (۴) اگر وہ (یوسفؑ) چاہتے تو اپنے بھائیوں سے انتقامی کارروائی کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں (یوسفؑ) نے اپنے بھائیوں کو کھوٹے سکوں کی صورت میں بھی قبول کرلیا۔ (۵) اے رب ذوالجلال! ہم (خطاکار انسان) بھی تیری (اللہ تعالیٰ کی) وسیع رحمت کے پیش نظر اسی بہتر سلوک (جو یوسفؑ وبرادرانِ یوسفؑ کے مابین ہوا) کی اُمید وابستہ کیئے ہوئے ہیں۔
(۶) اے اللہ تعالیٰ! میرے (خطاکار انسان یا سعدیؒ کے) پاس صرف ایک ہی سرمایہ ہے۔ اور وہ بخشش کی اُمید ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! میرے عمل کے کھوٹے سکے قبول کرتے ہوئے مجھے مغفرت کا پروانہ عنایت فرمادے۔ آمین ثم آمین۔

اللّٰھم اغفر لمصنفہ والشارحہ ولمترجمہ ولکاتبہ ولقارئہ ولسامعہ مغفرةً لا تغادر ذنبا
وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

کتابت، محمد یعقوبؒ ارشد (احمد پوری) ملتان
قلم نمبر ۲۱

ہماری چند اہم مطبوعات
☆ اصلاح خواتین (مجلد ریگزین)
☆ احوال الصادقین (ترجمہ تنبیہ المغترین)
☆ ایمان کے ڈاکو (اردو)
☆ احکام میت
☆ ایرانی انقلاب
☆ الاصحاب فی الکتاب
☆ بوراق الغیب (مجلد)
☆ براہین اہل سنت (کامل مجلد ۲ حصے)
☆ تحفہ خواتین (مجلد ریگزین اعلیٰ)
☆ توحید اور شرک کی حقیقت
☆ تشریحات بخاری (۶ جلد)
☆ تلبیس ابلیس
☆ حزب البحر (آرٹ پیپر)
☆ حیات الاموات (مسئلہ حیات النبیؐ)
☆ خطبات حکیم الاسلامؒ (۱۱ جلد)
☆ خطبات مدنی
☆ خطبات مدراس (مجلد)
☆ ریاض الصالحین (مترجم ۲ جلد)
☆ سیرت کبریٰ (۲ جلد)
☆ سیدنا عثمانؓ شخصیت و کردار (۲ جلد)
☆ سیدنا علیؓ شخصیت اور کردار
☆ سیدنا معاویہؓ
☆ صدائے محراب
☆ الصبح النوری شرح قدوری
☆ فضائل اعمال (اعلیٰ ایڈیشن)
☆ گھر کا دواخانہ
☆ گناہوں کے پہاڑ اور بخشش کا سیلاب
☆ لطائف علمیہ (اردو)
☆ المبشرات یعنی عالم خواب اور نبوی تعبیرات
☆ مکتوبات اکابر دیوبند (مجلد)
☆ معلم کی شخصیت اور کردار
☆ مذہب اہل سنت
☆ معدن الحقائق (۲ جلد)
☆ مصباح اللغات
☆ شمائل ترمذی
☆ مخزن التوحید
کتب خانہ مجیدیہ ملتان